وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَاءُ أَحْيَآءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحدیث)

صِرَاطُ الْمُنْعِمِيْنَ فِيْ حَيَاةِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ

المعروف

تحقیق عقیدہ

حیاتِ انبیاء علیہم السلام

(جلد دوم)

تالیف:

حضرت مولانا منیر احمد منور مدظلہ

شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑپکا





صراط المنعمین فی
حیاۃ الانبیاء والمرسلین

المعروف

تحقیق عقیدہ

حیات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام

جلد دوم

باب پنجم ...... (عقیدہ علمائے امت) ..... عبارات ۱۷۴۷

باب ششم ...... (عقیدہ علمائے دیوبند) ..... عبارات ۴۵۴

باب ہفتم ...... (قبر کی حیات اور عذاب وثواب پر اجماع، ایک نظر میں)

باب ہشتم ...... (منکرین کا حکم)

تالیف
حضرت اقدس مولانا منیر احمد منور صاحب مدظلہ



0300-7301239

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفصیلی فہرست

آٹھویں صدی			۱۰۲
امام ابن دقیق العید شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۰۲ھ)	۱۰۲	امام ابن رفعہ شافعی رحمۃ اللہ علیہ (ابو العباس احمد بن محمد بن علی انصاری، نجم الدین۔م ۷۱۰ھ)	۱۰۳
امام سغناقی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (حسین بن علی بن حجاج)	۱۰۳	امام طوفی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (ابو الربیع سلیمان بن عبد القوی بن الکریم، صرصری۔م ۷۱۶ھ)	۱۰۴
امام مظہری حنفی رحمۃ اللہ علیہ (مظہر الدین حسین بن محمود بن حسن الضریر زیدانی کوفی شیرازی۔م ۷۲۷ھ)	۱۰۴	شیخ الاسلام ابن تیمیہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (تقی الدین، ابو العباس احمد بن عبد الحلیم حرانی دمشقی۔م ۷۲۸ھ)	۱۰۶
علاء الدین قونوی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۲۹ھ)	۱۳۶	علاء الدین بخاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ (عبد العزیز بن احمد بن محمد)	۱۳۷
ابن سید الناس شافعی رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن محمد بن محمد۔م ۷۳۴ھ)	۱۳۷	سنامی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (عمر بن محمد بن عوض، شامی۔م ۷۳۴ھ)	۱۳۷
ابن بلبان فارسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (الامیر علاء الدین، علی بن بلبان، مصری۔م ۷۳۹ھ)	۱۳۸	صاحب مشکوۃ شافعی رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن عبد اللہ، خطیب تبریزی۔م ۷۴۱ھ)	۱۳۸
مفسر خازن شافعی رحمۃ اللہ علیہ (ابو الحسن علی بن محمد بن ابراہیم)	۱۳۸	ابن جزی مالکی رحمۃ اللہ علیہ (ابو القاسم محمد بن احمد بن محمد)	۱۳۹
امام زیلعی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (جمال الدین، ابو محمد عبد اللہ بن یوسف۔م ۷۴۳ھ)	۱۳۹	شارح طیبی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (شرف الدین، حسین بن محمد بن عبد اللہ، شارح مشکوۃ و شیخ مشکوۃ۔م ۷۴۳ھ)	۱۳۹
ابن عبد الہادی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن احمد بن عبد الہادی)	۱۴۱	مفسر ابو حیان اندلسی شافعیؒ (محمد بن یوسف بن علی)	۱۴۳
امام ذہبی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (شمس الدین، ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قائماز۔م ۷۴۸ھ)	۱۴۴	شمس الدین اصفہانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (ابو الثناء شمس الدین بن محمود بن عبد الرحمن۔م ۷۴۹ھ)	۱۴۵
شیخ الاسلام ابن قیم جوزی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن ابی بکر بن ایوب، دمشقی۔م ۷۵۱ھ)	۱۴۵	تقی الدین سبکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (علی بن عبد الکافی)	۱۶۰
قاضی عضد الدین ایجی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (ابو الفضل عبد الرحمن بن احمد، صاحب مواقف۔م ۷۵۶ھ)	۱۶۱	حافظ علائی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (صلاح الدین، ابو سعید خلیل بن کیکلدی۔م ۷۶۱ھ)	۱۶۱
حافظ مغلطائی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (مغلطائی بن قلیج بن عبد اللہ، البکجری المصری۔م ۷۶۲ھ)	۱۶۲	شمس الدین ابن مفلح حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (ابو عبد اللہ محمد بن مفلح بن محمد۔م ۷۶۳ھ)	۱۶۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رَبِّ یَسِّرْ وَاَعِنْ

باب پنجم ...... عقیدہ علمائے امت

(۴۰۰ سے زائد علماء کی ۷۴۷ ارعبارات)

اس باب میں خیر القرون کے بعد سے لے کر دور حاضر تک کے علمائے امت کا عقیدہ بیان کیا گیا ہے۔

(علمائے دیوبند کا عقیدہ باب ششم میں بیان ہوگا)

تیسری صدی

محدث علی بن عبداللہ المدنی رحمۃ اللہ علیہ، استاذ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۳۴ھ)

۱...... سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ مُحَمَّدٍ قَرَأَهَا عَلَى عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرِ الْمَدِينِيِّ فَقَالَ لَهُ: قُلْتَ اَعَزَّكَ اللهُ: السُّنَّةُ اللَّازِمَةُ الَّتِي مَنْ تَرَكَ مِنْهَا خَصْلَةً لَمْ يَقْبَلْهَا وَ يُؤْمِنْ بِهَا لَمْ يَكُنْ مِنْ اَهْلِهَا الايمانُ بالقدرِ خيرِه وشرِه ... وَالْإِيمَانُ بِعَذَابِ الْقَبْرِ اَنَّ هٰذِهِ الْاُمَّةَ تُفْتَنُ فِي قُبُورِهَا وَتُسَالُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَيَأْتِيهِ مُنْكَرٌ وَنَكِيرٌ كَيْفَ شَاءَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ وَ كَمَا اَرَادَ (شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ ج ۱ ص ۱۸۵) سہل بن عبداللہ نے اپنے استاذ علی بن مدینی کو کہا (اللہ آپ کو عزت عطاء کرے) آپ نے فرمایا ہے کہ وہ سنت جو لازم ہے اگر اس میں سے ایک خصلت کو کوئی قبول نہ کرے اور اس پر ایمان نہ رکھے تو وہ اہل سنت میں سے نہیں ہے وہ ہے اچھی بری تقدیر پر ایمان ...... اور عذاب قبر پر ایمان یعنی اس بات پر ایمان کہ اللہ کی مشیت اور ارادے کے مطابق یہ امت اپنی قبروں میں فتنے میں ڈالی جائے گی اور ان سے نبی کریم ﷺ کے متعلق پوچھا جائے گا اور ان کے پاس منکر نکیر آئیں گے۔

۲...... علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: نُؤْمِنُ بِعَذَابِ الْقَبْرِ وَنَقُولُ اِنَّهُ حَقٌّ وَاِنَّ هٰذِهِ الْاُمَّةَ تُفْتَنُ فِي قُبُورِهَا وَتُسَالُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَنُؤْمِنُ بِمُنْكَرٍ وَنَكِيرٍ (شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ ج ۶ ص ۱۲۱۹) ہم عذاب قبر کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ حق ہے اور بے شک یہ امت اپنی قبروں میں آزمائی جائے گی اور ان سے نبی ﷺ کے متعلق سوال کیا جائے گا، نیز ہم (قبر کے دو فرشتے) منکر نکیر پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔

محدث ابوبکر ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ، استاذ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۳۵ھ)

۳...... انہوں نے مصنف ابن ابی شیبہ جلد سوم کی کتاب الجنائز میں درج ذیل ابواب قائم کئے ہیں۔ (۱) من کان یاتی قبر النبی ﷺ فیسلم وہ آدمی جو نبی علیہ السلام کی قبر پر آتا ہے پھر سلام کرتا ہے۔ ایسے ہی آدمی کے بارے میں یہ باب ہے۔ (۲) من کان یکرہ التسلیم علی القبور

فائدہ: جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ: "آپ ﷺ قبر کے پاس پڑھا ہوا درود وسلام سنتے ہیں جواب دیتے

ہیں اور دور سے پڑھا ہوا سلام آپ تک نہیں پہنچتا'' اس عقیدہ والے آدمی کے لئے آپ کی قبر مبارک پر آنا اور سلام کرنا مکروہ ہے، کیونکہ آپ پر دور سے پڑھا ہوا درود وسلام بھی فرشتوں کے ذریعے پہنچایا جاتا ہے اور آپ اس کا بھی جواب ارشاد فرماتے ہیں، اسی طرح اگر ایسے عقیدے والے لوگوں کی تردید کے لئے کوئی آدمی دور سے درود پڑھتا رہے اور قبر اطہر پر نہ جائے تو اس کی گنجائش ہے۔ (۳) فی عذاب القبر ومِمَّ هو اس باب میں عذاب قبر اور عذاب قبر کے اسباب کا بیان ہے۔ (۴) فیما یخفف به عذاب القبر (ان چیزوں کا بیان جن کی وجہ سے عذاب قبر میں تخفیف ہوتی ہے) (۵) فی المسالة فی القبر (قبر میں فرشتوں کے سوال وجواب کا بیان)

فائدہ: یہ ابواب اس بات کا ثبوت ہیں کہ مصنف کے نزدیک حیات فی القبر برحق ہے، کیونکہ اسی پر موقوف ہے عذاب قبر اور قبر کا سوال وجواب اور مصنف نے قبر کے عذاب اور سوال وجواب کی نفی پر کوئی باب قائم نہیں کیا۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ پر درود وسلام بھی حیات پر موقوف ہے۔

فقیہ عبدالملک بن حبیب مالکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۳۹ھ)

۴...... عبدالملک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وَفِتْنَةُ الْقَبْرِ وَعَذَابُهٗ عِنْدَ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْاِيْمَانِ بِاللّٰهِ قَوِيٌّ لَيْسَ عِنْدَهُمْ فِيْهِ شَكٌّ وَمَنْ كَذَّبَ بِذٰلِكَ فَهُوَ مِنْ اَهْلِ التَّكْذِيْبِ بِاللّٰهِ وَاِنَّمَا يُكَذِّبُ بِهِ الزَّنَادِقَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْبَعْثِ (اصول السنۃ لابن ابی زمنین ص ۱۵۷) قبر کا فتنہ (یعنی منکر نکیر کا سوال) اور عذاب قبر اہل سنت اور اہل ایمان کے نزدیک قطعی ہے ان کے نزدیک اس میں کوئی شک نہیں اور جو آدمی عذاب قبر کی تکذیب کرتا ہے وہ اللہ کی تکذیب کرتا ہے اور عذاب قبر کی صرف اور صرف وہی لوگ تکذیب کرتے ہیں جو زندیق ہیں اور قیامت کے روز قبروں سے اٹھنے پر ایمان نہیں رکھتے۔ (کیونکہ جن لوگوں کا یہ ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مردوں کو قبروں سے زندہ کر کے اٹھانے پر قادر ہے وہ قبروں میں زندہ کرنے کی قدرت کو بھی تسلیم کرلیں گے)

۵...... عبدالملک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وَمَنْ كَذَّبَ بِعَذَابِ الْقَبْرِ... اُسْتُتِيْبَ فَاِنْ تَابَ وَاِلَّا قُتِلَ (اصول السنۃ لابن ابی زمنین ص ۲۰۷) کہ جو آدمی عذاب قبر کی تکذیب کرے اس سے توبہ کرائی جائے، اگر وہ توبہ کرلے تو بہتر، ورنہ اسے قتل کر دیا جائے۔ (لیکن یہ حکومت کا کام ہے، عوام الناس کا نہیں)

۶ عبدالملک بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب تو تحیۃ المسجد پڑھ لے تو قبلہ جانب سے نبی کریم ﷺ کی قبر کی طرف جائے، اس سے قریب ہو، پھر رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام کہے اور آپ کی ثناء بیان کرے اور اس حالت میں وقار وسکون کے ساتھ رہے۔ فإنه ﷺ يسمع تسليمك ويعلم وقوفك بين يديه کیونکہ نبی کریم ﷺ آپ کے سلام کو سنتے ہیں اور اپنے سامنے آپ کے ٹھہرنے کو جانتے ہیں اور آپ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما پر سلام کریں اور ان کے لئے دعا کریں۔ (الجامع لمسائل المدونہ للصقلی ج ۴ ص ۳۹۱)

فائدہ: جب نبی کریم ﷺ سلام سنتے ہیں تو اس سے ثابت ہوا کہ آپ زندہ ہیں کیونکہ سنتا وہی ہے جو زندہ ہو۔

محدث قتیبہ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۴۰ھ)

۷...... قتیبہ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: هٰذَا قَوْلُ الْاَئِمَّةِ الْمَاْخُوْذِ فِي الْاِسْلَامِ وَالسُّنَّةِ: الرِّضَا بِقَضَاءِ

اللہِ ... وَعَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ (شعار اصحاب الحدیث لابی احمد الحاکم ص ۳۰) یہ اُن ائمہ کا قول ہے جن کا قول اسلام اور شریعت میں معتبر ہے یعنی اللہ کی قضاء کے ساتھ راضی ہونا......اور یہ عقیدہ رکھنا کہ عذاب قبر حق ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۴۱ھ)

۸...... اصول السّنة عندنا التَّمَسُّكُ بِمَا كَانَ عَلَيْهِ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ ﷺ والاقتداء بهم وَمِن السنة اللَّازِمَة الَّتِي من ترك مِنْهَا خصلة لم يقبلها ويؤمن بها لم يكن من أهلها الْإِيمَانُ بِالْقدرِ خيره وشره ... والإِيمَانُ بِعَذَاب الْقَبْرِ وَأَنَّ هٰذِهِ الْامةَ تفتن فِي قبورها وتسال عَن الْإِيمَانِ وَالْإِسْلَامِ وَمن ربه وَمن نبيه ويأتيه مُنكر وَنَكِير كَيفَ شَاءَ وَكَيفَ أَرَادَ (اصول السنۃ لاحمد بن حنبل ص ۳۰، شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ ج ۱ ص ۱۷۵) ہمارے نزدیک اہل سنت کے عقائد یہ ہیں: رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کا جو طریقہ ہے اس کو مضبوطی سے پکڑنا اور ان کی اقتداء کرنا...... اور شریعت کے وہ لازمی عقائد جن میں سے کسی ایک کو کوئی چھوڑ دے اور اس کو قبول نہ کرے اور اس پر ایمان نہ لائے تو وہ اہل سنت میں سے نہیں ہوتا۔ (وہ عقائد) یہ ہیں: اچھی بری تقدیر پر ایمان لانا......اور عذاب قبر پر ایمان لانا اور اس بات پر ایمان لانا کہ یہ امت اپنی قبروں میں فتنے میں ڈالی جائے گی اور ان سے ایمان واسلام کے متعلق سوال کیا جائے گا اور یہ سوال کیا جائے گا کہ اس کا رب کون ہے؟ اس کا نبی کون ہے؟ اور اس کے پاس منکر نکیر اس کیفیت سے آئیں گے جس کیفیت سے اللہ کی مشیت اور اس کا ارادہ ہوگا۔

۹...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ایمانیات کے تذکرہ میں فرماتے ہیں: والایمان بمنکر ونکیر وعذاب القبر والایمان بملك الموت بقبض الارواح ثم ترد فی الاجساد فی القبور فیسالون عن الایمان والتوحید (کتاب الصلاۃ للامام احمد ص ۴۵، طبقات الحنابلۃ ج ۱ ص ۳۴۴) منکر نکیر کے سوال اور عذاب قبر پر ایمان لانا اور اس بات پر ایمان لانا کہ ملک الموت روحیں قبض کرتا ہے پھر روحوں کو قبروں کے اندر اجساد (عنصریہ) میں لوٹایا جاتا ہے پھر اُن سے ایمان اور توحید کے متعلق سوال کیا جاتا ہے۔

۱۰...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: إِنَّ الشُّهَدَاء بعد الْقَتْل باقون يَأْكُلُون أَرْزَاقهم وَكَانَ يَقُول إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ أَحيَاءٌ فِي قُبُورهم يصلونَ وَأَنَّ الْمَيِّتَ يعلمُ بزائره يَوْمَ الْجُمُعَة بعد طُلُوع الْفجْرِ وَقبلَ طُلُوع الشَّمْسِ وَأَنَّ الله تَعَالَى يعذبُ قوماً فِي قُبُورهم (العقیدۃ روایۃ ابی بکر الخلال ص ۱۲۱) بے شک شہداء قتل کے بعد (مخفی حیات کے ساتھ) باقی رہتے ہیں اپنا رزق کھاتے ہیں اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں اور بے شک میت جمعہ کے دن طلوع فجر کے بعد اور طلوع شمس سے پہلے اپنے زائر کو جانتی پہچانتی ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو اُن کی قبروں میں عذاب دیتا ہے۔

۱۱...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: قبور اهل السنة من اهل الكبائر روضة وقبور اهل البدعة من الزهاد حفرة (طبقات الحنابلہ لابن ابی یعلی ج ۱ ص ۱۸۴، مناقب الامام احمد لابن الجوزی ص ۲۵۳) اہل کبائر میں سے جو اہل سنت ہوں ان کی قبریں جنت کا باغ ہیں اور عبادت گزار لوگوں میں جو اہل بدعت ہیں ان کی قبریں آگ کا گڑھا ہیں۔

۱۲...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: إِذَا صُيِّرَ الْعَبْدُ إِلَى لَحْدِهِ وَانْصَرَفَ عَنْهُ أَهْلُهُ أُعِيدَ إِلَيْهِ رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ فَيُسْأَلُ حِينَئِذٍ فِي قَبْرِهِ وَهُوَ قَوْلُ اللهِ يُثَبِّتُ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ يَعْنِي الْقَبْرَ ... نُؤْمِنُ بِعَذَابِ الْقَبْرِ وَمُنْكَرٍ وَنَكِيرٍ (شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ للالکائی ج ۶ ص ۱۲۱۹) جب بندہ کو اس کی لحد میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے لواحقین واپس ہوتے ہیں تو اس کی روح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے، پھر اس سے اس کی قبر میں اس وقت سوال کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں اسی کا ذکر ہے: ''اللہ ایمان والوں کو کلمہ طیبہ کی برکت سے دنیاوی زندگی میں اور آخرت میں [یعنی قبر میں سوال کے وقت] ثابت قدم رکھتا ہے۔'' ......امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم عذاب قبر اور منکر نکیر کے سوال پر ایمان رکھتے ہیں۔

۱۳...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: إِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى ملكَيْنِ يُقَال لأَحَدهما مُنكر وَالْآخر نَكِير يَلِجَانِ إِثْر الْمَيِّت فِي قَبره فإِمَّا يبشر انه وَإِمَّا يحذرانه وَيذْهب إِلَى حَدِيث عمر رضی اللہ عنہ كَيفَ بك إِذا نزلا بك وهما فظان غليظان فاقعداك واجلساك وسألاك فتغير عمر بن الْخطاب وَقَالَ يَا رَسُول الله وعقلي معي؟ قَالَ نعم فَقَالَ إِذن كفيتهما وَذكر حَدِيث ابْن عَبَّاس فِي قَوْله عز وَجل لَهُم الْبُشْرَى فِي الْحَيَاة الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَة قَالَ عِنْد سُؤال مُنكر وَنَكِير (العقیدۃ روایۃ ابی بکر الخلال ص ۱۲۲) اللہ تعالیٰ کے دو فرشتے ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام منکر اور دوسرے کا نام نکیر ہے وہ دونوں قبر میں میت کے پیچھے داخل ہوتے ہیں۔ پس یا اس کو خوشخبری دیتے ہیں یا اس کو ڈراتے ہیں اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اس کے ثبوت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کہا آپ کا کیا حال ہوگا جب آپ کے پاس قبر میں دو فرشتے آئیں گے جو سخت مزاج اور سخت زبان ہوں گے وہ تجھے بٹھائیں گے اور تجھ سے سوال کریں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رنگ بدل گیا اور کہا اے اللہ کے رسول! کیا اُس وقت میری عقل بحال ہوگی؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں آپ کی عقل بحال ہوگی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر مجھے ان کی کوئی پرواہ نہیں۔ نیز امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کی جو اللہ عز وجل کے اس قول کی تفسیر کے بارے میں ہے: ''ان کے لئے بشارت ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آخرت سے مراد ہے قبر میں منکر نکیر کے سوال کے وقت۔

عباس بن موسیٰ بن مشکویہ رحمۃ اللہ علیہ (قرین الامام احمد)

۱۴...... عباس بن مشکویہ فرماتے ہیں: إِنَّ صِفَةَ الْمُؤْمِنِ مِنْ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ أَنْ يَقُولَ الْعَبْدُ مُخْلِصًا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ ... وَالْإِيمَانُ بِالْبَعْثِ وَالنُّشُورِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَمُنْكَرٍ وَنَكِيرٍ (الابانۃ الکبریٰ لابن بطہ ج ۶ ص ۲۸۴) اہل سنت والجماعت میں سے مؤمن کی صفات یہ ہیں کہ اخلاص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہتا ہو......اور عذاب قبر، منکر نکیر کے سوال اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو۔

ابوالدرداء ہاشم بن محمد (م قبل ۲۵۰ھ)

۱۵...... ابوالدرداء ہاشم بن محمد کہتے ہیں کہ میں نے ایک صاحب علم آدمی سے سنا انہوں نے کہا کہ میں ایک عرصہ

دراز اپنے باپ کی قبر کی زیارت کرتا رہا پھر میں نے سوچا کہ: ازور التراب میں تو مٹی کی زیارت کرتا ہوں۔ چنانچہ میں نے زیارت چھوڑ دی، میں نے خواب میں اپنے والد کی زیارت کی انہوں نے کہا: یا بنی ما لك لا تفعل اے پیارے بیٹے آپ کو کیا ہو گیا آپ پہلے کی طرح اب زیارت کرنے نہیں آتے؟ میں نے کہا: ازور التراب (آپ کی کہاں زیارت ہوتی ہے؟) میں تو مٹی کی زیارت کرتا ہوں، باپ نے کہا اے پیارے بیٹے ایسے نہ کر، فو اللہ لقد کنت تشرف علی فیبشرنی بك جیرانی ولقد کنت تنصرف فما ازال اراك حتی تدخل الکوفة (شرح الصدور ص ۱۵۳) پس اللہ کی قسم آپ جب اپنی آمد کا شرف بخشتے تھے تو میرے پڑوسی مجھے خوشخبری دیتے تھے اور اللہ کی قسم جب آپ واپس ہوتے تو میں آپ کے کوفہ میں داخل ہونے تک لگاتار آپ کو دیکھتا رہتا تھا۔

محدث عبداللہ بن ہاشم رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۵۵ھ)

۱۶...... عبداللہ بن ہاشم کہتے ہیں کہ میں ایک میت کو غسل دینے کے لئے آیا۔ فَلَمَّا کشفت الثَّوب عَن وَجهه اِذا اسود فِی حلقه الخ جب میں نے اس کے چہرے سے کپڑا اٹھایا تو ایک کالا سانپ اس کے گلے کے ساتھ لپٹا ہوا ہے، میں نے سانپ کو کہا کہ آپ بھی مامور ہیں اور ہمارا طریقہ یہ ہے کہ ہم اپنے مردوں کو غسل دیا کرتے ہیں۔ اگر مناسب ہو تو ایک طرف ہو جا اور جب ہم غسل دے لیں تو دوبارہ آ جانا۔ چنانچہ وہ کھل گیا اور گھر کے ایک گوشہ میں چلا گیا، جب میں غسل دینے سے فارغ ہو گیا تو وہ دوبارہ اپنی جگہ کی طرف لوٹ آیا اور یہ ایک زندیق کی میت تھی۔ (شرح الصدور ۱۱۹)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن اسماعیل بن مغیرہ۔ م ۲۵٦ھ)

۱۷...... امام بخاری نے اپنی کتاب الصحیح الجامع کی کتاب الجنائز میں درج ذیل ابواب قائم کئے ہیں: (۱) باب المیت یسمع خفق النعال ... (۲) باب ما جاء فی عذاب القبر (اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے چار آیات سے عذاب قبر ثابت کیا ہے)... (۳) باب التعوذ من عذاب القبر .. (۴) باب عذاب القبر من الغیبة والبول ... (۵) باب المیت یعرض علیه مقعده بالغداة والعشی ... (٦) باب کلام المیت علی الجنازة ... اور کتاب الدعوات میں جہاں فتنوں سے تعوذ اور پناہ مانگنے کا ذکر کیا ہے وہاں یہ باب بھی قائم کیا ہے۔ (۷) باب التعوذ من عذاب القبر ... (۸) باب التعوذ من فتنة المحیا والممات

امام مزنی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (ابو ابراہیم اسماعیل بن یحییٰ بن اسماعیل۔ م ۲٦۴ھ)

۱۸...... ثمّ هم بعد الضغطة فِی الْقُبُور یسألون (شرح السنہ للمزنی ص ۸۰) پھر اہل قبور سے قبر کے بھینچنے کے بعد سوال کیا جاتا ہے۔

امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ (سلیمان بن اشعث سجستانی۔ م ۲۷۵ھ)

۱۹...... سنن ابی داود کتاب السنۃ میں باب قائم کیا گیا ہے: باب فی المسئلة فی القبر و عذاب القبر

ابن قتیبہ دینوری رحمۃ اللہ علیہ (ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ۔م ۲۷۶ھ)

۲۰...... جَازَ فِي الْمَعْقُولِ وَصَحَّ فِي النَّظْرِ وَبِالْكِتَابِ وَالْخَبَرِ اَنَّهُمْ يُعَذَّبُونَ بَعْدَ الْمَمَاتِ فِي الْبَرْزَخِ فَاَمَّا الْكِتَابُ فَاِنَّ اللهَ تَعَالٰى يَقُولُ النَّارُ يُعْرَضُونَ.. وَاللهُ عَزَّوَجَلَّ يَقُولُ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا ..اِذَا جَازَ اَنْ يَكُونَ هٰؤُلَاءِ الشُّهَدَاءُ اَحْيَاءً عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ وَجَازَ اَنْ يَكُونُوا فَرِحِينَ وَمُسْتَبْشِرِينَ فَلِمَ لَا يَجُوزُ اَنْ يَكُونَ اَعْدَاؤُهُمُ الَّذِينَ حَارَبُوهُمْ وَقَتَلُوهُمْ اَحْيَاءً فِي النَّارِ يُعَذَّبُونَ؛ وَكَثْرَةُ الْاَخْبَارِ عَنْهُ فِي مُنْكَرٍ وَنَكِيرٍ وَفِي عَذَابِ الْقَبْرِ..وَهٰذِهِ الْاَخْبَارُ صِحَاحٌ لَا يَجُوزُ عَلٰى مِثْلِهَا التَّوَاطُؤُ وَاِنْ لَمْ يَصِحَّ مِثْلُهَا لَمْ يَصِحَّ شَيْءٌ مِنْ اُمُورِ دِينِنَا وَلَا شَيْءَ اَصَحُّ مِنْ اَخْبَارِ نَبِيِّنَا صلی اللہ علیہ وسلم (تاویل مختلف الحدیث ص ۲۲۶) عقلاً جائز ہے اور نظر و فکر، کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ کے اعتبار سے صحیح ہے کہ کفار کو موت کے بعد برزخ (قبر) میں عذاب دیا جائے۔ کتاب اللہ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آل فرعون پر آگ صبح شام پیش کی جاتی ہے۔ نیز اللہ عزوجل فرماتے ہیں: ''جو اللہ کے راستے میں قتل کئے گئے ان کو مردہ گمان نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اور رب کے بہت ہی مقرب ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے اور وہ اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کی وجہ سے خوش ہیں...... (مؤلف فرماتے ہیں) جب یہ جائز ہے کہ شہداء زندہ ہیں اور رب تعالیٰ کے مقرب ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے نیز یہ بھی جائز ہے کہ وہ شاد و فرحاں رہتے ہیں تو یہ کیوں جائز نہیں کہ ان کے دشمن جنہوں نے ان کے ساتھ جنگ کی ان کو قتل کیا وہ آگ میں زندہ ہوں (کہ ان کی قبر آگ کا گڑھا بن جائے) اور ان کو عذاب دیا جائے...... منکر نکیر کے سوال اور عذاب قبر کے بارے میں احادیث نبویہ کثیر ہیں...... اور یہ احادیث صحیح ہیں ان جیسی احادیث میں امت کا جھوٹ پر متفق ہونا ممکن نہیں اور اگر ان جیسی حدیثیں صحیح نہ ہوں تو دین کا کوئی حکم صحیح ثابت نہیں ہوسکتا اور نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں سے کوئی حدیث صحیح ثابت ہوسکتی ہے۔

امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن ادریس۔م ۲۷۷ھ)

۲۱... امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نُؤْمِنُ بِعَذَابِ الْقَبْرِ.. وَنُؤْمِنُ بِالْمُسَائَلَةِ فِي الْقَبْرِ (شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ للالکائی ج ۱ ص ۲۰۲) ہم عذاب قبر اور قبر کے سوال و جواب پر ایمان رکھتے ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ۔م ۲۷۹ھ)

۲۲... سنن ترمذی ابواب الجنائز میں ہے: باب ما جاء فی عذاب القبر اس باب کے تحت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے دو حدیثیں ذکر کی ہیں، ایک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور ایک حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے۔

کرمانی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (ابو محمد حرب بن اسماعیل، تلمیذ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ۔م ۲۸۰ھ)

۲۳... کرمانی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: واما الخوارج ... لا یؤمنون بعذاب القبر (مسائل حرب الکرمانی ج ۳ ص ۹۸۲) خوارج عذاب قبر پر ایمان نہیں رکھتے۔

حارث بن محمد بن ابی اسامہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۸۲ھ)

۲۴...... مسند الحارث میں باب قائم کیا ہے: باب فیما یکذب به القدریة (یعنی ان چیزوں کا بیان جن کی قدریہ فرقہ تکذیب کرے گا) اور اس باب میں جو حدیث ذکر کی ہے اس میں یہ بھی ہے کہ وہ عذاب قبر کی تکذیب کریں گے۔

ابوبکر احمد بن ابی عاصم رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۸۷ھ)

۲۵...... السنۃ لابن ابی عاصم میں باب قائم کیا ہے: باب فی القبر و عذاب القبر

محدث ابوجعفر محمد بن نصر الصائغ (م ۲۹۷ھ)

۲۶...... محمد بن نصر الصائغ کہتے ہیں میرے باپ کی میت کے ساتھ جان پہچان ہو یا نہ ہو وہ نماز جنازہ پڑھنے کے بڑے حریص تھے، انہوں نے مجھے کہا اے پیارے بیٹے! میں ایک جنازہ میں حاضر ہوا جب لوگ میت کو دفن کرنے لگے تو قبر میں دو آدمی داخل ہوئے، پھر ایک تو باہر نکل آیا اور دوسرا قبر کے اندر باقی رہا، لوگوں نے اس پر مٹی ڈالنی شروع کر دی، میں نے کہا اے لوگو! میت کے ساتھ ایک زندہ کو بھی دفن کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا یہاں کوئی بھی نہیں، میں نے دل میں کہا شاید مجھے مغالطہ لگا ہو، پھر میں لوٹا اور لوگوں کو کہا میں نے دو آدمی دیکھے ایک قبر سے نکلا دوسرا قبر میں باقی ہے، میں اسی پریشانی میں رہا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر معاملہ کھول دیا۔ ہوا یوں کہ میں قبر کی طرف آیا میں نے دس مرتبہ سورہ یٰسین اور سورہ تبارک پڑھی اور میں رویا اور میں نے دعا کی یارب اکشف لی عما رأیت اے میرے رب! جو کچھ میں نے دیکھا اس کو میرے لئے کھول دے۔ پس قبر پھٹی اور اس سے ایک شخص نکلا، اس نے پیٹھ پھیری، میں نے کہا اے بھائی! تجھے تیرے معبود کی قسم ٹھہر جا تاکہ میں آپ سے کچھ پوچھوں وہ نہ مڑا، میں نے دوسری اور تیسری مرتبہ قسم دے کر کہا تو وہ میری طرف متوجہ ہوا اور کہا تو نصر صائغ ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ اس نے کہا آپ مجھے پہچانتے ہو؟ میں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا: نحن ملکان من مَلَائِکَة الرَّحْمَة و کلنا بِأَهْلِ السّنة إِذا وضعُوا فِي قُبُورِهم نزلنَا حَتّٰی نلقنهم الْحُجَّة وَغَابَ عنِّي ہم ملائکہ رحمت میں سے دو فرشتے ہیں، ہمیں اس پر مقرر کیا گیا ہے کہ جب اہل السنۃ کو ان کی قبور میں رکھ دیا جائے تو ہم ان کو منکر نکیر کے سوال کے جواب کی طرف رہنمائی کریں پھر وہ مجھ سے غائب ہو گیا۔ (شرح الصدور ص ۱۴۳، شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ للالکائی ج ۶ ص ۱۲۱۱)

چوتھی صدی

امام لامشی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (محمود بن زید)

۲۷...... فصل فی اثبات عذاب القبر قال اهل السنة عذاب القبر حق الخ یہ فصل عذاب قبر کے اثبات میں ہے اہل سنت کے نزدیک کافروں اور بعض نافرمان مؤمنین کے لئے قبر کا عذاب حق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: النار یعرضون الآیة ... اور نبی علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا پیشاب سے بچو۔ کیونکہ قبر کا

عذاب اکثر اسی وجہ سے ہوتا ہے۔ اسی طرح موت کے بعد قبر میں منکر نکیر کا سوال حق ہے، لیکن جہمیہ اور بعض معتزلہ نے ان سب کا انکار کیا ہے، ان کا شبہ یہ ہے کہ لذت والم بغیر حیات کے محال ہے اسی طرح بغیر حیات کے میت سے سوال وجواب بھی محال ہے، اہل سنت کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے: اعادة نوع حياة قدر ما يعرف به الم العقوبة ولذة الانعام والرحمة والكرامة ليست من جملة المحالات بل هي من جملة الممكنات فيجب القول بها حتى لا يؤدي الى اهدار ما ذكرنا من الدلائل میت میں نوع من الحيوة یعنی اس قدر حیات لوٹ آتی ہے جس کے ساتھ وہ عذاب کی تکلیف اور نعمتوں کی لذت محسوس کر سکے اور میت میں اس درجے کی حیات محالات میں سے نہیں بلکہ (اللہ تعالیٰ کی قدرت کی طرف دیکھتے ہوئے) ممکنات میں سے ہے، جب ممکن ہے اور کتاب وسنت میں بھی اس کی خبر دی گئی تو اس کا قائل ہونا واجب ہے تاکہ کتاب وسنت کے ان دلائل کا باطل ہونا لازم نہ آئے۔ (کتاب التمہید لقواعد التوحید ص ۱۲۰)

ابو محمد بن نجار (م؟): (غالباً چوتھی صدی کے ہیں)

۲۸...... یہ مَرُّوذی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے تھے اور خلال ان کی عظمت وفضیلت کی وجہ سے ان کو مقدم کرتے تھے، وہ کہتے ہیں: میں نے ایک میت کو غسل دیا پس میں اس کو غسل دے رہا تھا کہ اس نے آنکھیں کھول دیں اور میرا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا اے ابو محمد! اس گرنے کی جگہ (یعنی قبر) کے لئے خوب اچھی طرح تیاری کر لے۔ (شرح الصدور ص ۶۳)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ (ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب، خراسانی۔ م ۳۰۳ھ)

۲۹...... امام نسائی نے سنن کبریٰ کے اندر کتاب الجنائز میں اس بارے میں یہ باب قائم کئے ہیں: مسألة المسلم في القبر ... مسألة الكافر ... ضمة القبر وضغطته ... عذاب القبر ... التعوذ من عذاب القبر ... اور سنن کبریٰ کتاب الاستعاذۃ میں یہ دو باب ہیں: الاستعاذة من شر فتنة القبر... الاستعاذة من عذاب القبر

شیخ ابو عبداللہ بن الجلاء رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۰۶ھ)

۳۰...... ابن الجلاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دخلت مَدِينَةَ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَبِي شَيْءٌ من الْفَاقَةِ فتقدمت إلَى القبر وسلمت على النَّبِي ﷺ وعَلى ضجيعيه ابي بكر وَعمر رضی اللہ عنہما ثمَّ قلت يَا رَسُول الله بِي فاقة وَأنا ضيفُك اللَّيْلَة ثمَّ تنحيت ونمت بَين الْقَبْر والمنبر فَإِذا أَنا بِالنَّبِي عليه السلام جَاءَنِي وَدفع إِلَيّ رغيفا فأكلت نصفه فانتبهت فَإِذا فِي يَدي نصف الرَّغِيف (التعرف لمذهب اهل التصوف للكلاباذي ص ۱۵۴، التوسل للشيخ محمد عابد السندهي ص ۱۰۷) میں رسول اللہ ﷺ کے شہر میں داخل ہوا اور مجھ پر فاقہ تھا، میں قبر شریف کی طرف آیا اور نبی کریم ﷺ پر اور آپ کی قبر شریف کے دو ساتھیوں ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما پر سلام کیا۔ پھر میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! مجھ پر فاقہ ہے اور آج رات میں آپ کا مہمان ہوں، پھر میں قبر اور منبر کے درمیان سو گیا۔ پس اچانک نبی کریم ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور مجھے ایک روٹی عطاء کی۔ میں نے اس کا نصف حصہ کھایا پھر میں بیدار ہوا تو روٹی کا آدھا حصہ میرے ہاتھ میں تھا۔

محدث ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن اسحاق۔م ۳۱۱ھ)

۳۱...... امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ ان لوگوں کی تردید کرتے ہیں جنہوں نے عذاب قبر اور حیات قبر کا انکار کیا ہے اور ان کے خلاف دلائل قائم کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ منکرین نے جو حیات دنیا اور حیات آخرت میں حصر کیا ہے یہ درست نہیں۔ کیونکہ قرآن کریم میں اس کے خلاف دلائل موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حیات کا ان دو حیاتوں میں حصر نہیں، جیسے قرآن کریم میں ہے: او کالذی مر علی قریة الخ اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ السلام کو موت دے کر قیامت سے پہلے ان کو زندہ کیا تو ان کے لئے تین زندگیاں ثابت ہوئیں۔ اسی طرح اللہ عز وجل نے فرمایا: الم تر الی الذین خرجو من دیارھم الخ جس میں ہزاروں بنی اسرائیل کے موت سے ڈر کر بھاگنے کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر موت طاری کی پھر ان کو زندہ کیا، ان کے لئے بھی دو سے زیادہ زندگیاں ثابت ہوتی ہیں۔ یہ دلائل لکھ کر فرماتے ہیں: لو کان کما ادعت هؤلاء الجهلة ان الله عزوجل لا یحی احدا فی القبر قبل وقت البعث الخ اگر ایسا ہو جیسا کہ یہ جاہل لوگ دعوی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت سے پہلے قبر میں کسی کو زندہ نہیں کرے گا تو یہ دعوی کیسے درست ہے؟ حالانکہ کتاب اللہ سے اور نبی کریم ﷺ کی احادیث سے ان کے باطل دعوے کے خلاف ثابت ہے۔ اللہ عز وجل نے قوم فرعون کے بارے میں فرمایا کہ صبح شام ان پر آگ پیش کی جاتی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جسم بلا روح جس کو یہ ادراک ہی نہ ہو کہ اس پر آگ پیش کی جاتی ہے اُس پر آگ کا پیش کرنا محال ہے، نیز نبی کریم ﷺ نے بھی احادیث میں خبر دی ہے کہ ہر وہ میت جو عذاب کا مستحق ہو اس پر صبح شام آگ پیش کی جاتی ہے۔ اسی طرح جو جنت کا مستحق ہو اس پر صبح شام جنت پیش کی جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوع حدیث ہے نبی پاک ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی فوت ہو جاتا ہے تو اگر وہ اہل نار سے ہو تو صبح شام اس پر آگ والا ٹھکانہ پیش کیا جاتا ہے اور فرشتے کہتے ہیں: هذا مقعدك حتی تبعث الیه (یہ تیرا ٹھکانہ ہے قبر سے اٹھائے جانے تک)، ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے کتاب الجنائز کے اندر عذاب قبر کے ابواب میں اس حدیث کو متعدد سندوں کے ساتھ لکھ دیا ہے اور یہ حدیث اس بات کو واضح طور پر بیان کرتی ہے کہ مدفون میت کو اس کی قبر میں زندہ کیا جاتا ہے۔

(التوحید لابن خزیمۃ ج ۲ ص ۸۷۹، باب ذکر الدلیل علی ان قوله عزّوجل وهو الذی أحیاکم الخ)

۳۲...... صحیح ابن خزیمہ کتاب الصلاۃ میں باب قائم کیا ہے: باب اباحة الاستعاذة فی الصلاة من عذاب القبر ومن عذاب النار

محدث ابو عوانہ رحمۃ اللہ علیہ (یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم نیسابوری۔م ۳۱۶ھ)

۳۳...... مستخرج ابی عوانہ کتاب الایمان میں ہے: بَيَانُ اِثْبَاتِ خَازِنِ النَّارِ وَالدَّلِيلِ عَلَى اَنَّهَا مَخْلُوقَةٌ وَاِثْبَاتِ عَذَابِ الْقَبْرِ وَصِفَةِ الدَّجَّالِ

محدث ابن ابی داود رحمۃ اللہ علیہ (ابو بکر عبد اللہ بن سلیمان بن اشعث سجستانی۔م ۳۱۶ھ)

۳۴...... ابن ابی داود رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد محمد بن حسین آجری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے کتاب الشریعۃ میں اوّل سے اخیر تک اللہ کی خداداد توفیق اور اللہ کے عطاء کردہ علم کے مطابق وہی باتیں لکھی ہیں جن کے متعلق میں جانتا تھا کہ سب مسلمان ان کے علم کی طرف محتاج ہیں، کیونکہ بہت سارے لوگوں کے مذہب فاسد ہو چکے ہیں اور بہت ساری غلط خواہشات اور بدعات رواج پکڑ چکی ہیں، نیز میں نے اس کتاب میں وہ باتیں درج کی ہیں جن کے ذریعے اہل حق کے نفوس قوت پکڑیں گے اور اہل بدعت اور اہل ضلالت کی بدعات اور گمراہی کا قلع قمع ہوگا۔ فالحمد اللہ علی ذلك اور ہمارے استاذ ابو بکر بن ابی داود رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں وہ قصیدہ پڑھایا جو انہوں نے اہل سنت کے عقائد کے بارے میں لکھا تھا اور باطل کے ماحول میں اس کا پیش کرنا مناسب ہے اس لئے میں اس کو ذکر کرتا ہوں جس کی وجہ سے اہل حق کی بصیرت اور قوت ایمانی میں ان شاء اللہ اضافہ ہوگا، ۲۵/شعبان ۳۰۹ھ بروز جمعہ مسجد رصافہ میں ابو بکر بن ابی داود رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں یہ قصیدہ لکھوایا (اس قصیدے کا ایک شعر یہ ہے) وَاِنَّ رَسُولَ اللهِ لِلْخَلْقِ شَافِعٌ. وَقُلْ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ حَقٌّ مُوَضَّعٌ بے شک رسول اللہ ﷺ مخلوق کے لئے سفارشی ہیں اور کہہ دیجئے کہ عذاب قبر کا حق ہونا واضح ہے: ثُمَّ قَالَ لَنَا اَبُوبَكْرِ بْنُ اَبِي دَاوُدَ: هٰذَا قَوْلِي وَقَوْلُ اَبِي وَقَوْلُ اَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ وَقَوْلُ مَنْ اَدْرَكْنَا مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ وَمَنْ لَمْ نُدْرِكْ مِمَّنْ بَلَغَنَا عَنْهُ (الشريعة للآجری ج۵ ص ۲۵۶۳) قصیدہ لکھوانے کے بعد ابو بکر بن ابی داود رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں کہا کہ میرا اور میرے باپ (امام ابو داود رحمۃ اللہ علیہ) اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور وہ اہل علم جن کا زمانہ ہم نے پایا اور جن کا زمانہ ہم نے نہیں پایا لیکن ان کے عقائد ہم تک پہنچے ہیں ان سب کا یہی عقیدہ ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کی شفاعت اور عذاب قبر کے منکر اہل بدعت، اہل ہوئی اور اہل ضلالت ہیں۔

امام طحاوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ ازدی۔م ۳۲۱ھ)

۳۵...... وَنُؤْمِنُ بِمَلَكِ الْمَوْتِ الْمُوَكَّلِ بِقَبْضِ اَرْوَاحِ الْعَالَمِينَ وَبِعَذَابِ الْقَبْرِ لِمَنْ كَانَ لَهُ اَهْلًا وَسُؤَالِ منكر ونكير فِي قَبْرِهٖ عَنْ رَبِّهٖ وَدِينِهٖ وَنَبِيِّهٖ عَلٰى مَا جَاءَتْ بِهِ الْاَخْبَارُ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ وعن الصحابة (العقيدة الطحاوية) ملک الموت جو عالمین کی ارواح کے قبض کرنے پر مقرر ہے ہم اُس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اسی طرح جو عذاب قبر کا مستحق ہے اس کے لئے عذاب قبر پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور قبر میں منکر نکیر کا رب کے متعلق اور نبی ﷺ کے متعلق اور دین کے متعلق جو سوال ہوتا ہے اس پر اس طرح ایمان رکھتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے احادیث میں وارد ہوا ہے۔

۳۶...... شرح مشکل الآثار میں اس بارے میں درج ذیل ابواب ہیں: بَابُ بَيَانِ ... مَا رُوِيَ عَنْ

رَسُوْلِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ قَوْلِهِ اِنَّ لِلْقَبْرِ لَضَغْطَةً لَوْ نَجَا مِنْهَا اَحَدٌ نَجَا مِنْهَا سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ (رسول اللہ ﷺ کی ان حدیثوں کا بیان جن میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ قبر ہر ایک کو بھینچتی ہے، اگر کوئی اس سے نجات پا سکتا تو اس سے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نجات پاتے۔

۳۷...... امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے حدیث لکھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم پہلے عذاب قبر کے بارے میں شک میں تھے۔ حتیٰ کہ جب سورہ تکاثر نازل ہوئی تو ہمیں عذاب قبر کا یقین ہو گیا۔ یہ حدیث لکھ کر فرماتے ہیں: فَكَانَ هٰذَا الْحَدِيْثُ فِيْهِ اِثْبَاتُ عَذَابِ الْقَبْرِ وَقَدْ رُوِيَتْ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ آثَارٌ بِاسْتِعَاذَتِهٖ مِنْهُ مُتَوَاتِرَةٌ اس حدیث میں عذاب قبر کا اثبات ہے اور تحقیق رسول اللہ ﷺ سے عذاب قبر سے پناہ پکڑنے کی احادیث متواتر ہیں۔ اسی طرح امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ ایک اور باب میں مرفوع حدیث نقل کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: اکثر عذاب القبر بالبول (اکثر عذاب قبر پیشاب کی وجہ سے ہوتا ہے) یہ لکھ کر فرماتے ہیں: فذهب ذاهب الی ان المراد الخ بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ لوگوں کو ان کی قبروں میں پیشاب کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے۔ (شرح مشکل الآثار ج ۱۳ ص ۱۷۶)

۳۸...... عذاب قبر کی آوازوں کے سننے نہ سننے کے بارے میں دونوں قسم کی حدیثیں ہیں، بعض میں آوازوں کے سننے کا ذکر ہے اور بعض میں نہ سننے کا، امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ اس تعارض کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ''ممکن ہے کہ جو آوازیں سنی گئیں وہ رسول اللہ ﷺ کی دعا کے بعد تھا لیکن بعد میں آپ نے حکمت و مصلحت کے تحت دعا کر کے آوازوں کا سنانا ترک کر دیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہود کے عذاب قبر کی آوازیں سنیں لیکن جو مسلمان قبروں میں معذب تھے۔ ان کی آوازیں نہ سنیں۔ (شرح مشکل الآثار ج ۱۳ ص ۲۰۲) اور یہ ظاہر ہے کہ یہ عذاب اسی ارضی قبر میں ہوتا ہے جس سے آوازیں سنی جا سکتی ہیں۔

ابوبکر ابن مجاہد رحمۃ اللہ علیہ (احمد بن موسیٰ بن العباس۔ م ۳۲۴ھ)

۳۹...... ابوبکر ابن مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اجمع اهل السُّنَّةِ ان عذاب القبر حق وان الناس يُفتنون فی قبورهم بعد ان يُحيوا فيها ويُسألوا فيها ويثبت الله من احب تثبيته منهم (شرح بخاری لابن بطال ج ۳ ص ۳۵۸) اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ عذاب قبر حق ہے اور لوگ اپنی قبروں میں زندہ کئے جاتے ہیں اور ان کا امتحان کیا جاتا ہے، قبروں میں ان سے سوال کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ جسے پسند کرتے ہیں اس کو سوال کے وقت ثابت قدم رکھتے ہیں۔

امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ (امام المتکلمین علی بن اسماعیل بن اسحاق۔ م ۳۲۴ھ)

۴۰...... فصل فی قول اهل الزيغ والبدع: اما بعد فإن كثيرا من الزائغين عن الحق من المعتزلة واهل القدر مالت بهم اهواءهم إلى تقليد رؤسائهم وجحدوا عذاب القبر وان الكفار فی قبورهم يعذبون وقد اجمع على ذلك الصحابة والتابعون رضی اللہ عنہم (الابانة عن اصول الديانة

ص ۱۴) حق سے بہت سے کج روی اختیار کرنے والے یعنی معتزلہ اور قدریہ کو ان کی خواہشات نے اپنے رؤساء کی تقلید کی طرف مائل کر دیا اور انہوں نے عذاب قبر کا انکار کیا۔ حالانکہ کفار کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جاتا ہے اور اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ کا اجماع ہے۔

۴۱...... ونؤمن بعذاب القبر ومنکر ونکیر ومسائلتهما المدفونين في القبور (الابانة عن اصول الديانة ص ۳۱) عذاب قبر اور منکر نکیر اور ان کا قبروں میں مدفون اموات سے سوال کرنا، ان سب پر ہم ایمان رکھتے ہیں۔

۴۲...... وانكرت المعتزلة عذاب القبر اعاذنا منه وقد روي عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم من وجوه كثيرة وروي عن اصحابه رضی اللہ عنہم وما روي عن احد منهم انه انكره ونفاه وجحده فوجب ان يكون إجماعاً من اصحاب النبي صلی اللہ علیہ وسلم (الابانة عن اصول الديانة ص ۲۴۷) معتزلہ نے عذاب قبر کا انکار کیا۔ اس گمراہی سے اللہ ہمیں اپنی پناہ میں رکھے۔ حالانکہ نبی علیہ السلام کی بہت ساری حدیثوں سے ثابت ہے اور سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اسی کے قائل ہیں، کوئی ایک صحابی بھی ایسا نہیں جس سے انکار ثابت ہوا ور اس نے عذاب قبر کی نفی اور انکار کیا ہو، اس سے لازمی طور پر یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عذاب قبر پر اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اجماع ہے۔

۴۳...... امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ نے اجماعی مسائل جمع فرمائے ہیں، ان میں سے انتالیسواں اجماع ہے جس میں امور غیبیہ پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع کا ذکر ہے: واجمعوا على ان عذاب القبر حق وان الناس يفتنون في قبورهم بعد ان يحيون فيها ويسالون فيثبت الله من احب تثبيته (رسالة الى اهل الثغر بباب الابواب ص ۱۵۹) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس پر اجماع کیا ہے کہ عذاب قبر حق ہے اور لوگوں کو ان کی قبروں میں زندہ کیا جاتا ہے اور ان کا امتحان کیا جاتا ہے اور ان سے سوال ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ جس کو پسند کرتے ہیں سوال کے وقت اس کو ثابت قدم رکھتے ہیں۔

امام بربہاری حنبلی رحمہ اللہ (ابومحمد حسن بن علی بن خلف۔ م ۳۲۹ھ)

۴۴...... امام بربہاری فرماتے ہیں کہ اہل سنت کے اصولوں میں سے ہے: الإيمان بعذاب القبر ومنكر ونكير. والإيمان بأن الميت يقعد في قبره وترسل فيه الروح حتى يساله منكر ونكير عن الإيمان وشرائعه ثم يسل روحه بلا الم ويعرف الميت الزائر إذا اتاه ويتنعم في القبر المؤمن ويعذب الفاجر كيف شاء الله (شرح السنة للبربہاری ص ۴۳) عذاب قبر پر اور منکر نکیر کے سوال پر ایمان لانا ...... اور اس بات پر ایمان لانا کہ میت کو قبر میں بٹھایا جاتا ہے۔ اس کی طرف روح کو چھوڑا جاتا ہے تاکہ منکر نکیر اس سے ایمان اور شریعت کے بارے میں سوال کریں۔ پھر اس کی روح بغیر تکلیف کے نکال لی جاتی ہے اور جب کوئی قبر پر آئے تو میت زائر کو پہچانتی ہے اور قبر میں مؤمن کو نعمتوں سے راحت پہنچائی جاتی ہے اور کافر کو عذاب دیا جاتا ہے جس کیفیت سے اللہ چاہتے ہیں۔

۴۵...... واعلم انه من تناول احدا من اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم فاعلم انه إنما اراد محمدا صلی اللہ علیہ وسلم وقد آذاه في قبره (شرح السنة للبربہاری ص ۱۲۰) اور جان لیجئے کہ جس کسی نے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی پر طعن کیا تو در حقیقت اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کا ارادہ کیا ہے اور اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر میں ایذاء پہنچائی ہے۔

فائدہ: قبر میں ایذاء تبھی ہوگی جب حیات ہو۔

امام ابو منصور ماتریدی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (امام المتکلمین محمد بن محمد بن محمود۔م ۳۳۳ھ)

۴۶...... سورہ نساء میں ہے بے شک وہ لوگ جن کی روحیں فرشتے اس حالت میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں تو فرشتے کہتے ہیں تم کس حالت میں تھے؟ وہ کہتے ہیں ہم زمین میں کمزور تھے، فرشتے کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین وسیع نہیں کہ تم اس سے ہجرت کر جاتے، یہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ امام ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وفی قوله تعالیٰ (فِيمَ كُنْتُمْ) دلالة إحياء الموتى في القبر والسؤال فيه عما عملوا في الدنيا (تفسیر ماتریدی، سورہ نساء: ۹۷) اللہ تعالیٰ کے اس قول میں قبر میں مردوں کے زندہ کرنے پر دلیل ہے نیز دنیا میں ان کے کئے ہوئے اعمال کے متعلق سوال پر بھی دلیل ہے۔

فائدہ: قبر میں ملائکہ کے ساتھ سوال جواب بغیر حیات کے نہیں ہوسکتا۔

۴۷...... سورہ بنی اسرائیل (آیت: ۵۲) میں ہے کہ قیامت والے دن جب منکرین معاد قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے تو ان کا گمان یہ ہوگا کہ وہ تھوڑی مدت ٹھہرے۔ امام ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ عذاب قبر کے قائل ہیں۔ (یعنی اہل سنت والجماعت) وہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ آخرت کے مقابلے میں دنیا قلیل مدت ہے یا نفخین کے درمیان ان سے عذاب موقوف ہو جائے گا وہ اسی مدت کا ذکر کریں گے اور یہ مدت عذاب قبر والی مدت کے مقابلے میں قلیل ہے اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ آخرت کے لامحدود سخت ترین عذاب کے مقابلے میں عذاب قبر اور عذاب قبر کی مدت کو وہ قلیل سمجھیں گے۔ کیونکہ لوگوں کا عرف یہ ہے کہ جب وہ کسی مصیبت اور سختی میں یا کسی بیماری میں مبتلاء ہوں۔ پھر ان پر اس سے کوئی بڑی سخت ترین مصیبت آجائے تو وہ پہلی مصیبت کو چھوٹا سمجھتے ہیں اور اس کو بھول جاتے ہیں: فعلى ذلك هؤلاء إذا عاينوا عذاب القيامة واهوالها وافزاعها استصغروا ما كان بهم من العذاب في القبر ونسوا ذلك. الا ترى انهم إذا عاينوا الجنة ونعيمها نسوا ما كان لهم من النعم في الدنيا (تفسیر ماتریدی ج ۷ ص ۶۱) پس اس کے مطابق جب وہ کفار قیامت کا عذاب، قیامت کی ہولناکی اور قیامت کی گھبراہٹ کا مشاہدہ کریں گے تو قبر والے عذاب کو ہلکا سمجھیں گے اور وہ اس کو بھول جائیں گے۔ کیا آپ یہ نہیں دیکھتے کہ جب اہل جنت جنت اور جنت کی نعمتوں کو دیکھیں گے تو دنیا کی نعمتوں کو بھول جائیں گے۔

۴۸...... امام ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ ان لبثتم الا عشرا (سورہ طہ: ۱۰۴) کے تحت لکھتے ہیں: وجائز ان يكون عذاب القبر عذاب عرض وعذاب الآخرة عذاب عين كقوله (النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا)، فاستصغروا لعذاب العرض واستقلوه عند معاينة عذاب العين (تفسیر ماتریدی ج ۷ ص ۳۰۸) یہ ممکن ہے کہ قبر کا عذاب عذاب عرض ہو۔ (یعنی ان کی روحوں پر آگ کا پیش کرنا) اور عذاب آخرت ہوگا عذاب عین (یعنی روح وجسم کا مجموعہ آگ میں جلے گا)، اس وجہ سے کافر عذاب عرض کو عذاب عین کے مقابلے میں قلیل سمجھیں گے۔

۴۹...... سورہ نور (آیت: ۱۱۲، ۱۱۳) میں ہے کہ کفار سے پوچھا جائے گا تم زمین میں کتنے سال ٹھہرے رہے؟ وہ کہیں گے کہ ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ٹھہرے۔ اللہ فرمائیں گے تم اس سے بھی قلیل مدت ٹھہرے ہو۔ اس آیت

کے تحت امام ماتریدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: کم لبثتم فی الارض کے بارے میں مقاتل بن سلیمان اور محمد بن اسحاق کا قول یہ ہے کہ اس میں قبروں میں ٹھہرنے کی مدت کا ذکر ہے اور یہ مدت کی قلت سے عذاب قبر کی نفی نہیں ہوتی۔ لانهم لا یعذبون فی القبور بالعذاب الذی یعذبون فی الآخرة فجائز ان یستقلوا عذاب القبر بعذاب الآخرة الخ کیونکہ آخرت میں جو ان کو عذاب دیا جائے گا اس کے مقابلے میں قبروں کا عذاب کالعدم ہے۔ پس ممکن ہے کہ آخرت کے عذاب کے مقابلے میں قبر کے عذاب کو وہ قلیل سمجھیں گے اور آخرت کے دائمی عذاب کے مقابلے میں قبر کے محدود عذاب کو چھوٹا سمجھیں گے اور عرف میں ایسا ہوتا رہتا ہے۔ ایک آدمی مصیبت اور سختی میں ہو۔ پھر اس پر اس سے زیادہ سخت مصیبت آجائے تو وہ پہلی مصیبت کو اس کے مقابلے میں قلیل سمجھتا ہے۔ (تفسیر ماتریدی ج ۷ ص ۴۹۹)

۵۰ ...... سورہ یٰس میں ہے کہ قبروں سے اٹھ کر کافر کہیں گے۔ من بعثنا من مرقدنا (ہمارے سونے کی جگہ سے ہمیں کس نے اٹھا دیا؟) ظاہر ہے کہ نیند کی حالت راحت و آرام کی حالت ہے، جس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہ کافر قبروں میں راحت اور آرام میں تھے، اس کی وجہ سے بعض لوگوں نے عذاب قبر کا انکار کر دیا، امام ماتریدی رحمہ اللہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ آخرت کے سخت ترین عذاب کو دیکھ کر وہ قبر کے عذاب کو اس کے مقابلے میں راحت و آرام کی حالت سمجھیں گے اور یہ جواب بھی ہے کہ قبروں سے اٹھنے سے پہلے ان سے عذاب اٹھا لیا جائے گا اور وہ نیند کی حالت میں ہوں گے اس سے اٹھائے جائیں گے۔ (تفسیر ماتریدی ج ۸ ص ۵۲۸)

۵۱ ...... سورہ مؤمن (آیت: ۱۱) میں ہے کہ کفار کہیں گے اے ہمارے رب! تو نے ہمیں دو مرتبہ موت دی اور دو مرتبہ زندہ کیا، اس کی تفسیر میں امام ماتریدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے ایک موت دنیا والی مراد ہے جس کے ساتھ دنیا کی زندگی ختم ہوتی ہے پھر اللہ تعالیٰ ان کو قبر میں زندہ کرتا ہے پھر قبر میں ہی ان کو موت دیتا ہے پھر ان کو قیامت کے دن زندہ کرے گا۔ فهما موتتان وحیاتان یعنی یہاں پر دو موتیں وہ مراد ہیں جو حیات کے بعد ہیں اور وہ ایک موت ہے دنیا والی اور دوسری قبر والی، یہ دونوں حیات کے بعد ہیں اور دو حیاتوں سے مراد وہ دو حیاتیں ہیں جو موت کے بعد ہیں اور وہ ایک حیات ہے قبر میں دوسری حیات ہے قیامت کے دن، یہ دونوں حیاتیں بعد الموت ہیں، امام ماتریدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابن راوندی نے اسی قول کو اختیار کیا ہے اور اس کے ساتھ عذاب قبر پر حجت پکڑی ہے۔ وهو اشبه واقرب یہی حق کے زیادہ قریب ہے کیونکہ پیدا ہونے سے پہلے جب وہ آباء کی پیٹھ میں تھے تو ان کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا اَمَتَّنَا کیونکہ وہ تو پہلے ہی اموات ہیں۔ (تفسیر ماتریدی ج ۹ ص ۱۰)

فائدہ: اگرچہ اس میں تفسیری احتمال اور بھی ہیں تاہم مذکورہ بالا تفسیر زیادہ قوی ہے اور عذاب قبر کی قوی دلیل ہے۔

ابن القاص شافعی رحمہ اللہ (احمد بن ابی احمد، طبری بغدادی۔ م ۳۳۵ھ)

۵۲ ...... ابن القاص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد بھی اپنے مال پر ملکیت باقی ہے اور اس کے مصارف بھی وہی ہیں جو آپ کی حیات میں تھے، اسی لئے اس مال سے آپ ﷺ کی ازواج پر اور ان مصارف پر جو آپ کی حیات میں تھے مال خرچ ہوتا ہے اور یہ بمقابلہ امت آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے۔ (شرح زرقانی علی المواہب

ج ۷ ص ۳۶۶) موت کے بعد بقائے ملکیت دلیل ہے نبی کریم ﷺ کی حیات فی القبر پر اور تمام انبیاء کا یہی حکم ہے۔

شیخ ابراہیم بن شیبان رحمۃ اللہ علیہ، الصوفی (م ۳۳۷ھ)

۵۳...... حججت فی بعض السنین فجئت المدینة فتقدمت إلی قبر النبی ﷺ فسلمت علیه فسمعت من داخل الحجرة وعلیك السلام (الترغیب والترہیب لقوام السنۃ ج ۲ ص ۲۸) شیخ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے ایک سال حج کیا۔ پھر مدینہ منورہ آیا اور رسول اللہ ﷺ کی قبر کے پاس حاضر ہوا، میں نے آپ پر سلام کیا تو میں نے حجرہ مبارک کے اندر سے سنا وعلیك السلام

امام نحاس شافعی رحمۃ اللہ علیہ (ابو جعفر احمد بن محمد۔ م ۳۳۸ھ)

۵۴...... امام نحاس فرماتے ہیں کہ: لَبِثْنَا يَوْماً أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ سے عذاب قبر کی نفی نہیں ہوتی۔ کیونکہ قبروں سے اٹھنے سے پہلے حیات کا ختم ہونا لازم ہے۔ (اعراب القرآن للنحاس ج ۳ ص ۸۷) اس کی وضاحت یہ ہے کہ قرآن کریم میں ہے: ونفخ فی الصور فصعق من فی السموات ومن فی الارض الا من شاء الله. جب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو جو زمین کے اوپر ہوں گے یا زمین کے اندر سب پر موت واقع ہو جائے گی، مگر جن کو اللہ نے زندہ رکھنا چاہا۔ اس لئے جو کافر عذاب میں مبتلاء ہوں گے ان پر بھی موت آ جائے گی۔ وہ اسی قلیل مدت کا ذکر کریں گے۔ اس سے حیات قبر کی نفی نہیں ہوتی بلکہ حیات قبر ثابت ہوتی ہے کہ موت تب آئے گی جب پہلے حیات ہو۔

۵۵...... ولیس فی هذا ردّ لعذاب القبر إذ كان قد صحّ عن النبیّ ﷺ من غیر طریق انه تعوّذ منه وامر ان یتعوّذ منه ... وفی معنی ما لَبِثُوا غَيْرَ سَاعَةٍ قولان الخ (اعراب القرآن للنحاس ج ۳ ص ۱۹۰) نحاس فرماتے ہیں کہ: مالبثوا غیر ساعة (قیامت کے روز مجرم قسم اٹھائیں گے کہ وہ نہیں ٹھہرے مگر ایک گھڑی) سے عذاب قبر کی نفی نہیں ہوتی، کیونکہ نبی کریم ﷺ سے متعدد اسناد سے صحیح طور پر ثابت ہے کہ آپ نے عذاب قبر سے پناہ پکڑی اور اس سے پناہ پکڑنے کا حکم دیا...... اور مالبثوا غیر ساعة کے مفہوم کے بارے میں دو قول ہیں ایک یہ کہ قیامت قائم ہونے سے پہلے کافر جو قبر میں معذب تھے وہ مر جائیں گے اور ان پر وہ فناء آ جائے گی جو ہر نیک و بد مخلوق پر لکھی ہوئی ہے، اس موت والے وقت کے بارے میں کہیں گے: مالبثوا غیر ساعة کیونکہ وہ اس کی مقدار نہیں جانتے، دوسرا قول یہ ہے کہ ان کا مطلب یہ ہے کہ وہ دنیا میں بس ایک گھڑی ٹھہرے کیونکہ دنیا زائل اور منقطع ہو گئی جب کہ اس کے مقابلے میں قیامت دائمی ہے اور قیامت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کو بہت ہی قلیل سمجھ کر یہ کہیں گے۔

شیخ ابوالخیر الاقطع (حماد بن عبداللہ، تیناتی۔ م ۳۴۳ھ)

۵۶...... دخلت مَدِينَةَ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَأَنَا بِفَاقَةٍ فأقمت خَمْسَةَ ايام مَا ذقت ذواقا فتقدمت إِلَى الْقَبْرِ وسلمت على النَّبِيِّ ﷺ وعَلى أَبِي بكر وَعمر رَضِيَ الله عَنْهُمَا وَقلت أَنا ضيفك اللَّيْلَةَ يَا رَسُولَ اللهِ الخ (طبقات الصوفیۃ للسلمی ص ۲۸۱، سیر السلف الصالحین للاصبہانی ص ۱۲۵۰، تاریخ ابن عساکر ج ۶۶ ص ۱۶۱، مثیر الغرام لابن الجوزی ص ۴۹۱ وغیرہ) شیخ ابوالخیر کہتے ہیں: میں مدینہ منورہ میں داخل ہوا اور میں پانچ دن تک بھوکا رہا اور

کسی چیز کا ذائقہ نہ چکھا، پھر میں قبر شریف کی طرف آیا اور میں نے نبی ﷺ پر اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما پر سلام کیا اور میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آج رات میں آپ کا مہمان ہوں، یہ کہہ کر میں منبر کے پیچھے سو گیا، مجھے خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کی دائیں جانب ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بائیں جانب ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے آگے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھے جگایا اور کہا کھڑا ہو جا، رسول اللہ ﷺ تشریف لا رہے ہیں، میں کھڑا ہو گیا اور میں نے نبی ﷺ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور آپ نے مجھے ایک روٹی دی، میں نے اس کا نصف حصہ کھایا اور جب میں بیدار ہوا تو میں نے دیکھا کہ نصف روٹی میرے ہاتھ میں ہے۔

امام ابن حِبَان رحمۃ اللہ علیہ (ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان، البُستی۔ م ۳۵۴ھ)

۵۷...... امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح ابن حبان کے کتاب الرقائق اور کتاب الجنائز میں احوال قبر یعنی عذاب قبر، سوال قبر وغیرہ کے متعلق کل ۳۱ باب قائم کئے ہیں:

(۱) استعاذہ من عذاب القبر۔

(۲) پیٹ کی بیماری سے مرنے والے پر عذاب قبر نہیں۔

(۳) اپنے لئے اور اپنے اہل کے لئے دعا سے افضل ہے عذاب نار اور عذاب قبر سے پناہ مانگنا۔

(۴) مستحب ہے نماز جنازہ میں میت کے لئے عذاب قبر اور عذاب نار سے حفاظت کی دعا کرنا۔

کتاب الجنائز میں ایک فصل قائم کی ہے۔ فصل فی احوال المیت فی قبرہ، اس کے تحت درج ذیل ۲۵ عنوان ہیں:

(۵) وہ حدیث جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ میت مسلمان ہو یا کافر، موت کے بعد پیش آنے والے ثواب یا عقاب کو قبر کے گڑھے میں داخل ہونے سے پہلے جانتے ہیں۔

(۶) امت کا کوئی فرد قبر کے بھینچنے سے نہیں بچ سکے گا۔

(۷) اس حدیث کا بیان جس میں ان لوگوں کا رد ہے جو قبر میں میت کی حرکت (جیسے میت کو بٹھایا جانا وغیرہ) کے منکر ہیں۔

(۸) اس حدیث کا بیان جس میں قبر میں میت کے امتحان کا ذکر ہے خواہ میت مسلمان ہو یا کافر۔

(۹) ایسی حدیث کا بیان جس میں ہے کہ لوگوں سے ان کی قبروں میں اس حالت میں سوال کیا جاتا ہے کہ ان کی عقلیں قائم ہوتی ہیں، اس حالت میں سوال نہیں کیا جاتا کہ ان کی عقلیں ماؤف ہوں۔

(۱۰) اس حدیث کا بیان جس میں ہے کہ قبر میں سوال کے وقت مسلمان کے لئے سورج کا غروب ہونا دکھایا جاتا ہے۔

(۱۱) اس حدیث کا بیان جس میں قبروں میں سوال کرنے والے دونوں فرشتوں کا نام مذکور ہے۔

(۱۲) منکر نکیر کے میت سے سوال کے وقت میت کا لوٹنے والے لوگوں کے پاؤں کی آہٹ کو سننا۔

(۱۳) ان حدیثوں کا بیان جن میں عذاب قبر کے منکرین پر رد ہے۔

(۱۴) اس حدیث کا ذکر جس میں یہ مذکور ہے کہ منکر نکیر کے سوال کے جواب دینے کے بعد مسلمان اور کافر کے ساتھ قبر میں کیا معاملہ ہوتا ہے۔

(۱۵) ان حدیثوں کا ذکر جن میں قبر کے اندر کافر کے بعض عذابات کی کیفیت کا ذکر ہے۔

(۱۶) ایسی حدیث کا بیان جس میں قبر میں کافر پر مسلط ہونے والے اژدہا کی کیفیت کا ذکر ہے۔

(۱۷) اس حدیث کا بیان جس میں کافر مردوں کو دنیا میں ان پر نوحہ کرنے کی وجہ سے اللہ کے عذاب دینے کا ذکر ہے۔

(۱۸) ایسی حدیث کا بیان جس میں مصطفیٰ کریم ﷺ کو قبروں میں کافروں کے عذاب کی آوازوں کے سنانے کا ذکر ہے۔

(۱۹) اس حدیث کا بیان جس میں ہے کہ قبروں میں عذاب کی آوازیں جانور سنتے ہیں۔

(۲۰) ایسی حدیث کا بیان جس میں لوگوں کو عذاب قبر کی آوازیں نہ سنانے کے سبب کا ذکر ہے۔

(۲۱) ایسی حدیث کا بیان جس میں مذکور ہے کہ پیشاب سے نہ بچنا عذاب قبر کا سبب ہے۔

(۲۲) ایسی حدیث کا بیان جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ کبھی عذاب قبر چغل خوری کی وجہ سے ہوتا ہے۔

(۲۳) ایسی حدیث کا ذکر جس میں بیان کیا گیا ہے کہ آدمی پر ان چیزوں سے بچنا واجب ہے جن کے نتیجے میں عذاب قبر کا اندیشہ ہو۔

(۲۴) ان حدیثوں کا ذکر جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اہل قبور پر روزانہ دو مرتبہ ان کے (جنت یا دوزخ کے) وہ ٹھکانے پیش کئے جاتے ہیں جن میں وہ ٹھہریں گے۔

(۲۵) اس میں ایسی حدیثوں کا ذکر ہے جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مصطفیٰ کریم ﷺ نے اپنے رب سے دعا کرنے کا ارادہ فرمایا کہ وہ آپ ﷺ کی امت کو عذاب سنائے۔

(۲۶) اس میں ایسی حدیث کا ذکر ہے جس کی وجہ سے بعض سامعین کو یہ وہم ہو گیا کہ جس میت پر نوحہ کیا جائے اس کو اس کی موت کے بعد عذاب ہوتا ہے۔

(۲۷) اس میں ایسی حدیث کا ذکر ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ قبروں میں لوگوں کے اجزاء بوسیدہ ہو جاتے ہیں مگر ریڑھ کی ہڈی کی جڑ بوسیدہ نہیں ہوتی۔

(۲۸) اس میں اس حدیث کا ذکر ہے جس میں ان لوگوں کے قول کی تردید ہوتی ہے جن کا خیال یہ ہے کہ جب انسان فوت ہو جائے تو اس کا ہر جزء بوسیدہ ہو جاتا ہے۔

(۲۹) اس میں ریڑھ کی ہڈی کی جڑ کی مقدار کا بیان ہے جس کو زمین نہیں کھاتی۔

(۳۰) صحیح ابن حبان باب فضل الجہاد میں عنوان ہے: فوت ہونے والے کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں البتہ مجاہد کا عمل قیامت تک جاری رہتا ہے نیز وہ عذاب قبر سے بھی محفوظ ہوتا ہے۔

(۳۱) صحیح ابن حبان کے مناقب صحابہ میں عنوان ہے کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ پر قبر میں شدت ہوئی جو مصطفیٰ کریم ﷺ کی دعا سے دور ہو گئی۔

محدث طَبَرَانِی (ابوالقاسم سلیمان بن احمد۔م ۳۶۰ھ)

۵۸...... ان کا واقعہ محدث ابوبکر بن المقری (م ۳۸۱ھ) کے تحت ص ۴۳ پر ملاحظہ کریں۔

امام آجری شافعی رحمۃ اللہ علیہ (ابوبکر محمد بن حسین۔م ۳۶۰ھ)

۵۹...... الشریعۃ للآجری میں باب قائم کیا گیا ہے: بَابُ التَّحْذِيرِ مِنْ مَذَاهِبِ اَقْوَامٍ يُكَذِّبُونَ بِشَرَائِعَ مِمَّا يَجِبُ عَلَى الْمُسْلِمِينَ التَّصْدِيقُ بِهَا (ان لوگوں کے مذاہب سے بچنے کا بیان جو شریعت کے ایسے احکام کی تکذیب کرتے ہیں جن کی مسلمانوں پر تصدیق واجب ہے) اس باب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک پیش گوئی کا ذکر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور فرمایا: ''اے لوگو! بے شک رجم حق ہے اس کے متعلق دھوکے میں نہ پڑنا...... لیکن اس امت میں ایسے لوگ پیدا ہو جائیں گے جو رجم اور عذاب قبر وغیرہ کا انکار کریں گے۔'' اس کے بعد علامہ آجری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس امت میں وہ سب کچھ ظاہر ہوا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ لہٰذا عقلمند لوگوں کے لئے مناسب ہے کہ وہ ان لوگوں سے دور رہیں جن کا مذہب ان چیزوں کی تکذیب ہے جن کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ذکر فرمایا...... پھر ان امور کے اثبات پر امام آجری رحمۃ اللہ علیہ نے ابواب قائم کئے ہیں، ان میں ایک باب یہ ہے: بَابُ التَّصْدِيقِ وَالْإِيمَانِ بِعَذَابِ الْقَبْرِ اس باب میں عذاب قبر پر بہت سی احادیث نقل کرنے کے بعد امام آجری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مَا اَسْوَأَ حَالَ مَنْ كَذَّبَ بِهٰذِهِ الْاَحَادِيثِ لَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا (کس قدر اس آدمی کی بدتر حالت ہے جو ان احادیث کی تکذیب کرتا ہے اور تکذیب کر کے انتہاء درجے کی گمراہی اختیار کرتا ہے)...... اس کے بعد پھر باب قائم کیا: بَابُ ذِكْرِ الْاِيمَانِ وَالتَّصْدِيقِ بِمَسْاَلَةِ مُنْكَرٍ وَنَكِيرٍ

۶۰...... وَاَمَّا الْاِيمَانُ فَوَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ اَنْ يُؤْمِنَ بِاللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ... وَبِعَذَابِ الْقَبْرِ... وَيَجْحَدُ بِهَا اَهْلُ الْاَهْوَاءِ وَالْبِدَعِ وَالضَّلَالَةِ مِمَّنْ حَذَّرَنَاهُمُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم وَحَذَّرَنَاهُمُ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُونَ لَهُمْ بِاِحْسَانٍ وَعُلَمَاءُ الْمُسْلِمِينَ (الاربعون حدیثا للآجری ص۸۶) ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اللہ عز وجل پر ایمان لائے...... اور عذاب قبر پر بھی ایمان لائے...... اور ان عقائد کا انکار وہ لوگ کرتے ہیں جو خواہشاتی بدعتی اور گمراہ ہیں، ایسے لوگوں سے نبی علیہ السلام نے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ نے اور امت مسلمہ کے علماء نے ہمیں دور رہنے کا حکم دیا ہے۔

امام کرجی قصاب رحمۃ اللہ علیہ (ابواحمد محمد بن علی۔م ۳۶۰ھ)

۶۱...... امام کرجی فرماتے ہیں: قوله (يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِينَ . حجة على المعتزلة والقدرية وبشارة لاهل السنة ومن يؤمن بالمسائلة فى القبر ودليل على ان القبر من منازل الآخرة (النكت الدالة على البيان فى انواع العلوم والاحكام ج۲ ص۲۷) اللہ جل شانہ کا قول: يثبت الله الذين الخ حجت ہے معتزلہ اور قدریہ پر اور بشارت ہے اہل سنت کے لئے اور ان لوگوں کے لئے جو قبر کے سوال و جواب پر ایمان رکھتے ہیں اور اس میں اس بات پر بھی دلیل ہے کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے ایک منزل ہے۔

محدث ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ (عبداللہ بن عدی بن عبداللہ۔م ۳۶۵ھ)

۶۲...... محدث ابن عدی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الْاَنْبِيَاءُ

صَلَوَاتُ اللہِ عَلَیْہِمْ احیاءٌ فی قبورھم یصلون انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں، ابن عدی کہتے ہیں: وَلِلْحَسَنِ بْنِ قُتَیْبَۃَ ھٰذَا اَحَادِیْثُ غَرَائِبُ حِسَانٌ وَاَرْجُوْ اَنَّہٗ لَا بَاْسَ بِہٖ (الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۳ ص ۱۷۳) کہ اس حدیث کے راوی حسن بن قتیبہ کی احادیث غریب اور حسن درجے کی ہیں اور میں امید کرتا ہوں کہ اس راوی میں کوئی وجہ ضعف نہیں۔

محدث ابوالشیخ (عبداللہ بن محمد بن جعفر۔م ۳۶۹ھ)

۶۳...... ان کا واقعہ محدث ابوبکر بن المقری (م ۳۸۱ھ) کے تحت ص ۴۳ پر ملاحظہ کریں۔

امام ابوبکر جصاص رازی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۷۰ھ)

۶۴...... واذا جاز ان یکون المؤمنون قد احیوا فی قبورھم قبل یوم القیامۃ وھم منعمون فیھا جاز ان یحیی الکفار فی قبورھم فیعذبوا وھذا یبطل قول من ینکر عذاب القبر جائز ان یکون اختصھم بالذکر تشریفا لھم (احکام القرآن للجصاص ج۱ ص ۹۳)
اور جب قیامت سے پہلے مؤمنین منعمین کا قبروں میں زندہ کرنا ممکن ہے تو یہ بھی ممکن ہے کہ کفار کو ان کی قبروں میں زندہ کیا جائے اور ان کو عذاب دیا جائے، اس سے عذاب قبر کے منکرین کے قول کا باطل ہونا ثابت ہوجاتا ہے...... اور آیت شہداء میں شہداء کا خصوصی طور پر تذکرہ کرنا ان کی عظمت کو ظاہر کرنے کے لئے ہے۔

امام اسماعیلی رحمۃ اللہ علیہ (ابوبکر احمد بن ابراہیم، جرجانی۔م ۳۷۱ھ)

۶۵...... امام اسماعیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ائمہ حدیث کے نزدیک عذاب قبر حق ہے، جو عذاب کا مستحق ہو اللہ تعالیٰ اگر چاہتے ہیں تو اس کو عذاب دیتے ہیں اور اگر چاہتے ہیں تو اسے معاف کردیتے ہیں، عذاب قبر پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: النار یعرضون علیھا غدوا وعشیا الخ. اللہ تعالیٰ نے آل فرعون کے لئے تا قیامت صبح شام کا عذاب ثابت کیا ہے، صبح شام کے درمیان نہیں۔ حتیٰ کہ جب قیامت قائم ہوگی تو بغیر تخفیف کے ان کو سخت ترین عذاب دیا جائے گا اور جیسے قبر میں صبح وشام کے درمیان ان سے تخفیف تھی قیامت کے دن تخفیف نہیں ہوگی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا (جس نے میرے ذکر یعنی قرآن سے اعراض کیا اس کے لئے معیشت کی تنگی ہے) یعنی دنیا کے فنا ہونے اور قیامت کے قائم ہونے سے پہلے ان کے لئے تنگی ہے، اس پر قرینہ یہ ہے کہ اس کے بعد ہے: ونحشرھم یوم القیامۃ اعمی اس میں ان کے قیامت کے دن کی حالت کا بیان ہے تو اس سے پہلے والے جملے میں قیامت سے پہلے کی حالت کا بیان ہوگا، جس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے قائم ہونے سے پہلے ان پر قبر میں معیشت تنگ ہوگی، یہ قبر والی بات اس لئے ہے کہ: وفی معاینتنا الیھود والنصاری والمشرکین فی العیش الرغد والرفاھیۃ فی المعیشۃ ما یعلم بہ انہ لم یرد بہ ضیق الرزق فی الحیاۃ الدنیا لوجود مشرکین فی سعۃ من ارزاقھم وانما ارادبہ بعد الموت قبل الحشر ہم دیکھتے ہیں کہ یہود ونصاریٰ اور مشرکین دنیا کے اعتبار سے مسلمانوں کے مقابلے میں خوشحال اور خوش عیش

ہوتے ہیں، اس لئے یہاں رزق وغیرہ کی تنگی سے دنیا کی زندگی میں تنگی مراد نہیں بلکہ قبر میں عذاب کی وجہ سے جو کفار کے لئے تنگی ہوگی وہ مراد ہے۔ اسی طرح امام اسماعیلی فرماتے ہیں کہ ائمہ حدیث کے نزدیک منکر نکیر کا قبر میں سوال برحق ہے اور وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں کیونکہ منکر نکیر کا سوال رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے ثابت ہے، نیز اللہ تعالیٰ کے اس قول سے بھی ثابت ہے: یثبت اللہ الذین اٰمنوا الخ کیونکہ اس آیت میں قبر میں منکر نکیر کے سوال کے وقت ثابت قدمی مراد ہے۔ (اعتقاد ائمۃ الحدیث ص ۶۹)

شیخ ابوعثمان مَغربی رحمۃ اللہ علیہ (سعید بن سلام، قیروانی، صوفی۔م ۳۷۳ھ)

۶۶...... امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ابوعثمان رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے کہ: اذا زار انسانٌ قبر الولی فان ذلك الولی یعرفه واذا سلم علیه رد علیه السلام واذا ذکر اللّٰه علی قبره ذکر معه لاسیما ان ذکر لا اله الا اللّٰه فانه یقوم ویجلس متربعا ویذکر معه (الطبقات الکبری للشعرانی ص ۱۴۵) جب کوئی انسان ولی کی قبر کی زیارت کرتا ہے تو وہ ولی اس کو پہچان لیتا ہے اور جب آدمی اس پر سلام کرتا ہے تو وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور جب آدمی اس کی قبر پر اللہ کا ذکر کرتا ہے تو وہ بھی اس کے ساتھ اللہ کا ذکر کرتا ہے۔ خاص طور پر اگر لا الٰہ الا اللہ کا ذکر کرے تو وہ ولی اٹھ کر چوکڑی مار کر بیٹھ جاتا ہے اور اس کے ساتھ ذکر کرتا ہے۔

امام مَلَطِی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (ابوالحسین محمد بن احمد۔م ۳۷۷ھ)

۶۷...... امام ملطی فرماتے ہیں: وَانکر جھم عَذَابَ الْقَبْر ومنکرا ونکیرا الخ جہم بن صفوان نے عذاب قبر اور منکر نکیر کا انکار کیا ہے اور اس آیت سے دھوکا کھایا۔ لا یذوقون فیها الموت الا الموتة الاولی (اہل جنت جنت میں موت نہیں چکھیں گے مگر پہلی موت) اُس نے یہ سمجھا کہ بس دنیا والی ایک ہی موت ہے اور اگر قبر میں حیات ہو اور منکر نکیر کا سوال وجواب ہو تو اس کے بعد موت تسلیم کرنی پڑتی ہے اور آیت میں جو حصر ہے یہ اس کے خلاف ہے کیونکہ اس سے دو موتیں بن جاتی ہیں۔ اس پر امام ملطی رد کرتے ہیں کہ دنیا میں ایک موت میں حصر کا مفہوم لینا غلط ہے۔ کیونکہ حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ نے موت دی پھر زندہ کیا۔ اسی طرح ہزاروں بنی اسرائیل جو موت کے ڈر سے بھاگے۔ اللہ نے ان کو موت دی پھر زندہ کیا اور موسیٰ علیہ السلام جن ستر اسرائیلیوں کو ساتھ لے گئے اور انہوں نے مطالبہ کیا۔ اَرِنا اللّٰه جهرةً اللہ نے ان کو بھی مار دیا پھر موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ان کو زندہ کیا، یہ قرآنی واقعات لکھ کر امام ملطی فرماتے ہیں: کم موتة اماتهم وکم حَیَاةٍ احیاهم کتنی موتیں ہیں جو اللہ نے ان پر طاری کیں اور کتنی حیاتیں ہیں جن کے ساتھ ان کو زندہ کیا۔ (اس سے معلوم ہوا کہ آیت کا جو مفہوم جہم نے سمجھا وہ غلط ہے کیونکہ یہ مفہوم اِن آیات کے خلاف ہے اور الا الموتة الاولی کا یہ جواب بھی دیا گیا ہے کہ اس میں تاء وحدت کی نہیں بلکہ جنسیت کے لئے ہے، مطلب یہ ہے کہ موت فقط دنیا میں ہے جنت میں موت نہیں، یعنی جنت کی دائمی حیات کے مقابلے میں موت کا دنیا میں حصر ہے) اس کے بعد امام ملطی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآنِ کریم کی آیت: یثبت اللّٰه الذین اٰمنوا الخ سے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سے منکر نکیر کا وجود اور ان کے قبر میں سوال کو ثابت کیا ہے۔ (التنبیه والرد علی اهل الاهواء والبدع ص ۱۲۴)

فائدہ: حضرت عزیر، ہزاروں اسرائیلی اور ستر اسرائیلی ان تینوں واقعات میں اللہ تعالیٰ نے ان کے اجساد عنصریہ کو زندہ کیا۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ کافر جب منکر نکیر کے سوال کا جواب نہیں دے سکتا تو اس پر قبر اتنی تنگ کی جاتی ہے کہ پسلیاں ادھر ادھر گھس جاتی ہیں اور قبر کے ہر طرف سے سانپ اس کو ڈستے اور کھاتے ہیں اور اگر وہ چیختا ہے تو آگ یا لوہے کے ہتھوڑے کے ساتھ اس کو مارا جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قبر کی ساری کاروائی اسی جسد عنصری کے ساتھ ہوتی ہے۔

کَلابَاذِی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (ابوبکر محمد بن ابراہیم بن یعقوب بخاری۔م ۳۸۰ھ)

۲۸...... فَيَجُوزُ اَنْ يَكُونَ مَعْنَى قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ مَرَرْتُ بِمُوسٰى وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي قَبْرِهٖ اَيْ يَدْعُو اللّٰهَ وَيُثْنِي عَلَيْهِ وَيَذْكُرُهٗ وَهُوَ حَيٌّ اَحْيَاهُ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهٖ كَمَا اَحْيَا الشُّهَدَاءَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ فَاِذَا كَانَ الشُّهَدَاءُ اَحْيَاءً يُرْزَقُوْنَ فَكَيْفَ بِالْاَنْبِيَاءِ وَالرُّسُلِ ... اِذَا جَاءَ حَيَاةُ الشُّهَدَاءِ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ جَازَ حَيَاةُ الْاَنْبِيَاءِ وَالرُّسُلِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ. وَالْحَيُّ يَذْكُرُ اللّٰهَ وَيُثْنِي عَلَيْهِ وَيَدْعُوْهُ وَيَجُوزُ اَنْ يَكُوْنَ قَوْلُهٗ يُصَلِّي عَلٰى حَقِيْقَةِ الصَّلَاةِ... فَيَجُوْزُ اَنْ يَكُوْنَ مُوسٰى مَرَّ بِهٖ عَلَيْهِمَا الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَهُوَ حَيٌّ قَائِمٌ يُصَلِّي عَلَى الْحَقِيْقَةِ فِي قَبْرِهٖ وَقَدْ فُسِحَ لَهٗ قَبْرُهٗ (بحر الفوائد المسمی بمعانی الاخبار ج ۱ ص ۲۲۱) امام کلاباذی رحمۃ اللہ علیہ نبی کریم ﷺ کی مرفوع حدیث: مررت بموسی وھو قائم یصلی فی قبرہ (میں موسی علیہ السلام کی قبر کے پاس گزرا تو وہ قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے) اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ **یصلی** کے معنی میں دو احتمال ہیں۔

(۱) وہ اللہ سے دعا کر رہے تھے، اللہ کی ثناء بیان کر رہے تھے، اللہ کا ذکر کر رہے تھے، کیونکہ وہ زندہ ہیں اللہ نے ان کو موت کے بعد زندہ کیا جیسا کہ شہداء کو زندہ کیا، جب شہداء زندہ ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے تو انبیاء اور رسول کیسے زندہ نہیں ہوں گے؟...... جب شہداء کی حیات کتاب وسنت کے ساتھ ثابت ہے تو انبیاء اور رسولوں کی حیات بھی ثابت ہو جاتی ہے اور زندہ ہی اللہ کا ذکر کرتا ہے، اللہ کی ثناء بیان کرتا ہے اور اللہ سے دعا کرتا ہے۔ (۲) دوسرا احتمال یہ ہے کہ صلوۃ کا حقیقی معنی مراد ہو یعنی وہ نماز پڑھ رہے تھے تو ممکن ہے کہ نبی کریم ﷺ موسی علیہ السلام کے پاس گزرے تو وہ زندہ تھے اور کھڑے ہوئے حقیقتاً نماز پڑھ رہے تھے اور ان کی قبر اللہ نے فراخ کر دی تھی۔

۲۹...... وَقَدْ صَحَّتِ الْاَخْبَارُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَرَوْحِهٖ وَلَا يَكُوْنُ التَّعْذِيْبُ وَالتَّرْوِيْحُ اِلَّا بِوُصُوْلِ الْاَلَمِ وَالرَّاحَةِ اِلَى الْمُعَذَّبِ وَالْمُرَوَّحِ فَكَذٰلِكَ يَبْلُغُهٗ اَذٰى مَنْ يُؤْذِيْهِ مِنْ قَوْلِ سُوْءٍ فِيْهِ اَوْ فِعْلٍ يَسُوْؤُهٗ ذٰلِكَ مِمَّنْ يَفْعَلُهٗ (بحر الفوائد ص ۲۹۷) اور تحقیق عذاب قبر اور راحت قبر کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے صحیح احادیث ثابت ہیں اور عذاب اور راحت تب ہو سکتی ہے کہ عذاب و راحت پانے والے شخص کو تکلیف یا راحت پہنچے۔ پس اسی طرح جو قبیح قول یا قبیح فعل جو تکلیف دیتا ہے جب زندوں کے ایسے برے قول یا فعل کی اس کو خبر پہنچتی ہے تو اس سے بھی وہ اذیت پاتا ہے۔

فائدہ: راحت وتکلیف موقوف ہے حیات پر۔

۷۰...... ویؤمنون بِعَذَابِ الْقَبْرِ وبسؤال مُنكر وَنَكِير (التعرف لمذهب اهل التصوف ص ۵۷) اہل تصوف عذاب قبر اور منکر نکیر کے سوال پر ایمان رکھتے ہیں۔

محدث ابوبکر بن المقری ء (محمد بن ابراہیم بن علی، اصبہانی۔م ۳۸۱ھ)

۷۱...... تین محدثین کا واقعہ: وقال الإمام أبو بكر بن المقرى كنت أنا والطبراني وأبو الشيخ في حرم النبي ﷺ الخ (التوسل للشيخ عابد السندھی ص ۱۰۶، المحاضرات للسیوطی ص ۴۲۷) ابوبکر بن مقری کہتے ہیں کہ میں، طبرانی اور ابوالشیخ حرم نبوی میں تھے۔ ہمیں بھوک نے ستایا اور ہم نے وہ دن بھوک کی حالت میں گزارا، جب عشاء کا وقت ہوا تو میں نبی کریم ﷺ کی قبر پر حاضر ہوا، میں نے کہا اے اللہ کے رسول! ہم بھوکے ہیں، یہ کہہ کر میں لوٹ آیا، تو مجھے ابوالقاسم طبرانی نے کہا: آپ بیٹھ جایئے یا رزق آئے گا یا موت، ابوبکر کہتے ہیں: میں اور ابوالشیخ سو گئے اور طبرانی بیٹھ کر انتظار کرتے رہے، اتنے میں ایک علوی نے دروازہ کھٹکایا جس کے ساتھ دو غلام تھے اور ہر غلام کے پاس ایک تھیلا تھا، جس میں کھانے پینے کی بہت سی چیزیں تھیں، ہم بیٹھ گئے، ہم نے کھایا اور ہمارا خیال یہ تھا کہ بچی ہوئی اشیاء غلام واپس لے جائے گا۔ لیکن غلام واپس ہوا تو بچا ہوا بھی ہمارے پاس چھوڑ دیا۔ جب ہم کھانے سے فارغ ہو گئے تو علوی نے کہا اے قوم کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کے پاس شکایت کی ہے؟ کیونکہ میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں تمہاری طرف کوئی چیز اٹھا کر لاؤں۔

ابوبکر خوارزمی رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن عباس۔م ۳۸۳ھ)

۷۲...... فعلى مذهب اهل السنة...انه نبي في قبره رسول في روضته ما بطلت رسالته ولا تراخت نبوته (مفید العلوم ص ۶۱) امام خوارزمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل سنت کے مذہب کے مطابق...... آپ ﷺ اپنی قبر شریف میں نبی ورسول ہیں، آپ کی رسالت موت کی وجہ سے نہ باطل ہوئی ہے اور نہ آپ کی نبوت مؤخر ہوئی ہے۔

فائدہ: جب رسول اللہ ﷺ اپنی قبر میں نبی ورسول ہیں تو نبوت ورسالت موقوف ہے علم عقل اور شعور پر اور علم عقل شعور موقوف ہے حیات پر، حیات ہوگی تو علم عقل شعور ہوگا اور علم عقل ہے تو نبوت ثابت ہوگی اور اگر حیات نہ ہو تو علم عقل نہیں ہوگا، جب علم عقل نہیں تو نبوت بھی ثابت نہیں ہو سکتی۔ اس لئے جب آپ ﷺ اپنی قبر شریف میں بھی نبی ہیں تو آپ ﷺ کے لئے حیات اور علم وعقل کا ماننا ویسے ہی ضروری ہے جیسے آپ کے لئے نبوت کا ماننا ضروری ہے۔

محدث ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ (ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان۔م ۳۸۵ھ)

۷۳...... ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وَاَشْهَدُ اَنَّ مُنْكَرًا وَنَكِيرًا حَقٌّ وَهُمَا عَبْدَانِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ وَيَأْتُونَ اِلٰى عِبَادِهٖ فِي قُبُوْرِهِمْ فَيَسْاَلُوْنَهُمْ (شرح مذاہب اہل السنۃ لابن شاہین ص ۳۲۰) میں گواہی دیتا ہوں کہ منکر نکیر برحق ہیں اور یہ دونوں فرشتوں میں سے دو بندے ہیں جو قبروں میں مردوں کی طرف آتے ہیں اور ان سے سوال کرتے ہیں۔

قَیرَوَانی مالکی رحمۃ اللہ علیہ (ابو محمد عبداللہ بن ابی زید، یقال لہ مالک الصغیر) (م ۳۸۶ھ)

۷۴...... وان المؤمنین یفتنون فی قبورھم ویسألون یثبت اللہ الذین آمنوا الخ (الرسالۃ للقیروانی ص۹) امام قیروانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بلاشبہ مؤمنین کا ان کی قبروں میں امتحان کیا جاتا ہے اور ان سے سوال ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے: یثبت اللہ الذین آمنوا الخ

۷۵...... وان المؤمنین یفتنون فی قبورھم ویضغطون ویبلون ویُثبت اللہ منطق من احب تثبیتہ (الجامع فی السنن والآداب والمغازی والتاریخ ص۱۱۲) اور بے شک مؤمنین کا ان کی قبروں میں امتحان کیا جاتا ہے اور ان کو قبر بھینچتی ہے اور آزمائے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سوال کے وقت جسے ثابت قدم رکھنا پسند کرتے ہیں اس کو ثابت قدم رکھتے ہیں۔

شیخ ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن علی بن عطیہ حارثی۔ م ۳۸۶ھ)

۷۶...... ان یعتقد العبد مسائلۃ منکر ونکیر یقعدان العبد فی قبرہ سویاً ذا روح وجسد فیسالانہ عن التوحید وعن الرسالۃ وھی آخر فتنۃ تعرض علی المؤمن. وھما فتانا القبر. کذلک روینا عن رسول اللہ ﷺ وھو معنی قول اللہ عز وجل (یُثَبِّتُ اللہُ الَّذِینَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیَاۃِ الدُّنْیَا وفی الآخرۃ قیل عند مسائلۃ منکر ونکیر ویضل اللہ الظالمین ویفعل اللہ ما یشاء. وعذاب القبر حق وحکمہ عدل علی الجسم والروح والنفس یشترکون فی ذلک حسب اشتراکھم فی المعصیۃ وإن کان نعیماً کان ذلک علی الجسم والروح والنفس یشترکون فی النعیم کما اشترکوا فی الطاعۃ. وھذا من احکام الآخرۃ یکون بمجاری القدرۃ لیس علی ترتیب المعقول ولا عرف العقول. یوصل اللہ العذاب والنعیم إلی الارواح والاجسام وھی متفرقۃ فیتصل ذلک بھما کانھما متفقان ولیس فی القدرۃ مسافۃ ولا ترتیب ولا بعد ولا توقیت (قوت القلوب ج۲ ص۲۱۱) آدمی منکر نکیر کے سوال کا عقیدہ رکھے اور یہ کہ میت کو اس کی قبر میں روح اور جسد کے مجموعے کے ساتھ بٹھاتے ہیں اور اس سے توحید اور رسالت کے متعلق سوال کرتے ہیں اور یہ آخری امتحان ہے جو مؤمن پر پیش کیا جاتا ہے اور یہ منکر نکیر قبر کے امتحان لینے والے دو فرشتے ہیں اور یہ عقیدہ قرآن کی اس آیت سے ثابت ہے: یثبت اللہ الذین آمنوا الخ کہ اللہ تعالیٰ منکر نکیر کے سوال کے وقت صلحاء کو ثابت قدم رکھتا ہے اور اور ظالمین کو بھٹکا دیتا ہے اور عذاب قبر برحق ہے اور اس کا حکم انصاف پر مبنی ہے اور یہ عذاب قبر جسم روح اور نفس کے مجموعہ پر واقع ہوتا ہے، وہ اس عذاب میں اس طرح شریک ہوتے ہیں جیسے وہ معصیت میں شریک تھے اور اگر میت انعام یافتہ ہو تو یہ راحت بھی جسم روح اور نفس کے مجموعے کو حاصل ہوتی ہے، وہ ان نعمتوں میں بھی اس طرح شریک ہوتے ہیں جیسے وہ طاعت میں شریک تھے اور یہ عذاب قبر احکام آخرت میں سے ہے جو اللہ کی قدرت کے مطابق جاری ہوتا ہے، اس کا تعلق اللہ کی قدرت کے ساتھ ہے عقل اور عرف کے ساتھ اس کا تعلق نہیں، اللہ تعالیٰ عذاب وثواب ارواح اور اجسام دونوں کی طرف پہنچاتا ہے خواہ ارواح واجسام جدا جدا ہوں۔ پس وہ عذاب ان دونوں کے ساتھ اس طرح متصل ہوتا ہے گویا کہ وہ دونوں اکٹھے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت میں مسافت اور دوری مانع نہیں۔

شیخ احمد بن محمد الصوفی (م ۳۸۷ھ)

۷۷...... اصبت فی البادیۃ ثلاثۃ اشہر فانسلخ جلدی فدخلت المدینۃ الخ (التوسل للشیخ عابد السندھی ص ۱۰۸) شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں دیہات میں تین ماہ مصیبت زدہ رہا، میرا بدن خشک ہوگیا، میں مدینہ منورہ میں داخل ہوا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آیا اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کے دو ساتھیوں پر سلام کیا، پھر میں سو گیا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے احمد! تو آ گیا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں اور میں بھوکا ہوں اور میں آپ کا مہمان ہوں، آپ نے فرمایا: اپنے دونوں ہاتھ کھول، پس آپ نے ان کو دراہم سے بھر دیا، میں بیدار ہوا تو دونوں ہاتھ دراہم سے بھرے ہوئے تھے، میں کھڑا ہوا اور میں نے (......) روٹی اور فالودہ خرید کیا اور کھایا اور اسی وقت کھڑا ہوا اور واپس دیہات میں چلا گیا۔

امام ابن اَبِی شُرَیح رحمۃ اللہ علیہ (ابو محمد عبد الرحمن بن احمد بن محمد، انصاری ہروی۔ م ۳۹۲ھ)

۷۸...... امام ابن ابی شریح نے مستقل باب قائم کیا ہے: بَابٌ فِي الِاسْتِعَاذَةِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ (الاحادیث المائۃ الشریحیۃ ص ۴۴) عذاب قبر سے پناہ مانگنے کا بیان۔

حافظ ابن مندہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (ابو عبد اللہ محمد بن اسحاق بن محمد بن یحییٰ، اصبہانی۔ م ۳۹۵ھ)

۷۹...... حافظ ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ نے عنوان قائم کیا ہے: ذِكْرُ وُجُوبِ الْإِيمَانِ بِالسُّؤَالِ فِي الْقَبْرِ (الایمان لابن مندہ ج ۲ ص ۹۶۲) کہ قبر میں منکر نکیر کے سوال پر ایمان رکھنا فرض ہے۔ اس پر دلیل کے طور پر قرآن کریم کی یہ آیت تحریر کی ہے: یثبت اللہ الذین آمنوا الخ

۸۰...... حافظ ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں مستقل عنوان قائم کیا ہے: الانبیاء احیاء فی قبورھم (فوائد ابن مندہ ص ۴۷) کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور اس پر موسیٰ علیہ السلام کی قبر میں نماز پڑھنے والی حدیث کو دلیل کے طور پر ذکر کیا ہے۔

ابن ابی زَمَنِین مالکی رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن عبد اللہ بن عیسیٰ۔ م ۳۹۹ھ)

۸۱...... بَاب فِي الْإِيمَانِ بِسُؤَالِ الْمَلَكَيْنِ قَالَ مُحَمَّدٌ وَأَهْلُ السُّنَّةِ يُؤْمِنُونَ بِأَنَّ هٰذِهِ الْأُمَّةَ تُفْتَنُ فِي قُبُورِهَا وَتُسَأَلُ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم كَيْفَ شَاءَ اللهُ وَيُصَدِّقُونَ بِذٰلِكَ بِلَا كَيْفٍ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ يُثَبِّتُ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا الخ (اصول السنۃ لابن ابی زمنین ص ۱۵۰) مؤلف نے باب قائم کیا ہے کہ دو فرشتے (منکر نکیر) کے سوال پر ایمان کا بیان، مؤلف فرماتے ہیں کہ اہل سنت اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ اس امت کا ان کی قبروں میں امتحان کیا جاتا ہے اور ان سے نبی علیہ السلام کے متعلق جیسے اللہ چاہتے ہیں سوال کیا جاتا ہے اور اہل سنت بلا کیفیت اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ دلیل یہ ہے کہ اللہ عز وجل فرماتے ہیں: یثبت اللہ الذین آمنوا الخ

۸۲...... بَاب فِي الْإِيمَانِ بِعَذَابِ الْقَبْرِ قَالَ مُحَمَّدٌ وَأَهْلُ السُّنَّةِ يُؤْمِنُونَ بِعَذَابِ الْقَبْرِ (اصول السنۃ لابن ابی زمنین ص ۱۵۴) مؤلف دوسرا باب قائم کرتے ہیں کہ عذاب قبر پر ایمان کا بیان اور مؤلف فرماتے ہیں کہ اہل سنت عذاب قبر پر ایمان رکھتے ہیں۔

پانچویں صدی

قاضی باقلانی مالکی رحمۃ اللہ علیہ (ابوبکر محمد بن طیب بن محمد، فقیہ و متکلم۔م ۴۰۳ھ)

۸۳...... قاضی باقلانی رحمۃ اللہ علیہ جن کا لقب ہے لسان الامۃ۔ فرماتے ہیں کہ: النار یعرضون علیھا غدوا وعشیا اور ویوم تقوم الساعۃ ادخلوا آل فرعون اشد العذاب کے درمیان کوئی منافات نہیں، کیونکہ صبح شام آگ پر پیش کیا جانا یہ قیامت کے قائم ہونے سے پہلے ہے جب تک دنیا باقی ہے اور ادخلوا آل فرعون اشد العذاب کا حکم قیامت کے دن ہوگا۔ مؤلف فرماتے ہیں: لانه یمکنُ ان یکونوا یُحیَون فی قبورِھم ویُعذبون بعذابٍ دونَ عذاب الآخرۃ ثم یقالُ لھم فی الآخرۃِ ادخلوا اشد العذاب (الانتصار للقرآن ج ۲ ص ۶۱۹) کیونکہ ممکن ہے کہ وہ اپنی قبروں میں زندہ کئے جائیں اور عذاب دیئے جائیں جو آخرت کے عذاب سے کم ہو۔ پھر آخرت میں ان کو کہا جائے گا سخت ترین عذاب میں داخل ہو جاؤ۔

۸۴...... امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ قاضی باقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں: ان المدفونین فی القبور یسالون والذین بقوا علی وجه الارض فإن اللہ تعالیٰ یحجب المکلفین عما یجری علیھم الخ (التذکرۃ للقرطبی ص ۳۷۵) قبروں میں مدفون مردوں سے اور جو مردے زمین کے اوپر باقی رہ جاتے ہیں، ان سب سے سوال کیا جاتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ **مکلفین** سے اس حالت کو جو ان (اموات) کو پیش آتی ہے پوشیدہ کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کی رؤیت کو **مکلفین** سے پوشیدہ کر دیا باوجود اس کے کہ انبیاء علیہم السلام ان کو دیکھتے ہیں اور جو آدمی منکر نکیر کے سوال کا انکار کرتا ہے اس کو چاہئے کہ وہ انبیاء علیہم السلام پر جبریل علیہ السلام کے اترنے کا بھی انکار کرے۔ کیونکہ جبریل نظر نہیں آتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے شیطانوں کی صفت بیان کی کہ شیطان اور اس کا لشکر تمہیں دیکھتا ہے لیکن تم ان کو نہیں دیکھتے۔ (تو چاہئے کہ وہ شیطان کے وجود کا بھی انکار کر دے)

۸۵...... ابن دحیہ رحمۃ اللہ علیہ قاضی باقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ: وقد ورد القرآن العظیم بتصدیق الاخبار الواردۃ فی عذاب القبر قال اللہ جل جلاله النار یعرضون ۔ فإذا جاز ان یکون المکلف بعد موته معروضاً علی النار غدواً وعشیاً جاز ان یسمع الکلام ویمنع الجواب لان اللذۃ والعذاب لا یصح حصولھما إلا لحی حساس. وإذا کان ذلك وجب اعتقاد رد الحیاۃ فی تلك الاجسام وسماعھم للکلام. والعقل لا یدفع ھذا ولا یوجب حاجۃ الحیاۃ إلی بنیۃٍ ورطوبۃٍ وإنما یقتضی حاجتھا إلی المحل فقط. وإذا صح رد الحیاۃ إلی اجسامھم مع ما ھم علیه من نقض البنیۃ وتقطیع الاوصال صح ان یوجد فیھم سماع الکلام والعجز عن رد الجواب. والاخبار فی عذاب القبر صحیحۃٌ متواترۃٌ لا یصح علیھا التواطؤ وإن لم یصح مثلھا لم یصح شیئٌ من امر الدین. ولم ینف ھذا سوی الکفرۃ والزنادقۃ الملحدین (الآیات البینات لابن دحیہ ص ۲۴۸) عذاب قبر کے بارے میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں، ان کی قرآن کریم کی اس آیت سے تصدیق ہوتی ہے۔ النار یعرضون

الخ. قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب مکلف کی موت کے بعد اس کو صبح شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے تو یہ بھی جائز ہے کہ وہ کلام کو سنے لیکن جواب سے روک دیا جائے۔ کیونکہ لذت اور عذاب کا حصول اسی شخص کو ہوسکتا ہے جو زندہ ہو اور اس میں احساس ہو اور جب لذت و عذاب کے لئے حیات اور احساس شرط ہے تو ان اجسام میں حیات کے لوٹانے کا اور ان کے کلام کے سننے کا عقیدہ بھی واجب ہے اور یہ عقل کے خلاف نہیں اور حیات کے لئے ڈھانچے اور رطوبت کا ہونا لازم نہیں۔ حیات کے لئے فقط محل حیات شرط ہے اور جب ڈھانچے کے ٹوٹنے اور جوڑوں کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کے باوجود ان کے جسموں میں حیات پیدا کرنا صحیح ہے تو یہ بھی صحیح ہے کہ ان میں کلام کا سننا اور جواب لوٹانے سے عاجز ہونا پایا جائے اور عذاب قبر کے بارے میں احادیث صحیح اور متواتر ہیں جن کے جھوٹ پر متفق ہو جانا محال ہے اور اگر ایسے تواتر کے باوجود صحت ثابت نہ ہو تو دین کی کوئی چیز بھی صحیح ثابت نہیں ہوسکتی اور سوائے کفار زندیق اور ملحد لوگوں کے کسی نے بھی عذاب قبر کا اور حیات قبر کا انکار نہیں کیا۔

امام حاکم شافعی رحمۃ اللہ علیہ (ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد، نیسابوری۔م ۴۰۵ھ)

۸۶...... عن المنهال بن عمرو عن زاذان عن البراء... هذا حديث صحيح على شرط الشيخين فقد احتجا جميعا بالمنهال بن عمرو وزاذان ابي عمر الكندي، وفي هذا الحديث فوائد كثيرة لاهل السنة وقمع للمبتدعة (مستدرک حاکم ج۱ ص۹۶) امام حاکم فرماتے ہیں کہ منہال بن عمرو عن زاذان عن البراء کی سند سے احوال قبر کے بارے میں جو حدیث ہے یہ حدیث صحیح ہے۔ شیخین (بخاری ومسلم) کی شرطوں کے مطابق ہے اور دونوں نے منہال بن عمرو اور زاذان ابوعمر کندی کی حدیث سے حجت پکڑی ہے اور اس حدیث میں اہل سنت کے لئے بہت سے فوائد ہیں۔ نیز اس میں اہل بدعت کی بدعات کا قلع قمع ہوتا ہے۔ (مثلاً جسد عنصری میں اعادہ روح، میت کا بٹھایا جانا، منکر نکیر کا سوال، مؤمن کے لئے قبر کا فراخ ہونا اور قبر کی طرف جنت کے دروازے کا کھلنا اور اس پر ٹھکانے کا پیش ہونا اور کافر کے لئے قبر کا تنگ ہونا، پسلیوں کا ادھر ادھر گھسنا، فرشتوں کا گرز سے مارنا، جہنم کے دروازے کا اس کی طرف کھلنا، جب کہ اہل بدعت نے ان سب کا انکار کیا ہے)

استاذ ابن فورک شافعی رحمۃ اللہ علیہ (ابوبکر محمد بن حسن بن فورک انصاری اصبہانی۔م ۴۰۶ھ)

۸۷ ..... امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ استاذ ابن فورک کا قول نقل کرتے ہیں: مَا هُوَ مُعْتَقَدُ الاشاعرة على الْإِطْلَاقِ أَن نَبِيَّنَا ﷺ حَيٌّ فِي قَبْرِهٖ رَسُوْلُ اللهِ اَبَدَ الْآبَادِ عَلَى الْحَقِيْقَةِ لَا الْمَجَاز (طبقات الشافعية الكبرى للسبكی ج۴ ص۱۳۱) بلا استثناء تمام اشاعرہ کا عقیدہ ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حقیقتاً رسول ہیں، محض مجازی طور پر نہیں۔

خرکوشی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (ابوسعد عبدالملک بن محمد، نیسابوری۔م ۴۰۷ھ)

۸۸...... مؤلف نے اپنی کتاب میں عنوان قائم کیا ہے: فصل في ان الانبياء احياء في قبورهم وما ورد من سماعه ﷺ من يسلم عليه ومعرفته ورده عليه (شرف المصطفیٰ ج۳ ص۱۸۴) یہ فصل اس بیان میں ہے

کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ نیز اس فصل میں اِس عقیدہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ سلام کرنے والوں کا سلام سنتے ہیں، ان کو پہچانتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں۔

۸۹...... وفی الخبر إن اللہ تعالیٰ اعطی ملکا من الملائکۃ اسماع الخلائق وھو قائم علی قبری إذا مت إلی یوم القیامۃ فلیس احد یصلی علیّ من امتی صلاۃ إلّا سماہ باسمہ واسم ابیہ وقال یا محمد صلی علیك فلان کذا و کذا (شرف المصطفیٰ ج ۳ ص ۱۸۶) حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں میں سے ایک فرشتے کو اتنی قوت سماعت عطاء کی ہے کہ وہ تمام مخلوق کی آوازیں بیک وقت سن سکتا ہے۔ نبی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میری موت کے بعد وہ قیامت تک میری قبر پر کھڑا رہے گا اور میرا جو امتی بھی مجھ پر درود پڑھے گا تو وہ فرشتہ اس کا اور اس کے باپ کا نام لے کر مجھ پر درود پیش کرے گا اور کہے گا اے محمد! آپ پر فلاں بن فلاں نے اتنا اتنا درود پڑھا ہے۔

امام لَالْکَائِی شافعی رحمۃ اللہ (ابو القاسم ہبۃ اللہ بن حسن بن منصور، طبری رازی۔م ۴۱۸ھ)

۹۰...... امام لالکائی رحمۃ اللہ عنوان قائم کرتے ہیں کہ: سِیَاقُ مَا رُوِیَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ فِی اَنَّ الْمُسْلِمِیْنَ إِذَا دُلُّوا فِی حُفَرَتِھِمْ یَسْاَلُھُمْ مُنْکَرٌ وَنَکِیْرٌ وَاَنَّ عَذَابَ الْقَبْرِ حَقٌّ وَالْإِیْمَانَ بِہٖ وَاجِبٌ (شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ ج ۶ ص ۱۱۹۹) نبی علیہ السلام کی اس حدیث کا بیان جس میں ہے کہ جب مسلمان قبر کے گڑھے میں رکھ دیئے جاتے ہیں تو ان سے منکر نکیر سوال کرتے ہیں۔ نیز اس بات کا بیان ہے کہ عذاب قبر حق ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے۔

۹۱...... دوسرا عنوان قائم کیا: سِیَاقُ مَا رُوِیَ بِمَا اَرَی اللہُ اَوْ اَسْمَعَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فِی الصَّحَابَۃِ وَالتَّابِعِیْنَ وَمَنْ بَعْدَھُمْ لِیَزْدَادُوا إِیْمَانًا وَعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ (شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ ج ۶ ص ۱۲۱۴) اس میں ان واقعات کا ذکر ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین رحمہم اللہ اور تابعین کے بعد کے لوگوں کو عذاب قبر دکھایا یا سنوایا تا کہ ان کا ایمان زیادہ ہو جائے اور اپنے رب پر بھروسہ رکھیں۔

استاذ ابو منصور بغدادی شافعی رحمۃ اللہ (عبد القاہر بن طاہر تمیمی اسفرائینی۔م ۴۲۹ھ)

۹۲...... ابو منصور رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: واما الْخَبَرُ المستفیض الْمُتَوَسِّطُ بین التَّوَاتُرِ والآحاد فانہ یُشَارِكُ التَّوَاتُرَ فی ایجابہ للعلم وَالْعَمَلِ ویفارقہ من حَیْثُ ان الْعلم الْوَاقِع عَنْهُ یکون علما مکتسبا نظریا وَالْعلم الْوَاقِع عَن التَّوَاتُرِ یکون ضَرُورِیًّا غیر مکتسب وَهٰذَا النَّوْع من الْخَبَر علی اقسام ... وَمِنْهَا اَخْبَار مستفیضة بَین ائمة الْحَدِیث وَالْفِقْه وهم مجمعون علی صِحَّتِهَا کالاخبار فِی الشَّفَاعَة والحساب والحوض والصراط وَالْمِیزَان وَعَذَاب الْقَبْر وسؤال الْملکَیْنِ فی الْقَبْر ... وضللوا من خَالف فِیهَا من اهل الاھواء کتضلیل الْخَوَارِج ...وتکفیر من انکر الرُّؤْیَة والحوض والشفاعة وَعَذَاب الْقَبْر (الفرق بین الفرق ص ۳۱۴) کہ خبر مستفیض کا درجہ خبر متواتر اور خبر احاد کے درمیان ہے۔ خبر مستفیض کا خبر متواتر کے ساتھ اس بات میں اشتراک ہے کہ خبر متواتر کی طرح خبر مستفیض سے علم اور عمل کا وجوب ثابت ہوتا ہے اور اس اعتبار سے خبر متواتر سے جدا ہے کہ خبر متواتر کے ساتھ جو علم حاصل ہوتا ہے وہ علم کسبی (نظری)

نہیں ہوتا بلکہ علم ضروری (بدیہی) غیر کسبی ہوتا ہے۔ (یعنی اس میں انسان کے اپنے اختیار کا دخل نہیں ہوتا، جیسے آدمی کو اپنے وجود کا علم غیر کسبی ہے) جب کہ خبر مستفیض سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ نظر وفکر کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے، اس لئے وہ علم نظری اور کسبی ہوتا ہے...... اور بعض اخبار مستفیضہ ایسی ہیں کہ ائمہ حدیث اور ائمہ فقہ کا ان کی صحت پر اجماع ہے جیسے قیامت کے دن شفاعت، حساب وکتاب، حوض کوثر، پل صراط، میزان، عذاب قبر اور قبر میں دو فرشتوں کا سوال (ان سب احادیث کی صحت پر ائمہ حدیث اور ائمہ فقہ کا اجماع ہے)...... اور ان خواہش پرست لوگوں کو گمراہ قرار دیا گیا ہے جنہوں نے ان میں مخالفت کی جیسے خوارج کو گمراہ قرار دینا...... اور ان لوگوں کو کافر قرار دینا جنہوں نے رؤیت، حوض، شفاعت اور عذاب قبر کا انکار کیا۔

۹۳...... وَاَجۡمَعُوا علی اَن الۡحَیَاۃ شَرط فِی الۡعلم وَالۡقُدۡرَۃ والإرادۃ والرؤیۃ والسمع وان من لَیۡسَ بحی لَایَصح ان یکون عَالما قَادِرًا مرِیدا سَامِعًا مبصرا خلاف قَول الصَّالِحِیّ واتباعه من الۡقَدَرِیَّۃ فِی دَعوَاھُم جَوَاز وجود الۡعلم وَالۡقُدۡرَۃ والرؤیۃ والارادۃ فِی الۡمَیِّت (الفرق بین الفرق ص ۳۲۵) اس پر اہل سنت کا اجماع ہے کہ علم، قدرت، ارادہ، رؤیت اور سمع میں حیات شرط ہے اور جو زندہ نہ ہو اس کا صاحب علم، صاحب قدرت، صاحب ارادہ، سامع اور مبصر ہونا صحیح نہیں، برخلاف صالحی اور اس کے متبعین قدریہ کا دعوی یہ ہے کہ میت میں علم، قدرت، رؤیت، ارادہ کا وجود بغیر حیات کے ہوسکتا ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ صالحی وغیرہ کے نزدیک میت میں علم وغیرہ صفات ہیں لیکن بغیر حیات کے اور اہل سنت کے نزدیک یہ صفات بھی ہیں اور حیات بھی ہے بلکہ ان صفات کے لئے حیات شرط ہے۔

۹۴...... وَقَالُوا باثبات السُّؤَال فی الۡقَبۡر وبعذاب الۡقَبۡر لاهل الۡعَذَاب وَقطعُوا بِاَن المنکرین لعذاب الۡقَبۡر یُعَذبُونَ فی الۡقَبۡر (الفرق بین الفرق ص ۳۳۹) اور اہل سنت کہتے ہیں کہ قبر میں سوال اور مستحقین عذاب کے لئے عذاب قبر ثابت ہے اور انہوں نے کہا کہ یہ بات قطعی ہے کہ جو عذاب قبر کے منکر ہیں ان کو قبر میں عذاب دیا جائے گا۔

۹۵...... علامہ سیوطی لکھتے ہیں: قَالَ الۡاُسۡتَاذُ اَبُو مَنۡصُورٍ ... قَالَ الۡمُتَکَلِّمُونَ الۡمُحَقِّقُونَ مِنۡ اَصۡحَابِنَا اَنَّ نَبِیَّنَا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ حَیٌّ بَعۡدَ وَفَاتِهٖ وَاَنَّهٗ یُسَرُّ بِطَاعَاتِ اُمَّتِهٖ وَیَحۡزَنُ بِمَعَاصِی الۡعُصَاۃِ مِنۡهُمۡ وَاَنَّهٗ تَبۡلُغُهٗ صَلَاۃُ مَنۡ یُصَلِّی عَلَیۡهِ مِنۡ اُمَّتِهٖ (الحاوی للسیوطی ج ۲ ص ۱۸۰) استاذ ابو منصور نے کہا کہ ہمارے اصحاب میں سے متکلمین محققین کا عقیدہ یہ ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں، اپنی امت کی طاعات کے ساتھ خوش ہوتے ہیں اور نافرمانوں کی نافرمانیوں کی وجہ سے غمگین ہوتے ہیں اور یہ بھی عقیدہ ہے کہ آپ کا جو امتی بھی آپ پر درود پڑھتا ہے وہ آپ تک پہنچتا ہے۔

ابو عمرو دانی رحمۃ اللہ علیہ (عثمان بن سعید قرطبی، المقری ۔م ۴۴۴ھ)

۹۶...... ومن قولهم (ای الفقهاء والمحدثین) إن المؤمنین والکافرین یحیون فی قبورهم ویفتنون ویسالون وان فتانی القبر اسودان ازرقان وهما منکر ونکیر یسائلان

المؤمن والکافر کما صح الخبر وثبت النقل بذلک عن رسول اللہ ﷺ ویثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاۃ الدنیا وفی الآخرۃ... وقال ﷺ ولقد اوحی إلی انکم تفتنون فی القبور مثل او قریب من فتنۃ الدجال وکان ﷺ یتعوذ من فتنۃ القبر (الرسالۃ الوافیۃ ص ۱۹۷) فقہاء اور محدثین کا عقیدہ یہ ہے کہ مؤمنین اور کفار اپنی قبروں میں زندہ کئے جاتے ہیں اور ان کا امتحان کیا جاتا ہے، ان سے سوال ہوتا ہے اور قبر کے دو فرشتے جو امتحان لینے والے ہیں وہ سیاہ رنگ نیل گوں آنکھوں والے اور وہ منکر نکیر ہیں جو مؤمن اور کافر سے سوال کرتے ہیں اور یہ عقیدہ رسول اللہ ﷺ کی صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ نیز قرآن کریم کی اس آیت سے بھی ثابت ہے: یثبت اللہ الذین آمنوا الخ...... اور نبی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میری طرف وحی کی گئی کہ قبروں میں تم فتنے میں ڈالے جاؤ گے جو فتنۂ دجال کے فتنے کی مثل ہوگا اور نبی علیہ السلام فتنۂ قبر سے پناہ مانگتے تھے......
اس کے بعد مؤلف نے قرآن کریم کی ۸ دلیلیں ذکر کی ہیں۔

ابن بَطّال مالکی رحمۃ اللہ علیہ (ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک بن بطال۔م ۴۴۹ھ)

۹۷...... ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ علماء سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: والاخبار فی عذاب القبر صحیحۃ متواترۃ لا یصح علیہا التواطؤ وإن لم یصح مثلہا لم یصح شیء من امر الدین (شرح صحیح البخاری لابن بطال ج ۳ ص ۳۶۳) عذاب قبر کے بارے میں احادیث صحیح ہیں متواتر ہیں جن کے کذب پر اتفاق محال ہے اور اگر اس جیسے تواتر والی احادیث صحیح نہ ہوں تو امور دین میں سے کوئی چیز بھی صحیح ثابت نہیں ہوسکتی۔

۹۸...... وقد جاءت آثار تدل علی معرفۃ المیت من یحملہ ویدخلہ فی قبرہ (شرح صحیح البخاری لابن بطال ج ۳ ص ۳۶۶) ابن بطال فرماتے ہیں کہ ایسی احادیث بھی ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ میت اپنے اٹھانے والے کو، قبر میں داخل کرنے والے کو پہچانتی ہے۔

ابوالشکور سالمی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن عبدالسید بن شعیب، الکشی۔م ۴۵۰ھ)

۹۹...... فاما عذاب القبر للمؤمنین من الجائزات وللکافرین من الواجبات واللہ تعالیٰ یقول النار یعرضون علیہا غدوا وعشیا یعنی فرعون وقومہ دل انہ کان صحیحا فی ای موضع وعلی ای حال ومن انکر ھذا یصیر کافرا (التمہید ص ۱۲۵ طبع ہندی) مؤمنین کے لئے عذاب قبر ممکن ہے اور کافروں کے لئے واجب ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں آگ آل فرعون پر صبح شام پیش کی جاتی ہے، اس آیت سے ثابت ہوا کہ کافروں کے لئے عذاب برحق ہے کافر جس جگہ میں ہو جس حالت پر ہو اور اس کا انکار کرنے والا کافر ہے۔

صَقَلِی مالکی رحمۃ اللہ علیہ (ابوبکر محمد عبداللہ بن یونس، تمیمی صقلی۔م ۴۵۱ھ)

۱۰۰...... وان المؤمنین والکافرین یحیون فی قبورھم وانھم یفتنون ویسالون ویثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاۃ الدنیا وفی الآخرۃ وان ارواح المؤمنین منعمۃ إلی یوم الدین وارواح الکافرین فی سجین فی العذاب الالیم إلی یوم الدین (الجامع لمسائل المدونۃ ج ۲۴ ص ۵۹،

کتاب الجامع باب ۷) اور بے شک مؤمنین اور کفار اپنی قبروں میں زندہ کئے جاتے ہیں، ان کا امتحان کیا جاتا ہے، ان سے سوال ہوتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ویثبت اللہ الذین آمنوا الخ اور بے شک مؤمنین کی ارواح قیامت تک نعمتوں میں رہیں گی اور کافروں کی روحیں سجین میں دردناک عذاب میں مبتلاء رہیں گی۔

امام بَیہقِی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (ابوبکر احمد بن حسین بن علی۔ م ۴۵۸ھ)

۱۰۱...... امام بیہقی نے باب قائم کیا ہے: بَابُ كَانَ مَالُهٗ بَعْدَ مَوْتِهٖ قَائِمًا عَلٰى نَفَقَتِهٖ وَمِلْكِهٖ (سنن کبریٰ بیہقی ج ۷ ص ۱۰۳) کہ نبی علیہ السلام کی موت کے بعد آپ کا مال آپ کی ملکیت میں اور آپ کے حیات والے مصارف پر قائم ہے۔

فائدہ: مال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک پر تبھی باقی رہ سکتا ہے کہ آپ کی حیات جسمانی حقیقی کا عقیدہ ہو۔

۱۰۲...... امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مستقل رسالہ ہے جس کا نام ہے: حیاۃ الانبیاء فی قبورھم اس میں امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث متعدد اسناد کے ساتھ درج کی ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ اس کے بعد لکھتے ہیں: وَلِحَيَاةِ الْاَنْبِيَاءِ بَعْدَ مَوْتِهِمْ -صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ- شَوَاهِدُ مِنَ الْاَحَادِيْثِ الصَّحِيْحَةِ انبیاء کی حیات بعد الوفات پر احادیث صحیحہ کے متعدد شواہد ہیں، اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام کے قبر میں نماز پڑھنے کی حدیث اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوۃ وسلام پیش کئے جانے کی حدیث اور سلام کے وقت جواب کے لئے رد روح کی حدیث، نیز معراج کے موقع پر بیت المقدس میں انبیاء علیہم السلام کے ساتھ آپ کی ملاقات اور ان سے ہم کلامی، پھر آسمانوں پر مختلف انبیاء سے ملاقات کا ذکر کر کے لکھتے ہیں: وَفِيْ كُلِّ ذٰلِكَ دَلَالَةٌ عَلٰى حَيَاتِهِمْ ان میں سے ہر حدیث انبیاء علیہم السلام کی حیات پر دلیل ہے۔

۱۰۳...... امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے باب قائم کیا ہے عذاب قبر پر ایمان کا بیان، اس کے بعد اس پر قرآن کریم سے پانچ دلیلیں پیش کر کے، حضرت براء بن عازب کی مرفوع حدیث تحریر کی جس میں ہے: فَتُعَادُ رُوْحُهٗ فِيْ جَسَدِهٖ فَيَاْتِيْهِ مَلَكَانِ (میت کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں) پھر امام بیہقی فرماتے ہیں: وَاِعَادَةُ الرُّوْحِ فِيْ جُزْءٍ وَاحِدٍ وَسُؤَالُ جُزْءٍ وَاحِدٍ وَتَعْذِيْبُ جُزْءٍ وَاحِدٍ مِمَّا يَجُوْزُ فِي الْعَقْلِ وَلَيْسَ فِيْ تَفَرُّقِ الْاَجْزَاءِ اِسْتِحَالَةُ مَا وَرَدَتْ بِهِ الْاَخْبَارُ فِيْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَهُوَ كَمَا شَاءَ اللّٰهُ وَلِمَنْ شَاءَ اللّٰهُ، وَاِلٰى مَا شَاءَ اللّٰهُ... وَالْاَخْبَارُ فِيْ عَذَابِ الْقَبْرِ كَثِيْرَةٌ (الاعتقاد للبیہقی ص ۲۱۹) ایک جزء میں روح کا لوٹانا، ایک جزء سے سوال کرنا اور ایک جزء کو عذاب دینا عقلاً جائز ہے اور اجزاء کے بکھرنے کی صورت میں احادیث میں وارد عذاب قبر محال نہیں ہے۔ باقی وہ عذاب کیسے ہوتا ہے تو جیسے اللہ چاہتے ہیں جن کے لئے چاہتے ہیں اور جب تک چاہتے ہیں عذاب ہوتا ہے اور عذاب قبر کے بارے میں احادیث بہت ہیں۔

۱۰۴...... امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ وفات کے بعد انبیاء علیہم السلام کی روحیں ان کی طرف لوٹا دی جاتی ہیں اور وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے انتہائی قرب میں ہیں جیسا کہ شہداء زندہ ہیں اور اپنے رب کے مقرب ہیں اور اس پر چند دلیلیں اشارۃً ذکر کی ہیں۔ (۱) معراج کی رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انبیاء علیہم السلام کی جماعت سے ملاقات کرنا۔ (۲) امت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ وسلام بھیجنے کا حکم پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر امت کے صلاۃ وسلام کا پیش کیا جانا اور پہنچایا جانا۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے اجساد کا کھانا حرام کر دیا ہے کیونکہ وہ زندہ ہیں۔ پھر فرماتے ہیں: وَقَدْ اَفْرَدْنَا لِاِثْبَاتِ حَیَاتِهِمْ كِتَابًا انبیاء علیہم السلام کی حیات کو ثابت کرنے کے لئے ہماری مستقل ایک کتاب ہے (جب کہ انکار حیات پر جدید منکرین حیات سے پہلے کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ ناقل) نیز لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کے پیدا کئے جانے سے پہلے اللہ کے ہاں آپ ﷺ کا نبی و رسول ہونا لکھ دیا گیا تھا اور وفات کے بعد بھی آپ اللہ کے نبی اور اس کے رسول ہیں اور آپ کی رسالت اور شریعت قیامت تک باقی ہے۔ (الاعتقاد للبیہقی ص ۳۰۵)

۱۰۵...... امام بیہقی کی ایک کتاب ہے اثبات عذاب القبر، اس میں انہوں نے باب قائم کیا: بَابُ جَوَازِ الْحَيَاةِ فِي جُزْءٍ مُنْفَرِدٍ وَاَنَّ الْبِنْيَةَ لَيْسَتْ مِنْ شَرْطِ الْحَيَاةِ ... وَفِي ذٰلِكَ جَوَازُ تَعْذِيبِ الْاَجْزَاءِ الْمُتَفَرِّقَةِ (اکیلے جزء کو زندہ کرنا ممکن ہے کیونکہ حیات کے لئے ڈھانچے کا صحیح سالم ہونا شرط نہیں ...... اور جب منفرد جزء میں حیات ممکن ہے تو اجزاء متفرقہ کو عذاب دینا بھی ممکن ہے)

حافظ ابن عبد البر مالکی رحمہ اللہ (ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر نمری قرطبی۔م ۴۶۳ھ)

۱۰۶...... حافظ ابن عبد البر فرماتے ہیں: تَوَاتُرُ الْاٰثَارِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْحَوْضِ حَمَلَ اَهْلَ السُّنَّةِ وَالْحَقِّ وَهُمُ الْجَمَاعَةُ عَلَى الْاِيْمَانِ بِهٖ وَتَصْدِيْقِهٖ وَكَذٰلِكَ الْاَثَرُ فِي الشَّفَاعَةِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ (التمہید ج ۲ ص ۳۰۹) حوض کوثر کے بارے میں نبی علیہ السلام سے احادیث کے تواتر نے اہل سنت اور اہل حق کو اس بات پر ابھارا کہ حوض کوثر پر ایمان لانا اور اس کی تصدیق کرنا لازم ہے اور یہی حکم ہے ان آثار کا جو نبی علیہ السلام کی شفاعت اور عذاب قبر کے بارے میں ہیں۔

۱۰۷...... وَقَالُوْا (ای جهم وغیرہ) لَا يَجُوْزُ اَنْ يُسْاَلَ الْمَيِّتُ فِي قَبْرِهٖ لِقَوْلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَرَدُّوا الْاَحَادِيْثَ الْمُتَوَاتِرَةَ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ وَفِتْنَتِهٖ ... فَلِهٰذَا قَالَ اَكْثَرُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِنَّ الرَّاْيَ الْمَذْمُوْمَ الْمَعِيْبَ الْمَهْجُوْرَ الَّذِيْ لَا يَحِلُّ النَّظَرُ فِيْهِ وَلَا الْاِشْتِغَالُ بِهٖ هُوَ الرَّاْيُ الْمُبْتَدَعُ (جامع بیان العلم وفضلہ ج ۲ ص ۱۰۵۳) جہم وغیرہ نے کہا کہ قبر میں میت سے سوال کیا جائے یہ ممکن نہیں اور انہوں نے اس آیت سے دھوکا کھایا امتنا اثنتین واحییتنا اثنتین (جب کہ یہاں دو موتوں اور دو حیاتوں میں حصر نہیں اور اس آیت کی اصل تفسیر امام قشیری رحمہ اللہ کی عبارات میں ملاحظہ کیجئے) اور اپنی اس غلط فہمی (یعنی حصر سمجھنے) کی بنیاد پر انہوں نے عذاب قبر اور فتنہ قبر کے بارے میں وارد ہونے والی احادیث متواترہ کو رد کر دیا...... اسی وجہ سے اکثر اہل علم کہتے ہیں کہ مذموم، قابل طعن اور قابل ترک رائے جس میں غور و فکر کرنا اور اس میں مشغول ہونا جائز نہیں یہ وہ جدید رائے ہے۔ (یعنی جو اجماع امت کے خلاف ہو)

۱۰۸...... انّ المیّت تُرَدُّ إلیه روحه فیسائل فی قبرہ عن ربّه وعن دینه ونبیّه ویأتیه الملکان الفتانان اللذان یفتن الله بهما المرتابین ویُثبّت المؤمنین، وإذا رُدّت علیه روحه لم یُنکر علیه سماع المنصرفین من دفنه وهذا المنقول من جهة قیاس ولا إعمال نظر وإنّما قلنا اتّباعا للآثار المتواترات المنقولة علی السنة الجماعات الثقات الذین تناءت اوطانهم وبَعُدَت دیارُهم واختلفت اهواؤهم کلّهم ینقل فی فتنة القبر آثارًا صحیحة من جهة النقل لا یدفعها إلّا مبتدع الخ

(الاجوبہ عن المسائل المستغربہ ص۱۸۹) بے شک میت کی طرف اس کی روح لوٹادی جاتی ہے، پھر قبر میں اس سے اس کے رب، اس کے دین اور اس کے نبی کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے اور اس کے پاس دو امتحان لینے والے فرشتے آتے ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ شک کرنے والوں کو بہکا دیتا ہے اور مؤمنین کو ثابت قدم رکھتا ہے اور جب میت کی طرف اس کی روح لوٹادی جاتی ہے تو دفن سے فارغ ہوکر لوٹنے والوں کی جوتیوں کی آواز کے سننے کا انکار نہیں کیا جاسکتا اور یہ جو کچھ ہم نے کہا یہ محض قیاس سے نہیں اور نہ عقلی طور پر ہے، ہم نے جو کچھ کہا احادیث متواترہ کی اتباع میں کہا ہے اور یہ آثار متواترہ ثقہ جماعت کے ذریعے منقول ہیں اور جماعت بھی ایسی جن کے وطن اور ان کے گھر ایک دوسرے سے بہت دور ہیں اور ان کی خواہشات مختلف ہیں، اس کے باوجود وہ سارے فتنہ قبر کے بارے میں آثار صحیحہ نقل کرنے پر متفق ہیں اور ان کا انکار وہی لوگ کرسکتے ہیں جو بدعات کے شیدائی اور سنتوں کو رد کرنے والے ہیں اور ائمہ مسلمین اور فقہائے مسلمین اور احادیث کے حاملین یعنی صحابہ تابعین اور تبع تابعین میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو فتنہ قبر (عذاب قبر اور منکر نکیر کے سوال) کا منکر ہو، جب صحابہ تابعین اور تبع تابعین کا عقیدہ سامنے آجائے اور قرآنی آیات اور احادیث کی وضاحت ان سے ہمیں مل جائے اس کے بعد اہل بدعت اور خواہش پرستوں کی گمراہ کن تاویلوں کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت نہیں...... اس کے بعد امام ابن عبدالبر عذاب قبر پر تین آیتیں اور حدیث براء دلیل کے طور پر لکھنے کے بعد فرماتے ہیں: واما الآثار عن النبی ﷺ فی عذاب القبر فلا تکاد تُحصی بعددٍ تواترًا واشتهارًا وصحةً وكذلك هي عن الصحابة والتابعين لهم بإحسان كثيرة شهيرة يجب الاستناد إليها لانه لا يجوز على جماعتهم الغلط في تاويل قول الله عز وجل أَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ وكلُّ مَن تكلّم في تفسير القرآن من السلف في هذه الآية وغيرها يُقِرّ بفتنة القبر ويؤمن بها ويرى الآثار فيها وهم اهل العلم بالقرآن ولسانِ العرب ومرادِ الرسول ﷺ (عذاب قبر کے بارے میں نبی علیہ السلام کی احادیث بے شمار ہیں جو متواتر ہیں مشہور ہیں اور سند کے اعتبار سے صحیح ہیں اور اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ سے بھی آثار بہت ہیں اور مشہور ہیں۔ لہٰذا عذاب قبر، فتنہ قبر اور حیات قبر کے بارے میں ان سے سند پکڑنا واجب ہے، کیونکہ امتنا اثنتین واحییتنا اثنتین کی تفسیر میں جماعت صحابہ و جماعت تابعین سب کے سب غلطی کریں یہ ممکن نہیں اور قرآن کریم کی اِس آیت اور اس کے علاوہ دوسری آیات کی تفسیر کرنے والے اسلاف میں سے ہر ایک فتنہ قبر کا اقرار کرتا ہے اور اس پر ایمان رکھتا ہے اور اس کے بارے میں احادیث رسول اور آثار صحابہ کو سامنے رکھتا ہے اور یہ سب قرآن کریم اور لغت عرب اور مراد رسول کے سمجھنے میں ماہر ہیں۔

مفسر قُشَیری شافعی رحمۃ اللہ علیہ (ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن نیسابوری۔ م ۴۶۵ھ)

۱۰۹...... قَالُوا رَبَّنَا أَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ..الإماتة الاولى إماتتهم في الدنيا ثم في القبر يحييهم ثم يميتهم فهي الإماتة الثانية والإحياء الاول في القبر والثاني عند النشر (تفسیر القشیری ج ۳ ص۲۹۸) امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ ربنا امتنا اثنتین الخ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس آیت میں دو دفعہ جس اماتت اور جس اِحیاء کا ذکر ہے اس کی وضاحت یہ ہے کہ پہلی اماتت سے مراد ہے اماتت فی الدنیا، پھر قبر میں ان کو زندہ کرنا، پھر قبر میں ان کو موت دینا، تو یہ ہے اماتت ثانیہ اور اِحیاء اوّل سے مراد قبر میں زندہ کرنا اور اِحیاء ثانی ہوگا قیامت کے دن۔

۱۱۰...... سورہ یٰس کی آیت: من بعثنا من مرقدنا کے تحت لکھتے ہیں: ویعدون ما کانوا فیہ فی قبورھم من العقوبۃ الشدیدۃ۔ بالإضافۃ إلی ما سیلقون من الآلام الجدیدۃ۔ نوما ورقادا (تفسیر القشیری ج ۳ ص ۲۲۰) کہ کفار اپنی قبروں میں عذاب میں مبتلاء تھے لیکن قیامت کے دن جو جدید تکالیف اور مصائب ان کو پیش آئیں گے وہ ان کے مقابلے میں قبر والے عذاب کو تشبیہاً نوم کے ساتھ تعبیر کریں گے۔

۱۱۱...... سورہ نجم کی آیت: وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا کے تحت لکھتے ہیں: اماتفی الدنیا واحیافی القبر فالقبر إما للراحۃ وإما للإحساس بالعقوبۃ (تفسیر القشیری ج ۳ ص ۴۹۰) اس سے مراد ہے اماتت فی الدنیا اور احیٰی سے مراد ہے إحیاء فی القبر اور قبر میں زندہ کرنا صلحاء کی راحت کے لئے ہے اور کفار وعصاۃ کے لئے عذاب کے ادراک واحساس کے لئے ہے۔

فائدہ: ورود موت کے بعد دوبارہ زندہ کرنا جسد عنصری کی صفت ہے، جسد مثالی کی نہیں۔

۱۱۲...... فاما ما حکی عنہ وعن اصحابہ انھم یقولون ان محمدا ﷺ لیس بنبی فی قبرہ ولا رسول بعد موتہ فبھتان عظیم و کذب محض لم ینطق بہ منھم احد ولا سمع فی مجلس مناظرۃ ذالک عنھم ولا وجد فی کتاب لھم و کیف یصح ذالک وعندھم محمد صلوات اللہ علیہ حی فی قبرہ... فاخبر سبحانہ ان الشھداء احیاء عند ربھم فالانبیاء اولی بذالک لتقاصر رتبۃ الکافۃ عن درجۃ النبوۃ (الرسائل القشیریہ ص ۱۰، طبع کراچی) باقی جو ابوالحسن اشعری اور ان کے متبعین کی طرف جو یہ عقیدہ منسوب کیا جاتا ہے کہ محمد کریم ﷺ موت کے بعد قبر میں نہ نبی ہیں نہ رسول ہیں تو یہ اُن پر خالص بہتان اور جھوٹ ہے، ان میں سے کسی کا بھی یہ قول نہیں اور نہ ہی کسی مجلس مناظرہ میں ان سے یہ بات سنی گئی ہے، نہ ان کی کسی کتاب میں یہ بات پائی گئی ہے اور یہ کیسے صحیح ہوسکتا ہے کیونکہ ان کے نزدیک محمد کریم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں...... اللہ جل شانہ نے شہداء کے بارے میں بتایا کہ وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے مقرب ہیں تو انبیاء بطریق اولیٰ زندہ ہوں گے کیونکہ سب کا رتبہ درجۂ نبوت سے کم ہے۔ (جب کم درجے والوں کے اجسام زندہ ہیں تو اعلیٰ درجے والوں کے اجسام بطریق اولیٰ زندہ ہوں گے)

ابن بَنّا حنبلی رحمۃ اللہ (ابوعلی حسن بن احمد بن عبداللہ، بغدادی۔ م ۴۷۱ھ)

۱۱۳...... واما القدریۃ والمعتزلۃ وانواعھم فینکرون الصراط ونعیم القبر وعذابہ وسؤال منکر ونکیر وضغطۃ القبر (المختار فی اصول السنۃ ص ۹۸) قدریہ، معتزلہ اور ان جیسے لوگ پل صراط کا اور قبر کے ثواب وعذاب کا اور منکر نکیر کے سوال کا اور قبر کے بھینچنے کا انکار کرتے ہیں۔

علامہ طاہر اسفرائینی شافعی رحمۃ اللہ (ابوالمظفر طاہر بن محمد۔ م ۴۷۱ھ)

۱۱۴...... وانکروا (ای المعتزلۃ) عَذَابَ الْقَبْرِ اَیْضًا وانکروا قَوْلَ عمر اِنِّی اعوذ بک من الْکُفْرِ والفقر وَعَذَابِ الْقَبْرِ مَعَ اِتِّفَاقِ اهل النَّقْلِ علی رِوَایَتِهٖ هٰذَا الْخَبَرَ علی الاستفاضۃ وَقَوْلِ جَمِیْعِ الْمُسْلِمِیْنَ (التبصیر فی الدین وتمییز الفرقۃ الناجیۃ عن الفرق الھالکین ص ۶۶) معتزلہ نے عذاب قبر کا بھی انکار کیا

ہے، نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول اِنّی اعوذ بك من الْكفر والفقر وَعَذَاب الْقَبْر کا بھی انکار کیا ہے۔ حالانکہ اہل نقل کا اس حدیث کے روایت کرنے پر بدرجہ شہرت اتفاق ہے اور انہوں نے تمام مسلمانوں کے قول کا بھی انکار کیا ہے۔

۱۱۵...... وَفِي عَذَاب الْقَبْر قد بلغت الْاَخْبَار حد التَّوَاتُر فِي الْمَعْنى وَإِن كَانَ كل وَاحِد مِنْهَا لم يبلغ حد التَّوَاتُر فِي اللَّفْظ فانكروا مَا فِي ذٰلِك من نُصُوص الْقُرْآن. (التعمیر فی الدین ص ۶۷) عذاب قبر کے بارے میں احادیث تواتر معنوی کی حد تک پہنچی ہوئی ہیں۔ اگرچہ ان میں سے ہر ایک تواتر لفظی کے درجے کو نہیں پہنچی۔ پس ان معتزلہ نے قرآن کی ان سب نصوص کا انکار کیا جو عذاب قبر کے بارے میں وارد ہوئیں۔

۱۱۶...... وَاخبر اَنهم يحيون فِي الْقُبُور ويسالون عَن الدّين ثمَّ يُعَاقب العصاة وينعم اهل الطَّاعَات (التعمیر فی الدین ص ۱۷۳) اور نبی علیہ السلام نے اس بات کی خبر دی کہ مردے قبروں میں زندہ کئے جاتے ہیں اور ان سے دین کے متعلق سوال کیا جاتا ہے پھر نافرمانوں کو عذاب دیا جاتا ہے اور اہل طاعت کو ثواب دیا جاتا ہے۔

۱۱۷...... وَقد ورد فِي معنى إِحْيَاء الْمَوْتى فِي الْقُبُور مَا لَا يُحْصى من الْآي وَالْاَخْبَار والْآثار حَتّٰى لَا يُوجد مُوَافق وَلَا مُخَالف إِلَّا وَهُوَ يقْرَأ فِي التَّشَهُّد رَبنَا آتنا فِي الدُّنْيَا حَسَنَة وَفِي الْآخِرَة حَسَنَة وقنا بِرَحْمَتك عَذَاب الْقَبْر وَعَذَاب النَّار. وَمر الْمُصْطَفى صلی اللہ علیہ وسلم بقبرين فَقَالَ انهما ليعذبان وَمَا يعذبان فِي كَبِير اما اَحدهمَا فَكَانَ يمشي بالنميمة وَاما الآخر فَكَانَ لَا يستنزه من الْبَوْل. وَقد ورد فِي الدَّعْوَات الماثورة عَن الْمُصْطَفى صلی اللہ علیہ وسلم اعوذ بِالله من الكفر والفقر وَعَذَاب الْقَبْر. وَقد وَردت اَخْبَار كَثِيرَة عَن الرَّسُول صلی اللہ علیہ وسلم فِي صفة مُنكر وَنَكِير وَذكر اَنَّهُمَا يسالان فِي الْقَبْر فَقَالَ عمر رَضِي الله عَنهُ اَوَ يكون معي عَقْلِي؛ قَالَ نعم قَالَ اَنا اكفيهما (التعمیر فی الدین ص ۱۷۶) مردوں کے قبروں میں زندہ کرنے کے بارے میں اتنی آیات و احادیث اور آثار وارد ہوئے ہیں جن کو شمار نہیں کیا جا سکتا۔ حتیٰ کہ ہر موافق اور مخالف تشہد کے اندر پڑھتا ہے: رَبنَا آتنا فِي الدُّنْيَا حَسَنَة وَفِي الْآخِرَة حَسَنَة وقنا بِرَحْمَتك عَذَاب الْقَبْر وَعَذَاب النَّار اور مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس گزرے فرمایا ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے ان میں سے ایک چغل خوری کرتا تھا اور دوسرا پیشاب سے نہیں بچتا تھا، اسی طرح نبی علیہ السلام سے منقول دعاؤں میں یہ دعا بھی ہے: اعوذ بِالله من الْكفر والفقر وَعَذَاب الْقَبْر. اسی طرح منکر نکیر کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت احادیث وارد ہوئی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کیا کہ وہ دونوں قبر میں سوال کرتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میری عقل بحال ہوگی؟ آپ نے فرمایا ہاں بحال ہوگی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں ان کو کافی ہوں۔

۱۱۸...... وَلَا يُنكر مَا استفاض بِهِ الْاِخْبَار ونطقت بِهِ الْآيَات من الْاِحْيَاء فِي الْقَبْر إِلَّا من يُنكر عُمُوم قدرَة الله تَعَالٰى وَمن انكر عُمُوم قدرته سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى كَانَ خَارِجا عَن زمرة اهل الْإِسْلَام (التعمیر فی الدین ص ۱۷۷) قبر میں زندہ کرنے پر جو حدیثیں مشہور ہیں اور جس پر قرآنی آیات ناطق ہیں اس کا انکار وہی کرے گا جو اللہ تعالیٰ کی وسعت قدرت کا انکار کرتا ہے اور جو اللہ کی قدرت کے عموم اور وسعت کا انکار کرتا ہے وہ اہل اسلام کے زمرہ سے خارج ہے۔

۱۱۹...... قلنا قد بینا ان الاخبار التی تلقتها الامة بالقبول موجبة للعلم قاطعة للعذر وكذلك فی كل حادثة شهدها جماعة واخبر الواحد منهم ولم ینكر الباقون ذلك فعلی هذه الاخبار الواردة فی صفات الله تعالی... واثبات عذاب القبر...وما اشبه ذلك واذا اشتهرت وعرفت فی الامة فاكثرها لا یخرج عن هذین القسمین فتكون موجبة للعلم قاطعة للعذر ویفیدها ما یفیدها الاخبار المتواترة (قواطع الادلۃ فی الاصول ج۱ ص۳۴۱) دو قسم کی حدیثیں ہیں جن سے علم وجوبی طور پر ثابت ہوتا ہے اور جہالت کا عذر ختم ہو جاتا ہے۔ (۱) وہ احادیث جن کو تلقی بالقبول کا شرف حاصل ہو۔ (یعنی امت کے سب علماء نے ان کو قبول کیا ہو) (۲) کسی واقعہ میں ایک جماعت حاضر ہو پھر ان میں سے ایک آدمی اس واقعہ کی خبر دے اور باقی انکار نہ کریں تو یہ خبر بھی قطعی طور پر علم کا فائدہ دیتی ہے، باری تعالیٰ کی صفات کے بارے میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں...... نیز عذاب قبر کے اثبات میں اور ان جیسے دیگر امور کے بارے میں، وہ احادیث اسی درجے کی ہیں اور جب یہ حدیثیں مشہور ہو گئیں اور امت کے اندر معروف ہو گئیں تو ان میں سے اکثر ان دو قسموں سے خارج نہیں، اس لئے وہ یقینی علم کا فائدہ دیتی ہیں اور جہالت کے عذر کے لئے قاطع ہیں اور حکم کا اسی درجے میں فائدہ دیتی ہیں جس کا احادیث متواترہ فائدہ دیتی ہیں۔

امام باجی مالکی رحمۃ اللہ (ابو الولید سلیمان بن خلف قرطبی۔م ۴۷۴ھ)

۱۲۰...... وَقَوْلُهٗ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يحتمل اَنْ يُرِيدَ بِذٰلِكَ كُلَّ غَدَاةٍ وَكُلَّ عَشِيٍّ وَذٰلِكَ لَا يَكُوْنُ اِلَّا بِاَنْ يَكُوْنَ الْاِحْيَاءُ لِجُزْءٍ مِنْهُ فَاِنَّا نُشَاهِدُ الْمَيِّتَ مَيِّتًا بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ وَذٰلِكَ يَمْنَعُ اِحْيَاءَ جَمِيْعِهٖ وَاِعَادَةَ جِسْمِهٖ وَلَا يَمْنَعُ اَنْ تُعَادَ الْحَيَاةُ فِيْ جُزْءٍ اَوْ اَجْزَاءٍ مِنْهُ وَتَصِحُّ مُخَاطَبَتُهٗ (منتقی شرح الموطا ج۲ ص۱۳۱) میت پر صبح شام جنت اور دوزخ کا ٹھکانہ پیش کیا جاتا ہے۔ امام باجی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ہے ہر صبح اور ہر شام اور یہ تبھی ہو سکتا ہے کہ میت کا کوئی جزء زندہ ہو، کیونکہ ہم صبح شام مشاہدہ کرتے ہیں کہ میت مردہ حالت میں ہے اور پورے جسم کے زندہ کرنے اور پورے جسم کے لوٹانے کے لئے مانع ہے اور اس میں مانع نہیں کہ ایک جزء میں یا میت کے چند اجزاء میں حیات لوٹائی جائے اور اس سے کلام کرنا صحیح ہو جائے۔

امام الحرمین شافعی رحمۃ اللہ (ابو المعالی، عبد الملک بن عبد اللہ، جوینی۔م ۴۷۸ھ)

۱۲۱...... كل مَا جوزه الْعقل وَورد بِهِ الشَّرْع وَجب الْقَضَاء بِثُبُوتِهٖ فمما ورد الشَّرْع بِهٖ عَذَاب الْقَبْر وسؤال مُنكر وَنَكِير ورد الرّوح اِلَى الْمَيِّت فِيْ قَبره (لمع الادلۃ فی قواعد عقائد اہل السنۃ والجماعۃ ص۱۲۶) ہر وہ چیز جو عقلاً جائز اور ممکن ہو اور اس کے ساتھ شریعت کا حکم وارد ہو جائے تو اس کے ثبوت کا فیصلہ کرنا واجب ہے، پس ان احکامات میں جو عقلاً ممکن ہیں اور ان کے ساتھ شریعت بھی وارد ہوئی ہے وہ عذاب قبر ہے، منکر نکیر کا سوال ہے اور قبر میں میت کی طرف روح کا لوٹانا ہے۔

۱۲۲...... تقی الدین سبکی امام الحرمین کی کتاب الشامل کے حوالے سے لکھتے ہیں: وقد اتفق سلف الامة علی اثبات

عذاب القبر واحياء الموتى في قبورهم ورد الارواح في اجسادهم (شفاء السقام ص ۱۵۱) امت کے سلف کا عذاب قبر کے اثبات پر اور مردوں کو ان کی قبروں میں زندہ کرنے پر اور ارواح کے ان کے اجساد میں لوٹانے پر اتفاق ہے۔

امام مُتَوَلِّی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (ابوسعد عبدالرحمن بن مامون نیسابوری۔م ۴۷۸ھ)

۱۲۳...... عذاب القبر ومسائلة منكر ونكير حق ثابت والدليل عليه ان العذاب والفتن في القبر ليس مما يستحيل عقلاً وورد به دليل السمع فلا بد من إثباته... فإن قيل نحن نشاهد الميت كما كان لم يتغير حتى لو كان على بطنه قدح من ماء لم يتغير عن حاله يقال لهم إن مثل هذه الاستبعادات لا يُعَوَّل عليها وهو مثل استبعاد الكفرة إحياء العظام البالية وإعادة الخلق بعد إفنائهم والله تعالىٰ قادر ان يرينا صورته على حاله والماء على بطنه ويكون هو مُعَذَّباً كما انّا نشاهد الرجل به الوجع الشديد والالم العظيم وهو على صفته فإن قيل فمن اكلته السباع او أُحرِق وفُرِّق رماده كيف يسئل وكيف يرد إليه الروح؟ فيقال له ليس من شرط الحياة بنية مجتمعة ولا جثة كبيرة فإنّا نشاهد حيوانات صغيرة الجسم وإذا لم يكن كبر الجثة شرطاً فالله تعالىٰ يجمع منها جزءاً يعلمه ويردّ إليه الروح ويتوجه عليه السؤال والعقاب لو اراد معاقبته وليس ذلك بمستحيل (کتاب المغنی للامام المتولی ص ۵۶) عذاب قبر اور منکر نکیر کا سوال کرنا حق ہے اور ثابت ہے اس پر دلیل یہ ہے کہ قبر میں عذاب اور منکر نکیر کا سوال عقلاً محال نہیں اور اس پر نقلی دلیل بھی وارد ہے۔ لہٰذا اس کا اثبات ضروری ٹھہرا۔

<u>سوال</u>: ہم میت کا اس طرح مشاہدہ کرتے ہیں کہ اس میں کوئی تغیر نہیں ہوا۔ حتیٰ کہ اگر اس کے پیٹ پر پانی کا پیالہ رکھا ہوا تھا تو وہ اپنی حالت سے نہیں بدلتا۔

<u>جواب</u>: مشاہدہ سے اس قسم کی چیزیں جو عقل وفہم سے بعید سمجھی جاتی ہیں ان کا اعتبار نہیں اور یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ بوسیدہ ہڈیوں کا زندہ کرنا اور ان کے فنا ہونے کے بعد دوبارہ پیدا کرنا کافر لوگوں کے عقل وفہم بعید سمجھتے تھے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ وہ ہمیں میت کی صورت اس حالت میں دکھائے کہ میت اپنی حالت پر ہو اور پانی کا پیالہ اس کے پیٹ پر ہو اور اس کو اسی حالت میں عذاب بھی ہوتا رہے، جیسا کہ ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ ایک آدمی کو سخت درد ہوتا ہے، بڑی تکلیف ہوتی ہے، جب کہ اس کی ظاہری صورت بحال رہتی ہے اور اگر کوئی حیات قبر کا منکر یہ اعتراض کرے کہ جس کو درندے کھا جائیں یا وہ جلا دیا جائے اور اس کی راکھ کو بکھیر دیں تو اس سے کیسے سوال ہوگا؟ اس کی طرف روح کیسے لوٹائی جائے گی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حیات کے لئے یہ شرط نہیں کہ ڈھانچہ اکٹھا موجود ہو اور نہ یہ شرط ہے کہ جسم بڑا ہو، کیونکہ ہم دیکھتے ہیں ایسے حیوانات ہیں جن کے جسم چھوٹے ہیں اور جب جسم کا بڑا ہونا شرط نہیں تو اللہ تعالیٰ کو قدرت ہے کہ وہ اس کے اجزاء میں سے کوئی جزء جمع کر دے اور اس کی طرف روح کو لوٹا دے اور اس سے سوال ہو، اسی کو عذاب ہو تو یہ محال نہیں۔

<u>فائدہ</u>: یہ واضح قرینہ ہے کہ یہ جسم عنصری کے اجزاء ہیں اور جس جزء میں حیات پیدا کر کے عذاب ہوگا وہ جسم عنصری کا ہی جزء ہے، کیونکہ بدن مثالی میں نہ اجزاء تھے نہ اس کو جلایا گیا نہ اس کو درندوں نے کھایا۔ لہٰذا اس عبارت میں جسم عنصری اور جسم عنصری کے اجزاء کے متعلق حکم بیان ہوا ہے۔

شمس الائمہ سرخسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن احمد بن ابی سہل۔م ۴۸۳ھ)

۱۲۴...... مجاہد فی سبیل اللہ کے بارے میں حدیث میں ہے: اجیر من فتنة القبر (کہ اس کو قبر کے فتنہ سے پناہ دی گئی ہے) اس حدیث کے تحت شمس الائمہ سرخسی فرماتے ہیں: دَلِيلٌ لِأَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ عَلَى أَنَّ عَذَابَ الْقَبْرِ حَقٌّ فَإِنَّ الْفِتْنَةَ هُنَا بِمَعْنَى الْعَذَابِ قَالَ اللهُ تَعَالَى ذُوقُوا فِتْنَتَكُمْ (شرح السیر الکبیر ص ۸) اس میں اہل سنت والجماعت کی اس بات پر دلیل ہے کہ عذاب قبر حق ہے کیونکہ اس حدیث میں فتنہ بمعنی عذاب ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ تم چکھو اپنا عذاب۔

وزیر ابوشجاع شافعی رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن حسین بن عبداللہ۔وزیر ابن وزیر۔م ۴۸۸ھ)

۱۲۵...... فقیہ ابواسحاق شیرازی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد وزیر ابوشجاع کے متعلق ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: لما مرض مرض الموت حمل إلى مسجد رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فوقف بالحضرة وبكى وقال: يا رسول الله قال الله عز وجل وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاؤُكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّاباً رَحِيماً وقد جئت معترفا بذنوبي وجرائمي أرجو شفاعتك وبكى وتوفي من يومه ودفن بالبقيع عند قبر إبراهيم عليه السلام بعد أن صلى عليه بمسجد رسول الله ﷺ (المنتظم لابن الجوزی ج ۱۷ ص ۲۶، نیز کامل ابن اثیر ج ۸ ص ۳۹۵، مراۃ الزمان ج ۱۹ ص ۴۷۵، الوافی بالوفیات للصفدی ج ۳ ص ۵، البدایۃ والنہایہ ج ۱۲ ص ۱۸۵، التاریخ المعتبر ج ۳ ص ۲۲۱، وغیرہ) جب وزیر ابوشجاع مرض الوفات میں مبتلا ہوئے تو ان کو مسجد نبوی کی طرف اٹھا کر لے جایا گیا، روضہ اقدس پر کھڑے ہوئے اور رونے لگے اور کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ولو انهم اذ ظلموا الخ اور میں آپ کے پاس آیا ہوں اپنے گناہوں اور جرائم کا اعتراف کرتے ہوئے، میں آپ کی سفارش کی امید رکھتا ہوں یہ کہہ کر رونے لگ گئے اور اسی دن ان کی وفات ہوئی، مسجد نبوی میں ان کا جنازہ ہوا اور جنت البقیع میں صاحبزادہ ابراہیم علیہ السلام کی قبر کے پاس ان کی تدفین ہوئی۔

امام ابوالمظفر شافعی رحمۃ اللہ علیہ (منصور بن محمد، مروزی سمعانی۔م ۴۸۹ھ)

۱۲۶...... یہ بات سمجھ لیجئے کہ اہل سنت اور اہل بدعت کے درمیان فرق مسئلہ عقل کا ہے، کیونکہ انہوں نے اپنے دین کی بنیاد عقل پر رکھی اور وحی کی اتباع کو عقل کے تابع کیا اور اہل سنت کے ہاں اصل وحی کی اتباع ہے اور عقل وحی کے تابع ہے، اگر دین کی بنیاد عقل پر ہوتی تو مخلوق کو وحی اور انبیاء کی ضرورت نہ تھی۔ نیز اس صورت میں امر اور نہی کا مقصد بھی باطل ہو جاتا ہے اور عقل کی بنیاد پر جو آدمی بھی جو چاہتا وہی کہتا...... اور ہم نے جب غور وفکر کیا تو بہت سے امور جو دین میں وارد ہوئے ہیں ہم عقل کے ساتھ ان کے حقائق کا ادراک نہیں کر سکتے جیسے اللہ عزوجل کی صفات، عذاب قبر، منکر نکیر کا سوال، حوض کوثر، میزان اعمال، پل صراط اور جنت ونار کی صفات وغیرہ، لیکن جب ان کا حکم شریعت میں آ گیا تو ان کا قبول کرنا اور ان پر ایمان لانا فرض ہے اور جب امور دین میں سے کوئی چیز ہم سنیں اور عقل سے بھی اس کو سمجھ لیں تو اس پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ یہ اُسی کی توفیق سے ہوا اور جس کا ہم اپنی عقل سے

ادراک نہ کرسکیں اور ہماری عقلیں اس تک نہ پہنچ سکیں تو ہم اس پر ایمان لاتے ہیں، اس کی تصدیق کرتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہے اور اس بارے میں ہم اللہ کی مشیت اور اللہ کے علم پر اکتفاء کرتے ہیں۔ (الانتصار لاصحاب الحدیث ص ۸۱)

امام بزدوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (ابوالیسر محمد بن محمد بن عبدالکریم۔م ۴۹۳ھ)

۱۲۷...... فان قالوا تعذیب المیت مستحیل فان الالم لا یحصل الا بالحیاۃ فانه لا الم الا بالعلم ولا علم الا بالحیاۃ فنقول عند اهل السنة والجماعة یحییهم الله تعالیٰ فیعذبهم وهم احیاء فان قالو الخلاف فی تعذیب المیت وبه ورد الاخبار علی زعمکم فانه روی یعذب المیت ببکاء اهله فنقول ارید به میت فی حقنا فان فی حقنا هو میت و کذا فی حق احکام الله تعالیٰ (اصول الدین ص ۱۶۴) اگر حیات قبر اور عذاب قبر کے منکرین یہ سوال کریں کہ میت کو عذاب دینا محال ہے کیونکہ درد اور تکلیف تب ہوتی ہے جب حیات ہو، کیونکہ تکلیف موقوف ہے علم و ادراک پر، بغیر حیات کے علم نہیں ہوسکتا، جب علم و ادراک نہیں تو تکلیف بھی نہیں ہوگی۔ ہم کہتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرتے ہیں پھر ان کو زندہ ہونے کی حالت میں عذاب دیتے ہیں اور اگر وہ یہ کہیں کہ حدیث میں تو ہے یعذب المیت، تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ ہمارے (مشاہدے کے) اعتبار سے میت ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے جو مردہ کے بارے میں احکامات ہیں اس کے اعتبار سے بھی میت ہے (لیکن سوال اور عذاب وثواب کے لحاظ سے اس کے اندر مخفی حیات موجود ہے)

۱۲۸...... سوال منکر ونکیر فی القبر حق عند اهل السنة والجماعة وهما ملکان یسئلان من مات بعد ما یحیی من ربك وما دینك ومن نبیك فیقدر المؤمن علی الجواب ولا یقدر الکافر وفیه احادیث کثیرة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی هذا الباب ان الملکین یجیئان فی القبر الی المیت ویحیی الله المیت فیسئلان عما ذکرنا وقد انکرت المعتزلة وعامة المبتدعة هذا (اصول الدین ص ۱۶۵) قبر میں منکر نکیر کا سوال اہل سنت والجماعت کے نزدیک حق ہے اور منکر نکیر دو فرشتے ہیں جو میت کے زندہ ہونے کے بعد اس سے سوال کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ پس مؤمن کو اللہ تعالیٰ جواب کی قدرت دے دیتے ہیں لیکن کافر کو جواب کی قدرت نہیں ہوتی اور اس بارے میں نبی علیہ السلام سے بہت سی احادیث وارد ہیں کہ دونوں فرشتے قبر میں میت کی طرف آتے ہیں، اللہ تعالیٰ میت کو زندہ کر دیتا ہے، پھر وہ دونوں فرشتے میت سے مذکورہ تین سوال کرتے ہیں، لیکن معتزلہ اور اکثر اہل بدعت اس کے منکر ہیں۔

چھٹی صدی

امام غزالی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (ابو حامد محمد بن محمد بن محمد۔م ۵۰۵ھ)

۱۲۹...... لا یتقبل ایمان عبد حتی یؤمن بما اخبر به بعد الموت واوله سؤال منکر ونکیر وهما شخصان مهیبان هائلان یقعدان العبد فی قبره سویاً ذا روح وجسد فیسالانه ... وان

یؤمن بعذاب القبر وانه حق وحکمه عدل علی الجسم والروح علی ما یشاء (احیاء علوم الدین ج ۱ ص ۹۱، نیز قواعد العقائد للغزالی ص ۶۴) آدمی کا ایمان تب قبول ہوگا جب وہ ان چیزوں پر ایمان رکھے جو موت کے بعد پیش آتی ہیں اور ان کی نبی علیہ السلام نے خبر دی ہے، ان میں سے پہلی چیز منکر نکیر کا سوال ہے اور منکر نکیر دو فرشتے ہیں ہیبت ناک اور خوفناک، جو بندے کو اس کے روح و جسم سمیت قبر میں بٹھاتے ہیں، اس سے سوال کرتے ہیں، اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ عذاب قبر پر ایمان رکھا جائے، عذاب قبر حق ہے اور اس کا حکم عدل پر مبنی ہے اور یہ عذاب روح و جسم پر واقع ہوتا ہے جیسے اللہ چاہتے ہیں۔

۱۳۰...... زَعَمُوا (ای المعتزلة) أنه لم یکن بالجسد وَاَوَّلُوا عَذَابَ الْقَبْرِ (احیاء علوم الدین ج ۱ ص ۱۰۴)

معتزلہ کا عقیدہ یہ ہے کہ عذاب قبر جسد کو نہیں ہوتا اس لئے انہوں نے عذاب قبر میں تاویل کی (کہ عذاب فقط روح کو ہوتا ہے)

۱۳۱...... الاَصْلُ الثَّالِثُ عَذَابُ الْقَبْرِ وَقد ورد الشَّرْعُ بِهٖ قَالَ اللہُ تَعَالٰی النَّارُ یعرضون عَلَیْهَا غدواً وعشیاً وَیَوْمَ تقوم السَّاعَةَ ادخلُوا آلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ واشتهر عَنْ رَسُولِ اللہِ ﷺ وَالسَّلَفِ الصَّالِحِ الِاسْتِعَاذَةَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَهُوَ مُمْکِنٌ فَیجب التَّصْدِیقُ بِهٖ ولا یمنع من التصدیق به تفرقُ اَجْزَاءِ الْمَیِّتِ فِی بطون السبَاعِ وحواصل الطُّیُورِ فَإِنَ الْمدرك لالم الْعَذَاب من الْحَیَوَان اَجزَاءِ مَخْصُوصَةٌ یقدر اللہ تَعَالٰی علی اِعَادَةِ الْاِدْرَاكِ اِلَیْهَا (احیاء علوم الدین ج ۱ ص ۱۱۴، قواعد العقائد ص ۲۲۱)

تیسرا عقیدہ عذاب قبر حق ہے، شریعت میں اس پر دلائل موجود ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: النار یعرضون علیها الخ اور رسول اللہ ﷺ اور سلف صالحین سے عذاب قبر سے استعاذہ مشہور ہے اور عذاب قبر ممکن ہے۔ پس اس کی تصدیق کرنا واجب ہے اور عذاب قبر کی تصدیق کرنے میں میت کے اجزاء کا درندوں کے پیٹوں اور پرندوں کے پوٹوں میں منتشر ہونا مانع نہیں، کیونکہ حیوانات میں عذاب کی تکلیف کا ادراک اجزاء مخصوصہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان اجزاء میں قوت ادراک لوٹانے پر قادر ہے۔

۱۳۲...... ثم عند الدفن قد ترد روحه الی الجسد لنوع آخر من العذاب (احیاء علوم الدین ج ۴ ص ۴۹۵)

پھر دفن کے وقت تحقیق میت کی روح جسد کی طرف لوٹا دی جاتی ہے ایک دوسری قسم کے عذاب کے لئے۔

۱۳۳...... واما عذاب القبر فقد دلت علیه قواطع الشرع إذ تواتر عن النبی ﷺ وعن الصحابة رضی اللہ عنہم بالاستعاذة منه ... وانما تنکره المعتزلة من حیث یقولون الخ (الاقتصاد ص ۱۱۷) عذاب قبر پر شریعت کے قطعی دلائل موجود ہیں، کیونکہ نبی علیہ السلام سے اور صحابہ کرام سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے عذاب قبر سے پناہ پکڑنا، اس کا صرف معتزلہ نے انکار کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہم میت کے جسم کا مشاہدہ کرتے ہیں، اس پر کوئی عذاب نظر نہیں آتا اور کبھی میت کو درندے چیر پھاڑ کر کھا لیتے ہیں اور یہ معتزلہ کا پاگل پن ہے، میت کے جسم کے مشاہدے والی بات کا جواب یہ ہے کہ وہ مشاہدہ کرتے ہیں جسم کے ظاہر کا اور عذاب کا ادراک کرتا ہے دل یا باطن کا کوئی جزء جس کیفیت کے ساتھ بھی ہو اور بدن کے ظاہر میں حرکت کا ظہور عذاب کے لئے شرط نہیں، جیسے دیکھنے والا سونے والے کے بدن کے ظاہر کی طرف دیکھتا ہے تو سونے والا احتلام کے وقت جس لذت کا ادراک کرتا ہے یا خواب میں مار پیٹ کی تکلیف کا ادراک کرتا ہے دیکھنے والا اس کا مشاہدہ نہیں کرتا۔ اگر سونے والا بیدار ہو جائے اور وہ اپنے خواب والے مشاہدے کی

اور اپنی خوابی تکالیف اور لذات کی اس آدمی کو خبر دے جس نے کبھی خواب میں یہ نہیں دیکھا تو وہ جلدی سے انکار کر دے گا، اس دعوے کی وجہ سے کہ اس کے جسم کا ظاہر تو پر سکون تھا، جیسا کہ معتزلہ نے بھی جسم کے ظاہر کے پر سکون ہونے کو دیکھ کر عذاب قبر کا انکار کیا ہے۔ رہی یہ بات کہ بعض دفعہ میت کو درندے کھا لیتے ہیں اس کا فیصلہ کن جواب یہ ہے کہ درندے کا پیٹ اس کے لئے قبر ہوگا اور اس کے کسی جزء کی طرف حیات کا لوٹانا جس کے ساتھ وہ عذاب کا ادراک کرے یہ ممکن ہے، کیونکہ تکلیف کا ادراک کرنے والا اپنے سارے بدن کے ساتھ تکلیف کا ادراک نہیں کرتا (بلکہ دل یا باطن کے کسی جزء کے ساتھ ادراک کرتا ہے) منکر نکیر کا سوال برحق ہے اس کی تصدیق واجب ہے، کیونکہ یہ ممکن بھی ہے اور شریعت میں اس کا حکم بھی وارد ہوا ہے، اس سوال جواب کے لئے ضروری ہے کہ منکر نکیر میں آواز یا بغیر آواز کے سوال سمجھانے کی قوت ہو اور میت میں سمجھنے کی قوت ہو اور یہ سمجھ حیات کے بغیر نہیں ہو سکتی اور انسان اپنے بدن کے تمام اجزاء کے ساتھ نہیں سمجھتا بلکہ اپنے دل کے باطن کے کسی جزء کے ساتھ سمجھتا ہے اور ایک جزء کا زندہ کرنا جس سے وہ سوال کو سمجھے اور جواب دے ممکن ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے، معترض کا یہ قول کہ ہم میت کو دیکھتے ہیں منکر نکیر ہمیں نظر نہیں آتے، نہ سوال میں ان کی آواز سنتے ہیں اور نہ جواب میں میت کی آواز سنتے ہیں، ان کے اس اعتراض کے مطابق ان پر لازم ہے کہ وہ نبی علیہ السلام کے جبریل کو دیکھنے کا، ان کی کلام کو سننے کا اور جبریل کے آپ ﷺ کے جواب کو سننے کا انکار کریں۔ (کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود ہوتے تھے لیکن وہ نہ جبریل کو دیکھتے نہ جبریل کی آواز سنتے نہ نبی علیہ السلام کے جواب کی آواز سنتے) لیکن جو شریعت کو ماننے والا ہے وہ اس کے انکار کی ہمت نہیں کر سکتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نبی علیہ السلام کے لئے جبریل کی آواز سننے اور اس کو دیکھنے کی قوت پیدا کر دیتے، لیکن جو آپ کے پاس حاضرین تھے ان میں یہ قوت پیدا نہیں کی اور نہ ہی حضرت عائشہ جو وحی کی برکات کے وقت آپ کے پاس حاضر تھیں ان میں آواز سننے کی اور دیکھنے کی قوت پیدا کی۔ پس اگر اس کا کوئی انکار کرتا ہے تو اس کی بنیاد اس کی بے دینی اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی وسعت کا انکار ہے...... ایسے آدمی کے لئے ہلاکت ہے جو اللہ تعالیٰ کی آسمان و زمین کے پیدا کرنے کی اور جو کچھ آسمان و زمین کے درمیان میں ہے یا آسمان و زمین میں عجائبات ہیں ان کے پیدا کرنے کی قدرت کے مقابلے میں ان چھوٹے امور کی قدرت کی وسعت کو نہیں مانتا۔

۱۳۴...... اذا جاء الاجل فرّق بین الروح والجسد واذا وضع المیت فی قبرہ اعیدت روحہ الی جسدہ لیجیب سؤال منکر و نکیر (النبر المسبوک ص ۱۲) جب موت کا وقت آ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ روح و جسم کے درمیان جدائی پیدا کر دیتے ہیں اور جب میت کو اس کی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو اس کی روح کو اس کے جسم کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے تاکہ وہ منکر نکیر کے سوال کا جواب دے سکے۔

۱۳۵...... عذاب قبر کی احادیث کی طرح بہت سی اس سلسلہ کی حکایات ہیں جو اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ اہل قبور کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جاتا ہے اور دلیل کے لئے یہ حدیث کافی ہے جو صاحب شرع (یعنی رسول اللہ ﷺ) نے ارشاد فرمائی ہے: یؤلم المیّت فی قبرہ کما یؤلم الحیّ فی بیتہ میت کو قبر میں اس طرح تکلیف دی جاتی ہے جیسے زندہ آدمی کو اس کے گھر میں تکلیف دی جاتی ہے اور نبی علیہ السلام نے میت کی ہڈیاں توڑنے سے منع فرمایا اور آپ ﷺ ایک ایسے آدمی کے پاس گزرے جو قبر کے کنارے پر بیٹھا ہوا تھا آپ نے اس کو منع فرمایا اور فرمایا: لا

تؤذوا الموتى في قبورهم قبروں میں مردوں کو تکلیف مت دو۔

(مجموعہ رسائل الامام الغزالی "رسالہ: الدرۃ الفاخرۃ فی کشف علوم الآخرۃ" ص ۵۱۷)

امام ابوالمعین نسفی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (میمون بن محمد۔م ۵۰۸ھ)

۱۳۶...... وهي متصلة بأجسادها فتعذب الأرواح وتتألم الأجساد منه كالشمس في السماء ونورها في الأرض (بحر الکلام للنسفی بحوالہ شرح الصدور وتفسیر مظہری سورہ انفطار) امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ روحیں اپنے جسموں کے ساتھ (غیر معلوم الکیفیت تعلق کے ساتھ) متصل ہوتی ہیں، اس لئے عذاب روحوں کو ہوتا ہے اور اس سے اجسام بھی تکلیف محسوس کرتے ہیں جیسا کہ سورج آسمان میں ہے اور اس کی روشنی زمین میں ہے۔

۱۳۷...... قبر میں کافروں کے لئے اور بعض نافرمان مؤمنوں کے لئے عذاب اور اہل طاعت کے لئے انعامات اور منکر نکیر کا سوال ثابت ہے: لورود الدلائل السمعية في ذلك اس بارے میں وحی کے دلائل موجود ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول: النار يعرضون عليها الخ یہی عذاب قبر ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان قوم نوح کے بارے میں اغرقوا فادخلوا نارا (وہ غرق کئے گئے پھر وہ آگ میں داخل کئے گئے) اور عربی میں فاء ترتیب کے لئے اور تعقیب بلا فصل کے لئے آتی ہے۔ لہٰذا غرق ہونے کے بعد پھر فوراً بغیر وقفے کے وہی غرق ہونے والے آگ میں داخل کر دیئے گئے اور یہ آگ میں داخل ہونا قیامت سے پہلے ہے اور یہی عذاب قبر ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث بھی مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوئی قبروں پر گزرے جن میں عذاب ہو رہا تھا...... اور ملکین کے بارے میں حدیث معروف ہے کہ منکر نکیر میت سے سوال کرتے ہیں اور ان کے پاس گرز ہوتے ہیں اور اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول: يكون معي عقلي؛ کیا میری عقل بحال ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کی عقل بحال ہوگی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یا رسول اللہ فإذاً أكفاهما پھر مجھے ان سے کوئی خوف نہیں...... اور جہم بن صفوان اور بعض معتزلہ کا انکار کرنا بے حقیقت ہے اور انکار کی یہ وجہ بیان کرنا کہ عذاب اور سوال جواب بغیر حیات کے محال ہے۔ حالانکہ یہ محال نہیں۔ کیونکہ جو چیز وحی کے دلائل کے ساتھ ثابت ہے اس کے رد کرنے کی اور انکار کرنے کی کوئی وجہ نہیں، نیز ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ میت میں ایک خاص قسم کی حیات لوٹا دے جس کے ساتھ وہ تکلیف یا لذت محسوس کر سکے...... جسم میں نوع من الحیاۃ (پورے جسم میں) روح کے اعادے کے بغیر ہے یا (پورے جسم میں) روح کے اعادے کے ساتھ ہے؟ اس پر کوئی واضح دلیل ثابت نہیں، اس لئے اس بارے میں (کہ اعادہ روح پورے جسم میں ہوتا ہے یا کسی ایک جزء میں) توقف کیا جائے گا۔ فاما اثبات حياة ما فلا توقف فيه لمشائخنا فان تعذيب من لا حياة له غير مستقيم عندنا لیکن میت میں خاص قسم کی حیات کے اثبات میں ہمارے مشائخ کا کوئی توقف نہیں کیونکہ جس میں حیات نہیں اس کو عذاب دینا ہمارے نزدیک درست نہیں۔ (التمہید ص ۱۳۲)

ابوالقاسم السعدی رحمۃ اللہ علیہ (م ۵۱۵ھ۔ غالباً یہ وہی ہیں جو ابن القَطّاع کے نام سے مشہور ہیں)

۱۳۸...... علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ابوالقاسم سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے: لا ينجو من ضغطة القبر صالح ولا

طالح غیر اَن الفرق بَین المُسلم وَالکَافِر دوَام الضغط للکَافِرِ وَحُصُول هٰذِہ الحَالَة لِلمُؤمن فِی اول نُزُولہ اِلیٰ قَبرہٖ ثمّ یعود اِلَی الانفساح لَہٗ فِیہِ قَالَ وَالمرَاد بضغطة القَبر التقاء جانبیہ علی جَسَد المَیّت (شرح الصدور للسیوطی ص ۱۱۴) قبر کے بھینچنے سے کوئی نیک و بد نہیں بچ سکتا، لیکن مسلم اور کافر کے درمیان فرق یہ ہے کہ کافر کے لئے قبر کا دبانا ہمیشہ ہمیشہ ہوتا ہے اور مؤمن کے لئے یہ حالت صرف قبر میں اترنے کے وقت شروع شروع میں ہوتی ہے پھر قبر کشادہ ہو جاتی ہے اور ابوالقاسم یہ بھی کہتے ہیں کہ قبر کے دبانے سے مراد ہے قبر کی دونوں جانبوں کا میت کے جسم پر ملنا۔ (لیکن مؤمن کے لئے شفیق ماں کی طرح محبت سے ملنا ہے جو حسب حالت کسی کو تھوڑا دباتی ہے اور کسی کو زیادہ اور کافر کے لئے ملنا بطور سزا کے ہے)

امام بغوی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (محی السنۃ، حسین بن مسعود بن محمد بن فراء۔ م ۵۱۶ھ)

۱۳۹...... امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ لَا یَسْتَنْزِہُ مِنَ الْبَوْلِ کی حدیث کے بعد لکھتے ہیں: وَالْحَدِیثُ یَدُلُّ عَلیٰ اِثْبَاتِ عَذَابِ الْقَبْرِ یہ حدیث عذاب قبر کے اثبات پر دلالت کرتی ہے۔ (شرح السنۃ للبغوی ج ۱ ص ۳۷۱) کیونکہ پیشاب سے نہ بچنے کی وجہ سے اسی زمینی قبر میں مدفون جسد عنصری کو عذاب ہو رہا تھا۔

۱۴۰...... امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے عذاب قبر کا باب قائم کیا اور اس پر قرآن کریم کی تین دلیلیں ذکر کی ہیں۔ (شرح السنۃ ج ۵ ص ۴۲۱)

۱۴۱...... امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے باب قائم کیا: ''قبر میں (منکر نکیر کے) سوال کا بیان۔'' اور اس کی دلیل یہ ذکر کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مسلمان سے قبر میں سوال کیا جاتا ہے، اس سے مراد منکر نکیر کا سوال ہے۔ (شرح السنۃ ج ۵ ص ۴۱۲)

فائدہ: اور یہ ظاہر ہے کہ عذاب قبر اور سوال جواب دونوں موقوف ہیں حیات پر۔

قاضی ابن رُشد الجد مالکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۵۲۰ھ)

۱۴۲...... والسنة تنقسم علی اربعة اقسام...وسنة لا یردها الا اهل الزیغ والتعطیل اذ قد اجمع اهل السنة علی تصحیحها وتاویلها کاحادیث الشفاعة والرؤیة وعذاب القبر وما اشبه ذلك (المقدمات الممهدات ج ۱ ص ۳۲) سنت (حدیث) چار قسم پر ہے......سنت کی ایک قسم وہ ہے جس کو صرف گمراہ لوگ ہی رد کرتے ہیں، کیونکہ اہل سنت کا ان کی صحت اور ان کی تاویل پر اجماع ہے جیسے نبی علیہ السلام کی شفاعت، رؤیت باری تعالیٰ، عذاب قبر اور موت کے بعد کے ان جیسے دیگر غیبی امور کی احادیث۔

امام ابن ابی یعلی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (ابن الفراء، ابوالحسین محمد بن محمد۔ م ۵۲۶ھ)

۱۴۳...... ابن ابی یعلی فرماتے ہیں کہ عذاب قبر پر اور منکر نکیر پر ایمان واجب ہے کیونکہ کتاب وسنت سے دونوں عقیدے ثابت ہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فان له معیشة ضنکا مفسرین کے نزدیک اس سے مراد عذاب قبر ہے اور نبی علیہ السلام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کہا آپ کا کیا حال ہوگا اُس وقت کہ قبر کے دو فرشتے امتحان والے آئیں گے جن کے رنگ سیاہ، آنکھیں نیلگوں، ان کی آنکھوں میں چمک ایسے ہوگی جیسے اچکنے والی بجلی اور ان کی آوازیں سخت

گرج کی مثل ہوں گی، اپنے بالوں کو روندیں گے اور اپنی داڑھوں کے ساتھ زمین کو کریدیں گے، ان کے ہاتھوں میں گرز ہوں گے، اگر وہ گرز دنیا میں جن وانس کو مارا جائے تو وہ مر جائیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اُس وقت میری کیا حالت ہوگی؟ آپ نے فرمایا جو آپ کی آج حالت ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اذًا اکفیکھما یارسول اللہ، اے اللہ کے رسول! آپ ان کے بارے میں میرا فکر نہ کریں۔ پھر امام ابن ابی یعلی عذاب قبر سے استعاذہ اور قبر کے دبوچنے کی حدیث لکھ کر فرماتے ہیں کہ درج ذیل امور پر ایمان لانا فرض ہے: صور اسرافیل کے ساتھ اٹھنا، عذاب قبر، ضغطہ قبر، قبر میں سوال جواب اور بعث بعد الموت من انکر ذالك فھو کافر اس کا منکر کافر ہے۔

(الاعتقاد لابن ابی یعلی ص ۳۲)

امام قوام السنۃ رحمۃ اللہ (ابو القاسم اسماعیل بن محمد، قرشی تیمی اصبہانی۔ م ۵۳۵ھ)

۱۴۴...... من ذکر عَذَابِ الْقَبْرِ وسؤال مُنکر وَنَکِیرِ والحوض وَالْمِیزَانِ والصراط وصفات الْجَنَّةِ وصفات النَّارِ و تخلید الْفَرِیقَیْنِ فیھمَا، اُمُور لَا ندرك حقائقھا بعقولنا، وَاِنَّمَا ورد الْاَمر بقبولھا والایمان بھَا (الحجة فی بیان المحجة ج ۱ ص ۴۴۷) امام ابو القاسم اپنے استاذ ابو المظفر کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ وہ امور جن کی حقیقت تک ہماری عقلوں کی رسائی نہیں ہم نے رسول اللہ ﷺ کی اتباع کر کے ان کی تصدیق کی اور ان پر ایمان لائے ہیں ان میں سے چند امور یہ ہیں، عذاب قبر، منکر نکیر کا سوال، حوض کوثر، میزان، پل صراط، جنت دوزخ کی صفات اور اہل جنت واہل دوزخ کا جنت ودوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ رہنا، ایسے امور پر وحی پر اعتماد کر کے ایمان لانا، ان کی تصدیق کرنا اور عقل کو چھوڑ دینا لازم ہے۔

۱۴۵...... امام ابو القاسم نے اپنی کتاب الحجہ میں تین عنوان قائم کئے ہیں۔ (۱) عذاب قبر کے منکرین پر رد۔ (۲) عذاب قبر اور منکر نکیر کے انکار کرنے والوں پر رد۔ (۳) ایک جگہ فصل کا عنوان قائم کر کے علماء سلف کا عقیدہ نقل کیا گیا ہے کہ عذاب قبر اور منکر نکیر کا سوال برحق ہے۔

امام مازری مالکی رحمۃ اللہ (ابو عبد اللہ محمد بن علی بن عمر تمیمی۔ م ۵۳۶ھ)

۱۴۶...... امام مازری فرماتے ہیں کہ اہل سنت کے نزدیک عذاب قبر ثابت ہے، کتاب وسنت سے اس پر دلائل ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے: النار یعرضون علیھا الخ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ربنا امتنا اثنتین واحییتنا اثنتین اور عقلاً بھی یہ بعید نہیں کہ باری تعالیٰ جسد کے بعض اجزاء میں حیات لوٹا دے اور محض عقل سے اس کو بعید سمجھنے کی وجہ سے اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے اس قول کی وجہ سے انکار کیا جا سکتا ہے کہ اللہ فرماتے ہیں: لا یذوقون فیھا الموت الا الموتة الاولی کیونکہ جس موت میں اس آیت سے حصر سمجھا جا رہا ہے یہ وہ موت ہے جس میں روح بڑی تکلیف اور سختی کے ساتھ نکالی جاتی ہے اور قبر والی موت اس طرح نہیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ: الا الموتة الاولی سے جنس موت مراد ہو مطلب یہ ہے کہ دنیا میں موت ہے، جنت میں موت نہیں ہوگی، اس کا یہ معنی نہیں کہ دنیا میں ایک ہی موت ہے، جب اس آیت میں یہ احتمالات ہیں تو اس کی وجہ سے

دوسری واضح آیات اور احادیث کو رد نہیں کیا جا سکتا۔ (المعلم بفوائد مسلم ج ٣ ص ٣٦٥)

مفسر جار اللہ زَمَخشَری رحمۃ اللہ علیہ (ابوالقاسم محمود بن عمرو ۔ م ٥٣٨ھ)

١٤٧...... علامہ زمخشری اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: وَلٰکِنۡ لَّا تَشۡعُرُوۡنَ کیف حالھم فی حیاتھم الخ یعنی شہداء زندہ ہیں لیکن ان کی حیات کی حالت اور کیفیت کا تم شعور نہیں رکھتے اور حسن بصری فرماتے ہیں کہ شہداء زندہ ہیں اور اللہ کے ہاں مقرب ہیں ان کے رزق ان کی روحوں پر پیش کئے جاتے ہیں تو راحت اور فرحت ان کے جسموں کی طرف بھی پہنچتی ہے، جیسا کہ آگ آل فرعون کی روحوں پر صبح شام پیش کی جاتی ہے اور درد ان کے جسموں کی طرف بھی پہنچتا ہے اور حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ شہداء کو جنت کے پھلوں کا رزق دیا جاتا ہے اور وہ اس کی خوشبو پالیتے ہیں حالانکہ وہ (حقیقی) جنت میں نہیں ہوتے اور علماء فرماتے ہیں کہ یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ شہید کے بکھرے ہوئے ذرات کو جمع کردے پھر ان کو زندہ کرے اور ان کی طرف نعمتیں پہنچائے اگرچہ وہ چیونٹی کے حجم میں ہوں۔

فائدہ: بکھرے ہوئے ذرات جسم عنصری کے ہوتے ہیں، جسم مثالی کے نہیں ہوتے۔

١٤٨...... علامہ زمخشری فرماتے ہیں: ومن مات فی ماء اوفی نار او اکلته السباع والطیر اصابه مایصیب المقبور من العذاب (تفسیر زمخشری ج ٤ ص ٦٢٠، سورہ نوح آیت ٢٥) جو آدمی پانی میں یا آگ میں مرجائے یا اس کو درندے اور پرندے کھا جائیں تو اس کو وہ عذاب پہنچتا ہے جو مدفون میت کو پہنچتا ہے۔

فائدہ: یہ سب صفات جسد عنصری کی ہیں، جسد مثالی کی نہیں۔

مفسر زاہد درواجکی رحمۃ اللہ علیہ (سیف الدین ابونصر احمد بن حسن بن احمد، بخاری ۔ م ٥٤٠ھ)

١٤٩...... وکنتم امواتا فاحیاکم فی الرحم ثم یمیتکم فی الدنیا ثم یحییکم فی القبر ثم الیه ترجعون فی القیامة تم بے جان تھے پس تمہیں ماں کے رحم میں زندہ کیا پھر تمہیں موت دیتا ہے دنیا میں پھر تمہیں زندہ کرتا ہے قبر میں، پھر قیامت میں تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ (تفسیر زاہدی ج ١ ص ٣٠، طبع احسن العلوم کراچی)

فائدہ: یہاں پر خطاب روح اور جسم دونوں کو ہے کیونکہ رحم میں روح اور جسم کے مجموعے کے لئے اِحیاء ثابت ہوتا ہے اور دنیا میں موت روح و جسم عنصری کے مجموعے پر واقع ہوتی ہے اور قیامت میں روح و جسم کا مجموعہ اللہ کی طرف لوٹے گا، تو قبر میں بھی روح و جسم کے مجموعہ کا اِحیاء ہوتا ہے اور ثواب و عذاب کی کارروائی بھی روح و جسم کے مجموعہ کو پیش آتی ہے۔

١٥٠...... وہی آیت رد است بر معتزلہ در اثبات عذاب گور (تفسیر زاہدی ج ١ ص ٣٠) اس آیت میں عذاب قبر کا اثبات ہے اور اس میں رد ہے معتزلہ پر۔ (جو جسم عنصری کے لئے عذاب کے منکر ہیں)

١٥١...... ثم القبر روضة من ریاض الجنة الخ پھر قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے، قبر کا باغ ہونا اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ثابت ہوتا ہے: من عمل صالحا فلانفسهم یمهدون جو نیک عمل کرتے ہیں وہ اپنے لئے جنت میں گھر تیار کرتے ہیں (یعنی ان کی قبر جنت کا باغ

بنتی ہے) اور قبر کا آگ کا گڑھا ہونا اس آیت سے ثابت ہے کہ نوح علیہ السلام کے قصہ میں ہے: اغرقوا فادخلوا نارا اور قوم فرعون کے قصہ میں ہے: النار یعرضون علیھا غدوا وعشیا یعنی فی حفرتھم یعنی قوم نوح کو آگ میں داخل کیا گیا اور قوم فرعون پر آگ پیش کی جاتی ہے تو یہ قبر کے گڑھے میں ہوتا ہے۔ (تفسیر زاہدی ج ۱ ص ۳۰)

مفسر ابن عطیہ مالکی رحمۃ اللہ علیہ (عبدالحق بن غالب اندلسی غرناطی۔م ۵۴۲ھ)

۱۵۲...... طبری نے قبر میں میت سے سوال و جواب کی کیفیت میں متعدد احادیث ذکر کی ہیں، ان میں سے ایک وہ حدیث ہے جو صحیح بخاری میں درج ہے اور قبر کا سوال و جواب دین اسلام کے عقائد میں سے ہے اور معتزلہ نے اس کا انکار کیا ہے، وہ اس کے قائل نہیں ہیں کہ قبر میں میت سے سوال کیا جاتا ہے۔ وجماعة السنة تقول ان الله یخلق لہ فی قبرہ ادراکات و تحصیلا الخ اور اہل سنت والجماعت کہتے ہیں بے شک اللہ تعالیٰ میت کے لئے اس کی قبر میں قوت ادراک اور حصول علم کی قوت پیدا کر دیتا ہے یا حیات متعارفہ کی صورت میں (یعنی روح جسم میں داخل ہو) یا روح کو متوجہ کرنے کے ساتھ اگرچہ جسم کے ساتھ عرف جیسا تلبس نہ ہو (یعنی روح جسم میں داخل نہ ہو)، ان میں سے ہر ایک پر اللہ کو قدرت ہے، مگر جو کچھ احادیث میں ہے وہ یہ ہے کہ میت جوتیوں کی کھسکھساہٹ سنتی ہے اور جب اس کو قبر میں بٹھایا جاتا ہے تو سورج کے غروب ہونے کے قریب جس طرح روشنی ہوتی ہے وہ اس جیسی روشنی دیکھتا ہے اور یہ بھی ہے کہ وہ فرشتوں سے ہم کلام ہوتا ہے اور اس کی روح کو اس کے جسم کی طرف لوٹایا جاتا ہے نوھذا کلہ یتضمن الحیاۃ یہ سارے امور میت کے جسم (عنصری) کی حیات پر دلالت کرتے ہیں۔
(تفسیر ابن عطیہ ج ۳ ص ۳۳۷)

امام طاہر حنفی رحمۃ اللہ علیہ (طاہر بن احمد بن عبدالرشید بخاری۔م ۵۴۲ھ)

۱۵۳...... جو آدمی نبی علیہ السلام کی شفاعت، کراماً کاتبین، عذاب قبر اور قیامت کے دن باری تعالیٰ کی رؤیت کا منکر ہو اس کے پیچھے نماز جائز نہیں لانہ کافر کیونکہ وہ کافر ہے۔ (خلاصۃ الفتاوی ج ۱ ص ۱۴۹)

قاضی ابن العربی مالکی رحمۃ اللہ علیہ (ابوبکر محمد بن عبداللہ معافری۔م ۵۴۳ھ)

۱۵۴...... ذکر عذاب القبر وھو اصل من اصول السنة لا ینکرہ الا غبی او ملحد الخ عذاب قبر اہل سنت کا بنیادی عقیدہ ہے اس کا انکار سوائے بے عقل اور بے دین کے کوئی نہیں کر سکتا، عذاب قبر کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بھی کیا ہے اور نبی علیہ السلام نے بھی اس کا تذکرہ بہت ساری احادیث میں کیا ہے اور آدمی جب سے پیدا ہوا جنت یا جہنم میں داخل ہونے تک پانچ مرتبہ اس کو موت و حیات کا معاملہ پایا جاتا ہے۔ (۱) میثاق کے دن صلب آدم میں۔ (۲) دنیا میں۔ (۳) قبر میں۔ (۴) آخرت میں۔ (۵) اور ابراہیم علیہ السلام کے حج کے اعلان کے وقت۔ (مؤلف نے تیسرا مرتبہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے) والثالثة فی القبر ولا یضیق عنھا الا حوصلة ملحد قبر میں حیات و موت ہے اور اس سے تنگ نہیں ہوتا مگر بے دین کا پوٹا۔ (یعنی بے دین اس بات کو قبول نہیں کرتا) (القبس شرح موطا ص ۳۸۴)

۱۵۵...... قولہ بِالغَدَاۃِ وَالعَشِیِّ یحتمل ان یرید کلّ غداۃ و کل عشی الخ میت پر صبح شام دوزخ یا جنت کا ٹھکانہ پیش کیا جاتا ہے، اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ ہر صبح اور ہر شام پیش ہوتا ہو اور یہ تب ہوسکتا ہے کہ میت کا کوئی ایک جزء زندہ ہو کیونکہ ہم صبح شام میت کا مشاہدہ کرتے ہیں اور یہ مشاہدہ پورے جسم کے زندہ ماننے میں اور پورے جسم کے اعادہ ماننے میں مانع ہے، لیکن اس میں مانع نہیں کہ جسم کے ایک جزء میں یا متعدد اجزاء میں حیات لوٹائی جائے اور اس کے ساتھ ہم کلام ہونا اور جنت و دوزخ کے ٹھکانے کا پیش ہونا صحیح ہو جائے۔ (المسالک شرح موطا ج ۳ ص ۵۹۵)

۱۵۶...... نبی علیہ السلام کا فرمان ہے: ولقد اوحی لی انکم تفتنون فی القبور اللہ کی قسم میری طرف وحی کی گئی ہے کہ تمہارا قبروں میں امتحان کیا جائے گا۔ فیہ دلیلٌ علی انَّ فِتْنَۃَ القبر حقٌّ لا رَیْبَ فیہ وقد اصطفقت علیہ اھل السُّنَّۃ والجماعۃ اس حدیث میں اس بات پر دلیل ہے کہ قبر کا سوال و جواب اور عذاب حق ہے اس میں کوئی شک نہیں، اس پر اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے اور اس پر دلیل صحیح احادیث اور قرآن کریم کی واضح آیات ہیں، احادیث اتنی زیادہ ہیں جن کو شمار نہیں کیا جاسکتا اور اتنی واضح اور اتنی مشہور ہیں کہ ان کا احاطہ نہیں ہوسکتا، منکر نکیر دو فرشتے ہیں جو قبر میں آتے ہیں، میت کی قبر پر جب مٹی برابر ہو جاتی ہے اور دفن کرنے والے لوٹتے ہیں تو فوراً وہ فرشتے میت کو بٹھاتے ہیں اور وہ لوٹنے والوں کی جوتیوں کی آہٹ کو سنتی ہے۔ مؤلف کہتے ہیں کہ عذاب قبر کے بارے میں ہم نے صحیح احادیث اور واضح آیات بیان کر دی ہیں اور وہ آیات صبح صادق کی مثل روشن ہیں۔ وانّہا اصلٌ من اصول السُّنَّۃِ الّتی اَطْبَقَتْ علیہا الاُمَّۃ اور ان آیات و احادیث میں جو عقیدہ بتایا گیا ہے یہ اہل سنت کے ان بنیادی عقائد میں سے ہے جن پر امت کا اجماع ہے اور یہ ایسا مسئلہ ہے کہ جس کا سوائے بے عقل جاہل اور بے دین کے کوئی انکار نہیں کرتا۔ (المسالک شرح موطا مالک ج ۳ ص ۲۹۷)

۱۵۷...... وعذاب القبر حق صدق بہ أھل السنۃ و کذبتہ المبتدعۃ وقد بیناہ فی أصول الدین ذکرہ اللہ فی کتابہ و تکاثرت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الروایات بہ والقدرۃ لہ واسعۃ وھو أول درجات الآخرۃ (عارضۃ الاحوذی ج ۱ ص ۹۰) عذاب قبر حق ہے، اہل سنت اس کی تصدیق کرتے ہیں اور اہل بدعت اس کی تکذیب کرتے ہیں، ہم نے اس کو ''اصول الدین'' میں تفصیل سے بیان کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر اپنی کتاب میں کیا ہے اور رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں روایات بہت زیادہ ہیں اور اللہ کی قدرت بہت وسیع ہے اور یہ آخرت کا پہلا درجہ ہے۔

قاضی عِیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ (اَبو الفضل عیاض بن موسیٰ الیحصبی السبتی۔ م ۵۴۴ھ)

۱۵۸...... حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے وصیت کی ثم اقیموا علی قبری قدر ما تُنحَرُ جزور (دفن کرنے کے بعد تم میری قبر کے پاس اتنی دیر ٹھہرے رہنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کیا جاتا ہے۔ الخ) قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں عذاب اور قبر کے سوال و جواب پر حجت ہے اور اس بات پر بھی حجت ہے کہ بے شک میت کو جب قبر میں داخل کر دیا جاتا ہے تو منکر نکیر کے سوال کے لئے اور ان کے امتحان کے لئے اس کی روح کو اس کی طرف پھیر دیا جاتا ہے، اُس وقت وہ میت جانتی بھی ہے اور سنتی بھی ہے اور اس پر انک لا تسمع الموتی کی وجہ

سے اعتراض نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ اس آیت کے معنی میں اختلاف ہے اور اس میں تاویل کا احتمال ہے (کہ اس آیت میں مطلق سماع کی نفی نہیں بلکہ سماع نافع اور سماع قبول کی نفی ہے یا مطلب یہ ہے کہ آپ اپنے دنیوی اسباب ووسائل کے تحت نہیں سنا سکتے لیکن اللہ اپنی قدرت کے ساتھ سناتے ہیں) نیز اس لئے بھی کہ عدم سماع کے اوقات سے سماع کے اوقات مستثنیٰ ہیں کیونکہ ان اوقات میں سماع احادیث صحیحہ کے ساتھ ثابت ہے۔ یعنی فتنۂ قبر اور منکر نکیر کے سوال کے وقت سماع اس آیت کے منافی نہیں۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۱ ص ۴۱۲)

۱۵۹...... قاضی عیاض رحمۃ اللہ امام مازری رحمۃ اللہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ: عذاب القبر ثابت عند اهل السنة الخ عذاب قبر اہل سنت کے نزدیک ثابت ہے اور اس پر احادیث موجود ہیں...... اور اللہ کی قدرت کی طرف دیکھتے ہوئے عقلاً یہ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ جسم کے بعض اجزاء میں حیات لوٹا دے، اگر کوئی ناقص العقل اس کو بعید سمجھتا ہے تو اس سے یہ عقلاً بعید نہیں ہو جاتا...... پھر خود قاضی عیاض رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ امام مسلم رحمۃ اللہ نے اس مقام میں عذاب قبر کے بارے میں بہت سی احادیث ذکر کی ہیں جن میں ایسے امور کا ذکر ہے جو حیات پر دلالت کرتے ہیں۔ (کیونکہ وہ حیات کے بغیر ثابت نہیں ہو سکتے) (۱) جن کو قبروں میں عذاب دیا جاتا ہے ان کی آواز کا سنانا۔ (۲) مردوں کا دفن کر کے لوٹنے والوں کی جوتیوں کی کھسکھساہٹ کا سننا۔ (۳) نبی علیہ السلام کا قلیب بدر میں پڑے ہوئے کافروں کے ساتھ کلام کرنا۔ (۴) نبی علیہ السلام کا فرمان: ما انتم باسمع منهم (کہ تم ان کافروں سے زیادہ سننے والے نہیں۔ (۵) میت سے منکر نکیر کا سوال۔ (۶) منکر نکیر کا میت کو بٹھانا۔ (۷) میت کا ان کو جواب دینا۔ (۸) میت کے لئے قبر کا فراخ ہونا۔ (۹) میت پر صبح شام اس کے دوزخ وجنت کے ٹھکانے کا پیش ہونا...... وان مذهب اهل السنة تصحيح هذه الاحاديث وامرارها على وجهها الصحة طرقها وقبول السلف لها الخ اور اہل سنت کا مذہب ہے ان احادیث کو صحیح قرار دینا اور ان کو ظاہر پر باقی رکھنا، کیونکہ ان کی اسناد صحیح ہیں اور سلف نے ان کو قبول کیا ہے، جب کہ سب خوارج، اکثر معتزلہ اور بعض مرجۂ نے ان کی مخالفت کی ہے، لیکن یہ درست نہیں کیونکہ اس میں کوئی استحالہ نہیں اور نہ یہ عقل کے خلاف ہے، ولكن المعذب الجسد بعينه بعد صرف الروح اليه او الى جزء منه اور بعینہٖ اسی جسد (عنصری) کو عذاب دیا جاتا ہے پورے جسم کی طرف یا اس کے ایک جزء کی طرف روح کو لوٹا کر...... اذ لا يصح الحس والالم واللذة الا من حي وان شاهدنا الجسد نحن على هيئته غير معذب فذلك لا يرد ما جاء كحال النائم کیونکہ لذت والم اور حس حیات کے بغیر صحیح نہیں اور اگر ہم جسم کا غیر معذب حالت پر مشاہدہ کرتے ہیں تو اس کی وجہ سے جو کچھ قرآن وحدیث میں آیا اس کو رد نہیں کیا جا سکتا، جیسا کہ سونے والے کی حالت ہے۔ (اکمال المعلم ج ۸ ص ۴۰۰) کہ سونے والے کو نیند میں راحت والم کے عجیب وغریب حالات پیش آتے ہیں، جاگنے کے بعد بعض دفعہ اس کے اثرات بھی بدن پر موجود ہوتے ہیں لیکن دیکھنے والے کو اس کا پتا نہیں ہوتا، وہ سمجھتا ہے کہ یہ سکون کے ساتھ ہے، اس کو کچھ نہیں ہو رہا۔

۱۶۰...... واما قوله فيفسح له في قبره الخ حدیث میں ہے کہ میت کے لئے قبر میں فراخی ہو جاتی ہے۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ فرماتے ہیں اس میں یہ احتمال ہے کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے اور فراخی کی صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی آنکھوں کے سامنے سے حجابات اٹھا دیتے ہیں اور میت وہاں تک دیکھتی ہے جہاں تک اللہ کا ارادہ

ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ قبر کی ظلمت اور قبر کی تنگی اس کو محسوس نہیں ہوتی اور یہ سب کچھ اس کی طرف روح کے لوٹانے اور اس میں حس وادراک پیدا ہونے کے بعد ہوتا ہے یا قبر کا فراخ ہونا رحمت وخوشحالی اور راحت ولذت کے حاصل ہونے کا عنوان ہے۔ جیسا کہ دعا کی جاتی ہے: برّد اللہ مضطجعہ وسقا قبرہ (اللہ اس کی قبر کو ٹھنڈا کرے اور اس کی قبر کو سیراب کرے)، تو اس میں ظاہری معنی مراد نہیں بلکہ یہ کنایہ ہے میت کی راحت رسانی سے۔ اسی طرح یہاں پر بھی قبر کا فراخ ہونا میت کی راحت اور اس کے خوش عیش ہونے سے کنایہ ہے۔ (اِکمال المعلم ج ۸ ص ۴۰۱)

فائدہ: تاہم یہ سب کچھ تبھی ہوسکتا ہے اور اس کی ضرورت بھی اسی وقت ہے جب میت میں حیات ہو۔

شَہرَستَانِی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (ابوالفتح محمد بن عبدالکریم، من فلاسفۃ الاسلام۔ م ۵۴۸ھ)

۱۶۱...... وما ورد من الاخبار عن الامور المستقبلة فی الآخرة مثل سؤال القبر والثواب والعقاب فیه... حق یجب الاعتراف بها واجراؤها علی ظاهرها اذلا استحالة فی وجودها (الملل والنحل ج ۱ ص ۱۰۲) آخرت میں پیش آنے والے امور کے متعلق جو کچھ احادیث میں وارد ہوا ہے جیسے قبر میں سوال اور ثواب وعذاب ...... یہ حق ہے، ان احادیث کا اعتراف کرنا اور ان کو ان کے ظاہر پر رکھنا واجب ہے کیونکہ ان کے وجود میں اور پیش آنے میں کوئی استحالہ نہیں۔

امام سَلْمَاسی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (ابوزکریا یحییٰ بن ابراہیم، ازدی، واعظ۔ م ۵۵۰ھ)

۱۶۲...... واجمعوا (ای السلف والخلف ای الصحابة والتابعون لهم باحسان، وائمة الامصار من الفقهاء واصحاب الحدیث وارباب الورع والتقوی) علی ان محمداً صلی اللہ علیہ وسلم رسول اللہ وخاتم انبیائه الخ سلف وخلف یعنی صحابہ، تابعین، فقہاء، محدثین اور اولیاء سب کا اس پر اجماع ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں ...... اور اس بات پر کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ ہیں، عالم ہیں، عظیم ترین ہستی ہیں اور ان کی روح اللہ کے پاس ہے اور اسی طرح تمام انبیاء بھی زندہ ہیں، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ نے شہداء کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں مقرب ہیں، ان کو رزق دیا جاتا ہے اور شہداء انبیاء سے درجہ میں کم ہیں، کیونکہ قرآنِ کریم میں شہداء کو تیسرے درجہ میں ذکر کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: ''یہ لوگ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا۔ یعنی انبیاء، صدیقین اور شہداء'' اور جب شہداء زندہ ہیں تو انبیاء جو ان سے درجات میں بلندتر ہیں بطریق اولیٰ زندہ ہوں گے۔ اس کے علاوہ اور بھی اس بارے میں احادیث صحیحہ موجود ہیں۔ (منازل الائمۃ الاربعۃ ص ۱۲۷)

امام عِمرَانِی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (ابوالحسین یحییٰ بن ابی الخیر۔ م ۵۵۸ھ)

۱۶۳...... بے شک عذاب قبر حق ہے اور قبر میں منکر نکیر کا سوال بھی برحق ہے ...... سورہ محمد میں ہے: سیهدیهم ویصلح بالهم اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ: سیهدیهم فی القبور عند مسالة منکر ونکیر الی القول الثابت بالتوحید. کہ اللہ تعالیٰ قبروں میں منکر نکیر کے سوال کے وقت کلمہ توحید کی طرف ان کی راہنمائی کرے گا اور یہی ہے اللہ تعالیٰ کا قول: یثبت اللہ الذین آمنوا الخ کہ اللہ ثابت قدم رکھتا ہے کلمہ طیبہ کی برکت سے دنیاوی

زندگی میں اور آخرت میں (یعنی قبر میں)، قول ثابت سے مراد ہے لا الہ الا اللہ، لیکن فرقہ قدریہ عذاب قبر اور منکر نکیر کے سوال کا انکار کرتے ہیں۔ (الانتصار فی الرد علی المعتزلۃ القدریۃ الاشرار ج۱ ص۱۰۰)

۱۶۴...... وعند اهل الحديث ان العذاب في القبر حق الخ محدثین کے نزدیک عذاب قبر اور قبر میں منکر نکیر کا سوال برحق ہے جیسا کہ احادیث سے یہ ثابت ہے۔ البتہ معتزلہ اور گمراہ لوگوں نے اس کا انکار کیا ہے اور ہماری دلیل اللہ تعالیٰ کا قول: يثبت الله الذين الخ اور حدیث براء ہے جس میں صراحت ہے: فتعاد روحه في جسده، یہ سب احادیث اگرچہ لفظاً مختلف ہیں لیکن معنًی متفق ہیں۔ (ملخصاً) (الانتصار ج۳ ص۷۰۹)

امام ابن هُبَیرہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (الوزیر یحییٰ بن محمد بن ہبیرۃ ذہلی شیبانی۔ م ۵۶۰ھ)

۱۶۵...... امام ابن ہبیرہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث نقل کی جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام کو ایک سرخ ٹیلے کے پاس قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے دیکھا اور آپ نے معراج کے موقع پر بیت المقدس کی طرف جاتے ہوئے دیکھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور موسیٰ علیہ السلام کو چھٹے یا ساتویں آسمان میں اکٹھا کیا، اس میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فضل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں: ليعرف صلى الله عليه وسلم- انه ليس في دفنه في الارض غضاضة ولا نزول عن مرتبة موسى تا کہ نبی علیہ السلام یہ بات جان لیں کہ زمین کے اندر دفن ہونے میں ذلت نہیں اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم موسیٰ علیہ السلام کے مرتبے سے کم ہیں (یعنی اس میں اشارہ ہے کہ آپ بھی قبر میں نماز پڑھیں گے) اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ (انبیاء کی طرح) انبیاء کی قبریں اہل ارض کے لئے امان کا ذریعہ ہیں اور دور دراز سے قبروں کی طرف آنے والوں کے لئے ثواب کا ذریعہ ہیں اور نبی علیہ السلام کا چھٹے آسمان میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھنا۔ اس سے معلوم ہوا کہ: انه انهزم من قبره قاصدًا الاجل مقدم رسول الله وتلقيه والاجتماع به الخ کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر سے اٹھ کر آئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال اور ملاقات کے ارادے سے تا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم موسیٰ علیہ السلام کا مقام و مرتبہ جان لیں اور موسیٰ علیہ السلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ اور ان کا اپنے رب کی طرف سب سے آگے گزر جانا جان لیں اور جو موسیٰ علیہ السلام نے قبر میں نماز پڑھی تو اس میں اشارہ ہے کہ دارِ آخرت لذتوں کے حصول کا گھر ہے (جس کی پہلی منزل قبر ہے) اور یہ کہ مؤمن اپنی نماز میں اور اپنی عبادت میں وہ لذت پاتا ہے کہ دنیا کی دوسری لذات اس کا مقابلہ نہیں کر سکتیں تو نماز اور عبادت میں انبیاء کو کس قدر لذات حاصل ہوتی ہوں گی۔ اس لئے نبی علیہ السلام کی نماز ان چیزوں میں سے ہے جن کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لذت حاصل کرتے تھے۔ پس بعد الوفات نبی علیہ السلام کا قبر میں نماز پڑھنا لذت حاصل کرنے کے لئے ہے، یہ نماز تکلیفی نہیں (اور واعبد ربك حتى ياتيك اليقين میں جس عبادت کے لئے موت کو غایت قرار دیا گیا ہے وہ عبادت تکلیفی ہے) اور اس لئے بھی کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (الافصاح عن معانی الصحاح ج۵ ص۳۷۴)

شیخ عبدالقادر جیلانی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (عبدالقادر بن موسیٰ بن عبداللہ۔ م ۵۶۱ھ)

۱۶۶...... جب مدینہ سے نکلنے کا ارادہ ہو تو مسجد نبوی میں آئے، تحیۃ المسجد پڑھنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی طرف آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کہے اور جو کچھ پہلی زیارت کے وقت کیا وہی اب کرے اور آپ کو الوداع

کہے اور آپ کے دوساتھیوں پر بھی اسی طرح سلام کرے اور الوداع کہے۔ (الغنیۃ لطالبی طریق الحق ج ۱ ص ۳۷)
فائدہ: قبر پر آ کر آپ ﷺ کو سلام کہنا اور الوداع کہنا دلیل ہے صاحبِ قبر کی حیات وسماع پر، ورنہ قبر پر آ کر سلام کرنا اور دور سے سلام کرنا برابر ہے۔

۱۶۷...... ونؤمن بأن منكرًا ونكيرًا إلى كل أحد ينزلان سوى النبيين الخ (الغنیہ ج ۱ ص ۹۹) اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ انبیاء کے علاوہ ہر ایک کی قبر میں منکر نکیر آتے ہیں، اس سے سوال کرتے ہیں اور اس کے عقیدے اور دین کا امتحان کرتے ہیں۔ پس میت کے جسد میں روح بھیجی جاتی ہے پھر اس کو بٹھایا جاتا ہے اور جب سوال جواب ہو جاتے ہیں تو بغیر تکلیف کے اس کی روح کو نکال لیا جاتا ہے۔

۱۶۸...... ونؤمن بأن الميت يعرف من يزوره اذا اتاه وآكده يوم الجمعة بعد طلوع الفجر قبل طلوع الشمس (ایضاً) اور ہم اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ میت اپنے زائر کو پہچانتی ہے اور جمعہ کے دن طلوع فجر کے بعد اور طلوع شمس سے پہلے میت کی پہچان زیادہ ہو جاتی ہے۔

۱۶۹...... والايمان بعذاب القبر وضغطته واجب الخ (ایضاً) اہل معاصی اور اہل کفر کے لئے عذاب قبر اور قبر کے ضغطہ (یعنی بھینچنا) پر ایمان لانا واجب ہے۔ اسی طرح اہل طاعت اور اہل ایمان کے لئے قبر میں راحت اور ثواب پر ایمان لانا واجب ہے، جب کہ اس کے برخلاف معتزلہ عذاب قبر اور منکر نکیر کے سوال کا انکار کرتے ہیں۔

۱۷۰...... شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ بالا عقائد کے اثبات پر درج ذیل دلائل پیش کئے ہیں۔ (۱) يثبت الله الذين آمنوا الخ۔ (۲) حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ اذا قبر احدكم الخ۔ (۳) حدیث عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یا عمر كيف انت الخ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث لکھنے کے بعد فرماتے ہیں: وهذا دليل ونص على ان ذالك بعد اعادة الروح لان عمر قال ومعي قلبي؟ فقال النبي ﷺ نعم۔ یہ اس بات پر صریح دلیل ہے کہ یہ سب کچھ روح کے جسد عنصری کی طرف لوٹانے کے بعد ہوتا ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا: کیا میرے ساتھ ہوگا میرا دل؟ نبی ﷺ نے فرمایا: جی ہاں۔ (۴) حدیث براء بن عازب رضی اللہ عنہ جس میں اعادۂ روح کا ذکر ہے۔ (۵) حدیث عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جس میں قبر کے ستر ہاتھ تک کشادہ ہونے کا ذکر ہے۔ یہ دلائل لکھنے کے بعد شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: فهذه الاخبار دالة على اثبات عذاب القبر ونعيمه یہ احادیث قبر کے عذاب وثواب کے اثبات پر دلالت کرتی ہیں۔ (ایضاً ص ۱۰۱)

۱۷۱...... سولی پر لٹکا ہوا اور جو جل جائے، غرق ہو جائے، جس کو درندے پرندے کھالیں اور اس کے اجزاء بکھر جائیں تو ان صورتوں میں منکرین عذاب قبر کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ہو سکتا ہے کہ مؤمن اور کافر کے جسد کے بعض حصہ سے سوال اور اس کے لئے ثواب وعذاب ہو اور باقی اجزاء کو نہ ہو اور جسم کے بعض حصے کو ثواب وعذاب ایسے ہی ہے جیسے کل بدن کو ہو اور یہ جواب بھی دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ضغطہ اور منکر نکیر کے سوال کے وقت متفرق اجزاء کو جمع کر دیتے ہیں جیسا کہ قیامت کے دن حشر اور حساب کے لئے متفرق اجزاء کو جمع کریں گے۔ (ایضاً ص ۱۰۱)

شیخ ابو نصر کرجی رحمۃ اللہ علیہ (عبد الواحد بن عبد الملک، الصوفی۔ م ۵۶۹ھ)

۱۷۲...... حَجَجْتُ عَلَى الانْفِرَادِ وَقَصَدْتُ الْمَدِينَةَ- صَلَوَاتُ اللهِ عَلَى سَاكِنِهَا- قَبْلَ الْحَجِّ لِزِيَارَةِ

النَّبِیِّ ﷺ الخ (تاریخ ابن النجار ص ۱۵۱) شیخ ابونصر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے اکیلے حج کا سفر کیا اور حج کرنے سے پہلے میں نے نبی کریم ﷺ کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ جانے کا ارادہ کیا تاکہ میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کی سعادت حاصل کروں۔ پس میں مدینہ منورہ میں داخل ہوا اور نبی کریم ﷺ کی زیارت کی اور حجرہ مبارک کے پاس بیٹھ گیا، ابھی بیٹھا ہی تھا کہ شیخ ابوبکر دیار بکری رحمۃ اللہ علیہ داخل ہوئے اور نبی کریم ﷺ کے چہرہ انور کے سامنے کھڑے ہو گئے اور کہا: السلام علیك یارسول الله، پس میں نے حجرہ مبارک سے آواز سنی وعلیك السلام یا ابابکر ۔ (شیخ ابونصر رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد کہتے ہیں) میں نے شیخ ابونصر رحمۃ اللہ علیہ سے مزید تسلی کے لئے پوچھا کہ حضرت! کیا واقعی آپ نے حضور ﷺ کا جواب سنا؟ شیخ ابونصر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں نے حجرہ مبارک کے اندر سے خود سنا وعلیك السلام یا ابابکر اور جو لوگ وہاں حاضر تھے انہوں نے بھی سنا۔

مؤرخ ابن عساکر شافعی رحمۃ اللہ علیہ (ابوالقاسم علی بن حسن بن ہبۃ اللہ۔م ۵۷۱ھ)

۱۷۳...... ابن عساکر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ بندے کا ایمان تب قبول ہوتا ہے جب وہ موت کے بعد پیش آنے والی سب چیزیں جن کی نبی کریم ﷺ نے خبر دی ہے ان پر یقین رکھے، ان میں سے پہلی چیز منکر نکیر کا سوال ہے اور یقعد ان العَبْدَ فِي قَبرہ سویا ذا روح وجسد یہ دونوں میت کو روح و جسم کے ساتھ قبر میں بٹھاتے ہیں، اس سے توحید و رسالت کے متعلق سوال کرتے ہیں، کہتے ہیں: من ربك، ما دینك، من نبیك اور ان کا سوال موت کے بعد فتنہ قبر کی ابتداء ہے۔ اسی طرح ایمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ عذاب قبر پر بھی ایمان لائے اور اس بات پر ایمان لائے کہ عذاب قبر برحق ہے اور اللہ کا فیصلہ عین انصاف ہے اور یہ عذاب روح و جسم دونوں پر واقع ہوتا ہے۔ (تبیین کذب المفتری فیما نسب الی الاشعری ص ۳۰۵)

۱۷۴...... وجحدوا عَذَاب الْقَبْر وَاَنَّ الْكُفَّار فِي قُبُورهم يُعَذَّبُونَ وَقد اجمع على ذٰلك الصَّحَابَةُ والتابعون (تبیین کذب المفتری ص ۱۵۶) معتزلہ نے عذاب قبر کا اور اس بات کا کہ کفار کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جاتا ہے انکار کیا ہے۔ حالانکہ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ کا اجماع ہے۔

سراج الدین فرغانی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (علی بن عثمان، اَوشی۔م ۵۷۵ھ)

۱۷۵...... وفی الاجداث عن توحید ربی ... سیبلی کل شخص بالسؤال (قصیدہ بدء الامالی مع شرح ضوء المعالی۔ مندرجہ مجموع رسائل ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ ج ۷ ص ۸۱) قبر میں ہر شخص کو آزمایا جائے گا رب تعالیٰ کی توحید کے متعلق سوال کے ذریعے۔

فائدہ: اَجداث جدث کی جمع ہے، اس کا معنی ہے زمینی قبریں، جیسے قرآن کریم میں: فَإِذَا هُم مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنسِلُونَ پس وہ زمینی قبروں سے اپنے رب کی طرف نکل کر آئیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ زمینی قبروں میں جو اجساد عنصریہ ہیں اُن سے سوال ہوتا ہے اور سوال کے ذریعے ان کو آزمایا جاتا ہے اور یہ موقوف ہے حیات پر۔ پس ثابت ہوا کہ قبروں کے اندر اجساد عنصریہ میں حیات ہے۔

۱۷۶...... وللکفار والفساق یقضی ... عذاب القبر من سوء الفعال (ایضا) کفار اور فساق کے لئے ان کے برے افعال کی وجہ سے عذاب قبر کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔

نورالدین صابونی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م ۵۸۰ھ)

۱۷۷...... ہم کہتے ہیں جس چیز کا وجود عقلاً ممکن ہو اور وحی کی دلیل بھی اس پر موجود ہو تو اس کا قبول کرنا اور اس پر ایمان لانا واجب ہے، اسی نوع سے ہے موت کے بعد قبر میں منکر نکیر کا سوال اور عذاب جو ہمارے نزدیک ثابت ہے برخلاف معتزلہ کے۔ انہوں نے انکار کیا ہے اور یہ سوال وعذاب ہوتا ہے حیات کے جسم کی طرف لوٹانے کے بعد۔

(البدایۃ فی اصول الدین ص ۱۵۸)

امام مرغینانی حنفی رحمۃ اللہ علیہ صاحب ہدایہ (ابوالحسن علی بن ابی بکر بن عبدالجلیل فرغانی۔م ۵۹۳ھ)

۱۷۸...... ومن یعذب فی القبر توضع فیہ الحیاۃ فی قول العامۃ (الہدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی ج ۲ ص ۳۳۶)
تمام علماء کا مذہب یہ ہے کہ جس کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے اس میں حیات پیدا کی جاتی ہے۔

جمال الدین غزنوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (احمد بن محمد۔م ۵۹۳ھ)

۱۷۹...... عذاب قبر حق ہے۔ اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے: النار یعرضون علیھا الخ...... ثبت عرض آل فِرْعَوْن علی النَّار قبل یَوْم الْقِیَامَۃ غدوا وعشیا وَلَیْسَ ذٰلِكَ اِلَّا عَذَابُ الْقَبْر آل فرعون کو صبح شام قیامت سے پہلے آگ پر پیش کرنا ثابت ہے اور یہی عذاب قبر ہے۔ (اصول الدین ص ۲۱۵)

۱۸۰...... رُجُوعُ الْحَیَاۃِ اِلَی الْمَیِّتِ فِی الْقَبْرِ کلھَا اَوْ بَعْضھَا بِقدر مَا یقدر العقل السُّؤَال وَ یفھم ویتلذذ بالاکرام اِن کَانَ مُؤمنا ویتالم بِالْعَذَابِ اِن کَانَ کَافِرًا لقَوْلہ تَعَالٰی رَبنَا امتنَا اثْنَتَیْنِ واحییتنا اثْنَتَیْنِ قبر میں میت کی طرف حیات کا لوٹنا پورے جسم میں ہے یا اس کے بعض حصہ میں ہے اتنی مقدار کے ساتھ کہ جس کے ساتھ عقل سوال کے سمجھنے اور جواب دینے پر قادر ہو جائے اور مؤمن انعام واکرام کی لذت حاصل کر سکے اور کافر عذاب کی تکلیف محسوس کر سکے، اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے: ربنا امتنا اثنتین واحییتنا اثنتین (ان میں ایک موت وحیات وہ ہے جو قبر میں پیش آتی ہے) (اصول الدین ص ۲۱۵)

۱۸۱...... منکر نکیر کا سوال حق ہے اس پر دلیل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: اے عمر! منکر نکیر کے سوال کے وقت آپ کا کیا حال ہوگا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا اے اللہ کے رسول! منکر نکیر کون ہیں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا وہ قبر کے دو فرشتے ہیں جن کی شکل وصورت خوفناک ہے اور وہ میت کو قبر میں بٹھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں: من ربك، ما دینك، من نبیك (اصول الدین ص ۲۱۵)

۱۸۲...... اَلْمَیِّت ینْتَفع بِمَا یھدی اِلَیْہِ من الْخیرَات وَالصَّدقَات (میت ان نیکیوں اور صدقات کے ساتھ نفع اٹھاتی ہے جن کا اس کی طرف ہدیہ بھیجا جائے۔ (اصول الدین ص ۲۱۸)

فائدہ: میت کا مصداق روح نہیں بلکہ اس کا مصداق جسم یا جسم وروح کا مجموعہ ہے کہ وہ دنیا کے اعتبار سے میت ہے، نفع اٹھانے کا تعلق فقط روح کے ساتھ نہیں بلکہ روح وجسم کے مجموعے کے ساتھ ہے۔

شیخ عبدالرزاق بن شیخ عبدالقادر جیلانی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۵۹۵ھ)

۱۸۳...... شیخ عبدالقادر جیلانی کے فرزند شیخ عبدالرزاق اپنی کتاب الاربعون الکیلانیۃ میں عنوان قائم کرتے ہیں: اَلْحَدِیْثُ الثَّانِیْ وَالْعِشْرُوْنَ عَذَابُ الْقَبْرِ بائیسویں حدیث عذاب قبر کے بیان میں، اس کے تحت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کی ہے کہ ایک دن نبی علیہ السلام گھبراہٹ کی حالت میں تشریف لائے اور فرمایا کہ اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ وہ تمہیں عذاب قبر کی آوازیں سنائے جیسا کہ اس نے مجھے سنائی ہیں۔

امام ابن جوزی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد۔م ۵۹۷ھ)

۱۸۴...... وقال ابن الجوزی تتبعت الاحادیث المتواترۃ فبلغت جملۃ منھا حدیث الشفاعۃ... وحدیث عذاب القبر امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے احادیث متواترہ کی جستجو کی تو حدیث شفاعت اور عذاب قبر کی احادیث کو متواتر پایا۔ (نظم المتناثر للکتانی ص ۲۰)

۱۸۵...... امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس آدمی کا ارادہ ہو ابراہیم علیہ السلام اور دوسرے انبیاء کی قبور کی زیارت کا تو اس کو چاہئے کہ وہ اپنی نیت خالص کرے اور اللہ تعالیٰ سے توفیق اور مدد کی دعا کرے اور دو رکعتیں پڑھے اور زیارت میں بے ادبی سے بچے فان الانبیاء احیاء فی قبورھم کیونکہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (تاریخ بیت المقدس ص ۸۷) تو جیسے زندہ نبی اور ولی کے پاس آدمی باادب ہو کر جاتا ہے، اسی طرح ان کی قبور پر بھی ادب کے ساتھ جائے اور زیارت کرے۔ کیونکہ وہ قبروں میں زندہ ہیں۔

حافظ عبدالغنی مقدسی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۰۰ھ)

۱۸۶...... صاحب سبل الہدیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ عبدالغنی مقدسی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھا ہے: سالت... عن صلاۃ نبینا وسیدنا المصطفی المرتضی سید الخلق فی الآخر والاولی باخوانہ النبیین والمرسلین، ھل صلی باجسادھم ام بارواحھم الخ اس کا حاصل یہ ہے کہ حافظ مقدسی سے سوال کیا گیا کہ اسراء کی رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء کے اجسام کو نماز پڑھائی تھی یا صرف ان کی ارواح کو؟ اس کے جواب میں حافظ مقدسی رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد دلائل سے ثابت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء کے اجساد کو نماز پڑھائی تھی نہ کہ صرف ارواح کو۔

(سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد ج ۱۲ ص ۳۶۰)

ساتویں صدی

امام رازی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (فخر الدین ابوعبداللہ محمد بن عمر تیمی رازی۔م ۶۰۶ھ)

۱۸۷...... سورہ بقرہ آیت: ۲۸، کیف تکفرون باللہ و کنتم امواتا. معتزلہ نے حیات قبر کی نفی پر اس آیت سے دلیل پکڑی کہ اس آیت میں حیات دنیا اور حیات آخرت کا ذکر ہے، حیات قبر کا ذکر نہیں۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے دو جواب دیئے ہیں: (۱) فَالْجَوَابُ لَمْ یَلْزَمْ مِنْ عَدَمِ الذِّکْرِ فِیْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃِ أَنْ لَا

تَکُونَ حَاصِلَۃً۔اس آیت میں حیات قبر کے عدم ذکر سے عدم لازم نہیں آتا۔(۲) ان اللہ تعالیٰ ذکر حیاۃ القبر فی ھذہ الآیۃ لان فی قولہ یحییکم لیس ھو الحیاۃ الدائمۃ والّا لِمَ صح ان یقول ثم الیہ ترجعون؟ لان کلمۃ ثم تقتضی التراخی والرجوع الی اللہ تعالیٰ حاصل عَقِبَ الحیاۃ الدائمۃ من غیر تراخ فلو جعلنا الآیۃ من ھذا الوجہ دلیلا علی حیاۃ القبر کان قریبا (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۳۷۵) اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حیات قبر کا ذکر فرمایا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قول یحییکم میں آخرت کی دائمی حیات مراد نہیں ہوسکتی، ورنہ تو اس کے بعد ثم الیہ ترجعون کا کوئی مقصد نہیں رہتا، کیونکہ ثم کا کلمہ تراخی (تاخیر) کا تقاضا کرتا ہے جب کہ قیامت کے دن حیات کے بعد فوراً اللہ کی طرف رجوع ہوگا (تو اس صورت میں ثم کا مفہوم باطل ہوجاتا ہے) اور اگر ہم ثم یحییکم سے حیات فی القبر مراد لیں اور ثم الیہ ترجعون سے قیامت کے دن کی حیات مراد لیں تو ثم کا مفہوم باطل نہیں ہوتا اور اس مفہوم کے اعتبار سے یہ آیت دلیل ہوگی حیات قبر پر اور اس اعتبار سے اس آیت کا حیات قبر پر دلیل ہونا قریب الی الفہم ہے۔

۱۸۸...... امام رازی رحمۃ اللہ علیہ منکرین عذاب قبر کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ سورہ مؤمن کی آیت: ربنا امتنا اثنتین واحییتنا اثنتین میں دو موتوں اور دو حیاتوں کا مصداق یہ ہے کہ پہلی موت دنیا والی اور دوسری موت وہ ہے جو نفخہ اولیٰ کے وقت ہوگی اور دو حیاتوں سے مراد قبر والی حیات اور قیامت کے دن کی حیات ہے۔ امام رازی فرماتے ہیں: ان مقصودھم تعدید اوقات البلاء والمحنۃ وھی اربعۃ: الموتۃ الاولی والحیاۃ فی القبر والموتۃ الثانیۃ والحیاۃ فی القیامۃ فھذہ الاربعۃ اوقات البلاء والمحنۃ فاما الحیاۃ فی الدنیا فلیست من اقسام اوقات البلاء والمحنۃ فلھذا السبب لم یذکروھا یہاں پر کفار کا مقصود یہ ہے کہ موت وحیات کے یہ چار اوقات ایسے ہیں جن میں انہوں نے سخت ابتلاء اور سخت مشقت کا سامنا کیا اور وہ چار اوقات یہ ہیں۔ (۱) دنیا میں موت کا وقت۔ (۲) قبر میں حیات کے بعد منکر نکیر کا سوال کا سخت ترین وقت (اسی کو احادیث میں فتنہ قبر کہا گیا ہے) (۳) اس کے بعد نفخہ اولیٰ کے وقت جو موت آئے گی وہ سخت ترین وقت ہوگا۔ (۴) پھر قیامت کے دن حیات حاصل ہوگی تو وہ بھی ہولناک منظر ہوگا۔ ان چار اوقات کے مقابلے میں دنیا کی حیات کا وقت اتنے ابتلاء اور مشقت کا نہیں (اس لئے اس آیت میں حیات دنیا مراد لینا کفار قائلین کے مقصد کے خلاف ہے، اس لئے وہ مراد نہیں ہوسکتی۔ پس اس سے حیات قبر اور حیات آخرت مراد ہے) اور امام رازی رحمۃ اللہ علیہ حیات قبر والے احتمال کو ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں: انا نرجح قولنا بالاحادیث الصحیحۃ الواردۃ فی عذاب القبر کہ جو احادیث صحیحہ عذاب قبر کے بارے میں وارد ہوئی ہیں ان کی وجہ سے حیات قبر والا احتمال راجح ہے۔ (تفسیر الرازی ج ۲۷ ص ۴۹۵)

ابن اثیر جزری شافعی رحمۃ اللہ علیہ (ابوالسعادات مجد الدین مبارک بن محمد۔م ۶۰۶ھ)

۱۸۹...... امام ابن اثیر نے تیسرا باب ان امور کے بارے میں قائم کیا ہے جو موت کے بعد پیش آتے ہیں، اس میں تین فصلیں ہیں پہلی فصل عذاب قبر کے بارے میں، دوسری منکر نکیر کے سوال کے بارے میں ہے۔

(جامع الاصول ج ۱۱ ص ۱۶۴)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ امام ابن اثیر کا عقیدہ وہی ہے جو اہل سنت والجماعت کا ہے۔

امام زین الدین ابن الموفق شافعی رحمۃ اللہ علیہ (ابومحمد بن عبدالرحمن، شارعی۔م ۶۱۵ھ)

۱۹۰...... امام زین الدین نے فصل قائم کی علم میت کے بارے میں: فصل فی علم المیت، اس کے تحت تین حدیثیں ذکر کی ہیں۔ (۱) میت لوٹنے والوں کی جوتیوں کی آہٹ سنتی ہے۔ گویا میت کو ان کے لوٹنے کا علم ہو گیا۔ (۲) قلیب بدر والی حدیث جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تو صراحتاً فرماتی ہیں: لیعلمون الآن اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ وجمہور صحابہ رضی اللہ عنہم اس کے قائل ہیں کہ کفار مقتولین نبی علیہ السلام کا کلام سن رہے تھے اور سننے سے ان کو بھی اس بات کا علم ہو گیا۔ (۳) یہ حدیث کہ میت اپنے غسل دینے والے کو اور اٹھانے والوں کو اور قبر میں داخل کرنے والوں کو پہچانتی ہے۔ (مرشد الزوار ج۱ ص۱۲۱)

فائدہ: یہ سب امور صاحبِ قبر کی حیات پر دلیل ہیں۔

۱۹۱...... امام زین الدین نے ایک اور فصل قائم کی جس میں دو چیزوں کا ذکر ہے، قبروں میں انبیاء کے نماز پڑھنے کا، دوسرا یہ کہ بعض شہداء کی قبریں کھولی گئیں تو ان کے جسموں میں کوئی تغیر نہیں آیا تھا اور اس حالت میں پائے گئے کہ وہ بوسیدہ نہیں ہوئے تھے اور خون بہہ رہا تھا۔ (مرشد الزوار الی قبور الابرار ج۱ ص۱۲۹)

فائدہ: نماز بھی حیات کا تقاضا کرتی ہے اور خون بھی زندہ کا جاری ہوتا ہے۔

امام ابن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ مقدسی۔م ۶۲۰ھ)

۱۹۲...... دفن کے بعد قبر کے پاس میت کی مغفرت کے لئے دعا کرنے کے لئے ٹھہرنا، اس کے متعلق امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا تو امام صاحب نے جواب دیا اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور احنف بن قیس رضی اللہ عنہ بھی ٹھہرے تھے اور ابوداود میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے کہ نبی علیہ السلام جب آدمی کے دفن سے فارغ ہو جاتے تو اس کی قبر پر ٹھہر جاتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیتے۔ اِسْتَغْفِرُوْا لِاَخِیْکُمْ وَاسْأَلُوْا لَهُ التَّثْبِیْتَ فَاِنَّهُ الْاٰنَ یُسْأَلُ اپنے بھائی کے لئے بخشش طلب کرو، اس کے لئے ثابت قدمی کی دعا کرو کہ اب اس سے سوال کیا جا رہا ہے...... اسی طرح جب حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ پر موت کا وقت آیا تو انہوں نے کہا کہ میری قبر کے پاس اتنی دیر بیٹھنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کیا جاتا ہے اور اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے، کیونکہ میں تمہارے ساتھ اُنس پکڑوں گا۔ (المغنی لابن قدامہ ج۲ ص۳۷۷)

۱۹۳...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت مستحب ہے...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: مَا مِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْهِ السَّلَامَ جو کوئی میری قبر کے پاس سلام کرے گا تو اللہ تعالیٰ میری روح کو متوجہ کر دے گا تاکہ میں سلام کا جواب دوں۔ (المغنی ج۳ ص۲۷۷)

فائدہ: اس حدیث سے ایک تو یہ ثابت ہوا کہ نبی علیہ السلام کی قبر کے پاس زیارت کے لئے آنے کی ترغیب ہے۔ دوسرا یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کیا جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں۔

۱۹۴...... جو آدمی مسجد نبوی میں داخل ہو اس کے لئے مستحب ہے کہ دایاں پاؤں پہلے رکھے پھر یہ کہے: بسم اللہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللہ الخ اور جب نکلے پھر بھی یہی کہے پھر نبی علیہ السلام کی قبر کے پاس آئے اور کہے:

السَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ الخ اور شہادتین کے بعد یہ کہے: اَشْهَدُ اَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ رِسَالَاتِ رَبِّكَ وَنَصَحْتَ لِاُمَّتِكَ وَدَعَوْتَ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَعَبَدْتَ اللهَ حَتّٰی اَتَاكَ الْیَقِیْنُ، فَصَلَّی اللهُ عَلَیْكَ كَثِیْرًا كَمَا یُحِبُّ رَبُّنَا وَیَرْضٰی... اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ قُلْتَ وَقَوْلُكَ الْحَقُ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَاءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوْا اللهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوْا اللهَ تَوَّابًا رَحِیْمًا وَقَدْ اَتَیْتُكَ مُسْتَغْفِرًا مِنْ ذُنُوْبِیْ مُسْتَشْفِعًا بِكَ اِلٰی رَبِّیْ (میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیئے اور امت کی خیر خواہی کی اور حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دی اور موت تک اللہ کی عبادت کی پس آپ پر اللہ اپنی شایانِ شان بہت رحمت کرے...... اے اللہ! تو نے کہا اور تیرا قول حق ہے: ولو انھم اذ ظلموا الخ جس وقت انہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا اگر وہ آپ کے پاس آتے اللہ سے بخشش طلب کرتے اور رسول بھی ان کے لئے بخشش طلب کرتا تو اللہ تعالیٰ کو پاتے توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا اور میں آپ کے پاس آیا ہوں اس حالت میں کہ اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرنے والا ہوں اور آپ کے ذریعے اپنے رب کی طرف سفارش طلب کرنے والا ہوں۔ پس اے رب! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو میرے لئے بخشش لازم کر دے جیسا کہ تو نے بخشش اس آدمی کے لئے لازم کی جو نبی علیہ السلام کی زندگی میں ان کے پاس آیا)......

ثُمَّ یَتَقَدَّمُ قَلِیْلًا وَیَقُوْلُ: السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا اَبَا بَكْرٍ الصِّدِّیْقِ، السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا عُمَرَ الْفَارُوْقِ، السَّلَامُ عَلَیْكُمَا یَا صَاحِبَیْ رَسُوْلِ اللهِ - صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ - وَضَجِیْعَیْهِ وَوَزِیْرَیْهِ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُه (پھر تھوڑا سا آگے بڑھ جائے اور کہے اے ابوبکر صدیق! آپ پر سلام، اے عمر فاروق! آپ پر سلام، اے رسول اللہ کے دو ساتھیو اور آپ ﷺ کے پاس لیٹے والو اور آپ ﷺ کے وزیرو! تم دونوں پر سلام اور اللہ کی رحمت اور اللہ کی برکتیں ہوں۔ (المغنی ج ۳ ص ۲۷۷)

فائدہ: قبر کے پاس خطاب کے صیغہ جات کے ساتھ کلام کرنا صلوۃ وسلام کے سماع کی دلیل ہے۔ ورنہ نہ قبر کے پاس آنے کی ضرورت تھی اور نہ ہی خطاب کے صیغے کے ساتھ کلام کرنے کی ضرورت تھی۔ پس قبر کے پاس آ کر خطاب کر کے کلام کرنا سماع صلوۃ وسلام کی دلیل ہے۔

شیخ علی فرنشی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۲۲ھ)

۱۹۵...... شیخ محمد بن حسن عراقی جو شیخ علی فرنشی کے خادم ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں شیخ علی کو شیخ ابو عمر کی قبر کے پاس لایا تو شیخ علی نے کہا: صَاحِبُ هٰذَا الْقَبْرِ حَیٌّ فِیْ قَبْرِهٖ اس قبر والا اپنی قبر میں زندہ ہے۔ (تاریخ الاسلام للذہبی ج ۱۳ ص ۶۷۷، طبقہ ۶۳)

عبدالرحمن مقدسی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (عبدالرحمن بن ابراہیم بن احمد۔ م ۶۲۴ھ)

۱۹۶...... (جو آدمی حج کرے اس کے لئے نبی کریم ﷺ اور آپ کے دونوں ساتھیوں کی قبر کی زیارت کرنا مستحب ہے) اور دلیل کے طور پر امام عبدالرحمن نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث نقل کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کوئی میری قبر کے پاس آ کر مجھ پر سلام کرے گا تو اللہ تعالیٰ میری روح کو متوجہ کر دے گا اور میں سلام کا جواب دوں گا۔ (العدۃ شرح العمدۃ ص ۲۳۱)

فائدہ: پس اس میں نبی علیہ السلام کی قبر کے پاس آ کر سلام کرنے اور آپ کے جواب حاصل کرنے کی ترغیب ہے۔

ابن قطان الفاسی مالکی رحمۃ اللہ علیہ (ابوالحسن علی بن محمد بن عبدالملک ۔ م ۶۲۸ھ)

۱۹۷...... اجمعوا ان عذاب القبر حق وعلی ان الناس یفتنون فی قبورھم بعد ان یحیوا فیھا الخ اہل سنت کا اس بات پر اجماع ہے کہ عذاب قبر حق ہے اور اس بات پر بھی اجماع ہے کہ لوگوں کا قبروں میں زندہ کرنے کے بعد امتحان کیا جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں سوال کے وقت ثابت قدم رکھتے ہیں اور اس پر بھی اجماع ہے کہ قبر میں جو موت آتی ہے اس میں تکلیف نہیں ہوتی۔ (الاقناع فی مسائل الاجماع ج۱ ص ۱۵)

فائدہ: قبر میں سوال جواب کے وقت روح کو جسم عنصری میں لوٹایا جاتا ہے، سوال جواب کے بعد روح کو جسم عنصری سے نکال کر علیین یا سجین میں ٹھہرایا جاتا ہے، اسی اخراج روح کو موت فی القبر سے تعبیر کیا گیا ہے، لیکن اس سے روح کے جسم عنصری کے ساتھ تعلق کی نفی نہیں ہوتی، روح کا جسم عنصری کے ساتھ تعلق باقی رہتا ہے اسی کی وجہ سے جسم عنصری میں بقدر ضرورت حیات باقی رہتی ہے۔

۱۹۸...... اجمع اھل الاسلام من اھل السنۃ علی ان عذاب القبر حق وعلی ان منکرًا ونکیرًا ملکی القبر حق وعلی ان الناس یفتنون فی قبورھم بعد ما یحیون فیھا الخ اہل اسلام یعنی اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ عذاب قبر حق ہے اور قبر کے دو فرشتے منکر نکیر بھی حق ہیں اور اس بات پر بھی اجماع ہے کہ لوگوں کو ان کی قبروں میں زندہ کرنے کے بعد ان کا امتحان کیا جاتا ہے۔ پس ان سے پوچھا جاتا ہے: من ربك، ما دینك، من نبیك پھر اللہ تعالیٰ کلمہ طیبہ کی برکت سے ایمان والوں کو دنیا کی زندگی میں اور آخرت (قبر) میں ثابت قدم رکھتا ہے اور ظالموں کو بھٹکا دیتا ہے۔ (الاقناع ج۱ ص ۵۰)

امام آمدی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (ابوالحسن سیدالدین علی بن ابی علی بن محمد ثعلبی ۔ م ۶۳۱ھ)

۱۹۹...... وَمذھب اھل الحق من الاسلامیین القَوْل بالحشر والنشر وَعَذَاب الْقَبْر ومسائلۃ منکر وَنَکِیر (غایۃ المرام فی علم الکلام ص ۲۹۳) اسلام کے ماننے والوں میں سے اہل حق کا مذہب ہے کہ حشر نشر، عذاب قبر اور منکر نکیر کے سوال کا عقیدہ رکھا جائے۔

۲۰۰...... وَعَذَاب الْقَبْر ومسائلته... وَقد وَردت بِهِ القواطع السمعیۃ والادلۃ الشَّرْعِیَّۃ من الکتاب وَالسّنۃ وَاِجْمَاع الْامۃ الخ عذاب قبر اور قبر کا سوال، اس پر وحی کے قطعی دلائل اور کتاب وسنت کے ادلہ شرعیہ قائم ہیں اور امت کے سلف وخلف کا اس پر اجماع بھی ہے اور کتاب وسنت کے ادلہ شرعیہ اور اجماع امت کی شہرت کی وجہ سے ان کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ لہٰذا اس کے مطابق جو نبی علیہ السلام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور علمائے امت سے شہرت کے ساتھ ثابت ہے، ان کی تصدیق کرنا، دل کی گہرائی سے اس کو قبول کرنا، اس کو تسلیم کرنا اور اس پر اعتماد کرنا ضروری ہے...... قال قائل من المعتزلۃ الخ مؤلف فرماتے ہیں کہ ایک طرف تو عذاب قبر کے بارے میں ایک عقلی شبہ ہے کہ میت کے عذاب کا نظر نہ آنا یا اس کو درندوں پرندوں کا کھا جانا بظاہر حیات اور عذاب قبر وغیرہ میں مانع ہے۔ دوسری طرف ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عذاب قبر سے خوف اور اس

سے پناہ مانگنا۔ نیز نبی علیہ السلام کا قول کہ آپ ﷺ دو قبروں پر گزرے اور فرمایا: انہما یعذبان اور اللہ تعالیٰ کا فرمان: النار یعرضون علیہا غدوا وعشیا اب ایک طرف عقلی شبہات ہیں اور دوسری طرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرامین ہیں، تو کیا اعتماد عقلی شبہات پر ہوگا یا اللہ و رسول کی بات پر؟ (غایۃ المرام ص ۳۰۱)

۲۰۱...... فمن ادرك بعقله حال النائم فی منامه الخ مؤلف عذاب قبر کی کیفیت ایک مثال سے سمجھاتے ہیں کہ جیسے سونے والا نیند کی حالت میں لذات اور تکالیف محسوس کرتا ہے اچھی یا بری چیزوں کے دیکھنے کی وجہ سے، لیکن اس کے ظاہری جسم پر سکون ہوتا ہے اور اس کے اعضاء بھی خاموش ہوتے ہیں۔ اسی طرح بخار والا یا کسی اور بیماری والا بعض دفعہ قوے کی حالت میں تکلیف محسوس کر رہا ہوتا ہے لیکن ظاہری جسم پُرسکون ہوتا ہے، اسی طرح میت کا بدن باطن کے اعتبار سے تکلیف محسوس کرے لیکن ظاہری جسم پرسکون ہو اور اس پر کوئی تکلیف کا اثر نظر نہ آئے تو یہ بھی ہوسکتا ہے اور یہ دونوں صورتوں میں ممکن ہے کہ بدن کے اجزاء اکٹھے ہوں یا بکھرے ہوئے ہوں، کیونکہ جو اللہ اجزاء کے اکٹھے ہونے کی حالت میں دیکھنے والوں کی آنکھوں سے پوشیدہ عذاب دے سکتا ہے تو اجزاء کے بکھرے ہوئے حالت میں بھی دے سکتا ہے اور عذاب قبر کے لئے یہ شرط نہیں کہ وہ محسوس بھی ہو۔ سمجھانے کے لئے دوسری مثال یہ دی کہ جیسے نزول وحی کے وقت نبی علیہ السلام جبریل کو دیکھتے اور اس کی آواز سنتے لیکن پاس بیٹھے ہوئے صحابہ رضی اللہ عنہم نہ جبریل علیہ السلام کو دیکھتے تھے نہ آواز سنتے تھے تو جیسے جبریل کے دیکھنے سے اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے پردہ ڈال دیا۔ اسی طرح مردہ پر بھی عذاب ہو لیکن اس کے دیکھنے میں اللہ نے آنکھوں کے آگے پردہ ڈال دیا ہو ایسا ہوسکتا ہے اور آنکھوں سے عذاب مخفی اس لئے بھی ہوتا ہے کہ انسان جو سمجھتا ہے اور جواب دیتا ہے تو وہ اپنے ظاہری اجزاء کے ساتھ نہیں بلکہ اللہ نے اس کے دل میں ایسے اجزاء رکھے ہیں جو سمجھتے ہیں اور وہی جواب دیتے ہیں، تو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ میت کے انہی مخفی اجزاء میں حیات پیدا کردے اور قوت فہم اور قوت جواب پیدا کردے اور جسم کا ظاہر جیسے زندگی میں فہم و جواب سے معطل تھا اسی طرح موت کے بعد بھی جسم کے ظاہر کو معطل رکھے۔ (غایۃ المرام ص ۳۰۱)

__فائدہ:__ مصنف کی یہ ساری تحقیق اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ قبر میں سوال جواب اور عذاب کا تعلق جسد عنصری کے ساتھ ہے بغیر جسم عنصری کے محض روح کے ساتھ نہیں، اسی لئے مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ولیس الخطاب والسوال لمجرد الروح الخ۔

۲۰۲...... وقد اتفق سلف الامة قبل ظهور الخلاف واكثرهم بعد ظهوره على اثبات احياء الموتى فى قبورهم ومسالة الملكين لهم وتسمية احدهما منكرا والآخر نكيرا وعلى اثبات عذاب القبر للمجرمين والكافرين الخ منکرین کے ظہور سے پہلے امت کے تمام اسلاف اور منکرین کے ظاہر ہونے کے بعد امت کے اکثر علماء درج ذیل عقائد پر متفق رہے ہیں۔ (۱) قبروں میں مردوں کو زندہ کرنا۔ (۲) قبروں میں مردوں سے منکر نکیر کا سوال کرنا۔ (۳) مجرمین اور کافرین کے لئے عذاب قبر کا اثبات۔ والدليل على احياء الموتى فى قبورهم قبل الاحياء للحشر قوله تعالىٰ ربنا امتنا الخ... انه ليسمع قرع نعالهم اس عبارت میں مصنف نے قیامت کے دن زندہ کرنے سے پہلے قبروں میں مردوں کے زندہ کرنے پر قرآنِ کریم سے دلیل پیش کی ربنا امتنا اثنتين اور حدیث پیش کی کہ قبر میں مردہ لوٹنے والوں کی جوتیوں کی کھسکھساہٹ سنتا ہے۔ یہ لکھ کر

مصنف فرماتے ہیں: وذلک بدون الحیاۃ غیر متصور اور یہ بغیر حیات کے ممکن نہیں۔ اسی طرح عذاب قبر کے اثبات پر بھی کتاب وسنت کی متعدد دلیلیں اجمالاً ذکر کر کے آگے منکرین کے عقلی شبہات کا تفصیلاً جواب دیا ہے۔
(ابکار الافکار فی اصول الدین ج ۴ ص ۳۴۲)

ابن دِحیۃ کَلبی سَبتی رحمۃ اللہ علیہ (ابو الخطاب عمر بن حسن بن علی، اندلسی۔م ۶۳۳ھ)

۲۰۳...... رسول اللہ ﷺ ایک قبر کے پاس گزرے، کھڑے ہوگئے، حضرت بلال کو کہا اے بلال! ھل تسمع ما اسمع کیا تو سن رہا ہے جو میں سن رہا ہوں؟ بلال رضی اللہ عنہ نے کہا میں کوئی چیز نہیں سن رہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: صاحب القبر یعذب اس قبر والے کو عذاب ہو رہا ہے، آپ نے اس کے متعلق پوچھا تو پتہ چلا کہ وہ یہودی ہے، یہ حدیث لکھ کر مؤلف فرماتے ہیں کہ یہ صحیح حدیث اور اس کے علاوہ متعدد احادیث جن پر صحت کا حکم لگایا گیا ہے ان میں اس بات کی صراحت ہے کہ قبر میں جس شخص کو عذاب دیا جاتا ہے اس کی چیخیں نکلتی ہیں جن کو جانور سنتے ہیں۔ اسی طرح لکھتے ہیں اور اسی کی وجہ سے آپ ﷺ کا خچر بدکا، ان حدیثوں میں میت کو بٹھانے کا ذکر ہے، مؤلف فرماتے ہیں نوالاقعاد انما یجری علی جسد المیت اور بٹھانے والا فعل میت کے جسد (عنصری) میں ہی جاری ہوتا ہے۔ (بدن مثالی یا اکیلی روح پر نہیں) وان المیت یعاین ذلک عیاناً وھو فی قبرہ اور میت یہ سب کچھ قبر میں اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ (الآیات البینات فی ذکر مافی اعضاء الرسول من المعجزات لابن دحیۃ ص ۲۴۸)

۲۰۴...... والاخبار فی عذاب القبر صحیحۃٌ متواترۃٌ لا یصح علیھا التواطؤ. وان لم یصح مثلھا لم یصح شیئٌ من امر الدین ولم ینف ھذا سوی الکفرۃ والزنادقۃ الملحدین عذاب قبر کے بارے میں احادیث صحیح اور متواتر ہیں، جن کے کذب پر متفق ہونا محال ہے اور اگر ان جیسی متواتر حدیثیں بھی صحیح نہ ہوں تو امور دین میں سے کوئی چیز بھی صحیح ثابت نہیں ہو سکتی اور سوائے کفار، زندیق اور بے دین لوگوں کے کسی نے بھی عذاب قبر کی نفی نہیں کی۔ (ایضاً)

۲۰۵...... ان الرب سبحانہ ابسط قدرۃً واقوی قوۃً واسرع فعلاً واحصی حساباً فھو یصرف ابصارنا عن جمیع ذلک ویغیبہ عنا عند کشف القبر الخ رب سبحانہ وتعالیٰ کی قدرت بڑی وسیع ہے، اللہ تعالیٰ بہت قدرت والے ہیں، جلدی کام کرنے والے ہیں اور حساب کتاب کا پورا پورا احاطہ کرنے والے ہیں۔ لہٰذا وہ اپنی قدرت کے ساتھ قبر کے سارے منظر سے ہماری آنکھوں کو پھیر دیتا ہے اور قبر کے کھولنے کے وقت ہم سے غائب کر دیتا ہے جس کی حکمت پر ہمیں رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس فرمان کے ساتھ آگاہ فرمایا: لولا ان لا تدافنوا الخ کہیں ایسا نہ ہو کہ عذاب قبر کو سننے کے بعد تم قبروں میں مردوں کو دفن کرنا ہی چھوڑ دو۔ (ایضاً)

۲۰۶...... وقول الفلاسفۃ انھا اشاراتٌ الی حالاتٍ ترد علی الروح من العذاب الروحانی وانھا لا حقائق لھا - سخم اللہ وجہ قائلھا - فلم یبق لقولھم وجہٌ مع الایمان بان اللہ سبحانہ ھو الواحد القھار الصانع المختار الذی یصرف الاشیاء علی مشیئتہ من غیر توقفٍ واقتصار اور فلاسفہ کی یہ بات کہ احادیث میں بیان کردہ احوال قبر میں اُن حالات کی طرف اشارات ہیں جو فقط روح کو پیش آتے ہیں۔ یعنی یہ محض عذاب روحانی ہے اور قبر میں ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ (جیسا کہ آج کل کے منکرین کا بھی یہی عقیدہ ہے) اللہ ایسا

عقیدہ رکھنے والے کے چہرے کو سیاہ کرے، جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ جو واحد قہار ہے، فاعل مختار ہے، اشیاء کو اپنی مشیت کے مطابق پھیرتا ہے بغیر کسی توقف کے، جس کا اللہ کی ان صفات پر ایمان ہے تو اس ایمان کے ساتھ اُن کے اس انکار والے قول کے صحت کی کوئی وجہ باقی نہیں رہتی ...... اور رسول اللہ ﷺ سے یہ بات ثابت ہے کہ جب جنازۃ (میت) کو اٹھا کر لے جاتے ہیں تو وہ کہہ رہی ہوتی ہے: قدمونی قدمونی اور نبی علیہ السلام نے صراحت فرمائی ہے کہ میت کی یہ آواز بعض سننے والے سنتے ہیں۔ (جیسے ملائکہ اور بہائم) اور بعض نہیں سنتے (جیسے انسان) ولم یقل ﷺ یسمع کلامھا لئلا یقول القائل تکلمت بلسان الحال (یہاں ایک اہم بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان لھا صوتا یسمعه اور یہ نہیں فرمایا کہ یسمع کلامھا کیونکہ ایک کلام ہوتی ہے۔ زبانِ قال کے ساتھ، دوسری کلام ہوتی ہے زبانِ حال کے ساتھ، اگر یسمع کلامھا ہوتا تو کوئی کہہ سکتا تھا کہ میت زبانِ قال کے ساتھ یہ نہیں کہہ رہی، زبانِ حال کے ساتھ کہہ رہی ہے، اس لئے حدیث میں ہے: ان لھا صوتا یسمعھا اور آواز زبانِ قال کے ساتھ نکلتی ہے زبانِ حال کے ساتھ نہیں تو آپ ﷺ نے آواز کا ذکر فرمایا تاکہ زبانِ حال والے احتمال کی گنجائش نہ رہے اور زبانِ قال والا احتمال متعین ہو جائے۔

۲۰۷ ...... وانما نادت الجنازۃ علی سریرھا بویلھا الخ اور کافر میت اپنی چارپائی پر یہ پکار رہی ہوتی ہے۔ یاویلھا ہائے ہلاکت مجھے کہاں لے جارہے ہو، یہ اس لئے کہہ رہی ہوتی ہے: لخوفھا من عذاب القبر الخ عذاب قبر کے خوف کی وجہ سے، جس سے رسول اللہ ﷺ نے ہمیں پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے۔

فائدہ: اور خوف زندہ کو ہوتا ہے، مردہ کو نہیں۔

۲۰۸ ...... والموضوع فی القبر او فی الخشبة ھو شخص المیت وھو الذی یکلمه الملکان، کان فی القبر او فی ای مکان، وھو الذی یضرب بمطارق من حدید یسمعھا من یلیه غیر الثقلین، کما بینه سید الکونین محمدؐ رسول اللہ ﷺ الذی یجب الوقوف عند ما یقوله فیما یتکلم فانه لا ینطق عن الھوی ولا یقول الا عن وحیٍ یوحی، واذا نص علی امرٍ فالحق فیما نصه والمخالف له غوی ان عمه او خصه، ولولا خشیة الاطالة والخروج الی الملالة لتلوت علیك کتاب اللہ العزیز الجبار ولرویت لك جمیع ما ثبت فی ذلك من صحیح الآثار قبر میں یا لکڑی میں رکھا ہوا میت کا جسم (عنصری) ہے اور اُسی جسم سے فرشتے کلام کرتے ہیں، خواہ قبر میں ہو یا جس جگہ میں ہو اور اسی کو لوہے کے گرزوں کے ساتھ مارا جاتا ہے جس کو سوائے جن وانس کے وہ مخلوق سنتی ہے جو اس کے قریب ہوتی ہے جیسا کہ اس کو سرور کائنات محمد رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا ہے اور آپ ﷺ کے بیان کی شان یہ ہے کہ جب سامنے آجائے تو آدمی اُسی پر جم جائے، کیونکہ آپ خواہش سے نہیں بولتے، جو کچھ فرماتے ہیں وہ وحی ہوتی ہے اور جب آپ ﷺ کسی چیز کی صراحت فرما دیں تو حق وہی ہے جو آپ نے صراحت فرمادی اور اس کی مخالفت کرنے والا گمراہ ہے، اگر طوالت اور تنگی میں پڑنے کا خوف نہ ہوتا تو میں کتاب اللہ کے دلائل کی آپ پر تلاوت کرتا اور تمام وہ صحیح حدیثیں روایت کرتا جو اس بارے میں ثابت ہیں ...... بے دین لوگوں نے کہا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک ہی جگہ میں بعض سننے والے سنیں اور دوسرے جو اس کے ساتھ ہیں وہ نہ سنیں، حالانکہ جو نہ سننے والے ہیں ان میں بھی سننے کی قوت ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اصل میں سننے میں صرف آلہ سماعت کا دخل نہیں بلکہ آلہ سماعت میں خود اللہ تعالیٰ سننے والی کیفیت جس کے لئے چاہتے

ہیں پیدا کرتے ہیں اور جس کے لئے چاہتے ہیں پیدا نہیں کرتے ،اس کے لئے محض آلہ سماعت کافی نہیں۔ (ایضاً)

ضیاء الدین مقدسی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن عبدالواحد بن احمد الصالحی ۔م ۶۴۳ھ)

۲۰۹...... ضیاء الدین مقدسی رحمۃ اللہ علیہ نے باب قائم کیا: باب ذکر الانبیاء علیہم السلام فی قبورھم اور اس کے تحت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی انبیاء علیہم السلام کی حیات فی القبور پر دو حدیثیں نقل کی ہیں۔ ایک موسیٰ علیہ السلام کا قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا، دوسری: الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون اور پہلی حدیث کو دوسری حدیث کے لئے شاہد قرار دیا ہے، فرماتے ہیں: شاھد لحدیث انس الذی تقدم (السنن والاحکام ج ۳ ص ۲۰۰)

ابن نَجّار شافعی رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن محمود بن حسن ۔م ۶۴۳ھ)

۲۱۰...... ابن نجار لکھتے ہیں: الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون قال البیھقی-ھذا حدیث صحیح (تتمۃ ذیل تاریخ بغداد، تحت ترجمۃ الفضل بن الحسن) انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں اور امام بیہقی نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

قاضی عبداللہ بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ (ابوالمکارم، سعدی، دمیاطی ۔م ۶۴۶ھ)

۲۱۱...... حکی لی الشیخ الصالح عبدالقادر التنیسی بثغر دمیاط قال کنت أمشی علی قاعدۃ الفقیر فدخلت إلی مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وسلمت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وشکوت لہ ضرری من الجوع الخ (وفاء الوفاء للسمھودی ج ۴ ص ۲۰۱) قاضی عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے شیخ صالح عبدالقادر تنیسی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا واقعہ بتایا، کہ میں فقراء کے متوکلانہ طریقہ پر چل رہا تھا کہ میں مدینہ منورہ میں داخل ہوا اور میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کیا اور آپ کے سامنے اپنی بھوک کی تکلیف کا ذکر کیا اور میں نے آپ کے سامنے گندم، گوشت اور کھجور کے طعام کی خواہش ظاہر کی، زیارت کے بعد میں ریاض الجنۃ میں آ گیا۔ اس میں نماز پڑھی اور وہیں سو گیا۔ پس اچانک ایک شخص نے مجھے نیند سے جگایا، میں بیدار ہوا اور اس کے ساتھ چل پڑا اور یہ نوجوان سیرت اور صورت کے اعتبار سے عمدہ تھا، اس نے ثرید کا ایک بڑا پیالہ مجھے پیش کیا جس پر بکری کا گوشت اور مختلف قسم کی کھجوروں کے تھال تھے اور مختلف قسم کی روٹیاں تھیں، میں نے کھانا کھایا اور اس نے گوشت، روٹی اور کھجور سے میرا تھیلا بھر دیا اور اس نے کہا کہ میں نماز چاشت کے بعد سویا ہوا تھا، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں آپ کے لئے یہ کھانا تیار کروں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے آپ کی طرف رہنمائی کی اور ریاض الجنۃ میں جو آپ کی جگہ ہے اس کی نشاندہی بھی کی اور آپ کے متعلق مجھے فرمایا کہ اس نے اِس طعام کا ارادہ کیا ہے اور اِسی کی خواہش کی ہے۔

ناصِری حنفی رحمۃ اللہ علیہ (بکیر بن نجم الدین، ترکی ۔م ۶۵۲ھ)

۲۱۲...... امام ناصری حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وقد تواترت الاخبار عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ثبوت عذاب القبر الخ. قبر کے عذاب وثواب کے ثبوت میں نبی علیہ السلام سے متواتر احادیث ہیں: لمن کان لذلک اھلا ثواب وعذاب اس میت کے لئے جو اس کا مستحق ہے اور یہی اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے۔ اس کے ثبوت کا عقیدہ

رکھنا واجب ہے۔ اسی طرح اہل سنت کا یہ عقیدہ کہ قبر میں میت سے منکر نکیر تین سوال کرتے ہیں، رب کے متعلق، دین کے متعلق اور نبی کے متعلق۔ نیز اہل سنت والجماعت کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے اور اس پر بھی نبی علیہ السلام کی متواتر احادیث ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس کے ثبوت پر اتفاق ہے اور اللہ تعالیٰ کا قول: یثبت اللہ الذین آمنوا الخ قبر میں منکر نکیر کے سوال کے بارے میں ہے۔ (النور اللامع والبرہان الساطع شرح العقیدۃ الطحاویۃ)

فائدہ: عذاب وثواب کا مستحق روح اور بدن عنصری ہے اور منکر نکیر کا سوال وجواب بھی روح اور بدن عنصری سے ہوگا، کیونکہ طاعت بھی روح اور بدن عنصری دونوں کرتے ہیں اور معصیت بھی روح اور بدن عنصری دونوں کرتے ہیں، اکیلی روح یا روح اور بدن مثالی نہ طاعت کرتے ہیں نہ معصیت، اس سے ثابت ہوا کہ قبر کا عذاب وثواب روح اور بدن عنصری دونوں کے لئے ہوتا ہے لیکن روح کے لئے اصالۃً اور بدن کے لئے تبعاً اور بدن عنصری کے لئے ثواب وعذاب اور سوال وجواب نیز قبر کا جنت یا دوزخ ہونا موقوف ہے حیات پر۔

۲۱۳...... فاذا تواتر الخبر عمن یخبر عن الوحی وجب قبوله والاعتقاد بثبوته ولا یتکلم الخ جب عذاب قبر اور منکر نکیر کی خبر وہ نبی دے رہے ہیں جو وحی کے ساتھ خبر دیتے ہیں تو ان کی خبر کا قبول کرنا اور اس کے ثبوت کا عقیدہ رکھنا واجب ہے اور ان کی کیفیت کے متعلق گفتگو نہ کی جائے۔ کیونکہ قبر میں عذاب وثواب کی کیفیت پر اور میت سے سوال وجواب کی کیفیت پر عقل مطلع نہیں ہوسکتی۔ اگرچہ عقلاً جائز ہے کہ انسان کے باطن میں بعض ایسے اجزاء ہوں جو فاسد نہ ہوں جیسا کہ ظاہری اجزاء جلدی فاسد ہوجاتے ہیں۔ جیسا کہ سبز درخت سے آگ نکالی جاتی ہے اور پتھر سے بغیر محنت مشقت کے پانی نکلتا ہے۔ حالانکہ آگ اور درخت میں اور اسی طرح پتھر اور پانی میں تضاد ہے کہ آگ اور پتھر گرم ہیں پانی ٹھنڈا ہے لیکن ایک ہی جسم میں دونوں اکٹھے ہیں۔ اسی طرح آگ پتھر میں پوشیدہ ہے اور اگر پتھر کو پیس لیا جائے تو چھپی ہوئی آگ نظر نہیں آتی لیکن جب اسی پتھر کو رگڑا جائے تو اس سے آگ کا نکلنا نظر آتا ہے۔ اسی طرح ایک انسان کا ظاہر ہے جو جلدی فاسد ہوجاتا ہے اور ایک اس کے باطنی اجزاء ہیں جو پوشیدہ ہیں اور جلدی فاسد نہیں ہوتے، اللہ تعالیٰ کی قدرت سے انہی باطنی اجزاء میں حیات پیدا ہوجاتی ہے اور انہی سے سوال وجواب اور عذاب وثواب ہوتا ہے۔ (النور اللامع)

سبط ابن الجوزی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (ابوالمظفر یوسف بن قزاوغلی۔م ۶۵۴ھ)

۲۱۴...... سبط ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں دو عقیدے ذکر کئے۔ (۱) قبر میں اجساد انبیاء کا متغیر نہ ہونا۔ حدیث میں ہے: ان اللہ حرم الخ، حدیث لکھ کر فرماتے ہیں: فکیف یتصوّر انه یتغیّر؟ پس یہ کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ نبی کا جسم متغیر ہوجاتا ہے۔ دوسری حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو بھی میرے اوپر سلام کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو متوجہ کرتا ہے تاکہ میں سلام کا جواب دوں۔ (مرآۃ الزمان فی تواریخ الاعیان ج ۱۳ ص ۱۷۲)

فائدہ: سلام اور سلام کا جواب موقوف ہے حیات پر۔

۲۱۵...... ومذهبُ جماعةٍ من العلماء انّ النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم حیٌّ فی قبرہ والواجب الاقرارُ بمثل هذا

لرسول اللہ ﷺ - تعظیماً لقدرہ الخ علماء کی جماعت کا مذہب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی عظمت شان کو ظاہر کرنے کے لئے اس عقیدے کا اقرار بھی ضروری ہے۔ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ تاریخی کتاب لکھنے کے بعد امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کتاب میرے علم میں آئی جس کا نام ہی اس عقیدے کو ظاہر کرتا ہے کتاب کا نام ہے حیاۃ الانبیاء فی قبورہم۔ اس میں امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد حدیثیں اپنے دعوے پر ذکر کی ہیں ان میں سے ایک حدیث یہ ہے: الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون (ایضاً)

حافظ منذری شافعی رحمۃ اللہ علیہ (عبدالعظیم بن عبدالقوی۔م ۶۵۶ھ)

۲۱۶..... حافظ منذری رحمۃ اللہ علیہ نے مختصر صحیح مسلم میں درج ذیل ابواب قائم کئے ہیں۔ (۱) جب آدمی فوت ہوجاتا ہے تو اس پر صبح شام اس کا دوزخ اور جنت کا ٹھکانہ پیش کیا جاتا ہے۔ (۲) جب بندے کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو فرشتے اس سے سوال کرتے ہیں۔ (عبد کا اطلاق روح وجسم عنصری کے مجموعے پر ہوتا ہے، اکیلی روح پر نہیں ہوتا) (۳) قبر میں سوال وجواب کے وقت اللہ مؤمن میت کو ثابت قدم رکھتے ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: یثبت اللہ الذین الخ۔ (۴) عذاب قبر کا اور اس سے پناہ مانگنے کا بیان۔ (۵) قبر میں یہود کا معذب ہونا۔ (۶) اہل قبور پر سلام کرنا اور ان پر رحم کھانا اور ان کے لئے دعا کرنا۔

فائدہ: اور یہ سارے امور حیات پر موقوف ہیں۔

ابوالعباس قرطبی مالکی رحمۃ اللہ علیہ (احمد بن عمر بن ابراہیم، صاحب مفہم۔م ۶۵۶ھ)

۲۱۷..... حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی وصیت والی حدیث میں چند فوائد ہیں۔ ان میں سے ایک فائدہ یہ ہے: انّ المیت تردّ علیہ روحہ ویسمع حسّ من ھو علی قبرہ وکلامھم الخ، میت پر اس کی روح لوٹا دی جاتی ہے اور وہ قبر پر موجود لوگوں کی آہٹ اور ان کی کلام سنتی ہے اور یہ کہ فرشتے اُس وقت میں اس سے سوال کرتے ہیں اور یہ سب کچھ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام سے سن کر فرمایا ہوگا۔ کیونکہ ایسی باتیں نبی علیہ السلام کی طرف سے ہی معلوم ہوسکتی ہیں۔ اس کے مطابق مناسب یہ ہے کہ میت کو قبر میں رکھنے کے وقت سوال کے جواب کی طرف اس کی رہنمائی کی جائے اور اُسے اس کی نصیحت کی جائے، اسے کہا جائے کہ کہہ دیجئے: اللہ ربی. الاسلام دینی. و محمد رسولی کیونکہ اس سے یہی سوال کیا جاتا ہے، جیسا کہ احادیث میں وارد ہوا ہے اور ہمارے ہاں قرطبہ میں یہ عمل جاری ہے، یوں کہا جاتا ہے تو کہہ: ھو محمد رسول اللہ اور یہ اُس پر مٹی گرانے کے وقت کہا جاتا ہے اور یہ: وما انت بمسمع من فی القبور اور فانک لا تسمع الموتی کے خلاف نہیں، کیونکہ نبی علیہ السلام نے بدر کے موقع پر اہل قلیب کو آواز دی اور ان کو سنایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کہا: ما انتم باسمع لما اقول منھم میں جو کچھ کہہ رہا ہوں تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں لیکن وہ جواب کی طاقت نہیں رکھتے، نیز آپ ﷺ نے میت کے بارے میں فرمایا: انہ یسمع قرع نعالھم اور یہ سننا اور نہ سننا علیحدہ علیحدہ وقت میں ہے (یعنی ان آیات میں سماع علی الدوام کی نفی ہے) پس بعض باتیں سنتے ہیں اور بعض باتیں نہیں سنتے، کسی وقت سُنتے ہیں اور کسی وقت نہیں سنتے۔ (المفہم ج ۱ ص ۳۳۲)

فائدہ: میت کا مصداق روح یا بدن مثالی نہیں بلکہ جسد عنصری ہے، اسی میں روح لوٹائی جاتی ہے اور لوگ اسی قبر کے پاس جاتے ہیں جس میں بدن عنصری مدفون ہوتا ہے اور وہی ان کی آہٹ کو محسوس کرتا ہے اور جب اس کے پاس کلام کرتے ہیں تو قبر میں پڑا ہوا جسد عنصری اپنے برزخی کانوں کے ساتھ کلام کو سنتا ہے۔

۲۱۸...... حدیث میں ہے کہ اہل قبور کو یوں سلام کیا جائے: السلام علیکم دار قوم مؤمنین، قرطبی فرماتے ہیں کہ اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی روحوں کو ان کی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔ پس وہ سلام سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں اور ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع صحیح حدیث ذکر کی ہے: مامن مسلم یمر بقبر اخیہ الخ (المفہم ج ا ص ۵۰۰)

۲۱۹...... وهذا الحديث وما في معناه يدل على صحة اعتقاد اهل السنة في عذاب القبر وانه حق ويرد على المبتدعة المخالفين في ذلك حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث (جس میں یہود کے لئے عذاب قبر کا ذکر ہے) اور جو حدیثیں اس کے ہم معنی ہیں۔ سب اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ عذابِ قبر کے بارے میں اہل سنت کا عقیدہ صحیح ہے اور عذاب قبر حق ہے اور اہل بدعت کی تردید ہوتی ہے جو اس عقیدے میں اہل سنت کی مخالفت کرنے والے ہیں۔ (المفہم ج ۲ ص ۲۰۷)

۲۲۰...... اور یہ حدیث (یعنی قبر میں موسیٰ علیہ السلام کو نماز پڑھتے دیکھا) اس حدیث کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیداری کی حالت میں موسیٰ علیہ السلام کو حقیقتاً نماز پڑھتے دیکھا اور اس پر بھی دلالت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں زندہ ہیں اور جیسے اپنی حیات میں نماز پڑھتے تھے قبر میں ویسے ہی نماز پڑھتے ہیں اور یہ سب کچھ ممکن ہے۔ اس میں کوئی چیز ایسی نہیں جو محال ہو۔ وقد صحّ ان الشهداء احياء يرزقون الخ اور یہ صحیح ہے کہ شہداء زندہ ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے اور بعض شہداء قبروں میں اس طرح پائے گئے کہ سالہا سال گزرنے کے باوجود اُن میں کوئی تغیر نہیں آیا۔ جیسا کہ ہم پہلے یہ ذکر کر چکے ہیں۔ واذا كان هذا في الشهداء كان في الانبياء احرى واولى جب شہداء کے بارے میں ہے کہ وہ زندہ ہیں تو انبیاء بطریق اولیٰ اس کے زیادہ لائق اور زیادہ حقدار ہیں...... وانّما ذلك بحكم الاكرام لهم والتشريف اور یہ نماز حکم تکلیفی کے طور پر نہیں بلکہ انبیاء کے اکرام اور اعزاز کے لئے ہے۔ (المفہم ج ٦ ص ۱۹۲)

۲۲۱...... موت عدم کا نام نہیں کیونکہ موت کی حقیقت یہ ہے: انتقال من حال الی حال ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہونا۔ (یعنی پہلے محسوس حیات والی حالت تھی اب مخفی اور باطنی حیات کی طرف منتقل ہو گئے) اس کی دلیل یہ ہے کہ شہداء کے بارے میں آتا ہے کہ وہ قتل اور موت کے بعد زندہ ہیں۔ اپنے رب کے ہاں مقرب ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے، اپنی ذات اور اللہ کی طرف سے عطا کردہ نعمتوں کی وجہ سے خوش ہیں۔ فهذه صفات الاحياء في الدّنيا واذا كان هذا في الشهداء كان الانبياء بذلك احق واولى اور یہ دنیا میں زندہ لوگوں کی صفات ہیں اور جب یہ مذکورہ صفات شہداء کے بارے میں ہیں تو انبیاء بطریق اولیٰ اس کے زیادہ حقدار ہیں، اس کے باوجود نبی علیہ السلام سے صحیح حدیث ہے کہ زمین انبیاء کے اجساد کو نہیں کھاتی اور یہ بھی حدیث ہے کہ اسراء کی رات بیت المقدس میں اور آسمانوں میں نبی علیہ السلام اور دیگر انبیاء اکٹھے ہوئے، خصوصاً موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ملاقات

ہوئی اور نبی علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کی روح کو آپ کی طرف متوجہ کر دیتے ہیں تا کہ آپ ﷺ سلام کرنے والے کے سلام کا جواب عطاء فرمائیں۔ اس کے علاوہ اسی مضمون کی اور بھی احادیث ہیں: وھو کثیر بحیث یحصل من جملتہ القطع بأن موت الانبیاء انما ھو راجع الی انھم غیبوا عنا بحیث لا ندرکھم وان کانوا موجودین احیاء، وذلک کالحال فی الملائکۃ فانھم موجودون احیاء ولا یراھم احدٌ من نوعنا الا من خصّہ اللہ بکرامۃ من اولیائہ اور وہ حدیثیں اتنی زیادہ ہیں کہ ان کے مجموعہ سے یہ یقین حاصل ہو جاتا ہے کہ انبیاء کی موت کی حقیقت یہ ہے کہ وہ ہم سے ایسے طور پر غائب کر دیئے گئے کہ وہ زندہ موجود ہیں لیکن ہم ان کی حیات کا ادراک نہیں کر سکتے اور یہ ایسے ہی ہے جیسے ملائکہ کی حالت ہے کہ وہ زندہ موجود ہیں لیکن ہم میں سے کوئی بھی ان کو دیکھ نہیں سکتا۔ اِلّا یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء میں سے کسی کو بطور کرامت کے رؤیتِ ملائکہ کی عظمت کے ساتھ مختص کر دے۔ (المفہم ج ۶ ص ۲۳۲)

۲۲۲...... قولہ فیراھما جمیعا یدل علی ان رؤیتہ لھما حقیقۃ بالعین الخ حدیث میں ہے کہ میت اپنے جنت دوزخ کے دونوں ٹھکانوں کو دیکھتی ہے۔ مؤلف اس پر لکھتے ہیں کہ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ میت کا ان دونوں ٹھکانوں کو دیکھنا حقیقتاً (برزخی) آنکھوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس کے مطابق یہ بھی ثابت ہوا کہ میت کو قبر میں حیات حقیقی کے ساتھ زندہ کیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ دیکھتی بھی ہے سنتی بھی ہے اور اس سے سوال کیا جاتا ہے اور وہ کلام کرتی ہے اور اس پر کتاب وسنت کے متعدد دلائل موجود ہیں اور اس جنت دوزخ کا ٹھکانہ دکھانے میں حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ دونوں ٹھکانے میت کو دکھاتا ہے تا کہ وہ اللہ کی نعمت کے مرتبے کو جان لے اور اس نعمت کو بھی جان لے کہ اللہ تعالیٰ نے جہنم کے عذاب سے اس کو بچا لیا ہے اور جنت کی اُس عزت اور عظمت کو بھی جان لے جو اللہ نے اس کو عطاء کی۔ (المفہم ج ۷ ص ۱۴۷)

شیخ ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ (جمال الدین احمد بن محمد۔ م ۶۵۹ھ)

۲۲۳...... یہ بات منقول ہے کہ شیخ ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ نے جس دن سے یہ حدیث سنی کہ قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے تو وہ انتہائی افسردہ اور غمگین رہتے تھے اور اس وعید کی وجہ سے بے چین رہتے تھے، لیکن جب فوت ہوئے اور جوار رحمت نصیب ہوئی تو کچھ دن گزرنے کے بعد عقیدت مندوں نے چاہا کہ ان کی قبر پر گنبد بنائیں تو انہوں نے ان کی قبر کو اکھیڑنا شروع کر دیا جب لحد کے قریب پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ قبر کے قبلہ جانب میں ایک سوراخ ہے جس سے بہشت کی خوشبو آ رہی ہے تو وہ اسی وقت دور ہو گئے اور انہوں نے اسی طرح ان کو چھپا دیا اور اوپر عمارت بنا دی...... ان کے بارے میں یہ بھی منقول ہے کہ فوت ہونے کے بعد ان کو خواب میں دیکھا گیا اور ان سے ان کا حال پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا جب مجھے قبر میں دفن کر دیا گیا تو عذاب والے فرشتے (منکر نکیر) آئے اور ان کے پیچھے دو فرشتے اور آئے انہوں نے اللہ کا پیغام پہنچایا کہ ہم نے اس کو بخش دیا ہے صلوۃ بروج والی دو رکعتوں کی وجہ سے جو مغرب کی نماز کے متصل بعد پڑھتا تھا اور ان میں فاتحہ کے بعد سورہ بروج اور سورہ طارق کی قرأت کرتا تھا۔ نیز آیت الکرسی کی وجہ سے جو فرض نماز کے بعد پڑھتا تھا۔ (اخبار الاخیار ص ۶۸)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ عذاب وثواب کی ساری کارروائی اسی زمینی قبر میں جسد عنصری کے ساتھ ہوتی ہے کہ قبر میں جسد عنصری مدفون ہوتا ہے اور ثواب وعذاب موقوف ہے حیات پر، نیز خوشبو کا فائدہ بھی تبھی ہے کہ جسد میں حیات ہو۔

فائدہ: اولیاء اللہ کی قبور پر جو گنبد نما عمارتیں بنی ہوئی ہیں ان کی اولیاء اللہ نے وصیت نہیں کی تھی، ان کی وفات بعد ان کے محبین نے ان کی محبت وعظمت کی وجہ سے یہ کارروائی کی جو خلاف شرع ہے اور اسراف ہے۔ البتہ نبی کریم ﷺ کا روضہ پاک اس سے مستثنیٰ ہے۔

سلطان العلماء شافعی رحمۃ اللہ (ابو محمد عز الدین بن عبد العزیز دمشقی۔ م ۶۶۰ھ)

۲۲۴...... تحقیق طلب بات یہ ہے کہ جب جبریل علیہ السلام حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کی صورت میں نبی علیہ السلام کے پاس وحی لے کر آتے تو ان کی روح کہاں ہوتی تھی؟ اگر تو چھ سو پروں والے اصلی جسم میں ہوتی تھی تو نبی علیہ السلام کے پاس نہ جبریل کی روح آئی اور نہ جبریل کا جسم آیا تو اس کو جبریل کی آمد کیسے کہا گیا؟ اور اگر جبریل کی روح دحیہ کے ہم شکل جسم میں ہوتی تھی تو کیا جبریل کا اصلی جسم چھ سو پروں والا زندہ رہا یا روح کے جدا ہونے کے بعد وہ مر گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں کوئی بُعد نہیں کہ پہلے جسم سے دحیہ کے ہم شکل جسم کی طرف روح منتقل ہو جائے لیکن اس سے اصلی جسم کے لئے موت لازم نہیں آتی، کیونکہ ارواح کے اجساد سے جدا ہونے کے بعد جو اجساد پر موت واقع ہوتی ہے یہ عقلی نہیں عادی ہے جس کو بطور عادت کے اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کی ارواح میں جاری کیا ہے۔ پس جبریل کی روح کے جدا ہونے کے باوجود اصلی جسم زندہ رہتا ہے۔ اس کے معارف میں اور اس کی طاعت میں کوئی کمی نہیں آتی۔ وَيَكُونُ انْتِقَالُ رُوحِهِ إِلَى الْجَسَدِ الثَّانِي كَانْتِقَالِ أَرْوَاحِ الشُّهَدَاءِ إِلَى أَجْوَافِ الطُّيُورِ الْخُضْرِ تَأْكُلُ تِلْكَ الطُّيُورُ مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّةِ وَتَشْرَبُ مِنْ أَنْهَارِهَا وَتَأْوِي إِلَى قَنَادِيلَ مُعَلَّقَةٍ بِالْعَرْشِ اور جبریل کی روح کا دحیہ کے ہم شکل جسم کی طرف لوٹنا ایسے ہی ہے، جیسا کہ شہداء کی ارواح کا منتقل ہونا سبز پرندوں کے پیٹوں کی طرف، وہ پرندے جنت کے پھل کھاتے ہیں۔ اس کی نہروں سے پیتے ہیں اور عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی قندیلوں کی طرف ٹھکانہ پکڑتے ہیں۔ (اس کے باوجود شہداء کے اصلی اجساد عنصریہ میں بوجہ معنوی تعلق حیات باقی رہتی ہے، ایسے ہی جبریل کی روح اصلی جسم سے دحیہ کے ہم شکل جسم کی طرف منتقل ہو جاتی ہے اور نبی علیہ السلام پر وحی پیش ہوتی ہے لیکن جبریل کا اصلی جسم زندہ رہتا ہے) اور مؤلف فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ اہل قبور کو ان لفظوں کے ساتھ سلام کریں: سَلَامٌ عَلَى أَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُؤْمِنِينَ پھر فرماتے ہیں: وَأَهْلُ الدَّارِ فِي عُرْفِ النَّاسِ مَنْ سَكَنَ الدَّارَ أَوْ كَانَ بِفَنَائِهَا اور اہل دار عرف عام میں ان کو کہا جاتا ہے جو گھر میں یا گھر کے صحن میں (زندہ حالت میں) ٹھہرے ہوئے ہوں۔ (پس جب اموات کو اہل الدیار کہا گیا ہے تو یہ تقاضا کرتا ہے کہ اموات اپنی قبور میں زندہ ہوں لہٰذا) نیز ہمیں عذاب قبر سے پناہ پکڑنے کا حکم دیا اور آپ ﷺ دو قبروں کے پاس گزرے اور فرمایا کہ ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور عذاب بھی کسی بڑے گناہ کی وجہ سے نہیں ہو رہا۔ (قواعد الاحکام ج ۲ ص ۲۳۵)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ زمینی قبروں والے زندہ ہیں اور ان کے اجساد عنصریہ کو عذاب دیا جاتا ہے کیونکہ نبی علیہ السلام انہی زمینی قبروں کے ساتھ گزرے تھے سات زمینوں کے نیچے سجین والی قبر کے ساتھ نہیں گزرے تھے۔

توزپشتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (ابوعبداللہ شہاب الدین فضل اللہ بن حسن۔م ۶۶۱ھ)

۲۲۵...... من جملہ عقائد کے ایک عقیدہ یہ ہے کہ شہداء کے بدن کو نہ زمین کھاتی ہے اور نہ وہ بوسیدہ ہوتا ہے اور جب اس کی قبر کو اکھیڑ کر دیکھا جائے تو اس کا بدن اپنی صحیح حالت پر ہوتا ہے اور تمام انبیاء کا حال بھی ایسے ہی ہے، کیونکہ صحیح حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے اجسام کو حرام کر دیا ہے۔ حتیٰ کہ هم احیاء فی قبورهم یصلون واول ہمہ پیغمبر ما برخیزد از گور (وہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں اور تمام انبیاء سے پہلے ہمارے پیغمبر پاک قبر سے اٹھیں گے) (المعتمد فی المعتقد باب دوم فصل چہارم)

فائدہ: یہ نہیں فرمایا کہ قبر سے زندہ ہوں گے بلکہ یہ فرمایا کہ قبر سے اٹھیں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اٹھنا ایسے ہی ہوگا جیسے سویا ہوا زندہ آدمی اٹھتا ہے۔

۲۲۶...... ومن الواضح المعلوم ان قبور الانبیاء علیہم السلام- لا تنبش ولو نبشت لم یزدها ذلك الا طهارة وقد نزه الله تعالیٰ اقدارهم عن ذلك وقال صلی اللہ علیہ وسلم ان الله حرم علی الارض اجساد الانبیاء. الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون اور یہ بات واضح طور پر معلوم ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی قبریں نہیں اکھیڑی جاتیں اور اگر بالفرض اکھیڑی جائیں تو اس سے قبروں میں طہارت کا ہی اضافہ محسوس ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مراتب کو اس نقص سے پاک رکھا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ نے زمین پر انبیاء کے اجساد کو حرام کر دیا ہے۔ نیز فرمایا کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں۔ (المیسر فی شرح مصابیح السنة ج ۱ ص ۲۰۴)

۲۲۷...... دفن کرنے کی سنتوں میں ہمیں یہ سنت نہیں ملی کہ میت کے لئے چادر بچھائی جائے اور نہ ہی خلفائے راشدین یا کسی صحابی سے یہ منقول ہے: ونری ذلك- والله اعلم- مما یستقیم فی حق نبی الله صلی اللہ علیہ وسلم ولا یستقیم فی حق غیره الخ اور ہم سمجھتے ہیں کہ چادر کا بچھانا ان چیزوں میں سے ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں درست ہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی دوسرے کے لئے درست نہیں۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم موت کے حکم میں امت سے ممتاز ہیں جیسا کہ موت کے بعض دوسرے احکام میں بھی امت سے امتیاز رکھتے ہیں اور یہ ہمارے نزدیک صحیح نص کے ساتھ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے اجساد کو کھائے اور نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں۔ نیز فرمایا: ونبی الله حی یرزق اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے رزق دیا جاتا ہے اور جس جسم کا اللہ کے حکم سے تغیر تبدیلی اور بوسیدہ ہونے سے محفوظ ہونا یقینی ہے، اُسی کا حق ہے کہ اس کے لئے چادر بچھائی جائے۔ کیونکہ وہ سبب جس کی وجہ سے زندہ کے لئے چادر یا بستر بچھایا جاتا ہے۔ (یعنی جسم کا یقینی طور محفوظ اور زندہ ہونا) موت کی وجہ سے نبی علیہ السلام سے وہ سبب زائل نہیں ہوا، نبی کے علاوہ کسی اور امتی کے حق میں یہ چیز یقینی طور پر متحقق نہیں۔ (المیسر ج ۲ ص ۳۹۵)

مفسر قرطبی مالکی رحمۃ اللہ علیہ (ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر انصاری خزرجی ۔م ۶۷۱ھ)

۲۲۸...... ربنا امتنا اثنتین واحییتنا اثنتین کے تحت لکھتے ہیں کہ علماء نے اس سے استدلال کیا ہے قبر کے سوال کے اثبات پر۔ (کیونکہ دو موتوں سے مراد دنیا والی موت اور مجھ اولیٰ کے وقت جو موت ہوگی اور دو حیاتوں سے مراد قبر کی حیات اور آخرت کی حیات ہے اور یہ دو موتیں اور دو حیاتیں روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کے لئے ہیں) وَلَوْ كَانَ الثَّوَابُ وَالْعِقَابُ لِلرُّوحِ دُونَ الْجَسَدِ فَمَا مَعْنَى الْإِحْيَاءِ وَالْإِمَاتَةِ اور اگر ثواب وعقاب فقط روح کے لئے ہو جسد کے لئے نہ ہو تو پھر احیاء اور اماتۃ کا کوئی معنی نہیں۔ کیونکہ روح اُن لوگوں کے نزدیک جو آخرت کے احکام کو روح کے ساتھ مختص کرتے ہیں نہ اس پر موت آتی ہے نہ وہ متغیر ہوتی ہے نہ فاسد ہوتی ہے اور یہ از خود (بلا روح) زندہ ہے۔ (یعنی اس کے لئے دوسرے روح کی ضرورت نہیں، ورنہ تسلسل فی الارواح لازم آتا ہے) (تفسیر قرطبی ج ۱۵ ص ۲۹۸)

۲۲۹...... باب ذکر حدیث البراء المشهور الجامع لاحوال الموتی الخ مؤلف نے اس باب میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث کو ذکر کیا ہے۔ یہ حدیث مُردوں کے احوال کے لئے جامع حدیث ہے جو مردوں کو قبض ارواح کے وقت اور قبروں میں پیش آتے ہیں۔ اس حدیث میں یہ ہے کہ: اعیدوه الی الارض. نیز فتعاد روحه فی جسده (التذکرۃ باحوال الموتی وامور الآخرۃ ص ۳۵۹)

۲۳۰...... الفصل الثانی: الایمان بعذاب القبر وفتنته واجب والتصدیق به لازم الخ دوسری فصل میں عذاب قبر اور سوال قبر پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کی تصدیق لازم ہے جیسا کہ سچے رسول نے اس کی خبر دی، اس کی صورت یہ ہے کہ اللہ مکلف بندے کو اس کی قبر میں زندہ کرتا ہے اس کی طرف حیات کو لوٹاتا ہے اور جو اس میں دنیا کے اندر عقل تھی وہی عقل عطاء کر دیتا ہے تاکہ اس سے سوال کیا جائے اور وہ جواب دے اور جو کچھ رب نے عطاء کیا اس کو سمجھے اور جو اکرام یا ذلت اس کے لئے قبر میں تیار کی گئی ہے اس کو بھی سمجھے، اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی واضح احادیث موجود ہیں، وهذا مذهب اهل السنة والذی علیه الجماعة من اهل الملة ولم تفهم الصحابة الذین نزل القرآن بلسانهم ولغتهم من نبیهم علیہ السلام غیر ما ذکرنا و کذلك التابعون بعدهم الی هلم جراً اور یہی اہل سنت اور ملت مسلمہ کا عقیدہ ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کی زبان اور لغت میں قرآن نازل ہوا، انہوں نے اپنے نبی علیہ السلام سے اس کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں سمجھی، اسی طرح ان کے بعد تابعین نے اور ان کے بعد کے تمام طبقات نے یہی کچھ سمجھا جو صحابہ نے سمجھا۔ اس کے بعد مؤلف نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے کہ جب نبی علیہ السلام نے ان کے سامنے منکر نکیر کے سوال کا ذکر کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا میری طرف میری عقل لوٹا دی جائے گی؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں لوٹا دی جائے گی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر مجھے ان کی پروا نہیں اور اگر وہ مجھ سے سوال کریں گے تو میں بھی ان سے سوال کروں گا، میں ان کو کہوں گا۔ ربی الله فمن ربکما میرا رب اللہ ہے تم دونوں کا رب کون ہے؟ اور براء رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: فتعاد روحه فی جسده اور مؤلف فرماتے ہیں: وحسبك دلیل کے طور پر یہی حدیث کافی ہے، بعض نے کہا ہے: ان السؤال والعذاب انما یکون علی الروح دون الجسد وما ذکرناه لك اَوَّلاً اصح سوال اور عذاب صرف روح پر واقع ہوتا ہے جسم پر واقع

نہیں ہوتا، (مؤلف فرماتے ہیں) ہم نے آپ کے سامنے پہلے جو کچھ ذکر کیا ہے وہی صحیح ہے۔ (ایضاً ص ۳۶۹)

۱۲۳۱...... انکرت الملحدۃ من تمذھب من الاسلامیین بمذھب الفلاسفۃ عذاب القبر وانہ لیس لہ حقیقۃ الخ اہل اسلام میں سے بعض ملحدین نے فلاسفہ کا مذہب اختیار کر کے روح وجسم کے عذاب وسوال کا انکار کیا ہے۔ فلاسفہ کا مذہب یہ ہے کہ عذاب قبر کی کوئی حقیقت نہیں، کیونکہ ہم نے قبر کھولی، نہ اس میں ملائکہ نظر آئے جن کے ہاتھ میں گرز ہوں اور نہ سانپ نظر آئے، نہ آگ نظر آئی اور جس حالت میں ہم نے ان کو رکھا وہ اسی حالت پر پڑے رہے اور ہم نے ان کی آنکھوں کے درمیان پارہ رکھا تو ہم نے اس کو بھی اسی حالت میں پایا، اگر ان کو بٹھایا جاتا اور ان کو مارا جاتا تو پارہ اپنی جگہ کیسے ٹھہرا رہا؟ نیز لحد تنگ ہوتی ہے اس میں اس کو کیسے بٹھایا جاتا ہے؟ اور اس میں فرشتے کیسے سما سکتے ہیں؟ وانما ذلک کلہ اشارۃ الی حالات ترد علی الروح من العذاب الروحانی وانہا لا حقائق لہا علی موضوع اللغۃ قبر کے عذاب کی کوئی حقیقت نہیں بلکہ یہ روحانی عذاب کے مختلف حالات کی طرف اشارہ ہے جو روح پر وارد ہوتے ہیں اور عربی لغت کے اعتبار سے اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ مؤلف ان کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے کتاب وسنت کے حوالے سے ذکر کیا ہے ہم ان سب پر ایمان رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ وہ ثواب وعذاب دیتے ہیں جو چاہتے ہیں، لیکن ہماری آنکھوں کو اس سے پھیر دیتے ہیں بلکہ اس کو ہم سے غائب کر دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت سے یہ سب کچھ بعید نہیں، کیونکہ وہ ہر ممکن چیز پر قادر ہے، کیونکہ اگر ہم چاہیں تو اس کی آنکھوں سے پارہ ہٹا دیں پھر ہم اس کو لٹا دیں اور اس کی آنکھوں کے درمیان دوبارہ پارہ رکھ دیں، اسی طرح یہ بھی ہمارے اختیار میں ہے کہ ہم قبر کو گہرا کر دیں، قبر کو فراخ کر دیں۔ حتیٰ کہ وہ اس میں کھڑا ہو جائے، اسی طرح یہ بھی ہمارے اختیار میں ہے کہ ہم قبر کو ایک ہاتھ سے ستر ہاتھ تک فراخ کر دیں۔ والرب سبحانہ ابسط منا قدرۃ واقوی منا قوۃ واسرع فعلاً واحصی منا حساباً انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون ولا رب لمن یدعی الاسلام الا من ھذہ صفتہ فاذا کشفنا نحن عن ذلک رد اللہ سبحانہ الامر علی ما کان. جب ہمارے اندر یہ قدرت واختیار ہے تو رب سبحانہ وتعالیٰ کی قدرت ہم سے زیادہ وسیع ہے اور ہم سے زیادہ قوت والا ہے اور ہم سے زیادہ جلدی کام کرنے والا ہے اور ہم سے زیادہ حساب کا احاطہ کرنے والا ہے، جب وہ کسی چیز کا ارادہ کر لیتا ہے تو اتنا حکم دینا کافی ہے۔ کن فیکون ہو جا، پس وہ ہو جاتا ہے اور اہل اسلام کا رب وہی ہو سکتا ہے جس کی یہی شان ہو، پس جب ہم قبر کو کھولتے ہیں تو اللہ تعالیٰ قبر کو اس حالت پر لوٹا دیتے ہیں جو شروع میں تھی۔ ہاں! اگر میت ہمارے درمیان رکھی ہوئی ہو تو اس میں کوئی مانع نہیں کہ دو فرشتے اس کے پاس آئیں اس سے سوال کریں اور حاضرین کو ان دونوں فرشتوں کی آمد کا شعور نہ ہو اور میت ان دونوں کو جواب دے اور حاضرین جواب نہ سن سکیں، اس کی مثال یہ ہے جیسے دو آدمی سو رہے ہوں، ایک ثواب پا رہا ہے دوسرا عذاب اٹھا رہا ہے، لیکن اردگرد جو بیدار لوگ ہیں ان میں سے کسی کو اس کا شعور نہ ہو، پھر جب وہ دونوں بیدار ہوں تو ہر ایک اپنی حالت کی خبر دے جس کا بیدار لوگوں کو شعور نہیں، رہا فرشتوں کا قبر میں آنا تو فرشتے اپنے اجزاء کی لطافت کی وجہ سے قبر میں داخل ہو سکتے ہیں اور بغیر قبر کے اکھیڑنے کے اہل قبور تک پہنچ سکتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ قبر کو اکھیڑتے ہوں پھر اللہ تعالیٰ ان قبروں کو ان کی پہلی حالت کی طرف ایسے طریقے سے لوٹا دے جس کا اہل دنیا ادراک نہ کر سکیں، نیز یہ بھی ممکن ہے کہ فرشتے قبروں کے نیچے سے داخل ہوں جن پر انسان کی نگاہ نہیں پہنچ سکتی۔

وبالجملة فاحوال المقابر واهلها على خلاف عادات اهل الدنيا في حياتهم فليس تنقاس احوال الآخرة على احوال الدنيا وهذا مما لا خلاف فيه خلاصہ یہ کہ قبور اور اہل قبور کے احوال اہل دنیا کی ان عادات کے خلاف ہیں جو ان کی دنیاوی زندگی میں عادات تھیں۔ (یعنی احوال قبر عام احوال عادیہ سے مختلف ہیں) اس لئے احوال آخرت کا احوال دنیا پر قیاس نہیں کیا جا سکتا اور اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں۔ (ایضاً)

فائدہ: احوال قبر کے منکرین جو احوال دنیا پر قیاس کر کے شکوک شبہات پیدا کرتے ہیں یہ جہاں قرآن وحدیث کے خلاف ہے وہاں عقل کے بھی خلاف ہے، یہ ایسا ہی قیاس ہے جیسے رسہ باندھ کر درخت سے اتارنے کا کوئی قیاس کرے کنویں سے گرے ہوئے شخص کو رسے کے ساتھ نکالنے پر۔

۲۳۲...... جس میت کا جسم سلامت ہو خواہ وہ سولی پر لٹکا ہوا ہو یا مدفون ہو یا زمین کے اوپر پڑا ہوا ہو اور ظاہری طور پر اس پر آثار حیات نظر نہ آئیں، جسم میں کوئی حس حرکت محسوس نہ ہو لیکن اللہ تعالیٰ اس کے باطن میں حیات پیدا کر کے اس کے ساتھ ثواب وعذاب کا اس طرح معاملہ کریں کہ اہل دنیا کو نظر نہ آئے تو یہ ہو سکتا ہے، جیسا کہ انبیاء جبریل کو دیکھتے تھے لیکن پاس والے نہیں دیکھتے تھے۔ اسی طرح شیطان سب کو دیکھتا ہے شیطان کو لوگ نہیں دیکھتے، ایسے ہی بیہوش آدمی یا قومہ والا اس کے باطن میں حیات ہے لیکن دیکھنے والے اس کو محسوس نہیں کرتے، اسی طرح میت کے بدن کے ظاہر پر حس وحرکت اور آثار حیات نظر نہیں آتے لیکن اس کے باطن میں مخفی حیات ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس کو ثواب وعذاب ہوتا ہے اور جس کے اجزاء بکھر جائیں تو کوئی بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے منتشر اجزاء میں حیات پیدا کر دے اور ان اجزاء کو اسی حالت پر لوٹا دے جو اس کی پہلی حالت تھی جیسا کہ جس آدمی نے موت کے بعد اپنے جسم کے جلانے کی، پیسنے کی اور ہوا میں اڑانے کی وصیت کی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے ان سب اجزاء کو اکٹھا کر کے ان کو پہلی حالت میں موجود کیا اور اس میں حیات پیدا کر دی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے چار پرندوں کے بکھرے ہوئے ذرات میں حیات پیدا کی اور ان کو اکٹھا کر کے پہلی حالت بحال کر دی۔ یہاں پر بھی ممکن ہے اللہ تعالیٰ بکھرے اجزاء میں حیات پیدا کر دے اور ان کو اکٹھا کر کے ان کی پہلی حالت بحال کر دے جس کا دیکھنے والوں کو علم نہ ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل یا اس کے علاوہ کسی جزء میں حیات پیدا کر دے اسی جزء سے سوال ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے صلب آدم سے ذرہ کو جدا کیا اور اس میں عقل وشعور پیدا کر کے اسی سے سوال کیا۔ (ایضاً)

۲۳۳...... مؤلف نے پانچویں فصل میں لکھا ہے کہ حدیث میں ہے قبر (جس میں جسد عنصری یا اس کے اجزاء ہوتے ہیں) آگ کا گڑھا ہے یا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے، یہ حقیقت پر محمول ہے مجاز پر محمول نہیں (یعنی اہل مغفرت کی قبر حقیقتاً جنت کا باغ بن جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ قبر کو سبزے سے، خوشبوؤں سے بھر دیتے ہیں اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے تو اس کی تعیین بھی کر دی کہ قبر میں اللہ تعالیٰ ریحان پودے سے قبر کو پُر بہار بنا دیتے ہیں، جیسا کہ کافر کے لئے آگ کا بستر بچھایا جاتا ہے۔ البتہ بعض علماء نے اس کو مجاز پر محمول کیا ہے کہ یہ تعبیر ہے اہل مغفرت پر سہولت کرنے کی اور ان کی قبر والی زندگی کے خوش عیش ہونے کی اور تشبیہاً اس کو جنت کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے، اسی طرح اگر قبر میں حیات نہ ہو تو کافر کے لئے آگ کا بستر بچھانا بے فائدہ ہے۔

فائدہ: تاہم دونوں صورتوں میں اتنی بات ثابت ہو جاتی ہے کہ صاحب قبر زندہ ہے اسی لئے اس کی قبر کو باغ بنا دیا جاتا ہے یا اس کی قبر والی زندگی میں اس کو خوشی اور راحت والی زندگی نصیب ہوتی ہے اور اگر میت میں کوئی

حیات نہیں، عقل وشعور اور ادراک نہیں تو قبر کو باغ بنانا بے مقصد ہے، اسی طرح جب حیات ہی نہیں تو حیات کی خوشی بھی بے معنی ہے۔ والاوّل اصح لان اللہ سبحانہ ورسولہ یقص الحق ولا استحالۃ فی شیء من ذلک اور زیادہ صحیح پہلا (حقیقی) معنی ہے کیونکہ اللہ اور اس کے رسول حق بیان کرتے ہیں اور اس میں سے کوئی چیز بھی محال نہیں۔

۲۳۴...... مؤلف نے چھٹی فصل میں ایک روایت لکھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پیش گوئی فرمائی: ایک وقت آئے گا لوگ رجم کا انکار کریں گے، دجال اور عذاب قبر کا انکار کریں گے اور نصیحت فرمائی: فلا تخدعن عنہ یعنی یہ سب کچھ حق ہے ان کے انکار کی وجہ سے دھوکا نہ کھانا...... اور ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ یہ انکار کرنے والے قدریہ، خوارج اور وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی اور ان کے مختلف فرقے ہیں۔ (۱) ابوالہذیل اور بشر کا عقیدہ یہ ہے کہ میت کو صرف قیامت کے روز دو نفخوں کے درمیان عذاب ہوگا اور اسی وقت سوال ہوگا، اس سے پہلے عذاب اور سوال نہیں ہوگا، یہ اپنے اس عقیدے کے وجہ سے ایمان سے خارج ہو گئے۔ (۲) جبّی جبائی اور اس کا بیٹا، انہوں نے عذاب قبر کی مؤمنین سے نفی کی اور غیر مؤمنین کے لئے ثابت کیا۔ (۳) اکثر معتزلہ نے منکر نکیر نام کا انکار کیا۔ (۴) صالحیہ فرقہ کا مذہب یہ ہے کہ عذاب قبر بغیر روحوں کے لوٹانے کے اجساد پر ہوتا ہے۔ یعنی بغیر حیات کے عذاب ہوتا ہے اور کرامیہ کی ایک جماعت کا مذہب بھی یہی ہے۔ (۵) بعض معتزلہ کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قبر میں مردوں کو عذاب دیتا ہے اور ان میں تکلیف بھی پیدا کر دیتا ہے لیکن مردوں کو اس تکلیف کا شعور نہیں ہوتا، جب وہ قبروں سے اٹھیں گے اس وقت اس تکلیف کا ان کو ادراک وشعور ہوگا جیسا کہ نشے والا اور بیہوش آدمی کو اگر سزا دی جائے تو نشے اور بیہوشی کی حالت میں اس کو تکلیف کا احساس نہیں ہوتا لیکن جب اس کی نشے اور بیہوشی والی کیفیت ختم ہو جاتی ہے اور عقل بحال ہو جاتی ہے تو اُس کو اِس تکلیف کا احساس ہوتا ہے۔ (۶) باقی معتزلہ جیسے ضرار بن عمرو، بشر مریسی، یحیٰ بن کامل وغیرہ نے عذاب قبر کا بالکل انکار کیا ہے۔ مؤلف یہ عقیدے لکھ کر فرماتے ہیں: وھذہ اقوال کلھا فاسدۃ تردھا الاخبار الثابتۃ وفی التنزیل النار یعرضون علیھا غدوا وعشیا یہ سب مذاہب فاسد ہیں۔ ان کو کتاب وسنت رد کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے: النار یعرضون علیھا غدوا وعشیا اور اس پر احادیث بھی موجود ہیں۔ (ایضاً)

۲۳۵...... فصل: صحت الاخبار عن النبی ﷺ فی عذاب القبر علی الجملۃ فلا مطعن فیھا ولا معارض لھا. وجاء فیما تقدم من الآثار ان الکافر یفتن فی قبرہ ویسال ویھان ویعذب نبی کریم ﷺ سے عذاب قبر کے بارے میں صحیح احادیث مروی ہیں اور یہ عذاب بھی (روح وجسم کے) مجموعہ پر واقع ہوتا ہے، نہ ان حدیثوں کی سند ومتن پر کوئی طعن ہے نہ ان کا کوئی معارض ہے اور احادیث میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ کافر کا اس کی قبر میں امتحان کیا جاتا ہے، اس سے سوال کیا جاتا ہے، ذلیل کیا جاتا ہے اور اس کو عذاب دیا جاتا ہے۔ (ایضاً ص ۱۴۳)

۲۳۶...... تذکرہ میں میں قرطبی نے درج ذیل ابواب قائم کئے ہیں۔ (۱) ان چیزوں کا بیان جن کی وجہ سے عذاب قبر ہوتا ہے اور اس میں معاصی کے مختلف ہونے کے اعتبار سے نافرمانوں کے احوال بھی مختلف ہیں۔ (۲) ان حدیثوں کا بیان جن میں قبر کے اندر مؤمن کے لئے بشارت کا ذکر ہے۔ (۳) ان حدیثوں کا بیان جن میں عذاب قبر اور فتنہ قبر (منکر نکیر کے سوال) سے پناہ پکڑنے کا بیان ہے۔ (۴) ان حدیثوں کا بیان جن میں وارد ہوا ہے کہ جانور

عذاب قبر کو سنتے ہیں۔(۵)ان حدیثوں کا بیان جن میں یہ مضمون آیا ہے کہ میت کلام کو سنتی ہے۔(۶)ان چیزوں کا بیان جو مؤمن کو قبر کی ہولناکیوں سے، قبر کے فتنے اور عذاب سے نجات دیتی ہیں۔(۷)ان حدیثوں کا بیان جن میں یہ مضمون آیا ہے کہ میت پر اس کا ٹھکانہ صبح شام پیش کیا جاتا ہے۔(۸)ان حدیثوں کا بیان جن میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ انسان بوسیدہ ہو جاتا ہے اس کو مٹی کھا جاتی ہے مگر ریڑھ کی ہڈی کی جڑ محفوظ رہتی ہے۔(۹)باب لا تاکل الارض اجساد الانبیاء و لا الشھداء وانھم احیاء اس بات کا بیان کہ زمین انبیاء اور شہداء کے جسموں کو نہیں کھاتی اور یہ کہ انبیاء و شہداء زندہ ہیں۔(۱۰)ان حدیثوں کا بیان جن میں قبر کے بھینچنے کا ذکر ہے۔

امام نووی شافعی رحمہ اللہ (محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف۔م ۶۷۶ھ)

۲۳۷...... امام مسلم نے اپنی کتاب میں ابواب قائم نہیں کئے۔البتہ ان کی کتاب پر علامہ نووی رحمہ اللہ نے احادیث کی مناسبت سے درج ذیل ابواب قائم کئے ہیں۔(۱)عذاب قبر سے پناہ پکڑنا مستحب ہے۔(۲)نماز کسوف میں عذاب قبر کا ذکر۔(۳)میت پر جنت یا دوزخ کے ٹھکانے کا پیش کرنا اور عذاب قبر کا اثبات اور عذاب قبر سے پناہ پکڑنا۔

۲۳۸...... ''میت پر جنت یا دوزخ کے ٹھکانے کا پیش کرنا اور عذاب قبر کا اثبات اور اس سے پناہ پکڑنا'' اس عنوان کے تحت مؤلف لکھتے ہیں: اعْلَمْ اَنَّ مَذْهَبَ اَهْلِ السُّنَّةِ اِثْبَاتُ عَذَابِ الْقَبْرِ وَقَدْ تَظَاهَرَتْ عَلَيْهِ دَلَائِلُ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ الخ جان لیجئے اہل سنت کا مذہب ہے عذاب قبر کو ثابت ماننا اور اس پر کتاب وسنت کے قوی دلائل ہیں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا: النار یعرضون علیھا غدوا وعشیا اور اس بارے میں قوی احادیث مرفوعہ ہیں جو جماعت صحابہ سے مروی ہیں اور عقلاً اس میں کوئی مانع نہیں کہ اللہ تعالیٰ جسم کے کسی جزء میں حیات لوٹا دے اور اس کو عذاب دے اور جب عقلاً محال نہیں اور شریعت بھی اس کے بارے میں وارد ہوئی ہے تو اس کا قبول کرنا اور عقیدہ رکھنا واجب ہے اور امام مسلم رحمہ اللہ نے یہاں پر بہت سی احادیث ذکر کی ہیں جن میں عذاب قبر کا اثبات ہے اور نبی علیہ السلام کا معذبین کی آواز سننا، نیز مردوں کا دفن کے بعد لوٹنے والوں کی جوتیوں کی آواز سننا مذکور ہے اور اہل قلیب کے ساتھ نبی علیہ السلام کا کلام کرنا اور آپ کے فرمان: ما انتم باسمع منھم کا ذکر ہے۔نیز ملکین کا میت سے سوال کرنا، اس کو بٹھانا، میت کا ان کو جواب دینا اور میت کے لئے قبر کا فراخ ہونا اور اس پر صبح شام جنت و دوزخ کے ٹھکانے کا پیش کرنا بھی مذکور ہے......اور یہاں پر اصل مقصود یہ بتانا ہے کہ اہل سنت کا مذہب عذاب قبر کا اثبات ہے، اس کے برعکس خوارج اور اکثر معتزلہ اور بعض مرجیہ نے عذاب قبر کی نفی کی ہے۔ثُمَّ الْمُعَذَّبُ عِنْدَ اَهْلِ السُّنَّةِ الْجَسَدُ بِعَيْنِهِ اَوْ بَعْضُهُ بَعْدَ اِعَادَةِ الرُّوحِ اِلَيْهِ اَوْ اِلٰى جُزْءٍ مِنْهُ پھر اہل سنت کے نزدیک روح کے جسم کی طرف یا اس کے جزء کی طرف لوٹانے کے بعد عذاب پورے جسم کو ہوتا ہے یا اس کے بعض حصے کو......قال اصحابنا ولا یمنع من ذلک کونُ المیتِ قد تَفَرَّقَتْ اَجْزَاؤُهٗ الخ اور عذاب قبر میں میت کے اجزاء کا بکھر جانا مانع نہیں۔جیسا کہ ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ عادۃً اجزاء بکھر جاتے ہیں یا اسی طرح میت کو درندے یا دریا کی مچھلیاں کھالیں یا اس جیسی کوئی اور صورت پیش آجائے۔پس جس طرح اللہ قیامت کے دن اجزاء کے بکھرنے کے باوجود اس کو لوٹائے گا، اسی طرح اللہ تعالیٰ اس پر اب بھی قادر ہے کہ وہ حیات کو اس کے جزء کی طرف یا تمام اجزاء کی طرف لوٹا دے۔اگرچہ اس کو درندوں نے یا مچھلیوں نے کھالیا ہو اور میت کے ظاہر پر عذاب کے اثرات

وغیرہ کا نظر نہ آنا عذاب نہ ہونے کی دلیل نہیں بلکہ اس کی نظیر موجود ہے کہ سونے والا نیند کی حالت میں لذت یا تکلیف پاتا ہے لیکن ہم ان میں سے کسی چیز کا ادراک نہیں کرتے۔ اسی طرح بعض دفعہ بیدار آدمی لذت اور تکلیف محسوس کر رہا ہوتا ہے کوئی بات سن کر یا سوچ کر، لیکن اس کا ہم نشین اس کا مشاہدہ نہیں کرتا۔ اسی طرح جبریل کو نبی علیہ السلام دیکھتے تھے اور حاضرین نہیں دیکھتے تھے۔ وَكُلُّ هٰذَا ظَاهِرٌ جَلِيٌّ یہ سب کچھ بالکل ظاہر باہر ہے۔ رہا قبر میں بٹھانا، تو ممکن ہے کہ یہ مدفون کے ساتھ مختص ہو۔ غیر مدفون میت یا جس کو درندے اور مچھلیاں کھالیں ان کا یہ حکم نہ ہو اور ہتھوڑوں کے ساتھ مارنا بھی محال نہیں اس طور پر کہ اللہ تعالیٰ اس کی قبر کو وسیع کردے۔ پس اس کو بٹھایا جائے اور اس کو مارا جائے۔ (شرح النووی علی مسلم ج ۱۷ ص ۲۰۰)

۲۳۹...... حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ میری قبر کے ارد گرد اتنے دیر ٹھہرے رہنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کیا جاتا ہے اور اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ میں تمہارے ساتھ اُنس پکڑوں اور میں دیکھوں کہ میں اپنے رب کے قاصدوں کو کیا جواب دوں۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں کئی فائدے ہیں مِنْهَا اِثْبَاتُ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَسُؤَالِ الْمَلَكَيْنِ وَهُوَ مَذْهَبُ اَهْلِ الْحَقِّ الخ عذاب قبر، دو فرشتوں کے سوال کا اثبات اور یہی اہل حق کا مذہب ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ دفن کے بعد قبر کے پاس کچھ دیر ٹھہرنا مستحب ہے یعنی اتنی دیر جس میں اونٹ ذبح کیا جائے اور گوشت تقسیم کیا جائے۔ نیز اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ میت اس وقت ارد گرد والوں کی بات سنتی ہے۔ (شرح النووی علی مسلم ج ۲ ص ۱۳۹)

۲۴۰...... وَمَذْهَبُ اَهْلِ الْحَقِّ اِثْبَاتُ عَذَابِ الْقَبْرِ لِلْكُفَّارِ وَلِمَنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الْعُصَاةِ وَشَبَّهُوْهُ بِالنَّائِمِ الَّذِي تَرَاهُ سَاكِنًا غَيْرَ حَاسٍّ بِشَيْءٍ وَهُوَ فِي نَعِيمٍ اَوْ عَذَابٍ وَنَكَدٍ (المجموع شرح المہذب ج ۵ ص ۳۲۳) اہل حق کا مذہب ہے کفار اور نافرمانوں کے لئے اللہ کی مشیت کے مطابق عذاب قبر کو ثابت کرنا اور انہوں نے اس کو تشبیہ دی سونے والے کے ساتھ جس کے ظاہر کو آپ پرسکون دیکھتے ہیں اور کسی چیز کا ادراک نہیں کرتے۔ حالانکہ وہ نعمتوں کی لذت میں ہوتا ہے یا عذاب اور مشقت میں ہوتا ہے۔

۲۴۱...... ثُمَّ يَأْتِي الْقَبْرَ الْكَرِيمَ ... ثُمَّ يُسَلِّمُ وَلَا يَرْفَعُ صَوْتَهٗ بَلْ يَقْصِدُ فَيَقُوْلُ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ الخ...... پھر نبی علیہ السلام کی قبر شریف پر آئے...... اور (بصیغہ خطاب) سلام کہے اور اپنی آواز کو بلند نہ کرے بلکہ درمیانی آواز کے ساتھ کہے آپ پر سلام اے اللہ کے رسول! آپ پر سلام اے اللہ کے نبی!...... شہادتین کے بعد کہے میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے پیغام پہنچا دیا، امانت ادا کردی، امت کی خیر خواہی کی اور اللہ کے راستے میں جہاد کرنے کا حق ادا کیا...... وَاِنْ كَانَ قَدْ اُوْصِيَ بِالسَّلَامِ عَلَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الخ اور اگر کسی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کہنے کی وصیت کی ہو تو یوں کہے کہ: ”آپ پر سلام اے اللہ کے رسول! فلاں بن فلاں کی طرف سے“ اور ”فلاں بن فلاں آپ کو سلام کہتا ہے اے اللہ کے رسول“ یا اس جیسی عبارت، پھر دائیں طرف ایک ہاتھ کے برابر پیچھے ہٹے اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر سلام کہے، پھر دائیں جانب تھوڑا سا اور پیچھے ہٹے ایک ہاتھ کی مقدار اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر سلام کہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کے بالمقابل پہلی جگہ پر لوٹ آئے، وَيَتَوَسَّلُ بِهٖ فِي حَقِّ نَفْسِهٖ وَيَسْتَشْفِعُ بِهٖ اِلٰى رَبِّهٖ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اور دعا میں اپنے لئے

رسول اللہ ﷺ کا وسیلہ پکڑے اور آپ کے ذریعے اپنے رب سے سفارش طلب کرے، اس کے بعد مؤلف نے عتبی کا مشہور واقعہ ذکر کیا ہے اور وَمِنْ أَحْسَنِ مَا يَقُولُ کہہ کر اس کی تائید بھی کی ہے۔ (المجموع شرح المہذب ج ۸ ص ۲۷۳)

۲۴۲..... ویسن ان یقف جماعة بعد دفنه عند قبره ساعة یسالون له التثبت (منہاج الطالبین وعمدۃ المفتین فی الفقہ ص ۶۳) اور سنت یہ ہے کہ دفن کے بعد قبر کے پاس ایک جماعت کچھ دیر ٹھہرے، میت کے لئے ثابت قدمی اللہ سے مانگے۔

__فائدہ__: اس سے معلوم ہوا کہ لوگ جس قبر کے پاس گئے اور دفن کے بعد ٹھہرے سوال جواب اور عذاب وثواب اسی میں ہوتا ہے۔

۲۴۳..... پھر قبر شریف کے پاس آئے..... پس (بصیغہ خطاب) کہے: السلام علیك یا رسول الله. السلام علیك یا نبیّ الله..... جزاك الله یا رسول الله..... واشهد انك قد بلّغت الرسالة الخ..... اور اگر اس کو رسول اللہ ﷺ پر سلام کہنے کی کسی نے وصیت کی تو اس کو چاہئے کہ وہ کہے: السّلامُ عَلَيْكَ يا رسول الله مِنْ فُلانِ ابنِ فُلانٍ یا یوں کہے: ''اے اللہ کے رسول! فلاں بن فلاں آپ کو سلام کہتا ہے۔'' پھر دائیں جانب ایک ہاتھ کی مقدار پیچھے ہٹے۔ پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر سلام کہے، پھر دائیں جانب ایک ہاتھ پیچھے ہٹے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر سلام کہے یوں کہے: السلام علیك یا عمر الخ پھر رسول اللہ ﷺ کے چہرے کے سامنے پہلی جگہ کی طرف لوٹ آئے اور رسول اللہ ﷺ کے ذریعے وسیلہ پکڑے اپنے حق میں اور آپ کے ذریعے اپنے رب سبحانہ وتعالیٰ کی طرف شفاعت طلب کرے۔ (الایضاح فی مناسک الحج والعمرۃ ص ۴۵۰)

شیخ دَسوقی رحمۃ اللہ علیہ (ابراہیم بن ابی المجد، صوفی۔ م ۶۷۶ھ)

۲۴۴..... واوّل کرة یاتیه الملکان یکلمانه بکلامٍ فطنٍ... فان کنت من حزب الشیطان ومن اهل المعصیة والعدوان فتقول انما ربی ایها الملکان اور قبر میں پہلی آزمائش یہ ہے کہ اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جو اس سے کلام کرتے ہیں سمجھدار آدمی جیسا کلام..... پس اگر تو شیطان کے گروہ سے ہوا اور اہل معصیت اور اہل عدوان کے گروہ سے ہوا۔ پس تو یہ کہے گا کہ اے دونوں فرشتو! تم دونوں میرے رب ہو۔

(الجوہرۃ المضیئہ ص ۴۱ تا ۴۲)

عبدالرحمن مَقدَسی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (عبدالرحمن بن محمد بن احمد بن قدامہ۔ م ۶۸۲ھ)

۲۴۵..... جب حج سے فارغ ہو جائے تو نبی کریم ﷺ اور آپ کے دو ساتھیوں کی قبر کی زیارت مستحب ہے..... اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی میری قبر کے پاس مجھ پر سلام کرے گا تو اللہ تعالیٰ میری طرف میری روح کو متوجہ کریں گے۔ حتیٰ کہ میں سلام کا جواب دوں گا ..... پھر عتبی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور واقعہ نقل کرنے کے بعد مؤلف فرماتے ہیں: پہلے مسجد نبوی میں پورے آداب کے ساتھ داخل ہو، تحیۃ المسجد پڑھے پھر قبر شریف کی طرف آئے اور یوں کہے: السلام علیك ایها النبی ورحمة الله الخ، اسی طرح یہ کہے: اشهد انك قد بلغت رسالات ربك الخ نیز یہ دعا کرے اے اللہ! آپ نے کہا اور

آپ کا قول حق ہے: ولو انهم اذ ظلموا الخ اور میں آپ کے پاس آیا ہوں اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرنے کے لئے اور آپ کے ذریعے اپنے رب کی طرف سفارش طلب کرنے کے لئے، اے رب! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو میرے لئے مغفرت لازم کردے جیسا کہ تو نے مغفرت لازم کی اس شخص کے لئے جو آپ کے پاس آپ کی حیات میں آتا تھا۔ پھر تھوڑا سا آگے بڑھے اور کہے: السلام عليك يا ابابكر الصديق، السلام عليك يا عمر الفاروق، السلام عليكما يا صاحبي رسول الله ﷺ الخ (الشرح الکبیر علی متن المقنع ج ۳ ص ۴۹۴)

عبداللہ مُوصِلی حنفی رحمۃ اللہ (ابو الفضل عبداللہ بن محمود بن مودود۔م ۶۸۳ھ)

۲۴۶...... پھر کھڑا ہو اور آپ ﷺ کی قبر کی طرف متوجہ ہو جائے اور آپ کے سر کے پاس ٹھہر جائے......اور آپ کی عمدہ خوبصورت حلیہ مبارک کا اس طرح تصور کرے کہ گویا آپ اپنی لحد میں سوئے ہوئے ہیں، اس کے ٹھہرنے کو جانتے ہیں اور اس کی کلام کو سنتے ہیں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا: مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُهٗ جو میری قبر کے پاس درود پڑھے گا میں اس کو سنوں گا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی قبر پر ایک فرشتہ مقرر کرے گا جو آپ کے امتی کے سلام کو آپ تک پہنچائے گا......اور زیارت کرنے والا یوں کہے: السلام عليك يا رسول الله الخ. نیز کہے: اَشْهَدُ اَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ الرِّسَالَةَ الخ، ...... فَصَلَّى اللهُ عَلٰى رُوحِكَ وَجَسَدِكَ وَقَبْرِكَ الى قوله وَالِاسْتِشْفَاعَ بِكَ اِلٰى رَبِّنَا یا رسول اللہ! ہم آپ کے پاس حاضر ہوئے ہیں آپ کے ذریعے اپنے رب کی طرف سفارش طلب کرنے کے لئے، کیونکہ گناہوں نے ہماری کمروں کو توڑ دیا اور ہمارے کندھوں کو بوجھل بنا دیا اور آپ ایسے سفارشی ہیں جن کی سفارش قبول کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ولو انهم اذ ظلموا الخ اور ہم آپ کے پاس آئے ہیں، اس حالت میں کہ ہم اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے ہیں، اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرنے والے ہیں۔ پس ہمارے لئے اپنے رب کی طرف سفارش کیجئے اور میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کی سنت پر موت دے اور اللہ تعالیٰ ہمارا آپ کی جماعت میں حشر کرے الخ......اور یہ کہے: الشفاعة الشفاعة يا رسول الله تین مرتبہ کہے: ''اے اللہ کے رسول! میں اپنے رب کی طرف سفارش طلب کرتا ہوں۔'' اور آپ ﷺ تک اس آدمی کا سلام پہنچائے جس نے سلام پہنچانے کی وصیت کی۔ پس وہ کہے: ''اے اللہ کے رسول! آپ پر فلاں بن فلاں نے سلام کہا ہے اور وہ آپ کے ذریعے اپنے رب کی طرف شفاعت طلب کرتا ہے، پس اس کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے سفارش کیجئے۔'' پھر آپ ﷺ کے چہرے کے پاس متوجہ ہو کر ٹھہر جائے اور جتنا چاہے درود پڑھے، پھر ایک ہاتھ کی مقدار پھر جائے۔ حتیٰ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سر کے برابر ہو جائے اور کہے: السلام عليك يا خليفة رسول الله الخ، ولقد خلفته باحسن خلف وسلكت طريقه ومنهاجه خير مسلك وقاتلت اهل الردة والبدع الخ آپ نے رسول اللہ ﷺ کی عمدہ جانشینی کی ہے اور آپ عمدہ طریقے کے ساتھ نبی ﷺ کے راستے پر چلے اور آپ نے اہل ردت اور اہل بدعت کے ساتھ قتال کیا...... پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبر کے برابر ہو جائے پس کہے: السلام عليك يا امير المؤمنين الخ، فلقد نصرت الاسلام والمسلمين حيا وميتا فكفلت الايتام ووصلت الارحام وقوي بك الاسلام الخ آپ نے نبی ﷺ کی زندگی میں

اور وفات کے بعد اسلام اور مسلمانوں کی خوب مدد کی، یتیموں کی کفالت کی، صلہ رحمی کی اور آپ کی وجہ سے اسلام مضبوط ہوا...... پھر نصف ہاتھ لوٹ جائے۔ پس کہے: السلام علیکما یاضجیعی رسول اللہ ورفیقیہ ووزیریہ تم دونوں پر سلام اے رسول اللہ کے ساتھ دو لیٹنے والو! اے رسول اللہ کے دو ساتھیو! اور آپ ﷺ کے دو وزیرو!...... جئنا کما نتوسل بکما الی رسول اللہ الخ ہم آپ دونوں کے پاس آئے ہیں تاکہ ہم آپ دونوں کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کی طرف وسیلہ پکڑیں، تاکہ وہ ہمارے لئے سفارش کریں اور اپنے رب سے سوال کریں کہ وہ ہماری سعی قبول کرے اور ہمیں اپنے دین پر زندہ رکھے اور اپنے دین پر ہی موت دے اور ہمیں اپنی جماعت میں اٹھائے۔ الخ! پھر رسول اللہ ﷺ کے سر کے برابر ٹھہر جائے پہلے کی طرح اور کہے اے اللہ! آپ نے کہا اور آپ کا قول حق ہے: ولو انھم اذ ظلموا الخ اور ہم آپ کے پاس آئے ہیں آپ کی بات سن کر آپ کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے اور آپ کے نبی کے ذریعے آپ کی طرف سفارش طلب کرتے ہوئے اے ہمارے رب۔ الخ! (الاختیار لتعلیل المختار ج ۱ ص ۱۷۵)

قَرافی مالکی رحمۃ اللہ علیہ (ابو العباس شہاب الدین احمد بن ادریس بن عبدالرحمن ۔م ۶۸۴ھ)

۲۴۷...... وَقَدْ وَرَدَ فِي الْحَدِيثِ الصَّحِيحِ رُجُوعُ الْاَرْوَاحِ اِلَى الْاَجْسَادِ و اَنَّ الْمَيِّتَ يَسْمَعُ خَفْقَ اَنْعِلَةِ الْمُنْصَرِفِينَ وَقَدْ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي قَتْلَى بَدْرٍ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ مِنْهُمْ وَلَيْسَ ذَالِكَ خَاصًّا بِهِمْ اِجْمَاعًا صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے، ارواح کا اجساد کی طرف لوٹنا، اسی لئے حدیث میں ہے کہ میت لوٹنے والوں کی جوتیوں کی کھسکھساہٹ سنتی ہے۔ نیز نبی ﷺ نے بدر کے مقتولین کے بارے میں فرمایا کہ تم ان مقتولین سے زیادہ سننے والے نہیں اور بالاجماع یہ مقتولین بدر کے ساتھ مختص نہیں۔ (بلکہ تمام اموات کے لئے یہ حکم عام ہے)
(الفروق ج ۴ ص ۲۸۴)

۲۴۸...... اِنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَاِنَّ جَمِيعَ مَا جَاءَ بِهِ حَقٌّ وَمَا اَخْبَرَ بِهِ صِدْقٌ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَحْوَالِهِ (الذخیرۃ للقرافی ج ۱۳ ص ۲۳۲) تحقیق محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور تحقیق تمام وہ چیز جس کو آپ ﷺ لائے ہیں حق ہے اور جس چیز کی آپ ﷺ نے خبر دی وہ سچ ہے یعنی عذاب قبر اور احوال قبر۔

۲۴۹...... وَكَذٰلِكَ الْمَوْتٰى يَسْمَعُونَ فِي قُبُورِهِمُ الْمَوَاعِظَ وَالْقُرْاٰنَ وَالذِّكْرَ وَالتَّسْبِيحَ وَالتَّهْلِيلَ وَلَا ثَوَابَ لَهُمْ فِيهِ عَلَى الصَّحِيحِ لِاَنَّهُمْ غَيْرُ مَاْمُورِينَ بَعْدَ الْمَوْتِ (الفروق ج ۴ ص ۲۳۲) وہ افعال جن کا شریعت نے حکم نہیں دیا گیا جیسے افعال قبل البعثت اور حیوانات کے افعال، ان پر کوئی ثواب نہیں، ایسے ہی مردے اپنی قبروں میں نصیحت، قرآن، ذکر، سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ سنتے ہیں لیکن اس پر کوئی ثواب نہیں کیونکہ ان کو قبروں میں اس کا حکم نہیں دیا گیا۔

قاضی بیضاوی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (ناصر الدین، عبداللہ بن عمر بن محمد۔م ۶۸۵ھ)

۲۵۰...... إن جسدہ قبل ما یأتیہ الملك فیقعدہ میت لا یحس بشیء والمراد بالاقعاد التنبیہ والایقاظ عما هو علیہ باعادۃ الروح الیہ تحقیق میت کا جسد قبر میں فرشتے کے آنے اور بٹھانے سے پہلے میت

ہے، وہ کسی چیز کا احساس نہیں کرتا۔ قبر میں میت کے بٹھانے سے مراد ہے اس کی طرف روح کو لوٹا کر اس کو متنبہ کرنا اور اس کو اس حالت کے متعلق چوکس کرنا جو اس کو قبر میں پیش آنے والی ہے۔ (تحفۃ الابرار شرح مصابیح السنۃ ج ۱ ص ۱۱۱)

فائدہ: معلوم ہوا کہ قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جب قبر میں فرشتے کی آمد ہوتی ہے اس وقت اعادۂ روح کے ساتھ میت میں حیات آجاتی ہے۔ نیز متنبہ اور چوکس زندہ کو کیا جاتا ہے مُردہ کو نہیں۔

۲۵۱ .... هو أمر يشمل الأموات ويعمهم حتى إن من مات وأكلته سباع البهائم والطيور وتفرقت في الشرق والغرب فإن الله تبارك وتعالى يعلق روحه الذي فارقه بجزئه الأصلي الخ منکر نکیر کا سوال تمام اموات کو شامل ہے۔ حتیٰ کہ وہ شخص جو فوت ہو جائے اور اس کو درندے اور پرندے کھا جائیں اور اس کے اجزاء مشرق مغرب میں بکھر جائیں تو اللہ تعالیٰ اس کی روح کے جدا ہونے کے باوجود اس کے جزء اصلی کے ساتھ روح کا تعلق پیدا کر دیتے ہیں، جزء اصلی وہ ہے جو اس کی ابتداء عمر سے اخیر عمر تک باقی رہتا ہے اور موٹاپے اور کمزوری کی دونوں حالتوں میں ہمیشہ ایک ہی حالت پر رہتا ہے اور اسی کے ساتھ روح کا اوّلاً تعلق ہوتا ہے، پس یہ زندہ ہو جاتا ہے، پھر اس کے زندہ ہونے کی وجہ سے بدن کے باقی اجزاء بھی زندہ ہو جاتے ہیں تاکہ میت سے سوال کیا جائے، سوال کے بعد پھر اس کو ثواب دیا جائے یا عذاب اور یہ بعید نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام جزئیات کو پورے طور پر جانتا ہے۔ پس وہ ان اجزاء کی تفصیل بھی جانتا ہے، ان کے گرنے اور ٹھہرنے کی جگہیں بھی جانتا ہے اور اجزاء اصلیہ اور اجزاء زائدہ کے درمیان امتیاز بھی کرتا ہے اور وہ قدرت رکھتا ہے کہ جیسے حالت اجتماع میں روح کا جزء اصلی کے ساتھ تعلق قائم کرتا ہے۔ اسی طرح منفرد ہونے کی حالت میں جزء اصلی کے ساتھ روح کا تعلق قائم کر دے۔ کیونکہ ڈھانچے کا سالم ہونا ہمارے نزدیک حیات کے لئے شرط نہیں، بلکہ یہ بھی بعید نہیں کہ ایک متعین شخصی روح کا ایک ہی آن میں مشرق اور مغرب میں بکھرے اجزاء میں سے ہر جزء کے ساتھ تعلق پیدا کر دے۔ کیونکہ اس کا تعلق حلول والا نہیں۔ (یعنی جسم میں داخل ہو جانے والا نہیں) کہ دوسرے جزء کے اندر حلول میں یہ مانع بن جائے اور جو شخص اس کی مزید تحقیق چاہے وہ میری کتاب الطوالع کا مطالعہ کرے تاکہ اس کو علم یقین حاصل ہو جائے۔ (تحفۃ الابرار شرح مصابیح السنۃ ج ۱ ص ۱۱۱)

۲۵۲ ...... قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ شہداء کی حیات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وَلٰكِنْ لاَّ تَشْعُرُونَ ما حالهم وهو تنبيه على ان حياتهم ليست بالجسد الخ لیکن تم ان کی حالت کا شعور نہیں رکھتے۔ اس آیت میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ شہداء کے اجساد میں حیات (محسوسہ) نہیں اور نہ ہی اس جنس سے ہے جو حیوانات میں محسوس ہوتی ہے اور یہ حیات ایسی (مخفی) چیز ہے کہ (جیسے حواسِ ظاہرہ کے ساتھ اس کا شعور نہیں ہو سکتا ایسے ہی) عقل کے ساتھ بھی اس کا ادراک نہیں کیا جا سکتا۔ (بلکہ اس کا ادراک وحی کے ذریعہ سے ہوا ہے) آگے قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول تائید کے طور پر نقل کیا ہے کہ شہداء زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں مقرب ہیں ان کی روحوں پر ان کے رزق پیش کئے جاتے ہیں پھر ان کے جسموں کی طرف بھی راحت اور فرحت پہنچتی ہے۔ جیسا کہ آگ صبح شام آل فرعون کی روحوں پر پیش کی جاتی ہے پھر ان کے جسموں کی طرف بھی تکلیف اور درد پہنچتا ہے۔ (تفسیر بیضاوی ج ۱ ص ۱۱۴)

فائدہ: قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس مقام کو پورے طور پر سمجھنے کے لئے حاشیہ ابن التمجید [م ۸۸۰ھ]، نواہد الابکار للسیوطی [م ۹۱۱ھ] اور حاشیہ شیخ زادہ [م ۹۵۱ھ] کا حوالہ ملاحظہ کیجئے۔

۲۵۳...... وانما شبھوا بالموتی لعدم انتفاعھم باستماع ما یتلی علیھم کفار کو تشبیہاً موتی کہا گیا ہے اور وجہ تشبیہ یہ ہے کہ جیسے سننے سے مردوں کو نفع نہیں ہوتا۔ ان کفار کو بھی سننے سے نفع نہیں ہوتا۔ پس وجہ تشبیہ عدم سماع نہیں بلکہ عدم انتفاع ہے۔ (تفسیر بیضاوی ج ۴ ص ۱۶۷)

فائدہ: پس سماع موتی کی نفی والی آیات میں نفی مطلق سماع کی نہیں بلکہ سماع نافع اور سماع قبول کی نفی ہے۔ اس سے پتا چلا کہ قاضی بیضاوی مردوں کے لئے مطلق سماع کے قائل ہیں ورنہ عدم انتفاع کی تخصیص نہ کرتے اور مطلق سماع موقوف ہے حیات پر اور جب قاضی بیضاوی کے نزدیک کفار کے اجسام زندہ ہیں تو شہداء اور انبیاء کے اجسام بطریق اولیٰ زندہ ہوں گے۔ لیکن کفار کے اجسام زندہ ہیں تعذیب کے لئے اور انبیاء شہداء اور صلحاء کے اجسام زندہ ہیں ثواب اور لذات کے لئے۔

۲۵۴...... چھٹی بحث عذاب قبر کے اثبات میں ہے، اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول دلالت کرتا ہے جو قوم فرعون کے بارے میں ہے: النار یعرضون علیھا الخ (کیونکہ اس میں عذاب قبر کا ذکر ہے اور ویوم تقوم الساعۃ سے عذاب قیامت کا ذکر ہے) اسی طرح اللہ تعالیٰ نے دوزخیوں کا یہ قول نقل فرمایا ربنا امتنا اثنتین واحییتنا اثنتین یہ بھی دلیل ہے اس بات پر کہ قبر میں حیات بھی ہے اور دوسری موت بھی ہے اور حیات قبر کے منکرین نے لایذوقون فیھا الموت الا الموتۃ الاولی نیز وما انت بمسمع من فی القبور کو دلیل بنایا ہے۔ پہلی دلیل کا جواب یہ ہے: بان معناہ ان نعیم الجنۃ لا ینقطع بالموت کما ینقطع نعیم الدنیا بہ لا وحدۃ الموت فان اللہ تعالیٰ احیی کثیرا من الناس فی زمن موسیٰ وعیسیٰ علیھم الصلوۃ والسلام واماتھم ثانیاً کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کا معنی یہ ہے کہ جنت کی نعمتیں موت کے ساتھ منقطع نہیں ہوں گی۔ (یعنی اہل جنت پر موت نہیں آئے گی) جیسا کہ دنیا کی نعمتیں موت کے ساتھ منقطع ہو گئیں۔ اس کا معنی یہ نہیں کہ دنیا میں ایک ہی موت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے لوگوں کو موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ان کی موت کے بعد زندہ کیا اور پھر ان کو دوبارہ موت دی۔ دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ اس آیت سے عدم سماع سمجھا جاتا ہے اور عدم سماع سے مدفون مردوں کے لئے عدم ادراک لازم نہیں آتا۔ (طوالع الانوار مع شرح مطالع الانظار ص ۲۲۶)

فائدہ: ادراک موقوف ہے حیات پر، معلوم ہوا کہ قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ مردوں کی حیات کے قائل ہیں۔

نجم الدین ابن قُدامہ مَقْدَسِی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (ابو العباس احمد بن عبد الرحمن بن قدامہ۔ م ۶۸۹ھ)

۲۵۵...... آیات اور احادیث سے موت کی حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے روح کا جسد سے جدا ہونا (اور تعلق کا منقطع ہو جانا) اور روح جدا ہونے کے بعد عذاب یا ثواب کی حالت میں باقی رہتی ہے۔ کیونکہ روح بلا واسطہ بذات خود اعضاء کے ساتھ تعلق کے بغیر حزن وغم کے ساتھ تکلیف محسوس کرتی ہے اور فرح وسرور کے ساتھ خوش ہوتی ہے۔ پس ہر وہ چیز جو روح کے لئے بلا واسطہ ثابت ہوتی ہے وہ جسد سے جدا ہونے کے بعد روح کے لئے باقی رہتی ہے جیسے سرور وغم اور راحت وتکلیف کا ادراک واحساس اور ہر وہ چیز جو اس کے لئے اعضاء کے واسطے سے ثابت ہوتی ہے وہ جسد کی موت کے بعد روح کے جسم کی طرف لوٹائے جانے تک معطل رہتی ہے۔ ولا یبعد ان تعاد الروح

الی الجسد فی القبر الخ اور اس میں کوئی بعد نہیں کہ قبر میں روح جسد کی طرف لوٹائی جائے (بصورت دخول فی الجسد) اور اس میں بھی کوئی بعد نہیں کہ بعث کے دن تک اس لوٹانے کو مؤخر کیا جائے (اور منکر نکیر کے سوال و جواب کے لئے روح کا جسم کے ساتھ معنوی قوی تعلق قائم کر دیا جائے۔ سوال و جواب کے بعد بقدر ضرورت تعلق باقی رہے، اعادہ روح کے بارے میں یہ دونوں قول ہیں) (مختصر منہاج القاصدین ص ۲۹۷)

محب الدین طَبَری شافعی رحمۃ اللہ علیہ (ابوجعفر احمد بن عبداللہ۔ م ۶۹۴ھ)

۲۵۶...... انہ جار علی الجسد المخلوق من نطفة ثم من علقة ثم من مضغة الی ان یجری علیه الموت ثم یحیا فی قبرہ ویعاد کما کان فی الدنیا الخ عذاب اس جسم پر جاری ہوتا ہے جو نطفہ علقہ مضغہ کے مراحل سے گزرا۔ حتیٰ کہ اس پر موت کا حکم جاری ہو۔ پھر اس سے سوال کرنے کے لئے اور ثواب وعذاب پہنچانے کے لئے اس کو قبر میں زندہ کیا جاتا ہے اور اس حالت کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے جو دنیا میں تھی۔ برخلاف ان لوگوں کے جنہوں نے کج روی اختیار کی اور اس میں انہوں نے مخالفت کی اور یہ کہا کہ عذاب وثواب صرف اور صرف روحوں کے لئے ہے اجساد کے لئے نہیں، ان کے خلاف وہ صحیح حدیث حجت ہے جس میں عذاب قبر اور قبر میں سوال و جواب کا بیان ہے۔ نیز میت کو دفن کرنے کے بعد لوٹنے والوں کی جوتیوں کی آہٹ میت سنتی ہے اور قبر کے دبانے کی وجہ سے میت کی پسلیاں ادھر ادھر گھس جاتی ہیں اور جب اس کو گرز وغیرہ کے ساتھ مارا جاتا ہے اس کی آواز سنی جاتی ہے۔ مما ھو صفات الاجسام یہ سب اجسام کی صفات ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی اس کی صراحت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو انسانوں کی آواز سنی جن کو قبر میں عذاب ہو رہا تھا اور دو فرشتوں کے سوال کے بارے میں گزشتہ حدیث میں ہے: اذا قبر احد کم او الانسان (جب تم میں سے کوئی یا کوئی انسان دفن کیا جاتا ہے) اور انسان کا مصداق وہ ہے جس کی اللہ جل شانہ نے اپنی کتاب عزیز میں صفت بیان کی ہے۔ فرمایا: قتل الانسان ما اکفرہ الخ انسان ہلاک کیا جائے، کس قدر وہ ناشکرا ہے، کس چیز سے اللہ نے اس کو پیدا کیا؟ اللہ نے اس کو نطفے سے پیدا کیا، پھر اللہ نے اس کی ولادت کا راستہ آسان کر دیا، پھر اس کو موت دی پھر اس کو قبر والا بنایا، پھر جب اللہ چاہے گا اس کو قبر سے اٹھائے گا اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ فلینظر الانسان مم خلق. چاہئے کہ انسان غور کرے، اس کو کس چیز سے پیدا کیا گیا؟ وہ پیدا کیا گیا ہے ایک ٹپکنے والے پانی سے جو باپ کی پیٹھ اور ماں کے سینے کی ہڈیوں سے نکلتا ہے، قرآن کریم کی یہ آیات اس بات پر دلیل ہیں کہ انسان اس جسم کا نام ہے جو ان اجزاء سے مرکب ہے اور اسی کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے اور فرشتوں کے سوال و جواب والی حدیث میں اس بات کی صراحت ہے کہ اس کو کانوں کے درمیان مارا جاتا ہے اور کیا کانوں کے ساتھ نطفہ سے پیدا ہونے والے جسم کے علاوہ بھی کوئی متصف ہے؟ رہا یہ اعتراض کہ جب قبر کو کھولا جائے تو اس میں مذکورہ اشیاء میں سے کوئی چیز بھی نہیں پائی جاتی، اس سے معلوم ہوا کہ قبر میں ان کا تحقق نہیں بلکہ یہ اشارہ ہے روحانی عذاب کے ان حالات کی طرف جو ارواح کو پیش آتے ہیں۔ قلت ھذا التاویل عدول عن الظاھر فلا یقبل ولا یسمع الخ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قرآن وحدیث کے ظاہر سے اعراض ہے۔ لہٰذا یہ تاویل نہ سنی جائے گی نہ قبول کی جائے گی اور نظر نہ آنے کی وجہ یہ ہے کہ قبر

کے کھولنے کے وقت اللہ تعالیٰ نے بندوں کی نگاہوں کو ان کے دیکھنے سے پھیر دیا اور قبر کے ان حقائق کو ان سے چھپا دیا اس حکمت کی وجہ سے جو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بتائی ہے جس کا ذکر حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: لولا ان لا تدافنوا الخ کہ اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم مردوں کو قبر میں دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں دعا کرتا کہ اللہ تمہیں قبر کا عذاب سنائے، وایضا فھذہ الجارحۃ المسماۃ بالعین لا تصلح لادراک الامور الملکوتیۃ الخ نیز دیکھنے کا یہ دنیاوی آلہ یعنی آنکھ عالم آخرت کے امور کو دیکھنے کی قوت وصلاحیت نہیں رکھتا۔ الا تری الی الصحابۃ الخ آپ ذرا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف غور کریں کہ فرشتے کے نبی ﷺ پر اترنے اور اس کے نبی ﷺ کے ساتھ ہمکلام ہونے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایمان لاتے تھے۔ حالانکہ نہ وہ فرشتے کو دیکھتے تھے نہ فرشتے اور نبی ﷺ کی کلام کو سنتے تھے۔ وکذلک ما یکون فی القبور من العذاب والثواب اسی طرح قبور میں عذاب وثواب ہوتا ہے لیکن اہل دنیا دنیا کی آنکھ کے ساتھ اس کو نہیں دیکھ سکتے۔ اجساد پر عذاب اور سوال کے جاری ہونے کے ممانعت وانکار کا اعتقاد رکھنا جائز نہیں، بلکہ اجساد پر سوال اور عذاب کے جاری ہونے کا اعتقاد رکھنا لازم ہے اور جسم وروح کے مجموعہ پر عذاب وثواب کا واقع ہونا اور اکیلی روح پر عذاب کا واقع ہونا مختلف احوال واوقات کے اعتبار سے دونوں امر ممکن ہیں۔ لیکن احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ میت کے قبر میں رکھنے کی ابتداء میں جسد کی طرف روح کا لوٹانا سوال وجواب کے لئے اور اس ثواب وعذاب کے لئے جو احادیث میں وارد ہوئے ہیں یعنی قبر کا وسیع اور تنگ ہونا، جنت یا جہنم کی طرف دروازے کا کھلنا اور اس کے علاوہ ثواب وعذاب کے دوسرے انواع۔ (غایۃ الاحکام فی احادیث الاحکام ج ۴ ص ۲۳)

۲۵۷...... حضرت عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی غیبت کی تو اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اتعرف صاحب ھذا القبر؟ ھذا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب، وعلی بن ابی طالب بن عبد المطلب، لا تذکر علیا الا بخیر فانک ان تنقصہ آذیت صاحب ھذا فی قبرہ ﷺ کیا تو اس قبر والی عظیم ہستی کو پہچانتا ہے؟ یہ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہیں اور یہ علی بن ابی طالب بن عبد المطلب ہیں، اس لئے علی رضی اللہ عنہ کا صرف بھلائی کے ساتھ تذکرہ کیا کر، کیونکہ اگر تو ان کی تنقیص کرے گا تو تو نے اس عظیم ہستی کو قبر میں تکلیف پہنچائی۔ (الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ ج ۳ ص ۱۲۳)

آٹھویں صدی

امام ابن دَقِیق العید شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۰۲ ھ)

۲۵۸...... نبی ﷺ دو قبروں پر گزرے اور فرمایا کہ ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے۔ اس حدیث سے متعدد امور ثابت ہوتے ہیں: اَحَدُھَا تَصْرِیحُہٗ بِاِثْبَاتِ عَذَابِ الْقَبْرِ عَلٰی مَا ھُوَ مَذْھَبُ اَھْلِ السُّنَّۃِ الخ ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس حدیث میں اہل سنت کے مذہب کے مطابق عذاب قبر کے اثبات کی صراحت ہے اور عذاب قبر والی احادیث مشہور ہیں، نیز عذاب قبر کا سبب پیشاب کو بتایا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عذاب قبر میں پیشاب کا خاص دخل ہے، اسی لئے ایک حدیث میں ہے: تَنَزَّھُوا مِنَ الْبَوْلِ فَاِنَّ عَامَّۃَ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْہُ پیشاب سے

بچو۔ کیونکہ اکثر عذاب قبر اس کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ قبر نے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو دبایا اور بھینچا۔ ان کے گھر والوں سے پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ یہ طہارت میں کوتاہی کرتے تھے۔

(احکام الاحکام شرح عمدۃ الاحکام ج ۱ ص ۱۰۵)

فائدہ: نبی ﷺ نے انہی زمینی دو قبروں میں عذاب کی خبر دی جن میں عنصری جسم مدفون تھے۔ معلوم ہوا کہ عذاب روح اور جسد عنصری دونوں کو ہوتا ہے۔

امام ابن رفعہ شافعی رحمۃ اللہ علیہ (ابو العباس احمد بن محمد بن علی انصاری، نجم الدین۔ م ۷۱۰ھ)

۲۵۹...... نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مامن احد یمرُّ بقبر اخیہ الخ کہ جو کوئی اپنے مؤمن بھائی کی قبر کے پاس گزرتا ہے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا پھر یہ گزرنے والا اس پر سلام کرتا ہے تو وہ قبر والا اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے، عبد الحق اشبیلی اپنی کتاب الاحکام میں فرماتے ہیں: اسنادہ صحیح اس کی سند صحیح ہے۔

(کفایۃ النبیہ فی شرح التنبیہ ج ۵ ص ۱۲۳)

امام سِغناقی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (حسین بن علی بن حجاج۔ م ۷۱۱ھ)

۲۶۰...... امام سغناقی اپنی کتاب ''التسدید فی التمہید'' میں لکھتے ہیں: کشاف میں مذکور ہے کہ جو آدمی پانی میں یا آگ میں مر جائے یا اس کو درندے کھا لیں تو اس کو وہی عذاب پہنچتا ہے جو مدفون میت کو پہنچتا ہے...... اس سے معلوم ہوا کہ صاحب کشاف (یعنی علامہ زمخشری معتزلی ہونے کے باوجود) عذاب قبر کے مسئلے میں ان کا مذہب وہی ہے جو اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے...... التمہید میں ہے: ''جہم اور بعض معتزلہ کے انکار کا کوئی اعتبار نہیں۔'' اس پر امام سغناقی لکھتے ہیں: (صاحب تمہید نے) بعض معتزلہ اس لئے کہا کیونکہ بعض معتزلہ (ارضی قبر میں جسد عنصری کے لئے) عذاب قبر کے قائل ہیں اور صاحب کشاف بھی انہی میں سے ہیں...... اگر منکرین یہ سوال کریں کہ قبر میں عذاب یا روح کو ہے یا بدن کو یا دونوں کو؟ پہلا احتمال جائز نہیں کیونکہ روح قبر میں نہیں۔ اسی طرح دوسرا اکیلے بدن کو بھی جائز نہیں کیونکہ بدن بغیر روح کے بے جان ہے اور بے جان کو عذاب دینا بے فائدہ ہے۔ اسی طرح تیسرا احتمال بھی جائز نہیں کیونکہ بدن جب مٹی یا راکھ ہو جائے تو بدن رہے گا ہی نہیں تو روح اور بدن کی معیت ختم ہو جاتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ موت کے بعد عذاب قبر کتاب وسنت کے ایسے دلائل سے ثابت ہے جن کا رد کرنا ممکن نہیں، اس لئے عذاب قبر کا عقیدہ رکھنا واجب ہے اگرچہ بدن مٹی یا راکھ ہو جائے۔ لان اللہ تعالیٰ قادر علی ان یعید الی البدن نوع حیاۃ فیتالم بالعذاب ویتلذذ وان صار ترابا او رمادا کیونکہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ وہ بدن کی طرف ایک خاص قسم کی حیات لوٹا دے، اس حیات کی وجہ سے بدن عذاب کی تکلیف یا ثواب کی لذت حاصل کرے۔ اگرچہ بظاہر دیکھنے میں بے جان مٹی یا راکھ نظر آئے (لیکن اس میں بقدرت الٰہی مخفی حیات پیدا کر دی جاتی ہے) نیز اللہ تعالیٰ قدرۃ لایجاد والاعدام وقدرۃ عادۃ نوع من الحیاۃ الخ پس جیسے اللہ تعالیٰ موجود کرنے پر اور معدوم کرنے پر قدرت رکھتے ہیں، اسی طرح بدن کے ہر ہر جزء میں حیات کی خاص نوع لوٹانے پر بھی قدرت رکھتے ہیں۔ اگرچہ وہ اجزاء بکھرے ہوئے ہوں، کیونکہ ڈھانچے کا بقاء اور اجزائے بدن کا اجتماع حیات کے وجود کے لئے شرط نہیں، کیونکہ خود اللہ تعالیٰ حی ہے یعنی متصف بالحیاۃ ہے۔ حالانکہ

وہ ڈھانچے سے اور اجزائے بدن کے اجتماع سے پاک ہے اور عذاب قبر کے ثبوت کا اصل دارومدار ایسے ادلہ سمعیہ پر ہے جن کا قبول کرنا واجب ہے...... بعض معتزلہ جو عذاب قبر اور قبر کے سوال کے منکر ہیں ان کا انتہائی شبہ یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں میت نہ حرکت کرتی ہے نہ تڑپتی ہے نہ اس کے اوپر عذاب کا کوئی اثر ظاہر ہوتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ تکلیف وراحت کی تاثیر کے لئے یہ شرط نہیں کہ تکلیف وراحت حاصل کرنے والا حرکت کرے یا تڑپے، جیسے سویا ہوا شخص مختلف لذات حاصل کرتا ہے، کبھی تکلیف محسوس کرتا ہے، لیکن اس کے ظاہر بدن میں کوئی حرکت اور کوئی راحت وتکلیف کا اثر نظر نہیں آتا۔ (التسدید فی شرح التمہید ص ۴۱۱)

امام طُوفِی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (ابوالربیع سلیمان بن عبدالقوی بن الکریم، صَرْصَرِی۔م ۷۱۶ھ)

۲۶۱...... عذاب قبر کی احادیث میں سے حدیث عائشہ ہے جس میں یہودی عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے عذاب قبر کا ذکر کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا نعم عذاب القبر حق عذاب قبر حق ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد عذاب قبر سے پناہ مانگتے ......اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث ہے جس میں عذاب قبر اور میت سے فرشتوں کے سوال کا ذکر ہے، یہ بھی ہے کہ کافر کو گرز کے ساتھ مارا جاتا ہے...... نصرانی جو عذاب قبر کے منکر ہیں انہوں نے بطور اعتراض کہا کہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا جس میں عذاب قبر کی صراحت ہے اور اس میں یہودیہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان گفتگو کا ذکر ہے، لیکن یہ مضحکہ خیز بات نبی علیہ السلام کے ذمے لگا دی گئی ہے اور جن وانس کے علاوہ قریب والے میت کی چیخیں کیسے سنتے ہیں؟ اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جن میں قوت سماعت نہیں (یعنی جانور) وہ سن لیں اور جن میں قوت سماعت ہے (یعنی جن وانس) وہ نہ سنیں؟ جس میں تھوڑی سی بھی عقل ہے وہ اس بات کا محتاج نہیں کہ ہم اس کے سامنے اس افتراء کی وضاحت کریں جو اس حدیث میں ہے۔ مؤلف اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں۔ واجمعت الامة المحمدية علی اثبات عذاب القبر الا قليلا منهم وهم بعض المعتزلة الموافقون للنصاری فی ذلك وفی القدر اور عذاب قبر کے اثبات پر امت محمدیہ کا اجماع ہے مگر بعض معتزلہ نے عذاب قبر اور تقدیر کے انکار میں نصاریٰ کی موافقت کی ہے۔ (الانتصارات الاسلامیۃ فی کشف شبہ النصرانیۃ ج۱ ص ۴۷۷)

۲۶۲...... امام شہرستانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے امام طوفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: واما ضرارٌ وبشر المريسیّ ويحيی بن كامل وباقی المعتزلة فنفوا عذاب القبر ورد الارواح الی الاجساد وعليه معظم معتزلة عصرنا ضرار اور بشر مریسی اور یحیٰ بن کامل اور باقی معتزلہ نے عذاب قبر کا انکار کیا ہے۔ اسی طرح قبر میں اجساد کی طرف ارواح کے لوٹانے کا بھی انکار کیا ہے اور ہمارے زمانے کے اکثر معتزلہ کا مذہب یہی ہے۔ (درء القول القبیح ص ۱۱۴)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ عذاب قبر اور قبر میں اجساد کی طرف روحوں کے لوٹانے کا انکار اہل سنت کا مذہب نہیں، معتزلہ کا مذہب ہے۔

امام مُظہِری حنفی رحمۃ اللہ علیہ (مظہر الدین حسین بن محمود بن حسن الضریر زیدانی کوفی شیرازی۔م ۷۲۷ھ)

۲۶۳...... اعلم ان الميت اذا وُضع فی القبر تُنفَخ فيه الروح ويُقعد حيًّا كما كان فی الدنيا قاعدًا .. واما الكافرُ فغلبَ عليه الخوفُ ولا يقدر علی جوابهما فيكون مُعذَّبًا فی القبر (المفاتيح

شرح الصابح ج ا ص ۲۱۹) جان لیجئے کہ میت کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس میں روح پھونکی جاتی ہے اور زندہ کر کے اس کو بٹھایا جاتا ہے جس طرح وہ دنیا میں بیٹھتا تھا...... اور کافر پر خوف غالب ہوتا ہے اور وہ فرشتوں کو جواب نہیں دے سکتا۔ پس اس کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے۔

۲۶۴...... دخلَ المَلَكانِ عليه فى تلك الساعة قبل ان يمضىَ زمانٌ بعيدٌ بل يسمع الميتُ صوتَ نعالِ اصحابه فى رجوعهم على راس قبره (الفاتح شرح الصابح ج ا ص ۲۲۰) دو فرشتے اُسی وقت زیادہ وقت گزرنے سے پہلے میت کے پاس آتے ہیں بلکہ میت ابھی لوٹنے والوں کی جوتیوں کی آواز سن رہی ہوتی ہے کہ دونوں فرشتے قبر میں داخل ہو جاتے ہیں۔

۲۶۵...... ان الصحابةَ يعلمون ان الله تعالىٰ قادرٌ على ان يُعذِّبَ الميتَ فى القبر وفى وجه الارض، و كذلك لو غرقَ احدٌ فى الماء او اكلَه سَبُعٌ لعذَّبَه الله ان كان مُستحقًّا للعذاب فى جوف البحر وبطن السَّبع وهكذا ليعتقد كلُّ مسلمٍ ويعلم ان عذابَ الميت بعد الموت وقبلَ القيامة - سواءٌ كان فى القبر او غيره - يكون لجميع الكفار وبعض العُصَاة من المسلمين الخ (الفاتح ج ا ص ۲۲۵) صحابہ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ وہ میت کو قبر میں اور زمین کے اوپر عذاب دے اور اسی طرح اگر کوئی پانی میں غرق ہو جائے یا اس کو درندہ کھا جائے اور وہ عذاب کا مستحق ہو تو اللہ اس کو بھی سمندر کے درمیان میں اور درندے کے پیٹ میں عذاب دیتا ہے۔ اس لئے ہر مسلمان کو یہ عقیدہ رکھنا چاہئے اور اس کو معلوم ہونا چاہئے کہ موت کے بعد اور قیامت سے پہلے خواہ میت قبر میں مدفون ہو یا نہ ہو تمام کفار اور بعض نافرمان مسلمانوں کے لئے عذاب ہوتا ہے، لیکن فرق یہ ہے کہ کفار کو عذاب ہوتا ہے سزا کے طور پر اور مسلمان معذبین کو عذاب ہوتا ہے گناہوں سے پاک کرنے کے لئے۔

۲۶۶...... اما لو لقَّنَ احدٌ الميتَ عند الدفن لم يكن فيه حرجٌ لانه ليس فيه الا ذكرُ الله تعالىٰ وعرض الاعتقاد على الميت والحاضرين والدعاء للميت وللمسلمين (الفاتح ج ا ص ۲۳۵) اگر کوئی دفن کے وقت میت کو تلقین کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ اس میں سوائے ذکر اللہ کے، میت اور حاضرین پر عقیدہ پیش کرنے اور میت اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا کرنے کے کوئی اور بات نہیں ہے۔

۲۶۷...... ردَّ الله علىَّ روحى حتى اردَّ عليه السلامَ يعنى اقول وعليكَ السلامُ (حدیث میں ہے کہ جو کوئی مجھ پر سلام کرے گا تو اللہ تعالیٰ میری روح کو مجھ پر متوجہ کر دے گا تا کہ میں سلام کا جواب دوں، اس کے تحت امام مظہری لکھتے ہیں: سلام کا جواب دینے کا مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ یوں فرماتے ہیں وعلیک السلام۔ (الفاتح ج ۲ ص ۱۶۳)

فائدہ: جواب اس پر موقوف ہے کہ آپ ﷺ سلام کرنے والے کا سلام سنیں اور سلام سننا اور جواب دینا زندہ کی صفت ہے۔

۲۶۸...... وقد روى ان رسول الله - عليه السلام - راى رجلًا قد اتكأ على قبر فقال النبى عليه السلام لا تؤذِ صاحبَ القبر يعنى الميت (الفاتح ج ۲ ص ۴۴۷) ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس نے قبر پر سہارا لگایا ہوا تھا تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ قبر والے کو یعنی میت کو تکلیف نہ دو۔

فائدہ: تکلیف زندہ کو ہوتی ہے مردہ کو نہیں، خواہ تکلیف حسی ہو یا معنوی یعنی پریشانی اور ذہنی اذیت۔

۲۶۹...... ما انتم باسمع منهم هذا يدل على ان الموتى يسمعون ما يقال لهم ولكن لا يقدرون على الاجابة (الفاتح ج ۴ ص ۲۱۷) حضور ﷺ نے بدر کے دن کفار مقتولین کے بارے میں فرمایا تھا کہ تم ان مقتولین سے زیادہ سننے والے نہیں۔ اس کے تحت مؤلف لکھتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ مردوں سے جو بات کہی جاتی ہے وہ اس کو سنتے ہیں لیکن وہ جواب دینے پر قدرت نہیں رکھتے۔

۲۷۰...... يعني في ليلة المعراج عند الكثيب الاحمر قائماً مصلّياً في قبره وصلوات الانبياء علیہم السلام في قبورهم عبارةٌ عن زيادة دَرَجَاتِهم بعد الموت (الفاتح ج ۶ ص ۲۶) حضور ﷺ نے معراج کی رات سرخ ٹیلے کے پاس موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ (زمینی) قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے، اس حدیث کے تحت مؤلف لکھتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کا اپنی قبروں میں نماز پڑھنا وفات کے بعد درجات کے بڑھنے کا ذریعہ ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ حنبلی رحمۃ اللہ (تقی الدین، ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم حَرَّانِی دِمَشْقِی۔م ۷۲۸ھ)

۲۷۱...... وقد روى حديث صححه ابن عبد البر انه قال ما من رجل يمر بقبر الخ (حدیث میں ہے جو آدمی ایسے آدمی کی قبر کے پاس گزرے جو اس کو دنیا میں پہچانتا تھا اور اس پر سلام کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی روح کو متوجہ کر دیتے ہیں تاکہ وہ اس کے سلام کا جواب دے، اس حدیث کو ابن عبد البر رحمۃ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے) اور اس حدیث کو خود ابن تیمیہ رحمۃ اللہ نے بھی صحیح قرار دیا ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ اس کے علاوہ بھی اس مضمون کی دوسری صحیح احادیث مرفوعہ موجود ہیں جو محدثین حضرات کے نزدیک صحیح ہیں۔

(اقتضاء الصراط المستقیم ج ۲ ص ۱۷۸، نیز فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲۴ ص ۱۷۳، حقوق آل البیت ص ۶۰)

۲۷۲...... ثم من اثبت من هؤلاء عذاب القبر كالاشعرية وبعض المعتزلة قال انه تخلق حياة في جزء من اجزاء البدن فينعم او يعذب (الصفدیۃ ج ۲ ص ۲۶۷) جن لوگوں نے عذاب قبر کو ثابت مانا ہے جیسے اشعریہ اور بعض معتزلہ، انہوں نے کہا کہ بدن کے اجزاء میں سے کسی جزء میں حیات پیدا کی جاتی ہے پھر بدن کو ثواب یا عذاب دیا جاتا ہے۔

۲۷۳...... وقد غلط بعض الغلاة فسوّى بين حياة النبي ﷺ-وموته، واثبتوا له بعد موته حياة حقيقية كحياته-ﷺ-في الحياة الدنيا، وان الشهداء احياء في قبورهم وحياة الانبياء اكمل، وبناء على هذا اجازوا الاستغاثة بالنبي ﷺ-حياً وميتاً ولم يعلموا ان حياته-ﷺ-بابي هو وامي-حياة برزخية، وهذه الحياة البرزخية من الغيب الذي اخبرنا الله به ولم نعلم حقيقتها وكنهها فوجب علينا الايمان بحياة الانبياء على هذا الاساس مع الجزم باختلافها عن الحياة الدنيا ولو اريد ان حياتهم كحياتهم في الدنيا لاقتضت جميع لوازمها من اعمال وتكليف وعبادة ونطق وغير ذلك (الاستغاثۃ فی الرد علی البکری ص ۴۳) بعض غالی لوگوں نے غلطی کی کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی حیات اور موت کو برابر کر دیا۔ یعنی انہوں نے موت کے بعد آپ ﷺ کے لئے دنیا کی (حسی) حیات کی طرح قبر میں حیات حقیقی

ثابت کی۔ حالانکہ شہداء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور انبیاء کی حیات ان سے زیادہ کامل ہے، اس (مذکورہ بالا حیات حسی والے عقیدے کی) بناء پر انہوں نے نبی ﷺ کے ذریعے زندگی میں بھی اور بعد الوفات بھی مدد طلب کرنا جائز قرار دیا اور انہوں نے یہ نہ جانا کہ آپ ﷺ کی حیات حیات برزخیہ (یعنی مخفی زیر پردہ حیات) ہے اور یہ حیات برزخیہ امور غیب سے ہے جن کی اللہ نے ہمیں خبر دی اور ہم اس کی حقیقت کو نہیں جانتے۔ پس ہم پر واجب ہے کہ جیسے ہم غیبی امور پر ایمان لاتے ہیں۔ اسی طرح انبیاء کی حیات پر ایمان لائیں اس یقین کے ساتھ کہ یہ حیات دنیا کی حیات سے مختلف ہے اور اگر یہ مراد ہو کہ ان کی حیات بعینہٖ ان کی دنیا والی حیات کی مثل ہے تو یہ حیات تقاضا کرتی ہے اس کے تمام لوازم کا، یعنی اعمال، مکلف ہونا، عبادت کرنا، بولنا وغیرہ۔

فائدہ: خلاصہ یہ ہے کہ امام ابن تیمیہ شہداء اور انبیاء علیہم السلام کے دنیاوی اجسام میں باطنی مخفی حیات مانتے ہیں لیکن دنیا کی محسوس کھلی حیات کی طرح قبر میں بدن کے لئے دنیاوی حیات مع لوازم دنیا نہیں مانتے اور اس پر سب کا اتفاق ہے۔ لہٰذا امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا حیات قبر کے بارے میں وہی عقیدہ ہے جو سب اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔

۲۷۴...... فهذه نصوصه الصريحة توجب تحريم اتخاذ قبورهم مساجد مع انهم مدفونون فيها وهم احياء في قبورهم (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲۷ ص ۵۰۲) ان نصوص صریحہ کے مطابق انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنانا حرام ہے باوجود اس کے کہ انبیاء اپنی قبروں میں مدفون ہیں اور وہ انہی قبروں میں زندہ ہیں۔ (لیکن وہ حیات مخفی ہے)

۲۷۵...... وَكَذٰلِكَ مَا تَوَاتَرَ عَنْهُ مِنْ اَحَادِيثَ سِوَى مَا فِي الْقُرْآنِ ... وَمَا ذَكَرَهُ مِنْ اَسْمَاءِ اللهِ وَصِفَاتِهِ وَمَا اَخْبَرَ بِهِ مِنْ فِتْنَةِ الْاِنْسَانِ فِي قَبْرِهِ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَنَعِيمِهِ (الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح ج ۶ ص ۳۷۲) قرآن کے ماسواء وہ احادیث جو نبی ﷺ سے تواتر کے ساتھ مروی ہیں (ان میں سے چند یہ ہیں) اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کی احادیث اور وہ احادیث جن میں قبر میں انسان کے امتحان کا ذکر ہے۔ نیز وہ احادیث جن میں قبر کے عذاب وثواب کا ذکر ہے۔

۲۷۶...... وَمِنَ الْاِيمَانِ بِالْيَوْمِ الْآخِرِ الْاِيمَانُ بِكُلِّ مَا اَخْبَرَ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ مِمَّا يَكُونُ بَعْدَ الْمَوْتِ الخ ایمان بالآخرۃ میں سے ہے موت کے بعد پیش آنے والی ہر اس چیز پر ایمان لانا جس کی نبی ﷺ نے خبر دی ہے۔ پس وہ ایمان لاتے ہیں قبر کے فتنہ پر اور قبر کے عذاب وثواب پر، فتنہ قبر کی تفصیل یہ ہے کہ لوگوں کا ان کی قبروں میں امتحان کیا جاتا ہے۔ پس آدمی سے پوچھا جاتا ہے تیرا رب کون ہے، تیرا دین کیا ہے، تیرا نبی کون ہے؟ پھر اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو کلمہ طیبہ کی برکت سے سوال کے وقت ثابت قدم رکھتے ہیں۔ پس مؤمن کہتا ہے میرا رب اللہ ہے اور اسلام میرا دین ہے، محمد ﷺ میرے نبی ہیں، لیکن شک کرنے والا پریشان ہو کر کہتا ہے آہ آہ، میں نہیں جانتا، میں نے لوگوں سے سنا وہ ایک بات کہتے تھے میں نے بھی وہی کہہ دی، پھر اس کو لوہے کے گرز کے ساتھ مارا جاتا ہے پس وہ اس طرح چیختا ہے کہ اس کی چیخ کو سوائے انسان کے ہر چیز سنتی ہے اور اگر اس چیخ کو انسان سن لے تو بیہوش ہو جائے۔ (العقیدۃ الواسطیہ ص ۹۵)

۲۷۷...... والایمان مع ذلك بنعيم القبر وبعذابه وبما يكون في البرزخ من حين الموت الى حين القيامة من نعيم وعذاب الخ مذکورہ امور پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ قبر کے ثواب وعذاب پر ایمان

لانا اور موت کے وقت سے قیامت تک جو ثواب وعذاب برزخ میں ہوگا اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ پس جب انسان کی روح اس کے بدن سے جدا ہو جاتی ہے تو اس کے بعد وہ انسان یا راحت میں ہوتا ہے یا عذاب میں، پس ارواح سے ثواب وعذاب قیامت قائم ہونے تک مؤخر نہیں ہوتا۔ (بلکہ قبر کے سوال جواب کے بعد شروع ہو جاتا ہے) اگرچہ کامل ثواب وعذاب قیامت کے دن ہوگا اور ابدان سے جدا ہونے والی ارواح اس حالت میں باقی نہیں رہتیں کہ وہ قیامت قائم ہونے تک ہزاروں سال ثواب وعذاب سے خارج ہوں۔ (لیکن ارواح کا قبر والے بدنوں کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اس لئے وہی عذاب تبعاً بدنوں کو بھی ہوتا ہے) اسی وجہ سے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے لوگو! تم کہتے رہتے ہو قیامت قیامت، بے شک جو آدمی فوت ہو گیا اس کی قیامت قائم ہو گئی..... لیکن اہل بدعت جیسے بہت سے جہمیہ اور معتزلہ وغیرہ برزخ میں ہونے والے ثواب وعذاب کی تکذیب کرتے ہیں اور جو کچھ قبر میں ہوتا ہے اس کا اقرار نہیں کرتے جیسا کہ وہ جنت دوزخ کے وجود کا بھی انکار کرتے ہیں اسی طرح قیامت قائم ہونے سے پہلے قبر میں ثواب وعذاب کا عقیدہ بھی نہیں رکھتے۔ (المستدرک علی مجموع الفتاوی ج ۱ ص ۹۲)

۲۷۸..... امام ابو حاتم نے اپنی صحیح میں روایت نقل کی ہے اور دوسرے ائمہ نے بھی اس کو نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک میت لوٹنے والوں کی جوتیوں کی آواز سنتی ہے، پس اگر مؤمن ہو تو نماز اس کے سر کی جانب، روزہ دائیں جانب، زکوۃ بائیں جانب اور لوگوں کے ساتھ احسان اور بھلائی اس کے پاؤں کی جانب موجود ہو جاتے ہیں، پس فرشتہ اس کے سر کی جانب آتا ہے تو نماز کہتی ہے میری جانب سے داخل ہونے کی کوئی جگہ نہیں، پھر وہ دائیں جانب سے آتا ہے تو روزہ کہتا ہے میری جانب سے داخل ہونے کی جگہ نہیں، پھر وہ بائیں جانب سے آتا ہے تو زکوۃ کہتی ہے میری جانب سے داخل ہونے کی جگہ نہیں، پھر پاؤں کی جانب سے آتا ہے تو صدقہ صلہ رحمی وغیرہ نیکیاں کہتی ہیں میری جانب سے داخل ہونے کی جگہ نہیں، پس اس آدمی کو کہا جاتا ہے بیٹھ جا، پس وہ بیٹھ جاتا ہے اور اس کے لئے سورج کے غروب ہونے کا وقت سامنے کر دیا جاتا ہے، پس اس کو کہا جاتا ہے کہ کون ہے یہ آدمی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) جو تم میں تھا، اس کے بارے میں تو کیا کہتا ہے؟ پس وہ کہتا ہے مجھے چھوڑ دو تا کہ میں نماز پڑھوں، پس فرشتے کہتے ہیں عنقریب آپ یہ عمل کریں گے، ہمیں اس کا جواب دے جو ہم آپ سے پوچھ رہے ہیں، وہ کہتا ہے مجھ سے کیا پوچھتے ہو؟ فرشتے کہتے ہیں اس آدمی کے بارے میں جو تم میں تھا آپ کیا کہتے ہیں، وہ کہتا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ تحقیق یہ اللہ کے رسول ہیں جو اللہ کی طرف سے حق لے کر آئے، فرشتے کہتے ہیں اسی پر تو زندہ رہا، اسی پر تیری موت ہوئی اور اسی پر ان شاء اللہ تعالیٰ تو قبر سے اٹھایا جائے گا، پھر اس کے لئے جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے پس اس کو کہا جاتا ہے یہ ہے تیرا ٹھکانہ اور وہ تمام نعمتیں بھی تیرے لئے ہیں جو اللہ نے اس میں تیار کر رکھی ہیں، پس اس کا شوق اور اس کی خوشی زیادہ ہو جاتی ہے، پھر اس کے لئے جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھولا جاتا ہے پس اس کو کہا جاتا ہے کہ اگر تو اپنے رب کی نافرمانی کرتا تو جہنم میں تیرا ٹھکانہ یہ ہوتا (جس سے تو اللہ ورسول کی فرمانبرداری کی وجہ سے بچ گیا)، پس اس کا شوق اور خوشی اور زیادہ ہو جاتی ہے، پھر ستر ہاتھ تک اس کی قبر فراخ کی جاتی ہے اور اس کے لئے قبر کو روشن کر دیا جاتا ہے اور اس کے جسم کو ویسے ہی لوٹا دیا جاتا ہے جیسے پہلے تھا اور اس کی روح کو رکھ دیا جاتا ہے پاکیزہ روحوں میں اور وہ روحیں پرندوں پر سوار ہو کر جنت کے پھل کھاتی ہیں۔ (شرح حدیث النزول ص ۹۰)

فائدہ: روحوں کا تعلق قبر والے بدنوں کے ساتھ بھی رہتا ہے اس تعلق کی وجہ سے روح کے واسطے سے ابدان بھی لطف اندوز ہوتے ہیں۔

فائدہ: اعمال صالحہ اسی بدن کے لئے حصار بن کر حفاظت کرتے ہیں جس بدن کے ساتھ وہ اعمال کئے گئے اور وہ بدن عنصری ہے۔

۲۷۹...... وسماع الميت لقرع نعالهم والسلام عليه ونحو ذلك مما ثبت ان جنس الاموات يسمعون ليس ذلك مخصوصا بقوم معينين الخ میت کا لوٹنے والوں کی جوتیوں کی آواز کو سننا اور اس پر سلام کہنا وغیرہ ان چیزوں میں سے ہے جن کو تمام اموات سنتے ہیں، یہ کسی معین قوم کے ساتھ مختص نہیں اور اللہ تعالیٰ کا فرمان: انك لا تسمع الموتى اس میں سماع معتاد کی نفی ہے اور سماع معتاد وہ ہے کہ جس سے سننے والوں کو نفع ہو اور سننے والے اس کو قبول کریں۔ (یعنی مردے سنتے ہیں لیکن ان کو اس کے سننے سے نہ نفع ہوتا ہے اور نہ اس کے قبول کرنے کا کوئی فائدہ ہے) جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ولو علم الله فيهم خيرا لاسمعهم (اگر اللہ ان کفار معاندین میں بھلائی جان لیتا تو ان کو سناتا) اس میں سماع نافع مراد ہے۔ (یعنی اگر ان میں بھلائی ہوتی تو اللہ کی طرف سے ان کو سماع نافع اور سماع قبول نصیب ہوتا اور وہ ایمان لے آتے لیکن ان میں بھلائی نام کی کوئی چیز نہیں تھی اس لئے ان کو سماع نافع اور سماع قبول نصیب نہ ہو سکا اور وہ ایمان نہ لائے) اسی طرح لو كنا نسمع او نعقل (یعنی قیامت کے دن اہل جہنم کہیں گے اگر ہم سن لیتے یا سمجھ لیتے تو دوزخیوں میں نہ ہوتے۔ حالانکہ دنیا میں کافر اپنے کانوں سے سنتے تھے لیکن اس سننے سے ان کو نہ نفع ہوا نہ انہوں نے اس کو قبول کیا) پس اس آیت میں سماع نافع اور سماع قبول کی نفی ہے۔ (یعنی اگر ہم سنتے سماع نافع اور سن کر قبول کر لیتے تو دوزخ میں نہ ہوتے) فاذا كان قد نفى عن الكافر السمع مطلقًا وعلم انه انما نفى سمع القلب المتضمن للفهم والقبول لا مجرد سماع الكلام فكذلك المشبه به وهو الميت پس جیسے ان دونوں آیتوں میں لفظوں میں نفی مطلق سماع کی ہے لیکن حقیقت میں نفی ہے سماع نافع اور سماع قبول کی۔ اسی طرح مشبہ بہ یعنی موتیٰ، ان میں بھی اگرچہ لفظوں میں نفی مطلق سماع کی ہے لیکن مراد ہے سماع نافع اور سماع قبول کی نفی۔ (المستدرک علی مجموع الفتاوی ج ۱ ص ۹۴)

فائدہ: معلوم ہوا کہ امام ابن تیمیہ کے نزدیک مردوں کے لئے مطلق سماع ثابت ہے اور جن آیات میں نفی ہے ان میں سماع نافع اور سماع قبول کی نفی ہے اور اگر مطلق سماع کی نفی ہو تو کفار کی مردوں کے ساتھ تشبیہ درست نہیں ہوتی، کیونکہ کفار سنتے تھے لیکن نہ مانتے تھے اور نہ قبول کرتے تھے اور نہ یہ سننا ان کے لئے نفع مند ثابت ہوا اور سننا حیات پر موقوف ہے اس سے ثابت ہوا کہ ابن تیمیہ کے نزدیک قبر میں جو ابدان عنصریہ ہیں ان میں حیات ہے تو انبیاء علیہم السلام کے ابدان عنصریہ بطریق اولیٰ زندہ ہوں گے۔

۲۸۰...... وارواح المؤمنين وان كانت فى الجنة فلها اتصال بالبدن الخ مؤمنین کی ارواح اگرچہ جنت میں ہوتی ہیں لیکن ان کا بدن کے ساتھ بغیر طویل وقفہ کے جب اللہ چاہتے ہیں اتصال ہو جاتا ہے، جیسا کہ فرشتے آنکھ جھپکنے سے پہلے آسمانوں سے اتر آتے ہیں (ان کو اترنے میں دیر نہیں لگتی، اسی طرح روح کو بھی بدن کے ساتھ اتصال میں کوئی دیر نہیں لگتی) امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ موت کے بعد روح آزاد

ہوتی ہے جہاں چاہتی ہے جاتی ہے۔ اسی (روح کی تیز رفتاری کی) وجہ سے یہ بات بھی نقل کی گئی ہے کہ روحیں (مختلف اوقات میں) قبروں کے ارد گرد بھی ہوتی ہیں اور تحقیق وہ جنت میں بھی ہوتی ہیں اور یہ سب کچھ حق ہے اور صحیح حدیثوں میں ہے کہ موت کے بعد روح بدن کی طرف لوٹا دی جاتی ہے اور بدن سے سوال کیا جاتا ہے اور سوال کے بعد پھر روح کو نکال لیا جاتا ہے لیکن بلاشبہ بدن کے ساتھ تعلق رہتا ہے اور تحقیق اس مضمون کی احادیث درجہ شہرت میں ہیں کہ میت اپنے اہل وعیال اور اپنے دنیا والے احباب کے حال کو جانتی ہے کیونکہ اس پر ان کے احوال واعمال پیش کئے جاتے ہیں اور جو کچھ قبر کے پاس کیا جاتا ہے اس کو میت دیکھتی ہے اور جانتی ہے، نیک کام سے خوش ہوتی ہے اور قبیح کام سے تکلیف محسوس کرتی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق منقول ہے کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے روضہ پاک میں دفن ہونے کے بعد ان کی قبر کے پاس پردہ کرتیں اور فرماتیں کہ پہلے میرا باپ اور میرا خاوند تھا (اس لئے مجھے پردے کی ضرورت نہ تھی)، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اجنبی ہیں، امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: تعنی انہ یراھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقصد یہ تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو دیکھتے ہیں۔ (المستدرک علی مجموع الفتاوی ج۱ ص۹۵)

فائدہ: اسی لئے وہ پردہ کرتیں، بعض لوگوں کا یہ اعتراض کہ منوں مٹی جب دیکھنے میں رکاوٹ نہیں تو ایک کپڑا کیسے رکاوٹ بن سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا تعلق اللہ کی قدرت کے ساتھ ہے، اللہ چاہتے ہیں تو اپنی قدرت کے ساتھ منوں مٹی کا پردہ آنکھوں کے سامنے سے ہٹا دیتے ہیں اور جب چاہتے ہیں تو کپڑے کو رکاوٹ بنا دیتے ہیں، جس کا اللہ کی قدرت پر ایمان ہے وہ اس پر بھی ایمان رکھے گا اور شک شبہ میں نہیں پڑے گا۔ نیز ہم دیکھتے ہیں کہ منوں لوہا اور منوں مٹی بجلی کے کرنٹ پہنچنے میں رکاوٹ نہیں بن سکتا، لیکن پلاسٹک کا باریک سا پردہ رکاوٹ بن جاتا ہے، اس میں بھی اللہ کی قدرت ہی کارفرما ہے، ہمارے استاذ حکیم العصر مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ قبر والے کے لئے قبر کی مٹی کو شیشہ بنا دیتے ہیں۔

فائدہ: میرے تکمیل کے استاذ جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا منظور احمد نعمانی آف ظاہر والی کے سامنے ایک طالب علم نے یہ سوال کیا تو حضرت نے فرمایا آپ کو اپنا فہم مبارک اور ہمیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فہم مبارک۔

۲۸۱...... الاحادیث الصحیحۃ المتواترۃ تدل علی عود الروح الی البدن وقت السؤال الخ قبر میں سوال کے وقت روح کا بدن کی طرف لوٹنا احادیث صحیحہ متواترہ سے ثابت ہے اور بغیر روح کے بدن کا زندہ ہونا کچھ لوگوں کا قول ہے اور ان کے مقابلے میں کچھ دوسرے لوگ ہیں جنہوں نے کہا کہ قبر میں سوال بغیر بدن کے صرف روح سے ہوتا ہے، مرہ اور ابن حزم اسی کے قائل ہیں۔ امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: وکلاھما غلط یہ دونوں مذہب غلط ہیں اور احادیث صحیحہ بھی اس کو رد کرتی ہیں اور اگر سوال صرف روح کے لئے ہو تو اس صورت میں قبر کی تخصیص درست نہیں۔ (کیونکہ اس طائفہ کے نزدیک روح بدن کی طرف نہیں لوٹائی جاتی) اور جمہور نے اس کا انکار کیا ہے (اور ان کا مذہب یہ ہے کہ سوال روح وبدن کے مجموعہ سے ہوتا ہے) (المستدرک علی مجموع الفتاوی ج۱ ص۹۵، نیز دیکھئے شرح حدیث النزول ص۵۱)

۲۸۲...... واتفق الائمۃ علی انہ یسلم علیہ عند زیارتہ وعلی صاحبیہ الخ ائمہ اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ قبر شریف کی زیارت کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کے دو ساتھیوں پر سلام کیا جائے، کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی بھی مجھ پر سلام کرے گا تو اللہ تعالیٰ میری روح کو میری طرف متوجہ

کر دے گا۔ حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا جواب دوں گا۔ ابن تیمیہ فرماتے ہیں: وھو حدیث جید اور ابن ابی شیبہ اور دارقطنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کرتے ہیں جو آدمی میری قبر کے پاس مجھ پر سلام کرے گا میں اس کو خود سنوں گا اور جو دور سے مجھ پر سلام بھیجے گا وہ مجھ تک پہنچایا جائے گا۔ اس کی سند میں قدرے ضعف ہے لیکن اس کے شواہد و مؤیدات ثابت ہیں، کیونکہ دور سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوۃ و سلام کا پہنچانا محدثین حضرات نے متعدد اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث ہے آپ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات کو مجھ پر کثرت سے درود پڑھو، کیونکہ تمہارا درود میرے اوپر پیش کیا جائے گا، صحابہ نے کہا کہ ہمارا درود آپ پر کیسے پیش ہوگا۔ حالانکہ آپ بوسیدہ ہو چکے ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے گوشتوں کو کھائے اور نسائی وغیرہ میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ میری قبر پر فرشتے مقرر کر دے گا جو میری امت کا سلام مجھے پہنچائیں گے۔ (مجموع الفتاوی ج ۲۷ ص ۱۱۶)

۲۸۳...... والانبیاء اَحیاءٌ فِی قُبُورھم کَمَا رای مُحَمَّد مُوسٰی صلوات اللہ وَسَلَامہ عَلَیۡہِمَا وعلی سائر الْاَنۡبِیَاءِ فِی قَبرہٖ لَیۡلَۃَ الاسراءِ (مختصر فتاویٰ مصریہ ص ۱۷۰) انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں، جیسا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اسراء کی رات موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں (نماز پڑھتے) دیکھا۔

۲۸۴...... ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے تین سوال کئے گئے: (۱) کیا یہ بات صحیح ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں؟ (۲) اور نبی علیہ السلام پر قبر میں امت کے اعمال پیش ہونے کی کیفیت کیا ہے؟ فقط آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کریم پر پیش ہوتے ہیں؟ یا آپ کی روح کو آپ کے جسد مبارک کی طرف لوٹا کر روح و جسد دونوں پر پیش ہوتے ہیں؟ (۳) اور جب بندہ آپ پر درود یا سلام پیش کرتا ہے تو کیا نبی علیہ السلام اس کا جواب ارشاد فرماتے ہیں؟

<u>جواب</u>: الحمدللہ! انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور بے شک نمازیں بھی پڑھتے ہیں جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ آپ نے فرمایا میں اسراء کی رات موسیٰ علیہ السلام کے پاس گزرا تو وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے اور نبی علیہ السلام سے یہ بھی ثابت ہے کہ جب کوئی مسلمان مجھ پر سلام پیش کرے گا تو اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح کو متوجہ کر دے گا۔ حتیٰ کہ میں اس کو سلام کا جواب دوں گا۔ نیز آپ نے فرمایا کہ تم جہاں بھی ہو مجھ پر درود بھیجو کیونکہ تمہارا درود مجھے پہنچتا ہے اور فرمایا کہ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جائے گا۔ صحابہ کرام نے کہا ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا، حالانکہ آپ بوسیدہ ہو چکے ہوں گے؟ آپ نے فرمایا بے شک اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے گوشتوں کو کھائے۔ آپ پر اعمال پیش کئے جاتے ہیں اور عرضِ اعمال حق ہے، رہا عرضِ اعمال کا محل، یہ ان چیزوں میں سے ہے جن کے ساتھ کوئی (دینی) غرض تعلق نہیں رکھتی۔ (جامع المسائل لابن تیمیہ ج ۴ ص ۱۹۱، ۱۹۲)

۲۸۵...... ومع ھذا فلیس لنا ان نطلب ذلك منھم و کذلك الانبیاء والصالحون وان کانوا احیاء فی قبورھم وان قدر انھم یدعون للاحیاء وان وردت به آثار فلیس لاحد ان یطلب منھم ذلك ولم یفعل ذلك احد من السلف لان ذلك ذریعة الی الشرك بھم وعبادتھم من دون اللہ تعالیٰ بخلاف الطلب من احدھم فی حیاته فانه لا یُفضی الی الشرك (قاعدہ جلیلہ فی التوسل

سیلہ ص ۲۸۹) اور (ملائکہ ہمارے لئے دعا واستغفار کرتے ہیں اور اس پر قدرت رکھتے ہیں لیکن) اس کے باوجود ہمارے لئے جائز نہیں کہ ہم ان سے دعا واستغفار طلب کریں۔ اسی طرح انبیاء اور صلحاء اگرچہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور وہ زندوں کے لئے دعا کرتے ہیں اور ان کے دعا کرنے پر اگرچہ آثار وارد ہیں لیکن کسی کے لئے بھی یہ جائز نہیں کہ وہ ان سے دعا واستغفار طلب کرے اور نہ ہی سلف میں سے کسی نے ایسا کیا۔ کیونکہ یہ ان کو شریک ٹھہرانے کا اور غیر اللہ کی عبادت کرنے کا سبب ہے۔ بخلاف اس کے کہ اگر ان کی زندگی میں کسی سے دعا واستغفار طلب کی جائے تو یہ مفضی الی الشرک نہیں۔ (لہٰذا یہ جائز ہے)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بعد الوفات انبیاء اور صلحاء قبور میں زندہ ہیں لیکن ان سے دعا اور استغفار طلب کرنا منع ہے اور ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ ممانعت احتیاط پر مبنی ہے کہ اس کے مفضی الی الشرک ہونے کا خطرہ ہے، نہ اس لئے کہ یہ شرک ہے، جب کہ جمہور سلف کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس استشفاع اور استغفار طلب کرنا نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ مستحب ہے۔

۲۸۶...... عنوان ہے: حیاۃ الانبیاء فی قبورھم حیاۃ برزخیۃ یہ عنوان قائم کر کے اس کے تحت لکھا ہے: والانبیاء احیاء فی قبورھم وقد یصلون کما رای محمد موسی صلوات اللہ وسلامہ علیہما وعلی سائر الانبیاء فی قبرہ لیلۃ الاسراء انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور وہ نمازیں بھی پڑھتے ہیں۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسراء کی رات موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں۔

(المستدرک علی مجموع الفتاوی ج ۱ ص ۱۰۱)

فائدہ: عنوان میں حیات برزخیہ کا ذکر ہے اور تفصیل میں قبر کا لفظ ہے اور نبی علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو جس قبر میں نماز پڑھتے دیکھا وہ سرخ ٹیلے کے پاس اسی زمین پر تھی۔ اعلیٰ علیین والی قبر نہیں تھی۔ معلوم ہوا کہ مؤلف کی مراد حیات برزخیہ سے ارضی قبر میں جسد عنصری کی حیات ہے۔ اس سے فقط حیات روح مراد نہیں بلکہ روح اور جسد عنصری کے مجموعہ والی حیات مراد ہے جو دنیاوی جسم کے زندہ ہونے کے اعتبار سے دنیاوی ہے اور عالم برزخ میں ہونے کے اعتبار سے برزخی ہے، یعنی محل حیات کے اعتبار سے حیات دنیوی ہے اور ظرف زمان کے اعتبار سے حیات برزخی ہے۔

۲۸۷...... فان الانسان عبارۃ عن البدن والروح معا بل ھو بالروح اخص منہ بالبدن وانما البدن مطیۃ للروح کما قال ابو الدرداء رضی اللہ عنہ انما بدنی مطیتی فان رفقت بھا بلغتنی وان لم ارفق بھا لم تبلغنی الخ! انسان بدن اور روح دونوں کا نام ہے، بلکہ وہ بدن کی بنسبت روح کے ساتھ زیادہ خاص ہے، بدن تو روح کے لئے سواری ہے جیسا کہ ابودرداء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرا بدن تو میری سواری ہے۔ اگر میں اس کے ساتھ نرمی کروں گا تو یہ مجھے پہنچا دے گی اور اگر میں اس کے ساتھ نرمی نہیں کروں گا تو مجھے نہیں پہنچائے گی اور ابن مندہ وغیرہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ قیامت کے دن مخلوق کے درمیان خصومت جاری رہے گی۔ حتیٰ کہ روح اور بدن بھی جھگڑا کریں گے، روح بدن سے کہے گی کہ تو نے گناہ کئے، بدن روح سے کہے گا کہ تو نے مجھے حکم دیا تھا۔ پھر اللہ ایک فرشتہ بھیجے گا جو ان دونوں کے درمیان فیصلہ کرے گا اور کہے گا کہ تمہاری مثال ایسے ہے جیسے ایک اپاہج اور ایک نابینا ہے، یہ دونوں ایک باغ میں داخل ہوئے، اپاہج نے اس میں پھل لگے ہوئے دیکھے تو اندھے سے کہا کہ مجھے پھل نظر آ رہے ہیں لیکن میں پھل تک پہنچنے کی طاقت نہیں رکھتا، اندھے نے کہا کہ میں وہاں تک

جانے کی طاقت رکھتا ہوں لیکن میں اس کو دیکھ نہیں سکتا۔ اپاہج نے اسے کہا کہ آ، مجھے اٹھا تاکہ میں پھل توڑوں، اندھے نے اسے اٹھایا، اپاہج اسے بتاتا گیا اور اندھا اسے لے کر چلتا گیا، اپاہج نے پھل توڑا (اور دونوں نے کھایا) فرشتہ پوچھے گا کہ ان دونوں میں سے سزا کس پر آنی چاہئے؟ روح اور بدن کہیں گے کہ دونوں پر، فرشتہ کہے گا کہ تم دونوں بھی اسی طرح ہو۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۴ ص ۲۲۲، ۲۱۳) دنیا میں سزا روح اور بدن دونوں کو ملتی ہے لیکن روح بدن کے تابع ہے، آخرت میں بھی عذاب روح اور بدن دونوں کو اصالۃً ہوگا، تو برزخ میں بھی عذاب روح اور بدن دونوں کو ہونا چاہئے کیونکہ جرم میں دونوں شریک ہیں لیکن روح کو اصالۃً اور بدن کو تبعاً۔

۲۸۸...... واما الفتنة فی القبور فھی الامتحان والاختبار للمیت الخ۔ قبروں میں فتنہ سے مراد میت کا امتحان اور آزمائش ہے جب دو فرشتے اس سے سوال کرتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں کہ تو اس آدمی کے بارے میں کیا کہتا تھا جو تم میں بھیجا گیا تھا یعنی محمد ﷺ۔ پس اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو قول ثابت (یعنی کلمہ طیبہ) کی برکت سے ثابت قدم رکھتا ہے اور وہ جواب دیتا ہے کہ اللہ میرا رب ہے، اسلام میرا دین ہے اور محمد میرے نبی ہیں اور کہتا ہے کہ وہ آدمی (جو ہم میں بھیجا گیا تھا) محمد رسول اللہ ہیں جو ہمارے پاس معجزات اور ہدایت لے کر آئے، ہم ان پر ایمان لائے اور ان کی اتباع کی۔ پھر وہ فرشتے اس میت کو سخت جھڑکتے ہیں اور یہ آخری امتحان ہوتا ہے جس کے ساتھ مؤمن کو آزمایا جاتا ہے، وہ فرشتے اس سے دوبارہ وہی سوال کرتے ہیں جو پہلے کئے تھے اور حضور ﷺ سے اس امتحان کے بارے میں تواتر کے ساتھ احادیث موجود ہیں جیسے حدیث براء، حدیث انس، حدیث ابی ہریرہ وغیرہ اور یہ (قبر میں امتحان) تمام مکلفین سے ہوتا ہے سوائے انبیاء کے، ان کے بارے میں اختلاف ہے، اسی طرح غیر مکلفین جیسے بچے اور مجنون، ان کے بارے میں بھی اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ ان سے قبر میں امتحان نہیں لیا جاتا اس لئے کہ امتحان صرف مکلفین سے ہوتا ہے، قاضی (ابو یعلی) اور ابن عقیل (حنبلی) کا یہی قول ہے، اس قول کے مطابق موت کے بعد ان کو (کلمہ وغیرہ کی) تلقین نہیں کی جائے گی اور دوسرا قول یہ ہے کہ ان کو (موت کے بعد) تلقین کی جائے گی اور ان کا (قبر میں) امتحان بھی ہوتا ہے، ابو حکیم، ابوالحسن بن عبدوس کا یہی قول ہے اور ابوالحسن نے اس کو اپنے اصحاب سے نقل کیا ہے اور یہ دوسرا قول ان حضرات کے قول کے مطابق ہے جو کہتے ہیں کہ قیامت کے دن ان (بچوں اور مجنونوں) کو مکلف بنایا جائے گا جیسا کہ اہل علم اور اہل سنت محدثین اور متکلمین کی اکثریت کا یہی قول ہے اور اسی کو ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ نے اہل سنت کی طرف سے ذکر کیا ہے اور اس کو ترجیح دی ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی نصوص کا مقتضی بھی یہی ہے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۴ ص ۲۵۷، نیز یہی مضمون دیکھئے ج ۴ ص ۲۷۷)

فائدہ: موت کے بعد تلقین اور قبر میں سوال وجواب موقوف ہے میت کے بدن عنصری کی حیات پر۔

۲۸۹...... مذھب سائر المسلمین بل وسائر اھل الملل اثبات القیامة الکبری الخ تمام مسلمانوں بلکہ تمام اہل ملت کے نزدیک قیامت کبریٰ اور لوگوں کا اپنی قبروں سے کھڑا ہونا اور وہاں ان کے لئے ثواب وعذاب ثابت ہے اور برزخ یعنی موت سے لے کر قیامت تک کے زمانے میں ثواب وعذاب کا اثبات بھی تمام سلف اور اہل سنت والجماعت کا قول ہے۔ (خواہ میت مدفون ہو یا غیر مدفون) برزخ میں ثواب وعذاب کا انکار تو صرف چند اہل بدعت نے کیا ہے۔

۲۹۰...... وذکر عذاب القیامة والبرزخ معا فی غیر موضع ذکره فی قصة آل فرعون فقال وحاق بآل فرعون سوء العذاب النار یعرضون علیھا غدوا وعشیا ویوم تقوم الساعة ادخلوا آل

فرعون اشد العذاب. وقال فی قصة قوم نوح مما خطیئاتهم اغرقوا فادخلوا نارا فلم یجدوا لهم من دون الله انصارا مع اخبار نوح لهم بالقیامة فی قوله والله انبتکم من الارض نباتا ثم یعید کم فیها ویخرجکم اخراجا وقد ذکرنا فی غیر موضع الخ عذاب قیامت اور عذاب قبر کا قرآن کریم کے متعدد مواضع میں اکٹھا ذکر کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے آل فرعون کے قصہ میں ان کا ذکر کیا ہے: ''اور اترا آل فرعون پر سخت عذاب (یعنی عذاب دنیا) اور وہ آگ پر پیش کئے جاتے ہیں صبح اور شام (یعنی قبر میں) اور جس دن قیامت قائم ہوگی تو ان کو کہا جائے گا اے آل فرعون! سخت ترین عذاب میں داخل ہو جاؤ (یعنی جہنم میں)'' اسی طرح قوم نوح کے قصہ میں ہے: ''اپنے گناہوں کی وجہ سے وہ غرق کئے گئے پھر وہ غرق ہونے والے آگ میں داخل کئے گئے (یعنی عذاب قبر میں)، پھر نہ پائے انہوں نے اپنے لئے اللہ کے علاوہ مددگار۔'' اس کے ساتھ ہی نوح علیہ السلام نے جو اُن کو قیامت کی خبر دی اُس کا بھی ذکر ہے کہ: ''اللہ نے تم کو زمین سے اٹھایا پھر وہی تمہیں اس زمین میں لوٹاتا ہے (یعنی قبر میں) پھر وہی تمہیں (قیامت کے دن) نکالے گا۔'' (ان دونوں مضمونوں پر مشتمل ۱۳/آیات ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کی ہیں، ان آیات سے قبر میں بدن عنصری کے لئے عذاب ثابت ہوتا ہے) (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۴ ص ۲۶۲ تا ۲۶۷)

۲۹۱...... سئل هل یتکلم المیت فی قبره؟ فقال واما سؤال السائل هل یتکلم المیت فی قبره فجوابه انه یتکلم وقد یسمع ایضا من کلمه کما ثبت فی الصحیح عن النبی ﷺ انه قال انهم یسمعون قرع نعالهم وثبت عنه فی الصحیح ان المیت یسال فی قبره فیقال له من ربك؟ وما دینك؟ ومن نبیك؟ فیثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فیقول الله ربی والاسلام دینی ومحمد نبیی ویقال له ما تقول فی هذا الرجل الذی بعث فیکم؟ فیقول المؤمن هو عبد الله ورسوله جاءنا بالبینات والهدی فآمنا به واتبعناه وهذا تاویل قوله تعالیٰ یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا وفی الآخرة وقد صح عن النبی ﷺ انها نزلت فی عذاب القبر وکذلك یتکلم المنافق فیقول هاه هاه لا ادری سمعت الناس یقولون شیئا فقلته فیضرب بمرزبة من حدید فیصیح صیحة یسمعها کل شیء الا الانسان وثبت عنه فی الصحیح انه قال لولا ان لا تدافنوا لسألت الله ان یسمعکم عذاب القبر مثل الذی اسمع وثبت عنه فی الصحیح انه نادی المشرکین یوم بدر لما القاهم فی القلیب وقال ما انتم باسمع لما اقول منهم والآثار فی هذا کثیرة منتشرة والله اعلم ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ کیا میت (بدن عنصری، کیونکہ میت کا اطلاق روح اور بدن مثالی پر نہیں ہوتا) اپنی قبر میں کلام کرتی ہے؟ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ سائل کا یہ سوال کہ کیا میت اپنی قبر میں کلام کرتی ہے؟ پس اس کا جواب یہ ہے کہ وہ کلام کرتی ہے اور کبھی (باہر والے) کی بات سنتی بھی ہے، جیسا کہ نبی ﷺ سے صحیح حدیث میں ثابت ہے آپ نے فرمایا کہ مردے اُن کی جوتیوں کی کھسکھساہٹ سنتے ہیں اور آپ سے صحیح حدیث میں یہ بھی ثابت ہے کہ میت سے اُس کی قبر میں سوال کیا جاتا ہے، اس کو کہا جاتا ہے: من ربك. ما دینك. من نبیك، پھر اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو کلمہ طیبہ کی وجہ سے ثابت قدم رکھتا ہے، پس وہ جواب دیتے ہیں: الله ربی والاسلام دینی ومحمد نبیی اور اس کو کہا جاتا ہے کہ تو اس آدمی کے بارے میں کیا کہتا ہے جو تم میں بھیجا گیا، پس مؤمن کہتا ہے کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، ہمارے پاس واضح احکام اور ہدایت لے کر آئے، پس ہم اس پر ایمان لائے اور ہم

نے اس کی اتباع کی، یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت الخ کی تفسیر یہی ہے اور تحقیق نبی کریم ﷺ سے صحیح طور پر ثابت ہے آپ نے فرمایا کہ یہ آیت عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اسی طرح منافق کی میت بھی (قبر میں) کلام کرتی ہے، پس وہ منافق کہتا ہے آہ آہ، میں نہیں جانتا، میں نے تو لوگوں سے سنا وہ ایک بات کہتے تھے تو میں نے بھی وہی بات کہہ دی، پھر اس کو لوہے کے گرز کے ساتھ مارا جاتا ہے پس وہ چیختا ہے۔ حتی کہ اس کی چیخ کو (جن و) انس کے علاوہ ہر چیز سنتی ہے اور یہ بھی صحیح حدیث میں وارد ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم مردوں کو دفن نہیں کرو گے تو میں اللہ سے سوال کرتا کہ وہ تمہیں بھی عذاب قبر سنائے جیسا کہ میں سنتا ہوں اور یہ بھی صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے کہ آپ ﷺ نے بدر کے دن مشرکین کو آواز دی جب کہ وہ کنویں میں پڑے ہوئے تھے اور یہ بھی فرمایا کہ جو میں ان سے کہہ رہا ہوں تم اُن سے زیادہ سننے والے نہیں، والآثار فی ھذا کثیرۃ منتشرۃ اور اس مضمون کی احادیث متفرق طور پر بہت ہیں۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۴ ص ۲۷۳، نیز دیکھئے ج ۲۴ ص ۳۷۹)

۲۹۲...... سئل شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ عن سؤال منکر ونکیر المیت اذا مات تدخل الروح فی جسدہ ویجلس ویجاوب منکرا ونکیرا فیحتاج موتا ثانیا۔ فاجاب: عود الروح الی بدن المیت فی القبر لیس مثل عودھا الیہ فی ھذہ الحیاۃ الدنیا وان کان ذاك قد یکون اکمل من بعض الوجوہ کما ان النشاۃ الاخری لیست مثل ھذہ النشاۃ وان کانت اکمل منھا بل کل موطن فی ھذہ الدار وفی البرزخ والقیامۃ لہ حکم یخصہ ولھذا اخبر النبی ﷺ ان المیت یوسع لہ فی قبرہ ویسال ونحو ذلك وان کان التراب قد لا یتغیر فالارواح تعاد الی بدن المیت وتفارقہ الخ۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ میت سے بعد الوفات منکر نکیر سوال کرتے ہیں؟ روح اس کے جسم میں داخل ہوتی ہے؟ اس کو بٹھایا جاتا ہے؟ منکر نکیر سے سوال جواب ہوتا ہے؟ اور کیا اس پر دوسری مرتبہ موت آتی ہے؟ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ (قبر میں) روح کا میت کے بدن کی طرف لوٹنا اِس دنیا میں روح کے بدن کی طرف لوٹنے کی طرح نہیں۔ اگرچہ وہاں پر (قبر میں) یہ لوٹنا بعض وجوہ سے زیادہ کامل ہوتا ہے، جیسا کہ آخرت کی زندگی دنیا کی زندگی کی مثل نہیں بلکہ اس سے زیادہ کامل ہے، بلکہ دنیا، برزخ اور قیامت میں سے ہر جگہ کے لئے الگ الگ خاص حکم ہے، اسی لئے نبی علیہ السلام نے خبر دی کہ میت کے لئے قبر کو وسیع کر دیا جاتا ہے اور اس سے سوال کیا جاتا ہے وغیر ذالک اور اگر مٹی میت کے بدن کو تبدیل نہ کرے تو روح میت کے بدن کی طرف لوٹائی بھی جاتی ہے اور اس سے جدا بھی ہوتی ہے اور کیا اس جدا ہونے کا نام موت رکھا جائے گا؟ اس میں دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ اس کا نام موت رکھا جائے گا اور اس قول کے قائلین نے ربنا امتنا اثنتین واحییتنا اثنتین کو اسی پر محمول کیا ہے، کہ حیات اولیٰ دنیا میں ہے۔ دوسری حیات قبر میں ہے اور دوسری موت بھی قبر میں ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ آیت اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرح ہے وکنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم، پس پہلی موت اِس دنیوی زندگی سے پہلے ہے، دوسری موت اِس دنیوی زندگی کے بعد ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول: ثم یحییکم موت کے بعد ہے۔ (اس میں حیات قبر اور حیات آخرت دونوں داخل ہیں) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: منھا خلقناکم وفیھا نعیدکم ومنھا نخرجکم تارۃ اخریٰ، نیز فرمایا: فیھا تحیون وفیھا تموتون ومنھا تخرجون پس روح بدن (عنصری) کے ساتھ جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں جُڑ جاتی ہے اور جب اللہ چاہتے ہیں اُس سے جدا ہو جاتی ہے اور اس

کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں، والنوم اخو الموت الخ اور نیند ایک لحاظ سے موت ہے، اسی وجہ سے نبی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب کوئی آدمی اپنے بستر کی طرف ٹھکانہ پکڑے تو کہے باسمك اللّٰھم اموت واحیی اور جب بیدار ہو تو کہے: الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور پس اللہ تعالیٰ نے نیند کا نام موت رکھا ہے اور بیدار ہونے کا نام حیات رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ یتوفی الانفس حین موتھا الخ پس اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا کہ ارواح دو قسم پر ہیں، ایک وہ ارواح جن کو اللہ تعالیٰ موت کے وقت قبض کر لیتا ہے، دوسری وہ ارواح جن کو نیند کے وقت قبض کرتا ہے اور ان پر حقیقی موت نہیں آئی ہوتی، پھر جب وہ سو جاتے ہیں تو جس پر موت آ گئی بحالتِ نوم اس کی روح کو روک لیتا ہے اور جس پر حقیقی موت نہیں آئی اس کی روح کو چھوڑ دیتا ہے، اسی لئے نبی کریم ﷺ کی عادت مبارک یہ تھی کہ جب آپ بستر پر دراز ہوتے تو فرماتے باسمك ربی وضعت جنبی وبك ارفعه فان امسكت نفسی فارحمها وان ارسلتها فاحفظها بما تحفظ به عبادك الصالحین (میں نے تیرے نام کے ساتھ اپنا پہلو رکھا اور تیرے نام کے ساتھ ہی اٹھاؤں گا، پس اگر تو میری روح کو روک لے تو اس پر رحم فرما اور اگر تو اس کو چھوڑ دے تو اس کی حفاظت کر جیسا کہ تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت کرتا ہے) اور جو سونے والا ہے اس کو بحالتِ نوم لذت اور تکلیف حاصل ہوتی ہے اور یہ راحت و تکلیف روح اور بدن دونوں کو حاصل ہوتی ہے، حتیٰ کہ اگر نیند میں اس کو کوئی مارتا ہے تو وہ صبح کے وقت اپنے بدن میں درد محسوس کرتا ہے اور اپنی نیند میں کوئی عمدہ چیز کھاتا ہے تو صبح کے وقت اس کا ذائقہ اپنے منہ میں محسوس کرتا ہے، پس جب سونے والے کے روح اور بدن دونوں کو راحت و تکلیف حاصل ہوتی ہے جو اس نے نیند میں دیکھا، لیکن جو اس کے قریب ہوتا ہے اس کو اس کا احساس تک نہیں ہوتا حتیٰ کہ سونے والا شدت تکلیف کی وجہ سے چیختا ہے یا اس کو گھبراہٹ حاصل ہوتی ہے اور بیدار آدمی اس کی چیخ کو سنتا ہے اور کبھی وہ قرآن پڑھتا ہے یا ذکر کرتا ہے یا کوئی اور جواب دیتا ہے اور بیدار آدمی اُس کی ان سب باتوں کو سنتا ہے، وہ سویا ہوا ہے، آنکھیں بند ہیں اور اگر اس کو مخاطب بنایا جائے تو وہ نہیں سنتا، تو کیسے مدفون کی اُس حالت کا انکار کیا جا سکتا ہے جس کی رسول اللہ ﷺ نے خبر دی کہ وہ اُن کی جوتیوں کی کھسکھساہٹ سنتی ہے، نیز فرمایا کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں اور دل قبر کے مشابہ ہے اسی لئے جب آپ کی عصر کی نماز فوت ہو گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ ان کے پیٹوں کو اور ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے اور ایک روایت میں ہے کہ اُن کے دلوں کو اور ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے اور یہ جائز نہیں کہ یوں کہا جائے کہ میت جو ثواب و عذاب پاتی ہے یہ بعینہٖ سونے والے کی راحت و تکلیف کی مثل ہے بلکہ میت کی راحت و تکلیف سونے والے کی راحت و تکلیف سے اکمل ابلغ اور اتم ہے اور یہی حقیقی ثواب اور حقیقی عذاب ہے، لیکن اس مثال کو ذکر کیا جاتا ہے صرف قبر کے عذاب و ثواب کے امکان کو بیان کرنے اور سمجھانے کے لئے اور یہ اُس وقت ضرورت پیش آتی ہے جب سائل یہ سوال کرتا ہے کہ میت اپنی قبر میں حرکت نہیں کرتی، مٹی سے اس میں تغیر نہیں آتا، وغیر ذالك! (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۴ ص ۲۷۴)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قبر کے ثواب و عذاب کا تعلق اُس بدن کے ساتھ ہے جو اسی مٹی میں مدفون ہے، کیونکہ مٹی اِسی بدن میں تغیر پیدا کرتی ہے اور سونے والا اپنے اسی بدن عنصری میں راحت و تکلیف کا اثر محسوس کرتا ہے۔

۲۹۳...... سئل شیخ الاسلام - قدس اللہ روحه وهو بمصر عن عذاب القبر هل هو علی النفس

والبدن او علی النفس دون البدن؟ والمیت یعذب فی قبرہ حیا ام میتا؟ وان عادت الروح الی الجسد ام لم تعد فهل یتشارکان فی العذاب والنعیم او یکون ذلك علی احدهما دون الآخر؟ فاجاب رضی اللہ عنہ وجعل جنة الفردوس منقلبه ومثواه آمین-: الحمد للہ رب العالمین بل العذاب والنعیم علی النفس والبدن جمیعا باتفاق اهل السنة والجماعة تنعم النفس وتعذب منفردة عن البدن وتعذب متصلة بالبدن والبدن متصل بها فیکون النعیم والعذاب علیهما فی هذه الحال مجتمعین کما یکون للروح منفردة عن البدن الخ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے مصر میں سوال کیا گیا کہ کیا عذاب قبر روح اور بدن دونوں پر ہوتا ہے یا بدن کے بغیر فقط روح پر؟ اور کیا میت کو قبر میں جب عذاب دیا جاتا ہے تو وہ زندہ ہوتی ہے یا مردہ؟ اور روح جسد کی طرف لوٹے یا نہ لوٹے دونوں صورتوں میں روح وجسد دونوں ثواب وعذاب میں شریک ہوتے ہیں یا نہیں؟ یا اُن میں سے فقط ایک پر عذاب وثواب ہوتا ہے؟ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: الحمد للہ رب العالمین بلکہ عذاب وثواب نفس (روح) اور بدن پر دونوں پر ہوتا ہے اور اس پر اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے، البتہ روح کو ہر حالت میں عذاب ہوتا ہے خواہ وہ بدن سے جدا ہونے کی حالت میں ہو یا روح و بدن ایک دوسرے کے ساتھ متصل ہوں، پس دونوں کے جمع ہونے کی حالت میں عذاب وثواب دونوں پر (اصالۃً) اکٹھا ہوتا ہے جیسا کہ بدن سے جدا ہونے کے وقت (اصالۃً) فقط روح کو ہوتا ہے (اور تبعاً بدن کو ہوتا ہے) آگے ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے عذاب قبر کے بارے میں کچھ اور اقوال بھی نقل کئے، ایک قول یہ نقل کیا کہ ثواب وعذاب فقط روح کو ہوتا ہے اور بدن کو نہ ثواب ہوتا ہے نہ عذاب، فلاسفہ اور معتزلہ وغیرہ کا یہی قول ہے، دوسرا قول یہ کہ روح کو عذاب وثواب نہیں ہوتا کیونکہ روح عین حیات ہے جب حیات ختم ہوئی تو روح فنا ہو گیا اور تیسرا قول یہ کہ برزخ میں نہ ثواب ہے نہ عذاب۔ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: فاذا عرفت هذه الاقوال الثلاثة الباطلة فاعلم ان مذهب سلف الامة وائمتها ان المیت اذا مات یکون فی نعیم او عذاب وان ذلك یحصل لروحه ولبدنه وان الروح تبقی بعد مفارقة البدن منعمة او معذبة وانها تتصل بالبدن احیانا فیحصل له معها النعیم والعذاب۔ جب آپ نے ان تین اقوال باطلہ کو جان لیا تو اب یہ بھی جان لیجئے کہ امت کے سلف اور ائمہ کا مذہب یہ ہے کہ میت موت کے بعد یا ثواب میں مبتلا ہوتی ہے یا عذاب میں اور یہ ثواب وعذاب روح اور بدن دونوں کو حاصل ہوتا ہے (روح کو اصالۃً اور بدن کو تبعاً) اور روح بدن سے جدا ہونے کے بعد یا نعمتوں میں ہوتی ہے یا عذاب میں اور یہ روح کبھی بدن کے ساتھ (بصورت دخول فی البدن) متصل ہو جاتی ہے تو روح کے ساتھ بدن کو بھی (اصالۃً) ثواب وعذاب حاصل ہوتا ہے اور کیا روح کے بغیر بدن کو بھی عذاب وثواب ہوتا ہے؟ ایک طائفہ نے اس کو ثابت کیا لیکن جمہور نے اس کا انکار کیا ہے اور جو کچھ ہم نے ذکر کیا (کہ روح و بدن دونوں کو ثواب وعذاب ہوتا ہے) ہم اس کی وضاحت اور اس کے دلائل ذکر کرتے ہیں، عذاب قبر کی احادیث اور منکر نکیر کے سوال وجواب کی احادیث بہت ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر ہیں، جیسا کہ صحیحین میں ابن عباس سے حدیث ہے، صحیح مسلم میں زید بن ثابت سے ہے، اسی طرح صحیح مسلم اور باقی سنن میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے اور صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے ہے، صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے اور صحیح ابو حاتم بستی رحمۃ اللہ علیہ میں ام مبشر سے ہے اور صحیحین اور سنن میں براء بن

عازب رضی اللہ عنہ سے ہے اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی طرح ہی صحیح ابن حبان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے، اسی طرح صحیحین میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حدیث ہے۔ یہ سب حدیثیں تفصیلی طور پر نقل کرنے کے بعد امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ حدیث براء رضی اللہ عنہ کے بعد لکھتے ہیں: ففی ھذا الحدیث انواع من العلم منھا ان الروح تبقی بعد مفارقة البدن خلافا فالضلال المتکلمین وانھا تصعد و تنزل خلافا فالضلال الفلاسفة وانھا تعاد الی البدن وان المیت یسال فینعم او یعذب کما سال عنه اھل السؤال وفیه ان عمله الصالح او السیء یاتیه فی صورة حسنة او قبیحة اس حدیث میں چند علمی فوائد ہیں۔ (۱) روح بدن سے جدا ہونے کے بعد باقی رہتی ہے، اس میں بعض گمراہ متکلمین نے مخالفت کی ہے۔ (۲) روح آسمانوں کی طرف چڑھتی ہے اور پھر قبر کی طرف اترتی ہے، اس میں بعض گمراہ فلاسفہ نے مخالفت کی ہے۔ (۳) روح کو (قبر میں) بدن (عنصری) کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔ (۴) میت سے (یعنی بدن عنصری سے، کیونکہ میت یہی ہے، روح یا بدن مثالی میت نہیں) سوال کیا جاتا ہے اور سوال کے بعد پھر میت کو یا انعامات سے نوازا جاتا ہے یا عذاب دیا جاتا ہے اس کے جواب کے مطابق۔ (۵) میت کا نیک عمل خوبصورت آدمی کی شکل میں اور برا عمل قبیح شکل میں اس کے پاس آتا ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ص ۲۹۳ پر لکھنے کے بعد فرماتے ہیں: وھذا الحدیث فیه اختلاف اضلاعه وغیر ذلک مما یبین ان البدن نفسه یعذب اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ اس کی پسلیاں ادھر ادھر گھس جاتی ہیں اور اس کے علاوہ بھی جو کچھ اس میں بیان کیا گیا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بدن عنصری کو بھی عذاب دیا جاتا ہے اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث ص ۲۹۵ پر لکھنے کے بعد فرماتے ہیں: فقد اخبرت ھذه النصوص ان الروح تنعم مع البدن الذی فی القبر۔ اذا شاء اللہ۔ وانھا تنعم فی الجنة وحدھا وکلاھما حق۔ ان احادیث نے اس بات پر متنبہ کیا کہ: (۱) جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں تو روح اور بدن جو قبر میں ہے دونوں کو (اصالۃً) جنت کا ثواب دیا جاتا ہے۔ (۲) اکیلی روح کو بھی (اصالۃً) جنت کا ثواب دیا جاتا ہے (جب روح بدن سے جدا ہو جائے) اور یہ دونوں باتیں برحق ہیں اور ص ۲۹۶ پر لکھتے ہیں: وھذا الباب فیه من الاحادیث والآثار ما یضیق ھذا الوقت عن استقصائه مما یبین ان الابدان التی فی القبور تنعم و تعذب۔ اذا شاء اللہ ذلک۔ کما یشاء وان الارواح باقیة بعد مفارقة البدن ومنعمة ومعذبة ولھذا امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالسلام علی الموتی کما ثبت فی الصحیح والسنن انه کان یعلم اصحابه اذا زاروا القبور ان یقولوا السلام علیکم اھل الدیار من المؤمنین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون یرحم اللہ المستقدمین منا ومنکم والمستأخرین نسأل اللہ لنا ولکم العافیة اللّٰھم لا تحرمنا اجرھم ولا تفتنا بعدھم واغفر لنا ولھم وقد انکشف لکثیر من الناس ذلک حتی سمعوا صوت المعذبین فی قبورھم ورأوھم بعیونھم یعذبون فی قبورھم فی آثار کثیرة معروفة ولکن لا یجب ذلک ان یکون دائما علی البدن فی کل وقت بل یجوز ان یکون فی حال دون حال عذاب قبر کے باب میں اتنی احادیث اور آثار کثرت کے ساتھ ہیں کہ ان کا احاطہ کرنے سے وقت تنگ ہے، اُن حدیثوں میں یہ مضمون مشترکہ طور پر بیان ہوا ہے کہ جب اللہ چاہتے ہیں قبروں میں ابدان (عنصریہ) کو ثواب یا عذاب دیا جاتا ہے اور ارواح بدن سے جدا ہونے کے بعد باقی رہتی ہیں اور ان کو ہر حالت میں (اصالۃً) ثواب

وعذاب ہوتا ہے، اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے مردوں پر سلام کرنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ صحیح اور سنن میں حدیث ہے کہ نبی ﷺ اپنے اصحاب کو سکھاتے تھے کہ جب وہ قبروں کی زیارت کریں تو یہ کہیں السلام علیکم اهل الدیار من المؤمنین الخ اور تحقیق بہت سارے لوگوں کے لئے بدنوں کا یہ عذاب منکشف ہوا۔ حتیٰ کہ انہوں نے قبروں سے عذاب میں مبتلاء اموات کی آواز کو سنا اور ان کو اپنی آنکھوں کے ساتھ دیکھا کہ اُن کو قبروں میں عذاب دیا جاتا ہے اور اس بارے میں بھی آثار بہت ہیں اور معروف ہیں لیکن یہ ضروری نہیں کہ یہ انکشاف رؤیتِ عذاب ہر وقت ہو بلکہ جائز ہے کہ ایک حالت میں ہو اور دوسری حالت میں نہ ہو۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۴ ص ۲۸۲، ۲۹۶)

۲۹۴...... وقد اخرجاه فی الصحیحین عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ان النبی ﷺ وقف علی قلیب بدر فقال هل وجدتم ما وعد کم ربکم حقا؟ وقال انهم لیسمعون الآن ما اقول. فذکر ذلك لعائشة فقالت وهم ابن عمر انما قال رسول الله ﷺ انهم لیعلمون الآن ان الذی قلت لهم هو الحق ثم قرأت قوله تعالیٰ انك لا تسمع الموتی حتی قرأت الآیة واهل العلم بالحدیث والسنة اتفقوا علی صحة ما رواه انس وابن عمر وان کانا لم یشهدا بدرا الخ۔ صحیحین میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے حدیث ہے کہ نبی ﷺ بدر کے کنویں پر ٹھہرے اور فرمایا کہ کیا تمہارے رب نے جو تم سے وعدہ کیا تھا اُس کو سچا پالیا؟ نیز فرمایا کہ تحقیق یہ یعنی کفار مقتولین اب سن رہے ہیں جو میں کہہ رہا ہوں۔ اس کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے تذکرہ ہوا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ابن عمر رضی اللہ عنہ کو وہم ہوا، رسول اللہ ﷺ نے تو یوں فرمایا تھا کہ بے شک وہ البتہ جانتے ہیں کہ جو کچھ میں نے ان کو کہا تھا وہ حق ہے، پھر یہ آیت پڑھی: انك لا تسمع الموتی اور حدیث وسنت کے ماہرین علماء حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی صحت پر متفق ہیں۔ اگرچہ یہ دونوں حضرات بدر میں حاضر نہیں تھے، کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث نقل کی ہے ابوطلحہ سے اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بدر میں حاضر تھے، یہ روایت ابوحاتم نے اپنی صحیح میں انس عن ابی طلحہ کی سند سے روایت کی ہے...... حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ کیا آپ اُن اجساد کے ساتھ بات کرتے ہیں جن میں روحیں نہیں؟ تو نبی علیہ السلام نے فرمایا: والذی نفسی بیده ما انتم باسمع لما اقول منهم قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے جو میں کہہ رہا ہوں تم اُن سے زیادہ سننے والے نہیں (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا انکار نہیں کیا بلکہ اس جواب پر مطمئن ہو گئے) اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اُس وقت اُن کو زندہ کر دیا (حیات حقیقی کے ساتھ) تاکہ اُن کو ڈانٹنے، ذلیل کرنے، نیز عذاب وحسرت اور ندامت کے بڑھانے کے لئے اللہ تعالیٰ ان کو سنائے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے وہ تاویل کی جیسا کہ ان جیسی بعض دوسری حدیثوں میں بھی انہوں نے تاویل کی ہے۔ (امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ) والنص الصحیح عن النبی ﷺ مقدم علی تاویل من تأول من اصحابه وغیره نبی علیہ السلام سے جو نص صحیح وارد ہے وہ اصحاب کی تاویل پر مقدم ہوگی۔ (نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی قرآنی دلیل کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں) ولیس فی القرآن ما ینفی ذلك فان قوله انك لا تسمع الموتی انما اراد به السماع المعتاد الذی ینفع صاحبه فان هذا مثل ضرب للکفار والکفار تسمع الصوت لکن لا تسمع سماع قبول بفقه واتباع کما قال تعالیٰ ومثل الذین کفروا کمثل الذی ینعق بما لا یسمع الا دعاء ونداء فهکذا الموتی الذین ضرب لهم المثل لا یجب ان ینفی عنهم جمیعُ السماع المعتاد انواعَ

السماع كما لم ينف ذلك عن الكفار بل قد انتفى عنهم السماع المعتاد الذى ينتفعون به واما سماع آخر فلا ينفى عنهم. وقد ثبت فى الصحيحين وغيرهما ان الميت يسمع خفق نعالهم اذا ولوا مدبرين فهذا موافق لهذا فكيف يدفع ذلك؟ اور قرآن میں کوئی ایسی آیت نہیں جو سماع موتی کی نفی کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے قول انک لا تسمع الموتی سے مراد ہے سماع معتاد جو سننے والے کو نفع دے، کیونکہ اس میں کفار کو موتی کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور کفار آواز سنتے تھے لیکن سماع قبول، سماع تفہم اور سماع برائے اتباع نہیں سنتے تھے (یعنی مطلق سماع کی نفی نہیں بلکہ ایسا سماع جس کو کفار قبول کرلیں، اس کو سمجھ لیں اور اتباع کرلیں، اس خاص سماع کی نفی ہے) یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کافروں کی حالت اُس آدمی کی حالت کی طرح ہے جو جانوروں کو آواز دیتا ہے اور وہ جانور نہیں سنتے مگر پکار اور بلاوا (یعنی جیسے جانوروں کے کانوں میں آواز پڑتی ہے لیکن ان میں سمجھنے کی صلاحیت نہیں ہوتی، ایسے ہی کفار آواز سنتے ہیں لیکن نہ سمجھتے ہیں اور نہ قبول کرتے ہیں) یہی حالت موتی کی ہے جن کو کفار کے لئے بطور مثال کے بیان کیا گیا ہے، پس ان سے بھی سماع معتاد (سماع نافع) کی نفی سے سماع کے تمام انواع کی نفی لازم نہیں آتی۔ جیسا کہ کفار سے بھی سماع معتاد کی نفی سے سماع کی تمام انواع کی نفی لازم نہیں آتی اور سماع معتاد وہ ہے جس سے وہ نفع اٹھائیں اور قبول کرلیں، لیکن دوسرا سماع (یعنی غیر نافع) اُس کی اُن سے نفی نہیں ہوتی۔ (آگے امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے سماع موتی کے اثبات پر صحیح بخاری کی حدیث سے دلیل پیش کی ہے، فرماتے ہیں) کہ تحقیق جب دفن کرنے والے پیٹھ پھیر کر واپس آتے ہیں تو میت ان لوٹنے والوں کی جوتیوں کی کھسکھساہٹ سنتی ہے۔ پس یہ حدیث آیت کی اس تفسیر کے موافق ہے۔ پس اس آیت کی وجہ سے سماع موتی کے قول کو کیسے رد کیا جا سکتا ہے؟ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۴ ص ۲۹۷)

۲۹۵...... وانما المسنون السلام عليه اذا اتى قبره ﷺ وكما كان الصحابة والتابعون يفعلون اذا اتوا قبره كما هو مذكور فى غير هذا الموضع. مسنون طریقہ یہی ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کی قبر پر آئے تو سلام کرے جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ جب آپ ﷺ کی قبر پر آتے تو ایسا ہی کرتے اور یہ مسئلہ اس کے علاوہ بھی متعدد جگہوں میں ذکر کیا گیا ہے۔ (فتاوی ابن تیمیہ ج ۴ ص ۵۲۱)

۲۹۶...... والمقصود ان فى حديث ابى هريرة قوله فيصير الى قبره كما فى حديث البراء بن عازب وحديثُ ابى هريرة روى من طرق تصدّق حديثَ البراء بن عازب وفى بعض طرقه سياق حديث البراء بطوله كما ذكره الحاكم مع ان سائر الاحاديث الصحيحة المتواترة تدل على عود الروح الى البدن. اذِ المسالة للبدن بلا روح قول قاله طائفة من الناس وانكره الجمهور و كذلك السؤال للروح بلا بدن قاله ابن ميسرة وابن حزم. ولو كان كذلك لم يكن للقبر بالروح اختصاص وزعم ابن حزم ان العود لم يروه الا زاذان عن البراء وضعفه. وليس الامر كما قاله بل رواه غير زاذان عن البراء وروى عن غير البراء مثل عدى بن ثابت وغيره وقد جمع الدارقطنى طرقه فى مصنف مفرد مع ان زاذان من الثقات روى عن اكابر الصحابة كعمر وغيره وروى له مسلم فى صحيحه وغيره قال يحيى بن معين هو ثقة وقال حميد بن هلال وقد سئل عنه فقال هو ثقة لا يسال عن مثل هؤلاء وقال ابن عدى احاديثه لا باس بها اذا روى عنه ثقة

وكان يبيع الكرابيس (فَإِذَا جَاءَهُ الْمُشْتَرِي عَرَضَ عَلَيْهِ شَرَّ الطَّرَفَيْنِ وَسَاوَمَهُ سَوْمَةً وَاحِدَةً كذا في الثقات لابن حبان وغيره. ناقل) وانما رماه من رماه بكثرة كلامه واما المنهال بن عمرو فمن رجال البخاري وحديث عود الروح قد رواه عن غير البراء ايضا وحديث زاذان مما اتفق السلف والخلف على روايته وتلقيه بالقبول. وارواح المؤمنين في الجنة وان كانت مع ذلك قد تعاد الى البدن كما انها تكون في البدن ويعرج بها الى السماء كما في حال النوم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو یہ لفظ ہیں فیصیر الی قبرہ (کہ روح لوٹ جاتی ہے اس کی قبر کی طرف) جیسا کہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: (فتعاد روحه فی جسده) اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث، حدیثِ براء رضی اللہ عنہ کے لئے مؤید ہے...... باوجود اس بات کے کہ تمام احادیثِ صحیحہ متواترہ دلالت کرتی ہیں روح کے بدن کی طرف لوٹنے پر، کیونکہ بغیر روح کے صرف بدن سے سوال کرنا لوگوں کے ایک طائفہ کا قول ہے جمہور نے اس کا انکار کیا ہے، اسی طرح بغیر بدن کے روح سے سوال کرنا ابن میسرہ اور ابن حزم کا قول ہے۔ اگر اس طرح ہو تو پھر قبر کی تخصیص کا کوئی فائدہ نہیں اور ابن حزم کا خیال یہ ہے کہ روح کے قبر کی طرف لوٹنے کی بات صرف زاذان نے براء رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے اور ابن حزم نے زاذان کو ضعیف قرار دیا۔ حالانکہ معاملہ ایسا نہیں بلکہ زاذان کے علاوہ دوسرے رُواۃ نے بھی براء رضی اللہ عنہ سے اس کو نقل کیا ہے۔ اسی طرح براء کے علاوہ عدی بن ثابت وغیرہ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی یہ حدیث مروی ہے اور دارقطنی نے ایک علیحدہ تصنیف میں عودِ روح کی حدیثوں کی اَسناد کو جمع کیا ہے۔ علاوہ ازیں زاذان ثقہ راویوں میں سے ہے، اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ جیسے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایت کی ہے اور امام مسلم نے صحیح مسلم میں اس کی روایتیں ذکر کی ہیں اور یحییٰ بن معین نے کہا: هو ثقة، حمید بن ہلال سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا ہو ثقہ اور فرمایا کہ ان جیسے راویوں کے بارے میں سوال نہیں کیا جاتا، ابن عدی نے کہا کہ جب اس سے ثقہ راوی روایت کرے تو اس کی حدیثوں میں کوئی حرج نہیں اور یہ کپڑے کا کاروبار کرتے تھے (جب کوئی خریدار آتا تو کپڑے کا عیب دار حصہ اس کو دکھا دیتے اور ایک ہی نرخ بتاتے [جب وہ کپڑے میں خیانت نہیں کرتے تو حدیث رسول میں کیسے خیانت کر سکتے ہیں؟]) اور جس نے بھی ان پر اعتراض کیا ہے ان کے کثیر الکلام ہونے کی وجہ سے کیا ہے (جو موجب جرح نہیں) اور منہال بن عمرو بخاری کے راویوں میں سے ہے اور زاذان کی حدیث ایسی ہے جس پر سلف وخلف نے اتفاق کیا ہے اور اس کو تلقی بالقبول عند المحدثین کا درجہ حاصل ہے۔ (اور جس کو تلقی بالقبول حاصل ہو جائے وہ حدیث محدثین کے نزدیک متواتر شمار ہوتی ہے)　　(فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۵ ص ۴۴۶)

فائدہ: خلاصہ یہ کہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک روح قبر میں بدن عنصری کی طرف لوٹائی جاتی ہے اور سوال جواب روح اور بدن عنصری دونوں کے مجموعہ سے ہوتا ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عودِ روح الی البدن کی حدیثیں صحیح ہیں۔

۲۹۷...... الطريق الثاني ان يقال المجيء والاتيان والصعود والنزول توصف به روح الانسان التي تفارقه بالموت وتسمى النفس وتوصف به الملائكة وليس نزول الروح وصعودها من جنس نزول البدن وصعوده فان روح المؤمن تصعد الى فوق السموات ثم تهبط الى الارض فيما بين قبضها ووضع الميت في قبره وهذا زمن يسير لا يصعد البدن الى ما فوق

السموات ثم ینزل الی الارض فی مثل ھذا الزمان الخ. جب انسان کی روح موت کے ساتھ بدن سے جدا ہو جاتی ہے تو مجیئت، اِتیان، صعود، نزول (آنا، چڑھنا، اترنا) کے ساتھ روح کو متصف کیا جاتا ہے اور اس روح کا نام نفس بھی رکھا جاتا ہے اور مذکورہ صفات کے ساتھ فرشتوں کو بھی متصف کیا جاتا ہے اور روح کا اترنا اور چڑھنا بدن کے اترنے اور چڑھنے کی جنس سے نہیں کیونکہ مومن کی روح آسمانوں کے اوپر چڑھتی ہے پھر زمین کی طرف اس قلیل وقفے میں اترتی ہے جو روح قبض کرنے اور میت کے قبر میں رکھنے کے درمیان ہے، اتنے قلیل وقت میں بدن نہ آسمانوں کی طرف چڑھ سکتا ہے اور نہ زمین کی طرف اتر سکتا ہے، اسی طرح نیند اور بیداری میں روح کا آسمانوں کی طرف چڑھنا پھر بدن کی طرف لوٹنا وہ بھی قلیل زمانہ میں ہوتا ہے، اسی لئے بعض لوگوں نے روح کے قبر کی طرف اترنے کو سورج کی شعاع کے ساتھ تشبیہ دی ہے لیکن یہ مثال ممثل لہ کے مطابق نہیں کیونکہ خود سورج نہیں اترتا اور جو شعاع زمین پر ظاہر ہوتی ہے وہ عرض ہے جو سورج کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے خود سورج نہیں اور نہ سورج کے ساتھ قائم ہے، لیکن روح خود چڑھتی ہے اور اترتی ہے، پس روح کے قبض کرنے کے اور فتنۂ قبر (یعنی قبر کے سوال وجواب اور عذاب) کے بارے میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث مشہور ہے جس کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ نیز امام ابوداود، امام نسائی، امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو مختصراً روایت کیا ہے۔ البتہ محدث ابوعوانہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں اس کو پوری تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے اور ابوعوانہ کی روایت میں ہے: عن زاذان سمعت البراء اس سے اُن لوگوں کا اعتراض ختم ہو جاتا ہے جنہوں نے کہا کہ زاذان کا براء رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۵ ص ۴۳۷، ۴۳۸)

۲۹۸...... وان الروح قد تعرج من النائم الی السماء وھی لم تفارق البدن کما قال تعالیٰ اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسك التی قضی علیھا الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمی و کذلك الساجد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اقرب ما یکون العبد من ربه وھو ساجد و کذلك تقرب الروح الی اللہ فی غیر حال السجود مع انھا فی بدنه ولھذا یقول بعض السلف القلوب جوالة قلب یجول حول العرش وقلب یجول حول الحش الخ اور بے شک سونے والے کی روح آسمان کی طرف چڑھتی ہے حالانکہ وہ بدن سے (کلی طور پر) جدا نہیں ہوتی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اللہ روحوں کو قبض کرتا ہے ان کے بدنوں کی موت کے وقت اور ان کی بھی نیند کی حالت میں جن پر موت نہیں آئی، پھر اللہ تعالیٰ اُن روحوں کو روک لیتا ہے جن پر موت کا فیصلہ ہو چکا اور دوسری روحوں کو چھوڑ دیتا ہے مقرر مدت تک۔'' اسی طرح سجدہ کرنے والے کے بارے میں نبی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بندہ سجدے کی حالت میں اپنے رب کے قریب ترین ہوتا ہے، ایسے ہی حالتِ سجود کے علاوہ میں بھی روح اللہ کے قریب ہوتی ہے۔ حالانکہ وہ بدن میں ہے، اسی لئے بعض سلف کہتے ہیں کہ دل گھومنے والی چیز ہے، دل عرش کے ارد گرد بھی گھومتا ہے اور بیت الخلاء کے ارد گرد بھی گھومتا ہے اور جب روح قبض کی جاتی ہے تو اس کو تھوڑی سی مدت میں اللہ کی طرف چڑھایا جاتا ہے پھر اس کو بدن کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔ پس اس سے سوال کیا جاتا ہے۔ درانحالیکہ وہ بدن میں ہوتی ہے اور اگر جسم چڑھنے اور اترنے والا ہوتا تو اس کے لئے ایک لمبی مدت درکار ہوتی۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو میت کی قبر والی حالت بیان فرمائی اور منکر نکیر کا اس سے سوال کا ذکر فرمایا اور اس بارے میں احادیث بہت ہیں، صحیحین میں حضرت براء بن

عازب رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے کہ جب میت کو قبر میں بٹھایا جاتا ہے پھر وہ لا الہ الا اللہ کی گواہی دیتا ہے تو یہی ہے استقامت، جس کا اس آیت میں ذکر ہے: یثبت اللہ الذین آمنوا، اسی طرح صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث ہے کہ بندے کو جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی واپس جاتے ہیں تو یہ اُن کی جوتیوں کی کھکھساہٹ سنتی ہے اتنے میں اس کے پاس دو فرشتے آجاتے ہیں اور اس کو بٹھاتے ہیں پھر اس کو کہتے ہیں اس آدمی یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تو کیا کہتا ہے؟ پھر صحیح جواب دینے پر حدیث میں ہے کہ فرشتہ اس کو جہنم والا ٹھکانہ دکھا کر کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے تجھے جنت میں ٹھکانہ دیا ہے چنانچہ وہ اپنے دونوں ٹھکانوں کو دیکھتا ہے اور کافر منافق جواب نہیں دے سکتا تو فرشتہ اس کو ڈانٹتا بھی ہے اور لوہے کے ہتھوڑے کے ساتھ اس کے سر پہ مارتا ہے پس وہ چیختا ہے جس کو وہ سب مخلوق سنتی ہے جو اس کے قریب ہوتی ہے مگر جن وانس۔ یہ لکھ کر آگے ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: والناس فی مثل ھذا علی ثلاثۃ اقوال الخ لوگوں کے ان جیسی حدیثوں کے بارے میں تین قول ہیں۔ (۱) بعض لوگ مطلقاً میت کے بٹھانے کا انکار کرتے ہیں، کیونکہ اس کے بدن کو پتھروں اور مٹی کے ساتھ گھیر دیا گیا ہے جس کی وجہ سے اس کا بیٹھنا ممکن نہیں اور کبھی اس کو پتھر میں سوراخ کر کے اس میں رکھ کر سوراخ کو بند کر دیا جاتا ہے اور کبھی اس کے بدن پر ایسی چیز رکھ دی جاتی ہے کہ جس سے اس کے بدن کی حالت نظر آئے لیکن وہ اپنی اسی پہلی حالت پر نظر آتا ہے، اسی وجہ سے بعض لوگوں نے یہ کہا کہ عذاب قبر صرف اور صرف روح کو ہوتا ہے جیسا کہ ابن میسرہ اور ابن حزم کا قول ہے: وھذا قول منکر عند عامۃ اھل السنۃ والجماعۃ اور یہ جمہور اہل سنت والجماعت کے نزدیک شاذ اور برا قول ہے۔ (۲) دوسرا قول یہ ہے کہ خود بدن کو بٹھایا جاتا ہے جیسا کہ نصوص کے ظاہر سے سمجھ آرہا ہے۔ (۳) تیسرا قول یہ ہے کہ (روح کو اٹھایا اور بٹھایا جاتا ہے لیکن روح کا بدن عنصری کے ساتھ تعلق ہوتا ہے جس کی وجہ سے ثواب وعذاب کے اثرات بدن پر بھی پڑتے ہیں، اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ اصالۃً روح کو اٹھایا اور بٹھایا جاتا ہے لیکن بٹھانے اور اٹھانے کے بدن پر جو باطنی اور مخفی اثرات پڑتے ہیں اس کی وجہ سے بدن کی طرف اِقعاد اور قعود کی مجازاً نسبت ہو سکتی ہے، تیسرے مذہب میں اسی چیز کو اختیار کیا گیا ہے اور اس کو ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ یوں بیان فرماتے ہیں) وہ حجت پکڑتے ہیں قدرت کے ساتھ اور سچے رسول کی سچی حدیث کے ساتھ اور وہ حس اور مشاہدے کی طرف نظر نہیں کرتے اور اللہ کی قدرت حق ہے اور سچے رسول کی حدیث بھی حق ہے، لیکن اصل بات ان کی سمجھ کی ہے۔ آگے ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب یہ بات معلوم ہے کہ سونے والا سویا ہوا ہوتا ہے اور اس کی روح بیٹھتی ہے، اٹھتی ہے، چلتی ہے، آتی جاتی ہے، بات کرتی ہے اور نائم کے بدن کے باطن کے ساتھ اور اس کی روح کے ساتھ مختلف باطنی افعال اور امور صادر ہوتے ہیں اور اُن باطنی افعال کی وجہ سے اس کے بدن اور روح دونوں کے لئے راحت وتکلیف حاصل ہوتی ہے۔ حالانکہ اس کا جسم لیٹا ہوا ہے، آنکھیں بند ہیں، منہ بھی بند ہے، اعضاء ساکن ہیں اور اس کی داخلی حرکت کی قوت کی وجہ سے کبھی اس کا بدن حرکت کرتا ہے کبھی کھڑا ہوتا ہے کبھی چلتا ہے کبھی بات کرتا ہے کبھی چیختا ہے اس کی باطنی حالت کے قوی ہونے کی وجہ سے، اسی پر قیاس کیا جائے گا قبر میں میت کی حالت کا، کیونکہ میت کی روح کو بھی بٹھایا جاتا ہے، اس سے سوال کیا جاتا ہے، اس کو ثواب وعذاب ہوتا ہے اور وہ روح چیختی ہے، لیکن اس حالت میں اس کا بدن کے ساتھ بھی تعلق ہوتا ہے، حالانکہ وہ اپنی قبر میں لیٹا ہوا ہے اور کسی وقت میت کی باطنی حالت اتنی قوی ہو جاتی ہے کہ اس کا اس کے بدن میں ظہور ہوتا ہے، اسی

لئے کبھی اس کو قبر سے باہر دیکھا جاتا ہے اور اس پر عذاب بھی دیکھا جاتا ہے اور ملائکہ عذاب اس پر مقرر ہوتے ہیں پس اس کا بدن حرکت کرتا ہے، چلتا ہے، قبر سے نکلتا ہے اور کبھی متعدد لوگ معذبین کی آوازوں کو ان کی قبروں سے سنتے ہیں اور کبھی ایسے شخص کا مشاہدہ کیا جاتا ہے جو قبر سے نکلتا ہے اور وہ عذاب میں مبتلاء ہوتا ہے اور ایسے شخص کا مشاہدہ بھی کیا جاتا ہے جس کو بٹھایا جاتا ہے لیکن یہ اس وقت ہے جب اس کا باطنی معاملہ قوی ہو جاتا ہے، لیکن یہ ہر میت میں لازم نہیں جیسا کہ نائم کے بدن کا بیٹھنا جس کو نائم دیکھتا ہے ہر سونے والے کے لئے لازم نہیں بلکہ یہ اس کی باطنی حالت کی قوت کے اعتبار سے ہوتا ہے اور کبھی یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ بہت سارے بدنوں کو مٹی نہیں کھاتی جیسے انبیاء کے بدن اور غیر انبیاء میں سے صدیقین اور شہدائے اُحد اور ان کے علاوہ دوسرے شہداء اور اس بارے میں احادیث متواتر ہیں، لیکن نبی علیہ السلام نے مطلقاً میت کے بٹھانے کا جو ذکر کیا ہے یہ اُن سب کے باطنی قعود کو شامل ہے، اگر چہ بدن کا ظاہر لیٹا ہوا ہو۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۵ ص ۵۲۶، نیز شرح حدیث النزول ص ۸۸)

فائدہ: امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ فرمایا یہ تیسرے قول کے سمجھانے کے لئے تمثیل ہے، ورنہ ان کا مذہب وہی ہے کہ سوال وجواب اور اس کے بعد ثواب وعذاب روح اور بدن عنصری کے مجموعہ کے لئے ہوتا ہے۔

۲۹۹...... اذا زار قبور الموتی وسلم علیهم وترحم علیهم كما كان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعلم اصحابه فحسن فان النبی علیہ السلام كان یعلم اصحابه اذا زاروا القبور ان یقول احدهم السلام علیكم اهل الدیار من المؤمنین والمؤمنات وانا ان شاء الله بكم لاحقون ویرحم الله المستقدمین مناومنكم والمستاخرین نسال الله لنا ولكم العافیة الخ جب کوئی آدمی مُردوں کی قبروں کی زیارت کرے اور ان پر سلام اور دعائے رحمت کرے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو سکھاتے تھے تو یہ بہتر ہے، کیونکہ نبی علیہ السلام اپنے اصحاب کو سکھاتے تھے کہ جب وہ قبروں کی زیارت کریں تو وہ یہ کہیں السلام علیکم الخ

(فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲۷ ص ۱۳)

فائدہ: اس سے قبروں کی زیارت کا مستحب ہونا، ان پر سلام کرنا اور دعا کرنا ثابت ہوا، اگر یہ محض مٹی کا ڈھیر ہے تو مردوں کو سلام کرنے اور رحمت کی دعا کرنے کے لئے قبروں کے پاس جانے کی اور بصیغہ خطاب کلام کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

۳۰۰...... الذی فی السنن ما رواه ابو داود عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال ما من رجل یسلم علی الا رد الله علی روحی حتی ارد علیه السلام. فهو یرد السلام علی من سلم علیه عند قبره ویبلغ سلام من سلم علیه من البعید كما فی النسائی عنه انه قال ان الله وكل بقبری ملائكة یبلغونی عن امتی السلام وفی السنن عنه انه قال اكثروا علی من الصلاة یوم الجمعة ولیلة الجمعة فان صلاتكم معروضة علی قالوا وكیف تعرض صلاتنا علیك وقد ارمت؟ فقال ان الله قد حرم علی الارض ان تاكل لحوم الانبیاء فبین صلی اللہ علیہ وسلم ان الصلاة والسلام توصل الیه من البعید والله قد امرنا ان نصلی علیه ونسلم وثبت فی الصحیح انه قال من صلی علی مرة صلی الله علیه بها عشرا صلی الله علیه وسلم تسلیما كثیرا (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲۷ ص ۱۶) سنن میں حدیث ہے جس کو امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے مرفوعاً روایت کیا ہے، نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جو آدمی بھی مجھ پر سلام کرے گا تو اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح کو متوجہ کر دے گا تا کہ میں سلام کا

جواب دوں، پس جو آدمی آپ کی قبر کے پاس سلام کرتا ہے تو آپ ﷺ اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں اور جو آدمی دور سے آپ ﷺ پر سلام کہتا ہے اس کا سلام آپ تک پہنچایا جاتا ہے، جیسا کہ نسائی میں نبی ﷺ سے حدیث ہے آپ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے میری قبر پر فرشتے مقرر کر دیئے ہیں جو میری امت کا سلام مجھے پہنچائیں گے اور سنن میں آپ ﷺ سے حدیث ہے فرمایا کہ جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات مجھ پر کثرت سے درود پڑھو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جائے گا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا؟ کیونکہ آپ بوسیدہ ہو چکے ہوں گے، آپ نے فرمایا کہ بے شک اللہ نے حرام کر دیا ہے زمین پر کہ وہ انبیاء کے گوشتوں کو کھائے، پس نبی ﷺ نے وضاحت فرما دی کہ دور سے صلوۃ وسلام ان تک پہنچایا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم آپ پر صلوۃ وسلام پڑھیں اور صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا جو مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عوض اس پر دس رحمتیں بھیجتے ہیں۔صلی اللہ علیہ وسلم تسلیماً کثیراً!

۳۰۱...... وروی عن النبی ﷺ انہ قال ما من رجل یمر بقبر رجل کان یعرفہ فی الدنیا فیسلم علیہ الا رد اللہ علیہ روحہ حتی یرد علیہ السلام نبی ﷺ سے روایت کی گئی ہے۔آپ نے فرمایا کہ جب کوئی آدمی دوسرے ایسے آدمی کی قبر کے ساتھ گزرتا ہے جو اس کو دنیا میں پہچانتا تھا پھر وہ اس میت پر سلام کرتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ اس کو روح کو لوٹاتا ہے تا کہ وہ اس کے سلام کا جواب دے۔ (فتاوی ابن تیمیہ ج ۲۷ ص ۷۱)

__فائدہ:__ سلام کا سننا اور جواب دینا موقوف ہے حیات پر۔

۳۰۲...... فصل: قد ذکرت فیما کتبتہ من المناسك ان السفر الی مسجدہ وزیارۃ قبرہ - کما یذکرہ ائمۃ المسلمین فی مناسك الحج - عمل صالح مستحب الخ۔ میں نے جو احکام حج لکھے ہیں ان میں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ کی مسجد کی طرف سفر کرنا اور آپ کی قبر مبارک کی زیارت کرنا جیسا کہ اس کو مناسک حج میں ائمۃ المسلمین ذکر کرتے ہیں یہ نیک عمل ہے اور مستحب ہے...... والصلاۃ تقصر فی ھذا السفر المستحب باتفاق ائمۃ المسلمین لم یقل احد من ائمۃ المسلمین ان ھذا السفر لا تقصر فیہ الصلاۃ ولا نھی احد عن السفر الی مسجدہ وان کان المسافر الی مسجدہ یزور قبرہ ﷺ بل ھذا من افضل الاعمال الصالحۃ ولا فی شیء من کلامی وکلام غیری نھی عن ذلك ولا نھی عن المشروع فی زیارۃ قبور الانبیاء والصالحین ولا عن المشروع فی زیارۃ سائر القبور بل قد ذکرت فی غیر موضع استحباب زیارۃ القبور کما کان النبی ﷺ یزور اھل البقیع وشھداء احد ویعلم اصحابہ اذا زاروا القبور الخ اور اس مستحب سفر میں تمام ائمہ مسلمین کا اتفاق ہے کہ نماز میں قصر کی جائے گی۔ائمہ مسلمین میں سے کسی ایک نے بھی یہ نہیں کہا کہ اس سفر میں نماز میں قصر نہیں کی جائے گی اور نہ کسی نے آپ کی مسجد کی طرف سفر کرنے سے منع کیا ہے۔اگرچہ آپ کی مسجد کی طرف سفر کرنے والا آپ ﷺ کی قبر کی زیارت بھی کرتا ہے بلکہ یہ سفر افضل اعمال صالحہ میں سے ہے اور نہ میرے کلام میں اور نہ میرے علاوہ کسی اور کے کلام میں اس سفر سے منع کیا گیا ہے اور انبیاء اور صالحین بلکہ تمام قبروں کی مشروع طریقے کے مطابق زیارت کرنے کی ممانعت نہیں ہے بلکہ میں نے متعدد جگہوں میں اس طریقے پر زیارت قبور کو مستحب کہا ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ اہل بقیع اور شہدائے اُحد کی زیارت کرتے تھے اور اپنے اصحاب کو سکھاتے تھے کہ جب وہ قبروں کی زیارت کریں تو یہ کہیں السلام علیکم الخ! واذا

کانت زیارة قبور عموم المؤمنین مشروعة فزیارة قبور الانبیاء والصالحین اولی اور جب عام مؤمنین کی قبروں کی زیارت مشروع ہے تو انبیاء اور صلحاء کی قبروں کی زیارت بطریق اولیٰ مشروع ہے۔لیکن رسول اللہ ﷺ کی ایک خصوصیت ہے جو دوسرے انبیاء اور صلحاء کے لئے نہیں، وہ یہ ہے کہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم ہر نماز میں آپ ﷺ پر درود وسلام بھیجیں اور نماز میں اس کو مؤکد کیا گیا ہے، اسی طرح اذان کے وقت اور تمام ادعیہ کے وقت، نیز مسجد میں داخل ہونے کے وقت ہم درود وسلام پڑھیں خواہ مسجد نبوی ہو یا کوئی اور مسجد ہو، اسی طرح مسجد سے نکلنے کے وقت۔ (فتاوی ابن تیمیہ ج ۲۷ ص ۳۲۹ تا ۳۳۱)

اس سے معلوم ہوا کہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سفر ہو مسجد نبوی کی نیت سے اور آپ کی قبر مبارک کی زیارت بھی کی جائے اور درود وسلام بھی پڑھا جائے تو یہ عمل صالح اور مستحب ہے اور بوقت زیارت درود وسلام قبر کے پاس پڑھنا تقاضا کرتا ہے کہ نبی ﷺ میں حیات ہو تا کہ آپ سنیں اور جواب مرحمت فرمائیں۔

۳۰۳...... والسلام علیه عند قبره المکرم جائز الخ اور سلام آپ ﷺ پر آپ کی قبر مکرم کے پاس جائز ہے ان مرفوع حدیثوں کی وجہ سے جو سنن میں مذکور ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی بھی مجھ پر سلام بھیجے گا اللہ تعالیٰ میری روح کو مجھ پر متوجہ کردے گا تا کہ میں سلام کا جواب دوں اور مشرق ومغرب میں جہاں بھی کوئی آدمی درود وسلام پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا درود وسلام آپ کی طرف پہنچا دیتے ہیں۔اس حدیث کی وجہ سے جو اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے سنن میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات مجھ پر کثرت سے درود پڑھو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جائے گا۔صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا؟ حالانکہ آپ بوسید ہو چکے ہوں گے، آپ نے فرمایا بے شک اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے گوشتوں کو کھائے۔(چونکہ مشرق ومغرب سے پڑھا ہوا درود آپ تک پہنچایا جاتا ہے تو) اسی وجہ سے آپ نے فرمایا کہ میری قبر کو عید میلہ نہ بنانا اور مجھ پر درود پڑھو تم جہاں بھی ہو کیونکہ تمہارا درود مجھ تک پہنچے گا، پس آپ کی طرف درود ایسے ہی پہنچتا ہے جیسا کہ قریب سے پہنچتا ہے...... اور ہمارے لئے یہ حکم بھی مشروع ہوا کہ ہم ہر نماز میں التحیات میں آپ ﷺ پر سلام بھیجیں اور کہیں السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته اور یہ سلام بھی پوری دنیا سے آپ کی طرف پہنچتا ہے، اسی طرح جب ہم نے آپ پر نماز میں درود پڑھا اللّٰھم صل علی محمد الخ تو یہ بھی آپ تک پہنچتا ہے۔(فتاوی ابن تیمیہ ج ۲۷ ص ۳۲۱، ۳۲۲، نیز اس مضمون کے لئے دیکھئے ج ۲۷ ص ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۸۸، ۱۸۹، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۴۱، ۳۸۳، ۳۸۴، ۴۰۰، ۴۱۳، ۴۱۵)

۳۰۴...... ولکن کان الداخل یسلم علی النبی ﷺ لقوله مامن احد یسلم علی الا رد الله علی روحی حتی ارد علیه السلام وهذا السلام مشروع لمن کان یدخل الحجرة وهذا السلام هو القریب الذی یرد النبی ﷺ علی صاحبه الخ۔لیکن جو آدمی حجرہ مبارکہ میں داخل ہو وہ نبی ﷺ پر سلام کرے آپ کے اس فرمان کی وجہ سے مامن احد یسلم الخ اور یہ سلام اس آدمی کے لئے مشروع ہے جو حجرہ میں داخل ہوتا ہے اور یہی ہے وہ قریب والا سلام جس کا نبی علیہ السلام سلام کرنے والے پر جواب ارشاد فرماتے ہیں، لیکن مطلق سلام جو حجرہ سے باہر پڑھا جاتا ہے اور ہر جگہ میں پڑھا جاتا ہے وہ نماز والے صلوۃ وسلام کی مثل ہے......اور یہی وہ سلام ہے جس کا مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے خصوصاً نبی کریم ﷺ کے لئے، بخلاف اس سلام کے جو قبر کے پاس ہو تو پس تحقیق اس سلام کا حکم آپ ﷺ کے درمیان اور تمام مؤمنین کے درمیان مشترک ہے، کیونکہ ہر مؤمن پر اس کی قبر کے

پاس سلام کیا جاتا ہے جیسا کہ زندگی میں ملاقات کے وقت اس پر سلام کیا جاتا تھا، لیکن صلوۃ وسلام ہر جگہ میں اور نماز میں یہ نبی ﷺ کی خصوصیت ہے۔ (فتاوی ابن تیمیہ ج ۲۷ ص ۳۲۴)

فائدہ: دیگر اہل سنت والجماعت کی طرح ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہیں اور یہ حیات برزخی ہے، نیز دیگر اہل سنت والجماعت کی طرح ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ قبر کے پاس پڑھا ہوا درود وسلام سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں اور دور سے پڑھا ہوا درود وسلام فرشتوں کے ذریعے آپ تک پہنچایا جاتا ہے، البتہ قرب وبُعد کی تعیین میں ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرے علماء سے ایک فروعی اختلاف ہے، ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حجرہ مبارکہ کے اندر درود وسلام پڑھا جائے تو یہ قریب ہے اور اگر حجرہ مبارکہ سے باہر سے پڑھا جائے تو اس کا حکم بھی وہی ہے جو دور سے پڑھنے کا حکم ہے، لیکن جمہور اہل سنت کے نزدیک حجرہ مبارکہ سے باہر پڑھا ہوا درود وسلام بھی قریب کا مصداق ہے۔

۳۰۵...... ولیس فی الارض قبر اتفق الناس علی انه قبر نبی غیر قبره الخ (فتاوی ابن تیمیہ ج ۲۷ ص ۱۱۶) نبی کریم ﷺ کی قبر کے علاوہ کسی نبی کی قبر پر لوگوں کا اتفاق نہیں ہوا اور ابراہیم علیہ السلام وغیرہ کی قبر کے بارے میں بھی اختلاف ہے اور ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی کریم ﷺ پر آپ کی زیارت کے وقت سلام کیا جائے اور آپ کے دو ساتھیوں پر بھی سلام کیا جائے۔ (آگے امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے دلیل کے طور پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مامن رجل یسلم علی الخ تحریر کی ہے اور ساتھ ہی فرمایا) وهو حدیث جید اور ابن ابی شیبہ اور دارقطنی کے حوالے سے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ جو آدمی میری قبر کے پاس سلام کرے گا تو میں اس کو سنوں گا۔

۳۰۶...... وسئل- رحمه الله- عن تلقین المیت فی قبره بعد الفراغ من دفنه هل صح فیه حدیث عن النبی ﷺ او عن صحابته؟ وهل اذا لم یکن فیه شیء یجوز فعله ام لا؟ فاجاب: هذا التلقین المذکور قد نقل عن طائفة من الصحابة انهم امروا به کابی امامة الباهلی وغیره وروی فیه حدیث عن النبی ﷺ لکنه مما لا یحکم بصحته ولم یکن کثیر من الصحابة یفعل ذلك فلهذا قال الامام احمد وغیره من العلماء ان هذا التلقین لا باس به فرخصوا فیه ولم یامروا به واستحبه طائفة من اصحاب الشافعی واحمد وکرهه طائفة من العلماء من اصحاب مالك وغیرهم (فتاوی ابن تیمیہ ج ۲۴ ص ۲۹۶) دفن سے فارغ ہونے کے بعد میت کو تلقین کے متعلق شیخ الاسلام سے سوال کیا گیا کہ کیا اس بارے میں کوئی صحیح حدیث ہے؟ یا صحابہ سے ثابت ہے؟ اور اگر ان میں سے کوئی چیز ثابت نہیں تو تلقین کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جواب: مذکورہ تلقین صحابہ کی ایک جماعت سے نقل کی گئی ہے کہ انہوں نے اس تلقین کا حکم کیا جیسے ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ وغیرہ (اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صحابہ میں سے جس کی بھی اقتداء کرو گے ہدایت پاؤ گے) اور اس بارے میں نبی علیہ السلام سے حدیث نقل کی جاتی ہے لیکن اس کی صحت کا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ (البتہ عمل صحابہ رضی اللہ عنہم سے تائید ہو جائے تو حدیث قوی ہو جاتی ہے) اور بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم یہ نہیں کرتے تھے۔ (تلقین نہ فرض ہے نہ واجب ہے نہ مستحب ہے بلکہ جائز ہے، اس لئے کثیر صحابہ رضی اللہ عنہم کے تلقین نہ کرنے سے شرک ہونا یا عدم جواز ثابت نہیں ہوتا، جب کہ بعض صحابہ کرام کا اس کا حکم دینا دلیل ہے کہ یہ شرک وبدعت نہیں بلکہ جائز ہے ورنہ سوال یہ ہے کہ ان بعض

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کیا فتویٰ لگے گا؟) پس اسی وجہ سے امام احمد وغیرہ علماء نے کہا کہ اس تلقین میں کوئی حرج نہیں، انہوں نے اس کی رخصت دی ہے اور اس کا حکم نہیں دیا اور شافعی اور حنبلی علماء کی ایک جماعت نے اس تلقین کو مستحب کہا ہے۔ البتہ بعض مالکی علماء نے اس کو مکروہ کہا ہے۔ (لیکن شرک حرام بدعت نہیں کہا) اور جو کچھ سنن میں نبی ﷺ سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ جب کوئی صحابی دفن کر دیا جاتا تو نبی ﷺ اس کی قبر کے پاس کھڑے ہو جاتے اور فرماتے کہ اس کے لئے ثابت قدمی کی دعا کرو کیونکہ اب اس سے سوال کیا جائے گا۔

فائدہ: قبر کے پاس کھڑے ہو کر دعا کرنے کا حکم دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سوال جواب اسی ارضی قبر میں ہوتا ہے اور سوال جواب دلیل ہے کہ میت کے بدن عنصری میں حیات ہے۔

۳۰۷...... وقد ثبت فی الصحیحین الخ تحقیق صحیحین میں ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا اپنے مردوں کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو۔ (فتاوی ابن تیمیہ ج ۲۴ ص ۲۹۷)

فائدہ: موتی کے دو معنی ہیں۔ (۱) حقیقی معنی یعنی میت۔ (۲) دوسرا مجازی معنی یعنی جو قریب المرگ ہو، جن حضرات نے حقیقی معنی لیا ان کے ہاں میت کو دفن کے بعد تلقین کرنا بلا شبہ و بلا کراہت جائز ہے اور جن کے نزدیک مجازی معنی مراد ہے انہوں نے کراہت کا قول کیا ہے، لیکن شرک بدعت حرام انہوں نے بھی نہیں کہا۔

۳۰۸...... وقد ثبت ان المقبور یسال ویمتحن وانه یؤمر بالدعاء له فلهذا قیل ان التلقین ینفعه فان المیت یسمع النداء کما ثبت فی الصحیح عن النبی ﷺ انه قال انه لیسمع قرع نعالهم وانه قال ما انتم باسمع لما اقول منهم وانه امرنا بالسلام علی الموتی فقال ما من رجل یمر بقبر الرجل کان یعرفه فی الدنیا فیسلم علیه الا رد الله روحه حتی یرد علیه السلام والله اعلم (فتاوی ابن تیمیہ ج ۲۴ ص ۲۹۷ تا ۲۹۹) اور تحقیق یہ بات ثابت ہے کہ قبر میں مدفون میت سے سوال کیا جاتا ہے اور امتحان کیا جاتا ہے، اسی لئے اس کے لئے دعا کا حکم ہے اور اسی وجہ سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ دفن کے بعد اس کو تلقین کرنا نفع دیتا ہے کیونکہ میت نداء کو سنتی ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میت ان کی جوتیوں کی کھسکھساہٹ سنتی ہے۔ نیز آپ نے (صحابہ کرام کو کہا کہ) جو کچھ میں کہہ رہا ہوں تم ان (مقتولین بدر) سے اس کو زیادہ سننے والے نہیں، نیز آپ نے ہمیں حکم دیا مردوں پر سلام کرنے کا اور یہ بھی فرمایا کہ جب کوئی آدمی دوسرے آدمی کی قبر کے پاس گزرتا ہے جو اس کو دنیا میں پہچانتا تھا پھر یہ اس پر سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی روح کو لوٹا دیتا ہے تاکہ یہ اس کو سلام کا جواب دے۔ پھر امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا متصلا آگے ایک اور فتویٰ مذکور ہے جس میں شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ موت کے بعد تلقین بالاجماع واجب نہیں اور نہ عہد نبوی اور عہد خلفاء میں مسلمانوں میں یہ عمل مشہور تھا، بلکہ یہ صحابہ کرام کی ایک جماعت سے منقول ہے جیسے ابو امامہ رضی اللہ عنہ اور واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ، اس لئے بعض ائمہ نے اس کی رخصت دی جیسے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور بعض حنبلی اور شافعی علماء نے اس کو مستحب کہا ہے اور بعض علماء نے اس کو مکروہ کہا ہے، کیونکہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ بدعت ہے، پس اس کے بارے میں تین قول ہیں استحباب، کراہت، اباحت اور یہ اباحت والا قول ان اقوال میں سے معتدل ہے اور میت کے لئے دعا کرنا مستحب ہے جس کی نبی ﷺ نے ترغیب دی اور قبر پر (بلند آواز سے) قراءت کرنا امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد کی ایک روایت

میں مکروہ ہے دوسری روایت میں مکروہ نہیں اور اس کی رخصت دینے کی وجہ یہ ہے کہ یہ روایت ان کو پہنچی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ ان کی قبر کے پاس سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات اور آخری آیات پڑھی جائیں اور بعض صحابہ کرام سے سورہ بقرہ کا پڑھنا بھی منقول ہے، پس دفن کے وقت (قبر کے پاس) قرأت فی الجملہ منقول ہے لیکن دفن کے بعد (قبر کے پاس قرأت کو معمول بنالینا، اس کا) کوئی اثر منقول نہیں۔ اس کے بعد پھر تیسرا فتوی بھی تلقین کے بارے میں ہے اس میں شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ بعض صحابہ تلقین کرتے تھے جیسے ابوامامہ اور واثلہ بن اسقع وغیرہ صحابہ کرام اور بعض حنبلی علماء نے اس کو مستحب کہا ہے۔ والتحقیق انہ جائز ولیس بسنۃ راتبۃ اور اس کے متعلق تحقیق یہ ہے کہ دفن کرنے کے بعد میت کو تلقین کرنا جائز ہے سنت مؤکدہ نہیں۔

۳۰۹...... شیخ الاسلام سے سوال کیا گیا کہ: (۱) کیا میت، ایک قبر سے دوسری قبر کی طرف منتقل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۲) اور میت کی روح قبر میں اترتی ہے یا نہیں؟ (۳) اور میت زائر کو پہچانتی ہے یا نہیں؟

جواب: (۱) میت کی قبر کو بوقت ضرورت اکھیڑنا جائز ہے بلا عذر اکھیڑنا جائز نہیں، مثل ان یکون المدفن الاول فیہ ما یؤذی المیت فینقل الی غیرہ جب پہلی قبر میں کوئی ایسی چیز ہو جو میت کو تکلیف دے تو اس کو دوسری جگہ منتقل کرنا جائز ہے جیسا کہ ایسے عذر کی وجہ سے بعض صحابہ کو منتقل کیا گیا (میت کو تکلیف تب پہنچے گی جب زمینی قبر والے بدن عنصری میں حیات ہو) (۲) والروح تشرف علی القبر و تعاد الی اللحد احیانا کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ روح قبر کی طرف متوجہ رہتی ہے اور بعض اوقات لحد کی طرف اس کو لوٹایا جاتا ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی آدمی دوسرے آدمی کی قبر کے پاس گزرتا ہے جو اس کو دنیا میں پہچانتا تھا پھر وہ اس پر سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس میت پر اس کی روح کو لوٹا دیتا ہے تاکہ وہ سلام کا جواب دے۔ (۳) والمیت قد یعرف من یزورہ الخ اور میت زائر کو پہچانتی ہے اسی وجہ سے سنت یہ ہے کہ یوں کہا جائے السلام علیکم الخ۔ (فتاوی ابن تیمیہ ج ۲۴ ص ۳۰۳، ۳۰۴)

۳۱۰...... ومن قال ان المیت ینتفع بسماع القرآن ویؤجر علی ذلك فقد غلط لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا مات ابن آدم انقطع عملہ الا من ثلاث صدقۃ جاریۃ او علم ینتفع بہ او ولد صالح یدعو لہ فالمیت بعد الموت لا یثاب علی سماع ولا غیرہ وان کان المیت یسمع قرع نعالھم ویسمع سلام الذی یسلم علیہ ویسمع غیر ذلك لكن لم یبق لہ عمل غیر ما استثنی جس نے یہ کہا کہ میت کو قرآن کے سننے کے ساتھ نفع ہوتا ہے اور اس پر اس کو اجر ملتا ہے اس نے غلط کہا، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ابن آدم فوت ہو جاتا ہے تو اس کا اپنا عمل منقطع ہو جاتا ہے مگر تین عملوں کا ثواب پہنچتا رہتا ہے ایک صدقہ جاریہ، دوسرا ایسا علم چھوڑ جائے جس سے نفع اٹھایا جائے، تیسرا نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے۔ لہٰذا موت کے بعد میت کے قرآن سننے پر یا اس کے علاوہ کسی دوسرے عمل پر ثواب نہیں ملتا۔ اگرچہ میت ان کی جوتیوں کی کھسکھساہٹ سنتی ہے اور سلام کرنے والے کا سلام بھی سنتی ہے، اس کے علاوہ دوسری باتیں بھی سنتی ہے لیکن مذکورہ بالا تین عملوں کے سوا کسی اور عمل پر ثواب نہیں ملتا۔ (فتاوی ابن تیمیہ ج ۲۴ ص ۳۱۷)

فائدہ: اس سے ایک تو یہ بات معلوم ہوئی کہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک میت کے بدن عنصری میں حیات

ہے، دوسری یہ بات معلوم ہوئی کہ میت کے لئے سماع ثابت ہے، تیسری یہ بات معلوم ہوئی کہ میت اپنے بدن عنصری کے ساتھ قبر میں کچھ عمل کرتی ہے جس پر ثواب نہیں ملتا، البتہ میت کو تلذذ وسکون حاصل ہوتا ہے۔

۳۱۱..... شیخ الاسلام سے سوال کیا گیا کہ جب زندہ لوگ اموات کی (قبور کی) زیارت کرتے ہیں تو کیا مردے ان کی زیارت اور زیارت کنندگان کو جان اور پہچان لیتے ہیں؟ شیخ الاسلام نے جواب دیا کہ میت کا زندہ کو جاننا جب وہ اس کی زیارت اور اس پر سلام کرے تو یہ حدیث سے ثابت ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی آدمی اپنے مؤمن بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جو اس کو دنیا میں پہچانتا تھا پھر وہ گزرنے والا اس پر سلام کرتا ہے تو یہ مؤمن اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب بھی دیتا ہے۔ قال ابن المبارك ثبت ذلك عن النبی ﷺ وصححه عبدالحق صاحب الاحكام عبد اللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ یہ حدیث نبی علیہ السلام سے ثابت ہے اور اس کو محدث عبدالحق اشبیلی (مؤلف ''الاحکام الکبریٰ'') نے صحیح قرار دیا ہے۔ (فتاوی ابن تیمیہ ج ۲۴ ص ۳۳۱)

۳۱۲..... سوال: (۱) کیا میت زائر کے کلام کو سنتی ہے؟ (۲) اور کیا میت زائر کی ذات کو دیکھتی ہے؟ (۳) کیا میت کی روح اس وقت میں اس کے جسم کی طرف لوٹائی جاتی ہے یا اس وقت میں اور اس کے علاوہ میں قبر کے قریب ہوتی ہے؟

جواب: (۱) نعم یسمع المیت فی الجملة الخ۔ جی ہاں میت زائر کی بعض باتیں سنتی ہیں، جیسا کہ صحیحین میں نبی ﷺ سے ثابت ہے۔ آگے ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے خفق نعال والی حدیث، مقتولین بدر کے سماع والی حدیث، اہل قبور کو سلام کرنے والی حدیث اور میت کی قبر کے پاس گزرنے والے کا میت پر سلام کرنا، میت کا اس کو پہچاننا اور سلام کا جواب دینا اور جمعہ کی رات نبی کریم ﷺ پر کثرت سے درود بھیجنے کی حدیث (یہ پانچ حدیثیں بمع متن نقل کرنے کے بعد امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں) فهذه النصوص وامثالها تبين ان الميت يسمع فی الجملة كلام الحی. ولا يجب ان يكون السمع له دائما بل قد يسمع فی حال دون حال كما قد يعرض للحی فانه قد يسمع احيانا خطاب من يخاطبه وقد لا يسمع لعارض يعرض له الخ۔ پس یہ نصوص اور ان جیسی دوسری نصوص اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ میت زندہ کی بعض باتیں سنتی ہے لیکن ہر وقت ہر بات کو سننا لازم نہیں بلکہ ایک حالت میں سنتی ہے دوسری حالت میں نہیں سنتی، جیسا کہ دنیا کے زندہ آدمی کو بھی یہ صورت پیش آتی ہے کہ وہ کبھی مخاطب کی باتوں کو سنتا ہے اور کبھی کسی عارض کی وجہ سے نہیں سنتا اور میت کا یہ سننا سمع ادراک ہے (یعنی دنیا والی قوت سامعہ کے ساتھ نہیں سنتے بلکہ برزخ میں عطاء کردہ قوتِ سامعہ کے ساتھ سنتے ہیں، اسی کو ابن تیمیہ نے سمع ادراک کے ساتھ تعبیر کیا ہے) اور اس سماع پر کوئی جزاء مرتب نہیں ہوتی اور میت کے اس سماع کی انك لا تسمع الموتی سے نفی نہیں ہوتی کیونکہ آیت میں نفی ہے سماع قبول اور سماع امتثال کی (یعنی ایسا سننا جس کو مردے سن کر اتباع کریں اور قبول کریں اور اس پر قبولیت کے ثمرات مرتب ہوں)، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کافر (معاند، ضدی) کو جو داعی کی دعوت کو قبول نہیں کرتا اس کو میت کے ساتھ تشبیہ دی ہے، نیز دوسری آیت میں ان کو تشبیہ دی ہے جانوروں کے ساتھ (وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ الآية). جو آواز کو سنتے ہیں اور معنی نہیں سمجھتے، پس میت بھی اگرچہ کلام کو سنتی ہے اور معنی کو سمجھتی ہے لیکن داعی کی دعوت کو قبول کرنا اس کے لئے ممکن نہیں رہا اور نہ اس داعی کے امر ونہی کی اتباع کرنا اس کے لئے ممکن ہے (کہ وہ دار التکلیف سے نکل کر دار الجزاء میں پہنچ چکا ہے) پس وہ داعی کی

اتباع کر کے اس امر و نہی کے ساتھ اب نفع نہیں اٹھا سکتا، اسی طرح یہ کافر معاند بھی داعی کے امر و نہی کے ساتھ نفع نہیں اٹھا رہا۔ اگرچہ اس داعی کے خطاب اور دعوت کو یہ سنتا ہے اور معنی کو بھی سمجھتا ہے۔ (معلوم ہوا کہ جیسے کفار معاندین کے لئے مطلق سماع ثابت ہے اسی طرح مردوں کے لئے بھی مطلق سماع ثابت ہے، البتہ دونوں میں مشترک بات یہ ہے کہ نہ مردوں کو اس سماع سے نفع ہوتا ہے اور نہ اُن کافروں کو سماع سے نفع ہوتا ہے۔ پس نفی اس آیت میں سماع نافع کی ہے مطلق سماع کی نفی نہیں اور اگر مردوں سے مطلق سماع کی نفی ہو تو اس صورت میں تشبیہ درست نہیں۔ کیونکہ اس صورت میں کفار سنتے ہیں اور مردے نہیں سنتے) پھر امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تائید میں کہ سماع سے بعض دفعہ سماع نافع اور سماع خیر (یعنی سماع قبول) مراد ہوتا ہے، نویں پارے کی آیت پیش کی ہے: ولو علم اللہ فیھم خیرا لاسمعھم اگر اللہ اُن میں خیر جان لیتا تو ان کو سنا دیتا، (عربی لغت کے اعتبار سے لو اِس مفہوم کو ادا کرتا ہے کہ پہلی چیز کے نہ پائے جانے کی وجہ سے دوسری چیز بھی نہیں پائی گئی جیسے لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا. اگر آسمان وزمین میں اللہ کے سواء معبود ہوتے تو آسمان وزمین تباہ ہو جاتے اور چونکہ آسمان وزمین میں اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں اس لئے آسمان وزمین تباہ نہیں ہوئے، آیت مذکورہ کو بھی اسی طرح سمجھیں کہ اگر کافروں میں خیر ہوتی تو اللہ تعالیٰ ان کو سناتے لیکن ان میں خیر نہیں تھی اس لئے اللہ نے ان کو نہیں سنایا۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر اللہ نے ان کو بالکل سنایا ہی نہیں اور انہوں نے حق کو قبول نہیں کیا تو وہ معذور ہیں کہ اُن کو حق سنایا ہی نہیں گیا، تو ان کا کیا جرم ہے؟ اور اگر اس میں مطلق سماع کی نفی نہ ہو بلکہ سماع نافع، سماع قبول اور سماع تفہم اور بقول ابن تیمیہ سماع خیر کی نفی ہو اور مطلب یہ ہو کہ اگر ان میں خیر کا عنصر ہوتا تو اللہ تعالیٰ ان کو سماع نافع اور سماع قبول والے سماع کے ساتھ سناتے تو ان کو ایمان نصیب ہو جاتا، لیکن ان میں ضد وعناد کی وجہ سے خیر کا عنصر مفقود ہو چکا تھا اس لئے خیر کے نہ پائے جانے کی وجہ سے اللہ نے ان کو سماع نافع اور سماع قبول والا سماع نہیں سنایا اور وہ ایمان نہیں لائے، اب اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ پس جیسے اس آیت میں سماع نافع کی نفی ہے تو اسی طرح انک لا تسمع الموتی میں بھی نفی مطلق سماع کی نہیں بلکہ سماع نافع کی نفی ہے، لہٰذا امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ جب عام اموات کے سماع کے قائل ہیں تو صلوۃ وسلام عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سماع کے قائل کیوں نہیں ہوں گے؟ اور اسی طرح دوسرے انبیاء علیہم السلام کے سماع کے قائل بھی کیوں نہ ہوں گے؟)

<u>جواب</u>: (۲) واما رؤیۃ المیت فقد روی فی ذالک آثار عن عائشۃ وغیرھا رہی بات میت کے زائر کو دیکھنے کی تو اس بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے علاوہ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کی گئی ہیں۔ (اس سے معلوم ہوا کہ امام ابن تیمیہ اس بات کے قائل ہیں کہ میت زائر کو دیکھتی بھی ہے اور اس کو پہچانتی بھی ہے اور امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے مجموعہ فتاوی کے مختلف مقامات میں میت کے زائر کو پہچاننے کے بارے میں حدیث نقل کی ہے اور پہچانے گا تب جب دیکھے، ہمارے استاذ محترم حکیم العصر حضرت مولانا عبد المجید صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ صاحب قبر کے لئے قبر کی مٹی کی شیشہ بنا دیتے ہیں اس سے وہ زائر کو دیکھتا ہے)

<u>جواب</u>: (۳) امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے تیسرے سوال کے جواب کے لئے مستقل فصل کا عنوان قائم کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے، فرماتے ہیں کہ سائل کا یہ سوال کہ کیا میت کی روح اس کے بدن کی طرف اُس وقت میں (میت کے سماع کلام کے وقت میں) لوٹائی جاتی ہے یا روح اس کی قبر کے قریب رہتی ہے؟ سو اس کا جواب یہ ہے: فان روحہ تعاد الی البدن فی ذلک الوقت کما جاء فی الحدیث وتعاد ایضا فی غیر ذلک پس تحقیق

اس میت کی روح اس وقت میں اس کے بدن (عنصری) کی طرف لوٹائی جاتی ہے جیسا کہ یہ حدیث میں وارد ہوا ہے۔ نیز اس وقت کے علاوہ دوسرے اوقات میں بھی روح کو بدن (عنصری) کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔

(فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲۴ ص ۳۶۲ تا ۳۶۵)

۳۱۳...... واما تعذيب الميت فهو لم يقل ان الميت يعاقب ببكاء اهله عليه بل قال يعذب والعذاب اعم من العقاب فان العذاب هو الالم وليس كل من تالم بسبب كان ذلك عقابا له على ذلك السبب فان النبی ﷺ قال السفر قطعة من العذاب يمنع احدكم طعامه وشرابه فسمى السفر عذابا وليس هو عقابا على ذنب والانسان يعذب بالامور المكروهة التى يشعر بها مثل الاصوات الهائلة والارواح الخبيثة والصور القبيحة فهو يتعذب بسماع هذا وشم هذا ورؤية هذا ولم يكن ذلك عملا له عوقب عليه فكيف ينكر ان يعذب الميت بالنياحة وان لم تكن النياحة عملا له يعاقب عليه، والانسان فى قبره يعذب بكلام بعض الناس ويتالم برؤية بعضهم وبسماع كلامه ولهذا افتى القاضى ابو يعلى بان الموتى اذا عمل عندهم المعاصى فانهم يتالمون بها كما جاءت بذلك الآثار. فتعذيبهم بعمل المعاصى عند قبورهم كتعذيبهم بنياحة من ينوح عليهم ثم النياحة سبب العذاب الخ۔ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث نقل کی ہے ان الميت يعذب ببكاء اهله عليه. اس کے بعد اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے میت کے لئے تعذیب کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ نہیں فرمایا: ان الميت يعاقب ببكاء اهله عليه بلکہ فرمایا: يعذب عذاب اور عقاب میں فرق ہے کیونکہ عذاب کا معنی ہے مطلقاً تکلیف اور عقاب کا معنی ہے سزا اور جو کسی سبب کی وجہ سے تکلیف ہو تو وہ عذاب (تکلیف) ہے لیکن وہ عقاب (سزا) نہیں، کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ سفر عذاب کا ٹکڑا ہے کیونکہ سفر کھانے پینے میں مانع بن جاتا ہے اس لئے سفر کا نام عذاب رکھا، لیکن یہ کسی گناہ پر عقاب نہیں اور انسان متعدد ناگوار امور جن کا اس کو شعور ہوتا ہے ان کی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہو جاتا ہے، جیسے خوفناک آوازیں، بدبوئیں، قبیح صورتیں، پس آدمی ان آوازوں کے سننے کی وجہ سے اور بدبوؤں کے سونگھنے کی وجہ سے اور قبیح صورتوں کو دیکھنے کی وجہ سے عذاب محسوس کرتا ہے۔ حالانکہ یہ اس کا اپنا عمل نہیں جس پر اس کو عقاب ہو، اس لئے نوحہ کی وجہ سے میت کے لئے عذاب (تکلیف) کا کیسے انکار ہو سکتا ہے؟ اگرچہ نوحہ اس کا اپنا عمل نہیں جس پر اس کو عقاب ہو۔ (لہٰذا یہاں عذاب سے مراد نوحہ کے سننے کی وجہ سے میت کا پریشان ہونا اور ذہنی اذیت ہے جو عذاب ہے عقاب نہیں) اور مردہ آدمی اپنی قبر میں بعض لوگوں کی کلام کی وجہ سے عذاب محسوس کرتا ہے اور ان میں سے بعض کے دیکھنے اور ان کے کلام سننے کی وجہ سے تکلیف میں پڑ جاتا ہے، اسی وجہ سے قاضی ابو یعلیٰ نے فتویٰ دیا کہ جب مردوں کے پاس گناہ کئے جائیں تو ان گناہوں کی وجہ سے مردے تکلیف محسوس کرتے ہیں، جیسا کہ یہی مضمون احادیث میں وارد ہوا ہے، پس معاصی عند القبور کی وجہ سے اموات کی تعذیب ایسے ہی ہے جیسا کہ نوحہ کی وجہ سے ان کا عذاب میں مبتلاء ہونا ہے۔ پھر نوحہ عذاب کا سبب ہے، لیکن کبھی سبب کا حکم عارض کی وجہ سے مرتب نہیں ہوتا، جیسا کہ بعض لوگوں میں اتنی قوت مدافعت ہوتی ہے کہ خوفناک آوازوں، بدبوؤں اور قبیح صورتوں کا ضرر ان پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ اسی طرح وعید کی حدیثوں میں سبب عذاب وعقاب کا ذکر کیا جاتا ہے لیکن بعض موانع کی وجہ سے بعض مرتبہ ان

سے مرتب ہونے والا حکم جدا ہو جاتا ہے، جیسے مقبول توبہ یا حسنات جو ان گناہوں کو مٹا دیں یا مصائب جو ان گناہوں کا کفارہ بن جائیں یا ایسے سفارشی کی سفارش جس کی سفارش قبول ہو جائے یا اللہ کا فضل و رحمت اور مغفرت۔ پس دنیا، برزخ اور قیامت میں جو مؤمن کو تکلیف پہنچتی ہے وہ عذاب ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اس عذاب کی وجہ سے اس کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے جیسا کہ صحیحین کی مرفوع حدیث میں ہے نبی ﷺ نے فرمایا کہ مؤمن کو جو بھی تکلیف، تھکاوٹ اور حزن وغم اور اذیت پہنچتی ہے تو وہ اس کے گناہوں کا کفارہ بنتی ہے۔ حتیٰ کہ کانٹا جو اس کے پاؤں میں چبھ جائے اور مسند میں ہے جب یہ آیت نازل ہوئی من یعمل سوء یجز بہ (جو کوئی برا عمل کرے گا اس کی وجہ سے وہ جزا دیا جائے گا) تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسول! یہ آیت تو کمر توڑ ہے، ہم میں سے کون ہے جس نے کوئی برا عمل نہ کیا ہو، آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر رضی اللہ عنہ کیا تو غمگین نہیں ہوتا؟ کیا تجھے اذیت نہیں پہنچتی؟ پس بے شک جنت پاک ہے، اس میں نہیں داخل ہوگا مگر پاک آدمی، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: طبتم فادخلوھا خالدین تم پاکیزہ ہو۔ پس اس جنت میں ہمیشہ کے لئے داخل ہو جاؤ...... ہم نے موتی کے بارے میں جو کچھ ذکر کیا: ان الموتی یسمعون الخطاب ویصل الیھم الثواب ویعذبون بالنیاحۃ بل وما لم یسال عنہ السائل من عقابھم فی قبورھم وغیر ذالک فقد یکشف لکثیر من ابناء زماننا یقظۃ ومناما ویعلمون ذالک ویتحققونہ وعندنا من ذالک امور کثیرۃ الخ، یعنی مردوں کا کلام کو سننا، ان کی طرف ثواب کا پہنچنا، نوحہ کی وجہ سے مردوں کا عذاب میں مبتلا ہونا، بلکہ ہم نے وہ باتیں بھی ذکر کی ہیں جن کا سائل نے سوال نہیں کیا یعنی ان کا عقاب اپنی قبروں میں وغیر ذالک، پس تحقیق ہمارے زمانے کے بہت سے لوگوں کے لئے بیداری میں اور نیند میں ان کو دکھایا جاتا ہے اور وہ اس کو جانتے ہیں اور اس کو وہ ثابت مانتے ہیں اور ہمارے پاس اس کے متعلق بہت سے واقعات ہیں، لیکن مسائل علمیہ کے جواب میں اصل اعتماد کیا جاتا ہے کتاب وسنت پر، پس لوگوں پر اس کی تصدیق کرنا واجب ہے اور مذکورہ امور میں سے جو امر لوگوں پر منکشف ہو جائے یا جس امر کی کوئی سچا آدمی خبر دے تو یہ باتیں بھی علم کے لحاظ سے سودمند ہوتی ہیں، کیونکہ ان کی وجہ سے جو کچھ نصوص میں وارد ہوا ہے ان پر ایمان وتصدیق میں اضافہ ہوتا ہے، لیکن ان کشفی امور پر ایمان لانا واجب نہیں، ایمان لانا ان چیزوں پر واجب ہے جو انبیاء علیہم السلام لائے۔ (فتاوی ابن تیمیہ ج ۲۴ ص ۳۷۴ تا ۳۷۶)

۳۱۴...... فترسل بین السماء والارض فتصیر الی قبرہ فیجلس الرجل الصالح فی قبرہ غیر فزع الخ نیک آدمی کی روح کو آسمان وزمین کے درمیان چھوڑا جاتا ہے پھر وہ لوٹ آتی ہے میت کی قبر کی طرف، پس نیک آدمی کو اس کی قبر میں اس حالت میں بٹھایا جاتا ہے کہ اس پر گھبراہٹ نہیں ہوتی۔ (شرح حدیث النزول ص ۵۰)

۳۱۵...... وقد اخبر النبی ﷺ فی الحدیث الصحیح ان البھائم تسمع اصوات المعذبین فی قبورھم نبی ﷺ نے صحیح حدیث میں خبر دی ہے کہ تحقیق جانور ان معذبین کی چیخیں سنتے ہیں جن کو قبروں میں عذاب دیا جاتا ہے۔ (الرد علی الشاذلی ص ۱۹)

۳۱۶...... وکان مسجدہ ﷺ مقبرۃ فجعلہ ﷺ مسجدا بعد نبش القبور فاذا کانت الشریعۃ قد جاءت بالنھی عن مشارکۃ الکفار فی المکان الذی حل بھم فیہ العذاب فکیف بمشارکتھم فی الاعمال التی یعملونھا نبی کریم ﷺ کی مسجد پہلے مقبرہ تھا پھر نبی علیہ السلام نے قبریں اکھیڑنے کے بعد اس کو مسجد بنایا،

(امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ قبروں کے اکھیڑنے کی حکمت یہ بیان کرتے ہیں تا کہ عذاب والی جگہ میں مؤمنین کی کفار کے ساتھ شرکت نہ ہو، اس سے ایک اہم فائدہ اخذ کرتے ہیں، فرماتے ہیں) پس جب شریعت میں کفار کے ساتھ اس جگہ میں شرکت سے نہی ہے جس میں ان پر عذاب اتر رہا ہے تو ان کے ساتھ ان کے اُن خاص اعمال میں شرکت کیسے جائز ہوسکتی ہے جو وہ کرتے ہیں۔ (اقتضاء الصراط المستقیم ج۱ ص ۲۶۷)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عذاب ارضی قبر میں اجساد عنصریہ کو ہوتا ہے کیونکہ جن قبروں کو اکھیڑ کر وہاں مسجد نبوی بنائی گئی وہ قبریں اسی زمین میں تھیں اور ان میں اجساد عنصریہ تھے اور ان کو عذاب ہورہا تھا تو اس عذاب والی جگہ میں شرکت سے مسلمانوں کو بچایا گیا۔

۳۱۷...... ولا يدخل في هذا الباب ما يروى من أن قوما سمعوا رد السلام من قبر النبي ﷺ أو قبور غيره من الصالحين وأن سعيد بن المسيب كان يسمع الأذان من القبر ليالي الحرة ونحو ذلك فهذا كله حق ليس مما نحن فيه. والأمر أجل من ذلك وأعظم. و كذلك أيضا ما يروى أن رجلا جاء إلى قبر النبي ﷺ فشكا إليه الجدب عام الرمادة فرآه وهو يأمره أن يأتي عمر فيأمره أن يخرج يستسقي بالناس فإن هذا ليس من هذا الباب. ومثل هذا يقع كثيرا لمن هو دون النبي ﷺ وأعرف من هذا وقائع (اقتضاء الصراط المستقیم ج۲ ص ۲۵۴) (امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ قبر کو سجدہ گاہ اور بت پرستی کی جگہ بنانے سے نہی والی حدیث پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں) کہ ایک قوم نے نبی علیہ السلام کی قبر شریف سے یا صالحین کی قبر سے سلام کا جواب سنا، نیز سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ حرہ کے زمانہ میں قبر سے اذان سنتے تھے، وغیرہ ذالک، یہ سب کچھ حق ہے اور اس نہی والی حدیث کے حکم میں داخل نہیں اور یہ معاملہ قبر کو مسجد یا بت پرستی کی جگہ بنانے سے بالاتر ہے اور اسی طرح یہ بھی مروی ہے کہ ایک آدمی رمادہ والے سال (یعنی سن ۱۸ھ جس میں قحط کی وجہ سے ہلاکتیں زیادہ ہوئی تھیں) نبی کریم ﷺ کی قبر کے پاس آیا اور قحط کی شکایت کی، اس کو خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی، آپ نے حکم دیا کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ پیغام پہنچائے کہ وہ جمع لوگوں کے باہر نکلیں اور بارش طلب کریں۔ یہ واقعہ بھی مذکورہ نہی والی حدیث کا مصداق نہیں اور اس جیسے واقعات نبی کریم ﷺ سے کم مرتبہ لوگوں کے لئے بھی بہت پیش آئے ہیں اور میں اس کے متعلق کئی واقعات جانتا ہوں۔

۳۱۸...... وكذلك ما يذكر من الكرامات وخوارق العادات التي توجد عند قبور الانبياء والصالحين مثل نزول الانوار والملائكة عندها وتوقي الشياطين والبهائم لها واندفاع النار عنها وعمن جاورها وشفاعة بعضهم في جيرانه من الموتى واستحباب الاندفان عند بعضهم وحصول الانس والسكينة عندها ونزول العذاب بمن استهانها - فجنس هذا حق.. وما في قبور الانبياء والصالحين من كرامة الله ورحمته وما لها عند الله من الحرمة والكرامة فوق ما يتوهمه اكثر الخلق اور اسی طرح جن کرامات کا اور خرق عادت واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے جو انبیاء اور صلحاء کی قبروں کے پاس پائے جاتے ہیں جیسے انوارات اور ملائکہ کا قبروں کے پاس اترنا اور شیاطین اور جانوروں کا اُن قبروں سے بچنا اور ان قبروں سے اور جو اُن قبروں کا قرب اختیار کرے اس سے آگ کا دفع ہونا اور ان کے بعض کا اپنے پڑوسی اموات

کے بارے میں سفارش کرنا اور اپنے پاس بعض کے دفن ہونے کو پسند کرنا اور ان قبروں کے پاس اُنس اور سکون کا حاصل ہونا اور ان قبروں کی توہین کرنے والوں پر عذاب کا نازل ہونا، پس یہ سب کچھ حق ہے...... اور انبیاء اور صلحاء کو قبور میں جو اللہ کی طرف سے عظمت اور رحمت نصیب ہوتی ہے اور ان قبروں کے لئے اللہ کے ہاں جو احترام اور عزت حاصل ہے وہ اکثر مخلوق کے وہم وگمان سے بالا ہے۔ (اقتضاء الصراط المستقیم ج ۲ ص ۲۵۵)

۳۱۹...... فاما استماع المیت للاصوات من القراءۃ او غیرھا۔فحق لکن المیت ما بقی یثاب بعد الموت علی عمل یعملہ ھو بعد الموت من استماع او غیرہ وانما ینعم او یعذب بما کان عملہ ھو او بما یُعمل علیہ بعد الموت من اثرہ بہرکف میت کا قراءت وغیرہ کی آوازوں کو سننا حق ہے، لیکن میت کو موت کے بعد اس عمل پر ثواب نہیں ملتا جو وہ موت کے بعد خود کرتی ہے جیسے قراءت کا سننا وغیرہ، ہاں اُس عمل پر ثواب ملتا ہے یا عذاب ہوتا ہے جو زندگی میں وہ کرتی تھی یا اس طریقے پر ثواب وعذاب ہوتا ہے جو میت نے اپنی زندگی میں جاری کئے۔ (اقتضاء الصراط المستقیم ج ۲ ص ۲۶۲)

۳۲۰...... حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جواب میں ارشاد فرمایا: ان اللہ تعالیٰ حرم علی الارض ان تاکل لحوم الانبیاء فاخبر انہ یسمع الصلوۃ والسلام من القریب وانہ یبلغ ذالک من البعید بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے گوشتوں کو کھائے۔ پس آپ نے خبر دی ہے کہ آپ قریب سے صلوۃ وسلام خود سنتے ہیں اور دور سے آپ کو پہنچایا جاتا ہے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲۶ ص ۱۴۷)

۳۲۱...... واذا اصاب الخیل مغل اتوا بھا الی قبورھم الخ۔ جب گھوڑوں کو پیٹ میں درد ہوتا تو لوگ ان کو ان (یعنی قرامطہ جن کے کفریہ عقائد تھے، اسی وجہ سے مصر میں ان کے قبرستان مسلمانوں کے قبرستان سے جدا تھے) کی قبروں کی طرف لے آتے جیسا کہ وہ ان کو کفار کی قبروں کی طرف لے جاتے اور یہ گھوڑوں کے بارے میں ان کی عادت معروفہ ہے کہ جب بھی گھوڑوں کے پیٹ میں درد ہوتا تو وہ ان کو دمشق کے نصاریٰ کی قبروں کی طرف لے جاتے اور اگر ان کی رہائش ہوتی اسمٰعیلیہ اور نصیریہ وغیرہ کفار کے درمیان تو وہ ان کو ان کی قبروں کی طرف لے جاتے اور اگر وہ مصر میں ہوتے تو وہ ان کو یہود ونصاریٰ کی قبروں کی طرف لے جاتے یا ان عبیدیین کی قبروں کی طرف لے جاتے جو اشراف کی علامات اختیار کرتے تھے۔ حالانکہ وہ اشراف میں سے نہیں تھے اور گھوڑوں کے مالکان اپنے گھوڑوں کو انبیاء اور صالحین کی قبروں کی طرف نہیں لے جاتے تھے اور نہ عام مسلمانوں کی قبروں کی طرف اور یہ چیز ان کے علماء اور لشکر کے ہاں یقینی اور مجرب ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ کفار کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جاتا ہے۔ پس جانور ان کی چیخوں کو سنتے ہیں جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے اس کی خبر دی کہ کفار کو قبروں میں عذاب دیا جاتا ہے، صحیحین میں نبی ﷺ سے حدیث ہے کہ آپ ﷺ اپنے خچر پر سوار تھے، قبروں کے پاس گزرے، خچر بدکا حتیٰ کہ قریب تھا کہ آپ کو گرا دے، آپ نے فرمایا کہ یہ یہود کی چیخیں ہیں جن کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے، پس جانور جب ان بری چیخوں کو سنتے ہیں تو اس سے ان کے اندر حرارت پیدا ہوتی ہے جو ان کے پیٹ کی تکلیف کو دور کر دیتی ہے، لیکن جاہل لوگ یہ گمان کرتے تھے کہ گھوڑوں کو ان لوگوں کی قبروں کے پاس لے جانے سے ان کا ٹھیک ہونا ان قبر والوں کے دین اور ان کی فضیلت کی وجہ سے ہے، لیکن جب ان کے سامنے یہ بات ظاہر ہوئی کہ وہ ان گھوڑوں کو یہود ونصاریٰ،

نصیر یہ اور ان جیسے دوسرے کفار کی قبروں کی طرف لے جاتے ہیں، انبیاء اور صلحاء کی قبروں کی طرف نہیں لے جاتے اور علماء نے ذکر کیا کہ بے شک یہ لوگ ان لوگوں کی قبروں کے پاس نہیں لے جاتے جو مصر اور شام وغیرہ میں دین کے اعتبار سے معروف ہیں، بلکہ یہ ان گھوڑوں کو فجار اور کفار کی قبروں کے پاس لے جاتے ہیں، تو اس کے ساتھ جو لوگوں پر مشتبہ معاملہ تھا وہ واضح ہو گیا۔ (فتاوی ابن تیمیہ ج ۳۵ ص ۱۳۹، نیز دیکھئے الاستغاثہ ص ۳۲۸، ۳۲۹)

فائدہ: یعنی گھوڑوں کا صحت مند ہو جانا قبر والوں کے دین اور فضیلت کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ ان کی چیخوں کی وجہ سے تھا جو عذاب قبر کی وجہ سے نکلتی تھیں، اس سے پتا چلا کہ عذاب قبر انہی زمینی قبروں میں روح اور جسد عنصری کو ہوتا ہے۔

۳۲۲...... یسمع السلام علیہ من القریب ویبلّغ سلام البعید (قاعدۃ جلیلۃ فی التوسل والوسیلۃ ج ۱ ص ۱۴۲)
نبی کریم ﷺ قریب والے کا سلام سنتے ہیں اور دور والے کا سلام آپ ﷺ کو پہنچایا جاتا ہے۔

علاء الدین قُونَوی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۲۹ھ)

۳۲۳...... صاحب سبل الہدیٰ امام قونوی رحمۃ اللہ علیہ کی بات نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: رد اللہ علی روحی والی حدیث سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وفات کے بعد حضور ﷺ پر سب سے پہلے جس نے سلام کیا اسی وقت روح لوٹا دی گئی، پھر اس کے بعد یا تو یہ قول کیا جائے کہ حضور ﷺ کی حیات دائمی ہے اور آپ ﷺ کی روح مبارک جسد شریف میں باقی ہے جیسے پہلے (دنیا میں) تھی اور یہی مدعا ہے اور اس احتمال کے مطابق رد اللہ علی سے پہلے لفظ قد کا مقدر ماننا مناسب ہے تا کہ اس کا مطلب یہ بن جائے کہ جو کوئی مجھ پر سلام کرے گا تو اس وقت اللہ تعالیٰ میری روح کو مجھ پر لوٹا چکا ہو گا۔ (سبل الہدی ج ۱۲ ص ۳۶۲)

۳۲۴...... ابن قطلوبغا رحمۃ اللہ علیہ امام قونوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں: اختلفوا فی انہ یخلق فیہ حیاۃ مطلقۃ کحیاتہ قبل الموت او حیاۃ بقدر ما یحس الالم والصحیح ھذا لان خلق الحیاۃ ضرورۃ تحقیق معنی العذاب والضرورۃ تندفع بھذا القدر واعلم ان اصحابنا انما توقفوا فی اعادۃ الروح وعدم اعادتھا ولا توقف لھم فی ان لا یتصور التعذیب بدون الحیاۃ (حاشیہ علی المسایرہ لابن قطلوبغا ص ۲۲۵، ۲۲۶) امام قونوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اہل سنت کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ میت میں مطلق حیات پیدا کی جاتی ہے جیسے موت سے پہلے۔ (دنیا میں) تھی یا اس قدر حیات پیدا کی جاتی ہے جس سے میت کو تکلیف کا احساس ہو سکے، صحیح قول یہی دوسرا ہے، اس لئے کہ حیات کا پیدا کرنا اس ضرورت کی بناء پر ہے کہ عذاب کا معنی متحقق ہو جائے اور ضرورت اتنی مقدار سے پوری ہو جاتی ہے اور یہ بھی جان لیجئے کہ ہمارے اصحاب کا (پورے جسم کی طرف) روح کے اعادہ اور عدم اعادہ کے بارے میں توقف ہے، لیکن اس بارے میں ان کا کوئی توقف نہیں کہ بغیر حیات کے عذاب متصور نہیں ہو سکتا۔ (اس لئے نفس حیات کا ماننا ضروری ہے)

۳۲۵...... قال الامام القونوی وارواح الکفار متصلۃ باجسادھا فتعذب ارواحھا فیتالم ذالک الجسد کالشمس فی السماء ونورھا فی الارض واما ارواح المؤمنین فی علیین ونورھا متصل بالجسد ویجوز مثل ذالک الا تری ان الشمس فی السماء ونورھا فی الارض وکذالک النائم تخرج روحہ

ومع ذالك يتالم اذا كان به الم ويصيب به راحة حتى يُسمع منه الضحكُ فى المنام (حاشیہ علی المسایرۃ لابن قطلو بغاص ۲۲۷) امام قونوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ کفار کی ارواح اپنے اجساد کے ساتھ متصل ہوتی ہیں اس لئے عذاب ارواح کو ہوتا ہے لیکن وہ جسم بھی تکلیف محسوس کرتا ہے، جیسے سورج آسمان میں ہے اور اس کی روشنی زمین میں ہوتی ہے اور مومنین کی ارواح علیین میں ہوتی ہیں اور ان کا نور جسد کے ساتھ متصل ہوتا ہے اور ایسا ہوسکتا ہے، کیا آپ دیکھتے نہیں کہ سورج آسمان میں ہے اور اس کی روشنی زمین میں ہوتی ہے، اسی طرح سونے والے کی روح نکل جاتی ہے لیکن اس کے باوجود جب روح کو تکلیف ہوتی ہے تو وہ بھی تکلیف محسوس کرتا ہے، اسی طرح اس کو راحت بھی پہنچتی ہے حتیٰ کہ نیند میں اس سے ہنسنے کی آواز بھی سنائی دیتی ہے۔

علاء الدین بخاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ (عبدالعزیز بن احمد بن محمد۔م ۷۳۰ھ)

۳۲۶...... وَاَنَّهُمْ قَالُوا بِحَقِّيَّةِ رُؤْيَةِ اللهِ... وَحَقِّيَّةِ عَذَابِ الْقَبْرِ لِمَنْ شَاءَ ذَكَرَ فِي الْفِقْهِ الْاَكْبَرِ وَاِعَادَةُ الرُّوحِ اِلَى الْعَبْدِ فِي قَبْرِهٖ حَقٌّ وَضَغْطَةُ الْقَبْرِ حَقٌّ كَائِنٌ وَعَذَابُهٗ حَقٌّ كَائِنٌ لِلْكُفَّارِ كُلِّهِمْ اَجْمَعِيْنَ وَلِبَعْضِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَنْ حَمَّادِ بْنِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ اَنَّهٗ قَالَ سَاَلْتُ اَبِيْ عَنْ عَذَابِ الْقَبْرِ اَحَقٌّ هُوَ فَقَالَ هُوَ حَقٌّ اَتَتْ بِهِ السُّنَّةُ وَجَاءَتْ بِهِ الْاٰثَارُ (کشف الاسرار شرح اصول البزدوی ج ۱ ص ۱۱) اہل سنت جنت میں اللہ تعالیٰ کے دیدار کے قائل ہیں نیز اس بات کے بھی قائل ہیں کہ قبر میں جس کے لئے اللہ چاہتے ہیں عذاب قبر حق ہے، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ اکبر میں ذکر کیا ہے کہ قبر میں بندے کی طرف روح کا لوٹانا حق ہے اور قبر کا بھینچنا حق ہے اور قبر کا عذاب بھی حق ہے جو سب کفار کے لئے اور بعض نافرمان مسلمانوں کے لئے واقع ہوتا ہے، حماد بن ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے باپ سے عذاب قبر کے متعلق پوچھا کیا وہ حق ہے؟ تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ حق ہے سنت سے ثابت ہے اور اس کے بارے میں متعدد آثار موجود ہیں۔

ابن سید الناس شافعی رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن محمد بن محمد۔م ۷۳۴ھ)

۳۲۷...... حدیث جریدہ کے تحت لکھتے ہیں: فيه التصريح باثبات عذاب القبر على ما هو المعروف عند أهل السنة واشتهرت به الأخبار (النفح الشذی ج ۲ ص ۱۸۲) اس حدیث میں عذاب قبر کے اثبات کی صراحت ہے جیسا کہ اہل سنت کے ہاں معروف ہے اور اس بارے میں احادیث بہت مشہور ہیں۔ (اس کے بعد چند احادیث تحریر کی ہیں)

سنامی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (عمر بن محمد بن عوض، شامی۔م ۷۳۴ھ)

۳۲۸...... يكره قلع شوك او حشيش نبت على الْقُبُور اِن كَانَ رطبا يكره قلعه وَاِن كَانَ يَابسا لَا يكره لِاَنَّهٗ مَادَامَ رطبا يسبح وَيحصل للْمَيت بتسبيحه أُنس (نصاب الاحتساب ص ۲۹۳) قبروں پر اگے ہوئے تر گھاس یا کانٹے کا اکھیڑنا مکروہ ہے اور اگر خشک ہو تو مکروہ نہیں، کیونکہ وہ جب تک تر ہے تسبیح کرتی ہے اور میت کو اس کی تسبیح کی وجہ سے اُنس حاصل ہوتا ہے۔

فائدہ: قبر پر اُگی ہوئی گھاس کی تسبیح سے قبر میں مدفون میت یعنی جسد عنصری کو اُنس حاصل ہوتا ہے، اس سے روح جو علیین میں ہے اُس کو جسد عنصری کے ساتھ تعلق مانے بغیر اُنس کا حاصل ہونا بعید ہے۔

ابن بلبان فارسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (الامیر علاء الدین، علی بن بلبان، مصری۔ م ۷۳۹ھ)

۳۲۹...... ابن ضیاء اپنی کتاب میں ابن بلبان کی کتاب مناسک فارسی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ جب نبی علیہ السلام اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر سلام سے فارغ ہو تو نصف ہاتھ پیچھے لوٹ آئے پس ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سروں کے درمیان ٹھہر جائے اور یوں کہے: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمَا یَا ضَجِیعَیْ رَسُولِ اللہ الخ ...... جِئْنَا یَا صَاحِبَیْ رَسُولِ اللہ صلی اللہ عَلَیْہِ وَسلم زائرین لنبینا وصدیقنا وفاروقنا وَنحن نتوسل بکما اِلٰی رَسُولِ اللہ صلی اللہ عَلَیْہِ وَسلم لیشفع لنا (تاریخ مکۃ لابن الضیاء ص ۳۴۴) اے رسول اللہ کے ساتھ آرام کرنے والو! تم دونوں پر سلام ہو...... اے رسول اللہ کے دو ساتھیو! ہم اپنے نبی اور اپنے صدیق اور اپنے فاروق کی زیارت کے لئے آئے ہیں اور ہم آپ دونوں کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وسیلہ پکڑتے ہیں تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے سفارش کریں۔

فائدہ: قبر کے قریب آکر خطاب کے ساتھ کلام کرنا حیات کا تقاضا کرتا ہے۔

صاحبِ مشکوۃ شافعی رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن عبداللہ، خطیب تبریزی۔ م ۷۴۱ھ)

۳۳۰...... صاحب مشکوۃ نے کتاب الایمان کے عنوان کے تحت باب الایمان بالقدر کے بعد باب اثبات عذاب القبر قائم کر کے اشارہ کیا کہ جیسے تقدیر پر ایمان لانا فرض ہے ایسے ہی عذاب قبر پر ایمان لانا بھی فرض ہے اور اس باب کے تحت جو احادیث صاحب مشکوۃ نے قبر کے سوال و جواب اور عذاب قبر کے بارے میں نقل کی ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف کے نزدیک قبر سے مراد زمینی قبر ہے اور سوال و جواب اور عذاب وثواب کی کارروائی اسی زمینی قبر میں مدفون بدن اور روح دونوں کے ساتھ ہوتی ہے۔

مفسر خازن شافعی رحمۃ اللہ علیہ (ابوالحسن علی بن محمد بن ابراہیم۔ م ۷۴۱ھ)

۳۳۱...... یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاۃ الدنیا وفی الآخرۃ الخ. مفسر فی الحیاۃ الدنیا کی تفسیر کرتے ہیں: فی القبر عند السوال اور فی الآخرۃ کی تفسیر کرتے ہیں: یوم القیامۃ عند البعث والحساب مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو قبر میں منکر نکیر کے سوال کے وقت بھی ثابت قدم رکھتے ہیں اور قیامت کے دن بعث وحساب کے وقت بھی ثابت قدم رکھیں گے، مفسر فرماتے ہیں کہ یہ قول واضح ہے اور اس پر دلیل کے طور پر مفسر نے تین حدیثیں ذکر کی ہیں۔ (۱) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں ہے: فتعاد روحہ فی جسدہ (یعنی جو جسد قبر میں مدفون ہے اس میں روح کو لوٹایا جاتا ہے) (۲) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث جس میں ہے کہ میت کے لئے سوال کے وقت ثابت قدمی کی دعا کیا کرو۔ (۳) حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ دفن کرنے کے بعد میری قبر کے پاس اتنی دیر ٹھہرے رہو جتنی دیر میں اونٹ ذبح کیا جاتا ہے اور اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ میں تمہاری وجہ سے اُنس پکڑوں۔ (تفسیر خازن ج ۳ ص ۳۵، سورہ ابراہیم)

نوٹ: قرآنی دلائل میں آیت شہداء کے تحت ان کی ایک اور عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

ابن جزی مالکی رحمۃ اللہ علیہ (ابو القاسم محمد بن احمد بن محمد۔م ۷۴۱ھ)

۳۳۲...... الْاِیمَان بالبرزخ وَعَذَاب من شَاءَ فِی الْقُبُور الخ برزخ (کی حیات) پر اور قبور میں عذاب پر ایمان لانا، (اور مؤلف نے اس پر قرآن کریم کی دو دلیلیں ذکر کی ہیں۔ (۱) ومن ورائھم برزخ الی یوم یبعثون۔ (۲) النار یعرضون علیھا الخ، یہ لکھ کر فرماتے ہیں: فَذَالِكَ دَلِیل علی عَذَاب قبل یَوْم الْقِیَامَة یس اللہ کا یہ فرمان موت کے بعد اور قیامت کے دن سے پہلے عذاب (یعنی عذاب قبر) پر دلیل ہے اور فرماتے ہیں: وَمن السّنة أَخْبَار صَحِیحَة (اور اس عقیدے پر احادیث صحیحہ موجود ہیں) پھر مؤلف فرماتے ہیں کہ دوسرا عقیدہ جس پر ایمان لانا فرض ہے وہ ہے قبر میں دو فرشتوں کا سوال، جس پر احادیث صحیحہ موجود ہیں اور اللہ تعالیٰ کے قول: یثبت اللہ الذین آمنوا الخ میں اسی سوال کی طرف اشارہ ہے۔ (القوانین الفقہیہ ص ۱۴)

۳۳۳...... حج کرنے والے کے لئے مناسب ہے کہ وہ مدینہ منورہ کا ارادہ کرے۔ پس جب مسجد نبوی میں داخل ہو تو اس میں نماز پڑھے اور نبی کریم ﷺ پر اور آپ ﷺ کے قبر کے دو ساتھی یعنی ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر سلام کہے اور نبی ﷺ کے ذریعے اللہ کی طرف سفارش طلب کرے اور نیز قبر اور منبر کے درمیان نماز پڑھے اور جب مدینہ سے نکلے تو نبی کریم ﷺ کو الوداع کہے۔ (القوانین الفقہیہ ص ۹۵)

فائدہ: سلام زندہ کو کیا جاتا ہے، نیز الوداع بھی زندہ کو کہا جاتا ہے نہ کہ مردہ کو۔

امام زَیلعی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (جمال الدین، ابو محمد عبد اللہ بن یوسف۔م ۷۴۳ھ)

۳۳۴...... وَمَنْ یُعَذَّبُ فِی الْقَبْرِ تُوضَعُ فِیهِ الْحَیَاةُ فِی الصَّحِیحِ وَإِنْ اخْتَلَفُوا فِی کَیْفِیَّةِ تِلْكَ الْحَیَاةِ (تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق ج ۳ ص ۱۵۶) قبر میں جس کو عذاب دیا جاتا ہے تو صحیح قول کے مطابق اس میں حیات رکھ دی جاتی ہے۔ اگرچہ اس حیات کی کیفیت میں اختلاف ہے۔ (لیکن نفس حیات پر اتفاق ہے)

۳۳۵...... وَلَا تَجُوزُ الصَّلَاةُ خَلْفَ مُنْكِرِ الشَّفَاعَةِ وَالرُّؤْیَةِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَالْكِرَامِ الْكَاتِبِینَ لِأَنَّهُ کَافِرٌ لِتَوَارُثِ هٰذِهِ الْأُمُورِ عَنِ الشَّارِعِ ﷺ (تبیین الحقائق ج ۱ ص ۱۳۴) شفاعت، رؤیت باری تعالیٰ، عذاب قبر اور کراماً کاتبین کے منکر کے پیچھے نماز جائز نہیں کیونکہ یہ کافر ہے کہ یہ ایسے عقائد کا منکر ہے جو نبی ﷺ سے تواتر اور توارث کے ساتھ ثابت ہیں۔

شارح طیبی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (شرف الدین، حسین بن محمد بن عبد اللہ شارح مشکوۃ و شیخ مشکوۃ۔م ۷۴۳ھ)

۳۳۶...... ومن مات فی ماء او فی نار او اکلته السباع والطیر اصابه ما یصیب المقبور من العذاب (فتوح الغیب ج ۱۶ ص ۴۳) جو شخص پانی میں یا آگ میں فوت ہو جائے یا اس کو درندے اور پرندے کھا جائیں تو اس کو وہی عذاب پہنچتا ہے جو مدفون میت کو پہنچتا ہے۔

۳۳۷...... اعلم ان مذهب اهل السنة والجماعة اثبات عذاب القبر وقد تظاهرت علیه الدلائل من الکتاب والسنة الخ جان لیجئے اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے عذابِ قبر کو ثابت ماننا اور اس پر

کتاب وسنت کے قوی دلائل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: النار یعرضون علیہا الخ. واما الاحادیث فلا تحصی کثرۃ احادیث اتنی زیادہ ہیں کہ ان کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا. ولا مانع فی العقل ان یخلق اللہ تعالیٰ الحیوۃ فی جزء من الجسد او فی جمیعہ علی الخلاف بین الاصحاب فیثیبہ ویعذبہ الخ اور عقلاً اس میں کوئی مانع نہیں کہ اللہ تعالیٰ جسم کے ایک جزء میں یا پورے جسم میں حیات پیدا کر دے، علماء کے یہ دونوں قول ہیں، (حیات پیدا کر کے) پھر اللہ تعالیٰ اس کو ثواب یا عذاب دے اور جب اس میں عقل مانع نہیں اور شریعت اس کے ساتھ وارد ہوئی ہے تو اس کا قبول کرنا اور عقیدہ رکھنا واجب ہے اور میت کے اجزاء کا متفرق ہونا جیسا کہ عام طور پر ایسا ہو جاتا ہے یا اس کو درندوں پرندوں اور مچھلیوں کا کھانا ثواب وعذاب میں مانع نہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن لوٹائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے۔ (شرح طیبی ج ۲ ص ۵۸۹)

۳۳۸...... لہ نظیر فی الشاھد وھو النائم الخ قبر میں میت کے عذاب کی مثال نائم ہے کیونکہ سونے والا نیند کی حالت میں لذت یا تکلیف محسوس کرتا ہے لیکن آپ اس کو محسوس نہیں کرتے، اسی طرح بیدار آدمی بحالت بیداری لذیذ یا تکلیف دہ بات سن کر یا سوچ کر لذت اور تکلیف محسوس کرتا ہے لیکن اس کا ہم نشین اس کا مشاہدہ نہیں کرتا، اسی طرح جبریل کو نبی ﷺ بوقت وحی دیکھتے تھے لیکن حاضرین نہیں دیکھتے تھے۔ (ایضاً)

فائدہ: پس جیسے سونے والے کی تکلیف مخفی ہے اور جبریل کی ذات صحابہ رضی اللہ عنہم سے مخفی رہتی تھی اسی طرح قبر میں میت کو بھی عذاب مخفی طور پر باطن میں ہوتا ہے جو جسم کے ظاہر پر نظر نہیں آتا۔

۳۳۹...... من مات وتفرقت اجزاؤہ فی الشرق والغرب فان اللہ تعالیٰ یعلق روحہ بجزئہ الاصلی الخ جو آدمی فوت ہو جائے اور اس کے اجزاء مشرق ومغرب میں منتشر ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ روح کا اس کے جزء اصلی کے ساتھ تعلق پیدا کر دیتا ہے، جزء اصلی وہ ہے جو ابتداء عمر سے اخیر عمر تک ایک ہی حالت پر باقی رہتا ہے اور اسی کے ساتھ روح کا اولاً تعلق ہوتا ہے، پس وہ زندہ ہو جاتا ہے۔ پھر اس کی حیات کی وجہ سے بدن کے باقی اجزاء بھی زندہ ہو جاتے ہیں اور یہ زندہ اس لئے کیا جاتا ہے تاکہ قبر میں اس سے سوال کیا جائے اور سوال کے بعد یا ثواب ہوگا یا عذاب...... کیونکہ حیات کے لئے ہمارے نزدیک ڈھانچہ شرط نہیں بلکہ یہ بھی بعید نہیں کہ ایک آدمی کی روح ایک وقت میں مشرق ومغرب میں منتشر اجزاء میں سے ہر جزء کے ساتھ تعلق پکڑے۔ کیونکہ اس کا تعلق جسم میں حلول ودخول کے طور پر نہیں ہوتا کہ ایک جزء میں اس کا حلول اور دخول دوسرے جزء کے اندر حلول ودخول میں مانع بن جائے۔ باقی حدیث میں جو مدفون کے لئے عذاب کا ذکر ہے تو یہ غالب حالت پر محمول ہے۔ (ایضاً)

۳۴۰...... عن ابی ھریرۃ قولہ رد اللہ علی روحی الخ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث ہے جس میں ہے: رد اللہ علی روحی آپ کی طرف آپ کی امت کے درود اس طرح پہنچائے جاتے ہیں جیسے رعایا کے امور بادشاہوں کی طرف پہنچائے جاتے ہیں، رد روح کا معنی یہ ہے کہ آپ کی روح مقدس اللہ تعالیٰ کی تجلیات اور انوارات میں مستغرق ہوتی ہے۔ پس جب آپ کو کسی امتی کا سلام پہنچتا ہے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کی روح مبارک کو اس استغراق والی حالت سے سلام کا جواب دینے والے حالت کی طرف متوجہ کر دیتے ہیں اور آپ ﷺ کی شان یہی ہے کہ آپ کا ایک حالت میں مشغول ہونا دوسرے احوال سے غافل نہیں کرتا۔ (شرح طیبی ج ۳ ص ۱۰۴۳)

۳۴۱...... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث ہے: من صلی علی عند قبری سمعتہ جو میری قبر کے پاس درود پڑھے گا میں اس کو سنوں گا، یہاں پر اشکال یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: لا تجعلوا قبری عیدا وصلوا علی فان صلاتکم تبلغنی حیث کنتم میری قبر کو عید نہ بنانا اور مجھ پر درود پڑھو کیونکہ تم جہاں بھی ہو گے تمہارا درود مجھ تک پہنچے گا، پچھلی حدیث میں ہے قبر کے پاس درود پڑھنا، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر کے پاس آنے کی ضرورت نہیں بلکہ جہاں سے بھی کوئی درود پڑھے آپ تک پہنچے گا، اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں حدیثوں کا مضمون درست ہے، دور سے درود پڑھنے کے مقابلے میں قبر کے پاس حاضر ہو کر درود پڑھنا افضل ہے۔ (شرح طیبی ج ۳ ص ۱۰۴۸)

۳۴۲...... (جب نبی ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جائے گا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا آپ پر کیسے درود پیش ہوگا؟ حالانکہ آپ بوسیدہ ہو چکے ہوں گے۔ نبی ﷺ نے جواب میں فرمایا: ان اللہ حرم علی الارض اجساد الانبیاء) سوال یہ ہے کہ آپ پر درود پیش ہونے اور آپ ﷺ کے سننے میں آپ ﷺ کی موت مانع ہے اور وہ قائم ہے، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اشکال کیسے دور ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ موت کے بعد انبیاء کے اجساد کا محفوظ ہونا خرق عادت کے طور پر ہے جیسے اللہ تعالیٰ اجساد کی خرق عادت حفاظت فرماتے ہیں اسی طرح موت کے بعد آپ پر درود کا پیش ہونا اور آپ ﷺ کا سننا خرق عادت کے طور پر ہے، اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جو فصل ثالث کی تیسری حدیث ہے: فنبی اللہ حی یرزق (شرح طیبی ج ۴ ص ۱۲۶۶)

__فائدہ:__ برزخ کے تمام احوال دنیاوی اسباب سے مافوق ہیں یہی خرق عادت ہے لیکن برزخی اسباب کے تحت ہیں، اس لئے آپ کا قبر میں سننا، دیکھنا ان ظاہری دنیاوی کانوں اور آنکھوں کے ساتھ نہیں ہوتا بلکہ برزخی قوت سماع کے ساتھ ہوتا ہے جن کی صفات دنیاوی آلات سے مختلف ہیں۔

ابن عبدالہادی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن احمد بن عبدالہادی۔ م ۷۴۴ھ)

۳۴۳...... ولیعلم ان رد الروح وعودھا الی الجسد بعد الموت لا یقتضی استمرارھا فیہ الخ یہ جان لینا چاہئے کہ موت کے بعد روح کا جسد کی طرف لوٹنا جسد میں روح کے ہمیشہ رہنے کا تقاضا نہیں کرتا اور نہ دنیا والی معروف زندگی کو مستلزم ہے، بلکہ برزخ میں روح کا جسد کی طرف لوٹانا اعادہ برزخی ہے جس کی وجہ سے میت سے موت کا نام زائل نہیں ہوتا (موت کا نام تب زائل ہوتا ہے جب محسوس حیات ہو اور یہاں پر محسوس حیات نہیں بلکہ یہ حیات برزخی یعنی زیر پردہ مخفی حیات ہے) حیات کی بھی مختلف اقسام ہیں اور موت کی بھی مختلف اقسام ہیں اور موت کی بعض اقسام کا ثابت ہونا حیات کے منافی نہیں۔ (لہٰذا موت حسی اور حیات برزخی یعنی زیر پردہ مخفی حیات دونوں جمع ہو سکتی ہیں) جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ جب نیند سے بیدار ہوتے تو فرماتے: الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور (پس نیند کی حالت میں حیات اور موت دونوں جمع ہیں) (الصارم المنکی فی الرد علی السبکی ص ۲۲۳)

۳۴۴...... وتعلق الروح بالبدن واتصالھا بہ یتنوع انواعاً الخ روح کے بدن کے ساتھ تعلق اور اتصال کی مختلف قسمیں ہیں۔ (۱) روح کا بدن کے ساتھ تعلق عالم دنیا کے اندر نیند اور بیداری کی حالت میں۔ (۲) روح کا بدن کے ساتھ تعلق برزخ میں اور اس تعلق کے مختلف درجات ہیں، رسولوں اور انبیاء کا تعلق شہداء سے زیادہ کامل ہے،

اسی لئے ان کے اجساد بوسیدہ نہیں ہوتے اور شہداء کا تعلق غیر شہداء مؤمنین کے تعلق سے زیادہ کامل ہے۔(۳) روح کا بدن کے ساتھ وہ تعلق جو قیامت کے دن ہوگا۔ ورد الروح الی البدن فی البرزخ لا یستلزم الحیاۃ المعھودۃ برزخ میں روح کا بدن کی طرف لوٹانا عالم دنیا کی معروف (تکلیفی حسی) حیات کو مستلزم نہیں۔ (ایضا)

۳۴۵...... ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی آدمی اپنے مؤمن بھائی کی قبر کے پاس گزرتا ہے اور وہ اس کو دنیا میں پہچانتا تھا پھر یہ اس پر سلام کرتا ہے تو قبر والا اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب لوٹاتا ہے۔ عبدالحق اشبیلی کہتے ہیں: وھو صحیح الاسناد، نیز فرماتے ہیں کہ اس مضمون کی حدیث حضرت عائشہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے...... وفی الجملۃ رد الروح علی المیت فی البرزخ ورد السلام علی من یسلم علیہ لا یستلزم الحیاۃ التی یظنھا بعض الغالطین وان کان نوع حیاۃ برزخیۃ خلاصہ یہ ہے کہ برزخ میں میت پر روح کا لوٹانا اور میت کا سلام کرنے والے پر جواب لوٹانا یہ اس حیات کو مستلزم نہیں جس کا بعض لوگوں نے غلط فہمی سے گمان کر لیا۔ (یعنی دنیا کی محسوس تکلیفی حیات) اگرچہ حیات برزخیہ حاصل ہو جاتی ہے۔ (ایضا)

۳۴۶......ھذا رد معنوی فان الروح مشتغلۃ بالحضرۃ الشریفۃ والملأ الاعلی عن ھذا العالم فاذا سلم المسلم علیہ التفت الیہ ورد سلامہ (ایضا ص ۲۲۶) قبر میں روح کا بدن کی طرف لوٹانا یہ رد معنوی ہے کیونکہ روح مبارک عالم دنیا سے اعراض کر کے تجلیات الٰہیہ اور ملأ اعلیٰ میں مشغول ہوتی ہے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کرنے والا سلام کرتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سلام کا جواب دینے کے لئے اس کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔

۳۴۷...... وقول اھل السنۃ من الفقھاء والمحدثین وغیرھم ان الروح ذات قائمۃ بنفسھا لھا صفات تقوم بھا الخ اہل سنت فقہاء ومحدثین وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ روح ایک ذات ہے جو بذات خود قائم ہوتی ہے اس کی اپنی صفات ہیں جو اس کے ساتھ قائم ہوتی ہیں اور یہ بدن سے جدا بھی ہو جاتی ہے اور چڑھتی بھی ہے، اترتی بھی ہے اور قبض بھی کی جاتی ہے اور اس کو ثواب بھی دیا جاتا ہے اور عذاب بھی دیا جاتا ہے اور داخل بھی ہوتی ہے، خارج بھی ہوتی ہے، آتی جاتی بھی ہے اور اس سے سوال بھی کیا جاتا ہے اور حساب بھی لیا جاتا ہے اور اسی کو فرشتہ قبض کر کے آسمان تک لے جاتا ہے۔ اگر نیک ہوتی ہے تو آسمان کے فرشتے اس کو الوداع کہتے ہیں اور اگر بری ہوتی ہے تو واپس پھینک دی جاتی ہے اور محسوس بھی کرتی ہے، ادراک بھی کرتی ہے اور برزخ میں جنت سے کھاتی پیتی بھی ہے۔ جیسا کہ اس پر سنت صحیحہ دلالت کرتی ہے ارواحِ شہداء کے بارے میں خصوصاً اور عام مؤمنین کی ارواح کے بارے میں عموماً۔ اس سب کے باوجود روح کی شان بدن کی شان سے مختلف ہوتی ہے۔ کیونکہ روح آسمانوں کے اوپر ملأ اعلیٰ میں ہوتی ہے اور اس کا بدن کے ساتھ ایسا تعلق ہوتا ہے جس کی بنیاد پر میت سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دیتی ہے۔ حالانکہ روح اپنے مستقر یعنی علیین (عالم بالا) میں رفیق اعلیٰ کے ساتھ ہوتی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس گزرے اور وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو چھٹے آسمان میں دیکھا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اُس رات نہ موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر سے اٹھائے گئے نہ دوسرے انبیاء جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمانوں میں دیکھا، بلکہ آسمانوں میں ان کے وہ ٹھکانے پہلے سے ہی تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی

رات ان کو ان ٹھکانوں میں دیکھا جن میں وہ اس وقت سے تھے جب سے اللہ نے ان (کی روحوں) کو ان ٹھکانوں کی طرف اٹھایا تھا اور موسیٰ علیہ السلام کا قبر میں نماز پڑھنا چھٹے آسمان سے روح کے جدا ہونے اور قبر میں اترنے کا موجب نہیں، بل ھی فی مستقرھا ولھا تعلق بالبدن قوی حتی حملہ علی الصلاۃ بلکہ ان کی روح اپنے مستقر میں تھی لیکن اس کا بدن کے ساتھ اتنا قوی تعلق تھا جس نے موسیٰ علیہ السلام کو نماز پر ابھارا اور جب سونے والے کا نفس اور اس نفس کا فعل نیند کی حالت میں اتنا قوی ہوتا ہے کہ بدن کو متحرک کر دیتا اور اس کو کھڑا کر دیتا ہے اور اس میں اثر ڈالتا ہے تو ارواحِ انبیاء کے متعلق کیا خیال ہے؟ اور صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ شہداء کی ارواح سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہوتی ہیں جنت کے پھل کھاتی ہیں، جنت کی نہروں سے پانی پیتی ہیں اور جہاں چاہتی ہیں چرتی ہیں، پھر عرش کے نیچے لٹکی ہوئی قندیلوں کے پاس آ جاتی ہیں اور وہ اسی حالت میں رہیں گی۔ حتیٰ کہ اللہ قیامت کے دن ان کو ان کے اجساد کی طرف لوٹا دے گا، ومع ھذا فاذا زارھم المسلم وسلم علیھم عرفوا بہ وردوا علیہ السلام الخ لیکن اس کے باوجود جب کوئی سلام کرنے والا ان کی زیارت کرتا ہے اور ان پر سلام کرتا ہے تو وہ اس کو پہچان لیتے ہیں اور اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں، بلکہ ہر مؤمن کی روح اسی طرح ہے کہ باوجود اس کے کہ وہ پرندے کی شکل میں جنت کے درختوں میں معلق ہوتی ہے لیکن جب سلام کرنے والا اس مؤمن میت پر سلام کرتا ہے تو اس کی روح اس پر لوٹا دی جاتی ہے اور اس کو شعور حاصل ہو جاتا ہے۔ (ایضاً ص ۲۲۶)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ روحیں سبز پرندوں پر سوار ہو کر جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں اور پھر عرش کے نیچے لٹکی ہوئی قندیلوں کی طرف آ جائیں تو اس حالت میں بھی روحوں کا قبر میں مدفون جسم عنصری کے ساتھ تعلق قائم رہتا ہے۔

۳۴۸..... وکذلک من سلم علیہ عند قبرہ رد علیہ وکانوا یدخلون علی عائشۃ فکانون یسلمون علیہ کما کانوا یسلمون فی حیاتہ ویقول احدھم السلام علیک یا ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وقد جاء ھذا عاماً فی جمیع قبور المؤمنین ما من رجل یمر بقبر الرجل کان یعرفہ فی الدنیا فیسلم علیہ الا رد اللہ علیہ روحہ حتی یرد علیہ السلام (الصارم المنکی ص ۳۰۱) اسی طرح جو آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس آپ پر سلام کرے تو آپ اس کا جواب دیتے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا میں داخل ہوتے تھے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسے ہی سلام کرتے تھے جیسے آپ کی حیات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کرتے تھے اور یوں کہتے تھے: السلام علیک ایھا النبی الخ اور یہ بات تمام مؤمنین کی قبور کے لئے عام ہے (جیسا کہ حدیث میں ہے کہ) جو بھی آدمی کسی آدمی کے پاس گزرتا ہے اور وہ اس کو دنیا میں پہچانتا تھا پھر وہ اس پر سلام کرتا ہے تو اللہ اس پر اس کی روح کو متوجہ کر دیتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

مفسر ابو حَیّان اَندَلُسی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن یوسف بن علی۔ م ۷۴۵ھ)

۳۴۹..... وَقَدْ ذَھَبَ بَعْضُ النَّاسِ اِلٰی اَنَّ الشَّھِیدَ حَیُّ الْجَسَدِ وَالرُّوحِ وَلَا یَقْدَحُ فِی ذٰلِکَ عَدَمُ الشُّعُورِ بِہٖ مِنَ الْحَیِّ غَیْرِہٖ فَنَحْنُ نَرَاھُمْ عَلٰی صِفَۃِ الْاَمْوَاتِ وَھُمْ اَحْیَاءٌ کما قال تعالیٰ وتری الجبال

تحسبها جامدة وهی تمر مر السحاب و کما تری النائم علی هیئة وهو یری فی منامه ما ینعم به او یتالم به (البحر المحیط فی التفسیر ج۱ ص۴۴۸) بعض لوگوں کا مذہب یہ ہے کہ شہید کا جسم اور روح دونوں زندہ ہوتے ہیں اور اس حیات میں یہ بات قابل اعتراض نہیں ہو سکتی کہ دوسرے زندہ کو اس کا شعور نہیں ہوتا۔ پس ہم ان کو (ظاہری طور پر) اموات کی صفت پر دیکھ رہے ہوتے ہیں حالانکہ وہ (مخفی زندگی کے ساتھ) زندہ ہوتے ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ تو پہاڑوں کو دیکھے گا اور تو ان کو ٹھہرا ہوا خیال کرے گا۔ حالانکہ وہ بادلوں کی طرح چل رہے ہوں گے اور اسی طرح آپ سونے والے کو ایک حالت پر دیکھتے ہیں۔ حالانکہ وہ اپنی نیند میں وہ چیزیں دیکھ رہا ہوتا ہے جن کے ساتھ لذت یا تکلیف اٹھا رہا ہوتا ہے۔

۳۵۰...... وَقَالُوا یَجُوزُ اَنْ یَّجْمَعَ اللهُ مِنْ اَجْزَاءِ الشَّهِیدِ جُمْلَةً فَیُحْیِیهَا وَیُوصِلَ اِلَیْهَا النَّعِیمَ وَاِنْ کَانَتْ فِی حُجْمِ الذَّرَّةِ (البحر المحیط ج۱ ص۴۴۹) علماء کہتے ہیں ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ شہید کے تمام اجزاء کو جمع کر دے پھر ان کو زندہ کرے اور ان کی طرف لذات پہنچائے اگرچہ وہ اجزاء ذرے کے حجم میں ہوں۔

۳۵۱...... اِنَّ اَهْلَ السُّنَّةِ یَقُولُونَ یُحْیَا الْمَیِّتُ الْکَافِرُ فَیُعَذَّبُ فِی قَبْرِهٖ وَالْفَاسِقُ یَجُوزُ اَنْ یُعَذَّبَ فِی قَبْرِهٖ. وَالْاَحَادِیثُ الصَّحِیحَةُ قَدِ اسْتَفَاضَتْ بِعَذَابِ الْقَبْرِ فَوَجَبَ الْقَوْلُ بِهٖ وَاعْتِقَادُهٗ (البحر المحیط ج۱ ص۲۱۱) اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ کافر میت کو قبر میں زندہ کیا جاتا ہے اور اس کو عذاب دیا جاتا ہے اور فاسق قبر میں زندہ کر کے عذاب دیا جائے یہ بھی ممکن ہے...... اور عذاب قبر پر احادیث صحیحہ مشہورہ موجود ہیں۔ لہٰذا اس کا قائل ہونا اور اس کا عقیدہ رکھنا واجب ہے۔

امام ذہبی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (شمس الدین، ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قائماز۔م ۷۴۸ھ)

۳۵۲...... اور نبی ﷺ جسد کے محفوظ ہونے میں باقی امت سے ممتاز ہیں پس آپ ﷺ بوسیدہ نہیں ہوتے اور نہ زمین آپ ﷺ کے جسم کو کھاتی ہے نہ خوشبو بدلتی ہے، بلکہ وہ اب بھی تر و تازہ ہیں اور ہمیشہ کستوری سے زیادہ خوشبودار رہیں گے۔ وَهُوَ حَیٌّ فِی لَحْدِهٖ حَیَاةً مِثْلَهٗ فِی الْبَرْزَخِ الَّتِی هِیَ اَکْمَلُ مِنْ حَیَاةِ سَائِرِ النَّبِیِّینَ وَحَیَاتُهُمْ بِلَا رَیْبٍ اَتَمُّ وَاَشْرَفُ مِنْ حَیَاةِ الشُّهَدَاءِ الَّذِیْنَ هُمْ بِنَصِّ الْکِتَابِ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُونَ وَهٰؤُلَاءِ حَیَاتُهُمُ الْآنَ الَّتِی فِی عَالَمِ الْبَرْزَخِ حَقٌّ وَلٰکِنْ لَیْسَتْ هِیَ حَیَاةَ الدُّنْیَا مِنْ کُلِّ وَجْهٍ وَلَا حَیَاةَ اَهْلِ الْجَنَّةِ مِنْ کُلِّ وَجْهٍ وَلَهُمْ شِبْهٌ بِحَیَاةِ اَهْلِ الْکَهْفِ (سیر اعلام النبلاء، طبقہ ۹، تحت ترجمہ وکیع) آپ ﷺ اپنی لحد مبارک میں زندہ ہیں برزخی حیات کے ساتھ جو تمام نبیوں کی حیات سے زیادہ کامل ہے اور انبیاء کی حیات بلاشبہ شہداء کی حیات سے کامل ترین اور اشرف ترین ہے اور شہداء کی حیات قرآن کریم کی اس نص سے ثابت ہے: اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُونَ اور انبیاء کی حیات اب بھی عالم برزخ میں برحق ہے لیکن وہ پورے طور پر نہ حیات دنیا کی مثل ہے نہ اہل جنت کی حیات جیسی ہے اور ان کی حیات اصحاب کہف کی حیات کے مشابہ ہے (یعنی اصحاب کہف کی طرح ان کی حیات مخفی ہے)

۳۵۳...... ما روت عائشة لا ینافی ما روی ابن عمر وغیره فان علمهم لا یمنع من سماعهم قوله علیه السلام۔ واما انك لا تسمع الموتی فحق لان الله احیاهم ذلك الوقت کما یحیی المیت لسؤال منکر ونکیر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت (انهم لیعلمون الآن) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ کی

روایت (ما انتم باسمع منهم) کے منافی نہیں، کیونکہ ان کا علم رسول اللہ ﷺ کی بات سننے میں مانع نہیں، رہی یہ آیت: انك لا تسمع الموتی یہ بھی حق ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُس وقت میں (حیات حقیقی کے ساتھ) ان کو زندہ کر دیا جیسا کہ منکر نکیر کے سوال کے وقت (حیات حقیقی کے ساتھ) میت کو زندہ کیا جاتا ہے۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۱۴۱ تحت غزوۃ بدر، نیز تاریخ الاسلام للذہبی)

فائدہ: خلاصہ یہ کہ انک لاتسمع الموتی میں نفی سماع علی الدوام کی ہے اور ایک وقت میں سماع نہ ہو اور کسی دوسرے وقت میں سماع ہو ان میں کوئی تضاد نہیں۔

۳۵۴...... ونؤمن بِعَذَابِ الْقَبْرِ وبالحوض وبالمسائلةِ فِي الْقَبْرِ (العلو للعلی الغفار ص ۱۹۰) اور ہم عذاب قبر کے ساتھ، حوض کوثر کے ساتھ، قبر میں منکر نکیر کے سوال کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں۔

شمس الدین اَصفَهَانِی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (ابو الثناء شمس الدین بن محمود بن عبد الرحمن۔ م ۷۴۹ھ)

۳۵۵...... عدم اسماع من فی القبور لا يستلزم عدم ادراك المدفون (مطالع الانظار شرح طوالع الانوار ص) اہل قبور کا عدم سماع ان کے عدم ادراک کو مستلزم نہیں۔

فائدہ: شعور و ادراک زندہ کو ہی ہو سکتا ہے۔

شیخ الاسلام ابن قیم جوزی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن ابی بکر بن ایوب، دمشقی۔ م ۷۵۱ھ)

۳۵۶...... قبر میں سوال کے وقت میت کی طرف روح لوٹائی جاتی ہے یا نہیں؟ اس میں ہمیں رسول اللہ ﷺ کافی ہیں اور آپ ﷺ نے ہمیں لوگوں کے اقوال سے بے نیاز کر دیا ہے۔ حَيْثُ صرح باعادةِ الرّوح اِلَيْه کیونکہ آپ ﷺ نے میت کی طرف روح کے لوٹانے کی صراحت کی ہے، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: فتعاد روحه في جسده میت کی روح اس کے جسم (عنصری) میں لوٹا دی جاتی ہے۔ (کتاب الروح ص ۴۱)

۳۵۷...... وذهب الی القول بموجب هذا الحديث جميعُ اهل السنة والحديث (ایضاً ص ۴۲) تمام اہل سنت والجماعت کا عقیدہ اس حدیث (یعنی حدیث براء رضی اللہ عنہ) کے مطابق ہے۔

۳۵۸...... قلت مَا ذكره اَبُو مُحَمَّد فِيهِ حق وباطل الخ میں کہتا ہوں کہ ابو محمد (ابن حزم) نے جو کچھ ذکر کیا ہے اس میں کچھ بات حق ہے اور کچھ باطل ہے، ابن حزم کی یہ بات کہ: ''جس نے یہ گمان کیا کہ میت کو اس کی قبر میں زندہ کیا جاتا ہے یہ غلط ہے۔'' اس بات میں بہت اجمال ہے، اگر ابن حزم کی مراد ہے دنیا کی معروف حیات جس میں روح بدن میں داخل ہوتی ہے اس کی تدبیر کرتی ہے اس میں تصرف کرتی ہے اور اس حیات کی وجہ سے وہ کھانے پینے اور لباس کی طرف محتاجی ہوتی ہے تو واقعی یہ غلط ہے جیسا کہ ابن حزم نے کہا ہے، کیونکہ حس وعقل اور نص اس کی تکذیب کرتی ہے اور اگر ابن حزم کی مراد ہے دنیا کی معروف حیات کے علاوہ دوسری حیات جس میں روح کو بدن کی طرف لوٹایا جاتا ہے لیکن یہ اعادہ دنیا والے معروف اعادہ سے مختلف ہوتا ہے (اور یہ اعادہ اس لئے ہوتا ہے) تاکہ قبر میں سوال کیا جائے اور امتحان کیا جائے، تو یہ حق ہے اور اس کی نفی کرنا باطل ہے، کیونکہ اس پر صحیح صریح نص دلالت کرتی ہے اور وہ نبی علیہ السلام کا یہ فرمان ہے: فتعاد روحه فِي جسده اور اس حدیث کو ابن حزم نے ضعیف قرار

دیا ہے اس کا جواب ان شاء اللہ آگے آجائے گا...... قَوْلہ ثُمَّ تُعَادُ روحہ فِی جسدہ لا یدل علی حَیَاۃ مُسْتَقِرَّۃ وَاِنَّمَا یدل علی اِعَادَۃٍ لَهَا اِلَی الْبدن وَتعلق بِہٖ وَالروحُ لم تزل مُتَعَلقَۃً ببدنہا وَاِن بَلِیَ وتمزق پھر قبر کے اندر جسد میں روح کا لوٹانا اس پر دلالت نہیں کرتا کہ روح ہمیشہ جسم کے اندر برقرار رہتا ہے، اس کی دلالت سوال جواب کے وقت روح کے بدن کی طرف لوٹانے پر ہے، اس کے بعد روح کا بدن کے ساتھ ہمیشہ تعلق رہتا ہے۔ اگرچہ بدن بوسیدہ ہوجائے اور ریزہ ریزہ ہوجائے۔ (ایضاً ص ۴۳)

فائدہ: بوسیدہ ہوتا ہے جسم عنصری، پھٹتا بھی ہے جسم عنصری، بدن مثالی نہ بوسیدہ ہوتا ہے اور نہ وہ پھٹتا ہے۔ لہٰذا بعد از مرگ اس سے روح اور جسم عنصری کے درمیان تعلق ثابت ہوا۔

۳۵۹...... اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ اللہ تعالیٰ روحوں کو موت کے وقت اور نیند کے وقت قبض کر لیتا ہے پھر جس پر موت کا فیصلہ ہو چکا اس کی روح کو روک لیتا ہے اور جس پر موت کا فیصلہ نہیں ہوا اس کی روح کو بدن کی طرف چھوڑ دیتا ہے۔ فامسا کہ سُبْحَانَہُ الَّتِی قضی عَلَیْهَا الْمَوْت لَا یُنَافِی ردهَا اِلَی جَسَد الْمَیِّت فِی وَقت مَا ردا عارضا لَا یُوجب لَهُ الْحَیَاۃ الْمَعْهُودَۃ فِی الدُّنْیَا خلاصہ یہ ہے کہ جس پر موت کا فیصلہ ہو چکا اس کی روح کو روکنا اس بات کے منافی نہیں کہ قبر میں (کسی وقت خصوصاً سوال کے وقت) میت کے جسم میں روح لوٹائی جائے، کیونکہ روح کے روکنے سے مقصود ہے دنیا کی معروف حیات کا انقطاع اور قبر کے اندر جسم عنصری میں روح کے عارضی طور پر لوٹانے سے مخفی حیات حاصل ہوتی ہے دنیا کی معروف حیات حاصل نہیں ہوتی، وہ منقطع ہی رہتی ہے۔ (ایضاً ص ۴۴)

فائدہ: پس روح کا روکنا دنیا والے اعادہ اور دنیا والی محسوس کھلی تکلیفی زندگی کے اعتبار سے ہے اور میت کے جسم میں لوٹانا اور حیات پیدا کرنا دنیا والے اعادہ اور حیات سے مختلف ہے جو امساک روح کے منافی نہیں۔

۳۶۰...... وَاِذا كَانَ النَّائِم روحہ فِی جسدہ وَهُوَ حَیّ وحیاتہ غیر حَیَاۃ المستیقظ فَاِن النّوم شَقِیق الْمَوْت فَهَكَذَا الْمَیِّت اِذا اُعِیدَت روحہ اِلَی جسدہ كَانَت لَہٗ حَال متوسطۃ بَین الْحَیّ وَبَین الْمَیِّت الَّذِی لم ترد روحہ اِلَی بدنہ كَحَالِ النَّائِم المتوسطۃ بَین الْحَیّ وَالْمَیِّت اور جب سونے والے کی روح اس کے جسم میں ہے اور وہ زندہ ہے اور اس کی حیات بیدار آدمی کی حیات سے مختلف ہے، کیونکہ نیند ایک قسم کی موت ہے، پس اسی طرح میت کی روح جب اس کے جسم کی طرف لوٹا دی جائے تو اس کی حالت زندہ اور وہ مردہ جس کی روح اس کے بدن کی طرف نہ لوٹائی گئی ہو ان دونوں کے درمیان ہوتی ہے، جیسا کہ سونے والے کی حالت زندہ اور مردہ کے درمیان میں ہے۔ (ایضاً ص ۴۴)

فائدہ: یعنی اس پر کچھ آثار حیات والے ہیں کہ سانس لے رہا ہے، نبض چل رہی ہے، معدہ وغیرہ اپنا وظیفہ ادا کر رہے ہیں اور کچھ آثار موت والے ہیں کہ ظاہری افعال منقطع ہو چکے ہیں جیسا کہ مردہ سے منقطع ہو جاتے ہیں، نہ یہ خالصتاً حیات ہے اور نہ خالصتاً موت ہے پس اسی طرح قبر میں میت کی حالت ہے کہ اس میں مخفی حیات ہے جس سے زندہ کی طرح راحت و تکلیف کا ادراک ہوتا ہے لیکن نہ ظاہری افعال و حرکات ہیں اور نہ معدہ وغیرہ کام کر رہے ہیں، نہ خورد و نوش کی ضرورت ہے، اس اعتبار سے اس کی حالت بھی محسوس زندگی کے ساتھ جو زندہ ہے اور وہ مردہ جس میں روح نہ لوٹائی گئی ہو ان دونوں کے درمیان ہے۔

۳۶۱...... هٰذَا مَعَ الْقطع بِاَنَّ روحہ الْكَرِیمَۃ فِی الرفیق الْاَعْلَی فِی اَعلَی علیین الخ اس یقین کے باوجود

کہ آپ ﷺ کی روح مبارک رفیق اعلیٰ کے ساتھ اعلیٰ علیین میں انبیاء علیہم السلام کی ارواح کے ساتھ ہے اور صحیح حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اسراء کی رات موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے دیکھا اور چھٹے یا ساتویں آسمان میں بھی دیکھا۔ فالروح كَانَتْ هُنَاكَ وَلها اتِّصَالٌ بِالْبدنِ فِي الْقَبْرِ واشراف عَلَيْهِ وَتعلق بِهِ بِحَيْثُ يصلي فِي قَبرِهِ وَيرد سَلام من سلم عَلَيْهِ وَهِيَ فِي الرفيق الْأَعْلَى الخ پس روح وہاں پر ہے اور اس قبر میں بدن کے ساتھ اتصال ہے اور بدن پر عکس و پرتو ہے جس کی وجہ سے آپ ﷺ اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہیں اور سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دیتے ہیں اور روح رفیق اعلیٰ میں ہوتی ہے اور روح کا علیین میں ہونا اور قبر میں موجود بدن کے ساتھ تعلق ان دونوں کے درمیان کوئی منافاۃ نہیں۔ کیونکہ ارواح کی شان ابدان کی شان سے مختلف ہے، کیونکہ وہ دو روحیں جو ایک دوسرے کے مشابہ ہوں اور ان کے درمیان مناسبت ہو اگر چہ ان کے درمیان مشرق و مغرب کا فاصلہ ہو پھر بھی ان کے درمیان انتہائی قرب ہوتا ہے اور وہ دو روحیں جن کے درمیان آپس میں نفرت اور بغض ہو اگر چہ ان دونوں کے عنصری بدن ایک دوسرے کے قریب اور متصل ہوں پھر بھی ان روحوں کے درمیان انتہائی بُعد ہوتا ہے اور روح کا اترنا چڑھنا اور اس کا قرب و بعد بدن کے اترنے چڑھنے اور قرب و بعد کی طرح نہیں، کیونکہ روح کی رفتار اتنی تیز ہے کہ روح کے قبض کرنے سے لے کر میت کو قبر میں رکھنے کے درمیان جتنا وقفہ ہے اتنے قلیل وقت میں وہ آسمانوں کے اوپر چڑھ کر پھر واپس بھی آجاتی ہے اور اتنے وقت میں بدن نہ چڑھ سکتا ہے نہ اتر سکتا ہے اور اسی طرح نیند اور بیداری کی حالت میں روح کا آسمانوں کی طرف چڑھنا اور بدن کی طرف لوٹنا بھی آناً فاناً ہو جاتا ہے، بعض نے اس کی مثال بیان کی کہ جیسے سورج آسمان میں ہے اور اس کی شعاع زمین میں ہے اور شعاع کے زمین پر پہنچنے میں کوئی دیر نہیں لگتی۔ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ مثال پورے طور پر فٹ نہیں بیٹھتی کیونکہ سورج کی ذات آسمان سے نہیں اترتی صرف اس کی شعاع زمین پر پڑتی ہے اور شعاع نہ سورج ہے نہ سورج کی مثل ہے بلکہ وہ ایک عرض ہے (جس کا کوئی جسم نہیں) جو سورج کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے جب کہ روح بذات خود چڑھتی ہے اور اترتی ہے۔ (ایضاً ص ۴۵)

فائدہ: ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ سورج کی شعاع کا تیزی کے ساتھ زمین پر پہنچنا، یہ روح کے زمین پر اترنے کی نظیر ہے مثال نہیں، لیکن بعض دفعہ مجازاً نظیر کو بھی مثال کے ساتھ تعبیر کر دیا جاتا ہے۔

۳۶۲...... فالخطاب للارواح المتعلقة بتلك الاجساد التي قد فسدت، واما قوله تعالىٰ وما انت بمسمع من فى القبور فسياق الآية يدل على ان المراد منها ان الكافر الميت القلب لا تقدر على اسماعه اسماعا ينتفع به كما ان من فى القبور لا تقدر على اسماعهم اسماعا ينتفعون به ولم يرد سبحانه ان اصحاب القبور لا يسمعون شيئا البتة كيف وقد اخبر النبى انهم يسمعون خفق نعال المشيعين واخبر ان قتلى بدر سمعوا كلامه وخطابه وشرع السلام عليهم بصيغة الخطاب للحاضر الذى يسمع واخبر ان من سلم على اخيه المؤمن رد عليه السلام (بدر کے مقتولین سے آپ ﷺ کا کلام کرنا) یہ خطاب ارواح کو تھا جن کا ان اجساد کے ساتھ تعلق تھا جو فاسد ہو چکے تھے۔ حالانکہ قرآن کریم میں ہے کہ آپ قبر والوں کو نہیں سنا سکتے، اس آیت کا مابعد (ان انت الا نذير) قرینہ ہے کہ اس میں من فی القبور سے مراد مردہ دل کافر ہیں اور اِسماع سے اِسماعِ نافع مراد ہے، مطلب یہ ہے کہ ان مردہ دل

کافروں کے لئے آپ اسماع نافع پر قدرت نہیں رکھتے اور اللہ تعالیٰ کی یہ مراد نہیں کہ اہل قبور بالکل سن ہی نہیں سکتے اور یہ مراد کیسے درست ہوسکتی ہے؟ جب کہ خود نبی ﷺ نے خبر دی ہے کہ قبر والے لوٹنے والوں کی جوتیوں کی آواز سنتے ہیں، نیز آپ ﷺ نے خبر دی کہ بدر کے مقتولین آپ ﷺ کی بات اور آپ ﷺ کا خطاب سن رہے ہیں اور آپ ﷺ نے حاضرین کے لئے جو خطاب کا صیغہ ہے اسی کے ساتھ اہل قبور پر سلام مشروع کیا ہے، نیز آپ ﷺ نے خبر دی کہ جو آدمی اپنے فوت شدہ مؤمن بھائی پر سلام کرتا ہے تو وہ اس پر سلام کا جواب لوٹاتا ہے۔ (ایضاً ص ۴۵)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مردے سنتے ہیں اور ان کا سننا دلیل حیات ہے اور جب عام مردوں کے ابدانِ عنصریہ قبور میں زندہ ہیں تو انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں بطریق اولیٰ زندہ ہیں۔

۳۶۳...... وَقد صرح فِي هٰذَا الحَدِيث بِإِعَادَة الرّوح إِلَى الْبدن وباختلاف اضلاعه وَهٰذَا بَيِّنٌ فِي أَنّ الْعَذَاب على الرّوح وَالْبدن مُجْتَمعين اس حدیث (حدیث براء رضی اللہ عنہ) میں روح کے بدن کی طرف لوٹنے کی اور پسلیوں کے ایک دوسرے میں گھسنے کی صراحت ہے اور یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ قبر کا عذاب روح اور بدن (عنصری) دونوں پر ہوتا ہے۔ (ایضاً ص ۵۴)

فائدہ: اس کی دلیل یہ ہے کہ روح کو قبر میں مدفون بدن عنصری کی طرف لوٹایا جاتا ہے، اسی میں پسلیاں ہیں جو ایک دوسرے میں گھستی ہیں اور بدن مثالی کو نہ دفن کیا جاتا ہے اور نہ اس میں پسلیاں ہیں جو ایک دوسرے میں گھسیں اور وہ بے قصور ہے اس کو عذاب دینا عدل وانصاف کے خلاف ہے۔ لہٰذا یہ عذاب روح اور بدن عنصری دونوں پر ہوتا ہے۔

۳۶۴...... فصل في الكلام في حياة الانبياء في قبورهم (اس فصل میں اس بات پر تحقیق ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں) (دنیاوی زندگی کے دو معنی ہیں۔ (۱) دنیا والا جسم قبر میں برزخی یعنی زیر پردہ غیر شعوری مخفی زندگی کے ساتھ زندہ ہے جس میں محسوس کھلی زندگی کے لوازم اور روح کا جسد عنصری کے ساتھ وہ تعلق جو کھلی زندگی میں تھا نہیں پایا جاتا۔ (۲) کھلی محسوس تکلیفی زندگی جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی علیہ السلام سے مسائل پوچھتے تھے اور آپ ﷺ بوقتِ نزاع اُن میں فیصلہ کرتے، مسجد نبوی میں نماز پڑھاتے وغیرہ۔ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پہلے معنی کے اعتبار سے آپ کو دنیاوی زندگی حاصل ہے لیکن دوسرے معنی کے اعتبار سے ثابت نہیں، امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے درج ذیل اشعار میں اسی دوسرے معنی والی دنیاوی زندگی کی تردید کی ہے، اس میں امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کا ایک جملہ بھی ایسا نہیں جس میں قبر میں جسم عنصری کی دنیاوی و برزخی زندگی کا انکار ہو)

① ولاجل هذا رام ناصر قولكم ترقيعه يا كثرة الخلقان
② قال الرسول بقبره حيّ كما قد كان فوق الارض والرجمان
③ من فوقه اطباق ذاك الترب واللبنات قد عرضت على الجدران
④ لو كان حيا في الضريح حياته قبل الممات بغير ما فرقان
⑤ ما كان تحت الارض بل من فوقها والله هذى سنة الرحمن
⑥ اتراه تحت الارض حيا ثم لا يفتيهم بشرائع الايمان

(قصیدہ نونیہ ص ۱۷۸)

ترجمہ: (۱) اور اس وجہ سے کہ تمہارے قول کے مددگار نے قصد کیا ہے پیوند لگانے کا اے کثیر پرانے کپڑوں والے! (۲) اس نے کہا کہ رسول اپنی قبر میں زندہ ہیں جیسا کہ زمین کے اوپر اور پتھروں کے اوپر (کھلی اور محسوس زندگی کے ساتھ زندہ) تھے۔ (۳) آپ کے اوپر تہہ بتہہ مٹی اور اینٹیں ہیں جو دیواروں پر فٹ کی گئی ہیں۔ (۴) اگر بغیر کسی فرق کے آپ قبر مبارک میں اُس حیات کے ساتھ زندہ ہوتے جو وفات سے پہلے تھی (یعنی محسوس کھلی زندگی) (۵) تو آپ زمین کے نیچے نہ ہوتے بلکہ اوپر ہوتے (اور زمین کے اوپر آدمی محسوس کھلی زندگی کے ساتھ ہوتا ہے)، رحمٰن تبارک وتعالیٰ کی یہی سنت ہے۔ (۶) کیا آپ نبی کریم ﷺ کو زمین کے نیچے (کھلی محسوس زندگی کے ساتھ) زندہ مانتے ہیں؟ پھر آپ ﷺ اُن کو دین کے احکام کے ساتھ فتویٰ کیوں نہیں دیتے؟...... آگے بھی امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے عالم دنیا کی کھلی محسوس خورد ونوش کی محتاج زندگی کے چند لوازم کی نفی کر کے اِسی حیات کی نفی کی ہے اور اس کی ہم بھی نفی کرتے ہیں، آج بھی اگر کسی کو قبر شریف میں نبی کریم ﷺ کے جسم مبارک کی زیارت نصیب ہو جائے تو ظاہری طور پر آپ کے جسد میں حیات اور حیات کے آثار محسوس نہیں ہوں گے جیسا کہ دوسرے لوگوں کے اجسام میں زندگی محسوس نہیں ہوتی، لیکن اسی جسد عنصری میں اللہ تعالیٰ نے ایسی باطنی اور مخفی زندگی رکھ دی ہے جو دنیا والی زندگی کے مقابلے میں بہت اعلیٰ اشرف اور افضل ہے اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے استاذ ومربی امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ عام مردوںؒ کا سماع بھی مانیں، سلام کا سننا اور جواب دینا بھی تسلیم کریں اور اسی ارضی قبر میں روح اور جسد عنصری کا تعلق وعذاب بھی تسلیم کریں، جب کہ جسد عنصری کے عذاب کے لئے حیات ضروری ہے، تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام جیسی عظیم ہستیوں کے اجساد عنصریہ میں حیات کے بالکلیہ منکر ہوں؟

۳۶۵...... فتردروحه الى مضجعه ... ففيه ان الارواح تعاد الى القبر وان الملكين يجلسان الميت فيستنطقانه. حدیث میں ہے میت کی روح کو اس کے لیٹنے کی جگہ کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ارواح کو قبور کی طرف لوٹایا جاتا ہے اور دو فرشتے میت کو بٹھاتے ہیں اس کو بلواتے ہیں۔ (ایضاً ص ۶۲)

ظاہر ہے میت کا مصداق جسد عنصری ہے اسی کو قبر میں لٹایا اور بلوایا جاتا ہے بدن مثالی کو نہیں لٹایا بلوایا جاتا۔

۳۶۶...... فدل هذا الحديث على ان الروح تعاد بين الجسد والاكفان وهذا عود غير التعلق الذى كان لها فى الدنيا بالبدن وهو نوع آخر وغير تعلقها به حال النوم وغير تعلقها به وهى فى مقرها بل هو عود خاص للمسئلة پس یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ روح کو جسد اور کفن کے درمیان لوٹایا جاتا ہے اور یہ روح کا بدن کی طرف لوٹنا اس تعلق سے مختلف ہے جو دنیا میں روح کا بدن کے ساتھ تعلق تھا، موت کے بعد والا تعلق دوسری قسم کا ہے، نیز نیند والے تعلق سے اور روح کے اپنے مستقر میں ہونے کی حالت میں جو بدن کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اس سے بھی مختلف ہے، جسد اور کفن کے درمیان روح کا ایک خاص قسم کا بدن عنصری کی طرف لوٹنا ہوتا ہے تاکہ میت سے سوال کیا جائے۔ (ایضاً ص ۶۶)

فائدہ: کفن جسد عنصری کو دیا جاتا ہے بدن مثالی کو کفن نہیں دیا جاتا۔ لہٰذا یہاں روح وبدن عنصری کے درمیان تعلق مراد ہے۔

۳۶۷...... قال شيخ الاسلام الاحاديث الصحيحة المتواترة تدل على عود الروح الى البدن

وقت السوال وسوال البدن بلا روح قول قاله طائفة من الناس وانكره الجمهور وقابلهم آخرون فقالوا السوال للروح بلابدن وهذا قاله ابن ميسرة وابن حزم وكلاهما غلط والاحاديث الصحيحة ترده ولوكان ذالك على الروح فقط لم يكن للقبر بالروح اختصاص امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اپنے استاذ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں:

''احادیث صحیحہ متواترہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ قبر میں سوال کے وقت روح بدن کی طرف لوٹائی جاتی ہے اور بغیر روح کے صرف بدن سے سوال کرنے کا قول بعض لوگوں نے کیا ہے مگر جمہور علماء نے اس کا انکار کیا ہے اور اس طائفہ کے مقابلہ میں کچھ دوسرے لوگوں نے کہا کہ سوال بغیر بدن کے فقط روح سے ہوتا ہے ابن میسرہ اور ابن حزم کا یہی قول ہے اور یہ آخری دونوں مذہب غلط ہیں کیونکہ احادیث صحیحہ اس کو رد کرتی ہیں (اور اگر فقط روح سے سوال ہوتا اور بدن عنصری کے ساتھ اس سوال کا تعلق بالکل نہ ہوتا تو پھر قبر کی تخصیص بے معنی ہے کیونکہ قبر میں بدن عنصری ہوتا ہے روح نہیں ہوتی) پس قبر کی تخصیص قرینہ ہے کہ سوال روح اور بدن کے مجموعہ سے ہوتا ہے۔ (کتاب الروح ص ۶۶)

فائدہ: بعد از مرگ روح کو بدن کی طرف لوٹانا اور روح کا لوٹنا یہ قرینہ ہے کہ بدن سے بدن عنصری مراد ہے کیونکہ عود کا معنی مفردات القرآن میں لکھا ہے: الرجوع الی الشئی بعد الانصراف عنه ایک شئی سے پھرنے کے بعد دوبارہ اسی کی طرف لوٹنا، روح جس بدن سے نکلی اور جس سے پھری وہ بدن عنصری ہے تو اب رجوع بھی اسی کی طرف ہوگا اور جب بدن مثالی میں پہلے روح نہیں تھی اور نہ اس سے نکلنا اور پھرنا ہوا تو اس کی طرف لوٹنے والا معنی صادق نہیں آتا۔ نیز جو بدن مکلف تھا اور افعال ظاہرہ جس سے صادر ہوئے سوال و جواب اسی روح و بدن سے ہوگا، بدن مثالی نہ مکلف تھا اور نہ اس سے افعال صادر ہوئے تو روح اور بدن مثالی سے سوال چہ معنی دارد؟ اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے جن دو مذہبوں کو غلط کہا ہے ان میں بدن سے بدن عنصری مراد ہے تو جو مذہب صحیح وحق ہے اس میں بھی بدن عنصری مراد ہوگا، کلام کے سیاق وسباق اور مذاہب کے درمیان تقابل کا تقاضا یہی ہے۔

۳۶۸...... ان الروح تبقى بعد مفارقة البدن منعمة او معذبة وانها تتصل بالبدن احيانا و يحصل لمعها النعيم او العذاب بلا شبہ روح بدن عنصری سے جدا ہونے کے بعد یا انعام یافتہ ہوجاتی ہے یا عذاب میں مبتلاء ہوجاتی ہے اور بے شک روح کا بدن کے ساتھ احیاناً (بصورت دخول فی البدن) اتصال وتعلق ہوتا ہے اور روح کے ساتھ بدن بھی (اصالۃً) یا نعمتوں میں ہوتا ہے یا عذاب میں۔ (کتاب الروح ص ۶۷)

۳۶۹...... الرابع تعلقها به في البرزخ فانها وان فارقته وتجردت عنه فانها لم تفارقه كليا روح کے بدن عنصری کے ساتھ پانچ قسم کے تعلقات میں سے چوتھا تعلق برزخ میں ہوتا ہے، کیونکہ روح اگرچہ اس بدن (عنصری) سے جدا ہوجاتی ہے اور بدن سے خالی ہوجاتی ہے لیکن بدن سے کلی طور پر جدا نہیں ہوتی۔ (کتاب الروح ص ۵۸)

فائدہ: امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی مراد یہ ہے کہ روح جس بدن سے جدا ہوئی ہے اسی کے ساتھ غیر معلوم الکیفیت تعلق ہوتا ہے اور وہ بدن عنصری ہے۔

۳۷۰...... انه غير ممتنع ان ترد الروح الى المصلوب والمحروق ونحن لا نشعر بها الخ بے شک اس میں کوئی رکاوٹ نہیں کہ سولی پر لٹکے ہوئے یا غرق شدہ جسد کی طرف یا جلائے ہوئے جسد (کے اجزاء) کی طرف روح کو لوٹا دیا جائے اور ہمیں اس کا شعور نہ ہو، کیونکہ روح کا برزخ میں بدن کی طرف لوٹانا دنیا کے معروف رد روح سے

مختلف ہے۔ و من تفرقت اجزائه لا یمنع علی من هو علی كل شیء قدیر ان یجعل للروح اتصالا بتلك الاجزاء علی تباعد ما بینها و قربه ویكون فی تلك الاجزاء شعور بنوع من الالم واللذة اور جس کے اجزاء بکھر چکے ہیں تو اللہ تعالیٰ جو ہر چیز پر قادر ہے اس کے لئے کوئی مشکل نہیں کہ وہ روح کا ان اجزاء کے ساتھ تعلق پیدا کردے خواہ وہ اجزاء ایک دوسرے سے دور ہوں یا قریب ہوں اور ان اجزاء میں اتنا شعور پیدا ہوجائے جس کے ساتھ وہ لذت والم کا ادراک کرسکیں۔ (کتاب الروح ص ۹۰)

۳۷۱...... من قال الارواح علی افنیة قبورها الخ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ارواح کا مستقر قبور کے اردگرد ہے اگر ان کی مراد یہ ہے کہ ارواح ہمیشہ قبور کے گردونواح میں رہتی ہیں تو یہ غلط ہے کیونکہ یہ کتاب وسنت کی نصوص کے خلاف ہے اور اگر ان کی مراد یہ ہے: انها تكون علی افنیة القبور وقتا او لها اشراف علی قبورها وهی فی مقرها فهذا حق کہ ارواح کسی وقت قبروں کے گردونواح میں آجاتی ہیں یا وہ اپنے مستقر میں ہیں لیکن ان کا پرتو اور عکس ان کی قبور پر پڑتا رہتا ہے تو یہ حق ہے۔ (کتاب الروح ص ۱۲۶)

۳۷۲...... لها اشراف واتصال بالقبر وفنائه وذالك القدر منها یعرض علیه مقعده فان للروح شانا آخر تكون فی الرفیق الاعلی فی اعلی علیین ولها اتصال بالبدن بحیث اذا سلم المسلم علی المیت رد الله علیه روحه فیرد علیه السلام وهی فی الملأ الاعلی وانما یغلط اكثر الناس الخ روح کا قبر اور قبر کے گردونواح کے ساتھ اتصال اور پرتو ہوتا ہے، اسی اتصال کی وجہ سے میت پر اس کا جنت یا دوزخ کا ٹھکانہ پیش کیا جاتا ہے۔ کیونکہ روح کی ایک خاص شان ہے، روح اعلیٰ علیین میں رفیق اعلیٰ کے پاس ہوتی ہے اور اس کا بدن عنصری کے ساتھ بھی اتصال (تعلق) ہوتا ہے ایسے طور پر کہ جب سلام کرنے والا میت پر سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی روح کو اس پر لوٹا دیتا ہے اور میت اس کو سلام کا جواب دیتی ہے اور روح اس حالت میں بھی ملاء اعلیٰ میں ہوتی ہے اور اس جگہ بہت سارے لوگ یہ غلطی کرتے ہیں کہ وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ روح اجساد عنصریہ کی طرح ہے کہ جب جسم ایک مکان میں ہو تو ناممکن ہے کہ وہ دوسرے مکان میں بھی ہو، لیکن روح کو جسد عنصری کی طرح سمجھنا محض غلط ہے بلکہ روح آسمانوں کے اوپر اعلیٰ علیین میں ہوتی ہے اور اس کو ارضی قبر کی طرف بھی لوٹا دیا جاتا ہے تاکہ وہ سلام کا جواب دے اور سلام کنندہ کو پہچان لے حالانکہ وہ قبر کی طرف لوٹانے کی حالت میں اپنے اعلیٰ علیین والے مکان میں موجود رہتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی روح مبارک ہمیشہ رفیق اعلیٰ میں ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو قبر اطہر کی طرف بھی لوٹا دیتا ہے تاکہ وہ اس آدمی کو سلام کا جواب دے جس نے آپ ﷺ پر سلام کیا ہے اور تاکہ آپ ﷺ اس کے کلام کو سنیں۔ نیز رسول اللہ ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں کھڑے ہوکر نماز پڑھتے دیکھا۔ پھر آپ نے موسیٰ علیہ السلام کو چھٹے یا ساتویں آسمان میں بھی دیکھا۔ پس یا تو روح آنکھ جھپکنے کی طرح سریع الحرکۃ اور سریع الانتقال ہے یا روح آسمانوں سے قبر اور فنائے قبر (یعنی قبر کے گردونواح) کے ساتھ (غیر معلوم الکیفیت تعلق کی وجہ سے) متصل ہے (اور اسی اتصال کی وجہ سے آسمانوں میں رہ کر سلام وغیرہ سن لیتی ہے) جیسا کہ سورج کی شعاع زمین کے ساتھ متصل ہے جب کہ سورج کی ٹکیہ آسمان میں ہے اور یہ بات بھی ثابت ہے کہ سونے والے کی روح اوپر چڑھتی ہے۔ حتیٰ کہ سات آسمانوں کو پھاڑ کر آگے گزر جاتی ہے اور عرش پر جاکر اللہ کے سامنے سجدہ کرتی ہے پھر قلیل ترین زمانہ میں اپنے جسم کی طرف لوٹ آتی ہے، اسی طرح میت کی روح کو فرشتے اوپر لے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ سات آسمانوں سے گزر جاتے ہیں

اللہ کے سامنے اس کو پیش کرتے ہیں وہ روح اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس روح کے متعلق اپنا فیصلہ نافذ فرماتے ہیں۔ اب فرشتہ اس کو وہ نعمتیں دکھاتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے جنت میں تیار کر رکھی ہیں، پھر اس روح کو نیچے اتارا جاتا ہے سو وہ میت کے غسل، کفن، دفن اور اس کو اٹھانے کے وقت حاضر ہوتی ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ فرشتے اس روح کو میت کے جسد اور کفن کے درمیان داخل کر دیتے ہیں اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کی روح کو قبر کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے۔ (کتاب الروح ص ۱۲۶، ۱۲۷، نیز دیکھئے زاد المعاد ج ۳ ص ۳۷، فصل فی الفرق بین من قال الخ)

۳۷۳...... امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے فصل قائم کی اور اس میں سوال اٹھایا کہ کیا عذاب روح اور بدن دونوں پر واقع ہوتا ہے یا ان میں سے ایک پر؟ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سوال کا جو جواب دیا تھا امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ وہی جواب نقل کرتے ہیں: ونحن نذکر لفظ جوابه فقال بل العذاب والنعیم علی النفس والبدن جمیعا باتفاق السنة والجماعة امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہم شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا جواب ان کے لفظوں میں ذکر کرتے ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''بلکہ عذاب وثواب روح اور بدن دونوں پر ہوتا ہے اس پر تمام اہل السنۃ والجماعت کا اتفاق ہے۔'' (کتاب الروح ص ۶۶)

فائدہ: یہاں بدن سے بدن عنصری مراد ہے، کیونکہ بدن مثالی نے کوئی جرم نہیں کیا تو اس کو عذاب کیوں ہوگا؟ بغیر جرم کے عذاب تو ظلم ہے اور قرآن میں ہے: ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ۔ نیز قرآن میں ہے: ولا تزر وازرۃ وزر اخری اور کرے کوئی، بھرے کوئی، یہ عقل کے بھی خلاف ہے۔

۳۷۴...... امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری فصل قائم کی۔ اس میں لکھتے ہیں: فاذا عرفت هذه الاقوال الباطلة فلتعلم ان مذهب سلف الامة وائمتها ان المیت اذا مات یکون فی نعیم اوعذاب مع الروح والبدن جب آپ نے باطل اقوال معلوم کر لئے تو اب یہ بھی جان لیجئے کہ بے شک امت کے سلف صالحین اور امت کے اور ائمہ کرام کا مذہب یہ ہے کہ میت جب فوت ہو جاتی ہے تو وہ یا نعمتوں میں ہوتی ہے یا عذاب میں اور بلاشبہ یہ ثواب وعذاب اس میت کی روح اور بدن دونوں کے لئے ہوتا ہے۔ (کتاب الروح ۶۷)

۳۷۵...... ان اللہ سبحانه جعل الدور ثلاثا الخ بے شک اللہ سبحانہ نے تین قسم کے دار (عالم) بنائے ہیں۔ دار دنیا، دار البرزخ، دار القرار (یعنی دار آخرت) اور ہر دار کے لئے جدا جدا احکام ہیں جو اسی دار کے ساتھ مختص ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انسان کو بدن (عنصری) اور روح سے مرکب کیا ہے اور دار دنیا کے احکام اصالۃً ابدان عنصریہ پر جاری کئے ہیں، ارواح کو ان احکام میں ابدان عنصریہ کے تابع کیا ہے، اس لئے دنیا میں احکام شرعیہ زبان اور دوسرے اعضاء کی ظاہری حرکات پر مرتب ہوتے ہیں۔ اگرچہ روح وقلب میں ان کے خلاف بات پوشیدہ ہو اور دار برزخ کے ثواب وعذاب کے احکام اور تمام کاروائیاں ارواح پر جاری کی ہیں اور ان احکام میں ابدان عنصریہ ارواح کے تابع ہیں، پس جیسے دنیوی احکام میں ارواح ابدان عنصریہ کے تابع ہیں، جس کی وجہ سے ابدان عنصریہ کے تکلیف زدہ ہونے سے ارواح بھی تکلیف زدہ ہوتی ہیں اور ابدان عنصریہ کے لذت حاصل کرنے سے ارواح بھی لذت حاصل کرتی ہیں ایسے ہی برزخ کے ثواب وعذاب میں ابدان عنصریہ ارواح کے تابع ہیں۔ (پس برزخ میں ارواح کے تکلیف زدہ ہونے سے ابدان بھی تکلیف زدہ ہوتے ہیں اور ارواح کے لطف اندوز ہونے سے ابدان

عنصریہ بھی لطف اندوز ہوتے ہیں، امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ دونوں عالم کے درمیان وجہ فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں) فالابدان هنا ظاهرة والارواح خفية والابدان كالقبور لها والارواح هناك ظاهرة والابدان خفية فى قبورها تجرى احكام البرزخ على الارواح فتسرى الى ابدانها نعيما او عذابا كما تجرى احكام الدنيا على الابدان فتسرى الى ارواحها نعيما او عذابا. برزخ میں اصالۃً ثواب وعذاب کا محل ارواح ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا میں ابدان عنصریہ ظاہر ہیں اور ارواح ان میں پوشیدہ ہیں گویا ابدان عنصریہ روحوں کے لئے بمنزلہ قبور کے ہیں، جب کہ برزخ میں ارواح ظاہر ہیں اور ابدان عنصریہ قبور میں پوشیدہ ہیں اس لئے برزخ کے احکام یعنی ثواب وعذاب اصالۃً ارواح پر جاری ہوتا ہے مگر وہی ثواب وعذاب ابدان عنصریہ کی طرف بھی سرایت کرتا ہے جیسا کہ دنیا میں ثواب وعذاب اصالۃً ابدان عنصریہ پر ہوتا ہے لیکن وہ ارواح کی طرف بھی سرایت کرتا ہے۔ پھر امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ عذاب برزخ یعنی عذاب قبر کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وقد ارانا الله سبحانه بلطفه و رحمته وهدايته من ذالك انموذجا فى الدنيا الخ اللہ سبحانہ نے اپنے لطف ورحمت اور رہنمائی سے دنیا میں قبر کے ثواب وعذاب کا ایک نمونہ ہمیں دکھایا ہے، وہ یہ کہ بحالت نیند جب کوئی آدمی اچھا یا برا خواب دیکھتا ہے تو اس کی راحت وتکلیف اور لذت والم اصالۃً اس کی روح پر جاری ہوتے ہیں اور بدن اس کے تابع ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ کبھی یہ خوابی راحت وتکلیف اتنی قوی ہوتی ہے کہ اس کے اثرات کا بدن میں مشاہدہ ہوتا ہے جیسے سویا ہوا آدمی کبھی دیکھتا ہے کہ اسے مارا پیٹا گیا ہے جب وہ صبح کو بیدار ہوتا ہے تو اپنے بدن عنصری میں اس کا اثر محسوس کرتا ہے اور کبھی خواب دیکھتا ہے کہ اس نے کھایا پیا ہے پھر بیدار ہوتا ہے تو اپنے منہ میں اس طعام ومشروب کا ذائقہ محسوس کرتا ہے اور اس کی بھوک وپیاس بھی ختم ہو چکی ہوتی ہے۔ (حتیٰ کہ بعض دفعہ کپڑے اور بدن ناپاک ہو جاتے ہیں اور غسل فرض ہو جاتا ہے یہ سب کچھ خواب میں ہوتا ہے) اور اس سے بھی زیادہ تعجب ناک بات یہ ہے کہ آپ دیکھتے ہیں کہ بعض دفعہ ایک آدمی نیند کی حالت میں کھڑا ہو جاتا ہے اور وہ مارتا ہے، پکڑتا ہے، دھکا مکا کرتا ہے، بظاہر لگتا ہے کہ وہ بیدار ہے حالانکہ وہ نیند میں ہوتا ہے اس کو اس کا شعور تک نہیں ہوتا یہ سب کچھ جاری ہوتا ہے روح پر لیکن روح بدن سے خارج ہونے کے باوجود بدن کی استعانت اور بدن کے ساتھ تعلق کی وجہ سے یہ سب کچھ کرتی ہے اور اگر روح بدن کے اندر ہوتی تو وہ بیدار ہو جاتا اور اس میں احساس وشعور ہوتا۔ پس جب خواب میں اصالۃً راحت وتکلیف روح کو پہنچتی ہے پھر تبعاً وہی راحت وتکلیف بدن عنصری کو پہنچتی ہے تو اسی طرح برزخ میں بھی روح کو ثواب وعذاب اصالۃً پہنچتا ہے، بدن عنصری کو تبعاً، بلکہ برزخ میں تو روح پر ثواب وعذاب زیادہ قوی اور عظیم تر ہوتا ہے اور وہ بھی بدن عنصری تک پہنچتا ہے، کیونکہ برزخ میں روح کی بدن عنصری سے مفارقت زیادہ کامل اور زیادہ قوی ہوتی ہے لیکن اس مفارقت کے باوجود روح کا اپنے بدن عنصری کے ساتھ تعلق برقرار رہتا ہے اس سے بالکلیہ انقطاع نہیں ہوتا۔ چنانچہ امام ابن قیم لکھتے ہیں: وهى متعلقة ببدنها لم تنقطع عنه كل الانقطاع اور روح کا اپنے بدن کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اس سے تعلق کلیۃً منقطع نہیں ہوتا، پھر قیامت قائم ہوگی اور لوگ قبروں سے کھڑے ہوں گے تو وہاں ثواب وعذاب ارواح واجساد دونوں کو اصالۃً ہوگا۔ (کتاب الروح ص ۸۱)

۳۷۶...... امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ثم تاتى الروح فتشاهد غسل البدن وتكفينه وحمله وتقول

قدموني قدموني الخ پھر روح آتی ہے اور بدن (عنصری) کے غسل، تکفین اور بدن کو اٹھانے کا مشاہدہ کرتی ہے اور کہتی ہے مجھے آگے لے چلو، مجھے آگے لے چلو، یا یہ کہتی ہے مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟ لوگ اس کو نہیں سنتے، پھر جب اس بدن کو لحد میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس پر مٹی ڈال دی جاتی ہے تو اس کی طرف فرشتوں کے آنے پر مٹی رکاوٹ نہیں بنتی۔ بل لو نقر له حجر فاودع فيه وختم عليه بالرصاص لم يمنع وصول الملائكة اليه بلکہ اگر پتھر میں سوراخ کیا جائے پھر اس میں میت کا بدن عنصری رکھ دیا جائے اور اس سوراخ کو تانبہ کے ساتھ بند کر دیا جائے تو یہ بھی فرشتوں کے اس کی طرف پہنچنے میں رکاوٹ نہیں بن سکتا کیونکہ یہ دنیوی اجسام کثیفہ ملائکہ اور ارواح کے پھاڑنے میں رکاوٹ نہیں بن سکتے بلکہ جنات کو بھی نہیں روک سکتے، امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: بل قد جعل الله سبحانه الحجارة والتراب للملائكة بمنزلة الهواء للطير. واتساع القبر وانفساحه للروح بالذات والبدن تبعا فيكون البدن في لحد اضيق من ذراع و قد فسح له مد بصره تبعا لروحه واما عسرة القبر حتى تختلف بعض اضلاع الموتى فلا يرده حس ولا عقل ولا فطرة. ولو قدر ان احد انبش عن ميت فوجد اضلاعه كما هي لم تختلف لم يمنع ان تكون قد عادت الى حالها بعد العسرة فليس مع الزنادقة والملاحدة الا مجرد تكذيب الرسول بلکہ اللہ سبحانہ نے ملائکہ کے لئے پتھر اور مٹی کو ایسے بنا دیا ہے جیسے فضا پرندوں کے لئے اور قبر کا وسیع و فراخ ہونا روح کے لئے اصالۃً و بالذات ہے اور بدن عنصری کے لئے تبعاً ہے۔ پس بدن اتنی تنگ لحد میں ہوتا ہے جو ایک ہاتھ سے بھی کم ہوتی ہے، لیکن روح کے تابع ہونے کی وجہ سے وہی لحد اس کے لئے تا حد نگاہ فراخ کی دی جاتی ہے۔ اسی طرح قبر کا بھینچنا اور دبانا حتیٰ کہ مردے کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جائیں تو اس کو حس، عقل اور فطرت رد نہیں کرتی، اگر بالفرض کوئی آدمی میت کی قبر اکھیڑے اور اس کی پسلیوں کو پہلے کی طرح پائے کہ وہ ایک دوسرے میں نہ گھسی ہوں تو ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی برزخی حالت کو مخفی رکھنے کے لئے قبر کھلنے کے بعد اس کو اصلی حالت پر کر دیا ہو۔ پس زندیقوں اور بے دینوں کے پاس سوائے تکذیب رسول کے کچھ نہیں۔ (کتاب الروح ص ۸۳)

فائدہ: معلوم ہوا کہ یہ احوال قبر اُس بدن کو پیش آتے ہیں جس کو لحد میں رکھ دیا جاتا ہے اور وہ بدن عنصری ہے نہ کہ بدن مثالی۔

۳۷۷...... انه ينبغي ان يعلم ان عذاب القبر و نعيمه اسم لعذاب البرزخ ونعيمه... وسمى عذاب القبر و نعيمه وانه روضة اوحفرة نار باعتبار غالب الخلق فالمصلوب والحريق والغريق واكيل السباع والطيور له من عذاب البرزخ ونعيمه قسطه الذى تقتضيه اعماله یہ معلوم کرنا مناسب ہے کہ عذاب برزخ اور ثواب برزخ کا دوسرا نام عذاب قبر اور ثواب قبر ہے اور برزخ کے عذاب و ثواب کو عذاب قبر و ثواب قبر کہنا اور قبر کو جنت کا باغ یا آگ کا گڑھا کہنا اموات کے غالب و اکثر افراد کے اعتبار سے ہے (یعنی اکثر اموات کو زمینی قبر نصیب ہو جاتی ہے تو ان کو اسی زمینی قبر میں عذاب و ثواب ہوتا ہے) ورنہ جس کو سولی پر لٹکا دیا جائے یا جلا دیا جائے یا غرق ہو جائے یا اس کو درندے، پرندے کھالیں تو برزخ کے عذاب و ثواب کا حصہ اعمال کے مطابق اس کو بھی حاصل ہوتا ہے۔ (کتاب الروح ص ۹۱)

۳۷۸...... امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے اجمالاً اس آدمی کا واقعہ ذکر کیا ہے جس نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی تھی کہ موت

کے بعد اس کے جسم کو جلا کر راکھ بنا کر سخت آندھی والے دن کچھ راکھ دریا میں، کچھ جنگل میں بکھیر دیں، شاید وہ عذاب سے بچ جائے، اللہ تعالیٰ نے بحر وبر کو حکم دیا، اس کے سب اجزاء جمع ہو گئے، پھر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا قُم کھڑا ہو جا، وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہو گیا، اللہ تعالیٰ نے پوچھا تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے جواب دیا خشیتك وانت اعلم آپ تو خوب جانتے ہیں میں نے آپ کے خوف کی وجہ سے ایسا کیا، اللہ تعالیٰ نے اس پر رحم کر دیا۔ یہ لکھ کر فرماتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ اگر جسد عنصری کے اجزاء کی یہ حالت ہو جائے تو برزخ کا ثواب وعذاب اس سے فوت نہیں ہوتا، نیز لکھتے ہیں: حتی لو علق المیت علی رؤوس الاشجار فی مهابّ الریاح لاصاب جسده من عذاب البرزخ حظه ونصیبه ولودفن الرجل الصالح فی اتون من النار لاصاب جسده من نعیم البرزخ وروحه نصیبه وحظه فیجعل النار علی هذا بردا وسلاما والهواء علی ذالك نارا وسموما حتیٰ کہ اگر میت کو درختوں کی چوٹیوں پر لٹکا دیا جائے جہاں خوب ٹھنڈی ہوائیں چلتی ہیں تب بھی برزخ کے عذاب کا وہ حصہ جس کا وہ مستحق ہے اس کے جسم کو پہنچتا ہے اور اگر ایک نیک آدمی کو آگ کی بھٹی میں دفن کر دیا جائے تو اس کے روح وجسم کو برزخ کی نعمتوں کا حصہ پہنچتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اس نیک آدمی پر آگ کو ٹھنڈک اور سلامتی بنا دیتا ہے اور اُس بدکار پر فضاء کو آگ اور زہر سے بھر دیتا ہے۔ فعناصر الْعَالم ومواده منقادة لِرَبِّهَا وفاطرها وخالقها یصرفها کَیفَ یَشَاءُ وَلَا یستعصی عَلَیۡهِ مِنۡهَا شَیۡءٌ اَرَادَهُ بل هی طُلُوعٌ مَشِیئَته مذللة منقادة لقدرته ومن انکر هٰذَا فقد جحد رب الْعَالمین وَ کفر بِهٖ وَانکر ربوبیته کیونکہ جہان کے عناصر اور اس کے مادے اپنے رب اور اپنے خالق کے حکم کے تابع ہیں، وہ جیسے چاہتا ہے اُن کو پھیرتا ہے اور ان کے متعلق اللہ کا جو ارادہ ہو اس کا پورا کرنا اس کے لئے کوئی مشکل نہیں، بلکہ یہ عناصر اور مادے اس کی مشیت کے مظاہر ہیں اور اس کی قدرت کے تابع ہیں اور جو اس کا انکار کرتا ہے اور ربُ العالمین اور اس کی ربوبیت کا منکر ہے۔ (کتاب الروح ص ۹۲)

فائدہ: اگرچہ اس عبارت میں جسد کے ساتھ عنصری کی قید نہیں لیکن ظاہر بات ہے کہ درختوں پر جسد عنصری کو لٹکایا جاتا ہے، آگ کی بھٹی میں بھی جسد عنصری کو ڈالا جاتا ہے، یہ کارروائی بدن مثالی کے ساتھ نہیں کی جاتی۔

۷۹ ۳......ان الموت معاد وبعث اوّل الخ بے شک موت پہلا معاد اور پہلا بعث ہے، کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ابن آدم کے لئے دو معاد اور دو بعث مقرر کئے ہیں، ان دونوں میں اللہ تعالیٰ بدکاروں کو ان کے برے عملوں کی جزاء دے گا اور نیک کاروں کو ان کے نیک عملوں کی جنت کی صورت میں عمدہ جزاء دے گا۔ بعث اوّل یہ ہے روح کا بدن سے جدا ہونا اور اس کا جزائے اوّل کے لئے برزخ کی طرف لوٹنا اور بعثِ ثانی اس دن ہوگا جس دن اللہ تعالیٰ ارواح کو ان کے اجساد عنصریہ میں داخل کر کے ان کو قبروں سے اٹھا کر جنت یا جہنم کی طرف لے جائے گا......اسی لئے صحیح حدیث میں ہے: وتؤمن بالبعث الآخر (اور تو ایمان رکھے دوسرے بعث کے ساتھ) دوسرے بعث کی تخصیص اس لئے کی گئی ہے کہ بعث اوّل (کے مبدأ یعنی موت) کا کوئی بھی منکر نہیں۔ اگرچہ کچھ لوگوں نے موت کے بعد برزخ میں جزا اور ثواب وعذاب کا انکار کیا ہے اور اللہ سبحانہ نے قیامت صغریٰ (موت) اور قیامت کبریٰ (آخرت) دونوں کا سورۃ مؤمنون، سورۃ واقعہ، سورۃ القیامۃ، سورۃ المطففین، سورۃ الفجر وغیرہ سورتوں میں ذکر کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے عدل اور حکمت کا تقاضا ہے کہ وہ ان دونوں کو نیک اور بد کے لئے دار الجزاء بنائے، لیکن پوری جزاء ہوگی معاد ثانی کے دار القرار (جنت ودوزخ) میں، نیز اس کا عدل جس چیز کا تقاضا کرتا ہے اور اسماء حسنیٰ اور

اس کا کمال مقدس جس چیز کو واجب کرتا ہے وہ ہے اپنے دوستوں کے ابدان (عنصریہ) اور ان کی ارواح کو انعام دینا اور نعمتوں سے نوازنا اور اپنے اعداء کے ابدان (عنصریہ) وارواح کو عذاب دینا۔ پس ضروری ہے کہ ان دونوں دارالجزاء (برزخ، آخرت) میں اپنے فرمانبردار کے بدن اور اس کی روح کو نعمتوں سے لطف اندوز کرے اور جو لذات اس کے لائق ہیں ان سے بہرہ ور کرے اور بدکار نافرمان کا بدن اور روح جس تکلیف اور عقوبت کا مستحق ہے وہ اس کو پہنچائے ھذا موجب عدله وحکمته وکماله المقدس یہ اس کے عدل، حکمت اور پاکیزہ کمال کا تقاضا ہے۔ (کتاب الروح ص ۹۳)

۳۸۰...... فعذاب البرزخ ونعیمه اول عذاب الآخرة ونعیمها الخ۔ برزخ کا عذاب وثواب آخرت کے عذاب وثواب کا آغاز ہے اور وہ آخرت کے عذاب وثواب سے نکلتا ہے اور اہل برزخ کی طرف پہنچتا ہے جیسا کہ اس پر قرآن اور سنت صحیحہ صریحہ متعدد جگہ صراحۃً دلالت کرتی ہے جیسے نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے۔ پس (قبر میں) نیک آدمی کے لئے جنت کی طرف دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ پس اس کے پاس جنت کی خوشبو اور اس کی نعمتیں آتی ہیں اور بدکار کے بارے میں ہے کہ اس کے لئے جہنم کی طرف دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ پس اس کے پاس اس کی گرمی اور اس کے زہریلے اثرات آتے ہیں۔ ومعلوم قطعا ان البدن یاخذ حظه من ھذا الباب کما تاخذ الروح حظھا اور یہ بات یقینی طور پر معلوم ہے کہ بدن (عنصری) اس دروازے سے اپنا حصہ لیتا ہے جیسا کہ روح اپنا حصہ لیتی ہے۔ (کتاب الروح ص ۹۳)

۳۸۱...... فعذاب القبر من معاصی القلب والعین والاذن والفم واللسان والبطن والفرج والید والرجل والبدن کله... ولما کان اکثر الناس کذالك کان اکثر اصحاب القبور معذبین والفائز منھم قلیل فظواھر القبور تراب وبواطنھا حسرات وعذاب. ظواھرھا بالتراب والحجارة المنقوشة مبنیات وفی باطنھا الدواھی والبلیات تغلی بالحسرات کما تغلی القدور بما فیھا۔ عذاب قبر دل، آنکھ، کان، منہ، زبان، پیٹ، شرمگاہ، ہاتھ، پاؤں اور تمام بدن کے گناہوں کی وجہ سے ہوتا ہے اور جب اکثر لوگوں کی حالت طرح طرح کے معاصی کے ارتکاب کی ہے تو اصحاب قبور میں سے اکثر کو عذاب ہوتا ہے اور عذاب سے بچ کر کامیاب ہونے والے قلیل ہیں۔ پس قبور کا ظاہر مٹی ہے اور ان کے باطن میں غم اور عذاب ہے، ان کا ظاہر مٹی اور منقش پتھر سے بنایا ہوا ہے ان کے باطن میں مصائب وآلام ہیں۔ قبروں میں غموم اور حسرتیں اس طرح جوش مارتی ہیں جیسے ہانڈیوں میں پکنے والی چیز جوش مارتی ہے۔ (کتاب الروح ص ۹۹)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ثواب وعذاب اسی زمینی قبر میں ہوتا ہے کیونکہ مٹی اور منقش پتھر سے یہی بنائی جاتی ہیں۔

۳۸۲...... امام ابن قیم رحمہ اللہ نے ایک فصل قائم کی جس کا عنوان ہے: عذاب القبر ینال من ھو مستحق له قبر او لم یقبر ولو اکلته السباع عذاب قبر مستحق عذاب کو پہنچتا ہے وہ دفن کیا گیا ہو یا دفن نہ کیا گیا ہو اور اگر اس کو درندے کھالیں تب بھی اس کو عذاب قبر ہوتا ہے۔ پھر اس کے تحت لکھتے ہیں: ومما ینبغی ان یعلم ان عذاب القبر ھو عذاب البرزخ فکل من مات وھو مستحق للعذاب نالہ نصیبه منه قبر اولم یقبر فلو اکلته السباع او احرق حتی صار رمادا اونسف فی الھواء اوصلب اوغرق فی البحر وصل الی روحه وبدنه من

العذاب مایصل الی القبور اور ان چیزوں میں سے جن کا معلوم کرنا مناسب ہے یہ ہے کہ قبر کا عذاب وہی عذاب برزخ ہے، پس ہر وہ آدمی جو فوت ہو گیا اور وہ عذاب کا مستحق ہو تو اس کو ہر حالت میں اس کا عذاب کا حصہ پہنچتا ہے، قبر میں اس کو دفن کیا گیا ہو یا دفن نہ کیا گیا ہو۔ پس اگر اس کو درندے کھالیں یا اس کو جلا دیا جائے۔ حتیٰ کہ وہ راکھ بن جائے اور فضا میں اڑا دیا جائے یا سولی پر لٹکا دیا جائے یا دریا میں غرق ہو جائے تو جو عذاب قبور میں ہوتا ہے وہ عذاب سوختہ، غرق شدہ، یا سولی پر لٹکائے ہوئے بدن کی طرف بھی پہنچتا ہے۔ (کتاب الروح ص ۴۷)

فائدہ: یہ جلانے وغیرہ کی صفات اور کاروائیاں جو ذکر کی گئی ہیں وہ بدن عنصری کے ساتھ ہوتی ہیں بدن مثالی کے ساتھ نہیں ہوتیں۔ لہٰذا امام ابن قیم نے جس بدن کے لئے عذاب قبر کا ذکر کیا ہے وہ بدن عنصری ہے، بدن مثالی نہیں۔

۳۸۳...... وفسرت هذه المعيشة بعذاب البرزخ والصحيح انها تتناول معيشته فى الدنيا وحاله فى البرزخ فانه يكون فى ضنك فى الدارين وهو شدة وجهد وضيق وفى الآخرة ينسى فى العذاب وهذا عكس اهل السعادة والفلاح فان حياتهم فى الدنيا اطيب الحياة ولهم فى البرزخ وفى الآخرة افضل الثواب قرآنِ کریم میں ہے کہ جو لوگ میرے ذکر (قرآن) سے اعراض کریں گے ان پر زندگی تنگ ہو جائے گی، ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس معیشت کی تفسیر کی گئی ہے عذاب برزخ (قبر) کے ساتھ اور صحیح بات یہ ہے کہ بلاشبہ یہ دنیا کی معیشت کو بھی شامل ہے اور برزخ والے عذاب قبر کو بھی شامل ہے۔ کیونکہ قرآن سے اعراض کرنے والا عالم دنیا اور عالم برزخ دونوں میں تنگی، شدت اور مشقت میں ہوتا ہے اور قرآن سے اعراض کرنے والے آخرت میں اس طرح عذاب میں ہوں گے کہ ان کو بھلا دیا جائے گا اور (دنیا، قبر اور آخرت میں) سعادت مند اور کامیاب لوگوں کی حالت اس کے برعکس ہوگی، کیونکہ ان کی زندگی دنیا میں عمدہ زندگی ہوتی ہے اور ان کے لئے برزخ میں اور آخرت میں افضل ترین ثواب ہوگا۔ (الوابل الصیب ص ۷۷، ۷۸)

۳۸۴...... اِنَّ الْمَوْتٰى تَدْنُو اَرْوَاحُهُمْ مِنْ قُبُورِهِمْ وَتُوَافِيهَا فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَيَعْرِفُونَ زُوَّارَهُمْ وَمَنْ يَمُرُّ بِهِمْ وَيُسَلِّمُ عَلَيْهِمْ وَيَلْقَاهُمْ فِي ذٰلِكَ الْيَوْمِ اَكْثَرَ مِنْ مَعْرِفَتِهِمْ بِهِمْ فِي غَيْرِهٖ مِنَ الْاَيَّامِ بے شک مردوں کی روحیں جمعہ کے دن ان کی قبروں کے قریب ہوتی ہیں اور ان کے پاس آ جاتی ہیں، تو اہل قبور اپنے زیارت کرنے والوں کو اور جو ان کے ساتھ گزرتے ہیں، ان پر سلام کرتے ہیں اور اس دن میں ان سے ملاقات کرتے ہیں تو وہ باقی دنوں کے مقابلے میں جمعہ کے دن ان کو زیادہ پہچانتے ہیں۔ (زاد المعاد ج ۱ ص ۴۰۱)

۳۸۵...... وَذَكَرَ ابْنُ اَبِي الدُّنْيَا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ وَاسِعٍ اَنَّهٗ كَانَ يَذْهَبُ كُلَّ غَدَاةِ سَبْتٍ حَتّٰى يَأْتِيَ الْجَبَّانَ فَيَقِفُ عَلَى الْقُبُورِ فَيُسَلِّمُ عَلَيْهِمْ وَيَدْعُولَهُمْ ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَقِيلَ لَهٗ لَوْصَيَّرْتَ هٰذَا الْيَوْمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ قَالَ بَلَغَنِي اَنَّ الْمَوْتٰى يَعْلَمُونَ بِزُوَّارِهِمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَوْمًا قَبْلَهٗ وَيَوْمًا بَعْدَهٗ ابن ابی الدنیا نے محمد بن واسع سے نقل کیا ہے کہ وہ ہر ہفتہ کے دن صبح کے وقت جبانہ میں آتے اور قبروں کے پاس ٹھہرتے ان پر سلام کرتے، ان کے لئے دعا کرتے، پھر لوٹ جاتے، ان سے کہا گیا آپ یہ عمل سوموار کے دن کیوں نہیں کرتے؟ انہوں نے کہا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ مردے اپنے زیارت کرنے والوں کو جمعہ کے دن اور ایک دن اس سے پہلے (جمعرات) اور ایک دن اس کے بعد (ہفتہ)، زیادہ پہچانتے ہیں۔ (زاد المعاد ج ۱ ص ۴۰۲)

۳۸۶...... وَذَكَرَ (ابن ابی الدنیا) عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ قَالَ بَلَغَنِي عَنِ الضحاك اَنَّهٗ قَالَ مَنْ زَارَ قَبْرًا يَوْمَ السَّبْتِ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ عَلِمَ الْمَيِّتُ بِزِيَارَتِهٖ فَقِيلَ لَهٗ كَيْفَ ذٰلِكَ؟ قَالَ لِمَكَانِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ ابن ابی الدنیا نے سفیان ثوری سے نقل کیا ہے، سفیان ثوری نے کہا کہ مجھے ضحاک سے یہ بات پہنچی ہے کہ ضحاک نے کہا جس نے ہفتہ کے دن طلوع شمس سے پہلے قبر کی زیارت کی تو میت اپنے زیارت کرنے والے کو پہچان لیتی ہے، ان کو کہا گیا یہ کیسے ہوتا ہے؟ ضحاک نے کہا جمعہ کے دن سے قریب ہونے کی وجہ سے۔ (زادالمعاد ج۱ص ۴۰۲)

۳۸۷...... كَانَ هَدْيُهٗ ﷺ فِي الْجَنَائِزِ... الْمَشْيُ بَيْنَ يَدَيْهِ اِلٰى اَنْ يُوْدِعُوْهُ حُفْرَتَهٗ ثُمَّ يَقُوْمُ هُوَ وَاَصْحَابُهٗ بَيْنَ يَدَيْهِ عَلٰى قَبْرِهٖ سَائِلِيْنَ لَهُ التَّثْبِيْتَ اَحْوَجَ مَا كَانَ اِلَيْهِ ثُمَّ يَتَعَاهَدُهٗ بِالزِّيَارَةِ لَهٗ فِي قَبْرِهٖ وَالسَّلَامِ عَلَيْهِ وَالدُّعَاءِ لَهٗ كَمَا يَتَعَاهَدُ الْحَيُّ صَاحِبَهٗ فِي دَارِ الدُّنْيَا جنازوں کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا طریقہ یہ تھا...... جنازے کے آگے چلنا یہاں تک کہ آپ اس کو گڑھے (قبر) کے سپرد کرتے، پھر آپ اور آپ کے اصحاب اس کی قبر کے پاس کھڑے ہو جاتے اور اس کے لئے (قبر میں سوال جواب کے وقت) ثابت قدمی کی دعا کرتے، کیونکہ میت اس وقت ثابت قدمی کی دعا کی طرف زیادہ محتاج ہوتا ہے۔ پھر آپ وقتاً فوقتاً اس کی قبر کی زیارت کے لئے، اس کو سلام اور دعا کرنے کے لئے تشریف لے جاتے جیسا کہ دار دنیا میں اپنے زندہ ساتھی کے پاس بھی گاہے بگاہے تشریف لے جاتے۔ (زادالمعاد ج۱ص ۴۷۹)

۳۸۸...... وَكَانَ اِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ قَامَ عَلٰى قَبْرِهٖ هُوَ وَاَصْحَابُهٗ وَسَاَلَ لَهُ التَّثْبِيْتَ وَاَمَرَهُمْ اَنْ يَّسْاَلُوْا لَهُ التَّثْبِيْتَ الخ۔ جب نبی کریم ﷺ میت کے دفن سے فارغ ہو جاتے تو آپ اور آپ کے اصحاب قبر کے پاس کھڑے ہو جاتے اور سوال جواب کے وقت اس کے لئے ثابت قدمی کی دعا کرتے اور آپ ﷺ صحابہ کرام کو بھی حکم دیتے کہ وہ بھی اس کے لئے ثابت قدمی کی دعا کریں اور آپ ﷺ قبر کے پاس بیٹھ کر قرأت نہیں کرتے تھے اور میت کو تلقین بھی نہیں کرتے تھے جیسا کہ آج لوگ کر رہے ہیں۔ (البتہ یہ احادیث سے ثابت ہے کہ آپ میت کے لئے دعا کرتے اور تسبیحات اور ذکر کرتے) لیکن معجم طبرانی میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جب تمہارے مؤمن بھائیوں میں سے کوئی فوت ہو جائے پھر تم اس کی قبر پر مٹی ڈال لو تو تم میں سے ایک قبر کے سر کی جانب کھڑا ہو جائے پھر کہے اے فلاں! پس تحقیق وہ میت اس کو سنتی ہے اور جواب نہیں دیتی، پھر وہ آدمی کہے اے فلاں بن فلانیہ! تو اب وہ قبر میں برابر ہو کر بیٹھ جاتا ہے، پھر تیسری بار جب وہ آدمی کہتا ہے اے فلاں بن فلانیہ! تو وہ قبر والا کہتا ہے ہماری رہنمائی کیجئے، اللہ آپ پر رحم کرے، لیکن تم اس کی اس بات کا شعور نہیں رکھتے، پھر تلقین کرنے والا کہتا ہے اس بات کو یاد کر جس پر آپ نے دنیا سے کوچ کیا یعنی لا اله الا الله وان محمدا عبده ورسوله کی گواہی اور اس بات کی گواہی کہ تو اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر، محمد ﷺ کے نبی ہونے پر اور قرآن کے رہبر اور مقتدیٰ ہونے پر راضی تھا، اس کے بعد منکر نکیر میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کا ہاتھ پکڑ کر کہتا ہے کہ ہم چلیں، اس کے پاس بیٹھ کر کیا کریں گے جس کو اس کی حجت کی تلقین کر دی گئی۔ پس اللہ منکر نکیر کے آگے اس کی طرف سے حجت پیش کرنے والا ہو جاتا ہے۔ ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول! اگر تلقین کرنے والا اس کی ماں کا نام نہ پہچانتا ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ حواء کی طرف اس کی یوں نسبت کر کے کہے یا فلاں بن حواء! (امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ) اس حدیث کا مرفوع ہونا صحیح نہیں، لیکن (امام احمد رحمہ اللہ کے ثقہ راوی) اثرم نے کہا کہ میں

نے ابوعبداللہ امام احمد کو کہا کہ جب میت کو دفن کر دیا جاتا ہے تو لوگ ایسا کرتے ہیں کہ ایک آدمی قبر کے پاس ٹھہر جاتا ہے اور کہتا ہے اے فلاں بن فلانیہ! اس بات کو یاد کر جس پر آپ دنیا سے رخصت ہوئے یعنی لا الٰہ الا اللہ کی گواہی۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو ایسا کرتا ہو۔ ہاں! البتہ جب ابوالمغیرہ کی وفات ہوئی تو اہل شام نے یہی عمل اس طور پر کیا کہ ایک آدمی آیا اور اس نے تلقین کی اور ابوالمغیرہ اس بارے میں ابوبکر بن ابی مریم سے روایت کرتے تھے اور وہ اپنے شیوخ سے نقل کرتے تھے کہ وہ شیوخ تلقین کرتے تھے اور ابن عیاش بھی اس بارے میں روایت کرتے تھے۔ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ہے اسماعیل بن عیاش کی حدیث جس کو امام طبرانی نے ابوامامہ سے روایت کیا ہے اور سعید بن منصور نے اپنی سنن میں راشد بن سعد، ضمرہ بن حبیب اور حکیم بن عمیر سے نقل کیا ہے، انہوں نے کہا کہ جب میت کی قبر برابر کر دی جائے اور لوگ اس سے لوٹ آئیں تو وہ مستحب سمجھتے تھے کہ قبر کے پاس میت کو تلقین کی جائے اور یوں کہا جائے اے فلاں! تو یوں جواب دے لاالٰہ الا اللہ. اشھد ان لا الہ الا اللہ. تلقین کرنے والا تین مرتبہ کہے، اے فلاں! تو یوں جواب دے ربی اللہ. دینی الاسلام. نبیی محمد۔ پھر لوٹ آئے۔ (زادالمعاد ج ۱ ص ۵۰۳، ۵۰۴)

۳۸۹...... وَقَوْلُهٗ حَيْثُمَا مَرَرْتَ بِقَبْرِ كَافِرٍ فَقُلْ أَرْسَلَنِي إِلَيْكَ مُحَمَّدٌ. هٰذَا إِرْسَالُ تَقْرِيعٍ وَتَوْبِيخٍ لَا تَبْلِيغِ أَمْرٍ وَنَهْيٍ وَفِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى سَمَاعِ أَهْلِ الْقُبُورِ كَلَامَ الْأَحْيَاءِ وَخِطَابَهُمْ لَهُمْ نبی کریم ﷺ نے وفد بنی المنتفق کے ایک آدمی کو قبور میں مدفون معذب کفار کے لئے قاصد بنایا اور فرمایا کہ جب تو کافر کی قبر کے پاس سے گزرے تو اس کو کہہ کہ مجھے محمد ﷺ نے تیری طرف بھیجا ہے۔ (ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ) یہ بھیجنا کافر میت کے لئے زجر و توبیخ کے طور پر ہے، امر و نہی کی تبلیغ کے لئے نہیں (نیز فرماتے ہیں کہ) اس حدیث میں اس بات پر دلیل ہے کہ اہل قبور زندوں کا کلام اور ان کا خطاب سنتے ہیں۔ (زادالمعاد ج ۳ ص ۵۹۹)

۳۹۰...... إِنَّهٗ ﷺ فِي أَرْفَعِ مَكَانٍ فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلٰى مُسْتَقِرًّا هُنَاكَ وَبَدَنُهٗ فِي ضَرِيحِهٖ غَيْرُ مَفْقُودٍ وَإِذَا سَلَّمَ عَلَيْهِ الْمُسَلِّمُ رَدَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ رُوحَهٗ حَتّٰى يَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ وَلَمْ يُفَارِقِ الْمَلَأَ الْأَعْلٰى. وَمَنْ كَثُفَ إِدْرَاكُهٗ وَغَلُظَتْ طِبَاعُهٗ عَنْ إِدْرَاكِ هٰذَا فَلْيَنْظُرْ إِلَى الشَّمْسِ فِي عُلُوِّ مَحَلِّهَا وَتَعَلُّقِهَا وَتَأْثِيرِهَا فِي الْأَرْضِ وَحَيَاةِ النَّبَاتِ وَالْحَيَوَانِ بِهَا. هٰذَا. وَشَأْنُ الرُّوحِ فَوْقَ هٰذَا فَلَهَا شَأْنٌ وَلِلْأَبْدَانِ شَأْنٌ. وَهٰذِهِ النَّارُ تَكُونُ فِي مَحَلِّهَا وَحَرَارَتُهَا تُؤَثِّرُ فِي الْجِسْمِ الْبَعِيدِ عَنْهَا مَعَ أَنَّ الْاِرْتِبَاطَ وَالتَّعَلُّقَ الَّذِي بَيْنَ الرُّوحِ وَالْبَدَنِ أَقْوٰى وَأَكْمَلُ مِنْ ذٰلِكَ وَأَتَمُّ (زادالمعاد ج ۳ ص ۳۷) نبی ﷺ کی روح مبارک رفیق اعلیٰ (ارواح انبیاء علیہم السلام) کے ساتھ اعلیٰ علیین میں قرار پذیر ہے اور آپ ﷺ کا بدن مبارک قبر شریف میں ہے جو وہاں سے غائب نہیں ہوتا اور جب کوئی سلام کرنے والا آپ ﷺ پر سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی روح کو متوجہ کرتے ہیں اور آپ ﷺ سلام کا جواب ارشاد فرماتے ہیں اور روح مبارک اعلیٰ علیین سے جدا نہیں ہوتی اور جس آدمی کی قوت ادراک ماؤف ہو اور طبیعت سخت ہو جو اس کے ادراک کرنے سے قاصر ہو اس کو چاہئے کہ وہ سورج کی طرف دیکھے جو بہت بلندی پر ہے اور اس کا تعلق و تاثیر زمین میں ہے اور نباتات اور حیوانات کی حیات اسی سورج کی وجہ سے ہے، یہ تو سورج ہے اور روح کی شان اس سے بلند ہے، پس روح کی شان اور ہے اور بدنوں کی شان اور ہے، اسی طرح اس آگ (دنیا والی آگ) کو دیکھ لو وہ اپنے محل میں ہوتی ہے اور اس

کی حرارت اس جسم میں اثر کرتی ہے جو آگ سے دور ہوتا ہے، پھر روح و بدن کے درمیان جو ربط و تعلق ہے سورج اور زمین کے درمیان والے اور آگ و جسم کے درمیان والے تعلق سے زیادہ قوی اور زیادہ کامل ہے۔

تقی الدین سبکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (علی بن عبد الکافی۔م ٧٥٦ھ)

٣٩١...... وقد اجمع اهل السنة على اثبات ... عبور قال امام الحرمين في الشامل وقد اتفق سلف الامة على اثبات عذاب القبر واحياء الموتى في قبورهم ورد الارواح في اجسادهم (شفاء السقام ص١٥١) قبور میں حیات کے اثبات پر اہل سنت کا اجماع ہے، امام الحرمین رحمۃ اللہ علیہ نے الشامل میں کہا ہے کہ امت کے سلف کا عذاب قبر کے اثبات پر، مردوں کو ان کی قبروں میں زندہ کرنے پر اور ارواح کے ان کے اجساد میں لوٹانے پر اتفاق ہے۔

٣٩٢...... ان حياة جميع الموتى بارواحهم واجسامهم في قبورهم لاشك فيها (شفاء السقام ص١٥١) قبور میں ارواح اور اجساد کے ساتھ تمام مردوں کی حیات میں کوئی شک نہیں۔

٣٩٣...... وفيه التصريح بعود الروح الى الجسد (شفاء السقام باب ٩، فصل ٣ ص ١٩٨) حضرت براء رضی اللہ عنہ کی جامع طویل حدیث میں روح کے جسد کی طرف لوٹنے کی صراحت ہے۔

٣٩٤...... فاحببت ان اضع له شرحا لينتفع هو وغيره به ان شاء الله وعسى دعوة من اخ في الله تنفعني وانا في القبر راقد (الابہاج فی شرح المنہاج ج ١ ص ٦) میں نے پسند کیا کہ میں منہاج کی شرح لکھوں تاکہ وہ (میرا بیٹا ابو حامد) اور دوسرے لوگ اس سے نفع اٹھائیں۔ ان شاء اللہ اور امید ہے میرے کسی دینی بھائی کی دعا مجھے نفع دے جب میں قبر میں سویا ہوا ہوں گا۔

فائدہ: نفع زندہ کو پہنچتا ہے مردہ کے لئے نفع پہنچنا اور نہ پہنچنا برابر ہے اور سوتا بھی وہی ہے جو زندہ ہو۔

٣٩٥...... پھر حج کرنے والا ہمارے سردار اور تمام بشروں کے سردار کی قبر شریف کی زیارت کے لئے مدینہ کی طرف متوجہ ہو اور کثرت کے ساتھ درود و سلام پڑھے اور خشوع و خضوع کے ساتھ اپنے دل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور ہیبت کو مستحضر رکھے گویا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہے اور جب مسجد نبوی میں پہنچے تو پورے آداب کا خیال رکھے اور تحیۃ المسجد پڑھ کر قبر شریف کے پاس حاضر ہو اور یوں کہے: السلام عليك يا رسول الله صلى الله عليك وسلم اور یہ درود و سلام کثرت سے پڑھے، پھر ایک ہاتھ دائیں جانب پیچھے ہٹے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر سلام کرے، پھر ایک ہاتھ دائیں جانب پیچھے ہٹے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر سلام کرے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کے سامنے آئے اور دعا کرے اور آپ کا وسیلہ پکڑے رب عز وجل کی طرف، لیکن قبر کو مس نہ کرے، نہ بالکل اس کے قریب ہو، نہ اس کا طواف کرے اور جب سفر کا ارادہ ہو تو دو رکعتیں مسجد میں پڑھ کر مسجد کو الوداع کہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام پڑھ کر آپ کو بھی الوداع کہے۔ (فتاویٰ السبکی ج ١ ص ٢٨٩)

فائدہ: الوداع زندہ کو کہا جاتا ہے نہ کہ مردہ کو اور قبر کے پاس کھڑے ہو کر سلام کرنا بھی حیات کا تقاضا کرتا ہے، ورنہ قریب سے اور دور سے سلام برابر ہے، ان سب امور مذکورہ کا تعلق ارضی قبر کے ساتھ ہے، علیین یا اعلیٰ علیین کے ساتھ نہیں۔

قاضی عضد الدین ایجی شافعی رحمۃ اللہ (ابو الفضل عبد الرحمن بن احمد، صاحب مواقف۔ م ۷۵۶ھ)

۳۹۶...... احیاء الموتی فی قبورھم ومسئلۃ منکر ونکیر وعذاب القبر للکافر والفاسق کلھا حق عندنا واتفق علیہ سلف الامۃ قبل ظھور الخلاف والاکثر بعدہ الخ قبروں میں مردوں کو زندہ کرنا اور منکر نکیر کا سوال اور کافر اور فاسق کے لئے قبر کا عذاب یہ سب کچھ ہمارے نزدیک حق ہے اور اس پر اختلاف کے ظاہر ہونے سے پہلے امت کے تمام اسلاف کا اور اختلاف کے بعد اکثر کا اتفاق ہے اور ضرار بن عمرو، بشر مریسی اور اکثر متاخرین معتزلہ نے اس کا انکار کیا ہے اور اس پر ہمارے پاس قرآن کریم ﷺ کی دو دلیلیں ہیں۔ (۱) النار یعرضون الخ (۲) ربنا امتنا اثنتین الخ...... اور جو آدمی قبر میں حیات کا قائل ہے وہ قبر میں سوال وعذاب کا بھی قائل ہے۔ وَالْاَحَادِیثُ الدَّالَّۃُ عَلَیْہِ اَکْثَرُ من اَن تحصٰی بِحَیْثُ تَوَاترَ الْقدر الْمُشْتَرِك اور اس پر احادیث اتنی زیادہ ہیں جن کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا اور ان کا قدر مشترک تواتر کو پہنچتا ہے۔ (مواقف ج ۸ ص ۳۴۵)

۳۹۷...... لا بُعدَ فِی اَن تُعَاد الْحَیَاۃ اِلَی الْاَجْزَاء او بَعْضِھَا وَاِن کَانَ خلاف الْعَادۃ فَاِنَّ خوارق الْعَادۃ غیر ممتنعۃ فِی مَقْدُورِ اللہ تَعَالٰی (مواقف ج ۸ ص ۳۴۵) اس میں کوئی بعد نہیں کہ تمام اجزاء یا بعض اجزاء کی طرف حیات لوٹائی جائے۔ اگرچہ یہ خلاف عادت ہے لیکن خرق عادت امور اللہ تعالیٰ کی مقدورات میں محال نہیں۔

حافظ عَلائِی شافعی رحمۃ اللہ (صلاح الدین، ابو سعید خلیل بن کَیکَلدِی۔ م ۷۶۱ھ)

۳۹۸...... موسیٰ علیہ السلام کے حج والی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کو تلبیہ کہتے ہوئے دیکھا، اس پر حافظ علائی لکھتے ہیں کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام موت کے بعد زندہ ہیں جیسا کہ شہداء زندہ ہیں بلکہ شہداء سے بھی افضل زندگی کے ساتھ زندہ ہیں اور یہی قول زیادہ صحیح ہے، احادیث صحیحہ کا مقتضا یہی ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں جیسا کہ اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں نماز پڑھتے دیکھا: فھذہ الروایۃ ظاھرۃ فی حیاۃ موسیٰ علیہ السلام فی قبرہ یہ روایت قبر میں موسیٰ علیہ السلام کی حیات پر کھلی دلیل ہے۔ (مجموع رسائل الحافظ العلائی ص ۳۶)

۳۹۹...... قرآن کریم میں ہے جب صور پھونکا جائے گا تو جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں سب پر صعقہ طاری ہو جائے گا۔ حافظ علائی فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ غیر انبیاء کا صعقہ موت ہے اور انبیاء کا صعقہ ظاہر یہ ہے کہ وہ بیہوشی اور شعور کا زائل ہونا ہے دوسروں کی طرح موت نہیں، امام بیہقی اور امام قرطبی وغیرہ نے اسی کو اختیار کیا ہے کہ ان کا صعقہ کے وقت موت نہیں بلکہ بیہوشی ہے۔ اس کی صحت پر دلیل نبی ﷺ کا یہ فرمان ہے: فلا ادری اکان ممن صعق فافاق قبلی میں نہیں جانتا کہ موسیٰ علیہ السلام ان میں سے ہیں جو بیہوش ہوئے اور مجھ سے پہلے افاقہ پایا۔ ولم یقل فحیی قبلی آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ مجھ سے پہلے زندہ ہو گئے۔ (مجموع رسائل الحافظ العلائی ص ۴۱)

فائدہ: اگر صعقہ بصورت موت ہوتا تو آپ ﷺ یوں فرماتے: فحیی قبلی، لیکن آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا بلکہ فرمایا فافاق قبلی یعنی مجھ سے پہلے بیہوشی سے افاقہ پایا اور ظاہر بات ہے کہ بیہوشی تب ہوتی ہے جب حیات ہو، پس یہ دلیل ہے موسیٰ علیہ السلام اور دوسرے انبیاء کی قبور میں حیات پر، کیونکہ سب انبیاء کا معاملہ ایک جیسا ہے۔

حافظ مغلطائی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (مغلطائی بن قلیج بن عبداللہ، البکجری المصری۔م ۷۶۲ھ)

۴۰۰...... وفی ھذہ الاحادیث وغیرھا اثبات عذاب القبر علی ما ھو المعروف عند اھل السنۃ واشتھرت بہ الاخبار ولم تخالف فی ذلك الا المعتزلۃ (شرح ابن ماجہ لمغلطائی ص ۱۵۹) ان احادیث میں اور ان کے علاوہ دوسری احادیث میں عذاب قبر کا اثبات ہے جیسا کہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک معروف ہے اور اس کے بارے میں احادیث مشہور ہیں اور اس میں سوائے معتزلہ کے کسی نے مخالفت نہیں کی۔

شمس الدین ابن مفلح حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (ابوعبداللہ محمد بن مفلح بن محمد۔م ۷۶۳ھ)

۴۰۱...... وَيَسْمَعُ الْمَيِّتُ الْكَلَامَ... قَالَ اَحْمَدُ يَعْرِفُ زَائِرَهٗ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بَعْدَ الْفَجْرِ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ، وَفِي الْغُنْيَةِ يَعْرِفُهٗ كُلَّ وَقْتٍ وَهٰذَا الْوَقْتُ آكَدُ... وَعِنْدَ الْقَاضِيْ يُعَذَّبُ الْبَدَنُ اَيْضًا وَاَنَّ اللّٰهَ يَخْلُقُ فِيْهِ اِدْرَاكًا. وَقَالَ ابْنُ الْجَوْزِيِّ اَيْضًا وَمِنَ الْجَائِزِ اَنْ يُجْعَلَ الْبَدَنُ مُعَلَّقًا بِالرُّوْحِ فَيُعَذَّبُ فِي الْقَبْرِ. وَفِي الْاِفْصَاحِ فِيْ حَدِيْثِ بُرَيْدَةَ فِي السَّلَامِ عَلٰى اَهْلِ الْمَقَابِرِ قَالَ: فِيْهِ وُجُوْبُ الْاِيْمَانِ بِاَنَّ الْمَوْتٰى يَسْمَعُوْنَ سَلَامَ الْمُسَلِّمِ عَلَيْهِمْ وَاَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَاْمُرَ بِالسَّلَامِ عَلٰى قَوْمٍ لَا يَسْمَعُوْنَ (الفروع ج ۲ ص ۴۱۵) اور میت کلام سنتی ہے...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میت جمعہ کے دن فجر کے بعد طلوع شمس سے پہلے اپنے زائر کو پہچانتی ہے اور غنیہ میں ہے کہ سب اوقات میں پہچانتی ہے اور اس وقت میں زیادہ پہچانتی ہے...... اور قاضی کے نزدیک بدن کو بھی عذاب دیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس میں ادراک پیدا کر دیتے ہیں...... ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں: ممکن ہے کہ بدن کا روح کے ساتھ تعلق پیدا کر دیا جائے اور قبر میں عذاب دیا جائے اور افصاح میں اہل قبور پر سلام کے بارے میں جو حدیث بریدہ رضی اللہ عنہ ہے اس حدیث کے تحت لکھا ہے کہ اس بات پر ایمان لانا واجب ہے کہ مردے سلام کرنے والے کا سلام سنتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسی قوم پر سلام کرنے کا حکم نہیں دے سکتے جو نہ سنتی ہو۔

۴۰۲...... وَفِي الْفُنُوْنِ: قَدِمَ الشَّيْخُ اَبُوْ عِمْرَانَ الْمَدِيْنَةَ فَرَاَى ابْنَ الْجَوْهَرِيِّ الْوَاعِظَ الْمِصْرِيَّ يَعِظُ فَعَلَا صَوْتُهٗ فَصَاحَ عَلَيْهِ الشَّيْخُ اَبُوْ عِمْرَانَ: لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَالنَّبِيُّ فِي الْحُرْمَةِ وَالتَّوْقِيْرِ بَعْدَ مَوْتِهٖ كَحَالِ حَيَاتِهٖ فَكَمَا لَا تُرْفَعُ الْاَصْوَاتُ بِحَضْرَتِهٖ حَيًّا وَلَا مِنْ وَرَاءِ حُجْرَتِهٖ فَكَذَا بَعْدَ مَوْتِهٖ. انْزِلْ. فَنَزَلَ ابْنُ الْجَوْهَرِيِّ وَفَزِعَ النَّاسُ لِكَلَامِ الشَّيْخِ اَبِيْ عِمْرَانَ. قَالَ ابْنُ عَقِيْلٍ: لِاَنَّهٗ كَلَامُ صِدْقٍ وَحَقٍّ وَجَاءَ عَلٰى لِسَانِ مُحِقٍّ فَنَحْكُمُ عَلٰى سَامِعِهٖ (الفروع ج ۶ ص ۶۷) کتاب الفنون میں ہے: شیخ ابوعمران مدینہ میں آئے اور انہوں نے ابن جوہری واعظ مصری کو دیکھا کہ وہ وعظ کر رہا ہے اور اس کی آواز بلند ہو رہی ہے، شیخ ابوعمران نے اس کو چیخ کر کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر اپنی آوازوں کو بلند نہ کرو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے عزت و تعظیم میں موت کے بعد بھی وہی حکم ہے جو حالت حیات میں تھا۔ پس جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آوازیں بلند نہیں کی جاتی تھی اور نہ حجروں کے باہر آوازیں بلند کی جاتی تھیں اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کے بعد بھی یہی حکم ہے تو ابن جوہری منبر سے اتر گئے اور لوگ شیخ

ابو عمران کی گفتگو کی وجہ سے گھبرا گئے، ابن عقیل کہتے ہیں کہ یہ کلام سچ اور حق ہے جو حق گو کی زبان پر جاری ہوئی ہے۔ پس ہم اس کے سننے والے کو یہی حکم دیتے ہیں۔

ابن جُملَہ شافعی رحمۃ اللہ علیہ (جمال الدین محمود بن جملہ۔م ۷۶۴ھ)

۴۰۳...... صاحب سبل الہدیٰ رحمۃ اللہ علیہ ابن جملہ کا قول نقل کرتے ہیں: نبینا ﷺ احیاہ اللہ تعالیٰ بعد موتہ حیاۃ تامّۃ واستمرت تلک الحیاۃ الی الآن، وھی مستمرۃ الی یوم القیامۃ. ولیس ھذا خاصًا بہ ﷺ۔ بل یشارکہ الانبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین والدلیل علی ذلک امور کثیرۃ (سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد ج ۱۲ ص ۳۶۰) اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی کریم ﷺ کو موت کے بعد حیات تامہ کے ساتھ زندہ کیا اور اب تک یہی کامل حیات جاری ہے اور قیامت تک ہمیشہ رہے گی اور یہ نبی کریم ﷺ کی خصوصیت نہیں بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام اس میں آپ ﷺ کے ساتھ شریک ہیں، اس پر دلیل بہت سے امور ہیں۔

عَفِیفُ الدین یَافِعی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (عبداللہ بن اسعد بن علی۔م ۷۶۸ھ)

۴۰۴...... علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں: اَلْاَوْلِیَاءُ تَرِدُ عَلَیْھِمْ اَحْوَالٌ یُشَاھِدُوْنَ فِیْھَا مَلَکُوْتَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ وَیَنْظُرُوْنَ الْاَنْبِیَاءَ اَحْیَاءً غَیْرَ اَمْوَاتٍ کَمَا نَظَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ قَبْرِہٖ. قَالَ: وَقَدْ تَقَرَّرَ اَنَّ مَا جَازَ لِلْاَنْبِیَاءِ مُعْجِزَۃً جَازَ لِلْاَوْلِیَاءِ کَرَامَۃً بِشَرْطِ عَدَمِ التَّحَدِّیْ، قَالَ: وَلَا یُنْکِرُ ذٰلِکَ اِلَّا جَاھِلٌ (الحاوی للفتاوی للسیوطی ج ۲ ص ۱۸۱) اولیاء پر ایسے احوال وارد ہوتے ہیں جن میں وہ آسمان و زمین کے مخفی عجائبات کا مشاہدہ کرتے ہیں اور وہ دیکھتے ہیں کہ انبیاء زندہ ہیں مردہ نہیں۔ (یعنی بے جان نہیں) جیسا کہ نبی ﷺ نے قبر میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا اور یہ بات ثابت ہے کہ جو چیز انبیاء کے لئے بطور معجزہ کے جائز ہے وہ اولیاء کے لئے کرامت کے طور پر بھی جائز ہے بشرطیکہ معجزے کے ساتھ تحدی (چیلنج) نہ ہو اور اس کا انکار نہیں کرتا مگر جاہل۔

۴۰۵...... علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں: مذھب اھل السنۃ ان ارواح الموتی ترد فی بعض الاوقات من علیین او سجین الی اجسادھم فی قبورھم عند ارادۃ اللہ تعالیٰ وخصوصًا لیلۃ الجمعۃ ویجلسون ویتحدثون وینعم اللہ تعالیٰ اھل النعیم ویعذب اھل العذاب تختص الارواح دون الاجساد بالنعیم او العذاب مادامت فی علیین او سجین وفی القبور یشترک الروح والجسد (شرح الصدور ص ۱۵۱) اہل السنۃ کا مذہب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں مردوں کی روحیں بعض اوقات علیین یا سجین سے قبروں میں ان کے اجساد (عنصریہ) کی طرف لوٹائی جاتی ہیں۔ خصوصًا شب جمعہ میں، وہ بیٹھ جاتے ہیں اور آپس میں باتیں کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ مستحقین ثواب کو ثواب دیتے ہیں اور مستحقین عذاب کو عذاب دیتے ہیں، جب تک ارواح علیین یا سجین میں ہوتی ہیں تو (اصالۃً) ثواب وعذاب میں ارواح مختص ہیں (اجساد کو عذاب وثواب اصالۃً نہیں ہوتا تبعًا ہوتا ہے) اور (جب روحیں اجساد عنصریہ کی طرف لوٹا دی جاتی ہیں تو) قبور میں روح وجسم دونوں ثواب وعذاب میں (اصالۃً) شریک ہوتے ہیں۔

ابن نَقِیب شافعی رحمہ اللہ (احمد بن لؤلؤ بن عبداللہ، رومی ۔ م ۷۶۹ ھ)

۴۰۶...... ویُندبُ اذا فرغ من حجہ زیارۃُ قبرِ النبیّ الخ جب حج سے فارغ ہو جائے تو نبی ﷺ کی قبر کی زیارت مستحب ہے، مسجد نبوی میں تحیۃ المسجد پڑھے پھر قبر شریف کے پاس آئے۔ پس قبلہ کی طرف پیٹھ کرے...... اور اپنے سر کو جھکائے اور ہیبت و خشوع کو دل میں مستحضر کرے پھر درمیانی آواز کے ساتھ نبی کریم ﷺ پر درود و سلام پیش کرے اور دعا کرے جو پسند ہو، پھر ایک ہاتھ دائیں جانب پیچھے ہو جائے۔ پس ابوبکر رضی اللہ عنہ پر سلام کرے، پھر ایک ہاتھ کی مقدار پیچھے ہو جائے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر سلام کرے، پھر اپنی پہلی جگہ کی طرف لوٹ آئے اور کثرت سے دعا کرے، آپ ﷺ پر درود پڑھے اور آپ ﷺ کا وسیلہ پکڑے۔ (عمدۃ السالک وعدۃ الناسک ص ۱۴۵)

تاج الدین سُبکی شافعی رحمہ اللہ (عبدالوہاب بن علی بن عبدالکافی ۔ م ۷۷۱ ھ)

۴۰۷...... اِنْکَارُ الرِسَالَۃ بعد الْمَوْت معزوۃ اِلَی الاشعری وھی من الْکَذِب عَلَیْہِ الخ موت کے بعد رسالت کا انکار ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور یہ ان پر جھوٹ ہے...... ولکنہ صرح بِخِلَافِھَا وَ کتبُہ وَ کتبُ اَصْحَابہ قد طبقت طبق الاَرْض وَلَیْسَ فِیھَا شیءٌ من ذٰلِكَ بل فِیھَا خِلَافہ کیونکہ انہوں نے اس کے خلاف صراحت کی ہے اور ان کی اور ان کے شاگردوں کی بے شمار کتب روئے زمین پر موجود ہیں، ان میں سے کسی میں یہ بات نہیں بلکہ ان میں ان کا عقیدہ اس کے برعکس ہے۔ چنانچہ امام سبکی لکھتے ہیں: وَمن عقائدنا اَنَّ الْاَنْبِیَاءَ عَلَیْھِم السَّلَام اَحیاءٌ فِی قُبُورھم فَاَیْنَ الْمَوْت ہمارے عقائد میں سے ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں، موت کا عقیدہ ان کی کتب میں کہاں ہے؟ (طبقات الشافعیۃ الکبری للسبکی ج ۳ ص ۳۸۴)

۴۰۸...... (حَتّٰی ارد عَلَیْہِ السَّلَام) دلّ الْخَبَر علی اَنَّ الْمَیِّت لَا یعلم حَتّٰی ترد اِلَیْہِ الرّوح وَدلّ علی اَن النبی صلی اللہ عَلَیْہِ وَسلم حی فِی قَبره (طبقات الشافعیۃ ج ۳ ص ۴۰۷) حدیث میں ہے کہ سلام کے وقت اللہ تعالیٰ میری طرف روح کو متوجہ کرے گا تاکہ میں سلام کا جواب دوں۔ مؤلف فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ میت کو علم تب ہوتا ہے جب اس کی طرف روح کو لوٹایا جاتا ہے۔ نیز یہ حدیث اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں۔

۴۰۹...... فَاِذَا اِبْرَاھِیم عَلَیْہِ السَّلَام فَقَالَ مرْحَبًا بك...فَدَلَّ ھٰذَا الْخَبَر علی اَنھم عَلَیْھِم السَّلَام اَحیَاء... عَن انس قَالَ قَالَ رَسُول اللہ صلی اللہ عَلَیْہِ وَسلم الْاَنْبِیَاء اَحیَاء فِی قُبُورھم یصلونَ معراج کے موقع پر جب نبی علیہ السلام کی ابراہیم سے ملاقات ہوئی تو ابراہیم نے کہا آپ کا آنا مبارک۔ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ انبیاء زندہ ہیں، جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں۔ (طبقات الشافعیۃ ج ۳ ص ۴۱۱)

۴۱۰...... ان عندنَا رَسُول اللہ صلی اللہ عَلَیْہِ وَسلم حی یحس وَیعلم وَتعرض عَلَیْہِ اَعمَال الْاُمۃ ویبلغ الصَّلَاۃ وَالسَّلَام مؤلف فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک رسول اللہ زندہ ہیں، احساس اور علم کے ساتھ متصف ہیں اور آپ ﷺ پر امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں اور امت کا صلوۃ و سلام آپ کے پاس پہنچایا جاتا ہے۔ (طبقات الشافعیۃ ج ۳ ص ۴۱۲)

فائدہ: رسول روح و جسم عنصری کے مجموعہ کا نام ہے، معلوم ہوا کہ روح اور جسم عنصری دونوں زندہ ہیں، اعمال دونوں پر پیش ہوتے ہیں، روح پر اصالۃً، جسم عنصری پر تبعاً۔

۴۱۱...... تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں: لَا یتَقَبَّل اِیمَان عبد حتّٰی یُوقن بِمَا اخبر عنہُ بعد المَوت واولہ سُؤال مُنکر وَنَکِیر الخ اس وقت تک بندے کا ایمان قبول نہیں ہوتا جب تک ان چیزوں پر یقین نہ کرے جو اس کو موت کے بعد پیش آتی ہیں اور ان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے، ان میں سے پہلی چیز منکر نکیر کا سوال ہے، یہ دو ہیبت ناک فرشتے ہیں جو قبر میں بندے کو روح و جسد کے ساتھ بٹھاتے ہیں۔ پس اس سے توحید و رسالت کے متعلق سوال کرتے ہیں اور کہتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ اور یہ دونوں قبر میں امتحان لینے والے ہیں اور موت کے بعد ان کا سوال قبر کا پہلا فتنہ ہے اور قبول ایمان کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس بات پر ایمان لائے کہ عذاب قبر حق ہے اور عذاب قبر کا حکم عدل پر مبنی ہے اور یہ عذاب روح اور جسم (عنصری) دونوں پر واقع ہوتا ہے۔ (طبقات الشافعیہ ج ۶ ص ۲۳۸)

مفسر ابن کثیر شافعی رحمۃ اللہ علیہ (عماد الدین، ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر۔ م ۷۷۴ھ)

۴۱۲...... وجاء فی حدیث رواہ ابو یعلی الموصلی فی مسندہ عن انس مرفوعًا الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون (الفصول فی السیرۃ ص ۲۹۱) مسند ابی یعلیٰ موصلی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں۔

۴۱۳...... وَالصَّحِیحُ عِندَ العُلَمَاءِ رِوَایَۃُ ابنِ عُمَرَ لِمَا لَھَا مِنَ الشَّوَاھِدِ عَلٰی صِحَّتِھَا مِن وُجُوہٍ کَثِیرَۃٍ الخ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا (انھم لیعلمون الآن) اور حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ (ما انتم باسمع منھم) میں سے علماء کے نزدیک صحیح روایت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی ہے کیونکہ اس کی صحت پر بہت سے دلائل اور شواہد موجود ہیں، ان شواہد میں سے مشہور حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ ہے جس کو ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کر کے صحیح قرار دیا ہے، حدیث یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی آدمی اپنے مسلمان بھائی کی قبر کے پاس گزرتا ہے جو اس کو دنیا میں پہچانتا تھا پھر وہ اس پر سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی روح کو اس پر متوجہ کر دیتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث بھی ثابت ہے کہ میت لوٹنے والوں کی جوتیوں کی آواز سنتی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو یہ تعلیم دی ہے کہ جب وہ اہل قبور پر سلام کریں تو ایسے سلام کریں جیسے سامنے موجود مخاطب کو سلام کیا جاتا ہے۔ پس سلام کرنے والا یوں کہے: السلام علیکم دار قوم مؤمنین اور یہ خطاب اس کو ہو سکتا ہے جو سنے بھی اور سمجھے بھی اور امت کے سلف اس پر متفق ہیں اور اگر خطاب کی یہ صورت نہ ہو تو وہ معدوم اور بے جان کو مخاطب کرنے کی طرح ہو جائے گا اور ان سے تواتر کے ساتھ آثار منقول ہیں کہ میت زندہ آدمی کی زیارت کو پہچانتی ہے اور خوش ہوتی ہے۔ (اس کے بعد مفسر ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد آثار اس مضمون پر نقل فرمائے ہیں) (تفسیر ابن کثیر ج ۶ ص ۳۲۵)

۴۱۴...... ھَاھُنَا سُؤَالٌ وَھُوَ اَنَّہُ لَا شَکَّ اَنَّ ھٰذِہِ الاٰیَۃَ مَکِّیَّۃٌ وَقَدِ استَدَلُّوا بِھَا عَلٰی عَذَابِ القَبرِ فِی البَرزَخِ... والجواب اَنَّ الاٰیَۃَ دَلَّت عَلٰی عَرضِ الاَروَاحِ اِلَی النَّارِ غُدُوًّا وَعَشِیًّا فِی البَرزَخِ وَلَیسَ فِیھَا

دَلَالَةٌ عَلٰی اِتِّصَالِ تَأَلُّمِهَا بِأَجْسَادِهَا فِي الْقُبُوْرِ اِذْ قَدْ يَكُوْنُ ذٰلِكَ مُخْتَصًّا بِالرُّوْحِ فَأَمَّا حُصُوْلُ ذٰلِكَ لِلْجَسَدِ وَتَأَلُّمُهُ بِسَبَبِهِ فَلَمْ يَدُلَّ عَلَيْهِ إِلَّا السُّنَّةُ فِي الْأَحَادِيْثِ الْمَرْضِيَّةِ الْآتِيْ ذِكْرُهَا۔ امام ابن کثیر نے اس عبارت ایک اشکال کا جواب دیا ہے۔ اشکال یہ ہے کہ النار یعرضون علیها غدوا وعشیا یہ آیت مکی ہے اور علمائے اہل سنت نے اس سے برزخ میں عذاب قبر ثابت کیا ہے، جب کہ عذاب قبر کا علم حضور ﷺ کو مدینہ میں ہوا......

امام ابن کثیر نے اس کے دو جواب دیئے ہیں۔

جواب نمبر (۱): یہ آیت ارواح کے عذاب برزخ پر دلالت کرتی ہے، کیونکہ صبح شام آگ پر ارواح کو پیش کیا جاتا ہے اور اس آیت میں (صراحتاً) اس بات پر دلالت نہیں کہ ارواح کی یہ تکلیف قبور میں اجساد تک بھی (دائماً) پہنچتی ہے، کیونکہ کبھی کبھی عذاب فقط روح کو ہوتا ہے۔ (اگرچہ اکثر اوقات عذاب روح اور جسد دونوں کو ہوتا ہے، معلوم ہوا کہ ارواح کا عذاب اجساد کے عذاب کو عقلاً مستلزم نہیں، ابن کثیر کے اس جواب کے مطابق جیسے اس آیت میں اجساد کے عذاب پر (صراحتاً) دلالت نہیں اسی طرح اجساد کے عذاب کی نفی بھی نہیں، اسی لئے آگے لکھتے ہیں) البتہ قبور میں اجساد کے لئے عذاب احادیث سے ثابت ہے اور وہ احادیث صحیح ہیں جن کا ذکر ابھی آ رہا ہے۔ (لہٰذا جس کا کتاب وسنت دونوں پر ایمان ہے وہ ارواح کے عذاب پر بھی ایمان رکھے گا جیسے قرآن کریم میں ہے اور قبور میں اجساد عنصریہ کے لئے بھی عذاب کا عقیدہ رکھے گا جیسا کہ صحیح احادیث میں ہے۔ پس صرف ارواح کے لئے عذاب وہی مانے گا جس کا صحیح احادیث پر ایمان نہیں)

جواب نمبر (۲): وَقَدْ يُقَالُ إِنَّ هٰذِهِ الْآيَةَ إِنَّمَا دَلَّتْ عَلٰى عَذَابِ الْكُفَّارِ فِي الْبَرْزَخِ وَلَا يَلْزَمُ مِنْ ذٰلِكَ أَنْ يُعَذَّبَ الْمُؤْمِنُ فِي قَبْرِهٖ بِذَنْبٍ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت سے برزخ میں کفار کے لئے عذاب قبر ثابت ہوتا ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مؤمن کو بھی قبر میں گناہوں کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔ (خلاصہ یہ کہ کفار کے عذاب قبر کا علم آپ ﷺ کو مکہ میں ہوا، اسی لئے علمائے اہل سنت نے اسی مکی آیت سے عذاب قبر پر استدلال کیا ہے اور آپ ﷺ کو مؤمنین کے لئے عذاب قبر کا علم مدینہ میں دیا گیا) (تفسیر ابن کثیر، سورہ مؤمن آیت ۴۶)

فائدہ (۱): چونکہ علمائے اہل سنت نے بکثرت قرآن کریم کی اس آیت سے عذاب قبر پر استدلال کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک دوسرا جواب راجح ہے۔

فائدہ (۲): یہ بات واضح رہے کہ قرآنی آیات میں جیسے صراحتاً اجساد کا ذکر نہیں۔ اسی طرح صراحتاً ارواح کا بھی ذکر نہیں، فقط بعد الوفات اور قبل الآخرۃ عذاب کا ذکر ہے، رہی یہ بات کہ یہ عذاب فقط ارواح کے لئے ہے یا فقط اجساد کے لئے یا دونوں کے لئے؟ اس بارے میں احادیث کی طرف رجوع ہوگا، کیونکہ احادیث رسول اللہ کتاب اللہ کے لئے شرح ہیں اور احادیث سے عذاب روح وجسد دونوں کے لئے ثابت ہے تو آیات کا مصداق بھی یہی بن جائے گا۔

فائدہ (۳): امام ابن کثیر کی یہ ساری گفتگو مکی آیت سے عذاب قبر پر استدلال اور اس پر وارد ہونے والے ایک اشکال کے جواب کے سلسلہ میں ہے، ورنہ خود امام ابن کثیر کا واضح اور صریح عقیدہ یہ ہے کہ وہ حیات قبر، عذاب قبر، قبر میں منکر نکیر کے سوال اور سماع موتی کے شد ومد سے قائل ہیں، جیسا کہ ان کے دیگر حوالہ جات سے یہ بات واضح ہے۔

۴۱۵...... ابن کثیر نے اپنی کتاب مسند فاروق میں عنوان قائم کیا ہے: حدیث فی کلام المیت علی سریرہ، اس

عنوان کے تحت درج ذیل حدیث ذکر کی ہے: مَا من میّتٍ یُوضعُ علی سریرِہٖ فیُخطی بہ ثلاث خُطًی، إلا تکلّم بکلامٍ یُسمعُ مَن شاءَ اللہُ إلا الثقلین الجنّ والإنس، یقول: یا إخوتاہ ویا إخواناہ ویا حملۃَ نعشاہُ لا تغرنّکُمُ الدُّنیا کما غرّتنی ولا یلعبنّ بکم الزمانُ کما لعِبَ بی، خلّفتُ ما ترکتُ لوَرثتی، والدّیانُ یومَ القیامۃِ یُخاصِمُنی، وأنتم تُشیّعونی وتَدَعُونی. فیہ انقطاع وفی إسنادہ مَن لم یُسمّ ولکن لہ شاھد فی الصحیح۔ جب کوئی میت چارپائی پر رکھ دی جاتی ہے اور اس کو تین قدم لے کر چلتے ہیں تو وہ ایسا کلام کرتی ہے جس کو سوائے جن وانس کے اللہ جس کو چاہتے ہیں سناتے ہیں، میت کہتی ہے: اے بھائیو! اے میت کی نعش کو اٹھانے والو! جیسے دنیا نے مجھے دھوکا دیا تمہیں دھوکا نہ دے اور جیسے زمانہ نے مجھے لہو ولعب میں لگایا تمہیں نہ لگائے، میں نے اپنا ترکہ اپنے وارثوں کے لئے چھوڑ دیا اور قیامت کے دن قرض خواہ میرے ساتھ جھگڑا کریں گے، تم مجھے رخصت کر رہے ہو اور مجھے چھوڑ کر جا رہے ہو۔ یہ حدیث لکھ کر امام ابن کثیر فرماتے ہیں: اس کی سند منقطع ہے اور اس میں مجہول راوی ہے، لیکن اس کی صحیح حدیث سے تائید ہوتی ہے اور صحیح روایت سے اس کے مضمون کی صحت پر شہادت موجود ہے (اور وہ بخاری شریف کی حدیث ہے جس میں ہے کہ نیک میت کو جب لے جا رہے ہوتے ہیں تو وہ کہتی ہے قدمونی اور بدکار میت کہتی ہے این یذھبون بھا اس کو وہ کہاں لے جا رہے ہیں؟)

ابن عادل حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (ابو حفص سراج الدین عمر بن علی بن عادل۔ م ۷۷۵ھ)

۲۱۶...... معتزلہ جو اجساد عنصریہ کے لئے عذاب قبر کے منکر ہیں انہوں نے اعتراض کیا ہے کہ قرآنِ کریم کی چند آیات میں دنیا والی زندگی اور آخرت والی زندگی کا ذکر ہے، قبر والی زندگی کا ذکر نہیں اور جب قبر کے اندر جسد عنصری میں حیات نہیں تو عذاب کیسے ہو سکتا ہے؟

تفسیر اللباب کے مؤلف ابن عادل رحمۃ اللہ علیہ، امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے دو جواب نقل کرتے ہیں۔

جواب (۱): عدمِ ذکر عدم کی دلیل نہیں ہوتا۔ (جیسے ایک آدمی کے چار بیٹے ہوں، ایک بیٹا اس کے ساتھ ہے اور کوئی پوچھے یہ کون ہے وہ جواب دیتا ہے یہ میرا بیٹا ہے، باقی تین کا ذکر نہیں کرتا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کا ایک ہی بیٹا ہے تو تین بیٹوں کے عدم ذکر سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ بیٹے ہی نہیں۔ اسی طرح ان آیات کو سمجھنا چاہئے)

جواب (۲): نیز یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ: کیف تکفرون باللہ والی آیت میں حیات قبر کا بھی ذکر ہے کیونکہ ثم یمیتکم میں دنیا والی موت کا ذکر ہے اور ثم یحییکم میں قبر والی حیات کا ذکر ہے اور ثم الیہ ترجعون میں حیات آخرت کا ذکر ہے، اس کا قرینہ یہ ہے کہ عربی میں ثم تاخیر اور فاصلہ بیان کرنے کے لئے آتا ہے۔ اگر ثم یحییکم سے آخرت والی حیات مراد لیں تو ثم الیہ ترجعون میں ثم کا مفہوم باطل ہو جاتا ہے، کیونکہ یہ تاخیر اور فاصلے کا تقاضا کرتا ہے، جب کہ آخرت والی حیات کے بعد فوراً بغیر وقفے اور فاصلے کے اللہ کی طرف رجوع ہو جائے گا اور اگر اس سے حیات قبر مراد لیں تو چونکہ إحیاء فی القبر اور إحیاء فی الآخرۃ کے درمیان کافی وقفہ اور فاصلہ ہوگا۔ اس لئے اس صورت میں ثم کا مفہوم باقی رہتا ہے، باطل نہیں ہوتا۔ اس لئے یہ آیت انکار حیات کی دلیل نہیں بلکہ حیات قبر کے اثبات کی دلیل ہے۔　　(اللباب فی علوم الکتاب ج ۱ ص ۴۸۵)

شمس الدین مَنبِجی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن محمد بن محمد، صوفی ۔ م ۷۸۵ ھ)

۴۱۷...... فصل فی عذاب القبر علی الروح والبدن وھل عذاب القبر علی الروح والبدن او علی الروح دون البدن اوعلی البدن دون الروح؟ وھل یشارك البدن النفس فی النعیم والعذاب ام لا؟ قال شیخ الاسلام ابن تیمیة بعد ان سئل عن ھذہ المسالة فاجاب: بل العذاب والنعیم علی النفس والبدن جمیعاً باتفاق اھل السنة والجماعة الخ... قال بعض اھل العلم ولھذا السبب یذھب الناس بالخیل اذا مغلت الی قبور الیھود والنصاری فاذا سمعت الخیل عذاب القبر احدث لھا ذلك فزعاً وحرارة تذھب بالمغل والاحادیث کثیرة جداً فی ھذا الباب وقد تقدم فی احادیث المسالة ما ھو ابلغ من ذلك فی قوله فلا یزال معذباً حتی یبعثه الله من مضجعه ذلك وھذا صریح فی ان البدن یعذب فی القبر (تسلیۃ اہل المصائب ص ۲۲۰) کیا عذاب قبر روح و بدن دونوں پر ہوتا ہے یا اکیلی روح پر یا اکیلے بدن پر؟ اور کیا بدن روح کے ساتھ ثواب و عذاب میں شریک ہوتا ہے یا نہیں؟ (مؤلف فرماتے ہیں) شیخ الاسلام ابن تیمیہ سے یہی سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ عذاب وثواب نفس اور بدن دونوں پر ہوتا ہے اور اس پر اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے...... بعض اہل علم نے کہا کہ اسی وجہ سے جب گھوڑوں کے پیٹ میں خرابی ہوتی ہے تو لوگ ان کو یہود و نصاریٰ کی قبروں کے پاس لے جاتے ہیں، جب وہ گھوڑے عذاب قبر کو سنتے ہیں اور اس کی وجہ سے گھبراہٹ اور حرارت پیدا ہوتی ہے تو وہ بیماری کو دور کر دیتی ہے اور اس باب میں (یعنی روح و جسد کے عذاب پر) احادیث بہت زیادہ ہیں اور قبر میں سوال والی احادیث میں اس سے بھی زیادہ صراحت ہے۔ کیونکہ اس میں یہ الفاظ ہیں: فلا یزال معذباً حتی یبعثه الله من مضجعه ذلك کہ اس کو عذاب ہوتا رہے گا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کی لیٹنے کی جگہ سے اٹھائے گا۔ یہ الفاظ اس بات میں صریح ہیں کہ قبر میں بدن کو عذاب دیا جاتا ہے۔

فائدہ: قبر میں بدن عنصری لیٹا ہوا ہے اور اسی کو قیامت والے دن اٹھایا جائے گا تو قبر میں عذاب بھی اسی کو ہوتا ہے اور گھوڑوں کو انہی قبور میں لے جاتے تھے، علیین میں نہیں لے جاتے تھے۔

۴۱۸...... فصل فی حیاة المیت فی قبرہ والخلاف فی ذلك ومن غرائب ما ذکرہ ابو محمد بن حزم فی کتابه فی الملل والنحل الخ اس فصل میں قبر کے اندر میت کی حیات اور اس بارے میں اختلاف کا بیان ہے، ابن حزم نے اپنی کتاب الملل والنحل کے اندر جو عجیب و غریب باتیں لکھی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انہوں نے کہا جس آدمی کا یہ عقیدہ ہے کہ میت قبر میں قیامت کے دن سے پہلے زندہ کی جاتی ہے تو یہ غلط ہے۔ (ابن حزم کا عقیدہ یہ ہے کہ عذاب وثواب صرف روح کو ہوتا ہے) اس کے بعد ابن حزم کے پیش کردہ دلائل ذکر کر کے مؤلف فرماتے ہیں: ومن اطلع علی ما قدمته من احادیث الخ کہ جو آدمی ان احادیث پر مطلع ہو جو میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ (جن میں روح و جسم دونوں کے عذاب کا ذکر ہے) اور ان پر ایمان لے آئے اور ان کی تصدیق کرے تو اسے چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اس توفیق پر اللہ کا شکر ادا کرے۔ فانه لو لم تکن ھذہ الاحادیث کان اجماع الناس من امة محمد صلی اللہ علیہ وسلم علی اعادة الروح فی الجسد لاجل المسالة الخ کیونکہ اگر یہ احادیث نہ بھی

ہوتیں تو بھی امت محمدیہ کا اس بات پر اجماع موجود ہے کہ قبر میں سوال کے وقت روح جسم میں لوٹائی جاتی ہے اور کیسے اجماع نہ ہو؟ یہ بات تو نبی ﷺ سے صحیح طور پر ثابت ہے بلکہ اس معاملے میں رسول اللہ ﷺ ہمیں کافی ہیں اور آپ ﷺ نے ہمیں لوگوں کے اقوال سے مستغنی کر دیا ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے خود روح کے جسم کی طرف اعادے کی صراحت کر دی ہے۔ (تعاد روحه في جسده) وما كان يليق بابي محمد بن حزم ان يجازف هذه المجازفة الخ ابن حزم کے یہ لائق نہیں کہ وہ اس طرح کی بے تکی باتیں کرے اور اجماعی عقیدے کو غلط کہے۔ کیونکہ ابن حزم کے سب دلائل کا حاصل یہ ہے کہ ان میں حیات قبر کا ذکر نہیں، حیات قبر سے سکوت ہے، جب کہ اس کے مقابلے میں اہل سنت والجماعت کے عذاب قبر والے عقیدے پر نصوص صریحہ موجود ہیں جیسے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: فتعاد روحه في جسده اور قاعدہ یہ ہے کہ ایک طرف دلیل ایک چیز سے ساکت ہو اور دوسری طرف دلیل ناطق ہو یعنی اس میں صراحت ہو تو ساکت کے مقابلے میں صریح اور ناطق دلیل کو ترجیح ہوتی ہے۔ لہٰذا اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ غلط نہیں بلکہ ابن حزم کا انکار کرنا غلط ہے۔ ہاں! البتہ اگر ابن حزم کا مطلب یہ ہے کہ قبر میں بعینہٖ دنیا والی حیات اور دنیا والی حیات میں روح کا دنیا والا اعادہ نہیں ہوتا تو یہ بات صحیح ہے، لیکن حیاتِ قبر جو دنیا کی حیات سے مختلف ہے اس کا انکار نصوصِ صریحہ کا انکار ہے، اس لئے یہ انکار غلط ہے۔ (تسلیۃ اہل المصائب ج۱ ص ۲۰۷)

بَابَرْتِي حنفی رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن محمد بن محمود، صاحب عنایہ۔ م ۷۸۶ھ)

۴۱۹...... وَقَوْلُهُ(وَمَنْ يُعَذَّبُ فِي الْقَبْرِ) جَوَابٌ عَمَّا يُقَالُ قَوْلُكُمُ الْإِيلَامُ لَا يَتَحَقَّقُ فِي الْمَيِّتِ يُشْكِلُ بِعَذَابِ الْمَيِّتِ فِي الْقَبْرِ (فرماتے ہیں کہ صاحب ہدایہ کا یہ قول کہ جس کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے اس میں اتنی حیات رکھ دی جاتی ہے جس کے ساتھ عذاب کی تکلیف محسوس کر سکے، مؤلف فرماتے ہیں کہ اس سے پہلے صاحب ہدایہ نے کہا کہ میت میں ایلام (تکلیف دینا) متحقق نہیں ہوتا، اس پر اعتراض ہو سکتا ہے کہ اس کے مطابق قبر میں میت کے لئے عذاب کی نفی ہوتی ہے، کیونکہ اگر میت کو تکلیف نہیں پہنچتی تو عذاب کیسے ہوگا؟ اس کا جواب یہی ہے کہ میت کے عدم ایلام کا مطلب یہ ہے کہ دنیاوی اسباب کے ساتھ اس کو تکلیف نہیں پہنچائی جا سکتی، کیونکہ عالم برزخ میں دنیا کے اسباب غیر مؤثر ہو جاتے ہیں، لیکن قبر کے اندر میت میں اتنی مخفی حیات رکھ دی جاتی ہے جس کی وجہ سے عالم برزخ کے اسباب عذاب کی تکلیف میت محسوس کرتا ہے۔ (العنایۃ شرح الہدایۃ ج۵ ص ۱۹۳)

۴۲۰...... امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی گیارہویں وصیت یہ ہے کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ عذابِ قبر لامحالہ واقع ہوتا ہے۔ اسی طرح منکر نکیر کا سوال برحق ہے، کیونکہ اس پر بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں...... یہ وصیت نقل کر کے مؤلف لکھتے ہیں: الاصلُ في هذا كلّه ان كلَّ ما ورد به السَّمعُ وامكَنَ في ذاته يجب تصديقه ولا شكَّ في امكان هذه الاشياء وتواترت الدلائل السمعيّة فيجب التصديق بعذاب القبر للكفّار ولبعض العُصاة من المؤمنين باعادة الحياة في الجسد الخ ان سب عقائد کے بارے میں قاعدہ یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو وحی سے ثابت ہو اور فی حد ذاتہ وہ ممکن ہو اس کی تصدیق واجب ہے اور مذکورہ بالا عقائد کے ممکن ہونے میں کوئی شک نہیں اور ان پر وحی کے دلائل تواتر کے ساتھ موجود ہیں۔ لہٰذا کفار اور بعض نافرمان مؤمنین کے لئے عذاب قبر کی تصدیق کرنا واجب ہے،

عذاب قبر کی صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ میت کے جسم میں حیات لوٹا دیتے ہیں۔ اگرچہ ہمارا اس بارے میں توقف ہے کہ روح کا اعادہ پورے جسم میں ہوتا ہے یا بعض اجزاء میں ...... اور عذاب قبر کے بارے میں دلیل قوم نوح کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اغرقوا فادخلوا نارا کہ وہ غرق نے گئے اور غرق کرنے کے بعد فوراً آگ میں داخل کئے گئے اور ظاہر ہے کہ جو غرق کئے گئے آگ میں وہی داخل کئے گئے اور غرق کیا گیا روح وجسم کا مجموعہ تو عذاب نار بھی اسی مجموعے کو ہوا اور غرق ہونے کے بعد قیامت سے پہلے جو عذاب نار ہوا یہی عذاب قبر ہے، اسی طرح دوسری دلیل ربنا امتنا اثنتین و احییتنا اثنتین، دوسری حیات اور دوسری موت وہ ہے جو قبر میں پیش آتی ہے، جب قبر میں حیات کفار کے لئے ثابت ہوگئی تو ان کے لئے عذاب بھی ہوگا اور قرآن کی جو یہ آیت ہے: لا یذوقون فیہا الموت الا الموتۃ الاولی اس کا مطلب یہ ہے کہ جنت میں موت نہیں آئے گی اور جنت کی نعمتیں موت کی وجہ سے کبھی بھی منقطع نہیں ہوں گی جیسا کہ دنیا میں موت آئی اور موت کی وجہ سے دنیا کی نعمتیں منقطع ہو گئیں۔ اسی طرح ما انت بمسمع من فی القبور یا انک لا تسمع الموتی ان آیات میں زیادہ سے زیادہ نفی اِسماع کی ہے لیکن اِسماع کی نفی سے عدم شعور اور عدم ادراک لازم نہیں آتا۔ (شرح وصیۃ الامام ابی حنیفہ ص ۱۰۹)

فائدہ: قبر کے عذاب کا تعلق اِسماع کے ساتھ نہیں بلکہ اس کا تعلق شعور وادراک کے ساتھ ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مقتولین بدر کے سماع کی نفی کی تھی لیکن علم وشعور کا خود اقرار کیا تھا اور یہ علم وشعور زندہ کو ہوتا ہے مردہ کو نہیں، پس تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو سماع کے قائل ہیں یا قائل نہیں سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ میت میں شعور وادراک ہوتا ہے اور یہ تب ہوسکتا ہے جب میت میں حیات ہو۔

۴۲۱...... علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ شیخ اکمل الدین بابرتی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں: السُّؤَالُ لِکُلِّ مَیِّتٍ کَبِیْرًا اَوْ صَغِیْرٍ... وَاِذَا مَاتَ فِی الْبَحْرِ اَوْ اَکَلَہُ السَّبعُ فَھُوَ مَسْئُوْل الخ (منکر نکیر کا سوال ہر میت سے ہوتا ہے خواہ بالغ ہو یا نابالغ ...... اور جب کوئی دریا میں فوت ہوجائے یا اس کو درندہ کھا جائے تو اس سے بھی سوال کیا جاتا ہے اور صحیح یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے سوال نہیں کیا جاتا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نابالغ بیٹے ابراہیم کو دفن کے بعد تلقین کی، اس تلقین والی حدیث میں اسی طرف اشارہ ہے کہ نابالغ سے بھی سوال کیا جاتا ہے۔ (الحاوی للفتاوی للسیوطی ج ۲ ص ۲۱۴)

۴۲۲...... ذھب اھل السنۃ الی ان عذاب القبر للکفار ولبعض العصاۃ من المؤمنین والانعام لاھل الطاعۃ باعادۃ الحیاۃ فی الجسد وان توقفنا فی اعادۃ الروح حق... واعلم ان اصحابنا لم یتوقفوا فی اعادۃ الحیاۃ الخ. اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ قبر میں کفار اور بعض نافرمان مؤمنوں کے لئے عذاب حق ہے اور اہل طاعت کے لئے انعام واکرام حق ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ جسم میں حیات لوٹا دی جاتی ہے۔ اگرچہ اعادۂ روح میں ہمارا توقف ہے...... (لیکن) یہ بات جان لیجئے کہ ہمارے اصحاب کا توقف اعادۂ حیات میں نہیں...... اور جو اعادۂ روح کے قائل ہیں ان کی دلیل براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس میں ہے: ثم یعاد فیہ الروح، اس میں ایک تو دلیل ہے میت کے سوال پر، دوسری روح کے اعادہ پر، تیسری اہل طاعت کے انعام واکرام پر اور چوتھی کافر کے لئے عذاب پر اور بعض بے وقوفوں نے یہ کہا کہ ہم نے ایک ذرہ میت کے سینہ پر رکھا تو ہم نے اگلے دن دیکھا کہ وہ اسی طرح اپنی حالت پر ہے، مؤلف فرماتے ہیں کہ ان بے وقوفوں کی اس بکواس کی طرف توجہ نہ کی جائے۔ لان القادر علی احیائہ قادر علی ابقاء الذرۃ کیونکہ جو اللہ میت کے

زندہ کرنے پر قادر ہے وہ ذرہ کے باقی رکھنے پر بھی قادر ہے۔ (شرح المقصد فی اصول الدین کا تقریباً آخر)

علامہ کرمانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (شمس الدین، محمد بن یوسف بن علی، شارح بخاری) (م ۷۸۶ھ)

۴۲۳......وفی لفظ یسمع دلالۃ علی ان القول ھھنا حقیقۃ لا مجاز وانہ تعالیٰ یحدث النطق فی المیت اذا شاء (میت جب کہتی ہے قدمونی تو اس کی اس آواز کو ہر چیز سنتی ہے سوائے انسان کے) شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: یسمع کے لفظ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس حدیث میں قدمونی والا قول حقیقی معنی پر محمول ہے۔ (یعنی حقیقتاً میت زبان سے بولتی ہے اور اس سے آواز پیدا ہوتی ہے جس کو سوائے انسان کے ہر چیز سنتی ہے) اور جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں میت کے اندر قوت نطق پیدا کر دیتے ہیں، لیکن قول کا مجازی معنی مراد نہیں۔ (یعنی دلالتِ حال سے میت کا کہنا، یہ مجازی معنی مراد نہیں، کیونکہ حالی قول سے نہ آواز پیدا ہوتی ہے نہ سنی جاسکتی ہے) (الکواکب الدراری ج ۷ ص ۱۰۴)

۴۲۴......امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں: مذھب اھل السنۃ اثبات عذاب القبر لان العقل لا یمنعہ والشرع ورد بہ فوجب قبولہ ولا یمنع منہ تفرق الاجزاء فان قیل نحن نشاھد المیت علی حالہ فکیف یسال ویقعد ویضرب؟ فالجواب انہ غیر ممتنع کالنائم فانہ یجد الماً ولذۃ ونحن لا نحسہ وکذا کان جبریل یکلم النبی ﷺ ولم یدرکہ الحاضرون واما الاقعاد فیحتمل ان یکون مختصاً بالمقبور ولا امتناع فی ان یوسع لہ فی قبرہ فیقعد ویضرب بالمطرقۃ (الکواکب الدراری ج ۷ ص ۱۱۸) اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ عذاب قبر ثابت ہے کیونکہ عقل اس میں مانع نہیں اور شرعاً ثابت ہے۔ لہٰذا اس کا قبول کرنا واجب ہے اور اجزاء کا بکھر جانا اس میں مانع نہیں۔ رہی یہ بات کہ میت پر اس کے آثار نظر نہیں آتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ میت کی عذاب قبر والی حالت ایسے ہی ہے جیسے سویا ہوا آدمی درد اور لذت محسوس کرتا ہے لیکن ہمیں نظر نہیں آتا۔ جبریل کو نبی ﷺ دیکھتے تھے لیکن حاضرین نہیں دیکھتے تھے اور میت کو قبر میں بٹھانا اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ میت کو بٹھانا قبر میں مدفون میت کے ساتھ مختص ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ (بقدرتِ الٰہی) اس کے لئے قبر کو وسیع کر دیا جائے پھر اس کو بٹھایا جائے اور گرز کے ساتھ مارا جائے۔

۴۲۵...... قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ یعلق روحہ بجزئہ الاصلی الباقی من اول عمرہ الی آخرہ والبنیۃ لیست شرطاً عندنا للحیاۃ فلا یستبعد تعلیق الروح بکل جزء من الاجزاء المتفرقۃ فی المشارق والمغارب فان تعلقہ لیس علی سبیل الحلول حتی یمنعہ الحلول فی جزء من الحلول فی آخر (الکواکب الدراری ج ۷ ص ۱۱۸) اللہ تعالیٰ میت کے جزء اصلی کے ساتھ روح کا تعلق پیدا کر دیتے ہیں اور یہ بھی بعید نہیں کہ مشرق ومغرب میں منتشر اجزاء میں سے ہر جزء کے ساتھ تعلق پیدا کر دے۔ کیونکہ روح کا تعلق جزء کے ساتھ حلول اور دخول والا نہیں کہ ایک جزء میں داخل ہونا دوسرے جزء میں حلول ودخول کے لئے مانع بنے۔

فائدہ: یہ تعلق ایسے ہی ہوتا ہے جیسے سورج کی روشنی کا زمین کے ساتھ تعلق ہوتا ہے، سورج تو اپنی جگہ پر ہے لیکن زمین کے تمام اجزاء کے ساتھ اس کا تعلق ہے، روح کا بھی بدن کے ساتھ ایسا ہی تعلق ہے۔

۴۲۶...... مقتولین بدر والی حدیث میں ہے کہ وہ سنتے ہیں لیکن جواب نہیں دے سکتے۔ اس کی وضاحت میں مؤلف

فرماتے ہیں: ای لا یقدرون علی الجواب فعلم ان فی القبر حیاۃ فیصلح العذاب فیہ (الکواکب الدراری ج ۷ ص ۱۴۶) کہ وہ جواب پر قدرت نہیں رکھتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قبر میں حیات ہے، اس لئے قبر میں عذاب ہوسکتا ہے۔

۴۲۷...... حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لا یذیقك اللہ الموتتین ابدا۔ اللہ آپ ﷺ کو دو موتیں نہیں چکھائے گا، اس پر سوال ہوا کہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک قبر میں حیات بھی ہے اور موت بھی ہے تو اس سے دو موتوں کا چکھنا لازم آتا ہے ایک دنیا والی اور دوسری قبر والی، اس کا جواب یہ ہے: ان حیاتك فی القبر لا یعقبها موت فلا تذوق مشقة الموت مرتین بخلاف سائر الخلق فانهم یموتون فی القبر ثم یحیون یوم القیامة کہ آپ ﷺ کو قبر میں جو حیات حاصل ہوگی اس کے بعد آپ ﷺ پر موت نہیں آئے گی، نہ ہی آپ دو مرتبہ موت کی مشقت چکھیں گے۔ پس دنیا میں جو موت آپ پر آنی تھی وہ آچکی، اب قبر میں آپ پر دوبارہ موت نہیں آئے گی اور نہ موت کی مشقت کو چکھیں گے، بخلاف باقی انسانوں کے، کیونکہ ان پر قبر میں بھی موت آئے گی پھر قیامت والے دن وہ زندہ کئے جائیں گے۔　(الکواکب الدراری ج ۱۴ ص ۲۱۰)

فائدہ: اور یہ نبی ﷺ کی خصوصیت نہیں بلکہ تمام انبیاء کا یہی حکم ہے، اس سے مؤلف کا عقیدہ یہ معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک انبیاء علیہم السلام قبروں میں دائمی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں کیونکہ اس کے بعد موت نہیں جب کہ غیر انبیاء پر قبر میں موت واقع ہوگی اور وقوع موت دلیل ہے کہ اس سے پہلے ان کے لئے قبر میں حیات ہوگی۔

۴۲۸...... وفیہ اثبات عذاب القبر والاصح انہ للجسد ولا بد من اعادۃ الروح فیہ لان الالم لا یکون الا للحی جنت دوزخ کا ٹھکانہ جو میت پر پیش کیا جاتا ہے اس سے عذاب قبر ثابت ہوتا ہے اور صحیح ترین بات یہ ہے کہ عذاب قبر جسد کے لئے بھی ہوتا ہے اور جب جسد کے لئے عذاب ہے تو (اس میں حیات ضروری ہے) کیونکہ تکلیف زندہ کو ہی ہوتی ہے اور حیات کے لئے روح کا لوٹانا بھی ضروری ہے۔　(الکواکب الدراری ج ۲۳ ص ۳۰)

بدر الدین بن الصاحب شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۸۸ھ)

۴۲۹...... قَالَ الشَّيْخُ بَدْرُ الدِّينِ بْنُ الصَّاحِبِ فِي مُؤَلَّفٍ لَهُ فِي حَيَاةِ الْأَنْبِيَاءِ هٰذَا صَرِيحٌ فِي إِثْبَاتِ الْحَيَاةِ لِمُوسٰى فِي قَبْرِهٖ فَإِنَّهٗ وَصَفَهٗ بِالصَّلَاةِ وَأَنَّهٗ قَائِمٌ وَمِثْلُ ذٰلِكَ لَا يُوصَفُ بِهِ الرُّوحُ وَإِنَّمَا يُوصَفُ بِهِ الْجَسَدُ وَفِي تَخْصِيصِهٖ بِالْقَبْرِ دَلِيلٌ عَلٰى هٰذَا فَإِنَّهٗ لَوْ كَانَ مِنْ أَوْصَافِ الرُّوحِ لَمْ يَحْتَجْ لِتَخْصِيصِهٖ بِالْقَبْرِ (حاشیۃ السیوطی علی سنن النسائی ج ۳ ص ۲۱۳) شیخ بدر الدین بن الصاحب کی حیات انبیاء پر ایک مستقل تالیف ہے، اس میں وہ موسیٰ علیہ السلام کے قبر میں نماز پڑھنے والی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات میں صریح ہے کہ قبر میں موسیٰ علیہ السلام کی حیات ثابت ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو نماز اور قیام کے ساتھ متصف بیان کیا ہے اور یہ صفات روح کی نہیں بلکہ جسم کی ہیں اور قبر کے ساتھ تخصیص کرنا بھی اسی کی دلیل ہے کیونکہ اگر یہ چیزیں روح کے اوصاف میں سے ہوتیں تو قبر کے ساتھ ان کو خاص کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

امام شاطبی مالکی رحمۃ اللہ علیہ (ابراہیم بن موسیٰ بن محمد، غرناطی۔ م ۷۹۰ھ)

۴۳۰...... مَسْأَلَةُ عَذَابِ الْقَبْرِ وَهِيَ اسهل ولا بعد ولا نكير في كَوْنِ الْمَيِّتِ يُعَذَّبُ بِرَدِّ الرُّوحِ إِلَيْهِ

عَارِيَةً ثُمَّ تَعْذِيبُهُ عَلَى وَجْهٍ لَا يَقْدِرُ الْبَشَرُ عَلَى رُؤْيَتِهِ وَلَا سَمَاعِهِ فَنَحْنُ نَرَى الْمَيِّتَ يُعَالِجُ سَكَرَاتِ الْمَوْتِ وَيُخْبِرُ بِالْآلَامِ لَا مَزِيدَ عَلَيْهَا وَلَا نَرَى عَلَيْهِ مِنْ ذٰلِكَ أَثَرًا وَكَذٰلِكَ أَهْلُ الْأَمْرَاضِ الْمُؤْلِمَةِ وَأَشْبَاهُ ذٰلِكَ مِمَّا نَحْنُ فِيهِ مِثْلُهَا فَلِمَاذَا يُجْعَلُ اسْتِبْعَادُ الْعَقْلِ صَادًّا فِي وَجْهِ التصديق باقوال الرسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟ (الاعتصام للشاطبی ج ۲ ص ۲۹۵) عذاب قبر کا مسئلہ سہل ترین ہے اور اس میں کوئی بُعد اور کوئی اجنبیت نہیں کہ قبر کے اندر میت میں عارضی طور پر روح کو لوٹا کر اس کو عذاب دیا جائے۔ (عارضی اس لئے کہا کہ سوال جواب ہونے کے بعد روح واپس اپنے مستقر میں چلی جاتی ہے لیکن جسد کے ساتھ اتنا تعلق باقی رہتا ہے جس سے اتنی حیات پیدا ہو جاتی ہے جس کے ساتھ تکلیف وراحت کا احساس وادراک ہو سکے) پھر اس کو عذاب ایسے طور پر ہوتا ہے کہ آدمی نہ اس کو دیکھ سکتا ہے نہ اس کو سن سکتا ہے، جیسا کہ ہم قریب المرگ کو دیکھتے ہیں کہ وہ موت کی سختیوں کو برداشت کر رہا ہوتا ہے اور اپنی بے انتہاء تکلیفوں کی خبر دیتا ہے لیکن ہم اس آدمی پر اس کا ظاہری طور پر کوئی اثر نہیں دیکھتے۔ اسی طرح دردناک بیماریوں والے اور ان جیسے تکلیف زدہ لوگوں کی بھی یہی حالت ہے تو عذاب قبر جو ہمارا زیر بحث مسئلہ ہے یہ بھی اسی طریقے سے ہے تو (وہ غیبی امور جن کی رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے ان میں) عقل کے بعید سمجھنے کو رسول اللہ ﷺ کے فرامین کی تصدیق کرنے میں کیوں رکاوٹ بنایا جاتا ہے؟

۴۳۱...... مَسْأَلَةُ سُؤَالِ الْمَلَكَيْنِ لِلْمَيِّتِ وَإِقْعَادِهِ فِي قَبْرِهِ فَإِنَّهَا إِنَّمَا يُشْكِلُ إِذَا حَكَّمْنَا العقل الْمُعْتَادَ فِي الدُّنْيَا. وَقَدْ تَقَدَّمَ أَنَّ تَحْكِيمَهُ بِإِطْلَاقٍ غَيْرُ صَحِيحٍ لِقُصُورِهِ وَإِمْكَانِ خَرْقِ الْعَوَائِدِ اما بفسح الْقَبْرِ حَتّٰى يُمْكِنَ إِقْعَادُهُ أَوْ بِغَيْرِ ذٰلِكَ مِنَ الْأُمُورِ الَّتِي لَا تُحِيطُ بِمَعْرِفَتِهَا الْعُقُولُ (الاعتصام للشاطبی ج ۳ ص ۲۹۵) قبر میں منکر نکیر کا میت سے سوال کرنا اور اس کو بٹھانا تب مشکل لگتا ہے جب ہم دنیا والی معتاد عقل کے ساتھ فیصلہ کریں اور یہ بات گزر چکی ہے کہ علی الاطلاق عقل کے ساتھ فیصلہ کرنا صحیح نہیں۔ کیونکہ عقل ناقص ہے اور عادات کے خلاف ہونا ممکن ہے۔ باقی قبر میں میت کو بٹھانا اور سوال کرنا یا تو قبر کے فراخ کرنے کے ساتھ ہے۔ حتیٰ کہ میت کو بٹھانا ممکن ہوتا ہے یا اس کے علاوہ کوئی اور صورت ہوگی جس کا عقل احاطہ نہیں کر سکتی۔

ابن ابی العِز حنفی رحمۃ اللہ علیہ (صدر الدین علی بن محمد، اذرعی صالحی دمشقی۔م ۷۹۲ھ)

۴۳۲...... براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں ہے: فَتُعَادُ رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ. یہ لکھ کر مؤلف فرماتے ہیں: وَذَهَبَ إِلٰى مُوجَبِ هٰذَا الْحَدِيثِ جَمِيعُ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْحَدِيثِ وَلَهُ شَوَاهِدُ مِنَ الصَّحِيحِ اور تمام اہل سنت والجماعت کا اسی حدیث کے مطابق عقیدہ ہے اور اس حدیث کے صحیح احادیث سے شواہد موجود ہیں۔ (شرح الطحاویہ ص ۳۹۱)

۴۳۳...... وَقَدْ تَوَاتَرَتِ الْأَخْبَارُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثُبُوتِ عَذَابِ الْقَبْرِ وَنَعِيمِهِ... وَسُؤَالِ الْمَلَكَيْنِ فَيَجِبُ اعْتِقَادُ ثُبُوتِ ذٰلِكَ وَالْإِيمَانُ بِهِ ... فَإِنَّ عَوْدَ الرُّوحِ إِلَى الْجَسَدِ لَيْسَ عَلَى الْوَجْهِ الْمَعْهُودِ فِي الدُّنْيَا بَلْ تُعَادُ الرُّوحُ إِلَيْهِ إِعَادَةً غَيْرَ الْإِعَادَةِ الْمَأْلُوفَةِ فِي الدُّنْيَا فَالرُّوحُ لَهَا بِالْبَدَنِ خَمْسَةُ أَنْوَاعٍ مِنَ التَّعَلُّقِ الخ قبر کے عذاب وثواب اور منکر نکیر کے سوال کے ثبوت پر رسول اللہ ﷺ سے متواتر احادیث مروی ہیں۔ پس اس کے ثبوت کا عقیدہ رکھنا اور اس پر ایمان لانا واجب ہے......

(عذاب وثواب اور سوال موقوف ہے حیات پر اور حیات کی صورت ہے عود روح) پھر روح کا جسم کی طرف لوٹنا دنیا والے معروف طریقہ سے نہیں ہوتا، بلکہ روح جسم کی طرف لوٹائی جاتی ہے دنیا کے معروف اعادہ کے علاوہ برزخی اعادہ کے ساتھ، جس کی وضاحت یہ ہے کہ روح کے بدن کے ساتھ پانچ قسم کے تعلقات ہیں اور پانچوں کے احکام ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔(۱) روح کا بدن کے ساتھ تعلق جو ماں کے پیٹ میں ہے۔(۲) روح کا بدن کے ساتھ تعلق جو پیدا ہونے کے بعد بیداری کی حالت میں ہوتا ہے۔(۳) روح کا بدن کے ساتھ تعلق جو نیند کی حالت میں ہوتا ہے، یہ تعلق من وجہ ہوتا ہے۔(جس کی وجہ سے آدمی سانس لیتا ہے، نبض چلتی ہے، دل دھڑکتا ہے اور معدہ وغیرہ اعضاء اپنا وظیفہ ادا کرتے ہیں) اور من وجہ تعلق نہیں ہوتا (کہ نیند کی حالت میں آدمی اپنے کام کاج نہیں کر سکتا، ادھر ادھر دیکھ نہیں سکتا، نہ ہی بیداری والی اختیاری حرکات کر سکتا ہے)(۴) برزخ میں روح کا بدن کے ساتھ تعلق، اس میں روح بدن سے جدا ہو جاتی ہے لیکن یہ جدائی کلی طور پر نہیں ہوتی بلکہ جدا ہونے کے باوجود بدن کے ساتھ اس کا (غیر معلوم الکیفیۃ مخفی) تعلق قائم رہتا ہے اور جب کوئی آدمی اس پر سلام کرتا ہے تو بدن کی طرف روح کو لوٹایا جاتا ہے تاکہ میت سلام کا جواب دے۔ نیز یہ بھی حدیث میں ہے کہ دفن کرنے والے جب لوٹتے ہیں تو میت ان کی جوتیوں کی آواز سنتی ہے۔ وَهٰذَا الرَّدُّ إِعَادَةٌ خَاصَّةٌ لَا يُوجِبُ حَيَاةَ الْبَدَنِ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ اور یہ روح کا لوٹانا ایک خاص اعادہ ہے جس کے ساتھ قیامت سے پہلے بدن کی (محسوس کھلی) حیات ثابت نہیں ہوتی۔

__فائدہ:__ روح کا دنیا میں اعادہ دخول فی الجسد کی صورت میں ہوتا ہے اور برزخ میں سوال وجواب کے وقت جسم عنصری میں روح کا اعادہ دخول فی الجسد کی صورت میں ہوتا ہے، سوال جواب کے بعد روح اپنے مستقر علیین یا سجین میں چلی جاتی ہے اور روح کے جسم سے جدا ہونے کے باوجود اس کا جسم کے ساتھ ایک غیر معلوم الکیفیت تعلق ہوتا ہے جو سلام کے وقت پہلے کی نسبت قوی ہو جاتا ہے اسی کو اعادہ خاص کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے)(۵) قیامت کے دن روح کا بدن کے ساتھ تعلق اور یہ تعلق روح وبدن کے تعلقات میں سے کامل ترین ہے۔ (شرح الطحاویہ ص ۳۹۵)

۴۳۴...... وَلَيْسَ السُّؤَالُ فِي الْقَبْرِ لِلرُّوحِ وَحْدَهَا كَمَا قَالَ ابْنُ حَزْمٍ وَغَيْرُهُ، وَأَفْسَدُ مِنْهُ قَوْلُ مَنْ قَالَ: إِنَّهُ لِلْبَدَنِ بِلَا رُوحٍ وَالْأَحَادِيثُ الصَّحِيحَةُ تَرُدُّ الْقَوْلَيْنِ وَ كَذٰلِكَ عَذَابُ الْقَبْرِ يَكُونُ لِلنَّفْسِ وَالْبَدَنِ جَمِيعًا بِاتِّفَاقِ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ قبر میں اکیلی روح سے سوال نہیں ہوتا جیسا کہ ابن حزم وغیرہ کا مذہب ہے اور اس سے زیادہ فاسد عقیدہ ان لوگوں کا ہے جو کہتے ہیں کہ سوال بغیر روح کے فقط بدن سے ہوتا ہے۔ احادیث صحیحہ سے ان دونوں عقیدوں کی تردید ہوتی ہے۔

__فائدہ:__ احادیث کے لحاظ سے صحیح عقیدہ یہ ہے کہ سوال روح اور بدن کے مجموعہ سے ہوتا ہے۔ اسی طرح اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ قبر کا عذاب روح اور بدن دونوں کو ہوتا ہے۔ (ایضاً)

۴۳۵...... وَاعْلَمْ أَنَّ عَذَابَ الْقَبْرِ هُوَ عَذَابُ الْبَرْزَخِ فَكُلُّ مَنْ مَاتَ وَهُوَ مُسْتَحِقٌّ لِلْعَذَابِ نَالَهُ نَصِيبُهُ مِنْهُ قُبِرَ أَوْ لَمْ يُقْبَرْ أَكَلَتْهُ السِّبَاعُ أَوِ احْتَرَقَ حَتّٰى صَارَ رَمَادًا وَنُسِفَ فِي الْهَوَاءِ أَوْ صُلِبَ أَوْ غَرِقَ فِي الْبَحْرِ - وَصَلَ إِلٰى رُوحِهِ وَبَدَنِهِ مِنَ الْعَذَابِ مَا يَصِلُ إِلَى الْمَقْبُورِ جان لیجئے کہ قبر کا عذاب وہی برزخ کا عذاب ہے۔ پس ہر وہ آدمی جو فوت ہو گیا اور وہ عذاب کا مستحق ہو تو اس کو عذاب پہنچتا ہے خواہ دفن کیا گیا ہو یا دفن نہ کیا گیا ہو، اس کو درندوں نے کھا لیا، یا وہ جل گیا۔ حتیٰ کہ راکھ بن گیا اور اس کو فضا میں اڑا دیا گیا یا اس کو سولی پر لٹکایا گیا یا

وہ دریا میں غرق ہوگیا تو اس کے روح وبدن کی طرف وہی عذاب پہنچتا ہے جو مدفون کی طرف پہنچتا ہے۔ (ایضا)

۴۳۶...... اِنَّ الدُّوْرَ ثَلَاثَۃٌ دَارُ الدُّنْیَا وَدَارُ الْبَرْزَخِ وَدَارُ الْقَرَارِ وَقَدْ جَعَلَ اللّٰہُ لِکُلِّ دَارٍ اَحْکَامًا تَخُصُّھَا وَرَکَّبَ ھٰذَا الْاِنْسَانَ مِنْ بَدَنٍ وَنَفْسٍ وَجَعَلَ اَحْکَامَ الدُّنْیَا عَلَی الْاَبْدَانِ وَالْاَرْوَاحُ تَبَعٌ لَھَا وَجَعَلَ اَحْکَامَ الْبَرْزَخِ عَلَی الْاَرْوَاحِ وَالْاَبْدَانُ تَبَعٌ لَھَا فَاِذَا جَاءَ یَوْمُ حَشْرِ الْاَجْسَادِ وَقِیَامِ النَّاسِ مِنْ قُبُوْرِھِمْ صَارَ الْحُکْمُ وَالنَّعِیْمُ وَالْعَذَابُ عَلَی الْاَرْوَاحِ وَالْاَجْسَادِ جَمِیْعًا عالم کی تین قسمیں ہیں، عالم دنیا، عالم برزخ اور عالم آخرت اور اللہ تعالیٰ نے ہر عالم کے لئے علیحدہ احکام مقرر کئے ہیں جو اسی عالم کے ساتھ مختص ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انسان کو بدن اور روح سے مرکب کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عالم دنیا کے احکام اصالۃً ابدان (عنصریہ) پر رکھے ہیں اور روحوں کو ان کے تابع کیا ہے اور برزخ کے احکام اصالۃً روحوں پر رکھے ہیں اور بدنوں کو ان کے تابع کیا ہے اور جب قیامت آئے گی تو ثواب وعذاب ارواح اور اجساد دونوں پر یکساں ہوگا۔ (ایضا)

۴۳۷...... فَاِذَا تَاَمَّلْتَ ھٰذَا الْمَعْنٰی حَقَّ التَّاَمُّلِ ظَھَرَ لَکَ اَنَّ کَوْنَ الْقَبْرِ رَوْضَۃً مِنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ اَوْ حُفْرَۃً مِنْ حُفَرِ النَّارِ - مُطَابِقٌ لِلْعَقْلِ وَاَنَّہٗ حَقٌّ لَا مِرْیَۃَ فِیْہِ، وَبِذٰلِکَ یَتَمَیَّزُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ مِنْ غَیْرِھِمْ وَیَجِبُ اَنْ یُعْلَمَ اَنَّ النَّارَ الَّتِیْ فِی الْقَبْرِ وَالنَّعِیْمَ لَیْسَتْ مِنْ جِنْسِ نَارِ الدُّنْیَا وَلَا نَعِیْمِھَا، وَاِنْ کَانَ اللّٰہُ تَعَالٰی یُحْمِیْ عَلَیْہِ التُّرَابَ وَالْحِجَارَۃَ الَّتِیْ فَوْقَہٗ وَتَحْتَہٗ حَتّٰی تَکُوْنَ اَعْظَمَ حَرًّا مِنْ جَمْرِ الدُّنْیَا، وَلَوْ مَسَّھَا اَھْلُ الدُّنْیَا لَمْ یُحِسُّوْا بِھَا بَلْ اَعْجَبُ مِنْ ھٰذَا اَنَّ الرَّجُلَیْنِ یُدْفَنُ اَحَدُھُمَا اِلٰی جَنْبِ صَاحِبِہٖ وَھٰذَا فِیْ حُفْرَۃٍ مِنَ النَّارِ وَھٰذَا فِیْ رَوْضَۃٍ مِنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ لَا یَصِلُ مِنْ ھٰذَا اِلٰی جَارِہٖ شَیْءٌ مِنْ حَرِّ نَارِہٖ وَلَا مِنْ ھٰذَا اِلٰی جَارِہٖ شَیْءٌ مِنْ نَعِیْمِہٖ وَقُدْرَۃُ اللّٰہِ اَوْسَعُ مِنْ ذٰلِکَ وَاَعْجَبُ، وَلٰکِنَّ النُّفُوْسَ مُوْلَعَۃٌ بِالتَّکْذِیْبِ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِہٖ عِلْمًا وَقَدْ اَرَانَا اللّٰہُ فِیْ ھٰذِہِ الدَّارِ مِنْ عَجَائِبِ قُدْرَتِہٖ مَا ھُوَ اَبْلَغُ مِنْ ھٰذَا بِکَثِیْرٍ وَاِذَا شَاءَ اللّٰہُ اَنْ یُطْلِعَ عَلٰی ذٰلِکَ بَعْضَ عِبَادِہٖ اَطْلَعَہٗ وَغَیَّبَہٗ عَنْ غَیْرِہٖ، وَلَوْ اَطْلَعَ اللّٰہُ عَلٰی ذٰلِکَ الْعِبَادَ کُلَّھُمْ لَزَالَتْ حِکْمَۃُ التَّکْلِیْفِ وَالْاِیْمَانِ بِالْغَیْبِ وَلَمَا تَدَافَنَ النَّاسُ کَمَا فِی الصَّحِیْحِ عَنْہُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْلَا اَنْ لَا تَدَافَنُوْا لَدَعَوْتُ اللّٰہَ اَنْ یُسْمِعَکُمْ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ مَا اَسْمَعُ وَلَمَّا کَانَتْ ھٰذِہِ الْحِکْمَۃُ مُنْتَفِیَۃً فِیْ حَقِّ الْبَھَائِمِ سَمِعَتْ وَاَدْرَکَتْ (ایضا) جب پورے طور پر غور کیا جائے تو واضح ہوجاتا ہے کہ قبر کا روضۃ من ریاض الجنۃ یا حفرۃ من حفر النار ہونا عقل کے مطابق ہے اور یہ حق ہے جس میں کوئی شک نہیں اور اسی کے ساتھ غیب پر ایمان لانے والے مؤمنین کا دوسروں سے امتیاز ہوتا ہے اور اس بات کا جاننا ضروری ہے کہ قبر میں جو آگ ہے یا قبر میں جو نعمتیں ہیں یہ دنیا کی آگ اور دنیا کی نعمتوں جیسی نہیں، اللہ تعالیٰ میت پر ڈالی ہوئی مٹی کو اور اس پتھر کو جو اس کے اوپر اور نیچے ہے اس کو اتنا گرم کردے کہ اس میں دنیا کے انگاروں سے زیادہ حرارت ہو اور اگر اس کو دنیا والے چھوئیں تو ان کو اس میں کوئی آگ محسوس نہیں ہوگی، اس سے بھی زیادہ تعجب ناک بات یہ ہے کہ دو آدمی قریب قریب دفن کئے جاتے ہیں ان میں سے ایک آگ کے گڑھے میں ہے اور دوسرا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ میں ہے، نہ اس کی آگ کی حرارت کا اثر دوسری قبر کی طرف پہنچتا ہے اور نہ اس کی نعمتوں کا کوئی اثر اس کے پڑوسی کی قبر کی طرف پہنچتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت تو اس سے زیادہ وسیع اور زیادہ تعجب خیز ہے، لیکن نفوس اس چیز کی تکذیب میں زیادہ

حریص ہیں جس کا اُن کو پورا علم نہ ہو اور اللہ تعالیٰ نے اِسی جہان میں اپنی قدرت کے عجائبات ہمیں دکھائے ہیں جو اس سے بھی زیادہ کامل قدرت کے مظہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ جب چاہتے ہیں، اس (عذاب قبر) پر اپنے بعض بندوں کو مطلع کر دیتے ہیں اور بعض سے اس کو چھپا دیتے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ تمام بندوں کو اس پر مطلع کرتا تو تکلیف اور ایمان بالغیب کی حکمت ختم ہو جاتی اور وہ مردوں کو قبر میں دفن نہ کرتے جیسا کہ نبی ﷺ کی صحیح حدیث میں ہے کہ اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ وہ تمہیں عذاب قبر سنائے جو میں سنتا ہوں، لیکن یہ حکمت جانوروں کے حق میں منتفی ہے اس لئے جانور عذاب قبر سنتے ہیں اور اس کا ادراک کرتے ہیں۔

۴۳۸...... کیا عذاب قبر ہمیشہ رہتا ہے یا منقطع ہو جاتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عذاب قبر کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) دائمی عذاب جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: النار یعرضون علیها غدوا وعشیا ویوم تقوم الساعة الخ اس سے معلوم ہوا کہ قوم فرعون پر صبح شام آگ پیش ہوتی رہے گی قیامت قائم ہونے تک...... دوسری قسم کہ ایک عرصہ تک عذاب ہوگا پھر منقطع ہو جائے گا اور یہ بعض نافرمان مؤمنین کا عذاب ہے۔ پس اللہ تعالیٰ ان کے جرائم کے مطابق عذاب دے گا پھر تخفیف کر دے گا۔ (شرح الطحاویہ ص ۳۹۷)

علامہ تفتازانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (سعد الدین، مسعود بن عمر بن عبداللہ۔ م ۷۹۳ھ)

۴۳۹...... ویجوز ان یخلق الله فی جمیع الاجزاء او فی بعضها نوعا من الحیاة قدر ما یدرك الم العذاب ولذة النعیم وهذا لا یستلزم اعادة الروح الی بدنه ولا ان یتحرك ویضطرب (شرح عقائد نسفیہ ص ۷۷) اور یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ میت کے تمام اجزاء یا بعض میں ایک خاص قسم کی اتنی مقدار میں حیات پیدا کر دے کہ جس کے ساتھ میت عذاب وثواب کا ادراک کر سکے اور اس حیات میں روح کا بدن کی طرف (دائمی طور پر بصورت دخول فی البدن) لوٹنا لازم نہیں اور نہ یہ لازم ہے کہ وہ بدن حرکت کرے اور تڑپے۔

۴۴۰...... اتفق الاسلامیون علی حقیة سؤال منکر ونکیر فی القبر وعذاب الکفار وبعض العصاة الخ اہل اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ قبر میں منکر نکیر کا سوال اور کفار اور بعض نافرمانوں کا عذاب حق ہے...... اس دعوے پر ہمارے دلائل قرآنی آیات ہیں جیسے قوم فرعون کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا قول ہے: النار یعرضون علیها الخ یعنی قیامت سے پہلے ان پر صبح شام آگ پیش ہوگی اور یہی عذاب قبر ہے اور عذاب قبر پر اتنی احادیث ہیں کہ معنی کے لحاظ سے متواتر ہیں جیسے رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے اور جیسے ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ دو قبروں کے پاس گزرے اور فرمایا ان دونوں قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے اور عذاب قبر سے پناہ مانگنے کی احادیث متواتر ہیں۔ (المقاصد مع شرحہ ج ۲ ص ۲۲۰ تا ۲۲۲)

۴۴۱...... اتفق اهل الحق علی ان الله یعید الی المیت فی القبر نوع حیاة قدر ما یتالم ویتلذذ ویشهد بذلك الکتاب والاخبار والآثار ولکن توقفوا فی انه هل یعاد الروح الیه ام لا. وما یتوهم من امتناع الحیاة بدون الروح ممنوع وانما ذلك فی الحیاة الکاملة التی یکون معها القدرة والافعال الاختیاریة وقد اتفقوا علی ان الله تعالیٰ لم یخلق فی المیت القدرة والافعال الاختیاریة فلهذا لا یعرف حیاته کمن اصابته سکتة (ایضاً) اہل حق کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ

قبر کے اندر میت (کے بدن) میں ایک قسم کی حیات اتنی مقدار میں لوٹا دیتے ہیں جس کے ساتھ وہ تکلیف یا لذت کا اثر محسوس کرتا ہے اور اس پر کتاب اللہ، احادیث رسول اللہ اور آثار صحابہ کی شہادت موجود ہے، لیکن اس میں اہل حق نے توقف کیا ہے کہ روح کو بدن کی طرف (بصورت دخول) لوٹایا جاتا ہے یا نہیں اور یہ وہم کہ بغیر (دخول) روح کے حیات ممتنع ہے یہ وہم درست نہیں، کیونکہ دخول روح کی شرط حیات کاملہ میں ہے جس کے ساتھ آدمی کے اندر افعال اختیاریہ کی قدرت آجاتی ہے اور اس پر اہل حق کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میت میں افعال اختیاریہ کی قدرت نہیں رکھی۔ (لیکن منکر نکیر کے سوال کا وقت اس سے مستثنیٰ ہے) اسی وجہ سے اس کے ظاہر میں حیات کے آثار محسوس نہیں ہوتے، جیسا کہ جو آدمی قومہ میں چلا جائے اس کے ظاہر پر بھی آثار حیات محسوس نہیں ہوتے۔

امام زَرْکَشِی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (بدرالدین، ابوعبداللہ محمد بن بہادر۔ م ۷۹۴ھ)

۴۴۲......ص: ونعتقد ان عذاب القبر وسؤال الملكين والحشر والصراط والميزان حق. ش: اما عذاب القبر فاجمع سلف الامة ان الميت يحيا فيعذب فى قبره...وتواترت الاحاديث واستعاذ النبى صلى الله عليه وسلم منه. والمسالة سمعية فوجب الايمان به. وانكره اكثر المعتزلة الخ. (متن) ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ عذاب قبر اور منکر نکیر کا سوال وغیرہ برحق ہے۔ (شرح) امت کے سلف کا اس بات پر اجماع ہے کہ میت کو زندہ کیا جاتا ہے۔ (میت کا اطلاق روح اور بدن مثالی پر نہیں ہوتا، اس سے معلوم ہوا کہ قبر میں جسد عنصری کو زندہ کیا جاتا ہے کیونکہ وہی میت ہے اور اسی کو زندہ کیا جاتا ہے) پھر اس کو اس کی قبر میں عذاب دیا جاتا ہے...... اور عذاب قبر کے اثبات پر احادیث متواتر ہیں اور نبی ﷺ نے عذاب قبر سے پناہ پکڑی ہے اور عذاب قبر کا مسئلہ سمعی ہے، (عقلی نہیں) لہٰذا اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اکثر معتزلہ نے اس کا انکار کیا ہے اس بناء پر کہ ان کے نزدیک حیات کے لئے ڈھانچہ شرط ہے، جب ڈھانچہ ٹوٹ گیا تو وہ زندہ نہ رہا اور بے جان میت کو عذاب نہیں دیا جا سکتا۔ (تشنیف المسامع بجمع الجوامع ج ۴ ص ۸۱۱)

۴۴۳...... والحق ان الميت يحيا فى القبر للاحاديث الصحيحة فى عود روحه الى جسده وان الملكين ياتيانه فيقعدانه الخ حق یہ ہے کہ میت کو قبر میں زندہ کیا جاتا ہے اس پر دلیل وہ احادیث صحیحہ ہیں جن میں میت کے جسد کی طرف روح کے لوٹنے کا ذکر ہے اور یہ ذکر ہے کہ دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں۔ پس اس کو بٹھاتے ہیں اور میت کے ظاہر پر حیات اور عذاب کے اثرات کا نظر نہ آنا عدم حیات کی دلیل نہیں۔ جیسا کہ ملائکہ اور جنات موجود ہیں لیکن ہمیں نظر نہیں آتے اور قبر میں میت سے سوال و جواب سے زیادہ تعجب والی بات ہے اللہ تعالیٰ کا پشت آدم سے ذریت کو نکالنا اور پھر ان سے خطاب اور ان کا جواب۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں نبی ﷺ کے پاس جبریل آتے، وحی لاتے، نبی ﷺ اس کو دیکھتے اور ہم کلام ہوتے لیکن صحابہ کرام جبریل کو نہیں دیکھتے تھے یہ خرق عادت احوال میں سے ہے اور جو ایک خرق عادت چیز کا انکار کرے تو اس کے اوپر باقی خرق عادت امور کے ساتھ اعتراض ہوگا کہ پھر وہ ان کا بھی انکار کرے۔ (اس لئے ہم منکرین حیات کو کہتے ہیں کہ قبر میں میت کا زندہ ہونا، اس سے سوال و جواب اور عذاب خرق عادت ہے، اگر اس کا انکار کرتے ہو تو جبریل کے نبی پاک ﷺ کے پاس آنے کا بھی انکار کرو۔ وغیرہ وغیرہ!) علاوہ ازیں اس مسئلے میں یہ لازم ہے کہ قبر میں عذاب قبر کے وقوع اور اس کی صحت پر

ایمان لایا جائے، رہی کیفیت کی بات تو اس میں صحیح طور پر جو چیز ثابت ہے وہ ہے میت کی روح کا اس کے جسم میں لوٹنا۔ (باقی پورے جسم میں لوٹتی ہے یا بعض اجزاء میں، یہ کسی صحیح صریح حدیث سے ثابت نہیں) (ایضاً)

امام ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (زین الدین عبدالرحمن بن احمد بن رجب۔ م ۷۹۵ ھ)

۴۴۴...... وفی الآیة والحدیث دلیل علی ان قبض الارواح من الابدان لا یشترط له مفارقتها للبدن بالکلیة بل قد تقبض ویبقی لها به منه نوع اتصال کالنائم ویستدل بذلك علی ان اتصال الارواح بالاجساد بعد الموت لادراك البدن النعیم والعذاب او للسؤال عند نزول القبر لا یسمی حیاة تامة ولا مفارقتها للجسد بعد ذلك موتاً تاماً والا لکان المیت یحیی ویموت فی البرزخ مراراً کثیرة وهذا یرد قول من انکر اعادة الروح الی الجسد عند السؤال والنعیم او العذاب (فتح الباری لابن رجب ج ۵ ص ۱۰۵) آیت: اللہ یتوفی الانفس اور حدیث: ان اللہ قبض ارواحکم الخ، دونوں میں اس بات پر دلیل ہے کہ ابدان سے ارواح کے قبض کرنے کی یہ شرط نہیں کہ روح بدن سے بالکلیہ جدا ہو جائے، بلکہ روح قبض کی جاتی ہے اور اس کا بدن کے ساتھ اتصال قائم رہتا ہے جیسے نائم کی روح قبض ہوتی ہے لیکن روح کا اس کے بدن کے ساتھ تعلق و اتصال قائم رہتا ہے، اس سے اس بات پر استدلال کیا گیا ہے کہ موت کے بعد بدن کے ثواب و عذاب کے ادراک کے لئے یا قبر میں سوال جواب کے لئے ارواح کا اجساد کے ساتھ اتصال باقی رہتا ہے (جس سے حیات پیدا ہو جاتی ہے) اور اس حیات کو حیات تامہ نہیں کہا جاتا اور نہ ہی سوال و جواب کے بعد روح کے جسم سے نکلنے کو موت تام کہا جاتا ہے، ورنہ برزخ میں میت کا کثیر مرتبہ زندہ ہونا اور مرنا لازم آتا ہے، اس سے ان لوگوں کا قول رد ہو جاتا ہے جنہوں نے قبر میں سوال کے وقت اور ثواب و عذاب کے وقت جسم کی طرف روح کے لوٹانے کا انکار کیا ہے۔

۴۴۵...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اجعلوا فی بیوتکم من صلاتکم ولا تتخذوها قبوراً اپنی کچھ نماز گھروں میں پڑھا کرو اور گھروں کو قبریں نہ بناؤ، اس سے اس بات پر استدلال کیا گیا کہ قبروں میں نماز مکروہ ہے۔ کیونکہ قبریں زندوں کے لئے عادۃً نماز کا محل نہیں اور جو قبروں میں مردے ہیں وہ نماز پر قدرت نہیں رکھتے۔ لہٰذا عادۃً قبریں نماز سے خالی ہوتی ہیں، یہ لکھ کر مؤلف لکھتے ہیں: وهذا اخبار بحسب الغالب والا فقد شوهد صلاة بعض الموتی فی قبورهم ورئی ذلك فی المنام والیقظة ولکنه نادر یہ غالب عادت کے اعتبار سے ہے، ورنہ قبور میں بعض موتی کے نماز پڑھنے کا مشاہدہ کیا گیا ہے نیند میں بھی اور بیداری میں بھی، لیکن (بیداری میں دیکھنا) قلیل ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۲۳۲)

۴۴۶...... فهؤلاء السلف کلهم صرحوا بأن الروح تعاد الی البدن عند السؤال وصرح بمثل ذلك طوائف من الفقهاء والمتکلمین من اصحابنا وغیرهم کالقاضی ابی یعلی وغیره وانکر ذلك طائفة منهم ابن حزم وغیره وذکر ان السؤال للروح خاصة الخ تمام اسلاف نے صراحت کی ہے کہ قبر میں سوال کے وقت روح کو بدن کی طرف لوٹایا جاتا ہے اور ہمارے اصحاب میں سے بہت سے فقہاء و متکلمین نے بھی صراحت کی ہے...... اور ایک گروہ نے اس کا انکار کیا ہے، انہی منکرین میں سے ابن حزم وغیرہ ہیں۔ انہوں

نے کہا کہ سوال صرف روح سے ہوتا ہے اور اسی طرح خطاب بھی روح ہی سنتی ہے اور اس بات کا بھی انکار کیا کہ عذاب وغیرہ کے لئے قبر میں روح کو جسم کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔ منکرین نے کہا کہ اگر قبر میں بدن کے لئے حیات اور اس سے سوال وعذاب ہو تو بدن کے لئے تین حیاتیں اور تین موتیں لازم آتی ہیں، جب کہ قرآن میں دو موتوں اور دو حیاتوں کا ذکر ہے، لیکن ان کی یہ بات بہت ہی ضعیف ہے کیونکہ قرآن میں جو دو موتیں اور دو حیاتیں ذکر کی گئی ہیں اس سے کامل موت اور کامل حیات مراد ہے۔ (کامل موت یہ ہے کہ روح جسم سے جدا ہو جائے اور تعلق بھی منقطع ہو جائے اور کامل حیات یہ ہے کہ روح بدن کے اندر داخل ہو اور بدن میں مؤثر ہو) اور قبر میں جو روح کے بدن کے ساتھ اتصال کی وجہ سے حیات حاصل ہوتی ہے وہ حیات ناقص ہے، جب حیات ناقص ہے تو اس پر جو موت آئے گی وہ بھی ناقص ہوگی۔ اس کی مثال نائم ہے کہ اس کی روح نیند کی حالت میں جدا ہو جاتی ہے لیکن بدن کے ساتھ تعلق باقی رہتا ہے اس لئے نائم کے لئے حیات بھی ہے موت بھی ہے لیکن حیات ناقص ہے کیونکہ روح بدن سے جدا ہے اور موت بھی ناقص ہے کیونکہ روح کا بدن کے ساتھ تعلق باقی ہے، اسی طرح میت کی حیات ناقص ہے کہ روح اس سے جدا ہو کر علیین یا سجین میں ہے لیکن روح کا بدن کے ساتھ تعلق قائم ہے اس لئے موت بھی ناقص ہے اور جو لوگ بدن عنصری کے لئے حیات کا انکار کرتے ہیں وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ مؤمنین کی ارواح سبز پرندوں کے پوٹوں میں اور کفار کی ارواح سیاہ پرندوں کے پوٹوں میں رہتی ہیں اور اجساد عنصریہ بوسیدہ ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا ثواب وعذاب روح کو ہوتا ہے اور ارواح دوسرے اجساد میں ہوتی ہیں، اس لئے اجساد عنصریہ میں نہ حیات، نہ ان سے سوال، نہ ہی ثواب وعذاب۔ مؤلف فرماتے ہیں: وھذا لا حجۃ فیہ لانہ لا ینافی اتصال الروح ببدنہ احیانا لمعنا ئہ واستحالتہ اس میں کوئی حجت نہیں کیونکہ روح کا سبز یا سیاہ پرندوں کے پوٹوں میں ہونا اور بدن کا بوسیدہ ہونا اور اس کا تبدیل ہو جانا روح کے بدن کے ساتھ احیاناً (بصورت دخول فی البدن) اتصال کے منافی نہیں۔ اس حالت میں بھی اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ روح کا بدن کے ساتھ تعلق قائم کر دیتے ہیں۔ اسی طرح منکرین حیات نے یہ بھی کہا کہ جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا اور سولی پر لٹکایا گیا، ان کی لاش سولی پر لٹکی ہوئی تھی، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے تو ان کو کہا گیا کہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بھی مسجد میں موجود ہیں، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو تسلی دیتے ہوئے کہا: اصبری فان ھذہ الجثۃ لیست بشیء وانما الارواح عند اللہ صبر کیجئے کہ یہ جثہ کوئی چیز نہیں اور ارواح اللہ کے پاس ہیں...... مؤلف فرماتے ہیں: وھذہ الآثار لا تدل علی ان الارواح لا تتصل بالابدان بعد الموت انما تدل علی ان الاجساد لا تتضرر بما ینالھا من عذاب الدنیا وانما ھو نوع آخر یصل الی المیت بمشیئۃ اللہ و قدرتہ ان آثار سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ موت کے بعد ارواح کا ابدان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا، ہاں ابن عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جو دنیا میں عذاب کے اسباب ہیں جن سے زندہ آدمی کو ضرر پہنچتا ہے تو وہ اسباب عالم برزخ میں غیر مؤثر ہو جاتے ہیں، موت کے بعد ان سے اجساد کو ضرر نہیں ہوتا، کیونکہ برزخ کا عذاب ایک الگ قسم ہے جو اللہ کی مشیت اور اللہ کی قدرت کے ساتھ میت کی طرف پہنچتا ہے نہ کہ دنیا کے اسباب کے ساتھ۔ اسی طرح ارواح جو اللہ کے پاس ہیں اور جن کو ثواب وعذاب ہوتا ہے تو ان ارواح کا عند اللہ ہونا یہ بھی احیاناً ارواح کے بدن کے ساتھ (بصورت دخول فی البدن) متصل ہونے کے منافی نہیں، لہٰذا اس اتصال کی وجہ

سے روح اور جسد دونوں کو ثواب یا عذاب حاصل ہوتا ہے اور جسم کے بوسیدہ ہونے کے وقت یا اتصال سے پہلے بھی صرف اکیلی روح کو (اصالۃً) ثواب وعذاب ہوتا ہے ...... بہرکیف عذاب قبر کا اجساد پر واقع ہونا بہت سی احادیث سے ثابت ہے جن میں صراحت ہے کہ میت پر قبر اتنی تنگ ہو جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں ادھر ادھر گھس جاتی ہیں اور اگر عذاب فقط روح پر ہو تو تمہارے نزدیک روح اللہ کے پاس ہے پھر عذاب کی قبر کے ساتھ تخصیص اور قبر کی طرف نسبت کیسے درست ہے؟ (اھوال القبور واحوال اھلھا الی النشور ص ۸۳)

۴۴۷...... مؤلف نے اپنی کتاب میں مستقل فصل قائم کی ہے جس کا عنوان ہے: معرفة الموتی بمن یزورھم ویسلم علیھم مردوں کا اپنے زائر کو اور سلام کرنے والے کو پہچاننا، اس دعوے پر مؤلف نے متعدد احادیث ذکر کی ہیں۔ (ایضاً ص ۸۵، نیز تفسیر ابن رجب، پ ۲۰)

فائدہ: اگرچہ جمہور محدثین کے برعکس ابن رجب رحمہ اللہ نے اس مضمون کی بعض حدیثوں پر جرح کی ہے لیکن ان میں سے کسی کو موضوع نہیں کہا اور متعدد ضعیف حدیثیں ایک دوسرے کے لئے مؤید ہونے کی وجہ سے اُن کا قدر مشترک محدثین کے نزدیک صحیح شمار ہوتا ہے اور وہ احادیث حجت بن جاتی ہیں اور یہ بھی قاعدہ ہے کہ جب ضعیف حدیث متعدد اسناد سے ثابت ہو تو وہ درجہ حسن میں آ جاتی ہے۔ نیز ابن رجب رحمہ اللہ نے مرفوع احادیث کے بعد کچھ صحیح آثار صحابہ وتابعین ذکر کئے ہیں اور جب ضعیف حدیث کی آثار صحابہ اور آثار تابعین سے تائید ہو جائے تو اس سے بھی ضعف دور ہو جاتا ہے، اسی لئے ابن رجب رحمہ اللہ نے مذکورہ بالا دعویٰ پر ان احادیث مرفوعہ اور آثار کو دلیل کے طور پر ذکر کیا ہے۔

۴۴۸...... یحتمل ان یکون العرض بکرة وعشیا علی الروح المتصل بالبدن والروح وحدھا فی الجنة فتکون البشارة والتخویف للجسد فی ھذین الوقتین باتصال الروح به واما الروح ابدا فی تنعم او عذاب (ایضاً ص ۱۱۶) یہ احتمال ہے کہ صبح شام جنت ودوزخ کا ٹھکانہ پیش کرنا روح پر ہوتا ہے اور روح کا بدن کے ساتھ اتصال ہوتا ہے اور روح اکیلی جنت (یا دوزخ) میں ہوتی ہے، اس لئے ان دو وقتوں (صبح شام) میں بشارت اور تخویف جسد کے لئے بھی ہوتی ہے۔ کیونکہ روح کا اس کے ساتھ اتصال ہے، لیکن روح ہمیشہ ثواب میں یا عذاب میں رہتی ہے۔

۴۴۹...... واما السلام علی اھل القبور فلا یدل علی استقرار ارواحھم علی افنیة قبورھم فانه یسلم علی قبور الانبیاء والشھداء وارواحھم فی اعلی علیین ولکن مع ذلك لھا اتصال سریع فی الجسد الخ اہل قبور پر سلام کے حکم سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان کی ارواح ان کی قبروں کے اردگرد ہیں، کیونکہ انبیاء وشہداء کی قبور پر بھی سلام کیا جاتا ہے حالانکہ ان کی ارواح اعلیٰ علیین میں ہوتی ہیں، لیکن اس کے باوجود ارواح کا اجساد (عنصریہ) کے ساتھ ایسا اتصال ہوتا ہے جس کی وجہ سے روح تیزی کے ساتھ آ جا سکتی ہے، لیکن اس کی حقیقت معلوم نہیں کی جا سکتی، اس کی حقیقت اللہ ہی جانتے ہیں اور اس پر احادیث مرفوعہ وموقوفہ کے دلائل موجود ہیں، جیسے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سوئے ہوئے آدمی کی روح عرش کی طرف چڑھ جاتی ہے لیکن اس کا بدن کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اور جب آدمی بیدار ہوتا ہے تو تیزی کے ساتھ روح عرش سے بدن کی طرف لوٹ آتی ہے۔ پس مردوں کی ارواح جو بدنوں سے خارج ہیں بطریق اولیٰ تیزی کے ساتھ آسمان کی طرف چڑھتی ہیں اور قبر کی طرف لوٹتی ہیں۔

۴۵۰...... من هول المطلع ما يكشف للميت عند نزوله قبره من فتنة القبر فان الموتى يفتنون بالمسالة فى قبورهم مثل او قريبا من فتنة المسيح الدجال وما يكشف لهم فى قبورهم عن منازلهم من الجنة والنار وما يلقون من ضمة القبر وضيقته وهوله وعذابه ان لم يعاف الله من ذلك (لطائف المعارف ص ۳۹۸) وقوع موت کے بعد جو خوفناک حالات منکشف ہوتے ہیں ان میں سے چند یہ ہیں۔ (۱) قبر میں اترنے کے وقت میت کے لئے فتنہ قبر کا منکشف ہونا، کیونکہ مردوں کا ان کی قبروں میں منکر نکیر کے سوال کے ساتھ امتحان کیا جاتا ہے جو مسیح دجال کے فتنے کے قریب ہے۔ (۲) اور ان کے لئے ان کی قبروں میں جنت یا دوزخ کا ٹھکانہ منکشف ہوتا ہے۔ (۳) اور اگر اللہ تعالیٰ میت کو معاف نہ کرے تو قبر کا میت کو بھینچنا اور قبر کا تنگ ہونا اور قبر کی ہولناکی اور قبر کا عذاب۔

فائدہ: یہ سب کچھ موقوف ہے حیات پر۔

۴۵۱...... وقولُ قتادةَ فی اهلِ القليبِ احياهُمُ اللهُ تعالىٰ حتى اسمعَهُم قولَهُ يدلُّ على انَّ الميتَ لا يسمعُ القولَ الا بعد اعادةِ الروحِ الى جسده الخ اہل قلیب کے بارے میں قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول احیاهُمُ اللهُ تعالىٰ حتى اسمعَهُم اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ میت بات کو نہیں سنتی مگر جسم کی طرف روح کے اعادہ کے بعد (کیونکہ اِحیاءِ جسد موقوف ہے روح کے جسد کی طرف اعادہ پر) اسی طرح بہت سے اسلاف نے کہا ہے کہ قبر میں میت سے سوال کیا جاتا ہے روح کے اس کے جسم کی طرف لوٹانے کے بعد۔ جیسا کہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی طویل مرفوع حدیث میں اس کی صراحت ہے اور اس میں کافر کے بارے میں ہے: وتعاد روحه الى جسده اور مسند احمد میں حدیث براء رضی اللہ عنہ میں مؤمن اور کافر کے بارے میں ہے: وتعاد روحه الى جسده (اس کے علاوہ بھی مؤلف نے متعدد حدیثیں اس موضوع کی ذکر کی ہیں) (تفسیر ابن رجب ج ۲ ص ۹۹)

۴۵۲...... ومما يدلُّ على وقوعِ العذابِ على الاجسادِ الاحاديثُ الكثيرةُ فى تضييقِ القبرِ على الميتِ حتى تختلفَ اضلاعُهُ ولانه لو كانَ العذابُ على الروحِ خاصةً لم يختصَّ العذابُ بالقبرِ جن حدیثوں میں میت پر قبر کے تنگ ہونے کا بیان ہے۔ حتیٰ کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں ایسی احادیث بہت ہیں اور یہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ عذاب قبر اجساد پر واقع ہوتا ہے اور اس لئے بھی کہ اگر عذاب قبر صرف روح پر ہوتا تو عذاب کو قبر کے ساتھ مختص نہ کیا جاتا۔ (تفسیر ابن رجب ج ۲ ص ۱۰۴)

فائدہ: کیونکہ روح قبر میں مقید نہیں ہوتی اور عذاب کی قبر کی طرف نسبت اس بات کی دلیل ہے کہ عذاب روح کو بھی ہوتا ہے اور اس جسم کو بھی ہوتا ہے جو قبر میں ہے۔

عاقولی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن محمد بن عبداللہ۔ م ۷۹۷ھ)

۴۵۳...... ذكر سماع رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم سلام من يسلم عليه۔ عن انس انَّ رسولَ الله صلی اللہ علیہ وسلم قال ما مِنْ اَحدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ اِلَّا رَدَّ اللهُ تبارك وتعالىٰ عَلَيَّ رُوحِي حتّٰى اَرُدَّ عليه السلام اخرجه ابو داود (الرصف للعاقولی ج ۲ ص ۲۹۲) اس بات کا ذکر کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کہتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو سنتے ہیں۔ حضرت

انس رضی اللہ عنہ سے حدیث ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کوئی مجھ پر سلام کہے گا اللہ تبارک تعالیٰ مجھ پر میری روح کو متوجہ کردے گا۔ حتیٰ کہ میں سلام کا جواب دوں گا۔

اَرْدُبِیلِی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (جمال الدین، یوسف بن ابراہیم۔م ۷۹۹ھ)

۴۵۴...... ویخاطب بعد الموت بقول السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته لان الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون ویحجون کما ورد (کتاب الانوار لاعمال الابرار ج ۲ ص ۴۱) موت کے بعد زائر نبی کریم ﷺ کو مخاطب بنا کر یوں کہتا ہے: السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته کیونکہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں اور حج کرتے ہیں جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے۔

زَبِیدی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (ابوبکر بن علی بن محمد، حدادی یمنی۔م ۸۰۰ھ)

۴۵۵......وَاَمَّا تَلْقِینُ الْمَیِّتِ فِی الْقَبْرِ فَمَشْرُوعٌ عِنْدَ اَهْلِ السُّنَّةِ لِاَنَّ اللهَ تَعَالٰی یُحْیِیهِ فِی الْقَبْرِ وَصُورَتُه اَنْ یُقَالَ یَا فُلَانُ بْنَ فُلَانٍ اَوْ یَا عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبْدِ اللهِ اُذْکُرْ دِینَكَ الَّذِی کُنْتَ عَلَیْهِ وَقَدْ رَضِیتَ بِاللهِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِینًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا (الجوہرۃ النیرۃ علی مختصر القدوری ج ۱ ص ۱۰۲) اہل سنت کے نزدیک قبر میں مدفون میت کو تلقین کرنا مشروع ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ قبر میں اس کو زندہ کر دیتا ہے اور تلقین کی صورت یہ ہے کہ یوں کہا جائے۔ اے فلاں بن فلاں! یا اے عبداللہ بن عبداللہ! تو اپنے اس دین کو یاد کر جس پر تو تھا اور اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد کریم ﷺ کے نبی ہونے پر تو راضی تھا۔

نویں صدی

صدر الدین ابو الْمَعَالِی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن ابراہیم بن اسحاق۔م ۸۰۳ھ)

۴۵۶...... والحدیث صحیح دال علی ان عذاب القبر یلحق الجسد علی الکیفیة التی علمها الله (کشف المناہج والتناقیح ج ۱ ص ۱۲۱) اور حدیث (یعنی حدیث براء رضی اللہ عنہ) صحیح ہے اور وہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ عذاب قبر جسد کو بھی لاحق ہوتا ہے اور اس کی کیفیت اللہ کے علم میں ہے۔

امام ابن مُلَقِّن شافعی رحمۃ اللہ علیہ (سراج الدین، عمر بن علی بن احمد انصاری۔م ۸۰۴ھ)

۴۵۷...... فیه (حدیث جریدة) دلالة علی اثبات عذاب القبر وهو مذهب اهل السنة وجمهور المعتزلة کما ستعلمه وهو مما یجب اعتقاد حقیته وهو مما نقلته الامة متواترًا فمن انکر عذاب القبر او نعیمه فهو کافر لانه کذّب الله تعالیٰ ورسوله فی خبرهما (الاعلام بفوائد عمدۃ الاحکام ج ۱ ص ۵۱۶) حدیث جریدہ (یعنی وہ حدیث جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عذاب قبر کی تخفیف کے لئے کھجور کی چھڑی قبر پر گاڑی) یہ حدیث عذاب قبر کے اثبات کی دلیل ہے اور اہل سنت والجماعت اور جمہور معتزلہ کا یہی عقیدہ ہے اور اس کے حق ہونے کا عقیدہ رکھنا واجب ہے اور امت سے تواتر کے ساتھ منقول ہے، اس لئے جو شخص قبر کے عذاب یا ثواب کا منکر ہو وہ کافر ہے کیونکہ اس نے اللہ اور رسول کی تکذیب کی ہے

۴۵۸...... ونقل القرطبی عن الملحدة ومن تمذهب بمذهب الفلاسفة انكاره ثم قال والایمان به واجب حسب ما اخبر به الصادق ﷺ - وان الله یحیی العبد ویرد الیه الحیاة والعقل، بهذا نطقت الاخبار وهو مذهب اهل السنة والجماعة (الاعلام ج۱ ص۵۱۷) مؤلف فرماتے ہیں کہ امام قرطبی رحمہ اللہ نے ملحدین اور جن لوگوں نے فلاسفہ کا مذہب اختیار کیا ان سے عذاب قبر کا انکار نقل کر کے کہا کہ عذاب قبر پر ایمان لانا واجب ہے جیسا کہ سچے رسول ﷺ نے اس کی خبر دی اور بے شک اللہ تعالیٰ میت کو زندہ کرتا ہے اور اس کی طرف حیات اور عقل لوٹا دیتا ہے۔ احادیث میں اس کی صراحت ہے اور اہل سنت والجماعت کا مذہب یہی ہے۔

۴۵۹...... ثم المعذب عند اهل السنة الجسد بعینه او بعضه بعد اعادة الروح الیه او الی جزء منه وخالف فی ذلك محمد بن حزم وابن کرام وطائفة فقالوا لا یشترط اعادة الروح وهو فاسد توضحه الروایة السالفة (سمع صوت انسانین یعذبان) فان الصوت لا یکون الا من جسم حی اجوف (الاعلام ج۱ ص۵۱۹) اہل سنت والجماعت کے نزدیک قبر میں جسم یا جسم کے جزء کی طرف روح کو لوٹانے کے بعد عذاب پورے جسم کو ہوتا ہے یا اس کے بعض حصے کو اور اس میں ابن حزم اور ابن کرام اور ایک طائفہ نے مخالفت کی اور کہا کہ عذاب کے لئے روح کا اعادہ شرط نہیں اور یہ قول فاسد ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دو انسانوں کی آواز سنی جن کو قبر میں عذاب ہو رہا تھا اور یہ ظاہر بات ہے کہ آواز اس جسم سے ہوسکتی ہے جو زندہ ہو اور جوف دار ہو (اور وہ جسد عنصری ہے، جسم مثالی اور روح جوف دار جسم نہیں)

۴۶۰...... والانبیاء صلوات الله علیهم وسلامه احیاء فی قبورهم فتنبه له (الاعلام ج۲ ص۱۹) انبیاء صلوت اللہ علیہم وسلامہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں، اس کے لئے ہوشیار، باخبر اور چوکس رہ۔

۴۶۱...... (اعوذ بك من عذاب القبر) مصرح باثبات عذاب القبر وفتنته وهو مذهب اهل السنة والحق والایمان به واجب وهو متکرر مستفیض فی الاحادیث (الاعلام ج۳ ص۴۸۸) عذاب قبر سے استعاذہ والی حدیث میں صراحت ہے عذاب قبر اور فتنہ قبر کے اثبات پر اور یہی اہل سنت اور اہل حق کا مذہب ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے اور یہ تکرار کے ساتھ مشہور حدیثوں میں مذکور ہے۔

۴۶۲...... ان الجسد یعذب وهو مذهب اهل السنة (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۳ ص۲۶۳) جسم کو عذاب دیا جاتا ہے اور یہی اہل سنت کا مذہب ہے۔

فائدہ: اس سے جسد عنصری مراد ہے کیونکہ قبر میں جسد عنصری یا اس کے اجزاء ہوتے ہیں اس لئے جو قبر میں ہے عذاب قبر اُسی کو ہوتا ہے۔

۴۶۳...... وفیه دلالة علی اثبات عذاب القبر وهو مذهب اهل السنة وفیه المسائلة فی القبر قال ابو المعالی تواترت الاخبار ولم یزل ذلك مستفیضا قبل ظهور اهل البدع، والسؤال یقع علی اجزاء یعلمها الله تعالیٰ من القلب وغیره یحییها الله تعالیٰ ویوجه السؤال علیها (التوضیح ج۳ ص۴۳۴) تفتنون فی قبورکم والی حدیث عذاب قبر کے اثبات پر دلیل ہے اور یہی اہل سنت کا مذہب ہے اور اس حدیث میں قبر میں منکر نکیر کا سوال بھی مذکور ہے، ابوالمعالی نے کہا کہ عذاب قبر اور سوال قبر کی احادیث مواتر ہیں اور اہل بدعت (یعنی عذاب قبر اور سوال قبر کے منکرین) کے ظاہر ہونے سے پہلے یہی ہمیشہ مشہور رہا اور جسم کے محفوظ

نہ رہنے کی صورت میں سوال میت کے دل وغیرہ کے اجزاء پر واقع ہوتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں، اللہ ان اجزاء کو زندہ کرتا ہے اور سوال انہی پر متوجہ کیا جاتا ہے۔

۴۶۴...... والانبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم احیاء فی قبورھم فاعلمہ (التوضیح ج ۴ ص ۶۴۶) اور انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، پس اسی عقیدے پر یقین رکھ۔

۴۶۵...... قال ابو بکر بن مجاھد اجمع اھل السنۃ علی ان عذاب القبر حق وان الناس یفتنون فی قبورھم بعد ان یحیوا فیھا ویسالون ویثبت اللہ من احب تثبیتہ منھم (التوضیح ج ۱۰ ص ۱۵۴) ابوبکر بن مجاہد کہتے ہیں کہ اہل سنت کا اس بات پر اجماع ہے کہ عذاب قبر حق ہے۔ نیز قبروں میں زندہ کرنے کے بعد لوگوں کا امتحان کیا جاتا ہے اور ان سے سوال کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان میں سے جس کو ثابت قدم رکھنا پسند کرتے ہیں اس کو ثابت قدم رکھتے ہیں۔

۴۶۶...... وصوب الطبری تصحیح کل من الروایتین. والواجب الایمان بھما والاقرار بان اللہ یسمع من یشاء من خلقہ ماشاء من کلام خلقہ الخ امام طبری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث (جس میں سماع موتی کا اثبات ہے) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث (جس میں مردوں کے لئے علم وفہم کا اثبات ہے) دونوں کو صحیح قرار دینے کے بعد فرماتے ہیں کہ ان دونوں پر ایمان لانا اور ان کا اقرار کرنا واجب ہے۔ بایں طور کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتے ہیں مخلوق کے کلام میں سے جو چاہتے ہیں سناتے ہیں اور ان میں سے جس کو جو چاہتے ہیں سمجھا دیتے ہیں اور ان میں سے جس کو پسند کرتے ہیں اس کو قبر میں ثواب دیتے ہیں اور کافر کو اور جو عذاب کا مستحق ہو اس کو قبر میں جیسے چاہتے ہیں عذاب دیتے ہیں، اس پر سید البشر کی صحیح روایات موجود ہیں، جیسا کہ صحیح احادیث میں ہے مردے کا لوٹنے والوں کی جوتیوں کی آواز کا سننا اور قلیب بدر کا قصہ، وغیرہ اور قرآن کی یہ آیت: اِنَّ اللہَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَاۗءُ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ اور انك لا تسمع الموتی، ان احادیث کے خلاف نہیں کیونکہ ان دونوں آیتوں میں احتمال ہے کہ اس کا معنی یہ ہو کہ: انك لا تسمع الموتی بقدرتك اذ خالق السمع غیرك ونظیرہ وَمَآ اَنْتَ بِھٰدِی الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِھِمْ وذلك بالتوفیق، والھدایۃ بید اللہ. فنفی الرب عن نبیہ القدرۃ ان یسمع الموتی الا بمشیئتہ ... ویحتمل ان یکون المراد انك لا تُسمع الموتی اسماعًا ینتفعون بہ لانقطاع اعمالھم وانتقلوا الی دار الجزاء فلا ینفع الدعاء اذًا. لان اللہ ختم علیھم ان لا یؤمنوا. وکذا قولہ اِنَّ اللہَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَاۗءُ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ یرید انك لا تقدر علی اسماع من جعلہ اللہ اصم عن الھدی. وفی صدر الآیۃ ما یدل علی ھذا (التوضیح ج ۱۰ ص ۱۵۶) آپ اپنی قدرت کے ساتھ مردوں کو نہیں سنا سکتے، کیونکہ بوقت اسماع قوت سماعت پیدا کرنے والے آپ نہیں، اللہ ہے اور اس کی نظیر یہ آیت ہے: وَمَآ اَنْتَ بِھٰدِی الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِھِمْ آپ (دل کے) اندھوں کو گمراہی سے ہدایت نہیں دے سکتے اور یہ اس لئے کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کے توفیق اور اللہ تعالیٰ کے ہدایت دینے کے ساتھ ہوتی ہے اور توفیق وہدایت اللہ کے پاس ہے۔ پس رب تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خود اپنی قدرت کے ساتھ مردوں کو سنانے کی نفی کی ہے۔ اِلّا یہ کہ اللہ چاہے۔

فائدہ: اور آپ ﷺ سے قدرت اِسماع کی نفی کرنے کی وجہ یہ ہے کہ مردے عالم برزخ میں پہنچ چکے ہیں جہاں عالم دنیا کے اسباب غیر مؤثر ہو جاتے ہیں اس لئے اب مردوں کو سنانا دنیاوی اسباب کے تحت نہیں ہو سکتا، اب سنانا ہوگا اللہ کی قدرت کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ ان میں قوت سمع پیدا کر کے سنا دیتے ہیں اور مردوں میں قوت سمع پیدا کرنے کی اللہ میں قدرت ہے آپ ﷺ میں قدرت نہیں، جیسا کہ آیت کے شروع میں ہے: ان اللہ یسمع من یشاء وما انت بمسمع من فی القبور اب پوری آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ اپنی قدرت کے ساتھ جس کو چاہتا ہے سناتا ہے لیکن تم اپنی قدرت کے ساتھ مردوں کو نہیں سنا سکتے)...... اور یہ بھی احتمال ہے کہ دونوں آیتوں میں نفی مطلق سماع کی نہیں بلکہ سماع نافع کی نفی ہے، مطلب یہ ہوگا کہ آپ مردوں کو ایسے اسماع کے ساتھ نہیں سنا سکتے جس کے ساتھ وہ نفع حاصل کر لیں۔ کیونکہ ان کے اعمال منقطع ہو چکے ہیں اور وہ دار العمل سے دار الجزاء کی طرف منتقل ہو گئے ہیں، اس لئے ان کو دعوت دینے اور سنانے سے ان کو کوئی نفع نہیں ہوتا اور یہی حالت کفار معاندین کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے اس لئے وہ بھی سنتے تو ہیں لیکن اس سنانے اور اُن کے سننے سے ان کو کوئی نفع نہیں ہوتا۔

۴۶۷...... والاخبار اذا فی عذاب القبر صحیحة متواترة لا یصح علیها التواطؤ وان لم تصح مثلها لم یصح شیء من امر الدین (التوضیح ج ۱۰ ص ۱۵۸) اور عذاب قبر کے بارے میں احادیث صحیح اور متواتر ہیں، ان کے جھوٹ پر اتفاق محال ہے اور اگر ان جیسی متواتر احادیث بھی صحیح نہ ہوں تو دین کی کوئی بات صحیح نہیں ہو سکتی۔

۴۶۸...... ان الموت لیس بعدم انما هو انتقال من دار الی دار الخ موت عدمی چیز نہیں کیونکہ موت کا معنی ہے ایک دار سے دوسرے دار کی طرف منتقل ہونا، اس کی وضاحت یہ ہے کہ شہداء قتل اور دفن ہونے کے بعد زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں مقرب ہیں اور جب شہداء کے مدفون اجسام زندہ ہیں تو انبیاء علیہم السلام بطریق اولی زندہ ہیں اور اس کے زیادہ حقدار ہیں، اس کے باوجود انبیاء کی حیات پر نبی ﷺ کی صحیح احادیث موجود ہیں، حدیث میں ہے کہ زمین انبیاء کے اجساد کو نہیں کھاتی۔ (کیونکہ وہ زندہ ہیں) نیز نبی کریم ﷺ انبیاء کے ساتھ اسراء کی رات بیت المقدس اور آسمانوں پر جمع ہوئے خصوصاً موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ، تو ان مجموعی دلائل سے اس بات کا یقین ہو جاتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اگرچہ زندہ موجود ہیں لیکن وہ ہم سے ایسے طور پر غائب ہوئے کہ ہم ان کا ادراک نہیں کر سکتے اور یہ ملائکہ کے حال کی طرح ہے کہ وہ بھی زندہ موجود ہیں لیکن ہم ان کو دیکھ نہیں سکتے۔ اِلّا یہ کہ اللہ تعالیٰ کسی کو بطور کرامت کے مختص کرے اور اس کو دکھا دے۔ (التوضیح ج ۱۵ ص ۴۷۶)

۴۶۹...... واما صعق غیر الانبیاء فموت، واما صعق الانبیاء فالاظهر انه غشی. فاذا نفخ ثانیا، فمن مات حیی ومن غشی علیه افاق، ویحصل من هذا ان نبینا تحقق انه اول من یُفیق، واوّل من یخرج من قبره قبل الناس کلهم الانبیاء وغیرهم الاموسی (ایضا) قیامت کے دن صور پھونکے سے جو صعقہ ہوگا تو وہ غیر انبیاء کے حق میں موت ہے اور انبیاء کے حق میں قوی قول کے مطابق بیہوشی ہے اور جب دوسرا صور پھونکا جائے گا تو جو مر چکے وہ زندہ ہو جائیں گے اور جن پر بیہوشی ہوگی وہ افاقہ پائیں گے۔ اس سے نتیجہ یہ نکلا کہ ہمارے نبی ﷺ سب سے پہلے افاقہ پائیں گے اور آپ ہی سب سے پہلے قبر سے نکلیں گے مگر اس سے موسیٰ علیہ السلام مستثنیٰ ہیں۔

فائدہ: نفخہ اولیٰ سے غیر انبیاء کی موت کا وقوع دلیل ہے کہ پہلے وہ زندہ ہوں گے، اسی طرح انبیاء علیہم السلام پر بیہوشی بھی دلیل ہے کہ وہ زندہ تھے تبھی بیہوشی ہوگی اور یہی حیات حیات قبر ہے۔

۴۷۰...... ان الارواح تعاد الی الاجساد عند المسائلة وهو قول الاکثر من اهل السنة (التوضیح ج ۲۱ ص ۴۴) قبر میں سوال کے وقت ارواح کو اجساد کی طرف لوٹایا جاتا ہے، اکثر اہل سنت کا یہی قول ہے۔

۴۷۱...... اِنَّہٗ ﷺ قَالَ: استنزهُوا من البَوْلِ فَاِنَّ عَامَّةَ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْهُ هٰذَا الحَدِيث صَحِيح. وَله طرق كثيرات بِاَلْفَاظ مختلفات، وَفِي الْمَعْنٰى متفقات (البدر المنیر ج ۲ ص ۳۲۳) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پیشاب سے بچو کیونکہ اکثر قبر کا عذاب اس کی وجہ سے ہوتا ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے اور اس کی اسناد بہت ہیں، جو لفظاً مختلف ہیں معنیً متحد ہیں۔

۴۷۲...... مؤلف امام بیہقی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ قبور میں حیات انبیاء کے لئے احادیث صحیحہ سے دلائل موجود ہیں اور ان میں سے ہر ایک میں انبیاء کی حیات پر دلالت ہے۔ (البدر المنیر ج ۵ ص ۲۸۴)

۴۷۳...... وَحَدِيث اَبِي هُرَيْرَةَ اَيْضًا مَرْفُوعًا مَا من احد يسلم ... قلت رَوَاهُ اَبُو دَاوُد بِاِسْنَاد جيد وَالْمرَاد بِالروح هُنَا النُّطْق مجَازًا فتنبه لَهُ (البدر المنیر ج ۵ ص ۲۸۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث کہ جو کوئی مجھ پر سلام کرے گا۔ اللہ تعالیٰ میری روح کو مجھ پر متوجہ کر دے گا۔ حتیٰ کہ میں سلام کا جواب دوں گا۔ مؤلف اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں اس حدیث کو ابو داود نے عمدہ سند کے ساتھ نقل کیا ہے اور اس حدیث میں روح سے مجازاً نطق مراد ہے۔ (مطلب یہ کہ سلام کے جواب کے لئے اللہ تعالیٰ میری قوتِ نطق لوٹا دیں گے اور بولنا زندہ کی صفت ہے) اے مخاطب! اس کے لئے بیداری کا ثبوت دے۔

۴۷۴...... اَلْمَسْاَلَة السَّادِسَة اَنَّ مَاله لَا يُورث عَنهُ قَالَ ﷺ لَا نورث مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَة ثمَّ فِيهِ وَجْهَان اَحدهمَا اَنه صَدَقَة للْحَدِيث الْمَذْكُور ... واصحهما عِنْد الْاِمَام اَنه بَاقٍ على ملكه ينْفق مِنْهُ على اَهله كَمَا كَانَ عَلَيْهِ الصَّلَاة وَالسَّلَام يُنفقهُ فِي حَيَاتِهٖ وَوَجْهُهُ الْاِمَامُ بِاَنَّ الْاَنْبِيَاءَ اَحيَاءٌ الخ چھٹا مسئلہ یہ ہے کہ نبی ﷺ کا مال وراثت میں تقسیم نہیں ہوتا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لا نورث ہماری طرف سے وراثت نہیں دی جاتی، جو کچھ ہم چھوڑیں وہ صدقہ ہوتا ہے، وراثت جاری نہ ہونے کی دو وجہیں ہیں ایک وجہ یہ ہے کہ انبیاء کا چھوڑا ہوا مال صدقہ ہوتا ہے جیسا کہ اسی حدیث میں واضح طور پر مذکور ہے، دوسری وجہ بقائے ملک ہے، ان دونوں میں صحیح ترین وجہ یہ ہے کہ یہ مال آپ ﷺ کے ملک پر باقی ہے اس میں سے آپ ﷺ کے اہل پر خرچ کیا جاتا ہے جیسا کہ آپ ﷺ کی اپنی زندگی میں خرچ ہوتا تھا اور بقائے ملک کی وجہ یہ ہے کہ انبیاء زندہ ہیں، اسی وجہ سے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اس مال سے آپ ﷺ کے اہل اور خدام پر خرچ کرتے تھے اور آپ ﷺ کی حیات میں جن مصارف میں خرچ ہوتا تھا ان پر خرچ کرتے تھے۔ (غایۃ السول فی خصائص الرسول ص ۱۲۶)

زین الدین عراقی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (ابو الفضل، عبد الرحیم بن حسین بن عبد الرحمن، کُردی، مصری۔ م ۸۰۶ھ)

۴۷۵...... فِيهِ اِثْبَاتُ عَذَابِ الْقَبْرِ وَهُوَ مَذْهَبُ اَهْلِ الْحَقِّ خِلَافًا لِلْمُعْتَزِلَةِ وَقَدْ اشْتَهَرَتْ بِهِ الْاَحَادِيثُ حَتّٰى كَادَتْ اَنْ تَبْلُغَ حَدَّ التَّوَاتُرِ وَالْاِيمَانُ بِهٖ وَاجِبٌ (طرح التثریب فی شرح التقریب ج ۳ ص ۱۱۱) عذاب قبر سے استعاذہ والی حدیث میں عذاب قبر کا اثبات ہے اور یہی اہل حق کا مذہب ہے اور اس پر احادیث مشہور ہیں۔ حتیٰ کہ متواتر ہیں اور عذاب قبر پر ایمان لانا واجب ہے۔

۴۷۶...... فِيهِ اِثْبَاتُ عَذَابِ الْقَبْرِ لِاَنَّ عَرْضَ مَقْعَدِهٖ مِنَ النَّارِ عَلَيْهِ نَوْعٌ عَظِيمٌ مِنَ الْعَذَابِ وَهُوَ مَذْهَبُ اَهْلِ السُّنَّةِ وَقَدْ تَظَاهَرَتْ عَلَيْهِ اَدِلَّةُ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَلَا يَمْتَنِعُ فِي الْعَقْلِ اَنْ يُعِيدَ اللّٰهُ تَعَالٰى الْحَيَاةَ فِي جُزْءٍ مِنَ الْجَسَدِ وَيُعَذِّبَهٗ وَاِذَا لَمْ يَمْنَعْهُ الْعَقْلُ وَوَرَدَ بِهِ الشَّرْعُ وَجَبَ قَبُولُهٗ (طرح التثریب ج ۳ ص ۳۰۶) جس حدیث میں صبح شام دوزخ کا ٹھکانہ پیش کرنے کا ذکر ہے اس سے عذاب قبر ثابت ہوتا ہے، کیونکہ آگ کے ٹھکانے کا پیش کرنا عذاب کی ایک بڑی قسم ہے اور یہی اہل سنت کا مذہب ہے اس پر کتاب وسنت کے قوی دلائل موجود ہیں اور عقلاً محال نہیں کہ اللہ تعالیٰ جسد کے کسی جزء میں حیات لوٹا دے اور اس کو عذاب دے، جب عقلاً محال نہیں اور شریعت بھی اس کے ساتھ وارد ہوئی ہے تو اس کا قبول کرنا واجب ہے۔

۴۷۷...... ثُمَّ الْمُعَذَّبُ عِنْدَ اَهْلِ السُّنَّةِ الْجَسَدُ بِعَيْنِهٖ اَوْ بَعْضُهٗ بَعْدَ اِعَادَةِ الرُّوحِ اِلَيْهِ اَوْ اِلٰى جُزْءٍ مِنْهُ وَلَا يَمْنَعُ مِنْ ذٰلِكَ كَوْنُ الْمَيِّتِ قَدْ تَفَرَّقَتْ اَجْزَاؤُهٗ كَمَا نُشَاهِدُ فِي الْعَادَةِ اَوْ اَكَلَتْهُ السِّبَاعُ اَوْ حِيتَانُ الْبَحْرِ اَوْ نَحْوُ ذٰلِكَ فَكَمَا اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُعِيدُهٗ لِلْحَشْرِ وَهُوَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى قَادِرٌ عَلٰى ذٰلِكَ فَكَذَا يُعِيدُ الْحَيَاةَ اِلٰى جُزْءٍ مِنْهُ اَوْ اَجْزَاءٍ وَاِنْ اَكَلَتْهُ السِّبَاعُ وَالْحِيتَانُ (ایضاً) پھر اہل سنت کے نزدیک (قبر میں) پورے جسم کی طرف یا اس کے جزء کی طرف روح کو لوٹانے کے بعد (یعنی روح کا جسد کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کے بعد) عذاب پورے جسم کو ہوتا ہے یا بعض جسم کو اور میت کے اجزاء کا بکھر جانا یا درندوں مچھلیوں وغیرہ کا کھا جانا عذاب میں مانع نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ قیامت کے دن جسم کو لوٹائے اسی طرح اس پر بھی قادر ہے کہ وہ جسم کے ایک جزء کی طرف یا سب اجزاء کی طرف حیات کو لوٹائے اگرچہ درندوں یا مچھلیوں نے اس کو کھا لیا ہو۔

نور الدین هَیْثَمی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (ابوالحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان۔ م ۸۰۷ھ)

۴۷۸...... مؤلف نے مستقل باب قائم کیا ہے: باب حیاة الانبیاء فی قبورهم. اس کے تحت حدیث نقل کی الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون اور دوسری حدیث یہ نقل کی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ہے۔ ثُمَّ لَئِنْ قَامَ عَلٰى قَبْرِي فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ لَاُجِيبَنَّهٗ پھر اگر عیسیٰ علیہ السلام میری قبر کے پاس کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا یا محمد تو میں ان کو جواب دوں گا۔ (المقصد العلی فی زوائد ابی یعلی الموصلی ج ۳ ص ۱۳۱)

۴۷۹...... مؤلف نے یہ حدیث نقل کی۔ الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون رواه ابو یعلی اور فرماتے ہیں: رجال ابی یعلی ثقات (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج ۸ ص ۲۱۱)

۴۸۰...... مؤلف نے موارد الظمآن الی صحیح ابن حبان میں کتاب الجنائز میں یہ ابواب قائم کئے ہیں: باب فی المیت یسمع ویسال اس باب میں اس بات کا بیان ہے کہ میت سنتی ہے اور اس سے سوال کیا جاتا ہے...... باب الراحة فی القبر وعذابه اس باب میں قبر میں راحت اور عذاب کا بیان ہے۔

۴۸۱...... مؤلف نے المقصد العلی فی زوائد ابی یعلی الموصلی میں کتاب الجنائز میں دو باب قائم کئے ہیں: بَابُ عَذَابُ الْمَيِّتِ بِبُكَاءِ الْحَيِّ زندہ کے رونے کی وجہ سے میت کو عذاب کا ہونا...... بَابُ رَاحَةُ الْمُؤْمِنِ فِي قَبْرِهٖ وَعَذَابُ الْكَافِرِ فِيهِ قبر میں مؤمن میت کے لئے راحت اور کافر کے لئے عذاب کا بیان۔

۴۸۲...... ورالدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے غایۃ المقصد فی زوائد المسند میں تین ابواب قائم کئے ہیں: باب ضغطۃ القبر قبر کے بھینچنے کا بیان۔ باب فی فتنۃ القبر وعذابہ قبر کے سوال اور عذاب کا بیان۔ باب تعرض اعمال الاحیاء علی اقاربھم زندوں کے اعمال ان کے فوت شدہ اقارب پر پیش کئے جاتے ہیں۔

فائدہ: قرابت داری روح وجسم کے مجموعہ کے ساتھ ہوتی ہے صرف روح یا بدن بلا روح کے ساتھ نہیں ہوتی، کیونکہ قرابت جسم عنصری کے وجود میں آنے کے بعد شروع ہوتی ہے ورنہ ارواح پہلے بھی موجود تھیں، اس لئے اعمال بھی روح وجسم کے مجموعہ پر پیش ہوتے ہیں۔

۴۸۳...... مؤلف نے کشف الاستار عن زوائد البزار میں دو باب قائم کئے ہیں: باب عذاب المیت ببکاء الحی ونیاحتہ زندہ کے رونے اور نوحہ کرنے کی وجہ سے میت کے لئے عذاب کا ہونا۔ باب السوال فی القبر قبر میں سوال کا بیان۔

۴۸۴...... مؤلف نے مجمع الزوائد میں احوال میت کے بارے میں چار باب قائم کئے ہیں: باب عرض اعمال الاحیاء علی الاموات زندوں کے اعمال کا اموات پر پیش ہونا۔

فائدہ: یہاں اموات سے مراد روح وجسم کا مجموعہ ہے، ان کو دنیا والی موت کے اعتبار سے اموات کہا گیا ہے اور ان پر جو اعمال پیش ہوتے ہیں وہ ان کے باطن میں مخفی حیات برزخی کی وجہ سے ہوتے ہیں، اکیلی ارواح یا مثالی بدنوں پر اموات کا اطلاق نہیں ہوتا۔ باب فی ضغطۃ القبر قبر کے بھینچنے کا بیان۔ باب السوال فی القبر قبر میں منکر نکیر کے سوال کا بیان۔ باب فی العذاب فی القبر قبر میں عذاب کا بیان۔ باب ما یقول اذا زار القبور جب قبروں کی کوئی زیارت کرے تو کیا کہے؟

فائدہ: ان چاروں ابواب کے تحت مؤلف نے ان کے ثبوت میں احادیث ذکر کی ہیں اور یہ چاروں ابواب میں پیش کردہ عقائد اور ان کے ثبوت پر پیش کردہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قبور کے اندر اموات میں حیات ہوتی ہے کیونکہ یہ سب امور حیات پر موقوف ہیں۔

کمال الدین دَمیری شافعی رحمۃ اللہ علیہ (ابوالبقاء محمد بن موسیٰ بن عیسیٰ۔م ۸۰۸ھ)

۴۸۵...... انبیاء علیہم السلام کے بارے میں لکھتے ہیں: انھم فی قبورھم احیاء یصلون (النجم الوہاج فی شرح المنہاج ج ۲ ص ۲۴۶) انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں۔

۴۸۶...... قال (ویسن ان یقف جماعۃ بعد دفنہ عند قبرہ ساعۃ یسالون لہ التثبیت) لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا فرغ من دفن میت وقف علیہ وقال استغفروا لاخیکم واسالوا لہ التثبیت فانہ الآن یسال رواہ البزار وابو داود والحاکم والبیھقی من روایۃ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ قال الحاکم: صحیح الاسناد وقال عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ اقیموا حول قبری قدر ما تنحر جزور ویقسم لحمھا حتی استانس بکم واعلم بماذا اراجع رسل ربی رواہ مسلم (النجم الوہاج ج ۳ ص ۱۲۰) سنت یہ ہے کہ میت کو دفن کرنے کے بعد اس کی قبر کے پاس کچھ دیر ایک جماعت ٹھہر جائے وہ اس کے لئے ثابت قدمی کی دعا کرے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کے دفن سے فارغ ہو جاتے تو اس کی قبر پر ٹھہر جاتے اور فرماتے

اپنے بھائی کے لئے بخشش طلب کرو اور اس کے لئے ثابت قدمی کی دعا کرو۔ کیونکہ اب اس سے سوال کیا جائے گا اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ دفن کرنے کے بعد میری قبر کے اردگرد اتنی دیر ٹھہرے رہو جتنی دیر میں اونٹ ذبح کیا جاتا ہے اور اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ میں تمہاری وجہ سے اُنس پکڑوں اور میں جان لوں کہ میں اپنے رب کے قاصدوں کے سوال کا کیا جواب دوں۔

۴۸۷...... استحب القاضی حسین ونصر المقدسی وغیرهما تلقین المیت المکلف بعد الدفن مستدلین بان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقن ولده ابراهیم وهو غریب ولم یزل اهل الشام علی العمل به فیقعد الملقن عند راس القبر ویقول یا عبد الله ابن امة الله! اذکر العهد الذی فارقتنا علیه شهادة ان لا اله الا الله وحده لا شریك له وان محمدا عبده ورسوله وان الجنة حق وان النار حق وان البعث حق وان الساعة آتیة لا ریب فیها وان الله یبعث من فی القبور وانك رضیت بالله ربًا وبالاسلام دینًا وبمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیًا وبالقرآن اماما وبالکعبة قبلة وبالمؤمنین اخوانًا (النجم الوہاج ج ۳ ص ۱۲۰) مؤلف فرماتے ہیں کہ قاضی حسین اور نصر مقدسی وغیرہ کے نزدیک دفن کے بعد مکلف میت کو تلقین کرنا مستحب ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے ابراہیم کو تلقین کی (جب غیر مکلف کو تلقین ثابت ہے تو مکلف کے لئے تلقین بطریق اولیٰ مستحب ہے) اور ہمیشہ اہل شام اس پر عمل کرتے رہے۔ پس تلقین کرنے والا قبر کے سر کی جانب بیٹھ جائے اور کہے اے اللہ کے بندے! اللہ کی بندی کے بیٹے! اس عہد کو یاد کر جس پر تو ہم سے جدا ہوا یعنی توحید و رسالت کی شہادت اور اس بات پر شہادت کہ جنت حق ہے، جہنم حق ہے، بعث حق ہے اور قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں اور یہ بات بھی حق ہے کہ جو قبروں میں ہیں اللہ ان کو اٹھائے گا اور یہ بھی یاد کر کہ تو اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر، قرآن کے مقتدیٰ ہونے پر، کعبہ کے قبلہ ہونے پر، مؤمنین کے بھائی ہونے پر راضی تھا۔

۴۸۸...... فاذا فرغ من الصلاة شکر الله علی هذه النعمة ثم یزور بادب وخضوع فیقول غیر رافع صوته کثیرًا: السلام علیك یا رسول الله. السلام علیك یا نبی الله. السلام علیك یا سید المرسلین... ثم یتاخر صوب یمینه قدر ذراع فیسلم علی ابی بکر الصدیق. ثم قدر ذراع فیسلم علی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ وعن سائر الصحابة اجمعین ثم یرجع الی موقفه الاول قُبالة وجه النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویتوسل به ویتشفع الی الله سبحانه (النجم الوہاج ج ۳ ص ۵۵۷) جب (مسجد نبوی میں) تحیۃ المسجد سے فارغ ہو جائے تو اس نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرے، پھر ادب اور عاجزی کے ساتھ قبر شریف کی زیارت کرے، پھر (بصیغہ خطاب) کہے: السلام علیك یا رسول الله. السلام علیك یا نبی الله اور اس میں آواز زیادہ بلند نہ کرے، پھر اپنے دائیں جانب ایک ہاتھ کی مقدار پیچھے ہٹے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر سلام کرے، پھر ایک ہاتھ اور پیچھے ہٹے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر سلام کرے، پھر اپنی پہلی جگہ کی طرف لوٹ آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کے سامنے ٹھہر جائے اور آپ کے ذریعے وسیلہ پکڑے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف شفاعت طلب کرے، (اس کے بعد مؤلف نے عتبی کا واقعہ ذکر کیا ہے اور جو کچھ عتبی رحمہ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر کلمات کہے اس کی بھی تعریف کی ہے)...... اور ادب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک سے اتنا دور کھڑا ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں حاضری کے وقت

جتنا کوئی دور کھڑا ہوتا تھا اور جب واپسی کے سفر کا ارادہ ہو تو مستحب یہ ہے کہ مسجد نبوی میں دو رکعتیں پڑھ کر مسجد کو الوداع کہے، پھر قبر شریف پر آئے اور پہلے کی طرح سلام دہرائے اور دعا کرے: اللّٰھم لا تجعلہ آخر العھد الخ۔

ابوبکر مَرَاغی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (زین الدین ابوبکر بن حسین بن عمر۔ م ۸۱۶ھ)

۴۸۹...... ان التوسل والاستغاثة والتشفع بالنبی واقع فی کل حال ... الحال الثالث التوسل به ﷺ بعد موته لما رواه الطبرانی فی معجمه الکبیر من حدیث عثمان بن حُنیف اَنَّ رَجُلًا کَانَ یَخْتَلِفُ اِلٰی عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رضی اللہ عنہ فِی حَاجَةٍ لَهٗ فَکَانَ عُثْمَانُ لَا یَلْتَفِتُ اِلَیْهِ وَلَا یَنْظُرُ فِی حَاجَتِهٖ فَلَقِیَ ابْنَ حُنَیْفٍ فَشَکٰی ذٰلِکَ اِلَیْهِ فَقَالَ لَهٗ عُثْمَانُ بْنُ حُنَیْفٍ ائْتِ الْمِیضَاةَ فَتَوَضَّأْ ثُمَّ ائْتِ الْمَسْجِدَ فَصَلِّ فِیْهِ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ قُلْ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ ﷺ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فَتُقْضٰی لِیْ حَاجَتِیْ وَتَذْکُرُ حَاجَتَکَ وَرُحْ حَتّٰی اَرُوْحَ مَعَکَ فَانْطَلَقَ الرَّجُلُ فَصَنَعَ مَا قَالَ لَهٗ ثُمَّ اَتٰی بَابَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رضی اللہ عنہ فَجَاءَ الْبَوَّابُ حَتّٰی اَخَذَ بِیَدِهٖ فَاَدْخَلَهٗ عَلٰی عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رضی اللہ عنہ فَاَجْلَسَهٗ مَعَهٗ عَلَی الطِّنْفِسَةِ فَقَالَ حَاجَتُکَ؟ فَذَکَرَ حَاجَتَهٗ وَقَضَاهَا لَهٗ ثُمَّ قَالَ لَهٗ مَا ذَکَرْتُ حَاجَتَکَ حَتّٰی کَانَ السَّاعَةُ وَقَالَ مَا کَانَتْ لَکَ مِنْ حَاجَةٍ فَاذْکُرْهَا (تحقیق النصرة ص ۱۱۳) نبی کریم ﷺ کے ذریعے وسیلہ پکڑنا، مدد طلب کرنا، سفارش طلب کرنا ہر حالت میں جائز ہے، آپ ﷺ کی زندگی میں تو اس کے جواز میں کوئی شک نہیں تھا، وفات کے بعد آپ ﷺ کے ساتھ وسیلہ پکڑنے کی دلیل یہ ہے کہ طبرانی کی معجم کبیر میں عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کا قصہ ہے کہ ایک آدمی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف اپنی حاجت لے کر جاتا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نہ اس کی طرف توجہ کرتے نہ اس کی حاجت کے بارے میں غور کرتے، یہ شخص عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ملا اور اپنی مشکل ان کے سامنے ذکر کی، عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ وضو کریں پھر مسجد نبوی میں آئیں، اس میں دو رکعتیں پڑھیں، پھر یہ دعا کریں اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں اور آپ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اپنے نبی محمد ﷺ کے وسیلہ سے جو نبی رحمت ہیں، اے محمد کریم! میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ پس پوری کی جائے میرے لئے میری حاجت اور دعا میں اپنی حاجت کا ذکر بھی کر اور پھر شام کے وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جا، میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گا، اس آدمی نے ایسا ہی کیا کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر آیا، دربان آیا۔ حتیٰ کہ اس نے اس آدمی کا ہاتھ پکڑا اور اس کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو قالین پر اپنے ساتھ بٹھایا اور پوچھا تیری حاجت کیا ہے؟ اس نے اپنی حاجت ذکر کی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کی حاجت پوری کر دی، پھر فرمایا کہ اب تک میں نے تیری حاجت سمجھی نہیں تھی اور فرمایا کہ آئندہ جو بھی کوئی تیری حاجت ہو اس کا میرے سامنے ذکر کر دیا کر۔

۴۹۰...... التنبیه الثانی فی حیاة الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام اعلم ان کتب السنة متضمنة لاحادیث دالة علی ان روح النبی ﷺ ترد علیه وانه یسمع ویرد علیهم السلام فنذکر طرفا من ذالك فنقول الخ اس مقام میں مؤلف نے دوسری تنبیہ اس بات پر کی ہے کہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اور فرماتے ہیں یہ بات جان لیجئے کہ کتب حدیث میں ایسی احادیث موجود ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ نبی ﷺ کی روح

مبارک آپ کی طرف متوجہ کی جاتی ہے اور آپ سلام سنتے ہیں اور اس کا جواب دیتے ہیں، اس کے بعد مؤلف نے سات صفحات پر دلائل ذکر کئے ہیں۔ (تحقیق النصرۃ ص ۱۱۶)

سید شریف جُرجانی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (علی بن محمد بن علی۔م ۸۱۶ھ)

۴۹۱...... واذا ثبت التعذيب ثبت الاحياء والمسالة لان كل من قال بعذاب القبر قال بهما...(ومن قال بالاحياء فيه قال بالمسئلة والعذاب) ايضا قد ثبت ان الكل حق...وقال بعضهم لا بعد في رد الحياة الى بعض اجزاء البدن فيختص بالاحياء والمسالة والعذاب وان لم يكن ذلك مشاهدا لنا (شرح مواقف ج۸ ص ۳۲۶) جب قبر میں عذاب ثابت ہو گیا تو حیات اور سوال بھی ثابت ہو گیا، کیونکہ جو لوگ بھی عذاب قبر کے قائل ہیں وہ قبر میں حیات اور سوال کے بھی قائل ہیں...... اور جو حیات کا قائل ہو وہ سوال اور عذاب کا قائل ہوتا ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ قبر میں حیات، سوال اور عذاب میں سے ہر ایک حق ہے...... اور بعض علماء نے کہا کہ بدن عنصری کے بعض اجزاء کی طرف حیات کے لوٹانے میں کوئی بُعد نہیں اور وہی بعض اجزاء مختص ہوں گے حیات، سوال اور عذاب کے ساتھ، اگرچہ ہمیں اس کا مشاہدہ نہ ہو۔

ابوزُرعہ عراقی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (ولی الدین احمد بن عبدالرحیم، کردی، مصری۔م ۸۲۶ھ)

۴۹۲...... عَذَابُ القَبْرِ وسُؤَالُ الْمَلَكَيْنِ فَاَجْمَعَ عَلَيْهِ سَلَفُ الأَئِمَّةِ وقَالَ بِهِ جَمِيعُ عُلَمَاءِ السُّنَّةِ وَدَلَّ عَلَيْهِ قَوْلُهُ تَعَالىٰ النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا اَىْ فِي البَرْزَخِ بِدَلِيلِ قَوْلِهِ بَعْدَهُ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ وفِي الصَّحِيحِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ يُثَبِّتُ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا نَزَلَتْ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ وَاستعَاذَ مِنْهُ النَّبِيُّ ﷺ وتَوَاتَرَتْ بِهِ الأَحَادِيثُ (الغيث الهامع شرح جمع الجوامع ص ۷۸۲) عذاب قبر اور منکر نکیر کے سوال پر ائمہ سلف کا اجماع ہے اور اسی کے قائل ہیں تمام اہل سنت علماء اور اسی پر دلالت کرتا ہے اللہ تعالیٰ کا یہ قول النار يعرضون الخ یعنی ان پر آگ پیش کی جاتی ہے برزخ (قبر) میں اور اس کی دلیل بعد والا یہ قول ہے: ويوم تقوم الساعة الخ (کیونکہ اِس سے پہلے غرق ہونے کا ذکر ہے جو دنیا کا عذاب ہے اور يوم تقوم الساعة میں عذابِ آخرت کا ذکر ہے تو النار يعرضون الخ عذاب قبر ہے۔ نیز ويوم تقوم الساعة کا عطف ہے: النار يعرضون پر اور عطف مغایرت کا تقاضا کرتا ہے) نیز نبی ﷺ سے صحیح حدیث ہے کہ يثبت الله الذين آمنوا الخ یہ آیت عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور نبی ﷺ نے عذاب قبر سے پناہ پکڑی ہے اور اس پر احادیث متواتر ہیں۔

۴۹۳...... ثُمَّ اخْتَلَفَ اَصْحَابُنَا فِي اَنَّهُ هَلْ يَكُونُ بَعْدَ اِحيَاءِ الْمَيِّتِ بِجُمْلَتِهِ اَوْ بَعْدَ اِحيَاءِ اَقَلِّ جُزْءٍ يَحْتَمِلُ الحَيَاةَ وَالعَقْلَ، وبِالاَوَّلِ قَالَ الْحَلِيمِيُّ وبِالثَّانِي قَالَ ابْنُ جَرِيرٍ الطَّبَرِيُّ وإمَامُ الحَرَمَيْنِ ...يَأْتِيهِ مَلَكَانِ فَيُقْعِدَانِهِ ... يُضْرَبُ بِمِطْرَقَةٍ مِنْ حَدِيدٍ ضَرْبَةً بَيْنَ اُذُنَيْهِ فَيَصِيحُ صَيْحَةً (ایضا) ہمارے علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ عذاب قبر میت کو زندہ کرنے کے بعد اس کے پورے جسم کو ہوتا ہے یا کم از کم ایک جزء جس میں حیات و عقل کا احتمال ہو اس کے زندہ کرنے کے بعد اس کو عذاب ہوتا ہے؟ حلیمی پہلی صورت کے قائل ہیں اور ابن

جریر طبری اور امام الحرمین دوسری صورت کے قائل ہیں۔ قبر میں زندہ ہونے کے بعد میت کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اس کو بٹھاتے ہیں اور کافر کو لوہے کے ہتھوڑے کے ساتھ مارا جاتا ہے دونوں کانوں کے درمیان پس وہ بہت چیختا ہے۔

فائدہ: پورے جسم یا جسم کے ایک جزء میں حیات پیدا کرنا، جسم کو بٹھانا، کانوں کے درمیان مارنا اور میت کا چیخنا، یہ سب جسد عنصری کی صفات ہیں، روح یا جسد مثالی کی نہیں۔

۴۹۴...... وَاخْتَلَفَتِ الْمُعْتَزِلَةُ فِي ذٰلِكَ فَأَنْكَرَهُ أَكْثَرُهُم وَقَالَ بعضُهم التَّعذِيبُ لِلرُّوحِ دُونَ البدنِ وقَالَ بعضُهم يُعَذَّبُ بِلا اِعَادةِ رُوحٍ فَإِذَا عَادَتْ اِلَيْهِ الرُّوحُ يومَ القيامةِ ظَهَرَ عَلَيْهِ الاَلَمُ كَمَنْ يطعم بَنْجًا ثُمَّ يَخْرُجُ لَا يُحِسُّ بِالاَلَمِ اِلَّا بَعْدَ عَوْدِ اِحسَاسِهٖ اِلَيْهِ. وَقَدْ صَحَّ مِنْ حديثِ البَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ اِعَادَةُ الرُّوحِ اِلَى الْجَسَدِ رَوَاهُ اَبُو دَاودَ وَصَحَّحَهٗ جَمَاعَةٌ (الغیث الہامع ص ۷۸۳) عذاب قبر کے بارے میں معتزلہ کا اختلاف ہے، اکثر معتزلہ نے اس کا انکار کیا ہے اور بعض نے کہا کہ عذاب فقط روح کو ہوتا ہے بدن کو نہیں ہوتا اور بعض نے کہا کہ بدن کو بغیر اعادۂ روح کے عذاب دیا جاتا ہے جس میں اس کو تکلیف کا احساس نہیں ہوتا اور جب قیامت کے دن روح بدن کی طرف لوٹے گی تو اُس وقت اُس پر تکلیف ظاہر ہوگی، جیسے وہ آدمی جو بھنگ سے نشہ کرلے تو اس کو تکلیف محسوس نہیں ہوتی اور جب اس کی حالت بحال ہوتی ہے تو تکلیف محسوس کرتا ہے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے صحیح حدیث مروی ہے جس میں جسد (عنصری) کی طرف روح کے لوٹانے کا ذکر ہے، اس کو ابوداود نے روایت کیا ہے اور محدثین کی ایک جماعت نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

امام بزازی حنفی رحمۃ اللہ (حافظ الدین، محمد بن محمد، کُردری۔ م ۸۲۷ھ)

۴۹۵...... امام سیوطی رحمۃ اللہ فتاویٰ بزازیہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں: السُّؤالُ فِيمَا يَسْتَقِرُّ فِيهِ الْمَيِّتُ حَتّٰى لَوْ اكله سبعٌ فالسؤال فِي بَطْنِهٖ فَإِن جعل فِي تَابُوت اَيَّامًا فنقله اِلٰى مَكَان آخر لَا يسْأَل مَا لم يدْفن (شرح الصدور ص ۹۷) قبر کا سوال اس جگہ میں ہوتا ہے جس میں میت قرار پکڑے حتیٰ کہ اگر اس کو درندہ کھا جائے تو سوال درندے کے پیٹ میں ہوتا ہے، پس اگر میت کو (بطور امانت) کچھ دن تابوت میں رکھا گیا تاکہ اس کو دوسری جگہ کی طرف منتقل کیا جائے تو جب تک اس کو اس کے مستقل مدفن میں دفن نہ کیا جائے اس سے سوال نہیں ہوتا۔

قاضی دَمَامِینِی مالکی رحمۃ اللہ (بدرالدین محمد بن ابی بکر، قرشی مخزومی اسکندرانی۔ م ۸۲۷ھ)

۴۹۶...... وقد كثرت الاحاديثُ فِي عذاب القبر حتى قال غيرُ ما واحدٍ انها متواترة لا يصحُّ عليها التواطؤ وان لم يصحَّ مثلُها لم يصح شيء من امر الدين الخ عذاب قبر کے بارے میں احادیث بہت زیادہ ہیں۔ حتیٰ کہ متعدد علماء نے کہا ہے کہ یہ احادیث متواتر ہیں، ان کے جھوٹ پر اتفاق ناممکن ہے اور اگر ان جیسی احادیث بھی صحیح نہ ہوں تو دین کی کوئی بات بھی صحیح نہیں ہوسکتی۔ ابوعثمان حداد رحمۃ اللہ نے کہا ہے کہ قبر میں حیات اور عذاب لایذوقون فیها الموت الا الموتة الاولی کے خلاف نہیں جیسا کہ قرآنِ کریم کی نص سے شہداء کی حیات ثابت ہے اور وہ بھی اس آیت کے خلاف نہیں۔ (مصابیح الجامع ج ۳ ص ۲۹۹)

فائدہ: لایذوقون فیها الموت الا الموتة الاولی کا حاصل یہ ہے کہ دنیا میں موت ہے جنت میں موت نہیں ہوگی۔

۴۹۷...... (لا یجمع الله علیك موتتین) ای فی الدنیا امّا لان عمر قال ان الله سیبعثُ نبیه فیقطعُ ایدیَ رجالٍ وارجلهم ولو وقعَ ذلك للزمَ ان یموت موتتین فی الدنیا واما لانه یحیا فی قبره ثمّ لا یموت (مصابیح الجامع ج ۳ ص ۲۰۱) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا قول کہ اللہ آپ ﷺ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا، حضرت ابوبکر کے اس فرمان کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ (۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ اللہ اپنے نبی کو دنیا میں دوبارہ بھیجے گا اور آپ ﷺ لوگوں کے ہاتھ اور پاؤں کاٹیں گے۔ (یعنی شرعی حدود جاری فرمائیں گے) اگر اس طرح ہو جائے تو دنیا میں ہی اس دوسری حیات کے بعد موت آئے گی، تو دنیا میں دو موتیں ہو جائیں گی۔ (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اِسی دوسری موت کی نفی فرمائی اور اس کو لازم ہے دنیا میں دوسری حیات کی نفی کیونکہ نہ دوسری حیات ہو گی نہ اس کے بعد موت آئے گی۔ ای فی الدنیا کہہ کر مؤلف نے اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے) (۲) اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو قبر میں ایسی حیات عطاء فرمائیں گے کہ جس کے بعد موت نہیں ہوگی۔ (حتیٰ کہ نفخہ اولیٰ کے وقت بھی بیہوشی ہوگی موت نہیں ہوگی)

الأبِی مالکی رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن خلفہ، تونسی، شارحِ مسلم۔ م ۸۲۷ھ)

۴۹۸...... حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی وصیت والی حدیث کے تحت لکھتے ہیں: قوله حتی استانس بکم (ع) حجة لفتنة القبر وأن المیت یحیا فیه للسؤال ویسمع ویعلم...قلت كان حجة لانه لا یقوله الا بتوقیف وانما طلب الاستئناس لانه اثبت له فی المراجعة واخذ بعضهم منه القراءة علی القبر لانه اذا استأنس بهم فبالقرآن اولی (اکمال الاکمال للقاضی عیاض شرح مسلم ج ۱ ص ۲۳۱) صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اپنی قبر کے پاس کچھ دیر ٹھہرنے کی وصیت کی حتیٰ استانس بکم تاکہ میں تمہاری وجہ سے اُنس پکڑوں، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ یہ الفاظ فتنہ قبر کی دلیل ہیں اور اس بات پر بھی دلیل ہیں کہ میت کو قبر میں سوال کے لئے زندہ کیا جاتا ہے اور میت سنتی اور جانتی ہے...... شارح اُبی کہتے ہیں کہ یہ دلیل اس لئے ہیں کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ یہ بات اپنی طرف سے نہیں کہہ سکتے بلکہ رسول اللہ ﷺ سے سن کر ہی یہ بات کہی ہوگی اور اُنس حاصل کرنے کا مطالبہ اس لئے کیا تاکہ فرشتوں کے ساتھ سوال جواب میں یہ اُنس مزید ثابت قدمی کا ذریعہ بنے۔ اس سے بعض علماء نے اس مسئلہ پر استدلال کیا ہے کہ قبر پر قرآن پڑھنا درست ہے کیونکہ جب قبر کے پاس موجود لوگوں کے ذریعے اُنس پکڑا جا سکتا ہے تو قرآن کے ذریعے بطریق اولیٰ اُنس حاصل کیا جا سکتا ہے۔

فائدہ: اُنس حاصل کرنے کی ضرورت زندہ کو ہوتی ہے نہ کہ مردہ کو۔

۴۹۹...... حدیث جریدہ کے تحت لکھتے ہیں: تواتر واجمع علیه (ای علی عذاب القبر) اهل السنة والجماعة وانکرته المبتدعة. قالوا کون المیت یقام ویقعد ولا یری، ویصیح ولا یسمع خلافُ الحس... وعند اهل الحق ان اصل الادراك معنی اجری الله العادة بخلقه لكل الحاضرین وقد تنخرق بخلقه لبعض دون بعض فقد كان جبریل علیہ السلام ینزل بالوحی مثل صلصلة الجرس فلا یراه ویسمعه الا هو ﷺ (اکمال الاکمال ج ۲ ص ۷۲) عذاب قبر تواتر سے ثابت ہے اور اس پر اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے، اہل بدعت اس کے منکر ہیں، وہ کہتے ہیں کہ میت کو کھڑا کیا جائے اور بٹھایا جائے لیکن یہ چیز

نظر نہ آئے اسی طرح میت چیخے لیکن چیخ سنائی نہ دے یہ حس کے خلاف ہے...... اور اہل حق کے نزدیک ادراک کی اصل ایک معنی ہے جس کے متعلق اللہ کی عادت جاری ہے کہ اللہ وہ معنی تمام حاضرین کے لئے پیدا کر دیتا ہے، لیکن کبھی خلاف عادت بعض کے لئے پیدا کرتا ہے اور بعض کے لئے نہیں کرتا، جیسے جبریل علیہ السلام گھنٹی کی آواز کی صورت میں وحی لے کر اترتے تھے لیکن حضور ﷺ کے علاوہ ان کو نہ کوئی دیکھتا تھا نہ سنتا تھا۔

۵۰۰...... حدیث تفتنون فی قبورکم کے تحت لکھتے ہیں: فتنة القبر هي حياة الميت فيه وسؤال الملكين له وعذابه مما ينزل بالميت فيه من الشدائد المذكور فقي الاحاديث ففي الارشاد تواتر كل منهما معنى واجمع عليهما اهل الحق... وانكر اكثر متأخري المعتزلة جميع ذلك (اکمال الاکمال ج ۲ ص ۲۸۰) فتنہ قبر سے مراد یہ ہے کہ میت کو قبر میں زندہ کیا جاتا ہے پھر فرشتے اس سے سوال کرتے ہیں اور عذاب قبر وہ تکالیف ہیں جو میت پر اترتی ہیں اور احادیث میں مذکور ہیں، الارشاد میں ہے کہ فتنہ قبر اور عذاب قبر دونوں تواتر معنوی سے ثابت ہیں اور ان دونوں پر اہل حق کا اجماع ہے...... اور متاخرین معتزلہ میں سے اکثریت نے ان دونوں کا انکار کیا ہے۔

۵۰۱...... صلاته في قبره من الجائز عقلا واخبر الشرع به فيجب الايمان به وليست صلوة تكليف لانقطاع التكاليف بالموت بل صلاة محبة... ولما دفن ثابت البناني ووضعت اللبن عليه سقطت اللبنة فرآه بعضهم ممن الحده قائما يصلي الخ (اکمال الاکمال ج ۶ ص ۱۶۸) موسیٰ علیہ السلام کا قبر میں نماز پڑھنا عقلاً ممکن ہے اور شریعت نے اس کی خبر بھی دی ہے۔ لہٰذا اس پر ایمان لانا واجب ہے اور یہ نماز تکلیفی نہیں کیونکہ موت کی وجہ سے تکلیفی احکام ختم ہو گئے، بلکہ یہ نماز محبت (اور لذت) کے طور پر ہے...... جب ثابت بنانی دفن کئے گئے اور ان پر اینٹیں رکھ دی گئیں تو ایک اینٹ گر گئی، ان کو دفن کرنے والوں میں سے ایک آدمی نے دیکھا کہ وہ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔

مفسر بَسِیلی مالکی رحمۃ اللہ علیہ (ابوالعباس احمد بن محمد، تونسی۔ م ۸۳۰ھ)

۵۰۲...... الموتى يسمعون المواعظ والقرآن والذكر ولا ثواب لهم لعدم تعلق الاوامر بهم (التقیید الکبیر ص ۴۲۵) مردے وعظ، قرآن، ذکر سنتے ہیں لیکن ان کو ثواب نہیں ملتا، کیونکہ وہ مکلف نہیں۔

شارح بخاری بِرمَاوی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (شمس الدین، محمد بن عبدالدائم بن موسیٰ، عسقلانی۔ م ۸۳۱ھ)

۵۰۳...... وفيه اثبات عذاب القبر والاصحّ انه للجسد لكن باعادة الروح لان الالم لا يكون الا للحي (اللامع الصبیح بشرح الجامع الصحیح ج ۱۶ ص ۲۶) میت پر صبح شام ٹھکانہ پیش کرنے والی حدیث میں عذاب قبر کا اثبات ہے اور صحیح ترین بات یہ ہے کہ عذاب قبر جسم کو ہوتا ہے لیکن روح کے جسم میں لوٹانے کے ساتھ، کیونکہ تکلیف زندہ کو ہی ہوتی ہے (اور جسم زندہ ہوتا ہے روح کے اعادے کے ساتھ بصورت دخول یا بصورت اتصال)

۵۰۴...... وثبوت عذاب القبر كما هو مذهب اهل السنّة لان العقل لا يمنعه وورَدَ الشرعُ به فوجب قَبوله ولا يمنع منه تفرّق الاجزاء ولا يُنافي ذلك مشاهدةُ الميّت اذا كُشف عنه وبقائه على حاله كالنّائم يجِدُ الالمَ والشدّة ونحن نشاهدُه ولا نحسُّ بما جَرى له وكذا كان جبريل يُكلّم النبيّ ﷺ- ولا يُدركه الحاضرون واما الاقعاد فيُمكن ان يختصّ بالمقبور ولا امتناعَ ان

یوسّع القبر لذلك (اللامع الصبیح ج ۵ ص ۲۴۷) قرع نعال والی حدیث سے عذاب قبر ثابت ہوتا ہے اور عذاب قبر کا ثبوت بھی اس طرح ہے جیسا کہ اہل سنت کا مذہب ہے (کہ روح اور جسد عنصری دونوں کو عذاب ہوتا ہے) کیونکہ یہ عقلاً محال نہیں اور شریعت اس کے ساتھ وارد ہوئی ہے لہٰذا اس کا قبول کرنا واجب ہے اور بدن کے اجزاء کا بکھر جانا عذاب قبر میں مانع نہیں اور عذاب قبر کے اثرات کا عادۃً نظر نہ آنا ایسے ہی ہے جیسے جبریل امین نبی ﷺ کے ساتھ ہم کلام ہوتے اور نبی ﷺ جبریل کو دیکھتے لیکن حاضرین نہ سنتے اور نہ دیکھتے۔ میت کو بٹھانا ممکن ہے کہ مدفون میت کے ساتھ مختص ہوا اور یہ بات محال نہیں کہ میت کو بٹھانے کے لئے قبر کو وسیع کر دیا جائے۔

۵۰۵...... قال البَیْضَاوی و الله تعالیٰ یُعلِّق رُوحه بجزئه الاصلی الباقی من اوّل عُمُرہٖ الی آخرہ والبِنْیَة لیست شَرطًا عندنا للحَیاة فلا یُستَبعد تَعلیق الرُّوح بکلّ جُزءٍ من الأجزاء المتفرِّقة فی المَشارِق والمَغارِب فانّ تعلّقه لیس بالحُلول حتی یمتنع ان تَحُلَّ فی جُزءٍ مع الحُلول فی جزءٍ آخر (ایضا) مفسر بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ میت کی روح کا اس کے جزء اصلی کے ساتھ تعلق پیدا کر دیتے ہیں اور جزء اصلی وہ ہے جو ابتداء عمر سے اخیر تک ایک ہی حالت پر باقی رہتا ہے اور ہمارے نزدیک ڈھانچے کا سالم ہونا حیات کے لئے شرط نہیں، پھر یہ بعید نہیں کہ مشرق و مغرب میں منتشر اجزاء میں سے ہر جزء کے ساتھ روح کا تعلق ہو کیونکہ روح کا بدن کے ساتھ تعلق حلول و دخول والا نہیں (بلکہ ایک معنوی تعلق ہے، جیسا کہ سورج کی شعاعوں کا زمین کے ساتھ معنوی تعلق ہے، اگر اجزاء میں حلول و دخول والا تعلق ہوتا تو ایک جزء میں حلول مانع ہوتا دوسرے جزء کے اندر حلول میں، لیکن یہاں معنوی تعلق ہے دخول و حلول والا تعلق نہیں)

۵۰۶...... فان قیل مذهب اهل السنة ان فی القبر حیاةً وموتًا فلا بد من ذوق الموتتین؟ قیل المراد نفی الموت اللازم الذی اثبته عُمر بقوله لیبعثنه الله فی الدنیا لقطع ایدی القائلین بموته فلیس نفی موت عالم البرزخ وسبق فی اول الجنائز ویحتمل ان یُراد ان حیاتك فی القبر لا یتعقبها موت فلا تذوق مشقة الموت مرتین بخلاف سائر الخلق فانهم یموتون فی القبر ثمّ یحیون یوم القیامة (اللامع الصبیح ج ۱۰ ص ۲۴۵) اگر کوئی یہ سوال کرے کہ اہل سنت کے مذہب کے مطابق قبر میں حیات بھی ہے اور موت بھی ہے، اس کا نتیجہ دو موتوں کا چکھنا ہے، ایک دنیا والی دوسری قبر والی تو لا یذیقك الله الموتتین ابدا کا کیا مطلب؟ مؤلف نے اس کے دو جواب دیئے ہیں۔

جواب (۱): یہ کہ اس میں اُس موت کی نفی ہے جس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ثابت کر رہے تھے یعنی دنیا میں موت کا آنا، کیونکہ وہ فرماتے تھے کہ آپ ﷺ دنیا میں دوبارہ اٹھیں گے، حدود نافذ کریں گے حتیٰ کہ موت کے قائلین پر بھی۔ (اگر ان سے کوئی ایسا جرم صادر ہوا۔ پھر اس کے بعد دوبارہ موت بھی آئے گی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسی دنیا والی دوسری موت کی نفی کر رہے ہیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے ضمناً یا التزاماً ثابت ہو رہی ہے، کیونکہ آپ ﷺ پر ایک موت آ چکی، اب اگر دوبارہ اٹھ کر آئیں گے تو دوبارہ موت آئے گی)، اس میں قبر والی حیات اور موت کی نفی نہیں۔

جواب (۲): ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ ہے کہ دنیا والی موت آپ ﷺ پر آ چکی، اب قبر میں اللہ تعالیٰ آپ کو ایسی حیات عطاء فرمائیں گے جو تا قیامت دائمی وابدی ہو گی، اس کے بعد قبر میں آپ پر موت نہیں آئے گی، بخلاف باقی مخلوق کے کہ وہ قبر میں زندہ بھی ہوتے ہیں اور پھر ان پر موت بھی آتی ہے۔ (اس موت سے مراد یا تو سوال

کے بعد روح کا بدن سے نکلنا اور نکل کر علیین یا سجین میں ٹھہر جانا ہے لیکن اس حالت میں روح کا بدن کے ساتھ تعلق رہتا ہے۔ پس اسی روح کے نکلنے کو موت کہا گیا ہے۔ اگر چہ یہ موت ناقص ہے اور کامل موت نفخہ اولیٰ کے ساتھ ہوگی یا پھر اس سے مراد وہ موت ہے جو نفخہ اولیٰ کے وقت آئے گی)

۵۰۷...... (تسمعه البهائم) ای تسمع اصوات المعذبين والا فالعذاب نفسه لا يُسمَع (اللامع الصبیح ج ۱۵ ص ۴۰۱) تسمعه البهائم میں ضمیر عذاب کی طرف لوٹتی ہے جس کا مطلب یہ بنتا ہے کہ جانور عذاب کو سنتے ہیں۔ حالانکہ عذاب کو نہیں سنا جا سکتا، شارح رحمۃ اللہ علیہ اسی کا جواب دیتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جانور معذبین کی آوازیں اور چیخ و پکار سنتے ہیں (اور ظاہر بات ہے کہ یہ آوازیں زمینی قبر سے سنی جاتی ہیں اور زمینی قبر میں جسم عنصری مدفون ہے۔ معلوم ہوا کہ جسم عنصری بھی عذاب قبر میں شامل ہے اور یہ تب ہو سکتا ہے کہ جسم عنصری میں حیات ہو)

امام تَنوُخِی مالکی رحمۃ اللہ علیہ (قاسم بن عیسیٰ بن ناجی، قَیْرَوَانِی۔ م ۸۳۷ھ)

۵۰۸...... (وان المؤمنين يفتنون فی قبورهم ويسالون ويثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت فی الحياة الدنيا وفی الآخرة) ... وخالف الملحدة فانكروا فتنة القبر واحتجاجهم بالعيان مضادة لبلوغ الاخبار فی ذلك مبلغ التواتر ... والقول الثابت هو لا اله الا الله فی الحياة الدنيا عند الموت وفی الآخرة عند سؤال الملكين والقبر اول منزل من منازل الآخرة (شرح ابن ناجی التنوخی علی متن الرسالۃ ج ۱ ص ۵۸) (رسالہ کے مؤلف فرماتے ہیں کہ مؤمنین کا ان کی قبور میں امتحان کیا جاتا ہے، ان سے سوال کیا جاتا ہے اور سوال کے وقت اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھتا ہے قبر میں اور آخرت میں بھی ثابت قدم رکھے گا)...... اس کی شرح میں امام تنوخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بے دین لوگوں نے مخالفت کی اور انہوں نے قبر کے سوال وعذاب کا انکار کیا ہے اور ان کی دلیل ان کا اپنا مشاہدہ ہے یعنی قبر میں جو عذاب بتایا جاتا ہے نہ وہ نظر آتا ہے نہ اس کے اثرات نظر آتے ہیں، لیکن ایک طرف ان کا مشاہدہ ہے اور دوسری طرف قرآن کریم کی آیات اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث متواترہ ہیں۔ (ایک مؤمن کے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ وہ کتاب وسنت پر یقین کر کے قبر کے ثواب وعذاب کا عقیدہ رکھے اور ان کے عدم مشاہدہ کا اعتبار نہ کیا جائے)...... اور مؤمنین کے لئے سوال کے وقت جس قول ثابت کی برکت سے ثابت قدمی کا ذکر ہے شارح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس قول ثابت سے مراد کلمہ توحید ہے اور حیات دنیا سے مراد ہے موت کے وقت، کیونکہ بندہ موت کے وقت دنیاوی زندگی کے آخری مرحلہ میں ہوتا ہے اور آخرت سے مراد قبر ہے مطلب یہ ہے کہ قبر میں فرشتوں کے سوال کے وقت اللہ ثابت قدم رکھتا ہے، کیونکہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے۔

امام ابن الوزیر رحمۃ اللہ علیہ (ابو عبد اللہ محمد بن ابراہیم بن علی۔ م ۸۴۰ھ)

۵۰۹...... فأمّا قولهم إن الموتة الأولى هی التی بعد الخلق وهی المعلومة للجميع والموتة الثانية التی تكون فی القبر بعد الحياة فيه فليس بقوی لأن تلك الموتة التی فی القبر مثل النوم لأنها متكررة كل يوم لقوله تعالى النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا ولما ورد فی الحديث من عرض مقاعدهم عليهم فی الجنة أو النار كل يوم ولما ورد فی عذاب القبر وهو لا يكونُ إلاَّ مع الحياة

(العواصم والقواصم ج ۷ ص ۱۷۲) ربنا امتنا اثنتین کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ پہلی موت کا مصداق دنیا والی موت ہے اور دوسری موت کا مصداق قبر والی موت ہے۔ مؤلف اس کی تردید میں فرماتے ہیں کہ موت ثانی کے بارے میں یہ قول قوی نہیں، کیونکہ قبر میں جو موت ہے یہ نیند کی مثل ہے، جیسے نیند ہر روز آتی ہے اسی طرح قبر والی موت بھی ہر روز آتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ قوم فرعون کو صبح شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے (تو ان دو وقتوں میں حیات ہوتی ہے پھر موت آ جاتی ہے) اسی طرح ہر روز اہل قبور پر ان کا جنت یا دوزخ والا ٹھکانہ پیش کیا جاتا ہے۔ (ٹھکانہ پیش ہوتے وقت حیات ہوتی ہے پھر موت آ جاتی ہے) نیز احادیث میں قبر کے عذاب کا بھی ذکر آتا ہے اور عذاب بغیر حیات کے نہیں ہوسکتا۔ (لہٰذا بوقتِ عذاب حیات ہوتی ہے اور عذاب اگر موقوف ہو جائے تو یہ موت ہے، پس نیند کی طرح قبر میں موتیں متعدد ہوگئیں، اس لئے یہ متعدد موتیں موت ثانی کا مصداق نہیں بن سکتیں)

فائدہ: موت کامل یہ ہے کہ روح بدن عنصری سے جدا ہو جائے اور بدن کے ساتھ معنوی تعلق بھی نہ رہے اور موت سے جو حیات منقطع ہوئی وہ دوبارہ بحال نہ ہو جیسا کہ دنیا میں جب موت آتی ہے تو اس سے ایک دفعہ جسم عنصری سے بالکلیہ تعلق منقطع ہو جاتا ہے۔ اگرچہ بعد میں بقدر ضرورت تعلق پیدا ہو جاتا ہے اور اس موت سے حیات دنیا جو منقطع ہوئی وہ تا قیامت دوبارہ حاصل نہیں ہوگی اور اگر روح بدن سے جدا ہو جائے لیکن معنوی تعلق بدن کے ساتھ قائم رہے تو یہ موت ناقص ہے جیسے نیند کی حالت میں روح بدن سے جدا ہو جاتی ہے لیکن بدن کے ساتھ معنوی تعلق باقی رہتا ہے اسی لئے نیند کو موت کہا گیا ہے لیکن یہ موت ناقص ہے کیونکہ تعلق باقی ہے اور بیدار ہونے کے بعد پہلے والی دنیاوی حیات بھی بحال ہو جاتی ہے۔ اسی طرح قبر میں روح بدن سے جدا ہو جاتی ہے لیکن تعلق باقی رہتا ہے جس کی وجہ سے بدن میں مخفی حیات پیدا ہو جاتی ہے اس لئے یہ موت ناقص ہے اور ناقص ہونے کی دوسری وجہ وہ ہے جو مؤلف نے لکھی ہے کہ: تلك الموتة التي في القبر مثل النوم لأنها متكررة كل يوم، جو موت قبر میں آتی ہے وہ نیند کی طرح (موت ناقص) ہے کیونکہ قبر میں موت وحیات کے دونوں سلسلے چلتے رہتے ہیں پس جب موت کے بعد حیات حاصل ہو جاتی تو یہ موت ناقص ہوئی جب کہ ربنا أمتنا اثنتين میں جن دو موتوں کا ذکر ہے وہ دونوں موتیں کامل ہیں، ایک دنیا والی موت اور دوسری عالم برزخ ذریتِ آدم سے عہد الست لینے کے بعد جو اُن پر موت ہوئی۔ اس تحقیق کے مطابق مؤلف قبر میں حیات کے بھی قائل ہیں اور موت کے بھی قائل ہیں۔ نیز چونکہ مؤلف نے قبر کی موت کو دنیا کی نیند کے ساتھ تشبیہ دی ہے تو معلوم ہوا کہ مؤلف کے نزدیک قبر کی موت ناقص اور ضعیف ہونے کی وجہ سے قبر کی زندگی کے منافی نہیں جس طرح دنیا میں نیند چونکہ ناقص موت ہے تو وہ بھی دنیا کی زندگی کے منافی نہیں۔

فائدہ: آیت میں موتِ اوّل سے اکثر مفسرین نے دنیا والی موت اور موت ثانیہ سے قبر والی موت مراد لی ہے، دیکھئے کافیجی (م ۸۷۹ھ) کی عبارات کے تحت۔

۵۱۰...... وَصَحَّ وتواتر اَنَّ الْمَيِّت يُمْتَحن فِي قَبره فِي الْمَسْاَلَة عَنِ الشَّهَادَتَيْنِ وَاَنَّ الْمُؤمن يثبت فيقولهما وَالْكَافِر وَالْمُنَافِق يتلجلج اَويَقُول لَا اَدْرِي (ایثار الحق علی الخلق فی رد الخلافات ص ۳۴۱) صحیح اور متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ قبر میں میت کا امتحان کیا جاتا ہے اور اس سے شہادتین کے متعلق سوال ہوتا ہے اور مؤمن کو اللہ تعالیٰ سوال کے وقت ثابت قدم رکھتا ہے وہ شہادتین کے ساتھ صحیح جواب دیتا ہے اور کافر و منافق خوفزدہ ہو کر گھبرا جاتا ہے (اور جواب نہیں دیتا) یا یوں کہتا ہے: لا ادری (کہ میں نہیں جانتا)

امام بُوصیری شافعی رحمۃ اللہ علیہ (شہاب الدین، احمد بن ابی بکر۔م ۸۴۰ھ)

۵۱۱...... امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے اتحاف الخیرۃ المھرۃ میں یہ ابواب قائم کئے ہیں: بَابُ الْمَيِّتِ يَعْرِفُ مَنْ يُغَسِّلُهٗ وَمَنْ يَحْمِلُهٗ وَمَنْ يُدْلِيهِ فِي قَبْرِهٖ میت ان کو پہچانتی ہے جو اس کو غسل دیتے ہیں، اس کو اٹھاتے ہیں اور اس کو قبر میں اتارتے ہیں۔ باب السؤال فی القبر وما جاء فی ضمة القبر وضغطته قبر میں سوال اور قبر کا بھینچنا اور دبانا۔ بَابُ عَذَابِ الْقَبْرِ وَفِتْنَتِهٖ وَمَا جَاءَ فِيمَنْ لَمْ يُؤْمِنْ بِعَذَابِ الْقَبْرِ قبر کا عذاب اور سوال اور ان حدیثوں کا بیان جو عذاب قبر کے منکر کے بارے میں ہیں۔ بَابُ الْاِسْتِعَاذَةِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ عذاب قبر سے پناہ مانگنے کا بیان۔ بَابُ رَاحَةِ الْمُؤْمِنِ فِي قَبْرِهٖ وَعَذَابُ الْكَافِرِ قبر میں مؤمن کے لئے راحت اور کافر کے لئے عذاب کا بیان۔ بَابُ الْاَنْبِيَاءُ اَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

۵۱۲...... علامہ بوصیری نے مصباح الزجاجہ میں بھی درج ذیل ابواب قائم کئے ہیں: باب اکثر عذاب القبر من البول اکثر عذاب قبر پیشاب کی وجہ سے ہوتا ہے۔ بَابُ الْمَيِّتِ يعذب بِمَا نيح عَلَيْهِ میت کو زندوں کے نوحہ کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔ (یہ تب ہے جب میت نے نوحہ کی وصیت کی ہو یا زندگی میں نوحہ کو پسند کرتی ہو)

شارح ابن اَرسلان شافعی رحمۃ اللہ علیہ (شہاب الدین، احمد بن حسین، رملی۔م ۸۴۴ھ)

۵۱۳...... قال الشافعی رضی اللہ عنہ یستحب ان یقف بعد الدفن بقدر ما ینحر جزور ای ویقسم لحمها لیستانس بهم المیت ویعلم ماذا یراجع بهم رسل ربه (شرح ابی داود لابن ارسلان ج ۱۳ ص ۵۳۳) مؤلف فرماتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دفن کرنے کے بعد قبر کے پاس اتنی دیر ٹھہرنا مستحب ہے جتنی دیر میں اونٹ ذبح کیا جاتا ہے اور اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ میت ان کے ساتھ اُنس پکڑے اور وہ جان لے کہ اپنے رب کے قاصدوں کو کیا جواب دے۔

۵۱۴...... قبر میں میت کے پاس دو فرشتے منکر نکیر آتے ہیں، اس سے سوال کرتے ہیں: والسؤال وجوابه لا یصحان الا لحی فیجب اعتقاد الحیاة فی تلك الاجساد وسماعهم الكلام والكلام فی جواب السؤال الخ اور سوال وجواب صحیح نہیں مگر زندہ سے، اس لئے انہی اجساد (عنصریہ) میں حیات کا اور ان کے سماع کلام کا اور سوال کے جواب میں کلام کرنے کا عقیدہ رکھنا واجب ہے اور میت کے اجزاء کا منتشر ہونا اس میں مانع نہیں، اسی طرح درندوں یا مچھلیوں کا کھا جانا وغیرہ بھی مانع نہیں۔ پس جیسے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ان کو لوٹائے گا اور وہ اس پر قادر ہے تو اسی طرح میت کو جب درندے نے کھا لیا ہو تو اس کے ایک جزء کی طرف یا تمام اجزاء کی طرف حیات کے لوٹانے پر بھی قادر ہے۔ (ایضاً ج ۱۸ ص ۳۵۱)

فائدہ: درندے روح یا جسم مثالی کو نہیں کھاتے، جسم عنصری کو کھاتے ہیں، اس لئے حیات بھی جسم عنصری میں ہوتی ہے۔

۵۱۵...... فان قیل فنحن نشاهد المیت علی حاله فی قبره فکیف یسأل ویقعد ویضرب بمطارق ولا یظهر له اثر؟ فالجواب ان ذلك غیر ممتنع بل له نظیر فی العادة وهو النائم فانه یجد لذة وآلاما لا نحس نحن شیئا (ایضا) قبر میں میت پر اثرات وغیرہ کا نظر نہ آنا اور اس کا ایک ہی حالت میں پڑا رہنا، یہ

اس کے بٹھانے، سوال کرنے اور اس کو گرزوں کے ساتھ مارنے کے عدم کی دلیل نہیں، کیونکہ سونے والا لذت اور تکلیف پا رہا ہوتا ہے لیکن ہم اس کے ظاہر سے کچھ بھی محسوس نہیں کر سکتے۔

فائدہ: اس ساری بحث کا تعلق جسد عنصری کے ساتھ ہے، روح اور جسد مثالی کے ساتھ نہیں۔

۵۱۶...... (فیقول له: ما کنت تعبد؟) فیه: ان الناس یفتنون فی قبورهم بعد ان یحیوا فیها ویسالون عمن کانوا یعبدون، وان الایمان بهذا واجب (ایضاً ج۱۸ ص ۳۵۳) حدیث میں ہے میت سے سوال ہوتا ہے کہ تو کس کی عبادت کرتا تھا؟ اس سے ثابت ہوا کہ قبروں میں زندہ کرنے کے بعد لوگوں کا امتحان ہوتا ہے اور ان سے پوچھا جاتا ہے کہ وہ کس کی عبادت کرتے تھے؟ اور اس پر ایمان لانا واجب ہے۔

مؤرخ مَقْرِیزِی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (ابو العباس احمد بن علی بن عبد القادر۔م ۸۴۵ھ)

۵۱۷...... السادسة والاربعون انه ﷺ حی فی قبره و کذلك الانبیاء علیہم السلام الخ (امتاع الاسماع ج۱۰ ص ۳۰۰) نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں، اسی طرح دوسرے انبیاء بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (اس عنوان کے تحت مؤلف نے امام بیہقی کے رسالہ سے احادیث ذکر کی ہیں، پھر نمبر ۴۷ میں ما من احد یسلم والی حدیثیں ذکر کی ہیں)

شیخ شمس الدین محمد حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۴۷ھ)

۵۱۸...... وکان رضی اللہ عنہ اذا زار القرافة سلم علی اصحاب القبور فیردون السلام علیه بصوت یسمع من معه (الطبقات الکبری للشعرانی ص ۱۸۶) شیخ شمس الدین جب قرافہ (قبرستان) کی زیارت کرتے تو اہل قبور پر سلام کرتے اور وہ سلام کا ایسی آواز کے ساتھ جواب دیتے جس کو شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ لوگ بھی سن لیتے۔

مفسر نظام الدین نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ (حسن بن محمد بن حسین۔م ۸۵۰ھ)

۵۱۹...... والحق فی هذه المسالة عندی خلاف ما یقوله اهل التناسخ من ان النفس بعد موت بدنها تقبل علی بدن آخر وتعرض عن الاوّل بالکلیة. وخلاف ما یقوله الفلاسفة من ان النفس تنقطع علاقتها عن البدن مطلقا الخ میرے نزدیک اس مسئلے میں اس کے خلاف ہے جو اہل تناسخ کہتے ہیں کہ بدن کی موت کے بعد روح دوسرے بدن پر متوجہ ہوتی ہے اور بالکلیہ پہلے بدن سے اعراض کر لیتی ہے اور اس کے بھی خلاف ہے جو فلاسفہ کہتے ہیں کہ روح کا کسی بدن کے ساتھ بھی تعلق نہیں رہتا، نہ پہلے بدن کے ساتھ نہ کسی اور بدن کے ساتھ، والذی اقوله: ان النفس تبقی لها علاقة مع بدنها الخ اور میرا عقیدہ یہ ہے کہ روح کا اپنے پہلے بدن کے ساتھ تعلق باقی رہتا ہے لیکن اس تعلق کی وجہ سے بدن نہ حرکت کرتا ہے نہ اعمال کماتا ہے، لیکن راحت کی لذت اور عذاب کی تکلیف محسوس کرتا ہے اور سمجھتا ہے۔ (تفسیر نیسابوری ج ۲ ص ۳۰۸)

۵۲۰...... والتحقیق فیه ان النفس فی هذا العالم جعلت متصرفة فی البدن لاجل اکتساب الاعمال والملکات وانه یفتقر الی تحریك الاعضاء واعمال الجوارح والآلات، وبعد الموت تجعل متصرفة فیه من جهة الجزاء والحساب، فکیف ینبغی ان یقاس احدهما علی الآخر، فلعله یکفی بعد الموت ان یکون له علاقة التلذذ والتالم والادراك فقط الی ان تقوم القیامة

الکبری الخ (ایضا) روح اور بدن عنصری کے تعلق میں تحقیق یہ ہے کہ روح اِس جہانِ دنیا میں بدن میں تصرف کرتی ہے تا کہ بدن اعمال کمائے اور اعمال کمانے کی اس میں قوت پیدا ہو جائے اور بدن (کسبِ اعمال میں) اعضاء کو حرکت دینے اور جوارح وآلات کو استعمال کرنے کا محتاج ہے اور موت کے بعد روح کا بدن میں تصرف صرف جزاء اور حساب کے لئے ہوتا ہے، اس لئے بعد الموت کے جہان کا جہانِ دنیا پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا موت کے بعد قیامتِ کبریٰ قائم ہونے تک روح وبدن کا اتنا تعلق باقی رہتا ہے جس کے ساتھ لذت والم کا ادراک ہو سکے۔ اگر قبر کے اندر بدن میں حرکت اور احساس اور نطق وغیرہ کا مشاہدہ نہ ہو تو یہ علاقہ تلذذ وتالم اور ادراک کے منافی نہیں، اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ بدر کے کنویں پر کھڑے ہوئے اور فرمایا اے فلاں بن فلاں!، اے فلاں بن فلاں! کیا تم نے اس چیز کو پالیا جس کا اللہ اور اس کے رسول نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا؟ پس تحقیق میں نے اس چیز کو پالیا جس کا اللہ نے مجھ سے سچا وعدہ کیا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسول! آپ کیسے ان اجساد کے ساتھ کلام کرتے ہیں جن میں روحیں نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں لیکن وہ جواب کی طاقت نہیں رکھتے اور عذاب قبر کی حدیث میں ہے کہ میت لوٹنے والوں کی جوتیوں کی آواز سنتی ہے اور میت کے بدن میں روح کا جو تصرف صرف بقدرِ تلذذ وتالم اور بقدرِ ادراک ہوتا ہے اس میں حکمت یہ ہے کہ اگر روح کا تصرف اس سے زیادہ ہوتا جس سے بدن میں حرکت ہوتی اور قبر میں پیش آنے والی تمام راحت وتکلیف کا مشاہدہ ہوتا تو زندہ لوگ اس کو دیکھ کر ماننے پر مجبور ہو جاتے (اور ایمان بالغیب کا مقصد فوت ہو جاتا، جیسے جب سورج نکل آئے تو آدمی اس کے ماننے پر مجبور ہوتا ہے) تو زندوں کے مکلف بنانے کا مقصد فوت ہو جاتا، یہی وجہ ہے کہ عذاب قبر کی حدیث کے اخیر میں ہے کہ میت کو جب عذاب ہوتا ہے تو وہ اس طرح چیختا ہے کہ قریب والی مخلوق سنتی ہے لیکن جن وانس نہیں سنتے (تا کہ ایمان بالغیب حاصل ہو جائے) اور واضح رہے کہ یہ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ شہداء کو غیر شہداء مؤمنین سے زیادہ تلذذ وادراک کی قوت عطاء کردے تا کہ وہ (قبر میں) آخرت کی نعمتوں کے ساتھ لطف اندوز ہوں، کیونکہ دنیا کی لذات انہوں نے جلدی ختم کرلیں اور ہر جماعت کو اس کے عمل کے مطابق جزاء دی جاتی ہے، ان کا عمل یہ ہے کہ وہ ثواب کو جلدی حاصل کرنے کے لئے شہید ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے عمل کے مطابق قبر کی زندگی میں ہی ان کو آخرت کی نعمتوں سے لطف اندوز کر دیا۔

حافظ ابن حجر عَسقَلَانِی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (شہاب الدین، ابو الفضل احمد بن علی۔ م ۸۵۲ھ)

۵۲۱...... ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے المطالب العالیۃ میں درج ذیل تین ابواب قائم کئے ہیں: (۱) بَابُ حیاتہٖ فِی قَبرِہٖ نبی کریم ﷺ کی قبر میں حیات کا بیان اور اس کے تحت عیسیٰ علیہ السلام کے نبی کریم ﷺ کی قبر پر آنے اور آپ ﷺ کے جواب دینے والی حدیث ذکر کی ہے۔ (ج ۱۵ ص ۵۸۵) (۲) بَابُ حیاۃ الانبیاء علیہم الصلاۃ والسلام انبیاء علیہم السلام کی حیات کا بیان، اس کے تحت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث نقل کی ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں۔ (ج ۱۴ ص ۲۲۶) (۳) بَابُ فِتنَۃِ القَبرِ وَعَذَابِ القَبرِ قبر میں سوال اور عذاب قبر کا بیان۔

اس کے تحت درج ذیل مرفوع حدیثیں ذکر کی ہیں: (۱) حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔ (۲، ۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ۔ (۴) حدیث زید بن ارقم رضی اللہ عنہ۔ (۵) حدیث ابو الحجاج ثمالی۔ (۶) حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ

اور دو موقوف حدیثیں ذکر کی ہیں: (۱) حدیث انس رضی اللہ عنہ۔ (۲) حدیث ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ۔ (ج ۱۸ ص ۱۷۴)

۵۲۲...... وَقَدْ رَوَاهُ زَاذَانُ اَبُو عُمَرَ عَنِ الْبَرَاءِ مُطَوَّلًا مُبَيَّنًا اَخْرَجَهُ اَصْحَابُ السُّنَنِ وَصَحَّحَهُ اَبُو عَوَانَةَ وَغَيْرُهُ وَفِيهِ مِنَ الزِّيَادَةِ فِيْ اَوَّلِهِ اسْتَعِيذُوا بِاللهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَفِيهِ فَتُرَدُّ رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ وَفِيهِ فَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهِ فَيَقُولَانِ لَهُ مَنْ رَبُّكَ فَيَقُولُ رَبِّيَ اللهُ ... وَفِيهِ وَاَنَّ الْكَافِرَ تُعَادُ رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ فيأتيه ملكان فيجلسانه فَيَقُولَانِ لَهُ من ربك فَيَقُولُ هَاهْ هَاهْ لَا اَدْرِي ... حَدِيثُ عَائِشَةَ ... اِنَّهُمْ لَيَعْلَمُونَ الْآنَ ... وَاِذَا جَازَ اَنْ يَكُونُوا فِي تِلْكَ الْحَالِ عَالِمِينَ جَازَ اَنْ يَكُونُوا سَامِعِينَ (فتح الباری لابن حجر ج ۳ ص ۲۳۴) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے زاذان ابوعمر نے طویل اور واضح حدیث نقل کی ہے جس کو اصحاب سنن نے ذکر کیا ہے اور ابوعوانہ وغیرہ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے، اس میں درج ذیل امور کی وضاحت ہے۔ (۱) قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ پکڑو۔ (۲) میت کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے۔ (۳) قبر میں میت کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، اس کو بٹھاتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں: من ربك وہ کہتا ہے ربی اللہ۔ (۴) کافر کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اس کو بٹھاتے ہیں اور اس کو کہتے ہیں تیرا رب کون ہے، وہ کہتا ہے: ھاھ ھاھ لا ادری اور حدیث عائشہ میں ہے: انهم ليعلمون الآن (بے شک بدر کے مقتولین البتہ اب جانتے ہیں) مؤلف فرماتے ہیں جب اس حالت میں ان کا جاننا ممکن ہے تو ان کا سننا بھی ممکن ہے۔

فائدہ: جاننا اور سننا موقوف ہے حیات پر۔

۵۲۳...... قَوْلُ قَتَادَةَ اِنَّ اللهَ اَحْيَاهُمْ ... وَقد أخذ ابن جَرِيرٍ وَجَمَاعَةٌ مِنَ الْكَرَّامِيَّةِ مِنْ هٰذِهِ الْقِصَّةِ اَنَّ السُّؤَالَ فِي الْقَبْرِ يَقَعُ عَلَى الْبَدَنِ فَقَطْ الخ ابن جریر اور کرامیہ کی ایک جماعت نے اس قصہ بدر کی وجہ سے کہا ہے کہ قبر میں سوال فقط بدن پر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ بغیر روح کے بدن میں اتنا ادراک پیدا کر دیتے ہیں کہ بدن سنتا ہے جانتا ہے لذت و تکلیف محسوس کرتا ہے اور ابن حزم و ابن ہبیرہ کا مذہب ہے کہ روح کے جسم کی طرف لوٹنے کے بغیر سوال فقط روح پر واقع ہوتا ہے، لیکن ان سب کی جمہور نے مخالفت کی ہے، انہوں نے کہا کہ روح پورے جسم کی طرف یا اس کے بعض حصے کی طرف لوٹائی جاتی ہے جیسا کہ حدیث سے ثابت ہوتا ہے اور اگر سوال فقط روح سے ہوتا تو اس میں بدن کا ذکر نہ ہوتا۔ (حالانکہ حدیث براء میں صراحتاً ہے ترد روحه في جسده) (فتح الباری ج ۳ ص ۲۳۵)

۵۲۴...... وَلَا يَمْنَعُ مِنْ ذٰلِكَ كَوْنُ الْمَيِّتِ قَدْ تَتَفَرَّقُ اَجْزَاؤُهُ لِاَنَّ اللهَ قَادِرٌ اَنْ يُعِيدَ الْحَيَاةَ اِلَى جُزْءٍ مِنَ الْجَسَدِ وَيَقَعُ عَلَيْهِ السُّؤَالُ كَمَا هُوَ قَادِرٌ عَلَى اَنْ يَجْمَعَ اَجْزَاءَهُ الخ میت کے اجزاء کا منتشر ہو جانا قبر کے سوال و عذاب میں مانع نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ وہ جسم کے کسی جزء کی طرف حیات لوٹا دے اور اس سے سوال ہو جیسا کہ وہ اس پر قادر ہے کہ اس کے تمام اجزاء کو جمع کر دے۔ باقی جن لوگوں نے یہ کہا کہ سوال فقط روح سے ہوتا ہے جسد عنصری سے نہیں ہوتا ان کے مذہب کی بنیاد کتاب و سنت پر نہیں بلکہ اپنے مشاہدے پر ہے کہ قبر میں جو سوال کا وقت ہے اس وقت میں میت کا بٹھانا اور پھر سوال کے بعد قبر کا تنگ ہونا یا فراخ ہونا نظر نہیں آتا، اسی طرح جس کو دفن نہ کیا جائے، سولی پر لٹکا ہوا ہو یا زمین پر پڑا رہے اس پر بھی کوئی ایسا اثر نظر نہیں آتا،

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی طرف دیکھتے ہوئے یہ سب کچھ ہو سکتا ہے کہ حضور پاک ﷺ کی بتائی ہوئی سب کارروائی میت کے ساتھ ہو رہی ہو لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے اہل دنیا سے اس کو چھپا دیا ہو، جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ سویا ہوا راحت اور تکلیف محسوس کرتا ہے لیکن پاس بیٹھنے والے کو اس کا ادراک نہیں ہوتا بلکہ بیدار آدمی تکلیف دہ بات سوچ کر یا سن کر تکلیف پا رہا ہوتا ہے یا کوئی خوش کن بات سوچ کر یا سن کر خوش ہو رہا ہوتا ہے اور اس کے ہم نشین کو اس کا ادراک نہیں ہوتا، درحقیقت ان لوگوں کو غلط فہمی ہوئی کہ انہوں نے غائب کا قیاس کیا حاضر پر اور موت کے بعد کے احوال کا قیاس کیا عالم دنیا کی زندگی کے احوال پر، وَالظَّاهِرُ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى صَرَفَ اَبْصَارَ الْعِبَادِ وَاَسْمَاعَهُمْ عَنْ مُشَاهَدَةِ ذٰلِكَ وَسَتَرَكَتَمَهُمْ اِبْقَاءً عَلَيْهِمْ لِئَلَّا يَتَدَافَنُوا الخ اور ظاہر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں پر شفقت و رحمت کی وجہ سے ان کی آنکھوں کو اور ان کے کانوں کو احوال قبر کے مشاہدہ سے پھیر دیا اور ان سے چھپا دیا تاکہ وہ مردوں کو دفن کرنا نہ چھوڑ دیں۔ نیز لوگوں کے دنیاوی اعضاء کو برزخ کے غیبی امور کے ادراک و مشاہدہ پر قدرت نہیں اِلّا یہ کہ اللہ چاہے اور جمہور کا مذہب احادیث سے ثابت ہے، جیسے نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ میت لوٹنے والوں کی جوتیوں کی آہٹ سنتی ہے، اسی طرح آپ ﷺ کا فرمان کہ میت کی پسلیاں قبر کے بھینچنے کی وجہ سے ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں، آپ ﷺ کا فرمان کہ جب میت کو گرز کے ساتھ مارا جاتا ہے تو اس کی آواز کو جن و انس کے علاوہ مخلوق سنتی ہے اور آپ ﷺ کا فرمان کہ اس کے کانوں کے درمیان مارا جاتا ہے اور آپ ﷺ کا یہ فرمان کہ فرشتے اس کو بٹھاتے ہیں۔ وَكُلُّ ذٰلِكَ مِنْ صِفَاتِ الْاَجْسَادِ یہ سب کچھ اجساد کی صفات ہیں۔ (ایضاً)

فائدہ: اس سے ثابت ہوا کہ مذکورہ کارروائیاں قبر میں مدفون جسد عنصری کے ساتھ ہوتی ہیں، کیونکہ قبر میں جسد عنصری مدفون ہے اور میت کا اطلاق بھی جسد عنصری پر ہوتا ہے روح یا جسد مثالی کو میت نہیں کہا جاتا۔

۵۲۵...... اِنَّ الْمَيِّتَ يُحْيَا فِي قَبْرِهِ لِلْمَسْاَلَةِ الخ (منکرین حیات کا ایک سوال ہے کہ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ دو حیاتیں ہیں اور اگر قبر میں حیات مانیں تو حیاتیں تین بن جاتی ہیں جو قرآن کے خلاف ہے۔ مؤلف اس کے جواب میں فرماتے ہیں) قبر میں میت کو سوال جواب کے لئے زندہ کیا جاتا ہے، اس سے مقصود محض امتحان ہے جیسا کہ احادیثِ صحیحہ میں وارد ہوا ہے، لہٰذا میت کے بدن عنصری میں روح کا اعادہ عارضی ہے جیسا کہ انبیاء کی دعا کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو زندہ کیا گیا تاکہ انبیاء ان سے کچھ اشیاء پوچھیں، اس کے بعد پھر موت کی طرف لوٹ گئے، لیکن یہ عارضی حیات تھی جس کا اعتبار نہیں کیا گیا اور قبر کی حیات دنیا کی مستقل معروف حیات کی طرح نہیں جس میں بدن کے اندر روح داخل ہوتی ہے اور ہر طرح اس کی تدبیر کرتی ہے اور اس میں تصرف کرتی ہے اور وہ زندوں کے تمام حوائج کی طرف محتاج ہوتی ہے۔ اس لئے یہ تیسری حیات شمار نہیں ہوگی۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۲۴۰)

۵۲۶...... وَفِي هٰذَا الْحَدِيثِ اِثْبَاتُ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَنَّ الرُّوحَ لَا تَفْنٰى بِفَنَاءِ الْجَسَدِ لِاَنَّ الْعَرَضَ لَا يَقَعُ اِلَّا عَلٰى حَيٍّ (فتح الباری ج ۳ ص ۲۴۳) قبر میں میت پر جنت یا دوزخ کا ٹھکانہ پیش کرنے والی حدیث سے عذاب قبر ثابت ہوتا ہے، کیونکہ جسد کے فناء ہونے کے ساتھ روح فناء نہیں ہوتی اور ٹھکانہ زندہ پر ہی پیش ہو سکتا ہے مردہ پر نہیں، (اس لئے روح زندہ ہے اور روح کا جسم یا اجزاء جسم کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اور تعلق کی وجہ سے جسم یا اجزاء جسم میں اتنی حیات پیدا ہو جاتی ہے جس سے راحت و تکلیف کا ادراک ہو سکے اور ٹھکانہ روح و جسم کے مجموعہ پر

پیش ہوتا ہے لیکن روح پر اصالۃً اور بدن پر تبعاً۔

۵۲۷...... وَيَحْتَمِلُ اَنْ يُرِيدَ كُلَّ غَدَاةٍ وَكُلَّ عَشِيٍّ وَهُوَ مَحْمُولٌ عَلٰى اَنَّهُ يَحْيَا مِنْهُ جُزْءٌ لِيُدْرِكَ ذٰلِكَ فَغَيْرُ مُمْتَنِعٍ اَنْ تُعَادَ الْحَيَاةُ اِلٰى جُزْءٍ مِنَ الْمَيِّتِ اَوْ اَجْزَاءٍ وَتَصِحُّ مُخَاطَبَتُهُ وَالْعَرْضُ عَلَيْهِ (فتح الباری ج ۳ ص ۲۴۳) صبح شام ٹھکانے کے پیش ہونے میں دو قول ہیں۔ (۱) صرف ایک صبح اور ایک شام کو ٹھکانہ پیش ہوتا ہے۔ (۲) ہر صبح اور ہر شام پیش ہوتا ہے، اس کی بنیاد یہ ہے کہ میت کا کوئی جزء زندہ کیا جاتا ہے تاکہ وہ اس کا ادراک کر سکے اور یہ محال نہیں کہ حیات میت کے ایک جزء کی طرف یا تمام اجزاء کی طرف لوٹائی جائے جس کی وجہ سے اس کے ساتھ کلام کرنا اور ٹھکانے کا پیش کرنا صحیح ہو۔

۵۲۸...... اِنَّ الْاَنْبِيَاءَ اَحْيَاءٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَاِنْ كَانُوا فِي صُورَةِ الْاَمْوَاتِ بِالنِّسْبَةِ اِلٰى اَهْلِ الدُّنْيَا (فتح الباری ج ۶ ص ۴۴۴) انبیاء زندہ ہیں اور اللہ کے ہاں بہت ہی مقرب ہیں اگرچہ وہ اہل دنیا کے اعتبار سے صورۃً اموات ہیں۔

فائدہ: اہل دنیا کے اعتبار سے جو صورۃً اموات ہیں وہ اجساد عنصریہ ہیں، ارواح اور اجساد مثالیہ نہیں، صورۃً اموات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن حجر رحمہ اللہ کے نزدیک ظاہری صورت کے اعتبار سے مردہ ہیں لیکن ان کے باطن میں مخفی حیات ہے ورنہ فی صورۃ الاموات کی تعبیر مہمل بن جاتی ہے۔

۵۲۹...... اِنَّ الْاَنْبِيَاءَ اَفْضَلُ مِنَ الشُّهَدَاءِ وَالشُّهَدَاءُ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ فَكَذٰلِكَ الْاَنْبِيَاءُ فَلَا يَبْعُدُ اَنْ يُصَلُّوا وَيَحُجُّوا وَيَتَقَرَّبُوا اِلَى اللّٰهِ بِمَا اسْتَطَاعُوا مَا دَامَتِ الدُّنْيَا وَهِيَ دَارُ تَكْلِيفٍ بَاقِيَةٌ (فتح الباری ج ۶ ص ۴۸۷) انبیاء شہداء سے افضل ہیں اور شہداء زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں مقرب ہیں اسی طرح انبیاء بھی زندہ ہیں اور اپنے رب کے ہاں بہت ہی مقرب ہیں تو بعید نہیں کہ وہ نمازیں پڑھیں اور حج کریں اور جب تک دنیا یعنی دار التکلیف باقی ہے جس قدر وہ طاقت رکھتے ہیں قیامت سے پہلے عبادات کے ذریعے اللہ کا قرب حاصل کریں۔ (بغیر مکلف ہونے کے)...... اور امام بیہقی نے ایک عمدہ کتاب تالیف کی ہے جس کا موضوع ہے حیات الانبیاء فی القبور۔

فائدہ: دوسرا قول یہ ہے کہ ارواح اجسام کی شکل میں متشکل ہو کر حج کرتی ہیں اور اصلی اجساد قبور میں ہوتے ہیں لیکن اس قول سے اجساد فی القبور کی حیات کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ ارواح جہاں بھی ہوں اپنی اصلی حالت پر ہوں یا اجسام کی شکل میں متشکل ہوں، بہر صورت ان کا اجساد عنصریہ کے ساتھ تعلق باقی رہتا ہے جس کی وجہ سے اجساد عنصریہ میں مخفی حیات موجود رہتی ہے۔

۵۳۰...... وَاِذَا ثَبَتَ اَنَّهُمْ اَحْيَاءٌ مِنْ حَيْثُ النَّقْلِ فَاِنَّهُ يُقَوِّيهِ مِنْ حَيْثُ النَّظَرِ كَوْنُ الشُّهَدَاءِ اَحْيَاءً بِنَصِّ الْقُرْاٰنِ الخ (فتح الباری ج ۶ ص ۴۸۸) احادیث سے عبارۃ النص کے طور پر ثابت ہے کہ انبیاء زندہ ہیں پھر قرآن کی دلالت النص سے یہ عقیدہ اور قوی ہو جاتا ہے، دلالت النص یہ ہے کہ جب شہداء کی حیات قرآن کی نص کے ساتھ ثابت ہے اور انبیاء شہداء سے افضل ہیں تو وہ بطریق اولیٰ زندہ ہوں گے اور احادیث کے دلائل میں ایک دلیل حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہے جس کو امام ابو داود رحمہ اللہ نے مرفوعاً ذکر کیا ہے، اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر درود بھیجو کیونکہ تم جہاں بھی ہو تمہارا درود مجھ تک پہنچے گا۔ اس کی سند صحیح ہے اور ابو الشیخ نے کتاب الثواب اس کو عمدہ سند کے ساتھ ذکر کیا ہے جس کے لفظ یہ ہیں: مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي سَمِعْتُهُ وَمَنْ صَلّٰى عَلَيَّ نَائِيًا بَلَغْتُهُ جو میری قبر کے پاس درود پڑھے گا میں اس کو سنوں گا اور جو دور سے مجھ پر درود بھیجے گا میرے پاس اس کا درود پہنچایا جائے گا۔

۵۳۱...... وَهٰذَا كُلُّهُ فِيمَنْ رَآهُ وَهُوَ فِي قَيْدِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَوِيَّةِ أَمَّا مَنْ رَآهُ بَعْدَ مَوْتِهِ وَقَبْلَ دَفْنِهِ فَالرَّاجِحُ أَنَّهُ لَيْسَ بِصَحَابِي...إِذْ حُجَّةُ مَنْ أَثْبَتَ الصُّحْبَةَ لِمَنْ رَآهُ قَبْلَ دَفْنِهِ أَنَّهُ مُسْتَمِرُّ الْحَيَاةِ وَهٰذِهِ الْحَيَاةُ لَيْسَتْ دُنْيَوِيَّةً وَإِنَّمَا هِيَ أُخْرَوِيَّةٌ لَا تَتَعَلَّقُ بِهَا أَحْكَامُ الدُّنْيَا فَإِنَّ الشُّهَدَاءَ أَحْيَاءٌ وَمَعَ ذٰلِكَ فَإِنَّ الْأَحْكَامَ الْمُتَعَلِّقَةَ بِهِمْ بَعْدَ الْقَتْلِ جَارِيَةٌ عَلَى أَحْكَامِ غَيْرِهِمْ مِنَ الْمَوْتٰى (فتح الباری ج ۷ ص ۴) صحابیت کے لئے دوسری قیودات کے ساتھ یہ قید بھی ضروری ہے کہ اس نے آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی دنیوی زندگی میں دیکھا ہو اور جس نے آپ ﷺ کو آپ کی وفات کے بعد اور دفن سے پہلے دیکھا تو راجح بات یہ ہے کہ وہ صحابی نہیں ہے...... اور جن حضرات نے یہ کہا کہ حضور ﷺ کو وفات کے بعد اور دفن سے پہلے دیکھنے والا بھی صحابی ہے ان کا عقیدہ اور ان کی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ کی حیات جاری ہے۔ (یعنی آپ ﷺ کے ظاہر سے آثار حیات منقطع ہو گئے لیکن باطن میں وہی حیات جو پہلے تھی جاری ہے، اسی کو حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: ''نبی کریم ﷺ کی موت انقطاع حیات کے ساتھ نہیں بلکہ استتار حیات کے ساتھ ہے۔'' لہٰذا اس نے حضور ﷺ کو آپ ﷺ کی حیات میں دیکھا اس لئے وہ صحابی ہے۔ اس کی تردید کرتے ہوئے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں) حالانکہ یہ (وفات کے بعد والی) حیات دنیاوی (محسوس تکلیفی) نہیں ہے، یہ تو اخروی حیات ہے۔ (کیونکہ اس کا مقصد جزاء ہے) اس کے ساتھ دنیا کے احکام متعلق نہیں ہوتے، جیسا کہ شہداء بھی زندہ ہیں لیکن اس کے باوجود قتل کے بعد جو احکام ان کے ساتھ متعلق ہیں وہ وہی ہیں جو باقی مردوں پر جاری ہوتے ہیں۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک انبیاء قبور میں حیات جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں، نیز دفن سے پہلے انبیاء کے اجساد عنصریہ میں حیات تسلیم کر رہے ہیں۔

۵۳۲...... قَوْلُهُ لَا يُذِيقُكَ اللّٰهُ الْمَوْتَتَيْنِ ... وَقَدْ تَمَسَّكَ بِهِ مَنْ أَنْكَرَ الْحَيَاةَ فِي الْقَبْرِ وَأُجِيبَ عَنْ أَهْلِ السُّنَّةِ الْمُثْبِتِينَ لِذٰلِكَ الخ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی وفات کے موقع پر فرمایا تھا کہ اللہ آپ ﷺ کو دو موتیں نہیں چکھائے گا، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حیات قبر کے منکرین نے اسی قول سے استدلال کیا ہے اور اہل سنت جو حیات فی القبر کو ثابت کرتے ہیں ان کی طرف سے یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہاں مراد اس خاص موت کی نفی ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے لازم آتی ہے، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ تھا کہ حضور ﷺ دوبارہ دنیا میں (محسوس تکلیفی دنیاوی زندگی کے ساتھ) اٹھیں گے۔ (ظاہر ہے اس حیات کے بعد پھر دوبارہ بھی موت آئے گی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسی موت کی نفی کی ہے۔ کیونکہ جب آپ ﷺ دوبارہ دنیا میں نہیں اٹھیں گے تو اٹھنے کے بعد والی موت بھی نہیں آئے گی۔ پس اس میں دنیا والی دوبارہ حیات وموت کی نفی ہے، قبر والی حیات کی نفی نہیں) کیونکہ (اس جواب کے مطابق) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قول کا تعلق برزخ میں پیش آنے والے حالات کے ساتھ نہیں ہے۔ وَأَحْسَنُ مِنْ هٰذَا الْجَوَابِ أَنْ يُقَالَ إِنَّ حَيَاتَهُ ﷺ فِي الْقَبْرِ لَا يعقبها مَوْتٌ بَلْ يَسْتَمِرُّ حَيًّا وَالْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ الخ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس مذکورہ جواب سے زیادہ اچھا جواب یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ قبر میں حضور ﷺ کی حیات ایسی ہے کہ اس کے بعد موت نہیں آئے گی بلکہ قیامت تک یہ حیات دائماً جاری رہے گی۔ (حتیٰ کہ آپ اسی حیات کے ساتھ قبر مبارک سے اٹھیں گے) اور (یہ نبی کریم ﷺ کی خصوصیت نہیں بلکہ) تمام انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور الموتتین کو معرفہ لانے میں بھی یہی حکمت ہے کہ اس سے وہ دو

کامل موتیں مراد ہیں جو مشہور ہیں اور انبیاء کے علاوہ ہر کسی کو پیش آتی ہیں۔ (ایک دنیا میں، دوسری قبر میں، قبر کے سوال جواب کے بعد روح کا بدن سے جدا ہونا، یا لمحہ اولیٰ کے وقت) (فتح الباری ج ۷ ص ۲۹)

۵۳۳...... اخْتُلِفَ فِي حَالِ الْأَنْبِيَاءِ عِنْدَ لَقِيِّ النَّبِيِّ ﷺ إِيَّاهُمْ لَيْلَةَ الْإِسْرَاءِ هَلْ أُسْرِيَ بِأَجْسَادِهِمْ الخ اس میں اختلاف ہوا ہے کہ اسراء کی رات آپ ﷺ کی انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ملاقات اجساد کے ساتھ ہوئی یا ان روحوں کے ساتھ ہوئی جو انبیاء کے اجساد کے ساتھ متشکل ہوگئیں؟ ابو الوفاء ابن عقیل نے دوسرے قول کو ترجیح دی ہے اور ہمارے بعض شیوخ نے پہلے قول کو پسند کیا ہے۔ (کیونکہ انبیاء علیہم السلام قبروں میں زندہ ہیں تو کوئی بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اصلی اجساد کے ساتھ بیت المقدس میں اور پھر آسمانوں پر پہنچا دیا ہو جیسا کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کو پہنچایا اور جن حضرات نے دوسرے قول کو اختیار کیا ان کے نزدیک ارواح اعلیٰ علیین میں ہیں اور ان کا قبور میں مدفون جسموں کے ساتھ ہر حالت میں تعلق و اتصال قائم رہتا ہے اور اسی تعلق کی وجہ سے وہ قبور میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں اور موسیٰ علیہ السلام نے بھی اسی طرح قبر میں نماز پڑھی۔ چنانچہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں) يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ لِرُوحِهِ اتِّصَالٌ بِجَسَدِهِ فِي الْأَرْضِ فَلِذٰلِكَ يَتَمَكَّنُ مِنَ الصَّلَاةِ وَرُوحُهُ مُسْتَقِرَّةٌ فِي السَّمَاءِ (فتح الباری ج ۷ ص ۲۱۲) یہ جائز ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی روح کا زمین میں مدفون جسم کے ساتھ اتصال ہو اور اسی اتصال کی وجہ سے اپنے جسد کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پر قدرت ہوئی، جب کہ روح آسمانوں پر اعلیٰ علیین میں قرار پذیر تھی۔

۵۳۴...... مقتولین بدر کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے: انهم ليعلمون الأن اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: انهم ليسمعون، ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں: الْعِلْمُ لَا يَمْنَعُ مِنَ السَّمَاعِ کہ ان میں کوئی تضاد نہیں، کیونکہ علم سماع میں مانع نہیں۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۳۰۳)

<u>فائدہ</u>: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان اس میں اختلاف ہوا کہ حدیث میں: ليعلمون کے الفاظ ہیں یا ليسمعون؟ لیکن دونوں حضرات اس پر متفق ہیں کہ نبی علیہ السلام قبر میں جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہیں، کیونکہ علم ہو یا سماع دونوں حیات پر موقوف ہیں۔

۵۳۵...... وَهٰذَا الْعَرْضُ يَقَعُ عَلَى الرُّوحِ حَقِيقَةً وَعَلَى مَا يَتَّصِلُ بِهِ مِنَ الْبَدَنِ الِاتِّصَالَ الَّذِي يُمْكِنُ بِهِ إِدْرَاكُ التَّنْعِيمِ أَوِ التَّعْذِيبِ (فتح الباری ج ۱۱ ص ۳۶۶) جنت اور دوزخ کے ٹھکانے کا پیش کرنا اصالۃً وحقیقۃً روح پر ہوتا ہے اور بدن پر تبعاً، کیونکہ روح کا بدن کے ساتھ ایسا اتصال ہوتا ہے کہ اُس کی وجہ سے ثواب و عذاب کا ادراک ممکن ہو جاتا ہے۔

۵۳۶...... وَالَّذِي تَقْتَضِيهِ ظَوَاهِرُ الْأَحَادِيثِ الصَّحِيحَةِ أَنَّ أَرْوَاحَ الْمُؤْمِنِينَ فِي عليين وارواح الْكُفَّارِ فِي سِجِّينٍ وَلَكِن لكل مِنْهُمَا اتِّصَالٌ بجسدها الخ احادیث صحیحہ کے ظاہر کا تقاضا یہ ہے کہ مؤمنین کی ارواح علیین میں اور کفار کی ارواح سجین میں ہوتی ہیں، لیکن ہر ایک کی روح کا اپنے جسد (عنصری) کے ساتھ اتصال ہوتا ہے اور یہ اتصال معنوی ہوتا ہے، دنیا والے (محسوس زندگی کے) اتصال کے مشابہ نہیں ہوتا، اس کی زیادہ مشابہت نیند کے ساتھ ہے کیونکہ سونے والے کی روح اس کے جسم سے جدا ہو جاتی ہے لیکن یہ جدائی کلی طور پر نہیں ہوتی کہ اس سے مکمل طور پر لاتعلق ہو جائے، بلکہ اس کا جسد کے ساتھ قوی اتصال رہتا ہے۔ (یعنی روح کے اس کے جسد کے ساتھ دو تعلق رہتے ہیں تعلق حیات اور تعلق تدبیر، صرف تعلق افعال ختم ہو جاتا ہے) لیکن میت کی روح اپنے جسد

(عنصری) سے کلی طور پر جدا ہو جاتی ہے۔ (کیونکہ اس کی روح کا بدن کے ساتھ صرف تعلق حیات باقی رہتا ہے لیکن تعلق افعال اور تعلق تدبیر کلی طور پر منقطع ہو جاتے ہیں) لیکن اس کا بدن کے ساتھ اتنا اتصال رہتا ہے جس کے ساتھ مؤمن کا بدن ثواب کا ادراک کر سکے اور کافر کا بدن عذاب کا ادراک کر سکے، کیونکہ ثواب (اصالۃً) مؤمن کی روح کے لئے ہوتا ہے اور عذاب (اصالۃً) کافر کی روح کے لئے ہوتا ہے لیکن بدن بھی اس ثواب وعذاب کا ادراک کرتا ہے جیسا کہ اہل سنت کے ہاں راجح مذہب یہی ہے کہ برزخ میں ثواب وعذاب روح اور جسم دونوں پر واقع ہوتا ہے ...... فقد وردت آثار کتبت فی منامات عدیدۃ تبلغ التواتر المعنوی الخ نیند کے متعدد واقعات کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں جو تواتر معنوی کے درجے کو پہنچتے ہیں ان سے مذہب راجح کے قوی ہونے کی تائید ہوتی ہے...... اور وہ واقعات اگرچہ دلیل نہیں بن سکتے لیکن مرجح بن سکتے ہیں۔ (الامتاع بالاربعین المتباینۃ السماع ص ۷۸)

۵۳۷ ...... من قال ان النعیم او العذاب یقع علی الروح والبدن معا یقول ان المیت یعرف من یزورہ ویسمع من یقرأ عندہ اذ لا مانع من ذلک (ایضا) جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ثواب وعذاب روح اور بدن دونوں پر واقع ہوتا ہے وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ میت زیارت کرنے والے کو پہچانتی ہے اور اس کے پاس قرآن پڑھا جائے تو اس کو سنتی ہے کیونکہ اس میں کوئی مانع نہیں۔

۵۳۸ ...... ولھا اتصال بالقبر وببدن المیت اتصالا معنویا بحیث یحس البدن بالتنعیم والتعذیب (ایضا ص ۸۴) اور بے شک روح اپنی جائے قرار میں ہوتی ہے اور اس کا قبر اور میت کے بدن کے ساتھ اتصال معنوی ہوتا ہے جس کی وجہ سے بدن ثواب وعذاب کو محسوس کرتا ہے۔

۵۳۹ ...... الراجح من الاقوال ان ارواح المؤمنین مقیمۃ حیث شاء اللہ ولھا اتصال بقبورھا بحیث ینال الجسد التنعیم الذی تتبعہ الروح وذلک الاتصال لا یدرک بالوصف اذ لا شبیہ لہ بالاتصالات الدنیویۃ (ایضا) راجح قول یہ ہے کہ مؤمنین کی ارواح وہاں ہوتی ہیں جہاں اللہ چاہتے ہیں اور ان کا اپنی قبروں کے ساتھ اتصال ہوتا ہے جس کی وجہ سے جسم اس لذت کو حاصل کرتا ہے جو روح کو پہنچتی ہے اور یہ ایسا اتصال ہے کہ جس کو بیان میں نہیں لایا جا سکتا کیونکہ اتصالات دنیویہ کے ساتھ اس کی مشابہت نہیں ہوتی۔

۵۴۰ ...... وقد افرد البیہقی جزء فی حیاۃ الانبیاء فی قبورھم واورد فیہ عدۃ احادیث تؤید ھذا ... وقال فی دلائل النبوۃ الانبیاء احیاء عند ربھم کالشھداء وقال فی کتاب الاعتقاد والانبیاء بعد ما قبضوا ردت الیھم ارواحھم فھم احیاء عند ربھم کالشھداء (التلخیص الحبیر ج ۲ ص ۲۹۳) مؤلف فرماتے ہیں امام بیہقی رحمہ اللہ نے انبیاء کی حیات فی القبور کے بارے میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے، اس میں متعدد حدیثیں ذکر کی ہیں جن سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ انبیاء کے اجساد قبروں میں ہوتے ہیں اور زندہ ہوتے ہیں، نیز امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں فرمایا کہ انبیاء زندہ ہیں اپنے رب کے مقرب ہیں شہداء کی مثل اور کتاب الاعتقاد میں کہا ہے کہ انبیاء کی روحیں قبض ہونے کے بعد ان کی طرف لوٹا دی جاتی ہیں۔ پس وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں مقرب ہیں شہداء کی مثل۔

۵۴۱ ...... سوال نمبر ۱: کیا میت سے بٹھا کر سوال ہوتا ہے یا لیٹے ہوئے سوال ہوتا ہے؟

جواب: فرشتے میت سے سوال کرتے ہیں اور میت بیٹھی ہوئی ہوتی ہے......

سوال نمبر ۳: سوال کے بعد روح کہاں ہوتی ہے؟

جواب: مؤمن کی روح علیین میں اور کافر کی روح سجین میں ہوتی ہے اور ہر روح کا اپنے جسم کے ساتھ اتصال معنوی ہوتا ہے جو دنیا والی حیات کے اتصال کے مشابہ نہیں ہوتا، بلکہ اس کی زیادہ مشابہت نیند والے کی حالت کے ساتھ ہے، اگرچہ سونے والے سے میت کی روح کی مفارقت زیادہ ہوتی ہے اور بعض نے اس اتصال کو سورج کی شعاع کے ساتھ تشبیہ دی......

سوال نمبر ۴: کیا میت تلقین سنتی ہے؟

جواب: ہاں سنتی ہے اُس اتصال کی وجہ سے جس کی طرف ہم نے پہلے اشارہ کر دیا ہے......

سوال نمبر ۵: کیا میت زیارت کرنے والے کو پہچانتی ہے؟

جواب: جی ہاں، کبھی جان لیتی ہے جب اللہ تعالیٰ اس کا ارادہ فرمائیں......

سوال نمبر ۶: کیا قبر کا عذاب روح پر ہوتا ہے یا جسم پر؟

جواب: روح اور جسد دونوں پر ہوتا ہے لیکن اصالۃً روح پر ہوتا ہے اور جسم بھی تکلیف محسوس کرتا ہے اور اسی طرح اگر ثواب ہو تو جسم بھی لذت محسوس کرتا ہے لیکن اس کا بدن کے ظاہر پر اہل دنیا کے لئے کوئی اثر ظاہر نہیں ہوتا۔ حتیٰ کہ اگر قبر اکھیڑی جائے تو میت اسی حالت میں ہوتی ہے جس پر اس کو رکھا گیا......

سوال نمبر ۱۳: میت کو قبر سے منتقل کیا جائے تو اس حالت میں بدن کے ساتھ تعلق رہتا ہے یا نہیں؟

جواب: تعلق رہتا ہے کیونکہ روح اگرچہ جسم میں داخل نہیں لیکن اس کا بدن کے ساتھ اتصال ہوتا ہے۔ پس جس جگہ کی طرف بھی بدن کو منتقل کیا جائے اتصال قائم رہتا ہے......

سوال نمبر ۱۴: جب گردن جسم سے جدا کر دی جائے تو روح کا تعلق کس کے ساتھ ہوتا ہے؟

جواب: روح کا ہر ایک کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اور اگر میت کے اعضاء سب جدا کر دیئے جائیں تو پھر بھی اسی طرح ہر ایک کے ساتھ روح کا تعلق ہوتا ہے۔ (رسالہ: الجواب الشافی عن السؤال الخافی)

ابن ضیاء حنفی رحمۃ اللہ علیہ (ابو البقاء محمد بن احمد بن الضیاء، قرشی۔ م ۸۵۴ھ)

۵۴۲......وَلَا شَكَّ أنه ﷺ حَيٌّ وَأنَ اَعمال امته معروضة عَلَيْهِ (تاریخ مکۃ المشرفۃ والمسجد الحرام والمدینۃ الشریفۃ والقبر الشریف ص ۳۳۴) اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی کریم ﷺ زندہ ہیں اور آپ کی امت کے اعمال آپ پر پیش کئے جاتے ہیں۔

۵۴۳...... ان نَبِينَا ﷺ اَحيَاهُ الله بعد موته حَيَاة تَامَّة واستمرت تِلْكَ الْحَيَاة إِلَى الْآن، وَهي مستمرة إِلَى يَوم الْقِيَامَة إِن شَاءَ الله تَعَالَى ويشاركه فِي ذٰلِكَ جَمِيع الْأَنْبِيَاء عَلَيْهِم الصَّلَاة وَالسَّلَام وَالدَّلِيل على ذٰلِكَ اُمور... وامثال ذٰلِكَ دَلَائِل قَاطِعَة على انهم احياء باجسادهم (ایضاً ص ۳۳۶) ہمارے نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے موت کے بعد کامل حیات کے ساتھ زندہ کیا اور یہ حیات اب تک قائم ہے اور قیامت تک قائم رہے گی ان شاء اللہ اور اس میں آپ ﷺ کے ساتھ تمام انبیاء علیہم السلام شریک ہیں اور اس کے اوپر متعدد امور دلالت کرتے ہیں۔ (دلائل لکھنے کے بعد آخر میں کہتے ہیں) اس عقیدے پر کہ انبیاء اپنے اجساد کے ساتھ زندہ ہیں مذکورہ بالا دلائل قطعی طور پر دلالت کرتے ہیں۔

۵۴۴...... وَقد احسن ناظم هٰذِهِ الابيات رداً على من انكر سماع رسول الله ﷺ من المصلي عَلَيْهِ الصَّلَاةَ وَهِيَ هٰذِهِ الابيات: اَلا اَيُّهَا الغادي اِلىٰ يثرب مهلا الخ......اور تحقیق اس نظم بنانے والے نے عمدہ نظم کہی جس میں اس نے ان لوگوں پر رد کیا جو حضور ﷺ کے صلوۃ وسلام کے سامع کے منکر ہیں، اشعار یہ ہیں: آگاہ ہو جا اے یثرب کی طرف آنے والے! ٹھہر جا، تا کہ تو اس شوق کا حامل بنے جس کے اٹھانے کی میں طاقت نہیں رکھتا، تو اٹھا میری طرف سے سلام، اللہ تیری حفاظت کرے اور میرا اسلام اس ہستی کی روح کو پہنچا جو طیبہ میں اترے اور اُس قبر کے پاس ٹھہر جو اُس روضہ میں ہے جو درود پڑھنے والے کی دائیں جانب ہے جب وہ درود پڑھے اور عاجزی اور خشوع کے ساتھ کھڑا ہو مہبط وحی کے چہرے کے سامنے اور وہاں اپنی آواز کو پست کر اور اس حکم کو ملحوظ رکھ جو پڑھا جاتا ہے: (لا ترفعوا اصواتکم الخ) اور پکار کہ اے احمد ﷺ کی قبر! اللہ کا سلام ہو اس جسم پر جو تجھ میں ہے اور بوسیدہ نہیں ہوا اور نہ بوسیدہ ہوگا۔ اے محبوب! آپ مجھے دیکھ رہے ہیں اور میں اپنے آپ کو آپ کی قبر کے پاس کھڑا ہوا دیکھ رہا ہوں، تمہیں وہ بندہ پکارتا ہے جس کا تمہارے علاوہ کوئی مددگار (سفارشی) نہیں اور آپ میرے درود کو قریب سے سنتے ہیں جیسا کہ اس آدمی کا درود آپ کے پاس پہنچتا ہے جو دور سے پڑھتا ہے، میں آپ کو (سفارش کے لئے) پکارتا ہوں اے مخلوق میں سے بہتر ہستی اور وہ ہستی جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے نبیوں اور رسولوں کا سلسلہ ختم کیا، جو ہدایت کے علمبردار ہیں، اگر آپ نہ ہوتے تو ہم راہ ہدایت کو نہ پہچانتے اور اگر آپ نہ ہوتے تو ہم حلال وحرام نہ جانتے۔ (ایضاً ص۳۳۹)

۵۴۵...... کَیْفِیَّۃُ السَّلَامِ عَلَیْهِ ﷺ حَالَ الزِّیَارَۃِ وَالسَّلَامُ علی ضجیعیه رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا الخ بوقت زیارت حضور ﷺ پر اور آپ کے دو ساتھیوں پر سلام کی کیفیت کا بیان۔ دل میں عاجزی ہو، آنکھیں جھکی ہوئی ہوں، آواز پست ہو، اعضاء پرسکون ہوں، اس حالت میں تو یوں کہے: السلام علیك یا رسول الله السلام علیك یا نبی الله الخ...... (اور یہ کہے) یا رسول اللہ ہم آپ کے پاس ایک مقصد لے کر حاضر ہوئے ہیں اور آپ کے مہمان ہیں، دور دراز علاقوں سے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے ہیں، ہمارا مقصد یہ ہے کہ آپ کا حق جو ہمارے ذمہ ہے وہ پورا کریں اور آپ کے کمالات کو دیکھیں اور آپ کی زیارت کا شرف حاصل کریں اور آپ پر سلام کرکے اور آپ کے ذریعے اپنے رب کی طرف سفارش طلب کرنے کی برکت حاصل کریں، کیونکہ ہمارے خطاؤں نے ہماری کمریں توڑ دی ہیں اور ہمارے گناہوں نے ہمارے کندھوں کو بوجھل کر دیا ہے اور آپ ایسے سفارشی ہیں جن کی سفارش قبول ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس وقت ان لوگوں نے اپنے اوپر ظلم کیا اگر وہ آپ کے پاس آ جاتے اور اللہ سے بخشش مانگتے اور رسول بھی ان کے لئے بخشش مانگتا تو وہ اللہ کو پاتے توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا۔ یا رسول اللہ! ہم آپ کی خدمت میں اس حال میں حاضر ہوئے ہیں کہ ہم اپنے آپ پر ظلم کرنے والے ہیں اور اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرنے والے ہیں، پس آپ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہماری سفارش کر دیجئے اور دعا کر دیجئے کہ اللہ ہمیں آپ کی سنت پر موت دے اور آپ کی جماعت میں ہمارا حشر کرے اور آپ کے ہاتھوں سے اللہ ہمیں جام کوثر نصیب کرے بغیر رسوائی اور بغیر ندامت کے اور اللہ ہمیں جنت الفردوس میں ان لوگوں کے ساتھ آپ کی رفاقت نصیب کرے جن پر اللہ کا انعام ہوا ہے یعنی انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین اور یہ بہت اچھے رفقاء ہیں، یا رسول اللہ! سفارش کیجئے، سفارش کیجئے...... پھر ایک ہاتھ دائیں طرف پھر جائے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر سلام کہے،

کیونکہ اکثر علماء کے نزدیک حضرت ابوبکر کا سر رسول اللہ ﷺ کے کندھے کے برابر ہے۔ پس یوں کہے: السلام علیك یاخلیفة رسول الله ﷺ الخ آپ پر سلام ہو اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ اور آپ کے مخلص دوست اور جو غار ثور میں ثانی ہے۔ اے ابوبکر صدیق! اللہ پوری امت محمدیہ کی طرف سے آپ کو جزائے خیر عطاء کرے اور آپ کو قیامت کے دن امن اور بھلائی عطاء کرے۔ پھر ایک ہاتھ دائیں جانب پیچھے ہٹ جائے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر سلام کہے، کیونکہ اکثر علماء کے نزدیک حضرت عمر کا سر حضرت ابوبکر کے کندھے کے برابر ہے، پس یوں کہے: السلام علیك یاامیر المؤمنین الخ! آپ پر سلام ہو اے امیر المؤمنین عمر فاروق! آپ کی وجہ سے اللہ نے اسلام کو عزت بخشی، اسلام اور امت محمدیہ کی طرف سے اللہ آپ کو جزائے خیر عطاء کرے...... پھر واپس اپنی پہلی جگہ کی طرف لوٹ کر نبی ﷺ کے چہرہ مبارک کے سامنے حاضر ہو جائے، اللہ کی حمد وثناء بیان کرے اور نبی ﷺ پر درود پڑھے اور اپنی ضروریات میں حضور ﷺ کے ذریعے وسیلہ پکڑے اور آپ کے ذریعے سفارش طلب کرے اور اپنے لئے، اپنے والدین کے لئے، تمام مؤمنین کے لئے اور جس کے لئے جو پسند ہو دعا کرے اور اپنی دعا کو آمین اور درود کے ساتھ مکمل کرے...... پھر اگر کسی نے اس کو رسول اللہ ﷺ پر سلام کا پیغام دیا ہو تو یوں کہے کہ یارسول اللہ فلاں بن فلاں کی طرف سے آپ پر سلام ہو، یا یوں کہے کہ یارسول اللہ فلاں بن فلاں آپ کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہے، یا اس طرح کا کوئی دوسرا جملہ کہے، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ اسی طرح سلام کا پیغام بھیجتے تھے اور اس کے لئے شام سے پیغام رسان کو بھیجتے تھے۔ (ایضاً ص ۳۴۳)

ابن المَلَک رُومی حنفی رحمہ اللہ (محمد بن عبداللطیف بن عبدالعزیز، کرمانی، ابن فرشتا۔م ۸۵۴ھ)

۵۴۶...... مؤلف قرع نعال والی حدیث کے تحت لکھتے ہیں: فیه دلالة علی حیاة المیت فی القبر لان الاحساس بدون الحیاة ممتنعٌ عادة (شرح المصابیح لابن الملک ج ا ص ۱۳۱) اس حدیث میں قبر میں میت کی حیات پر دلیل ہے کیونکہ عادۃً بغیر حیات کے احساس محال ہے۔

۵۴۷...... قیل انما جُعِل ذلك فی قبرہ علیه الصلاة والسلام لانه کان یستعملها فراشا فخُشِی ان یستعملها احدٌ فیکون اساءةً فی الادب وقیل ذلك کان خصائصه علیه الصلاة والسلام وقد جاء فی الخبر ان الانبیاء احیاء فی قبورھم فیعامل فی قبرہ معاملةَ الاحیاء (ایضاً ج ۲ ص ۳۶۴) نبی ﷺ کی چادر قبر میں آپ ﷺ کے نیچے بچھادی گئی۔ (اس کی تین وجہیں ہیں) (۱) آپ ﷺ اس کو بستر کے طور پر استعمال کرتے تھے اور اس کا اندیشہ تھا کہ کوئی اور اس کو نیچے بچھائے گا تو بے ادبی ہوگی۔ (۲) حدیث میں ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ لہٰذا آپ کی قبر میں چادر بچھانے کی صورت میں آپ کے ساتھ وہی معاملہ کیا گیا جو زندوں کے ساتھ معاملہ ہوتا ہے۔ (۳) آپ ﷺ کے نیچے چادر کا بچھانا آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے۔

علامہ عَینی حنفی رحمہ اللہ (بدر الدین، محمود بن احمد بن موسیٰ۔م ۸۵۵ھ)

۵۴۸...... اِذا لَقِی جِبْرِیل النَّبِی عَلَیْهِ الصَّلَاة وَالسَّلَام فِی صُورَة دحْیَة فَاَیْنَ تکون روحه الخ جب جبریل امین دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں متشکل ہو کر نبی ﷺ سے ملتے تھے تو جبریل کی روح کہاں ہوتی تھی؟ اگر جبریل کے چھ سو پروں والے اصلی جسم میں ہے تو آپ ﷺ کے پاس نہ جبریل کی روح آئی نہ اس کا جسم آیا اور اگر دحیہ کے ہم شکل

جسم میں ہے تو کیا اصلی جسم مرجاتا تھا یا روح سے خالی باقی رہتا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کوئی مشکل بات نہیں کہ روح دحیہ کے ہم شکل جسم میں منتقل ہو جائے اور اصلی جسم زندہ رہے کیونکہ روح کے جدا ہونے سے اصلی جسم کے ساتھ تعلق میں کوئی کمی نہیں آتی (یعنی اس کا معنوی تعلق پہلے جسم کے ساتھ بھی باقی رہتا ہے) دوسرے جسم کی طرف اس کا منتقل ہونا ایسے ہی ہے جیسے شہداء کی ارواح سبز پرندوں کے پیٹوں کی طرف منتقل ہوتی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۴۵) لیکن ان کا شہداء کے اصلی جسموں کے ساتھ معنوی تعلق باقی رہتا ہے جس کی وجہ سے شہداء کے اصلی جسم میں حیات ہوتی ہے۔

۵۴۹...... (مَا علمك بهذا الرجل) الخطاب فِيهِ للمقبور بِدَلِيل قَوْله اِنَّكُم تفتنون فِي قبوركم وَلكنه عدل عَن خطاب الجمع اِلىٰ خطاب الْمُفْرد لِاَنَّ السُّؤَال عَن الْعلم يكون لكل وَاحِد بِانْفِرَادِهٖ واستقلاله (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۹۷) حدیث میں ہے کہ فرشتے میت سے سوال کرتے ہیں: اس آدمی (محمد رسول اللہ ﷺ) کے متعلق تیرا کیا علم ہے؟ اس کے تحت علامہ عینی لکھتے ہیں کہ یہ قبر میں مدفون میت کو خطاب ہے، اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ تمہارا تمہاری قبروں میں امتحان کیا جائے گا (اور یہ سوال وہی امتحان ہے) لیکن یہاں مفرد کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ یہ اس لئے کہ علم بالرسول کے بارے میں ہر ایک سے جدا جدا اور مستقلاً سوال ہوتا ہے۔ (اسی علم کے مطابق ہر ایک کے ساتھ قبر میں معاملہ ہوتا ہے)

۵۵۰...... حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے فَيَصِيحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيهِ غَيْرَ الثَّقَلَيْنِ۔ اس حدیث کے تحت علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: فِيهِ اِثْبَات عَذَاب الْقَبْر مَعَ غَيرِه من الْاَدِلَّة وَهُوَ مَذْهَب اهل السّنة وَالْجَمَاعَة واحياء الْمَيّت الخ اس حدیث سے درج ذیل عقائد ثابت ہوتے ہیں۔ (۱) عذاب قبر، نیز عذاب قبر پر اس کے علاوہ اور دلائل بھی ہیں اور یہی اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے۔ (۲) قبر میں میت کی حیات۔ (۳) منکر نکیر کا سوال، اور یہ دو فرشتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ بھیجتے ہیں اور میت سے اللہ اور اللہ کے رسول کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۹۸)

۵۵۱...... وردفِي عَذَاب الْقَبْر اَحَادِيث كَثِيرَة عَن جمَاعَة من الصَّحَابَة رَضِي الله تَعَالَى عَنْهُم، مِنْهَا حَدِيث عبَادَة الخ عذاب قبر کے بارے میں جماعت صحابہ سے بہت سی احادیث مروی ہیں۔ ان میں سے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، بزار رحمہ اللہ کے نزدیک اس کی سند میں کوئی خرابی نہیں۔ اسی طرح حدیث ابی سعید اور حدیث زید بن ثابت جو مسلم میں ہے، قُرَّ خُحَیْل بن حسنہ کی حدیث اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث جو ابوداود میں ہے، ابو امامہ اور ابو رافع کی حدیث جو ابو موسیٰ مدینی کی کتاب الترغیب والترہیب میں ہے اور حدیث میمونہ جس کو ابن مندہ نے کتاب الطہارۃ میں ذکر کیا ہے اور حدیث عثمان جس کو لالکائی نے نقل کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۱۷)

۵۵۲...... فِيهِ اَن عَذَاب الْقَبْر حق يجب الْاِيمَان بِهٖ وَالتَّسْلِيم لَهٗ وعَلى ذَلِك اهل السّنة وَالْجَمَاعَة خلافاً للمعتزلة (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۱۸) حدیث جریدہ سے یہ عقیدہ ثابت ہوتا ہے کہ عذاب قبر حق ہے، اس پر ایمان لانا اور اس کو تسلیم کرنا واجب ہے، اہل السنۃ والجماعۃ کا مذہب یہی ہے، البتہ معتزلہ اس کے منکر ہیں۔

۵۵۳...... وَاِن الله يحيي الْعَبْد وَيرد الْحَيَاة وَالْعقل وَهٰذَا نطقت بِهِ الْاَخْبَار وَهُوَ مَذْهَب اهل السّنة وَالْجَمَاعَة الخ (ایضاً) علامہ عینی رحمہ اللہ امام قرطبی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بندے (میت) کو زندہ کرتا ہے اور اس میں حیات اور عقل لوٹا دیتا ہے، احادیث میں اس کی صراحت ہے اور یہی اہل السنۃ والجماعۃ کا مذہب ہے۔

۵۵۴...... ثُمَّ المعذب عِنْدَ اهل السنة الجَسَد بِعَيْنِهِ او بعضه بعد اعادة الروح الى جسده او الى جزئه (ایضاً) اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک روح کے میت کے پورے جسم کی طرف یا اس کے جزء کی طرف لوٹانے کے بعد میت کے پورے جسم کو یا اس کے بعض جسم کو عذاب دیا جاتا ہے۔

۵۵۵...... الْاَنْبِيَاءُ اَحيَاءٌ فقد رَاٰهُمُ النَّبِي حَقِيقَةً وَقد مر على مُوسٰى عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي قَبرهٖ وَرَاٰهُ فِي السَّمَاءِ السَّادِسَة (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۸) انبیاء زندہ ہیں، کیونکہ نبی ﷺ نے ان کو (معراج کی رات) حقیقتاً دیکھا تھا۔ نیز اس لئے بھی کہ آپ ﷺ موسیٰ علیہ السلام پر گزرے تو وہ قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے اور جس کو قبر میں دیکھا انہی کو چھٹے آسمان میں بھی دیکھا۔

۵۵۶...... فيه (اى فى حديث الاستعاذة من عذاب القبر) اِثْبَاتُ عَذَابِ الْقَبْرِ رد على الْمُعْتَزِلَة وَمن انكره من غَيرهم (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۱۸) عذاب قبر سے استعاذہ والی حدیث سے عذاب قبر ثابت ہوتا ہے اور معتزلہ وغیرہ جو عذاب قبر کے منکر ہیں ان پر رد ہوتا ہے۔

۵۵۷...... (وَمَا يُسْتَفَادُ مِنْهُ) الافتتان فِي الْقَبْرِ وَهُوَ الاختبار وَلَا فِتْنَة اعظم من هٰذِهِ الْفِتْنَة وَقد وَردت فِيهِ اَحَادِيث كَثِيرَة الخ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۲۳) انكم تفتنون فى القبور والی حدیث سے قبر میں امتحان ثابت ہوتا ہے۔ (یعنی منکر نکیر کا سوال) افتتان کا معنی ہے امتحان لینا اور اس فتنے سے کوئی بڑا فتنہ نہیں اور اس کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہیں۔ (اس کے بعد علامہ عینی رحمہ اللہ نے چند حدیثوں کا ذکر کیا ہے)

۵۵۸...... وَمِمَّا يستنبط مِنْهُ اَنه يدل على اَن عَذَاب الْقَبْر حق وَاهل السّنة مجمعون على الْاِيمَان بِهٖ والتصديق وَلَا يُنكره الّا مُبْتَدع (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۶۷) عذاب قبر سے پناہ پکڑنے والی حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ عذاب قبر حق ہے اور اہل سنت والجماعت کا اس بات پر اجماع ہے کہ عذاب قبر پر ایمان لانا اور اس کی تصدیق کرنا واجب ہے اور سوائے اہل بدعت کے اس کا کوئی انکار نہیں کرتا۔

۵۵۹...... قَالَ الدَّاوُدِيّ لم يجمع الله عَلَيْك شدَّة بعد الْمَوْت لِاَنَّ الله تَعَالٰى قد عصمك من اهوال الْقِيَامَة قَالَ وَقيل لَا يَمُوت موتة اُخْرٰى فِي قَبره كَمَا يحيى غَيره فِي الْقَبْر فَيسْاَل ثمَّ يقبض الخ علامہ عینی رحمہ اللہ داودی رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھتے ہیں: لا يجمع الله عليك الموتتين کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے آپ پر موت کے بعد کوئی شدت نہیں ہوگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قیامت کی گھبراہٹوں سے محفوظ رکھا ہے۔ (شدت اور گھبراہٹ سے حفاظت دونوں حیات پر موقوف ہیں) دوسرا قول یہ ہے کہ آپ پر قبر میں دوسری موت نہیں آئے گی جیسا کہ غیر نبی کو قبر میں زندہ کیا جاتا ہے، اس سے سوال ہوتا ہے، پھر اس کی روح نکال کر علیین یا سجین میں ٹھہرادی جاتی ہے۔ (لیکن بدن کے ساتھ تعلق رہتا ہے) (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۴)

فائدہ: قبر میں سوال وجواب کے بعد غیر انبیاء سے روح کا جدا ہو جانا یہی قبر میں موت ہے لیکن جدا ہونے کے بعد چونکہ بدن عنصری کے ساتھ تعلق باقی رہتا ہے اس لئے یہ موت ناقص ہے اور روح بدن سے خارج ہے اور محض تعلق کی وجہ سے حیات ہے اس لئے یہ حیات بھی ناقص ہے اور نفخہ قیامت کے وقت غیر انبیاء پر کامل موت آئے گی چونکہ انبیاء علیہم السلام سے قبر میں سوال وجواب نہیں ہوتا اس لئے ان پر نہ ناقص موت آتی ہے اور نہ نفخہ کے وقت کامل موت آئے گی بلکہ نفخہ سے اُن پر ایک قسم کی بیہوشی طاری ہوگی۔

۵۶۰...... وَعند ابن عبد البر بسَنَد صَحِيح مَا من احد يمر بِقَبْر اَخِيه الْمُؤمن كَانَ يعرفهُ فِي الدُّنْيَا فَيسلم عَلَيْهِ الأعرفهو ردعَلَيْهِ السَّلَام (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۶۹) علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابن عبد البر کے نزدیک صحیح سند کے ساتھ یہ حدیث ثابت ہے کہ جب کوئی اپنے مؤمن بھائی کی قبر کے پاس گزرتا ہے جو اس کو دنیا میں پہچانتا تھا پھر وہ اس پر سلام کرتا ہے تو قبر والا مؤمن اس کو پہچان لیتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے۔

۵۶۱...... وَقَالَ ابْن بزيزة: فِي قَوْله يسمع صَوتهَا كل شَيْء هُوَ بِلِسَان الْمقَال لَا بِلِسَان الْحَال (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۱۴) ابن بزیزہ کے حوالے سے علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ جب میت کہتی ہے: قدمونی قدمونی تو اس کی آواز کو ہر چیز سنتی ہے، بعض نے کہا تھا کہ میت زبانِ حال کے ساتھ کہتی ہے لیکن ابن بزیزہ فرماتے ہیں کہ میت کا یہ کہنا زبانِ قال کے ساتھ ہوتا ہے، زبان حال کے ساتھ نہیں۔

فائدہ: زبانِ قال کے ساتھ میت تب بول سکتی ہے جب اس میں حیات ہو۔

۵۶۲...... وَاسْتدلَّ بِالْحَدِيثِ الْمَذْكُور على أَن كَلَام الْمَيِّت يسمعهُ كل حَيَوَان غير الْإِنْسَان (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۱۴) قدمونی والی حدیث سے اس پر استدلال کیا گیا ہے کہ میت کے کلام کو انسان کے علاوہ ہر حیوان سنتا ہے۔

۵۶۳...... وصيحة الميت فی القبر عند فتنته هی عقوبة وجزاء فدخلت فی حكم الآخرة فمنع الله تعالیٰ الثقلين الذين هما فی دار الدنيا اسماع عقوبته وجزائه فی الآخرة واسمعه سائر خلقه الخ۔ قبر میں عذاب کے وقت میت کا چیخنا بطور سزا اور جزاء کے ہے۔ لہٰذا یہ آخرت کے حکم میں داخل ہے (کیونکہ آخرت دار الجزاء ہے) اس لئے اللہ تعالیٰ نے جن وانس کو ان کی عقوبت اور ان کی آخرت والی جزاء کے سننے سے روک دیا، کیونکہ جن وانس عالم دنیا میں ہیں لیکن ان کے علاوہ باقی ساری مخلوق کو اللہ تعالیٰ سناتا ہے۔

۵۶۴...... رعِ نعال والی حدیث کے تحت علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: فيه اثبات عذاب القبر وهو مذهب اهل السنة والجماعة الخ اس سے عذاب قبر ثابت ہوتا ہے اور یہی اہل السنۃ والجماعۃ کا مذہب ہے۔ پھر اس پر علامہ عینی رحمہ اللہ نے تین آیات بطور دلیل کے ذکر کی ہیں۔ (۱) النار يعرضون الخ۔ (۲) ربنا امتنا اثنتين الخ۔ (۳) ويوم تقوم الساعة ادخلوا آل فرعون الخ یہ دلائل لکھ کر فرماتے ہیں: وَإِذا ثَبت التعذيب ثَبت الْإِحْيَاء والمسائلة لِأَن كل من قَالَ بِعَذَاب الْقَبْر قَالَ بهما جب قبر میں عذاب ثابت ہو گیا تو اس کے ساتھ ثابت ہو جاتا ہے قبر میں میت کا زندہ کرنا اور اس سے سوال کرنا، کیونکہ جو عذابِ قبر کے قائل ہیں وہ ان دونوں کے بھی قائل ہیں۔ نیز فرماتے ہیں: ولنا ایضا احادیث صحیحة واخبار متواترة اور قبر کے عذاب، سوال اور حیات پر احادیث صحیحہ متواترہ موجود ہیں، اس کے بعد علامہ عینی رحمہ اللہ نے ۱۶ احادیث نقل کی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۴۵)

۵۶۵...... وأما الجواب عن قوله تعالى وما أنت بمسمع من فی القبور فهو أن عدم إسماع أهل القبور لا يستلزم عدم إدراكهم (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۴۷) اللہ تعالیٰ کے قول وما انت الخ کا جواب یہ ہے کہ اہل قبور کا عدم سماع ان کے عدم ادراک کو مستلزم نہیں۔

فائدہ: اور ادراک موقوف ہے حیات پر، یہ ایسے ہی ہے جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے قلیب بدر والی حدیث

میں اگر چہ لیسمعون کے الفاظ کی نفی کی ہے لیکن مقتولین بدر کے علم وادراک کو ان لفظوں میں تسلیم کیا ہے تانھم لیعلمون الأن)

۵۶۶...... اما الجواب عن دلیلھم العقلی فھو ان المصلوب لا بعد فی الاحیاء والمسائلۃ مع عدم المشاھدۃ الخ معتزلہ کی عقلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ سولی پر لٹکے ہوئے آدمی کو زندہ کیا جائے اور اس سے فرشتے سوال وجواب کریں اور یہ سب کچھ زندوں کو نظر نہ آئے تو اس میں کوئی بُعد نہیں۔ جیسا کہ نشے والا زندہ ہوتا ہے لیکن اس کی حیات نظر نہیں آتی، نیز جبریل نبی ﷺ کے پاس وحی لے کر آتے اور نبی کریم ﷺ جبریل کو دیکھتے لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نظر نہیں آتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۴۷)

فائدہ: پس کسی چیز کا نظر نہ آنا اس کے عدم کی دلیل نہیں ہو سکتا۔

۵۶۷...... ولا بعد فی رد الحیاۃ إلی بعض أجزاء البدن فیختص بالإحیاء والمسائلۃ والعذاب وإن لم یکن ذلك مشاھدا لنا (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۴۷) اور اس میں کوئی بُعد نہیں کہ بدن کے بعض اجزاء کی طرف حیات لوٹائی جائے اور ان بعض اجزاء کو احیاء، سوال وجواب اور عذاب کے لئے مختص کیا جائے اگر چہ ہم اس کا مشاہدہ نہ کر سکیں۔

۵۶۸...... بابُ مَا جَاءَ فِی عَذَابِ القَبْرِ وقولہ تعالیٰ وَلَوْ تَرَیٰ الخ امام بخاری رحمہ اللہ نے عذاب قبر کے بارے میں باب قائم کیا اور اپنے اس عنوان میں دو قسم کی دلیلوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (۱) ما جاء فی عذاب القبر یعنی وہ حدیثیں جو عذاب قبر کے حق ہونے کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ (۲) وقولہ تعالیٰ الخ وہ آیات جو عذاب قبر پر دلیل ہیں، اس کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ نے تین آیتیں ذکر کی ہیں۔ ولو تری اذ الظالمون الخ، سنعذبھم مرتین الخ، وحاق بآل فرعون الخ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں اشارہ کیا کہ عذاب قبر قرآن کریم سے بھی ثابت ہے اور احادیث سے بھی ثابت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۹۸)

۵۶۹...... وَإِضَافَۃُ الْعَذَابِ إِلَی الْقَبْرِ لِکَثْرَۃِ وُقُوعِہ علی الْمَوْتٰی فِی الْقُبُورِ والأفالکافر ومن شاء اللہ تعذیبہ من العصاۃ یعذب بعد موتہ ولو لم یدفن ولٰکن ھٰذا محجوب عن الخلق الا من شاء اللہ تعالیٰ لحکمۃ اقتضت ذالك (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۹۸) قبر کی طرف عذاب کی اضافت اس لئے ہے کہ اکثر مُردوں کو دفن کیا جاتا ہے اور ان کو قبور میں عذاب ہوتا ہے، ورنہ اگر کافر اور نافرمان مؤمن کو دفن نہ کیا جائے تو تب بھی اللہ تعالیٰ جسے عذاب دینا چاہتے ہیں موت کے بعد عذاب دیتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے دیکھنے سے اس عذاب کو چھپا دیا ہے، اِلّا یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی خاص حکمت کے تحت کسی کو کسی وقت دکھا دیں۔

۵۷۰...... (وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِہٖ مَا أَنْتُمْ بِاسمع لِمَا أَقُولُ مِنْھُمْ وَلٰکِنَّھُمْ لَا یقدرون أن یجیبوا ثم أمر بھم فسحبوا فألقوا فی قلیب بدر) قولہ (وَلٰکِن لَا یجیبون) أی لا یقدرون علی الجواب فعلم أنّ فی القبر حیاۃ فیصلح العذاب فیہ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۰۱) نبی ﷺ نے مقتولین بدر کے بارے میں فرمایا کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں لیکن وہ جواب دینے پر قدرت نہیں رکھتے، تو آپ ﷺ کا یہ فرمان کہ: ’’وہ جواب پر قدرت نہیں رکھتے۔‘‘ اِس سے معلوم ہوا کہ قبر میں حیات ہے، اس لئے میت کو قبر میں عذاب ہوتا ہے۔

۵۷۱...... ذکر مَا یُسْتَفَادُ مِنْهُ فِیهِ اَنَّ عَذَابَ الْقَبْرِ حق وَاَنه لَیْسَ بخاص بِهٰذِهِ الْاُمة (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۰۳) عذاب قبر والی حدیث جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور یہودیہ کے درمیان عذاب قبر پر تکلم کا ذکر ہے، اس کے تحت علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عذاب قبر حق ہے اور یہ عذاب اس امت کے ساتھ مختص نہیں۔

۵۷۲...... وَفِیه اَن الْمَیِّت یحیی فِی قَبرہ للمسائلة (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۰۶) لا دریت ولا تلیت والی حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کو قبر میں منکر نکیر کے سوال کے لئے زندہ کیا جاتا ہے۔

۵۷۳...... وَقد جَاءَت آثَار تدل علی معرفة الْمَیِّت من یحمله ویدخله فِی قَبرہ وروی بِسَنَدٍ لَهٗ اِلٰی مُعَاوِیَة اَو ابْن مُعَاوِیَة عَن اَبی سعید عَن النَّبِی صلی اللہ علیہ وسلم اَنَّ الْمَیِّت لیعرف من یحمله وَمن یغسله وَمن یدلیه فِی قَبرہ وَعَن مُجَاهِدٍ اِذا مَاتَ الْمَیِّت فَمَا من شَیْءٍ اِلَّا وَهُوَ یَرَاہُ عِنْد غسله وَعند حمله حَتّٰی یصل اِلٰی قَبرہ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۱۰) علامہ عینی رحمہ اللہ ابن بطال کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ اس مضمون کی احادیث موجود ہیں کہ میت ان لوگوں کو پہچانتی ہے جو اس کو اٹھاتے ہیں اور جو اس کو قبر میں اتارتے ہیں اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میت اس کو پہچانتی ہے جو اس کو اٹھاتا ہے اور جو اس کو غسل دیتا ہے اور جو اس کو قبر میں اتارتا ہے اور مجاہد تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب میت فوت ہو جاتی ہے تو غسل کے وقت اور اس کے اٹھانے کے وقت سے قبر میں پہنچنے تک آس پاس کی چیزوں کو دیکھتی ہے۔

۵۷۴...... اِنَّ الْاَنْبِیَاء عَلَیْهِم الصَّلَاة وَالسَّلَام اَحیَاء عِنْد رَبهم یرْزقُونَ فَلَا مَانع اَن یحجوا فِی هٰذِهِ الْحَال کَمَا ثَبت فِی صَحِیح مُسلم من حَدِیث انس انه صلی اللہ علیہ وسلم رای مُوسٰی قَائِمًا فِی قَبرہ یُصَلِّی (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۸۱) بے شک انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں مقرب ہیں رزق دیئے جاتے ہیں اور اس میں کوئی مانع نہیں کہ اسی حالت میں حج کریں جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں۔

۵۷۵...... الموت لیس بعدم انما هو انتقال من دار الی دار فاذا کان هذا للشهداء کان الانبیاء بذلك احق واولی الخ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۵۱) موت عدمی چیز نہیں کیونکہ موت کا معنی ہے ایک جہان سے دوسرے جہان کی طرف منتقل ہونا، جب قبر میں شہداء کے لئے حیات ثابت ہے تو انبیاء علیہم السلام اس کے زیادہ حقدار اور بطریق اولیٰ زندہ ہیں اور صحیح حدیث ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمین انبیاء کے اجساد کو نہیں کھاتی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسراء کی رات بیت المقدس میں اور آسمانوں میں انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اکٹھے ہوئے خصوصاً موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ، تو ان دلائل کے مجموعہ سے اس بات کا یقین حاصل ہو جاتا ہے کہ تحقیق انبیاء علیہم السلام ہم سے ایسے طور پر غائب ہوئے ہیں کہ اگرچہ وہ زندہ حالت میں موجود ہیں لیکن ہم ان کو نہیں دیکھ سکتے اور ان کی حالت فرشتوں جیسی ہے کہ وہ بھی زندہ موجود ہیں لیکن ہم میں سے کوئی بھی ان کو نہیں دیکھ سکتا الا یہ کہ اللہ تعالیٰ اس عظمت کے ساتھ کسی کو مختص کر دیں۔ جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ انبیاء علیہم السلام آسمانوں میں اور زمین میں زندہ ہیں، اس لئے جب پہلا صور پھونکا جائے گا تو وہ سب جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں ان پر صعقہ طاری ہو جائے گا مگر جن کو اپنی مشیت کے مطابق اللہ نے محفوظ رکھا۔ فَاَمَّا صعق غیر الْاَنْبِیَاء فموت وَاما صعق الْاَنْبِیَاء فَالْاَظْهر اَنه غشی فَاِذا نفخ فِی الصُّور نفخة الْبَعْث فَمن مَاتَ حَیِی وَمن غشی عَلَیْهِ اَفَاق فَاِذا تحقق هٰذَا علم اَن نَبینَا صلی اللہ علیہ وسلم اول من یفیق

وَاول من یخرج من قبرہ قبل الناس کلھم الانبیاء وغیرھم الا موسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام لیکن انبیاء اور غیر انبیاء کے صعقہ میں فرق ہے، غیر انبیاء کا صعقہ موت ہے اور انبیاء کا صعقہ بیہوشی ہے اور جب دوسرا صور پھونکا جائے گا تو جو مر چکے وہ زندہ ہو جائیں گے اور جن پر غشی ہوگی وہ افاقہ پا جائیں گے، جب یہ بات ثابت ہوگئی تو اس سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ ہمارے نبی کریم ﷺ سب سے پہلے بیہوشی سے افاقہ پائیں گے اور آپ ﷺ ہی تمام لوگوں سے پہلے اپنی قبر سے نکلیں گے مگر اس سے موسیٰ علیہ السلام مستثنیٰ ہیں۔

۵۷۶...... نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ گویا میں موسیٰ علیہ السلام کی طرف دیکھ رہا ہوں جب وہ وادی میں اترے۔ اسی طرح معراج کی رات میں موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَذٰلِكَ اَنَّ الْاَنْبِيَاءَ عَلَيْهِم الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ افضل من الشُّهَدَاءِ وَالشُّهَدَاءُ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِم فالانبیاء بِالطَّرِيقِ الاولی الخ اس کی حقیقت یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام شہداء سے افضل ہیں اور شہداء زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں مقرب ہیں تو انبیاء بطریق اولیٰ زندہ ہیں اور رب کے ہاں بہت ہی مقرب ہیں۔ جب معاملہ اس طرح ہے تو کوئی بعید نہیں کہ وہ نمازیں پڑھیں حج کریں اور قیامت سے پہلے جب تک دنیا جو دار التکلیف ہے باقی ہے وہ جس قدر عبادت کی طاقت رکھتے ہیں اس کے ذریعے اللہ کا قرب حاصل کرتے رہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۵)

۵۷۷...... قَوْلہ لَا یذیقك اللہ الموتتین بِضَم الْیَاء من الاذاقة وَاَرَادَ بالموتتین الْمَوْت فِي الدُّنْيَا وَالْمَوْت فِي الْقَبْر وهما الموتتان المعروفتان المشهورتان فَلذٰلِك ذكرهما بالتعريف وهما الموتتان الواقعتان لكل احد غير الْاَنْبِيَاء عَلَيْهِم الصَّلٰوة وَالسَّلَام فَاِنَّهُم لَا يموتون فِي قُبُورهم بل هم اَحيَاء وَاما سَائِر الْخلق فَاِنَّهُم يموتون فِي الْقُبُور ثمَّ يحيون يَوْم الْقِيَامَة وَمذهب اهل السّنة وَالْجَمَاعَة اَنَّ فِي الْقَبْر حَيَاةً وموتاً فَلَا بُدَّ من ذوق الموتتين لكل احد غير الْاَنْبِيَاء (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۱۸۵) آپ ﷺ کی وفات کے موقع پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اعلانیہ طور پر فرمایا تھا کہ اللہ آپ کو دو موتیں نہیں چکھائے گا یعنی ایک موت دنیا میں اور دوسری موت قبر میں اور یہی دو موتیں معروف و مشہور ہیں۔ اسی وجہ سے ان دونوں کو معرفہ کر کے ذکر کیا ہے اور یہ دونوں موتیں انبیاء کے علاوہ ہر ایک کے لئے واقع ہوتی ہیں کیونکہ انسانوں میں سے صرف انبیاء ہی ہیں جن پر قبروں میں موت نہیں آتی بلکہ وہ زندہ ہیں اور باقی سب مخلوق پر قبروں میں موت آتی ہے، پھر وہ قیامت کے دن زندہ کئے جائیں گے۔ (قبر والی موت سے مراد سوال جواب کے بعد روح کا بدن سے نکل کر علیین یا سجین میں جانا ہے لیکن یہ موت ناقص ہے اور موت کامل ہوگی نفخہ اولیٰ کے وقت اور یہی فصعق من فی الارض کا مصداق ہے) اور اہل السنۃ والجماعۃ کا مذہب یہ ہے کہ غیر انبیاء کے لئے قبر میں حیات بھی ہے اور موت بھی ہے اس لئے غیر انبیاء کے لئے دونوں موتیں ضروری ہیں۔

۵۷۸...... وَقد تمسك بقوله لَا یذیقك اللہ الموتتین من انكر الْحَيَاة فِي الْقَبْر وهم الْمُعْتَزلَة وَمن نحا نحوهم وَاَجَاب اهل السّنة عَن ذٰلِك بِاَن الْمُرَاد بِهٖ نفي الْحَيَاة اللَّازِم من الَّذِي اثبته عمر الخ حیات قبر کے منکرین یعنی معتزلہ وغیرہ نے لا یذیقك اللہ الموتتین کو دلیل بنایا کہ موت ایک ہی ہے دنیا میں قبر میں موت نہیں اور جب موت نہیں تو اس سے پہلے حیات بھی نہیں۔ اہل سنت کی طرف سے اس کا ایک جواب یہ ہے

کہ موتتین سے مراد ہے دنیا میں دو موتیں، ایک موت آچکی اور دوسری وہ موت جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے لازم آرہی ہے، وہ فرمار ہے تھے کہ اللہ آپ کو دنیا میں دوبارہ اٹھائیں گے۔ (ایضا)

فائدہ: ظاہر بات ہے کہ جب آپ دنیا میں دوبارہ آئیں گے تو قیامت سے پہلے دنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر دوبارہ موت بھی آئے گی، اسی کی یہاں نفی ہے، قبر والی حیات اور موت کی نفی نہیں۔

۵۷۹...... اَرْوَاحهم تشكلت بصور اَجْسَادهم وَيُقَال احضرت اَجْسَادهم لملاقاة النَّبِي صلی اللہ علیہ وسلم تِلْكَ اللَّيْلَة تَشْرِيفًا وتكريمًا وَيُؤَيِّدهٗ حَدِيث عبد الرَّحْمَن بن هَاشم عَن انس وَفِيه وَبعث لَهُ آدم فَمن دونه من الْاَنْبِيَاء فَاَمَّهُمْ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۶) معراج کی رات انبیاء کے ساتھ جو آسمانوں میں ملاقات ہوئی اس کے بارے میں دو قول ہیں، ایک یہ کہ اصل اجساد قبروں میں تھے اور انبیاء کی ارواح ان کے اجساد کی شکلوں میں متشکل ہو گئیں (لیکن ان کا قبور میں موجود اجسام کے ساتھ بھی تعلق رہا) دوسرا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم و تعظیم کے لئے اس رات انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو حاضر کر دیا۔ اس دوسرے قول کی تائید حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہوتی ہے جس میں ہے کہ آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ دوسرے انبیاء کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث کیا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی امامت کی۔

فائدہ: انبیاء کے مبعوث کرنے میں اور ارواح کے متشکل ہونے میں بہت فرق ہے، مبعوث کرنے کا مطلب کہ اصلی اجسام کو حاضر کیا گیا، متشکل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اصل اجسام قبور میں رہے اور ارواح کو ان کی شکلوں میں متشکل کیا گیا۔

۵۸۰...... ان مُوسٰى عَلَيْهِ الصَّلَاة وَالسَّلَام صعد اِلَى السَّمَاء السَّادِسَة بعد اَنْ رَآهُ النَّبِي صلی اللہ علیہ وسلم فِي قَبره حَتّٰى اجْتمع بِهٖ هُنَاكَ وَمَا ذٰلِك على الله بعزيز (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۷) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں اور بعد میں موسیٰ علیہ السلام چھٹے آسمان کی طرف بھی چڑھے۔ حتیٰ کہ وہاں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور موسیٰ علیہ السلام اکٹھے ہوئے اور یہ اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل نہیں۔

۵۸۱...... وَقَالَ الدَّاودِيّ اَي لَا يَمُوت فِي قَبره موتَة اُخْرٰى كَمَا قيل فِي الْكَافِر وَالْمُنَافِق بعد ان ترد اِلَيْهِ روحه ثمَّ تقبض (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۷۲) داودی رحمہ اللہ کے حوالے سے علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قبر میں دوسری موت واقع نہیں ہوگی جیسا کہ کافر اور منافق کے بارے میں ہے کہ قبر میں اس کی طرف روح لوٹائی جاتی ہے پھر قبض کی جاتی ہے۔

۵۸۲...... بَابٌ يُثَبِّتُ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ اَي هٰذَا بَاب فِي قَوْله عز وَجل يثبت الله اَي يُحَقِّق الله اِيمَانهم واعمالهم (بِالْقَوْلِ الثَّابِت) وَهُوَ شَهَادَة اَلَّا اِلٰه اِلَّا الله قَوْله فِي الْحَيَاة الدُّنْيَا يَعْنِي فِي الْقَبْر عِنْد السُّؤَال (وَفِي الْآخِرَة) اِذا بعث (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۵) اس باب میں اللہ عزوجل کے اس قول کا بیان ہے: يثبت الله الذين الخ یعنی لا اله الا الله کی شہادت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کے ایمان اور اعمال کو مضبوط رکھتا ہے اور اس آیت میں: فی الحیاۃ الدنیا سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ میت کو قبر میں منکر نکیر کے سوال کے وقت ثابت قدم رکھتا ہے اور آخرت میں جب وہ قبروں سے اٹھائے جائیں گے اُس وقت بھی ثابت قدم رکھے گا، وفی الآخرۃ سے مراد یہی ہے۔

۵۸۳...... (ضَنْكاً الشَّقاءُ) اَشَارَ بِهِ اِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَمن اعرض عَن ذكرى فَاِن لَهٗ معيشةً ضنكاً... وَعَن ابي هُرَيرَة عَن النَّبِي ﷺ الضنك عَذَاب الْقَبْر (عمدۃ القاری ج۱۹ ص۵۹) قرآن کریم میں ہے: ضنکاً، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا معنی بتایا تنگی اور مشقت، اس سے اس آیت کی طرف اشارہ ہے: وَمن اعرض عَن ذكرى فَاِن لَهٗ معيشة ضنكاً (جس نے میرے ذکر (قرآن) سے اعراض کیا اس کے لئے تنگی اور مشقت والی زندگی ہوگی)......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ اس آیت میں ضنک سے مراد ہے عذاب قبر۔

فائدہ: اس سے دو باتیں ثابت ہوگئیں، قبر میں جسم یا اجزائے جسم کے لئے زندگی ہے اور پھر قرآن سے اعراض کرنے والوں کے لئے عذاب قبر کی صورت میں مشقت اور تنگی ہے۔

۵۸۴...... (مَرْقدِنا مَخْرَجِنا) اَشَارَ بِهٖ اِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى قَالُوا يَاوَيلنا من بعثنَا من مرقدنا هٰذَا، الْاٰيَة، وَفسّر المرقد بالمخرج وَفِي التَّفْسِير اَي من منامنا، وَعَن ابْن عَبَّاس وَابي بن كَعْب وَقَتَادَة اِنَّمَا يَقُولُونَ هٰذَا لِاَنَّ الله تَعَالٰى رفع عَنْهُم الْعَذَاب فِيمَا بَين النفختين فيرقدون، وَقيل ان الْكفَّار لما عاينوا جَهَنَّم وانواع عَذَابهَا صَار مَا عذبوا بِهٖ فِي الْقُبُور فِي جنبها كالنوم فَقَالُوا يَاوَيلنا من بعثنَا من مرقدنا (عمدۃ القاری ج۱۹ ص۱۴۳) مرقدنا سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے: قَالُوا يَاوَيلنا من بعثنَا من مرقدنا هٰذَا (قبروں سے اٹھنے کے بعد کفار کہیں گے ہائے ہماری ہلاکت ہمیں ہماری اس سونے کی جگہ سے کس نے اٹھا دیا) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ کافر یہ بات اس لئے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نفخہ اولیٰ اور نفخہ ثانیہ کے درمیان ان سے عذاب اٹھالیں گے تو وہ سو جائیں گے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ جب کفار جہنم کو دیکھیں گے اور جہنم کے عذابات کا مشاہدہ کریں گے تو اس کے مقابلے میں جو قبور میں ان کو عذاب ہوا وہ ان کو نیند کی طرح محسوس ہوگا۔

فائدہ: اس سے کفار کے لئے قبروں میں عذاب ثابت ہوا اور عذاب زندہ کو ہوتا ہے، جب کفار زندہ ہیں تو مؤمنین بطریق اولیٰ زندہ ہوں گے اور انبیاء علیہم السلام اس سے بھی اعلیٰ ترین زندگی کے ساتھ قبور میں زندہ ثابت ہوئے۔

۵۸۵...... وَالَّذِي يعرض على الْمُؤمن مقعدان يراهما جَمِيعًا وَفَائِدَة الْعرض لِلْمُؤمنِ نوع من الْفَرح وللكافر نوع من الْعَذَاب، وَالْعرض على الرّوح حَقِيقَة وعَلى مَا يتَّصل بِهٖ من الْبدن الاِتِّصَال الَّذِي يُمكن بِهٖ اِدْرَاك التَّنْعِيم اَو التعذيب (عمدۃ القاری ج۲۳ ص۹۷) مؤمن پر اس کے جنت و دوزخ کے دونوں ٹھکانے پیش کئے جاتے ہیں، وہ ان دونوں کو دیکھتا ہے، مؤمن پر دونوں ٹھکانوں کے پیش کرنے میں ایک قسم کی خوشی ہے (کہ اللہ تعالیٰ نے دوزخ کے ٹھکانے سے بچایا اور جنت والا ٹھکانہ عطاء کیا) اور کافر کے لئے ایک قسم کا عذاب ہے (کہ اس کو جنت والے ٹھکانے سے محروم کیا اور اس کے لئے دوزخ میں ٹھکانہ بنادیا) اور یہ دونوں ٹھکانوں کا پیش کرنا اصالۃً روح پر ہوتا ہے اور روح کے بدن کے ساتھ اتصال کی وجہ سے بدن پر بھی تبعاً پیش ہوتا ہے اور روح وبدن کا یہ اتصال ایسا ہے کہ اس کی وجہ سے روح کے لئے اصالۃً اور بدن کے لئے تبعاً ثواب وعذاب اور راحت وتکلیف کا پہنچنا ممکن ہوجاتا ہے۔

۵۸۶...... وَقَالَ الْكرْمَانِي اَيضا: وَفِيهِ اِثْبَات عَذَاب الْقَبْر وَالْاَصَح اَنه للجسد وَلَابُد من اعادة الرّوح فِيهِ لِاَن الْاَلَم لَا يكون اِلَّا للحيّ الخ صبح شام دوزخ اور جنت کے ٹھکانے پیش کرنے والی حدیث کے

تحت کرمانی کے حوالے سے علامہ عینی لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے عذاب قبر کا اثبات ہوتا ہے اور زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ قبر میں یہ عذاب جسد کے لئے بھی ہوتا ہے، اس لئے جسد میں روح کا اعادہ ضروری ہے کیونکہ تکلیف زندہ کو ہی ہوتی ہے۔شارح کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کی بات نقل کر کے علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے عذاب قبر کے اثبات پر استدلال تو مسلم ہے لیکن یہ بات کہ عذاب قبر جسد کے لئے ہوتا ہے یہ (علی الاطلاق) مسلم نہیں، کیونکہ یہ تب ہوسکتا ہے جب جسد محفوظ رہے حالانکہ بعض دفعہ جسد فنا ہو جاتا ہے، جب جسد فنا ہو گیا تو پھر جسد کو عذاب کیسے ہوگا؟ (البتہ اس صورت میں عذاب جسد کے منتشر تمام اجزاء کو یا کسی ایک جزء کو ہوگا) شارح کرمانی کے قول (کہ جسم میں روح کا لوٹانا ضروری ہے) کی علامہ عینی وضاحت کرتے ہیں، فرماتے ہیں کہ روح کے اعادہ کی کیفیت میں اختلاف ہے کہ کیا روح جسد میں حقیقتاً لوٹتی ہے (بصورت دخول فی الجسد) یا بدن کے قریب ہوتی ہے، پہلی صورت میں بدن کو بلا واسطہ عذاب ہوتا ہے اور دوسری صورت میں بواسطہ روح اور اس کی پوری حقیقت اللہ کو معلوم ہے اور بعض علماء نے روح کو عذاب دینے کی مثال بیان کی ہے نائم کے ساتھ، کیونکہ اس کی روح لذت حاصل کرتی ہے یا تکلیف اٹھاتی ہے لیکن اس کے جسم کے ظاہر پر کوئی اثر محسوس نہیں ہوتا، (اسی طرح قبر میں میت کی روح کو عذاب ہوتا ہے اور تعلق کی وجہ سے وہی عذاب جسم کو بھی پہنچتا ہے لیکن جسم کے ظاہر پر اس کا کوئی اثر محسوس نہیں ہوتا) اور مؤمن کی روح سبز پرندوں پر سوار ہو کر جنت میں عیش کرتی ہے اور اسی پر صبح شام اس کا ٹھکانہ پیش کیا جاتا ہے (اور روح کے جسد عنصری کے ساتھ تعلق کی وجہ سے وہ لذت وفرحت بدن کو بھی حاصل ہوتی ہے) (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۹۸)

۵۸۷...... والحدیث وقع عند ابن ماجه من طریق آخر عن ابی هُرَیْرَة اَنَّ ذٰلك یقع عند المسألة فی القبر (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۲۹) ٹھکانے کا پیش ہونا قبر میں منکر نکیر کے سوال کے بعد ہوتا ہے۔

۵۸۸...... ان القبر اول منازل الآخرة وفیه الابتلاء والفتنة بالسؤال وغیرہ (عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۳۴) قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے اور اسی میں سوال وغیرہ کے ساتھ ابتلاء اور امتحان ہوتا ہے (اور اتنا سخت امتحان ہوتا ہے کہ اس کو فتنہ کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے)

۵۸۹...... وَقَالَ: القبر روضة من ریاض الجنّة اَو حُفرة من حفر النّار (عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۴۸) قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

فائدہ: میت کے حق میں باغ یا گڑھا تب ثابت ہوگا جب اس کے جسم میں حیات ہو، ورنہ باغ اور گڑھا برابر ہے۔

۵۹۰...... ان الذی یفعل بالمیت من غسل وتکفین وغیر ذلك أهمه الصّلاة علیه لما فیها من فائدة الدّعاء بالنجاة من العذاب ولا سیما عذاب القبر الذی یدفن فیه (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳، کتاب الجنائز) بے شک جو کچھ میت کے ساتھ کیا جاتا ہے یعنی میت کو غسل دینا، کفن دینا، وغیرہ، ان سب میں سے اہم چیز میت پر نماز جنازہ پڑھنا ہے، کیونکہ اس میں یہ فائدہ ہے کہ اس میں میت کے لئے عذاب سے نجات کی دعا کی جاتی ہے، خاص طور پر اس قبر کے عذاب سے جس میں میت کو دفن کیا جاتا ہے۔

فائدہ: قبر میں میت کے جسد عنصری کو دفن کیا جاتا ہے، معلوم ہوا کہ عذاب قبر جسد عنصری کو ہوتا ہے۔

۵۹۱...... ویستفاد من هذا الحدیث فوائد: الاولی اثبات عذاب القبر خلافاً للمعتزلة ...الرابعة: اثبات انتفاع المیت بتسبیح غیرہ، ولهذا استحب العلماء قراءة القرآن عند القبر

لانہ اذا کان یرجی التخفیف لتسبیح الجرید فبتلاوۃ القرآن اولی (شرح ابی داود للعینی ج ۱ ص ۸۵) حدیث جریدہ میں چند فوائد ہیں۔(۱) عذاب قبر کا اثبات، معتزلہ اس کی مخالفت کرتے ہیں۔(۲) دوسرے آدمی کی تسبیح کے ساتھ میت کو نفع پہنچنے کا اثبات، اسی لئے علماء کے نزدیک قبر کے پاس قرآن کریم کا پڑھنا مستحب ہے، کیونکہ جب چھڑی کی تسبیح کی وجہ سے عذاب میں تخفیف کی امید ہے تو تلاوت قرآن کے ساتھ بطریق اولیٰ تخفیف ہوگی۔

۵۹۲...... فیہ اثبات عذاب القبر وفتنتہ وھو مذھب اھل الحق (شرح ابی داود للعینی ج ۴ ص ۹۱) عذاب قبر سے استعاذہ والی حدیث سے عذاب قبر اور قبر کے سوال کا اثبات ہوتا ہے اور یہی اہل حق کا مذہب ہے۔

۵۹۳...... قولہ اللّٰھم اعذہ من عذاب القبر یدل علی ان عذاب القبر حق ردًّا علی من انکرہ من المعتزلۃ (مخب الافکار للعینی ج ۷ ص ۴۳۱) نبی ﷺ نے میت کے لئے دعا کی کہ اے اللہ! اس کو عذاب قبر سے پناہ دے، آپ کی یہ دعا اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ عذاب قبر برحق ہے اور اس میں معتزلہ پر رد ہے جو عذاب قبر کے منکر ہیں۔

۵۹۴...... وقال السغناقی وجہ مناسبۃ عذاب القبر مع ترک استنزاہ البول ھو ان القبر اول منزل من منازل الآخرۃ والطھارۃ اول منزل من منازل الصلاۃ والصلاۃ اول ما یحاسب بہ العبد یوم القیامۃ کما جاء فی الحدیث وکانت الطھارۃ اول ما یعذب بترکھا فی اول منزل من منازل الآخرۃ ولیس ذلک الا القبر (البنایۃ شرح الھدایۃ ج ۱ ص ۴۴۵) پیشاب سے بے احتیاطی کی وجہ سے عذاب قبر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے اور طہارت نماز کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے اور قیامت کے دن سب سے پہلے بندے کی نماز کا حساب لیا جائے گا جیسا کہ حدیث میں ہے، لہٰذا نماز کی پہلی منزل کے ترک پر آخرت کی پہلی منزل میں عذاب ہوتا ہے اور پہلی منزل قبر ہے۔

۵۹۵...... ویکرہ قلع الحشیش الرطب من القبور لانہا تسبح وربما یستانس بہ المیت (البنایۃ ج ۳ ص ۲۶۲) قبرستان سے ترگھاس کا اکھیڑنا مکروہ ہے کیونکہ ترگھاس تسبیح کرتی ہے اور بسا اوقات میت اس کی تسبیح کی وجہ سے اُنس پکڑتی ہے۔

۵۹۶...... ومن یعذب فی القبر یوضع فیہ الحیاۃ (ھدایہ) ھذا جواب عن سؤال مقدر بان یقال ان قولکم الایلام لا یتحقق فی المیت لکن یعذب المیت فی القبر. فاجاب بقولہ ومن یوضع... وعذاب القبر ثابت عند اھل السنۃ وان اختلفوا فی کیفیتہ الخ علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صاحب ہدایہ کی یہ عبارت ایک سوال مقدر کا جواب ہے، سوال یہ ہے کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ میت کو تکلیف نہیں پہنچائی جاسکتی۔ حالانکہ قبر میں میت کو عذاب ہوتا ہے تو سوال یہ ہے کہ جب میت میں ایلام یعنی تکلیف دینا نہیں پایا جاتا تو قبر میں عذاب کیسے ہوتا ہے؟ صاحب ہدایہ نے اس کا جواب دیا کہ جس کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے اس میں اتنی (مخفی) حیات رکھ دی جاتی ہے کہ جس کے ساتھ وہ قبر کے عذاب کی تکلیف محسوس کر سکے۔ (لیکن خارجی اسباب تکلیف کے ساتھ قبر میں تکلیف نہ پہنچائی جاسکتی ہے نہ میت کو تکلیف پہنچتی ہے، وہاں کی تکلیف اللہ کی قدرت کے ساتھ ہوتی ہے) نیز علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عذاب قبر اہل سنت کے نزدیک ثابت ہے۔ اگرچہ اس کی کیفیت میں اختلاف ہے، اس لئے جو کچھ احادیث مشہورہ میں آ گیا یعنی قبر میں میت سے سوال اور ثواب وعذاب اس کی تصدیق اور اس پر ایمان واجب ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ میت میں حیات رکھی جاتی ہے کیونکہ

تکلیف دینا بغیر حیات اور بغیر علم کے نہیں ہو سکتا۔ البتہ کیفیت حیات کے بارے میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ اس میں کامل حیات نہیں رکھی جاتی بلکہ اتنی حیات رکھی جاتی ہے جس کے ساتھ وہ تکلیف محسوس کر سکے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس میں کامل حیات رکھی جاتی ہے۔ (البنایہ ج ۶ ص ۲۴۳)

فائدہ: ان دونوں قولوں میں تطبیق یہ ہے کہ سوال جواب کے وقت کامل حیات ہوتی ہے اور اس کے بعد بقدر ضرورت حیات ہوتی ہے۔

امام ابن ھُمَام حنفی رحمہ اللہ (کمال الدین، محمد بن عبد الواحد۔ م ۸۶۱ھ)

۵۹۷...... الاصل الثانی والثالث سوال منکر ونکیر وعذاب القبر ونعیمه ورد بهما الاخبار وتعدد طرقها فی الصحیح مر بقبرین فقال انهما لیعذبان وفیه استعاذته من عذاب القبر وقال حکایة الثانیة التی بعد السوال فیجب التصدیق به وغایة ما یقتضی اعادة الحیاة الی الجزء الذی به فهم الخطاب ورد الجواب ... فان ذالك ممکن اذ لا یشترط فی الحیاة البنیة ولو سلم جاز ان یحفظ الله من الاجزاء ما یتاتی به الادراك وان کان فی بطون السباع وقعور البحار ولا یمتنع ان لا یشاهد الناظر منه ما یدل علی ذلك فان النائم ساکن بظاهره یدرك من الآلام واللذات ما یحس تأثیره عند یقظته وکان نبینا علیہ السلام یسمع کلام جبریل ویشاهده ومن حوله او مزاحمه فی مکانه (کعائشة اذ کانت معه بفراش واحد کذا فی المسامرة) لا شعور له بذالك وهذا لان الادراك والسماع بخلق الله تعالیٰ فاذا لم یخلقه لبعض الناس لا یکون له (المسایرة فی العقائد المنجیة فی الآخرة ص ۲۲۳) اہل سنت کے عقائد میں سے دوسرا اور تیسرا عقیدہ یہ ہے قبر میں منکر نکیر کا سوال اور قبر میں ثواب وعذاب۔ ان کے بارے میں متعدد اسناد کے ساتھ احادیث موجود ہیں، ایک صحیح حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ دو قبروں پر گزرے اور فرمایا کہ ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور صحیح حدیث میں عذاب قبر سے آپ ﷺ کے پناہ مانگنے کا بھی ذکر ہے اور قرآن کریم نے قبر میں سوال کے بعد دوسری موت کا ذکر بھی کیا ہے لہٰذا اس کی تصدیق واجب ہے اور قبر میں سوال اور قبر کے ثواب وعذاب کا انتہائی تقاضا یہ ہے کہ حیات اُس جزء کی طرف لوٹائی جائے جس کے ذریعے کلام کا سمجھنا اور جواب کا لوٹانا متحقق ہو جائے ...... اور یہ (اعادۂ حیات) اجزاء کے متفرق ہونے کے باوجود ممکن ہے کیونکہ حیات میں ڈھانچے کا سالم ہونا شرط نہیں اور اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ وہ اُس جزء کی حفاظت کرے جس کے ساتھ ادراک حاصل ہو سکے۔ اگرچہ وہ درندوں کے پیٹ میں ہو اور دریاؤں کی تہہ میں ہو اور میت پر حیات کا اثر نظر نہ آنا عدم حیات کی دلیل نہیں، کیونکہ سونے والا بظاہر پُرسکون ہوتا ہے لیکن وہ بحالت نیند جو تکالیف اور لذت پاتا ہے اس کا اثر بیداری کے وقت محسوس کرتا ہے اور ہمارے نبی کریم ﷺ جبریل کا کلام سنتے اور اس کا مشاہدہ کرتے لیکن آپ ﷺ کے ارد گرد والوں کو بلکہ آپ کے انتہائی قریب بیٹھنے والے (جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے ساتھ ایک ہی بستر پر ہوتیں نگران) کو بھی اس کا شعور نہ ہوتا اور یہ اس لئے کہ ادراک اور سماع اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے کے ساتھ ہوتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کے لئے اس کو پیدا نہ کرے تو ان کے لئے ادراک وسماع متحقق نہیں ہوتا۔

۵۹۸...... وبعد اتفاق اهل الحق علی اعادة قدر ما یدرك به من الحیاة تردد کثیر من الاشاعرة

والحنفية فی اعادة الروح فمنعوا تلازم الروح والحياة الا فی العادة ومن الحنفية القائلين بالمعاد الجسمانی من قال بانه توضع فيه الروح وقول من قال اذا صار ترابا يكون روحه متصلا بترابه فيتالم الروح والتراب جميعا ... نقل اثر انه قيل يارسول الله كيف يوجع اللحم فی القبر ولم يكن فيه روح فقال كما يوجع سنك وان لم يكن فيه الروح قال فاخبر ان السن يوجع لانه متصل باللحم وان لم يكن فيه الروح فكذا بعد الموت لما كان روحه متصلا بجسده يتوجع الجسد ولا يخفی ان مراده بالتراب اجزائه الصغار (المسايرة فی العقائد المنجية فی الآخرة ص۲۲۶، ۲۲۷) اہل حق کا اس پر اتفاق ہے کہ میت میں اتنی حیات لوٹا دی جاتی ہے جس کے ساتھ وہ راحت وتکلیف کا ادراک کر سکے۔ اس اتفاق کے بعد بہت سے اشاعرہ اور حنفیہ نے روح کے لوٹانے میں تردد کیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ روح اور حیات کے درمیان تلازم عادۃً ہے عقلاً نہیں اور بعض حنفیہ جو معادِ جسمانی کے قائل ہیں انہوں نے کہا کہ جسم میں روح رکھ دی جاتی ہے اور بعض نے کہا کہ جب جسم مٹی ہو جائے تو روح کا اس مٹی کے ساتھ اتصال ہوتا ہے۔ پس روح اور مٹی دونوں درد محسوس کرتے ہیں ...... (ایک حدیث جس کو بعض نے موضوع بھی کہا لیکن علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ نے اس کو محض مسئلہ سمجھانے کے لئے ایک مثال کے طور پر ذکر کیا ہے) رسول اللہ ﷺ کو کہا گیا کہ قبر میں گوشت کو درد کیسے ہوتا ہے؟ حالانکہ اس میں روح داخل نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا جیسے تیرے دانت میں روح نہیں لیکن درد ہوتا ہے۔ پس اس میں نبی ﷺ نے سمجھا دیا کہ دانت میں اس لئے درد ہوتا ہے کہ اس کا گوشت کے ساتھ اتصال ہے۔ اگرچہ روح دانت کے اندر داخل نہیں، اسی طرح روح جسم عنصری کے اندر داخل نہیں لیکن روح کا جسم عنصری کے ساتھ اتصال ہے، جب روح کا میت کے جسد عنصری کے ساتھ اتصال ہے تو جسد عنصری درد محسوس کرتا ہے اور مصنف نے جو بدن کے مٹی ہونے کا ذکر کیا ہے اس مٹی سے مراد ہے بدن کے چھوٹے اجزاء۔

۵۹۹ ...... وَلَا تَجُوزُ الصَّلَاةُ خَلْفَ مُنْكِرِ الشَّفَاعَةِ وَالرُّؤْيَةِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَالْكِرَامِ الْكَاتِبِينَ لِاَنَّهُ كَافِرٌ لِتَوَارُثِ هٰذِهِ الْاُمُورِ عَنِ الشَّارِعِ ﷺ (فتح القدير لابن الهمام ج۱ ص۳۵۰) شفاعت، رؤیت باری تعالیٰ، عذاب قبر اور کراماً کاتبین کے منکر کے پیچھے نماز جائز نہیں کہ وہ کافر ہے، کیونکہ یہ امور تواتر اور توارث کے ساتھ شارع علیہ السلام سے ثابت ہیں۔

۶۰۰ ...... اَلْحَقُّ اَنَّ الْمَيِّتَ الْمُعَذَّبَ فِي قَبْرِهٖ تُوضَعُ فِيهِ الْحَيَاةُ بِقَدْرِ مَا يُحِسُّ بِالْاَلَمِ وَالْبِنْيَةُ لَيْسَتْ بِشَرْطٍ عِنْدَ اَهْلِ السُّنَّةِ حَتّٰى لَوْ كَانَ مُتَفَرِّقَ الْاَجْزَاءِ بِحَيْثُ لَا تَتَمَيَّزُ الْاَجْزَاءُ بَلْ هِيَ مُخْتَلِطَةٌ بِالتُّرَابِ فَعُذِّبَ جُعِلَتِ الْحَيَاةُ فِي تِلْكَ الْاَجْزَاءِ (فتح القدير لابن الهمام ج۵ ص۱۹۳) حق یہ ہے کہ قبر میں جس میت کو عذاب دیا جاتا ہے اس میں اتنی حیات رکھ دی جاتی ہے جس کے ساتھ وہ درد محسوس کر سکے اور اہل سنت کے نزدیک حیات کے لئے ڈھانچہ شرط نہیں حتیٰ کہ اگر اجزاء اتنے بکھر جائیں کہ اجزاء میں امتیاز نہ ہو سکے بلکہ وہ مٹی کے ساتھ خلط ملط ہو جائیں تو اُن اجزاء میں حیات ڈال کر عذاب دیا جاتا ہے۔

۶۰۱ ...... وَقَالُوا فِي زِيَارَةِ الْقُبُورِ مُطْلَقًا: اَلْاَوْلٰى اَنْ يَّاْتِيَ الزَّائِرُ مِنْ قِبَلِ رِجْلِ الْمُتَوَفّٰى لَا مِنْ قِبَلِ رَاْسِهٖ فَاِنَّهٗ اَتْعَبُ لِبَصَرِ الْمَيِّتِ بِخِلَافِ الْاَوَّلِ لِاَنَّهٗ يَكُونُ مُقَابِلًا بَصَرَهٗ لِاَنَّ بَصَرَهٗ نَاظِرٌ اِلٰى جِهَةِ قَدَمَيْهِ اِذَا كَانَ عَلٰى جَنْبِهٖ (فتح القدير ج۲ ص۱۶۹) علماء نے تمام مؤمنین کی قبور کی زیارت کے بارے میں ادب

یہ بتایا ہے کہ زیادہ بہتر یہ ہے کہ زائر صاحب قبر کے پاؤں کی جانب سے آئے، سر کی جانب سے نہ آئے، کیونکہ سر کی جانب سے آنا میت کی نگاہ کو مشقت میں ڈال دے گا، بخلاف پہلے طریقہ کے، کیونکہ اس صورت میں زائر صاحب قبر کی نگاہ کے سامنے ہوگا، کیونکہ جب میت کو لحد میں پہلو کے بل لٹایا جائے تو اس کی نگاہ اپنے قدموں کی طرف ہوتی ہے (تو زائر کی طرف دیکھنے میں اس کو آسانی ہوگی)

فائدہ: دیکھتا وہی ہے جو زندہ ہوتا ہے۔

خَضِر بَک حنفی مَاتُرِیدی رحمۃ اللہ علیہ (مولیٰ خضر بن جلال الدین، استاذ سلطان محمد فاتح۔م ۸۶۳ھ)

۶۰۲...... (شعر) ومن حیوۃ قبورٍ ما یذاق بہ: لذاتُ نعماء او آلام دیدان (جواہر العقائد المعروف بالقصیدۃ النونیہ) وہ چیز جس کو (قبور میں) چکھا جاتا ہے۔یعنی نعمتوں کی لذات یا کیڑوں کی تکالیف، یہ قبور کی حیات کی وجہ سے ہے۔اس کی تشریح کرتے ہوئے خضر بک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد علامہ خیالی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اتفق اھل الاسلام علی وقوع نوع من الحیوۃ فی القبر قدر مایعرف بہ لذۃ التنعیم الخ (اہل اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ قبر میں ایک قسم کی حیات اتنی مقدار میں ہوتی ہے جس کے ذریعے میت لذت وتکلیف محسوس کر لے)...... (پھر علامہ خیالی رحمۃ اللہ علیہ اس پر دلائل ذکر کر کے فرماتے ہیں) وبالجملۃ الاحادیث الواردۃ فیہ اکثر من ان تحصی بحیث بلغ القدر المشترک فیما بینہا حد التواتر (خلاصہ یہ ہے کہ قبر کے عذاب وثواب کے بارے میں وارد ہونے والی احادیث بے شمار ہیں اور ان کا قدر مشترک تواتر کی حد کو پہنچا ہوا ہے)

(خیر الفرائد شرح جواہر العقائد المعروف بشرح الخیالی علی النونیہ ص ۳۴۲)

علامہ جلال الدین مَحلّی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن احمد بن محمد۔م ۸۶۴ھ)

۶۰۳...... (وَنَعْتَقِدُ اَنَّ عَذَابَ الْقَبْرِ) وَهُوَ لِلْكَافِرِ وَالْفَاسِقِ. الْمُرَادُ تَعْذِيبُهُ بِاَنْ تُرَدَّ الرُّوحُ اِلَى الْجَسَدِ اَوْ مَا بَقِيَ مِنْهُ (وَسُؤَالَ الْمَلَكَيْنِ) مُنْكَرٍ وَنَكِيرٍ لِلْمَقْبُورِ بَعْدَ رَدِّ رُوحِهِ اِلَيْهِ عَنْ رَبِّهِ وَدِينِهِ وَنَبِيِّهِ فَيُجِيبُهُمَا بِمَا يُوَافِقُ مَا مَاتَ عَلَيْهِ مِنْ اِيمَانٍ اَوْ كُفْرٍ ... (حَقٌّ) (شرح علی جمع الجوامع، مطبوع مع حاشیۃ العطار) ہم اس بات کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ مدفون کے لئے عذاب قبر اور منکر نکیر کا سوال برحق ہے اور عذاب قبر کافر اور فاسق کو ہوتا ہے، میت کو عذاب دینے کی صورت یہ ہے کہ میت کے پورے جسم کی طرف یا اس کے بچے ہوئے حصے کی طرف روح کو لوٹایا جاتا ہے۔روح کو لوٹا کر میت سے اس کے رب، دین اور نبی کے متعلق سوال ہوتا ہے، پس اس کی موت کے وقت ایمان یا کفر کی جو حالت ہوتی ہے اس کے مطابق وہ جواب دیتا ہے۔

۶۰۴...... (وَيُسَنُّ اَنْ يَقِفَ جَمَاعَةٌ بَعْدَ دَفْنِهِ عِنْدَ قَبْرِهِ سَاعَةً يَسْاَلُونَ لَهُ التَّثْبِيتَ) رَوَى اَبُو دَاوُد وَالْحَاكِمُ وَقَالَ صَحِيحُ الْاِسْنَادِ عَنْ عُثْمَانَ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُ -... وَعِبَارَةُ شَرْحِ الْمُهَذَّبِ: يُسْتَحَبُّ اَنْ يَمْكُثَ عَلَى الْقَبْرِ بَعْدَ الدَّفْنِ سَاعَةً يَدْعُو لِلْمَيِّتِ وَيَسْتَغْفِرُ لَهُ. نَصَّ عَلَيْهِ الشَّافِعِيُّ وَاتَّفَقَ عَلَيْهِ الْاَصْحَابُ (شرح الجلال المحلی علی منہاج الطالبین للنووی ج ا ص ۴۱۳) (سنت یہ ہے کہ میت کو دفن کرنے کے بعد ایک جماعت اس کی قبر کے پاس کچھ دیر ٹھہرے اور اس کے لئے ثابت قدمی کی دعا کرے) ابوداود رحمۃ اللہ علیہ اور حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور حاکم نے کہا اس کی سند صحیح ہے......اور شرح مہذب کی عبارت یہ ہے کہ دفن کے

بعد کچھ دیر قبر پر ٹھہرنا مستحب ہے اور ٹھہرنے والا میت کے لئے دعا کرے اس کے لئے بخشش طلب کرے، اس پر امام شافعی رحمہ اللہ نے صراحت کی ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے متبعین کا اس پر اتفاق ہے۔

علامہ خَیَالِی حنفی رحمہ اللہ (شمس الدین احمد بن موسی، رومی۔ م ۸۷۰ھ)

۶۰۵...... واما تعذیب الماکول بخلق نوع من الحیاۃ فی بطن الآکل فواضح الامکان کدودۃ فی الجوف وفی خلال البدن فانہا تتألم وتتلذذ بلا شعور منا بہرحال جس میت کو کوئی جانور کھا گیا ہو اس کو اس طور پر سزا دینا کہ کھانے والے کے پیٹ میں ایک گونہ اس میں حیات پیدا کردی جائے تو اس کا واضح امکان ہے جس طرح کہ ہمارے پیٹ اور بدن کے زخم کے درمیان کوئی کیڑا ہوتا ہے جس کو تکلیف بھی ہوتی ہے اور لذت بھی، مگر ہمیں بالکل شعور نہیں ہوتا۔ (الخیالی حاشیہ علی شرح العقائد النسفیہ ص ۱۱۸)

فائدہ: اگر عذاب صرف روح کو ہوتا تو نوع من الحیاۃ اور فی بطن الآکل اور ماکول کہنے کی ضرورت نہیں تھی، کیونکہ آکل کے پیٹ میں ماکول جسد عنصری ہوتا ہے، روح اور جسد مثالی نہیں ہوتا۔

۶۰۶...... ان حیاۃ القبر لما کانت ضعیفۃ الاثر کانت فی حکم الموت (شرح الخیالی علی النونیہ ۳۴۳) قبر کی حیات کا اثر چونکہ کمزور ہوتا ہے اس لئے یہ حیات موت کے حکم میں ہوتی ہے۔

فائدہ: قبر کی حیات من وجہ حیات ہے اور ضعیف الاثر ہونے کی وجہ سے من وجہ موت ہے، چونکہ قبر کے اندر میت میں راحت وتکلیف کا احساس وشعور ہوتا ہے اس لئے اس کو حقیقتاً موت نہیں کہہ سکتے بلکہ من وجہ حیات ہے، لیکن اس میں حیات کے ظاہری آثار نظر نہیں آتے اور روح وبدن کے درمیان غیر معلوم الکیفیہ معنوی تعلق کے باوجود روح بدن سے جدا ہے اس اعتبار سے موت ہے۔

۶۰۷...... قبر کے عذاب وثواب کے متعلق علامہ خیالی کی ایک عبارت خضر بک رحمہ اللہ (م ۸۶۳ھ) کے عنوان کے تحت گزر چکی ہے۔

مفسر ثَعَالِبِی مالکی رحمہ اللہ (ابوزید عبدالرحمن بن محمد بن مخلوف، جزائری۔ م ۸۷۵ھ)

۶۰۸...... جاءت احادیثُ صحیحۃٌ فی مُسَائلۃ العبد فی قبرہ وجماعۃُ السُّنَّۃ تقولُ اِنَّ اللہ سبحانہ یَخْلُقُ للعَبْدِ فی قَبْرِہٖ اِدراکاتٍ وتحصیلاً اِما بحیاۃٍ کالمتعارفۃ واِما بحضورِ النَّفْس واِن لم تتلبَّس بالجَسَدِ کالعُرْف، کلُّ ھٰذا جائزٌ فی قُدْرۃ اللہِ تَبَارَکَ وتعالٰی غیر انَّ فی الاحادیثِ الصَّحیحۃِ اَنَّہٗ یَسْمَعُ خَفْقَ النِّعَالِ، ومنہا انہ یری الضوءَ کَاَنَّ الشَّمْسَ دَنَتْ للغروب، وفیہا انہ یُرَاجِعُ، وفیہا فَیُعَادُ رُوحُہٗ اِلٰی جَسَدِہٖ، وھٰذا کلُّہ یتضمَّن الحیاۃَ، فسُبْحَانَ مَنْ لہ ھٰذہ القدرۃُ العظیمۃُ (تفسیر ثعالبی ج ۳ ص ۳۸۲) قبر میں منکر نکیر کے سوال کے بارے میں احادیث صحیحہ وارد ہوئی ہیں اور اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ قبر میں بندے کے لئے ادراکات اور راحت وتکلیف پانے کی قوت پیدا کرتے ہیں یا معروف حیات پیدا کرنے کے ساتھ (یعنی روح کو جسم میں داخل کرنے کے ساتھ) یا حضور روح (یعنی تعلق روح) کے ساتھ ہو اگرچہ جسد کے ساتھ روح کا معروف تلبس نہ ہو (یعنی روح جسم میں داخل نہ ہو) اللہ تعالیٰ کی قدرت میں دونوں صورتیں ممکن ہیں، مگر احادیث صحیحہ سے درج ذیل امور ثابت ہیں۔ (۱) میت لوٹنے والوں کی جوتیوں کی

کھسکھاہٹ سنتی ہے۔ (۲) قبر والا دفن کے بعد وہ روشنی دیکھتا ہے جو غروب شمس کے قریب ہوتی ہے۔ (۳) میت سے سوال جواب ہوتا ہے۔ (۴) اس کی روح اس کے جسد کی طرف لوٹائی جاتی ہے اور یہ سب امور میت کی حیات پر دلالت کرتے ہیں۔ پاک ہے وہ ذات جس کی یہ عظیم قدرت ہے۔

محدث قاسم بن قُطلُوبُغا حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۷۹ھ)

۷۰۹ ...... قال الامام القُونَوِی اختلفوا فی انه یخلق فیه حیاۃ مطلقة کحیاته قبل الموت او حیاۃ بقدر ما یحس الالم والصحیح هذا لان خلق الحیاۃ ضرورۃ تحقیق معنی العذاب والضرورۃ تندفع بهذا القدر واعلم ان اصحابنا انما توقفوا فی اعادۃ الروح وعدم اعادتها ولا توقف لهم فی ان لا یتصور التعذیب بدون الحیاۃ (حاشیہ علی المسایرہ ص ۲۲۵، ۲۲۶) امام قونوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں کہ اہل حق کے درمیان اختلاف ہوا ہے کہ میت میں کامل حیات پیدا ہوتی ہے جیسے موت سے پہلے تھی یا اتنی حیات جس کے ساتھ وہ درد محسوس کر سکے؟ یہی دوسرا قول صحیح ہے کیونکہ حیات کا پیدا کرنا عذاب کے ثابت کرنے کی ضرورت کی بناء پر ہے اور ضرورت اتنی حیات کے ساتھ پوری ہو جاتی ہے اور یہ بھی جان لیجئے کہ ہمارے حنفی اصحاب نے اعادۂ روح میں توقف کیا ہے (کہ روح کا اعادہ پورے جسم میں ہوتا ہے یا پورے جسم میں اعادہ نہیں ہوتا؟ لیکن اعادۂ روح میں توقف نہیں) کیونکہ عذاب بغیر حیات کے متصور نہیں۔ پس حیات کے لئے اعادۂ روح ضروری ہے۔

۷۱۰ ...... قال الامام القونوی وارواح الکفار متصلة باجسادها فتعذب ارواحها فیتالم ذالك الجسد کالشمس فی السماء ونورها فی الارض واما ارواح المؤمنین فی علیین ونورها متصل بالجسد ویجوز مثل ذالك الا تری ان الشمس فی السماء ونورها فی الارض وکذالك النائم تخرج روحه ومع ذالك یتالم اذا کان به الم ویصیب به راحة حتی یسمع منه الضحك فی المنام (حاشیہ علی المسایرۃ ص ۲۲۷) مؤلف امام قونوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کفار کی روحوں کا ان کے جسموں کے ساتھ تعلق واتصال ہوتا ہے۔ پس ان کی روحوں کو عذاب دیا جاتا ہے اور روح وجسم کے تعلق کی وجہ سے جسم بھی تکلیف محسوس کرتا ہے، جیسے سورج آسمان میں ہے اور اس کی روشنی زمین میں ہے اور مؤمنین کی ارواح علیین میں ہوتی ہیں اور ان کا نور جسم کے ساتھ متصل ہوتا ہے اور یہ جائز ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ سورج آسمان میں ہے اور اس کا نور زمین میں ہے، اسی طرح سونے والا کہ اس کی روح نکل جاتی ہے اس کے باوجود وہ تکلیف اور راحت محسوس کرتا ہے۔ حتیٰ کہ نیند کی حالت میں اس کے ہنسنے کی آواز سنی جاتی ہے۔

علامہ کَافِیَجِی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن سلیمان۔ م ۸۷۹ھ)

(کافیجی نسبت ہے کافیہ ابن حاجب کی طرف)

۷۱۱ ...... فعلم من هذا فساد ظن من قال ان موت الانسان کموت الحیوانات وجفاف النباتات وکذا فساد ظن من قال انه ینعدم بالموت ولا یتالم بعقاب ولا یتنعم بثواب مادام فی القبر (منازل الارواح ص ۳۶) اس سے ان لوگوں کے گمان کا فاسد ہونا معلوم ہوا جو کہتے ہیں کہ انسان کی موت جانوروں کی موت اور نباتات کے خشک ہونے کی مثل ہے، اسی طرح ان لوگوں کے ظن کا فاسد ہونا بھی معلوم ہو گیا

جو کہتے ہیں کہ انسان موت کے ساتھ معدوم ہو جاتا ہے، پس وہ نہ عقاب کا درد محسوس کرتا ہے اور نہ ثواب کی لذت محسوس کرتا ہے جب تک کہ وہ قبر میں ہے۔

۶۱۲...... مؤلف لکھتے ہیں کہ نیک بخت مؤمنین کی ارواح کو فرشتے اللہ تعالیٰ کے سامنے لے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کو جنت کا ٹھکانہ دکھاؤ، اس کو فرشتے جنت میں لے جاتے ہیں اور وہ میت کے غسل دینے تک جنت میں ہی رہتی ہے۔ فاذا غسل و کفن ردت وادرج بین کفنه وجسده فاذا حمل علی النعش فانه يسمع كلام الناس من تكلم بخير ومن تكلم بشر قال رسول الله ﷺ اذا حمل الميت على نعشه ترفرف روحه فوق النعش ويقول يا اهلي ويا ولدي لا تلعبن بكم الدنيا كما لعبت بي جمعت المال من حله ومن غير حله ثم تركته لغيري والتبعة علي فاحذروا مثل ما حل بي (منازل الارواح ص ۴۶) پھر جب غسل اور کفن دے دیا جاتا ہے تو روح لوٹا دی جاتی ہے اور اس کے کفن اور جسم کے درمیان داخل کر دی جاتی ہے، پھر جب اس کو چارپائی پر اٹھایا جاتا ہے تو وہ میت لوگوں کی اچھی، بری ہر قسم کی کلام سنتی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب میت کو اس کی چارپائی پر اٹھایا جاتا ہے تو اس کی روح چارپائی کے اوپر پھڑ پھڑاتی ہے اور میت کہتی ہے اے میرے اہل اور اے میری اولاد! دنیا تمہیں کھیل تماشا میں نہ لگائے جیسا کہ مجھے کھیل تماشہ میں لگایا، میں نے حلال وحرام مال جمع کیا پھر میں نے اس کو غیر کے لئے چھوڑ دیا اور گناہ میرے ذمے رہا، پس اس عذاب سے بچو جو مجھ پر اترا ہے۔

۶۱۳...... قوله ان احدكم اذا مات عرض عليه مقعده الخ... ثم ان هذا العرض على مجموع الروح والجسد وقيل على الروح وحده وقيل مع جزء من البدن والظاهر انه مطلق كما ذكرنا آنفا (منازل الارواح ص ۶۵) حدیث میں ہے کہ جب تم میں سے کوئی فوت ہو جاتا ہے تو اس پر جنت اور دوزخ کا ٹھکانہ پیش کیا جاتا ہے، جس کے بارے میں تین قول ہیں۔ (۱) یہ ٹھکانہ روح وجسد کے مجموعہ پر پیش ہوتا ہے۔ (۲) اکیلی روح پر پیش ہوتا ہے۔ (۳) روح پر اور بدن کے کسی ایک جزء پر پیش ہوتا ہے اور (مؤلف کی رائے یہ ہے کہ) اس کی کیفیت متعین نہ کی جائے۔

۶۱۴...... ان عذاب القبر للكفار ولبعض عصاة المؤمنين ثابت عند اهل السنة خلافا لغيرهم بے شک کفار کے لئے اور بعض نافرمان مؤمنوں کے لئے اہل سنت کے نزدیک عذاب قبر ثابت ہے، اہل سنت کے غیر یعنی اہل بدعت نے اس میں مخالفت کی ہے۔ (اس کے بعد مؤلف نے قرآنِ کریم کی تین آیات (اغرقوا فادخلوا نارا. النار يعرضون الخ. ربنا امتنا الخ) ایک مرفوع حدیث (استنزهوا من البول) اور اجماع سلف کو دلیل کے طور پر ذکر کیا ہے) (منازل الارواح ص ۶۵)

۶۱۵...... فمن قال بالسوال والعذاب قال باحياء الموتى في القبور جو قبر میں سوال وعذاب کے قائل ہیں وہ قبر میں مردوں کے زندہ کرنے کے بھی قائل ہیں۔ اس پر ربنا امتنا ثنتين واحييتنا ثنتين (اے ہمارے رب! تو نے ہمیں دو مرتبہ موت دی اور دو مرتبہ زندہ کیا) سے استدلال کیا ہے، فرماتے ہیں: فلو لم يكن في القبر حياة وموت آخر لم يكن الاحياء والاماتة مرتين هذا هو الشائع المستفيض بين اصحاب التفسير اگر قبر میں حیات اور دوسری موت نہ ہو تو احیاء اور اماتت دو مرتبہ نہیں ہوگا۔ (یعنی ایک مرتبہ دنیا میں زندہ کرنا اور موت دینا، دوسری مرتبہ قبر میں زندہ کرنا اور موت دینا، اس کے مطابق دو حیاتیں اور دو موتیں ہیں یہ اس

آیت کے موافق ہے) اب بعض لوگوں نے پیدا ہونے سے پہلے کو ایک موت کہا پھر دنیا کی زندگی اور پھر اس کے بعد موت پھر قیامت کے دن کی زندگی، تو اس طرح انہوں نے دو موتیں اور دو زندگیاں بیان کیں، مؤلف اس کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں: فمردود بان الاماتة انما تکون بعد سابقة الحیاۃ آیت کی یہ تفسیر قابل رد ہے کیونکہ حقیقتاً اماتت ہوتی ہے حیات کے بعد (اور دنیا میں پیدا ہونے سے پہلے جس کو موت کہا گیا تو وہاں سرے سے حیات وجود میں آئی ہی نہیں) اور اس دوسری تفسیر کے بارے میں فرماتے ہیں: ذالك قول شذوذ من المفسرين والمعتمد هو الذی قدّمنا موت اوّل سے پیدا ہونے سے پہلے والی موت مراد لینا۔ بعض مفسرین کا شاذ قول ہے اور قابل اعتماد قول وہی ہے جو ہم نے پہلے لکھ دیا ہے (کہ موت اوّل سے دنیا والی موت مراد ہے اور موت ثانی سے قبر والی) (منازل الارواح ص ۶۶)

۲۱۶...... فلا يبعد فى نفس الامر ان تعاد الحياة الى الاجزاء المتفرقة او الى بعضها وان كان خلاف العادة فان خوارق العادة غير ممتنعة فى مقدور الله تعالىٰ بالاجماع لا سيما ان البنية ليست بشرط للحياة عندنا فيجوز ان يعذب الغريق فى الماء والماكول فى الحيوانات والمصلوب فى الهواء (منازل الارواح ص ۶۷) فی حد ذاتہ یہ بعید نہیں کہ حیات میت کے بکھرے ہوئے تمام اجزاء کی طرف یا بعض اجزاء کی طرف لوٹائی جائے۔ اگرچہ یہ خلاف عادت ہے لیکن خلاف عادت امور بالاجماع اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہیں، محال اور ممتنع نہیں، خاص طور پر ہمارے نزدیک، چونکہ ہمارے نزدیک حیات کے لئے ڈھانچے کا سالم ہونا شرط نہیں، پس جائز ہے کہ پانی میں غرق ہونے والے کو اور جانوروں کے کھائے ہوئے کو اور فضا میں سولی پر لٹکائے ہوئے کو عذاب دیا جائے۔

۲۱۷...... قبر میں سانپ بچھو اور عذابات نظر نہ آنے کے اعتراض کے جواب میں فرماتے ہیں: كما ان الملك لا يشبه الآدميين والحيوانات فكذالك الحيات والعقارب التى تلدغ الموتى فى القبور ليست من جنس حيات عالمنا بل هى من جنس آخر وتدرك بحاسة اخرى (منازل الارواح ص ۶۸) جیسے فرشتہ آدمیوں اور حیوانات کے مشابہ نہیں اسی طرح وہ سانپ اور بچھو جو قبروں میں مردوں کو ڈستے ہیں وہ بھی ہمارے اس جہان کے سانپوں اور بچھوؤں کی جنس سے نہیں بلکہ وہ ایک دوسری جنس سے ہیں اور ان کو دوسرے حواس (یعنی عالم برزخ اور عالم آخرت کے قویٰ وحواس) کے ساتھ دیکھا جا سکتا ہے۔

۲۱۸...... فيجوز ان يخلق الله تعالىٰ فى جميع اجزاء الميت او فى بعضها نوعا من الحياة قدر ما يدرك الالم (منازل الارواح ص ۶۸) جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ میت کے تمام اجزاء میں یا بعض اجزاء میں ایک قسم کی حیات اتنی مقدار میں پیدا کر دے جس کے ساتھ وہ درد کا ادراک کر سکے۔

ابن التمجید حنفی رحمۃ اللہ علیہ (مصلح الدین مصطفیٰ بن ابراہیم، رومی۔ م ۸۸۰ھ)

۲۱۹...... قوله وفيه تنبيه الخ اى فى قوله سبحانه بل احياء ولكن لا تشعرون تنبيه على ان حياة من يقتل فى سبيل الله ويستشهد فى طريق الحق ليست حياة جسدانية تدرك بالمشاعر والحواس الجسمانية كما فى هذه الدار (حاشیہ ابن التمجید علی البیضاوی، مطبوع مع حاشیہ القونوی ص ۳۶۹) بل احياء

ولکن لا تشعرون میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ اس آدمی کی حیات جس کو اللہ کے راستے میں قتل کیا جاتا ہے اور راہ حق میں اس کو شہید کیا جاتا ہے اس کی حیات جسمانی حسی حیات نہیں جس کا ظاہری حواسِ جسمانیہ کے ساتھ ادراک ہو سکے، جیسا کہ اس جہان میں حواس ظاہرہ کے ساتھ ادراک ہوتا ہے۔ (کیونکہ شہداء کی حیات ان کے جسموں کے باطن میں مخفی ہے اسی لئے اس کو حیات برزخی کہا جاتا ہے یعنی زیر پردہ حیات اور دنیا کے حواس ظاہرہ کے ساتھ اشیاء کے ظاہر کو دیکھا جا سکتا ہے باطن کو نہیں)

علامہ اسیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (شمس الدین محمد بن احمد بن علی، منہاجی۔ م ۸۸۰ھ)

۶۲۰...... غائب اور حاضر ہونے کی حالت میں ادب کرنا، آپ ﷺ کا نام سننے کے وقت اور آپ ﷺ کی حدیث بیان کرنے کے وقت عاجزی مستحب ہے، اسی طرح آپ ﷺ کی قبر کی زیارت کے وقت عاجزی اختیار کرنا اور آپ ﷺ کے قرب میں آواز پست کرنا اور ہر اس چیز سے رکنا جو خلاف شرع ہو یہ بھی آداب میں سے ہے۔ لانہ ﷺ شاھد لہ فی حرکاتہ وذلک لوجود حیاتہ فی قبرہ فان الانبیاء احیاء فی قبورھم ولا ینکر حیاۃ الانبیاء الا جاھل یخاف علیہ سوء العاقبۃ (اتحاف الاخصا بفضائل المسجد الاقصی ج ۲ ص ۵۹) مؤلف مذکورہ آداب کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یہ آداب اس لئے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس کی حرکات کو دیکھتے ہیں، کیونکہ آپ ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ موجود ہیں بلکہ تمام انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور انبیاء کی حیات کا سوائے جاہل کے کوئی انکار نہیں کرتا اور ایسے جاہل کے سوءِ خاتمہ کا اندیشہ ہے۔

۶۲۱...... وعلی ھذا فاختلفوا فی معنی الحدیث الآخر الذی ذکر فیہ کیفیۃ حج موسیٰ علیہ السلام الخ جس حدیث میں موسیٰ علیہ السلام کے حج کی کیفیت کا ذکر ہے اس میں ایک توجیہ یہ ہے کہ یہ اپنے ظاہر پر محمول ہے۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام شہداء کی طرح اپنی موت کے بعد زندہ ہیں بلکہ شہداء سے بھی افضل ہیں اور افضل زندگی کے ساتھ زندہ ہیں اور جب وہ زندہ ہیں تو کوئی بعید نہیں کہ وہ حج کریں اور نمازیں پڑھیں۔ (ایضاً ج ۲ ص ۱۲۳)

۶۲۲...... والذی تقضیہ الاحادیث الصحیحۃ من انھم صلوات اللہ علیھم اجمعین احیاء فی قبورھم کما رواہ انس... وھذہ الروایۃ ظاھرۃ فی حیاۃ موسیٰ علیہ السلام فی قبرہ. ویدل علیہ ایضا حدیث المعراج المتقدم وتردیدہ للنبی ﷺ فی امر الصلوات احادیث صحیحہ اس بات کا تقاضا کرتی ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں اور موسیٰ علیہ السلام کے حج والی حدیث بھی موسیٰ علیہ السلام کی قبر میں حیات کی واضح دلیل ہے اور نبی ﷺ کی معراج والی حدیث اور نبی ﷺ کا نمازوں کے بارے میں موسیٰ علیہ السلام کی طرف بار بار لوٹنا، یہ سب باتیں موسیٰ علیہ السلام کی حیات پر دلالت کرتی ہیں۔ (ایضاً)

۶۲۳...... الاحادیث الکثیرۃ التی یفید مجموعھا العلم بان موت الانبیاء صلوات اللہ علیھم اجمعین لیس عدمًا محضًا کموت غیرھم بل ھو انتقال من حالۃ الی اخری وغیبوا غیبا بحیث لا ندرکھم وان کانوا موجودین احیاء. وذلک کالحال فی الملائکۃ فانھم احیاء موجودون ولا یراھم احد من نوعنا الا من خصہ اللہ بکرامتہ من اولیائہ واصفیائہ بہت ساری احادیث ہیں جن کا

مجموعہ اس علم کا فائدہ دیتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی موت عدم محض نہیں جیسے غیر انبیاء کی موت ہوتی ہے، بلکہ انبیاء کی موت ہے ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہونا (اسی بات کو حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اس طرح لکھتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی موت استتار حیات کے ساتھ ہے اور غیر انبیاء کی موت انقطاع حیات کیساتھ ہے، لیکن وعدۂ موت پورا ہونے کے بعد روح کا جسد عنصری کے ساتھ برزخی تعلق قائم ہوجاتا ہے) اور وہ ہم سے ایسے طور پر غائب کر دیئے گئے کہ ہم ان کی حیات کا مشاہدہ نہیں کر سکتے۔ اگرچہ وہ زندہ موجود ہیں، یہ ایسے ہی ہے جیسے فرشتے زندہ موجود ہیں لیکن ہم میں سے کوئی بھی ان کو دیکھ نہیں سکتا۔ الا یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء میں سے جس کو چاہیں اس شرافت کے ساتھ مختص کر دیں۔ (ایضاً)

۶۲۴...... اذا نفخ فی الصور فصعق من فی السموات ومن فی الارض فلا شك ان صعق غیر الانبیاء بالموت واما صعق الانبیاء فالظاهر انه غشیة وزوال استشعار لا موت کغیرهم کیلا یلزم انهم یموتون مرتین قرآنِ کریم میں ہے: فاذا نفخ فی الصور الخ (جب صور پھونکا جائے گا تو ان سب پر صعقہ طاری ہوجائے گا جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں) پس اس میں کوئی شک نہیں کہ غیر انبیاء کا صعقہ موت کے ساتھ ہے اور انبیاء کا صعقہ ظاہر یہ ہے کہ وہ بیہوشی اور شعور کا زائل ہونا ہے، دوسروں کی طرح موت نہیں تا کہ یہ لازم نہ آئے کہ ان پر دو دفعہ موت آئی۔ (ایضاً)

فائدہ: غیر انبیاء کی موت بھی تقاضا کرتی ہے کہ پہلے حیات ہو اور اگر حیات نہیں موت ہی ہے تو مرنے والوں کے مرنے کا کیا مطلب؟ اور بیہوشی بھی تب ہوتی ہے جب حیات ہو، لہٰذا اس سے قبر میں انبیاء اور غیر انبیاء کی اپنے اپنے درجے کے اعتبار سے حیات ثابت ہوگئی۔

شیخ مخدوم جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ (شرف الدین احمد یحییٰ منیری۔م ۷۸۲ھ)

۶۲۵...... حضرت مخدوم جہاں عظمہ اللہ نے فرمایا کہ ہاں روح کا تعلق قالب کے ساتھ ہمہ وقت ہے حیات میں بھی اور ممات میں بھی یعنی جس طرح روح کا تعلق حیات میں قالب کے ساتھ ہے موت کے بعد بھی روح کا قالب کے ساتھ تعلق رہتا ہے مگر مرنے کے بعد اس کا تعلق قالب کے ساتھ نہ ہو تو یہ قول کہ قبر میں عذاب ہوگا اور یہ قول کہ قبر میں راحت وآرام ملے گا ختم ہوجائے گا۔ چنانچہ القبر روضة من ریاض الجنة او حفرة من حفر النیران (قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا آگ کے گڑھوں سے ایک گڑھا ہے) کا کیا فائدہ؟ راحت وعذاب کا احساس تو اس وقت ہوگا جب روح کا تعلق قالب کے ساتھ ہو۔ ہاں! روح کا تعلق جسد سے ویسا نہیں جیسا کہ دنیا کی حیات میں تھا۔ حیات کی حالت میں روح کا تعلق ایسا تھا کہ جسد پر اس کا تصرف ہوتا تھا لیکن موت کی حالت میں تعلق، دنیاوی حیات کے تعلق سے جداگانہ ہے، اگر ویسا ہی تعلق ہوتا تو مرنے کے بعد بھی قالب سے ویسے ہی حرکات وافعال کا صدور ہوتا، پس معلوم ہوا کہ تعلق ہوتا ہے مگر یہ تعلق نہایت لطیف ہے۔ (معدن المعانی ۵۸۴)

شیخ ابو المَوَاهِب الشاذلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۸۲ھ)

۶۲۶...... قال الشیخ ابو المواهب وحاشا قلوب العارفین ان تخبر بغیر فهم ومعلوم ان الاولیاء انما ینقلون من دار الی دار فحرمتهم امواتا کحرمتهم احیاء والادب معهم بعد موتهم

کالادب معھم حال حیاتھم فلا یعرض عنہ بقدمیہ ولا یمشی علی قبرہ بر جلیہ ولا تعاشر الاولیاء الا بالادب فی حال الحیاۃ وفی حال الموت (الطبقات الکبری للشعرانی ۱۴۵ تا ۱۵۱) شیخ ابوالمواہب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عارفین کے دل سے ڈرنا اور بچنا چاہئے اس بات سے کہ آپ بے کبھی سے کوئی خبر دیں۔ (کیونکہ وہ دل کی آنکھ اور کان سے اس طرح دیکھتے اور سنتے ہیں جیسے ہم ظاہری حواس کے ساتھ دیکھتے اور سنتے ہیں) اور یہ معلوم ہونا چاہئے کہ اولیاء ایک جہان سے دوسرے جہان کی طرف منتقل کئے جاتے ہیں۔ لہٰذا ان کے مردہ ہونے کی حالت میں بھی ویسے ہی احترام ہے جیسے ان کی زندگی میں احترام تھا اور ان کی موت کے بعد وہی ان کا ادب ہے جو ان کی زندگی میں تھا۔ پس ان کی طرف پشت کر کے نہ لوٹا جائے اور ان کی قبروں پر نہ پاؤں نہ رکھا جائے اور زندگی اور موت کی دونوں حالتوں میں اولیاء کے ساتھ میل جول میں ادب ضروری ہے۔

۶۲۷ ...... وکان یقول من الاولیاء من ینفع مریدہ الصادق بعد موتہ اکثر ما ینفعہ حال حیاتہ ومن العباد من تولی اللہ تربیتہ بنفسہ بغیر واسطۃ ومنھم من تولاہ بواسطۃ بعض اولیاءہ ولو میتاً فی قبرہ فیربی مریدہ وھو فی قبرہ ویُسمع مریدہ صوتہ من القبر واللہ عباد یتولی تربیتھم النبی ﷺ بنفسہ من غیر واسطۃ بکثرۃ صلاتھم علیہ (الطبقات الکبری للشعرانی ص ۱۵۱) شیخ ابوالمواہب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ بعض اولیاء ایسے ہوتے ہیں کہ اپنے سچے مرید کو اپنی زندگی میں جتنا نفع پہنچاتے ہیں موت کے بعد اس سے زیادہ نفع پہنچاتے ہیں اور بعض بندے ایسے ہوتے ہیں کہ جن کی تربیت کے اللہ خود متولی بنتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی بلاواسطہ تربیت فرماتے ہیں اور بعض بندے ایسے ہوتے ہیں کہ جن کی تربیت بعض اولیاء کے واسطے سے ہوتی ہے۔ اگرچہ وہ اولیاء قبر میں ہوں، وہ قبر میں ہوتے ہوئے اپنے مرید کی تربیت کرتے ہیں اور مرید بعض دفعہ قبر سے اپنے مربی کی آواز سنتا ہے اور اللہ کے بعض بندے ایسے ہیں کہ ان کے کثرت درود کی وجہ سے خود نبی ﷺ بلاواسطہ ان کی تربیت فرماتے ہیں۔

۶۲۸ ...... یقول رایت رسول اللہ ﷺ فقال لی عن نفسہ لست بمیت وانما موتی عبارۃ عن تستری عمن لا یفقہ عن اللہ واما من یفقہ عن اللہ فھا انا اراہ ویرانی (الطبقات الکبری للشعرانی ص ۱۵۱) شیخ ابو المواہب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو آپ ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ میں مردہ نہیں ہوں، میری موت ان لوگوں سے چھپ جانا ہے جن کو اللہ کی طرف سے سمجھ نصیب نہیں ہوئی، لیکن وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے عقل وفہم سے نوازا ہے میں ان کو دیکھتا ہوں اور وہ مجھے دیکھتے ہیں۔

برہان الدین، ابن مفلح حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (ابراہیم بن محمد بن عبداللہ۔ م ۸۸۴ھ)

۶۲۹ ...... یَسْمَعُ الْمَیِّتُ الْکَلَامَ وَیَعْرِفُ زَائِرَہٗ قَالَہٗ اَحْمَدُ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ بَعْدَ الْفَجْرِ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ. وَفِی الْغُنْیَۃِ یَعْرِفُہٗ کُلَّ وَقْتٍ وَھٰذَا الْوَقْتُ آکَدُ (المبدع فی شرح المقنع ج ۲ ص ۲۸۵) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں: جمعہ کے دن فجر کے بعد طلوع شمس تک میت کلام کو سنتی ہے اور اپنے زائر کو پہچانتی ہے اور غنیۃ (للشیخ جیلانی) کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں: میت زائر کو ہر وقت پہچانتی ہے لیکن جمعہ کے دن فجر کے بعد زیادہ پہچان ہوتی ہے۔

۶۳۰...... (وَاِذَا فَرَغَ مِنَ الْحَجِّ اسْتُحِبَّ لَهٗ زِيَارَةُ قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ) لِمَا رَوَى ابْنُ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ مَنْ زَارَ قَبْرِيْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ الخ جب حج سے فارغ ہو تو نبی کریم ﷺ کی قبر شریف کی زیارت کرنا مستحب ہے، کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو گئی...... اور اس حدیث کی وجہ سے جس کو امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ جو آدمی بھی مجھ پر سلام کرے گا۔ اللہ تعالیٰ میری روح کو متوجہ کر دے گا تاکہ میں اس کے سلام کا جواب دوں، مؤلف فرماتے ہیں اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ یہ فضیلت ہر مسلمان کو حاصل ہوتی ہے خواہ وہ قبر کے قریب ہو یا دور ہو اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا عمل بھی دلیل ہے...... پھر فرماتے ہیں: يَقُوْمُ حِذَائَهٗ چہرہ مبارک کے سامنے کھڑا ہو۔ پس سلام کرے اور سید البشر پر سلام سے فارغ ہونے کے بعد ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما پر علیحدہ علیحدہ سلام کرے، پھر دونوں پر اکٹھا سلام کرے اور حجرۂ مبارک کے پاس آوازیں بلند نہ کی جائیں...... لِاَنَّهٗ فِي التَّوْقِيْرِ وَالْحُرْمَةِ كَحَيَاتِهٖ کہ وفات کے بعد بھی آپ ﷺ کی وہی تعظیم اور احترام ہے جو آپ ﷺ کی زندگی میں تھا۔ (ایضاً ج ۳ ص ۲۳۶)

مَرْدَاوِی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (ابوالحسن علاء الدین علی بن سلیمان بن احمد۔م ۸۸۵ھ)

۶۳۱...... جب حج سے فارغ ہو تو نبی کریم ﷺ کی قبر شریف اور آپ کے دو ساتھیوں کی قبر کی زیارت مستحب ہے اور زیارت کے وقت حجرۂ نبویہ کی طرف منہ کرنا مستحب ہے۔ (الانصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف للمرداوی ج ۴ ص ۵۳)

فائدہ: بوقتِ زیارت قبر کی طرف منہ کرنا تبھی مفید ہو سکتا ہے جب صاحبِ قبر کو شعور وادراک ہو، ورنہ منہ کرنا اور نہ کرنا برابر ہے۔

ابن قاوان شافعی رحمۃ اللہ علیہ (حسین بن شہاب الدین، کیلانی۔م ۸۸۹ھ)

۶۳۲...... (وعذاب القبر) للكافر والفاسق (حق) لقوله تعالىٰ النار يعرضون .. وقوله تعالىٰ ربنا امتنا الخ کافر اور فاسق کے لئے عذاب قبر کا عقیدہ رکھنا حق ہے، اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے: النار یعرضون الخ، نیز اللہ تعالیٰ کا قول جس میں کفار کی بات نقل کی گئی ہے: ربنا امتنا اثنتین الخ. یہ بھی عذاب قبر پر دلیل ہے۔ (شرح العقائد العضدیہ ص ۸۹)

فائدہ: پہلی آیت کے اندر قبر میں صبح شام آگ پر پیش کرنے کا ذکر ہے، دوسری آیت میں قبر کے اندر دوسری دفعہ موت دینے کا ذکر ہے اور ظاہر ہے کہ ٹھکانہ پیش ہونا اور موت کا واقع ہونا دونوں حیات پر موقوف ہیں۔

۶۳۳...... ومن قال بالاحياء فيه قال بالمسئلة والعذاب ايضا وقد ثبت ان الكل حق الخ...... جو آدمی قبر میں حیات کا قائل ہے وہ قبر میں سوال وعذاب کا بھی قائل ہے اور قبر میں حیات، عذاب، سوال سب کچھ حق ہے...... لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ قبر میں میت حرکت کرے اور تڑپے یا اس پر عذاب کا اثر نظر آئے۔ حتیٰ کہ جو پانی میں غرق ہو گیا یا وہ جانوروں کے پیٹ میں چلا گیا اس کو بھی عذاب وثواب ہوتا ہے۔ اگرچہ ہم اس پر مطلع نہیں ہوتے کیونکہ اصالۃً ثواب وعذاب روح کو ہوتا ہے اور جسم اس کے تابع ہے۔ اس کے برعکس دنیا میں اصالۃً

عذاب جسم کو ہوتا ہے اور روح جسم کے تابع ہے۔ نیز جس اللہ نے سبز درخت میں آگ کو چھپایا ہے وہ اس پر قادر ہے کہ قبر میں عذاب اور ثواب کو (لوگوں سے) چھپادے۔ (ایضاً)

۶۳۴...... والاحادیث الصحیحة الدالة علی عذاب القبر ونعیمه وسؤال الملکین المذکورین اکثر من ان تحصی بحیث تواتر القدر المشترك الخ قبر میں عذاب وثواب اور منکر نکیر کے سوال پر احادیث صحیحہ اتنی زیادہ ہیں جو شمار سے باہر ہیں۔ حتیٰ کہ ان احادیث میں سے اگرچہ ہر حدیث خبر واحد ہے لیکن ان کا قدر مشترک تواتر معنوی کو پہنچتا ہے اور اختلاف کے ظاہر ہونے سے پہلے امت کے تمام سلف اس پر متفق تھے، لیکن ضرار بن عمرو اور بشر مریسی اور اکثر معتزلہ اور بعض روافض نے مطلقاً عذاب قبر کا انکار کیا ہے، ان کو دھوکا یہ لگا کہ میت جماد ہے اس میں حیات وادراک نہیں، اس لئے اس کو عذاب دینا محال ہے، لیکن اللہ کی قدرت پر جس کی نظر ہے اس کے نزدیک محال نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ میت کے جسم میں یا اس کے اجزاء میں مخفی حیات پیدا کر کے اس کو مخفی عذاب دیتے ہیں جو دیکھنے والوں کو نظر نہیں آتا اور دنیا میں بہت ساری چیزیں ایسی ہیں جو موجود ہیں لیکن ہمیں نظر نہیں آتیں، اس لئے نظر نہ آنا اس کے عدم کی دلیل نہیں۔

شیخ علی بن شہاب رحمۃ اللہ علیہ (امام شعرانی کے دادا۔ م ۸۹۱ھ)

۶۳۵...... وکان یقول بلغنی ان الارض لا تاکل قط جسما نبت من حلال فکان بعض فقهاء البلاد ینکر ذلك علیه ویقول هذا خاص بالانبیاء علیہم السلام والشهداء فلما مات والدی ادخلوه علیه فوجدوه طریا کما وضعوه وبین دفن والدی ودفنه احدی وعشرون سنة فارسل الملحد للجد وراء الفقهاء الذین کانوا ینکرون علی جدی ذلك وقال انظروا فاستغفروا الله وتابوا... وبات سیدی الشیخ علی العیاشی احد اصحاب سیدی ابی العباس الغمری وهو من ارباب القلوب لیلة فی زاویة جدی فسمع جدی یقرا القرآن فی قبره فابتدا من سورة مریم الی سورة الرحمن فطلع الفجر فسکت الصوت فاخبر اهل البلد بذلك فقالوا هذا الشیخ علی رحمه الله تعالیٰ وکان یقول لا تجعلوا علی قبری شاهدا وادفنونی خلف جدار هذه القبة التی فی الزاویة ففعلوا افلیس لقبره علامة الی وقتنا هذا (الطبقات الکبریٰ ص ۲۰۵) امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے دادا شیخ علی بن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے کہ مجھے یہ بات معلوم ہوئی کہ زمین اس جسم کو نہیں کھاتی جو حلال سے پیدا ہوا، لیکن اُس علاقے کے بعض فقہاء اس کا انکار کرتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ یہ انبیاء علیہم السلام اور شہداء کی خصوصیت ہے، (امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ) جب میرے والد (احمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ) فوت ہو گئے تو لوگ ان کو میرے دادا (علی بن شہاب رحمۃ اللہ علیہ) کی قبر کے قریب دفن کرنے کے لئے لے گئے (میرے دادا کی قبر کا کچھ حصہ کھل گیا) تو انہوں نے ان کو جیسے رکھا تھا ویسے ہی تر وتازہ پایا، جب کہ ان کے دفن کو اکیس سال گزر چکے تھے، جس شخص نے میرے دادا کو لحد میں اتارا تھا اس نے ان فقہاء کی طرف پیغام بھیجا جو میرے دادا کی اُس بات کا انکار کرتے تھے اور اس نے کہا کہ آ کر دیکھ لو (کہ اکیس سال گزرنے کے باوجود تر وتازہ ہیں زمین نے ان کو نہیں کھایا کیونکہ شعرانی کے دادا حلال کا اہتمام کرتے تھے اور حرام سے بچتے تھے)، پس ان فقہاء نے استغفار کیا، توبہ کی...... اور شیخ علی عیاشی نے میرے دادا کی قبر

کے قریب ایک رات گزاری تو اس نے میرے دادا کو سنا کہ وہ اپنی قبر میں قرآن پڑھ رہے ہیں، انہوں نے سورہ مریم سے ابتداء کی اور سورہ رحمن تک قرآن پڑھا، فجر طلوع ہوئی تو وہ خاموش ہو گئے، جب شہر والوں کو اس کی خبر دی گئی تو انہوں نے کہا یہ شیخ علی بن شہاب کی قبر ہے حالانکہ وہ کہتے تھے کہ میری قبر پر کوئی علامت نہ بنانا اور مجھے اس گنبد کی دیوار کے پیچھے دفن کر دینا جو ایک کونے میں تھی، لوگوں نے ایسا ہی کیا اور ان کی قبر پر اس وقت تک کوئی علامت نہیں۔

محدث یحییٰ عامری شافعی رحمۃ اللہ علیہ (یحییٰ بن ابی بکر بن محمد، حرضی۔م ۸۹۳ھ)

۶۳۶...... ان ما ترکہ باق علی ملکہ لان الانبیاء احیاء (بہجۃ المحافل وبغیۃ الاماثل ج ۲ ص ۱۳۰) نبی وفات کے بعد جو کچھ چھوڑتا ہے وہ اس کی ملک میں باقی رہتا ہے کیونکہ انبیاء زندہ ہیں۔

۶۳۷...... ان قلت الیس قلتم ان الانبیاء احیاء فما معنی رد الروح فی ھذا الحدیث؛ قلت ذکر عنہ جوابان احدھما ان المعنی الا وقد رد اللہ علی روحی ای انہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد ما مات ودفن رد اللہ علیہ روحہ لاجل سلام من یسلم علیہ واستمرت فی جسدہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکر ذلک البیہقی والثانی انہ رد معنوی بعد ان کانت روحہ الشریفۃ مشتغلۃ بشھود الحضرۃ الالھیۃ والملا الاعلی عن ھذا العالم فاذا سلم علیہ اقبلت روحہ الشریفۃ علی ھذا العالم لیدرک سلام من یسلم علیہ ویرد علیہ (ایضاً ج ۲ ص ۲۱۲) سوال یہ ہے کہ جب انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں تو سلام کے وقت ان کی روح کو لوٹانے کا کیا مطلب؟ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ اس کا معنی یہ ہے: الا وقد رد اللہ علی روحی، یعنی سلام کرنے والے کے سلام سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میری روح کو میرے اوپر لوٹا چکا ہوگا تا کہ میں سلام کرنے والوں کا جواب دوں، دوسرا جواب یہ ہے کہ اس سے رد معنوی مراد ہے یعنی آپ کی روح مبارک پہلے ہی جسم مبارک میں تھی لیکن وہ تجلیات الٰہیہ میں مستغرق تھی، سلام کے وقت اللہ نے اس استغراق سے جواب کی طرف روح کو متوجہ کیا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلام سنیں اور جواب دیں۔

علامہ گورانی الشافعی ثم الحنفی (احمد بن اسماعیل بن عثمان، شارح بخاری۔م ۸۹۳ھ)

۶۳۸...... فان قلت ھل تعاد روحہ الی جسدہ کما کان فی الدنیا او یحصل تعلق یدرک بہ الالم واللذۃ؛ قلتُ فی روایۃ الترمذی والامام احمد تعاد روحہ الی جسدہ فان قلت اذا عادت روحہ الی جسدہ ھل تفارقہ بعد المسالۃ؛ قلتُ لا الا تری الی قولہ تسلّط علیہ تسعۃٌ وتسعون تِنیناً تَلْدَغُہ الی قیام الساعۃ (الکوثر الجاری الی ریاض احادیث البخاری ج ۱ ص ۱۹۲)

سوال: میت کی روح کو جسد کی طرف اس طرح لوٹایا جاتا ہے جیسے دنیا میں تھی (یعنی بصورت دخول فی الجسد)؟ یا روح جسم میں داخل نہیں ہوتی خارج رہتی ہے لیکن اس کا جسد کے ساتھ تعلق ہوتا ہے جس کی وجہ سے جسم درد اور لذت محسوس کرتا ہے؟

جواب: ترمذی اور مسند احمد کی روایت میں ہے: تعاد روحہ الی جسدہ (یعنی مؤلف کے نزدیک پہلی بات راجح ہے)

سوال: جب روح جسم کی طرف لوٹا دی گئی تو کیا سوال کے بعد (کلی طور پر) جدا ہو جاتی ہے (کہ اس کا بدن کے ساتھ تعلق بھی نہ رہے) یا کلی طور پر جدا نہیں ہوتی؟

جواب: کلی طور پر جدا نہیں ہوتی، کیونکہ حدیث میں ہے کہ اس پر ننانوے سانپ مسلط کئے جاتے ہیں جو قیامت تک اس کو ڈستے رہیں گے۔

فائدہ: یہ تبھی ہو سکتا ہے کہ جسم میں حیات ہو اور حیات موقوف ہے روح کے تعلق پر۔

۶۳۹ ...... قدمونی کا قائل کون ہے؟ ایک قول یہ ہے کہ روح ہے جو ایک نادیدہ جسم ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جسد میں قوت نطق پیدا کر دیتے ہیں اور جسد یہ بات کہتا ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ یہ مجازی معنی ہے۔ (یعنی یہ کنایہ ہے میت کے سرور و فرحت سے) مؤلف جسد والے قول کو ترجیح دیتے ہیں: والصواب انه الجسد مع الروح دل عليه قوله قالت فان الضمير عائد الى الجنازة والعذاب انما هو على الروح مع الجسد اس کا قائل روح و جسد کا مجموعہ ہے۔ کیونکہ حدیث میں لفظ ہے قالت اور یہ ضمیر جنازہ کی طرف لوٹتی ہے اور جنازہ کا اطلاق جسد پر ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ اکیلا جسد بغیر روح کے نہیں بول سکتا اور عذاب روح اور جسد کے مجموعے پر واقع ہوتا ہے۔ (ایضاً ج ۳ ص ۳۳۵)

۶۴۰ ...... وفي الحديث دلالة صريحةٌ على عذاب القبر والروح عند اهل الحق جسم لطيف هو المعذَّب حقيقةً ولا ينافي تفريق الاجزاء وقد يقال: انه يتعلق بالجزء الاصلي الذي بقي معه من اول العمر الى آخره. وهو الذي يركب منه الجسم في النشأة الاولى ومنه يركب في النشأة الاخرى وفي رواية البخاري ومسلم: ان ذلك عجب الذنب (ایضاً ج ۳ ص ۳۴۸) لا دريت ولا تليت والى حدیث میں صریح دلالت ہے عذاب قبر پر اور روح اہل حق کے نزدیک جسم لطیف ہے اور حقیقتاً عذاب اسی کو ہوتا ہے اور عذاب کا ہونا اجزاء کے منتشر ہونے کے منافی نہیں اور بعض نے کہا ہے کہ اجزاء کے منتشر ہونے کی صورت میں روح کا تعلق جزء اصلی کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ جزء ابتدائے عمر سے اخیر تک ایک ہی حالت پر باقی رہتا ہے، جسم کو پہلی پیدائش کے وقت اُسی سے مرکب کیا جاتا ہے اور قیامت کے دن دوسری پیدائش کے وقت بھی اُسی سے ہی مرکب کیا جائے گا اور بخاری و مسلم کی روایت میں ہے کہ یہ جزء اصلی ریڑھ کی ہڈی کی جڑ ہے۔

۶۴۱ ...... ويجب الاعتقاد بعذاب القبر للكفار ولمن اراد الله من العصاة دلت عليه احاديث كثيرة وقد صح ان قوله تعالى يُثَبِّتُ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ نزل في عذاب القبر ولا يستبعد عذاب الجسد البالي الخ کفار کے لئے عذاب قبر کا عقیدہ رکھنا واجب ہے اور ان نافرمان مؤمنین کے لئے بھی جن کو عذاب دینے کا اللہ نے ارادہ کیا اور اس کے اوپر بہت سی احادیث دلالت کرتی ہیں اور قرآن کریم ﷺ سے بھی ثابت ہے کیونکہ صحیح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قول: یثبت اللہ الذین آمنوا الخ عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوا ہے اور بوسیدہ جسم کو عذاب دینا بعید نہیں۔ کیونکہ امور آخرت کی بنیاد عالم دنیا سے مختلف ہے اور اللہ تعالیٰ جیسا کہ تر و تازہ جسم کے ساتھ روح کا تعلق پیدا کرتے ہیں۔ اسی طرح خشک بلکہ غبار ہو جانے کے بعد بھی روح کا اس کے ساتھ تعلق پیدا کرنے پر قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی طرف دیکھتے ہوئے روح کے جسد کے ساتھ تعلق پیدا کرنے میں تر جسم ہو یا خشک دونوں حالتیں برابر ہیں۔ اسی طرح قبر میں منکر نکیر کا سوال، اس پر بھی احادیث صحیحہ موجود ہیں اور یہ ممکن بھی ہے۔ لہٰذا اس کے مطابق عقیدہ رکھنا اور اس کا اقرار کرنا واجب ہے۔ حیات قبر کے منکرین کا یہ کہنا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ میت کو قبر میں جس حالت پر رکھا جاتا ہے اس میں کوئی تغیر نہیں آتا۔ حتیٰ کہ اگر اس کے اوپر گندم کی ایک مٹھی رکھ دی گئی تو

وہ اسی طریقے سے پڑی رہی اور اگر اس کو بٹھایا جاتا تو وہ گر جاتی، اس کا جواب یہ ہے کہ ان سب شبہات کی بنیاد یہ ہے کہ عالم آخرت کے احوال کا قیاس کیا گیا ہے عالم دنیا کے احوال پر، جب کہ دونوں کے احوال ایک دوسرے سے مختلف ہیں، احوال دنیا اسباب کے تابع ہیں اور احوال آخرت دنیاوی اسباب سے مافوق ہیں، اس لئے قبر میں یہ سب کچھ ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو اہل دنیا سے اپنی قدرت کے ساتھ پوشیدہ کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ میت کو جس حالت میں بھی رکھنا چاہے وہ اس پر قدرت رکھتا ہے، اس کو قدرت ہے کہ اس کے حکم سے میت کو بٹھایا جائے اور دانے یا پارہ اپنی جگہ سے نہ ہلے کیونکہ سب چیزیں اللہ کے حکم کے تابع ہیں۔ (الدرر اللوامع ج ۴ ص ۳۲۹)

مؤرخ صفوری شافعی رحمۃ اللہ علیہ (عبد الرحمن بن عبد السلام۔م ۸۹۴ھ)

۶۴۲ ...... ھو حی فی قبرہ حیاۃ حقیقیۃ وذاتہ فی ضریحہ المکرم علی العرش طریۃ (نزہۃ المجالس ص ۳)
آپ ﷺ اپنی قبر میں حیات حقیقی کے ساتھ زندہ ہیں اور تر و تازہ ہیں اور آپ ﷺ کی قبر عرش سے افضل ہے۔

۶۴۳ ...... والنبی ﷺ حی فی قبرہ سمیع بصیر منعم فی قبرہ (نزہۃ المجالس ج ۱ ص ۱۹۰) اور نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں، سمیع و بصیر ہیں، نعمتوں سے مالا مال ہیں۔

شیخ زرّوق مالکی رحمۃ اللہ علیہ (احمد بن احمد بن محمد، برنسی، فاسی۔م ۸۹۹ھ)

۶۴۴ ...... فتنۃ القبر بالسؤال عن الایمان والتوحید ونعیمہ وعذابہ للمستحق ثابت فی الاحادیث الصحیحۃ فلا وجہ لانکارہ خلافاً لمتاخری المعتزلۃ . قال علماؤنا ولا سؤال الا بعد حیاۃ فقال امام الحرمین المرضی عندنا ان السؤال یقع علی اجزاء من القلب او غیرہ یحییھا اللہ تعالی، وقال الحلیمی یحیا بجملتہ وھو مقتضی ما جاء فی حدیث البراء بن عازب من اعادۃ الروح الی الجسد وکل جائز واللہ اعلم وکل میت محلہ قبرہ فیسال فیہ .. وقولہ (یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاۃ الدنیا) یعنی بالشھادۃ عند الموت وفی الآخرۃ عند السؤال من الملکین لان القبر اول منزلۃ من منازل الآخرۃ (شرح زروق علی متن الرسالۃ ص ۸۲) قبر کا فتنہ یعنی ایمان و توحید کے متعلق سوال اور مستحق کے لئے قبر کا عذاب و ثواب احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ پس اس کے انکار کی کوئی وجہ نہیں، جب کہ معتزلہ متاخرین اس کے منکر ہیں ...... اور ہمارے علماء نے کہا ہے کہ میت سے سوال تب ہو سکتا ہے کہ وہ قبر میں زندہ ہو اور امام الحرمین نے کہا ہمارے نزدیک پسندیدہ مذہب یہ ہے کہ سوال دل کے یا اس کے علاوہ دوسرے اجزاء سے ہوتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ زندہ کر دیتا ہے اور حلیمی نے کہا کہ پورا جسم زندہ کیا جاتا ہے، براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث کا مقتضا یہی ہے، کیونکہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ روح کو جسد کی طرف لوٹایا جاتا ہے، لیکن یہ دونوں صورتیں ممکن ہیں (کہ روح کو پورے جسم کی طرف لوٹایا جائے یا اجزائے جسم کی طرف) اور ہر میت کا محل اس کی قبر ہے۔ پس اسی میں اس سے سوال ہوتا ہے ...... اور مؤلف قرآن کریم سے اس کی دلیل پیش کرتے ہیں: یثبت اللہ الذین آمنوا الخ، اللہ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھتا ہے کلمہ شہادت پر دنیا کی زندگی میں یعنی موت کے وقت کلمہ طیبہ کی سعادت نصیب ہوتی ہے اور آخرت میں، آخرت سے مراد ہے قبر میں فرشتوں کے سوال کے وقت، کیونکہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے۔

دسویں صدی

علامہ سخاوی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (شمس الدین ابوالخیر محمد بن عبدالرحمن۔م ۹۰۲ھ)

۶۴۵...... یؤخذ من هذه الاحادیث انه صلی اللہ علیہ وسلم - حی علی الدوام وذلك انه محال عادة ان یخلو الوجود کله من واحد یسلم علیه فی لیل و نهار (القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع ص ۱۷۱) ان احادیث یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دائمی حیات کے ساتھ زندہ ہیں، کیونکہ عادۃً یہ محال ہے کہ رات دن کی کوئی گھڑی سلام سے خالی ہو۔ (اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلام سنتے ہیں جواب بھی دیتے ہیں، یہی دلیل ہے دوام حیات کی اور عالم آخرت میں نہ نیند ہے نہ تھکاوٹ ہے اور نہ ایک چیز میں مشغولیت دوسری مشغولیت میں مانع ہے اور نبی علیہم السلام کے قلب میں اتنی نورانی شعاعیں ہیں کہ ہر مؤمن کے ساتھ ایک شعاع کا تعلق ہے، اس لئے جب کوئی سلام کہتا ہے تو اس کے حصہ کی نورانی شعاع اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے)

فائدہ: اس تقریر سے یہ سوال ختم ہو گیا کہ ایک وقت میں ہزاروں لوگ صلوۃ وسلام پیش کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب کا سلام کیسے سنتے ہیں اور ہر ایک کو جواب کیسے دیتے ہیں؟ جب ہر ایک کے لئے جدا جدا شعاع ہے تو ہر ایک کا جدا جدا سلام سننا اور جواب دینا کوئی مشکل نہیں، جیسے ایک پاور ہاؤس سے کتنی تاریں جڑی ہوئی ہوتی ہیں اور ہر تار کی روشنی اور کنکشن جدا جدا ہوتا ہے۔

۶۴۶...... ونحن نؤمن و نصدق بانه صلی اللہ علیہ وسلم - حی یرزق فی قبره وان جسده الشریف لا تاکله الارض والاجماع علی هذا. وزاد بعض العلماء الشهداء...والانبیاء افضل من الشهداء جزما . قلت وقد جمع البیهقی جزءً فی حیاة الانبیاء فی قبورهم واستدل بغالب ما تقدم وبحدیث انس الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون (ایضاً) اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں اور تصدیق کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں آپ کو رزق دیا جاتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد شریف کو زمین نہیں کھاتی اور اس پر امت کا اجماع ہے اور بعض علماء نے اس میں شہداء کو بھی شامل کیا ہے...... اور انبیاء یقیناً شہداء سے افضل ہیں تو ان کے لئے اجساد کی محفوظیت اور حیات بطریق اولیٰ ثابت ہوگی...... علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے انبیاء کی حیاۃ فی القبور پر ایک مستقل رسالہ جمع کیا ہے اور اس میں متعدد احادیث کے ساتھ استدلال کیا ہے۔ بالخصوص حدیث انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ جس کے الفاظ یہ ہیں: الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون۔

۶۴۷...... معراج کے قصہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آسمانوں پر انبیاء کی جماعت سے ملے اور آپس میں کلام کی اور یہ سب کچھ صحیح ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے دیکھا پھر موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء کو بیت المقدس کی طرف لایا گیا جیسا کہ ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو لایا گیا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو بیت المقدس میں دیکھا، پھر ان کو آسمانوں کی طرف چڑھایا گیا جیسا کہ ہمارے نبی پاک کو چڑھایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء کو آسمانوں میں دیکھا، یہ لکھ کر اخیر میں (امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: و فی کل ذلك دلالة علی حیاتهم یہ سب حدیثیں انبیاء کی حیات فی القبور پر دلیل ہیں۔ (ایضاً ص ۱۷۳)

۶۴۸...... یحتمل ان یکون ردا معنویا وان تکون روحه الشریفة مشتغلة بشهود الحضرة الالهية والملأ الاعلى عن هذا العالم فاذا سلم عليه اقبلت روحه الشريفة على هذا العالم ليدرك سلام من يسلم عليه ويرد عليه (ایضاً ص ۱۲۷) رد الله على روحی والی حدیث میں یہ احتمال ہے کہ اس سے مراد رد معنوی ہو اور یہ کہ نبی ﷺ کی روح مبارک تجلیات الٰہیہ اور ملأ اعلیٰ میں مشغول رہتی ہے اور اس عالم (عالم دنیا) کی طرف متوجہ نہیں ہوتی۔ پس جب آپ پر سلام کیا جاتا ہے تو آپ کی روح مبارک اس عالم کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے تاکہ سلام کرنے والے کا سلام سنیں اور اس کو جواب دیں۔

۶۴۹...... نعم قد جاء انه ﷺ يسمع الصلاة والسلام ممن يصلي ويسلم عليه عند قبره الشريف خاصة ومن كان بعيدًا عنه يبلغه (الاجوبۃ المرضیۃ ج ۳ ص ۹۲۸) جی ہاں، حدیث میں وارد ہوا ہے کہ نبی کریم ﷺ صرف اس آدمی کا صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں جو آپ ﷺ کی قبر شریف کے پاس پیش کرتا ہے اور جو دور سے پڑھتا ہے اس کا سلام آپ ﷺ کی طرف پہنچایا جاتا ہے۔

۶۵۰...... ولا يعارض ما صح عنه ﷺ قال رايت موسى ليلة اسرى بي قائمًا يصلي في قبره اذ يجوز ان يكون لروحه اتصال بجسده في الارض فلذلك يتمكن في الصلاة وروحه مستقرة في السماء (ایضاً ج ۳ ص ۱۱۵، نیز ج ۳ ص ۱۱۵۷) ایک قول یہ ہے کہ انبیاء کی ارواحِ مقدسہ آسمانوں میں اعلیٰ علیین میں قرار پذیر ہیں تو سوال یہ ہے کہ پھر موسیٰ علیہ السلام کو نماز پڑھتے کیسے دیکھا؟ جواب یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی روح آسمانوں میں قرار پذیر ہے لیکن روح کا قبر میں جسم کے ساتھ تعلق واتصال ہے اسی وجہ سے آپ نماز پڑھنے پر قدرت رکھتے ہیں۔

ابن ابی شریف شافعی رحمۃ اللہ علیہ (کمال الدین، محمد بن محمد بن ابی بکر۔ م ۹۰۵ھ)

(مؤلف مسامرہ شرح مسایرہ)

۶۵۱...... (جاز ان يحفظ الله تعالىٰ من الاجزاء ما يتاتى به الادراك وان كان الميت في بطون السباع وقعور البحار) وغاية ما في الباب ان يكون بطن السبع ونحوه قبرا له (مسامرہ شرح مسایرہ ص ۲۲۶) صاحب مسایرہ (ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ) کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اجزاء میں سے اس جزء کی حفاظت کرے جس کے ساتھ ادراک حاصل ہوتا ہے اگرچہ میت درندوں کے پیٹ میں ہو اور دریاؤں کی گہرائیوں میں ہو۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے صاحب مسامرہ فرماتے ہیں کہ اس باب میں انتہائی بات یہ ہے کہ درندے وغیرہ کا پیٹ ہی میت کے لئے قبر ہوگا (اور اسی میں سوال وعذاب ہوگا)

۶۵۲...... اکثر متقدمین ومتاخرین علماء قبر کی تکلیف وراحت کے سمجھانے کے لئے خواب کی مثال پیش کرتے ہیں۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے صاحب مسامرہ لکھتے ہیں: کالم ضرب راه بعد استيقاظه من منامه وخروج مني من جماع راه في منامه (مسامرہ ص ۲۲۶) جیسے سونے والا مار کے درد کو نیند سے بیدار ہونے کے بعد محسوس کرتا ہے اور نیند کی حالت میں جماع کی وجہ سے منی کا نکلنا۔ (اس کو نیند والا محسوس کرتا ہے لیکن پاس بیٹھنے والے محسوس نہیں کرتے جب کہ بیدار ہونے کے بعد اس کے اثرات واضح طور پر نظر آتے ہیں)

۶۵۳...... وانه يكفي اتصال الروح بما يحصل به ادراك الالم واللذة منها لا بجملتها (مسامرہ ص ۲۲۷)

(قبر میں ثواب وعذاب کے لئے روح کا جسم میں داخل ہونا ضروری نہیں) بلکہ بدن کے اتنے حصے کے ساتھ اتصال کافی ہے جس کے ساتھ درد ولذت کا ادراک حاصل ہو اور بدن کے تمام اجزاء کے ساتھ اتصال ضروری نہیں۔

۶۵۴...... انا نمنع اقتضاء ذلك عود الحياة الكاملة الى جميع البدن وغاية ما يقتضي اعادة الحياة الى الجزء الذي به فهم الخطاب ورد الجواب والانسان قبل موته لم يكن يفهم بجميع بدنه بل بجزء من باطن قلبه واحياء جزء يفهم الخطاب ويجيب ممكن مقدور عليه وامور البرزخ لا تقاس بامور الدنيا (مسامرہ ج ۲ ص ۱۱۶) عذاب قبر کے لئے پورے بدن میں حیات کاملہ کا لوٹنا ضروری نہیں اور انتہائی وہ چیز جس کا عذاب تقاضا کرتا ہے وہ ہے حیات کا اس جزء کی طرف لوٹانا جس کے ساتھ خطاب کا سمجھنا اور جواب کا لوٹانا متحقق ہو جائے، کیونکہ موت سے پہلے بھی انسان اپنے پورے بدن کے ساتھ نہیں سمجھتا تھا بلکہ اپنے دل کے باطن کے ایک جزء کے ساتھ سمجھتا تھا اور ایسے جزء کا زندہ کرنا ممکن ہے جس کے ساتھ خطاب کو سمجھ لے اور جواب دے۔ اللہ تعالیٰ کو اس کے او پر قدرت ہے اور امور برزخ کا امور دنیا پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

مؤرخ سَمْہُودِی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (علی بن عبداللہ بن احمد۔ م ۹۱۱ھ)

۶۵۵...... الباب الثاني... والكلام على حياة الانبياء صلوات الله وسلامه عليهم في قبورهم (الوفاء بما يجب لحضرة المصطفى ص ۹۶) دوسرے باب میں اس بات کا بھی بیان ہوگا کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

۶۵۶...... الفصل الثاني... بيان حياة النبي صلى اللہ علیہ وسلم في قبره... روى ابو داود بسند صحيح كما قال السبكي عن ابي هريرة رضی اللہ عنہ ان رسول الله صلى اللہ علیہ وسلم قال ما من احد يسلم علي الخ دوسری فصل میں اس بات کا بھی بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں...... ابوداود رحمۃ اللہ علیہ میں سبکی کے قول کے مطابق صحیح سند کے ساتھ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی مجھ پر سلام کرے گا اللہ مجھ پر میری روح کو متوجہ کر دے گا۔ حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا جواب دوں گا، امام بیہقی نے باب زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت پہلی حدیث یہی ذکر کی ہے اور ائمہ کی ایک جماعت نے اس پر اعتماد کیا ہے جیسے امام احمد وغیرہ، سبکی نے کہا کہ یہ اعتماد صحیح ہے، کیونکہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب دینے کی فضیلت ہے اور یہ بہت بڑی فضیلت ہے اور یہی حدیث ابن قدامہ نے امام احمد کی روایت سے ذکر کی ہے اور اس میں عند قبری کے الفاظ بھی ہیں۔ اگر یہ الفاظ ثابت ہوں تو یہ حدیث اس بات میں صریح ہوگی کہ یہ فضیلت (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جواب کا ملنا) صرف قبر کے پاس سلام کرنے والے کے ساتھ خاص ہے (دور والے کو جواب نہیں ملتا) اور اگر یہ الفاظ (عند قبری) ثابت نہ ہوں تو پھر قبر کے پاس سلام کرنے والے کی خصوصیت یہ ہوگی کہ اس کا سلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب بالمشافہ یعنی بلا واسطہ ہوتا ہے (اور غائب کو جواب کی فضیلت تو حاصل ہوگی لیکن بالمشافہ سلام وجواب کی فضیلت حاصل نہ ہوگی) تو اس میں زائر کو غائب سے زیادہ فضیلت حاصل ہوگی...... نیز بہت بڑے امام ابوعبدالرحمن عبداللہ بن یزید المقری رحمۃ اللہ علیہ جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اکابر شیوخ میں سے ہیں انہوں نے ما من احد یسلم علی الخ والی حدیث کی تفسیر یہ کی ہے کہ: هذا في الزيارة اذا زارني فسلم علي رد الله علي روحي حتى ارد عليه یہ حدیث زیارت کے بارے میں ہے کہ جب وہ میری (قبر کی) زیارت کرے گا اور مجھ پر سلام کرے گا تو اللہ میری روح کو مجھ پر متوجہ کر دے گا اور میں اس کے سلام کا

جواب دوں گا۔ (وفاء الوفاء باخبار دار المصطفی ج ۴ ص ۱۷۶)

۶۵۷...... قلت: روی عبد الحق (الاشبیلی) فی الاحکام الصغری وقال: اسنادہ صحیح عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ ما من احد یمر بقبر الخ... ورواہ ابن عبد البر وصححہ کما نقلہ ابن تیمیۃ لکن بلفظ ما من رجل یمر بقبر الخ... والآثار فی ھذا المعنی کثیرۃ عبد الحق اشبیلی نے الاحکام الصغری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث نقل کی ہے اور اس کی سند کو صحیح کہا ہے، وہ حدیث یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کوئی اپنے مؤمن بھائی کی قبر کے پاس گزرتا ہے جو اس کو دنیا میں پہچانتا تھا اور اس پر سلام کرتا ہے تو وہ اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور اس حدیث کو ابن عبد البر نے نقل کر کے اس کو صحیح کہا ہے جیسا کہ یہ بات ابن تیمیہ نے ذکر کی ہے لیکن اس کے الفاظ یہ ہیں کہ جو آدمی قبر کے پاس گزرتا ہے جس کو صاحب قبر دنیا میں پہچانتا تھا اور وہ اس پر سلام کرتا ہے تو اللہ اس کی روح کو اس پر لوٹا دیتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ (ایضاً ج ۴ ص ۱۷۸)

۶۵۸...... ولا شك فی حیاتہ ﷺ بعد وفاتہ و کذا سائر الانبیاء علیہم السلام احیاء فی قبورھم الخ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ نبی ﷺ اور تمام انبیاء وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کی حیات شہداء کی اس حیات سے زیادہ کامل ہے جس کی خبر اللہ نے قرآن میں دی ہے اور ہمارے نبی ﷺ شہداء کے سردار ہیں اور شہداء کے اعمال حضور ﷺ کے پلڑے میں ہیں...... امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انبیاء کی حیات بعد الوفات پر احادیث صحیحہ سے دلائل موجود ہیں۔ (ایضاً ج ۴ ص ۱۷۸)

۶۵۹...... (فلا ادری اکان فیمن صعق فافاق قبلی ام کان ممن استثنی اللہ عز وجل) قال البیھقی وھذا انما یصح علی ان اللہ عز وجل یردّ علی الانبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیھم ارواحھم. فھم احیاء عند ربھم کالشھداء. فاذا نفخ فی الصور النفخۃ الاولی صعقوا فیمن صعق. ثم لا یکون ذلك موتا فی جمیع معانیہ الا فی ذھاب الاستشعار فی تلك الحالۃ (ایضاً ج ۴ ص ۱۷۸) حدیث میں ہے حضور ﷺ موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرماتے ہیں کہ مجھے نہیں معلوم کہ نفخہ ثانیہ کے وقت وہ مجھ سے پہلے افاقہ پائیں گے یا ان پر صعقہ ہوگا ہی نہیں اور وہ اللہ کے مستثنیٰ کردہ حضرات میں ہوں گے؟ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ (بیہوشی) تب ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء پر ان کی ارواح کو لوٹا دیتے ہیں۔ پس وہ زندہ ہیں اپنے رب کے مقرب ہیں جیسے شہداء، پس نفخہ اولیٰ کے وقت وہ بیہوش ہوجائیں گے پھر یہ کلی طور پر موت نہیں ہوگی، بلکہ اس حالت میں صرف شعور زائل ہوگا۔

۶۶۰...... وقال الاستاذ ابو منصور البغدادی فی اجوبۃ مسائل الحَاجَرْ مِیِّیْن: قال المتکلمون المحققون من اصحابنا ان نبینا محمدا ﷺ حی بعد وفاتہ یسرّ بطاعات امتہ وان الانبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیھم لا یبلون (ایضاً ج ۴ ص ۱۷۹) استاذ ابو منصور بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''اجوبہ مسائل حاجر میین'' کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں کہ ہمارے اصحاب میں سے متکلمین محققین نے کہا ہے کہ ہمارے نبی محمد ﷺ اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں، اپنی امت کی طاعات پر خوش ہوتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کے اجساد بوسیدہ نہیں ہوتے۔

فائدہ: جاجرم نیسابور اور جرجان کے درمیان ایک شہر ہے۔

۶۶۱...... وسیاتی فی الفصل الثالث قول ابن حبیب فانه ﷺ یسمع ویعلم وقوفك بین یدیه وقال البیهقی فی کتاب الاعتقاد الانبیاء بعدما قبضوا ردت الیهم ارواحهم فهم احیاء عند ربهم الخ قلت: ویؤید ذلك حدیث ان عیسی ابن مریم علیہ السلام مار بالمدینة حاجا او معتمرا. وان سلم علی لاردن علیه ابن حبیب مالکی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ زائر کے ٹھہرنے کو جانتے بھی ہیں اور اس کا سلام سنتے بھی ہیں اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ وفات کے بعد انبیاء کی ارواح کو ان کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے۔ پس وہ زندہ ہیں اپنے رب کے مقرب ہیں ...... مؤلف کہتے ہیں کہ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام سفر حج یا سفر عمرہ کے دوران مدینہ منورہ میں آئیں گے اور اگر وہ مجھ پر سلام کریں گے تو میں ان کا جواب دوں گا۔ (ایضاً ج ۴ ص ۱۷۹)

۶۶۲...... اننا نعتقد ثبوت الادراکات کالعلم والسماع لسائر الموتی فضلا عن الانبیاء. ویقطع بعود الحیاة لکل میت فی قبره کما ثبت فی السنة. ولم یثبت انه یموت بعد ذلك موتة ثانیة بل ثبت نعیم القبر وعذابه وادراك ذلك من الاعراض المشروطة بالحیاة. لکن یکفی فیه حیاة جزء یقع به الادراك. فلا یتوقف علی البنیة کما زعم المعتزلة واما ادلة حیاة الانبیاء فمقتضاها حیاة الابدان کحالة الدنیا. مع الاستغناء عن الغذاء ومع قوة النفوذ فی العالم. وقد اوضحنا المسالة فی کتابنا المسمی بالوفاء لما یجب لحضرة المصطفی صلی الله تعالی علیه وسلم (ایضاً ج ۴ ص ۱۸۰) ہمارا عقیدہ ہے کہ ادراکات جیسے علم وسماع یہ عام مردوں کے لئے بھی ثابت ہیں، انبیاء کے لئے تو بطریق اولیٰ ثابت ہیں اور یہ بات یقینی ہے کہ قبر میں ہر میت کے لئے حیات لوٹ آتی ہے جیسا کہ سنت سے ثابت ہے اور یہ ثابت نہیں کہ اس کے بعد (قبر میں پہلے کی طرح) دوبارہ اس پر (کامل) موت آجاتی ہے کیونکہ قبر کا ثواب اور عذاب ثابت ہے اور عذاب وثواب کے لئے حیات (بقدر تلذذ وتالم) شرط ہے۔ (لہٰذا حیات بھی ثابت ہے) البتہ اس میں ایک ایسے جزء کی حیات کافی ہے جس کے ساتھ ادراک واقع ہو سکے۔ پس یہ ڈھانچے پر موقوف نہیں جیسا کہ معتزلہ کا خیال ہے اور انبیاء کی حیات کے جو دلائل ہیں ان کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے ابدان بھی زندہ ہیں جیسے دنیا میں روح اور جسم دونوں زندہ تھے۔ البتہ قبر میں وہ غذا کے محتاج نہیں ہوتے اور نفوذ فی العالم کی قوت بڑھ جاتی ہے اور اس مسئلہ کی مکمل وضاحت ہم نے اپنی کتاب الوفاء لما یجب لحضرۃ المصطفیٰ میں کر دی ہے۔

۶۶۳...... والعلماء فهموا من الآیة العموم لحالتی الموت والحیاة. واستحبوا لمن اتی القبر ان یتلوها ویستغفر الله تعالی. وحکایة الاعرابی فی ذلك نقلها جماعة من الائمة عن العتبی. واسمه محمد بن عبید الله بن عمرو (ایضاً ج ۴ ص ۱۸۴) علماء نے آیت: (ولو انهم اذ ظلموا الخ) سے یہ سمجھا ہے کہ آیت میں مذکور حکم نبی کریم ﷺ کی موت وحیات کی دونوں حالتوں کو شامل ہے اور علماء نے زائر کے لئے مستحب قرار دیا ہے کہ وہ اس آیت کی تلاوت کرے اور اللہ سے مغفرت طلب کرے اور اعرابی والی حکایت جو اس بارے میں ہے اس کو ائمہ کی ایک جماعت نے عتبی (محمد بن عبید اللہ بن عمرو) سے نقل کیا ہے۔

۲۶۴ انا لا نسلم انه لا یستغفر بعد الموت لما سبق من حیاته ومن استغفاره لامته بعد الموت عند عرض اعمالهم علیه ویعلم من کمال رحمته انه لا یترک ذلک لمن جائه مستغفرا ربه (ایضاح ۴ ص ۱۸۴) ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ حضور ﷺ موت کے بعد امت کے لئے استغفار نہ کرتے ہوں، کیونکہ یہ بات گزر چکی ہے کہ آپ ﷺ زندہ ہیں اور اعمال (سیئہ) کے پیش ہونے کے وقت امت کے لئے استغفار کرتے ہیں اور آپ ﷺ کی کمال رحمت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو آدمی آپ کی قبر کے پاس آئے اور آ کر اپنے رب سے استغفار کرے تو آپ ﷺ اس کے لئے استغفار کو نہیں چھوڑیں گے۔

۲۶۵ ...... قلت: وقد کانت الصحابة رضی اللہ عنہم یقصدون النبی ﷺ قبل وفاته للزیارة وهو ﷺ حی الدارین (ایضاح ۴ ص ۱۹۰) تحقیق صحابہ حضور ﷺ کی وفات سے پہلے آپ ﷺ کا قصد کر کے آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوتے تھے اور آپ ﷺ دونوں جہانوں (یعنی عالم دنیا اور عالم قبر) میں زندہ ہیں۔ (لہٰذا آپ کا قصد کر کے آپ کی قبر کے پاس جانا درست ہے)

۲۶۶ وقال ابو منصور الکرمانی من الحنفیة: ان کان احد اوصاك بتبلیغ التسلیم تقول: السلام علیك یا رسول الله من فلان بن فلان یستشفع بك الی ربك بالرحمة والمغفرة فاشفع له (ایضاح ۴ ص ۱۹۶) ابو منصور کرمانی حنفی کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں کہ اگر کسی نے نبی ﷺ کی قبر پر سلام پہنچانے کا پیغام دیا ہو تو سلام پہنچانے والا یوں کہے اے اللہ کے رسول! فلاں بن فلاں کی طرف سے آپ پر سلام ہو اور وہ آپ کے ذریعے آپ کے رب کی طرف رحمت اور مغفرت کی سفارش طلب کرتا ہے، پس آپ اس کے لئے سفارش کر دیجئے۔

۲۶۷ ...... ابن حبیب رحمہ اللہ مالکی کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں مسجد نبوی میں دو رکعت پڑھنے کے بعد قبر شریف کے قریب ہو جا اور وقار و سکون کے ساتھ رسول اللہ ﷺ پر سلام کر اور آپ ﷺ کی تعریف کر فانه ﷺ یسمع ویعلم وقوفك بین یدیه کیونکہ نبی ﷺ سنتے ہیں اور اپنے سامنے تیرے کھڑے ہونے کو جانتے ہیں۔ (ایضاح ۴ ص ۱۹۶)

۲۶۸ ...... وقال فی الاحیاء واعلم انه ﷺ عالم بحضورك وقیامك وزیارتك وانه یبلغه سلامك وصلاتك (ایضاح ۴ ص ۲۱۰) امام غزالی کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں: جان لے کہ نبی ﷺ تیرے حاضر ہونے کو، تیرے کھڑے ہونے کو اور تیرے زیارت کرنے کو جانتے ہیں اور تیرا درود و سلام آپ ﷺ تک پہنچتا ہے۔

۲۶۹ ...... ثم یسلم الزائر ولا یرفع صوته ولا یخفیه بل یقتصد فیقول: السلام علیك یا رسول الله السلام علیك یا نبی الله الخ پھر زائر سلام کرے اور آواز نہ زیادہ اونچی ہو نہ زیادہ پست، بلکہ درمیانی ہو اور کہے: السلام علیك یا رسول الله السلام علیك یا نبی الله الخ (ایضاح ۴ ص ۲۱۰)

فائدہ: ذی روح اور ذی عقل کے لئے صیغہ خطاب اور سلام کا مذکورہ ادب تقاضا کرتا ہے حیات کا۔ ورنہ خطاب کا صیغہ بے مقصد اور بے فائدہ ہو جاتا ہے۔ نیز اس صورت میں اِس ادب کی بھی ضرورت نہیں کہ آواز درمیانی ہو۔

۲۷۰ ...... وقال ابن حبیب: یقول السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته صلی الله علیك وسلم یا رسول الله اشهد یا رسول الله انك قد بلغت ما ارسلت به الخ السلام علیکما یا صاحبی رسول الله ﷺ یا ابابکر ویا عمر جزاکما الله عن الاسلام الخ انتهی ابن حبیب رحمہ اللہ کے

حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں: زائر (نبی ﷺ کو خطاب کر کے) یوں کہے: السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته. صلی الله علیك وسلم یارسول الله...... میں گواہی دیتا ہوں اے اللہ کے رسول، آپ نے اللہ کے تمام پیغامات پہنچا دیئے اور آپ نے امت کی خیر خواہی کی، آپ نے وفات تک اپنے رب کی عبادت کی اور آپ ایسے ہی تھے جیسے اللہ نے اپنی کتاب میں آپ کی صفت بیان کی ہے۔ ''البتہ تحقیق تم میں سے ہی تمہارے پاس ایک عظیم رسول آیا جس پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے اور وہ تمہارے ایمان کی بہت تڑپ رکھتا ہے، مؤمنین پر بڑا مہربان اور بہت رحم کرنے والا ہے۔'' پس اللہ، اس کے فرشتے، اس کی تمام مخلوق جو آسمان وزمین میں ہے ان کے آپ پر درود ہوں اے اللہ کے رسول! اے رسول اللہ کے دو ساتھیو! تم پر سلام، اے ابوبکر اور اے عمر! تم پر اللہ کی رحمت ہو، اے نبی ﷺ کے دو وزیرو! نبی کریم ﷺ کی زندگی میں جو آپ دونوں نے حق وزارت ادا کیا اس پر آپ دونوں کو اللہ تعالیٰ اسلام اور اہل اسلام کی طرف سے بہترین جزاء دے...... رسول اللہ ﷺ کی حیات میں آپ دونوں سچے اور مخلص وزیر تھے، آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ دونوں نے عدل وانصاف میں نبی کریم ﷺ کی صحیح جانشینی کی، اللہ اِس پر تمہیں اور تمہاری برکت سے ہمیں جنت میں آپ ﷺ کا رفیق بنا کر اپنی رحمت کے ساتھ بہترین بدلہ عطاء فرمائے۔ (ایضاً ج ۴ ص ۲۱۱)

۶۷۱...... زائر یہ کہے کہ اے اللہ کے رسول! ہم سیدھے آپ کی طرف آپ کی زیارت کے لئے، آپ کے حق کو پورا کرنے کے لئے، آپ کی زیارت کی برکت حاصل کرنے کے لئے اور آپ کے رب کی طرف آپ کے ذریعے سفارش طلب کرنے کے لئے حاضر ہوئے ہیں، کیونکہ بے شک گناہوں نے ہماری کمروں کو بوجھل کر دیا ہے اور آپ ایسے سفارشی ہیں جن کی سفارش قبول ہوتی ہے، جن سے مقام محمود اور شفاعتِ کبریٰ کا وعدہ کیا گیا ہے، ہم آپ کے پاس اس حال میں آئے ہیں کہ ہمیں اپنے ظلم کا اقرار ہے اور اپنے گناہوں کی مغفرت کے طلب گار ہیں، ہماری درخواست ہے کہ آپ ہمارے لئے اپنے رب سے بخشش طلب کریں، آپ ہی ہمارے نبی اور ہمارے سفارشی ہیں۔ پس آپ ہمارے لئے اپنے رب کی طرف سفارش کر دیجئے اور اللہ سے دعا کر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کی سنت اور آپ کی محبت پر موت دے اور آپ کی جماعت میں ہمارا حشر کرے اور رسوائی اور ندامت کے بغیر ہمیں آپ کے حوض پر لے آئے۔ (ایضاً ج ۴ ص ۲۱۲)

فائدہ: اس طرح خطاب کر کے سفارش اور دعا کی درخواست زندہ کے سامنے کی جاتی ہے مردہ کے سامنے نہیں کی جاتی۔

۶۷۲...... قوله (ای القرافی) و کذلك الموتی یسمعون فی قبورهم المواعظ والقرآن والذکر والتسبیح والتهلیل ولا ثواب لهم علی الصحیح الخ امام قرافی کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں کہ مردے اپنی قبروں میں وعظ، قرآن، ذکر، سبحان اللہ، لا الٰہ الا اللہ سنتے ہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ ان کو اِس سننے کا ثواب نہیں ملتا، کیونکہ موت کے بعد وہ امر اور نہی کے مکلف نہیں۔ اس کے بعد قرافی رحمۃ اللہ علیہ کی تردید کرتے ہوئے مؤلف کہتے ہیں کہ میت کے سننے والی بات درست ہے لیکن سننے پر ثواب نہ ملنے والی بات محل نظر ہے، کیونکہ قرآن واذکار وغیرہ کے سننے پر ثواب کا ملنا محض اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہے جس کا سبب اس کا سننے والا عمل ہے اور اللہ کی رحمت اور فضل سے جو ثواب ملے وہ امر تکلیفی کا محتاج نہیں، اسی لئے امام رافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے قاضی ابو الطیب (باقلانی)

وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ ان سے قبر پر قرآن پڑھنے کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ قراءت کا ثواب قاری کو ملے گا اور چونکہ میت اس حاضر کی طرح ہے (جو سن رہا ہو) تو اس کے لئے رحمت اور برکت کی امید ہے (اور رحمت وبرکت ثواب کی ایک صورت ہے) اس لئے قبر کے پاس قرآن پڑھنا مستحب ہے۔ (القالات المنثورة ص ۱۹۱)

علامہ سیُوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (جلال الدین، عبدالرحمن بن ابی بکر۔م ۹۱۱ھ)

۶۷۳...... (علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے نواہد الابکار علی البیضاوی میں لکھا ہے: قوله (وهو تنبيه على ان حياتهم ليست بالجسد) الى آخره الراجح ان حياتهم بالجسد ولا يقدح فى ذلك عدم الشعورية من الحى كما اوضحته بادلته فى كتاب البرزخ واعظم دليل ذلك ان حياة الروح ثابتة لجميع الاموات المؤمنين والكفار بالاجماع فلو لم تكن حياة الشهيد بالجسد لاستوى هو وغيره ولم يكن له ميزة فقوله ولكن لا تشعرون اى بحياتهم باجسادهم لكون ذلك من المغيب عنكم ولذا قال ابن جرير فى تفسيره لا ترونهم فتعلموا انهم احياء (قرآنِ کریم میں ہے: ولکن لا تشعرون یعنی حواسِ ظاہرہ کے ساتھ تم شہداء کی حیات کا ادراک وشعور نہیں کر سکتے۔ مفسر بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ اس کے تحت لکھتے ہیں کہ اس میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ شہداء کی حیات جسد میں نہیں۔ جب کہ قبر کے اندر جسد عنصری کی حیات پر تمام اہل سنت کا اتفاق ہے۔ حتیٰ کہ خود مفسر بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب بھی یہی ہے جیسا کہ اوپر واضح طور پر ان کا مذہب بیان ہو چکا ہے کہ وہ قبر میں عام مردوں کے لئے بھی حیات کے قائل ہیں، اس لئے تفسیر بیضاوی کی اِس عبارت کا وہ مطلب نہیں جو بظاہر سمجھا جا رہا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جسد عنصری میں حیات محسوسہ نہیں بلکہ مخفی حیات ہے جس کا ظاہری حواس کے ساتھ شعور نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ ولکن لا تشعرون پر بطور تفریع کے ایک فائدہ اخذ کر رہے ہیں اور ولکن لا تشعرون میں حیات محسوسہ اور شعوری حیات کی نفی ہے۔ لہٰذا مفسر بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے جسد عنصری سے جس حیات کی نفی کی ہے وہ وہی حیات ہے جس کی ولکن لا تشعرون سے نفی سمجھی جاتی ہے۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اسی کی وضاحت اپنے انداز میں یوں فرماتے ہیں) راجح یہ ہے کہ ان کی حیات جسد میں ہے اور زندہ آدمی کا عدم شعور عدم حیات کی دلیل نہیں جیسا کہ میں نے کتاب البرزخ میں دلائل کے ساتھ اس کی وضاحت کی ہے اور اس کی بڑی دلیل یہ ہے کہ روح کی حیات تمام اموات کے لئے بالاجماع ثابت ہے خواہ وہ مؤمن ہوں یا کافر ہوں۔ پس اگر شہید کی حیات جسم میں نہ ہو بلکہ فقط روح میں ہو تو شہید اور غیر شہید برابر ہوئے اور شہید کا کوئی امتیاز نہیں ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے قول: ولکن لا تشعرون کا مطلب یہ ہے کہ ان کے اجساد کے ظاہر میں حیات کا شعور نہیں ہوتا، کیونکہ یہ جسد تم سے غائب ہے اسی لئے ابن جریر نے اپنی تفسیر میں کہا کہ: لا ترونهم فتعلموا انهم احياء تم ان اجساد کو نہیں دیکھتے کہ تم یہ جان لو کہ وہ زندہ ہیں۔

فائدہ: خلاصہ یہ کہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شہداء کے اجساد میں حیات ہے اور عدم شعوریت عدم حیات کی دلیل نہیں اور بقول ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ عدم شعور کی وجہ جسد میں عدم حیات نہیں بلکہ جسموں کا نظر نہ آنا ہے، باقی قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو نفی کی ہے تو وہاں نفی حیات محسوسہ کی ہے یعنی اجساد میں حیات محسوس نہیں ہوتی، جیسا کہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے وضاحت کی ہے۔ پس نفی حیات محسوسہ کی ہے مطلق حیات کی نفی نہیں جس کا قرینہ ولکن لا تشعرون پر تفریع بیان کرنا ہے۔

۶۷۴ ...... (ونعتقد أن عَذَاب الْقَبْر للْكَافِرِ وَالْفَاسِق) الْمُرَاد تعذيبه بِأَن ترد الرّوح إِلَى الْجَسَد أَو مَابَقِي مِنْهُ ہمارا عقیدہ ہے کہ کافر اور فاسق کے لئے عذاب قبر حق ہے اور عذاب دینے کی صورت یہ ہے کہ روح پورے جسم کی طرف یا جسم کے باقی ماندہ حصے کی طرف لوٹائی جاتی ہے۔ (اتمام الدرایہ لقراء النقایہ ص ۸)

فائدہ: باقی ماندہ حصہ قرینہ ہے کہ یہاں جسد سے مراد جسد عنصری ہے کیونکہ بدن مثالی میں باقی ماندہ والی بات نہیں چل سکتی۔

۶۷۵ ...... ارواح الْمُؤمنِين فِي عليين وارواح الْكفَّار فِي سجّين وَلكُل روح بجسدها اتِّصَال معنوي (ایضا ص ۱۶) مؤمنین کی ارواح علیین میں اور کفار کی ارواح سجین میں ہوتی ہیں اور ہر روح کا اپنے جسد کے ساتھ معنوی اتصال ہوتا ہے۔

۶۷۶ ...... ونعتقد أن عَذَاب الْقَبْر حق وسؤال الْملكَيْنِ حق (ایضا ص ۱۸۷) ہمارا عقیدہ ہے کہ عذاب قبر حق ہے اور قبر میں منکر نکیر کا سوال حق ہے۔

۶۷۷ ...... قال ابن القيم: والتحقيق انه لا خلاف ان الارواح متفاوتة في مستقرها في البرزخ اعظم تفاوت، ولا تعارض بين الادلة فان كلاً منها وارد على فرق من الناس بحسب درجاتهم قال: وعلى كل تقدير فللروح بالبدن اتصال الخ (بشری الکئیب بلقاء الحبیب ص ۶۴) ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں: تحقیق یہ ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ ارواح کے برزخ کے اندر اپنے مستقر میں مختلف درجات ہیں جن میں بہت تفاوت ہے اور ادلہ میں کوئی تعارض نہیں، کیونکہ لوگوں کے مختلف طبقات ہیں اور سب کے درجات مختلف ہیں اور ہر دلیل کا محمل جدا جدا درجہ کے لوگ ہیں اور جو بھی صورت ہو روح کا بدن کے ساتھ اتصال ہوتا ہے۔

۶۷۸ ...... ثم عند الدفن قد ترد روحه الى الجسد لنوع من العذاب وقد يعفى عنه (قوت المغتذی علی جامع الترمذی ج ۲ ص ۷۵۴) پھر دفن کے بعد جس قسم کا عذاب ہو اس کے لئے روح کو جسد کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے اور کبھی عذاب معاف کر دیا جاتا ہے۔

فائدہ: عذاب حیات پر موقوف ہے اور حیات کے لئے روح کو جسد کی طرف لوٹایا جاتا ہے اور عذاب کا معاف کرنا بھی دلیل حیات ہے، اگر حیات نہ ہو تو معاف کرنا نہ کرنا برابر ہے۔

۶۷۹ ...... ولكل روح اتصال ببدنها معنوي وتعلق بجسدها قوي بحيث يصح ان يسلم عليها وتفهم ما يقع من الخطاب لديها وتسمع الكلام وترد السلام وهي في الرفيق الاعلى (الحاضرات والمحاورات ص ۳۴۴) روح کے رفیق اعلیٰ میں ہونے کے باوجود ہر روح کا اپنے بدن کے ساتھ معنوی اتصال وتعلق اتنا قوی ہوتا ہے کہ اس تعلق کی وجہ سے اس پر سلام کرنا، قریب سے خطاب کا سمجھنا، کلام کا سننا اور سلام کا جواب دینا صحیح ہوتا ہے۔

فائدہ: سلام اسی زمینی قبر کے پاس ہوتا ہے، علیین یا سجین میں جا کر کوئی سلام نہیں کرتا۔ لہٰذا یہاں سلام کا سننا اور جواب کا لوٹانا اس کا تعلق روح اور بدن عنصری کے ساتھ ہے، اکیلی روح یا بدن مثالی کے ساتھ نہیں۔

۶۸۰ ...... حَيَاةُ النَّبِيِّ ﷺ فِي قَبْرِهِ هُوَ وَسَائِرِ الْأَنْبِيَاءِ مَعْلُومَةٌ عِنْدَنَا عِلْمًا قَطْعِيًّا لِمَا قَامَ عِنْدَنَا مِنَ الْأَدِلَّةِ فِي ذٰلِكَ وَتَوَاتَرَتْ بِهِ الْأَخْبَارُ وَقَدْ أَلَّفَ الْبَيْهَقِيُّ جُزْءً فِي حَيَاةِ الْأَنْبِيَاءِ فِي قُبُورِهِم... فَهٰذِهِ

اَلْاَخْبَارُ دَالَّةٌ عَلٰی حَیَاةِ النَّبِیِّ ﷺ وَسَائِرِ الْاَنْبِیَاءِ قبر میں نبی ﷺ اور دیگر انبیاء کی حیات کا علم ہمارے نزدیک قطعی ہے، کیونکہ اس بارے میں ہمارے نزدیک ادلہ قائم ہیں اور احادیث متواتر ہیں اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے انبیاء کی حیات فی القبور پر ایک مستقل رسالہ لکھا ہے...... (پھر امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کچھ دلائل لکھ کر فرماتے ہیں) یہ روایات نبی ﷺ اور دیگر انبیاء کی حیات پر دلالت کرتی ہیں۔ (رسالہ انباء الاذکیاء بحیاۃ الانبیاء مندرجہ الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۱۷۸)

۶۸۱...... علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں: اَلْاَوْلِیَاءُ تَرِدُ عَلَیْهِمْ اَحْوَالٌ یُشَاهِدُوْنَ فِیْهَا مَلَکُوْتَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ وَیَنْظُرُوْنَ الْاَنْبِیَاءَ اَحْیَاءً الخ (الحاوی ج ۲ ص ۱۸۱) اولیاء پر ایسے احوال طاری ہوتے ہیں کہ وہ اُن احوال میں آسمان وزمین کے ملکوتی احوال کا مشاہدہ کرتے ہیں اور ان کو انبیاء (قبور میں) زندہ نظر آتے ہیں۔

۶۸۲...... اَلْمُرَادُ بِالرُّوْحِ هُنَا النُّطْقُ مَجَازًا فَکَاَنَّهٗ قَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ اِلَیَّ نُطْقِیْ وَهُوَ حَیٌّ عَلَی الدَّوَامِ لٰکِنْ لَا یَلْزَمُ مِنْ حَیَاتِهٖ نُطْقُهٗ فَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ یَرُدُّ عَلَیْهِ النُّطْقَ عِنْدَ سَلَامِ کُلِّ مُسْلِمٍ (الحاوی ج ۲ ص ۱۸۳) یہاں روح سے مجازاً نطق مراد ہے، یعنی اللہ میری طرف میری گویائی لوٹا دیں گے اور حضور ﷺ دائمی طور پر زندہ ہیں لیکن آپ ﷺ کے زندہ ہونے کو نطق لازم نہیں۔ پس ہر سلام کرنے والے کے سلام کے وقت اللہ تعالیٰ آپ پر نطق کو لوٹا دیتے ہیں۔

فائدہ: علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ بالا عبارت میں ایک سوال کا جواب دیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ دائمی طور پر زندہ ہیں تو سلام کے وقت نطق لوٹانے کی کیا ضرورت ہے؟ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ حیات کو نطق لازم نہیں۔ اس لئے سلام کے وقت جواب کے لئے نطق کو لوٹانے کی ضرورت ہے، جیسے سویا ہوا آدمی زندہ ہوتا ہے لیکن اس میں نطق نہیں ہوتا۔ اسی طرح گنگا آدمی زندہ ہوتا ہے لیکن اس میں نطق نہیں ہوتا۔ چھوٹا بچہ زندہ ہوتا ہے لیکن اس میں نطق نہیں ہوتا۔ پس نبی کریم ﷺ کا دائمی حیات کے ساتھ زندہ ہونا اور سلام کے جواب کے وقت نطق کا لوٹانا مشاہدہ کے مطابق ہے۔

۶۸۳...... امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں حَیَاةُ الْاَنْبِیَاءِ وَالشُّهَدَاءِ فِی الْقَبْرِ کَحَیَاتِهِمْ فِی الدُّنْیَا وَیَشْهَدُ لَهٗ صَلَاةُ مُوْسٰی فِیْ قَبْرِهٖ فَاِنَّ الصَّلَاةَ تَسْتَدْعِیْ جَسَدًا حَیًّا وَکَذٰلِكَ الصِّفَاتُ الْمَذْکُوْرَةُ فِی الْاَنْبِیَاءِ لَیْلَةَ الْاِسْرَاءِ کُلُّهَا صِفَاتُ الْاَجْسَامِ، وَلَا یَلْزَمُ مِنْ کَوْنِهَا حَیَاةً حَقِیْقَةً اَنْ تَکُوْنَ الْاَبْدَانُ مَعَهَا کَمَا کَانَتْ فِی الدُّنْیَا مِنَ الْاِحْتِیَاجِ اِلَی الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ، وَاَمَّا الْاِدْرَاکَاتُ کَالْعِلْمِ وَالسَّمَاعِ فَلَا شَكَّ اَنَّ ذٰلِكَ ثَابِتٌ لَهُمْ وَلِسَائِرِ الْمَوْتٰی (الحاوی ج ۲ ص ۱۸۴) قبر میں انبیاء اور شہداء کی حیات ایسے ہے جیسے دنیا میں ان کی حیات تھی۔ (یعنی روح اور جسد عنصری دونوں کے ساتھ) اور اس کی دلیل موسیٰ علیہ السلام کا قبر میں نماز پڑھنا ہے کیونکہ نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے۔ اسی طرح انبیاء کی وہ صفات جو اسراء والی حدیث میں مذکور ہیں وہ ساری جسم کی صفات ہیں اور اِس حیات کے حیات حقیقیہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ قبر کے اندر ان کے ابدان عنصریہ میں وہ تمام لوازم بھی ہوں جو لوازم دنیا میں تھے جیسے کھانے پینے کا محتاج ہونا۔ جہاں تک ادراکات کی بات ہے جیسے علم اور سمع تو بلا شک وشبہ یہ ادراکات انبیاء اور تمام مردوں کے لئے ثابت ہیں۔

فائدہ: علم، سماع اور ادراکات حیات پر موقوف ہیں۔

۶۸۴...... جَوَابٌ آخَرُ وَهُوَ اَنْ يَكُونَ الرُّوحُ كِنَايَةً عَنِ السَّمْعِ وَيَكُونُ الْمُرَادُ اَنَّ اللهَ يَرُدُّ عَلَيْهِ سَمْعَهُ الْخَارِقَ لِلْعَادَةِ بِحَيْثُ يَسْمَعُ الْمُسَلِّمَ وَاِنْ بَعُدَ قُطْرُهُ الخ. رد اللہ علی روحی والی حدیث پر منکرین کے مذکورہ بالا اشکال کا دوسرا جواب یہ ہے کہ روح کا لفظ کنایہ ہے سننے سے (یعنی ذکر ہے لفظ روح کا اور مراد ہے سننا) اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بطور خرق عادت کے آپ کی سماعت کو اس طرح لوٹا دیتا ہے کہ آپ سلام کرنے والے کا سلام سن سکیں۔ اگرچہ قبر کی گہرائی دور تک ہو اور فرشتے کے واسطے کے بغیر خود جواب دے سکیں اور یہ مراد نہیں ہے کہ آپ ﷺ کا سماع معتاد ہے بلکہ خرق عادت کے طور پر ہے اور دنیا میں بھی آپ ﷺ پر ایسی حالت آجاتی تھی کہ آپ دنیا میں خرق عادت کوئی چیز سن لیتے تھے جیسے آسمان کے چرچرانے کی آواز آپ سن لیتے تھے اور یہ بعض اوقات جدا بھی ہو جاتی ہے اور لوٹ بھی آتی ہے، اس میں کوئی امر مانع نہیں اور آپ ﷺ کی خرق عادت سماع والی حالت برزخ میں ایسے ہی ہے جیسے دنیا میں آپ ﷺ کی حالت تھی۔ (ایضا)

فائدہ: برزخ کے تمام امور ہی خرق عادت ہیں اس لئے برزخی امور کے لئے دنیاوی امور عادیہ کی مثالیں دینا اور ان پر قیاس کرنا درست نہیں۔ البتہ برزخ کی خرق عادت حالت کا دنیا کی خرق عادت حالت پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔

۶۸۵...... اِنَّ عِيسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ اِذَا نَزَلَ يَجْتَمِعُ بِالنَّبِيِّ ﷺ فِي الْاَرْضِ فَلَا مَانِعَ مِنْ اَنْ يَأْخُذَ عَنْهُ مَا احْتَاجَ اِلَيْهِ مِنْ اَحْكَامِ شَرِيعَتِهِ (الحاوی ج ۲ ص ۱۹۷) عیسیٰ علیہ السلام جب زمین پر اتریں گے تو زمین میں نبی ﷺ کے پاس آپ کی قبر پر تشریف لائیں گے پس اس میں کوئی مانع نہیں کہ ضروری احکام شریعت عیسیٰ علیہ السلام حضور ﷺ سے براہ راست خود حاصل کر لیں۔

۶۸۶...... هَلْ يَعْلَمُ الْاَمْوَاتُ بِزِيَارَةِ الْاَحْيَاءِ وَبِمَا هُمْ فِيهِ؟ ... اَمَّا الْمَسْاَلَةُ الْاُولٰى فَنَعَمْ يَعْلَمُونَ بِذٰلِكَ الخ کیا زندوں کے زیارت کرنے کو اور ان کے حالات کو اموات جانتے ہیں؟ اس کا جواب یہ دیا کہ جی ہاں وہ اس کو جانتے ہیں۔ (اس کے بعد مؤلف نے اس مضمون کی متعدد احادیث ذکر فرمائی ہیں) (الحاوی ج ۲ ص ۲۰۵)

۶۸۷...... شیخ اکمل الدین بابرتی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں: اَلسُّؤَالُ لِكُلِّ مَيِّتٍ كَبِيرٍ اَوْ صَغِيرٍ يُسْاَلُ اِذَا غَابَ عَنِ الْاٰدَمِيِّينَ وَاِذَا مَاتَ فِي الْبَحْرِ اَوْ اَكَلَهُ السَّبُعُ فَهُوَ مَسْئُولٌ وَالْاَصَحُّ اَنَّ الْاَنْبِيَاءَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ لَا يُسْاَلُونَ (الحاوی ج ۲ ص ۲۱۴) قبر میں سوال ہر میت سے ہوتا ہے خواہ بالغ ہو یا نابالغ، جب وہ آدمیوں سے غائب ہو جاتا ہے تو اس سے سوال کیا جاتا ہے۔ اسی طرح جب دریا میں مر جائے یا اس کو درندہ کھا لے تو اس سے بھی سوال ہوتا ہے اور زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے قبر میں سوال نہیں کیا جاتا۔

۶۸۸...... وَاَخْبَرَ ﷺ اَنَّهُ يَرُدُّ السَّلَامَ عَلٰى كُلِّ مَنْ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ اِلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ مِمَّا يَحْصُلُ مِنْ جُمْلَتِهِ الْقَطْعُ بِاَنَّ مَوْتَ الْاَنْبِيَاءِ اِنَّمَا هُوَ رَاجِعٌ اِلٰى اَنْ غُيِّبُوا عَنَّا بِحَيْثُ لَا نُدْرِكُهُمْ وَاِنْ كَانُوا مَوْجُودِينَ اَحْيَاءً (الحاوی ج ۲ ص ۳۰۷، رسالہ: تنویر الحوالک) حضور ﷺ نے خبر دی کہ آپ ﷺ ہر سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دیتے ہیں، اسی طرح اس کے علاوہ اور احادیث بھی ہیں جن کے مجموعے سے یہ یقین حاصل ہو جاتا ہے کہ انبیاء کی موت کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہم سے غائب ہو گئے ہیں اور ہم ان کی حیات کا ادراک نہیں کر سکتے اگرچہ وہ زندہ حالت میں موجود ہیں۔

۶۸۹ ...... قَالَ الشَّيْخُ بَدْرُ الدِّيْنِ بْنُ الصَّاحِبِ فِي مُؤَلَّفٍ لَهُ فِي حَيَاةِ الْأَنْبِيَاءِ هٰذَا صَرِيْحٌ فِي إِثْبَاتِ الْحَيَاةِ لِمُوْسٰى فِي قَبْرِهٖ فَإِنَّهٗ وَصَفَهٗ بِالصَّلَاةِ وَأَنَّهٗ قَائِمٌ وَمِثْلُ ذٰلِكَ لَا يُوْصَفُ بِهِ الرُّوْحُ وَإِنَّمَا يُوْصَفُ بِهِ الْجَسَدُ وَفِي تَخْصِيْصِهٖ بِالْقَبْرِ دَلِيْلٌ عَلٰى هٰذَا فَإِنَّهٗ لَوْ كَانَ مِنْ أَوْصَافِ الرُّوْحِ لَمْ يَحْتَجْ لِتَخْصِيْصِهٖ بِالْقَبْرِ (حاشیۃ السیوطی علی سنن النسائی ج ۳ ص ۲۱۳) شیخ بدر الدین بن الصاحب (م ۷۸۸ ھ) کی حیات انبیاء پر ایک مستقل تالیف ہے۔ اس میں وہ قبر میں موسیٰ علیہ السلام کے نماز پڑھنے والی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات میں صریح ہے کہ قبر میں موسیٰ علیہ السلام کی حیات ثابت ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو نماز اور قیام کے ساتھ متصف کیا ہے اور یہ صفات روح کی نہیں بلکہ جسم کی ہیں اور قبر کے ساتھ تخصیص کرنا بھی اسی کی دلیل ہے۔ کیونکہ اگر یہ چیزیں روح کے اوصاف میں سے ہوتیں تو قبر کے ساتھ ان کو خاص کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

۶۹۰ ...... فِي هٰذَا الْحَدِيْثِ الصَّلَاةُ تَسْتَدْعِيْ جَسَدًا حَيًّا وَلَا يَلْزَمُ مِنْ كَوْنِهَا حَيَاةً حَقِيْقَةً أَنْ تَكُوْنَ الْأَبْدَانُ مَعَهَا كَمَا كَانَتْ فِي الدُّنْيَا مِنَ الْاِحْتِيَاجِ إِلَى الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ مِنْ صِفَاتِ الْأَجْسَامِ الَّتِيْ نُشَاهِدُهَا بَلْ يَكُوْنُ لَهَا حُكْمٌ آخَرُ (ایضا) امام سبکی رحمۃ اللہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ قبر میں موسیٰ علیہ السلام کے نماز پڑھنے والی حدیث میں نماز کا ذکر ہے اور نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے اور اس حیات کے حیات حقیقی ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ابدان ایسے ہو جائیں جیسے دنیا میں تھے یعنی کھانا پینا وغیرہ اجسام کی وہ صفات جن کا ہم مشاہدہ کرتے ہیں ان صفات کے محتاج ہو جائیں۔ (ایسا نہیں) بلکہ اس (قبر والی حیات) کا حکم الگ ہے۔

۶۹۱ ...... وَقَالَ الْإِمَامُ شَمْسُ الدِّيْنِ بْنُ الْقَيِّمِ عَرْضُ الْمَقْعَدِ لَا يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ الْأَرْوَاحَ فِي الْقَبْرِ وَلَا عَلٰى فِنَائِهٖ بَلْ عَلٰى أَنَّ لَهَا اتِّصَالًا بِهٖ يَصِحُّ أَنْ يُعْرَضَ عَلَيْهَا مَقْعَدُهَا فَإِنَّ لِلرُّوْحِ شَأْنًا آخَرَ فَتَكُوْنُ فِي الرَّفِيْقِ الْأَعْلٰى وَهِيَ مُتَّصِلَةٌ بِالْبَدَنِ الخ (حاشیۃ السیوطی علی سنن النسائی ج ۴ ص ۱۰۹) ابن قیم رحمۃ اللہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں: ٹھکانے کے ارواح پر پیش کرنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ارواح قبر یا فنائے قبر میں ہوں، بلکہ روح کا قبر کے ساتھ ایسا تعلق واتصال ہے کہ اس کی وجہ سے اس کا ٹھکانہ اس پر پیش کیا جاتا ہے، کیونکہ روح کی بدن سے مختلف ایک عجیب شان ہے کہ روح ہوتی ہے رفیق اعلیٰ میں، اس کے باوجود اس کا بدن کے ساتھ اتصال ہوتا ہے۔

۶۹۲ ...... حدیث میں آتا ہے کہ جب روح نکلتی ہے تو نظر اس کا پیچھا کرتی ہے یعنی اس کو دیکھتی ہے، اس پر ایک اشکال ہوتا ہے کہ روح کے نکل جانے کے بعد جسم کیسے دیکھ سکتا ہے۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ تیس سال کے بعد مجھے اس کے دو جواب سمجھ آئے ہیں، دوسرا جواب یہ ذکر کرتے ہیں کہ: ان الرّوح لها اتّصال بالبدن وان كانت خارجة فيرى ويسمع ويعلم ويرد السّلام ويكون هٰذا الحديث من اقوى الادلّة على ذٰلك روح کے نکل جانے کے باوجود اس کا بدن کے ساتھ تعلق رہتا ہے۔ اس تعلق کی وجہ سے بدن دیکھتا ہے سنتا ہے جانتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے اور یہ حدیث اس بات پر بہت قوی دلیل ہے۔ (شرح السیوطی علی مسلم ج ۳ ص ۱۱)

۶۹۳ ...... موسیٰ علیہ السلام کے حج والی حدیث کے متعلق ایک قول یہ لکھتے ہیں کہ: هو على حقيقته لان الانبياء احياء فلا مانع ان يحجوا فى هذه الحال كما ثبت انهم يصلون فى قبورهم (التوشیح شرح الجامع الصحیح ج ۳ ص ۱۲۴۹) یہ اپنی حقیقت پر محمول ہے۔ کیونکہ انبیاء زندہ ہیں تو اس میں کوئی مانع نہیں کہ وہ اس حال میں حج

کریں جیسا کہ یہ بات ثابت ہے کہ وہ اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں۔

۶۹۴...... هو حی فی قبره یصلی فیه باذان واقامة و کذلك الانبیاء (انموذج اللبیب ص ۲۳۰) نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور قبر میں اذان واقامت کے ساتھ نمازیں پڑھتے ہیں اور اسی طرح دیگر انبیاء بھی قبروں میں زندہ ہیں۔

۶۹۵...... انه صلی الله عَلَیْهِ وَسلم حَیٌّ فِی قَبره (الخصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۳۲۶) بے شک نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں۔

۶۹۶...... بَابُ حَیَاته ﷺ فِی قَبره وَصلاته فِیهِ وتوکیل ملك بقبره یبلغهٗ السَّلَام عَلَیْهِ وردہ علی من سلم عَلَیْهِ (الخصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۴۸۹) اس باب میں اس بات کا بیان ہے کہ نبی ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ نمازیں پڑھتے ہیں اور آپ کی قبر پر ایک فرشتہ مقرر ہے جو آپ پر پڑھا ہوا سلام آپ تک پہنچا دیتا ہے اور آپ ﷺ سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔

۶۹۷ ...... وقد اختلف فی عذاب القبر هل هو للروح فقط او لها وللبدن؟ والاکثرون - کما قال ابن تیمیة - علی الثانی وفی انه یکون بعد احیاء المیت بجملته او بعد احیاء اقل جزء یحتمل الحیاة والعقل؟ وعلی الاول الحلیمی وعلی الثانی ابن جریر وامام الحرمین قلت الاول هو الارجح عندی لظواهر النصوص (الکوکب الساطع ص ۲۰۹) عذاب قبر کے بارے میں اختلاف ہے کہ کیا عذاب فقط روح کے لئے ہوتا ہے یا روح اور بدن دونوں کے لئے؟ اکثر علماء کا مذہب دوسرے قول کے مطابق ہے جیسا کہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ نیز اس میں بھی اختلاف ہے کہ میت کے پورے جسم کو زندہ کیا جاتا ہے یا اس کے اقل جزء کو، حلیمی نے پہلا قول اور ابن جریر اور امام الحرمین نے دوسرا قول اختیار کیا ہے، علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میرے نزدیک پہلا قول راجح ہے کیونکہ نصوص کا ظاہر یہی ہے۔

۶۹۸...... الخصوصیة السابعة والسبعون: علم الموتی بزیارة الاحیاء فیه (نور اللمعة فی خصائص الجمعة ص ۱۱۰) جمعہ کے دن کی خصوصیت نمبر ۷۷ یہ ہے کہ اس دن زندہ لوگ جو قبروں کی زیارت کے لئے جاتے ہیں مردے ان کو جانتے ہیں۔ اس کی تائید میں ضحاک وغیرہ کے دو اثر نقل کئے ہیں۔

۶۹۹...... وَقَالَ ابْن الْقیم اِن الْاَحَادِیث مصرحة بِاِعَادَة الرّوح اِلَی الْبدن عِنْد السُّؤَال لَکِن هٰذِهِ الْاِعَادَة لَا تحصل بهَا الْحَیَاة الْمَعْهُودَة الَّتِی تقوم بهَا الرّوح بِالْبدنِ وتدبیره وَیَحْتَاج مَعهَا اِلَی الطَّعَام وَنَحْوه وَاِنَّمَا یحصل بهَا للبدن حَیَاة اُخْرَی یحصل بهَا الامتحان بالسؤال وکما اَن حَیَاة النَّائِم وَهُوَ حَیّ غیر حَیَاة المستیقظ (شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور ص ۱۴۶) ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں کہ احادیث میں اس بات کی صراحت ہے کہ قبر میں سوال کے وقت روح کو بدن کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے لیکن اس اعادے سے وہ معروف حیات حاصل نہیں ہوتی جس کے ساتھ روح بدن کی تدبیر کرنے لگ جائے اور کھانے وغیرہ کی طرف محتاج ہو، بلکہ اِس اعادے سے ایک اور حیات حاصل ہوتی ہے جس کے ساتھ منکر نکیر کے سوال کے ذریعے امتحان ہوتا ہے، جیسے سونے والا زندہ ہوتا ہے لیکن اس کی حیات بیدار آدمی کی حیات سے مختلف ہوتی ہے۔

فائدہ: قبر میں جسد عنصری ہوتا ہے جسد مثالی نہیں ہوتا، اسی طرح جس معروف حیات کا ذکر ہے وہ بھی بدن عنصری کے لئے ہوتی ہے اور روح تدبیر (یعنی ہضم وغیرہ کا عمل) بدن عنصری میں کرتی ہے بدن مثالی میں نہیں اور امتحان مبتلا بہ اور مکلف کا ہوتا ہے اور مبتلا بہ اور مکلف روح اور بدن عنصری کا مجموعہ ہے، بدن مثالی کا اس میں کوئی دخل نہیں، اس لئے جس بدن کی طرف روح کے لوٹانے اور اس کی حیات کا ذکر ہے اس سے بدن عنصری مراد ہے۔

۷۰۰...... والجملة ماضية سابقة الى السلام الواقع من كل احد و (حتى) ليست للتعليل بل مجرد عطف بمعنى الواو الخ رد اللہ علی روحی والی حدیث کے متعلق امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رد اللہ والا جملہ ماضی ہے اور اس سلام سے پہلے ہے جو ہر مسلمان کی طرف سے پیش ہوتا ہے اور حتیٰ یہاں تعلیل کے لئے نہیں ہے بلکہ محض عطف کے لئے ہے اور واؤ کے معنی میں ہے، اب حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ جو آدمی مجھ پر سلام کرے گا تو اس سے پہلے اللہ نے مجھ پر میری روح لوٹا دی ہوگی، اس حدیث پر اشکال اس وجہ سے ہوا کہ: ردّ الله والا جملہ حال یا استقبال کے معنی میں ہے اور حتیٰ تعلیلیہ ہے۔ حالانکہ بات اس طرح نہیں ہے، اس ساری وضاحت کے بعد میں نے یہ حدیث امام بیہقی کی کتاب حیاۃ الانبیاء میں دیکھی تو اس میں الفاظ ہیں: وقد رد الله علی روحی یعنی اس میں لفظ قد کی صراحت ہے جس سے ہماری مذکورہ بالا وضاحت کی تائید ہوتی ہے۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ جس روایت میں قد نہیں ہے وہاں قد مقدر ہے اور راویوں کے تصرف کی وجہ سے یہ لفظ ساقط ہو گیا ہے۔ (عقود الزبرجد علی مسند الامام احمد ج ۲ ص ۴۳۶)

۷۰۱...... قَالَ الْقَاضِي إِن من لم يُدفن مِمَّن بَقِي على وَجه الأَرْض يَقع لَهُم السُّؤَال وَالْعَذَاب ويحجب الله ابصار الْمُكَلّفين عَن رُؤْيَة ذٰلِك كَمَا حجبها عَن رُؤْيَة الْمَلَائِكَة وَالشَّيَاطِين قَالَ بَعضهم وَترد الْحَيَاة إِلَى المصلوب وَنحن لَا نشعر بِهِ كَمَا أَنا نحسب الْمغمى عَلَيْهِ مَيتا وَكَذٰلِكَ يضيق عَلَيْهِ الجو كضمة الْقَبْر وَلَا يستنكر شَيْئا من ذٰلِك من خالط الْإِيمَان قلبه وَكَذٰلِكَ من تفرّقت اجزاؤه يخلق الله الْحَيَاة فِي بَعْضهَا أَو كلهَا وَيُوجه السُّؤَال عَلَيْهَا قاضی (باقلانی رحمۃ اللہ علیہ) کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں کہ جن اموات کو دفن نہ کیا گیا ہو اور وہ زمین کی سطح پر باقی رہ گئے قبر کا سوال اور قبر کا عذاب ان کے لئے بھی واقع ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ مکلفین کی نگاہوں کو اس کے دیکھنے سے روک دیتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آنکھوں کو ملائکہ اور شیاطین کے دیکھنے سے روکا ہوا ہے اور بعض علماء نے کہا حیات اس کی طرف بھی لوٹائی جاتی ہے جس کو سولی پر لٹکا دیا گیا ہو لیکن ہم اس کا شعور نہیں رکھتے جیسا کہ ہم غشی والے کو مردہ گمان کرتے ہیں۔ (حالانکہ وہ زندہ ہوتا ہے) اسی طرح اس سولی والے پر فضا تنگ ہو جاتی ہے جیسا کہ قبر کا بھینچنا اور جس کے دل میں اللہ کی قدرت پر ایمان پختہ ہے وہ ان مذکورہ احوال قبر میں سے کسی چیز کو بھی بعید نہیں سمجھے گا اور اسی طرح وہ آدمی جس کے اجزاء بکھر جائیں اللہ تعالیٰ اس کے بعض اجزاء میں یا سب اجزاء میں حیات پیدا کر دیتا ہے اور منکر نکیر کا سوال اس سے بھی ہوتا ہے۔ (شرح الصدور ص ۹۴)

۷۰۲...... وَقَالَ ابْنُ تَيْمِيَة الْأَحَادِيث متواترة على عود الرّوح إِلَى الْبدن وَقت السُّؤَال ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں: وہ احادیث جو سوال کے وقت روح کے بدن کی طرف لوٹنے پر دلالت کرتی ہیں وہ متواتر ہیں۔ (شرح الصدور ص ۹۶)

۷۰۳...... قَالَ البزازی من الْحَنَفِيَّة فِي فَتَاوَاهُ السُّؤَال فِيمَا يَسْتَقِرّ فِيهِ الْمَيّت حَتّٰى لَو اكله سبع فالسؤال فِي بَطْنه فَاِن جعل فِي تَابُوت اَيَّامًا لنقله اِلَى مَكَان آخر لَا يسْأَل مَا لم يدْفن۔ بزازی رحمۃ اللہ علیہ حنفی (م ۸۲۷ھ) کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں: قبر کا سوال اس جگہ میں ہوتا ہے جس میں میت قرار پکڑے۔ حتیٰ کہ اگر اس کو درندہ کھا جائے تو سوال درندے کے پیٹ میں ہوتا ہے۔ پس اگر میت کو کچھ دن تابوت میں رکھا گیا تا کہ اس کو دوسری جگہ کی طرف منتقل کیا جائے تو جب تک اس کو اس کے مستقل مدفن میں دفن نہ کیا جائے اس سے سوال نہیں ہوتا۔ (شرح الصدور ص ۹۷)

۷۰۴...... بعض آثار سے جو روح کے بدن کے ساتھ عدم اتصال کا شبہ ہوتا تھا علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے اس کی وضاحت کی ہے: قَالَ ابْن رَجَب هٰذِهِ الْآثَار لَا تدل على اَن الْاَرْوَاح لَا تتصل بالابدان بعد الْمَوْت اِنَّمَا تدل على اَن الاجساد لَا تتضرر بِمَا ينالها من عَذَاب النَّاس لَهَا وَمن اكل التُّرَاب لَهَا فَاِن عَذَاب الْقَبْر لَيْسَ من جنس عَذَاب الدُّنْيَا وَاِنَّمَا هُوَ نوع آخر يصل اِلَى الْمَيِّت بِمَشِيئَة الله وَقدرته ابن رجب نے کہا کہ یہ آثار اس پر دلالت نہیں کرتے کہ موت کے بعد ارواح کا ابدان کے ساتھ تعلق نہیں ہوتا۔ ہاں! البتہ اس پر دلالت کرتے ہیں کہ دنیا میں لوگوں کو عذاب دینے کے جو دنیاوی اسباب ہیں ان سے مُردوں کے اجساد کو کوئی ضرر نہیں پہنچتا اور نہ ہی مٹی کے کھانے سے اُن اجساد کو ضرر پہنچتا ہے، کیونکہ قبر کا عذاب عذاب دنیا کی جنس سے نہیں، یہ دوسری نوعیت کا عذاب ہے جو اللہ کی مشیت اور اس کی قدرت کے ساتھ میت کی طرف پہنچتا ہے۔ (شرح الصدور ص ۱۳۴)

۷۰۵...... ایک سوال ہوا کیف یکونون اَمْوَاتًا اَحيَاءً یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ شہداء مردہ بھی ہوں اور زندہ بھی ہوں؟ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس کا جواب نقل کرتے ہیں: يجوز اَن يحييهم الله فِي قُبُورهم وارواحهم تكون فِي جُزْء من ابدانهم يحس جَمِيع بدنه بالنعيم واللذة لاجل ذٰلِك الْجُزْء كَمَا يحس جَمِيع بدن الْحَيّ فِي الدُّنْيَا ببرودة اَو حرارة تكون فِي جُزْء من اَجزَاء بدنه یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ شہداء کو ان کی قبروں میں زندہ کردے اس طور پر کہ ان کی ارواح ان کے بدنوں میں سے ایک ایسے جزء میں ہوں جس کی وجہ سے پورا بدن راحت ولذت محسوس کرے، جیسا کہ دنیا میں بدن کے کسی ایک جزء میں ٹھنڈک یا حرارت ہو تو اس کی وجہ سے زندہ آدمی کا پورا بدن ٹھنڈک یا حرارت محسوس کرتا ہے۔ (شرح الصدور ص ۱۳۷)

<u>فائدہ</u>: مذکورہ عبارت کی مزید وضاحت یہ ہے کہ دنیا کی محسوس زندگی، اس کے لوازم اور اس کے ظاہری حواس کے اعتبار سے اور روح کے بدن عنصری سے جدا ہونے کے اعتبار سے مُردہ ہیں، لیکن روح کے بدن کے ساتھ غیر معلوم الکیفیہ معنوی تعلق واتصال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کے باطن میں مخفی حیات پیدا کر دیتے ہیں اس اعتبار سے زندہ ہیں، جب مردہ اور زندہ ہونے کی جہتیں مختلف ہیں تو ان میں کوئی تضاد نہیں، جیسے ایک ہی آدمی مختلف جہات کے اعتبار سے باپ بھی ہے، بیٹا بھی ہے، دادا نانا بھی ہے، چچا ماموں بھی ہے، بھانجا بھتیجا بھی ہے۔ اسی طرح حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسبی چچا ہیں اور رضاعی بھائی ہیں جب جہتیں مختلف ہیں تو ان میں کوئی تضاد نہیں۔

۷۰۶...... ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں: وَعرض المقعد لَا يدل على اَن الرّوح فِي الْقَبْر وَلَا على فنائه بل اِن لَهَا اتصالا بِهِ يَصح اَن يعرض عَلَيْهَا مقعدها فَاِن للروح شَأْنًا آخر

فَتكون فِي الرفيق الْاَعْلٰى وَهِي مُتَّصِلَة بِالْبدنِ بِحَيْثُ اِذا سلم الْمُسلم على صَاحبهَا رد عَلَيْهِ السَّلَام وَهِي فِي مَكَانِهَا هُنَاكَ (شرح الصدور ص ۱۶۱) (قبر کے اندر) میت پر دوزخ وجنت کا ٹھکانہ پیش کرنا اس پر دلالت نہیں کرتا کہ روح قبر میں ہے نہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ قبر کے قریب ہے بلکہ روح کا بدن کے ساتھ ایک تعلق اور اتصال ہوتا ہے جس کی وجہ سے روح پر ٹھکانے کا پیش کرنا صحیح ہوتا ہے کیونکہ روح کے لئے ایک دوسری شان ہے کہ وہ ہوتا ہے رفیق اعلیٰ میں، اس کے باوجود وہ بدن کے ساتھ متصل ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی سلام کرنے والا صاحب روح (بدن عنصری) پر سلام کرے تو وہ اس کا جواب دیتا ہے حالانکہ روح اپنی اُسی جگہ (رفیق اعلیٰ) میں ہوتا ہے۔

۷۰۷...... ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: هٰذَا مَعَ الْقطع بِاَن روحه فِي اَعلَى عليين مَعَ اَرْوَاحِ الْاَنْبِيَاء وَهُوَ فِي الرفيق الْاَعْلٰى فَثَبت بِهٰذَا انه لَا مُنَافَاة بَين كَون الرّوح فِي عليين اَو فِي الْجنَّة اَو فِي السَّمَاء وَاَن لَهَا بِالْبدنِ اتصالا بِحَيْثُ تدْرك وَتسمع وَتصلي وتقرأ اس یقین کے باوجود کہ نبی علیہ السلام کی روح دوسرے انبیاء کی ارواح کے ساتھ اعلیٰ علیین میں ہے اور وہ رفیق اعلیٰ میں ہے تو اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ ان دو باتوں میں کوئی منافات نہیں کہ روح علیین یا جنت یا آسمان میں ہو اور اس کا (قبر میں مدفون) بدن کے ساتھ ایسا اتصال وتعلق ہو کہ اس کی وجہ سے وہ ادراک کرے اور زندہ آدمی کا کلام سنے، نماز پڑھے، قراءت کرے۔ (شرح الصدور ص ۱۶۲)

۷۰۸...... ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں: وَاِذا نقل الْمَيِّت من قبر اِلَى قبر فالاتصال الْمَذْكُور مُسْتَمر وَكَذَا لَو تفرقت الْاَجْزَاء جب میت کو ایک قبر سے دوسری قبر کی طرف منتقل کیا جائے تو روح وبدن عنصری کے درمیان تعلق واتصال جوں کا توں برقرار رہتا ہے اور اسی طرح اگر میت کے اجزاء بکھر جائیں تو اس صورت میں بھی روح کا ان اجزاء کے ساتھ تعلق برقرار رہتا ہے۔ (شرح الصدور ص ۱۶۴)

۷۰۹...... نسفی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں: وَاما اَرْوَاح الْكفَّار فَهِيَ فِي سِجِّين فِي جَوف طير سود تَحت الْاَرْض السَّابِعَة وَهِي مُتَّصِلَة باجسادها فتعذب الْاَرْوَاح وتتألم الاجساد مِنْهُ كَالشَّمْسِ فِي السَّمَاء ونورها فِي الْاَرْض بہرکیف کفار کی ارواح ساتویں زمین کے نیچے سجین میں سیاہ پرندوں کے پیٹ میں ہوتی ہیں اس کے باوجود اپنے اجساد کے ساتھ بھی ان کا تعلق ہوتا ہے پس روحوں کو عذاب دیا جاتا ہے اور اس کی وجہ سے اجساد بھی تکلیف محسوس کرتے ہیں جیسا کہ سورج آسمان میں ہوتا ہے اور اس کی روشنی زمین میں اثر انداز ہوتی ہے۔ (شرح الصدور ص ۱۶۸)

فائدہ: کفار کی طرح شہداء کی ارواح سبز پرندوں کے پیٹ میں ہوتی ہیں اور منعمین مؤمنین کی ارواح علیین میں ہوتی ہیں لیکن ان کا اپنے اجساد عنصریہ کے ساتھ بھی تعلق ہوتا ہے جس سے اجساد عنصریہ میں حیات پیدا ہو جاتی ہے اور وہ جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

۷۱۰...... وَذٰلِكَ البرزخ عِنْد مُنْقَطع العناصر بِحَيْثُ لَا مَاء وَلَا هَوَاء وَلَا تُرَاب وَلَا نَار وَاَنه اِذا خلق الاجساد اَدخل فِيهَا تِلْكَ الْاَرْوَاح ثُمَّ يُعِيدهَا عِنْد قبضهَا اِلٰى ذٰلِكَ البرزخ وتعجل اَرْوَاح الْاَنْبِيَاء وَالشُّهَدَاء اِلَى الْجنَّة وَهٰذَا قول لم يقلهُ احد من الْمُسلمين وَلَا هُوَ من جنس كَلَامهم (ابن حزم نے کہا کہ) برزخ عناصر کے منقطع ہونے کی جگہ میں ہے جہاں پر نہ پانی ہے نہ ہوا، نہ مٹی ہے نہ آگ اور جب اللہ تعالیٰ

نے اجساد کو پیدا کیا تو ان میں روحوں کو داخل کیا، پھر اللہ تعالیٰ ان روحوں کو قبض کرنے کے وقت ان کو اُسی برزخ کی طرف لوٹا دیتا ہے اور انبیاء اور شہداء کی ارواح کو جلدی جنت کی طرف بھیج دیتا ہے۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن حزم کا یہ ایسا قول ہے کہ مسلمانوں میں سے کسی نے بھی یہ قول نہیں کیا اور نہ مسلمانوں کے کلام کی جنس میں سے ہے۔ (شرح الصدور ص ۱۷۰)

فائدہ: علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ برزخ مکانی ارضی قبر سے شروع ہوتا ہے اور برزخ زمانی موت کے وقت سے شروع ہوتا ہے اس لئے ابن حزم کی مذکورہ بالا بات بالکل غلط ہے۔ معلوم ہوا کہ ارضی قبر برزخ کا حصہ ہے اور میت کی قبر جہاں بھی ہو وہ برزخ ہے اور اس میں جسد عنصری کو حاصل ہونے والی حیات، حیات برزخیہ بھی ہے، حیات جسمانی بھی ہے اور حیات دنیوی بھی ہے۔ تفصیل مقدمہ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۷...... قَالَ الْعلمَاء عَذَاب الْقَبْر هُوَ عَذَاب البرزخ اضيف إِلَى الْقَبْر لِاَنَّهُ الْغَالِب وَإِلَّا فَكل ميت إِذا اَرَادَ اللهُ تَعَالىٰ تعذيبه ناله مَا اَرَادَ بِهٖ قبر او لم يقبر وَلَو صلب اَو غرق فِي الْبَحْر اَو اكلته الدَّوَابِ اَو حرق حَتّٰى صَار رَمَادا اَو ذرى فِي الرّيح. وَمحله الرّوح وَالْبدن جَمِيعًا بِاتِّفَاق اهل السّنة وَ كَذَا الْقَوْل فِي النَّعِيم علماء نے کہا ہے کہ عذاب قبر یہی عذاب برزخ ہے (یعنی عذاب قبر اور عذاب برزخ ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں، علماء نے یہ اس لئے وضاحت کی ہے تا کہ غیر مدفون اموات کے عذاب کو بھی شامل ہو جائے) اور زمینی قبر کی طرف جو اضافت کی گئی ہے یہ اس لئے کہ اکثر قبر میں ہی عذاب ہوتا ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ جس میت کو بھی عذاب دینا چاہیں اس کو عذاب پہنچتا ہے خواہ وہ زمینی قبر میں دفن کیا گیا ہو یا دفن نہ کیا گیا ہو، اگر چہ وہ سولی پر لٹکا ہوا ہو یا دریا میں غرق ہو جائے یا اس کو جانور کھالیں یا اس کو جلا دیا جائے۔ حتیٰ کہ وہ راکھ ہو جائے اور اس راکھ کو ہوا میں اڑا دیا جائے اور عذاب قبر کا محل روح اور بدن دونوں ہیں، اس پر اہل السنۃ والجماعۃ کا اتفاق ہے اور قبر میں راحت وثواب کی بھی یہی صورت ہے۔ (یعنی روح اور جسم دونوں کو راحت وثواب پہنچتا ہے) (شرح الصدور ص ۱۲۲)

۱۱۸...... فِي الْبَدَائِع لابن الْقيم قَالَ جمَاعَة من النَّاس إِذا مَاتَت نَصْرَانِيَّة فِي بَطنهَا جَنِين مُسلم نزل ذٰلِك الْقَبْر نعيم وَعَذَاب فالنعيم للابن وَالْعَذَاب للأم قَالَ وَلَا بعد فِي ذٰلِك كَمَا لَو دفن فِي قبر وَاحِد مُؤمن وَفَاجِر فَاِنَّهٗ يجْتَمع فِي الْقَبْر النَّعِيم وَالْعَذَاب ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب البدائع میں ہے کہ علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ جب نصرانیہ عورت اس حالت میں مر جائے کہ اس کے پیٹ میں مسلمان بچہ ہو (یعنی جب اس کا خاوند مسلمان ہو تو بچہ پیٹ میں ہو یا پیدا ہو جائے وہ دین میں باپ کے تابع ہوتا ہے) تو اس نصرانیہ کی قبر میں راحت اور عذاب دونوں اترتے ہیں، راحت اس بیٹے کے لئے ہوتی ہے اور عذاب ماں کے لئے اور اللہ کی قدرت سے یہ بعید نہیں جیسا کہ اگر ایک قبر میں مؤمن اور کافر کو دفن کر دیا جائے تو اس قبر میں ثواب وعذاب دونوں اکٹھے ہو جاتے ہیں، مومن کے لئے ثواب ہے، کافر کے لئے عذاب ہے، حالانکہ قبر ایک ہے۔ (شرح الصدور ص ۱۲۲)

فائدہ: حمل کا تعلق بدن عنصری کے ساتھ ہوتا ہے بدن مثالی کے ساتھ نہیں ہوتا، بچہ بدن عنصری کے پیٹ میں ہوتا ہے بدن مثالی کو حمل نہیں ہوتا، معلوم ہوا کہ قبر میں عذاب وثواب بدن عنصری اور روح کو ہوتا ہے۔

۱۱۹...... فَإِن الْعرض (عرض المقعد) على الْجَسَد وللروح بِهٖ اتصال وَالروح وَحدهَا فِي الْجنَّة وَ كَذَا السَّلَام على اهل الْقُبُور لَا يدل على استقرار اَرْوَاحهم على افنية قُبُورهم فَاِنَّهٗ يسلم على

قُبُور الْأَنْبِيَاء وَالشُّهَدَاء وارواحهم فِي أَعلى عليين وَلَكِن لَهَا مَعَ ذٰلِك اتصال سريع بالجسد وَلَا يعلم كنه ذٰلِك و كيفيته على الْحَقِيقَة إِلَّا الله عز وَجل وَيشْهد لذٰلِك الْأَحَادِيث المروية فِي أَن النَّائِم يعرج بِرُوحِهِ إِلَى الْعَرْش هٰذَا مَعَ تعلقهَا بِبدنِهِ وَسُرْعَة عودهَا إِلَيْهِ عِنْد استيقاظه فارواح الْمَوْتَى المتجردة عَن ابدانهم اولى بعروجها إِلَى السَّمَاء وعودها إِلَى الْقَبْر فِي مثل تِلْكَ السرعة دوزخ اور جنت کا ٹھکانہ جسد عنصری پر پیش ہوتا ہے جب کہ روح اکیلی جنت میں ہوتی ہے اور اس جسم کے ساتھ اتصال ہوتا ہے۔ اسی طرح اہل قبور پر سلام اس پر دلالت نہیں کرتا کہ ان کی ارواح کی جائے قرار قبروں کے قریب ہے، کیونکہ انبیاء اور شہداء کی قبروں پر سلام کیا جاتا ہے اور ان کی ارواح اعلیٰ علیین میں ہوتی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ان روحوں کا اجسام عنصریہ کے ساتھ ایسا اتصال اور تعلق ہوتا ہے جس کی وجہ سے روح بڑی تیزی کے ساتھ قبر کی طرف آ جا سکتی ہے اور اس کی حقیقت اور کیفیت سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا اور اس کی تائید ان احادیث سے ہوتی ہے جو نائم کے بارے میں نقل کی گئی ہیں کہ سونے والے کی روح عرش کی طرف چڑھتی ہے اس کے باوجود روح کا اس کے بدن کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اور بیداری کے وقت بڑی تیزی کے ساتھ بدن کی طرف لوٹ آتی ہے، جب نائم کی روح کی یہ حالت ہے تو مردوں کی ارواح جو ابدان سے جدا ہیں بطریق اولیٰ تیزی کے ساتھ آسمان کی طرف چڑھ بھی سکتی ہیں اور قبر کی طرف لوٹ بھی سکتی ہیں۔ (شرح الصدور ص ۱۷۰)

۷۱۴..... ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف ارواح کے مختلف مقر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وَكلهَا على اختلاف محالها وتباين مقارها لَهَا اتصال باجسادها فِي قبورها ليحصل لَهُ من النَّعيم وَالْعَذَاب مَا كتب لَهُ ارواح کا محل اور مقر جو بھی ہو ان کا قبروں میں موجود جسموں کے ساتھ اتصال ہوتا ہے تاکہ میت کے لئے جو ثواب وعذاب لکھا جا چکا ہے وہ اس کو حاصل ہو جائے۔ (شرح الصدور ص ۲۳۷)

۷۱۵..... وَقَالَ ابْنُ الْعَرَبِيّ حَدِيث الجريدة يُسْتَدل بِهِ على أَن الْأَرْوَاح فِي الْقُبُور تنعم أَو تعذب (شرح الصدور ص ۲۳۸) ابن العربی کے حوالے سے مؤلف کہتے ہیں کہ حدیث جریدۃ سے اس بات پر استدلال کیا جاتا ہے کہ قبروں میں روحوں کو ثواب یا عذاب دیا جاتا ہے۔

۷۱۶..... وَقَالَ الْحَافِظ ابْنُ حجر فِي فَتَاوَاه أَرْوَاح الْمُؤمنِينَ فِي عليين وارواح الْكَافرين فِي سِجِّين وَلكل روح بجسدها اتصال معنوي لَا يشبه الاتصال فِي الْحَيَاة الدُّنْيَا بل اشبه شَيْء بِهِ حَال النَّائِم وَإِن كَانَ هُوَ أَشد من حَال النَّائِم اتصالا

۷۱۷..... حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں: مؤمنین کی روحیں علیین میں اور کفار کی روحیں سجین میں ہوتی ہیں اور ہر روح کا اپنے جسد کے ساتھ معنوی اتصال ہوتا ہے اور یہ اتصال دنیاوی زندگی والے اتصال کے مشابہ نہیں ہے بلکہ اس کی زیادہ مشابہت سونے والے کے حال کے ساتھ ہے، اگرچہ میت کی روح کا اتصال سونے والے کے اتصال سے زیادہ قوی ہوتا ہے۔ (شرح الصدور ص ۲۳۹)

۷۱۸..... شیخ عز الدین بن عبد السلام (م ۶۶۰ ھ) کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں: وَاما حَدِيث كَعْب نسمَة الْمُؤمن إِلَى آخِره فَهٰذَا الْعُمُوم مَحْمُول على الْمُجَاهدين لِأَنَّهُ قد ورد أَن الرّوح فِي الْقَبْر يعرض عَلَيْهَا مقعدها من الْجنَّة وَالنَّار ولانا امرنَا بِالسَّلَامِ على الْقُبُور وَلَوْلَا أَن الْأَرْوَاح تدْرك

لما كان فيه فائدة (شرح الصدور ص ۲۳۹) حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث (کہ مؤمن کی روح جنت کے درختوں میں معلق رہتی ہے) اس سے مراد مجاہدین کی روحیں ہیں کیونکہ یہ بات ثابت ہے کہ قبر میں روح پر جنت و دوزخ کا ٹھکانہ پیش کیا جاتا ہے اور اس لئے بھی کہ ہمیں قبروں پر سلام کا حکم دیا گیا ہے اور اگر ارواح سلام کا ادراک نہیں کرتیں تو اس عمل کا کوئی فائدہ نہیں۔

۷۱۹...... ويؤيد هذا ذكر من الاتصال بالاجساد والاشتراك في النعيم او العذاب ما اخرجه الامام احمد في الزهد عن وهب بن منبه ان حزقيل عليه السلام الخ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ارواح کا اجساد عنصریہ کے ساتھ اتصال اور ثواب وعذاب میں دونوں کے اشتراک کی تائید امام احمد بن حنبل کی اس روایت سے ہوتی ہے جس کو انہوں نے اپنی کتاب الزہد میں وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے وہ روایت یہ ہے: حزقیل علیہ السلام کہتے ہیں میرے پاس ایک فرشتہ آیا، اس نے مجھے اٹھایا اور ایک چٹیل میدان میں رکھ دیا جس میں جنگ ہوئی تھی اور اس میں دس ہزار مقتول اس حالت میں پڑے تھے کہ ان کے گوشت بکھر چکے تھے اور ان کے جوڑ جدا ہو گئے تھے، حضرت حزقیل علیہ السلام فرماتے ہیں میں نے ان کو بلایا۔ پس یکلخت ہر ہڈی اپنے جوڑ کی طرف آ گئی پھر ان پر گوشت چڑھ گیا پھر چمڑے پھیل گئے اور میں یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا، جب وہ بیٹھ گئے تو میں نے ان سے پوچھا تم کس حال میں تھے؟ انہوں نے کہا جب ہم مر گئے اور زندگی ہم سے جدا ہو گئی تو ہم سے ایک فرشتہ ملا جس کا نام میکائیل ہے اس نے کہا اپنے اعمال لاؤ اور اپنے اجر پاؤ، تمہارے بارے میں اور تم سے پہلے اور بعد والے لوگوں کے بارے میں ہمارا یہی طریقہ ہے۔ پس اس نے ہمارے اعمال میں بت پرستی دیکھی تو کیڑے ہمارے اجساد پر مسلط کر دیئے گئے جس سے ہماری روحوں نے تکلیف پائی اور غم ہماری روحوں پر مسلط کر دیا گیا جس سے ہمارے جسموں کو تکلیف پہنچی۔ پس ہمیں لگاتار یہی عذاب دیا جاتا رہا یہاں تک کہ آپ نے ہمیں بلایا۔ (شرح الصدور ص ۱۶۳، ۱۶۴)

فائدہ: اس سے ثابت ہوا کہ عذاب قبر روح اور بدن عنصری کو ہوتا ہے اور روح کا بدن عنصری کے ساتھ ایسا تعلق ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کے عذاب کی تکلیف دونوں کو پہنچتی ہے۔

۷۲۰...... ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں: وإنما يأتي الغلط هنا من قياس الغائب على الشاهد فيعتقد أن الروح من حيث ما يعهد من الأجسام التي إذا بلغت مكاناً لم يمكن أن تكون في غيره وهذا غلط محض، وقد رأى النبي صلى الله عليه وسلم ليلة الإسراء موسى قائماً في قبره ورآه في السماء السادسة. والروح هناك كانت في مثال البدن ولها اتصال بالبدن حيث يصلي في قبره ويرد السلام (بشری الکئیب ص ۶۴) بعض لوگوں نے یہ عقیدہ اختیار کیا ہے کہ جیسے اجسام جب ایک جگہ پہنچ جائیں تو اس وقت ان کا دوسری جگہ میں ہونا ممکن نہیں ایسے ہی روح بھی جب ایک جگہ میں ہو تو اس کا دوسری جگہ کے ساتھ تعلق ناممکن ہے اور یہ محض غلط ہے اور غلطی کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے غائب اور مخفی چیز کا قیاس کیا ہے محسوس اجسام پر۔ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسراء کی رات موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے دیکھا اور ان کو چھٹے آسمان میں بھی دیکھا اور روح وہاں پر مثالی بدن میں تھی جس کا قبر والے بدن کے ساتھ اتنا اتصال تھا کہ جس کی وجہ سے آپ قبر میں نماز پڑھتے ہیں اور سلام کا جواب لوٹاتے ہیں۔

فائدہ: چھٹے آسمان پر موسیٰ علیہ السلام کا بدن عنصری تھا یا بدن مثالی، اس میں دونوں قول ہیں، امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس جگہ بدن مثالی والا قول اختیار کر کے منکرین معترضین کی غلط فہمی کا جواب دیا ہے۔

علامہ قسطلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (ابو العباس احمد بن محمد بن ابی بکر، قتیبی مصری۔م ۹۲۳ھ)

۷۲۱...... وفی ھذا الحدیث اثبات عذاب القبر وسؤال الملکین (ارشاد الساری ج۱ ص۱۸۵) اس حدیث (تفتنون فی قبورکم) میں عذاب قبر اور منکر نکیر کے سوال کا اثبات ہے۔

۷۲۲...... (مرّ النبی ﷺ۔ بقبرین فقال انھما لیعذبان) اسند العذاب الی القبرین من باب ذکر المحل وارادۃ الحال (ارشاد الساری ج۱ ص۲۸۹) نبی کریم ﷺ دو قبروں کے پاس گزرے اور فرمایا ان دونوں قبروں کو عذاب دیا جا رہا ہے، بظاہر عذاب کی نسبت دو قبروں کی طرف ہے جو محل ہیں لیکن اس سے مجازاً ارادہ حال کا ہے یعنی قبروں کے اندر جو مدفون ہیں ان کو عذاب دیا جا رہا ہے۔

۷۲۳...... علامہ قسطلانی لکھتے ہیں صاحبِ توشیح (علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا ہے: ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجسادھم وانھم احیاء فی قبورھم یصلّون اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے اجساد کو کھائے اور بے شک وہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں۔ (ارشاد الساری ج۱ ص۴۳۰)

۷۲۴...... ان عذاب القبر حق یجب الایمان بہ وقد دل القرآن فی مواضع علی انہ حق الخ بے شک عذاب قبر حق ہے اس پر ایمان لانا واجب ہے اور قرآنِ کریم میں متعدد دلائل ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ عذاب قبر حق ہے۔ (اس کے بعد مؤلف نے دو آیتیں ذکر کی ہیں) (ارشاد الساری ج۲ ص۲۷۰)

۷۲۵......(فان کانت) ای الجنازۃ (صالحۃ قالت) قولاً حقیقیًا (قدمونی) (ارشاد الساری ج۲ ص۴۱۹) اگر میت نیک ہو تو وہ کہتی ہے: قدمونی. مؤلف فرماتے ہیں کہ اس سے حقیقی قول مراد ہے۔ (یعنی زبان سے کہنا، جو جسم کے زندہ ہونے کا تقاضا کرتا ہے، قول حالی مراد نہیں)

۷۲۶...... (فان کانت صالحۃ قالت) حقیقۃ بلسان القال بحروف واصوات یخلقھا اللہ تعالیٰ فیھا (قدمونی) (ارشاد الساری ج۲ ص۴۲۱) اگر میت نیک ہوتی ہے تو وہ حقیقتاً زبانِ قال کے ساتھ کہتی ہے: قدمونی اور زبانِ قال میں حروف اور آوازیں ہوتی ہیں جن کو اللہ اُس میت میں پیدا کر دیتا ہے۔

۷۲۷...... فان قلت لم منعت الجن سماع ھذہ الصیحۃ دون سماع کلام المیت اذا حمل وقال قدمونی الخ میت کا کلام قدمونی، اس کو جن سنتے ہیں، لیکن قبر کی چیخیں جن نہیں سنتے، فرق یہ ہے کہ میت کا قدمونی کہنا دفن ہونے سے پہلے دنیا کے حکم میں ہے اور اللہ تعالیٰ نے جنوں میں اتنی قوت رکھ دی ہے کہ وہ اس کو سن سکتے ہیں، جب کہ انسانوں میں اتنی قوت نہیں اس لئے وہ نہیں سن سکتے اور قبر میں دفن ہونے کے بعد جزاء سزا جو شروع ہوتی ہے یہ آخرت کے حکم میں ہے اور قبر میں میت کی چیخیں اخروی ہیں اور جن وانس ابھی دنیا میں ہیں اس لئے ان کے سننے کی نہ جنوں میں طاقت ہے نہ انسانوں میں۔ (ارشاد الساری ج۲ ص۴۳۵)

۷۲۸......(باب ما جاء فی عذاب القبر) قد تظاھرت الدلائل من الکتاب والسنۃ علی ثبوتہ واجمع علیہ اھل السنۃ ولا مانع فی العقل ان یعید اللہ الحیاۃ فی جزء من الجسد او فی جمیعہ علی الخلاف

المعروف فیثیبہ و یعذبہ الخ عذاب قبر کے ثبوت پر قرآن وسنت سے قوی دلائل قائم ہیں اور اس پر اہل سنت کا اجماع ہے اور عقلاً بھی اس بات سے کوئی مانع نہیں کہ اللہ تعالیٰ جسم کے ایک جزء میں یا پورے جسم میں حیات لوٹا دے جیسا کہ یہ اختلاف مشہور ہے (کہ حیات پورے جسم میں لوٹتی ہے یا ایک جزء میں) پھر اس جسم کو ثواب اور عذاب دے، جب عقلاً کوئی مانع نہیں اور شریعت اس کے ساتھ وارد ہوئی ہے تو اس کو قبول کرنا اور اس کا عقیدہ رکھنا واجب ہے اور قبر کے عذاب وثواب میں یہ بات مانع نہیں بن سکتی کہ میت کے اجزاء منتشر ہو جائیں جیسا کہ عادۃً اس کا مشاہدہ ہوتا ہے یا اس کو درندے کھالیں یا دریا کی مچھلیاں کھالیں، کیونکہ جس طرح اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن لوٹائے گا تو وہ اس پر بھی قادر ہے کہ وہ قبر میں منتشر اجزاء میں حیات لوٹا دے، پس کوئی بعید نہیں کہ ایک ہی شخص کی روح کا مشرق ومغرب میں پھیلے ہوئے اجزاء میں سے ہر جزء کے ساتھ آنِ واحد میں تعلق ہو جائے، کیونکہ روح کا تعلق حلول (دخول) کے طریقے سے نہیں ہوتا کہ ایک جزء میں حلول دوسرے جزء میں حلول سے مانع بن جائے۔ صاحب مصابیح الجامع نے کہا کہ عذاب قبر کے بارے میں احادیث بہت زیادہ ہیں۔ حتیٰ کہ متعدد علماء نے یہ بات ذکر کی ہے کہ یہ احادیث متواتر ہیں اور ان کے جھوٹ پر اتفاق ناممکن ہے اور اگر ان جیسی احادیث صحیح نہ ہوں تو دین کی کوئی بات بھی صحیح نہیں ہوسکتی۔ (ارشاد الساری ج ۲ ص ۴۶۰)

۷۲۹...... (فیقعدانہ)فتعادروحہ فی جسدہ (ارشاد الساری ج ۲ ص ۴۶۴) منکر نکیر میت کو قبر میں بٹھاتے ہیں (اس پر سوال ہوتا ہے کہ قبر میں مردہ کو کیسے بٹھاتے ہیں، علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں) کیونکہ میت کی روح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے۔ (وہ زندہ ہو جاتا ہے اس لئے اس کو بٹھانے میں کوئی اشکال نہیں)

۷۳۰...... وعندہ (ای ابن حبان) من وجہ آخر عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ویرحب لہ فی قبرہ سبعین ذراعًا وینوّر لہ کالقمر لیلۃ البدر، وعندہ ایضًا: فیزداد غبطۃ وسرورًا ... وتجعل روحہ فی نسم طائر یعلق فی شجر الجنۃ (ارشاد الساری ج ۲ ص ۴۶۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث محدث ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک اور سند سے مروی ہے جس میں ہے کہ میت کی قبر کو ستر ہاتھ تک فراخ کر دیا جاتا ہے اور قبر ایسے روشن ہو جاتی ہے جیسے چودہویں رات کا چاند، ابن حبان کی حدیث میں یہ بھی ہے اس کو قبر میں اتنی نعمتیں اور راحتیں نصیب ہوتی ہیں کہ وہ قابل رشک ہوتا ہے اور اس کی روح پرندے کی صورت والی سواری پر سوار ہو کر جنت کے درختوں سے پھل کھاتی ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ قبر میں مدفون جسم عنصری اور روح کے درمیان تعلق ہوتا ہے، اصالۃً روح جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتی ہے لیکن تعلق کی وجہ سے قبر میں مدفون جسم میں حیات بھی آجاتی ہے اور وہ تبعاً اُنہی نعمتوں سے لطف اندوز بھی ہوتا ہے، اگر قبر میں مدفون جسم میں حیات نہ ہو تو ستر ہاتھ قبر کو فراخ کرنا اور چودہویں رات کی چاندنی کی طرح قبر کو روشن کرنا بے فائدہ ہے اور بغیر حیات کے وہ لطف اندوز کیسے ہوسکتا ہے؟

۷۳۱...... (فیصیح صیحۃ یسمعھا من یلیہ) مفھومہ ان من بعُد لا یسمعہ. لکن فی حدیث البراء یسمعھا ما بین المشرق والمغرب والمفھوم لا یعارض المنطوق وفی حدیث ابی سعید عند احمد یسمعہ خلق اللہ کلھم (غیر الثقلین) الجنّ والانس (ارشاد الساری ج ۲ ص ۴۶۵) قبر میں جب کافر کو عذاب ہوتا ہے تو وہ اس طرح چیختا ہے کہ قریب والے سنتے ہیں۔ مؤلف فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے ظاہر سے یہ بات سمجھی جاتی ہے کہ قریب والے سنتے ہیں اور جو دور ہیں وہ نہیں سنتے (اور اہل علم حدیث سے ایسی سمجھی ہوئی بات کو

مفہوم مخالف کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں) اور حدیث براء رضی اللہ عنہ میں صراحت ہے کہ اس چیخ کو وہ مخلوق سنتی ہے جو مشرق ومغرب کے درمیان میں ہے، اسی طرح حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں صراحت ہے کہ اللہ کی تمام مخلوق سنتی ہے سوائے جن وانس کے، حدیث براء اور حدیث ابی سعید میں جو کچھ فرمایا گیا یہ منطوق ہے یعنی صریح ہے اور قاعدہ ہے کہ ہمیشہ مفہوم مخالف کے مقابلے میں منطوق کو ترجیح ہوتی ہے۔

فائدہ: خلاصہ یہ کہ قبر میں مستحق عذاب کو عذاب ہوتا ہے اور اس کی چیخیں جن وانس کے علاوہ مشرق ومغرب تک کی سب ذی روح مخلوق سنتی ہے، یہ ایسے ہی ہے جیسے آج پوری دنیا ایک گھر بن چکی ہے کہ ایک آدمی اپنے گھر میں بیٹھا ہوا جدید آلات کے ذریعے پوری دنیا سے آوازیں سن سکتا ہے اور مختلف اشیاء اور مختلف احوال کا مشاہدہ کر سکتا ہے لیکن قریب سے سننے اور دیکھنے کا اثر اور ہوتا ہے اور دور سے سننے اور دیکھنے کا اثر اور ہوتا ہے، اسی طرح عذاب قبر کی چیخیں جن وانس کے علاوہ سب ذی روح مخلوق کو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے سناتے ہیں لیکن قریب والی مخلوق پر اس کا اثر زیادہ ہوتا ہے اور دور والی مخلوق پر اس سے کم اور جن حدیثوں میں یہ ذکر ہے کہ قریب والی مخلوق سنتی ہے اس سے دور والی مخلوق کے سننے کی نفی نہیں ہوتی) اس حدیث کے تحت مؤلف لکھتے ہیں: وفی ھذا الحدیث اثبات عذاب القبر وانہ واقع علی الکفار ومن شاء اللہ من الموحدین والمسألۃ اس حدیث سے عذاب قبر ثابت ہوتا ہے نیز یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ قبر کا عذاب کفار پر اور (نافرمان) مؤمنین میں سے جن پر اللہ چاہتے ہیں واقع ہوتا ہے، نیز اس حدیث سے قبر میں منکر نکیر کا سوال بھی ثابت ہوتا ہے۔

۴۳۲...... میت پر قبر میں صبح شام جنت ودوزخ کا ٹھکانہ پیش کیا جاتا ہے، اس میں ایک احتمال یہ ہے کہ میت کا کوئی جزء زندہ کیا جاتا ہے اور اس پر ٹھکانہ پیش ہوتا ہے اور زندہ ہونے کی وجہ سے وہ اس کی راحت وتکلیف کا ادراک کرتا ہے اور اس کے ساتھ کلام اور اس پر ٹھکانہ پیش کرنا صحیح ہو جاتا ہے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ ٹھکانہ صرف روح پر پیش ہوتا ہے، مؤلف فرماتے ہیں: لکن ظاھر الحدیث الاول حدیث کے ظاہر سے پہلے احتمال کا صحیح ہونا معلوم ہوتا ہے۔ (ارشاد الساری ج ۲ ص ۴۶۷)

۴۳۳...... وروی مرفوعًا ان المیت لیعرف من یحملہ ومن یغسلہ ومن یدلیہ فی قبرہ وعن مجاھد اذا مات المیت فما من شیء الا وھو یراہ عند غسلہ وعند حملہ حتی یصیر الی قبرہ (ارشاد الساری ج ۲ ص ۴۶۸) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مرفوع حدیث ہے کہ میت اس کو پہچانتی ہے جو اس کو اٹھاتا ہے، جو اس کو غسل دیتا ہے، جو اس کو قبر میں اتارتا ہے اور حضرت مجاہد تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میت اپنے غسل کے وقت اور اپنے اٹھانے کے وقت سے قبر میں پہنچنے تک جو کچھ اس کو پیش آتا ہے سب دیکھتی ہے۔

۴۳۴...... ان الانبیاء احیاء عند اللہ وان کانوا فی صورۃ الاموات بالنسبۃ الی اھل الدنیا (ارشاد الساری ج ۳ ص ۱۱۸) انبیاء علیہم السلام اگرچہ اہل دنیا کے اعتبار سے صورۃً اموات ہیں لیکن (حقیقت میں برزخی یعنی زیر پردہ مخفی حیات کے ساتھ) یقیناً زندہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ظاہر ہے اور وہ اللہ کے بہت ہی مقرب ہیں۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کے جو اجساد صورۃً اموات ہیں وہی مخفی حیات کے ساتھ زندہ ہیں اور وہ اجساد عنصریہ ہیں، بدن مثالی نہیں۔

۷۳۵...... وقد قال السهيلي اذا جاز ان يكونوا في هذه الحالة عالمين جاز ان يكونوا سامعين وذلك اما بآذان رؤوسهم على قول الاكثر او بآذان قلوبهم وقد تمسك به من يقول ان السؤال يتوجه على الروح والجسد... يجوز ان يخلق الله تعالىٰ في جميع الاجزاء او في بعضها نوعًا من الحياة قدر ما يدرك الم العذاب وهذا لا يلزم منه اعادة الروح الى الجسد ولا ان يتحرك ويضطرب او يرى العذاب عليه حتى ان الغريق في الماء والماكول في بطون الحيوانات والمصلوب في الهواء يعذب وان لم نطلع نحن عليه (ارشاد الساری ج ۲ ص ۲۵۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے مطابق جب مقتولین بدر اس حالت میں جان رہے ہیں تو یہ بھی جائز ہے کہ وہ سنیں اور یہ سننا اکثر علماء کے نزدیک سر کے کانوں کے ساتھ ہے اور بعض علماء کے نزدیک دل کے کانوں کے ساتھ ہے اور اس حدیث کے ساتھ ان لوگوں نے دلیل پکڑی ہے جو کہتے ہیں کہ قبر میں سوال روح اور جسم دونوں پر متوجہ ہوتا ہے...... جس کی صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ میت کے تمام اجزاء میں یا بعض اجزاء میں اتنی حیات پیدا کر دیتے ہیں جس کے ساتھ وہ عذاب کی تکلیف کا ادراک کر سکے، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ روح جسم میں داخل ہو اور نہ یہ لازم آتا ہے کہ جسم حرکت کرے اور تڑپے یا اس پر عذاب کے اثرات نظر آئیں۔ حتیٰ کہ وہ آدمی جو پانی میں غرق ہو گیا یا جانوروں کے پیٹ میں چلا گیا یا فضاء میں سولی پر لٹکا دیا گیا اس کو بھی عذاب دیا جاتا ہے اگرچہ ہم اس پر مطلع نہ ہوں۔

۷۳۶...... (لا يجمع الله عليك موتتين) قيل هو على حقيقته واشار بذلك الى الرد على من زعم انه سيحيا فيقطع ايدى رجال لانه لو صح ذلك للزم ان يموت موتة اخرى فاخبر انه اكرم على الله من ان يجمع عليه موتتين كما جمعهما على غيره كالذين خرجوا من ديارهم وهم الوف حذر الموت وكالذى مرّ على قرية وهى خاوية على عروشها وهذا اوضح الاجوبة واسلمها وقيل اراد ان لا يموت موتة اخرى في القبر كغيره اذ يحيا ليسأل ثم يموت وهذا جواب الداودى (ارشاد الساری ج ۶ ص ۴۰۷، نیز ج ۶ ص ۹۱، المواہب اللدنیہ علی المنح المحمدیہ ج ۳ ص ۵۶۶) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فرمان کہ اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا۔ دوسری روایت میں ہے کہ اللہ آپ کو دو موتیں کبھی نہیں چکھائے گا۔ یہ حقیقت پر محمول ہے (یعنی حقیقی موت مراد ہے) اس سے ان کے قول پر رد ہے جنہوں نے یہ خیال کیا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے اور لوگوں کے ہاتھ کاٹیں گے (یعنی حدود جاری کریں گے) کیونکہ اگر دوبارہ دنیا میں آنا صحیح ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دوسری حقیقی موت دنیا میں لازم آتی ہے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسی موت کی نفی کی ہے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس سے برتر ہے کہ دنیا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دو موتیں جمع کرے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بعض لوگوں پر دو موتیں جمع کیں جیسے قرآنِ کریم میں ہے: الذین خرجوا الخ ہزاروں بنی اسرائیل جو موت سے بچنے کے لئے بھاگے تھے بالآخر ان پر موت آئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہی ان کو زندہ کیا۔ اسی طرح حضرت عزیر علیہ السلام پر موت آئی پھر اللہ نے ان کو زندہ کیا۔ پھر ان زندہ ہونے والوں کو دنیا میں ہی دوبارہ موت دی تو ان پر دو موتیں جمع ہوئیں لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دوسری موت کی نفی کی گئی ہے۔ یہ جواب لکھ کر فرماتے ہیں کہ واضح ترین جواب یہی ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو قبر میں دوسری موت نہیں دیں گے جیسا کہ غیر انبیاء کو قبر میں حیات کے بعد دوبارہ موت آتی ہے۔ کیونکہ قبر میں غیر انبیاء کو زندہ کیا جاتا ہے۔ ان سے سوال ہوتا

ہے، سوال جواب کے بعد پھر ان پر موت آتی ہے، داودی رحمۃ اللہ کا جواب یہی ہے۔
فائدہ: قبر میں سوال جواب کے بعد بدن سے روح کا خروج یہی قبر والی موت ہے، لیکن اس کے بعد روح خواہ علیین میں ہو یا سجین میں، اُس کا بدن کے ساتھ معنوی تعلق قائم رہتا ہے۔ اسی لئے یہ موت ناقص ہے اور قبر میں کامل موت محضہ اُولیٰ سے ہوگی۔

۷۳۷...... (المسلم اذا سئل فی القبر) ای بعد اعادۃ روحہ الی جسدہ عن ربہ ودینہ ونبیہ (یشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمدًا رسول اللہ ﷺ -فذلک قولہ) عزوجل (یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت) الذی ثبت بالحجۃ عندھم (فی الحیاۃ الدنیا) قبل الموت کما ثبت فی الذین فتنھم اصحاب الاخدود والذین نشروا بالمناشیر (وفی الآخرۃ) فی القبر بعد اعادۃ روحہ فی جسدہ وسؤال الملکین لہ. وانما حصل لھم الثبات فی القبر بسبب مواظبتھم فی الدنیا علی ھذا القول. ...وقیل فی الحیاۃ الدنیا فی القبر عند السؤال وفی الآخرۃ عند البعث اذا سئلوا عن معتقدھم فی الموقف فلا یتلعثمون ولا تدھشھم اھوال القیامۃ (ارشاد الساری ج ۷ ص ۱۸۹) قبر میں مسلمان کے جسد میں روح لوٹانے کے بعد اس کے رب، دین اور نبی کے متعلق اس سے سوال کیا جاتا ہے، اس کا ثبوت قرآنِ کریم کی اس آیت میں ہے: یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت الخ قول ثابت سے مراد شہادتین ہے، یعنی اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دنیا کی زندگی میں اس قول ثابت کی برکت سے ثابت قدم رکھتا ہے۔ مذکورہ آیت میں حیات دنیا سے مراد ہے قبل الموت۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اصحاب الاخدود کو اور جنہیں آریوں کے ساتھ چیرا گیا ان کو اس فتنے میں ثابت قدم رکھا اور آخرت سے مراد ہے قبر میں جسم عنصری میں روح کو لوٹانے کے بعد منکر نکیر کے سوال کے وقت ثابت رکھنا اور قبر میں ان کو ثابت قدمی نصیب ہوتی ہے دنیا میں اس قول پر ثابت رہنے کی برکت سے ...... دوسری تفسیر یہ ہے کہ: فی الحیاۃ الدنیا سے مراد قبر میں سوال کے وقت ثابت قدمی اور فی الآخرۃ سے مراد ہے قیامت کے دن موقف میں عقائد کے متعلق سوال کے وقت ثابت قدمی، نیز قیامت کی ہولناکیوں سے ان پر ہوش وحواس اڑا دینے والی پریشانی نہیں آئے گی۔

۷۳۸...... (یعذبون عذابًا تسمعہ البھائم کلھا) والعذاب لیس مسموعًا فالمسموع صوت المعذب او بعض العذاب مسموع کالضرب (ارشاد الساری ج ۹ ص ۲۱۰) حدیث میں ہے کہ قبر کے عذاب کو سارے جانور سنتے ہیں، اس پر سوال ہوا کہ خود عذاب تو نہیں سنا جا سکتا۔ مؤلف نے اس کے دو جواب دیئے۔ ایک یہ کہ اس سے مراد ہے جس شخص کو عذاب دیا جا رہا ہے اس کی آواز یعنی چیخ وپکار۔ دوسرا یہ کہ ہوسکتا ہے کہ بعض عذاب بھی ایسے ہیں جن سے آواز پیدا ہوتی ہے جیسے گرزوں کے مارنے کی آواز۔

۷۳۹...... ھذا العرض یقع علی الروح حقیقۃ وعلی ما یتصل بہ من البدن الاتصال الذی یمکن بہ ادراک التنعیم او التعذیب (ارشاد الساری ج ۹ ص ۲۹۹) قبر میں جنت ودوزخ کا ٹھکانہ روح وبدن دونوں پر پیش ہوتا ہے، روح پر حقیقتاً واصالۃً اور بدن پر تبعاً۔ کیونکہ روح کا بدن کے ساتھ اتنا اتصال ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے بدن کے لئے ثواب یا عذاب کا ادراک ممکن ہوتا ہے۔

۷۴۰۔۔۔۔۔ انه حی فی قبره ويصلی فيه باذان واقامة وكذلك الانبياء. ولهذا قيل لاعدة على ازواجه (المواہب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ ج ۲ ص ۳۹۲) نبی ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اس میں اذان واقامت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے انبیاء بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں، اسی لئے نبی ﷺ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ کی ازواج پر عدت نہیں۔ (کیونکہ جب آپ ﷺ حقیقتاً زندہ ہیں تو موت کی وجہ سے آپ کا نکاح ختم نہیں ہوا)

۷۴۱۔۔۔۔۔ وقد ثبت ان الانبياء يحجون ويلبون فان قلت كيف يصلون ويحجون ويلبون وهم اموات فی الدار الآخرة وليست دار عمل؛ فالجواب انهم كالشهداء بل افضل منهم والشهداء احياء عند ربهم يرزقون فلا يبعد ان يحجوا ويصلوا. او نقول ان البرزخ الخ۔۔۔۔ تحقیق یہ بات ثابت ہے کہ انبیاء حج کرتے ہیں تلبیہ کہتے ہیں۔ باقی اگر کوئی یہ سوال کرے کہ انبیاء علیہم السلام پر موت آ چکی ہے، یہ صلوۃ اور حج میں مانع ہے، نیز موت کے بعد وہ دار آخرت میں ہیں اور دار آخرت دار العمل نہیں، تو نماز کیسے پڑھتے ہیں اور حج کیسے کرتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام شہداء سے افضل ہیں اور شہداء مخفی حیات کے ساتھ زندہ ہیں اور اپنے رب کے ہاں مقرب ہیں رزق دیئے جاتے ہیں (تو انبیاء بطریق اولیٰ زندہ ہیں) تو کوئی بعید نہیں کہ وہ حج کریں، تلبیہ کہیں، نماز پڑھیں یا یہ جواب ہے کہ برزخ (قبر) من وجہ دنیا کے حکم میں ہے اس لئے وہ قبر میں جو اعمال کرتے ہیں زیادہ اجر وثواب کے لئے اور تلذذ کے لئے ہے اور من وجہ آخرت کے حکم میں ہے اس لئے یہ اعمال مکلف ہونے کے طور پر نہیں، موت اور دار آخرت یہ دونوں اعمال تکلیفیہ میں مانع ہیں۔ (ایضاً ج ۲ ص ۳۹۲)

۷۴۲۔۔۔۔۔ وقد قال صاحب التلخيص ان ماله ﷺ بعد موته قائم علی نفقته وملكه وعده من خصائصه ونقل امام الحرمين عنه ان ما خلفه بقی علی ما كان فی حياته الخ صاحب تلخیص کے حوالہ سے مؤلف لکھتے ہیں کہ نبی ﷺ کا مال موت کے بعد بھی آپ ﷺ کے ملک میں باقی رہتا ہے اور اس کے وہی مصارف ہوتے ہیں جو آپ کی زندگی میں تھے اور یہ آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے اور امام الحرمین نے صاحب تلخیص سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے وفات کے بعد جو کچھ چھوڑا وہ اسی حالت پر باقی رہا جو آپ کی حیات میں تھی، پس ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس میں سے آپ کے اہل پر اور آپ ﷺ کے خدام پر خرچ کرتے تھے۔ گویا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ سمجھتے تھے کہ وہ مال نبی ﷺ کے ملک میں باقی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ: فان الانبياء احياء. وهذا يقتضی اثبات الحياة فی احكام الدنيا. وذلك زائد علی حياة الشهيد انبیاء زندہ ہیں اور نبی ﷺ کی وفات کے بعد ملک کا باقی رہنا یہ تقاضا کرتا ہے کہ بعض دنیوی احکام کے اعتبار سے حیات ثابت ہے، اس سے پتہ چلا کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات شہداء کی حیات سے اعلیٰ واکمل ہے۔ (ایضاً ج ۲ ص ۳۹۲) کیونکہ شہید کی ملکیت ختم ہو جاتی ہے، نبی ﷺ کی ملکیت باقی رہتی ہے۔

۷۴۳۔۔۔۔۔ فان قلت القرآن ناطق بموته ﷺ قال الله تعالیٰ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ الخ اگر کوئی یہ سوال کرے کہ قرآن کریم میں آپ ﷺ کی موت کی صراحت ہے: انك ميت وانهم ميتون اور خود نبی ﷺ نے فرمایا: انی امرء مقبوض اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا: فان محمدا قد مات اور مسلمانوں کا اجماع ہے کہ آپ ﷺ کے لئے موت کا لفظ بولنا درست ہے۔ اس کا جواب علامہ قسطلانی نے شیخ تقی

الدین سبکی کے حوالے سے نقل کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ موت وقتی تھی، دائمی نہیں تھی، اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو موت کے بعد ایسی حیات عطاء کر دی جو شہداء کی حیات سے اعلیٰ وافضل اور اکمل ہے۔ کیونکہ دنیا والی حیات عارضی ہے اور قبر والی حیات دائمی اور حقیقی ہے اس لئے اس کو دنیا والی حیات کے مقابلے میں حیات اخروی کہا جاتا ہے۔ نیز قبر والی حیات مخفی ہے اس لئے اس کو حیات برزخی بھی کہا جاتا ہے یعنی زیر پردہ حیات، لیکن ہے وہ جسد عنصری میں ہے اور یہ بات واضح رہے کہ انبیاء کی موت دائمی نہیں بلکہ چند لمحوں کے لئے ہوتی ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ جو حقیقی حیات عطاء کرتے ہیں وہ دائمی ہوتی ہے، لیکن غیر انبیاء کو جو موت آتی ہے وہ موت دائمی ہے صرف قبر میں سوال کے وقت چند لمحوں کے لئے کامل شعور وادراک والی حیات بحال ہوتی ہے اس کے بعد اتنی حیات باقی رکھی جاتی ہے جس سے راحت وتکلیف کا احساس وادراک ہو سکے جو دنیا والی حیات کے مقابلے میں کالعدم ہے، ورنہ جو ان کے اوپر موت آئی تھی اور اس سے جو حیات زائل ہوئی وہ تا قیامت بحال نہیں ہوتی، اس لئے ان کی موت دائمی ہے اور موت کی وجہ سے انقطاع ملک اور وارثوں کی طرف ملک کا انتقال اس کی شرط ہے موت کا دائمی ہونا جو غیر انبیاء کے لئے ہے اور انبیاء علیہم السلام کی موت دائمی نہیں بلکہ وفات کے بعد ان کی حیات دائمی ہے اور یہ حیات روح کے لئے بلاشبہ ثابت ہے اور انبیاء کے اجساد کے لئے بھی ثابت ہے کیونکہ صحیح حدیث میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اجساد بوسیدہ نہیں ہوتے اور روح کا جسد کی طرف لوٹنا تمام مردوں کے لئے ثابت ہے تو شہداء کے لئے بطریق اولیٰ ثابت اور انبیاء علیہم السلام کے لئے شہداء سے بھی بطریق اولیٰ ثابت ہے۔ ہاں! البتہ یہ بات غور طلب ہے کہ روح انبیاء کے بدن میں برقرار رہتی ہے اور بدن میں حیات کی حالت وہی ہے جو دنیا میں تھی۔ (یعنی حیات جسد ودخول روح)، یا دنیا والی حیات سے مختلف حیات ہے کہ روح بدن میں نہیں ہوتی بلکہ وہاں ہوتی ہے جہاں اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں یعنی اعلیٰ علیین میں۔ (لیکن بدن کے ساتھ اتصال وتعلق کی وجہ سے جسد میں اعلیٰ درجے کی حقیقی حیات موجود رہتی ہے) کیونکہ حیات کے لئے روح کے بدن میں داخل ہونے سے حیات کا پیدا ہو جانا امر عادی ہے عقلی نہیں۔ (یعنی روح کے داخل ہونے کے بغیر محض روح کے اتصال وتعلق سے بھی حیات پیدا ہو جاتی ہے اگر چہ دنیا میں عادۃً دخول روح سے حیات آتی ہے اس لئے فرمایا: ونفخت فیہ من روحی) پس حیات محض اتصال روح اور تعلق روح سے عقلاً جائز ہے جب عقلاً جائز ہے تو اگر اس پر کوئی شرعی دلیل قائم ہو جائے کہ روح اپنے مستقر میں ہونے کے باوجود جسم قبر میں زندہ ہے تو اس کی اتباع ضروری ہے اور جسد عنصری کی حیات کی یہی صورت علماء کی جماعت نے ذکر کی ہے اور انبیاء کی قبر میں حیات پر دلیل موسیٰ علیہ السلام کا قبر میں نماز پڑھنا ہے۔ فان الصلاۃ تستدعی جسدا حیا وکذلك الصفات المذکورۃ فی الانبیاء لیلۃ الاسراء کلها صفات الاجسام کیونکہ نماز زندہ جسم کا تقاضا کرتی ہے، اسی طریقے سے اسراء کی رات میں جن انبیاء سے ملاقات کا ذکر ہے ان انبیاء کی جو صفات ذکر کی گئی ہیں وہ سب اجسام کی صفات ہیں۔ (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اِسراء کی رات انبیاء علیہم السلام کے اجساد اصلیہ تھے جن سے ملاقات ہوئی اور ایسا تبھی ہو سکتا ہے جب وہ اجساد زندہ ہوں) اور اجساد کے قبروں میں حقیقتاً زندہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ دنیا والی حیات کی طرح اس حیات میں خورد ونوش وغیرہ کی طرف محتاج ہوں، بلکہ ان کے لئے دنیا کی حیات سے مختلف حکم ہے۔ فلیس فی العقل ما یمنع اثبات الحیاۃ الحقیقیۃ لهم واما الادراکات کالعلم والسماع فلا شك ان ذلك ثابت لهم بل ولسائر الموتی کوئی ایسا عقلی مانع نہیں جو ان کے لئے حیات

حقیقیہ کے ثابت ہونے میں مانع ہو۔ باقی رہے ادراکات جیسے علم اور سمع تو اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ انبیاء علیہم السلام کے لئے بلکہ تمام مُردوں کے لئے ثابت ہیں۔

فائدہ: اور علم وسمع موقوف ہے حیات پر۔

۷۴۴...... ان الانبیاء احیاء فی قبورھم فوصف النبوۃ باق للجسد والروح معا (ایضاً ج ۲ ص ۳۹۵، نیز ج ۲ ص ۵۳۳) انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں، پس وصفِ نبوت جسم اور روح دونوں کے لئے باقی ہے۔

۷۴۵...... ونقل السبکی فی طبقاته عن ابن فُورك انه قال انه -ﷺ- حی فی قبرہ رسول الله ابد الآباد علی الحقیقة لا المجاز انتهی (ایضاً ج ۲ ص ۳۹۵، نیز ج ۲ ص ۵۳۳) سبکی نے طبقات الشافعیہ میں ابن فورک سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور ہمیشہ ہمیشہ اللہ کے رسول ہیں حقیقی طور پر نہ کہ مجازی طور پر (مثلاً چیز کا محفوظ اور تر وتازہ رہنا مجازاً یہ بھی حیات ہے لیکن یہاں یہ معنی مراد نہیں)

۷۴۶...... ولا مانع ان الانبیاء علیہم السلام- یصلون فی قبورھم لانھم احیاء عند ربھم یرزقون، فھم یتعبدون بما یجدون من دواعی انفسھم لا بما یلزمون به کما یلھم اھل الجنة الذکر (ایضاً ج ۲ ص ۴۵۲) اس بات سے کوئی مانع نہیں کہ انبیاء اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں کیونکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے بہت ہی مقرب ہیں رزق دیئے جاتے ہیں۔ مکلف ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے نفسوں کے طبعی تقاضوں کی وجہ سے عبادت کرتے ہیں۔ جیسا کہ اہل جنت کو ذکر کا الہام کیا جائے گا تو وہ اپنی طبعی چاہت سے ذکر کریں گے مکلف ہونے کی وجہ سے نہیں۔

۷۴۷...... وقد روی عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ- قال لا ینبغی رفع الصوت علی نبی حیاً ولا میتاً وروی عن عائشة رضی اللہ عنہا- انها کانت تسمع صوت الوتد یوتد والمسمار یضرب فی بعض الدور المطیفة بمسجد النبی -ﷺ- فترسل الیهم لا تؤذوا رسول الله -ﷺ- قالوا وما عمل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ- مصراعی دارہ الا بالمناصع توقیا لذلك نقله ابن زبالة فیجب الادب معه کما فی حیاته (ایضاً ج ۳ ص ۵۹۳) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی ﷺ کی زندگی میں اور وفات کے بعد آپ ﷺ کے پاس آواز بلند کرنا جائز نہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب وہ مسجد نبوی کے ارد گرد کے کسی گھر میں آواز سنتیں کہ دیوار میں میخ گاڑی جا رہی ہے تو ان کی طرف پیغام بھیجتیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تکلیف نہ پہنچاؤ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کا دروزاہ بنوانا تھا تو انہوں نے آبادی سے باہر دروازہ بنوایا تاکہ دروازہ بنانے کی آواز نبی کریم ﷺ کے لئے باعث ایذاء نہ بنے۔

۷۴۸...... ثم یقول الزائر... السلام علیك یا رسول الله الخ... اشهد انك قد بلغت الرسالة الخ (ایضاً ج ۳ ص ۵۹۴) زیارت کرنے والا کہے: "السلام علیك یا رسول الله، السلام علیك یا نبی الله الخ...... میں گواہی دیتا ہوں کہ تحقیق آپ نے پیغام پہنچا دیا، امانت ادا کر دی۔ امت کی خیر خواہی کی اور اللہ کے راستے میں جہاد کرنے کا حق ادا کیا۔" فان اوصاہ احد بابلاغ السلام الی النبی -ﷺ- فلیقل السلام علیك یا رسول الله من فلان الخ اگر کسی نے اس کو نبی ﷺ کی طرف سلام پہنچانے کی وصیت کی ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ قبر کے پاس یوں کہے اے اللہ کے رسول! فلاں بن فلاں کی طرف سے آپ پر سلام۔ (ایضاً ج ۳ ص ۵۹۷)

فائدہ: صیغہ خطاب کے ساتھ آپ کو سلام کرنا اور دور والے کا سلام پہنچانا حیات کی دلیل ہے۔

۷۴۹ ...... ویکثر من الصلاة والسلام علی النبی ﷺ بحضرته الشریفة حیث یسمعه ویرد علیه وقد روی ابو داود من حدیث ابی هریرة انه ﷺ قال: مامن مسلم یسلم علی الخ (ایضا) اور نبی کریم ﷺ کی جناب میں قبر کے پاس حاضری کے وقت درود وسلام کثرت سے پڑھے۔ کیونکہ آپ ﷺ اس کو سنتے ہیں اور سلام کا جواب عنایت فرماتے ہیں، امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جو مسلمان مجھ پر سلام کرے گا اللہ میری روح کو متوجہ کردے گا اور میں اس کے سلام کا جواب دوں گا۔

۷۵۰ ...... ولا شك ان حیاة الانبیاء علیہم السلام ثابتة معلومة مستمرة ونبینا ﷺ افضلهم. واذا کان کذلك فینبغی ان تکون حیاته ﷺ اکمل واتم من حیاة سائرهم فان قال سقیم الطبع ردء الفهم لو کانت حیاته ﷺ مستمرة ثابتة لما کان لرد روحه معنی الخ اس میں کوئی شک نہیں کہ یقیناً انبیاء علیہم السلام کی دائمی حیات قطعی طور پر ثابت ہے اور ہمارے نبی کریم ﷺ ان سب سے افضل ہیں جب آپ ﷺ ان سب میں افضل ہیں تو مناسب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی حیات بھی تمام انبیاء کی حیات سے اکمل اور اتم ہو، اگر کوئی بدمزاج اور کج فہم کہے کہ اگر نبی کریم ﷺ کی حیات دائمی طور پر ثابت ہے تو سلام کے وقت آپ ﷺ کی روح کے لوٹانے کا کیا معنی؟

اس کے کئی جواب ہیں۔ (۱) اس کا حقیقی معنی مراد نہیں بلکہ رد روح کے عنوان سے آپ ﷺ کی حیات کا دوام بیان کرنا مقصود ہے کیونکہ آپ ﷺ پر سلام ہمہ وقت پیش ہوتا رہتا ہے تو جواب بھی آپ ﷺ کی طرف سے ہمہ وقت ملتا ہے جب سلام وجواب دائمی ہے تو لازماً حیات بھی دائمی ہوگی۔ (۲) رد روح سے مراد ہے انوارات الٰہیہ میں استغراق والی حالت سے سلام وجواب والی حالت کی طرف متوجہ کرنا تاکہ امتیوں کو سلام کے جواب کی سعادت نصیب ہوجائے اور آپ کے سلام سننے اور جواب دینے کی اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے ایسی حالت پیدا کردی ہے کہ اگر کروڑوں مسلمان ہر لحظہ سلام پیش کریں تو آپ اپنی اس روحانی توجہ کی حالت میں سب کا سلام سنتے ہیں اور مؤلف فرماتے ہیں کہ: ولقد رایت من ذلك مالا استطیع ان اعبر عنه میں نے اس کا جو نظارہ دیکھا ہے میں اس کو بیان کرنے کی طاقت نہیں رکھتا اور جس سے یہ سوال کیا گیا کہ ایک ہی آن میں مشرق ومغرب کے مسلمان آپ پر سلام پیش کرتے ہیں تو آپ ﷺ ہر ایک کو کیسے جواب دیتے ہیں؟ جواب دینے والے نے خوب جواب دیا۔ اس نے جواب میں ابوالطیب (متنبی) کا یہ شعر پڑھا: کالشمس فی وسط السماء ونورها یغشی البلاد مشارقا ومغاربا جیسے سورج آسمان کے وسط میں ہے اور اس کے نور نے مشرق ومغرب کے تمام شہروں کو ڈھانپ رکھا ہے اور کوئی شک نہیں کہ حضور ﷺ کا برزخ میں حال فرشتوں کے حال سے افضل اور اکمل ہے، جیسے عزرائیل علیہ السلام لاکھوں روحیں ایک ہی وقت میں قبض کر لیتے ہیں اور ایک روح کا قبض کرنا دوسری ارواح کے قبض کرنے میں رکاوٹ نہیں بنتا اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اللہ کی عبادت میں بھی مشغول رہتے ہیں اور تسبیح وتقدیس میں منہمک رہتے ہیں۔ پس ہمارے نبی ﷺ زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں اور اپنے رب کی عبادت اور اس کی تجلیات کا مشاہدہ کرتے ہیں اور ہمیشہ اس کے قرب حاصل کرنے میں ترقی کرتے رہتے ہیں اور اللہ کے خطاب کے سننے کے ساتھ لطف اندوز ہوتے رہتے ہیں۔ (اسی طرح آپ ﷺ کے یہ اشغال سلام سننے اور جواب دینے میں رکاوٹ نہیں

سننے اور نہ ہی سلام کا سننا اور جواب دینا دوسرے اشغال میں رکاوٹ بنتا ہے) (ایضاح ج۳ ص۵۹۹)

فائدہ: یہ اشکال پیدا ہوتا ہے احوال برزخ کو احوال دنیا پر قیاس کرنے سے جو درست نہیں۔ نیز اشکال پیدا ہوا اللہ تعالیٰ کی قدرت کو نظر انداز کرنے سے اور اس بات کو نظر انداز کرنے سے کہ احوال برزخ خرق عادت احوال ہیں۔ پس ان کو امور عادیہ کے تحت لانے کی سوچ وفکر غلط ہے۔ اگر یہ لوگ اس بات کو ملحوظ رکھیں کہ امور برزخ خرق عادت امور ہیں جو اسباب دنیا کے تحت نہیں بلکہ خالصۃً اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وجود پذیر ہوتے ہیں تو اس نوعیت کے شبہات واشکالات پیدا نہیں ہو سکتے۔

۷۵۱...... واذا ثبت بشهادة قوله تعالىٰ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ حياةُ الشهيد، ثبت للنبي ﷺ بطريق الاولى والذى عليه جمهور العلماء ان الشهداء احياء حقيقة الخ... وقد ثبت ان نبينا ﷺ مات شهيدا لاكله يوم خيبر من شاة مسمومة سمّا قاتلا من ساعته حتى مات منه بشر بن البراء، وصار بقاؤه ﷺ معجزة فكان الم السم يتعاهده الى ان مات به ولذا قال فى مرض موته - كما مر - ما زالت اكلة خيبر تعادّني حتى كان الآن قطعت ابهري (ایضاح ج۳ ص۵۹۹) مؤلف فرماتے ہیں: جب ولا تحسبن الذين قتلوا الخ کی دلیل سے شہید کی حیات ثابت ہوئی تو نبی ﷺ کے لئے حیات بطریق اولیٰ ثابت ہوگی اور جمہور علماء کے نزدیک شہداء حقیقتاً زندہ ہیں۔ (یعنی روح وجسد سمیت)...... اس کے بعد مؤلف نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ جو شہدائے اُحد میں سے ہیں۔ چھیالیس سال کے بعد ان کے جسموں کا اور ایک کے زخم کا تر وتازہ ہونے کا واقعہ لکھ کر شہدائے اُحد کے بارے میں ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: والذى نفسى بيده لا يسلم عليهم احد الى يوم القيامة الا ردوا عليه رواه البيهقى عن ابى هريرة قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے شہدائے اُحد پر قیامت تک جو بھی سلام کرے گا وہ اس کو جواب دیں گے۔ (پس شہداء کی حیات عبارت النص سے اور انبیاء کی حیات دلالت النص سے ثابت ہوئی)...... پھر فرماتے ہیں یہ بات بھی ثابت ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ شہید ہونے کی حالت میں فوت ہوئے ہیں۔ کیونکہ خیبر کے دن آپ ﷺ کو بکری کا شدید زہریلا گوشت کھلایا گیا۔ حتیٰ کہ اس کی وجہ سے ایک صحابی بشر بن البراء موقع پر شہید ہو گئے اور نبی ﷺ معجزۃً بچ گئے لیکن اس کے بعد زہر کی تکلیف وقتاً فوقتاً آپ ﷺ کو ہوتی رہتی تھی یہاں تک کہ اسی زہر کی وجہ سے آپ وفات پاگئے۔ اسی لئے آپ ﷺ نے مرض الوفات میں فرمایا تھا کہ خیبر والا زہریلا لقمہ مجھے تکلیف پہنچاتا رہا۔ یہاں تک کہ اب اس کی وجہ سے میری ابہر رگ کٹی جارہی ہے۔ (پس آپ ﷺ کی موت میں اس زہر کا بھی دخل تھا اس وجہ سے آپ ﷺ حقیقتاً شہید ہیں۔ اس کے مطابق جب آپ ﷺ شہداء میں شامل ہیں تو آپ ﷺ کی حیات بھی عبارت النص سے ثابت ہو جاتی ہے)

فقیہ زکریا انصاری شافعی رحمۃ اللہ علیہ (ابو یحییٰ زکریا بن محمد بن احمد، سنیکی مصری۔ م ۹۲۶ھ)

۷۵۲...... (ونرى) اى نعتقد (ان عذاب القبر) وهو للكافر والفاسق المراد تعذيبه بأن يرد الروح الى الجسد او ما بقى منه .. (و) ان (سؤال الملكين) منكر ونكير للمقبور بعد ردّ روحه

الیہ عن ربہ ودینہ ونبیہ فیجیبہما بما یوافق ما مات علیہ من ایمان او کفر (حق) (غایۃ الوصول فی شرح لب الاصول ص ۱۶۷) ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ روح کو پورے جسم کی طرف یا اس کے باقی ماندہ حصے کی طرف لوٹا کر کافر اور فاسق کے لئے عذاب قبر اور قبر میں مدفون میت کے لئے منکر نکیر کا سوال اس کے رب، دین اور نبی کے متعلق حق ہے اور میت منکر نکیر کو اپنے اس ایمان یا کفر کے مطابق جواب دیتی ہے جس پر اس کی موت واقع ہوئی۔

۷۵۳...... (باب: ما جاء فی عذاب القبر) ای من الآیات والاحادیث ولا مانع من ان یعید اللہ الحیاۃ فی جزء من الجسد او فی جمیعہ فیثیبہ او یعذبہ الخ اس باب میں ان آیات اور احادیث کا بیان ہے جو عذاب قبر کے بارے میں وارد ہوئی ہیں اور اس میں کوئی مانع نہیں کہ اللہ تعالیٰ جسم کے ایک جزء میں یا پورے جسم میں حیات لوٹائے پھر اس کو ثواب یا عذاب دے اور اگر میت کے اجزاء بکھر جائیں یا اس کو درندے اور پرندے اور دریا کی مچھلیاں کھالیں تو یہ عذاب میں مانع نہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ اس کے منتشر اجزاء کو قیامت کے دن جمع کرے گا تو اللہ تعالیٰ عذاب قبر کے لئے بھی ان کے جمع کرنے پر قادر ہے اور یہ بھی بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک شخص کی روح کا ایک ہی آن میں اس کے مشرق ومغرب میں بکھرے ہوئے اجزاء میں سے ہر جزء کے ساتھ تعلق پیدا کر دے۔ کیونکہ روح کا اجزاء کے ساتھ تعلق حلول اور دخول والا نہیں ہوتا، تاکہ دوسرے جزء کے اندر داخل ہونے میں رکاوٹ بنے، بلکہ یہ تعلق معنوی ہے جو اللہ کی تدبیر کے ساتھ وجود میں آتا ہے۔ (منحۃ الباری بشرح صحیح البخاری ج ۳ ص ۴۴۹)

۷۵۴...... اِنَّهُمْ اَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ (اسنی المطالب فی شرح روض الطالب ج ۱ ص ۱۷۴) بے شک انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں۔

۷۵۵...... (قَوْلُهٗ اِذَا قُبِضَ تَبِعَهُ الْبَصَرُ الخ)... الثَّانِي اَنْ يُحْمَلَ عَلَى مَا ذَكَرَهٗ كَثِيرُونَ مِنَ الْعُلَمَاءِ اَنَّ الرُّوحَ لَهَا اتِّصَالٌ بِالْبَدَنِ وَاِنْ كَانَتْ خَارِجَةً فَيَرَى وَيَعْلَمُ وَيَسْمَعُ وَيَرُدُّ السَّلَامَ وَيَكُونُ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ اَقْوَى الْاَدِلَّةِ عَلٰى ذٰلِكَ (الغرر البہیۃ فی شرح البہجۃ الوردیۃ ج ۲ ص ۸۰) بہت سے علماء نے ذکر کیا ہے کہ روح اگرچہ بدن سے خارج ہو لیکن اس کا بدن کے ساتھ تعلق واتصال ہوتا ہے۔ اس کی وجہ سے بدن دیکھتا ہے جانتا ہے سنتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے اور اذا قبض تبعہ البصر والی حدیث اس پر قوی ترین دلیل ہے۔ (کیونکہ روح بدن سے نکل جائے اور آنکھ پھر بھی روح کی طرف دیکھے یہ تبھی ہو سکتا ہے جب روح اور بدن کا باہمی تعلق ہو)

محقق دوانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (جلال الدین، محمد بن اسعد، صدیقی۔ م ۹۲۸ھ)

۷۵۶...... واختلف الناس فی عذاب القبر فانکرہ قوم بالکلیۃ واثبتہ آخرون ثم اختلف ھؤلاء فمنہم من اثبت التعذیب وانکر الاحیاء وھو خلاف العقل وبعضہم لم یثبت التعذیب بالفعل بل قال تجمع الآلام فی جسدہ فاذا حشر احس بہا دفعۃ وھذا انکار لعذاب القبر ومنہم من قال باحیاءہ لکن من غیر اعادۃ الروح ومنہم من قال بالاحیاء واعادۃ الروح معاً ولا یلزم ان یری اثر الحیاۃ فیہ حتی ان الماکول فی بطن الحیوانات یحیی ویسأل وینعم ویعذب ولا ینبغی ان ینکر لان من اخفی النار فی الشجر الاخضر قادر علی اخفاء العذاب والنعیم (شرح العقائد العضدیۃ مع حاشیۃ الکَلَنبَوِی ج ۲ ص ۲۷۳) عذاب قبر کے بارے میں لوگوں کا اختلاف ہے۔ اس کے بارے میں چند مذاہب

ہیں۔(۱) ایک قوم نے بالکل عذاب قبر کا انکار کیا ہے۔ دوسرے حضرات نے عذابِ قبر کو ثابت کیا ہے، پھر مثبتین میں بھی اختلاف ہے۔(۲) بعض نے عذاب قبر ثابت کیا لیکن قبر میں میت کو زندہ کرنے کا انکار کیا اور یہ مذہب خلاف عقل ہے۔(۳) اور بعض نے یہ کہا کہ قبر میں میت کو بالفعل عذاب نہیں ہوتا بلکہ اس کے جسم میں دردیں جمع ہوتی رہتی ہیں جب قیامت کے دن اس کو قبر سے اٹھایا جائے گا تو ایک ہی دفعہ ان سارے دردوں کا احساس ہوگا۔ یہ بھی عذاب قبر کا انکار ہے۔(۴) بعض نے کہا کہ میت کو قبر میں زندہ کیا جاتا ہے لیکن اعادہ روح کے بغیر۔(۵) اور بعض نے کہا کہ قبر میں میت کے بدن میں روح کو لوٹا کر زندہ کیا جاتا ہے۔ پھر روح اور بدن دونوں کو عذاب ہوتا ہے، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حیات کا اثر بدن پر نظر آئے۔ حتیٰ کہ جس میت کو جانوروں نے کھا لیا اس کو جانوروں کے پیٹ میں زندہ کیا جاتا ہے۔ اس سے سوال ہوتا ہے اور وہیں۔ اس کو ثواب وعذاب ہوتا ہے اور میت پر عذاب یا عذاب کے اثرات نظر نہ آنے کی وجہ سے انکار کرنا مناسب نہیں۔ کیونکہ جس اللہ نے سبز درخت میں آگ کو چھپایا ہے وہ اس پر بھی قادر ہے کہ ثواب وعذاب کو میت کے جسم عنصری میں چھپا دے۔

۷۵۷...... والاحادیث الصحاح الدالة علی عذاب القبر ونعیمه وسؤال المنکرین اکثر من ان یحصی بحیث یبلغ القدر المشترك منها حد التواتر وان کان کل واحد منها خبر الآحاد واتفق علیه السلف الصالح قبل ظهور المخالفین وانکره مطلقا ضرار بن عمرو وبشر المریسی واکثر متاخری المعتزلة وبعض الروافض متمسکین بان المیت جماد فلا یعذب وما سبق حجة علیهم ومن تامل عجائب الملك والملکوت وغرائب صنعه تعالیٰ لم یستنکف عن قبول امثال هذا(ایضاح ۲ ص ۲۷۶) صحیح احادیث قبر کے ثواب وعذاب کے ثبوت پر اور منکر نکیر کے سوال پر دلالت کرنے والی اتنی زیادہ ہیں جو شمار سے باہر ہیں جن کا قدر مشترک حد تواتر کو پہنچ جاتا ہے۔ اگرچہ ان احادیث میں سے ہر حدیث خبر واحد ہے اور مخالفین کے ظاہر ہونے سے پہلے تمام سلف صالحین کا قبر کے عذاب وثواب پر اتفاق تھا اور ضرار بن عمرو اور بشر مریسی اور اکثر متاخرین معتزلہ نے اور بعض روافض نے عذاب قبر کا مطلقاً انکار کیا ہے۔ ان کو دھوکا یہ لگا کہ میت بے جان ہے اور بے جان کو عذاب نہیں دیا جا سکتا۔ (لیکن یہ بات دلائل سے ثابت ہے کہ روح کا بدن یا اجزائے بدن کے ساتھ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے تعلق پیدا کر دیتے ہیں جس سے بدن یا اجزائے بدن میں اتنی حیات پیدا ہو جاتی ہے کہ جس سے ثواب یا عذاب کا ادراک ہو سکے۔ اس پر سب اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے) اور جو آدمی بھی عالم دنیا اور عالم بالا میں قدرت خداوندی کے عجائبات میں اور اللہ تعالیٰ کی خلقت کے کمالات میں غور کرے گا وہ اس کے قبول کرنے سے انکار نہیں کرے گا۔

شیخ علی الخواص البرلسی رحمۃ اللہ علیہ (شیخ الشعرانی رحمۃ اللہ علیہ۔ م ۹۳۲ھ)

۷۵۸...... وسألته عمن وقع له الصلاة فی القبر کثابت البنانی هل یکتب الله تعالیٰ له ثواب تلك الصلاة مدة البرزخ ام عمله فی غیر معمل فقال یکتب الله تعالیٰ له ثواب عمله الی ان یخرج من البرزخ (درر الغواص علی فتاوی سیدی علی الخواص ص ۸۶) میں نے ان لوگوں کی نماز کے متعلق شیخ علی خواص رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا جو قبر میں نماز پڑھتے ہیں جیسے ثابت بنانی۔ کیا ان کے لئے اللہ تعالیٰ اس نماز پر ثواب عطاء کرتے ہیں یا نہیں؟ تو انہوں نے

جواب دیا کہ جب تک وہ برزخ میں ہے اللہ تعالیٰ اس کو ثواب عطاء فرماتے ہیں۔ (کیونکہ جب تک دنیا باقی ہے عالم برزخ من وجہ عالم دنیا کا حصہ ہے، دوسرا قول عدم ثواب کا بھی ہے کیونکہ ثواب عمل تکلیفی پر ملتا ہے جو منقطع ہو چکا ہے)

۷۵۹...... وکان یقول انما کان مشائخ القوم یجیبون تلامذتهم من قبورهم دون مشائخ الفقهاء فی الفقه لصدق الفقراء فی اعتقادهم فی اشیاخهم دون الفقهاء فلو صدق الفقیه لاجابه الامام الشافعی وخاطبه مشافهة (الطبقات الکبری للشعرانی ص ۱۷۲) اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے: شیخ علی خواص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ صوفیہ کے مشائخ اپنے شاگردوں کو اپنی قبروں سے روحانی طور پر جواب دیتے تھے لیکن فقہاء کے فقہی مشائخ جواب نہیں دیتے تھے، کیونکہ صوفیہ اپنے مشائخ کی قبور سے روحانی طور پر جواب ملنے کا عقیدہ رکھتے تھے جب کہ فقہاء اپنے مشائخ سے روحانی طور پر جواب لینے کا نہ ذوق رکھتے تھے اور نہ اس کو اپنے مسائل کی بنیاد بناتے تھے اور اگر فقہاء بھی اپنے مشائخ فقہاء کے بارے میں صوفیہ کی طرح جواب لینے کا ذوق رکھتے تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی قبر سے ان کو روحانی طور پر جواب دیتے اور ان سے بالمشافہ کلام کرتے۔

امام شاذلی مالکی رحمۃ اللہ علیہ (ابوالحسن علی بن محمد بن محمد بن خلف، مصری۔ م ۹۳۹ھ)

۷۶۰...... (وَ) مِمَّا يَجِبُ اعْتِقَادُهُ (اَنَّ الْمُؤْمِنِيْنَ يُفْتَنُوْنَ) اَيْ يُخْتَبَرُوْنَ (فِيْ قُبُوْرِهِمْ) الْمُرَادُ بِاِجْمَاعِ الْعُلَمَاءِ سُؤَالُ الْمَلَكَيْنِ الخ (کفایۃ الطالب الربانی مع الحاشیۃ العدوی ج ۱ ص ۱۰۷) جن امور کا عقیدہ رکھنا ضروری ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ مؤمنین کا قبروں میں امتحان کیا جاتا ہے۔ علماء کا اجماع ہے کہ اس امتحان سے مراد منکر نکیر کا سوال ہے اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاۃ الدنیا وفی الآخرۃ قول ثابت سے لا الٰہ الا اللہ مراد ہے اور فی الآخرۃ سے قبر کا سوال مراد ہے۔

۷۶۱...... قَوْلُهُ فِيْ قُبُوْرِهِمْ خَرَجَ مَخْرَجَ الْغَالِبِ لَا مَفْهُوْمَ لَهُ لِاَنَّ كُلَّ مَيِّتٍ يُسْاَلُ قُبِرَ اَوْ لَمْ يُقْبَرْ تَفَرَّقَتْ اَجْزَاؤُهُ اَوْ لَا (ایضا) یہ جو کہا کہ (معروف) قبروں میں امتحان کیا جاتا ہے تو قبر کا لفظ غالب عادت کے اعتبار سے ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو (معروف) قبر میں دفن نہ کیا جائے اس کا امتحان نہیں ہوتا۔ کیونکہ ہر میت سے سوال کیا جاتا ہے چاہے اس کو قبر میں دفن کیا جائے یا دفن نہ کیا جائے اور چاہے اس کے اجزاء اکٹھے ہوں یا بکھرے ہوئے ہوں۔

۷۶۲...... سُئِلَ ابْنُ حَجَرٍ هَلْ تَلْبَسُ الرُّوْحُ الْجُثَّةَ كَمَا كَانَتْ؛ فَاَجَابَ: نَعَمْ (ایضا) ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا۔ کیا روح بدن میں داخل ہوتی ہے یا نہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں (قبر میں سوال کے وقت بدن میں داخل کی جاتی ہے)

۷۶۳...... ضَغْطَةُ الْقَبْرِ وَهِيَ الْتِقَاءُ حَافَّتَيْهِ عَلٰى جَسَدِ الْمَيِّتِ لَمْ يَنْجُ مِنْهَا اَحَدٌ كَمَا اَخْبَرَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ - اِلَّا فَاطِمَةُ بِنْتُ اَسَدٍ، وَمَنْ قَرَاَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ (ایضا) ضغطۂ قبر سے مراد ہے قبر کے دونوں کناروں کا میت کے جسم پر مل جانا اور حدیث کے مطابق اس سے کوئی بھی نجات نہیں پاتا۔ سوائے فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد کے اور اس آدمی کے جو اپنے مرض الموت میں سورہ قل ھو اللہ پڑھتا رہے۔

محمد بن یوسف صالحی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۴۲ھ)

۷۶۴...... الباب الحادی عشر فی حیاته فی قبره و کذلک سائر الانبیاء گیارہواں باب میں اس بات کا

بیان ہے کہ نبی ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور اسی طرح دیگر انبیاء بھی۔ (سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد ج ۱۲ ص ۳۵۵)

۷۶۵...... الباب الثانی عشر فی صلاته فی قبره و كذلك سائر الانبياء (ایضاً ج ۱۲ ص ۳۶۷) بارہویں باب میں اس بات کا بیان ہے کہ نبی ﷺ اپنی قبر میں نمازیں پڑھتے ہیں اور اسی طرح دیگر انبیاء بھی۔

۷۶۶...... امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں نحيا ةالنبي- ﷺ -في قبره هو وسائر الانبياء معلومة عندنا علما قطعيا لما قام عندنا من الادلة في ذلك و تواترت به الاخبار (ایضاً ج ۱۲ ص ۳۵۵) قبر میں نبی ﷺ کی اور تمام انبیاء کی حیات ہمارے نزدیک علم قطعی کے ساتھ معلوم ہے، کیونکہ اس پر دلائل قائم ہیں اور احادیث متواتر ہیں۔

۷۶۷...... امام بیہقی کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں: الانبیاء علیہم السلام بعد ماقبضوا ردت اليهم ارواحهم الخ موت کے بعد انبیاء کی ارواح ان کی طرف لوٹا دی جاتی ہیں اس لئے انبیاء زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں بہت مقرب ہیں جیسا کہ شہداء زندہ ہیں۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے معراج کی رات انبیاء کی ایک جماعت کو دیکھا اور نماز میں ان کی امامت کرائی اور آپ ﷺ نے خبر دی کہ تحقیق تمہارا درود و سلام مجھ پر پیش کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء کے اجساد کو کھائے اور نبی ﷺ کی ہر خبر سچی ہے۔ (ایضاً ج ۱۲ ص ۳۵۵)

۷۶۸...... صاحب مفہم رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں: الموت ليس بعدم محض وانما هو انتقال من حال الى حال الخ موت عدم محض کا نام نہیں ہے، بلکہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونے کا نام ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ شہداء قتل اور موت کے بعد زندہ ہیں اپنے رب کے مقرب ہیں رزق دیئے جاتے ہیں خوش ہوتے ہیں اور یہ صفات ان زندوں کی ہیں جو دنیا میں زندہ ہوتے ہیں، جب شہداء میں یہ حیات ہے تو انبیاء اس کے بطریق اولیٰ زیادہ حقدار ہیں اور صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ زمین انبیاء کے اجساد کو نہیں کھاتی اور یہ بھی ثابت ہے، کہ نبی ﷺ اسراء کی رات بیت المقدس میں اور آسمانوں میں انبیاء کے ساتھ جمع ہوئے اور موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں اور نبی ﷺ نے یہ بھی خبر دی ہے کہ آپ ﷺ ہر سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دیتے ہیں، اس کے علاوہ بھی احادیث ہیں جن کے مجموعہ سے اس بات کا قطعی علم حاصل ہوجاتا ہے کہ انبیاء کی موت کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہم سے اس طرح غائب ہو گئے کہ ہم ان کی حیات کا ادراک نہیں کر سکتے۔ اگرچہ وہ موجود ہیں اور زندہ ہیں، جس طرح فرشتے موجود ہیں زندہ ہیں لیکن ہم میں سے کوئی ان کو نہیں دیکھ سکتا سوائے ان اولیاء اللہ کے جن کو اللہ تعالیٰ اس فضیلت کے ساتھ خاص کر دے۔ (ایضاً ج ۱۲ ص ۳۵۵)

۷۶۹...... استاذ ابو منصور بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں: قال المتكلمون المحققون من اصحابنا ان نبينا- ﷺ -حي بعد وفاته الخ ہمارے اصحاب میں سے متکلمین محققین نے کہا ہے کہ ہمارے نبی ﷺ وفات کے بعد زندہ ہیں اور اپنی امت کی طاعات پر خوش ہوتے ہیں اور امت کے نافرمانوں کے گناہوں پر غمزدہ ہوتے ہیں اور آپ ﷺ کی امت میں سے جو آپ ﷺ پر درود پڑھتا ہے وہ آپ ﷺ کو پہنچ جاتا ہے اور استاذ ابو منصور رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ انبیاء کے اجسام بوسیدہ نہیں ہوتے اور ان کو زمین بالکل نہیں کھاتی، جیسے موسیٰ علیہ السلام اپنے زمانے میں فوت ہو گئے تھے لیکن ہمارے نبی ﷺ نے خبر دی کہ آپ ﷺ نے ان کو دیکھا کہ وہ قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ اسی طرح معراج والی حدیث میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو اور آدم علیہ السلام وابراہیم علیہ السلام کو

دیکھا اور ان سب نے آپ ﷺ کو مرحبا کہا، جب یہ اصل ہمارے سامنے صحیح طور پر ثابت ہے تو ہم نے کہا کہ ہمارے نبی ﷺ وفات کے بعد زندہ ہیں اور آپ ﷺ اپنی نبوت پر باقی ہیں۔ (ایضاح ج ۱۲ ص ۳۵۵)

۷۷۰...... علامہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں: الاولیاء ترد علیھم احوال یشاھدون فیھا ملکوت السموات والارض وینظرون الانبیاء احیاء غیر اموات کما نظر النبی ﷺ الی موسیٰ علیہ السلام فی قبرہ... ونصوص العلماء فی حیاۃ الانبیاء کثیرۃ اولیاء پر ایسے حالات وارد ہوتے ہیں کہ وہ آسمان وزمین میں سلطنت الٰہیہ کے عجائبات کا مشاہدہ کر لیتے ہیں اور وہ انبیاء کو دیکھتے ہیں کہ وہ زندہ ہیں بے جان نہیں ہیں، جیسے نبی ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا ......اور انبیاء کی حیات کے بارے میں علماء کی واضح عبارات بہت زیادہ ہیں۔ (ایضاح ج ۱۲ ص ۳۵۵)

۷۷۱...... حافظ عبد الغنی مقدسی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں: سالت... عن صلاۃ نبینا وسیدنا المصطفی المرتضی سید الخلق فی الآخر والاولی باخوانہ النبیین والمرسلین ھل صلی باجسادھم ام بارواحھم الخ اس کا حاصل یہ ہے کہ حافظ مقدسی سے سوال کیا گیا کہ اسراء کی رات نبی ﷺ نے انبیاء کے اجسام کو نماز پڑھائی تھی یا صرف ان کی ارواح کو؟ اس کے جواب میں حافظ مقدسی رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد دلائل سے ثابت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے انبیاء کے اجساد کو نماز پڑھائی تھی نہ کہ صرف ارواح کو۔ (ایضاح ج ۱۲ ص ۳۶۰)

۷۷۲...... فقد تبین لک رحمک اللہ من الاحادیث السابقۃ حیاۃ النبی وسائر الانبیاء ﷺ الخ گزشتہ احادیث سے نبی ﷺ اور تمام انبیاء کی حیات ثابت ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ولا تحسبن الذین قتلوا الخ جو لوگ اللہ کے راستے میں قتل کئے جائیں ان کو مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے مقرب ہیں رزق دیئے جاتے ہیں اور انبیاء اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ ان کا مقام اور مرتبہ زیادہ ہے اور بہت کم ایسا ہوا ہے کہ نبی میں وصف نبوت کے ساتھ ساتھ وصف شہادت نہ ہو۔ پس اس صورت میں انبیاء قرآن کی عبارت النص میں شامل ہو جائیں گے۔ حاصل یہ ہے کہ قبر میں حضور ﷺ کی حیات قرآن سے ثابت ہے عبارت النص کے طور پر یا دلالت النص کے طور پر۔ (ایضاح ج ۱۲ ص ۳۶۳)

۷۷۳...... امام قونوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں: ظاھرہ رد روحہ ﷺ عند سلام اول من سلم علیہ ﷺ بعد وفاتہ ثم اما انہ ان یقال باستمرار حیاتہ بعد ذلک وبقاء روحہ المبارکۃ فی جسدہ الشریف کما کان قبل وھو المدعی ویحسن علی ھذا ان یقدر فی حدیث لفظۃ قد بعد اداۃ الاستثناء حتی یکون المعنی: ما من احد یسلم علی الا قد رد اللہ علی روحی (ایضاح ج ۱۲ ص ۳۶۲) رد اللہ علی روحی والی حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد جب پہلی دفعہ کسی نے سلام کیا تھا تو اس وقت روح لوٹا دی گئی تھی، اب اس کے بعد یہ قول کیا جائے گا کہ روح لوٹانے کے بعد حیات دائمی ہے اور آپ ﷺ کی روح مبارک جسد شریف میں باقی ہے جیسے پہلے تھی اور یہی ہمارا مقصود ہے، اس صورت میں بہتر ہوگا کہ اس حدیث میں لفظ قد مقدر مان لیا جائے، اب مطلب یہ ہوگا کہ جو کوئی مجھ پر سلام کرے گا تو اس سے پہلے اللہ مجھ پر میری روح کو لوٹا چکا ہوگا...... مؤلف فرماتے ہیں کہ علامہ جمال الدین محمود بن جملۃ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی عظیم کتاب کتاب الصلوۃ علی النبی میں اسی توجیہ کو اختیار فرمایا ہے۔

۷۷۴...... علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف رد اللہ علی روحی والی حدیث کی تشریح نقل کرتے ہیں: ان قوله ردّ الله تعالیٰ جملة حالية وقاعدة العربية ان جملة الحال اذا وقعت فعلا ماضيا قدّرت فيها قد الخ (ایضاح ۱۲ ص ۳۶۲) تفصیلی عبارت علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ جات میں ملاحظہ فرمائیں۔

۷۷۵...... امام قونوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف رد اللہ علی روحی والی حدیث کے متعلق لکھتے ہیں: واما ان يقال يردها عند سلام المسلّم الاوّل ثم قبضها بعد ذلك ثم ردها عند مسلّم آخر وهكذا كلّما سلم عليه المسلمون وهذا لم يقل به احد ولا يجوز اعتقاده ايضا الخ یا تو یہ کہا جائے کہ ہر سلام کنندہ کے سلام کے وقت روح لوٹائی جاتی ہے پھر قبض کر لی جاتی ہے، لیکن اس کا کوئی بھی قائل نہیں اور اس کا عقیدہ رکھنا بھی جائز نہیں۔ کیونکہ اس کے مطابق تو بے شمار دفعہ روح کا لوٹنا اور بے شمار دفعہ موت کا واقع ہونا لازم آئے گا۔ لہٰذا لازماً یہی کہنا پڑے گا کہ وفات کے بعد پہلے سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دینے کے لئے روح ایک دفعہ لوٹائی گئی ہے پھر اس کے بعد قیامت تک وہی حیات باقی رہے گی۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں اور اس کی تائید مسلم شریف کی اس حدیث سے ہوتی ہے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: میں نے اِسراء کی رات سرخ ٹیلے کے پاس موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ (ایضاح ۱۲ ص ۳۶۳)

__فائدہ__: ظاہر یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا تقاضا ہے کہ وفات کے بعد ہی محبین نے آپ کی طرف صلوٰۃ وسلام کا تحفہ بھیجنا شروع کر دیا ہوگا۔

۷۷۶...... امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں: يحتمل ان يكون ردّا معنويّا وان تكون روحه الشريفة مستقلة بشهود الحضرة الالهية والملأ الاعلى عن هذا العالم فاذا سلّم عليه اقبلت روحه الشريفة على هذا العالم فيدرك سلام من سلم عليه ويرد عليه (ایضاح ج ۱۲ ص ۳۶۳) رد اللہ علی روحی والی حدیث میں معنوی رد مراد ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک تجلیات الٰہیہ اور ملأ اعلیٰ میں مشغول ہوتی ہے، عالم دنیا کی طرف متوجہ نہیں ہوتی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کیا جاتا ہے تو آپ کی روح مبارک عالم دنیا کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلام کرنے والے کے سلام کا ادراک کرتے ہیں اور اس کا جواب دیتے ہیں۔

۷۷۷...... امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں: ليس المراد برد الروح عودها بعد المفارقة للبدن وانما النبي صلی اللہ علیہ وسلم في البرزخ مشغول باحوال الملكوت الخ رد روح سے مراد یہ نہیں کہ روح بدن سے بالکلیہ جدا ہونے کے بعد لوٹتی ہے۔ (کیونکہ روح بدن سے مکمل طور پر جدا نہیں ہوتی) رد روح کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم برزخ میں عالم بالا کے احوال میں اور رب تعالیٰ کی تجلیات وانوارات کے مشاہدے میں مستغرق ہوتے ہیں جیسا کہ وحی کی حالت میں اور دوسرے اوقات میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر استغراق کی حالت طاری ہوتی تھی۔ سلام کے وقت اس حالتِ استغراق سے افاقہ کو رد روح کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اِسراء و معراج بیداری کی حالت میں ہوا ہے لیکن عالم بالا کے مشاہدات میں جو استغراق ہوا جب اس سے عالم دنیا کی طرف متوجہ ہوئے تو اس کو استیقظ کے ساتھ تعبیر کیا گیا۔ یعنی جاگ گئے۔ حالانکہ معراج بیداری کی حالت میں ہوا لیکن جیسے آدمی نیند کی حالت میں عالم دنیا کی طرف متوجہ نہیں رہتا اور جب بیدار ہوتا ہے تو پھر متوجہ ہوتا ہے۔ اسی طرح معراج کی رات عالم بالا میں استغراق کی وجہ سے عالم دنیا سے منقطع ہو گئے اور جب عالم دنیا کی طرف توجہ ہوئی تو اس کو بھی تشبیہاً

جاگنے کے ساتھ تعبیر کر دیا...... ایسے ہی حضرت ابو اُسید اپنے بیٹے کو گھٹی لگوانے کے لئے نبی ﷺ کے پاس لائے، رسول اللہ ﷺ نے اس کو اپنی ران مبارک پر رکھ لیا اور لوگوں کے ساتھ بات کرنے میں مشغول ہو گئے، ابو اُسید رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو اٹھا لیا ثم استیقظ رسول اللہ ﷺ فلم یجد الصبی جب نبی ﷺ بیدار ہوئے تو بچے کو نہ پایا، آپ جو لوگوں کے ساتھ بات چیت میں پوری توجہ کے ساتھ اتنے مشغول ہوئے کہ بچے کے اٹھانے کا آپ کو پتا نہ چلا لیکن جب اس طرف توجہ ہوئی تو آپ کی اس توجہ کو بھی بیدار ہونے کے ساتھ تعبیر کیا گیا۔ اس سے پتا چلا کہ بعض دفعہ ایک لفظ سے اس کا حقیقی معنی مراد نہیں ہوتا بلکہ وہ عنوان اور تعبیر ہوتی ہے کسی اور معنی کی، جیسے اس مثال میں اور معراج والی حدیث میں استیقظ کا حقیقی معنی مراد نہیں کیونکہ یہاں پر نیند تھی ہی نہیں بلکہ استغراقی حالت سے نکل کر دوسری حالت کی طرف متوجہ ہونے کو بیدار ہونے کے ساتھ تعبیر کر دیا۔ اسی طرح رد روح والی حدیث میں بھی آپ ﷺ اللہ کی تجلیات اور انوارات کے مشاہدہ میں مستغرق ہوتے ہیں اور سلام کے وقت اللہ تعالیٰ آپ کو ادھر متوجہ کرتے ہیں اسی توجہ کو مجازاً رد روح کے ساتھ تعبیر کر دیا گیا۔ (ایضاح ۱۲ ص ۳۶۳)

۷۷۸...... تاج الدین فاکہانی مالکی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں: المراد بالروح ھنا النّطق مجازا الخ رد روح والی حدیث میں روح سے مجازاً نطق مراد ہے، مطلب یہ ہے کہ جب کوئی سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کا نطق لوٹا دیتا ہے، کیونکہ آپ ﷺ دائمی طور پر زندہ ہیں اور زندہ ہونے کو ہر وقت بولنا لازم نہیں۔ (بلکہ سلام کے وقت نطق لوٹایا جاتا ہے) (ایضاح ۱۲ ص ۳۶۵)

<u>نوٹ</u>: نبی کریم ﷺ کے عدم نطق کی وجہ استغراق فی رب العزۃ ہے، لیکن علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی وجہ قرار دی قوت نطق کا مفقود ہونا، اس کو بنیاد بنا کر ''روح سے مجازاً نطق مراد لیا ہے۔'' پھر اس جواب کو نقل و عقل سے غلط ثابت کیا ہے اور اپنی نقلی دلیل میں حیات انبیاء کے ساتھ انہوں نے عام اموات کی حیات کو بھی تسلیم کیا ہے۔

ملاحظہ کیجئے: ان الاخبار الواردۃ عن حالہ وحال الانبیاء علیہم السلام فی البرزخ مصرّحۃ بانھم ینطقون کیف یشاءون لا یمنعون من شیء بل وسائر المؤمنین الخ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بے شک احادیث جن میں نبی ﷺ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کی برزخی حالت کا بیان ہے ان میں صراحت ہے کہ انبیاء علیہم السلام جیسے چاہتے ہیں بولتے ہیں اور اس میں رکاوٹ نہیں ہوتی بلکہ تمام مؤمنین شہداء اور غیر شہداء وہ بھی برزخ میں جو چاہتے ہیں بولتے ہیں اور برزخ میں بولنے سے ممانعت کسی کے لئے ثابت نہیں مگر جو آدمی بغیر وصیت کے مر جائے وہ نہیں بول سکتا، قیس بن قبیصہ سے ابوالشیخ بن حبان نے کتاب الوصایا میں مرفوع حدیث نقل کی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے وصیت نہ کی اس کو مردوں کے ساتھ کلام کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ کہا گیا اے اللہ کے رسول! کیا مردے کلام کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں مردے کلام کرتے ہیں۔ (ایضاح ۱۲ ص ۳۶۶)

۷۷۹...... امام سبکی کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں: حیاۃ الانبیاء والشھداء فی القبر کحیاتھم فی الدّنیا ویشھد لہ صلاۃ موسی فی قبرہ الخ کہ قبر میں انبیاء اور شہداء کی حیات ایسے ہے جیسے ان کی حیات دنیا میں تھی (یعنی دنیا والا جسم زندہ ہے، لیکن دنیا میں حیات محسوس تھی، قبر میں حیات مخفی ہے) اور اس کی دلیل موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا ہے کیونکہ نماز زندہ جسم کا تقاضا کرتی ہے۔ اسی طرح اسراء کی رات میں جن انبیاء علیہم السلام کے ساتھ آپ ﷺ کی ملاقات ہوئی ان کی جو صفات ذکر کی گئی ہیں وہ اجسام کی صفات ہیں اور اجساد عنصریہ کی حیات کے حقیقی

ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس حیات کی وجہ سے ابدان کی وہ کیفیت ہو جو دنیا میں تھی یعنی خورد و نوش کا محتاج ہونا وغیرہ، مگر ادراکات جیسے علم و سمع اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ادارک انبیاء کے لئے بلکہ تمام مردوں کے لئے ثابت ہے۔ (لیکن قلت کثرت کا اتنا فرق ہے جیسے آسمان و زمین کا) (ایضاً)

۷۸۰...... لا یقال لو کان النبی ﷺ حیا فی قبرہ دائما لزم کونہ محصورا فی القبر او مسجونا فیہ لانا نقول قد ورد ان المؤمن یفسح لہ فی قبرہ کمد البصر فکیف بالنبی ﷺ (ایضاً ج ۱۲ ص ۳۶۵) اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اگر نبی ﷺ دائمی طور پر اپنی قبر میں زندہ ہیں تو اس سے لازم آتا ہے نبی ﷺ کا قبر میں بند ہو جانا یا اس میں قید ہو جانا۔ مؤلف اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ بات حدیث سے ثابت ہے کہ مؤمن کے لئے قبر تا حد نگاہ فراخ کر دی جاتی ہے، جب عام مؤمنین کے لئے قبر اتنی فراخ ہو جاتی ہے تو نبی کریم ﷺ کے لئے تو اعلیٰ درجے میں قبر کی نہ صرف یہ کہ فراخی ہوتی ہے بلکہ اس کو یقیناً جنت کا باغ بنا دیا جاتا ہے۔ (اس لئے ظاہری طور پر تو یہی کہا جائے گا کہ آپ ﷺ قبر میں ہیں لیکن جو کچھ احادیث نے بتایا اس کے لحاظ سے آپ جنت کے باغ و بہار میں موجود ہیں)

شیخ زادہ حنفی رحمۃ اللہ علیہ (محی الدین محمد بن مصطفی، قوجوی۔ م ۹۵۱ھ)

۷۸۱...... وان ارید بہ الاحیاء فی القبر للسوال کما روی ذلک عن السدی رحمہ اللہ فیکون استعمال کلمۃ ثم فی ھذا الموضع دلیلا علی ان احیاء القبر متراخ عن الموت وان لم یکن متراخیا عن الدفن کما روی عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ انہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان المیت یسمع خفق نعالھم اذا ولو مدبرین الخ (حاشیہ شیخ زادہ علی تفسیر البیضاوی ج ۱ ص ۲۳۱) فاحیا کم ثم یمیتکم ثم یحییکم (پارہ ۱) میں یحییکم سے اگر قبر میں سوال کے وقت زندہ کرنا مراد ہو۔ (یعنی کامل زندگی اور کامل شعور و فہم کے ساتھ) جیسا کہ سدی سے یہی تفسیر منقول ہے تو ثم کا لفظ اس بات پر دلیل ہوگا کہ قبر میں (کامل زندگی کے ساتھ) زندہ کرنا موت سے مؤخر ہے۔ (کیونکہ ثم کا معنی ہے ایک چیز کا دوسری چیز کے بعد وقفہ سے آنا) اگرچہ دفن سے مؤخر نہیں کیونکہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب دفن کرنے والے لوٹتے ہیں تو میت ان کی جوتیوں کی آواز سنتی ہے۔ (اس سے معلوم ہوا کہ دفن کے بعد میت کو کامل زندگی کے ساتھ زندہ کر دیا جاتا ہے لیکن نفس حیات موت کا ذائقہ چکھنے کے کچھ لمحوں کے بعد ہی میت کو حاصل ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے چیخنے چلانے سے میت اذیت محسوس کرتی ہے، غسل و کفن دینے والے کو اور اٹھا کر لے جانے والے کو پہچانتی ہے، قد مونی کہتی ہے)

۷۸۲...... وان ارید بالاحیاء الثانی الاحیاء فی القبر لسوال الملکین فیکون المراد بالرجوع الیہ سبحانہ وتعالیٰ الاحیاء الواقع یوم البعث والنشور وجمعھم فی موقف الحساب وکونہ متراخیا عن الاحیاء فی القبر ظاھر (ایضاً) (فاحیا کم سے مراد ہے احیاء اوّل یعنی احیاء فی الدنیا) اور اگر احیاء ثانی سے مراد ہو منکر نکیر کے سوال کے وقت میت کو قبر میں زندہ کرنا تو ثم الیہ ترجعون میں رجوع سے مراد ہے قیامت کے دن کا احیاء اور حساب کی جگہ میں ان کو جمع کرنا اور احیاء فی القبر سے اس کا مؤخر ہونا ظاہر ہے تو اس سے ثم الیہ ترجعون میں ثم کا مقتضا پورا ہو جاتا ہے۔

۷۸۳...... قال الامام النسفی دلت الآیۃ علی اثبات عذاب القبر وراحۃ القبر وفی القرآن آیات

تدل علی ذلك منها قوله تعالیٰ ولکم فی الارض الخ ثم قال تعالیٰ فیها تحیون ای فی القبور الخ ومنها قوله تعالیٰ قل الله یحییکم... ومنها هذه الآیة ای و کنتم امواتا الی قوله ثم الیه ترجعون (ایضا) امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے شیخ زادہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یہ آیت (ثم یحییکم (پارہ ۱)) قبر کے عذاب اور قبر کے ثواب کے اثبات پر دلالت کرتی ہے اور قرآن کریم میں متعدد آیات ہیں جن سے قبر کا عذاب وثواب ثابت ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے: ولکم فی الارض الخ (تفصیل دلائل قرآن کے بیان میں ملاحظہ فرمائیں)

۷۸۴...... قال البیضاوی (بل احیاء ولکن لا تشعرون ما حالهم وهو تنبیه علی ان حیاتهم لیست بالجسد ولا من جنس ما یحس به من حیوانات وانما هی امر لا یدرك بالعقل بل بالوحی) بلکہ وہ زندہ ہیں اور ان کے حال کا تمہیں شعور نہیں، اس میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ شہداء کے جسد میں (محسوس) حیات نہیں اور نہ حیات کی اس جنس سے ہے جو جانداروں میں محسوس کی جاتی ہے اور شہداء کی یہ حیات ایسی چیز ہے جس کا عقل کے ساتھ ادراک نہیں ہو سکتا بلکہ وحی کے ساتھ ادراک ہوتا ہے۔ بیضاوی کے محشی شیخ زادہ رحمۃ اللہ علیہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یعنی ان قوله تعالیٰ بل احیاء ولکن لا تشعرون فیه تنبیه علی ان حیاتهم لیست بمعنی القوة التی تکون مبدأ للحس والحرکة الارادیة... وقد یطلق الحیاة مجازا علی القوة التی هی مبدا النمو والتغذیة کما فی قوله تعالیٰ... والحیاة بالمعنی الثانی ما یحس اثرها فی الاجسام النامیة حیوانا کانت او نباتا والحیاة بالمعنی الاول لا یحس اثرها الا فی الحیوانات... والشهداء لیست لهم حیاة بالمعنیین الاولین بدلالة انا لا نحس منهم ما یترتب علیها کما قال تعالیٰ ولکن لا تشعرون بل المراد بحیاتهم امر لا یدرك بالعقل بل بالوحی خلاصہ یہ ہے کہ محسوس حیات کے دو معنی ہیں۔ (۱) پہلا معنی حقیقی ہے یعنی وہ قوت جو حس اور حرکتِ ارادیہ کا سبب بنتی ہے اور حس وحرکتِ ارادیہ کا تقاضا کرتی ہے۔ (۲) دوسرا معنی مجازی ہے یعنی وہ قوت جو نشوونما اور غذا کا سبب بنتی ہے۔ حیات کے دوسرے معنی کے اثرات یعنی نشوونما اور تغذیہ تمام اجسام نامیہ کے ظاہر پر محسوس ہوتے ہیں خواہ حیوان ہوں یا نباتات اور حیات کے پہلے معنی کے اثرات فقط حیوانات کے ظاہر پر محسوس ہوتے ہیں اور شہداء کے اجسادِ عنصریہ میں ان دونوں معنوں کے اعتبار سے حیات نہیں، کیونکہ حیات کی ان دونوں قسموں پر جو اثرات مرتب ہوتے ہیں یعنی نشوونما، تغذیہ اور حس وحرکتِ ارادیہ، شہداء کے اجسادِ عنصریہ میں محسوس نہیں ہوتے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ولکن لا تشعرون، اس لئے شہداء کے اجسادِ عنصریہ میں ایسی حیات ہے جس کا وحی کے ساتھ ادراک ہو سکتا ہے، عقل کے ساتھ ادراک نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ وہ حیات معنوی اور روحانی ہے۔ (یعنی اصالۃً روح کے لئے، تبعاً جسدِ عنصری کے لئے ہے اور وہ بھی مخفی ہے)

قُهُستَانِی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (شمس الدین محمد۔ م ۹۵۳ھ)

۷۸۵...... والمعذب فی القبر یحیی بقدر ما یتألم به وهو اقرب الی الحق (جامع الرموز ج ۲ ص ۲۹۲) قبر میں جس کو عذاب دیا جاتا ہے اس کو اتنی حیات کے ساتھ زندہ کیا جاتا ہے جس کے ساتھ درد کا ادراک کر سکے اور یہی حق کے زیادہ قریب ہے۔

سفیری شافعی رحمۃ اللہ علیہ (شمس الدین محمد بن عمر بن احمد۔م ۹۵۶ھ)

۷۸۶...... وردان المیت یعلم بمن یغسله ویجهزه ویسمع ما یقال فیه والجنازة مارة الخ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ میت غسل دینے والے کو، کفن دینے والے کو پہچانتی ہے اور جنازہ کو لے جاتے ہوئے جو کچھ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے اس کو سنتی ہے۔ (اس کے بعد مؤلف نے اس پر متعدد احادیث نقل کی ہیں) (شرح بخاری للسفیری ج ۲ ص ۷۵)

۷۸۷...... کما یعرف المیت من یغسله ویحمله ویکفنه یعلم بمن یزور قبره من ولد او والد او جار او صاحب ویسر بذلك الخ جیسے میت غسل دینے والے کو، اٹھانے والے کو، کفن دینے والے کو پہچانتی ہے ایسے ہی قبر کی زیارت کرنے والے کو بھی پہچانتی ہے کہ وہ بیٹا ہے یا والد ہے یا پڑوسی ہے یا کوئی دوست ہے اور وہ اس کی وجہ سے خوش ہوتی ہے۔ (مؤلف نے معجم اوسط طبرانی کے حوالے سے ابن عمر کی حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اُحد سے جب لوٹنے لگے تو مصعب بن عمیر کی قبر پر گزرے، ان پر اور ان کے شہید ساتھیوں کی قبور پر ٹھہرے اور فرمایا: اشهد انکم احیاء عند الله فزوروهم وسلموا علیهم فو الذی نفسی بیده لا یسلم علیهم احد الا ردوا علیه السلام الی یوم القیامة میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اللہ کے ہاں زندہ ہو۔ (یعنی ایسی مخفی زندگی جو لوگوں سے پوشیدہ ہے لیکن اللہ کے علم میں ظاہر ہے، عند اللہ کا ایک مطلب یہی ہے) پس اے لوگو! تم ان کی زیارت کرو اور ان پر سلام کرو، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے ان پر کوئی سلام نہیں کرے گا مگر یہ قیامت تک اس کے سلام کا جواب دیں گے۔ (ایضاً ج ۲ ص ۷۶)

۷۸۸...... یستحب للزائر ان یسلم علیهم بان یقول السلام علیکم دار قوم مؤمنین لانتم السابقون، وانا ان شاء الله بکم لاحقون الخ ... فقد روی ابن عبد البر باسناد حسن خبر: ما من احد یمر بقبر اخیه المؤمن یعرفه فی الدنیا فسلم علیه الا عرفه ورد علیه السلام زائر کے لئے مستحب ہے کہ وہ مردوں پر سلام کرے۔ یوں کہے: السلام علیکم دار قوم مؤمنین الخ تم پر سلام اے مؤمن قوم کے گھر والو! تم سبقت کرنے والے ہو اور بے شک ہم ان شاء اللہ تمہارے ساتھ لاحق ہونے والے ہیں، ابن عبد البر نے حسن سند کے ساتھ یہ حدیث نقل کی ہے کہ جب کوئی آدمی اپنے مؤمن بھائی کی قبر کے پاس گزرتا ہے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا پھر وہ اس کے اوپر سلام کرتا ہے تو قبر والا اس کو پہچان لیتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے۔ (ایضاً ج ۲ ص ۷۷)

۷۸۹...... مؤلف اپنے استاذ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب تنویر الحوالک کے حوالے سے لکھتے ہیں: لا یمتنع رؤیة ذاته الشریفة بجسده وروحه وذلك انه علیه الصلاة والسلام وسائر الانبیاء احیاء ردت الیهم ارواحهم بعد ما قبضوا نبی کریم ﷺ کی ذات شریفہ کی روح وجسد کے ساتھ رؤیت محال نہیں اور یہ اس لئے کہ نبی کریم ﷺ اور تمام انبیاء زندہ ہیں، وفات کے بعد ان کی ارواح ان کی طرف لوٹا دی گئی ہیں۔ (ایضاً ج ۲ ص ۱۹۰)

۷۹۰...... استاذ ابو منصور بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں: ان نبینا ﷺ حی بعد وفاته وانه یبشر بطاعات امته، ویحزن بمعاصی العصاة منهم، وانه تبلغه صلاة من یصلی علیه من امته، وقال: ان الانبیاء لا یبلون ولا تاکل الارض منهم شیئاً، وقد مات موسی فی زمانه واخبر نبینا ﷺ انه رآه فی قبره مصلیاً (ایضاً) ہمارے نبی وفات کے بعد زندہ ہیں، اپنی امت کی طاعات کے ساتھ خوش

ہوتے ہیں اور ان کے گناہوں کی وجہ سے غمگین ہوتے ہیں اور آپ کا جو امتی درود پڑھتا ہے اس کا درود آپ تک پہنچتا ہے اور استاذ ابومنصور نے فرمایا کہ بلاشبہ انبیاء کے اجساد عنصریہ نہ بوسیدہ ہوتے ہیں اور نہ ان کو زمین کھاتی ہے اور موسیٰ علیہ السلام اپنے زمانے میں فوت ہوئے جب کہ ہمارے نبی ﷺ نے خبر دی کہ آپ ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔

۷۹۱...... شیخ الاسلام ابن حجر وغیرہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں: مؤمنین کی ارواح علیین میں ہیں اور کفار کی ارواح سجین میں ہیں: ولکل روح بجسدھا اتصال معنوی لایشبہ الاتصال فی الحیاۃ الدنیا بل اشبہ شیء بحال النائم الخ اور ہر روح کا اس کے جسد کے ساتھ معنوی اتصال وتعلق ہے جو دنیاوی زندگی کے اتصال کے مشابہ نہیں، بلکہ اس کے ساتھ زیادہ مشابہ سونے والے کی حالت ہے اگرچہ میت کی روح کا اس کے جسد کے ساتھ اتصال سونے والے کے اتصال سے زیادہ قوی ہے۔ (ایضاح ۲ ص ۲۲۰) (کیونکہ سونے والے کی روح کا اتصال نائم کی بے شعوری کی حالت میں ہوتا ہے اور میت کی روح کا اتصال میت کے شعور وادراک کی حالت میں ہوتا ہے)

۷۹۲...... ابن قیم رحمہ اللہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں: فلیس للارواح سعیدھا وشقیھا مستقر واحد وکلھا علی اختلاف محالھا لھا اتصال باجسادھا فی قبورھا لیحصل لھا من النعیم او العذاب ما کتب لہ فان الروح اذا کانت فی الرفیق الاعلی فھی متصلۃ بالبدن ای: نورھا مشرق علی البدن کاتصال شعاع الشمس بالارض بحیث اذا سلم المسلم علی المیت رد علیہ السلام وعرف بذلک الاتصال وھی فی مکانھا... قال واذا نقل المیت من قبر الی قبر فالاتصال المذکور مستمر وکذلک اذا تفرقت اجزاؤہ (ایضاح ۲ ص ۲۲۱) نیک بخت اور بدبخت کی ارواح کا ٹھکانہ ایک نہیں، لیکن جائے قرار کے اختلاف کے باوجود ان ارواح کا قبور میں اپنے اجساد کے ساتھ اتصال وتعلق ہوتا ہے تاکہ میت کو ثواب وعذاب حاصل ہو، کیونکہ روح جب رفیق اعلیٰ میں ہوتی ہے تو اس کا بدن کے ساتھ اتصال ہوتا ہے، بدن کے ساتھ متصل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ روح کے نور کا عکس بدن پر اس طرح پڑتا ہے جیسے سورج کی شعاع زمین کے ساتھ متصل ہوتی ہے، روح وبدن کے اس اتصال کا نتیجہ یہ ہے کہ جب کوئی سلام کرنے والا میت پر سلام کرتا ہے تو میت اس اتصال کی وجہ سے سوال کا جواب دیتی ہے اور اس کو پہچانتی ہے حالانکہ روح اپنے مستقر میں ہوتی ہے...... اور جب میت کو ایک قبر سے دوسری قبر کی طرف منتقل کیا جائے تو یہ اتصال قائم رہتا ہے اسی طرح جب میت کے اجزاء بکھر جاتے ہیں تب بھی روح کا اجزاء کے ساتھ اتصال قائم رہتا ہے۔

شہاب الدین رملی شافعی رحمہ اللہ (احمد بن حمزہ۔م ۹۵۷ھ)

۷۹۳...... وَتَكُونُ الرُّوحُ حَالَ الضَّغْطَةِ وَسُؤَالِ الْمَلَكَيْنِ فِي الْجَسَدِ (فتاویٰ الرملی ج ۴ ص ۳۸۴) قبر کے بھینچنے اور منکر نکیر کے سوال کی حالت میں روح جسد میں ہوتی ہے۔

۷۹۴...... مؤلف حدیث کے حوالے سے لکھتے ہیں جب کوئی آدمی اپنے مؤمن بھائی کی قبر کے پاس گزرتا ہے جو گزرنے والے کو دنیا میں پہچانتا تھا اور گزرنے والا اس پر سلام کرتا ہے تو قبر والا اس کو پہچان لیتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے۔ پھر عبد الحق اشبیلی کے حوالے سے لکھتے ہیں: وَاِسْنَادُهٗ صَحِيحٌ کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(حاشیۃ الرملی مطبوع مع اسنی المطالب ج ۱ ص ۳۳۱)

عَمِیرَہ شافعی رحمۃ اللہ علیہ (شہاب الدین احمد، برلسی۔ م ۹۵۷ھ)

۷۹۵...... (وَلْیُسَلِّمِ الزَّائِرُ) فِي الْحَدِيْثِ مَا مِنْ اَحَدٍ يَمُرُّ بِقَبْرِ اَخِيهِ الخ (حاشیۃ عمیرۃ علی شرح المنہاج ج۱ ص ۴۱۲) شرح منہاج میں ہے کہ زائر سلام کرے، اس پر عمیرہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے حاشیے میں حدیث سے دلیل پیش کرتے ہیں کہ جب کوئی آدمی اپنے مؤمن بھائی کی قبر کے پاس گزرتا ہے جو گزرنے والے کو دنیا میں پہچانتا تھا اور گزرنے والا اس پر سلام کرتا ہے تو قبر والا اس کو پہچان لیتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے اور عبد الحق اشبیلی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

۷۹۶...... يُسَنُّ اَيْضًا التَّلْقِيْنُ فَيُقَالُ لَهُ يَا عَبْدَ اللهِ ابْنَ اَمَةِ اللهِ اُذْكُرْ مَا خَرَجْتَ عَلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا شَهَادَةَ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللهِ (ایضاح ا ص ۴۱۳) تلقین مسنون ہے، میت کو کہا جائے اے اللہ کے بندے، اللہ کی بندی کے بیٹے! اس چیز کو یاد کر جس پر تو دنیا سے نکلا، یعنی لا الٰہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی گواہی۔

مؤرخ دیار بَکری مالکی رحمۃ اللہ علیہ (حسین بن محمد بن حسن۔ م ۹۶۶ھ)

۷۹۷...... وهو حی فی قبره يصلی فيه باذان واقامة و كذلك الانبياء (تاریخ الخمیس ج۱ ص۲۱۹) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسی طرح دوسرے انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں، اذان و اقامت کے ساتھ نمازیں پڑھتے ہیں۔

ابو النجا مقدسی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (شرف الدین موسی بن احمد بن موسی۔ م ۹۶۸ھ)

۷۹۸...... فيسلم عليه فيقول السلام عليك يا رسول الله كان ابن عمر رضی اللہ عنہ لا يزيد على ذلك وان زاد فحسن ولا يرفع صوته (الاقناع فی فقہ الامام احمد بن حنبل ج۱ ص ۳۹۵) نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کرے اور یوں کہے: السلام علیك یا رسول الله حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اس سے زیادہ الفاظ نہیں کہتے تھے، لیکن اگر اس سے زیادہ کہہ دے تو اچھا ہے اور اپنی آواز کو بلند نہ کرے۔

ابن نُجَیم مصری حنفی رحمۃ اللہ علیہ (زین الدین بن ابراہیم بن محمد۔ م ۹۷۰ھ)

۷۹۹...... وَعَنْ اَبِي سَلَمَةَ الْفَقِيهِ اَنَّهُ قَالَ هٰذِهِ عَشْرُ مَسَائِلَ الَّتِي وَجَدْتُ عَلَيْهَا مَشَائِخَ السَّلَفِ مِنْ اَهْلِ الْهِدَايَةِ وَالْجَمَاعَةِ. مَنْ آمَنَ بِهَا كَانَ مِنْهُمْ وَمَنْ لَمْ يُؤْمِنْ بِهَا فَهُوَ صَاحِبُ هَوًى وَبِدْعَةٍ. ثُمَّ عَدَّ هٰذِهِ الْعَشَرَةَ ... وَاِنَّ عَذَابَ الْقَبْرِ حَقٌّ (البحر الرائق شرح کنز الدقائق ج۸ ص ۲۰۵) ابو سلمہ فقیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں کہ دس عقائد ہیں جن پر میں نے سلف اہل سنت والجماعت کے مشائخ کو پایا جو ان پر ایمان رکھے وہ اہل سنت والجماعت سے ہے اور جو ان پر ایمان نہیں رکھتا وہ بدعتی ہے، پھر انہوں نے وہ دس عقائد شمار کئے، ان میں ایک عقیدہ یہ ہے کہ قبر کا عذاب حق ہے۔

۸۰۰...... وَكَانَ صلی اللہ علیہ وسلم يُعَلِّمُ السَّلَامَ عَلَى الْمَوْتٰى اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَيُّهَا الدَّارُ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ (البحر الرائق ج۲ ص ۲۱۰) مؤلف لکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مردوں پر سلام کا طریقہ یوں سکھاتے تھے: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَيُّهَا الدَّارُ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ الخ تم پر سلام ہو اے مؤمنین و مسلمین کے گھر والو!

۸۰۱...... وَلَا بَأْسَ بِقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ عِنْدَ الْقُبُورِ وَرُبَّمَا تَكُونُ أَفْضَلَ مِنْ غَيْرِهِ وَيَجُوزُ أَنْ يُخَفِّفَ اللّٰهُ عَنْ أَهْلِ الْقُبُورِ شَيْئًا مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ أَوْ يَقْطَعَهُ عِنْدَ دُعَاءِ الْقَارِءِ وَتِلَاوَتِهِ وَفِيهِ وَرَدَ آثَارٌ مَنْ دَخَلَ الْمَقَابِرَ فَقَرَأَ سُورَةَ يٰسٓ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْهُمْ يَوْمَئِذٍ (ایضاً) قبور کے پاس قرآن پڑھنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ بعض دفعہ دور سے پڑھنے کے مقابلہ میں قبر کے پاس پڑھنا افضل ہوتا ہے اور ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل قبور سے عذاب قبر میں تخفیف کر دیں یا قرات کرنے والے کی دعا کے وقت اور اس کی تلاوت کے وقت اللہ تعالیٰ عذاب کو ختم کر دے اور احادیث میں وارد ہوا ہے کہ جو قبرستان میں داخل ہو اور سورہ یٰس پڑھے تو اللہ تعالیٰ اہل قبور سے اس دن تخفیف کر دیتے ہیں۔

۸۰۲...... وَفِي السِّرَاجِيَّةِ عَذَابُ الْقَبْرِ لِلْكَافِرِينَ وَلِبَعْضِ الْعُصَاةِ حَقٌّ يُؤْمَنُ بِهِ وَلَا يُشْتَغَلُ بِكَيْفِيَّتِهِ (البحر الرائق ج ۸ ص ۲۰۶) فتاوی سراجیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں کہ کفار اور بعض نافرمان مسلمانوں کے لئے قبر کا عذاب حق ہے، اس پر ایمان لایا جائے اور اس کی کیفیت کے ساتھ مشغول نہ ہوا جائے۔

۸۰۳...... وَمَنْ يُعَذَّبُ فِي الْقَبْرِ يُوضَعُ فِيهِ الْحَيَاةُ فِي قَوْلِ الْعَامَّةِ (البحر الرائق ج ۴ ص ۳۳۴، باب الیمین فی الضرب) قبر میں جس کو عذاب دیا جاتا ہے تمام اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ اس میں حیات رکھی جاتی ہے۔

ابن نَجّار حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (تقی الدین، ابو البقاء محمد بن احمد۔ م ۹۷۲ھ)

۸۰۴...... وَيَسْمَعُ الْمَيِّتُ الْكَلَامَ وَيَعْرِفُ زَائِرَهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَيَتَأَذّٰى بِالْمُنْكَرِ عِنْدَهُ وَيَنْتَفِعُ بِالْخَيْرِ (منتہی الارادات ج ۱ ص ۴۴۳) میت کلام کو سنتی ہے اور جمعہ کے دن طلوع شمس سے پہلے اپنے زائر کو (زیادہ) پہچانتی ہے اور قبر کے پاس گناہ کی وجہ سے تکلیف پاتی ہے اور نیکی کی وجہ سے نفع حاصل کرتی ہے۔

امام شَعرانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (عبد الوہاب بن احمد بن علی۔ م ۹۷۳ھ)

۸۰۵...... فاعلموا ایها الاخوان ان عذاب القبر ونعیمه حق کما صرحت به الاحادیث الصحیحة ولکن الله تعالیٰ یاخذ بابصار الخلائق واسماعهم من الجن والانس عن رؤیة عذاب القبر ونعیمه لحکمة الالهیة ومن شك فی ذلك فهو ملحد (مختصر تذکرۃ القرطبی للشعرانی ص ۳۶) مؤلف فرماتے ہیں اے بھائیو! جان لو کہ قبر کا عذاب وثواب حق ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں اس کی صراحت ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنی حکمت الٰہیہ کی وجہ سے جن وانس کی آنکھوں کو قبر کا عذاب وثواب دیکھنے سے اور کانوں کو سننے سے روک لیتے ہیں اور جو اس میں شک کرے وہ بے دین ہے۔

۸۰۶...... وقد اجمع اهل الکشف ان المیت یحس بضغطة القبر ویحس باختلاف اضلاعه ولو کان فی بطون السباع والطیور او کان قد حرق وذری فی الریح فتحس کل ذرة بالالم ولو کانت متفرقة (مختصر تذکرۃ القرطبی للشعرانی ص ۳۶) اہل کشف کا اجماع ہے کہ قبر کا دبانا میت محسوس کرتی ہے اور پسلیوں کا ادھر ادھر گھسنا بھی محسوس کرتی ہے۔ اگرچہ درندوں اور پرندوں کے پیٹوں میں ہو یا اس کو جلا کر ہوا میں اڑا دیا گیا ہو۔ پس ہر ذرہ تکلیف محسوس کرتا ہے۔ اگرچہ بکھرا ہوا ہو۔

۸۰۷...... وبات سیدی الشیخ علی العیاشی...لیلة فی زاویة جدی فسمع جدی یقرأ القرآن فی قبرہ فابتدأ من سورة مریم الی سورة الرحمن فطلع الفجر فسکت الصوت (الطبقات الکبری للشعرانی ج ۲ ص ۹۸) امام شعرانی کہتے ہیں کہ شیخ علی عیاشی نے میرے دادا کی قبر کے قریب ایک رات گزاری تو انہوں نے میرے دادا کو سنا کہ وہ اپنی قبر میں قرآن پڑھ رہے ہیں، انہوں نے سورہ مریم سے ابتداء کی اور سورہ رحمٰن تک قرآن پڑھا، فجر طلوع ہوئی تو وہ خاموش ہو گئے۔

۸۰۸...... (قال المؤلف الشعرانی) فلما حججت سنة سبع واربعین مضیت الی قبرہ (ابی الفضل الاحمدی) فقلت له اقسم علیك بالله الا ما نطقت لی من القبر وعرفتنی بقبرك فنادانی تعال فانی ھاھنا فعرفت قبرہ بتعریفه لی رضی اللہ عنہ (الطبقات الکبری للشعرانی ج ۲ ص ۱۵۰) مؤلف شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب میں نے سن ۹۴۷ھ میں حج کیا تو میں شیخ ابوالفضل احمدی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی طرف گیا، میں نے ان کو اللہ کی قسم دے کر کہا کہ آپ میرے ساتھ قبر سے کلام کریں گے اور مجھے اپنی قبر کی پوری پوری پہچان کرائیں گے تو انہوں نے مجھے آواز دی ادھر آ جا، میں یہاں پر ہوں، میں نے ان کے پہچان کرانے کے ساتھ ان کی قبر کو پہچان لیا۔

۸۰۹...... وکان رضی اللہ عنہ اذا زار القرافة سلم علی اصحاب القبور فیردون السلام علیه بصوت یسمعه من معه (الطبقات الکبری للشعرانی ج ۲ ص ۸۸) شیخ شمس الدین حنفی رحمۃ اللہ علیہ جب قرافہ (قبرستان) کی زیارت کرتے تو اہل قبور پر سلام کرتے اور وہ سلام کا ایسی آواز کے ساتھ جواب دیتے جس کو شیخ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہی بھی سنتے۔

۸۱۰...... ولما توفی رایته فی قبرہ وقد اتسع مد البصر وھو مغطی بلحاف حریر اخضر مساحته قدر فدان ثم انی رایته بعد سنتین ونصف وھو یقول لی غطنی بالملاءة الخ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میرے شیخ نورالدین شونی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوئی تو میں نے ان کی قبر میں دیکھا کہ قبر تا حد نگاہ وسیع ہو گئی ہے اور سبز ریشمی چادر کے ساتھ لپٹے ہوئے ہیں جس کی لمبائی چوڑائی ایک ایکڑ زمین کے برابر ہے پھر میں نے ان کو اڑھائی سال کے بعد (خواب میں) دیکھا کہ وہ کہہ رہے ہیں مجھے چادر کے ساتھ لپیٹ دے کہ میں برہنہ بدن ہوں۔ پس میں نہ سمجھ سکا کہ اس کی مراد کیا ہے، پھر میرا بیٹا محمد اُسی رات فوت ہوا۔ پس ہم نے اس کو قبرستان میں شیخ شونی کے قریب دفن کے لئے اتارا، پس میں نے ان کو دیکھا کہ وہ ریت پر برہنہ پڑے ہیں اور کفن کا ایک دھاگا بھی باقی نہیں ہے لیکن خود ان کا جسم تر و تازہ ہے البتہ ان کی کمر سے خون گر رہا ہے جیسا کہ دفن کے وقت بھی ایسا ہی تھا، اس کے علاوہ ان کے بدن میں کوئی تغیر نہیں آیا تھا پس میں نے ان کو چادر کے ساتھ ڈھانپ دیا اور میں نے ان کو کہا جب آپ کھڑے ہوں اور آپ کو فرشتے کپڑا پہنا دیں تو چادر میری طرف بھیج دیجئے، یہ اس بات پر واضح ترین دلیل ہے کہ نورالدین شونی شہدائے محبت میں سے ہیں کیونکہ زمین نے ان کے جسد میں سے کسی چیز کو نہیں کھایا اور نہ ہی وہ پھولا نہ گوشت بدبودار ہوا حالانکہ اڑھائی سال گزر چکے تھے اور ہم نے جو دیکھا کہ ان کی کمر سے تازہ خون گر رہا ہے یہ اس وجہ سے کہ جب وہ بیمار ہو گئے تھے تو کوئی بھی اس کی طاقت نہیں رکھتا تھا کہ ان کا پہلو تبدیل کرے تو وہ ستاون دن اسی حالت میں پیٹھ کے بل پڑے رہے تو ان کی کمر کا گوشت پگھل گیا، ہم نے اس پر روئی اور کیلے کے پتے رکھ دیئے، اتنی سخت بیماری کے باوجود نہ انہوں نے اس پر پریشانی ظاہر کی اور نہ اس بیماری میں روئے۔

(الطبقات الکبری للشعرانی ص ۳۰۴)

ابن حجر ھیتمی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (ابوالعباس احمد بن محمد بن علی بن حجر، سعدی انصاری۔ م ۹۷۴ھ)

۸۱۱...... قَالَ (ابن رجب) وَاَمَّا السَّلَامُ عَلَى الْقُبُوْرِ فَلَا يَدُلُّ عَلَى اسْتِقْرَارِ اَرْوَاحِهِمْ عَلٰى اَفْنِيَةِ قُبُوْرِهِمْ فَاِنَّهٗ يُسَلِّمُ عَلٰى قُبُوْرِ الْاَنْبِيَاءِ وَالشُّهَدَاءِ وَاَرْوَاحُهُمْ فِيْ اَعْلٰى عِلِّيِّيْنَ وَلٰكِنْ لَهَا مَعَ ذٰلِكَ اتِّصَالٌ سَرِيْعٌ بِالْجَسَدِ وَلَا يَعْرِفُ كُنْهَ ذٰلِكَ اِلَّا اللّٰهُ تَعَالٰى (الفتاوی الفقہیہ الکبری ج ۲ ص ۷۔ نیز الفتاوی الحدیثیہ لابن حجر الہیتمی ص ۴) ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں کہ قبور پر سلام اس بات کی دلیل نہیں کہ ان کی ارواح قبور کے اردگرد ہیں، کیونکہ انبیاء اور شہداء کی قبور پر سلام کیا جاتا ہے۔ حالانکہ ان کی ارواح اعلیٰ علیین میں ہیں لیکن ان ارواح کا جسم کے ساتھ سریع الاثر اتصال وتعلق ہوتا ہے اور اس کی حقیقت کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔

۸۱۲...... (وَسُئِلَ) رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ هَلْ يَعْرِفُ الْمَيِّتُ مَنْ يَزُوْرُهٗ وَيَفْرَحُ بِذٰلِكَ؟ (فَاَجَابَ) بِقَوْلِهٖ ذَكَرَ ابْنُ رَجَبٍ حَدِيْثًا اَخْرَجَهُ الْعُقَيْلِيُّ فِيْهِ اَنَّهُمْ يَسْمَعُوْنَ السَّلَامَ وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهٗ (الفتاوی الفقہیہ الکبری ج ۲ ص ۹) ابن حجر ہیتمی سے سوال کیا گیا کہ کیا میت زائر کو پہچانتی ہے اور اس کی وجہ سے خوش ہوتی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث ذکر کی ہے جس کی عقیلی نے تخریج کی ہے، اس حدیث میں یہ مضمون ہے کہ تحقیق مردے سلام سنتے ہیں لیکن جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔ (اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی آواز کے ساتھ جواب نہیں دے سکتے جس کو زائر عادۃً سن لے)

۸۱۳...... (وَسُئِلَ) هَلْ عَذَابُ الْقَبْرِ عَلَى الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ اَمْ عَلٰى اَحَدِهِمَا؟ (فَاَجَابَ) بِقَوْلِهٖ مَذْهَبُ اَهْلِ السُّنَّةِ اِلٰى اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِي الْمُكَلَّفَ فِيْ قَبْرِهٖ وَيَجْعَلُ لَهٗ مِنَ الْعَقْلِ مِثْلَ مَا عَاشَ عَلَيْهِ لِيَعْقِلَ مَا يُسْاَلُ عَنْهُ وَيُجِيْبَ عَنْهُ وَيَفْهَمُ بِهٖ مَا اَتَاهُ مِنْ رَبِّهٖ وَمَا اُعِدَّ لَهٗ فِيْ قَبْرِهٖ مِنْ كَرَامَةٍ وَهَوَانٍ وَبِهٰذَا نَطَقَتِ الْاَخْبَارُ وَالْاَصَحُّ اَنَّ الْعَذَابَ عَلَى الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ (الفتاوی الفقہیہ الکبری ج ۲ ص ۹) مؤلف سے سوال کیا گیا کیا قبر کا عذاب روح اور جسد دونوں پر ہوتا ہے یا ان میں سے ایک پر؟ مؤلف نے جواب دیا اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ مکلف کو اللہ تعالیٰ اس کی قبر میں زندہ کرتے ہیں اور اس میں اُس عقل کو بحال کردیتے ہیں جو اس کی زندگی میں تھی تاکہ وہ منکر نکیر کا سوال سمجھے اور اس کا جواب دے، نیز جو کچھ اس کے پاس اس کے رب کی طرف سے آئے اور جو اس کی قبر میں اس کے لئے عزت یا ذلت تیار کی گئی ہے اس کو سمجھ سکے، احادیث میں اسی کی صراحت ہے اور زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ عذاب روح اور جسد دونوں پر ہوتا ہے۔

۸۱۴...... (وَسُئِلَ) عَمَّا اِذَا نُقِلَ الْجَسَدُ مِنَ الْقَبْرِ هَلْ تَنْتَقِلُ مَعَهُ الرُّوْحُ.. (فَاَجَابَ) بِقَوْلِهٖ تَنْتَقِلُ مَعَهٗ لِاَنَّهَا تَابِعَةٌ لَهٗ لَا لِلْقَبْرِ (ایضا) سوال کیا گیا کہ جب جسد کو قبر سے منتقل کیا جائے تو کیا اس کے ساتھ روح بھی منتقل ہوتی ہے؟ مؤلف نے جواب دیا کہ روح بھی اس کے ساتھ منتقل ہوتی ہے کیونکہ یہ قبر کے تابع نہیں جسد کے تابع ہے۔

__فائدہ:__ جن علماء کے نزدیک ارواح قبور کے اردگرد رہتی ہیں ان کے نزدیک جسد کے منتقل ہونے کے ساتھ روح منتقل ہوتی ہے اور جن کے نزدیک ارواح علیین یا سجین میں ہیں اور جسد کے ساتھ ایک معنوی اتصال وتعلق ہے تو ان کے نزدیک روح کے منتقل ہونے سے مراد ہے روح کے جسد کے ساتھ اتصال وتعلق کا منتقل ہونا کہ پہلے روح کا اتصال تھا پہلی قبر میں مدفون جسد کے ساتھ اور جب جسد کو اس قبر سے دوسری قبر میں منتقل کیا گیا تو اب اس روح کا اُسی دوسری قبر میں مدفون جسد کے ساتھ تعلق ہوگا اور پہلے والی جگہ سے تعلق ختم ہوجائے گا۔

۸۱۵...... (وَسُئِلَ) نَفَعَ اللهُ بِهِ عَمَّا اِذَا دُفِنَتِ الرَّقَبَةُ فِي مَكَانٍ وَالْجُثَّةُ فِي آخَرَ فَاَيْنَ تَكُونُ الرُّوحُ؛ (فَاَجَابَ) بِقَوْلِهِ لَمْ نَرَ فِيهِ شَيْئًا الخ. ثُمَّ رَاَيْتُ بَعْضَ الْمُحَقِّقِينَ اَفْتٰى بِذٰلِكَ فَقَالَ الرُّوحُ وَاِنْ لَمْ تَكُنْ دَاخِلَةً جَسَدَ الْمَيِّتِ لٰكِنْ لَهَا بِهِ وَبِكُلِّ جُزْءٍ مِنْهُ اتِّصَالٌ مُسْتَمِرٌّ فَاِذَا فُرِّقَ بَيْنَ الْجَسَدِ وَالرَّاْسِ اتَّصَلَتِ الرُّوحُ بِكُلٍّ مِنْهُمَا (ایضا) سوال کیا گیا کہ اگر میت کی گردن اور سر ایک جگہ دفن کیا جائے اور دھڑ دوسری جگہ دفن کیا جائے تو روح کا تعلق کس کے ساتھ ہوگا؟ مؤلف نے جواب دیا کہ ہمیں اس بارے میں کوئی صراحت نہیں ملی، لیکن اگر ہم کہیں کہ جنۃ میں ہے تو یہ بھی ممکن ہے یا قبر کے اردگرد ہے تو اس صورت میں روح کا جسم کے تمام اجزاء کے ساتھ تعلق ہوگا، اگرچہ وہ اجزاء منتشر ہوں۔ مؤلف فرماتے ہیں کہ پھر میں نے بعض محققین کو دیکھا کہ انہوں نے یہی فتویٰ دیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ روح اگرچہ میت کے جسم میں داخل نہ ہو لیکن اس جسد کے ساتھ اور اس کے ہر جزء کے ساتھ دائمی تعلق ہوتا ہے، پھر جب جسد اور سر جدا کر دیئے جائیں تو روح کا ان میں سے ہر ایک کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔

۸۱۶...... (وَسُئِلَ) نَفَعَ اللهُ بِهِ هَلْ يَعْلَمُ الْاَمْوَاتُ بِزِيَارَةِ الْاَحْيَاءِ وَبِمَا هُمْ فِيهِ؛ (فَاَجَابَ) بِقَوْلِهِ نَعَمْ يَعْلَمُونَ بِذٰلِكَ مِنْ غَيْرِ تَقْيِيدٍ بِزَمَانٍ خِلَافًا لِمَنْ قَيَّدَ كَمَا اَفَادَهُ حَدِيثُ ابْنِ اَبِي الدُّنْيَا مَا مِنْ رَجُلٍ يَزُورُ قَبْرَ اَخِيهِ وَيَجْلِسُ عَلَيْهِ اِلَّا اسْتَاْنَسَ وَرَدَّ حَتّٰى يَقُومَ. وَصَحَّ حَدِيثُ مَا مِنْ اَحَدٍ يَمُرُّ بِقَبْرِ اَخِيهِ الْمُؤْمِنِ كَانَ يَعْرِفُهُ فِي الدُّنْيَا فَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ اِلَّا عَرَفَهُ وَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ (الفتاوی الفقہیۃ الکبریٰ ج ۲ ص ۲۹) سوال کیا گیا کہ کیا زندوں کے زیارت کرنے کا مردوں کو پتا چلتا ہے؟ اور کیا اموات زندوں کے احوال کو جانتے ہیں؟ مؤلف نے جواب دیا جی ہاں وہ اس کو جانتے ہیں اور اس کو اگرچہ بعض لوگوں نے خاص زمانے کے ساتھ مقید کیا ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ مقید نہیں جیسا کہ ابن ابی الدنیا کی حدیث میں ہے کہ جب کوئی آدمی اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کرتا ہے اس کے پاس بیٹھتا ہے تو قبر والا اس کے ساتھ اُنس پکڑتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے یہاں تک کہ زائر اٹھ کر چلا جائے اور صحیح حدیث میں ہے کہ جو آدمی اپنے مؤمن بھائی کی قبر کے پاس گزرتا ہے اور قبر والا دنیا میں اس کو پہچانتا تھا پھر گزرنے والا اس پر سلام کرتا ہے تو قبر والا اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

۸۱۷...... (وَسُئِلَ)۔ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ۔ فِي رَجُلٍ صَلّٰى فِي مَقَابِرِ الْاَنْبِيَاءِ۔ صَلَوَاتُ اللهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِينَ۔ فَهَلْ تَصِحُّ صَلَاتُهُ بِلَا كَرَاهَةٍ لِاَنَّهُمْ اَحْيَاءٌ فَاِنْ كَانُوا اَحْيَاءً الخ. سوال کیا گیا کہ ایک آدمی انبیاء علیہم السلام کی قبروں کے پاس نماز پڑھتا ہے تو کیا اس کی نماز بلا کراہت درست ہے؟ کیونکہ وہ زندہ ہیں اور اگر وہ زندہ ہیں تو کیا ان کی زندگی ہماری دنیا کی زندگی کی طرح ہے؟ کہ وہ کھاتے پیتے ہوں اور لباس پہنتے ہوں اور کیا وہ نماز روزہ حج یا کسی دوسری عبادت کے مکلف ہیں؟ مؤلف نے جواب دیا کہ اس کی نماز بلا کراہت صحیح ہے اور انبیاء کی قبر والی حیات ہر اعتبار سے ہماری دنیا والی حیات کی طرح نہیں، تاکہ وہ کھانے پینے کی طرف محتاج ہوں اور وہ نماز روزے کے مکلف ہوں، بلکہ اس حیات سے مراد یہ ہے کہ یہ حیات ملائکہ کی حیات کی مثل ہے کہ جیسے ملائکہ زندہ ہیں لیکن کھانے پینے کے محتاج نہیں ہیں اور جیسے ان سے عبادات کا وقوع بطور تلذذ کے ہے۔ (اسی طرح انبیاء بھی اس حیات میں کھانے پینے کے محتاج نہیں ہوتے اور وہ عبادات بھی تکلیفی نہیں بلکہ تلذذ کے طور پر ہوتی ہیں) اور ان کو عبادات میں تلذذ حاصل ہوتا ہے حق تعالیٰ کے ساتھ ہمکلامی کی وجہ سے کہ کہیں بندہ اللہ سے کلام کرتا ہے اور کہیں اللہ اپنے بندے سے کلام کرتا ہے، نیز اللہ تعالیٰ کی عبادات کی مختلف عظیم الشان صورتوں میں حق تعالیٰ کے مشاہدہ کی

وجہ سے بھی تلذذ حاصل ہوتا ہے، کیونکہ حق تعالیٰ کے ساتھ خطاب اور عبادات میں (روحانی) مشاہدہ کامل ترین ہوتا ہے، فَمِنْ ثَمَّ خُصُّوْا بِجَرَيَانِ اَفْضَلِ الْعِبَادَاتِ عَلٰی اَجْسَامِهِمْ وَاَرْوَاحِهِمْ الخ اسی وجہ سے وہ اس بات کے ساتھ مختص کئے گئے کہ عبادات میں سے افضل ترین عبادت یعنی نماز کو ان کے اجسام اور ارواح پر جاری کیا گیا۔ (الفتاوی الفقہیۃ الکبری ج ۱ ص ۱۲۵) کیونکہ نماز حق تعالیٰ کے ساتھ خطاب اور حق تعالیٰ کے مشاہدے کا عظیم الشان محل ہے اس لئے انبیاء کو نماز سے زیادہ تلذذ حاصل ہوتا ہے جیسے ایک حدیث میں ہے ان تعبد الله کانك تراہ تو اللہ کی عبادت ایسے کر گویا کہ تو اللہ کو دیکھ رہا ہے۔

۸۱۸...... (وَسُئِلَ)-رَضِيَ اللهُ عَنْهُ-عَنْ حَدِيْثِ اَحْمَدَ وَاَبِي دَاوُدَ وَالْبَيْهَقِيِّ مَا مِنْ اَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ الخ سوال کیا گیا کہ جب انبیاء کی حیات پر اجماع ہے اور اس پر احادیث متواتر موجود ہیں تو سلام کے وقت روح کے لوٹانے کا کیا مطلب؟ مؤلف نے پہلا جواب دیا جس کا حاصل یہ ہے کہ رد روح والی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سلام سے پہلے نبی ﷺ پر روح کو رد کر دیا ہے اور آپ ﷺ سلام کا جواب دیتے ہیں...... دوسرا جواب یہ ہے کہ روح بدن سے جدا نہیں ہوئی اور رد روح سے رد معنوی مراد ہے یعنی نبی ﷺ کی روح مبارک اللہ تعالیٰ کی تجلیات وانوارات کے مشاہدہ میں مستغرق تھی اور جب سلام کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی روح مبارک کو سلام کے سننے اور جواب دینے کی طرف متوجہ کر دیا، اسی توجہ کو رد روح کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔

(الفتاوی الفقہیۃ الکبری ج ۲ ص ۱۳۵)

۸۱۹...... اَلْمُتَنَعِّمُ بِهٰذَا النَّعِيْمِ الْاَرْفَعِ الْاَوْسَعِ الْاَكْمَلِ الْاَفْضَلِ هُوَ الرُّوْحُ بِطَرِيْقِ الذَّاتِ وَاَمَّا الْجَسَدُ فَهُوَ وَاِنْ كَانَ بِالْبَرْزَخِ يَحْصُلُ لَهٗ بَعْضُ آثَارِهٖ لِاَنَّهٗ فِيْهِ يُحِسُّ بِالنَّعِيْمِ وَضِدِّهٖ فَلِلرُّوْحِ مِنَ الثَّوَابِ اَعْلَاهُ وَلِلْجَسَدِ مِنْهُ اَدْنَاهُ وَسِرُّهٗ اَنَّ حَقِيْقَةَ الْمَعْرِفَةِ وَالتَّوْحِيْدِ وَسَائِرِ الطَّاعَاتِ الْبَاطِنَةِ- وَالْمَدَارُ لَيْسَ اِلَّا عَلَيْهَا -اِنَّمَا يَنْشَاُ عَنِ الرُّوْحِ فَاسْتَحَقَّتْ اَكْمَلَ الثَّوَابِ وَاَفْضَلَهٗ وَاَمَّا غَيْرُ ذٰلِكَ مِنَ الطَّاعَاتِ الظَّاهِرَةِ فَهُوَ بِالنِّسْبَةِ اِلَيْهَا كَالتَّبَعِ وَالْقَائِمُ بِهِ الْبَدَنُ فَاسْتَحَقَّ مِنَ الثَّوَابِ اَدْنَاهُ وَلَا يُسْتَبْعَدُ اِدْرَاكُهٗ لَهٗ مَعَ كَوْنِهٖ جَمَادًا لِاَرُوْحَ فِيْهِ لِاَنَّهٗ لَيْسَ كَالْجَمَادِ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ بَلْ لَهٗ نَوْعُ اِدْرَاكٍ لِاَنَّ الرُّوْحَ وَاِنْ كَانَتْ بَعِيْدَةً عَنْهُ-اِذْ اَرْوَاحُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ عِلِّيِّيْنَ وَاَرْوَاحُ الْكُفَّارِ فِيْ سِجِّيْنٍ-لٰكِنْ لَهَا اتِّصَالٌ بِالْبَدَنِ كَمَا اَنَّ الشَّمْسَ بِالسَّمَاءِ الرَّابِعَةِ وَلَهَا اتِّصَالٌ وَشُعَاعٌ وَاِنَارَةٌ وَنَفْعٌ عَامٌّ بِالْاَرْضِ فَبِذٰلِكَ الْاِتِّصَالِ الْوَاصِلِ اِلَى الْبَدَنِ مِنَ الرُّوْحِ صَارَ لِلْبَدَنِ نَوْعُ اِحْسَاسٍ وَاِدْرَاكٍ فَاَحَسَّ بِالنَّعِيْمِ وَنَضْرَتِهٖ وَابْتَهَجَ بِمَا يَرِدُ عَلَيْهِ مِنْ شُهُوْدِهٖ وَمَسَرَّتِهٖ (الفتاوی الفقہیۃ الکبری ج ۲ ص ۲۰) برزخ میں ارفع اوسع اکمل افضل نعمتوں کے ساتھ بالذات (بلاواسطہ) لطف اندوز ہونے والی روح ہے اور جسد (عنصری) اگر چہ برزخ (قبر) میں ہے لیکن اس کو بھی تلذذ کے بعض آثار حاصل ہوتے ہیں، کیونکہ برزخ میں جسد کو بھی ثواب وعذاب کا احساس وادراک ہوتا ہے، فرق یہ ہے کہ روح کے لئے ثواب اعلیٰ درجے کا حاصل ہوتا ہے اور جسد کو اس کے مقابلے میں ادنی درجے کا ثواب حاصل ہوتا ہے اور اس میں حکمت اور راز یہ ہے کہ ثواب کا اصل مدار معرفت الٰہیہ، توحید اور طاعات باطنہ پر ہے اور ان امور کا منبع اور سرچشمہ روح ہے، اس لئے روح کامل ترین اور افضل ترین ثواب کی مستحق ہے اور طاعات ظاہرہ جو طاعات باطنہ کے تابع ہیں ان کا منبع وسرچشمہ بدن ہے اس لئے بدن ادنی ثواب کا مستحق ہے اور بدن اس لحاظ

سے جماد ہے کہ اس میں روح داخل نہیں لیکن اس اعتبار سے کہ اگرچہ ارواح علیین یا سجین میں ہیں لیکن ان کا بدن کے ساتھ اتصال ہے اور اس اتصال کی وجہ سے بدن میں ادراک وشعور پیدا ہوجاتا ہے اس اعتبار سے من کل الوجوہ جماد کی طرح نہیں اس لئے بدن کو ثواب یا عذاب کا ادراک ہوتا ہے اور اس اتصال کی مثال ایسے ہے جیسے سورج چوتھے آسمان میں ہے لیکن اس کا زمین کے ساتھ اتصال ہے ایسے ہی روح کا بدن کے ساتھ اتصال ہے۔

۸۲۰...... ھو حی فی قبرہ یصلی (الدر المنضود فی الصلاۃ والسلام علی صاحب المقام المحمود ص ۱۱۵) مؤلف لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں۔

۸۲۱...... وعلم من ھذہ الاحادیث ایضا انه ﷺ حیّ علی الدوام اذ من المحال العادی ان یخلو الوجود کله عن واحد یسلّم الخ مؤلف احادیث سے حیات انبیاء کے دلائل لکھنے کے بعد فرماتے ہیں: ان احادیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ دائمی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں۔ کیونکہ عادۃً یہ محال ہے کہ رات دن کا کوئی وقت سلام کرنے والے سے خالی ہو۔ لہٰذا ہر گھڑی کوئی نہ کوئی آپ ﷺ پر قریب سے سلام کررہا ہے یا دور سے سلام بھیج رہا ہے اور آپ جواب بھی دیتے ہیں، اس سے آپ کی دائمی زندگی ثابت ہوتی ہے، اس لئے ہم ایمان رکھتے ہیں اور اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ زندہ ہیں اور آپ ﷺ کو (اُس جہان کے مناسب) رزق دیا جاتا ہے اور آپ ﷺ کے جسد شریف کو زمین نہیں کھاتی اور اس پر امت کا اجماع ہے (اور یہ صرف نبی پاک ﷺ کی خصوصیت نہیں بلکہ ایک حدیث میں ہے: لاتاکل اجساد الانبیاء) اور ابن حبان کی جس حدیث میں: الذی فیه عظام یوسف کے الفاظ ہیں۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ یہاں عظام سے یا تو پورا بدن مراد ہے (اور فاستخرجه وحمله میں مفرد ضمیر اس کا قرینہ ہے) یا چونکہ جیسے دنیا میں زندہ جسد پر حیات اور آثار حیات نظر آتے ہیں۔ یوسف علیہ السلام کے جسد میں وہ اثرات نظر نہ آئے تو اس ظاہر کے اعتبار سے بدن کو عظام کے ساتھ تعبیر کردیا۔ (ایضاً ص ۱۵۸)

۸۲۲...... وقد جمع البیھقی جزءً فی حیاۃ الانبیاء علیہم السلام فی قبورھم واستدل بکثیر من الاحادیث السابقة وبالحدیث الصحیح الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون الخ مؤلف فرماتے ہیں کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے انبیاء کی حیاۃ فی القبور کے بارے میں ایک کتاب جمع کی ہے اور ہماری گزشتہ تحریر کردہ احادیث میں سے بہت سی حدیثوں کے ساتھ امام بیہقی نے استدلال کیا ہے اور اس حدیث صحیح سے بھی استدلال کیا ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں، اس کے بعد امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی تائید میں چند اور حدیثوں کی طرف اشارہ کیا ہے، قبر میں موسیٰ علیہ السلام کا نماز پڑھنا، معراج کی رات نبی ﷺ کا انبیاء علیہم السلام کی جماعت کو دیکھنا اور موسیٰ اور عیسیٰ اور ابراہیم علیہم السلام کی شکل وصورت کا بتانا، ان کا نماز پڑھنا، نماز میں ان کی امامت کرنا اور بیت المقدس میں ان سے ملاقات کرنا اور آسمانوں میں ان کے ساتھ ہم کلام ہونا، ان احادیث کو امام بیہقی نقل کرکے فرماتے ہیں: وکل ذلك صحیح یہ سب حدیثیں صحیح ہیں اور ان سے انبیاء کا قبور میں زندہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ (ایضاً)

فائدہ: کیونکہ مذکورہ بالا صفات اجساد عنصریہ کی ہیں اور اجساد عنصریہ کے ساتھ نماز پڑھنا اور آسمانوں پر جانا حیات پر موقوف ہے۔

۸۲۳...... وقیل لاعدۃ لھن لانه ﷺ حی فی قبرہ وکذلك الانبیاء الخ نبی کریم ﷺ اور اسی طرح باقی

انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اس لئے ان کی ازواج پر عدت نہیں اور اس کی تائید صاحب تلخیص کی اس بات سے ہوتی ہے جو پہلے گزر چکی ہے اور امام الحرمین نے ان سے نقل کی ہے۔ لیکن بقیہ مال کو اس طرح سنبھالنا جس طرح آپ کی زندگی میں خرچ ہوتا تھا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل اور آپ کے خدام پر خرچ کرتے تھے اور وہ سمجھتے تھے کہ یہ مال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک پر باقی ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اور اس کی وضاحت یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات شہداء کی حیات سے زائد ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی حیات پر بعض احکام دنیا بھی مرتب ہوتے ہیں اور صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ انبیاء حج کرتے ہیں، تلبیہ پڑھتے ہیں، ان کے یہ اعمال تکلیفی نہیں ہیں بلکہ وہ ان کے ساتھ لذت حاصل کرتے ہیں، جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شفاعت کبریٰ کے وقت اللہ کے حضور سجدہ تکلیفی نہیں ہوگا اور کتاب وسنت اور اجماع سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر موت کے اطلاق کا ثابت ہونا انبیاء کی حیات فی القبر کے منافی نہیں۔ سبکی نے کہا: لانہ احیی بعدہ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات کے بعد زندہ کر دیا گیا۔ اس کے مطابق موت کی وجہ سے جو ملک کا انتقال ہوتا ہے اس کی شرط یہ ہے کہ دنیا والی موت دائمی ہو۔ (دائمی موت سے مراد یہ ہے کہ جس موت سے دنیا والی حیات ختم ہونے کے بعد دوبارہ جسد عنصری میں اس جیسی قوی حیات پیدا نہ ہو جب کہ انبیاء علیہم السلام کے اجساد عنصریہ میں بعد از وفات دنیا والی حیات سے بھی اقویٰ حیات پیدا کر دی جاتی ہے اور غیر انبیاء میں جو حیات پیدا ہوتی ہے وہ ناقص درجے کی حیات ہوتی ہے اس لئے غیر انبیاء کی موت ظاہراً و باطناً دائمی ہے، لیکن ظاہر کے اعتبار سے موت کامل ہے مگر باطن کے اعتبار سے موت ناقص ہے، کہ روح وجسد کے درمیان تعلق باقی رہتا ہے، انبیاء علیہم السلام کی موت حیات محسوسہ کے منقطع ہونے کے اعتبار سے دائمی ہے لیکن حیات باطنہ غیر محسوسہ جو اقویٰ واکمل حیات ہے اس کے اعتبار سے انبیاء علیہم السلام کی موت امر غیر ممتد ہے، دائمی نہیں) اور یہ بات ثابت ہے کہ انبیاء کے اجسام بوسیدہ نہیں ہوتے اور یہ بھی ثابت ہے کہ روح جسد کی طرف سارے مردوں میں لوٹتی ہے، لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ روح بدن میں باقی رہتی ہے یا نہیں؟ اور کیا بدن دنیا والی زندگی کی طرح زندہ ہوتا ہے (کہ روح جسم میں داخل ہو) یا بغیر روح کے زندہ ہوتا ہے اور روح وہاں ہوتی ہے جہاں اللہ چاہتے ہیں (اور روح کا بدن کے ساتھ اتصال ہوتا ہے) کیونکہ حیات کے لئے روح کا بدن میں دخول عادۃً ضروری ہے عقلاً ضروری نہیں بلکہ اس کے خلاف بھی ہوسکتا ہے، جب اس کے خلاف ہوسکتا ہے اور وحی سے صحیح طور پر ثابت ہو جائے (کہ روح بدن میں نہیں ہوتی لیکن بدن بوجہ تعلق پھر بھی زندہ ہوتا ہے) تو اس کی اتباع کی جائے گی اور علماء کی ایک جماعت نے یہی بات ذکر کی ہے (کہ روح علیین میں ہوتی ہے لیکن اتصال کی وجہ سے بدن زندہ ہوتا ہے) اور اس کی دلیل موسیٰ علیہ السلام کا قبر میں نماز پڑھنا ہے۔ کیونکہ نماز زندہ جسم کا تقاضا کرتی ہے۔ اسی طرح اسراء والی حدیث میں انبیاء کی جو صفات ذکر کی گئی ہیں وہ ساری اجسام کی صفات ہیں اور اس حیات کے حیات حقیقی ہونے سے کوئی مانع نہیں۔ اگرچہ اس حیات میں بدن کھانے وغیرہ کا محتاج نہیں ہوتا، باقی رہا علم وسمع وغیرہ تو یہ انبیاء بلکہ تمام مردوں کے لئے بلا شبہ ثابت ہیں۔ (اشرف الوسائل ص ۵۹۳)

فائدہ: مردوں کا مصداق اجساد عنصریہ ہیں، ارواح نہیں اور علم وسمع وغیرہ موقوف ہیں حیات پر۔

۸۲۴..... ونحن نعلم انہ حی فی قبرہ یصلی (اشرف الوسائل ص ۶۰۰) ہم اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں۔

۸۲۵...... (وَيُسَنُّ اَنْ يَقِفَ سَاعَةً جَمَاعَةٌ بَعْدَ دَفْنِهٖ عِنْدَ قَبْرِهٖ يَسْأَلُوْنَ لَهُ التَّثَبُّتَ) وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لَهٗ لِلْاَثَرِ الصَّحِيْحِ بِذٰلِكَ وَاَمَرَ بِهٖ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ قَدْرَ مَا تُنْحَرُ جَزُوْرٌ وَيُفَرَّقُ لَحْمُهَا وَقَالَ حَتّٰى اَسْتَاْنِسَ بِكُمْ وَاَعْلَمَ مَاذَا اُرَاجِعُ بِهٖ رُسُلَ رَبِّيْ وَيُسْتَحَبُّ تَلْقِيْنُ بَالِغٍ عَاقِلٍ اَوْ مَجْنُوْنٍ سَبَقَ لَهٗ تَكْلِيْفٌ وَلَوْ شَهِيْدًا كَمَا اقْتَضَاهُ اِطْلَاقُهُمْ بَعْدَ تَمَامِ الدَّفْنِ لِخَبَرٍ فِيْهِ وَضَعْفُهٗ اُعْتُضِدَ بِشَوَاهِدَ عَلٰى اَنَّهٗ مِنَ الْفَضَائِلِ فَانْدَفَعَ قَوْلُ ابْنِ عَبْدِ السَّلَامِ اِنَّهٗ بِدْعَةٌ وَتَرْجِيْحُ ابْنِ الصَّلَاحِ اَنَّهٗ قَبْلَ اِهَالَةِ التُّرَابِ مَرْدُوْدٌ بِمَا فِيْ خَبَرِ الصَّحِيْحَيْنِ فَاِذَا انْصَرَفُوْا اَتَاهُ مَلَكَانِ فَتَاْخِيْرُهٗ بَعْدَ تَمَامِهٖ اَقْرَبُ اِلٰى سُؤَالِهِمَا (تحفۃ المحتاج فی شرح المنہاج ج ۳ ص ۲۰۶) سنت یہ ہے کہ میت کو دفن کرنے کے بعد ایک جماعت کچھ دیر اس کی قبر کے پاس ٹھہرے اور اس کے لئے ثابت قدمی کی دعا کرے اور اس کے لئے استغفار کرے۔ یہ صحیح حدیث کے ساتھ ثابت ہے اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ دفن کرنے کے بعد اتنی مقدار میری قبر کے پاس ٹھہرے رہو جتنی دیر میں اونٹ ذبح کیا جاتا ہے اور اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ میں تمہاری وجہ سے اُنس پکڑوں اور میں جان لوں کہ اپنے رب کے قاصدوں کا کیا جواب دوں اور دفن کے مکمل ہونے کے بعد عاقل بالغ یا مجنون جو پہلے مکلف تھا اس کو تلقین کرنا مستحب ہے۔ اگرچہ وہ شہید ہو کیونکہ علماء نے تلقین کو غیر شہید کے ساتھ خاص نہیں کیا اور تلقین والی حدیث میں اگرچہ کچھ ضعف ہے لیکن شواہد کے ساتھ اس کا تدارک ہو جاتا ہے۔ نیز یہ حدیث فضائل میں سے ہے اور فضائل میں ضعیف حدیث بھی معتبر ہے، نیز ضعیف حدیث سے مستحب ثابت ہو سکتا ہے۔

۸۲۶...... الثَّابِتُ فِي الْاَحَادِيْثِ الْكَثِيْرَةِ الصَّحِيْحَةِ اَنَّ الْاَنْبِيَاءَ اَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ الخ بہت سی صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں ...... اور یہ حیات اگرچہ روح اور بدن کی طرف دیکھتے ہوئے حقیقی ہے لیکن من کل وجہ حقیقی نہیں۔ (ایضاح ج ۳ ص ۱۵۲)

فائدہ: کیونکہ وہ لباس، خورد و نوش وغیرہ کی طرف محتاج نہیں ہوتا اور نہ ہی بدن کے ظاہر پر حیات کے آثار محسوس ہوتے ہیں۔

۸۲۷...... (مَا مِنْ اَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ اِلَيَّ رُوْحِيْ-) اَيْ نُطْقِيْ اِذِ الْاَنْبِيَاءُ اَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ -(حَتّٰى اَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ) (الزواجر عن اقتراف الکبائر ج ۱ ص ۱۹۳) جو آدمی مجھ پر سلام کرے گا اللہ تعالیٰ میری روح کو یعنی میرے نطق کو میری طرف لوٹا دے گا تاکہ میں سلام کا جواب دوں، روح سے مراد نطق اس لئے لیا گیا کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

۸۲۸...... یہ بات ثابت ہے کہ انبیاء زندہ ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ انبیاء کی حیات شہداء کی حیات سے اکمل ہے، باوجودیکہ ہم عقیدہ رکھتے ہیں کہ ہر میت کے لئے سننا دیکھنا اور قبر میں (سوال کے وقت) حیات کا لوٹنا ثابت ہے جیسا کہ یہ بات حدیث سے ثابت ہے اور یہ بات ثابت نہیں کہ اس کے بعد اس پر (کامل) موت آجاتی ہے بلکہ اس کے لئے قبر کا عذاب و ثواب ثابت ہے اور ثواب و عذاب کے ادراک کے لئے حیات شرط ہے، لیکن ایک جزء کی حیات کے ساتھ ادراک واقع ہو جاتا ہے اور ادراک پورے جسم کی حیات پر موقوف نہیں۔ لیکن انبیاء کی حیات کے دلائل کا مقتضا ہے ابدان (عنصریہ) کا زندہ ہونا دنیا والی حالت کی مثل، لیکن اس کے باوجود وہ غذا (وغیرہ لوازم دنیا) سے مستغنی ہوتے ہیں اور حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ کے قبر شریف سے اذان و اقامت سننے کا قصہ مشہور ہے اور

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان رکھتے ہیں اور اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ زندہ ہیں، ان کو رزق دیا جاتا ہے اور آپ کے جسد شریف کو زمین نہیں کھاتی اور اسی طرح باقی انبیاء علیہم السلام اور اس پر اجماع ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ علماء شہداء اور مؤذن بھی اسی طرح ہیں (کہ ان کے جسم کو زمین نہیں کھاتی) اور یہ صحیح ہے کیونکہ متعدد علماء اور اولیاء کی قبریں کھولی گئیں پس لوگوں نے ان کو اس حالت میں پایا کہ ان کے اجساد متغیر نہیں ہوئے تھے۔ ہاں! البتہ دلائل سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ شہداء کی حیات اولیاء کی حیات سے زیادہ قوی ہے کیونکہ حیات شہداء پر قرآن میں نص ہے اور انبیاء کی حیات سے شہداء کی حیات کم ہے کیونکہ انبیاء اس حیات کے بطریق اولیٰ زیادہ لائق اور مستحق ہیں اور یہ بعید نہیں کہ ان کی حیات کے درمیان تفاوت کا مطلب یہ ہے کہ حیات پر مرتب ہونے والے ثمرات کے اعتبار سے تفاوت ہے اور شہدائے آخرت یعنی حکمی شہداء جیسے غرق ہونے والا، پیٹ کی بیماری میں فوت ہونے والا وغیرہ، ان کے لئے حیات شہداء کے حاصل ہونے میں توقف ہے۔ واکد جمهور العلماء ان حياة الشهداء حقيقية ثم انه في قول انها للروح فقط وفي قول وللجسد ايضا اي بمعنى لا يبلى وانه تستمر فيه امارة الحياة من الدم وطراوة البدن وهذه هو المشاهد في ابدانهم جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ شہداء کی حیات حقیقی ہے، پھر ایک قول میں یہ فقط روح کے لئے ہے، دوسرے قول میں روح اور جسد دونوں کے لئے ہے یعنی بایں معنی کہ جسد بوسیدہ نہیں ہوتا اور اس میں حیات کے آثار ہمیشہ رہتے ہیں جیسے خون اور بدن کی تروتازگی اور یہ آثار شہداء کے بدنوں میں مشاہدہ سے ثابت ہیں۔ (الجوہر المنظم فی زیارۃ القبر الشریف النبی المکرم لابن حجر الہیتمی ص ۲۵)

علامہ علی متقی الہندی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۷۵ھ)

۸۲۹...... کنز العمال میں یہ باب قائم کیا ہے: كتاب الموت واحوال تقع بعده من قسم الاقوال یعنی موت اور موت کے بعد جو احوال پیش آتے ہیں ان کے بارے میں قولی حدیثوں کا بیان۔ اس کتاب کا تیسرا باب ہے: الباب الثالث في امور بعد الدفن تیسرا باب ان امور کے بیان میں ہے جو دفن کے بعد پیش آتے ہیں۔ اس باب میں چار فصلیں ہیں، پہلی فصل قبر میں سوال کے بیان میں، دوسری فصل قبر کے عذاب اور قبر کے سوال کے بیان میں۔ اسی طرح کتاب الموت من قسم الافعال کے تحت عنوان ہے سوال القبر وعذابه

۸۳۰...... (شیخ علی بن حسام الدین المتقی) نیز باین فقیر فرمودند بعد از ان کہ مرا دفن کنید مدتی روح من بمقامی خواہد رسید کہ نسبتے کہ بمیان من وتو در حالت حیات موجود است مفقود خواہد شد پس ناامید مشو وہمت تصور صورت من از دست مدہ وبذکر ودعا وتلاوت قرآن نزدیک قبر من مشغول باش تا آن نسبت در تو پیدا آید بعد ازاں ہر جا کہ خوش آید باش۔ (اخبار الاخیار للشیخ عبدالحق دہلوی ص ۲۶۴) شیخ علی متقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس فقیر (شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ) کو فرمایا کہ جب تم مجھے دفن کر دو گے تو میری روح ایسی جگہ پہنچ جائے گی کہ میرے اور آپ کے درمیان جو اس زندگی میں نسبت ہے وہ مفقود ہو جائے گی لیکن ناامید نہ ہونا اور میری صورت کا تصور ہاتھ سے نہ جانے دینا اور میری قبر کے پاس ذکر دعا اور قرآن کریم کی تلاوت میں مشغول رہنا تاکہ وہ نسبت پیدا ہو جائے اس کے بعد جہاں چاہو رہو۔

شربینی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (شمس الدین، محمد بن احمد۔ م ۹۷۷ھ)

۸۳۱ .... وَيُسَنُّ تَلْقِينُ الْمَيِّتِ الْمُكَلَّفِ بَعْدَ الدَّفْنِ فَيَقَالُ لَهُ يَا عَبْدَ اللهِ ابْنَ اَمَةِ اللهِ اُذْكُرْ مَا خَرَجْتَ

عَلَيْهِ مِنْ دَارِ الدُّنْيَا شَهَادَةَ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ وَاَنَّ النَّارَ حَقٌّ وَاَنَّ الْبَعْثَ حَقٌّ وَاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيْهَا وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ وَاَنَّكَ رَضِيْتَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ ﷺ۔ نَبِيًّا وَبِالْقُرْاٰنِ اِمَامًا وَبِالْكَعْبَةِ قِبْلَةً وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ اِخْوَانًا لِحَدِيْثٍ وَرَدَ فِيْهِ قَالَ فِي الرَّوْضَةِ وَالْحَدِيْثُ وَاِنْ كَانَ ضَعِيْفًا لٰكِنَّهُ اعْتَضَدَ بِشَوَاهِدَ مِنَ الْاَحَادِيْثِ الصَّحِيْحَةِ وَلَمْ تَزَلِ النَّاسُ عَلَى الْعَمَلِ بِهٖ مِنَ الْعَصْرِ الْاَوَّلِ فِي زَمَنٍ مَنْ يُقْتَدٰى بِهٖ وَقَدْ قَالَ تَعَالٰى وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَحْوَجُ مَا يَكُوْنُ الْعَبْدُ اِلَى التَّذْكِيْرِ فِي هٰذِهِ الْحَالَةِ وَيَقْعُدُ الْمُلَقِّنُ عِنْدَ رَأْسِ الْقَبْرِ (مغنی المحتاج الی معرفۃ معانی الفاظ المنہاج ج ۲ ص ۶۰) دفن کے بعد بالغ میت کو تلقین کرنا سنت ہے، اس کو کہا جائے اے اللہ کے بندے، اللہ کی بندی کے بیٹے! اس چیز کو یاد کر جس پر تو نے عالم دنیا سے کوچ کیا یعنی توحید ورسالت کی شہادت اور اس بات کی شہادت کہ جنت حق ہے، دوزخ حق ہے، قبر سے اٹھنا برحق ہے، قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں اور اللہ ان سب کو اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں اور بے شک تو اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر، محمد ﷺ کے نبی ہونے پر، قرآن کے مقتدیٰ ہونے پر، کعبہ کے قبلہ ہونے پر، مؤمنین کے بھائی ہونے پر راضی تھا، تلقین کے بارے میں حدیث موجود ہے مؤلف فرماتے ہیں کہ کتاب الروضہ میں ہے کہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن احادیث صحیحہ کے شواہد کے ساتھ اس کی تقویت ہو جاتی ہے اور خیر القرون کے زمانے میں وہ لوگ اس پر عمل پیرا رہے جن کی اقتداء کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا: وذکر فان الذکری تنفع المؤمنین (اور نصیحت کیجئے کیونکہ نصیحت مؤمنین کو نفع دیتی ہے) اور جن احوال میں بندہ نصیحت کی طرف محتاج ہوتا ہے ان میں سے قبر میں نصیحت کی طرف زیادہ محتاج ہے اور تلقین کرنے والا قبر کے سر کے پاس بیٹھے۔

رمضان بن محمد افندی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (المعروف بہشتی۔م ۹۷۹ھ)

۸۳۲...... اتفق اھل الحق علی انہ تعالیٰ یعید فی القبر حیاۃ الخ اہل حق کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ قبر کے اندر میت میں حیات لوٹاتے ہیں لیکن اس میں انہوں نے توقف کیا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ روح کو جسم میں لوٹاتا ہے یا نہیں؟ یعنی جسم میں روح کو داخل کرتا ہے یا روح کو جسم کی طرف متوجہ کرتا ہے؟ (اس میں توقف ہے) اور بغیر (دخول) روح کے حیات کا ممتنع ہونا باطل ہے۔ حیات کا روح کے دخول فی البدن پر موقوف ہونا اس حیات کامل میں ہے جو افعال اختیاریہ کا سبب بنتی ہے۔ (یعنی عالم دنیا اور آخرت کی زندگی) اور اگر کوئی عذاب قبر کا منکر یہ اعتراض کرے کہ ہم میت کو قبر میں رکھتے ہیں پھر دیکھتے ہیں وہ میت اپنی اسی حالت میں باقی ہوتی ہے اور ہم میت کو تنگ صندوق میں رکھتے ہیں جس میں میت کے بیٹھنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کوتاہ فہم اور کوتاہ نظر نہیں جانتا کہ جو اللہ اس کو زندہ کرنے پر قادر ہے وہ اس کو اسی حالت کے ساتھ باقی رکھنے پر بھی قادر ہے اور صندوق کے تنگ اور فراخ کرنے پر بھی قادر ہے۔ (حاشیہ رمضان افندی علی شرح العقائد ص ۲۲۵) اور یہ سب کچھ کر کے ہماری آنکھوں اور کانوں سے پوشیدہ رکھنے پر بھی قادر ہے۔

بزکوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن بیر علی، رومی۔م ۹۸۱ھ)

۸۳۳...... وغرضہ واللہ تعالیٰ اعلم ان یسمع القرآن ویستانس بہ ویتلذذ اذ ھذہ الاشیاء

متصور فمن المیت (رسالۃ انقاذ الہالکین ص ۱۲۲) قبر کے پاس قرآن کریم پڑھنے کی غرض یہ ہے کہ میت قرآن کو سنے، اس کے ساتھ اُنس پکڑے، لذت حاصل کرے، کیونکہ یہ امور میت کے لئے ممکن ہیں۔

گیارہوں صدی

شمس الدین رَملِی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن احمد بن حمزہ، یقال لہ الشافعی الصغیر۔ م ۱۰۰۴ھ)

۸۳۴...... وَيُسْتَحَبُّ تَلْقِينُ الْمَيِّتِ الْمُكَلَّفِ بَعْدَ تَمَامِ دَفْنِهٖ لِخَبَرِ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهٖ وَتَوَلّٰى عَنْهُ اَصْحَابُهٗ الخ دفن کے پورا ہونے کے بعد عاقل بالغ کو تلقین کرنا مستحب ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ جب بندے کو اس کی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی واپس ہوتے ہیں تو وہ بندہ ان کے جوتیوں کی آواز سنتا ہے، پس جب وہ لوٹ جاتے ہیں تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، اس لئے مٹی گرانے کے بعد تلقین کو مؤخر کرنا سوال والی حالت کے زیادہ مناسب ہے، تلقین ان الفاظ کے ساتھ کرے اے اللہ کے بندے، اللہ کی بندی کے بیٹے! اس چیز کو یاد کر جس پر تو نے دنیا سے کوچ کیا یعنی اشهد ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله الخ اور تلقین کرنے والا قبر کے سر کے قریب ٹھہرے اور مناسب یہ ہے کہ میت کے اقرباء میں سے جو نیک اور دیندار ہو وہ تلقین کرے اور اگر اقرباء میں ایسا آدمی نہ ہو تو غیر بھی کرسکتا ہے۔ (نہایۃ المحتاج الی شرح المنہاج ج ۳ ص ۴۱)

۸۳۵...... يُبَلَّغُ الصَّلٰوةَ وَالسَّلَامَ اِذَا صَدَرَا مِنْ بُعْدٍ وَيَسْمَعُهُمَا اِذَا كَانَا عِنْدَ قَبْرِهِ الشَّرِيْفِ بِلَا وَاسِطَةٍ الخ جب دور سے صلوۃ وسلام پڑھا جائے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچایا جاتا ہے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے پاس پڑھا جائے تو بلا واسطہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود صلوۃ وسلام سنتے ہیں۔ اگرچہ یہ بھی حدیث میں وارد ہے کہ قبر کے پاس سے بھی صلوۃ وسلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچایا جاتا ہے کیونکہ اس میں کوئی مانع نہیں کہ قبر کے پاس فرشتہ مقرر ہو جو آپ کے صلوۃ وسلام سننے کے باوجود وہ فرشتہ وہی صلوۃ وسلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچائے۔ (ایضاً ج ۲ ص ۳۴۴، نیز ج ۳ ص ۳۱۹)

سراج الدین ابن نُجَیم حنفی رحمۃ اللہ علیہ (عمر بن ابراہیم بن نجیم۔ م ۱۰۰۵ھ)

۸۳۶...... ان المعذب فی قبرہ توضع فیہ الحیاۃ عند العامۃ بقدر ما یحس بالالم والبنیۃ لیست بشرط عند اھل السنۃ بل یجعل الحیاۃ فی تلک الاجزاء المتفرقۃ التی لا یدرکھا البصر (النھر الفائق شرح کنز الدقائق ج ۳ ص ۱۱۵) یہ یقینی بات ہے کہ قبر میں جس کو عذاب دیا جاتا ہے سب علماء کے نزدیک اس میں اتنی حیات رکھ دی جاتی ہے جس کے ساتھ وہ درد کا احساس کرسکے اور اہل سنت والجماعت کے نزدیک حیات کے لئے ڈھانچہ شرط نہیں بلکہ جو اجزاء اس طرح بکھر گئے کہ آنکھ سے ان کو دیکھا نہیں جاسکتا اُن اجزاء میں بھی حیات رکھ دی جاتی ہے۔

ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ (نور الدین علی بن سلطان محمد، ہروی۔ م ۱۰۱۴ھ)

۸۳۷...... (وسوال منکر ونکیر فی القبر) ای فی قبرہ او مستقرہ (حق) ای واقع واخبارہ علیہ الصلوۃ والسلام بعذابہ صدق ففی الصحیحین عذاب القبر حق ومر علیہ الصلوۃ والسلام علی قبرین الخ (شرح فقہ اکبر ص ۱۰۰) منکر نکیر کا سوال مدفون کے لئے قبر میں اور غیر مدفون کے لئے اس کی جائے قرار میں حق

ہے اور حضور ﷺ کا میت کے لئے عذاب قبر کی خبر دینا سچ ہے، صحیحین کی حدیث میں ہے کہ عذاب قبر حق ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ دو قبروں کے پاس گزرے تو فرمایا کہ ان دونوں قبروں میں عذاب دیا جا رہا ہے۔

فائدہ: یہ قبریں زمین پر تھیں جن کے پاس آپ ﷺ گزرے، سجین میں نہیں تھیں اور نہ ہی سجین میں آپ گزرے۔

۸۳۸...... (واعادة الروح) ای ردها او تعلقها (الی العبد) ای جسده بجمیع اجزاءه او ببعضها مجتمعة او متفرقة فی قبره (حق) (ایضاً ص ۱۰۰) قبر میں روح کا جسد عنصری کے تمام اجزاء یا بعض اجزاء کی طرف لوٹانا یا تعلق پیدا کرنا حق ہے خواہ وہ اجزاء اکٹھے ہوں یا منتشر ہوں۔

۸۳۹...... واعلم ان اهل الحق اتفقوا علی ان الله تعالیٰ یخلق فی المیت نوع حیاة فی القبر قدر ما یتألم او یتلذذ ولکن اختلفوا اهل یعاد الروح الیه والمنقول عن ابی حنیفة التوقف الا ان کلامه ههنا یدل علی اعادة الروح اذ جواب الملکین فعل اختیاری فلا یتصور بدون الروح وقیل قد یتصور الا تری ان النائم یخرج روحه ویکون روحه متصلا بجسده حتی یتألم فی المنام ویتنعم جان لیجئے کہ اہل حق اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ قبر میں میت کے اندر ایک خاص قسم کی حیات اتنی مقدار میں پیدا کر دیتے ہیں جس کے ساتھ وہ راحت یا تکلیف کا ادراک کرتا ہے، لیکن اہل حق کے درمیان اس میں اختلاف ہے کہ کیا بدن کی طرف روح کو لوٹایا جاتا ہے یا نہیں؟ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے اعادۂ روح کے بارے میں توقف منقول ہے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لیکن یہاں پر (فقہ اکبر میں) جو کلام ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روح کو بدن کی طرف (بصورت دخول) لوٹایا جاتا ہے، کیونکہ میت کا ملکین کو جواب دینا فعل اختیاری ہے جو بغیر روح کے ممکن نہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ (بغیر دخول روح کے بوجہ تعلق) جواب دینا ممکن ہے، کیا آپ یہ نہیں دیکھتے کہ سوئے ہوئے کی روح نکل جاتی ہے اور اس روح کا اس کے جسد کے ساتھ اتصال و تعلق ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ نیند میں تکلیف اور لذت محسوس کرتا ہے۔

(شرح فقہ اکبر ص ۱۲۹)...... وَتَوَقُّفُ اَبُوْ حَنِیْفَةَ فِیْ ذٰلِكَ اه وَلَعَلَّ تَوَقُّفَ الْاِمَامِ فِیْ اَنَّ الْاِعَادَةَ تَتَعَلَّقُ بِجُزْءِ الْبَدَنِ اَوْ كُلِّهٖ (مرقاۃ ج ۱ ص ۲۰۴) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف اعادۂ روح کے بارے میں جو توقف کی نسبت ہے ملا علی قاری رحمہ اللہ اس کی وضاحت یوں کرتے ہیں کہ امام صاحب رحمہ اللہ کا نفس اعادہ میں توقف نہیں بلکہ (کیفیت اعادہ میں توقف ہے یعنی) توقف اس بات میں ہے کہ روح کا اعادہ بدن کے ایک جزء میں ہوتا ہے یا پورے بدن میں۔

۸۴۰...... احتج آدم وموسیٰ ...قِیلَ هٰذِهِ الْمُحَاجَّةُ كَانَتْ رُوحَانِیَّةً فِیْ عَالَمِ الْغَیْبِ وَیُؤَیِّدُهٗ قَوْلُهٗ (عِنْدَ رَبِّهِمَا) اَیْ عِنْدَ تَجَلِّیهِ تَعَالٰی عَلَیْهِمَا حَالَ تَفَاوُضِهِمَا وَیَجُوْزُ اَنْ تَكُوْنَ جِسْمَانِیَّةً بِاَنْ اَحْیَاهُمَا اَوْ اَحْیَا اٰدَمَ فِیْ حَیَاةِ مُوسٰی وَاجْتَمَعَا فِیْ حَضَائِرِ الْقُدُسِ كَمَا ثَبَتَ فِیْ حَدِیْثِ الْاِسْرَاءِ اَنَّهٗ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ - اجْتَمَعَ مَعَ الْاَنْبِیَاءِ اَوْ لِاَنَّ الْاَنْبِیَاءَ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِهِمْ یُصَلُّوْنَ (مرقاۃ المفاتیح ج ۱ ص ۱۴۹) آدم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان جو آدم علیہ السلام کی خطاء کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ اس گفتگو کے بارے میں تین احتمال ہیں۔ (۱) یہ گفتگو عالم غیب میں دونوں نبیوں کی روحوں کے درمیان ہوئی۔ (۲) اللہ تعالیٰ نے دونوں نبیوں کو محسوس زندگی کے ساتھ زندہ کیا یا موسیٰ علیہ السلام کی محسوس دنیاوی زندگی میں آدم علیہ السلام کو بھی محسوس زندگی کے ساتھ زندہ کیا اور ان کے درمیان ایسے گفتگو ہوئی جیسے دنیاوی زندگی کے ساتھ دو آدمی گفتگو کرتے ہیں۔ (۳) انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں لیکن یہ حیات محسوس نہیں بلکہ ان کے باطن میں مخفی حیات ہے، اسی مخفی

حیات کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے دونوں کی ملاقات کرائی اور دونوں میں گفتگو ہوئی۔

۸۴۱...... بَابُ اِثْبَاتِ عَذَابِ الْقَبْرِ قَالَ الْاِمَامُ النَّوَوِیُّ مَذْهَبُ اَهْلِ السُّنَّةِ اِثْبَاتُ عَذَابِ الْقَبْرِ وَقَدْ تَظَاهَرَتْ عَلَيْهِ الْاَدِلَّةُ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ الخ (مرقاۃ ج۱ ص ۲۰۲) مؤلف نے عذاب قبر کے متعلق امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا تفصیلی کلام نقل کیا۔ اس کو امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ جات میں ملاحظہ فرمائیں۔

۸۴۲...... ثَبَتَ بِالْاَحَادِيْثِ اَنَّ الْمَيِّتَ يَعْلَمُ مَنْ يُّكَفِّنُهٗ وَمَنْ يُّصَلِّيْ عَلَيْهِ وَمَنْ يَّحْمِلُهٗ وَمَنْ يَّدْفِنُهٗ (مرقاۃ ج۱ ص ۲۰۴) احادیث کے ساتھ یہ بات ثابت ہے کہ میت اس آدمی کو پہچانتی ہے جو اس کو کفن دیتا ہے، جو اس کے اوپر نماز پڑھتا ہے، جو اس کو اٹھاتا ہے اور جو اس کو دفن کرتا ہے۔

۸۴۳...... وَقَالَ ابْنُ الْمَلَكِ اَیْ صَوْتَ دَقِّهَا وَفِيْهِ دَلَالَةٌ عَلٰى حَيَاةِ الْمَيِّتِ فِي الْقَبْرِ لِاَنَّ الْاِحْسَاسَ بِدُوْنِ الْحَيَاةِ مُمْتَنِعٌ عَادَةً (مرقاۃ ج۱ ص ۲۰۴) ابن الملک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں کہ میت لوٹنے والوں کی جوتیوں کی آواز سنتی ہے، ابن ملک فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں قبر میں میت کی حیات پر دلالت ہے کیونکہ بغیر حیات کے احساس عادۃً محال ہے۔

۸۴۴...... وانما یسألان عنه باعادة الروح (مرقاۃ ج۱ ص ۲۰۴) مؤلف فرماتے ہیں کہ میت سے منکر نکیر سوال کرتے ہیں روح کے بدن کی طرف لوٹانے کے بعد۔

۸۴۵...... (تعادروحه) اَیْ بَعْدَ الدَّفْنِ (فِيْ جَسَدِهٖ) اَیْ بَعْضِهٖ اَوْ كُلِّهٖ (مرقاۃ ج۱ ص ۲۱۲) دفن کے بعد میت کی روح اس کے جسد میں لوٹائی جاتی ہے، پھر اس میں دو قول ہیں۔ (۱) جسد کے بعض حصے میں لوٹائی جاتی ہے۔ (۲) پورے جسد میں لوٹائی جاتی ہے۔

۸۴۶...... (مَا مِنْ اَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِيْ) قَالَ ابْنُ حَجَرٍ اَیْ نُطْقِيْ (حَتّٰى اَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ) اَیْ اَقُوْلُ وَعَلَيْكَ السَّلَامُ. قَالَ الْقَاضِيْ لَعَلَّ مَعْنَاهُ اَنَّ رُوْحَهُ الْمُقَدَّسَةَ فِيْ شَاْنٍ مَا فِي الْحَضْرَةِ الْاِلٰهِيَّةِ فَاِذَا بَلَغَهٗ سَلَامُ اَحَدٍ مِّنَ الْاُمَّةِ رَدَّ اللّٰهُ تَعَالٰى رُوْحَهُ الْمُطَهَّرَةَ مِنْ تِلْكَ الْحَالَةِ اِلٰى رَدِّ مَنْ سَلَّمَ عَلَيْهِ (مرقاۃ ج۲ ص ۷۴۳) نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی مجھ پر سلام کرے گا تو اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح کو متوجہ کر دے گا تاکہ میں سلام کا جواب دوں، ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: روحی سے مراد ہے نطقی یعنی اللہ تعالیٰ میرا نطق لوٹا دے گا اور میں یوں جواب دوں گا وعلیك السلام اور قاضی کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں کہ آپ کی روح مقدسہ اللہ تعالیٰ کی تجلیات کے مشاہدے میں مستغرق ہوتی ہے اور جب کسی امتی کا سلام آپ کے پاس پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس حالت سے سلام والی حالت کی طرف روح کو متوجہ کر دیتے ہیں اور آپ ﷺ سلام بھی سنتے ہیں جواب بھی عنایت فرماتے ہیں۔

۸۴۷...... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کوئی مجھ پر میری قبر کے پاس درود پڑھے گا میں اس کو سنوں گا، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے: (سَمْعًا) حَقِيْقِيًّا بِلَا وَاسِطَةٍ (مرقاۃ ج۲ ص ۷۴۹) یعنی درود کا حقیقتاً بلا واسطہ سننا۔

۸۴۸...... (اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ) اَیْ مَنَعَهَا (اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ) اَیْ مِنْ اَنْ تَاْكُلَهَا فَاِنَّ الْاَنْبِيَاءَ فِيْ قُبُوْرِهِمْ اَحْيَاءٌ الخ حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے یعنی زمین کو روک دیا ہے انبیاء کے اجساد کو کھانے سے، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں (اور

زمین زندوں کا گوشت نہیں کھاتی) اگر کوئی یہ سوال کرے کہ نبی ﷺ پر صلاۃ وسلام کے پیش کرنے میں اور آپ ﷺ کے سننے میں مانع موت ہے اور جسم کے محفوظ ہونے کے باوجود موت قائم ہے تو یہ جواب کیسے بن گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ موت کے بعد عادۃً زمین اجسام کو متاثر کرتی ہے لیکن خرق عادت انبیاء کے اجساد کو متاثر نہیں کرتی، تو جیسے اجساد کا محفوظ ہونا خرق عادت ہے ایسے ہی آپ ﷺ پر درود کا پیش ہونا اور آپ کا سننا بھی خرق عادت ہے۔ (جس کی صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عام اموات کے برعکس انبیاء علیہم السلام میں دنیا والی حیات سے بھی اعلیٰ حیات اجساد میں پیدا فرما دیتے ہیں) اور اس کی تائید فصل ثالث کی تیسری حدیث سے ہوتی ہے جس میں ہے: نبی اللہ حی یرزق اللہ کے نبی زندہ ہیں، ان کو [برزخی] رزق دیا جائے گا۔ مشکوۃ کے شارح سید جمال الدین کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں کہ: ان اللہ حرم الخ یہ فقد ارمت کے مقابلہ میں ہے۔ یعنی انبیاء کے اجساد بوسیدہ نہیں ہوتے بلکہ محفوظ رہتے ہیں اور صلوۃ وسلام۔ کے پیش کرنے اور آپ ﷺ کے سننے کا جواب یہ ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اس لئے ان پر درود کا پیش کرنا اور ان کا سننا ممکن ہے۔ (مرقاۃ ج ۳ ص ۱۰۱۷)

۸۴۹- اِنَّ الصَّحَابَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ سَأَلُوا بَيَانَ كَيْفِيَّةِ الْعَرْضِ بَعْدَ اعْتِقَادِ جَوَازِ اَنَّ الْعَرْضَ كَائِنٌ لَا مَحَالَةَ لِقَوْلِ الصَّادِقِ فَاِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ لٰكِنْ حَصَلَ لَهُمُ الْاِشْتِبَاهُ اَنَّ الْعَرْضَ هَلْ هُوَ عَلَى الرُّوحِ الْمُجَرَّدِ اَوْ عَلَى الْمُتَّصِلِ بِالْجَسَدِ؛ الخ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ اعتقاد تو پکا تھا کہ نبی ﷺ پر درود پیش ہوتا ہے کیونکہ نبی ﷺ کا یہ فرمان سچا ہے: فان صلاتکم معروضة علی لیکن ان کو یہ اشتباہ ہوا کہ کیا درود کا پیش کرنا فقط روح پر ہوگا جس کا بدن کے ساتھ اتصال نہ ہو؟ یا روح پر اس حالت میں پیش ہوگا کہ اس کا جسد کے ساتھ اتصال ہو؟ اور یہ بھی ان کا گمان تھا کہ نبی ﷺ کا جسد امتیوں کے جسد کی طرح ہے، تو اس کے جواب میں اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ انبیاء کے اجساد کو زمین نہیں کھاتی۔ (ایضا)

۸۵۰...... اِنَّ سَائِرَ الْاَمْوَاتِ اَيْضًا يَسْمَعُونَ السَّلَامَ وَالْكَلَامَ وَتُعْرَضُ عَلَيْهِمْ اَعْمَالُ اَقَارِبِهِمْ فِي بَعْضِ الْاَيَّامِ. نَعَمْ اِنَّ الْاَنْبِيَاءَ تَكُونُ حَيَاتُهُمْ عَلَى الْوَجْهِ الْاَكْمَلِ وَيَحْصُلُ لِبَعْضِ وُرَّاثِهِمْ مِنَ الشُّهَدَاءِ وَالْاَوْلِيَاءِ وَالْعُلَمَاءِ الْحَظُّ الْاَوْفٰى بِحِفْظِ اَبْدَانِهِمُ الظَّاهِرَةِ بَلْ بِالتَّلَذُّذِ بِالصَّلَاةِ وَالْقِرَاءَةِ وَنَحْوِهِمَا فِي قُبُورِهِمُ الظَّاهِرَةِ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ الْآخِرَةِ (ایضا) انبیاء کی طرح باقی اموات بھی سلام وکلام سنتے ہیں اور ان پر ان کے اقارب کے اعمال بعض ایام میں پیش کئے جاتے ہیں۔ ہاں! یہ فرق ہے کہ انبیاء کی حیات علی وجہ الاکمل ہے اور اُن کے وارثوں میں سے شہداء اولیاء اور علماء کو بھی ابدانِ ظاہرہ کی حفاظت کا وافر حصہ نصیب ہوتا ہے بلکہ قیامت قائم ہونے تک ان کی پاک قبروں میں نماز، قرأت وغیرہ کے ساتھ تلذذ بھی حاصل ہوتا ہے۔

۸۵۱...... قَالَ ابْنُ حَجَرٍ وَمَا اَفَادَهُ مِنْ ثُبُوتِ حَيَاةِ الْاَنْبِيَاءِ حَيَاةً بِهَا يَتَعَبَّدُونَ وَيُصَلُّونَ فِي قُبُورِهِمْ مَعَ اسْتِغْنَائِهِمْ عَنِ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ كَالْمَلَائِكَةِ اَمْرٌ لَا مِرْيَةَ فِيهِ (ایضا) ابن حجر مکی کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں کہ حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء ایسی حیات کے ساتھ زندہ ہیں جس کے ساتھ وہ عبادت کرتے ہیں اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں لیکن ملائکہ کی طرح کھانے پینے سے مستغنی ہیں اور یہ ایسا عقیدہ ہے جس میں کوئی شک نہیں۔

۸۵۲...... (قَالَ: اِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ) اَيْ مَنَعَهَا مَنْعًا كُلِّيًّا (اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ) اَيْ

جَمِيعَ اَجْزَائِهِمْ فَلَا فَرْقَ لَهُمْ فِي الْحَالَيْنِ الخ اللہ تعالیٰ نے زمین کو انبیاء کے اجساد کھانے سے کلی طور پر منع کر دیا ہے، یعنی نہ ان کے سب اجزاء کو کھا سکتی ہے نہ بعض کو۔ پس بدن کے محفوظ ہونے کے اعتبار سے عالم دنیا اور عالم برزخ میں کوئی فرق نہیں، اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اولیاء اللہ مرتے نہیں لیکن وہ ایک عالم سے دوسرے عالم کی طرف منتقل ہوتے ہیں اور اس حدیث میں یہ بھی اشارہ ہے کہ درود روح وجسم کے مجموعہ پر پیش ہوتا ہے۔ بخلاف غیر انبیاء کے کیونکہ ان میں امور کا پیش کرنا اور اشیاء کی معرفت اصالۃً ارواح کے ساتھ ہوتی ہے اور اجساد کے ساتھ اتصال کی وجہ سے تبعاً اجساد کو بھی ہوتی ہے۔ فنبی اللہ میں دو احتمال ہیں یا تو نبی اللہ سے جنسی معنی کے اعتبار سے تمام انبیاء مراد ہیں یا اس سے فرد اکمل یعنی رسول اللہ ﷺ مراد ہیں، لیکن پہلا احتمال قوی ہے کیونکہ نبی ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں اور مسلم کی حدیث کے مطابق ابراہیم علیہ السلام کو بھی نماز پڑھتے دیکھا، نیز صحیح حدیث ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں، جب تمام انبیاء زندہ ہیں تو انبیاء کے سردار بلکہ ان کے رئیس بطریق اولیٰ زندہ ہوں گے (اور شہداء بھی زندہ ہیں تو شہداء کے سردار بلکہ ان کے رئیس کیسے زندہ نہیں ہوں گے؟ اور آپ ﷺ کو شہید اس لئے کہا گیا کہ آپ ﷺ کے لئے بھی شہادت کا مرتبہ حاصل ہوا زہریلے گوشت کے کھانے کی وجہ سے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو شہادت حقیقیہ سے محفوظ رکھا ظاہری بدصورتی سے بچانے کے لئے اور اس بات کے اظہار کے لئے کہ اللہ تعالیٰ مخلوق میں سے اپنے دشمنوں کے درمیان ایک فرد کی حفاظت پر کامل قدرت رکھتے ہیں۔ (مرقاۃ ج ۳ ص ۱۰۲۰)

۸۵۳...... اِنَّهَا تَسِيرُ فِي مَلَكُوتِ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَتَسْرَحُ فِي الْجَنَّةِ حَيْثُ تَشَاءُ وَتَأْوِي اِلَى قَنَادِيلَ تَحْتَ الْعَرْشِ وَلَهَا تَعَلُّقٌ بِجَسَدِهِ اَيْضًا تَعَلُّقًا كُلِّيًّا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ فِي قَبْرِهِ وَيُصَلِّي وَيَتَنَعَّمُ وَيَنَامُ كَنَوْمِ الْعَرُوسِ وَيَنْظُرُ اِلَى مَنَازِلِهِ فِي الْجَنَّةِ بِحَسَبِ مَقَامِهِ وَمَرْتَبَتِهِ فَاَمْرُ الرُّوحِ وَاَحْوَالُ الْبَرْزَخِ وَالْآخِرَةِ كُلُّهَا عَلَى خَوَارِقِ الْعَادَاتِ فَلَا يُشْكِلُ شَيْءٌ مِنْهَا عَلَى الْمُؤْمِنِ بِالْآيَاتِ (مرقاۃ ج ۳ ص ۱۱۷۳) مومن کی روح آسمان وزمین میں سیر کرتی رہتی ہے اور جنت میں جہاں چاہتی ہے کھاتی پیتی ہے اور عرش کے نیچے قندیلوں کی طرف ٹھکانہ پکڑتی ہے اور اس کا اپنے جسد کے ساتھ بھی ایسا کامل تعلق ہوتا ہے کہ وہ جسد اپنی قبر میں قرآن پڑھتا ہے اور نماز پڑھتا ہے اور نعمتوں سے لطف اندوز ہوتا ہے اور دلہا کی طرح سو جاتا ہے اور اپنے مقام ومرتبہ کے اعتبار سے اپنے جنت والے ٹھکانے دیکھتا ہے۔ پس روح کا معاملہ اور برزخ وآخرت کے سارے احوال خرق عادت ہیں لہٰذا اللہ کی نشانیوں پر ایمان لانے والے کے لئے یہ احوال قابل اشکال نہیں ہونے چاہئیں۔

۸۵۴...... ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں: اَرْوَاحُ الْمُؤْمِنِينَ فِي عِلِّيِّينَ وَاَرْوَاحُ الْكُفَّارِ فِي سِجِّينٍ وَلِكُلِّ رُوحٍ بِجَسَدِهَا اِتِّصَالٌ مَعْنَوِيٌّ لَا يُشْبِهُ الْاِتِّصَالَ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا بَلْ اَشْبَهُ شَيْءٍ بِهِ حَالُ النَّائِمِ مؤمنین کی ارواح علیین میں اور کفار کی ارواح سجین میں ہوتی ہیں اور ہر روح کا اپنے جسد کے ساتھ معنوی اتصال ہوتا ہے اور یہ اتصال دنیاوی زندگی والے اتصال کے مشابہ نہیں بلکہ اس کی زیادہ مشابہت سونے والے کی حالت ہے اگرچہ میت کی روح کا اتصال سونے والے کے اتصال سے زیادہ قوی ہوتا ہے...... نیز ابن حجر نے یہ بھی کہا کہ جب میت ایک قبر سے دوسری قبر کی طرف منتقل کی جائے تو روح کا اس کے ساتھ اتصال باقی رہتا ہے، اسی طرح اگر میت کے اجزاء منتشر ہو جائیں تو بھی یہ اتصال باقی رہتا ہے۔ (مرقاۃ ج ۳ ص ۱۱۷۷)

۸۵۵...... ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں: لِلرُّوحِ مِنْ سُرْعَةِ الْحَرَكَةِ وَالْاِنْتِقَالِ الَّذِىْ كَلَمْحِ الْبَصَرِ مَا يَقْتَضِىْ عُرُوجَهَا مِنَ الْقَبْرِ اِلَى السَّمَاءِ فِىْ اَدْنٰى لَحْظَةٍ وَشَاهِدُ ذٰلِكَ رُوحُ النَّائِمِ فَقَدْ ثَبَتَ اَنَّ رُوحَ النَّائِمِ تَصْعَدُ حَتّٰى تَخْتَرِقَ الطِّبَاقَ وَتَسْجُدُ لِلّٰهِ بَيْنَ يَدَىِ الْعَرْشِ ثُمَّ تُرَدُّ اِلٰى جَسَدِهٖ فِىْ اَيْسَرِ زَمَانٍ (ایضا) روح کو جو آنکھ جھپکنے کی مثل حرکت اور انتقال کی تیزی حاصل ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ قبر سے آسمان تک ادنی لحظہ میں چڑھ جاتی ہے اور اس کی تائید سونے والے کی روح سے ہوتی ہے کیونکہ یہ بات ثابت ہے کہ سونے والے کی روح چڑھتی ہے۔ حتیٰ کہ آسمانوں کو چیرتی ہوئی عرش کے سامنے اللہ کو سجدہ کرتی ہے پھر تھوڑے سے زمانے میں اپنے جسم کی طرف لوٹ آتی ہے۔

۸۵۶...... (اُكْتُبُوا كِتَابَ مَقَرِّ عَبْدِىْ فِىْ عِلِّيِّيْنَ وَاَعِيْدُوْهُ) اَلْآنَ (اِلَى الْاَرْضِ) اَىْ لِيَتَعَلَّقَ بِالْبَدَنِ عَلٰى وَجْهِ الْكَمَالِ وَيَتَهَيَّأَ لِجَوَابِ السُّؤَالِ (ایضا) علیین میں میرے بندے کے لئے جو جگہ ہے اس میں اس کے اعمال نامہ کو رکھ دو اور اس کی روح کو ابھی زمین کی طرف لوٹا دو تا کہ وہ بدن کے ساتھ کامل طریقے سے تعلق پکڑے اور منکیر نکیر کے سوال کے جواب کے لئے تیار ہو جائے۔

۸۵۷...... (فَتُعَادُ رُوحُهٗ فِىْ جَسَدِهٖ) ظَاهِرُ الْحَدِيْثِ اَنَّ عَوْدَ الرُّوحِ اِلٰى جَمِيْعِ اَجْزَاءِ بَدَنِهٖ فَلَا الْتِفَاتَ اِلٰى قَوْلِ الْبَعْضِ بِاَنَّ الْعَوْدَ اِنَّمَا يَكُوْنُ اِلَى الْبَعْضِ وَلَا اِلٰى قَوْلِ ابْنِ حَجَرٍ اِلٰى نِصْفِهٖ فَاِنَّهٗ لَا يَصِحُّ اَنْ يُّقَالَ مِنْ قِبَلِ الْعَقْلِ بَلْ يَحْتَاجُ اِلٰى صِحَّةِ النَّقْلِ (مرقاۃ ج ۳ ص ۱۱۷۸) قبر میں سوال کے وقت میت کی روح اس کے جسد میں لوٹا دی جاتی ہے، مؤلف فرماتے ہیں حدیث کے ظاہر کا تقاضا یہ ہے کہ روح بدن کے تمام اجزاء کی طرف لوٹتی ہے۔ لہٰذا بعض اجزاء والے قول کی طرف توجہ نہ کی جائے، نہ ابن حجر کا قول قابل توجہ ہے کہ بدن کے نصف حصے کی طرف روح لوٹائی جاتی ہے، کیونکہ ایسی بات عقل سے نہیں کی جا سکتی بلکہ یہ محتاج ہے صحیح نقل کی طرف (اور اس پر کوئی صحیح نقل موجود نہیں)

۸۵۸...... اِنَّ الصَّوَابَ اَنَّ الْمَيِّتَ اَهْلٌ لِلْخِطَابِ مُطْلَقًا لِمَا سَبَقَ مِنَ الْحَدِيْثِ مَا مِنْ اَحَدٍ يَمُرُّ بِقَبْرِ الخ (مرقاۃ ج ۴ ص ۱۲۵۷) درست بات یہ ہے کہ میت کا خطاب کے لئے اہل ہونا کسی وقت کے ساتھ مقید نہیں۔ جیسا کہ اس حدیث میں ہے کہ جو آدمی اپنے مؤمن بھائی کی قبر کے پاس گزرتا ہے الخ۔ (اس حدیث میں کوئی وقت یا دن کی تعیین نہیں)

۸۵۹...... وَقَوْلُهٗ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ اَنْ يُّجِيْبُوْا اَىْ جَوَابًا يَسْمَعُهُ الْحَىُّ وَاِلَّا فَهُمْ يَرُدُّوْنَ حَيْثُ لَا تَسْمَعُ الخ حدیث میں ہے کہ میت جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتی۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس کی تشریح یوں کرتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایسا جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے جس کو زندہ سن لے، ورنہ وہ جواب دیتے ہیں لیکن ایسے طور پر جس کو زندہ نہیں سن سکتا، یعنی آواز کے ساتھ جواب نہیں دیتے لیکن آہستہ جو سنائی نہ دے اس طرح جواب دیتے ہیں۔ اس کی تائید میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی آدمی اپنے مؤمن بھائی کی قبر کے پاس گزرتا ہے جس کو دنیا میں قبر والا پہچانتا تھا پھر گزرنے والا اس پر سلام کرتا ہے تو قبر والا اس کو پہچان لیتا ہے اور اس پر سلام کا جواب بھی لوٹاتا ہے، اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب آدمی قبر کے پاس گزرے اور صاحب قبر اس کو پہچانتا تھا اور گزرنے والا اس پر سلام کرے تو قبر والا سلام کا جواب

لوٹا تا ہے اور اس کو پہچان لیتا ہے اور جب ایسی قبر کے پاس گزرے کہ صاحب قبر اس کو دنیا میں نہیں پہچانتا تھا پھر وہ اس پر سلام کرے تو قبر والا اس پر سلام کا جواب لوٹا دیتا ہے لیکن اس کو پہچانتا نہیں۔ (مرقاۃ ج ۴ ص ۱۲۵۹)

۸۶۰...... قَالَ لَهُ الْقَبْرُ ... اَمَا اِنْ كُنْتَ لَاَبْغَضَ مَنْ يَمْشِيْ عَلٰى ظَهْرِيْ اِلَيَّ فَاِذَا وُلِّيتُكَ الْيَوْمَ وَصِرْتَ اِلَيَّ فَسَتَرٰى صَنِيعِيْ بِكَ (وَقَالَ) اَيْ اَشَارَ (رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ - بِاَصَابِعِهِ) اَيْ مِنَ الْيَدَيْنِ الْكَرِيمَتَيْنِ (فَاَدْخَلَ بَعْضَهَا) وَهُوَ اَصَابِعُ الْيَدِ الْيُمْنٰى (فِيْ جَوْفِ بَعْضٍ) وَفِيهِ اِشَارَةٌ اِلٰى اَنَّ تَضْيِيقَ الْقَبْرِ وَاخْتِلَافَ الْاَضْلَاعِ حَقِيقِيٌّ لَا اَنَّهُ مَجَازٌ عَنْ ضِيقِ الْحَالِ وَاَنَّ الِاخْتِلَافَ مُبَالَغَةٌ فِيْ اَنَّهُ عَلٰى وَجْهِ الْكَمَالِ كَمَا تَوَهَّمَهُ بَعْضُ اَرْبَابِ النُّقْصَانِ حَتّٰى جَعَلُوا عَذَابَ الْقَبْرِ رُوحَانِيًّا لَا جِسْمَانِيًّا وَالصَّوَابُ اَنَّ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ وَنَعِيمَهَا مُتَعَلِّقَانِ بِهِمَا (مرقاۃ ج ۸ ص ۳۳۵۵) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میت نافرمان ہو تو قبر اس کو کہتی ہے آگاہ ہو جا کہ جو لوگ میری پیٹھ پر چلتے تھے تو ان میں سے مجھے زیادہ مبغوض تھا، آج جب مجھے تیرا والی بنا دیا گیا اور تو میری طرف لوٹ آیا تو عنقریب اپنے ساتھ میری کارروائی دیکھ لے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ قبر اس پر تنگ ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں، یہ فرما کر آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کیا، یعنی جیسے انگلیاں ایک دوسرے میں گھسی ہوئی ہیں۔ پسلیاں بھی اسی طرح ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں، مؤلف فرماتے ہیں کہ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ قبر کا میت پر تنگ کرنا اور میت کی پسلیوں کا ایک دوسرے میں گھسنا یہ حقیقت پر محمول ہے۔ (یعنی حقیقتاً ایسا ہوتا ہے) مجازی معنی مراد نہیں کہ محض میت کی حالت کی تنگی کا بیان ہے اور اختلاف سے حالت کی تنگی کو مبالغے کے طریقے پر بیان کیا گیا ہے۔ جیسا کہ بعض ناقص الفہم لوگوں کو یہ وہم ہوا ہے۔ حتیٰ کہ انہوں نے کہا کہ عذاب قبر روحانی ہے جسمانی نہیں اور صحیح بات یہ ہے کہ آخرت کے عذاب وثواب کا تعلق روح اور جسم دونوں کے ساتھ ہوتا ہے (اور قبر آخرت کی پہلی منزل ہے۔ لہٰذا قبر کا عذاب روح وجسم دونوں کے ساتھ تعلق رکھتا ہے)

فائدہ: ظاہر بات ہے کہ یہ میت سجین والی زمین پر نہیں چلتا تھا بلکہ یہ اسی دنیا والی زمین پر چلتا تھا اور جس پر یہ چلتا تھا وہی زمینی قبر اس کو ڈرا رہی ہے اور اسی میں یہ دفن کیا گیا ہے اور نبی ﷺ نے انگلیوں کا جال بنا کر جو نقشہ دکھایا وہ بھی جسد عنصری کی پسلیوں کے ایک دوسرے میں گھسنے کا نقشہ ہے اور اگر کسی کو اصرار ہو کہ یہ سب کچھ سجین میں بدن مثالی کے ساتھ ہوتا ہے، بدن عنصری کے ساتھ ارضی قبر میں کچھ نہیں ہوتا تو اس اثبات ونفی پر کوئی حدیث پیش کی جائے۔ نیز ثابت کیا جائے کہ بدن مثالی میں اسی طرح پسلیاں ہوتی ہیں، بدن مثالی کا مطلب تو یہ ہے کہ اس کی ظاہری شکل وصورت دنیا والے جسم جیسی ہے یہ ایسے ہی ہے جیسے یہاں پر شیر وغیرہ کے بدن جیسی بدنی مثالیں پلاسٹک وغیرہ سے بنی ہوئی ہوتی ہیں لیکن ان میں اصل جانور جیسے پورے جسمانی اجزاء نہیں ہوتے۔

۸۶۱...... (فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ السَّلَامَ) اَيْ رَدًّا جَمِيلًا وَفِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى اَنَّ الْاَنْبِيَاءَ اَحْيَاءٌ حَقِيقَةً (مرقاۃ ج ۹ ص ۳۷۲۰) نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے معراج کی رات آدم علیہ السلام پر سلام کیا تو انہوں نے سلام کا عمدہ جواب دیا۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس میں اس بات پر دلیل ہے کہ انبیاء علیہم السلام حقیقتاً زندہ ہیں۔ (یعنی جسد عنصری میں حیات کامل ہے)

۸۶۲...... وَقَدْ قَدَّمْنَا اَنَّ الْاَنْبِيَاءَ لَا يَمُوتُونَ كَسَائِرِ الْاَحْيَاءِ بَلْ يَنْتَقِلُونَ مِنْ دَارِ الْفَنَاءِ اِلٰى

دَارِ الْبَقَاءِ وَقَدْ تَوَاتَرَتْ بِهِ الْأَحَادِيْثُ وَأَنَّهُمْ أَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ فَإِنَّهُمْ أَفْضَلُ مِنَ الشُّهَدَاءِ وَهُمْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ (مرقاۃ ج۹ ص۲۷۰۶) ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم نے پہلے یہ لکھ دیا ہے کہ انبیاء کی موت باقی لوگوں کی موت کی طرح نہیں۔ (کیونکہ غیر انبیاء کی موت انقطاع حیات کے ساتھ ہوتی ہے اور انبیاء کی موت یہ ہے کہ ان کی حیات منقطع نہیں ہوتی بلکہ باطن میں پوشیدہ ہو جاتی ہے اور بدن کے ظاہر سے اس کے ظاہری آثار ختم ہو جاتے ہیں اور اسی مخفی حیات کے ساتھ) وہ دار الفناء سے دار البقاء کی طرف منتقل ہوتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کے زندہ ہونے پر احادیث موجود ہیں اور یہ یقینی بات ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں کیونکہ وہ شہداء سے افضل ہیں اور شہداء مخفی حیات کے ساتھ زندہ ہیں اور اپنے رب کے مقرب ہیں۔ (جب شہداء زندہ ہیں تو انبیاء علیہم السلام بطریق اولیٰ زندہ ہوں گے)

۸۶۳...... اَلْاَنْبِيَاءُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ فِي قُبُوْرِهِمْ وَيَسْتَزِيْدُوْنَ فِي سُرُوْرِهِمْ (مرقاۃ ج۹ ص۳۷۷۴) انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں اور اپنی خوشی میں ترقی کرتے رہتے ہیں۔

۸۶۴...... قِيْلَ لَا عِدَّةَ عَلَيْهِنَّ لِأَنَّهُ صلی اللہ علیہ وسلم حَيٌّ فِي قَبْرِهِ وَكَذٰلِكَ سَائِرُ الْأَنْبِيَاءِ (مرقاۃ ج۹ ص۳۸۶۰، نیز جمع الوسائل ج۲ ص۲۲۸) نبی علیہ السلام اور اسی طرح دوسرے انبیاء کی ازواج پر عدت نہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اسی طرح دوسرے انبیاء اپنی قبروں میں (حقیقی زندگی کے ساتھ) زندہ ہیں۔

۸۶۵...... اَلصَّوَابُ أَنَّ رُؤْيَتَهُمْ إِنْ كَانَتْ نَوْمًا فَقَدْ مُثِّلَ لَهُ صُوَرُهُمْ فِي حَالِ حَيَاتِهِمْ أَوْ يَقْظَةً فَهُوَ رَآهُمْ عَلٰى صُوَرِهِمُ الْحَقِيْقِيَّةِ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا فِي حَيَاتِهِمْ لِأَنَّهُ ثَبَتَ أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ أَحْيَاءٌ (جمع الوسائل فی شرح الشمائل ج۱ ص۵۰) صحیح بات یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اُن انبیاء کو دیکھنا خواب میں ہو تو جوان کی صورتیں زندگی میں تھیں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خواب میں متمثل کر دی گئیں اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بیداری کی حالت میں دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اصلی حقیقی صورتوں میں دیکھا جو ان کی زندگی میں ان کی صورتیں تھیں کیونکہ یہ بات ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں۔

۸۶۶...... وَنَحْنُ نَعْلَمُ أَنَّهُ صلی اللہ علیہ وسلم حَيٌّ فِي قَبْرِهِ يُصَلِّيْ (جمع الوسائل ج۲ ص۲۳۷) اور ہم جانتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں۔

۸۶۷...... فمن المعتقد المعتمد انه صلی اللہ علیہ وسلم حي في قبره كسائر الانبياء في قبورهم وهم احياء عند ربهم وان لارواحهم تعلقا بالعالم العلوي والسفلي كما كانوا في الحال الدنيوي فهم بحسب القلب عرشيون وباعتبار القالب فرشيون (شرح الشفاء ج۲ ص۱۴۳) قابل اعتماد عقیدوں میں سے یہ عقیدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں جیسا کہ دوسرے انبیاء بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور اپنے رب کے ہاں مقرب ہیں اور بے شک ان کی ارواح کا عالم بالا اور عالم دنیا کے ساتھ تعلق ہے جیسا کہ ان کی دنیا میں حالت تھی کہ قلب (دل) کے اعتبار سے عرشی تھے اور قالب (بدن) کے اعتبار سے فرشی تھے۔ (یعنی ان کے دل کا تعلق عالم بالا کے ساتھ ہوتا تھا اور ان کا بدن زمینی فرش پر ہوتا تھا)

۸۶۸...... وقال الانطاكي يمكن ان يقال رد الروح كناية عن اعلام الله تعالىٰ اياه بان فلانا صلى عليك او عن علمه عليه السلام باحوال المسلم من بين الانام (شرح الشفاء ج۲ ص۱۴۳) انطاکی رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن خلیل الحنفی م ۸۴۹ھ) کے حوالے سے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ممکن ہے کہ حدیث میں رد

روح سے (مجازی معنی) مراد ہو یعنی اللہ تعالیٰ کا آپ کو یہ بتانا کہ فلاں نے آپ ﷺ پر درود پڑھا ہے یا خود نبی ﷺ کا سلام کرنے والے کے احوال کو جاننا مراد ہو۔

۸۶۹...... (عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِی سمعتُهٗ) ای من غیر واسطة (شرح الشفاج ۲ ص ۱۴۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو میری قبر کے پاس درود پڑھے گا میں اس کو سنوں گا، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ بغیر کسی واسطے کے براہ راست میں خود سنوں گا۔

۸۷۰......اذا قلنا زرناہ فالمعنی زرنا قبرہ لانہ لا یتصور زیارۃ ذاتہ حقیقۃ الخ جب ہم کہتے ہیں کہ ہم نے آپ ﷺ کی زیارت کی تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم نے آپ کی قبر کی زیارت کی۔ کیونکہ آپ ﷺ کی حقیقتاً ذات کی زیارت اسباب کے درجے میں ممکن نہیں۔ اسی لئے حدیث میں ہے: من زارنی بعد مماتی فکانما زارنی فی حیاتی اس حدیث میں وفات کے بعد زیارت کرنے والے کو یہ نہیں کہا کہ اس نے حقیقتاً میری زیارت کی بلکہ تشبیہ کا لفظ بولا۔ حالانکہ عقیدہ یہی ہے کہ نبی ﷺ اور تمام انبیاء اپنی قبور میں زندہ ہیں، اس لئے تحقیق یہ ہے کہ: زرناہ سے زرنا قبرہ کہنا اولیٰ ہے۔ (شرح الشفاج ۲ ص ۱۵۲)

۸۷۱...... قد ثبت من صلی علیہ نائیا بلغہ و من صلی علیہ عند قبرہ سمعہ (شرح الشفاج ۲ ص ۱۵۷) تحقیق یہ بات ثابت ہے کہ جو آدمی دور سے آپ ﷺ پر درود پڑھتا ہے تو آپ ﷺ تک پہنچایا جاتا ہے اور جو آپ ﷺ پر قبر شریف کے پاس درود پڑھتا ہے اس کو آپ ﷺ خود سنتے ہیں۔

۸۷۲......(ویعین لھا) ای لزیارۃ القبور (یوم الخمیس والجمعة والسبت) لقربه الی الجمعة (والاثنین) فانھا ایام فواضل وللعبادۃ فیھا زیادۃ فضائل (فالموتی یعلمون زوراھم فیھا) ای زیادۃ علم بھا (شرح عین العلم وزین الحلم ص ۳۹۶) اور زائر قبروں کی زیارت کے لئے خمیس، جمعہ اور ہفتہ معین کرے ان کے جمعہ کے قریب ہونے کی وجہ سے اور سوموار بھی، کیونکہ یہ فضیلت والے دن ہیں اور ان میں عبادت کے زیادہ فضائل ہیں۔ پس مردے ان دنوں میں اپنے زیارت کرنے والوں کو جانتے ہیں یعنی ان دنوں میں ان کی جان پہچان زیادہ ہو جاتی ہے۔

۸۷۳...... مواہب کے حوالے سے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اعتراض نقل کیا کہ نبی کریم ﷺ کا استغفار طلب کرنا صرف آپ ﷺ کی زندگی کے ساتھ مختص تھا۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ صاحب مواہب کا جواب نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: والاظھر ان یقال ان النبی ﷺ حی فی قبرہ ولا یبعد منہ الاستغفار لزائرہ (مجموع رسائل ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ج ۲ ص ۱۹۸) قوی ترین جواب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ لہٰذا زائر کے لئے آپ کا استغفار کرنا بعید نہیں۔

۸۷۴...... ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نبی کریم ﷺ پر درود و سلام پڑھنے کی احادیث لکھنے کے بعد فرماتے ہیں: اعلم انہ علم من ھذہ الاحادیث ایضا انہ حی علی الدوام اذ من المحال العادی ان یخلو الوجود کلہ عن واحد یسلم علیہ فی لیل او نھار فنحن نؤمن بانہ ﷺ حی یرزق وان جسدہ الشریف لاتاکلہ الارض و کذا سائر الانبیاء کما ورد فی حدیث ان اللہ حرم الخ ... والاجماع علی ھذا، قیل

و کذا العلماء والشھداء۔ وصح انه کشف عن غیر واحد من العلماء والاولیاء فوجدوا لم تتغیر اجسادھم الخ جان لیجئے کہ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ دائمی حیات کے ساتھ زندہ ہیں، کیونکہ عادۃً یہ محال ہے کہ رات یا دن کی کسی گھڑی میں کوئی بھی سلام پڑھنے والا نہ ہو، پس ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ زندہ ہیں، ان کو رزق دیا جاتا ہے اور آپ ﷺ کے جسد شریف کو، نیز دوسرے تمام انبیاء کے اجساد کو زمین نہیں کھاتی، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین کو روک دیا ہے انبیاء کے گوشتوں کے کھانے سے اور اس پر اجماع ہے اور علماء اور شہداء کے بارے میں بھی ایسا ہی کہا گیا ہے اور یہ بات بھی صحیح ہے کہ متعدد علماء اور اولیاء کی قبر کشائی کی گئی تو ان کے اجساد میں کوئی تغیر نہیں آیا تھا، جیسا کہ حضرت جابر کے والد عبد اللہ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ جو شہدائے اُحد میں سے ہیں اُن کی قبر ۴۶ سال کے بعد کھولی گئی تو ان میں کوئی تغیر نہیں آیا تھا اور ان میں سے ایک کا ہاتھ اپنے زخم پر رکھا ہوا تھا، جب زخم سے ہاتھ ہٹایا گیا تو وہاں سے خون بہہ پڑا اور جب ہاتھ چھوڑا گیا تو دوبارہ پھر زخم پر لوٹ آیا۔ اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اُحد کے ۵۰ سال بعد مدینہ میں چشمہ کی کھدائی کی اور وہاں سے مُردوں کو منتقل کیا گیا اور بیلچہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قدم کو لگا تو اس سے خون بہہ پڑا۔ (مجموع رسائل ملا علی قاری رحمہ اللہ ج ۲ ص ۲۰۸، ۲۰۹)

۸۷۵...... الظاھر من الادلة ان حیاة الشھداء اقوی من حیاة الاولیاء للنص علیھا فی القرآن دون حیاة الانبیاء لانھم بھا اولی واحریٰ (ایضا ص ۲۰۹) دلائل سے واضح طور پر یہ بات ثابت ہے کہ شہداء کی حیات اولیاء کی حیات سے قوی ترین ہے، کیونکہ قرآنِ کریم میں شہداء کی حیات کا صراحتاً ذکر ہے، لیکن انبیاء سے درجہ کم ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام شہداء کے مقابلہ میں اس حیات کے زیادہ لائق اور زیادہ حقدار ہیں۔

۸۷۶...... وقد جمع البیھقی جزءً فی حیاة الانبیاء فی قبورھم واستدل بکثیر من الاحادیث السابقه وبالحدیث الصحیح الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون (ایضا ص ۲۰۹) اور تحقیق امام بیہقی رحمہ اللہ نے انبیاء کی حیات فی القبور پر ایک رسالہ جمع کیا ہے، جس میں انہوں نے بہت سی اُن احادیث کے ساتھ استدلال کیا جو ہم نے پہلے تحریر کی ہیں، نیز اس صحیح حدیث کے ساتھ بھی دلیل پکڑی ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں۔

۸۷۷...... قد ثبت حیاة الشھداء فی البرزخ بنص القرآن فصرح ابن عباس وابن مسعود رضی اللہ عنہم بانه ﷺ مات شھیدا، قال العلماء لیجمع اللّٰه له بین درجتی النبوة والشھادة (ایضا ص ۲۱۰) تحقیق برزخ میں شہداء کی حیات قرآنِ کریم کی صریح نص کے ساتھ ثابت ہے اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے صراحت کی ہے کہ بے شک نبی کریم ﷺ پر شہادت کی موت آئی ہے اور علماء نے اس کی حکمت یہ بیان کی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے لئے نبوت اور شہادت کے دونوں درجے جمع کر دے۔

۸۷۸...... روی ان یزید بن معاویة الخ (ایضا ص ۲۱۰) روایات میں ہے کہ جب یزید بن معاویہ کی فوج نے مدینہ کا محاصرہ کیا اور اہل مدینہ کو قتل کیا۔ حتیٰ کہ کچھ عرصہ مسجد نبوی اقامتِ صلوٰۃ سے خالی رہی تو سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد نبوی میں موجود رہا اور میں نمازوں کے اوقات اس طرح پہچانتا تھا کہ قبر مکرم کے اندر سے اذان و اقامت کی آواز سنتا۔

۸۷۹...... روی ابن ابی الدنیا عن ابی ھریرة الخ (ایضا ص ۲۱۱) ابن ابی الدنیا کے حوالہ سے مؤلف حضرت

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کرتے ہیں کہ جب آدمی ایسی قبر کے پاس گزرے کہ صاحب قبر گزرنے والے کو پہچانتا تھا پھر یہ گزرنے والا اُس پر سلام کرے تو صاحبِ قبر سلام کا جواب بھی لوٹاتا ہے اور اس کو پہچانتا بھی ہے اور جب آدمی ایسی قبر کے پاس گزرے کہ صاحبِ قبر اُس کو نہیں پہچانتا تھا پھر گزرنے والا اس پر سلام کرے تو صاحبِ قبر سلام کا جواب دیتا ہے۔ (لیکن پہچانتا نہیں)

۸۸۰...... وقد ذکر ابن تیمیۃ ان کل المؤمنین اذا سلم علیھم الزائر عرفوہ وردوا علیہ السلام فاذا کان ھذا فی آحاد المؤمنین فکیف بسید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم (ایضاً ص ۲۱۱) اور تحقیق ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ بے شک سب مؤمنین، جب اُن پر زائر سلام کرتا ہے تو مؤمنین زائر کو پہچانتے ہیں اور اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں اور جب یہ عام مؤمنین کا حال ہے تو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا حال کیسا ہوگا۔

۸۸۱...... وقد وقع لجمع من الاولیاء انھم سمعوا رد السلام علیھم من الحجرۃ الشریفۃ (ایضاً ص ۲۱۲) اور تحقیق اولیاء کی ایک جماعت کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا کہ انہوں نے سلام کیا اور حجرہ شریفہ سے سلام کا جواب سنا۔

۸۸۲...... ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے رد روح والی حدیث پر مشہور اعتراض نقل کیا کہ رد روح سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دائمی نہیں، اس کے جواب میں فرماتے ہیں: فجوابہ ان البیھقی الخ (ایضاً ص ۲۱۱) اس کا جواب یہ ہے کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث کے ساتھ حیات انبیاء پر استدلال کیا ہے اور فرمایا کہ: اِلا ردّ اللہ علی روحی کا مطلب یہ ہے الا وقد رد اللہ علی روحی یعنی سلام کرنے والے کے سلام سے پہلے اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح کو لوٹا دے گا۔ نیز مؤلف فرماتے ہیں کہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ میں اِس کے متعدد دوسرے جواب بھی تحریر کئے ہیں، اُن میں سے ایک جواب یہ ہے کہ رد روح سے رد معنوی مراد ہے یعنی آپ کی روح شریفہ جو تجلیات الٰہیہ اور انوارات الٰہیہ میں مشغول تھی اس کو اس حالت سے سلام کے جواب والی حالت کی طرف متوجہ کرنا تاکہ آپ سلام سنیں اور سلام کا جواب دیں۔

۸۸۳...... ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ قبر مکرم کی زیارت کے آداب میں ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں: افضل طریقہ یہ ہے کہ قبلہ کی طرف پیٹھ کرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کی طرف منہ کرے، یہی ہمارا اور جمہور علماء کا مذہب ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ قبلہ کی طرف رخ کرنا افضل ہے۔ اگرچہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول منقول ہے لیکن اس کے بارے میں امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ مردود ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا اثر نقل کیا ہے۔ من السنۃ استقبال القبر المکرم وجعل الظھر للقبلۃ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قبر شریف کی زیارت کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ قبر مکرم کی طرف منہ کرنا اور قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پہلے قول کی ایک دلیل یہ ہے: انا متفقون علی انہ حی فی قبرہ یعلم بزائرہ ہم سب (اہل سنت والجماعت) اس پر متفق ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں اور اپنے زائر کی آمد کو جان لیتے ہیں۔ وھو لو کان حیا لم یسع زائرہ الا استقبالہ واستدبار القبلۃ واذا اتفقنا فی المدرس بالمسجد الحرام المستقبل علی ان طلبتہ یستقبلونہ ویستدبرون الکعبۃ فما بالک بہ صلی اللہ علیہ وسلم (ایضاً ص ۲۳۵) اور اگر نبی علیہ السلام دنیا میں زندہ ہوتے تو زائر کے لئے متعین ہوتا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منہ کرے اور قبلہ کی طرف پیٹھ کرے اور جب ہم اس پر متفق ہیں کہ مسجد حرام کا مدرس جب قبلہ رُخ ہو کر بیٹھے

تو اس کے سامنے بیٹھنے والے طلبہ مدرس کی طرف منہ کرتے ہیں اور کعبہ کی طرف پیٹھ کرتے ہیں، جب مدرسِ حرم کا اتنا ادب ہے تو نبی ﷺ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

۸۸۴...... زیارت کے آداب میں سے ایک ادب یہ ہے کہ جب زائر کے ذریعے کوئی مسلمان رسول اللہ ﷺ کی طرف سلام کا تحفہ بھیجے تو زائر یوں کہے: السلام علیك یا رسول الله من فلان بن فلان آپ پر سلام اے اللہ کے رسول! فلاں بن فلاں کی طرف سے یا یوں کہے: فلان بن فلان یسلم علیك یا رسول الله فلاں بن فلاں آپ کو سلام کہتا ہے اے اللہ کے رسول!

۸۸۵...... آداب زیارت میں سے ایک ادب یہ لکھا کہ شیخین پر سلام کے بعد پہلی جگہ کی طرف لوٹ آئے اور اپنے حق میں نبی علیہ السلام کے ذریعے وسیلہ پکڑے اور اپنے رب کی طرف آپ کے ذریعے شفاعت طلب کرے۔ اس کے بعد ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تمام مذاہب کے اہل مناسک نے اعرابی کے زیارت کرنے کا عمدہ ترین واقعہ سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے۔ (اس کی تفصیل قرآنی دلائل میں ولو انهم اذ ظلموا کی آیت کے تحت ملاحظہ کیجئے)

۸۸۶...... علامہ فرغانی حنفی کے رسالہ بدء الامالی کا ایک شعر ہے: وفی الاجداث عن توحید ربی... سیبلی کل شخص بالسؤال۔ قبر میں ہر شخص کو آزمایا جائے گا رب تعالیٰ کی توحید کے متعلق سوال کے ذریعے۔ ابن جماعۃ کے حوالے سے ملاعلی قاری لکھتے ہیں: یشیر الی ان سؤال منکر ونکیر حق یجب الایمان به وقد اجمع علیہا اهل السنة خلافا للجهمیة وبعض المعتزلة اس شعر میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ منکر نکیر کا سوال حق ہے۔ اس پر ایمان لانا واجب ہے، اس پر اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے، جب کہ جہمیہ اور بعض معتزلہ اس کے منکر ہیں۔ نیز ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ بالا شعر کی شرح میں لکھتے ہیں: انه سیختبر کل شخص فی قبرہ او مقرہ بالسؤال عن ربه ودینه ونبیه کما ورد فی الحدیث الصحیح بے شک ہر شخص کو اس کی قبر میں یا اس کی جائے قرار میں اس کے رب، دین اور نبی کے متعلق سوال کے ذریعے آزمایا جاتا ہے۔ ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس کی تائید میں خلاصہ اور فتاویٰ بزازیہ کے حوالہ سے ائمہ حنفیہ کا مذہب نقل کرتے ہیں: ان من جعل فی تابوت ایاماً لینقل ما لم یدفن لم یسأل وهو ظاهر الاحادیث، اما لو اکله سبع فالسؤال فی بطنه کما صرح به جس میت کو کچھ دنوں کے لئے تابوت میں رکھ دیا جائے تاکہ اس کو اس کی قبر کی طرف منتقل کیا جائے جب تک اس کو دفن نہ کیا جائے اس سے سوال نہیں ہوتا، احادیث کا ظاہر یہی ہے، لیکن اگر اس کو درندے نے کھالیا تو درندے کے پیٹ میں ہی اس سے سوال کیا جاتا ہے، خلاصہ اور فتاویٰ بزازیہ میں اس کی صراحت ہے۔ (مجموعہ رسائل ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ ج ۷ ص ۸۱)

۸۸۷...... علامہ فرغانی حنفی کا شعر ہے: وللکفار والفساق یقضی... عذاب القبر من سوء الفعال (کفار اور فساق کے لئے ان کے برے افعال کی وجہ سے عذاب قبر کا فیصلہ کیا جاتا ہے) ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں: والحاصل انه یجب اعتقاد ان عذاب القبر حق واقع للکفار وثابت لبعض الفجار ممن اراد الله تعذیبه فی تلك الدار لسوء فعالهم وقبح حالهم وقد اجمع اهل السنة علی ذالك ففی الصحیحین عذاب القبر حق ویؤیدہ قوله تعالیٰ النار یعرضون علیها غدوا وعشیا وفی المسئلة خلاف المعتزلة والجهمیة والرافضة (ایضاً ص ۸۴) خلاصہ یہ ہے کہ یہ عقیدہ رکھنا واجب ہے عذاب قبر حق ہے، کفار کے لئے واقع ہے اور بعض فجار جن کو قبر میں عذاب دینے اللہ تعالیٰ ارادہ فرمالیں ان کے لئے بھی عذاب ثابت

ہے ان کے برے افعال اور قبیح احوال کی وجہ سے اور اس پر اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے اور صحیحین میں ہے کہ عذاب قبر حق ہے اور اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ہوتی ہے کہ آل فرعون کو صبح شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے اور اس مسئلہ میں معتزلہ، جہمیہ اور روافض نے اہل سنت والجماعت کی مخالفت کی ہے۔

علامہ چلپی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (شہاب الدین، احمد بن محمد بن احمد بن یونس۔م ۱۰۲۱ھ)

۸۸۸...... اَلْحَقُّ اَنَّ الْمَیِّتَ الْمُعَذَّبَ فِیْ قَبْرِہٖ تُوضَعُ فِیْہِ الْحَیَاۃُ بِقَدْرِ مَا یُحِسُّ بِالْاَلَمِ وَالْبِنْیَۃُ لَیْسَتْ بِشَرْطٍ عِنْدَ اَھْلِ السُّنَّۃِ حَتّٰی لَوْ کَانَ مُتَفَرِّقَ الْاَجْزَاءِ بِحَیْثُ لَا تَتَمَیَّزُ الْاَجْزَاءُ بَلْ ھِیَ مُخْتَلِطَۃٌ بِالتُّرَابِ فَعُذِّبَ جُعِلَتِ الْحَیَاۃُ فِیْ تِلْکَ الْاَجْزَاءِ الَّتِیْ لَا یَاْخُذُھَا الْبَصَرُ وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی ذٰلِکَ لَقَدِیْرٌ... (قَوْلُہٗ وَاِنِ اخْتَلَفُوْا فِیْ کَیْفِیَّۃِ تِلْکَ الْحَیَاۃِ) فَقِیْلَ تُوضَعُ فِیْہِ الْحَیَاۃُ بِقَدْرِ مَا یَتَاَلَّمُ لَا الْحَیَاۃُ الْمُطْلَقَۃُ وَقِیْلَ تُوضَعُ فِیْہِ الْحَیَاۃُ مِنْ کُلِّ وَجْہٍ (حاشیہ چلپی علی تبیین الحقائق ج ۳ ص ۱۵۶) اہل سنت والجماعت کے نزدیک حق یہ ہے کہ جس میت کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے اس میں اتنی حیات رکھی جاتی ہے کہ وہ درد کا احساس کر سکے اور ڈھانچہ شرط نہیں ہے۔ حتیٰ کہ اگر اجزاء اس طرح منتشر ہو جائیں کہ مٹی میں خلط ملط ہو جائیں اور میت کے اجزاء اور مٹی کے اجزاء میں فرق نہ ہو سکے تو بھی میت کے اجزاء میں حیات پیدا کی جاتی ہے اور میت کو عذاب دیا جاتا ہے اور اجزاء بھی اتنے چھوٹے ہوں جن کو آنکھ نہ دیکھ سکے۔ کیونکہ اللہ اس پر قادر ہے۔ اگرچہ اس حیات کی کیفیت میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ میت میں بقدر ضرورت اتنی حیات رکھی جاتی ہے جس کے ساتھ وہ راحت و تکلیف کا ادراک کر سکے، حیات کامل نہیں ہوتی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس میں پوری حیات رکھی جاتی ہے۔ (لیکن ان میں کوئی تضاد نہیں، سوال کے وقت کامل حیات ہوتی ہے، اس کے بعد بقدر ادراک حیات باقی رہتی ہے)

علامہ مُناوی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (زین الدین عبدالرؤف بن علی۔م ۱۰۳۱ھ)

۸۸۹...... (اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِھِمْ یُصَلُّوْنَ) لِاَنَّھُمْ کَالشُّھَدَاءِ بَلْ افضل وَالشُّھَدَاءُ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَفَائِدَۃُ التَّقْیِیْدِ بِالْعِنْدِیَّۃِ الاشارۃ اِلٰی اَنَّ حیاتھم لَیست بظاھرۃ عندنا بل ھِیَ کحیاۃ الْمَلَائِکَۃِ وَکَذَا الْاَنْبِیَاءُ وَلِھٰذَا کَانَتِ الْاَنْبِیَاءُ لَا تورث قَالَ الشبلی وَھٰذَا یَقْتَضِی الحاق الْحَیَاۃِ فِیْ اَحْکَامِ الدُّنْیَا وَذٰلِکَ زَائِدٌ علی حَیَاۃِ الشُّھَدَاءِ وَالْقُرْآنُ نَاطِقٌ بِمَوْتِ النَّبِیِّ قَالَ تَعَالٰی اِنَّکَ میت وَاِنَّھُمْ میتون وَقَالَ الْمُصْطَفٰی اِنِّیْ امْرُؤٌ مَقْبُوْضٌ وَقَالَ الصّدیق انّ مُحَمَّدًا قد مَاتَ وَاَجْمَعَ الْمُسلمُوْنَ علی اطلاق ذٰلِکَ فَالْوَجْہ اَن یُقَال انہ احیی بعد الْمَوْت (التیسیر بشرح الجامع الصغیر ج ۱ ص ۴۲۶، نیز فیض القدیر ج ۳ ص ۱۸۴) انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں کیونکہ وہ شہداء سے افضل ہیں اور شہداء اپنے رب کے نزدیک زندہ ہیں (تو انبیاء بطریق اولیٰ زندہ ہوں گے)، مؤلف فرماتے ہیں کہ شہداء کی حیات میں عند ربھم کی قید سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ شہداء کی حیات کھلی اور محسوس نہیں کہ بدن کے ظاہر پر آثار نظر آئیں بلکہ یہ حیات ملائکہ کی حیات کی طرح ہے (یعنی جیسے ملائکہ کی حیات اور اس کے آثار نظر نہیں آتے اسی طرح انبیاء کی حیات ان کے باطن میں مخفی ہے نہ وہ حیات نظر آتی ہے اور نہ میت کے ظاہر پر اس کے آثار

نظر آتے ہیں) اور چونکہ انبیاء زندہ ہیں اس لئے مال پر ان کا ملک باقی رہتا ہے اس لئے ان کے مال میں وراثت جاری نہیں ہوتی، شبلی کے قول سے مؤلف تائید پیش کرتے ہیں کہ شبلی نے کہا کہ انبیاء کے مال میں وراثت کا جاری نہ ہونا تقاضا کرتا ہے کہ انبیاء کی عالم برزخ کی حیات پر بعض دنیا کے احکام جاری ہوتے ہیں اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انبیاء کی حیات شہداء کی حیات سے اعلیٰ ہے، رہی یہ بات کہ قرآنِ کریم میں نبی ﷺ کے لئے موت کا ذکر ہے: انك ميت وانهم ميتون اور نبی کریم ﷺ نے خود فرمایا: انی امرء مقبوض اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان محمدا قد مات اور مسلمانوں کا اجماع ہے کہ آپ ﷺ کے لئے موت کا لفظ بولنا جائز ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ قرآن وحدیث میں اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قول میں جس موت کا ذکر ہے وہ عالم دنیا کی موت ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس موت کے بعد عالم برزخ میں دنیا والی حیات سے بھی اعلیٰ حیات کے ساتھ زندہ کر دیا۔ (اس سے معلوم ہوا کہ عالم دنیا میں جو جسد محلِ موت تھا جس پر موت واقع ہوئی موت کے بعد اُسی کو زندہ کیا گیا اور وہ جسد عنصری ہے اور مسلمانوں کا جو اجماع ہے کہ آپ ﷺ کے لئے موت کا لفظ بولنا جائز ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ عالم دنیا والی موت جس کے ساتھ ظاہری اور حسی آثار ختم ہو گئے تھے وہ موت حسی اور ظاہری آثار کے انقطاع کے اعتبار سے تاقیامت جاری ہے)

۸۹۰...... (حَيَاتِي) اَيْ فِي الدُّنْيَا والا فالانبياء اَحيَاءٌ فِي قُبُورِهم (خير لكم) نبی ﷺ نے فرمایا کہ میری حیات بھی تمہارے لئے بہتر اور میری وفات بھی تمہارے لئے بہتر، مؤلف فرماتے ہیں کہ پہلے جملہ میں حیاتی سے مراد ہے عالم دنیا کی زندگی، ورنہ تو موت کے بعد بھی انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

(التیسیر بشرح الجامع الصغیر ج ۱ ص ۵۰۲، نیز فیض القدیر ج ۳ ص ۴۰۰)

فائدہ: مؤلف کی اس عبارت سے پتا چلا کہ عالم دنیا اور عالم برزخ کی حیات کا محل ایک ہے یعنی جسد عنصری۔

۸۹۱...... (مَا من احد يسلم عَلَيَّ الا رد الله عَلَيَّ روحي) اَي رد عَلَيَّ نطقي لانه حَيٌّ دَائمًا وروحه لَا تُفَارِقهُ لان الانبياء اَحيَاء فِي قُبُورهم... فَالْمُرَاد بِالروحِ النُّطق مجَازًا وعلاقة المجاز ان النُّطق من لَازمه وجود الرّوح وَهُوَ فِي البرزخ مَشْغُول باحوال الملكوت مَاْخُوذ عَن النُّطق بِسَبَب ذٰلِك... واسناده صَحِيح (التیسیر بشرح الجامع الصغیر ج ۲ ص ۳۵۶، نیز فیض القدیر ج ۵ ص ۴۶۷) نبی ﷺ نے فرمایا جو بھی مجھ پر سلام کرے گا اللہ تعالیٰ میری روح کو میری طرف متوجہ کر دے گا۔ مؤلف نے جو اس کی شرح کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ فصاحت وبلاغت کے ایک قاعدہ کے مطابق روح سے مراد نُطق ہے، وہ قاعدہ یہ ہے کہ بعض دفعہ کسی چیز کے لازم کا ذکر ہوتا ہے لیکن اس سے مجازاً ملزوم مراد لیا جاتا ہے جیسے حبشی ملزوم ہے اور اس کو کالا ہونا لازم ہے، اگر یوں کہا جائے کہ کالا آگیا، ذکر ہے لازم کا لیکن اس سے مراد حبشی ہے یعنی حبشی آگیا، اسی طرح ایک آدمی بڑا فسادی ہے، آدمی ملزوم ہے اور فساد اس کا لازمہ ہے، اگر یوں کہا جائے کہ فساد آگیا تو ذکر لازم کا ہے مراد ملزوم ہے یعنی فساد کرنے والا آدمی، اسی طرح نطق ملزوم ہے اور اس کو لازم ہے روح کا وجود یعنی بولنے والے میں روح ہوگی تو وہ تب بولے گا۔ پس حدیث میں ذکر ہے لازم کا یعنی روح کا، لیکن اس سے مراد ہے ملزوم یعنی نطق، مطلب یہ ہے کہ چونکہ روح تجلیات الٰہیہ کی طرف مشغول ہوتی ہے جس کی وجہ سے بولنے کی طرف توجہ نہیں رہتی، سلام کے وقت اللہ تعالیٰ بولنے کی طرف متوجہ کر دیتے ہیں۔ مؤلف فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

۸۹۲...... (ورد عَلَيْهِ السَّلَام) فَرحا بِهِ وَلَا مَانع من خلق هٰذَا الادراك برد الرّوح فِي بعض بدنه وان لم يكن فِي كُله (التیسیر بشرح الجامع الصغیر ج ۲ ص ۳۶۳) یعنی جب کوئی مسلمان اپنے بھائی کی قبر پر سلام کرتا ہے تو قبر والا اس پر خوش ہونے کی وجہ سے اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور سلام کے اس ادراک کے پیدا کرنے میں کوئی مانع نہیں، جس کی صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ میت کی روح کو پورے بدن میں یا اس کے کچھ حصہ میں لوٹا دیتے ہیں۔

۸۹۳...... (من صلى عَلَيّ عِنْدَ قَبْرِي سمعته وَمن صلى عَلَيّ نَائِيا) أي بَعيدا عني (ابلغته) أي اخبرت بِهِ على لِسَان بعض الْمَلَائِكَة لِان لروحه تعلقا بمقر بدنه الشريف وَحرَام على الارض ان تَأْكُل اجساد الانبياء فحاله كَحال النَّائِم ... قَالَ ابْن حجر اسناده جيد (التیسیر بشرح الجامع الصغیر ج ۲ ص ۴۲۸) جو میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھے گا میں اس کو سنوں گا اور جو دور سے مجھ پر درود پڑھے گا اس کا درود مجھے پہنچایا جائے گا۔ مؤلف اس پہنچانے کی صورت یوں بیان کرتے ہیں کہ بعض فرشتوں کے ذریعے مجھے اس کی خبر دی جائے گی۔ کیونکہ آپ ﷺ کی روح مبارک کا آپ کے بدن شریف کی جائے قرار (قبر) کے ساتھ تعلق ہے اور اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔ پس آپ ﷺ کا حال نائم کے حال کی مثل ہے۔ (یعنی جیسے سونے والے کے باطنی احوال یعنی لذت و راحت کا موجود لوگوں کو علم نہیں ہوتا۔ اسی طرح نبی ﷺ زندہ ہیں لیکن آپ ﷺ کی باطنی حیات اور باطنی احوال کا مشاہدہ نہیں ہوسکتا)

۸۹۴...... وقد ثبت انهم احياء في قبورهم من ادلة اخرى ... وحينئذ فيكون المراد لم يسلط على اجساد الانبياء لانهم احياء وقال الشيخ تقي الدين السبكي حياة الانبياء في قبورهم والشهداء كحياتهم في دار الدنيا الخ یقیناً انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور یہ ادلہ سے ثابت ہے اور چونکہ انبیاء زندہ ہیں اس لئے زمین کو انبیاء کے اجساد کے کھانے پر مسلط نہیں کیا جاتا۔ (اس کے بعد مؤلف نے سبکی کا کلام نقل کیا ہے جس کو امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۵۶ھ) کے حوالہ جات میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے) اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نبی ﷺ پر سلام کے وقت روح کو لوٹانے کا مطلب لکھتے ہیں کہ سلام سے پہلے ہی میرے اوپر روح لوٹا دی جائے گی اس لئے میں سلام کا جواب دوں گا۔ (التنویر شرح الجامع الصغیر ج ۲ ص ۵۳۵)

۸۹۵...... (الا رد الله علىّ...روحى) ...قيل هذا ظاهر في استمرار حياته على الدوام لاستحالة ان يخلو ساعة عمن يسلم عليه ومن خص ذلك بوقت الزيارة فعليه البيان (التنویر شرح الجامع الصغیر ج ۹ ص ۴۴۰) نبی ﷺ کی حیات بعد الوفات کے دوام کو ثابت کرتے ہوئے مؤلف لکھتے ہیں کہ چونکہ نبی ﷺ پر سلام قیامت تک لگاتار کہیں نہ کہیں سے پیش ہوتا رہتا ہے کوئی گھڑی سلام سے خالی نہیں ہوتی اور آپ ﷺ ہر سلام کا جواب عنایت فرماتے ہیں، اس سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی حیات دائمی ہے اور جس نے سلام اور رد سلام کو زیارت کے وقت کے ساتھ مختص کیا ہے وہ اس پر دلیل پیش کرے۔

<u>فائدہ</u>: اور جن بعض حدیثوں میں اس حدیث میں عند قبری کی زیادتی ہے وہ محل نظر ہیں، نیز نہ اس میں حصر ہے اور نہ ہی اس سے دور سے سلام اور رد سلام کی نفی ہوتی ہے۔

۸۹۶...... (الا عرفه ورد عليه السلام) وظاهره في اى حين كان واى زمن اتفق له المرور الخ حدیث میں ہے کہ میت کی جان پہچان والا اگر قبر کے پاس گزرے تو میت اس کو پہچانتی ہے اور اس کے سلام کا

جواب دیتی ہے، اس پر مؤلف لکھتے ہیں کہ حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ گزرنے والا جس زمانے میں اور جس وقت بھی گزرے میت پہچانتی ہے اور سلام کا جواب دیتی ہے کسی وقت کے ساتھ خاص نہیں، حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں کہ سلام کا جواب دینا یہ حیات اور رد ارواح کی فرع ہے اور اس میں کوئی مانع نہیں، مزید ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں کہ یہ حدیث اور اس جیسی دوسری احادیث و آثار اس پر دلالت کرتے ہیں کہ زیارت کرنے والا جب بھی آئے قبر والا اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کا کلام سنتا ہے اور اس کے ساتھ اُنس پکڑتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے، اس میں شہداء اور غیر شہداء برابر ہیں۔

(التنویر شرح الجامع الصغیر ج ۹ ص ۴۸۴، نیز فیض القدیر ج ۵ ص ۴۸۷)

۸۹۷...... (عرض علیه مقعده) ای محل قعوده من الجنة او النار بان تعاد الروح الی بدنه او الی بعض منه یدرك به حال العرض ولا مانع منه وشاهده النار یعرضون علیها غدوا وعشیا وقیل العرض انما هو علی الارواح لا الاشباح ورجح ابن حجر ان العرض یقع علی الروح حقیقة وعلی ما یتصل به من البدن...وفیه اثبات عذاب القبر لان عرض مقعده من النار علیه نوع عظیم من العذاب (فیض القدیر ج ۱ ص ۴۳۸) میت پر جنت ودوزخ کے ٹھکانے کے پیش ہونے کی صورت یہ ہے کہ میت کی روح کو اس کے پورے بدن کی طرف یا اس کے بعض حصے کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کو ٹھکانہ پیش کرنے کا ادراک ہوتا ہے اور اس میں کوئی مانع نہیں اور اس کی دلیل قرآنِ کریم میں ہے: النار یعرضون علیها غدوا وعشیا اور ٹھکانہ کس پر پیش ہوتا ہے؟ ایک قول یہ ہے کہ ارواح پر پیش ہوتا ہے اجساد پر نہیں اور ابن حجر نے اس کو ترجیح دی ہے کہ روح پر حقیقتاً پیش ہوتا ہے اور روح کے بدن کے ساتھ اتصال کی وجہ سے تبعاً بدن پر بھی پیش ہوتا ہے، مؤلف فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے عذابِ قبر ثابت ہوتا ہے کیونکہ دوزخ کے ٹھکانے کا پیش کرنا عذاب کی ایک عظیم قسم ہے۔

۸۹۸...... قال فی الافصاح وغیره: اما مقر الروح فمختلف فیه...... ولکل روح اتصال معنوی ببدنها وتعلق قوی بجسدها بحیث یصلح ان یسلم علیها ویفهم ما یقع من الخطاب لدیها وترد السلام کالشمس المنیر تقانها فی السماء واشعتها فی الارض (فیض القدیر ج ۱ ص ۵۳۸) روح کی جائے قرار کے بارے میں اختلاف ہے، اس اختلاف کے باوجود اس بات پر اہل سنت کا اتفاق ہے کہ ہر روح کا اس کے بدن کے ساتھ اتصال معنوی ہوتا ہے اور اپنے جسد کے ساتھ قوی تعلق ہوتا ہے اتنا تعلق کہ جس کی وجہ سے اس پر سلام کرنا درست ہے اور اس کی قبر کے پاس جو کلام ہو وہ اس کو سمجھتا ہے، سلام کا جواب دیتا ہے جیسا کہ روشنی دینے والا سورج آسمان میں ہے اور اس کی شعاعیں زمین میں ہیں۔

۸۹۹...... قال (السیوطی) والذی ظهر لی بعد النظر ثلاثین سنة ان یجاب باحد امرین... الثانی ان الروح لها اتصال بالبدن وان کانت خارجة عنه یری ویسمع الخ (فیض القدیر ج ۲ ص ۳۴۳) تیس سال تک غور وفکر کرنے کے بعد جو کچھ ظاہر ہوا وہ یہ ہے کہ دو امروں میں سے ایک کے ساتھ جواب دیا جائے......دوسرا جواب یہ ہے کہ روح اگرچہ بدن سے خارج ہوتی لیکن روح کا بدن (عنصری) کے ساتھ اتصال ہوتا ہے، جس کی وجہ سے بدن دیکھتا ہے اور سنتا ہے۔ اس کی تفصیل امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۱۱ھ) کے حوالہ جات میں ملاحظہ فرمائیں۔

۹۰۰...... (فیقعد انه) حقیقة بان یوسع اللحد حتی یجلس فیه زاد فی روایة فتعاد روحه فی جسده

وظاهره في كله ونقله المصنف في ارجوزته عن الجمهور لكن قال ابن حجر: ظاهر الخبر في النصف الاعلى وجمع بان مقرها في النصف الاعلى ولها اتصال بباقيه (فیض القدیر ج ۲ ص ۲۷۲) حدیث میں ہے کہ منکر نکیر میت کو قبر میں بٹھاتے ہیں، مؤلف فرماتے ہیں کہ اس کو حقیقتاً بٹھاتے ہیں جس کی صورت یہ ہے کہ لحد کو فراخ کر دیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ اس میں بیٹھ جاتا ہے اور ایک روایت میں یہ زائد لفظ ہیں کہ اس کی روح کو اس کے جسد میں لوٹایا جاتا ہے اس حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ روح کو پورے بدن میں لوٹایا جاتا ہے...... اور ابن حجر نے کہا نصف اعلیٰ میں روح کو لوٹایا جاتا ہے، مؤلف فرماتے ہیں کہ ان دونوں قولوں میں یوں تطبیق دے سکتے ہیں کہ روح کی جائے قرار بدن کا اوپر والا نصف ہے لیکن روح کا بدن کے باقی حصے کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ (پس اگر روح کے داخل ہونے اور روح کے تعلق دونوں کو ملحوظ رکھ لیں تو اعادہ پورے جسم کی طرف ہے اور اگر صرف بدن میں داخل ہونے والی حیثیت کو ملحوظ رکھیں تو اوپر والے نصف میں داخل ہوا ہے اور یہ بات یاد رہے کہ بدن میں روح داخل ہوتی ہے منکر نکیر کے سوال کے وقت، اس کے بعد روح اپنے مستقر میں چلی جاتی ہے اور اس کا بدن عنصری کے ساتھ تعلق باقی رہتا ہے)

۹۰۱...... بل هو امر يشمل الاموات ويعمهم حتى من اكله سبع او طير وتفرق شرقا وغربا فانه تعالىٰ يعلق روحه الذي فارقه بجزئه الاصلي الخ (فیض القدیر ج ۲ ص ۲۷۴) مؤلف نے قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مدفون وغیر مدفون کے لئے عذاب قبر کے عام ہونے پر کلام نقل کیا ہے۔ اس کو قاضی بیضاوی (م ۶۸۵ھ) کے حوالہ جات میں ملاحظہ فرمائیں۔

۹۰۲...... (ان الميت) ولو اعمى (يعرف من يحمله) من محل موته الى مغتسله (ومن يغسله) ومن يكفنه (ومن يدليه في قبره) ومن يلحده فيه وغير ذلك وانما نبه بالمذكورات على ما سواها وذلك لان الموت ليس بعدم محض والشعور باق حتى تمام الدفن حتى انه يعرف زائره كما في عدة آثار بل في بعض الاخبار (فیض القدیر ج ۲ ص ۳۹۸) میت اگرچہ نابینا ہو غسل کی طرف لے جانے والے کو، غسل دینے والے کو، کفن دینے والے کو اور قبر میں اتارنے والے کو اور لحد میں رکھنے والے کو پہچانتی ہے، مؤلف اس کی دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ موت عدم محض نہیں اس لئے میت میں شعور دفن کے پورے ہونے تک باقی رہتا ہے۔ حتیٰ کہ اپنے زائر کو پہچانتی ہے جیسا کہ متعدد آثار میں بلکہ بعض احادیث (مرفوعہ) میں وارد ہوا ہے۔

۹۰۳...... ان روح المؤمن بعد السؤال في عليين وروح الكافر في سجين ولكل روح اتصال ببدنها وهو اتصال معنوي لا يشبه الاتصال في حال الحياة بل اشبه شيء به حال النائم ويشبهه بعضهم بشعاع الشمس بالنسبة اليها الخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں کہ قبر میں سوال کے بعد مؤمن کی روح علیین میں اور کافر کی روح سجین میں چلی جاتی ہے لیکن ہر روح کا اس کے بدن کے ساتھ معنوی اتصال ہوتا ہے جو دنیا والی زندگی کے اتصال کے مشابہ نہیں۔ (کیونکہ دنیا میں روح کا بدن کے ساتھ اتصال ہوتا ہے بصورت دخول فی البدن) بلکہ زیادہ اس کے ساتھ مشابہ سونے والے کی حالت ہے کہ اس کی روح بدن سے باہر ہوتی ہے لیکن اس کا اپنے بدن کے ساتھ معنوی تعلق ہوتا ہے اور بعض نے برزخ میں روح و بدن کے تعلق کو تشبیہ دی سورج اور زمین کے ساتھ کہ سورج آسمان میں ہے لیکن اس کا تعلق زمین کے ساتھ ہے۔ نیز میت جو قبر میں ہے وہ تلقین کو سنتی ہے کیونکہ روح کا میت کے بدن کے ساتھ تعلق ہوتا ہے: ولا يقاس على حال الحي اذا كان بقعر بئر مردوم

مثلاً فانہ لا یسمع کلام من ھو علی البئر اور میت کی حالت کو بند کنویں کی گہرائی میں پڑے ہوئے زندہ آدمی کی حالت پر قیاس نہیں کیا جا سکتا کہ کنویں میں پڑا ہوا کنویں کے کنارے پر بولنے والے کی آواز نہیں سن سکتا، تو میت کیسے سن لیتی ہے؟ (فیض القدیر ج ۲ ص ۳۹۸)

فائدہ: یہ قیاس ہے احوال برزخ کا احوال دنیا پر، جب کہ احوال دنیا اسباب کے تابع ہیں عادۃً ان کا تعلق اسباب عادیہ کے ساتھ ہے اور احوال برزخ اسباب دنیا کے تابع نہیں بلکہ وہ براہ راست خرق عادت کے طور پر اللہ کی قدرت کے ساتھ وجود میں آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو قدرت ہے کہ وہ قبر سے باہر بولنے والے کی آواز منوں مٹی کے نیچے مدفون قبر والے کو سنا دے اور قبر والا سن لے)

۹۰۴...... الروح لھا اتصال بالبدن والقبر وجرمھا فی السماء کشعاع الشمس ساقط بالارض واصلہ متصل بالشمس (فیض القدیر ج ۲ ص ۳۹۸) میت کی روح کا بدن اور قبر کے ساتھ اتصال ہوتا ہے اور خود روح آسمان میں ہوتی ہے، جیسے سورج کی شعاع زمین کے ساتھ ملی ہوئی ہے اور اس شعاع کا سرا سورج کے ساتھ ملا ہوا ہے۔

۹۰۵...... وافتی الحافظ ابن حجر ان المیت یعلم من یزورہ فان الارواح ماذون لھا فی التصرف وتاوی الی محلھا فی علیین او سجین ومن یستبعد ذلک قاسہ علی المشاھدۃ من احوال الدنیا واحوال البرزخ لا تقاس علی ذلک (ایضاً) حافظ ابن حجر کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں: میت زیارت کرنے والے کو پہچانتی ہے کیونکہ ارواح کو تصرف کی اجازت دے دی جاتی ہے، پھر وہ اپنے علیین یا سجین والے محل کی طرف ٹھکانہ پکڑتی ہے اور جو اس کو بعید سمجھتا ہے اس نے اس کا قیاس کیا ہے احوال دنیا کے مشاہدہ پر، جب کہ احوال برزخ کا احوال دنیا پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

۹۰۶...... مفسر قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں: الحدیث بظاھرہ یدل علی انہ رآہ رؤیۃ حقیقیۃ فی الیقظۃ وانہ حی فی قبرہ یصلی الصلاۃ التی یصلیھا فی الحیاۃ الخ موسیٰ علیہ السلام کے قبر میں نماز پڑھنے والی حدیث اپنے ظاہر کے اعتبار سے اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام کو بیداری کی حالت میں دیکھا اور یہ رؤیت حقیقتاً تھی۔ (محض الہامی یا خوابی نہیں تھی) نیز یہ حدیث اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ وہی نماز پڑھ رہے تھے جو زندگی میں پڑھتے رہے اور یہ ممکن ہے، اس میں کوئی مانع نہیں، کیونکہ قیامت سے پہلے من وجہ وہ دنیا میں ہیں اور دنیا جب تک باقی ہے وہ دار تعبد ہے۔ باقی اگر کوئی یہ کہے کہ موسیٰ علیہ السلام موت کے بعد نماز پڑھ رہے تھے۔ حالانکہ یہ تکلیفی حالت نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا نماز پڑھنا تکلیفی حکم کی وجہ سے نہیں، بلکہ چونکہ نماز دنیا میں انبیاء کو بہت محبوب تھی تو موسیٰ علیہ السلام کی عزت واکرام کی وجہ سے ان کو نماز عطاء کی گئی۔ نیز دنیا میں نماز کے محبوب ہونے کی وجہ سے وہ وفات تک نماز کا التزام کرتے رہے اس لئے جو ان کا محبوب عمل تھا جس پر زندگی بھر وہ عمل پیرا رہے اسی عمل کے ساتھ ان کو شرف بخشا گیا۔ پس یہ ان کی عبادت ایسے ہی ہے جیسے ملائکہ کی عبادت، کہ ملائکہ کی عبادت تکلیفی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہامی ہے اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ آدمی اسی عمل پر فوت ہوتا ہے جو وہ زندگی بھر کرتا رہا اور قیامت والے دن اسی عمل پر اٹھایا جائے گا جس پر اس کی موت واقع ہوئی (کہ انبیاء علیہم السلام چونکہ زندگی بھر نماز میں مشغول رہے اور حدیث کے مطابق اسی عمل پر ان کو موت آئی اور قیامت والے دن اِسی عمل پر ہی ان کا حشر ہوگا،

معلوم ہوا کہ قبر میں نماز پڑھنا مکلف ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ ان کے محبوب عمل کے ساتھ ان کو لذت پہنچانے کے لئے اور ان کے اکرام و اعزاز کے لئے ہے) (فیض القدیر ج ۵ ص ۵۱۹)

۹۰۷...... ولا تدافع بين هذا و بين رؤيته اياه تلك الليلة في السماء لان للانبياء مراتع و مسارح يتصرفون فيما شاؤوا ثم يرجعون او لان ارواح الانبياء بعد مفارقة البدن في الرفيق الاعلى ولها اشراف على البدن و تعلق به يتمكنون من التصرف والتقرب بحيث يرد السلام على المسلم و بهذا التعلق رآه يصلي في قبره ورآه في السماء فلا يلزم كون موسى عرج به من قبره ثم رد اليه بل ذلك مقام روحه واستقرارها و قبره مقام بدنه واستقراره الى يوم معاد الارواح لابدانها فرآه يصلي في قبره ورآه في السماء اى كما ان نبينا بالرفيق الاعلى وبدنه في ضريحه يرد السلام على من سلم عليه و من كثف ادراكه و غلظ طبعه عن ادراك هذا فلينظر الى السماء في علوها و تعلقها و تاثيرها في الارض و حياة النبات والحيوان والى النار كيف تؤثر في الجسم البعيد مع ان الارتباط الذى بين الروح والبدن اقوى و اتم والطف (ایضاً) مؤلف فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کے قبر میں نماز پڑھنے والی حدیث اور اسی رات ان کو آسمان میں دیکھنے والی حدیث کے درمیان کوئی ٹکراؤ نہیں، اس لئے کہ (۱) موت کے بعد انبیاء کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو کسی ایک جگہ محبوس اور مقید نہیں کر دیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اتنی وسعت عطا کی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اِذن کے ساتھ جہاں چاہتے ہیں آتے جاتے ہیں۔ (۲) یا اس لئے کہ بدن سے جدا ہونے کے بعد انبیاء کی ارواح رفیق اعلیٰ میں ہوتی ہیں لیکن ان کا پرتو اور عکس ہوتا ہے بدنوں پر اور بدن کے ساتھ تعلق ہوتا ہے جس کی وجہ سے ان میں چلنے پھرنے کی اور عبادات کے ذریعے اللہ کے قرب میں ترقی کرنے کی قدرت ہوتی ہے اور اسی تعلق اور قدرت کی وجہ سے وہ سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دیتے ہیں اور اسی تعلق کی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام قبر میں نماز پڑھ رہے تھے اور پھر ان کو آسمان میں بھی دیکھا، لیکن یہ ضروری نہیں کہ جس کو آسمان میں دیکھا وہ موسیٰ علیہ السلام کا اصلی بدن ہو بلکہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر روح کو متشکل کر دیا اور موسیٰ علیہ السلام کا بدن قبر میں ہی رہا۔ (دونوں قولوں کے مطابق قبر میں موسیٰ علیہ السلام کا زندہ ہونا ثابت ہوتا ہے)

مرعی بن یوسف حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۳ھ)

۹۰۸...... وَيَسْمَعُ الْمَيِّتُ الْكَلَامَ مُطْلَقًا وَيَعْرِفُ زَائِرَهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَفِي الْغُنْيَةِ يَعْرِفُهُ كُلَّ وَقْتٍ وَهٰذَا الْوَقْتُ آكَدُ انْتَهَى وَهٰذَا هُوَ الصَّوَابُ بِلَا رَيْبٍ. وَيَتَأَذَّى بِالْمُنْكَرِ عِنْدَهُ وَيَنْتَفِعُ بِالْخَيْرِ (غایۃ المنتہی ج ۱ ص ۲۸۶) اور میت کلام سنتی ہے اور یہ سننا کسی وقت کے ساتھ مقید نہیں اور جمعہ کے دن سورج طلوع ہونے سے پہلے اپنے زائر کو زیادہ پہچانتی ہے۔ غنیۃ (للشیخ جیلانی) میں ہے کہ زائر کو ہر وقت پہچانتی ہے اور جمعہ کے دن طلوع شمس سے پہلے کے وقت میں زیادہ پہچانتی ہے، یہی صحیح ہے اور اس میں کوئی شک نہیں اور قبر کے پاس گناہ سے میت تکلیف پاتی ہے اور نیکی کے ساتھ نفع حاصل کرتی ہے۔ (یعنی خوش ہوتی ہے)

۹۰۹...... ويعرف الميت زائره يوم الجمعة قبل طلوع الشمس ويتاذى بالمنكر عنده وينتفع بالخير (دلیل الطالب لنیل المطالب ص ۷۳) میت جمعہ کے دن طلوع شمس سے پہلے زائر کو زیادہ پہچانتی ہے اور قبر کے پاس گناہ ہو تو وہ تکلیف محسوس کرتی ہے، نیکی ہو تو نفع حاصل کرتی ہے۔ (یعنی خوش ہوتی ہے)

حضرت مجدد الفِ ثانی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (احمد بن عبد الاحد، سرہندی۔ م ۱۰۳۴ھ)

۹۱۰...... بدن اوّل را از حصول احکام برزخ چارہ نبود، واز عذاب وثواب قبر گزر نہ... افسوس ھزار افسوس ایں قسم بطالاں خود را بمسند شیخی گرفتہ اند ومقتدائے اھل اسلام گشتہ اند ضلوا فاضلوا (مکتوبات، دفتر دوم، مکتوب ۵۸۔ ط لکھنو) اس دنیا والے بدن کو برزخ کے احکام کا سامنا کرنے سے چارہ نہیں اور اس بدن کے لئے قبر کے عذاب وثواب سے چھٹکارہ نہیں ...(اور جن لوگوں نے بدنِ ثانی تجویز کر کے اس میں ثواب وعذاب کا عقیدہ اختیار کیا اُن کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں) افسوس ہزار افسوس ایسے بیہودہ لوگوں پر جو خود کو شیخ وقت سمجھتے ہیں اور اہل اسلام کے مقتدیٰ بنے ہوئے ہیں، وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔

۹۱۱...... وآنچہ او علیہ وعلی آلہ الصلوٰت والتسلیمات او احوال آخرت خبر دادہ است ھمہ حق است از عذاب گور وضغطہ اں وسوال منکر ونکیر دراں... واعادہ روح بجسد (مکتوبات، دفتر دوم، مکتوب ۶۷۔ ط لکھنو) جو کچھ نبی کریم ﷺ نے آخرت کے احوال کے متعلق خبر دی ہے وہ سب حق ہے جیسے عذاب قبر اور قبر کا بھینچنا، قبر میں منکر نکیر کا سوال اور روح کا جسد کی طرف لوٹانا۔

شیخ الشیوخ ابراہیم لقَانِی مالکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۴۱ھ)

۹۱۲...... فان قلت فھل السوال للروح فقط او للروح والبدن قلت لھما معا: منکر نکیر کا سوال صرف روح سے ہوتا ہے یا روح اور بدن دونوں سے؟

جواب: دونوں سے ہوتا ہے۔(اس کے بعد تائید کے طور پر ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات ذکر کی ہیں) (عمدۃ المرید شرح جوہر التوحید ص ۱۳۸۶)

۹۱۳...... فان قلت فھل یسألان من قطعت اعضائہ وشاظ فی الریاح وافواہ السباع قلت قال القرطبی والفاکھانی لا یبعد ان یخلق اللہ الحیاۃ فی اجزائہ (ایضاً ص ۱۳۹۲) جس میت کے اعضاء کاٹ دیئے جائیں اور وہ ہواؤں میں اور درندوں کے منہ میں بکھر جائیں تو کیا منکر نکیر اس سے بھی سوال کرتے ہیں؟

جواب: قرطبی اور فاکہانی نے کہا ہے کہ یہ بات بعید نہیں کہ اللہ اس کے اجزاء میں حیات پیدا کر دے۔ (لہٰذا اس سے بھی سوال ہوتا ہے)

۹۱۴...... تظاھرت الادلۃ علی اثباتہ (ای عذاب القبر) دلائل الکتاب والسنۃ ..ولا یمتنع ان یعید اللہ تعالیٰ الحیاۃ فی جزء من الجسد ویعذبہ واذا لم یمنعہ العقل وورد بہ الشرع وجب قبولہ واعتقادہ والمعذب علی ھذا عندنا الجسد بعینہ او بعضہ بعد اعادۃ الروح الیہ او الی جزء منہ (ایضاً ص ۱۳۹۴) عذاب قبر کے اثبات پر قرآن وسنت کے دلائل بہت واضح ہیں......اور یہ محال نہیں کہ اللہ تعالیٰ میت کے جسم کے کسی جزء میں حیات کو لوٹا دے اور اس کو عذاب دے، جب عقلاً یہ ممنوع نہیں اور شریعت نے یہ عقیدہ بتایا ہے تو اس کو قبول کرنا اور اس کا عقیدہ رکھنا واجب ہے اور ہمارے (یعنی اہل سنت) کے نزدیک عذاب پورے جسم کو یا جسم کے بعض حصے کو ہوتا ہے اور اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ روح کو پورے جسم یا جسم کے ایک حصے کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔

۹۱۵...... منکرین عذاب قبر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ہمیں قبر میں فرشتے اور عذاب کے آثار نظر نہیں آتے، مؤلف نے اس کا تفصیل کے ساتھ جواب دیا کہ نظر نہ آنا عذاب کی نفی کی دلیل نہیں، اللہ اس پر قادر ہے کہ میت کو عذاب دے اور ہماری آنکھوں پر پردہ ڈال دے۔ اسی ضمن میں قبر کے سوال وعذاب کے منکرین پر مؤلف بددعا کرتے ہیں کہ: ابعدھم اللہ واخمد نار فتنتھم (اللہ ان کو اپنی رحمت سے دور کرے اور ان کے فتنے کی آگ کو بجھا دے) (ایضاً ص۱۳۹۶)

علامہ حلبی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (نور الدین، علی بن ابراہیم بن احمد) (م ۱۰۴۴ھ)

۹۱۶...... ومن خصائصه ﷺ احياء الانبياء صلوات الله وسلامه عليهم وصلاته اماما بهم وبالملائكة. لان الانبياء احياء وفيه اذا كان الانبياء احياء فما معنى احيائهم له ليصلي بهم وقد علمت معنى احيائهم (السیرۃ الحلبیۃ ج۱ ص۵۲۶) اور آپ ﷺ کے خصائص میں سے ہے کہ آپ ﷺ کی خاطر اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو (محسوس زندگی کے ساتھ) زندہ کیا اور آپ ﷺ کو ان کا اور فرشتوں کا امام بنایا، کیونکہ انبیاء زندہ ہیں، مؤلف نے اس پر ایک خود اشکال نقل کیا کہ جب انبیاء زندہ ہیں تو پھر اس کا کیا مطلب کہ ان کو زندہ کیا تا کہ آپ ﷺ ان کو نماز پڑھائیں؟ مؤلف نے اس کا اجمالاً یوں جواب دیا کہ آپ انبیاء کے احیاء کا معنی جان چکے ہیں۔ (یہ اشارہ اس عبارت کی طرف ہے جو اس سے دو صفحے پہلے لکھ چکے ہیں وہ یہ ہے: المراد باحياء الانبياء بعد الموت شدة تعلق ارواحهم باجسادهم حتى انهم في البرزخ بسبب ذلك احياء كحياتهم في الدنيا ص ۵۲۴) موت کے بعد اسراء کی رات انبیاء کو زندہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ ان کی ارواح کا ان کے اجساد کے ساتھ تعلق اتنا بڑھ گیا کہ شدت تعلق کی وجہ سے برزخ میں جو ان کی مخفی زندگی تھی وہ دنیاوی زندگی کی طرح حسی زندگی بن گئی۔

۹۱۷ وعن قتادة رضي الله عنه احياهم الله تعالىٰ حتى سمعوا كلام رسول الله ﷺ الخ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مقتولین بدر کو زندہ کیا تا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی بات کو سنیں، مؤلف اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے غرضِ رسول کو پورا کرنے کے لئے ان کی ارواح کا ان کے اجساد کے ساتھ تعلق زیادہ قوی کر دیا جس کی وجہ سے ان میں کامل شعور وادراک والی حیات پیدا ہوگئی جیسا کہ دنیاوی زندگی میں ان میں کامل شعور وادراک تھا (اور یہ ایسے ہی ہے جیسے قبر میں سوال کے وقت میت میں کامل شعور وادراک پیدا کر دیا جاتا ہے) شدت تعلق اور کمال ادراک اور کمال شعور والی حیات کے ساتھ زندہ کرنا اس لئے مراد لیا گیا ہے کہ روح کے جسم سے جدا ہونے کے بعد جسم کے ساتھ تعلق رہتا ہے خواہ پورے جسم کے ساتھ ہو یا اس کے بچے ہوئے بقیہ حصے کے ساتھ ہو مثلاً ریڑھ کی ہڈی کی جڑ، کیونکہ وہ فنا نہیں ہوتی اور خواہ وہ جسم مٹی میں مل جائے یا اس کو درندہ پرند کھالیں یا آگ جلا دے اور اسی تعلق کی وجہ سے میت زیارت کرنے والے کو پہچانتی ہے، اس کے ساتھ اُنس پکڑتی ہے، اس کے سلام کا جواب دیتی ہے جیسا کہ یہ امور احادیث سے ثابت ہیں۔ والغالب ان هذا التعلق لا يصير الميت به حيا كحياته في الدنيا اور غالب یہ ہے کہ یہ تعلق اتنا کمزور ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے میت دنیاوالی حیات کی طرح زندہ نہیں ہوتی بلکہ اس کی حالت حقیقی زندہ اور حقیقی مردہ (یعنی جس کے بدن کے ساتھ روح کا بالکل تعلق نہ ہو) کے

درمیان ہوتی ہے (یعنی روح کا بدن کے ساتھ اتنا تعلق ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے میت کے بدن میں ایک کمزور درجے کی مخفی حیات پیدا ہو جاتی ہے، اس اعتبار سے من وجہ زندہ ہے، لیکن ایسا تعلق نہیں ہوتا کہ اس میں حیات قوی پیدا ہو جائے اور اس کے آثار بدن پر ظاہر ہو جائیں، اس اعتبار سے میت ہے) اور کبھی یہ تعلق اتنا قوی ہو جاتا ہے کہ وہ دنیاوی زندگی کی طرح زندہ ہو جاتا ہے، لیکن اس کو افعال اختیاریہ پر قدرت حاصل نہیں ہوتی۔ (ایضاً ج ۲ ص ۲۴۷) پھر علامہ سعد رحمہ اللہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں کہ اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ میت میں افعال اختیاریہ پر قدرت پیدا نہیں کرتے۔ اس پر مؤلف لکھتے ہیں کہ علامہ سعد رحمہ اللہ کا یہ کلام غیر انبیاء اور غیر شہداء کے بارے میں ہے، کیونکہ انبیاء اور شہداء کی ارواح کا ان کے اجساد کے ساتھ اتنا قوی تعلق ہوتا ہے جس کی وجہ سے ان کے اجساد دنیاوی زندگی کی طرح زندہ ہو جاتے ہیں اور ان کو افعال اختیاریہ پر قدرت حاصل ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد مؤلف نے بطور دلیل تین حدیثیں ذکر کی ہیں۔ (۱) حدیث انس رضی اللہ عنہ الانبیاء احیاء الخ۔ (۲) حدیث انس رضی اللہ عنہ ان علمی بعد موتی الخ۔ (۳) حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قبر شریف پر آ کر سلام کرنے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب دینے کا ذکر ہے۔ اس کی تائید کے لئے مؤلف نے امام سبکی رحمہ اللہ کی طویل عبارت ذکر کی ہے حیاۃ الانبیاء والشھداء کحیاتھم الخ (اس عبارت کی تفصیل امام سبکی (م ۷۵۶ھ) کے حوالہ جات میں ملاحظہ فرمائیں) (السیرۃ الحلبیۃ ج ۲ ص ۲۴۷)

فائدہ: پس اس سے معلوم ہوا کہ مقتولین بدر میں کمزور درجے کی حیات اور کمزور درجے کا ادراک وشعور تو پہلے تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے بدن کے ساتھ روح کے تعلق کو زیادہ قوی کر کے ان کی حیات اور ان کے ادراک وشعور کو کامل کر دیا تا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو خوب اچھی طرح سن سکیں۔

۹۱۸...... قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من أحد یسلم علی إلا رد اللہ تعالیٰ علی الخ (ایضاً) رد روح والی حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: رد روح سے مراد ہے روح شریف کا جسد شریف کے ساتھ تعلق کا قوی ہو جانا۔

۹۱۹...... والروح مع کونھا فی مقاماتھا الخ (ایضاً) اور روح باوجود اس کے کہ وہ اپنے مقام میں ہوتی ہے لیکن اس کا اس کے جسد کے ساتھ یا جسد کے باقی رہنے والے جزء کے ساتھ تعلق ہوتا ہے، جیسا کہ سورج چوتھے آسمان میں ہے اور اس کا زمین کے ساتھ تعلق ہے اور کبھی روح کا بدن کے ساتھ تعلق کمزور ہو جاتا ہے تو اس تعلق کے ضعف کو روح کے صعود وطلوع کے ساتھ تعبیر کر دیا جاتا ہے۔

۹۲۰...... مؤلف انک لا تسمع الموتی اور وما انت بمسمع من فی القبور کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان آیات میں سماع نافع کی نفی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زندہ کفار کو تشبیہ دی ہے اموات فی القبور کے ساتھ، کہ جیسے قبروں میں پڑے ہوئے مردوں کو اسلام کی طرف دعوت دی جائے تو وہ اس دعوت سے نفع نہیں اٹھا سکتے۔ اسی طرح یہ زندہ کفار بھی نفع نہیں اٹھا رہے۔ (ایضاً)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مؤلف سماع موتی کے قائل ہیں اور سماع موتی موقوف ہے موتی کی حیات پر۔

۹۲۱...... ان الجسد بذلک التعلق یقوی علی الجلوس للسؤال فی القبر (ایضاً) بے شک جسد عنصری میں روح کے تعلق کی وجہ سے قبر میں سوال کے لئے بیٹھنے پر قدرت آ جاتی ہے۔

بہوتی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (منصور بن یونس بن صلاح الدین۔م ۱۰۵۱ھ)

۹۲۲...... ویسمع المیت الکلام ویعرف زائرہ یوم الجمعة بعد الفجر قبل طلوع الشمس، وفی الغنیة یعرفه کل وقت وهذا الوقت آکد (الروض المربع ص ۱۹۳) میت کلام سنتی ہے اور جمعہ کے دن فجر کے بعد طلوع شمس سے پہلے زائر کو (زیادہ) پہچانتی ہے۔ غنیۃ (للشیخ جیلانی) میں ہے کہ ہر وقت پہچانتی ہے لیکن اس مذکورہ وقت میں پہچان زیادہ ہوجاتی ہے۔

۹۲۳...... (وَيَسْمَعُ الْمَيِّتُ الْكَلَامَ) لِأَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَمَرَ بِالسَّلَامِ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يَكُنْ يَأْمُرُ بِالسَّلَامِ عَلَى مَنْ لَا يَسْمَعُ وَقَالَ الشَّيْخُ تَقِيُّ الدِّينِ اسْتَفَاضَتْ الْآثَارُ بِمَعْرِفَةِ الْمَيِّتِ الخ میت کلام کو سنتی ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اموات پر سلام کرنے کا حکم دیا ہے اور جو سلام سن ہی نہ سکے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلام کرنے کا حکم نہیں دے سکتے۔ (شرح منتہی الارادات ج۱ ص ۳۸۴) شیخ تقی الدین کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں: شیخ تقی الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس بات پر احادیث مشہور و معروف ہیں کہ میت اپنے اہل وعیال اور اپنے دنیا والے دوستوں کے حالات کو پہچانتی ہے اور یہ حالات اس پر پیش کئے جاتے ہیں اور میت جمعہ کے دن طلوع شمس سے پہلے اپنے زائر کو (زیادہ) پہچانتی ہے یہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ غنیۃ میں ہے کہ ہر وقت میت زائر کو پہچانتی ہے اور اس مذکورہ وقت میں پہچان زیادہ ہوجاتی ہے۔ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ احادیث وآثار اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ زائر جب قبر پر آتا ہے تو قبر والا اس کو جان لیتا ہے اور اس کے کلام کو سنتا ہے اور اس کے ساتھ اُنس حاصل کرتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور یہ شہداء اور غیر شہداء سب کے حق میں عام ہے اور زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اس بارے میں وقت کی کوئی قید نہیں۔ (شرح منتہی الارادات ج۱ ص ۳۸۴، نیز کشاف القناع ج ۲ ص ۱۶۵)

۹۲۴...... ثُمَّ يَسْتَقْبِلُ وَسَطَ الْقَبْرِ (فَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ) صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مُسْتَقْبِلًا لَهُ) مُوَلِّيًا ظَهْرَهُ الْقِبْلَةَ فَيَقُولُ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَزِيدُ عَلَى ذٰلِكَ فَإِنْ زَادَ فَحَسَنٌ... (وَ) يُكْرَهُ (رَفْعُ الصَّوْتِ عِنْدَهَا) أَيِ الْحُجْرَةِ لِأَنَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحُرْمَةِ وَالتَّوْقِيرِ كَحَالِ الْحَيَاةِ (شرح منتہی الارادات ج۱ ص ۵۹۳) قبر نبوی کی زیارت کرنے والا قبر شریف کے سامنے آئے اور قبر شریف کی طرف رخ اور قبلہ کی طرف پشت کر کے (بصیغہ خطاب) یوں سلام کہے: السلام علیك یارسول الله آپ پر سلام اے اللہ کے رسول! حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اس سے زیادہ نہیں کہتے تھے لیکن اگر اس سے زیادہ کہہ دے تو اچھا ہے...... اور روضہ پاک کے پاس آواز بلند کرنا مکروہ ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عزت واحترام اب بھی ایسے ہی ضروری ہے جیسے دنیاوی زندگی میں ضروری تھا۔

۹۲۵...... قبر نبوی کی زیارت کرنے والا یوں سلام کرے: السلام علیك یارسول الله. حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ اس سے زائد الفاظ نہیں کہتے تھے لیکن اگر کوئی اس سے زائد الفاظ کہہ دے تو اچھا ہے، شرح منتہی وغیرہ میں ہے کہ زائر یوں کہے اے نبی آپ پر سلام اور اللہ کی رحمت ہو، اے اللہ کے نبی اور اللہ کی مخلوق اور اللہ کے بندوں میں سب سے افضل! آپ پر سلام ہو، أَشْهَدُ أَنَّكَ بَلَّغْتَ رِسَالَاتِ رَبِّكَ الخ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے اپنے رب

کے پیغامات پہنچا دیئے اور اپنی امت کی خیر خواہی کی اور حکمت کے ساتھ اور اچھی نصیحت کے ساتھ اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دی اور آپ اللہ کی عبادت کرتے رہے یہاں تک کہ آپ وفات پا گئے...... یا اللہ! آپ نے کہا اور آپ کی بات سچ ہے۔ ولو انهم اذ ظلموا الخ جب ان لوگوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا تھا اگر یہ آپ کے پاس آجاتے اور اللہ سے بخشش طلب کرتے اور رسول بھی ان کے لئے بخشش طلب کرتا تو یہ اللہ کو پاتے توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا۔ وَقَدْ اَتَيْتُكَ مُسْتَغْفِرًا مِنْ ذُنُوبِي مُسْتَشْفِعًا بِكَ اِلَى رَبِّكَ الخ اور اے اللہ کے نبی! میں اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرنے کے لئے اور اللہ تعالیٰ کی طرف آپ کے ذریعے سفارش طلب کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں...... (اس کے بعد مؤلف نے عتبی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور واقعہ نقل کیا ہے)...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کرنے کے بعد ایک ہاتھ دائیں طرف پیچھے ہٹ جائے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر یوں سلام کرے: السلام عليك يا ابا بكر الصديق پھر ایک ہاتھ دائیں طرف آگے ہو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر یوں سلام کرے: السلام عليك يا عمر الفاروق اور (پھر دونوں پر اکٹھا سلام کرتے ہوئے) یوں کہے اے رسول اللہ کے دو ساتھیو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آرام کرنے والو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو وزیرو! تم دونوں پر سلام ہو۔ (کشاف القناع عن متن الاقناع ج ۲ ص ۵۱۴)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۲ھ)

۹۲۶...... لما انكر بعض المبتدعة من اكثر المعتزلة وبعض الروافض عذاب القبر و كان ثابتا بالاحاديث المشهورة التي تبلغ الحد المشترك منها مبلغ التواتر و كان سلف الصالح متفقين على ذالك قبل ظهور المخالفين اهتم المؤلف باثباته وعقد له بابا على حدة كالايمان بالقدر اثبته لذالك... والمراد بالقبر ههنا عالم البرزخ وهو عالم بين الدنيا والآخرة له تعلق بكل منهما وليس المراد به الحفرة التي يدفن فيها الميت فرب ميت لا يدفن كالغريق والمحروق والماكول في بطن الحيوانات يعذب وينعم ويسأل جب بعض اہل بدعت نے یعنی اکثر معتزلہ اور بعض روافض نے عذاب قبر کا انکار کیا۔ حالانکہ وہ احادیث مشہورہ کے ساتھ ثابت ہے اور وہ اتنی احادیث ہیں جن کا قدر مشترک تواتر کے درجے کو پہنچ جاتا ہے اور سلف صالحین منکرین عذاب قبر کے ظاہر ہونے سے پہلے اس پر متفق تھے، تو مؤلف (صاحب مشکوۃ) نے عذاب قبر کے ثابت کرنے کے لئے مستقل باب منعقد کیا جیسا کہ تقدیر کے منکرین پر رد کرنے کے لئے ایمان بالقدر کا باب قائم کیا ہے۔ (اس مسئلہ کی اہمیت اتنی زیادہ ہے کہ صاحب مشکوۃ نے اثبات عذاب القبر کے باب کو کتاب الایمان کا حصہ بنایا ہے)...... اور یہاں قبر سے مراد عالم برزخ ہے (جو مدفون اور غیر مدفون سب اموات کو شامل ہے) اور دنیا اور آخرت کے درمیان کا جہان ہے، اس کا من وجہ دنیا اور آخرت دونوں کے ساتھ تعلق ہے اور قبر سے مراد (محض) وہ گڑھا نہیں جس میں میت کو دفن کیا جاتا ہے، کیونکہ بہت سے اموات ایسے ہیں جن کو دفن نہیں کیا جاتا جیسے غرق ہونے والا اور جس کو جلا دیا گیا، جس کو جانوروں نے کھا لیا اور وہ ان کے پیٹ میں چلا گیا، ان کو بھی قبر کا ثواب وعذاب ہوتا ہے اور ان سے سوال بھی کیا جاتا ہے۔ (اس لئے قبر کا معنی عالم برزخ کیا گیا ہے تاکہ مدفون اور غیر مدفون خواہ وہ جلا دیا جائے یا غرق ہو جائے یا درندے کھا لیں سب کو شامل ہو جائے)

(لمعات التنقیح ج ۱ ص ۴۱۶، ۴۱۷، نیز اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۱۱۴)

۹۲۷...... واختلف فی ان المیت یعذب باحیائہ فی القبر او بجعل الروح فی مقابلتہ او بنوع آخر مما یعلمہ ولا نعلمہ والاظہر الاصوب انہ بالاحیاء واعادۃ الروح وھو ظاھر الاحادیث ثم اختلف فی کیفیۃ الاحیاء فقیل انہ یعاد الروح فی جملتہ وقیل فی اقل جزء یحتمل الحیاۃ والعقل قال الحلیمی فان صح فلا جزء اولیٰ بہ من القلب الذی ھو ینبوع الحیاۃ ومحل العقل وقیل کل من مات وتفرقت اجزائہ فان اللہ یعلق روحہ بجزئہ الاصلی الباقی من اول عمرہ الی آخرہ المستمر علی حالتی النمو والذبول لان اللہ تعالیٰ عالم بھا کلھا حسبما ھو علیھا ویعلم مواقعھا ومحالھا کما فی الحشر. والبنیۃ عندنا لیست شرطا للحیاۃ ویکفی فی صحۃ الاعتقاد ان نعتقد ان الحق تعالیٰ یحدث فیہ الادراک بای وجہ یرید (قبر میں عذاب پر اہل سنت والجماعت کے اتفاق کے بعد) اختلاف اس میں ہوا کہ میت کو جو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے اس کی کیفیت کیا ہے؟ کیا میت میں روح ڈال کر اس کو قبر میں زندہ کیا جاتا ہے؟ یا روح کو اس کے قریب لاکر روح کے اثر سے اس میں حیات پیدا ہو جاتی ہے؟ یا کوئی اور صورت ہے جس کو اللہ جانتے ہیں، ہم نہیں جانتے؟ لیکن زیادہ قوی اور درست بات یہ ہے کہ میت کے بدن کو زندہ کیا جاتا ہے اس میں روح ڈالنے کے ساتھ، احادیث کا ظاہر اسی چیز کا تقاضا کرتا ہے، پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ روح پورے بدن میں لوٹائی جاتی ہے یا کسی ایک جزء میں جس میں حیات اور شعور وفہم کی صلاحیت ہو؟ حلیمی نے کہا کہ اگر یہ بات صحیح ہے تو پھر ایسا جزء دل ہی ہوسکتا ہے، کیونکہ دل حیات کا چشمہ اور عقل کا محل ہے اور بعض نے یہ کہا کہ جو آدمی فوت ہو جائے اس کے اجزاء بکھر جائیں تو اللہ تعالیٰ اس کی روح کا اس کے جزء اصلی کے ساتھ تعلق پیدا کرتا ہے، جزء اصلی وہ ہے جو اس کی عمر کے شروع سے اخیر تک موٹاپے اور لاغری کی دونوں حالتوں میں ایک ہی حالت پر باقی رہتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ میت کے سب اجزاء کو جانتے ہیں اور اس کے جزء اصلی سے بھی آگاہ ہیں اور ہمارے نزدیک حیات پیدا کرنے کے لئے ڈھانچے کا سالم ہونا شرط نہیں۔ (شیخ عبدالحق کیفیتِ حیات کے بارے میں اختلاف لکھنے کے بعد فرماتے ہیں کہ) عقیدے کے صحیح ہونے کے لئے یہ بات کافی ہے کہ ہم یہ عقیدہ رکھیں کہ اللہ تعالیٰ میت میں ادراک پیدا کر دیتے ہیں جس کے ساتھ وہ راحت وتکلیف کا احساس وادراک کرتی ہے وہ جس طریقے کے ساتھ بھی ہو۔ (لمعات ج ۱ ص ۴۱۸، ۴۱۹، نیز اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۱۱۴)

<u>فائدہ</u>: میت کا مصداق جسد عنصری ہے روح اور بدن مثالی نہیں۔

۹۲۸...... ثم فی تصدیق عذاب القبر وامثال ھذا طرق متعددۃ ذکرہ الامام الغزالی فی احیاء علوم الدین احدھا وھو الاظھر والاصح والاسلم الخ. پھر عذاب قبر اور اس جیسے دوسرے عقیدوں کی تصدیق کے بارے میں متعدد طریقے ہیں جن کو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں ذکر کیا ہے، فرماتے ہیں کہ یہاں آپ کے لئے ان جیسے عقیدوں کی تصدیق میں تین طریقے ہیں۔ (۱) ان تین طریقوں میں سے یہ پہلا طریقہ زیادہ قوی، زیادہ صحیح اور زیادہ سلامتی والا ہے، وہ یہ ہے کہ اس بات کی تصدیق کی جائے کہ سانپ حقیقتاً قبر میں موجود ہیں اور وہ میت کو ڈستے ہیں لیکن ہم اس کا مشاہدہ نہیں کر سکتے کیونکہ یہ (دنیا والی) آنکھ امور برزخیہ (اور اسی طرح ہر وہ چیز جو آخرت کے ساتھ تعلق رکھتی ہے اس) کے مشاہدہ کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم جبریل کے

اترنے پر کیسے ایمان رکھتے تھے حالانکہ وہ جبریل کا مشاہدہ نہیں کرتے تھے اور وہ اس بات پر بھی ایمان رکھتے تھے کہ نبی ﷺ جبریل کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ پس اگر تو نزول جبریل پر ایمان نہیں رکھتا تو ایمان بالملائکہ کا صحیح کرنا تجھ پر زیادہ اہم ہے اور اگر تو باوجود مشاہدہ نہ کرنے کے اس پر ایمان رکھتا ہے اور اس بات کو بھی جائز رکھتا ہے کہ نبی پاک ﷺ اس چیز کا مشاہدہ کرتے ہیں جس کا امت مشاہدہ نہیں کرتی تو یہی بات میت کے بارے میں کیوں جائز نہیں کہ قبر میں میت کے بارے میں احادیث میں جو کچھ بتایا گیا نبی ﷺ اس کا مشاہدہ کرتے ہیں لیکن امتی لوگ اس کا مشاہدہ نہیں کرتے۔ اس کے مطابق ایمان رکھنا چاہئے۔ (۲) دوسرا طریقہ یہ ہے کہ نائم کی حالت کو سمجھئے، وہ اپنی نیند کی حالت میں دیکھتا ہے کہ سانپ اس کو ڈستا ہے اور وہ اس کی وجہ سے تکلیف محسوس کرتا ہے۔ حتیٰ کہ آپ اس کو دیکھتے ہیں کہ وہ بعض دفعہ نیند میں چیختا ہے اور اس کی پیشانی پسینہ پسینہ ہو جاتی ہے اور کبھی اپنی جگہ سے ہٹ جاتا ہے اور وہ یہ سب کچھ نیند میں محسوس کرتا ہے اور اس کی وجہ سے وہ ایسے تکلیف محسوس کرتا ہے جیسے بیدار آدمی تکلیف محسوس کرتا ہے اور نیند والا یہ سب کچھ دیکھ رہا ہوتا ہے۔ حالانکہ آپ اس کے ظاہر کو پُرسکون سمجھ رہے ہوتے ہیں اور اس کے اردگرد سانپ کو نہیں دیکھ رہے ہوتے۔ حالانکہ سانپ اس کے حق میں موجود ہے اور اس کی وجہ سے اس کو عذاب بھی حاصل ہے لیکن آپ کو نظر نہیں آرہا اور بعض دفعہ بیدار آدمی بھی ایسی چیزیں دیکھتا ہے کہ اس کے اردگرد کے لوگ اُن چیزوں کو نہیں دیکھتے جیسے درد کی تکلیف والا خود درد محسوس کرتا ہے لیکن اردگرد والوں کو درد نظر نہیں آتا اور عذاب ڈسنے کے درد کا نام ہے خواہ سانپ خیالی ہو یا محسوس مشاہد ہو۔ (۳) سانپ کی ذات تکلیف نہیں دیتی بلکہ اس کا زہر تکلیف دیتا ہے، مزید غور کیا جائے تو زہر بھی خود تکلیف نہیں دیتا بلکہ اس کے اثر سے عذاب اور تکلیف ہوتی ہے۔ پس اگر اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے سانپ اور زہر کے بغیر میت کے بدن میں وہی سانپ کے زہر کا اثر پیدا کر دیں تو یہ بھی عذاب ہے، اسی کو حدیث میں مجازاً سانپ بچھو کے ساتھ تعبیر کر دیا گیا ہے...... یہ تینوں طریقے ممکن ہیں اور ان کے اعتبار سے عذاب قبر کی تصدیق کرنا لازم ہے اور بعض اوقات ایک بندے کو قبر میں ان تین طریقوں میں سے ایک کے ساتھ عذاب ہوتا ہے اور بعض میں اللہ تعالیٰ تینوں طریقے جمع کر دیتے ہیں۔ (امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ پوری بات نقل کر کے شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) ویجب ان یعلم ان ما ذکرہ انما ھو فی عذاب القبر وامثالہ لا فی امور الآخرۃ کلھا، یہ بات جان لینا ضروری ہے کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ ذکر کیا ہے یہ عذاب قبر اور قبر میں پیش آمدہ دیگر احوال کے بارے میں ہے اور امور آخرت کے بارے میں نہیں۔ (لمعات التنقیح ج ۱ ص ۲۱۶ تا ۲۱۹)

فائدہ: امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو منکرین عذاب قبر کو تین جواب دیئے ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ ان حضرات کے نزدیک عذاب قبر اسی ارضی قبر میں میت کے جسد عنصری یا اس کے منتشر اجزاء کو ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے ساتھ جسم میں یا اجزائے جسم میں حیات پیدا کر کے مذکورہ تین طریقوں میں سے کسی طریقے کے ساتھ یا تینوں کے ساتھ میت کو ثواب و عذاب پہنچاتے ہیں اور اگر عذاب بدن عنصری کو نہ ہوتا صرف روح کو ہوتا جو سجین میں ہے تو جن لوگوں نے قبر میں عذاب کا مشاہدہ نہ ہونے کی وجہ سے یا ان کے جلنے اور غرق ہونے کی وجہ سے اعتراض کیا تھا ان کو بڑی آسانی کے ساتھ مختصر جواب دیا جا سکتا تھا کہ جناب! عذاب روح کو ہوتا ہے جس کو تم نہیں دیکھ سکتے لیکن انہوں نے یہ جواب نہیں دیا۔

۹۲۹...... قوله اتاه ملكان فيقعدانه (قبر میں میت کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس کو بٹھاتے ہیں) محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شارح تورپشتی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ اصل یہ ہے کہ اس کو حقیقت پر محمول کیا جائے جیسا کہ حدیث کے ظاہر کا تقاضا ہے۔ (لمعات ج۱ص ۴۲۲)

__فائدہ:__ میت کو حقیقتاً بٹھانا تبھی ہو سکتا ہے جب اس میں حیات ہو۔

۹۳۰...... فلولا ان لا تدافنوا الخ (اگر یہ خوف نہ ہوتا کہ تم مردوں کو قبروں میں دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ وہ تمہیں عذاب قبر سنائے) محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: يحتمل ان يكون المراد انهم لو سمعوا ذالك الخ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر وہ عذاب قبر کو سن لیتے تو ان میں اتنا خوف اور اتنی دہشت پیدا ہو جاتی جو ان کو دفن کرنے سے غافل کر دیتی، جیسا کہ جن و انس کو میت کی چیخیں نہ سنانے کی حکمت یہ بیان کی گئی ہے تا کہ زندگی کے تمام امور منقطع اور معطل نہ ہو جائیں۔ فترك التدافن ليس من جهة اعتقاد انه يمنع العذاب لانه يعذب وان لم يدفن ويعذب فى بطون الحيتان وحواصل السباع پس دفن کرنے کا چھوڑ دینا اس عقیدے کی وجہ سے نہیں کہ دفن نہ کرنے سے قبر کا عذاب ختم ہو جائے گا۔ کیونکہ میت کو ہر حالت میں عذاب ہوتا ہے، اگرچہ اس کو دفن نہ کیا جائے۔ حتیٰ کہ مچھلیوں کے پیٹوں میں اور پرندوں کے پوٹوں میں بھی عذاب دیا جاتا ہے اور پھر کیسے وہ دفن کے بغیر مُردوں کو چھوڑ سکتے ہیں جب کہ شریعت میں ان کو دفن کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ہاں! البتہ یہ دفن کرنا چھوڑ دیں گے ان کے ہوش و حواس اڑ جانے کی وجہ سے اور ان کی عقلوں کے ماؤف ہو جانے کی وجہ سے جو دفن کرنے سے ان کو غافل کر دے گا اور اس عقیدے سے بھی غافل کر دے گا کہ اگرچہ میت کو دفن نہ کیا جائے تب بھی اس کو عذاب ہوتا ہے۔ نیز دفن نہ کرنے کی یہ وجہ بھی ہے کہ میت کے عذاب اور گرز پڑنے اور میت کی چیخیں نکلنے سے اتنی دہشت پیدا ہوگی کہ لوگ میت کے قریب ہی نہیں جائیں گے۔ (لمعات ج۱ص ۴۲۸، اشعۃ اللمعات ج۱ص ۱۱۷)

__فائدہ:__ اس سے معلوم ہوا کہ عذاب جسد عنصری کو ہوتا ہے کیونکہ اس ساری بحث کا تعلق جسد عنصری کے ساتھ ہے۔

۹۳۱...... قوله ويعاد روحه فى جسده میت کی روح لوٹائی جاتی ہے اس کے جسد (عنصری) میں۔ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان صراحتاً دلالت کرتا ہے کہ منکر نکیر کے سوال کے وقت میت حقیقتاً زندہ ہوتی ہے بغیر لوازم دنیا کے، جیسا کہ وہ دنیا میں زندہ تھی) (لمعات ج۱ص ۴۳۲، اشعۃ اللمعات ج۱ص ۱۱۹)

۹۳۲...... ثم سلوا له التثبيت۔ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ دفن کے بعد میت کی قبر کے پاس ٹھہر جائیں اس کے لئے استغفار کریں، ثابت قدمی کی دعا کریں، والتلقين بعد الدفن شيء اخر غير الدعاء وهو مستحب عند كثير من الشافعية الخ دفن کے بعد میت کو کلمہ وغیرہ کی تلقین کرنا یہ دعا کے علاوہ دوسری چیز ہے اور یہ جمہور شافعیہ کے نزدیک مستحب ہے اور ہمارے بعض حنفی علماء سے بھی منقول ہے اور اس کے بارے میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس کو امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جمع الجوامع میں طبرانی، ابن النجار، ابن العساکر اور دیلمی کے حوالے سے نقل کیا ہے اور شارح طیبی نے سنن بیہقی سے نقل کیا ہے کہ سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات

اور آخری آیات کا پڑھنا مستحب ہے۔ (محدث دہلوی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ) میں نے بعض علماء سے سنا کہ (قبر کے پاس) فقہی مسائل میں سے کسی مسئلہ کا ذکر کرنا مستحب ہے، شیخ ابن الہمام رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ قبر کے پاس قراء کو قرأت قرآن کے لئے بٹھانے میں اختلاف ہے۔ والمختار عدم الکراھۃ اور راجح عدم کراہت ہے۔

(لمعات ج ۱ ص ۷۴۳، اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۱۲۱، ج ۱ ص ۶۹۷)

فائدہ: دفن کے بعد تلقین، سورہ بقرہ کی ابتدائی اور آخری آیات کا قبر کے پاس پڑھنے کا استحباب، نیز قراء کا قبر کے پاس قرأت قرآن کا جواز تقاضا کرتا ہے میت کی حیات کا، ورنہ قبر کے پاس تلقین بے فائدہ ہے، اسی طرح قبر کے پاس قرأت قرآن کی تخصیص بھی بے فائدہ ہے۔

۹۳۳...... اللّٰھم اعنی علی سکرات الموت (نبی علیہ السلام نے بوقتِ موت دعا فرمائی۔ اے اللہ! میری مدد کر موت کی سختیوں میں) نبی علیہ السلام کے لئے بوقتِ موت سکرات کی وجوہ بیان کرتے ہوئے محدث دہلوی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں: اتحف الیہ فی ذالك الوقت تنزلات احدیۃ و تجلیات صمدیۃ الخ یعنی موت کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور تحفہ کے جو انوارت اَحدیت، تجلیاتِ صمدیت اور جو ذات الٰہی کے اَسرار پوشیدہ تھے ان کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر انکشاف ہوا اور اسمائے الٰہیہ اور صفات الٰہیہ کی وجہ سے حاصل ہونے والی بلندیوں کا اللہ تعالیٰ نے مشاہدہ کرایا۔ ان کی وجہ سے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ثقل ہوا۔ جیسا کہ وحی کے نازل ہونے کے وقت بھی آپ پر ثقل اور شدت کی کیفیت پیدا ہو جاتی تھی تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے اِلقائے علوم، اِلقائے انوارات اور اِلقائے اَسرار کے عطاء کرنے کا یہ آخری وقت تھا جو بدرجہ کمال اللہ تعالیٰ نے عطاء کئے اس وجہ سے آپ پر ثقل وشدت کا ظہور ہوا اور اسی وجہ کے بارے میں محدث دہلوی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: وھو الوجہ الوجیہ اور اصل اور حقیقی وجہ یہی ہے۔ اس ضمن میں آپ فرماتے ہیں: فموتہ الذی ھو الحیاۃ الابدیۃ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو بظاہر موت ہے یہ عالم برزخ کے لحاظ سے ابدی حیات ہے۔ (لمعات ج ۴ ص ۳۶)

۹۳۴...... قولہ واعیدوہ الی الارض ای الی جسدہ الذی دفن فی الارض (حدیث پاک میں نیک آدمی کی روح کے بارے میں حکم ہے کہ اس کو زمین کی طرف لوٹا دو، محدث دہلوی رحمۃ اللہ زمین کی طرف لوٹانے کی وضاحت یہ فرماتے ہیں) یعنی روح کو اس کے اس جسد کی طرف لوٹا دو جو زمین میں دفن کیا گیا ہے۔

(لمعات ج ۴ ص ۹۶، اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۲۶۶)

فائدہ: وہ جسد عنصری ہے اور جب جسد عنصری کی طرف روح لوٹا دی گئی تو عادۃً اس کا نتیجہ بدن عنصری میں حیات کا پیدا ہونا ہے اور یہ واضح رہے کہ روح کو جسد عنصری میں داخل کرنا قبر کے سوال جواب کے وقت ہے۔

۹۳۵...... قولہ قالت قدمونی ... وقیل لا مانع من ان یرد اللہ سبحانہ الروح الی الجسد فی تلك الحال یعنی میت کو جب اٹھا کر لے جاتے ہیں تو وہ اگر نیک ہے تو کہتی ہے مجھے آگے لے چلو، محدث دہلوی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ قائل کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ روح کہتی ہے اور جنازے (جسد) کی طرف نسبت مجازاً ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس میں کوئی مانع نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس حالت میں روح کو جسم کی طرف لوٹا دے اور جسم کہے: قدمونی (لمعات ج ۴ ص ۱۲۲)

فائدہ: دوسرے احتمال کے مطابق جسد عنصری میں حیات ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ قدمونی کہنا حیات کی علامت ہے اور اگر روح نے کہا ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ روح بدن کے قریب ہے اور اس کا بدن کے ساتھ بھی تعلق ہے اور اگر روح علیین میں ہے اور اس کا جسم کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تو روح کا قدمونی کہنا کوئی معنی نہیں رکھتا کیونکہ قبر کی طرف اس جسم کو لے جائیں گے جس کے ساتھ روح کا کوئی تعلق نہیں تو پھر روح کے اس کہنے کا کیا معنی؟

۹۳۶...... کسر عظم المیت ککسرہ حیا (میت کی ہڈی توڑنا زندہ کی ہڈی توڑنے کی مثل ہے) اس پر ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: یستفاد منہ ان المیت یتألم بجمیع ما یتألم بہ الحی ومن لازمہ یستلذ بما یستلذ بہ الحی اس حدیث سے یہ عقیدہ ثابت ہوتا ہے کہ میت ان تمام چیزوں کے ساتھ تکلیف محسوس کرتی ہے جس کے ساتھ زندہ تکلیف محسوس کرتا ہے اور اس کو یہ بات لازم ہے کہ وہ اُن چیزوں کے ساتھ لذت حاصل کرتا ہے جن سے ساتھ زندہ لذت حاصل کرتا ہے۔ (لمعات ج ۴ ص ۱۷۴، اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۶۹۶)

فائدہ: اس سے وہ تکلیف اور لذت مراد ہے جو عالم برزخ کے مناسب ہے اور یہ تکلیف ولذت بطور خرق عادت کے محض اللہ کی قدرت سے پہنچتی ہے جس میں بندے کے کسب واختیار کا کوئی دخل نہیں ہوتا کیونکہ بندہ اپنے اسباب کے ذریعے میت کو تکلیف وراحت نہیں پہنچا سکتا۔ رہا ایصال ثواب، اُس کا حکم اس سے مختلف ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ روح میت ہے یا نہیں؟ اگر وہ میت ہے تو یہ احادیث کے خلاف ہے اور اگر میت نہیں تو پھر میت کا مصداق بدن عنصری ہوگا تو اس راحت وتکلیف کا تعلق بھی بدن عنصری کے ساتھ ہوگا اور ہڈی بھی بدن عنصری میں ہوتی ہے، روح یا بدن مثالی میں نہیں ہوتی۔

۹۳۷...... حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے بوقت موت وصیت فرمائی ثم اقیموا حول قبری الخ پھر تم (دفن کے بعد) میری قبر کے اردگرد ٹھہرے رہو اتنی دیر جتنی دیر میں اونٹ ذبح کیا جاتا ہے اور اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ میں تمہاری وجہ سے اُنس پکڑوں اور میں یہ جان سکوں کہ میں اپنے رب کے بھیجے ہوئے فرشتوں کا کیا جواب دوں) اس پر محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ھذا اشارۃ الی ان المیت یحس ویتالم بما یحس بہ الحی۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ میت میں احساس ہے اور وہ تکلیف محسوس کرتی ہے اس چیز کے ساتھ جس کے ساتھ زندہ آدمی تکلیف محسوس کرتا ہے اور حتی استانس بکم کی تشریح میں لکھتے ہیں: ای یسؤ الکم التثبیت یعنی تم جو میری قبر کے اردگرد ٹھہر کر میرے لئے ثابت قدمی کا اللہ سے سوال کرو گے تو اس کی وجہ سے میں ثابت قدم رہوں گا اور خوش رہوں گا، اُنس سے یہی مراد ہے۔ (لمعات ج ۴ ص ۱۷۶)

۹۳۸...... محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ باب زیارۃ القبور کے تحت لکھتے ہیں: اما الاستمداد من اھل القبور فی غیر النبی والانبیاء علیہم السلام الخ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کے علاوہ اہل قبور سے استمداد کا بہت سے فقہاء نے انکار کیا ہے اور انہوں نے کہا کہ قبور کی زیارت سے مقصود محض اموات کے لئے دعا اور استغفار ہے اور ان کو دعا اور تلاوت قرآن کے ذریعے نفع پہنچانا۔ لیکن مشائخ صوفیہ اور بعض فقہاء نے اس کو ثابت کیا ہے اور اہل کشف اور اہل کمال کے نزدیک استمداد ثابت ہے ان کے نزدیک اس میں کوئی شک نہیں...... امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کی قبر اجابت دعا کے لئے مجرب تریاق ہے۔

فائدہ: فقہاء کے درمیان یہ اختلاف غیر انبیاء سے استمداد کے بارے میں ہے لیکن انبیاء علیہم السلام سے استمداد کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں، محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اعلم ان الخلاف انما هو فی غیر الانبیاء فانهم احیاء حقیقة بالحیاة الدنیاویة بالاتفاق جان لیجئے کہ فقہاء کا مذکورہ بالا اختلاف غیر انبیاء کے بارے میں ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام بالاتفاق حقیقتاً حیات دنیاویہ کے ساتھ زندہ ہیں۔ انتہی! (ص ۱۰) اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام اور صالحین قبروں میں زندہ ہیں، اگرچہ حیات کے درجے اور مرتبے کے لحاظ سے بہت فرق ہے کیونکہ اگر قبر میں محض دھڑ بے جان ہے اور ثواب سے جسم کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا فقط روح کو فائدہ ہوتا ہے تو قبر کے پاس دعا، قراءت اور استغفار کا کیا فائدہ؟ اس صورت میں قبر کے پاس ہو یا قبر سے دور ہو، روح کو ثواب پہنچنے کے لئے دونوں صورتیں برابر ہیں۔ نیز اگر جسم عنصری میں حیات نہیں تو قبر کے پاس آ کر استمداد کا کیا فائدہ؟ جب کہ غیر انبیاء سے استمداد کے جواز پر بعض فقہاء اور انبیاء علیہم السلام سے استمداد کے جواز بلکہ استحباب پر سب اہل سنت متفق ہیں۔

استمداد کی قسمیں

محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک استمداد کی مختلف قسمیں ہیں: (۱) کسی کام کے لئے اہل قبور سے یہ درخواست کرنا کہ وہ اللہ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میری حاجت پوری کر دے، میری مانگی ہوئی چیز مجھے عطاء کر دے۔ فالمعطی والمسئول عنه والمأمول به هو الرب تعالیٰ و تقدس وما العبد فی البین الا وسیلة ولیس القادر والفاعل والمتصرف الا هو اس صورت میں جس سے سوال کیا گیا ہے اور جس سے امید وابستہ ہے اور جو عطاء کنندہ ہے وہ رب تعالیٰ ہی ہے، بندہ درمیان میں محض وسیلہ ہے۔ قادر، فاعل اور متصرف صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے، اس پہلی قسم میں بعض فقہاء نے اختلاف کیا ہے لیکن راجح یہ ہے کہ یہ صحیح ہے اور اس کا انکار صحیح نہیں۔ ولو کان هذا شرکا الخ اور اگر استمداد کی یہ قسم شرک ہو۔ جیسا کہ منکرین کا یہ گمان ہے تو پھر مناسب ہے کہ حالتِ حیات میں بھی صالحین سے اور اولیاء اللہ سے دعا کی درخواست کرنا ممنوع ہو، حالانکہ ایسا نہیں۔ کیونکہ یہ مستحب ہے، مستحسن ہے اور دین میں عام ہے اور اگر منکر کا یہ گمان ہے کہ وہ موت کے بعد اس حالت اور اس عظمت سے وہ نکال دیئے گئے ہیں جو اُن کو زندگی میں حاصل تھی تو اس پر کیا دلیل ہے؟ (۲) براہ راست اُن سے خود کام کرنے کی دعا کرنا۔ یہ قسم بالاتفاق ناجائز ہے، محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس کی وجہ لکھتے ہیں: واولیاء الله هم الفانون. لا فعل لهم ولا قدرة ولا تصرف لا الأن ولا حین کانوا احیاء فی دار الدنیا فان صفتهم الفناء والاستهلاك کیونکہ اولیاء اللہ فانی ہیں، ان پر موت واقع ہو چکی۔ اب بالذات نہ ان کے لئے کوئی فعل ہے، نہ ان میں تصرف کرنے کی قدرت ہے، نہ اب اور نہ ہی اُس وقت جب دار دنیا میں زندہ تھے کیونکہ ان کی صفت فنائیت ہے۔ مزید محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: نعم ان کان الزائرون الخ جی ہاں اگر زائرین یہ عقیدہ رکھتے ہوں کہ اہل قبور اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور التجاء کے بغیر مستقل طور پر تصرف کرتے ہیں اور قدرت رکھتے ہیں جیسا کہ عوام جاہلین یہ عقیدہ رکھتے ہیں اور اپنے اسی عقیدہ کی بناء پر وہ قبر کو چومتے ہیں، قبر کو سجدہ کرتے ہیں، اس کی طرف نماز پڑھتے ہیں اور ایسے کام کرتے ہیں جن سے ممانعت ہے تو ایسے عوام کے فعل کا کوئی اعتبار نہیں، اللہ کی پناہ کہ کوئی شریعت کا جاننے والا اور احکام دین کو پہچاننے والا ایسا عقیدہ رکھے اور قبر پر ایسے

خلاف شرع کام کرے۔ (۳) براہ راست اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت طلب کرنا اور اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے وسیلہ بنانا جیسے یوں دعا کرے کہ اے اللہ! اپنے اس مقبول بندے کی برکت سے یا (یوں کہے کہ) اس پر جو آپ کا لطف وکرم ہے اس کے وسیلہ سے میری حاجت پوری فرما۔ یہ قسم بھی درست ہے (اور اہل سنت کا اس کے جواز پر اتفاق ہے) (۴) استمداد بالمکان جیسا کہ شیخ نے موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کو اجابتِ دعا کے لئے تریاق قرار دیا ہے، اسی طرح ملتزم، حجر اسود، عرفہ وغیرہ مقامات اجابت ہیں۔ (لمعات ج ۴ ص ۲۱۵، نیز ج ۷ ص ۳۸، باب حکم الاسراء)

فائدہ: استمداد کی مزید چند قسمیں یہ ہیں: (۵) استمداد بالصفات الالٰہیۃ جیسے رب اغفر وارحم وانت خیر الراحمین۔ (۶) استمداد بالزمان جیسے افطار صوم کے وقت، فرض نماز کے بعد، اذان واقامت کے درمیان، وقتِ سحر وغیرہ اجابتِ دعا کے اوقات ہیں۔ (۷) استمداد بالاعمال الصالحہ جیسے صلاۃ حاجت، کسوف خسوف کے وقت نماز، نیز صدقہ خیرات وغیرہ۔

۹۳۹...... محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ قبر کے پاس قرآن پڑھ کر ایصال ثواب کا مسئلہ لکھنے کے بعد فرماتے ہیں: والزیارۃ یوم الجمعۃ افضل خصوصاً فی اولہ وھو المتعارف فی الحرمین الشریفین الخ جمعہ کے دن قبر کی زیارت کرنا افضل ہے خصوصاً دن کے اوّل حصہ میں اور حرمین شریفین میں یہ عمل معروف ہے، وہ جنت المعلیٰ اور جنت البقیع کی طرف زیارت کے لئے نکلتے ہیں اور روایات میں وارد ہوا ہے کہ میت کو جمعہ کے دن باقی دنوں کے مقابلے میں زیادہ ادراک وشعور عطاء کیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ باقی دنوں سے زیادہ جمعہ کے دن میں زائر کو خوب پہچانتی ہے۔
(لمعات التنقیح ج ۴ ص ۲۱۷)

۹۴۰...... حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل قبور کو سلام کرنے کا طریقہ بتایا۔ السلام علیکم اھل الدیار الخ اس پر محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ویستعمل ذالک فی منازل الاحیاء وانما سمی القبور دارا تشبیھا الخ دیار دار کی جمع ہے اور یہ لفظ زندوں کی رہائش گاہوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور قبور کو دار کہنا تشبیہاً ہے کیونکہ اہل قبور کو زندوں کے حکم میں شمار کیا گیا ہے اور ان کی قبور کو عمارات کے حکم میں رکھا گیا ہے۔ بل ھی العمارۃ وما سواہ خراب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بلکہ قبور ہی قیامت تک باقی رہنے والی عمارت ہے اور اس کے ماسواء جو دنیا کی عمارات ہیں وہ ختم ہونے والی ہیں۔ (لمعات التنقیح ج ۴ ص ۲۲۰)

۹۴۱...... حیاء من عمر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دفن ہونے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیاء کرنے کی وجہ سے چادر اوڑھ کر حجرہ مبارکہ میں داخل ہوتی ہوں۔ اس پر محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: فیہ اوضح دلیل علی حیاۃ المیت اس میں واضح اور روشن ترین دلیل ہے میت کے زندہ ہونے پر۔ (لمعات التنقیح ج ۴ ص ۲۲۴)

فائدہ: جب غیر انبیاء زندہ ہیں تو انبیاء علیہم السلام بطریق اولیٰ زندہ ہوں گے اور چادر کا رکاوٹ بننا اور منوں مٹی کا رکاوٹ نہ بننا ایسے ہی ہے جیسے بجلی کے لئے پلاسٹک کا باریک ٹکڑا رکاوٹ بن جاتا ہے لیکن منوں لوہا رکاوٹ نہیں بن سکتا۔

۹۴۲...... وجاءت عن عائشۃ رضی اللہ عنہا انھا قالت کنت اضع ثیابی فی بیتی بعد وضع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر فیہ لانہ ما کان ھناک الا زوجی وابی، فلما وضع عمر کنت استر نفسی حیاءً منہ او کما قالت وھل ھذا الا اثبات العلم والادراک للمیت (لمعات التنقیح، ج ۷ ص ۳۶، باب حکم الاسراء) حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دفن ہونے کے بعد میں اپنے حجرے میں پردے والی چادر اتار کر رکھ دیتی تھی، کیونکہ اس میں فقط میرے شوہر اور میرے باپ مدفون تھے، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ دفن ہوئے تو اُن سے حیاء کی وجہ سے میں باپردہ ہو کر جاتی تھی۔ یہ حدیث لکھ کر شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اس حدیث سے واضح طور پر میت کے لئے علم وادراک ثابت ہوتا ہے۔

فائدہ: اور علم وادراک موقوف ہے حیات پر۔

۹۴۳...... محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مقتولین بدر کے ساتھ تکلم والی حدیث کے تحت لکھتے ہیں: اعلم ان هذا الحديث المتفق على صحته صريح فى ثبوت السماع للموتى وحصول العلم لهم بما يخاطبون الخ جان لیجئے کہ یہ حدیث جس کی صحت پر اتفاق ہے سماع موتی کے ثبوت میں صریح ہے، نیز جس چیز کے ساتھ ان کو مخاطب بنایا جائے اس کے جاننے کے بارے میں بھی صریح ہے۔ اسی طرح مسلم کی حدیث ہے کہ میت لوٹنے والوں کی جوتیوں کی کھسکھساہٹ سنتی ہے اور یہ بھی حدیثوں میں وارد ہے کہ نبی کریم ﷺ اہل بقیع کی زیارت کرتے اور ان پر سلام کرتے اور ان کو خطاب کے صیغے کے ساتھ فرماتے: السلام عليكم دار قوم مؤمنين الخ اور خطاب اس کے ساتھ جو نہ سنے نہ سمجھے خلاف عقل ہے، بلکہ ہوسکتا ہے کہ یہ عبث اور لایعنی کام شمار ہو۔ وليس هذا مخصوصا به ﷺ بل هى سنة مستمرة لمن يزور القبور صیغہ خطاب کے ساتھ سلام کرنا نبی ﷺ کے ساتھ مختص نہیں بلکہ قبروں کے سب زائرین کے لئے ایک جاری سنت ہے۔ (اسی طرح سلام کا سننا بھی نبی کریم ﷺ کے ساتھ مختص نہیں بلکہ سب اہل قبور مؤمنین سلام سنتے ہیں) ترمذی کی حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کی تو ان سے مخاطب ہو کر یوں کہا: والله لو حضرتك ما دفنت الا حيث مت اللہ کی قسم اگر میں آپ کی موت کے وقت حاضر ہوتی تو آپ دفن نہ کئے جاتے مگر اسی جگہ جہاں موت واقع ہوئی۔ (اس کے بعد محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے قائلین عدم سماع موتی کی طرف سے وارد ہونے والے کچھ شکوک وشبہات کے جوابات دیئے ہیں) (لمعات التنقیح ج ۷ ص ۳۳، ۳۴)

۹۴۴...... محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف کے حوالے سے حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مقتولین بدر کو زندہ کیا تاکہ اُن کو نبی ﷺ کا قول جو اُن کو زجر وتوبیخ کے لئے تھا وہ سنوائے، یہ نقل کر کے محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: وحاصله يرجع الى ما سبق للموتى فى القبور من الحياة وذالك اما باحيائهم الخ اس قول کا حاصل یہ ہے کہ قبور میں مُردوں کے لئے حیات ثابت ہے اور اس حیات کی صورت یہ ہے کہ اُن کے سارے جسم کی طرف یا جسم کے بعض حصے کی طرف روح کو لوٹا کر اموات کو زندہ کیا جائے اور اتنی زندگی پیدا کر دی جائے جس کے ساتھ وہ بات سن سکیں اور سمجھ سکیں اور لذت اور تکلیف اُن کو حاصل ہو سکے اور یہ بات آپ پر مخفی نہ رہے کہ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول میں ایسی کوئی بات نہیں کہ یہ نبی ﷺ کی خصوصیت ہے اور آپ کا معجزہ ہے اور نہ ہی یہ بات ہے کہ مقتولین بدر کے ساتھ سماع والی بات مختص ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ وہ بوقت ندا سب اموات میں یہی سننے والی حالت پیدا کر دے جو شخص بھی ہو اور جس زمانے میں بھی ہو۔ (لمعات التنقیح ج ۷ ص ۳۶)

۹۴۵...... ثم اعلم ان الخلاف انما هو فى غير الانبياء فانهم احياء حقيقة بالحياة الدنياوية بالاتفاق صلوات الله على نبينا عليهم اجمعين وانما اطنبنا الكلام فى هذا المقام رغما لانف

المنکرین فانه قد حدث فی زماننا شر ذمة ینکرون الاستمداد والاستعانة من الاولیاء الذین نقلوا من هذه الدار الفانیة الی دار البقاء الذین هم احیاء عند ربهم ولکنهم لا یشعرون الخ پھر جان لیجئے کہ سماع موتی کے بارے میں اختلاف صرف اور صرف غیر انبیاء کے بارے میں ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام (عالم برزخ میں) بالاتفاق دنیاوی حیات (یعنی دنیا والے جسم) کے ساتھ حقیقتاً زندہ ہیں۔ہم نے اس مقام میں طویل بحث کی ہے منکرین کا منہ بند کرنے کے لئے، کیونکہ اولیاء جو دار فانی سے دار البقاء کی طرف منتقل ہو گئے اور وہ رب تعالیٰ کے ہاں زندہ ہیں لیکن دنیا والے اس کا شعور نہیں رکھتے اُن سے استمداد و استعانت کا انکار کرنے والا گروہ ہمارے زمانے میں پیدا ہو گیا ہے اور استمداد اور استعانت کے قائلین کو وہ اس طرح مشرک سمجھتے ہیں جیسا کہ بت پرست مشرک ہیں...... میرے دل میں یہ خیال رہتا تھا کہ میں اس بارے میں گفتگو کروں، اللہ کے فضل اور توفیق کے ساتھ اس کا موقع اب میسر ہوا۔ (لمعات التنقیح ج ۷ ص ۴۰)

۹۴۶...... وبالجملة الکتاب والسنة مملوءان باخبار تدل علی وجود العلم للموتی بالدنیا واهلها فلا مجال لانکاره الا لجاهل بالاخبار او منکر للدین (لمعات ج ۷ ص ۳۸) خلاصہ یہ کہ کتاب وسنت ایسے واقعات سے پُر ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ مُردوں کو دنیا اور اہل دنیا کے احوال کا علم ہوتا ہے۔لہٰذا اس کا انکار وہی کر سکتا ہے جو ان واقعات سے جاہل ہے یا دین اسلام کا منکر ہے۔

۹۴۷...... حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ جب میت کو قبر میں داخل کر دیا جاتا ہے تو اس کے لئے غروب کے وقت جو سورج کی کیفیت ہوتی ہے وہ دکھائی جاتی ہے میت بیٹھ جاتی ہے آنکھیں ملتی ہے اور یہ کہتی ہے کہ مجھے چھوڑو کہ میں نماز پڑھ لوں۔اس پر محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: وخیال مے کند که در اهل خانه خود نشسته است واین دلالت بر رفاهیت حال وے مے کند گویا که هنوز در دنیا است وبخواب رفته بود او ر قبر والا بیٹھ کر خیال کرتا ہے کہ وہ اپنے گھر میں بیٹھا ہوا ہے، یہ بات اس پر دلالت کرتی ہے کہ وہ قبر میں خوشحال ہے، گویا کہ وہ ابھی دنیا میں ہے اور خواب میں تھا جس سے وہ بیدار ہوا ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۱۲۳)

فائدہ: ان سارے احوال کا تعلق نہ اکیلی روح کے ساتھ ہے نہ بدن مثالی کے ساتھ ہے، بلکہ روح اور بدن عنصری کے مجموعے کے ساتھ ہے، کیونکہ دنیا میں روح اور بدن عنصری کے مجموعے کے ساتھ ہی نماز پڑھی جاتی ہے۔

۹۴۸...... الا رد الله علی روحی حتی ارد علیه السلام نبی علیہ السلام پر سلام کہنے اور آپ کے جواب دینے والی اس حدیث کے تحت محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: دریں جا اشکال آرند که مضمون ایں حدیث مخالف حدیث حیات آنحضرت است در برزخ الخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے بارے میں یہ اشکال نقل کیا ہے کہ اس حدیث سے حیات کی نفی ہوتی ہے جب کہ برزخ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ثابت ہے، کیونکہ روح کے لوٹانے سے معلوم ہوتا ہے کہ روح بدن شریف سے جدا تھی اور جب روح جدا ہے تو موت ہوئی جو حیات کے منافی ہے۔اس کا ایک جواب یہ ہے کہ روح کے لوٹانے سے مراد یہ نہیں کہ روح بدن سے لاتعلق تھی پھر اس کو بدن کی طرف لوٹایا جاتا ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ روح عالم بالا کے احوال کے مطالعہ میں اور رب العزۃ کی صفات کے مشاہدہ میں مستغرق ہوتی ہے جیسا کہ دنیا کے اندر وحی کے وقت آپ کی یہی کیفیت ہوتی تھی تو اُس حالت سے سلام کے جواب دینے والی حالت کی طرف متوجہ کرنے کو ردروح کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے، جیسا کہ معراج والی حدیث میں ہے۔آپ فرماتے

ہیں: فاستیقظت وانا بالمسجد الحرام (پس میں بیدار ہوا حالانکہ میں مسجد حرام میں تھا) اور یہ معراج خواب میں نہیں ہوا تھا۔ لہٰذا یہاں بیدار ہونے سے مراد ہے کہ آپ جو اللہ تعالیٰ کی صفات کے مطالعہ میں مستغرق تھے اس سے افاقہ پایا، اسی کو بیدار ہونے کے ساتھ تعبیر کر دیا۔ دوسرے جواب میں شیخ فرماتے ہیں: و نیز حیات انبیاء صلاۃ اللہ و سلامہ علیہ و علیہم ورد روح ببدن ایشاں بعد از افاقت موت است یک بار بجریان سنت الٰہی و بعد ازاں ہیچ زمانے خالی نیست از صلوٰۃ و سلام امت الخ بدن سے روح کا جدا ہونا موت ہے اور یہ جدا ہونا سنت الٰہیہ کے مطابق زندگی کے اختتام پر ایک ہی بار ہوا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے روح کو بدن کی طرف لوٹایا تو کوئی وقت بھی امت کے صلوٰۃ وسلام سے خالی نہیں، اس لئے روح کے لوٹانے کے بعد پھر دوبارہ روح کے جدا ہونے کی نوبت ہی نہیں آئی، نیز بار بار روح کو بدن سے جدا کرنا اور بار بار لوٹانا ایک لحاظ سے یہ تعذیب ہے جو نبی ﷺ کی عزت وعظمت اور آپ کی شرافت و کرامت کے خلاف ہے۔ لہٰذا جب آپ پر صلوٰۃ وسلام دائماً ہے تو جواب دینے کے لئے روح کو لوٹا کر جو حیات عطاء کی گئی وہ بھی دائمی ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۴۰۷، نیز جذب القلوب ص ۲۰۷)

۹۴۹...... سخن دراں ماند کہ ایں فضیلت رد سلام از آنحضرت مخصوص بزائران قبر شریف او است مثل داخل در مجلس کہ سلام گوید یا عام است مر ہر کسے را کہ سلام فرستد چنانچہ در تشہد و غیر آں، وظاہر ہمی است الا آنکہ سلام زائراں را بنفس شریف بے واسطہ سماع کند و رد سلام کند و بر دیگراں بوساطت ملائکہ سیاحین بود باقی رہی یہ بات کہ کیا نبی کریم ﷺ کی طرف سے سلام کا جواب دینا قبر شریف کی زیارت کرنے والوں کے ساتھ مختص ہے جیسا کہ مجلس میں داخل ہونے والا جب سلام کرتا ہے تو اہل مجلس اسی پر سلام کا جواب لوٹاتے ہیں؟ یا یہ عام ہے کہ جو بھی آپ پر سلام بھیجے خواہ قبر کے پاس سے یا دور سے سب کو جواب نصیب ہوتا ہے جیسا کہ تشہد وغیرہ میں دور سے سلام بھیجا جاتا ہے؟ (شیخ فرماتے ہیں کہ) ظاہر یہی دوسرا احتمال ہے، مگر ایک فرق ہے کہ قبر شریف کی زیارت کرنے والا سلام کرتا ہے تو آپ بلا واسطہ خود اس کا سلام سنتے ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں اور دوسروں کا سلام فرشتوں کے واسطے سے پہنچتا ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۴۰۷، نیز دیکھئے ص ۴۱۱)

۹۵۰...... قولہ ولا تجعلوا قبری عیدا و بعض گویند کہ مراد آں است کہ زیارت مرا مثل عید نسازید کہ در سالے جز یک دو بار حاضر نیائید پس ایں ترغیب و تنبیہ است بر کثرت زیارت و حاضر آمدن باں درگاہ عالم پناہ حدیث کے اس حصہ کی بعض علماء یہ تشریح کرتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ میری زیارت کو عید کی طرح نہ بنائیں کہ سال میں صرف ایک دو دفعہ حاضر ہوں، پس اس میں ترغیب اور تنبیہ ہے اُس درگاہ عالم پناہ کے ہاں کثرت زیارت اور کثرت حاضری پر۔ (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۴۰۸)

۹۵۱...... قولہ ان اللہ حرم علی الارض اجساد الانبیاء محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس کا فارسی میں ترجمہ لکھنے کے بعد فرماتے ہیں: کنایہ است از حیات چنانکہ صریح در فصل ثالث از حدیث ابی درداء بیاید حیات انبیاء متفق علیہ است ہیچ کس را در وے خلافے نیست حیات جسمانی دنیاوی حقیقی نہ حیات معنوی روحانی چنانکہ شہدا را است الخ انبیاء کے اجساد کو زمین پر حرام کرنا کنایہ ہے اُن کے زندہ ہونے سے، جیسا کہ تیسری فصل میں حضرت ابوالدرداء کی حدیث میں اس کی صراحت ہے جو آگے آرہی ہے اور انبیاء کی حیات متفق علیہ ہے اس میں کسی کا بھی کوئی اختلاف نہیں اور انبیاء علیہم السلام کی حیات حیات جسمانی دنیاوی حقیقی ہے، محض حیات

معنوی اور حیات روحانی نہیں (بلکہ روحانی بھی ہے اور جسمانی بھی ہے) اور اس حدیث میں: ان اللہ حرم علی الارض اجساد الانبیاء سے اسی طرف اشارہ ہے...... اور اس مسئلہ کی تحقیق تاریخ مدینہ میں ذکر کی گئی ہے اس کو وہاں دیکھنا چاہئے، اس کتاب کا نام ہے جذب القلوب الی دیار المحبوب۔ (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۵۷۴، ج ۱ ص ۶۳۱)

۹۵۲...... اقرءوا سورۃ یس علی موتاکم سورہ یس اپنے مردوں پر پڑھو۔ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ موتی سے مراد قریب المرگ ہیں۔ واحتمال دارد کہ مراد بعد از موت در خانہ یا بر سر قبر اور اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ اس کی مراد یہ ہے کہ موت کے بعد میت کے پاس گھر میں یا اس کی قبر کے قریب سورہ یٰسین پڑھنا۔ (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۶۶۲)

فائدہ: اگر میت زندہ نہ ہو تو پھر قبر کی تخصیص بے فائدہ ہے، پھر تو قبر کے پاس اور دور پڑھنا برابر ہے۔

۹۵۳...... بدانکہ حیات انبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین متفق علیہ است میاں علمائے ملت وہیچ کس را خلاف نیست دراں کہ آں کامل تر وقوی تر از وجود حیات شہداء ومقاتلین فی سبیل اللہ است کہ آں معنوی واخروی است عند اللہ وحیات انبیاء حسی دنیاوی است واحادیث وآثار دراں واقع شدہ چنانکہ مذکور گردد یکے ازاں حدیث کہ ابو یعلی بنقل ثقات از روایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ آوردہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون ودیگر ایں حدیث صحیح است ما من مسلم یسلم علی الا رد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۷۴۴) جان لیجئے انبیاء علیہم السلام کی حیات علمائے اسلام کے نزدیک متفق علیہ ہے، اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات شہداء اور مقاتلین فی سبیل اللہ کی حیات سے کامل تر اور قوی ترین ہے، کیونکہ شہداء کی حیات معنوی اور اخروی ہے جو اللہ کے نزدیک ظاہر ہے اور انبیاء علیہم السلام کی حیات حسی دنیاوی ہے اور اس بارے میں احادیث اور آثار موجود ہیں۔ جیسا کہ ان میں سے ایک حدیث وہ ہے جس کو ابو یعلی نے ثقہ راویوں کی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون اور دوسری صحیح حدیث ہے: ما من مسلم الخ۔

۹۵۴...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موت میں ان تمام کیفیات اور صفات کا پایا جانا لازم نہیں جو عام اموات کی موت میں پائی جاتی ہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کی کیفیت یہ ہے کہ آپ کے ظاہری حواس سے ظاہری حس اور شعور منقطع ہوتا ہے (لیکن باطن سے حیات منقطع نہیں ہوتی) (مدارج النبوت ج ۲ ص ۵۷۶، از مقام حیات ص ۳۴۰)

۹۵۵...... امام الحرمین کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں: حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کو عام اموات سے ایک جدا موت سمجھتے تھے، ہمارے نزدیک شہداء کی موت بھی عام اموات سے جدا موت ہے کہ باوجود موت کے حیات ان سے منتفی نہیں ہوتی۔ حضرت شیخ عبد الحق...... حضور کے املاک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک میں باقی تھے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت میں ان میں تصرف کرتے تھے، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ملک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے املاک پر باقی ہے جیسا کہ امام الحرمین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ (مدارج النبوت ج ۱ ص ۱۷۰، از مقام حیات ص ۳۴۱)

۹۵۶...... محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کتاب ہے جذب القلوب الی دیار المحبوب، اس کے ص ۱۹۵ پر محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے باب چہاردھم در فضائل زیارت حضرت سید المرسلین... واثبات حیات انبیاء صلوات اللہ علیہم اجمعین یہ چودھواں باب ہے حضرت سید المرسلین کی زیارت کے فضائل کے بیان میں...... اور

انبیاء علیہم السلام کی حیات کے اثبات میں۔ اس میں شیخ نے نبی ﷺ کی قبر شریف کی زیارت کے فضائل میں بارہ حدیثیں نقل کی ہیں اور اس کی چوتھی حدیث یہ ہے: من حج فزار قبری بعد وفاتی کان کمن زارنی فی حیاتی جس نے حج کیا پھر میری قبر کی زیارت کی میری وفات کے بعد، تو وہ ایسا ہی ہے جیسے اس نے میری زیارت کی میری زندگی میں۔ اس حدیث کے تحت محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بنائے ایں حدیث بر ثبوت وصحت حیات حضرت سید الکائنات است اس حدیث کی بنیاد حضرت سرور کائنات ﷺ کی حیات کی صحت اور ثبوت پر ہے۔ لہٰذا اس سے نبی کریم ﷺ کی حیات ثابت ہوتی ہے۔ پھر ص ۱۹۷ پر حیات انبیاء علیہم السلام کے اثبات پر فصل قائم کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں جو شہداء اور مقاتلین فی سبیل اللہ کی حیات کی عام نصوص ہیں اُن سے بھی انبیاء علیہم السلام کی حیات (دلالت النص کے طور پر) ثابت ہوتی ہے، لیکن اس کے علاوہ انبیاء علیہم السلام کی حیات کو ثابت کرنے والی احادیث کے مجموعہ میں سے یہ حدیثیں ہیں۔ (آگے حضرت نے حیاتِ انبیاء کے اثبات پر ۱۳ / دلائل اور تین واقعات پیش کئے ہیں۔ ان میں سے بعض حدیثیں ایسی ہیں جن سے تمام انبیاء علیہم السلام کی حیات بعد الوفات ثابت ہوتی ہے اور بعض حدیثیں ایسی ہیں جن سے نبی کریم ﷺ کی حیات ثابت ہوتی ہے۔ (جذب القلوب ص ۱۹۷)

۹۵۷...... نبی کریم علیہ السلام کی طرف سے سلام کے جواب دینے کی عظیم فضیلت عام ہے یا زائرین کے ساتھ مختص ہے؟ اس کے بارے میں محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: بعضے علماء بر آں رفتہ اند کہ ایں فضیلت مخصوص زائران ونصیب حاضران است بقرینہ قیدے کہ در روایت احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ آمدہ است کہ ما من احد یسلم علی عند قبری بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ یہ فضیلت زائرین قبر شریف کے ساتھ مختص ہے۔ اس کا قرینہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے جس میں ہے کہ جو مجھ پر سلام کرے گا میری قبر کے پاس تو میں اس کے سلام کا جواب دوں گا۔ (جذب القلوب ص ۱۹۷)

۹۵۸...... و اما آنکہ حاضر است در وے دو حدیث آمدہ یکے دلالت دارد کہ آنحضرت ﷺ سماعِ سلام میکنند بنفس نفیس ومتکفل ردِ سلام میشود (حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ دور والوں کا اور غائبین کا سلام فرشتے پہنچاتے ہیں) لیکن قبر شریف پر حاضر ہونے والوں کے بارے میں دو حدیثیں وارد ہوئی ہیں ایک حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ آنحضرت ﷺ اس کا سلام خود سنتے ہیں اور سلام کا جواب بھی خود دیتے ہیں۔ (جذب القلوب ص ۱۹۸)

۹۵۹...... محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ لکھی کہ جو آدمی قبر کے پاس گزرے اور صاحبِ قبر اس کو دنیا میں جانتا تھا اور یہ گزرنے والا اس پر سلام کرے تو قبر والا اس کو پہچان بھی لیتا ہے اور سلام کا جواب بھی دیتا ہے۔ اس پر محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سمہودی کہتے ہیں کہ اس مسئلہ کے بارے میں حدیثیں بہت ہیں۔ و میگوید کہ ہر گاہ ایں معنی در احاد امت وعموم مؤمنین متحقق باشد فکیف لسید المرسلین وصفوۃ المتقین صلی اللہ علیہ وسلم، فرماتے ہیں کہ جب افرادِ امت اور عام مؤمنین کے بارے میں احادیث سے ثابت ہے کہ وہ قبر پر آنے والے کو پہچانتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں تو تمام رسولوں کے سردار اور تمام متقی لوگوں کے سربراہ یعنی محمد ﷺ کے لئے یہ کمال کیسے ثابت نہ ہوگا۔ (جذب القلوب ص ۱۹۹)

۹۶۰...... و باتفاق علماء در حیاتِ آنحضرت بعد از وفات ہیچ شبہ نیست وہمچنیں سائر انبیاء علیہم السلام در

قبور زندہ بحیات کامل تر و بحقیقت تر از حیات شہداء کہ در کلام مجید از وے خبر دادہ است و کیف لا و آنحضرت سید الشہداء و اعمال شہداء در میزان او ست آنحضرت ﷺ کی حیات بعد الوفات پر علماء کا اتفاق ہے اس میں کوئی شبہ نہیں اور اسی طرح باقی انبیاء علیہم السلام بھی قبروں میں زندہ ہیں ایسی حیات کے ساتھ جو شہداء کی حیات سے کامل ترین اور بہت ہی حقیقی حیات ہے اور شہداء کی حیات قرآنِ مجید سے ثابت ہے اور نبی کریم ﷺ کی حیات حقیقی اور کامل تر کیوں نہ ہو کہ آنحضرت ﷺ شہیدوں کے سردار ہیں اور شہداء کے تمام اعمال آپ ﷺ کے ترازو میں ہیں۔ (جذب القلوب ص۱۹۹)

۹۶۱...... محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: و نیز بیہقی گوید کہ شواہد بر حیات انبیاء علیہم السلام از احادیث صحیحہ بسیار است نیز امام بیہقی کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات پر احادیث صحیحہ کے شواہد بہت ہیں۔ (جذب القلوب ص۱۹۹)

۹۶۲...... نیز بیہقی گوید کہ مبنائے جمیع ایں احادیث بر آں است کہ حق سبحانہ و تعالی بر انبیاء علیہم السلام بعد از موت ایشاں ردِ ارواح مے کند و ایشاں پیش خدا زندہ اند مثل شہداء نیز بیہقی کہتے ہیں کہ ان سب احادیث کی بنیاد اس پر ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ بعد الوفات انبیاء علیہم السلام پر ارواح کو لوٹا دیتے ہیں اور یہ اپنے خدا کے ہاں زندہ ہیں جیسا کہ شہداء زندہ ہیں۔ (جذب القلوب ص۲۰۰)

۹۶۳...... محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: استاذ منصور بغدادی مے گوید محققین متکلمین بر آنند کہ رسول خدا ﷺ حی است بعد از وفات و مسرور میشود بطاعت امت و اجساد انبیاء علیہم السلام بوسیدہ نمے شوند در قبر استاذ منصور بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ محققین متکلمین کا مذہب یہ ہے کہ رسول خدا ﷺ وفات کے بعد زندہ ہیں، امت کی طاعت کی وجہ سے خوش ہوتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کے اجساد قبر میں بوسیدہ نہیں ہوتے۔ (جذب القلوب ص۲۰۰)

۹۶۴...... شافعیہ میں سے صاحبِ تلخیص کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ جو مال چھوڑ گئے اس پر آپ کا ملک باقی ہے جیسا کہ حالت حیات میں آپ کا ملک تھا، وارثوں کے ملک کی طرف منتقل نہیں ہوتا جیسا کہ دوسرے اموات کے اموال وارثوں کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں۔ (جذب القلوب ص۲۰۰)

فائدہ: اس سے ثابت ہوا کہ نبی علیہ السلام حقیقتاً کامل حیات کے ساتھ زندہ ہیں۔

۹۶۵...... محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس کے بعد فرماتے ہیں: و کلام ایں ائمہ اعلام اقتضائے اثبات در احکامِ دنیا نیز مے کند پس حیاتِ ایشاں علیہم السلام اخص و اکمل و اتم از حیات شہداء باشد چنانچہ مذہب مختار و منصور است الخ ان بڑے بڑے ائمہ کا کلام تقاضا کرتا ہے کہ دنیا کے بعض احکام بھی حیات بعد الوفات پر مرتب ہوتے ہیں۔ پس انبیاء علیہم السلام کی حیات شہداء کی حیات سے اخص اکمل اور اتم ہے جیسا کہ قوی اور پسندیدہ مذہب یہی ہے۔ اس کے بعد امام بیہقی کے کلام سے پیدا ہونے والے ایک شبہ کا محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ازالہ کرتے ہیں۔ امام بیہقی نے کہا کہ: آں حیات مثل حیات شہداء است کہ انبیاء کی حیات شہداء کی حیات کی مثل ہے۔ (حالانکہ انبیاء کی حیات شہداء کی حیات سے بہت اعلیٰ ہے) شیخ فرماتے ہیں کہ امام بیہقی کا مقصد نفس حیات میں تشبیہ دینا ہے حیات کی تمام خصوصیات میں تشبیہ دینا مقصود نہیں۔ آگے شیخ ایک اور شبہ کا جواب نقل کرتے ہیں کہ بعض لوگوں نے کہا کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ ادھر تو کہا جاتا ہے: مات رسول اللہ۔ نسبت موت بآنحضرت مے کنند باز اثباتِ حیات چہ گونہ باشد (کہ رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے، موت کی نسبت رسول اللہ کی طرف کی، تو پھر حیات کیسے ثابت ہو

سکتی ہے؟) اس کے جواب میں زرکشی رحمہ اللہ کا قول نقل فرماتے ہیں کہ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ مااستغفاحیاہ اللہ تعالیٰ کہ پہلے وفات ہوئی پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو زندہ کر دیا۔ (جذب القلوب ص ۲۰۰، ۲۰۱)

۹۶۶...... امام سبکی رحمہ اللہ کے حوالہ سے محدث دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: وثبوت او مر روح را بے اشتباہ و بے اشکال است و اما جسد باحادیث ثابت شدہ کہ اجساد انبیاء بوسیدہ نمے گردند و عودِ روح بجسد ثابت است مر جمیع اموات را، ہر چند شہداء نباشد و سخن در استقرار و استمرار روح در بدن بحیثیتے کہ بوے زندہ گردد چنانکہ در دنیا بود یا خود بے روح زندہ باشد و آں در قدرت و مشیت او ست جل جلالہ الخ حیات روح کے لئے بغیر کسی شبہ اور بغیر کسی اشکال کے ثابت ہے لیکن جسد (عنصری) کے لئے حیات احادیث سے ثابت ہے۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے اجساد بوسیدہ نہیں ہوتے اور تمام اموات کے لئے اگرچہ شہید نہ ہوں روح کا جسد کی طرف لوٹنا بھی ثابت ہے، گفتگو اس میں ہے کہ روح بدن میں داخل ہو کر حیات کا سبب بنتی ہے یا جسم بغیر روح کے ہوتا ہے (اور محض روح کے تعلق کی وجہ سے اس میں حیات آتی ہے) اور اس پر اللہ تعالیٰ کو قدرت ہے۔ (جذب القلوب ص ۲۰۱)

<u>فائدہ</u>: محدث دہلوی رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات پر اتفاق ہے اختلاف صرف کیفیت حیات میں ہے کہ حیات روح کے بدن میں داخل ہونے کے ساتھ ہے یا بدن سے باہر رہ کر تعلق کی وجہ سے ہے۔

۹۶۷...... بدانکہ تمامہ اھل سنت والجماعت اعتقاد دارند بثبوت ادراکات مثل علم و سمع مر سائر اموات را از احاد بشر خصوصا انبیاء را، وقطع مے کنم بعودِ حیات مر ہر میت را در قبر، چنانکہ در احادیث ورود یافتہ است، و وارد نشدہ کہ بعد از عود حیات در قبر بارِ دیگر موت عود مے کند، بلکہ نعیمِ قبر و عذابِ آں را تا قیامِ قیامت ادراک مے کند و شک نیست کہ ادراک مشروط بحیات است الخ جان لیجئے کہ تمام اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام اموات کے لئے اور خصوصاً انبیاء علیہم السلام کے لئے علم و سمع کی مثل ادراکات ثابت ہیں اور میں اس بات کا یقین رکھتا ہوں کہ قبر میں ہر میت کی طرف روح لوٹتی ہے۔ جیسا کہ احادث میں وارد ہوا ہے اور یہ کسی حدیث میں وارد نہیں ہوا کہ قبر میں حیات کے لوٹنے کے بعد دوبارہ (اس طرح کامل) موت واقع ہوتی ہے (کہ بدن کا احساس و ادراک ختم ہو جائے) بلکہ قبر کے ثواب و عذاب کا ادراک قیامت تک باقی رہتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ شعور و ادراک حیات کے ساتھ مشروط ہے لیکن حیات اتنی کافی ہے جو اجزائے بدن میں سے کسی ایک جزء کے اندر حاصل ہو جائے اور وہ حیات جس میں بدن کا قائم ہونا اور تمام اجزاء کا باقی رہنا، غذا کی طرف محتاج ہونا اور قعود وغیرہ کے لئے قوت کے اسباب عادیہ یعنی غذا وغیرہ کا محتاج ہونا پڑے یہ ثابت نہیں اور جو قبر میں حیات حاصل ہے وہ غذا سے مستغنی ہے اور اس میں قعود وغیرہ احوال کے لئے اسباب عادیہ کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے ساتھ یہ حیات عطاء فرما دیتے ہیں، جیسا کہ دنیا کی زندگی میں بعض مرتبہ فرحت و سرور یا حزن و غم ظاہری اسباب کے بغیر انسان پر طاری ہو جاتا ہے جس کی بعض دفعہ خود آدمی کو بھی وجہ سمجھ نہیں آتی اور اگر یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ قبر والی زندگی بھی اسباب کی محتاج ہے تو وہ اسباب ضروری نہیں کہ غذا وغیرہ دنیا والے اسباب ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ قبر والی حیات کے لئے کوئی دوسرے اسباب پیدا کر دے۔ کیونکہ اللہ کی شان ہے انہ علی کل شیءٍ قدیر! (جذب القلوب ص ۲۰۲)

۹۶۸...... ابن ہمام رحمہ اللہ کے حوالے سے محدث دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: بعد از اتفاق اهل حق بر اعادت روح بر قبر مقدار آنچه بوے ادراک نعیم و عذاب قبر تواں کرد الخ اہل حق کا اس پر اتفاق ہے کہ قبر میں روح کا بدن کی طرف اعادہ اس انداز سے ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے ثواب وعذاب کا قبر میں ادراک ہو سکے اور بہت سے اشاعرہ اور حنفیہ کو روح کے اعادے (کی کیفیت) میں تردد ہے...... اسی لئے شیخ لکھتے ہیں: پس بعضے علمائے حنفیه قائل شده اند بوضع روح در جسد و بعضے باتصالِ روح و تراب و تالم روح و تراب معا پس بعض علمائے حنفیہ اس کے قائل ہیں کہ روح جسد میں رکھنے کی وجہ سے حیات ہوتی ہے اور بعض اس کے قائل ہیں کہ روح کا خاکی جسم کے ساتھ اتصال ہوتا ہے اور تکلیف روح اور مٹی دونوں کو اکٹھی ہوتی ہے۔ (جذب القلوب ص ۲۰۲)

۹۶۹...... محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات کے ثبوت میں اور اس پر آثار اور احکام کے مرتب ہونے میں علماء (اہل سنت والجماعت) میں سے کسی کا اختلاف نہیں۔ البتہ ایک اور اختلاف ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام قبر میں رہتے ہیں یا آسمانوں پر چلے جاتے ہیں۔ شیخ علاء الدین قونوی جو محققین علمائے شافعیہ میں سے ہیں ان کا عقیدہ حیاتِ انبیاء علیہم السلام کا ہے البتہ انبیاء علیہم السلام کے اجساد مبارکہ آسمانوں کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں اور ان کے نزدیک اجساد میں حیات قرآن کی نص اور دلیل قطعی کے ساتھ ثابت ہے۔ محدث دہلوی رحمہ اللہ اس کی وضاحت یوں فرماتے ہیں: پس ثابت شد که حیاتے که مقطوع به است در قبور باشد نه در سماوات اجساد کی وہ حیات جو قطعی طور پر ثابت ہے وہ قبور میں ہے نہ کہ آسمانوں میں اور قونوی نے جو حدیث پیش کی ہے کہ انبیاء قبروں میں نہیں چھوڑے جاتے یہ صحیح نہیں یا اس کا مطلب یہ ہے کہ کچھ مدت قبروں میں اس حالت میں چھوڑ دیئے جاتے ہیں کہ وہ عبادت میں مشغول نہیں ہوتے اُس مدت کے بعد پھر نماز وغیرہ میں مشغول ہو جاتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کے اجساد مبارکہ کے قبور میں حیات ہونے کی تائید میں ایک دلیل یہ نقل کی کہ جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کیا گیا تو بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مشورہ دیا کہ آپ کے لئے مصلحت اس میں ہے کہ آپ شام کی طرف چلے جائیں تاکہ یہاں کے دشمنی کے ماحول سے خلاصی حاصل ہو جائے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: هرگز روا نه دارم که از دارِ هجرت خود مفارقت کنم و مجاورت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بگزارم میں اپنے ہجرت والے گھر (مدینہ منورہ) سے جدا نہیں ہوں گا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑوس نہیں چھوڑوں گا۔ اسی طرح سعید بن مسیب رحمہ اللہ کا حرہ کے واقعہ میں حجرہ شریفہ سے تین دن تک اذان کی آواز کا سننا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اجساد مبارکہ قبور میں زندہ ہیں، نہ بے جان ہیں نہ آسمانوں پر ہیں۔ رہی بات اللّٰھم الرفیق الاعلیٰ کی تو شیخ فرماتے ہیں کہ ایسا ممکن ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قبر شریف میں موجود رہیں لیکن اللہ تعالیٰ آپ کے اور جنت کے باغات کے درمیان حجاب اٹھا دے اور آپ اپنے مقام میں رہتے ہوئے جنت کے باغات سے لطف اندوز ہوں کیونکہ امورِ آخرت اور احوال برزخ کا احوالِ دنیا پر قیاس کرنا درست نہیں کیونکہ احوالِ دنیا کا دائرہ محدود ہے لیکن امورِ آخرت اور احوال برزخ میں وہ حدود اور قیود نہیں جو دنیا میں ہیں۔ (جذب القلوب ص ۲۰۴، ۲۰۵)

ف: رفیق اعلیٰ کا مصداق کیا ہے؟ اس میں مختلف اقوال ہیں۔ (۱) انبیاء علیہم السلام۔ (۲) مقام محمود۔ (۳) جنت۔ (۴) اللہ تعالیٰ (مرقاۃ شرح مشکوۃ ج ۹، باب ہجرۃ الرسول) اور محدث دہلوی رحمہ اللہ نے جنت والا معنی مراد لیا ہے۔

۹۷۰...... کاتب حروف (شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ) اللہ تعالیٰ اس سے درگزر فرمائے۔ عرض کرتا ہے کہ فقیر جس زمانے میں مکہ معظمہ میں قیام پذیر تھا اور حضرت شیخ عبدالوہاب متقی کی خدمت میں رہتا تھا کبھی کبھار حضرت شیخ (علی متقی) کی قبر کی زیارت کو جاتا تھا ایک دن ان کی قبر پر جا کر عرض حال کر رہا تھا اور ان کے بارے میں بشارت کا طلبگار تھا۔ چنانچہ رات کو خواب دیکھتا ہوں کہ شیخ موصوف مصلائے حنفی کے اوپر تخت پر بیٹھے ہیں اور فقیر ان کی جناب میں کھڑا عرض کر رہا ہے کہ فقیر آپ کے خلیفہ شیخ عبدالوہاب کی خدمت میں رہتا ہے فقیر کی ان سے سفارش فرمائیں کہ اس پر زیادہ توجہ و عنایت فرمائیں۔ یہی بات ان کی قبر پر ان سے عرض کی تھی۔ فرماتے تھے خاطر جمع رکھو، ان شاء اللہ تمہارا مقصود حاصل ہے اور تم بامراد ہو۔ (زاد المتقین ص ۸۹)

فائدہ: عرض حال زندہ کے سامنے کیا جاتا ہے مردہ کے سامنے نہیں۔

۹۷۱...... ایک بار ہم رسالت مآب ﷺ کی زیارت کے ارادہ سے مدینہ منورہ گئے، ان دونوں عزیزوں (شیخ یاسین و شیخ علی) نے ہم سے سلام بخدمت سید الانام ﷺ پہنچانے کی درخواست کی، ہم نے زیارت روضہ اقدس کے بعد مواجہہ شریف میں ان کا سلام پیش کیا اور بیٹھ گئے، ذرا آنکھ بند ہوئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ قبر شریف پھٹی اور ایک چھوٹا سا بچہ قبر سے نکلا کاغذ کا ایک پرزہ ہاتھ میں لئے ہوئے ہمارے پاس آیا، کہنے لگا یہ رقعہ شیخ یاسین اور شیخ علی کو دے دینا، ہم نے وہ رقعہ اس غلام کے ہاتھ سے لے کر کھولا، اس میں یہ دو باتیں لکھی ہوئی تھیں نصر من اللہ وفتح قریب ہم جب مکہ معظمہ آئے ہم نے انہیں یہ بشارت دی۔ (زاد المتقین ص ۲۰۰)

فائدہ: سلام کا پیغام زندوں کو پہنچایا جاتا ہے مردہ کو نہیں۔

۹۷۲...... **سوال:** چوں مردم بمیرد جان او از کالبد جدا شود باصل خویش راجع شود یا نہ؟ جواب: راجع آن بود کہ در زندگی کہ آن را حیات طبیعی خوانند مرجع خود را بشناسد

(اخبار الاخیار مولانا عبدالحق محدث دہلوی ص ۳۳، مکتبہ نوریہ رضویہ)

سوال: جب آدمی فوت ہو جاتا ہے اور روح بدن سے جدا ہو جاتی ہے تو دوبارہ اصل بدن کی طرف لوٹتی ہے یا نہیں؟

جواب: (منکر نکیر کے سوال کے وقت) روح لوٹتی ہے جس سے طبعی حیات حاصل ہو جاتی ہے اور روح اپنے لوٹنے کی جگہ کو پہچانتی ہے۔ (یعنی اصل بدن کو)

۹۷۳...... وبا چندین اختلافات و کثرت مذاهب که در علمائے امت است یک کس را درین مسئله خلافی نیست که آن حضرت ﷺ بحقیقت حیات بی شائبه مجاز و توهم تاویل دایم و باقی است (مکتوبات شیخ عبدالحق محدث دہلوی ص ۱۵۵ برحاشیہ اخبار الاخیار) علمائے امت کے اختلافات اور کثرت مذاہب کے باوجود اس میں کسی کو اختلاف نہیں کہ آنحضرت ﷺ حقیقتاً دائمی حیات کے ساتھ زندہ ہیں جس میں مجاز، وہم اور کسی تاویل کا شائبہ نہیں۔

ابن علان شافعی رحمہ اللہ (محمد علی بن محمد علان، بکری صدیقی۔م ۱۰۵۷ھ)

۹۷۴...... الصواب ان المیت اهل للخطاب مطلقًا لان روحه وان کانت فی اعلی علیین لها مزید تعلق بالقبر فیعرف من یاتی ومن لا کما دل علیه الخبر الصحیح ما من احد یمر بقبر اخیه

المؤمن یعرفه فی الدنیا فیسلم علیه الا عرفه ورد علیه السلام (الفتوحات الربانیہ علی اذکار النواویہ ج ۴ ص ۲۱۷، نیز دلیل الفالحین لطرق ریاض الصالحین ج ۵ ص ۲۱) درست بات یہ ہے کہ میت مطلقاً خطاب کا اہل ہے۔ (یعنی اس کے لئے وقت کی کوئی قید نہیں) کیونکہ اس کی روح اگرچہ اعلیٰ علیین میں ہوتی ہے لیکن اس کا قبر کے ساتھ خاص تعلق ہوتا ہے۔ پس جو آدمی قبر پر آئے یا قبر پر نہ آئے۔ (لیکن قبر کے پاس سے گزرے) قبر والا اس کو پہچان لیتا ہے۔ جیسا کہ صحیح حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ جو کوئی اپنے مؤمن بھائی کی قبر کے پاس سے گزرے اور درانحالیکہ قبر والا دنیا میں اس کو پہچانتا تھا اور گزرنے والا اس پر سلام کرتا ہے تو صاحب قبر اس کو پہچان لیتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے۔

۹۷۵...... (حتی استانس بکم) ای کی استانس بکم الخ...وفی هذه الجملة من الفوائد: اثبات فتنة القبر وسؤال الملکین وهو مذهب اهل الحق الخ (دلیل الفالحین لطرق ریاض الصالحین ج ۵ ص ۱۹۶) حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی وصیت تھی کہ دفن کے بعد میری قبر کے اردگرد ٹھہر جانا تاکہ میں تمہاری وجہ سے اُنس پکڑوں، اس حدیث میں مختلف فوائد ہیں۔ (۱) قبر کے عذاب اور منکر نکیر کے سوال کا اثبات اور اہل حق کا یہی مذہب ہے۔ (۲) دفن کے بعد قبر کے پاس کچھ دیر ٹھہرنے کا استحباب۔ (۳) اُس وقت میت قبر کے اردگرد کی آواز سنتی ہے۔

۹۷۶...... وقوله (فان صلاتکم معروضة علیّ) یحتمل ان یراد عرض خاص والا فسائر الاعمال صالحها وفاسدها فی سائر الایام تعرض علیه کما جاء فی السنة قال الشیخ ابن حجر الهیتمی وغیره: ویوم الجمعة کغیره فی ان النبی یسمع باذنیه الصلاة علیه ان کانت بحضرته بین یدیه والا فتبلغه الملائکة ایاها (ایضاً ج ۶ ص ۶۳۷) حدیث میں ہے کہ جمعہ کے دن کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جائے گا۔ مؤلف فرماتے ہیں چونکہ باقی اچھے برے اعمال تمام دنوں میں نبی ﷺ پر پیش کئے جاتے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے، اس لئے درود کے پیش کرنے سے مراد یہ ہے کہ درود عام اعمال سے الگ خاص طریقے کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے، ابن حجر ہیتمی وغیرہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں کہ اگر کوئی قبر کے پاس حاضر ہو کر آپ ﷺ کے سامنے درود پڑھے تو آپ ﷺ اپنے دونوں کانوں کے ساتھ سنتے ہیں اور اس میں جمعہ اور غیر جمعہ کا کوئی فرق نہیں، ورنہ وہ درود فرشتے آپ ﷺ تک پہنچا دیتے ہیں۔

۹۷۷...... (فان صلاتکم معروضة علی) یعرضها علیه ملائکة الخ مؤلف فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ پر وہ فرشتے درود پیش کرتے ہیں جو اس کے لئے مقرر ہیں جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے کہ اللہ کے مقرر کردہ فرشتے زمین میں پھرتے رہتے ہیں اور وہ میری امت کا سلام میرے پاس پہنچاتے ہیں اور یہ اس آدمی کے بارے میں ہے جو دور سے درود پڑھتا ہے لیکن جو آپ کی قبر شریف کے پاس درود پڑھتا ہے آپ ﷺ اس کو خود سنتے ہیں جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی میری قبر کے پاس درود پڑھے گا میں اس کو سنوں گا اور جو دور سے میرے اوپر درود پڑھے گا تو اس کا درود مجھ پر پہنچایا جائے گا۔ (ایضاً ج ۷ ص ۱۹۳)

۹۷۸...... زمین انبیاء کے اجساد کو نہیں کھاتی، مؤلف اس کی وجہ بیان کرتے ہیں: لانهم احیاء فی قبورهم اس لئے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (ایضاً ج ۷ ص ۱۹۴)

۹۷۹...... والاجماع علی انہ ﷺ - حی فی قبرہ علی الدوام (ایضاً ج۷ ص۱۹۵) اس پر اجماع ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں دائمی طور پر زندہ ہیں۔

نجم الدین غزی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن محمد بن محمد، عامری قرشی دمشقی۔م ۱۰۶۱ھ)

۹۸۰...... لعل من منع زیارۃ قبر النبی الخ مؤلف دو گروہوں کا ذکر کرتے ہیں۔ (۱) جو نبی ﷺ کی قبر کی زیارت نہیں کرتے اور دوسرے لوگوں کو بھی منع کرتے ہیں، یہ لوگ شیطانوں کے مشابہ ہیں۔ (۲) وہ گروہ جو نبی ﷺ کی زیارت کرتے ہیں اور زیارت کا طریقہ جاری کیا، یہ ان فرشتوں کے مشابہ ہیں جنہوں نے قبر شریف کو گھیرا ہوا ہے اور اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے ہیں۔ مؤلف فرماتے ہیں: واکثر ھذا الفریق یعتقدون انہ - ﷺ حی فی قبرہ وان زیارتہ فی قبرہ کزیارتہ قبل موتہ وھذہ مسألۃ لا یشك فیھا احد من اھل البصائر اس دوسرے گروہ کے جمہور علماء یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ نبی ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ ﷺ کی قبر کی زیارت ایسے ہی ہے جیسے موت سے پہلے آپ ﷺ کی زیارت اور یہ ایسا مسئلہ ہے جس میں اہل بصیرت میں سے کوئی بھی شک نہیں کرتا۔ (حسن التنبہ ج۱ ص۳۷۰)

۹۸۱...... عقائد فاسدہ میں سے یہ عقیدہ ہے کہ: "میت کے مال میں سے کوئی چیز میت کے ساتھ دفن کی جائے یا اس کی قبر کے پاس رکھی جائے تو وہ اس کے ساتھ اُنس پکڑتا ہے۔" فاسد ہونے کی وجہ یہ ہے کہ میت کا دنیا سے تعلق منقطع ہو گیا۔ لہٰذا دنیا کی کسی چیز سے نہ وہ اُنس پکڑتا ہے نہ وحشت۔ ہاں! البتہ میت کا اُنس اور اس کی وحشت اس کے اعمال پر مرتب ہونے والے ثواب یا عقاب کی وجہ سے ہوتی ہے، نعم، یستانس بالذکر والقرآن والدعاء، وینتفع بذلك ہاں قبر کے پاس ذکر، قرآن، دعا کے ساتھ وہ اُنس پکڑتا ہے اور اس سے اس کو نفع ہوتا ہے۔ (حسن التنبہ ج۹ ص۱۳۱)

فائدہ: اُنس پکڑنا زندہ کا خاصہ ہے، بے جان مردہ اُنس نہیں پکڑتا۔

۹۸۲...... انہ حی فی قبرہ (حسن التنبہ ج۹ ص۲۸۱) یہ پکی بات ہے کہ نبی ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں۔

شہاب الدین خفاجی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (احمد بن محمد بن عمر، مصری۔م ۱۰۶۹ھ)

۹۸۳...... (حتی ارد علیہ السلام)... وفیہ دلیل علی انہ ﷺ حی حیاۃ مستمرۃ لان الکون لا یخلو الخ نبی ﷺ نے فرمایا سلام کے وقت میری روح میری طرف متوجہ ہو جائے گی اور میں سلام کا جواب دوں گا۔ مؤلف فرماتے ہیں کہ اس میں اس بات پر دلیل ہے کہ نبی ﷺ دائمی حیات کے ساتھ زندہ ہیں، اس لئے کہ کوئی لحظہ سلام کرنے والے سے خالی نہیں اور آپ ﷺ ہر سلام کا جواب دیتے ہیں۔ اسی سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ دائمی حیات کے ساتھ زندہ ہیں اور صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ تحقیق نبی ﷺ اور تمام انبیاء حیات حقیقی کے ساتھ زندہ ہیں۔ اگرچہ برزخ کی حالت کو دنیا کی حالت پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ (نسیم الریاض شرح الشفا للقاضی عیاض ج۳ ص۴۹۹)

۹۸۴...... ان الانبیاء والشھداء احیاء وحیاۃ الانبیاء اقوی واذا لم یسلط علیھم الارض فھم کالنائمین والنائم لا یسمع ولا ینطق حتی یتنبہ الخ رد روح والی حدیث کے تحت مؤلف لکھتے ہیں: انبیاء اور شہداء زندہ ہیں اور انبیاء کی حیات شہداء کی حیات سے قوی ترین ہے اور جب انبیاء کے جسموں پر زمین کو مسلط

نہیں کیا گیا تو انبیاء سونے والوں کی مثل ہیں اور سونے والا تب سنتا اور بولتا ہے جب وہ بیدار ہو۔ پس اسی طرح آپ ﷺ کی روح عالم ملکوت کی طرف مستغرق ہوتی ہے اور جب اس سے توجہ سلام کرنے والوں کی طرف ہوتی ہے جو بیدار ہونے کی مثل ہے تو آپ سلام سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔ لہٰذا جیسے نیند والے کی روح کو اللہ تعالیٰ چھوڑ دیتے ہیں تو اسی طرح یہاں پر بھی ردروح سے روح کا چھوڑنا یعنی متوجہ کرنا مراد ہے۔ اس صورت میں رد روح کا مطلب یہ ہوگا کہ جب آپ ﷺ بالواسطہ یا بلا واسطہ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں تو آپ ﷺ بیدار ہو جاتے ہیں یعنی متوجہ ہو جاتے ہیں اور جواب دیتے ہیں، یہ مطلب نہیں کہ موت کی طرح آپ ﷺ کی روح کو قبض کیا جاتا ہے اور پھر روح لوٹائی جاتی ہے اور یہی سلسلہ جاری رہتا ہے اور آپ ﷺ کا سلام سننا اور جواب دینا زائر کے لئے ہے اور جو دور سے سلام بھیجے اس کا سلام فرشتے آپ ﷺ تک پہنچا دیتے ہیں۔ (ایضاً ج ۳ ص ۵۰۰)

۹۸۵...... تقرر فی هذه الاحادیث علم انه ﷺ تبلغه الصلوة والسلام علیه اذا صدرا من بعد، ویسمعهما اذا کانا عند قبره الشریف بلا واسطة سواء لیلة الجمعة او غیرها (ایضاً ج ۳ ص ۵۰۳) یہ بات احادیث سے ثابت ہے کہ جب صلوٰۃ وسلام دور سے پڑھا جائے تو فرشتوں کے ذریعے آپ کی طرف پہنچایا جاتا ہے اور جب قبر شریف کے پاس صلوٰۃ وسلام پیش کیا جائے تو آپ ﷺ بلا واسطہ خود سنتے ہیں خواہ شب جمعہ ہو یا اس کے علاوہ ہو۔

شُرُنبلالی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (حسن بن عمار بن علی، مصری۔ م ۱۰۶۹ھ)

۹۸۶...... ومما هو مقرر عند المحققین انه ﷺ حی یرزق ممتع بجمیع الاعمال والعبادات غیر انه حجب عن ابصار القاصرین عن شریف المقامات (مراقی الفلاح شرح نور الایضاح ص ۲۸۳) محققین کے نزدیک یہ بات ثابت شدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ زندہ ہیں آپ ﷺ کو رزق دیا جاتا ہے اور جمیع عبادات کے ساتھ لطف اندوز ہوتے ہیں، مگر جن کی نگاہیں اعلیٰ مقامات تک رسائی سے قاصر ہیں ان سے آپ ﷺ کے اعمال وعبادات کو پوشیدہ کر دیا گیا ہے۔

۹۸۷...... ینبغی لمن قصد زیارة النبی ﷺ ان یکثر من الصلاة علیه فانه یسمعها او تبلغ الیه الخ جو آدمی نبی کریم ﷺ کی قبر شریف کی زیارت کا ارادہ کرے وہ آپ ﷺ پر کثرت کے ساتھ درود پڑھے، کیونکہ آپ ﷺ قبر کے پاس پڑھا ہوا درود خود سنتے ہیں اور دور سے پڑھا ہوا درود آپ ﷺ کے پاس پہنچایا جاتا ہے۔ پھر انتہائی ادب کے ساتھ قبر شریف کی طرف چہرہ کر کے کھڑا ہو جائے نبی ﷺ کے چہرے کے سامنے اور دل میں اس چیز کو ملحوظ رکھے کہ آپ ﷺ کی نظر مبارک تیری طرف ہے اور تیرے کلام کو آپ ﷺ سن رہے ہیں اور تیرے سلام کا جواب دے رہے ہیں اور تیری دعا پر آمین کہہ رہے ہیں اور اے زیارت کرنے والے! (بصیغہ خطاب) یوں کہو: السلام علیك یا سیدی یا رسول الله الخ اشهد انك رسول الله قد بلغت الرسالة الخ اے اللہ کے رسول! اے میرے سردار آپ پر سلام...... میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ نے پیغام پہنچا دیا، امانت ادا کر دی اور امت کی خیر خواہی کی اور آپ نے اتمام حجت کر دیا اور آپؐ نے اللہ کے راستے میں جہاد کیا اور جہاد کا حق ادا کیا الخ......

یا رسول الله نحن وفدك وزوار حرمك ... وقد جئناك ... بقصد زیارتك لنفوز بشفاعتك ... والاستشفاع بك الی ربنا ہم آپ کی طرف آپ کے حرم اور آپ کی زیارت کے ارادے سے آپ کے پاس

حاضر ہوئے ہیں تا کہ آپ کی شفاعت ہمیں نصیب ہو جائے اور ہم آپ کے ذریعے اپنے رب کی طرف سفارش کرائیں الخ...... کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ولو انھم ظلموا الخ اور ہم آپ کے پاس اس حالت میں آئے ہیں کہ اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے اور اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرنے والے ہیں، پس آپ ہمارے لئے اپنے رب کی طرف سفارش کیجئے...... الشفاعة الشفاعة الشفاعة یا رسول اللہ اے اللہ کے رسول! ہم آپ کے حضور سفارش کی بار بار درخواست کرتے ہیں اور جس نے نبی کریم ﷺ کی طرف زائر کے ذریعے سلام بھیجا ہے تو وہ اس کا سلام پہنچانے کے لئے یوں کہے: السلام علیك یا رسول اللہ من فلان بن فلان الخ آپ پر سلام ہو اے اللہ کے رسول! فلاں بن فلاں کی طرف سے اور وہ آپ کے ذریعے اپنے رب کی طرف شفاعت طلب کرتا ہے۔ پس اس کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے سفارش فرمائیے۔ (ایضاً ص ۲۸۳)

۹۸۸...... وقد ورد ان اول شیء یسال عنه العبد فی قبرہ الطهارة وان عامة عذاب القبر من عدم الاعتناء بشانها والتحرز عن النجاسة خصوصا البول (ایضاً ص ۶۴) اور حدیث میں وارد ہوا ہے کہ سب سے پہلی چیز جس کی وجہ سے بندے کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے وہ طہارت میں کوتاہی ہے اور یہ بھی وارد ہے کہ اکثر عذاب قبر طہارت کا اہتمام نہ کرنے کی وجہ سے اور نجاست سے خصوصاً پیشاب سے نہ بچنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ (کیونکہ طہارت کی عدم صحت سبب ہے نماز کی عدم صحت کے لئے، تو دراصل یہ عذاب ترک نماز پر ہے)

۹۸۹...... وکرہ قلع الحشیش الرطب وکذا الشجر من المقبرة لانه مادام رطبا یسبح اللہ تعالیٰ فیؤنس المیت (ایضاً ص ۲۳۰) قبرستان سے تر گھاس اور تر درخت اکھیڑنا مکروہ ہے کیونکہ جب تک وہ تر ہے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا ہے اور میت اس کی وجہ سے اُنس پکڑتی ہے۔

علامہ عَزِیزِی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (علی بن احمد بن محمد، بولاقی۔م ۱۰۷۰ھ)

۹۹۰...... (فان البصر یتبع الروح) حدیث میں ہے کہ جب بدن سے روح نکل جاتی ہے تو میت کی آنکھ روح کو دیکھتی ہے کہ روح کہاں جاتی ہے؟ علماء نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ: ان الروح لها اتصال بالبدن وان کانت خارجة فتری وتسمع وترد السلام بدن سے روح کے نکلنے کے بعد روح کا بدن کے ساتھ اتصال وتعلق قائم رہتا ہے جس کی وجہ سے (اصالۃً) روح دیکھتی ہے سنتی ہے اور سلام کا جواب دیتی ہے (اور اس تعلق کی وجہ سے بدن میں حیات آجاتی ہے اور مذکورہ امور میں بدن روح کے تابع ہوتا ہے)

(السراج المنیر شرح الجامع الصغیر فی حدیث البشیر النذیر ج ۱ ص ۱۱۰)

۹۹۱...... وفیه اثبات عذاب القبر والایمان به واجب واضیف العذاب الی القبر لانه الغالب والا فکل میت اراد اللہ تعذیبه أناله ما اراد به قبر اولم یقبر ولو صلب اوغرق فی البحر اواکلته الدواب او حرق حتی صار رماداً او ذری فی الریح، وهو علی الروح والبدن جمیعاً باتفاق اهل السنة وکذا القول فی النعیم (ایضاً ص ۳۰۱) عذاب قبر سے استعاذہ والی حدیث، اس سے عذاب قبر کا اثبات ہوتا ہے اور عذاب قبر پر ایمان لانا واجب ہے، (اس سے شبہ ہوتا تھا کہ جن مردوں کو دفن نہیں کیا گیا شاید ان کو عذاب نہ ہوتا ہو اس لئے مؤلف اس کا جواب دیتے ہیں کہ) عذاب کی قبر کی طرف اضافت غالب عادت کے اعتبار سے ہے۔ کیونکہ

عام عادت یہی ہے کہ میت کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ جس میت کو عذاب دینے کا ارادہ کرے تو اس کو عذاب ہوتا ہے خواہ اس کو دفن کیا گیا ہو یا دفن نہ کیا گیا ہو اور خواہ وہ سولی پر لٹکا ہو یا دریا میں غرق ہو جائے یا اس کو جانور کھا لیں یا اس کو جلا دیا جائے۔ حتیٰ کہ راکھ ہو جائے یا اس کو ہوا میں اڑا دیا جائے اور اہل سنت والجماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ عذاب قبر روح اور بدن دونوں پر ہوتا ہے۔ اسی طرح ثواب بھی روح اور بدن دونوں کو حاصل ہوتا ہے۔

۹۹۲...... حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے انبیاء کے اجساد کو کھانا، مؤلف اس کی وجہ بیان کرتے ہیں لانهم احياء في قبورهم کیونکہ وہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (ایضاً ج ۲ ص ۱۴۱)

۹۹۳...... وقال العلقمي اعلم ان مذهب اهل السنة اثبات عذاب القبر الخ علقمی کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں: جان لیجئے کہ یہ یقینی بات ہے کہ اہل سنت کا عقیدہ ہے عذاب قبر کا اثبات، اس میں خوارج، اکثر معتزلہ اور بعض مرجیہ نے مخالفت کی ہے، کیونکہ انہوں نے عذاب قبر کا انکار کیا ہے، پھر اہل سنت کے نزدیک قبر میں عذاب پورے جسم کو ہوتا ہے یا جسم کے بعض حصے کو ہوتا ہے، اگر روح پورے بدن کی طرف لوٹے تو پورے جسم کو ہوتا ہے، بدن کے جزء کی طرف لوٹے تو بدن کے بعض حصے کو ہوتا ہے، رہی یہ بات کہ قبر میں میت کو عذاب ہوتا ہے لیکن اس پر عذاب کا کوئی اثر نظر نہیں آتا، نیز قبر تنگ ہے تو کیسے اس کو بٹھایا جاتا ہے؟ کیسے سوال ہوتا ہے؟ اور کیسے لوہے کے گرزوں کے ساتھ مارا جاتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عذاب ہو لیکن نظر نہ آئے تو یہ ہو سکتا ہے، جیسے سونے والا نیند کی حالت میں لذت یا تکلیف محسوس کرتا ہے لیکن ہمیں اس کا اس کے بدن پر کوئی اثر محسوس نہیں ہوتا، بلکہ بیدار آدمی اچھی بات سن کر یا کوئی اچھی بات سوچ کر لذت حاصل کر رہا ہوتا ہے اور پاس بیٹھنے والے کو اس کا پتا بھی نہیں ہوتا، یہی حال میت کا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قبر کو وسیع کر دیا ہو لیکن اہل دنیا کے سامنے حجاب پیدا کر دیا ہو۔ (ایضاً ج ۴ ص ۱۵۴)

۹۹۴...... رد روح والی حدیث کے تحت مؤلف لکھتے ہیں: لانه حي دائما وروحه لا تفارقه لان الانبياء احياء في قبورهم نبی ﷺ دائمی طور پر زندہ ہیں اور آپ ﷺ کی روح آپ ﷺ سے جدا نہیں ہوتی کیونکہ تمام انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (ایضاً ج ۴ ص ۲۰۹)

فائدہ: روح کے بدن سے جدا نہ ہونے میں دو احتمال ہیں: (۱) روح بدن کے اندر رہتی ہے۔ (۲) روح اعلیٰ علیین میں ہے لیکن اس کا بدن کے ساتھ دائمی تعلق ہے اور یہ تعلق کبھی منقطع نہیں ہوتا۔

۹۹۵...... (ورد عليه السلام) ولا مانع من خلق هذا الادراك برد الروح في بعض بدنه (ایضاً ج ۴ ص ۲۱۷) حدیث میں ہے کہ میت سلام کرنے والے کو جواب دیتی ہے۔ مؤلف اس کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ اس میں کوئی مانع نہیں کہ اللہ تعالیٰ میت کے بدن کے بعض حصے میں روح کو لوٹا دے جس سے بدن میں ادراک وشعور پیدا ہو جائے۔

۹۹۶...... (الانبياء احياء في قبورهم يصلون) قال المناوي لانهم كالشهداء بل افضل الخ امام مناوی رحمہ اللہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں: انبیاء شہداء سے افضل ہیں اور شہداء اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں (تو انبیاء بطریق اولیٰ زندہ ہیں) اور عند ربهم کے ساتھ مقید کرنے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان کی حیات مخفی ہے۔ محسوس اور ظاہر نہیں ہے بلکہ ان کی حیات ملائکہ کی حیات کی مثل ہے۔ (یعنی جیسے ملائکہ اللہ کے پاس زندہ ہیں ہمیں نظر نہیں آتے اسی طرح شہداء اور انبیاء بھی مخفی حیات کے ساتھ زندہ ہیں لیکن ہمیں ان کی حیات اور آثار

حیات نظر نہیں آتے یا عند ربہم کا معنی ہے کہ وہ اپنے رب کے مقرب ہیں) اور اسی وجہ سے انبیاء کی وراثت جاری نہیں ہوتی۔ قرآن کریم میں جو نبی ﷺ کے بارے میں کہا گیا: انک میت اور خود نبی کریم ﷺ نے فرمایا: انی امرء مقبوض اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: ان محمدا قد مات اور مسلمانوں کا اجماع ہے کہ نبی علیہ السلام کے لئے میت کا لفظ بولنا جائز ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت اور حدیث میں اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قول میں عالم دنیا کی موت مراد ہے، پھر موت کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو زندہ کر دیا اور آپ پر میت کا اطلاق عالم دنیا والی موت کے اعتبار سے ہے جو آپ پر واقع ہوئی لیکن وقوع موت کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو پہلے سے بھی اعلیٰ حیات کے ساتھ زندہ کر دیا۔ (السراج المنیر ج ۲ ص ۲۵۶)

فائدہ: اس سوال جواب سے معلوم ہوا کہ جس بدن پر دنیا والی موت واقع ہوئی موت کے بعد اسی کو زندہ کیا گیا۔ اس سے صرف روح کا زندہ ہونا مراد نہیں، ورنہ یہ جواب دیا جاتا کہ مذکورہ بالا نصوص میں جسد عنصری کی موت مراد ہے اور وفات کے بعد جس حیات کا ذکر ہے وہ روح کی حیات ہے، لیکن جواب یہ دیا گیا کہ وقوع موت کے بعد جس پر موت واقع ہوئی اسی کو زندہ کیا گیا اور وہ بدن عنصری ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ روح پر سرے سے موت آئی ہی نہیں تو اس کو موت کے بعد زندہ کرنے کا کیا مطلب؟ معلوم ہوا کہ عالم دنیا میں جس بدن پر موت آئی بعد میں اسی کو زندہ کیا گیا۔

۹۹۷...... (من صلی علی عند قبری سمعته ومن صلی علی نائیا) ای بعیداً اعنی (ابلغته) قال المناوی ای اخبرت به علی لسان بعض الملائکة لان لروحه تعلقا بمقرة الشریف وحرام علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فحاله کحال النائم (السراج المنیر ج ۴ ص ۳۰۷) حدیث میں ہے کہ قبر شریف کے پاس پڑھا ہوا درود نبی پاک ﷺ خود سنتے ہیں اور دور سے پڑھا ہوا فرشتوں کے ذریعے آپ پر پہنچایا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی روح مبارک کا آپ کی قبر شریف میں محفوظ جسد کے ساتھ تعلق ہے اور اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے اجساد کو کھائے۔ پس اس تعلق کی وجہ سے جسم میں حیات پیدا ہو جاتی ہے اور آپ کی حالت سوئے ہوئے آدمی کی حالت کی طرح ہے۔

ملا عبد الحکیم سیالکوٹی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (عبد الحکیم بن شمس الدین محمد۔ م ۱۰۶۷ھ)

۹۹۸...... لا یخفی علیك ان لیس المراد بالحی ههنا ما یعاد فیه الروح ویصدر عنه الافعال الاختیاریة بل ما یدرك الالم واللذة فاذا خلق الله فیها ادراکا یکون سببا لادراك الالم واللذة یکون حیا لا جمادا (حاشیہ عبد الحکیم علی الخیالی ص ۱۱۸) (منکر نکیر کے سوال کے بعد) قبر میں میت کے زندہ ہونے سے وہ حیات مراد نہیں کہ جس میں روح جسد کے اندر لوٹائی جاتی ہے اور اس کی وجہ سے زندہ آدمی سے افعال اختیاریہ صادر ہوتے ہیں بلکہ وہ حیات مراد ہے جس کے ساتھ میت درد اور لذت کا ادراک و احساس کرلے، جب اللہ تعالیٰ نے اس میں اتنا ادراک پیدا کر دیا جو درد اور لذت کے ادراک کا سبب ہے تو وہ زندہ ہو جاتا ہے، جماد محض نہیں ہوتا۔

فائدہ: جب عام اموات میں حیات ہے تو انبیاء علیہم السلام کے ابدان عنصریہ بطریق اولیٰ زندہ ہیں۔

شیخ نور الحق بن شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۳ھ)

۹۹۹...... قول مختار مقرر جمهور همین است که انبیاء علیهم السلام بعد از اذاقت موت زنده اند بحیات دنیوی

(تیسیر القاری ج ۳ ص ۲۶۲) جمہور کا پسندیدہ اور ثابت شدہ قول یہ ہے کہ موت چکھنے کے بعد انبیاء علیہم السلام دنیاوی حیات کے ساتھ زندہ ہو جاتے ہیں۔

فائدہ: دنیاوی حیات سے مراد یہ ہے کہ دنیا والا جسد عنصری حیات حقیقی کے ساتھ حقیقتاً زندہ ہو جاتا ہے لیکن اس کے لئے دنیاوی زندگی کے لوازم ثابت نہیں ہوتے یا اس لئے دنیاوی حیات ہے کہ عالم برزخ من وجہ عالم دنیا کا تتمہ ہے کیونکہ جب تک عالم دنیا قائم ہے اس وقت تک عالم برزخ ہے اور جب عالم دنیا ختم ہو جائے گا اور قیامت قائم ہوگی تو عالم برزخ ختم ہو جائے گا)

شیخی زادہ حنفی رحمۃ اللہ (عبدالرحمن بن محمد بن سلیمان، داماد افندی۔ م ۱۰۷۸ھ)

۱۰۰۰...... ثُمَّ يَنْهَضُ فَيَتَوَجَّهُ اِلَى الْقَبْرِ الشَّرِيفِ الخ پھر قبر شریف کی طرف آئے اور آپ کے سر مبارک کے قریب ٹھہر جائے اور کہے السلام عليك ايها النبی ورحمة الخ...... اور یوں کہے: اشهد انك قد بلغت الرسالة الخ...... اور یہ کہے: السلام عليك يارسول الله اسئلك الشفاعة الكبری۔ پھر شیخین پر سلام پیش کرے، اس سے فارغ ہو کر نبی علیہ السلام کے چہرہ مبارک کے سامنے لوٹ آئے، اللہ کی حمد بیان کرے، نبی کریم ﷺ پر درود پڑھے اور اپنے لئے دعا کرے اور آپ سے سفارش طلب کرے اپنے لئے اور اپنے والدین کے لئے اور تمام اہل ایمان کے لئے۔ (مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر ج ۱ ص ۳۱۳)

۱۰۰۱...... وَالْمُعَذَّبُ فِي الْقَبْرِ يحيٰى بِقَدْرِ مَا يَتَأَلَّمُ بِهِ وَهُوَ اَقْرَبُ اِلَى الْحَقِّ (مجمع الانہر ج ۱ ص ۵۸۰) قبر میں جس کو عذاب دیا جاتا ہے اس کو اتنی حیات کے ساتھ زندہ کیا جاتا ہے جس کے ساتھ درد کا ادراک واحساس کر سکے اور یہی حق کے زیادہ قریب ہے۔

عبدالسلام بن ابراہیم لَقَّانِي مالکی رحمۃ اللہ (۱۰۷۸ھ)

۱۰۰۲...... سوال منكر ونكير ايانا... بعد اقعادنا بعد تمام الدفن وعند انصراف الناس واجب سمعا بان يعيد الله تعالىٰ الروح الى الميت... ويسألان كل احد بلسانه ولو تمزقت اعضاؤه او اكلته السباع في اجوافها اذلا يبعد ان يخلق الله الحياة فيها (اتحاف المرید شرح جوہرۃ التوحید ص ۲۶۹) تدفین کے مکمل ہونے اور لوگوں کے واپس جانے کے بعد منکر نکیر ہمیں بٹھاتے ہیں اور سوال کرتے ہیں، یہ عقیدہ اختیار کرنا احادیث کی رو سے واجب ہے اور اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اللہ روح کو میت کی طرف لوٹاتے ہیں...... اور (ایک قول یہ ہے کہ) ہر ایک سے اسی کی زبان میں سوال کرتے ہیں۔ اگرچہ اس کے اعضاء بکھر جائیں یا اس کو درندے اپنے پیٹوں میں کھا جائیں، کیونکہ یہ بات بعید نہیں کہ اللہ ان اجزاء میں حیات پیدا کر دے۔

۱۰۰۳...... مما يجب الايمان به حقية عذاب القبر وهو عذاب البرزخ اضيف الى القبر لانه الغالب والا فكل ميت اراد الله تعالىٰ تعذيبه ناله ما اراده به قبر اولم يقبر ولو صلب او غرق في بحر او اكلته الدواب او حرق حتی صار رمادا وذری في الهواء ومحله البدن والروح جميعا باتفاق اهل الحق (ایضاً ص ۲۷۲) عذاب قبر کے حق ہونے پر ایمان لانا واجب ہے، عذاب قبر سے مراد عذاب برزخ ہے، قبر کی طرف نسبت اس لئے کی گئی کہ غالب عادت یہی ہے، ورنہ ہر وہ میت جس کو اللہ عذاب دینے کا

ارادہ کرے اس کو عذاب پہنچتا ہے خواہ اس کو دفن کیا جائے یا نہیں۔ اگر چہ اس کو سولی دے دی جائے یا دریا میں غرق ہو جائے یا اس کو جانور کھا جائیں یا وہ جلا دیا جائے۔ حتیٰ کہ راکھ بنا کر ہوا میں اڑا دیا جائے اور عذاب کا محل بدن اور روح دونوں ہیں اور اس پر اہل حق کا اتفاق ہے۔

شَبرَامَلِسِی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (ابو الضیاء نور الدین بن علی۔ م ۱۰۸۷ھ)

۱۰۰۴...... يُبَلَّغُ الصَّلَاةَ وَالسَّلَامَ إِذَا صَدَرَا مِنْ بُعْدٍ وَيَسْمَعُهُمَا إِذَا كَانَا عِنْدَ قَبْرِهِ الشَّرِيفِ بِلَا وَاسِطَةٍ الخ صلاۃ و سلام دور سے پڑھا جائے تو آپ کی طرف قبر شریف میں پہنچایا جاتا ہے اور جب قبر شریف کے پاس پڑھا جائے تو نبی کریم ﷺ بلا واسطہ سنتے ہیں۔ اگر چہ حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ قبر کے پاس پڑھا ہوا درود و سلام بھی فرشتہ کے ذریعہ آپ کو پہنچایا جاتا ہے۔ قبر شریف کے پاس سے خود آپ کا سننا اور فرشتے کے ذریعے پہنچایا جانا کہ آپ بلا واسطہ خود بھی سنتے ہیں اور فرشتے کے ذریعے بھی پہنچایا جاتا ہے یہ آپ کی اور درود و سلام کی خصوصیت ہے۔ نیز اس میں آپ کی عظمت شان کا اظہار ہے اور اپنے لئے اس کے ذریعے مدد طلب کرنا ہے۔

(حاشیہ شبراملسی علی نہایۃ المحتاج الی شرح المنہاج ج ۲ ص ۳۴۴)

۱۰۰۵...... (قَوْلُهُ وَيُسَنُّ اَنْ تَقِفَ جَمَاعَةٌ) اَيْ قَدْرَ مَا يُنْحَرُ جَزُورٌ وَيُفَرَّقُ لَحْمُهَا... (قَوْلُهُ وَاسْأَلُوا لَهُ التَّثْبِيتَ) اَيْ كَاَنْ يَقُولُوا: اللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ (ایضاً ج ۳ ص ۴۱) سنت یہ ہے کہ دفن کے بعد قبر کے پاس ایک جماعت اتنی دیر ٹھہری رہے جتنی دیر میں اونٹ ذبح کیا جاتا ہے اور اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے اور یہ لوگ میت کے لئے ثابت قدمی کی دعا کریں۔ مثلاً یوں کہیں: اللھم ثبتہ اے اللہ! منکر و نکیر کے سوال کے وقت اس کو ثابت قدم رکھ۔

۱۰۰۶...... (قَوْلُهُ: فَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ) اَيْ فِي جَمِيعِ اَيَّامِ الْاُسْبُوعِ وَلَا يَخْتَصُّ ذٰلِكَ بِالْاَوْقَاتِ الَّتِي اعْتِيدَتِ الزِّيَارَةُ فِيهَا وَقَوْلُهُ اِلَّا عَرَفَهُ وَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ الخ حدیث میں میت پر سلام کرنے کا ذکر ہے۔ مؤلف لکھتے ہیں کہ میت پر سلام کرنا ہفتہ کے تمام دنوں میں برابر ہے، اس کے لئے کوئی دن اور کوئی وقت مقرر نہیں اور حدیث میں ہے کہ قبر کے پاس گزرنے والا قبر والے کو سلام کرتا ہے تو قبر والا اگر اس کو پہلے پہچانتا تھا تو سلام کے وقت اس کو پہچان بھی لیتا ہے اور سلام کا جواب بھی دیتا ہے۔ مؤلف فرماتے ہیں کہ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا حق ادا کرے۔ حتیٰ کہ موت کے بعد بھی حق ادا کرے جیسا کہ میت کا سلام کا جواب دینا موت کے بعد حق ادا کرنا ہے اور یہ پکی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ میت کو اتنی قوت دے دیتا ہے جس کے ساتھ وہ سلام کرنے والے کو پہچانتی ہے اور اس کو جواب دیتی ہے۔ (ایضاً ج ۳ ص ۳۶)

فتاوی عالمگیری (وفات اورنگزیب عالمگیر: ۱۰۹۶ھ)

(جس کو اورنگزیب عالمگیر کے حکم پر ۵۰۰ حنفی علماء نے مرتب کیا اور اسلامی قانون کے طور پر اسے نافذ کیا گیا)

۱۰۰۷...... يَكْفُرُ... وَبِاِنْكَارِ عَذَابِ الْقَبْرِ قبر کے عذاب کا انکار کفر ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۷۴)

۱۰۰۸...... وَهٰذَا التَّلْقِينُ مُسْتَحَبٌّ بِالْاِجْمَاعِ وَاَمَّا التَّلْقِينُ بَعْدَ الْمَوْتِ فَلَا يُلَقَّنُ عِنْدَنَا فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ... وَنَحْنُ نَعْمَلُ بِهِمَا عِنْدَ الْمَوْتِ وَعِنْدَ الدَّفْنِ الخ (فتاوی عالمگیری ج ۱ ص ۱۵۷) موت کے وقت

تلقین کے مستحب ہونے پر اجماع ہے اور موت کے بعد حنفیہ کے نزدیک ظاہر الروایہ میں ہے کہ تلقین نہ کی جائے...... اور ہمارا عمل یہ ہے کہ موت کے وقت بھی اور دفن کے وقت بھی تلقین کی جائے اور مستحب یہ ہے کہ تلقین کرنے والا ایسا آدمی نہ ہو جو میت کی موت پر خوش ہو، نیز میت کے بارے میں حسن ظن رکھتا ہو۔

۱۰۰۹...... وَيُسْتَحَبُّ إِذَا دُفِنَ الْمَيِّتُ أَنْ يَجْلِسُوا سَاعَةً عِنْدَ الْقَبْرِ بَعْدَ الْفَرَاغِ بِقَدْرِ مَا يُنْحَرُ جَزُورٌ وَيُقَسَّمُ لَحْمُهَا يَتْلُونَ الْقُرْآنَ وَيَدْعُونَ لِلْمَيِّتِ...قِرَاءَةُ الْقُرْآنِ عِنْدَ الْقُبُورِ عِنْدَ مُحَمَّدٍ - رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالَى-لَا تُكْرَهُ وَمَشَايِخُنَا رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالَى أَخَذُوا بِقَوْلِهِ وَهَلْ يَنْتَفِعُ وَالْمُخْتَارُ أَنَّهُ يَنْتَفِعُ (فتاوی عالمگیری ج ۱ ص ۱۶۶) جب میت کو دفن کر لیا جائے تو مستحب یہ ہے کہ کچھ لوگ قبر کے پاس اتنی دیر بیٹھے رہیں جتنی دیر میں اونٹ کو نحر کیا جاتا ہے اور اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے اور بیٹھنے والے تلاوت کرتے رہیں اور میت کے لئے دعا کرتے رہیں اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک قبور کے پاس قرآن پڑھنا مکروہ نہیں، ہمارے مشائخ نے اسی قول کو لیا ہے اور کیا اس سے میت کو نفع ہوتا ہے یا نہیں؟ تو مختار قول یہ ہے کہ میت کو اس سے نفع ہوتا ہے۔

فائدہ: اگر میت میں حیات اور شعور وادراک نہیں تو دفن کے وقت تلقین بے فائدہ ہے، اسی طرح قبر کے پاس تلاوت کرنا اور دعا کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا؟ کیونکہ اس صورت میں قبر کے پاس تلاوت اور دعا ہو یا قبر سے دور ہو، برابر ہے، پس معلوم ہوا کہ میت میں حیات اور بقدر ضرورت ادراک وشعور ہوتا ہے۔

۱۰۱۰...... وَيُكْرَهُ قَطْعُ الْحَطَبِ وَالْحَشِيشِ مِنَ الْمَقْبَرَةِ فَإِنْ كَانَ يَابِسًا لَا بَأْسَ بِهِ (ایضا ص ۱۶۷) قبرستان سے تر لکڑی اور تر گھاس کاٹنا مکروہ ہے اور اگر خشک ہو تو اس کے کاٹنے میں کوئی حرج نہیں۔

فائدہ: وجہ یہ ہے کہ تر گھاس اور درخت ذکر وتسبیح کرتے ہیں جس سے میت کو نفع پہنچتا ہے جب کہ خشک گھاس اور خشک درخت ذکر وتسبیح نہیں کرتے اس لئے ان کے کاٹنے میں کوئی حرج نہیں۔

۱۰۱۱...... ثُمَّ يَنْهَضُ فَيَتَوَجَّهُ إِلَى قَبْرِهِ ﷺ فَيَقِفُ عِنْدَ رَأْسِهِ مستدبر القبلة... وَيُمَثِّلُ صُورَتَهُ الْكَرِيمَةَ الْبَهِيَّةَ كَأَنَّهُ نَائِمٌ فِي لَحْدِهِ عَالِمٌ بِهِ يَسْمَعُ كَلَامَهُ... ثُمَّ يَقُولُ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ قَدْ بَلَّغْتَ الرِّسَالَةَ الخ... وَيُبَلِّغُهُ سَلَامَ مَنْ أَوْصَاهُ فَيَقُولُ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مِنْ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ يَسْتَشْفِعُ بِكَ إِلَى رَبِّكَ فَاشْفَعْ لَهُ وَلِجَمِيعِ الْمُسْلِمِينَ ثُمَّ يَقِفُ عِنْدَ وَجْهِهِ مُسْتَدْبِرَ الْقِبْلَةِ وَيُصَلِّي عَلَيْهِ مَا شَاءَ وَيَتَحَوَّلُ قَدْرَ ذِرَاعٍ حَتَّى يُحَاذِيَ رَأْسَ الصِّدِّيقِ... ثُمَّ يَتَحَوَّلُ حَتَّى يُحَاذِيَ قَبْرَ عُمَرَ (ایضا ص ۲۶۵) پھر رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف کی طرف رخ کرکے آپ کے سر کے برابر کھڑا ہو جائے...... اور آپ ﷺ کے حلیہ مبارک کو دل ودماغ میں اس طرح مستحضر کرے گویا کہ آپ اپنی لحد میں سوئے ہوئے ہیں اور اس کی آمد کو جانتے ہیں اور اس کا کلام سن رہے ہیں...... پھر (بصیغہ خطاب) یوں سلام کرے: اے اللہ کے نبی! آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمتیں اور برکات ہوں، میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ نے پیغام رسالت پہنچا دیا۔ الخ!...... اور جس شخص نے زائر کے ذریعے آپ ﷺ کی طرف سلام بھیجا ہے اس کا سلام اس طرح پہنچائے: اے اللہ کے رسول! فلاں بن فلاں کی طرف سے آپ پر سلام، وہ اپنے رب کی طرف آپ سے سفارش کی درخواست کرتا ہے۔ پس آپ اس کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے سفارش فرمایئے۔ پھر قبلہ رخ ہو کر آپ کے چہرۂ انور کے سامنے کھڑا ہو جائے اور آپ پر جتنا چاہے درود پڑھے۔ پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سر

کے برابر کھڑا ہو جائے اور آپ کو سلام کرے: السلام علیك یا خلیفة رسول الله الخ...... پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبر کے برابر کھڑا ہو جائے اور یوں سلام کہے: السلام علیك یا امیر المؤمنین الخ...... پھر دونوں پر اکٹھا سلام کرے السلام علیکما الخ...... جِئْنَا كُمَا نَتَوَسَّلُ بِكُمَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ لِيَشْفَعَ لَنَا وَيَسْأَلَ رَبَّنَا أَنْ يَتَقَبَّلَ سَعْيَنَا وَيُحْيِيَنَا عَلَى مِلَّتِهِ وَيُمِيتَنَا عَلَيْهَا ہم آپ دونوں کے پاس آئے ہیں کہ آپ دونوں کو رسول اللہ ﷺ کی طرف وسیلہ بنائیں تاکہ رسول اللہ ﷺ ہمارے لئے سفارش کریں اور ہمارے لئے ہمارے رب سے دعا کریں کہ وہ ہماری کوشش قبول کرے اور ہمیں ملت اسلام پر زندہ رکھے اور اسی پر موت دے۔

حَمَوِی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (ابو العباس احمد بن محمد مکی حسینی۔ م ۱۰۹۸ھ)

۱۰۱۲...... قَوْلُهُ وَيَأْمَنُ الْمَيِّتُ فِيهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ. أَقُولُ قَالَ أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ وَسُؤَالُ مُنْكَرٍ وَنَكِيرٍ الخ اہلسنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ قبر کا عذاب، منکر نکیر کا سوال اور قبر کا بھینچنا حق ہے اور اس میں مؤمن اور کافر اور فرمانبردار اور نافرمان برابر ہیں، لیکن جب کافر ہو تو قیامت تک اس پر عذاب ہمیشہ رہتا ہے۔ البتہ جمعہ کے دن اور ماہِ رمضان میں ان سے عذاب اٹھا لیا جاتا ہے نبی کریم ﷺ کی حرمت کی برکت سے، اسی طرح جمعہ کے دن اور ہر رمضان میں آپ کی حرمت کی وجہ سے عذاب اٹھا لیا جاتا ہے...... میت کے گوشت کو اس طرح عذاب دیا جاتا ہے کہ وہ روح کے ساتھ متصل ہوتا ہے اور روح جسم کے ساتھ متصل ہوتا ہے اگرچہ روح جسم سے خارج ہوتی ہے لیکن روح و جسم کے اتصال کی وجہ سے روح اور جسد دونوں کو درد ہوتا ہے۔

(غمز عیون البصائر فی شرح الاشباہ والنظائر ج ۴ ص ۴۷)

بارہویں صدی

شیخ سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۰۲ھ)

۱۰۱۳...... جو شخص انبیاء علیہم السلام کو مردہ جانے اس پر ایمان سلب ہو جانے کا خوف ہے۔ الخ!

(کتاب عین الفقر از سلطان باہو ص ۱۰۲، ناشر: اللہ والے کی قومی دکان لاہور)

محمد امین محبی رحمۃ اللہ علیہ (محمد امین بن فضل اللہ، حموی، دمشقی۔ م ۱۱۱۱ھ)

۱۰۱۴...... (ملا جامی کا شعر) وهُوَ حَيٌّ فِي قَبْرِهِ ورسولٌ لم يُوَرِّثْ حَيًّا ذَوُو الْأَحْلَامِ (محمد الریحانۃ ج ۲ ص ۱۳۴)
نبی کریم ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور رسول ہیں اور عقلمندوں نے زندہ کا کسی کو وارث نہیں بنایا (یعنی نبی ﷺ کے زندہ ہونے کی وجہ سے آپ کا مال آپ کی ملک میں باقی رہا، اس لئے نہ اس کا کوئی وارث ہوا اور نہ وراثت میں تقسیم ہوا)

مَغْرِبی رحمۃ اللہ علیہ (حسین بن محمد بن سعید اللاعی۔ م ۱۱۱۹ھ)

۱۰۱۵...... واخرج ابو داود بسند صحیح عن ابی هریرة مرفوعًا ما من احد یسلم علی الا ردَّ الله علیَّ روحی حتی ارد علیه السلام...... ویستدل بهذا الحدیث علی حیاة الانبیاء الخ امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث نقل کی ہے کہ جو بھی مجھ پر سلام کرے گا۔ اللہ تعالیٰ میری روح

کو مجھ پر متوجہ کر دے گا تا کہ میں اس کے سلام کا جواب دوں، اس حدیث سے انبیاء کی حیات پر استدلال کیا گیا ہے۔ الا رد اللہ علی روحی کے معنی میں متعدد احتمال ہیں۔ (۱) سلام سے پہلے اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح لوٹا دے گا اور میں سلام کا جواب دوں گا۔ (۲) رد روح سے اشارہ ہے کہ آپ ﷺ کمال سماعت کی وجہ سے سلام کا سماع فرماتے ہیں، اسی طرح جواب بھی دیتے ہیں اور کامل جواب دیتے ہیں اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ روح جدا ہو چکی تھی پھر آپ ﷺ کی طرف لوٹائی گئی پھر قبض کی گئی پھر لوٹائی گئی، کیونکہ یہ کسی کا عقیدہ نہیں۔ (۳) رد معنوی مراد ہے یعنی تجلیات الٰہیہ میں استغراق والی حالت سے سلام کے سماع اور جواب والی حالت کی طرف متوجہ کرنا۔

(الھدر التمام شرح بلوغ المرام ج ۵ ص ۴۰۲)

۱۰۱۶...... وقد ذکر ابن تیمیۃ فی اقتضاء الصراط المستقیم ان الشہداء بل کل المؤمنین اذا زارھم المسلم وسلم علیھم عرفوا بہ وردوا علیہ السلام الخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں: شہداء بلکہ تمام مؤمنین کی حالت یہ ہے کہ جب مسلمان ان کی قبر کی زیارت کرتا ہے اور ان پر سلام کرتا ہے تو وہ سلام کرنے والے کو پہچانتے ہیں۔ (اگر وہ دنیا میں اس کو پہچانتے تھے) اور سلام کا جواب دیتے ہیں اور صحیح حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ جنت البقیع کی طرف نکلتے اور اہل قبور کو سلام کرتے اور فرماتے: السلام علیکم دار قوم مؤمنین اور شہداء کے بارے میں قرآن کریم میں ہے: انھم احیاء یرزقون وان الحیاۃ فیھم متعلقۃ بالجسد کما روی الخ کہ شہداء کی مخفی حیات کا تعلق جسد کے ساتھ ہے۔ (یعنی محض روحانی نہیں) جیسا کہ روایت کیا گیا ہے کہ جب حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد عبداللہ بن حرام رضی اللہ عنہ اور عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ جو شہدائے اُحد میں سے ہیں چھیالیس سال کے بعد ان کی قبریں اکھیڑی گئیں تو ان میں سے ایک زخمی تھا اور ہاتھ اپنے زخم پر رکھا ہوا تھا، ان کا ہاتھ زخم سے ہٹایا گیا پھر جب چھوڑا گیا تو ہاتھ زخم پر لوٹ آیا۔ اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اُحد کے پچاس سال بعد ایک چشمہ کھدوایا تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قدم پر کدال لگا جس سے خون بہہ پڑا۔ اس سے معلوم ہوا کہ شہداء کے اجساد عنصریہ زندہ ہیں۔ (ایضاً ج ۵ ص ۴۰۷)

۱۰۱۷...... والظاھر ان حیاۃ الشہداء اقوی من حیاۃ الاولیاء وجمھور العلماء ان حیاۃ الشہداء حقیقیۃ للجسد... ویستمر فیہ امارۃ الحیاۃ من الدم وطراوۃ البدن، واذا کان ھذا فی آحاد المسلمین فکیف بالنبیین والمرسلین وکیف سید المرسلین ﷺ وقد صح فی الحدیث کما رواہ الحافظ المنذری الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون ... ومع ثبوت ذلک فی حق الانبیاء فنبینا ﷺ اولی بھذہ المرتبۃ العلیۃ...... اور ظاہر ہے کہ شہداء کی حیات اولیاء کی حیات سے اقویٰ ہے اور جمہور علماء کے نزدیک شہداء کا جسد زندہ ہے حیات حقیقیہ کے ساتھ اور اس میں حیات کی علامت ہمیشہ باقی رہتی ہے یعنی خون اور بدن کا تروتازہ ہونا، جب مسلمانوں کے افراد کی یہ شان ہے تو نبیوں اور رسولوں کی حیات شہداء سے بھی اعلیٰ ہوگی اور سید المرسلین ﷺ کی حیات باقی انبیاء سے بھی اعلیٰ ہوگی اور صحیح حدیث میں ہے جس کو حافظ منذری رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں، جب باقی انبیاء کا یہ مرتبہ ہے تو ہمارے نبی کریم ﷺ اس عالی مرتبہ کے بطریق اولیٰ مستحق ہیں۔ (ایضاً ج ۵ ص ۴۰۷)

۱۰۱۸...... فاذا علم الزائر انہ ﷺ حیٌّ فی قبرہ یسمع صوتہ وتوسلہ وتشفعہ بہ وسؤالہ منہ ان

یشفع له الی ربه-عزّوجلّ-حتی یرضی عنه ویعطیه ما یحبه من خیر الدنیا والآخر ۃ سعی فی تحصیل الوصول الی ذلك الموقف الشریف بما امکنه لینال هذه الفضائل (ایضا) جب قبر شریف کی زیارت کرنے والا جان لے گا کہ نبی ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور زائر کی آواز کو سنتے ہیں۔ اسی طرح اس کا توسل اور آپ کے ذریعے اس کا شفاعت طلب کرنا۔ نیز آپ ﷺ سے یہ درخواست کرنا کہ آپ ﷺ اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے سفارش کریں کہ اللہ اس سے راضی ہو جائے اور اس کو دنیا آخرت کی بھلائی عطاء کر دے۔ یہ بھی آپ سنتے ہیں تو زائر قبر شریف تک پہنچنے کی کوشش کرے گا تاکہ ان فضائل کو حاصل کرے۔

۱۰۱۹...... انه حی فی قبره ناظرًا الیه وانه ربما اطلعه الله علی ما فی قلبه الخ تحقیق نبی ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور زیارت کرنے والے کی طرف دیکھتے ہیں اور بسا اوقات اللہ تعالیٰ آپ کو اس چیز پر مطلع کر دیتے ہیں جو زائر کے دل میں ہے۔ (ایضاج ۵ ص ۴۳۴)

۱۰۲۰...... الرابع عشر: اذا وصاه احد بالسلام علی رسول الله ﷺ - ان یقول: السلام علیك یا رسول الله من فلان بن فلان الخ اور جب رسول اللہ ﷺ کی طرف کوئی آدمی کسی کے ذریعے سلام بھیجے تو سلام پہنچانے والا یوں کہے: السلام علیك یا رسول الله من الخ آپ پر سلام ہو اے اللہ کے رسول! فلاں بن فلاں کی طرف سے اور جب اس نے سلام پہنچانے کی ذمہ داری لے لی تو پھر پہنچانا واجب ہے کیونکہ یہ سلام اس کے پاس امانت ہے اور ادائے امانت کا یہی تقاضا ہے اور زندہ کی طرف سلام بھیجنے کا یہی حکم ہے اور جس کی طرف سلام بھیجا جائے اس پر لازم ہے کہ وہ سلام کا جواب دے اور رسول اللہ ﷺ سلام سنتے ہیں اور سلام کرنے والے کا جواب لوٹاتے ہیں: وکذلك یقال فی حق النبی ﷺ فهو حی سلام پہنچانا اور سلام کا جواب دینا نبی ﷺ کے حق میں ایسے ہیں جیسے زندہ کو سلام پہنچانا اور اس کا جواب دینا، اس سے نتیجہ یہ نکلا کہ نبی ﷺ زندہ ہیں...... ویقول بعد ان یستغفر ویجدد التوبة: ونحن وفدك یا رسول الله وزوارك جئناك لقضاء حقك والتبرك بزیارتك والاستشفاع بك الخ استغفار اور تجدید توبہ کے بعد یوں کہے اے اللہ کے رسول! ہم آپ کی طرف قاصد ہیں اور آپ کے زیارت کنندہ ہیں ہم آپ کے پاس آئے ہیں آپ کے حق کو ادا کرنے کے لئے اور آپ کی زیارت کے ساتھ تبرک حاصل کرنے کے لئے اور آپ سے سفارش طلب کرنے کے لئے ان گناہوں کی بخشش کے متعلق جنہوں نے ہماری کمروں کو بوجھل بنا دیا اور ہمارے دلوں کو تاریک کر دیا۔ پس آپ کے علاوہ ہمارا کوئی سفارشی نہیں جس سے ہم امید رکھیں اور آپ کے علاوہ کوئی ہماری امید نہیں جس تک ہم پہنچ سکیں۔ پس آپ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے بخشش طلب کیجئے اور ہمارے لئے اپنے رب کی طرف سفارش کیجئے اور میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ ہم پر احسان کیجئے ہمارے تمام مقاصد کے لئے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے تمام مقاصد پورے کر دے۔

(ایضاج ۵ ص ۴۳۶)

علامہ زرقانی مالکی رحمۃ اللہ علیہ (عبدالباقی بن یوسف بن احمد، مصری۔م ۱۱۲۲ھ)

۱۰۲۱...... لا یبعد ان لا یکون انتقالها موجبًا موته فیبقی الجسد حیًا لا ینقص من معارفه شیء ویکون انتقال روحه الی الجسد الثانی کانتقال ارواح الشهداء الی اجواف طیور خطر مع اتصالها

بقبورھا الخ یہ بعید نہیں کہ روح کا انتقال موجب موت نہ ہو۔ پس جسم زندہ باقی رہے اور اس کے معارف میں سے کوئی چیز کم نہ ہو اور اس کی روح کا دوسرے جسد کی طرف منتقل ہونا ایسے ہے جیسے شہداء کی ارواح کا سبز پرندوں کے پیٹوں کی طرف منتقل ہونے کے باوجود ان کا قبور کے ساتھ اتصال رہتا ہے اور ارواح کے جدا ہونے کی وجہ سے اجساد کی موت عقلاً واجب نہیں بلکہ عادۃً ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بنی آدم میں جاری کیا ہے۔

(شرح زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۴۲۴)

۱۰۲۲...... وعن ابن عباس قال: قال رسول اللہ ﷺ لما اصیب بحسب الظاھر بالقتل اخوانکم باحد جعل اللہ ارواحھم مع اتصالھا باجسادھم فی اجواف طیر خضر ترد انھار الجنۃ وتاکل من ثمارھا کما قال: بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ الآیۃ وتاوی الی قنادیل من ذھب فی ظل العرش. انکر ھذا قوم وقالوا لا یکون روحان فی جسد قال القاضی عیاض ولیس للاقیسۃ والعقول فی ھذا حکم فاذا اراد اللہ جعلھا فی قنادیل او اجواف طیر وقع ذلک ولا اشکال فان الروح وان وجدت فی جوف الطیر فلیس فیہ قیام روحین بجسد واحد بل قیام الروح بجوف الطیر کقیام الجنین فی بطن امہ وروحہ غیر روحھا (ایضا ج ۲ ص ۴۵۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب ظاہر کے اعتبار سے اُحد میں تمہارے بھائی بصورت قتل مصیبت زدہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح کو سبز پرندوں کے پیٹوں میں رکھ دیا اور وہ جنت کے محلوں پر وارد ہوتے ہیں اور جنت کے پھل کھاتے ہیں اور عرش کے سائے میں لٹکے ہوئے سونے کے قندیلوں میں ٹھکانہ پکڑتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ان ارواح کا اپنے اصلی اجساد (عنصریہ) کے ساتھ اتصال و تعلق باقی رہتا ہے لیکن کچھ لوگوں نے اس کا انکار کیا اور انہوں نے کہا کہ ایک جسد میں دو روح نہیں ہو سکتے۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے اس کا جواب دیا کہ اس میں عقل و قیاس کا کوئی دخل نہیں، جب اللہ تعالیٰ ان ارواح کو سبز پرندوں کے پیٹوں میں رکھنے کا ارادہ کر لیں تو ایسا ہو جاتا ہے اور اس میں کوئی اشکال نہیں، کیونکہ روح پرندوں کے پیٹ میں ہوتی ہے لیکن پیٹ میں دو روحوں کا ایک جسم کے ساتھ قیام لازم نہیں آتا بلکہ روح کا پرندے کے پیٹ میں قیام ایسا ہی ہے جیسے ماں کے پیٹ میں جنین کا قیام اور جنین کی روح ماں کی روح سے مختلف ہوتی ہے۔

۱۰۲۳...... ومنھا انہ لا یورث فقیل لبقائہ علی ملکہ لانہ حی (ایضا ج ۷ ص ۳۶۱) نبی کریم ﷺ کی خصوصیات میں سے یہ ہے کہ آپ کا مال وراثت میں تقسیم نہیں ہوتا، کیونکہ نبی کی اپنے مال پر وفات کے بعد بھی ملکیت باقی رہتی ہے اس لئے کہ نبی زندہ ہوتا ہے۔

۱۰۲۴...... (ومنھا انہ حی فی قبرہ) قال البیھقی لان الانبیاء بعد ما قبضوا ردت الیھم ارواحھم فھم احیاء عند ربھم کالشھداء الخ نبی اکرم ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں، امام بیہقی نے کہا کہ موت کے بعد انبیاء علیہم السلام کی ارواح ان کی طرف لوٹا دی جاتی ہیں۔ (یعنی ان کے جسموں میں داخل کر دی جاتی ہیں) پس وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں اور ہمارے نبی کریم ﷺ نے انبیاء کرام علیہم السلام کی جماعت کو دیکھا اور نماز میں ان کی امامت کی۔ (ایضا ج ۷ ص ۳۶۳)

۱۰۲۵...... واخبر وخبرہ صدق ان صلاتنا معروضۃ علیہ وان سلامنا یبلغہ وان اللہ حرم

علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء (ایضا) نبی اکرم ﷺ نے خبر دی اور آپ کی خبر سچی ہے، آپ ﷺ نے خبر یہ دی کہ ہمارا درود آپ پر پیش کیا جاتا ہے اور ہمارا سلام آپ تک پہنچایا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء کے اجساد کو کھائے۔

۱۰۲۶...... قال السیوطی و کل نبی الا وقد جمع مع النبوۃ وصف الشھادۃ فیدخلون فی عموم قولہ تعالیٰ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا الخ (ایضا) امام سیوطی رحمہ اللہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کے لئے نبوت کے ساتھ وصفِ شہادت کو بھی جمع کر دیا۔ لہٰذا انبیاء علیہم السلام ولا تحسبن الذین قتلوا کے عموم میں داخل ہیں (یعنی وہ بھی شہید ہونے کی وجہ سے شہداء میں شامل ہیں اور جیسے شہداء زندہ ہیں اسی طرح انبیاء بھی شہید ہونے کی وجہ سے زندہ ہیں) اسی لئے مسئلہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ازواج پر عدت نہیں کیونکہ آپ زندہ ہیں اس لئے ان ازواج کی زوجیت باقی ہے۔ انتہائی بات یہ ہے کہ آپ عالم دنیا سے دوسرے جہان کی طرف منتقل ہو گئے لیکن آپ کی حیات باقی ہے۔

۱۰۲۷...... (وقد قال صاحب التلخیص) ابن القاص (ان مالہ علیہ السلام قائم) ای باق (علی نفقتہ وملکہ) فیصرف منہ علی ازواجہ ومن کان فی نفقتہ فی حیاتہ (وعدہ من خصائصہ) (وکان یری) یعتقد (انہ باقٍ علی ملک النبی ﷺ فان الانبیاء احیاء) (ایضاج ۷ ص ۳۶۶) قسطلانی نے مواہب میں صاحبِ تلخیص ابن القاص کا قول نقل کیا ہے اور علامہ زرقانی اس کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: نبی کریم ﷺ کا مال آپ کی ملک پر باقی ہے اور وہ انہی مصارف میں خرچ ہوگا جن پر آپ کی زندگی میں خرچ ہوتا تھا۔ پس آپ کی ازواج پر خرچ ہوتا ہے اور آپ اپنی زندگی میں جن لوگوں پر خرچ کرتے تھے اور وفات کے بعد بقائے ملک آپ کی خصوصیات میں سے ہے اور صاحبِ تلخیص کا عقیدہ یہ ہے کہ وفات کے بعد بھی نبی اکرم ﷺ کا مال آپ کی ملک پر باقی رہا کیونکہ انبیاء کرام زندہ ہیں۔

۱۰۲۸...... (فان قلت) کیف یکون حیا ویختلف فی زوال ملکہ عن مالہ وفی عدۃ زوجاتہ. وھذا (القرآن ناطق بموتہ علیہ السلام)... اخرویۃ ولا شک انھا اعلی واکمل من حیاۃ الشھداء لفضل الانبیاء علیھم. وھی ثابتۃ للروح بلا اشکال ای بلا خلاف عند اھل السنۃ اذلا تموت بموت الاجساد فی جمیع الناس... وقد ثبت ان اجساد الانبیاء لا تبلی وعود الروح الی الجسد ثابت فی الصحیح لسائر الموتی فضلا ای نھایۃ عن الشھداء. فضلا عن الانبیاء. وانما النظر فی استمرارھا فی البدن. وفی ان البدن یصیر حیًا کحالتہ فی الدنیا او حیًا بدونھا وھی حیث شاء اللہ تعالیٰ (ایضاج ۷ ص ۳۶۷) اگر کوئی یہ سوال کرے کہ آپ ﷺ کیسے زندہ ہو سکتے ہیں جب کہ قرآن میں صراحت ہے کہ آپ پر موت آئے گی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ موت آپ پر آئی اور اس سے دنیا والی کھلی محسوس، تکلیفی زندگی ختم ہوگئی لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے بھی اعلیٰ عالم برزخ میں اخروی زندگی عطاء فرمادی اور وہ زندگی روح کے لئے بلا شبہ ثابت ہے اس میں اہلسنت کا کوئی اختلاف نہیں، کیونکہ اجساد کی موت کے ساتھ ارواح نہیں مرتیں اور یہ حکم سب لوگوں کے لئے برابر ہے اور یہ بات بھی اپنی جگہ ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اجساد بوسیدہ نہیں ہوتے اور روح کا جسد کی طرف لوٹنا تمام مُردوں کے لئے صحیح حدیث میں ثابت ہے، شہداء کے لئے بطریق اولیٰ ثابت ہوگا اور انبیاء کے

لئے جسد کی طرف روح کا لوٹنا اس سے بھی بطریق اولیٰ ثابت ہے۔ البتہ غور طلب بات یہ ہے کہ لوٹنے کے بعد روح بدن میں رہتی ہے اور اس کی وجہ سے جو حیات حاصل ہوتی ہے وہ دنیا والی حیات کی مثل ہے؟ یا اس سے مختلف حیات ہے اور روح کو اللہ تعالیٰ جہاں چاہے رکھ دے؟ (اس میں اہلسنت کے دو قول ہیں۔ (۱) انبیاء کی ارواح ان کے اجساد میں ہی رہتی ہیں۔ (۲) ارواح اعلیٰ علیین میں ہوتی ہیں لیکن ان کا اجساد عنصریہ کے ساتھ اتنا قوی تعلق ہوتا ہے کہ دنیا والی حیات سے اعلیٰ اقویٰ حیات پیدا ہو جاتی ہے)

۱۰۲۹...... امام قرطبی رحمہ اللہ کے حوالہ سے مؤلف لکھتے ہیں: الحدیث یدل بظاهره علی انه رآه رؤیة حقیقیة فی الیقظة وانه حی فی قبره یصلی الصلاة التی کان یصلیها فی الحیاة، وذلك ممکن فان الصلاة تستدعی جسداً حیاً سواء قلنا انها الشرعیة او اللغویة (ایضا) موسیٰ علیہ السلام کے قبر میں نماز پڑھنے والی حدیث بظاہر اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیداری کی حالت میں ان کو قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے دیکھا اور یہ رؤیت حقیقی تھی محض خواب خیال نہیں تھا۔ نیز یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں زندہ ہیں اور وہ قبر میں وہی نماز پڑھ رہے تھے جو وہ اپنی زندگی میں پڑھا کرتے تھے اور یہ ممکن ہے کیونکہ نماز زندہ جسم کا تقاضہ کرتی ہے خواہ صلوۃ کا شرعی معنی لیں یعنی قیام، قعود، سجود والی نماز یا لغوی معنی لیں یعنی دعا و تسبیح، دونوں موقوف ہیں حیات پر، اس لئے صلوٰۃ کا جو بھی معنی ہو شرعی یا لغوی ہر صورت میں موسیٰ علیہ السلام کا قبر میں زندہ ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔

۱۰۳۰...... وقال صلی اللہ علیہ وسلم ما من احد یمر بقبر اخیه المؤمن کان یعرفه فی الدنیا فیسلم علیه الا عرفه ورد علیه السلام ... وقال صلی اللہ علیہ وسلم ان المیت یعرف من یغسله ویحمله ویدلیه فی قبره (ایضا ج۷ ص۳۶۹) مؤلف حدیث نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی اپنے مؤمن بھائی کی قبر کے پاس گزرتا ہے اور قبر والا اس کو دنیا میں پہچانتا تھا۔ پھر گزرنے والا اس پر سلام کرتا ہے تو قبر والا اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میت اس آدمی کو پہچانتی ہے جو اس کو غسل دیتا ہے اور جو اس کو بٹھاتا ہے اور جو اس کو قبر میں اتارتا ہے۔

۱۰۳۱...... وفی انباء الاذکیاء بحیاة النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قبره هو وسائر الانبیاء معلومة عندنا علماً قطعیاً لما قام عندنا من الادلة فی ذلك وتواترت به الاخبار (ایضا) علامہ سیوطی رحمہ اللہ کی کتاب انباء الاذکیاء کے حوالہ سے مؤلف لکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی قبر میں حیات معلوم ہے علم قطعی کے ساتھ، کیونکہ ہمارے پاس اس کے متعلق دلائل ہیں اور اس پر احادیث متواتر ہیں۔

۱۰۳۲...... وفی تذکرة القرطبی عن شیخه الموت لیس بعدم محض وانما هو انتقال من حال الی حال ویدل علی ذلك ان الشهداء بعد قتلهم وموتهم احیاء عند ربهم یرزقون فرحین مستبشرین وهذه صفة الاحیاء فی الدنیا واذا کان هذا فی الشهداء فالانبیاء احق بذلك واولی (ایضا) امام قرطبی رحمہ اللہ کی کتاب التذکرۃ کے حوالہ سے مؤلف لکھتے ہیں: موت محض عدمی چیز نہیں بلکہ موت کا معنی ہے ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہونا، اس پر دلیل یہ ہے کہ شہداء اپنے قتل اور اپنی موت کے بعد زندہ ہیں اور اپنے رب کے مقرب ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے اور وہ اپنی ذات کے لحاظ سے بھی اور اپنی عطاء کردہ

نعمتوں کی وجہ سے بھی خوش ہیں، دنیا میں زندہ (خوشحال لوگوں) کی یہی صفت ہے اور جب یہ شہداء کی حالت ہے تو انبیاء علیہم السلام اس کے بطریق اولیٰ مستحق ہیں۔

۱۰۳۳...... واخبر ﷺ بانه یرد السلام علی کل من یسلم علیه الی غیر ذلك مما یحصل من جملته القطع بأن موت الانبیاء انما هو راجع الی ان غیبوا عنا بحیث لا ندرکهم وان کانوا موجودین احیاء ولا یراهم احد من نوعنا الا من خصه الله تعالیٰ بکرامة من اولیائه (ایضا) نبی کریم ﷺ نے خبر دی ہے کہ جو آدمی بھی آپ پر سلام کرے گا آپ اس کے سلام کا جواب دیں گے۔ اس کے علاوہ اور احادیث بھی ہیں، ان احادیث کے مجموعہ سے اس بات کا یقین ہو جاتا ہے کہ انبیاء کی موت کی کیفیت یہ ہے کہ وہ اگر چہ زندہ موجود ہیں لیکن ہم سے ایسے طور پر غائب ہیں کہ ہم ان کو نہیں پا سکتے اور نہ ہم میں سے کوئی ان کو دیکھ سکتا ہے۔ اِلا یہ کہ اللہ تعالیٰ اولیاء میں سے کسی کو کرامتًا ان کے دیدار کے ساتھ مختص کرے۔

۱۰۳۴...... ولا تدافع بین رؤیته موسی یصلی فی قبره وبین رؤیته فی السماء لان للانبیاء مراتع ومسارح یتصرفون فیما شاءوا ثم یرجعون، او لان ارواحهم بعد فراق الابدان فی الرفیق الاعلی ولها اشراق علی البدن وتعلق به فیتمکنون من التصرف والتقرب بحیث یرد السلام علی المسلم وبهذا التعلق رآه یصلی فی قبره ورآه فی السماء ورای الانبیاء فی بیت المقدس وفی السماء کما ان نبینا بالرفیق الاعلی وبدنه فی قبره یرد السلام علی من یسلم علیه. ولم یفهم هذا من قال رؤیته یصلی فی قبره منامیة او تمثیل او اخبار عن وحی لا رؤیة عین. فکلها تکلفات بعیدة (ایضا) آپ ﷺ نے جو موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا اور آسمان میں بھی دیکھا تو ان دونوں باتوں میں کوئی ٹکراؤ نہیں۔ کیونکہ انبیاء کی کئی سیر گاہیں ہیں اور کئی باغات ہیں وہ جس میں چاہتے ہیں (باذن الٰہی) تصرف کرتے ہیں پھر وہ جائے قرار کی طرف لوٹ آتے ہیں، اس لئے کہ ان کی ارواح بدنوں سے جدا ہونے کے بعد اعلیٰ علیین میں ہیں لیکن روح اور بدن کے تعلق کی وجہ سے ان کا پرتو اور عکس پڑتا ہے ابدان پر اور اسی تعلق کی وجہ سے وہ تصرف کرنے اور عبادات کے ذریعے اللہ کے قرب میں ترقی کی قدرت رکھتے ہیں اور اسی تعلق کی وجہ سے انبیاء کرام علیہم السلام سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دیتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا پھر ان کو چھٹے آسمان میں دیکھا۔ اسی طرح دوسرے انبیاء علیہم السلام کو بیت المقدس میں دیکھا اور آسمانوں میں بھی دیکھا تو یہ سب کچھ اسی روح وبدن کے تعلق کی وجہ سے ہوا۔ جیسا کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کی روح مبارک اعلیٰ علیین میں ہے اور بدن مبارک قبر شریف میں ہے اور روح وبدن کے تعلق کی وجہ سے آپ ﷺ سلام کرنے والوں کے سلام کا جواب عنایت فرماتے ہیں اور جن لوگوں نے اس بات کو نہیں سمجھا انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کا موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھنا خواب تھا یا تمثیل تھی یا وحی کے ذریعے آپ ﷺ کو خبر دی گئی، آپ نے آنکھ سے نہیں دیکھا، یہ سب تکلفات حقیقت اور عقل سے دور ہیں۔

۱۰۳۵...... جعلوا من ادلة حیاته علی الدوام وان روحه لا تفارقه ابدًا قوله ﷺ ما من احد یسلم علی الا رد الله علی روحی حتی ارد علیه السلام رواه ابو داود بهذا اللفظ لاستحالة خلو الوجود کله من احد یسلم علیه عادة. ویاتی ان شاء الله تعالیٰ بسط هذا الحدیث فی المقصد العاشر

(ایضاً ج ۷ ص ۴۰۷) وفات کے بعد آپ ﷺ کی دائمی حیات پر اور اس بات پر کہ آپ کی روح مبارک آپ سے کبھی بھی جدا نہیں ہوتی۔ دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جب کوئی مسلمان مجھ پر سلام کرے گا تو اللہ تعالیٰ میری روح کو متوجہ کر دے گا۔ حتیٰ کہ میں سلام کا جواب دوں گا اور چونکہ عادۃً یہ محال ہے کہ کوئی لحہ سلام سے خالی ہو، جب ہر لحہ سلام و جواب ہو رہا ہے تو یہ تبھی ہو سکتا ہے کہ حیات دائمی ہو۔ پس سلام و جواب کا دوام، دوام حیات کی دلیل ہے۔

۱۰۳۶...... یجوز ان لروحه اتصالاً بجسده فی الارض ولذلك تمكن من الصلاة فیها وروحه مستقر فی السماء (ایضاً ج ۸ ص ۱۵۲) یہ جائز ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی روح کا زمین میں مدفون جسد کے ساتھ اتصال ہو۔ اسی وجہ سے آپ زمین میں نماز پڑھنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ حالانکہ آپ کی روح آسمان میں قرار پذیر ہے۔

۱۰۳۷...... امام سخاوی رحمہ اللہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں: انّ الرد من الانبیاء رد حقیقی بالروح والجسد بجملته ولا كذلك الرد من غیر الانبیاء والشهداء فلیس بحقیقی، وانما هو بواسطة اتصال الروح بالجسد، لانّ بینه وبینها اتصالاً یحصل بواسطته التمكّن من الرد مع كون ارواحهم لیست فی اجسادهم وسواء الجمعة وغیرها علی الاصح، لكن لا مانع انّ الاتصال فی الجمعة والیومین المكتنفین به اقوی من الاتصال فی غیرها من الایام (ایضاً ج ۱۲ ص ۲۰۳) سلام کا جواب لوٹانا رد حقیقی ہے یعنی روح اور جسد کے مجموعہ کے ساتھ ہے۔ (مجموعہ سے مراد یہ ہے کہ روح جسد میں داخل ہو) اور انبیاء وشہداء کے علاوہ سلام کا جواب حقیقی نہیں کیونکہ ان کی ارواح اجساد میں نہیں بلکہ روح کے جسد کے ساتھ اتصال کے واسطہ سے ہے کیونکہ بدن اور روح کے درمیان ایسا اتصال ہے کہ جس کی وجہ سے سلام کے جواب دینے کی قدرت پیدا ہو جاتی ہے اور اس میں جمعہ اور غیر جمعہ برابر ہیں، لیکن اس میں کوئی مانع نہیں کہ جمعہ اور جمعہ کے متصل دو دن یعنی جمعرات اور ہفتہ، ان میں اتصال دوسرے دنوں کے مقابلے میں زیادہ قوی ہوتا ہے۔

۱۰۳۸...... اِنَّ الْاَنْبِیَاءَ اَفْضَلُ مِنَ الشُّهَدَاءِ وَالشُّهَدَاءُ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ فَكَذٰلِكَ الْاَنْبِیَاءُ فَلَا یَبْعُدُ اَنْ یُصَلُّوا وَیَحُجُّوا وَیَتَقَرَّبُوا اِلَی اللّٰهِ بِمَا اسْتَطَاعُوا مَا دَامَتِ الدُّنْیَا وَهِیَ دَارُ التَّكْلِیفِ بَاقِیَةٌ (شرح الزرقانی علی الموطا ج ۴ ص ۴۴۶) انبیاء شہداء سے افضل ہیں اور شہداء اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں تو انبیاء بطریق اولیٰ زندہ ہیں اور جب انبیاء زندہ ہیں تو کوئی بعید نہیں کہ وہ نمازیں پڑھیں حج کریں اور یہ بھی بعید نہیں کہ جب تک دنیا (جو دار التکلیف ہے) باقی ہے تو انبیاء جس قدر طاقت رکھتے ہیں اللہ کا قرب حاصل کرنے میں ترقی کرتے رہیں۔

ابن غانم مالکی رحمہ اللہ (احمد بن غانم بن سالم، ازہری۔ م ۱۱۲۶ھ)

۱۰۳۹...... اِنَّ الْمُتَّصِفَ بِالْحَیَاةِ اَجْسَادُ الشُّهَدَاءِ وَاَنَّ حیاتَهُمْ حَقِیقِیَّةٌ كما هو ظَاهِرُ الْاٰیَةِ الشَّرِیفَةِ وَعَلَیْهِ الْجُمْهُورُ الخ بے شک حیات کے ساتھ جو متصف ہیں وہ شہداء کے اجساد (عنصریہ) ہیں اور ان کی حیات حقیقی ہے جیسا کہ شہداء والی آیت شریفہ کا ظاہر یہی ہے اور جمہور کا مذہب بھی یہی ہے، لیکن ان کی حیات دنیا والی حیات کی مثل نہیں۔ (جس میں آدمی خورد ونوش اور لباس کا محتاج ہوتا ہے اور وہ حیات محسوس ہے جب کہ موت کے بعد والی حیات مخفی ہے) کیونکہ بعض علماء نے کہا اس بات پر اجماع ہے کہ ان کے اجساد میں دنیا والی حیات لوٹ کر نہیں آتی۔ فَالْحَاصِلُ اَنَّ تِلْكَ الْحَیَاةَ لَا تَمْنَعُ اِطْلَاقَ اسْمِ الْمَیِّتِ عَلَیْهِ بَلْ حَیَاةٌ غَیْرُ مَعْقُولَةٍ لِلْبَشَرِ خلاصہ

یہ ہے کہ قبر کی زندگی ایسی ہے جو صاحب قبر پر میت کا لفظ بولنے میں مانع نہیں۔ بلکہ ایسی حیات ہے جس کو آدمی عقل سے نہیں سمجھ سکتا اور عقل سے بالاتر ہے۔ (الفواکہ الدوانی علی رسالۃ ابن ابی زید القیروانی ج ۱ ص ۹۵)

۱۰۴۰...... (وَاِنَّ الْمُؤْمِنِينَ يُفْتَنُونَ فِي قُبُورِهِمْ وَيُسْأَلُونَ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا) (ایضاً ج ۱ ص ۹۶) قبروں میں مؤمنین کا امتحان کیا جاتا ہے اور ان سے سوال کیا جاتا ہے جس پر دلیل قرآن کریم کی یہ آیت ہے: یثبت اللہ الذین آمنوا الخ۔

۱۰۴۱...... قَالَ اَبُو مَنْصُورِ الْبَغْدَادِيُّ قَالَ الْمُتَكَلِّمُونَ الْمُحَقِّقُونَ مِنْ اَصْحَابِنَا اَنَّ نَبِيَّنَا ﷺ حَيٌّ بَعْدَ وَفَاتِهِ وَاَنَّهُ يُسَرُّ بِطَاعَةِ اُمَّتِهِ وَاَنَّ الْاَنْبِيَاءَ لَا يَبْلَوْنَ مَعَ اَنَّا نَعْتَقِدُ ثُبُوتَ الْاِدْرَاكَاتِ كَالْعِلْمِ وَالسَّمَاعِ لِسَائِرِ الْمَوْتٰى وَنَقْطَعُ بِعَوْدِ حَيَاةٍ لِكُلِّ مَيِّتٍ فِي قَبْرِهِ وَبِنَعِيمِ الْقَبْرِ وَعَذَابِهِ وَهُمَا مِنَ الْاَعْرَاضِ الْمَشْرُوطَةِ بِالْحَيَاةِ لٰكِنْ مِنْ غَيْرِ تَوَقُّفٍ عَلَى بِنْيَةٍ وَاَمَّا اَدِلَّةُ الْحَيَاةِ فِي الْاَنْبِيَاءِ فَمُقْتَضَاهَا اَنَّهَا مَعَ الْبِنْيَةِ فَقَدْ قَالَ الْعَلَّامَةُ الرَّمْلِيُّ الْاَنْبِيَاءُ وَالشُّهَدَاءُ وَالْعُلَمَاءُ لَا يَبْلَوْنَ وَالْاَنْبِيَاءُ وَالشُّهَدَاءُ يَاْكُلُونَ فِي قُبُورِهِمْ وَيَشْرَبُونَ وَيُصَلُّونَ وَيَصُومُونَ وَيَحُجُّونَ (ایضاً) ابومنصور بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں کہ متکلمین محققین نے کہا ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ وفات کے بعد زندہ ہیں اور اپنی امت کی طاعت کی وجہ سے خوش ہوتے ہیں اور بے شک انبیاء بوسیدہ نہیں ہوتے، اس کے ساتھ ہم عقیدہ رکھتے ہیں کہ تمام مردوں کے لئے شعور وادراک ثابت ہے جیسے علم اور سمع اور ہم قبر میں ہر میت کی حیات کے لوٹنے پر یقین رکھتے ہیں، کیونکہ قبر کی راحت اور قبر کا عذاب یہ دونوں اعراض ہیں جن کے موجود ہونے کی شرط یہ ہے کہ معذب یا منعم میں حیات ہو اور یہ حیات ڈھانچے پر موقوف نہیں، لیکن انبیاء کی حیات کے دلائل کا تقاضا یہ ہے کہ انبیاء کی حیات اجساد عنصریہ کے ساتھ ہے (بِنْیہ جساد عنصریہ کے ڈھانچے کو کہا جاتا ہے) اور علامہ رملی کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں کہ انبیاء شہداء اور علماء کے اجساد بوسیدہ نہیں ہوتے اور انبیاء وشہداء اپنی قبروں میں (عالم برزخ کے مناسب) کھاتے ہیں پیتے ہیں نمازیں پڑھتے ہیں روزے رکھتے ہیں اور حج کرتے ہیں۔

۱۰۴۲...... وَالتَّنْعِيمُ وَالتَّعْذِيبُ اِمَّا لِلْجَسَدِ كُلِّهِ اَوْ لِجُزْئِهِ بَعْدَ اِعَادَةِ الرُّوحِ فِيهِ عَلٰى مَذْهَبِ الْجُمْهُورِ (ایضاً) جمہور کا مذہب یہ ہے کہ روح کے جسد میں لوٹانے کے بعد ثواب وعذاب پورے جسم کو ہوتا ہے یا اس کے جزء کو ہوتا ہے۔

۱۰۴۳...... قَالَ الْعُلَمَاءُ عَذَابُ الْقَبْرِ وَهُوَ عَذَابُ الْبَرْزَخِ اُضِيفَ اِلَى الْقَبْرِ لِاَنَّهُ الْغَالِبُ...وَمَحَلُّهُ الرُّوحُ وَالْبَدَنُ جَمِيعًا بِاتِّفَاقِ اَهْلِ السُّنَّةِ وَكَذَا الْقَوْلُ فِي النَّعِيمِ (ایضاً) مؤلف لکھتے ہیں کہ علماء نے کہا ہے کہ قبر کا عذاب یہی برزخ کا عذاب ہے قبر کی طرف اضافت اس لئے ہے کہ اکثر مردوں کو زمینی قبر نصیب ہو جاتی ہے...... اور اس ثواب وعذاب کا محل روح اور بدن دونوں ہیں اور اس پر اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے۔

۱۰۴۴...... وَيُمْكِنُ الْجَوَابُ عَنِ الْمُصَنِّفِ بِاَنَّهُ اِنَّمَا اَسْنَدَ النَّعِيمَ وَالْعَذَابَ لِلْاَرْوَاحِ لِمَا تَقَرَّرَ مِنْ اَنَّهَا مُتَّصِلَةٌ بِالْاَجْسَادِ فَيَلْزَمُ مِنْ تَعْذِيبِ اَوْ تَنْعِيمِ الْاَرْوَاحِ تَنْعِيمُ اَوْ تَعْذِيبُ الْاَجْسَادِ فَلَمْ يَخْرُجِ الْمُصَنِّفُ عَنْ كَلَامِ اَهْلِ السُّنَّةِ (ایضاً) مصنف (ابن ابی زید قیروانی) نے ثواب وعذاب کی نسبت ارواح کی طرف کی ہے جو بظاہر اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے خلاف ہے تو شارح اس کا جواب یوں دیتے ہیں کہ چونکہ ارواح اجساد کے ساتھ متصل ہیں اس لئے ارواح کے ثواب وعذاب کو لازم ہے اجساد کا ثواب وعذاب۔ لہٰذا

مصنف اہل سنت والجماعت کے عقیدہ سے خارج نہیں ہوئے۔

فائدہ: اہل سنت والجماعت کی جن کتابوں یا جن عبارتوں میں حیات یا ثواب وعذاب کی روح کی طرف نسبت ہو تو وہاں پر یہ مراد نہیں کہ روح کا بدن کے ساتھ کوئی تعلق نہیں اور صرف اکیلی روح زندہ ہے اور اکیلی روح کو ثواب وعذاب ہوتا ہے، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ حیات اصالۃً روح میں ہے اور ثواب وعذاب بھی اصالۃً روح کو ہوتا ہے اور چونکہ روح کا بدن عنصری کے ساتھ اتصال وتعلق ہوتا ہے جس پر اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے اس لئے تبعاً بدن عنصری میں حیات پیدا ہو جاتی ہے اور اس کو بھی تبعاً ثواب وعذاب ہوتا ہے۔

۱۰۴۵...... مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ ضَغْطَتُهُ وَهِيَ الْتِقَاءُ حَافَّتَيْهِ عَلَى الْمَيِّتِ لَا يَنْجُو مِنْهَا صَالِحٌ وَلَا طَالِحٌ وَلَوْ نَجَا مِنْهَا غَيْرُ الْاَنْبِيَاءِ لَنَجَا سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ الَّذِي اهْتَزَّ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ لِمَوْتِهِ وَحَضَرَ جِنَازَتَهُ سَبْعُونَ اَلْفًا مِنْ اَعْيَانِ الْمَلَائِكَةِ (ایضا) قبر میں عذاب مختلف قسم کا ہوتا ہے۔ مثلاً عذاب قبر کی ایک قسم ہے ضغطہ اور ضغطہ کا معنی ہے قبر کے دونوں کناروں کا میت پر مل جانا، یعنی قبر کا میت کو دبانا (اور میت کا اطلاق بدن عنصری پر ہوتا ہے، روح پر یا بدن مثالی پر نہیں ہوتا جس سے واضح ہوا کہ یہ دبانے والا اور پسلیوں کے ادھر ادھر گھس جانے والا عذاب روح اور بدن عنصری کو ہوتا ہے) اور نہ اس سے فرمانبردار آدمی نجات پاتا ہے اور نہ نافرمان اور اگر اس سے انبیاء کے علاوہ کوئی نجات پاتا تو سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نجات پاتے جن کی موت کی وجہ سے رحمٰن کا عرش بھی خوشی سے جھوم اٹھا (کہ پاکیزہ روح اوپر آرہی ہے) اور ان کے جنازے میں ستر ہزار فرشتے حاضر ہوئے۔ لیکن فرق یہ ہے کہ نیک کو دبانا اظہار محبت کے لئے ہوگا اور کافر اور بدکار کو دبانا عذاب کے لئے ہوگا۔ اسی طرح قبر کی نعمتیں بھی مختلف قسم کی ہیں، قبر کی نعمتوں میں سے ہے قبر کا وسیع کرنا اور قبر کو قندیلوں سے روشن کرنا اور جنت کی طرف دروازہ کھولنا اور قبر کو نعمتوں سے بھر دینا اور اس کو جنت کا باغ بنا دینا، مؤلف فرماتے ہیں: وَكُلُّ هٰذَا مَحْمُوْلٌ عَلٰى حَقِيْقَتِهِ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ علماء کے نزدیک یہ سب کچھ حقیقت پر محمول ہے اور قبر کی نعمتیں اس امت کے ساتھ مختص نہیں نیز مکلفین کے ساتھ بھی مختص نہیں بلکہ جو مجنون ہیں ان کو بھی قبر میں یہ نعمتیں نصیب ہوتی ہیں۔ (قبر میں پہنچنے کے بعد وہ مجنون نہیں رہتا)

۱۰۴۶...... وَمَقَرُّ اَرْوَاحِ غَيْرِهِمَا الْبَرْزَخُ وَالْمُرَادُ بِهِ هُنَا الْحَاجِزُ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُ زَمَانٌ وَحَالٌ وَمَكَانٌ الخ انبیاء اور شہداء کے علاوہ دوسری اموات کی ارواح کے لئے جائے قرار برزخ ہے اور یہاں پر برزخ سے مراد ہے وہ چیز جو دنیا اور آخرت کے درمیان حائل ہے اور برزخ کی تین قسمیں ہیں زمان، حال اور مکان۔ (۱) برزخ کا زمانہ موت سے لے کر قیامت تک ہے۔ (۲، ۳) اہل سعادت کی ارواح کے لئے برزخی عمدہ حالت اور مکان قبر سے لے کر علیین تک ہے اور اہل شقاوت کی ارواح کے لئے عذاب کی حالت اور مکان قبر سے لے کر سجین تک ہے اور ان میں سے ہر ایک کی روح کا اس کے جسد کے ساتھ اتصال معنوی ہے تا کہ ارواح کو وہ ثواب وعذاب حاصل ہو سکے جو ان کے لئے لکھ دیا گیا ہے: وَيَدُلُّ عَلَى الْاِتِّصَالِ مَا وَرَدَ اَنَّ مَنْ سَلَّمَ عَلٰى قَبْرِ شَخْصٍ كَانَ يَعْرِفُهُ فِي الدُّنْيَا فَاِنَّهُ يَعْرِفُهُ وَيَرُدُّ عَلَيْهِ السَّلَامَ وَهُوَ فِي قَبْرِهِ اور روح وجسد کے اتصال پر دلیل مندرجہ بالا حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص ایسے آدمی کی قبر پر سلام کرے جو اس کو دنیا میں پہچانتا تھا تو قبر میں بھی اس کو پہچان لیتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے۔ (ایضا ج ۱ ص ۹۷)

۱۰۴۷...... جن عقائد پر ایمان لانا ضروری ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ مؤمنین کا ان کی قبروں میں امتحان کیا

جاتا ہے، ان سے منکر ونکیر دوفرشتے سوال کرتے ہیں، ان میں سے ہر ایک کے پاس لوہے کا ایسا گرز ہوتا ہے کہ اگر وہ پہاڑ پر مارا جائے تو پہاڑ بھی پگھل جائے، قبروں سے اٹھنے سے پہلے برزخ میں بوقت سوال مؤمنین کی ثابت قدمی کی وجہ سے ان کی عزت وعظمت کا اظہار ہوتا ہے اور منافقین کی پردہ دری اور ذلت ورسوائی ہوتی ہے، اس پر اللہ تعالیٰ کے اس قول سے استدلال کیا جاتا ہے: یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت الخ اس آیت میں فی الحیاۃ الدنیا سے مراد وقت موت اور فی الآخرۃ سے مراد قبر میں منکر ونکیر کے سوال کا وقت ہے اور قول ثابت سے کلمہ طیبہ مراد ہے، کیونکہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے۔ پس مؤمن سے جب اس کے عقائد کے متعلق قبر میں سوال ہوتا ہے تو بغیر پس وپیش کئے فوراً جواب دیتا ہے یہی ثابت قدمی ہے۔ حدیث میں مدفون سے قبر میں سوال کرنے کا جو ذکر کیا گیا ہے اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ غیر مدفون سے سوال نہیں ہوتا بلکہ ہر میت سے سوال ہوتا ہے، خواہ وہ مدفون ہو یا غیر مدفون۔ البتہ وہ شخصیات اس سے مستثنیٰ ہیں جن سے سوال نہ کرنے کی حدیث میں صراحت ہے۔ (ایضاً)

۱۰۴۸...... والحاصل انه يجب بالشرع اعتقاد ان الموتى تسأل في قبورها لكن بعد ان تحيا برد الروح الى جميع البدن الخ خلاصہ یہ ہے کہ از روئے شریعت اس بات پر عقیدہ رکھنا واجب ہے کہ قبور میں مُردوں سے سوال کیا جاتا ہے اور سوال کرنے سے پہلے ان کے پورے بدن میں (راجح قول یہی ہے) یا بعض بدن میں روح کو لوٹا کر ان کو زندہ کیا جاتا ہے اور ان میں اتنی عقل اور اتنا علم پیدا کر دیا جاتا ہے جس پر بات کا سمجھنا اور جواب دینا موقوف ہوتا ہے، اس کے بعد سوال وجواب ہوتا ہے اور قبر میں یہ حیات دنیا کی محسوس تکلیفی حیات کی طرح نہیں ہوتی اور اس پر دلیل صحیح بخاری کی حدیث ہے جو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک جب بندے کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور میت سے سوال کرتے ہیں۔ ایک اور حدیث میں ہے تینوں عقیدوں کے متعلق سوال ہوتا ہے۔ من ربك؟ ما دينك؟ ما كنت تقول في هذا الرجل الذي بعث فيكم؟ شیخ الشیوخ لقانی کے حوالہ سے مؤلف لکھتے ہیں: حق یہ ہے کہ جس کا خاتمہ سعادت مندی والا ہوتا ہے منکر نکیر کے جواب کی اسی کو توفیق نصیب ہوتی ہے۔ (ایضاً ج۱ ص۹۸)

۱۰۴۹...... مَنْ اَنْكَرَ فِتْنَةَ الْقَبْرِ وَسُؤَالَ الْمَلَكَيْنِ مُبْتَدِعٌ وَيُؤَدَّبُ فَاِنْ اَصَرَّ عَلَى اِنْكَارِهٖ لَا يَجُوْزُ قَتْلُهٗ وَيُضْرَبُ اَدَبًا كَمَا فَعَلَهٗ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِبَعْضِ النَّاسِ (ایضاً ج۱ ص۹۹) جو آدمی قبر میں عذاب کا اور منکر نکیر کے سوال کا انکار کرتا ہے وہ بدعتی ہے اس کو تادیب کی جائے۔ (یعنی مناسب سزا دی جائے) اس کے باوجود اگر وہ انکار پر مصر ہو تو اسے قتل کرنا جائز نہیں۔ البتہ اس کو راہ راست پر لانے کے لئے مارا جائے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بعض لوگوں کے ساتھ ایسا ہی کیا تھا۔

مفسر حقی حنفی رحمۃ اللہ (اسماعیل حقی بن مصطفی، استنبولی، خلوتی۔ م ۱۱۲۷ھ)

۱۰۵۰...... قال الامام السيوطي رحمه الله الاحاديث والآثار تدل على ان الزائر متى جاء علم به المزور وسمع كلامه وانس به ورد عليه الخ علامہ سیوطی رحمہ اللہ کے حوالہ سے مؤلف لکھتے ہیں: احادیث اور آثار سے یہ بات ثابت ہے کہ زائر جب قبر کے پاس آتا ہے تو صاحب قبر اس کی آمد کو جان لیتا ہے، اس کی کلام کو سنتا

ہے اور اس کے ساتھ اُنس پکڑتا ہے اور اس پر سلام کا جواب لوٹاتا ہے اور یہ حکم شہداء وغیر شہداء میں برابر ہے اور صحیح قول یہ ہے کہ اس کے لئے کوئی وقت بھی متعین نہیں، دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کے لئے یہ طریقہ جاری کیا ہے کہ وہ اہل قبور پر وہی سلام کریں جو سننے سمجھنے والوں کو مخاطب بنا کر سلام کیا جاتا ہے۔ یعنی السلام علیکم یا اهل القبور (روح البیان ج ۲ ص ۲۵۴)

۱۰۵۱...... قال ارباب الحقیقة للروح اتصال بالبدن بحیث یصلی فی قبرہ ویرد علی المسلم علیہ وهو فی الرفیق الاعلی ومقرہ فی علیین ولا تنافی بین الامرین الخ ارباب حقیقت (یعنی اہل اللہ) کا عقیدہ یہ ہے کہ روح کا میت کے بدن کے ساتھ ایسا اتصال ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ قبر میں نماز پڑھتی ہے اور سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دیتی ہے حالانکہ روح علیین میں ہوتی ہے اور ان دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں کہ روح علیین میں ہو اور اس کا تعلق واتصال قبر میں مدفون بدن کے ساتھ ہو۔ کیونکہ ارواح کی شان وحالت ابدان کی شان وحالت سے مختلف ہے، بدن جب ایک مکان کو مشغول کرلے تو وہ اس مکان کے علاوہ دوسرے مکان میں نہیں ہوسکتا اور بعض نے روح وبدن کے تعلق کو سمجھانے کے لئے مثال دی کہ سورج آسمان میں ہے اور اس کی شعاع زمین میں ہے۔ اسی طرح روح محمدی ﷺ اعلیٰ علیین میں ہے اور اس کا اتصال وتعلق آپ کے بدن مبارک کے ساتھ ہے اور وہ کبھی بھی قبر سے جدا نہیں ہوتی۔ اسی لئے جب کوئی آپ ﷺ پر سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کی روح مبارک کو متوجہ کردیتا ہے اور آپ سلام کا جواب دیتے ہیں۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ: انّ النبی حی علی الدوام فی البرزخ الدنیوی نبی کریم ﷺ دائمی حیات کے ساتھ زندہ ہیں برزخ دنیاوی میں (کیونکہ جب تک قیامت قائم ہونے سے پہلے دنیا قائم ہے تو موت کے بعد جو برزخ ہے یہ برزخ من وجہ دنیاوی ہے) کیونکہ عادۃً محال ہے کہ رات دن کی کوئی گھڑی آپ پر سلام کرنے والے آدمی سے خالی ہو تو آپ اللہ کی قدرت کے ساتھ ہر سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دیتے ہیں اور جب سلام وجواب ہر گھڑی ہوتے ہیں تو آپ بھی دائمی حیات کے ساتھ زندہ ہیں۔ (ایضاً)

۱۰۵۲...... قالوا السلام مخصوص بالحی والنبی علیہ السلام میت واجیب بأن المؤمن لا یموت حقیقة وان فارق روحه جسده فالنبی علیہ السلام مصون بدنه الشریف من التفسخ والانحلال حی بالحیاة البرزخیة الخ

سوال: سلام زندہ کے ساتھ مختص ہے جب کہ نبی ﷺ میت ہیں؟

جواب: مؤمن کی روح اگرچہ اس کے جسد سے جدا ہوجاتی ہے تاہم وہ پورے طور پر مردہ نہیں ہوتا (بلکہ بقدر ضرورت اس میں حیات ہوتی ہے) پس نبی کریم ﷺ کا بدن شریف پھولنے پھٹنے سے محفوظ ہے اور آپ حیات برزخیہ کے ساتھ زندہ ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ مرفوع حدیث ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں جو زمین میں چلتے پھرتے رہتے ہیں جب میرا کوئی امتی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو وہ فرشتے ان کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جو مسلمان بھی مجھ پر سلام کہے گا تو اللہ تعالیٰ میری روح کو میری طرف متوجہ کردے گا اور میں سلام کا جواب دوں گا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ قبر شریف میں یعنی برزخ دنیاوی میں دائمی حیات کے ساتھ زندہ ہیں۔ (روح البیان ج ۷ ص ۲۲۱)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے قبر شریف کے اندر جسد عنصری میں جو حیات عطاء کی ہے وہی حیات برزخی ہے۔

۱۰۵۳...... ثم یحییکم للسوال فی القبور فیحیی حتی یسمع خفق نعالھم الخ پھر اللہ تمہیں زندہ کرتا ہے قبروں میں سوال کے لئے۔ پس قبر میں میت کو زندہ کیا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ لوٹنے والوں کی جوتیوں کی آواز سنتی ہے اور اس سے سوال کیا جاتا ہے: من ربك، من نبیك، ما دینك اور ثم کا معنی ہے تعقیب علی سبیل التراخی (یعنی ایک چیز کا دوسری چیز کے پیچھے آنا وقفہ کے ساتھ) لفظ ثم اس پر دلالت کرتا ہے کہ ثم یحییکم میں اس حیات کا بیان ہے کہ رجوع الی اللہ جس کا ذکر ثم الیہ ترجعون میں ہے وہ اس حیات کے بعد ہے اور دونوں کے درمیان میں وقفہ اور فاصلہ ہے اور وہ حیات قبر ہے کیونکہ میت کو قبر میں زندہ کیا جاتا ہے پھر وہ قبر میں راحت یا تکلیف میں رہتا ہے اور قیامت قائم ہونے کے بعد رجوع الیٰ اللہ ہوگا اور اگر یحییکم سے حیات بعث یعنی قیامت والے دن کی حیات مراد ہو تو اس حیات اور رجوع الیٰ اللہ میں وقفہ اور فاصلہ نہیں رہتا۔ لہٰذا یہ قرینہ ہے کہ یحییکم سے مراد حیات قبر ہے۔ نیز مفسر لکھتے ہیں: ودلت الآیۃ علی اثبات عذاب القبر وراحۃ القبر یہ آیت قبر کے عذاب وراحت کے اثبات پر دلالت کرتی ہے۔ (روح البیان ج ۱ ص ۹۲)

۱۰۵۴...... إِنَّ رَبَّهُمْ ای المبعوثین کنی عنھم بعد الاحیاء الثانی بضمیر العقلاء بعد ما عبر عنھم قبل ذلك بما بناء علی تفاوتھم فی الحالین فحین کانوا فی القبور کانوا کجمادات بلا عقل ولا علم وان کان لھم نوع حیاۃ فیھا بخلاف وقت الحشر (ج ۱۰ ص ۴۹۹)

سوال: سورہ عادیات کے اندر ما فی القبور میں لفظ ما استعمال ہوا ہے جو غیر ذوی العقول کے لئے استعمال ہوتا ہے اور ان ربھم بھم میں ضمیر جمع مذکر ہے جو ذوی العقول کے لئے استعمال ہوتی ہے، اس فرق کی کیا وجہ ہے؟

جواب: مفسر اسماعیل حقی اس کا جواب دیتے ہیں کہ قبور میں مردے جمادات کی طرح ہیں جن میں علم وعقل نہیں ہوتا۔ اگرچہ مُردوں میں ایک قسم کی حیات ہوتی ہے، جب کہ قیامت کے دن ان میں عقل اور علم وشعور کامل ہوگا اس لئے ان کے لئے ذوی العقول کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔

فائدہ: قبر اور حشر کے احوال کا تقابل کیا گیا ہے اور حشر میں عقل اور علم وشعور کامل کا اثبات ہے تو قبر میں جو نفی ہے وہ کامل علم وشعور کی نفی ہے لیکن بقدر احساس وادراک کی نفی نہیں۔

شیخ عبد العزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۳۲ھ)

۱۰۵۵...... لان الروح اذا زال عنھا حجاب الذات عادت الی المیت حالتھا الاولی (الابریز من کلام سیدی عبد العزیز ج ۱ ص ۲۹۱) (موت کے وقت روح اور جسد کے درمیان ایک حجاب پیدا ہو جاتا ہے) اور جب روح سے ذات کا حجاب دور ہو جاتا ہے تو وہ میت کی طرف اس کی پہلی لوٹ آتی ہے۔ (یعنی روح کے تعلق کی وجہ سے جسم میں بقدر ضرورت حیات پیدا ہو جاتی ہے)

عبد القادر شیبانی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (عبد القادر بن عمر بن عبد القادر، تغلبی۔ م ۱۱۳۵ھ)

۱۰۵۶...... ویجب الایمان بتعذیب الموتی فی قبورھم (نیل المارب بشرح دلیل الطالب ج ۱ ص ۲۳۷) قبور

میں مُردوں کے عذاب پر ایمان لانا واجب ہے۔

۱۰۵۷...... ویسنُّ لزائرِ المیتِ فعلُ ما یخفّفُ عن المیت ولو بجعل جریدۃٍ رطبۃٍ فی القبر (ایضا) زائر کے لئے مناسب ہے کہ وہ قبر کے پاس ایسا عمل کرے جو میت سے عذاب میں تخفیف کا ذریعہ بن جائے۔ اگرچہ کھجور کی تر چھڑی رکھنے کے ساتھ ہو۔

فائدہ: تر چھڑی وغیرہ قبر پر رکھنا اگرچہ مباح ہے لیکن فی زمانہ اہل علم نے اس کے ترک کو راجح قرار دیا ہے تاہم اس سے اتنی بات ثابت ہو جاتی ہے کہ اسی ارضی قبر میں حیات اور ثواب وعذاب ہوتا ہے۔

ملا الیاس کُورَانِی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (الیاس بن ابراہیم بن داود۔م ۱۱۳۸ھ)

۱۰۵۸...... قوله عذاب القبر المراد بالقبر مقر الميت سواء كان قبرا او جوف الانسان او جوف السباع الخ عذاب قبر میں قبر سے مراد ہے میت کی جائے قرار خواہ مدفون ہو یا غیر مدفون ہو یعنی انسانوں یا درندوں کے پیٹ میں ہو اور عذاب قبر اس لئے کہا جاتا ہے کہ اکثر مردوں کو دفن کیا جاتا ہے، بعض نے کہا ہے کہ قبر سے مراد ہے: مابین الموت والبعث یعنی موت اور قیامت کا درمیان خواہ میت جہاں بھی ہو اور جس حالت میں ہو اس کو ثواب وعذاب ہوتا ہے اور اگر یہ عموم پیدا نہ کیا جائے تو لازم آتا ہے کہ جس کو دفن نہ کیا جائے اس کو نہ عذاب ہو نہ اس سے سوال ہو۔ (حاشیۃ الکورانی علی شرح العقائد للتفتازانی ص ۲۸۱)

ف: اس سے معلوم ہوا کہ عذاب وثواب بدن عنصری کے اجزاء کو ہوتا ہے، اسی لئے قبر کے مفہوم میں عموم پیدا کر کے غیر مدفون مردوں کو بھی شامل کیا گیا ہے اور اگر ثواب وعذاب فقط روح کو ہو تو قبر کے مفہوم میں عموم پیدا کر کے مدفون اور غیر مدفون کو شامل کرنا بے فائدہ ہے۔ کیونکہ اگر عذاب صرف روح کو ہونا ہے تو جسم مدفون ہو یا غیر مدفون اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

۱۰۵۹...... قوله والماكول فی بطون الحيوانات ای يعذب واما ما يتوهم من ان تعذيب الماكول فی بطن الآكل يستلزم اما احساس الاكل به مع انه لا يحس به او تعذيبه مع انه قد لا يكون مكلفا فممنوع لان الدودة فی الجوف وفی خلال البدن تتألم وتتلذذ فلا شعور لنا بذلك (ایضا) جس میت کو حیوانات کھالیں (اور اللہ اس کو عذاب دینا چاہے) تو اس کو حیوانات کے پیٹ میں عذاب دیا جاتا ہے اور اس عذاب سے کھانے والے کو نہ تکلیف ہوتی ہے نہ احساس۔ جیسا کہ پیٹ میں یا بدن کے درمیان میں کیڑا ہوتا ہے جو تکلیف یا لذت محسوس کرتا ہے لیکن ہمیں اس کی تکلیف یا لذت کا احساس وشعور نہیں ہوتا۔ (آج کل بدن کا ایک حصہ سن کر کے اس پر نشتر چلاتا ہے آدمی کو درد کا احساس نہیں ہوتا لیکن اس بدن کے دوسرے حصہ پر وہی نشتر چلادیں تو چیخیں نکل جائیں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت اس سے بھی وسیع ہے)

ابوالحسن سندھی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (نورالدین محمد بن عبدالہادی۔م ۱۱۳۸ھ)

۱۰۶۰...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بوقت سلام رد روح والی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو مسلمان مجھ پر سلام کرے گا میں اس کے سلام کا جواب دوں گا کیونکہ اللہ تعالیٰ سلام کرنے والے کے سلام سے پہلے مجھ پر میری روح کو لوٹا چکا ہوگا،

میں زندہ ہو چکا ہوں گا اور سلام کا جواب دوں گا۔ وظهر ان الحديث لا يخالف ما ثبت من حياة الانبياء علیہم السلام اصلا یہ بات ظاہر ہوگئی کہ یہ حدیث حیات انبیاء علیہم السلام کے عقیدہ کے بالکل خلاف نہیں۔

(فتح الودود شرح ابی داود ج ۲ ص ۴۴۹)

۱۰۶۱...... حدیث میں ہے: فنبی الله حی یرزق۔ نبی اللہ میں دو احتمال ہیں اگر اس میں اضافت استغراق کے لئے ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے تمام نبی زندہ ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اضافت عہد خارجی کے لئے ہو اور اس سے خاص نبی یعنی رسول اللہ ﷺ مراد ہوں۔ مؤلف فرماتے ہیں: والمراد نفسه وهو الظاهر اس سے خود نبی کریم ﷺ مراد ہیں اور یہی احتمال قوی ہے: ثُمَّ هٰذَا لَا يَنْبَغِي اَنْ يُشَكَّ فِيهِ فَقَدْ جَاءَ مِثْلُهُ فِي حَقِّ الشُّهَدَاءِ فَكَيْفَ الْاَنْبِيَاءُ وَقَدْ جَاءَ فِي حَيَاةِ الْاَنْبِيَاءِ اَحَادِيثُ مِنْ جُمْلَتِهَا اَنَّهُ ﷺ رَاٰى مُوسٰى يُصَلِّي فِي قَبْرِهٖ وَغَيْرُ ذٰلِكَ پھر مناسب یہ ہے کہ اس عقیدہ میں کوئی شک نہ کیا جائے کیونکہ اس جیسی دلیل شہداء کے حق میں موجود ہے اور جب شہداء زندہ ہیں تو انبیاء کیوں زندہ نہ ہوں گے۔ خصوصاً جب کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات کے بارہ میں احادیث موجود ہیں منجملہ ان حدیثوں کے ایک حدیث یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ (حاشیۃ السندی علی سنن ابن ماجہ ج ا ص ۵۰۰)

خلیلی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (ابن شرف الدین، محمد بن محمد، قادری۔ م ۱۱۴۷ھ)

۱۰۶۲...... انه حی فی قبره الشریف فیتأدب معه ﷺ مع خشوع وخضوع وادب (فتاوی الخلیلی ج ا ص ۱۰۸)

بے شک نبی کریم ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں۔ لہٰذا قبر کی زیارت کرنے والا آپ ﷺ کے ادب کو ملحوظ رکھے، خشوع وخضوع اور ادب کے ساتھ حاضر ہو۔

عثمان بن سعید کَمَاخِی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۱ھ)

۱۰۶۳...... ارواح المؤمنین فی علیین وارواح الکافرین فی سجین، وللروح بالبدن اتصال بحیث یصح ان یخاطب ویسلم علیها ویسأل ویعرض مقعدها وغیر ذلك الخ مؤمنین کی ارواح علیین میں ہیں اور کفار کی ارواح سجین میں ہیں اور روح کا بدن کے ساتھ ایسا اتصال ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے روح وبدن کے مجموعہ کو مخاطب بنایا جاتا ہے۔ اس پر سلام کیا جاتا ہے، اس سے قبر میں سوال کیا جاتا ہے اور اس پر جنت ودوزخ کا ٹھکانہ پیش کیا جاتا ہے۔ حالانکہ روح اپنی جائے قرار علیین وسجین میں ہوتی ہے۔ روح کا جسم پر قیاس کرنا کہ جیسے جسم ایک مکان میں ہو تو وہ اس وقت میں دوسرے مکان میں نہیں ہوسکتا۔ روح بھی اسی طرح ہے: هذا غلط محض یہ قیاس بالکل غلط ہے، روح کا ایک جگہ میں ہونا دوسری جگہ کے ساتھ اتصال وتعلق میں مانع نہیں ہوتا، جیسے معراج کی رات نبی کریم ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا پھر ان کو چھٹے آسمان میں بھی دیکھا۔ پس آسمان میں روح مثالی بدن میں تھی لیکن اس کا بدن عنصری کے ساتھ بھی تعلق واتصال تھا اور اسی تعلق کی وجہ سے آپ قبر میں بدن عنصری کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے۔ روح رفیق اعلیٰ میں یعنی اعلیٰ علیین میں ہے اور قبر کے پاس سلام کرنے والے کو سلام کا جواب بھی دیتی ہے اور روح اعلیٰ علیین میں ہو اور تعلق واتصال قبر میں مدفون جسم کے ساتھ بھی ہو ان

دونوں میں کوئی تضاد وٹکراؤ نہیں۔ کیونکہ ارواح کی شان ابدان کی شان سے مختلف ہے اور بعض نے اس کی مثال یہ دی ہے کہ جیسے سورج آسمان میں ہے اور اس کی شعاع زمین میں ہے ایسے ہی روحِ محمدی اعلیٰ علیین میں ہے اور بدن مبارک قبر شریف میں ہے اور قبر سے جدا نہیں ہوتا، لیکن قبر کے پاس درود وسلام پڑھنے والوں کو روح جواب بھی دیتی ہے۔ یہ بات یاد رکھئے کہ امور برزخ اور امور آخرت کا طریقہ دنیا کے مانوس ومعروف طریقہ سے مختلف ہے اس لئے امور برزخ کو امورِ دنیا پر قیاس کرنا درست نہیں۔ (المہانی کشف اسرار الموطاج ۲ ص ۱۲۳)

۱۰۶۴...... لیس للارواح سعیدھا وشقیھا مقر واحد وکلھا علی اختلاف محالھا وتباین مقارھالھا اتصال باجسادھا البرزخیة فی قبورھا الخ سعید ارواح اور شقی ارواح کی جائے قرار ایک نہیں، سعید ارواح کی جائے قرار علیین ہے اور شقی ارواح کی جائے قرار سجین ہے، لیکن علیین وسجین میں ہونے کے باوجود قبروں میں مدفون اجساد عنصریہ برزخیہ کے ساتھ بھی اتصال وتعلق ہوتا ہے، پھر جب کسی میت کو ایک قبر سے دوسری قبر کی طرف منتقل کیا جائے تو مذکورہ روح وبدن کا اتصال قائم رہتا ہے یعنی روح کا تعلق قبر والی جگہ کے ساتھ نہیں ہوتا بلکہ قبر میں مدفون بدن کے ساتھ ہوتا ہے اس لئے بدن دوسری قبر میں منتقل ہوا تو روح کا اتصال بھی وہاں قائم ہے۔ اسی طرح جب اجزائے عنصریہ (زائدہ) منتشر ہو جائیں تو اجزائے اصلیہ برزخیہ منتشر نہیں ہوتے جو ہر ڈھانچہ میں ہوتے ہیں۔ پس وہ کامل ہیں جو جسد برزخی میں موجود ہیں، ڈھانچہ کے محسوس اجزاء عنصریہ زائدہ کے بکھرنے کے ساتھ اجزاء صلیہ سے تیار شدہ جسم کے اجزائے اصلیہ محلل نہیں ہوتے۔ (ایضاً)

فائدہ: دنیا والے اجساد عنصریہ کو موت کے بعد اجساد برزخیہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ عالم برزخ کی طرف منتقل ہو گئے ہیں جب یہی اجسام عالم دنیا میں تھے تو ان کو اجسام دنیویہ کہا جاتا تھا اب وہی اجسام جب عالم برزخ کی طرف منتقل ہو گئے تو ان کو اجساد برزخیہ کہہ دیا جاتا ہے۔ پس اجساد برزخیہ کہنے سے اجساد عنصریہ کی نفی نہیں ہوتی۔

ابو عذبہ (حسن بن عبدالمحسن، متکلم۔ المتوفی بعد ۱۱۷۲ھ)

۱۰۶۵...... قال ابو حنیفة انه رسول الآن حقیقة وقالت الکرامیة لا (الروضة البھیة فیما بین الاشاعرة والماتریدیة ص ۱۳) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ وفات کے بعد اب بھی حقیقتاً رسول ہیں لیکن کرامیہ کہتے ہیں کہ آپ اب حقیقتاً رسول نہیں ہیں۔

فائدہ: جب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک آپ وفات کے بعد بھی رسول ہیں تو نبوت ورسالت موقوف ہے کامل علم وعقل پر اور کامل علم وعقل موقوف ہے کامل حیات پر۔ پس کامل حیات ہوگی تو کامل علم وعقل ہوگا اور جب کامل علم وعقل ہوگا تو نبوت ورسالت ثابت ہوگی اور اگر کامل حیات نہ ہو تو کامل علم وعقل نہیں ہوگا اور جب کامل علم وعقل نہیں تو نبوت ورسالت بھی ثابت نہ ہوگی تو کامل حیات کے انکار کا نتیجہ نبوت ورسالت کا انکار ہے۔ اس لئے جب رسول اللہ ﷺ اب بھی رسول ہیں اور قیامت تک ہیں تو آپ کے لئے قیامت تک حیات کا عقیدہ رکھنا ایسے ہی ضروری ہے جیسے عقیدہ رسالت ضروری ہے۔

۱۰۶۶...... نبی کریم ﷺ اپنی موت کے بعد بھی اپنی رسالت ونبوت پر حقیقةً باقی ہیں جیسا کہ موت کے بعد مؤمن کے لئے وصف ایمان باقی رہتا ہے۔ وذالك الوصف باق بالروح والجسد معا لان الجسد لاتاکله

الارض اور یہ وصف نبوت ورسالت روح وجسد دونوں کے لئے باقی ہے کیونکہ جسد کو زمین نہیں کھاتی۔ (ایضاً ص ۱۵)

۱۰۶۷...... انہ ﷺ حی فی قبرہ رسولا الی الابد حقیقۃ لا مجازا (ایضا) نبی کریم ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ اور تا ابد رسول ہیں اور رسول بھی حقیقۃً ہیں مجازاً نہیں۔

مُسنِد الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۶ھ)

۱۰۶۸...... وقد صور الإمام الغزالي في عذاب القبر تلك المقامات الثلاث حين قال: أمثال هذه الأخبار لها ظواهر صحيحة وأسرار خفية، ولكنها عند أرباب البصائر واضحة. فمن لم ينكشف له حقائقها فلا ينبغي أن ينكر ظواهرها، بل أقل درجات الإيمان التسليم والتصديق (فإن قلت) فنحن نشاهد الكافر في قبره مدة ونراقبه ولا نشاهد شيئا من ذلك فما وجه التصديق على خلاف المشاهدة (فاعلم) أن لك ثلاث مقامات في التصديق بأمثال هذا الخ

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے عذاب قبر کے بارے میں تین صورتیں بیان فرمائی ہیں، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عذاب قبر کی احادیث کا ظاہر صحیح ہے اور ان کا باطن مخفی ہے لیکن اہل بصیرت کے نزدیک وہ مخفی اسرار بھی واضح ہیں۔ پس جس پر اُن کی حقیقتیں منکشف نہ ہوں تو وہ ان کے ظاہر کا انکار نہ کرے بلکہ ایمان کا اقل درجہ ہے دل سے تسلیم کرنا اور تصدیق کرنا اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ ہم کافر کو قبر میں ایک مدت تک دیکھتے ہیں اور اس کی نگہبانی کرتے ہیں اور ہم عذاب کی کوئی رمق نہیں دیکھتے تو خلاف مشاہدہ کی تصدیق کیسے کی جائے؟ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان جیسے امور کی تصدیق کرنے کے بارے میں تین طریقے ہیں۔ (۱) یہی پہلا طریقہ زیادہ قوی، زیادہ درست اور سلامتی والا ہے، وہ یہ کہ اس بات کی تصدیق کی جائے کہ سانپ بچھو وغیرہ قبر میں موجود ہیں اور میت کو ڈستے ہیں لیکن ہم اس کا مشاہدہ نہیں کر سکتے، کیونکہ یہ دنیا والی آنکھ عالم بالا کے امور کے مشاہدہ کی صلاحیت نہیں رکھتی اور ہر وہ چیز جس کا تعلق آخرت کے ساتھ ہے وہ عالم بالا سے ہے۔ (یعنی عالم برزخ کے امور امور آخرت کے قبیل سے ہیں) کیا آپ یہ نہیں دیکھتے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم جبریل علیہ السلام کے نزول پر کیسے ایمان لاتے تھے۔ حالانکہ وہ اس کا مشاہدہ نہیں کرتے تھے اور اس بات وہ ایمان رکھتے تھے کہ نبی کریم ﷺ جبریل کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ پس اگر اس پر آپ ایمان نہیں رکھتے تو ایمان بالملائکہ اور ایمان بالوحی کی بنیاد کو صحیح کرنا آپ کے لئے زیادہ اہم ہے اور اگر آپ اس پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کو جائز قرار دیتے ہیں کہ نبی علیہ السلام اُس چیز کا مشاہدہ کریں جس کا امت مشاہدہ نہیں کرتی تو میت کے بارے میں یہ کیوں جائز نہیں؟ (پس نبی علیہ السلام بعض مرتبہ میت کی حالت کا مشاہدہ کرتے تھے لیکن دوسرے لوگ مشاہدہ نہیں کرتے تھے) اور جیسا کہ فرشتہ آدمیوں کے اور حیوانات کے مشابہ نہیں (کہ وہ عالم بالا کی مخلوق ہے) تو اسی طرح سانپ اور بچھو جو قبر میں ڈستے ہیں وہ بھی ہمارے اس جہان کے سانپ بچھو کی جنس سے نہیں بلکہ وہ ایک دوسری جنس ہے جن کا ادراک دوسرے حواس کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ (باقی دو طریقے اصل کتاب میں ملاحظہ کریں) (حجۃ اللہ البالغۃ ج ۱ ص ۵۵)

فائدہ: اگر عذاب صرف روح کو ہو اور بدن عنصری کو نہ ہو تو اس سوال جواب کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ اس انداز سے سوال اٹھا کر یہ جواب دینا کہ ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک چیز موجود ہو اور ہم اس کا مشاہدہ نہ کر سکیں تو اس کا مطلب

یہ ہے کہ قبر میں سانپ بچھو وغیرہ ہیں جو بدن عنصری کو کاٹتے ہیں لیکن ہم مشاہدہ نہیں کر سکتے۔ اس کے مطابق عذاب قبر کی احادیث اپنے ظاہر پر محمول ہیں۔

۱۰۶۹...... فلا یکون الموت انفکاکا لنفوسهم عن البدن بالکلیة بل تنفك تدبیرا ولا تنفك وهما موت سے کلی طور پر بدن سے روح کی جدائی نہیں ہوتی بلکہ روح کے بدن سے جدا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ روح بدن میں تدبیر و تصرف کرنے سے جدا ہوتی ہے، بدن کی طرف لگاؤ اور توجہ کے اعتبار سے جدا نہیں ہوتی۔

(حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۱۲)

فائدہ: یہ وہی بات ہے جو دوسرے حضرات کہتے ہیں کہ روح کا بدن عنصری کے ساتھ اشراقی یا اشراقی تعلق باقی رہتا ہے۔

۱۰۷۰...... ویؤمروا بالتعذیب او التنعیم فیراهم المبتلی عیانا وان کان اهل الدنیا لا یرونهم عیانا (حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۱۳) اور فرشتوں کو حکم دیا جاتا ہے کہ وہ میت کو عذاب یا ثواب دیں۔ پس اُن فرشتوں کو عذاب میں مبتلاء شخص آنکھوں سے دیکھتا ہے لیکن اہل دنیا اُن کو آنکھوں سے نہیں دیکھتے۔

فائدہ: اس عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ اسی ارضی قبر میں میت کے بدن عنصری کو ثواب یا عذاب ہوتا ہے اور مبتلاء بہ فرشتوں کو بھی دیکھتا ہے، لیکن اہل دنیا نہ فرشتوں کو دیکھتے ہیں نہ ثواب و عذاب کو دیکھتے ہیں۔ اہل دنیا کے دیکھنے یا نہ دیکھنے کا تعلق اسی بدن عنصری کے ساتھ ہے روح یا بدن مثالی کے ساتھ نہیں۔

۱۰۷۱...... (شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان فیوض الحرمین سے نقل کیا ہے) شاہ صاحب نے فرمایا کہ میں جب بھی مواجہہ شریف میں مزار اقدس پر حاضر ہوا روح پُرفتوح علیہ السلام کو عظیم الشان تموج میں پایا اور میں نے مشاہدہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ وسلام پڑھنے والے زائرین کی طرف خصوصی طور پر توجہ فرماتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں اور اسی طرح ان لوگوں کی طرف خصوصی طور پر توجہ ہوتی ہے جو کہ آپ کی مدح کرتے ہیں اور آپ ان سے خوش ہوتے ہیں۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ج ۱ ص ۲۲۸ تا ۲۳۰)

فائدہ: مواجہہ شریف یعنی قبر مبارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد عنصری ہے اور صلوۃ وسلام پڑھنے والوں کی طرف توجہ اور ان پر خوشی یہ آثار و ثمرات حیات ہیں اور اگر جسم مبارک میں حیات نہ ہو اور روح کا قبر کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہو تو قبر سے ان توجہات کا صدور اور سلام کے جواب کا حصول کیسے ہوسکتا ہے؟

۱۰۷۲...... قوله علیه السلام مامن احد یسلم علی الارد الله علی روحی فارد علیه السلام وقد شاهدت ذالك مالا احصی فی مجاورتی المدینة سنة ۱۱۴۴ھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو بھی مجھ پر سلام کرے گا اللہ تعالیٰ میری روح کو متوجہ کردے گا، پس میں سلام کا جواب دوں گا۔ (شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) میں نے سن ۱۱۴۴ھ میں مدینہ میں قیام کے دوران اس کا اتنی مرتبہ مشاہدہ کیا جس کو میں شمار نہیں کر سکتا۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۲۰۴)

ابوسعید خادمی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن محمد بن مصطفی۔ م ۱۱۷۶ھ)

۱۰۷۳...... (وَعَذَابُ الْقَبْرِ) التَّخْصِيصُ بِالْقَبْرِ اِمَّا عَلَى الْغَالِبِ اَوْ يُرَادُ مِنَ الْقَبْرِ مُطْلَقُ الْبَرْزَخِ وَاِلَّا فَالْغَرِيقُ فِي الْمَاءِ وَالْمَصْلُوبُ وَالْمُحَرَّقُ اِلٰى اَنْ كَانَ رَمَادًا وَالْمَاكُولُ لِلْحَيَوَانِ وَنَحْوِهَا

مُعَذَّبٌ اِنْ اَرَادَهُ اللهُ تَعَالٰی (بریقۃ محمودیہ ج۱ ص ۱۷۴) عذاب قبر میں قبر کی تخصیص یا اس وجہ سے ہے کہ اکثر مُردوں کو دفن کیا جاتا ہے پس اگر وہ عذاب کے مستحق ہوں تو ان کو قبر میں عذاب ہوتا ہے یا قبر سے مراد برزخ ہے اور میت جہاں بھی ہو وہ برزخ میں ہے تو وہی اس کی قبر ہے اس کو وہیں عذاب قبر ہوتا ہے۔ یہ وضاحت اس لئے کی گئی ہے کہ بعض لوگ پانی میں غرق ہو جاتے ہیں، کسی کو سولی پر لٹکا دیا جاتا ہے، کسی کو جلا کر راکھ بنا دیا جاتا ہے، کسی کو حیوان کھا لیتے ہیں۔ اگر یہ عذاب کے مستحق ہوں اور ارادہ الٰہی بھی ان کو عذاب دینے کا ہو تو ان کو بھی عذاب دیا جاتا ہے لیکن عذابِ قبر کے لفظ سے وہم ہوتا ہے کہ شاید جن کو قبر میں دفن نہیں کیا جاتا ان کو عذاب قبر نہیں ہوتا۔ حالانکہ ان کو بھی عذاب قبر ہوتا ہے پس اس وضاحت سے یہ وہم دور ہو گیا۔

۱۰۷۴...... اَلْاَصَحُّ مَحَلُّ الْعَذَابِ الرُّوحُ وَالْبَدَنُ جَمِيعًا بِاتِّفَاقِ اَهْلِ السُّنَّةِ وَكَذَا فِي النَّعِيمِ (ایضا) صحیح ترین مذہب یہ ہے کہ قبر کے عذاب وثواب کا محل روح اور بدن عنصری دونوں ہیں، اس پر اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے۔

۱۰۷۵...... وَبِالْجُمْلَةِ فَالَّذِي ثَبَتَ فِي الدِّينِ هُوَ اَنَّ لِلْمَيِّتِ فِي الْقَبْرِ نَوْعَ حَيَاةٍ قَدْرَ مَا يَتَاَلَّمُ وَيَتَلَذَّذُ وَهَلْ ذٰلِكَ بِاِعَادَةِ الرُّوحِ اِلَيْهِ اَوْ بِالْحَالَةِ الَّتِي يُسَمّٰى زَوَالُهَا مَوْتًا. فِيهِ تَرَدُّدٌ (ایضا) خلاصہ یہ کہ دین میں جو چیز ثابت ہے وہ یہ ہے کہ قبر کے اندر میت میں اتنی حیات پیدا کر دی جاتی ہے جس کے ساتھ وہ درد اور لذت کا ادراک واحساس کر سکے۔ البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ میت میں حیات پیدا ہوتی ہے اس کے بدن میں روح کو داخل کرنے کے ساتھ؟ یا روح بدن سے جدا رہتی ہے اور موت اسی مفارقت روح کا نام ہے اس کو باقی رکھتے ہوئے بدن میں حیات پیدا ہوتی ہے؟ (یعنی روح کے بدن سے خارج ہونے کے باوجود بوجہ تعلق واتصال بدن میں حیات پیدا ہو جاتی ہے)

۱۰۷۶...... وَقَالَ فِي بَحْرِ الْكَلَامِ الْعَذَابُ لِلرُّوحِ وَالْجَسَدِ للكافرين (ایضا) مؤلف فرماتے ہیں بحر الکلام میں ہے کہ قبر میں سب کافروں کے روح وجسد دونوں کو عذاب ہوتا ہے۔

۱۰۷۷...... وَالدَّلِيلُ عَلٰى ثُبُوتِ الْعَذَابِ وَكَذَا التَّنْعِيمُ آيَاتٌ وَاَحَادِيثُ مُتَوَاتِرَةٌ مَعْنًى وَبِالْجُمْلَةِ ثُبُوتُ ذٰلِكَ بِاِجْمَاعِ اَهْلِ السُّنَّةِ (ایضا) قبر کے ثواب وعذاب پر دلیل آیات اور احادیث ہیں جو معنًی متواتر ہیں۔ اسی طرح قبر کے ثواب وعذاب کے ثبوت پر اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماع ہے۔

۱۰۷۸...... ثُمَّ اِنَّهُ هَلْ يَكْفُرُ جَاحِدُ عَذَابِ الْقَبْرِ؛ فِي بَعْضِ الْفَتَاوٰى كَالتَّتَارْ خَانِيَّةِ يَكْفُرُ وَفِي بَعْضِهَا كَالصَّيْرَفِيَّةِ لَا يَكْفُرُ وَهُوَ مُشْكِلٌ مَعَ دَعْوٰى تَوَاتُرِ اَحَادِيثِهَا كَمَا سَبَقَ الْاِشَارَةُ اِلَيْهِ. قَالَ الدَّوَانِيُّ الْاَحَادِيثُ الصِّحَاحُ هُنَا بَالِغَةٌ اِلٰى حَدِّ التَّوَاتُرِ الْمَعْنَوِيِّ وَكَذَا فِي شَرْحِ الْعَقَائِدِ لِلسَّعْدِ وَقَدْ سَمِعْتَ الْاِجْمَاعَ اَيْضًا (ایضا) کیا عذاب قبر کا منکر کافر ہے یا نہیں؟ بعض فتاویٰ جیسے تتار خانیہ میں لکھا ہے کہ وہ کافر ہے اور بعض میں جیسے فتاویٰ صیرفیہ میں لکھا ہے کہ کافر نہیں ہے، لیکن عذاب قبر کی احادیث کو متواتر قرار دینے کے بعد عدم کفر والی بات مشکل ہے، دوانی فرماتے ہیں عذاب قبر کے بارے میں احادیث صحیح ہیں اور تواتر معنوی کی حد تک پہنچی ہوئی ہیں، علامہ سعد الدین تفتازانی کی شرح عقائد میں بھی ایسے ہی ہے اور مؤلف فرماتے ہیں کہ آپ نے اس پر اجماع بھی سن لیا ہے۔

۱۰۷۹...... فَالْعِلْمُ وَالسَّمَاعُ كَسَائِرِ الْإِدْرَاكَاتِ ثَابِتٌ لِجَمِيعِ الْمَوْتٰى يَعْرِفُونَ الزُّوَّارَ وَيَسْمَعُونَ نِدَائَهُمْ وَيَرُدُّونَ سَلَامَهُمْ (بریقہ محمودیہ ج ۱ ص ۱۸۴) تمام اموات کے لئے قبر میں علم اور سماع دوسرے تمام ادراکات کی طرح ثابت ہے، اس لئے اہل قبور زیارت کرنے والوں کو پہچانتے ہیں اور ان کی آواز کو سنتے ہیں اور ان کے سلام کا جواب بھی دیتے ہیں۔

۱۰۸۰...... وَفِي الْبَزَّازِيَّةِ بِكَرَاهَةِ قَطْعِ الشَّجَرِ وَالْحَشِيشِ الرَّطْبَيْنِ لِاَنَّ بِتَسْبِيحِهِمَا يَسْتَأْنِسُ الْمَيِّتُ وَيُرْفَعُ عَذَابُهُ (بریقہ محمودیہ ج ۴ ص ۸۴) بزازیہ میں ہے کہ قبرستان سے سبز درخت اور سبز گھاس کاٹنا مکروہ ہے، کیونکہ ان کی تسبیح کی وجہ سے میت اُنس پکڑتی ہے اور اس سے عذاب اٹھالیا جاتا ہے۔

غیر مقلد عالم امیر صنعانی رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن اسماعیل بن صلاح۔م ۱۱۸۲ھ)

۱۰۸۱...... اقول: الذی وردت به الاخبار حیاة الانبیاء علیہم السلام فی قبورهم (الانصاف فی حقیقۃ الاولیاء وما لہم من الکرامات والالطاف ص ۷۷) میں کہتا ہوں جس چیز پر احادیث وارد ہیں وہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

۱۰۸۲...... وقد حقق ابن القیم انّ للارواح بعد مفارقتها الابدان اتصالٌ بالابدان بسببه یعرف المیت زائره کما ثبتت به الاحادیث فی کلّ مؤمن وبسببه یرد السلام علی من یسلم علیه وهو مع ذلك میت مفارق لروحه (ایضاً) امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں کہ ارواح کے ابدان سے جدا ہونے کے بعد ارواح کا ابدان کے ساتھ اتصال وتعلق ہوتا ہے، اسی تعلق کی وجہ سے میت اپنے زائر کو پہچانتی ہے جیسا کہ ہر مؤمن کے بارے میں اس پر احادیث موجود ہیں اور اسی تعلق کی وجہ سے سلام کرنے والے کو میت سلام کا جواب دیتی ہے، اس کے باوجود وہ میت ہے کیونکہ اس کی روح بدن سے جدا ہے۔

فائدہ: ارواح ابدانِ عنصریہ سے جدا ہوئی ہیں اور قبر کے زائر کو میت روح وجسد کے ساتھ پہچانتی ہے اور سلام کا جواب دیتی ہے اور ظاہر ہے کہ قبر میں جسد عنصری ہے اور روح کا اس کے ساتھ تعلق ہے، قبر میں بدن مثالی نہیں ہوتا اور نہ اکیلی روح قبر میں ہوتی ہے۔

۱۰۸۳...... ان للارواح شاناً آخر تکون فی الرفیق الاعلی فی اعلی علیین ولها اتصال بالبدن الخ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں کہ ابدان کی شان اور ہے، ارواح کی شان اور ہے، ارواح اعلیٰ علیین میں ہیں اور ان کا بدن کے ساتھ اتصال ہے اور اس اتصال کی وجہ سے جب میت پر کوئی سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی روح کو اس کی طرف متوجہ کردیتے ہیں اور وہ سلام کا جواب دیتی ہے۔ حالانکہ وہ روح ملأ اعلیٰ میں ہوتی ہے اور اس مقام میں بہت سے لوگوں نے غلطی کی کہ انہوں نے یہ عقیدہ بنالیا کہ روح اجسام کے حکم میں ہے کہ جیسے اجسام ایک مکان کو مشغول کرلیں تو وہ دوسرے مکان میں اس وقت نہیں جاسکتے۔ جب کہ روح ملأ اعلیٰ میں ہے لیکن اس کا تعلق مدفون بدن کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔ پس روح آسمانوں میں ہے اور اس کو قبر کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے اور قبر کے ساتھ اس کا اتصال ہوتا ہے اور وہ زائر کو پہچانتی ہے، سلام کا جواب دیتی ہے۔ حالانکہ وہ اعلیٰ علیین میں ہوتی ہے، جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک اعلیٰ علیین میں ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو قبر کی طرف متوجہ کردیتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دیتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام قبر میں کھڑے

ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں اور پھر موسیٰ علیہ السلام کو چھٹے یا ساتویں آسمان میں بھی دیکھا یا تو روح کی حرکت اتنی تیز ہے اور اتنا جلدی دوسری جگہ منتقل ہو جاتی ہے جیسے آنکھ کا جھپکنا اور یا اعلیٰ علیین سے قبر کے ساتھ اس کا اتصال ہوتا ہے جیسا کہ سورج کی شعاع اور سورج کی ٹکیہ جو آسمان میں ہے، اس کے ساتھ یہ وہم دور ہو گیا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ انبیاء قبور میں بھی ہوں اور آسمانوں میں بھی ہوں؟ (التنویر شرح الجامع الصغیر ج۱ ص۱۹۸)

فائدہ: قبور میں اور آسمانوں میں ہونے کی صورت یہ ہے کہ روح آسمانوں میں ہوتی ہے لیکن اس کا تعلق قبر میں مدفون بدن کے ساتھ ہوتا ہے، تو اس تعلق کے اعتبار سے من وجہ وہ قبر میں ہے اس لئے وہ قبر کے پاس سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دیتی ہے۔

۱۰۸۴...... وفی هذا الخبر (ان الله تعالیٰ ملکاً اعطاه سمع العباد فلیس من احد یصلی علی الا ابلغنیها) الحثّ علی الصلاة علیه والاعلام بانه حی فی قبره ﷺ - لان فی حدیث الطبرانی وانه قائم علی قبری الی یوم القیامة وهو ظاهر فی انه یسمع کل من فی الآفاق وهو فی محله وانه غیر الملائکة السیاحین (التنویر شرح الجامع الصغیر ج۴ ص۴۳) (حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جس کو اللہ نے بندوں کی آوازیں سننے کی قوت دی ہے۔ پس جو بھی مجھ پر درود پڑھے گا فرشتہ وہ درود مجھ تک پہنچا دے گا، مؤلف فرماتے ہیں کہ) اس حدیث میں آپ ﷺ پر درود پڑھنے کی ترغیب ہے اور یہ بھی بتانا مقصود ہے کہ حضور ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں، کیونکہ طبرانی میں یہی حدیث ہے اور اس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ وہ فرشتہ قیامت تک میری قبر پر کھڑا رہے گا اور یہ حدیث اس بات میں ظاہر ہے کہ وہ فرشتہ اپنی جگہ میں رہتے ہوئے دنیا کے تمام لوگوں کا درود سنے گا اور یہ فرشتہ ان فرشتوں کے علاوہ ہے جو درود پہنچانے کے لئے زمین میں پھرتے رہتے ہیں۔

۱۰۸۵...... قال القرطبی الحدیث بظاهره یدل انه رآه رؤیة حقیقیة فی الیقظة وانه حی فی قبره یصلی الصلاة التی نصلیها وهو حی الخ امام قرطبی کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کے قبر میں نماز پڑھنے والی حدیث کے ظاہر سے معلوم یہی ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو بیداری میں حقیقتاً دیکھا تھا اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں زندہ ہیں اور زندہ ہونے کی حالت میں وہی نماز پڑھتے ہیں جو ہم پڑھتے ہیں اور یہ ممکن ہے، اس میں کوئی مانع نہیں، کیونکہ (قیامت آنے سے پہلے) وہ اب دنیا میں ہیں اور دنیا عبادت کا گھر ہے۔ باقی یہ عبادت مکلف ہونے کے طور پر نہیں بلکہ محض انبیاء علیہم السلام کی تعظیم واکرام کے لئے ہے، کیونکہ دنیا میں ان کو نماز بہت محبوب تھی اسی لئے انہوں نے نماز کا التزام کیا اور اسی جذبے پر وفات پائی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی محبوب عبادت کے ساتھ ان کو شرف بخشا۔ پس ان کی عبادت ملائکہ کی عبادت کی طرح الہامی ہے تکلیفی نہیں۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ آدمی اُسی عمل پر فوت ہوتا ہے جس پر اس نے زندگی گزاری اور قیامت کے دن اسی عمل پر اس کو اٹھایا جائے گا جس پر اس کی وفات ہوئی۔ (التنویر شرح الجامع الصغیر ج۹ ص۵۴۷)

۱۰۸۶...... ان ارواح الانبیاء بعد مفارقة البدن فی الرفیق الاعلی ولها اشراف علی البدن وتعلق به یتمکنون من التصرف والتقرب بحیث ترد السلام علی المسلم وبهذا التعلق رآه یصلی فی قبره ورآه فی السماء وکما ان نبینا فی الرفیق الاعلی وبدنه فی ضریحه یرد السلام علی من سلم علیه (ایضاً) بدنوں سے جدا ہونے کے بعد انبیاء علیہم السلام کی ارواح رفیق اعلیٰ میں ہیں اور ان کا بدن پر پرتو اور عکس ہے

اور بدن کے ساتھ تعلق ہے۔ اسی تعلق کی وجہ سے انبیاء علیہم السلام باذنِ الٰہی تصرف کرنے پر اور عبادات کے ذریعے قرب میں ترقی کرنے پر قدرت رکھتے ہیں اور سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دیتے ہیں اور نبی علیہ السلام نے موسیٰ کو دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام اسی تعلق کی وجہ سے قبر میں نماز پڑھ رہے تھے اور موسیٰ کو آسمان میں بھی دیکھا کیونکہ روح کی جائے قرار آسمانوں میں ہے لیکن اس کا تعلق بدن کے ساتھ تھا، جیسے ہمارے نبی کریم ﷺ کی روح مبارک اعلیٰ علیین میں ہے اور آپ ﷺ کا بدن مبارک آپ کی قبر شریف میں ہے (لیکن روح کا بدن شریف کے ساتھ اتصال و تعلق ہے اس کی وجہ سے) سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔

۱۰۸۷...... (من صلی علیّ عند قبری سمعته) لانه حی فی قبره یسمع ما یقال عنده (ومن صلی علیّ نائیًا) بعیدًا عنی (أبلغتُهٗ) بلغت صلاته وتقدم فی الهمزة ان الله ملائکة سیاحین یبلغونه صلاة من صلی علیه صلی الله علیه وسلم وتقدم حیثما کنتم تصلوا علی فان صلاتکم تبلغنی الا انه دل هذا علی ان الصلاة علیه عنده افضل لان ما سمعه لیس کما یبلغه (التنویر شرح الجامع الصغیر ج۱۰ ص ۲۹۲) حدیث میں ہے جو میری قبر کے پاس درود پڑھے گا میں اس کو سنوں گا۔ مؤلف اس کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور جو آپ ﷺ کے پاس کہا جاتا ہے آپ اس کو سنتے ہیں اور اگر دور سے پڑھا جائے تو فرمایا وہ مجھ تک پہنچایا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ فرشتے ہیں جو زمین میں پھرتے رہتے ہیں اور جو نبی ﷺ پر درود پڑھتا ہے اس کا درود آپ کے پاس پہنچاتے ہیں اور یہ بھی حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا تم جہاں سے بھی مجھ پر درود پڑھو تمہارا درود میرے پاس پہنچتا ہے، لیکن دور نزدیک میں فرق یہ ہے کہ جو قبر کے پاس درود پڑھا جائے یہ افضل ہے کیونکہ جس درود کو نبی ﷺ درود پڑھنے والے کی زبان سے خود سنیں وہ اس درود سے افضل ہے جس کو آپ ﷺ درود پڑھنے والے سے خود نہ سنیں بلکہ فرشتوں کے واسطے سے آپ ﷺ کے پاس پہنچے۔

عریانی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (عثمان بن عبداللہ کلیسی ۔م ۱۱۸۶ھ)

۱۰۸۸...... اعلم ان اهل الحق اتفقوا علی ان الله تعالیٰ یخلق فی المیت نوع حیوة فی القبر قدر ما یتألم ویتلذذ ولکن اختلفوا فی انه هل یعاد الروح الیه والمنقول عن ابی حنیفة رضی اللہ عنہ التوقف الا ان کلامه فی الفقه الاکبر یدل علی اعادة الروح اذ جواب الملکین فعل اختیاری فلا یتصور بدون الروح وقیل یتصور الاتری ان النائم یخرج روحه ویکون متصلا بجسده حتی یتألم فی المنام ویتنعم...وبالجملة فالاحادیث الواردة فیه اکثر من ان یحصی بحیث بلغ القدر المشترك فیما بینها حد التواتر (شرح القصیدة النونیه للعریانی ص ۱۴۰) تو جان لے کہ اہل حق کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ میت میں قبر کے اندر ایک قسم کی اتنی مقدار میں حیات پیدا کرتا ہے جس کے ذریعے میت راحت و تکلیف محسوس کر سکے، لیکن اس میں اختلاف ہے کہ روح میت کی طرف لوٹائی جاتی ہے یا نہیں؟ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے توقف منقول ہے، لیکن فقہ اکبر میں جو ان کا کلام ہے وہ روح کے اعادے پر دلالت کرتا ہے کیونکہ فرشتوں کو جواب دینا اختیاری فعل ہے پس یہ روح کے بغیر نہیں ہو سکتا اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ روح کے بغیر ہو سکتا ہے، جیسے سونے والے کی روح خارج ہوتی ہے لیکن اس کے جسم کے ساتھ متصل ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ وہ نیند میں راحت

و تکلیف محسوس کرتا ہے...... خلاصہ یہ ہے کہ اس (قبر کی حیات اور عذاب وثواب کے) بارے میں وارد ہونے والی احادیث شمار سے زیادہ ہیں اور ان کا قدر مشترک تواتر کی حد کو پہنچا ہوا ہے۔

فائدہ: فقہ اکبر میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے اعادۂ روح کی صراحت اس بات کی دلیل ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا توقف اعادہ روح میں نہیں بلکہ اس میں ہے کہ روح کا اعادہ میت کے تمام اجزاء کی طرف ہوتا ہے یا بعض اجزاء کی طرف، جیسا کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ شرح مشکوۃ میں اس کا یہی مفہوم بیان کیا ہے۔

سفارینی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (ابوالعون محمد بن احمد بن سالم۔ م ۱۱۸۸ھ)

۱۰۸۹...... مَنْ لَمْ يُدْفَنْ مِنْ مَصْلُوْبٍ وَنَحْوِهٖ يَنَالُهٗ نَصِيْبُهٗ مِنْ فِتْنَةِ السُّؤَالِ وَضَغْطَةِ الْقَبْرِ (لوامع الانوار البہیۃ ج ۲ ص ۹) جس کو قبر میں دفن نہ کیا جائے۔ مثلاً سولی پر لٹکا ہوا اور اس جیسا، اس سے بھی قبر کا سوال ہوتا ہے اور اسی طرح قبر کا ضغطہ (دبانا) اس کو بھی پیش آتا ہے۔

فائدہ: اس سے واضح ہوجاتا ہے کہ قبر میں سوال بتعلق روح میت کے جسد عنصری سے ہوتا ہے کیونکہ قبر میں وہی دفن کیا جاتا ہے، سولی پر اسی کو لٹکایا جاتا ہے اور قبر اسی کو دباتی ہے، اکیلی روح یا بدن مثالی کو نہ قبر میں دفن کیا جاتا ہے نہ سولی پر لٹکایا جاتا ہے۔

۱۰۹۰...... قَالَ الْإِمَامُ الْمُحَقِّقُ فِيْ كِتَابِ الرُّوْحِ: مِمَّا يَنْبَغِيْ اَنْ يُعْلَمَ اَنَّ عَذَابَ الْقَبْرِ هُوَ عَذَابُ الْبَرْزَخِ فَكُلُّ مَنْ مَاتَ وَهُوَ مُسْتَحِقٌّ لِلْعَذَابِ يَنَالُهٗ نَصِيْبُهٗ مِنْهُ قُبِرَ اَمْ لَمْ يُقْبَرْ. فَلَوْ اَكَلَتْهُ السِّبَاعُ اَوْ حُرِقَ حَتّٰى صَارَ رَمَادًا اَوْ نُسِفَ فِي الْهَوَاءِ اَوْ غَرِقَ فِي الْبَحْرِ وَصَلَ اِلٰى رُوْحِهٖ وَبَدَنِهٖ مِنَ الْعَذَابِ مَا يَصِلُ مِنَ الْمَقْبُوْرِ (ایضاً) امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں کہ جن عقائد کا جان لینا مناسب ہے ان میں سے ایک عقیدہ یہ ہے کہ عذاب قبر اور وہی عذاب برزخ ہے، یہ ہر اس شخص کو پہنچتا ہے جو فوت ہوگیا اور وہ عذاب کا مستحق ہے خواہ اس کو دفن کیا گیا ہو یا دفن نہ کیا گیا ہو۔ اگر اس کو درندے کھا جائیں یا اس کو جلا دیا جائے۔ حتیٰ کہ راکھ ہوجائے یا اس کو ہوا میں اڑا دیا جائے یا دریا میں غرق ہوجائے تو اس کی روح اور بدن کی طرف وہی عذاب پہنچتا ہے جو مدفون کو پہنچتا ہے۔

۱۰۹۱...... (وَمِنْهَا) اَيِ الْاُمُوْرِ الَّتِيْ يَجِبُ الْاِيْمَانُ بِهَا وَاَنَّهَا حَقٌّ لَا تُرَدُّ (عَذَابُ الْقَبْرِ) (ایضاً ج ۲ ص ۱۲) وہ عقائد جن پر ایمان لانا واجب ہے اور وہ حق ہیں ان کو رد نہیں کیا جاسکتا، ان عقائد میں سے ایک عقیدہ عذاب قبر پر ایمان لانا ہے۔

۱۰۹۲...... قَالَ اَبُو الْقَاسِمِ السَّعْدِيُّ: وَالْفَرْقُ بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْكَافِرِ فِيْ ضَمَّةِ الْقَبْرِ دَوَامُهَا لِلْكَافِرِ وَحُصُوْلُ هٰذِهِ الْحَالَةِ لِلْمُؤْمِنِ فِيْ اَوَّلِ نُزُوْلِهٖ اِلٰى قَبْرِهٖ ثُمَّ يَعُوْدُ الْاِنْفِسَاحُ لَهٗ فِيْهِ. قَالَ وَالْمُرَادُ بِضَغْطَةِ الْقَبْرِ الْتِقَاءُ جَانِبَيْهِ عَلٰى جَسَدِ الْمَيِّتِ (ایضاً ج ۲ ص ۱۶) ابوالقاسم سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں کہ قبر مسلمان اور کافر دونوں کو دباتی ہے، لیکن فرق یہ ہے کہ کافر کو دبانا دائمی ہوتا ہے اور مسلمان کو یہ حالت قبر کے اندر شروع میں پیش آتی ہے پھر اس کے لئے قبر وسیع ہوجاتی ہے اور قبر کے دبانے سے مراد یہ ہے کہ قبر کے دونوں کناروں کا میت کے جسد پر مل جانا (اور یہ ظاہر بات ہے کہ قبر کے اندر جسد عنصری کو دفن کیا گیا ہے اس لئے یہ دبانا

اور اسی طرح قبر کا عذاب وثواب روح اور جسد عنصری دونوں کے لئے ہوتا ہے)

۱۰۹۳...... فَظَوَاهِرُ الْقُبُورِ تُرَابٌ وَبَوَاطِنُهَا حَسَرَاتٌ وَعَذَابٌ (ایضاح ۲ ص ۱۹) قبروں کا ظاہر مٹی ہے اور ان کا باطن ندامتیں اور عذاب ہے۔

۱۰۹۴ بے دین لوگوں نے کہا کہ قبر میں عذاب، قبر کا فراخ اور تنگ ہونا، آگ کا گڑھا ہونا یا جنت کا باغ ہونا، میت کا قبر میں بیٹھنا ممکن نہیں اور نہ ہی ان میں سے کوئی چیز قبر میں نظر آتی۔ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے مؤلف جواب نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تین دار بنائے ہیں، عالم دنیا، عالم برزخ، عالم آخرت اور ہر جہان کے احکام جدا ہیں اور انسان بدن اور روح سے مرکب ہے اور اللہ تعالیٰ نے دنیا میں احکام بدنوں پر رکھے ہیں اور ارواح کو بدنوں کے تابع کیا ہے اسی لئے دنیا میں شریعت کے احکام انسان کی ظاہری حرکات اور اعضاء کی حرکات پر مرتب ہوتے ہیں۔ اسی طرح دنیاوی عقوبات بھی (اصالۃً) ظاہری بدن پر واقع ہوتی ہیں اور تبعاً روح بھی درد محسوس کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے برزخ کے احکام ارواح پر جاری فرمائے ہیں اور بدنوں کو ارواح کے تابع کیا ہے: فَكَمَا تَبِعَتِ الْاَرْوَاحُ الْاَبْدَانَ فِي اَحْكَامِ الدُّنْيَا فَتَاَلَّمَتْ بِاَلَمِهَا وَالْتَذَّتْ بِرَاحَتِهَا وَلَذَّتِهَا وَكَانَتْ هِيَ الْمُبَاشِرَةَ لِاَسْبَابِ النَّعِيمِ وَالْعَذَابِ فَكَذٰلِكَ تَبِعَتِ الْاَبْدَانُ الْاَرْوَاحَ فِي نَعِيمِهَا وَعَذَابِهَا وَكَانَ الْعَذَابُ وَالنَّعِيمُ عَلَى الرُّوحِ بِالْاَصَالَةِ وَالْبَدَنُ تَابِعٌ لِلرُّوحِ فِي ذٰلِكَ عَكْسُ دَارِ الدُّنْيَا پس جیسا کہ عالم دنیا کے احکام میں ارواح بدنوں کے تابع ہیں اسی لئے بدنوں کے درد کی وجہ سے ارواح بھی درد محسوس کرتی ہیں اور بدنوں کی راحت اور لذت کی وجہ سے ارواح بھی تبعاً لذت حاصل کرتی ہیں اور اس میں حکمت یہ ہے کہ دنیا میں ثواب وعذاب کے اسباب کا ارتکاب ابدان کرتے ہیں اور ارواح ان کے تابع ہوتی ہیں اور عالم برزخ میں ابدان ثواب وعذاب میں روح کے تابع ہیں، عذاب وثواب اصالۃً روح پر واقع ہوتا ہے اور بدن اس میں روح کے تابع ہے۔ پس جب قیامت کا دن ہوگا تو ثواب وعذاب کا حکم ارواح اور اجساد دونوں پر اصالۃً ہوگا۔ (ایضاح ۲ ص ۲۰)

فائدہ: چونکہ برزخ کا عذاب وثواب اصالۃً روح پر ہوتا ہے اور روح چونکہ نظر نہیں آتی اس لئے عذاب وثواب بھی نظر نہیں آتا اور بدن پر عذاب وثواب اصالۃً نہیں ہوتا بلکہ تبعاً ہوتا ہے۔ اس لئے بدن پر بھی عذاب وثواب عام طور پر نظر نہیں آتا۔

۱۰۹۵...... اَلْحَقُّ عِنْدَ اَهْلِ السُّنَّةِ اَنَّ عَذَابَ الْقَبْرِ عَلَى النَّفْسِ وَالْبَدَنِ (ایضاح ۲ ص ۲۴) اس پر اہلسنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ قبر کا عذاب روح اور بدن دونوں کو ہوتا ہے۔ (اس کی تائید میں مؤلف نے) شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا قول نقل کیا ہے: اَلْعَذَابُ وَالنَّعِيمُ عَلَى النَّفْسِ وَالْبَدَنِ جَمِيعًا بِاتِّفَاقِ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ تُنَعَّمُ النَّفْسُ وَتُعَذَّبُ مُنْفَرِدَةً عَنِ الْبَدَنِ وَتُنَعَّمُ وَتُعَذَّبُ مُتَّصِلَةً بِالْبَدَنِ وَالْبَدَنُ مُتَّصِلٌ بِهَا. فَيَكُونُ النَّعِيمُ وَالْعَذَابُ عَلَيْهِمَا فِي هٰذِهِ الْحَالِ مُجْتَمِعَيْنِ كَمَا يَكُونُ عَلَى الرُّوحِ مُنْفَرِدَةً عَنِ الْبَدَنِ اہل سنت والجماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ قبر میں عذاب وثواب روح اور بدن دونوں کو ہوتا ہے۔ البتہ جب روح بدن سے جدا ہو جائے تو اکیلی روح کو ثواب وعذاب ہوتا ہے اور جب روح وبدن ایک دوسرے کے ساتھ متصل ہوں تو روح وبدن دونوں کو عذاب ہوتا ہے۔

۱۰۹۶...... اعْلَمْ اَنَّ مَذْهَبَ سَلَفِ الْاُمَّةِ وَاَئِمَّتِهَا اَنَّ الْاِنْسَانَ اِذَا مَاتَ يَكُونُ فِي نَعِيمٍ اَوْ عَذَابٍ وَاَنَّ ذٰلِكَ يَحْصُلُ لِرُوحِهٖ وَبَدَنِهٖ الخ جان لیجئے! امت کے سلف اور امت کے ائمہ کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان جب مر جاتا ہے تو وہ ثواب یا عذاب میں ہوتا ہے اور یہ ثواب وعذاب روح اور بدن دونوں کو ہوتا ہے، اور بدن سے جدا ہونے کے بعد روح بلاشبہ (اصالۃً) یا ثواب میں ہوتی ہے یا عذاب میں اور جن اوقات میں روح کا بدن کے ساتھ اتصال ہوتا ہے ان میں روح کے ساتھ بدن بھی ثواب وعذاب میں شریک ہوتا ہے۔ (ایضاح ۲ ص ۲۵)

۱۰۹۷...... اِنَّ عَذَابَ الْقَبْرِ هُوَ عَذَابُ الْبَرْزَخِ فَكُلُّ مَنْ مَاتَ وَهُوَ مُسْتَحِقٌّ لِلْعَذَابِ نَالَهٗ نَصِيبُهٗ مِنْهُ قُبِرَ اَوْ لَمْ يُقْبَرْ (ایضاح ۲ ص ۲۶) قبر کا عذاب وہی برزخ کا عذاب ہے پس جو آدمی بھی مرتا ہے اگر وہ عذاب کا مستحق ہوتا ہے تو اس کو عذاب پہنچتا ہے خواہ وہ مدفون ہو یا غیر مدفون ہو۔

۱۰۹۸...... اِنَّ قَوْلَهٗ ثُمَّ تُعَادُ رُوحُهٗ فِي جَسَدِهٖ لَا يَدُلُّ عَلٰى حَيَاةٍ مُسْتَقِرَّةٍ وَاِنَّمَا يَدُلُّ عَلٰى اِعَادَةٍ لَهَا فِي الْبَدَنِ وَتَعَلُّقٍ بِهٖ. وَالرُّوحُ لَمْ تَزَلْ مُتَعَلِّقَةً بِبَدَنِهَا وَاِنْ بَلِيَ وَتَمَزَّقَ. وَسِرُّ ذٰلِكَ اَنَّ الرُّوحَ لَهَا خَمْسَةُ اَنْوَاعٍ مِنَ التَّعَلُّقِ مُتَغَايِرَةُ الْاَحْكَامِ الخ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے مؤلف لکھتے ہیں: حدیث میں ہے کہ میت کی روح اس کے بدن میں لوٹا دی جاتی ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ روح کو بدن کی طرف لوٹایا جاتا ہے اور روح کا بدن کے ساتھ تعلق ہوتا ہے، لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اعادۂ روح کے بعد دنیا والی حیات کی طرح بدن میں مستقل کامل حیات پیدا ہو جاتی ہے۔ البتہ روح کا بدن کے ساتھ تعلق ہمیشہ رہتا ہے اگرچہ بدن بوسیدہ ہو جائے یا پھٹ جائے (اور بوجہ تعلق اتنی حیات پیدا ہو جاتی ہے جس کے ساتھ وہ راحت وتکلیف کا ادراک کر سکے) اور اس میں حکمت اور راز یہ ہے کہ روح کا بدن کے ساتھ پانچ قسم کا تعلق ہوتا ہے اور ہر تعلق کے احکام دوسرے سے مختلف ہیں۔ (۱) ماں کے پیٹ میں روح کا جنین کے ساتھ تعلق۔ (۲) پیٹ سے پیدا ہونے کے بعد روح کا بدن کے ساتھ تعلق۔ (۳) نیند کی حالت میں روح کا بدن کے ساتھ تعلق کہ اس میں من وجہ مفارقت ہے کہ روح بدن سے جدا ہے اور من وجہ تعلق ہے۔ (۴) روح کا بدن کے ساتھ تعلق برزخ میں۔ اگرچہ اس تعلق میں روح بدن سے جدا ہو جاتی ہے اور بدن سے خالی ہو جاتی ہے لیکن روح کلی طور پر اس طرح جدا نہیں ہو جاتی کہ بدن کی طرف بالکل التفات ہی نہ رہے۔ کیونکہ ایسی احادیث موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وفات کے بعد روح کو بدن کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جب کوئی آدمی میت کو سلام کرتا ہے تو سلام کے وقت بھی روح کو متوجہ کیا جاتا ہے، لیکن وفات کے بعد روح کا بدن کی طرف اعادہ ایک خاص قسم کا اعادہ ہوتا ہے اس سے دنیا جیسی محسوس تکلیفی حیات پیدا نہیں ہوتی اور ایسی محسوس کھلی حیات قیامت سے پہلے پیدا ہو بھی نہیں سکتی۔ (۵) روح وجسد کا تعلق جو قیامت کے دن ہوگا اور یہ سب سے زیادہ قوی اور کامل ترین تعلق ہے کیونکہ اس تعلق کی وجہ سے بدن پر نہ موت آئے گی نہ نیند ہوگی اور نہ یہ بدن فنا ہوگا۔ (ایضاح ۲ ص ۲۸)

۱۰۹۹...... فَالسُّنَّةُ الصَّحِيحَةُ الْمُتَوَاتِرَةُ تُبَيِّنُ اَنَّ الْعَذَابَ عَلَى الرُّوحِ وَالْجَسَدِ مُجْتَمِعَيْنِ وَمُتَفَرِّقَيْنِ (ایضاح ۲ ص ۵۱) سنت صحیحہ متواترہ سے واضح طور پر یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ (اصالۃً) عذاب روح وبدن پر اکٹھا بھی ہوتا ہے اور جدا جدا بھی۔

۱۱۰۰...... فَلَيْسَ لِلْأَرْوَاحِ شَقِيِّهَا وَسَعِيدِهَا مُسْتَقَرٌّ وَاحِدٌ بَلْ رُوحٌ فِي أَعْلَىٰ عِلِّيِّينَ وَرُوحٌ أَرْضِيَّةٌ سِفْلِيَّةٌ لَا تَصْعَدُ مِنَ الْأَرْضِ الخ نیک بخت اور بد بخت ارواح کی جائے قرار ایک نہیں، نیک بخت روحیں علیین میں ہیں اور بد بخت نچلی زمین میں ہیں اس سے اوپر نہیں چڑھ سکتیں...... اور روح کا حال بدن کے حال سے مختلف ہے، روح باوجود اس کے کہ وہ جنت میں ہے وہ آسمان میں بھی ہے اور اس کا قبر کے اردگرد کے ساتھ اور قبر میں مدفون بدن کے ساتھ بھی اتصال وتعلق ہے: وهي اسرع شئي حركةً وانتقالاً وصعودا وهبوطا اور روح باعتبار حرکت وانتقال کے نیز اوپر چڑھنے اور اترنے کے لحاظ سے سب چیزوں سے زیادہ تیز ہے۔ (ایضاً ج ۲ ص ۵۵)

۱۱۰۱...... وتُعادُ رُوحه الى جسده وقد رجّح جماعةٌ ان السؤال والعذاب والثواب اعني النعيم للروح خاصة الخ حدیث میں ہے میت کی روح اس کے جسد کی طرف لوٹائی جاتی ہے۔ ایک جماعت نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ قبر میں سوال، عذاب وثواب فقط روح کو ہوتا ہے، امام ابن عقیل اور ابن جوزی کی بعض تصانیف سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مذہب یہی ہے، ابن عقیل کی دلیل یہ ہے کہ مؤمنین کی ارواح سبز پرندوں کے پوٹوں میں لطف اندوز ہوتی ہیں اور کفار کی ارواح کو سیاہ پرندوں کے پوٹوں میں عذاب ہوتا ہے اور یہ اجساد بوسیدہ ہوجاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ارواح کو ثواب وعذاب دوسرے اجسام میں ہوتا ہے اور یہ ابن عقیل کا محض خیال ہے (اور اس کی دلیل کا جواب دیتے ہوئے مؤلف لکھتے ہیں) وهذا لا حجة فيه لانه لا ينافي اتصال الروح ببدنها احيانا مع بقائه واستحالته یہ کوئی دلیل نہیں، کیونکہ روح کا پرندوں کے پوٹوں میں ہونا اس بات کے منافی نہیں ہے کہ اس کا بدن عنصری کے ساتھ اُحیاناً (بصورت دخول فی البدن) تعلق ہو، خواہ وہ بدن باقی ہو یا بوسیدہ ہوجائے۔ (البحور الزاخرۃ ج ۱ ص ۲۹۲)

فائدہ: جیسے سورج آسمان پر ہے لیکن اس کا بیک وقت دنیا کی کروڑوں اشیاء کے ساتھ ایسا تعلق ہے کہ سورج کے اثرات ان پر مرتب ہوتے ہیں۔ اسی طرح روح بے شک پرندے کے پوٹے میں رہے اور اس کا اپنے بدن عنصری کے ساتھ بھی اتنا اتصال وتعلق رہے جس سے بدن میں اتنی حیات آجائے کہ بدن یا اجزائے بدن راحت وتکلیف کا ادراک کرسکیں اور کبھی اتصال بصورت دخول فی البدن ہو، یہ بھی ممکن ہے اور اللہ کی قدرت میں ہے۔ لہٰذا اس کے انکار کی کوئی وجہ نہیں۔

۱۱۰۲...... والمعروف ان العذاب والنعيم على الارواح والاجساد وان الارواح لها نوع اتّصال بالجسد وبسبب ذلك يتألم الجسد ويتنعم (البحور الزاخرۃ ج ۱ ص ۲۹۵) اہل سنت کا معروف عقیدہ یہ ہے کہ بلاشبہ قبر میں عذاب وثواب ارواح واجساد دونوں کو پہنچتا ہے۔ کیونکہ ارواح کا اجساد کے ساتھ تعلق واتصال ہوتا ہے اس کی وجہ سے (اصالۃً) روح کو اور (تبعاً) بدن کو بھی درد اور لذت پہنچتی ہے۔

عَدَوِی مالکی رحمۃ اللہ علیہ (ابوالحسن علی بن احمد بن مکرم، صَعِیدی۔ م ۱۱۸۹ھ)

۱۱۰۳...... وَيُمْكِنُ الْجَوَابُ عَنِ الْمُصَنِّفِ بِأَنَّهُ إِنَّمَا أَسْنَدَ التَّنْعِيمَ وَالْعَذَابَ لِلرُّوحِ لِمَا تَقَرَّرَ مِنْ أَنَّهَا مُتَّصِلَةٌ بِالْأَجْسَامِ فَيَلْزَمُ مِنْ تَنْعِيمِ أَوْ تَعْذِيبِ الْأَرْوَاحِ تَنْعِيمُ أَوْ تَعْذِيبُ الْأَجْسَادِ (حاشیۃ العدوی علی کفایۃ الطالب الربانی ج ۱ ص ۱۰۴) کفایہ کے مصنف نے عذاب وثواب کی نسبت ارواح کی طرف کی ہے (جو اہل

السنت والجماعت کے عقیدے کے خلاف ہے) مصنف کی طرف سے یہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ مصنف نے روح کی طرف اس لئے نسبت کی ہے کہ یہ پختہ بات ہے کہ ارواح کا اجسام کے ساتھ تعلق واتصال ہوتا ہے۔ لہٰذا جو ثواب وعذاب ارواح کو پہنچتا ہے اس تعلق کی وجہ سے وہی عذاب وثواب تبعاً لازماً اجساد کو بھی پہنچتا ہے۔

۱۱۰۴...... وَاَمَّا مَنْ لَمْ یَنْجُ فَیُعَذَّبُ فِی قَبْرِہٖ فَاِنَّ عَذَابَ الْقَبْرِ لِمَنْ اَرَادَ اللّٰہُ تَعْذِیْبَہٗ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ثَابِتٌ بِالْاَدِلَّۃِ الصَّحِیْحَۃِ (ایضاً) جس نے نجات نہ پائی اور وہ عذاب کا مستحق ہے اس کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا جس مؤمن کو عذاب دینے کا ارادہ ہوتا ہے اس کو قبر میں عذاب ہوتا ہے اور یہ عقیدہ ادلہ صحیحہ کے ساتھ ثابت ہے۔

۱۱۰۵...... قَالَ بَعْضُھُمْ: اِنَّ ظَاھِرَ الْاَحَادِیْثِ یَدُلُّ عَلٰی اَنَّ الْمَقْعَدَ الَّذِیْ یُعْرَضُ عَلَیْہِ مَقْعَدُہٗ حَقِیْقَۃً لَا مِثْلُہٗ وَکَلَامُ الطِّیْبِیِّ یُفِیْدُ اَنَّ الَّذِیْ یُعْرَضُ عَلَیْہِ مِثْلُہٗ وَالَّذِیْ یَنْبَغِی الْمَصِیْرُ اِلَیْہِ الْاَوَّلُ اِذْ لَا مَانِعَ یَمْنَعُہٗ (ایضاً) بعض علماء نے کہا ہے کہ بے شک احادیث کا ظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ میت کا اصلی ٹھکانہ اُس پر پیش کیا جاتا ہے۔ اس کی مثل پیش نہیں کی جاتی اور طیبی رحمۃ اللہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل ٹھکانے کی مثل پیش کی جاتی ہے اور پہلے قول کو اختیار کرنا مناسب ہے، کیونکہ اس میں کوئی مانع نہیں۔

۱۱۰۶...... مصنف نے لکھا ہے کہ ارواح کے حادث ہونے پر اہل سنت کا اجماع ہے اور چونکہ معتزلہ کے نزدیک بھی ارواح حادث ہیں تو اس اجماع میں شامل ہو کر وہ بھی اہل السنۃ ہوئے۔ حالانکہ وہ اہل بدعت ہیں، محشی رحمۃ اللہ اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: لَا یَخْفٰی اَنَّہٗ لَیْسَ الْمُرَادُ بِاَھْلِ السُّنَّۃِ مَا قَابَلَ الْمُعْتَزِلَۃَ لِاَنَّھُمْ یُوَافِقُوْنَا عَلٰی اَنَّ الْاَرْوَاحَ حَادِثَۃٌ فَمُرَادُہٗ ھُنَا بِاَھْلِ السُّنَّۃِ الْاِسْلَامِیُّوْنَ لِاَنَّ الْمُخَالِفَ فِیْ ذٰلِکَ کَافِرٌ اَلَّذِیْنَ ھُمُ الزَّنَادِقَۃُ (ایضاً ج ۱ ص ۱۰۶) خلاصہ یہ ہے کہ اہل السنۃ کا لفظ دو طرح استعمال ہوتا ہے ایک کفار اور زندیقوں کے مقابلہ میں، اس وقت اہل السنۃ سے مراد ہوتے ہیں اہل اسلام۔ دوسرا ان اہل بدعت کے مقابلہ میں جو مسلمان ہیں لیکن بدعتی ہیں۔ یہاں پر اہل السنۃ کا لفظ پہلے معنی میں استعمال ہوا ہے کیونکہ جو ارواح کے حادث ہونے کا انکار کرتے ہیں اور ارواح کو قدیم مانتے ہیں وہ کافر ہیں۔ ان کے مقابلہ میں اہل السنۃ کا لفظ استعمال ہوا ہے اور چونکہ معتزلہ بھی ارواح کو حادث مانتے ہیں ہمارے ساتھ موافقت کرتے ہیں اور ہیں بھی مسلمان۔ اس لئے وہ ان کفار کے مقابلہ میں اس مسئلہ کے اندر اہل السنۃ میں شامل ہوں گے۔ لیکن جب معتزلہ کے مقابلہ میں اہل السنۃ کا لفظ استعمال ہوتا ہے تو بمقابلہ اہل سنت اس کا معنی اہل بدعت ہے کہ معتزلہ اہل بدعت ہیں، جیسے اہل السنۃ کا اتفاق ہے کہ قبر میں عذاب روح وبدن دونوں کو ہوتا ہے جب کہ معتزلہ اس کے منکر ہیں اس لئے وہ اہل السنۃ نہیں اہل بدعت ہیں۔

۱۱۰۷...... ابن حجر رحمۃ اللہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں: لَیْسَ لِلْاَرْوَاحِ سَعِیْدِھَا وَشَقِیِّھَا مُسْتَقَرٌّ وَاحِدٌ وَلِکُلِّھَا عَلٰی اخْتِلَافِ مَحَالِّھَا وَتَبَایُنِ مَقَارِّھَا اِتِّصَالٌ بِاَجْسَادِھَا فِیْ قُبُوْرِھَا لِیَحْصُلَ لَھُمْ مِنَ النَّعِیْمِ اَوِ الْعَذَابِ مَا کُتِبَ لَھُمْ (ایضاً ج ۱ ص ۱۰۷) نیک اور بد روحوں کی جائے قرار ایک نہیں، لیکن ارواح کے اس اختلاف محل اور جائے قرار کے تباین کے باوجود ان کا اپنے اجساد کے ساتھ اتصال وتعلق ہوتا ہے تاکہ اس تعلق کی وجہ سے جو ان کے لئے ثواب وعذاب لکھ دیا گیا ہے وہ ان کو حاصل ہو۔

۱۱۰۸...... اِنَّ الْمَرْءَ اِذَا مَاتَ اُجْلِسَ فِیْ قَبْرِہٖ (ایضاً ج ۱ ص ۱۰۸) جب آدمی مر جاتا ہے تو یقیناً اس کو قبر میں بٹھایا جاتا ہے۔

۱۱۰۹...... مَنْ تَفَرَّقَتْ اَجْزَاؤُہٗ لَا یَبْعُدُ اَنْ یَخْلُقَ اللہُ تَعَالٰی الْحَیَاۃَ فِی الْاَجْزَاءِ اَیْ وَیُعِیدَہٗ کَمَا کَانَ (ایضاً) جس میت کے اجزاء بکھر جائیں تو یہ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان اجزاء میں حیات لوٹا دے یعنی اس میت کو ویسا ہی لوٹا دے جیسا کہ وہ پہلے تھا۔

عبدالرحمن بن عبداللہ خَلْوَتی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۹۲ھ)

۱۱۱۰...... وَیعرف زَائِرہٗ یَوْمَ الْجُمُعَۃ قبل طُلُوعِ الشَّمْس الخ اور میت اپنے زائر کو جمعہ کے دن طلوع شمس سے پہلے (زیادہ) پہچانتی ہے اور مؤلف لکھتے ہیں: غنیۃ الطالبین میں ہے کہ ہر وقت پہچانتی ہے اور اس مذکورہ وقت میں زیادہ پہچانتی ہے اور اگر اس کی قبر کے پاس گناہ ہو تو اس سے تکلیف محسوس کرتی ہے، نیکی ہو تو اس سے اس کو نفع ہوتا ہے اور قبور میں موتی کے عذاب پر ایمان لانا واجب ہے۔ (کشف المخدرات ج ۱ ص ۲۴۱)

۱۱۱۱...... وَسن زِیَارَۃ قبر النَّبِی وزادہ شرفا و کرما. وَسن زِیَارَۃ قَبْرَیْ صَاحِبیہِ رَضِیَ اللہ عَنْہُمَا. فَیَاْتِی قبر النَّبِی فَیَقُول السَّلَام عَلَیْكَ یَارَسُول اللہ. کَانَ ابْن عمر رضی اللہ عنہ لَا یزِید علی ذٰلِك فَاِن زَاد فَحسن. وَلَا یرفع صَوته (کشف المخدرات ج ۱ ص ۳۳۰) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دو ساتھیوں کی قبروں کی زیارت کرنا سنت ہے۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے پاس آئے اور یوں کہے: السلام علیك یارسول اللہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ اس پر الفاظ زیادہ نہ کرتے اور اگر کوئی اضافہ کرلے تو بہتر ہے اور قبر کے پاس آواز بلند نہ کرے۔

قُونَوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (عصام الدین اسماعیل بن محمد۔ م ۱۱۹۵ھ)

۱۱۱۲...... فی اللباب قال اکثر المفسرین انھم (الشھداء) فی القبر احیاء کأن اللہ احیاھم لایصال الثواب الیھم وھذا دلیل علی ان المطیع یصل ثوابہ الیہ وھو فی القبر لان البنیۃ لیست شرطا فی الحیاۃ عندنا ولا امتناع ان یعید اللہ الحیاۃ الی کل واحد من تلك الذرات والاجزاء الصغیرۃ من غیر حاجۃ الی الترکیب والتالیف انتھی. فتکون حیاتھم بالجسد والروح ولکنا لا ندرکھا ولا نعلم حقیقتھا لانھا من احوال البرزخ لا یطلع علیھا الا بالوحی (حاشیۃ القونوی علی البیضاوی) اللباب کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں کہ شہداء قبر میں زندہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا تاکہ ان کی طرف ثواب پہنچائے، یہ اس بات پر دلیل ہے کہ قبر میں مطیع وفرمانبردار کی طرف ثواب پہنچتا ہے کیونکہ ہمارے نزدیک حیات کے لئے ڈھانچے کا سالم ہونا شرط نہیں اور اس سے کوئی مانع نہیں کہ اللہ تعالیٰ مرکب کرنے کے بغیر ہر ذرہ میں اور ہر جزء میں حیات لوٹا دے۔ مؤلف فرماتے ہیں اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ شہداء کا جسد اور روح دونوں میں حیات ہوتی ہے لیکن ہم اس حیات کا نہ ادراک کر سکتے ہیں اور نہ اس کی حقیقت کو جان سکتے ہیں کیونکہ یہ برزخ کے احوال میں سے ہے اور برزخ کے احوال بغیر وحی کے معلوم نہیں کئے جا سکتے (اور کتاب وسنت کی وحی میں اس حیات کی پوری کیفیت اور حقیقت بیان نہیں کی گئی بلکہ اس حیات کو مخفی رکھا گیا ہے اور قرآنِ کریم میں ہے: ولکن لا تشعرون کہ یہ حیات تمہارے ادراک وشعور سے بالاتر ہے، اس لئے اس حیات پر ایمان رکھنا چاہئے اور اس کی کیفیت اور حقیقت کے جاننے کے درپے نہیں ہونا چاہئے اور نہ ہی اس کے بارے میں عقلی گھوڑے دوڑانے چاہئیں)

تیرہویں صدی

درِّ دیرؒ مالکی رحمۃ اللہ علیہ (احمد بن محمد، عدوی۔م۱۲۰۱ھ)

۱۱۱۳...... جن عقائد پر ایمان لانا ضروری ہے ان میں سے قبر میں منکر نکیر کا سوال ہے جس قبر میں میت دائمی طور پر قرار پکڑے گی جب اس میں پوری طرح اس کو دفن کر دیا جاتا ہے اور لوگ دفن کر کے واپس لوٹتے ہیں تو میت مؤمن ہو یا کافر یا منافق، اس کے پاس دو فرشتے منکر نکیر آتے ہیں اور میت کو بٹھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کے پورے بدن میں روح کو لوٹا دیتے ہیں...... اور دونوں فرشتے میت سے سوال کرتے ہیں: ولو تمزقت اعضائہ او اکلتہ السباع او حرق وسحق وذری فی الھواء اذلا یبعد ان یخلق اللہ تعالیٰ الحیاۃ فیہ اگر چہ اس کے اعضاء پھٹ گئے ہوں یا اس کو درندوں نے کھالیا ہو یا اس کو جلا کر پیس کر فضا میں اڑا دیا گیا ہو۔ کیونکہ اللہ کی قدرت سے یہ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس میں حیات پیدا کر دے۔ (شرح الدردیر علی الخریدۃ البہیۃ ص ۲۶۲)

۱۱۱۴...... و کنعیم القبر وعذابہ والمراد عذاب البرزخ ونعیمہ ولو لم یقبر. والتعبیر بالقبر جری علی الغالب. ومحلہ الروح والجسد جمیعا. اذلا مانع ان یخلق اللہ تعالیٰ فی جمیع الاجزاء او بعضھا نوعا من الحیاۃ قدر ما یدرک الم العذاب ولذۃ النعیم وھذا لا یستلزم ان یتحرک او یضطرب او یری اثر العذاب علیہ حتی ان من اکلتہ السباع او صلب فی الھواء یعذب وان لم نطلع علی ذلک... ومن عذاب القبر ضغطتہ وھی التقاء حافتیہ حتی تختلف اضلاع المیت (ایضاً) قبر کا عذاب وثواب وہی برزخ کا عذاب وثواب ہے۔ اگر چہ میت کو دفن نہ کیا گیا ہو اور عذاب قبر کی تعبیر غالب عادت کے مطابق ہے کہ چونکہ اکثر اموات کو دفن کیا جاتا ہے اس لئے عذاب قبر کہا گیا ہے اور عذاب وثواب کا محل روح اور جسد دونوں ہیں کیونکہ اس میں کوئی مانع نہیں کہ اللہ تعالیٰ میت کے تمام اجزاء میں یا بعض اجزاء میں ایک قسم کی اتنی مقدار میں حیات پیدا کر دے جس کے ساتھ عذاب کے درد اور لذت کا ادراک کر سکے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جسم حرکت کرے یا تڑپے یا اس کے اوپر عذاب کے اثرات نظر آئیں۔ حتیٰ کہ جس کو درندوں نے کھالیا یا فضا میں سولی پر لٹکا دیا گیا تو اس کو بھی عذاب دیا جاتا ہے۔ اگر چہ ہم اس کا مشاہدہ نہ کر سکیں...... اور قبر کا ضغطہ بھی عذاب قبر کی ایک قسم ہے اور ضغطہ کا معنی ہے قبر کے دونوں کناروں کا ملنا۔ حتیٰ کہ میت کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جائیں۔

علامہ جَمَل شافعی رحمۃ اللہ علیہ (سلیمان بن عمر بن منصور، عُجَیلی ازہری۔م ۱۲۰۴ھ)

۱۱۱۵...... وَقَدْ ذَكَرَ بَعْضُهُمْ السِّرَّ فِي تَخْصِيصِ الْبَوْلِ وَالنَّمِيمَةِ بِعَذَابِ الْقَبْرِ الخ (حدیث میں ہے کہ نبی پاک ﷺ نے دو قبروں کے بارے میں فرمایا کہ ان میں عذاب ہو رہا ہے، ایک کو پیشاب سے نہ بچنے کی وجہ سے، دوسرے کو چغل خوری کی وجہ سے۔ مؤلف اس کی حکمت بیان کرتے ہیں کہ اِن دو گناہوں پر قبر میں عذاب کیوں ہوتا ہے؟) فرماتے ہیں کہ قبر آخرت کی پہلی منزل ہے (یعنی قبر آخرت کا مقدمہ ہے) اور قبر میں جو ثواب وعذاب ہے یہ قیامت کے ثواب وعذاب کا مقدمہ ہے اور قیامت کے دن جن گناہوں پر عذاب ہوگا ان کی دو قسمیں ہیں حقوق اللہ اور حقوق العباد، قیامت میں حقوق اللہ میں سے سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا اور نماز کے لئے طہارت

شرط ہے۔ پس نماز اصل ہے اور طہارت اس کا مقدمہ ہے اور حقوق العباد میں سب سے پہلے قتل وغارت اور خون ریزی کا حساب ہوگا، خون ریزی اصل ہے اور چغل خوری اس کا مقدمہ ہے۔ پس ترک نماز اور قتل وخون ریزی جو اصل گناہ ہیں ان پر عذاب ہوگا۔ اصل میں یعنی قیامت میں اور ترک طہارت اور چغل خوری جو اصل گناہ کا مقدمہ ہیں ان پر عذاب ہوگا مقدمہ آخرت میں یعنی قبر میں۔ (حاشیہ الجمل علی شرح المنہج ج ۱ ص ۹۰)

۱۱۱۶...... حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی قبر شریف پر ایک فرشتہ مقرر کر دیا ہے پس جو آدمی قبر کے پاس صلوۃ وسلام پیش کرتا ہے وہ فرشتہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچا دیتا ہے، جب کہ دوسری حدیث میں ہے کہ قبر کے پاس پڑھا ہوا درود وسلام آپ ﷺ بلا واسطہ خود سنتے ہیں، مؤلف فرماتے ہیں یہ دونوں باتیں درست ہیں۔ انہ یبلغہ ذالک مع السماع یعنی رسول اللہ ﷺ بلا واسطہ خود بھی سنتے ہیں اور فرشتہ بھی پہنچاتا ہے، اس میں اشارہ ہے آپ ﷺ کی مزید خصوصیت اور عظمت شان کی طرف اور آپ ﷺ کے لئے اللہ کی جناب سے مدد طلب کرنے کی طرف۔ (ایضاً ج ۲ ص ۵۰، نیز ج ۲ ص ۴۸۴)

۱۱۱۷...... والسُّؤَالُ فِي الْقَبْرِ ۔ وَقَوْلُهُ فِي الْقَبْرِ جَرى عَلَى الْغَالِبِ فَلَا فَرْقَ بَيْنَ الْمَقْبُورِ وَغَيْرِهِ فَشَمَلَ الْغَرِيقَ وَالْحَرِيقَ وَاِنْ مُحِقَ وَذُرِيَ فِي الْهَوَاءِ وَمَنْ اَكَلَتْهُ السِّبَاعُ (ایضاً ج ۲ ص ۲۰۵) (قبر میں سوال حق ہے) بظاہر معلوم ہوتا تھا کہ سوال فقط اسی سے ہوتا ہے جو قبر میں مدفون ہوا ہو اور جو قبر میں مدفون نہیں ہوئے ان سے سوال نہیں ہوتا۔ مؤلف نے وضاحت کر کے اس وہم کو دور کر دیا کہ فی القبر کا لفظ غالب عادت کی وجہ سے بولا گیا ہے۔ یعنی اکثر اموات کو قبروں میں دفن کیا جاتا ہے اس لئے فی القبر کہہ دیا۔ ورنہ مدفون اور غیر مدفون میں کوئی فرق نہیں۔ اس لئے جو غرق ہوگیا یا اس کو جلا کر پیس کر فضا میں اڑا دیا گیا اور جس کو درندے کھا گئے ان سب سے سوال ہوتا ہے۔

۱۱۱۸...... حدیث شریف میں ہے کہ فرشتہ جب روح قبض کر کے لے جاتا ہے۔ تبعہ البصر میت کی آنکھیں اس کو دیکھتی ہیں کہ روح کہاں جاتی ہے، موت کے بعد آنکھ سے دیکھنے کا کیا مطلب؟ مؤلف نے جواب دیا: اِنَّ مَا ذَكَرَهُ كَثِيْرُونَ مِنَ الْعُلَمَاءِ اَنَّ الرُّوحَ لَهَا اتِّصَالٌ بِالْبَدَنِ وَاِنْ كَانَتْ خَارِجَةً فَيَرَى وَيَعْلَمُ وَيَسْمَعُ وَيَرُدُّ السَّلَامَ وَيَكُونُ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ اَقْوَى الْاَدِلَّةِ عَلٰى ذٰلِكَ (ایضاً ج ۲ ص ۱۳۹) بہت سے علماء نے ذکر کیا ہے کہ جب روح بدن سے خارج ہو جاتی ہے تو اس کا بدن کے ساتھ اتصال رہتا ہے۔ اسی اتصال کی وجہ سے بدن دیکھتا ہے، جانتا پہچانتا ہے، سلام کا جواب دیتا ہے اور اس اتصال پر بڑے قوی ادلہ ہیں، ان ادلہ میں سے ایک دلیل یہ حدیث ہے۔

۱۱۱۹...... اِنَّ اللهَ تَعَالٰى يُعْطِيهِ قُوَّةً بِحَيْثُ يَعْلَمُ الْمُسَلِّمَ عَلَيْهِ وَيَرُدُّ عَلَيْهِ وَمَعَ ذٰلِكَ لَا ثَوَابَ فِيهِ لِلْمَيِّتِ عَلَى الرَّدِّ لِاَنَّ تَكْلِيفَهُ قَدِ انْقَطَعَ بِالْمَوْتِ (ایضاً ج ۲ ص ۲۰۹) بے شک اللہ تعالیٰ صاحب قبر کو اتنی قوت دیتا ہے کہ اس کی وجہ سے وہ سلام کرنے والے کو پہچانتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے، لیکن اس جواب دینے پر میت کو ثواب نہیں ہوتا کیونکہ ثواب ملتا ہے تکلیفی عمل پر اور موت کی وجہ سے بندہ مکلف نہیں رہتا۔

۱۱۲۰...... اِنَّهُمْ اَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ وَيَتَعَبَّدُونَ (ایضاً ج ۲ ص ۲۰۷) یقیناً انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں اور عبادت کرتے ہیں۔

کَلَنبوِی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (اسماعیل بن مصطفی، رومی۔م ۱۲۰۵ھ)

۱۱۲۱...... فقوله (ای قول الدوانی) ومنهم من قال بالاحیاء واعادة الروح معا اشارة الی مذهب اهل السنة والجماعة فان جواب المیت لمنکر ونکیر یدل علی اعادة الروح اذ الجواب فعل اختیاری فلا یتصور بدون الاختیار (حاشیہ علی شرح الجلال الدوانی للعقائد العضدیہ ج ۲ ص ۲۷۳) مؤلف فرماتے ہیں کہ جلال الدین دوانی کا یہ قول کہ بعض علماء قبر میں میت کو زندہ کرنے اور روح کے اعادہ دونوں کے قائل ہیں۔اس قول میں اشارہ ہے اہل سنت والجماعت کے مذہب کی طرف، کیونکہ میت کا منکر نکیر کے لئے جواب روح کے اعادہ پر دلالت کرتا ہے اس لئے کہ جواب فعل اختیاری ہے جو بغیر اختیار کے ممکن نہیں (اور یہ مکمل اختیار حاصل ہوتا ہے روح کے بدن میں اعادہ کے ساتھ، اعادے سے مراد ہے بدن میں روح کا حلول ودخول)

۱۱۲۲...... (قوله ولا یلزم ان یری اثر الحیاة فیه الخ) جواب عما قاله المنکرون لو کان عذاب القبر بالاحیاء لرأینا اثر الحیاة فی المیت واللازم باطل وحاصل الجواب ان الملازمة ممنوعة اذ لا یلزم من وجود الحیاة الاحساس باثرها کما لم یلزم من وجود النار فی الشجر الاخضر الاحساس باثرها فی هذه النشأة هذا هو الاوفق بالتنظیر لا ما قیل ان هذه العین لا تصلح لمشاهدة الامور الملکوتیة لان النار المخفیة من عالم الملك لا من عالم الملکوت نعم یتجه علیه ان الحکم بکون النار مخفیة فی الشجر الاخضر وهمی ککونها مخفیة فی الزند (ایضا) محقق دوانی نے کہا ولا یلزم ان یری اثر الحیاة فیه (اور میت کو زندہ کرنے اور اعادۂ روح کے بعد یہ لازم نہیں کہ اس کے بدن میں حیات کے آثار نظر آئیں، مؤلف فرماتے ہیں کہ دوانی کا یہ قول منکرین عذاب قبر کے ایک اعتراض کا جواب ہے، منکرین نے کہا کہ اگر میت کو زندہ کرنے کے بعد قبر میں عذاب ہو تو میت میں حیات کا اثر نظر آنا چاہئے لیکن حیات کا کوئی اثر نظر نہیں آتا، جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہ جو منکرین نے کہا ہے کہ اگر بدن میں حیات ہوتی تو بدن میں اس کا اثر نظر آتا، یہ بات غلط ہے، کیونکہ حیات کے پائے جانے سے اس کے اثر کا نظر آنا لازم نہیں۔جیسا کہ ایک خاص قسم کا سبز درخت میں اور چقماق پتھر میں آگ کا وجود ہے لیکن اس پر آگ کا کوئی اثر نظر نہیں آتا۔اسی طرح یہاں پر بھی بدن میں حیات ہے لیکن اس کا اثر نظر نہیں آتا۔لہٰذا اثر نظر نہ آنے سے عدم حیات ثابت نہیں ہوتی، جیسے سبز درخت اور چقماق میں آگ کے نظر نہ آنے سے آگ کا نہ ہونا لازم نہیں۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۰۶ھ)

۱۱۲۳...... اخرج ابن عبد البر عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ ما من احد یمر بقبر اخیه المؤمن- کان یعرفه فی الدنیا-فیسلم علیه الا عرفه ورد علیه السلام صححه عبد الحق (احکام تمنی الموت ص ۴۶) شیخ محمد بن عبدالوہاب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کوئی آدمی اپنے مؤمن کی بھائی کی قبر کے پاس گزرتا ہے جس کو وہ قبر والا دنیا میں پہچانتا تھا پھر گزرنے والا اس پر سلام کرتا ہے تو قبر والا اس کو پہچانتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے، اس حدیث کو عبدالحق اشبیلی نے صحیح قرار دیا ہے۔

۱۱۲۴...... شیخ محمد بن عبد الوہاب کے بیٹے شیخ عبد اللہ اپنی جماعت کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: والذی نعتقدہ... انہ حی فی قبرہ حیاۃ برزخیۃ ابلغ من حیاۃ الشھداء المنصوص علیھا فی التنزیل. اذھو افضل منھم بلا ریب وانہ یسمع سلام المسلم علیہ ہمارا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں حیات برزخی (مخفی حیات) کے ساتھ جو شہداء کی حیات سے کامل ترین ہے اور شہداء کی حیات کی قرآن کریم میں صراحت ہے اور نبی کریم ﷺ شہداء سے افضل ہیں تو وہ بلا شبہ بطریق اولیٰ زندہ ہوں گے اور آپ سلام کرنے والے کا سلام سنتے ہیں۔ (مشاہیر علماء نجد وغیرہم ص ۴۰، تحت ترجمۃ الشیخ عبد اللہ۔ نیز دیکھئے الدرر السنیۃ۔ مقدمہ الکبائر لمحمد بن عبد الوہاب اور مقدمہ اصول الایمان لمحمد بن عبد الوہاب۔ رسالہ اصول الایمان کے محشی باسم فیصل الجوابرہ مقدمہ میں یہ عبارت نقل کر کے لکھتے ہیں: قلتُ ھذہ عقیدۃ الشیخ واتباعہ فی سیدنا محمد ﷺ شیخ محمد بن عبد الوہاب اور ان کے متبعین کا سیدنا محمد ﷺ کے بارے میں یہی عقیدہ ہے)

۱۱۲۵...... عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ... وصلوا علیّ فإن صلاتكم تبلغني حيث كنتم رواہ أبو داود بإسناد حسن ورواته ثقات (التوحید لابن عبد الوہاب ص ۶۶، باب ۲۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھ پر درود پڑھو کیونکہ تم جہاں سے بھی درود پڑھو مجھ تک پہنچتا ہے۔ اس حدیث کو امام ابو داود نے حسن سند کے ساتھ نقل کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: درود کا پہنچانا اور پہنچنا موقوف ہے حیات پر۔

۱۱۲۶...... وعن علي بن الحسين أنه رأى رجلا يجيء إلى فرجة كانت عند قبر النبي ﷺ فيدخل فيها فيدعو فنهاہ وقال: ألا أحدثكم حديثا سمعته من أبي عن جدي عن رسول الله ﷺ قال... وصلوا علی فإن تسليمكم يبلغني أين كنتم .. فيه مسائل .. التاسعة كونه ﷺ في البرزخ تعرض أعمال أمته في الصلاۃ والسلام عليه (ایضاً) سیدنا علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ نبی کریم ﷺ کی قبر کے قریب ایک سوراخ ہے وہ اس میں داخل ہوتا ہے اور دعا کرتا ہے اور علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو منع کیا اور کہا کہ میں تمہیں ایک ایسی حدیث سناتا ہوں جو میں نے اپنے باپ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے میرے دادا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے کہ آپ نے فرمایا: میری قبر کو عید مت بنانا اور نہ اپنے گھروں کو قبریں بنانا اور مجھ پر درود پڑھتے رہنا۔ کیونکہ تم جہاں بھی درود وسلام پڑھو وہ مجھ تک پہنچتا ہے۔ اس حدیث کے لکھنے کے بعد شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے نو مسائل کا استنباط کیا ہے، نواں مسئلہ یہ ہے کہ برزخ میں نبی کریم ﷺ پر آپ کے امت کے اعمال میں سے صلوۃ وسلام والا عمل پیش کیا جاتا ہے۔

فائدہ: اور یہ موقوف ہے حیات پر۔

عبد العزیز بن محمد بن سعود رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۱۸ھ)

۱۱۲۷...... وحیاتہ فی قبرہ برزخیۃ لا تقتضی دعائہ واصحابہ اعلم بھا منا ولم یأت احدھم الی القبر فیسألہ ویستغیث بہ (رسالۃ مہمۃ للامام المجاہد العلامۃ عبد العزیز بن محمد بن سعود ص ۲۵) نبی کریم ﷺ کی حیات اپنی قبر میں برزخی ہے اور اصحاب رسول اس حیات کو ہم سے زیادہ جانتے تھے۔ اس کے باوجود ان میں سے کوئی بھی قبر کی طرف آ

کرنہ آپ سے سوال کرتا، نہ آپ سے مدد کے لئے فریاد کرتا اور آپ کی حیات آپ کو پکارنے کا تقاضا نہیں کرتی۔

فائدہ: نبی ﷺ کی قبر میں آپ ﷺ کا جسد عنصری ہے، اس سے معلوم ہوا کہ قبر میں جسد عنصری حیات کے ساتھ ہے اور اس حیات کو برزخی اس اعتبار سے کہا گیا ہے کہ ایک تو قبر برزخ کا حصہ ہے اس لئے قبر والی حیات کو حیات برزخی کہا جاتا ہے، نیز برزخی کا معنی یہ بھی آتا ہے کہ کسی چیز کا پردہ میں ہونا، چونکہ یہ حیات بھی مخفی اور زیر پردہ ہوتی ہے بدن کے ظاہر پر حیات کے کوئی آثار نظر نہیں آتے اس لئے حیات قبر کو حیات برزخی کہا جاتا ہے، حیات برزخی کہنے سے قبر میں بدنِ عنصری کی حیات کی نفی نہیں ہوتی بلکہ اُسی حیات قبر کا نام حیات برزخی ہے۔

۱۱۲۸...... مؤلف موصوف رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ دعا اس سے طلب کی جاتی ہے جو دنیا میں زندہ ہو اور اسی کی شفاعت اللہ کے نزدیک قبول ہوتی ہے، لیکن نبی کریم ﷺ اس دار دنیا سے دار القرار کی طرف منتقل ہو گئے ہیں۔ اسی لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قحط کے سال نہ آپ کی قبر کی طرف آئے نہ قبر کے پاس ٹھہرے۔ مع ان حیاته ﷺ فی قبره برزخية باوجود اس کے کہ نبی کریم ﷺ کی حیات اپنی قبر میں برزخی ہے۔ (ایضاً ص ۲۸)

فائدہ (۱): مؤلف کا مقصود یہ ہے کہ دعا اور شفاعت کی درخواست دنیاوی زندگی کے ساتھ مختص ہے جب کہ آپ ﷺ کی عالم دنیا کی حیات منقطع ہو چکی ہے اور آپ قبر میں یعنی برزخ میں برزخی حیات کے ساتھ زندہ ہیں)

فائدہ (۲): قبر شریف کے پاس آپ سے استغفار اور شفاعت کی درخواست کرنا جمہور اہل سنت کے نزدیک درست ہے۔ لیکن عرب کے سلفی علماء اگرچہ قبر شریف میں حیات کے قائل ہیں لیکن استغفار وغیرہ کی درخواست کرنے کے قائل نہیں)

بُجَیرِمی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (سلیمان بن محمد بن عمر۔ م ۱۲۲۱ھ)

۱۱۲۹...... بعض حضرات نے یہ کہا تھا کہ انبیاء پر حقیقتاً موت آجاتی ہے۔ (یعنی عام مردوں کی طرح انبیاء کی حیات بھی منقطع ہو جاتی ہے، انبیاء اور غیر انبیاء کی موت میں کوئی فرق نہیں اور جیسے غیر انبیاء کی روح دفن کے بعد بدن کی طرف لوٹتی ہے انبیاء کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہے) مؤلف اس کی تردید کرتے ہیں: اَنَّهُمْ يَمُوتُونَ حَقِيقَةً وَلَا تَرْجِعُ اَرْوَاحُهُمْ اِلَّا بَعْدَ دَفْنِهِمْ وَلَيْسَ كَذٰلِكَ بَلْ لَيْسَ مَوْتُهُمْ كَمَوْتِ غَيْرِهِمْ لِاَنَّ لِرُوحِهِمْ اِتِّصَالًا بِاَبْدَانِهِمْ قَبْلَ الدَّفْنِ وَبَعْدَهٗ ان کا یہ کہنا کہ انبیاء پر حقیقتاً موت واقع ہوتی ہے اور ان کی ارواح ان کے دفن کے بعد ان کے ابدان کی طرف لوٹتی ہیں۔ حالانکہ اس طرح نہیں، بلکہ انبیاء کی موت غیر انبیاء کی موت سے مختلف ہے، کیونکہ انبیاء کی خصوصیت ہے کہ دفن سے پہلے بھی اور دفن کے بعد بھی ان کی ارواح کا ان کے بدنوں کے ساتھ اتصال و تعلق قائم رہتا ہے۔ (حاشیۃ البجیرمی علی الخطیب ج ۴ ص ۳۲۲)

۱۱۳۰...... دفن کے بعد تلقین کے بارے میں دلیل نبی کریم ﷺ کا اپنا عمل ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے صاحبزادہ ابراہیم کو دفن کے بعد ان لفظوں کے ساتھ تلقین فرمائی: قُلْ اَللّٰهُ رَبِّیْ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ اَبِیْ وَالْاِسْلَامُ دِیْنِیْ کہہ دیجئے اللہ میرا رب ہے اور اللہ کا رسول میرا باپ ہے، اسلام میرا دین ہے۔ تلقین کے بعد نبی ﷺ کو کہا گیا اے اللہ کے رسول! آپ اس کو تلقین کرتے ہیں، ہماری موت کے بعد ہمیں تلقین کون کرے گا؟ (ایضاً ج ۲ ص ۲۹۸)

فائدہ: نبی کریم ﷺ کے سامنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سوال کے انداز میں تلقین بعد الدفن کا ذکر کیا لیکن آپ

نے اس کا انکار کرنے کی بجائے سکوت اختیار کیا اور نبی کریم ﷺ کا خود یہ عمل کرنا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سوال کے بعد سکوت اختیار کرنا جواز کی دلیل ہے۔ اگر آپ کی خصوصیت ہوتی یا تلقین بعد الدفن ناجائز ہوتی تو آپ ﷺ سکوت اختیار نہ فرماتے۔ اگرچہ حالات زمانہ کی وجہ سے بعض فقہاء حنفیہ نے احتیاطاً اس کی نفی کی ہے۔

۱۱۳۱...... اِنَّ اللہَ تَعَالٰی یُعْطِیهِ قُوَّةً بِحَیْثُ یَعْلَمُ الْمُسَلِّمَ عَلَیْهِ وَیَرُدُّ عَلَیْهِ وَمَعَ ذٰلِكَ لَا ثَوَابَ فِیهِ لِلْمَیِّتِ عَلَی الرَّدِّ لِاَنَّ تَکْلِیفَهُ قَدِ انْقَطَعَ بِالْمَوْتِ (حاشیۃ البجیرمی علی شرح المنہج ج ۱ ص ۴۹۷) اللہ تعالیٰ صاحب قبر کو اتنی قوت عطاء کر دیتے ہیں کہ وہ سلام کرنے والے کو پہچانتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے، اس کے باوجود سلام کے جواب دینے پر میت کو ثواب نہیں ملتا، اس لئے کہ ثواب ملتا ہے تکلیفی عمل پر اور موت کی وجہ سے صاحب قبر مکلف نہیں رہا۔

۱۱۳۲...... وَیُسَنُّ تَلْقِینُ الْمَیِّتِ... وَاَحْوَجُ مَا یَکُونُ الْعَبْدُ اِلَی التَّذَکُّرِ فِی هٰذِهِ الْحَالَةِ. وَهُوَ: یَا عَبْدَ اللہِ ابْنَ اَمَةِ اللہِ اُذْکُرِ الْعَهْدَ الَّذِی خَرَجْتَ عَلَیْهِ مِنَ الدُّنْیَا شَهَادَةُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللہِ. وَیُسَنُّ اِعَادَةُ التَّلْقِینِ ثَلَاثًا (حاشیۃ البجیرمی علی الخطیب ج ۲ ص ۳۱۰) دفن کے بعد میت کو تلقین کرنا مسنون ہے۔ اس پر محشی رحمۃ اللہ علیہ یوں لکھتے ہیں کہ بندہ قبر میں منکر نکیر کے سوال کے وقت نصیحت کا زیادہ محتاج ہے اور وہ نصیحت یہ ہے اے اللہ کے بندے! اللہ کی بندی کے بیٹے! اُس عہد کو یاد کر جس پر تو نے دنیا سے کوچ کیا یعنی لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی گواہی اور تلقین کو تین مرتبہ لوٹانا مسنون ہے۔

حسین بن غنام نجدی مالکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۲۵ھ)

۱۱۳۳...... سوال: ہمارے نبی کریم کی قبر میں حیات انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی حیات فی القبر سے اعلیٰ ہے، تو آپ سے قبر کے پاس سوال کرنا کیسے شرک ہے؟ مؤلف اس کے جواب میں لکھتے ہیں: وحاصل الجواب ان هذه الحیاة المقررة قد ذکرها اللہ تعالیٰ فی کتابه مکررا فلیس فیها ارتیاب ولا انکار... فهذه الحیاة التی اخبر بها اللہ تعالیٰ وحکم لیست کالحیاة التی حکم بفنائها... واناط بها تکلیف العباد. وانما هی حیاة غیر معقولة لنا ولا مکیفة بل هی حیاة برزخیة نؤمن بها کما اخبر به علی ای صفة جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ جس حیات (یعنی قبر والی حیات) کا سوال میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بار بار ذکر کیا ہے۔ لہٰذا اس حیات میں نہ کوئی شک ہے اور نہ انکار کی گنجائش ہے اور یہ حیات جس کی اللہ تعالیٰ نے خبر دی اور اس کے بقاء کا فیصلہ کیا یہ اُس حیات کی طرح نہیں جس کی فنائیت کا فیصلہ کیا اور جس کے ساتھ بندوں کا مکلف ہونا مربوط کیا...... سوائے اس کے نہیں وہ ایسی حیات ہے جس کی کیفیت ہمارے فہم سے بالاتر ہے بلکہ یہ مخفی زیر پردہ حیات ہے، ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں جیسا کہ اس کی خبر دی گئی ہے وہ حیات جس کیفیت پر بھی ہو۔

۱۱۳۴...... فتلك الارواح (ای ارواح الانبیاء والشهداء والصدیقین والسعداء) قد فارقت الاشباح ولزمت الملأ الاعلی لیس لها عنه من براح... غیر ان لها اتصالا باجسامها السفلیة الخ (العقد الثمین فی شرح احادیث اصول الدین ص ۱۷۲) پس انبیاء، شہداء، صدیقین اور نیک بخت لوگوں کی ارواح بدنی ڈھانچوں سے جدا ہوگئیں اور ملأ اعلیٰ میں مستقل ٹھکانہ بنا لیا اور وہ اس ٹھکانے سے کلی طور پر جدا نہیں ہوتیں... مگر

ان کا اجساد سطلیہ (یعنی اجساد عنصریہ) کے ساتھ اتصال و تعلق رہتا ہے۔ اسی اتصال و تعلق کی وجہ سے ابدانِ عنصریہ کو نعمتیں حاصل ہوتی ہیں جس کی قرآن کریم میں صراحت ہے اور اسی تعلق کی وجہ سے ہمارے نبی کریم ﷺ سلام کرنے والوں کے سلام کا جواب عنایت فرماتے ہیں۔ پس اس حیات کی شان اور ہے اور حیات دنیاویہ جو محسوس ہے اور حیات تکلیفیہ ہے اس کی شان اور ہے اور اگر قبر کی حیات برزخیہ اور حیات دنیاویہ (محسوسہ تکلیفیہ) کی حقیقت برابر ہو جائے تو حیات فانی (حیات دنیاویہ محسوسہ تکلیفیہ) اور حیات باقیہ (حیات برزخیہ) کا برابر ہونا لازم آتا ہے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حیات فانی اور حیات باقی برابر ہو جائیں؟

قاضی ثناء اللہ حنفی رحمۃ اللہ علیہ پانی پتی (م ۱۲۲۵ھ)

۱۱۳۵..... ثُمَّ يُمِيتُكُمْ بعد انقضاء اجالكم . ثُمَّ يُحْيِيكُمْ يوم ينفخ في الصور (پھر وہ تمہیں موت دیتا ہے تمہاری عمروں کے ختم ہونے کے بعد، پھر وہ تمہیں زندہ کرے گا جس دن صور پھونکا جائے گا۔ (یعنی قیامت کے دن) آگے قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: واما في القبر فليس بحياة فان الحيوة عبارة عن تاليف الاجزاء العشر قوليست في القبور وانتفاؤها لاينافي الثواب والعذاب في القبر فانهما على بسائط الاجزاء ولا سبيل الى انكاره لیکن قبر میں (کامل) حیات نہیں۔ کیونکہ (کامل) حیات دس اجزاء کے مرکب کرنے کا نام ہے اور قبر میں وہ دس اجزاء نہیں ہوتے (یعنی قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جسم قبر میں اُن دس اجزاء سے مرکب نہیں ہوتا جن کی وجہ سے حیات کامل ہوتی ہے، اس سے وہم ہو سکتا تھا کہ شاید قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قبر میں ثواب وعذاب نہیں ہوتا۔ اس لئے قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس اشکال کو دور کرنے کے لئے فرماتے ہیں کہ) اجزائے عشرہ سے مرکب حیات کا انتفاء قبر میں ثواب وعذاب کے منافی نہیں، کیونکہ ثواب وعذاب میت کے منتشر اجزاء بسیطہ (عنصریہ) پر اسی منتشر حالت میں واقع ہوتا ہے اور اس کے انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔

۱۱۳۶..... و كذا انعقد الاجماع على عذاب القبر على الروح والجسد جميعا (التفسیر المظہری ج ۹ ص ۷۷) اس بات پر اجماع ہے کہ قبر کا عذاب روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے۔

۱۱۳۷..... مقر ارواح المؤمنين في عليين او في السماء السابعة ونحو ذلك كما مر ومقر ارواح الكفار في سجين ومع ذلك لكل روح منها اتصال لجسده في قبره لا يدرك كنهه الا الله تعالىٰ وبذلك الاتصال يصح لخ مؤمنین کی روحوں کی جائے قرار علیین میں یا ساتویں آسمان میں ہے اور کفار کی روحوں کی جائے قرار سجین میں ہے، اس کے باوجود ہر روح کا قبر میں اپنے جسد کے ساتھ تعلق ہوتا ہے، اس تعلق کی حقیقت کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ اسی اتصال و تعلق کی وجہ سے۔ (۱) جسد اور روح سے مرکب مجموع انسان پر اس کا جنت یا دوزخ کا ٹھکانہ پیش کیا جاتا ہے۔ (۲) وہ لذت اور درد محسوس کرتا ہے۔ (۳) زیارت کرنے والے کا سلام سنتا ہے۔ (۴) منکر نکیر کو جواب دیتا ہے۔ (۵) ان جیسے دوسرے احوال قبر جو کتاب وسنت سے ثابت ہیں۔ روح علیین یا سجین میں ہو اور روح و بدن کے تعلق کی وجہ سے مندرجہ بالا آثار مرتب ہونے کی مثال ایسے ہے جیسے جبرائیل کی جائے قرار آسمانوں میں ہے اس کے باوجود نبی کریم ﷺ کے اتنے قریب ہوتے تھے کہ جبرائیل اپنے ہاتھ آپ کی رانوں کے اوپر رکھ دیتے۔ (التفسیر المظہری ج ۱۰ ص ۲۲۵)

۱۱۳۸...... امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: هی متصلة باجسادهم فتعذب الارواح ویتألم الاجساد منها کالشمس فی السماء ونورها فی الارض (ایضاً) (وفات کے بعد) ارواح کا اپنے اجساد کے ساتھ تعلق واتصال ہوتا ہے، اس تعلق کی وجہ سے جب ارواح کو عذاب دیا جاتا ہے تو اجساد بھی درد محسوس کرتے ہیں، جیسا کہ سورج آسمان میں ہے اور اس کی روشنی زمین میں ہے۔

۱۱۳۹...... قلت اذا صح عن النبی ﷺ ان الموتی تسمع کلام الحی فمعنی قوله تعالیٰ اِنَّكَ لا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی الخ جب صحیح طور پر نبی کریم ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ مردے زندہ آدمی کا کلام سنتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے فرمان انك لا تسمع الموتی کا معنی یہ ہے کہ جیسے دنیا میں اللہ تعالیٰ نے عادت جاری فرمائی ہے کہ انسان اپنے اختیار و قدرت کے ساتھ دوسرے زندہ آدمی کو اپنی بات سنا سکتا ہے اس طرح آپ اپنے اختیار و قدرت کے ساتھ مردوں کو نہیں سنا سکتے یا اس کا معنی یہ ہے کہ آپ مردوں کو اس طرح نہیں سنا سکتے جس سے مردوں کو کوئی فائدہ ہو۔

(تفسیر مظہری حاشیہ ج ۷ ص ۲۴۲)

فائدہ: یعنی آیت میں یا اسماع عادی اور اسماع اختیاری کی نفی ہے یا اسماع اور سماع نافع کی نفی ہے، مطلق اسماع اور سماع کی نفی نہیں ہے۔

بحر العلوم عبد العلی لکھنوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۲۵ھ)

۱۱۴۰...... منکر الشفاعة لاهل الکبائر والرؤیة وعذاب القبر و کرام الکاتبین کافر (رسائل بحر العلوم ص ۹۹) (قیامت کے روز) اہل کبائر کے لئے شفاعت اور رویت باری تعالیٰ کا منکر نیز عذاب قبر اور کراماً کاتبین کا (بالکلیہ) منکر کافر ہے۔

علامہ طحطاوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (احمد بن محمد بن اسماعیل۔ م ۱۲۳۱ھ)

۱۱۴۱...... قال ابو المعین فی اصوله قال اهل السنة والجماعة عذاب القبر وسؤال منکر ونکیر حق لکن ان کان کافرا فعذابه یدوم فی القبر الخ ابو المعین رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں کہ اہل السنت الجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ قبر کا عذاب اور قبر میں منکر نکیر کا سوال حق ہے، اگر کافر ہو تو قیامت تک اس کو قبر میں عذاب ہمیشہ ہوتا رہے گا۔ البتہ جمعہ کے دن اور ماہ رمضان میں ان سے عذاب اٹھا لیا جاتا ہے نبی کریم ﷺ کے احترام کی وجہ سے۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح ص ۵۲۴)

۱۱۴۲...... ویستثنی مقابر الانبیاء علیہم السلام فلا تکره الصلاة فیها مطلقا منبوشة او لا بعد ان لا یکون القبر فی جهة القبلة لانهم احیاء فی قبورهم (ایضاً ص ۳۵۶) قبرستان میں قبروں کے پاس نماز پڑھنا مکروہ ہے لیکن اس سے انبیاء کی قبور مستثنیٰ ہیں، ان کے پاس نماز پڑھنا مکروہ نہیں، قبر خواہ اکھڑی ہوئی ہو یا اکھڑی ہوئی نہ ہو۔ بشرطیکہ قبر قبلہ کی جانب نہ ہو اور جواز کی وجہ یہ ہے کہ انبیاء اپنی قبور میں کامل اور حقیقی حیات کے ساتھ زندہ ہیں۔

۱۱۴۳...... وکیف لا یفعل (التلقین) مع انه لاضرر فیه بل فیه نفع للمیت لانه یستأنس بالذکر علی ما ورد فی بعض الآثار (ایضاً ص ۵۶۰) دفن کے بعد تلقین کیسے نہیں کی جا سکتی؟ کیونکہ اس میں کوئی نقصان نہیں بلکہ اس میں میت کے لئے نفع ہے کہ وہ ذکر کے ساتھ اُنس پکڑے گی جیسا کہ بعض آثار میں وارد ہوا ہے۔

۱۱۴۴...... علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: لبقائہ ﷺ کما دفن طریا بل ھو حی یرزق ویتنعم بسائر الملاذ والعبادات وکذا لسائر الانبیاء علیہم السلام (ایضاً ۵۹۰) رسول اللہ ﷺ کو جیسے قبر شریف میں اتارا گیا۔ آپ اسی طرح تر و تازہ باقی ہیں بلکہ زندہ ہیں آپ کو رزق دیا جاتا ہے اور آپ اپنی قبر شریف میں لذات اور عبادات کے ساتھ لطف اندوز ہوتے ہیں باقی انبیاء بھی اسی طرح زندہ ہیں۔

۱۱۴۵...... واخرج ابن عبد البر فی الاستذکار والتمہید بسند صحیح عن ابن عباس قولہ قال قال رسول ﷺ ما من احد یمر بقبر الخ مؤلف لکھتے ہیں کہ محدث ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الاستذکار اور التمہید میں صحیح سند کے ساتھ یہ حدیث ذکر کی ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کوئی آدمی اپنے مؤمن بھائی کی قبر کے پاس سے گزرے اور قبر والا دنیا میں اس کو پہچانتا تھا پھر گزرنے والا اس پر سلام کرے تو صاحب قبر اس کو پہچان لیتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے۔ (ایضاً ص ۶۲۱)

۱۱۴۶...... وورد ان عذاب القبر من اشیاء ثلاثۃ الغیبۃ والنمیمۃ وعدم الاستنزاہ من البول (ایضاً ص ۱۵۲) حدیث میں وارد ہوا ہے کہ تین گناہ عذاب قبر کا سبب ہیں: غیبت چغل خوری اور پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنا۔

۱۱۴۷...... قولہ فانہ یسمعہا ای اذا کانت بالقرب منہ ﷺ قولہ وتبلغ الیہ ای یبلغہا الملک الیہ اذا کان المصلی بعیدا (ایضاً ص ۶۴۷) جب نبی کریم ﷺ کی قبر کے پاس درود پڑھا جائے تو آپ خود سنتے ہیں، دور سے پڑھا جائے تو فرشتہ آپ کے پاس پہنچاتا ہے۔

۱۱۴۸...... قولہ مستدبر القبلۃ ای کما ھو السنۃ فی زیارۃ الاموات قولہ ملاحظا نظرہ السعید الیک ای تلاحظ انہ ناظر الیک (ایضاً ص ۷۴۷) نبی کریم ﷺ کی قبر شریف کی زیارت کا ایک ادب یہ ہے کہ زائر کی پیٹھ قبلے کی جانب ہو اور چہرہ قبر شریف کی طرف ہو اور دل میں اِس چیز کا لحاظ اور استحضار رکھے کہ نبی کریم ﷺ کی نظر مبارک تیری طرف ہے۔ (یعنی آپ ﷺ زائر کو دیکھ رہے ہیں)

سلیمان بن عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب (م ۱۲۳۳ھ)

۱۱۴۹...... انہ ﷺ حی فی قبرہ حیاۃ برزخیۃ اقوی من حیاۃ الشہداء ولکنہ قد انتقل من ھذہ الدار الی دار القرار بنص الکتاب والسنۃ واجماع الامۃ (التوضیح عن توحید الخلاق ص ۲۹۹) نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں حیات برزخیہ کے ساتھ زندہ ہیں اور یہ حیات شہداء کی حیات سے زیادہ قوی ہے، لیکن آپ دار دنیا سے دار القرار یعنی عالم برزخ کی طرف منتقل ہو گئے ہیں، یہ عقیدہ کتاب وسنت کی نصوص اور اجماع امت سے ثابت ہے۔

سوَیدی بغدادی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (علی بن محمد بن سعید۔ م ۱۲۳۷ھ)

۱۱۵۰...... نعمان آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اپنے زمانہ کے امام بخاری، ہمارے مشائخ کے شیخ، الشیخ علی السویدی البغدادی اپنی کتاب العقد میں لکھتے ہیں کہ ابو یعلی اور امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کی ہے اور امام بیہقی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے وہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں۔ نیز امام احمد اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں اور امام نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ

میں اسراء کی رات موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس گزرا تو میں نے موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے دیکھا۔
(الآیات البینات فی عدم سماع الاموات ص ۳۹)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (تلمیذ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ) (م ۱۲۳۹ھ)

۱۱۵۱...... فیعذب اللحم متصلا بالروح والروح متصلا بالجسد و کذا اذا صار ترابا یکون روحہ متصلا بترابہ والروح والتراب یتألمان (میزان العقائد ص ۹۸) خلاصہ یہ ہے کہ روح اور گوشت پوست (یعنی بدن عنصری) دونوں کو عذاب ہوتا ہے۔ کیونکہ روح اور بدن عنصری کا ایک دوسرے کے ساتھ اتصال اور تعلق ہوتا ہے اور اگر میت کا بدن مٹی ہو جائے تو اس کی روح کا تعلق اس کی مٹی کے ساتھ ہوتا ہے اور روح اور مٹی دونوں کو عذاب ہوتا ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ بدن عنصری خواہ محفوظ ہو یا غیر محفوظ ہو ہر حالت میں روح اور بدن عنصری یا بدن عنصری کے بکھرے ذرات اور روح کو باہمی تعلق کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے اور عذاب موقوف ہے حیات پر اور جب عام اموات میں حیات ہے تو انبیاء علیہم السلام کے اجساد بطریق اولیٰ قبور میں زندہ ہوں گے۔

۱۱۵۲...... مذہب اہل سنت میں عذاب قبر کا حق ہے لیکن اکثر فرق شیعہ اس کے منکر ہیں یہاں تک کہ زیدیہ بھی۔ حالانکہ قرآن مجید کی آیتیں بتاتی ہیں کہ قبر میں مردے کو عذاب و خوش عیشی دونوں ہوں گی۔
(تحفہ اثنا عشریہ مترجم ص ۴۹۱، باب ۸، عقیدہ سوم)

۱۱۵۳...... حاصل یہ کہ جب روح بدن سے جدا ہوئی تو قوائے نباتی (یعنی نشو ونما کی قوتیں) اس (بدن عنصری) سے جدا ہو جاتی ہیں نہ کہ قوائے نفسانی (یعنی وہ قوتیں جن کی وجہ سے نفع و ضرر اور نفرت و محبت والی اشیاء کا شعور و ادراک ہوتا ہے) اور قوائے حیوانی (یعنی وہ قوتیں جن کی وجہ سے حس و حرکت ہوتی ہے) اس واسطے کہ قوائے نفسانی و حیوانی کا وجود اگر قوائے نباتی کے ساتھ مشروط ہو خواہ از روئے فیض کے (یعنی ابتداءً) خواہ از روئے بقاء کے تو لازم آئے گا کہ ملائکہ کو حس و حرکت اور غضب و نفرت والی چیز کے دفع کرنے کا شعور و ادراک نہ ہو (کیونکہ اُن میں قوت نباتی مفقود ہے) پس حال ارواح کا عالم قبر میں حال فرشتوں کا سا ہے کہ بوسیلہ شکل اور بدن کے کام کرتے ہیں اور ان سے افعال حیوانی و نفسانی صادر ہوتے ہیں نفس نباتی کی ہمراہی کے بغیر۔ ہاں اتنا فرق ہے کہ فرشتوں پر اپنے احوال کے موافق خوش عیشی اور عذاب و تکلیف نہیں ہے اور ارواح پر کمائے ہوئے اعمال کے موافق تکلیف اور خوشی ہوگی۔
(ایضاً ص ۴۹۴)

فائدہ: اور چونکہ ارواح کا ابدانِ عنصریہ کے ساتھ تعلق ہوتا ہے تو اس کی وجہ سے وہی تکلیف اور خوشی ابدان کو بھی حاصل ہوتی ہے جیسا کہ گزشتہ حوالہ میں یہ بات واضح طور پر موجود ہے۔ نیز قبور کے اندر ابدانِ عنصریہ میں قوائے نفسانی اور قوائے حیوانی کا باقی رہنا دلیل حیات ہے۔

۱۱۵۴...... (اہل سنت کے عقائد کا اثبات اور رافضیوں کے عقائد کا ابطال حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خاص موضوع رہا ہے اور روافض عذاب قبر کی بجائے عذاب رجعت کے قائل ہیں کہ ایک دفعہ پھر اسی دنیا میں مرنے والوں نے آنا ہے اور مجرموں نے اپنے جرائم کا عذاب یہاں پانا ہے) حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ روافض کا عذاب

قبر کے مسئلہ پر ایک اعتراض نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہم ایک شخص کو زمین پر مرا ہوا دیکھتے ہیں یا کسی کو مدتوں صلیب پر لٹکا ہوا پاتے ہیں یہاں تک کہ اس کے اجزائے بدن منتشر ہو جاتے ہیں اور اس میں زندگی، قیام، قعود اور حرکت اور سوال و جواب کی کوئی بات نہیں پاتے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کے جواب میں لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ روحِ عام میت را بقدرے کہ ادراک و تالم و تلذذ از و حاصل شود و بدنے از ابدان عنصریہ یا مثالیہ مخترعہ متعلق مے سازد و ایں کار سر انجام مے فرماید و محسوس نبودن ایں حرکات دلالت بر عدم وقوع انہا نمے کند زیرا کہ ذوات اشخاص ملائکہ و جن را بحواس ادراک نمے کنیم چہ جائیکہ حرکات، مع ھذا واقع است بلا شبہ عند الملیین اللہ تعالیٰ اُس میت کی روح کو ابدان میں سے کسی بدن کے ساتھ یا کسی مثالی بدن کے ساتھ اس طرح جوڑ دیتے ہیں اور تعلق پیدا کر دیتے ہیں اور اس کام کو (عذاب قبر کو) پورا فرماتے ہیں اور ان حرکات کا ہمیں دکھائی نہ دینا اُن کے واقع نہ ہونے پر دلالت نہیں کرتا، کیونکہ ہم فرشتوں اور جنات کی ذوات کا اپنے حواس سے ادراک نہیں کرتے۔ چہ جائیکہ اُن کی حرکات کا ادراک کریں، اس کے باوجود بلاشبہ تمام اہل مذاہب کے نزدیک یہ سب کچھ ثابت ہے۔ (تحفہ اثنا عشریہ ص ۳۸۴)

فائدہ: یہاں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ابدان عنصریہ اور ابدان مثالیہ دونوں کا ذکر کیا ہے، کیونکہ جن لوگوں کو آپ جواب دے رہے ہیں اُن کی نظر میں بعض صوفیوں کے ہاں ابدانِ مثالیہ کے اقوال موجود ہوں گے، آپ نے ہر پہلو کو ملحوظ رکھتے ہوئے رافضیوں کو مناظرانہ انداز میں جواب دیا ہے، لیکن آگے چل کر آپ اُسی بات پر آجاتے ہیں جو اہل سنت کا مختار مذہب ہے، چنانچہ اس کے متعلق اگلا حوالہ ملاحظہ کیجئے۔

۱۱۵۵...... خدا تعالیٰ قادر است بر آں کہ دانہائے خردل را بر ھیئت خودش باقی دارد و روحِ آں میت را باوصف تعلقے کہ ببدن خود پیدا کردہ منعم و معذب کردہ اند۔ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ (میت کے جسم پر رکھے ہوئے) رائی کے دانوں کو اپنی حالت پر باقی رکھے اور اس میت کی روح کا اس کے اپنے بدن کے ساتھ اس انداز سے تعلق پیدا کر دے کہ اس کو راحت و عذاب ہو۔ (تحفہ اثنا عشریہ ص ۳۸۴)

۱۱۵۶...... پھر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ ارواحِ انبیاء و اولیاء کا ٹھکانہ علیین ہے لیکن ان ارواح کا اپنی قبروں کے ساتھ بھی ایک تعلق ہوتا ہے جس سے وہ زائرین اور اپنے جاننے والوں کی آمد سے اُنس پاتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں: تعلقے بقبر نیز ایں ارواح را مے باشد کہ بحضور زیارت کنندگان و اقارب و دیگر دوستان بر قبر مطلع و مستانس مے گردند زیرا کہ روح را قرب و بعد مکانی مانع ایں دریافت نمے شود و مثال آں در وجود انسانی روح بصری است کہ ستارھائے ھفت آسماں را درون چاہ میتواند دید ان روحوں کا اپنی قبروں کے ساتھ بھی ایک تعلق ہوتا ہے جس سے وہ زیارت کرنے والوں اور اپنے اقارب اور دوسرے دوستوں کی حاضری پر مطلع ہوتے ہیں اور مانوس ہوتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ روح کا مکان کے اعتبار سے قرب و بعد اس دریافت میں مانع نہیں ہوتا اور اس کی مثال انسان کے وجود میں نگاہ ہے کہ سات آسمان کے ستاروں کو کنوئیں کے اندر دیکھ لیتی ہے۔ (تفسیر عزیزی پارہ ۳۰، ص ۱۲۵)

۱۱۵۷...... پھر ایک جگہ ہندؤں کو جواب دیتے ہوئے کہ مردوں کو جلانا صحیح طریقہ نہیں، دفن کرنا ہی صحیح طریقہ ہے، لکھتے ہیں: در دفن کردن چوں اجزائے بدن بتمامہ یکجا مے باشند علاقہ روح ببدن از راہ نظر و عنایت بحال

مے ماند و توجہ روح بزائرین و مستانسین و مستفیدین بسہولت مے شود کہ بسبب تعیین مکانِ بدن گویا مکان روح ہم متعین است۔ میت کو دفن کرنے میں بدن کے تمام اجزاء یکجاء رہتے ہیں، روح کا بدن کے ساتھ از راہ نظر و عنایت تعلق بحال رہتا ہے اور روح کی توجہ زیارت کرنے والوں اور اُنس پکڑنے والوں اور مستفیض ہونے والوں پر آسانی سے ہو جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ (چونکہ روح و بدن کا آپس میں تعلق ہے اس لئے) بدن کی جگہ کے معین ہونے کی وجہ سے گویا روح کی جگہ بھی معین ہو جاتی ہے۔ (تفسیر عزیزی پارہ ۳۰ ص ۶۱)

۱۱۵۷...... (روح کا یہ تعلق کس بدن سے ہوتا ہے؟ بدن عنصری سے یا کسی بدن مثالی سے؟ اس کا جواب بھی حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں موجود ہے۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں) ارواح را تعلق بہ بدن خود کہ در قبر مدفون است البتہ میباشد زیرا کہ مدت دراز دریں بدن بودہ اند ارواح کا اپنے اُس بدن کے ساتھ جو قبر میں مدفون ہوتا ہے تعلق قائم رہتا ہے۔ کیونکہ ارواح دراز مدت تک اس بدن میں رہ چکی ہیں۔ (فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص ۳۴)

۱۱۵۹...... شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ثابت شد کہ روح باقی و او را تعلق خاص باجزائے بدن بعد مفارقت از وے و تغیر کیفیت وے نیز باقی است کہ بداں علم و شعور بازائرانِ قبر و احوالِ ایشاں دارد یہ ثابت ہوا کہ روح باقی ہے اور بدن سے مفارقت اور تغیر کیفیت کے باوجود روح کا اجزائے بدن کے ساتھ ایک خاص تعلق قائم رہتا ہے اور اسی تعلق کی وجہ سے قبر کی زیارت کرنے والوں کو اور ان کے احوال کو جانتی اور پہچانتی ہے۔ (فتاویٰ عزیزی ج ۲ ص ۱۰۸)

۱۱۶۰...... شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ روح و بدن عنصری کے تعلق اور حیات کی وضاحت کرتے ہیں کہ قبر میں روح و بدن کا برزخی تعلق اور برزخی حیات ہوتی ہے لیکن عالم دنیا والا تعلق اور عالم دنیا والی محسوس کھلی تکلیفی زندگی باقی نہیں رہتی۔ چنانچہ فرماتے ہیں: در قبر احیاء و اماتت حقیقیہ نیست بسبب انعکاس اشعہ روح بر بدن تعلق پیدا میشود کہ تغذیہ و تنمیہ بدن ہمرائے آں نمیباشد تامعنی حیات متحقق باشد قبر میں زندہ کرنا اور مارنا (عالم دنیا کی طرح) حقیقی طور پر نہیں ہوتا، بلکہ فقط روح کی شعاعوں کا بدن پر عکس ہوتا ہے اور اس عکس کی وجہ سے ایسا تعلق پیدا ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے بدن غذا کا محتاج نہیں ہوتا اور نہ ہی بدن میں نشو ونما ہوتا ہے اس لئے (دنیا والی کھلی) حیات متحقق نہیں ہوتی۔ (تفسیر عزیزی پارہ ۲۹ ص ۱۳۳، تحفہ اثنا عشریہ ص ۳۸۲)

فائدہ: اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اکابر کی عبارات میں جہاں حیات اور تعلق کی نفی ہے اس سے مراد ہے عالم دنیا کی کھلی محسوس تکلیفی زندگی اور اس کے دنیوی تعلق کی نفی، لیکن زیر پردہ قبر کی زندگی اور برزخی تعلق کی نفی نہیں ہوتی بلکہ اثبات ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک جگہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ لکھتے ہیں: معذب روح است نہ بدن تابقائے بدن شرطِ تعذیب باشد اس کا مطلب بھی یہ ہے کہ روح کے عذاب کے لئے بدن کا بقاء شرط نہیں، بدن باقی نہ ہو تب بھی روح اور اجزائے بدن کے درمیان تعلق قائم کر کے اللہ تعالیٰ روح اور اجزائے بدن کو عذاب پہنچاتے ہیں۔

۱۱۶۱...... وارواح کمل کہ درحین حیات ایشاں بسبب قرب مکانت و منزلت از رب العزة کرامات و تصرفات و امداد داشتند بعد از ممات الخ اور کامل لوگوں کی ارواح جن کو اللہ تعالیٰ کے ہاں زندگی میں تقرب و مرتبت حاصل تھی اور کرامات و تصرفات و امداد کرتے تھے اُن کو بعد از وفات بھی یہ تقرب حاصل ہوتا ہے اور (باذن الٰہی) تصرفات کرتے ہیں جس طرح کہ وہ اُس وقت کرتے تھے جب کہ اُن کے ابدان کے ساتھ ارواح کا پورا پورا تعلق تھا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔ اس لئے استمداد و استشفاع (یعنی صاحب قبر سے مدد اور شفاعت کی درخواست

کرنے) کے انکار کی کوئی صحیح وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ ہاں! اگر بعد الوفات روح و بدن کے تعلق حیات کا کلی طور پر انکار کر دیا جائے تو اس صورت میں انکار تو ہو سکتا ہے لیکن یہ خلاف منصوص ہے۔ کیونکہ اس صورت میں قبروں کی زیارت کرنا اور قبروں کی طرف جانا سب کچھ لغو اور بے مقصد ہو جاتا ہے جب کہ یہ عام احادیث و آثار کے خلاف ہے اور مدد طلب کرنے کی صورت اس کے سواء کچھ نہیں کہ محتاج اپنی حاجت اللہ تعالیٰ سے طلب کرے اُس روحانی توسل کے ذریعے جو مقبول بندہ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں حاصل ہے اور یوں کہے کہ اے اللہ! اس بندہ کی برکت سے جس پر تو نے رحمت و نوازش فرمائی ہے میری حاجت پوری کر، یا یوں کہے کہ اے بندۂ خدا! اور اے اللہ تعالیٰ کے ولی! میرے حق میں سفارش کر اور اللہ تعالیٰ سے میرے لئے دعا کر کہ وہ میری حاجت کو پورا کر دے۔ پس بندہ اس صورت میں صرف وسیلہ ہے، قادر اور دینے والا اور جس سے سوال کیا گیا ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ ہے اور اس صورت میں شرک کا کوئی شائبہ موجود نہیں جیسا کہ منکر کو وہم ہوا ہے اور اس قسم کا توسل اور طلبِ دعا صالحین اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے زندگی میں بالاتفاق جائز ہے تو بعد از وفات کیوں جائز نہیں؟ کیونکہ کامل لوگوں کی ارواح میں زندگی اور بعد از وفات بجز اس کے اور کوئی فرق نہیں کہ مرنے کے بعد ارواح کو ترقی ہوتی ہے۔ (فتاویٰ عزیزی ج ۲ ص ۱۰۸)

۱۱۶۲...... انسان را بعد موت ادراک باقی میماند بریں معنی شرع شریف و قواعد فلسفی اجماع دارند... بالجملہ انکارِ شعور و ادراکِ اموات اگر کفر نباشد در الحاد بودن او شبہ نیست۔ موت کے بعد انسان کا ادراک باقی رہتا ہے، اس پر شریعت اور فلسفی قواعد متفق ہیں...... خلاصہ یہ ہے کہ اگر اموات کے ادراک و شعور کا انکار کفر نہ ہو تو اس کے الحاد ہونے میں تو کوئی شبہ ہی نہیں ہے۔ (فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص ۸۸)

مولانا عبدالعزیز پرہاروی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۹ھ)

۱۱۶۳...... (قبر کی کشادگی والی حدیث لکھ کر فرماتے ہیں) وعندی انہ لا دلیل علی استحالۃ کون اللحد وسیعا علی المیت مع ضیقہ بالنسبۃ الی غیرہ کالحال فی قصر الزمان وطولہ بالنسبۃ الی شخصین (نبراس ص ۳۱۹) میرے نزدیک اس بات کے محال ہونے کی کوئی دلیل نہیں کہ میت پر لحد وسیع ہو اور وہی لحد غیر میت کے سامنے تنگ ہو، جیسے ایک ہی وقت دو آدمیوں (کے لئے خوشی اور غمی والی حالت) کے اعتبار سے کم اور زیادہ ہو جاتا ہے۔ (اسی طرح یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لحد میت کے سامنے تو وسیع ہو اور غیر میت کے سامنے تنگ ہو)

۱۱۶۴...... قد روی احادیث عذاب القبر وسوالہ عن جمع عظیم من الصحابۃ (نبراس ص ۳۲۰) عذاب قبر اور قبر میں منکر نکیر کے سوال کی احادیث صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک عظیم جماعت سے مروی ہیں۔ (اس کے بعد مؤلف نے ۱۹ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام لکھے ہیں)

۱۱۶۵...... ان الاحادیث الصحیحۃ ناطقۃ بان الروح یعاد فی الجسد عند السوال (نبراس ص ۳۲۲) بے شک احادیث صحیحہ میں صراحت ہے کہ قبر میں سوال کے وقت میت کی روح کو اس کے جسد کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے۔

۱۱۶۶...... ان الحیوۃ التی للمیت لیست کحیوۃ غیرہ باعادۃ الروح فی الجسد اعادۃ کاملۃ (نبراس ص ۳۲۲) میت کی حیات غیر میت کی حیات کی طرح نہیں ہوتی کہ روح جسم میں کامل طور پر لوٹا دی جائے (بلکہ میت میں اعادہ ناقص ہوتا ہے)

۱۱۶۷...... میت میں (سوال کے وقت) اس طرح حیات (کامل) ہوتی ہے جیسے غیر میت میں (لیکن میت میں غیر محسوس ہے اور غیر میت میں محسوس ہے) کیونکہ بوقت سوال میت کے جسد کی طرف روح کا اعادہ کامل ہوتا ہے یعنی روح جسم میں داخل ہو جاتی ہے۔ پھر سوال کے بعد علیین یا سجین میں چلی جاتی ہے اور جسم کے ساتھ اتصال و تعلق باقی رہتا ہے۔ (ایضاً)

۱۱۶۸...... (عذاب قبر نظر نہ آنے کا اشکال ذکر کر کے اس کا جواب لکھتے ہیں) ان اللہ تعالیٰ علی کل شیء قدیر وانا لاندرك الا ما خلق الله سبحانه ادرا که فینا فیجوز ان یستر هذه الاحوال عن حواسنا (نبراس ص ۳۲۲) یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور ہم صرف اسی چیز کو دیکھ سکتے ہیں جس کا ادراک اللہ تعالیٰ ہمارے اندر پیدا کرتا ہے۔ لہٰذا یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان احوال (عذاب قبر اور منکر نکیر کے سوال) کو ہمارے حواس سے پوشیدہ کر دے (اور ہم انہیں نہ دیکھ سکیں)

۱۱۶۹...... سوال القبر. وتسمی فتنة القبر والحدیث به متواتر (مرام الکلام فی عقائد الاسلام ص ۳۳۵) قبر میں سوال حق ہے اور اس کو قبر کا فتنہ بھی کہا جاتا ہے اور اس کی حدیث متواتر ہے۔

۱۱۷۰...... عذاب القبر احادیثه تبلغ التواتر المعنوی (مرام الکلام ص ۳۳۸) عذاب قبر کی احادیث تواتر معنوی کی حد کو پہنچی ہوئی ہیں۔

فائدہ: اور قبر کا عذاب اور سوال و جواب موقوف ہے حیات پر۔

علامہ صاوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ (احمد بن محمد، مصری، خلوتی۔ م ۱۲۴۱ھ)

۱۱۷۱...... قوله: بَلْ (هم) اَحْیَاءٌ ای حیاة اخرویة بالجسم والروح لیس کحیاة اهل الدنیا الخ شہداء جسم و روح کے ساتھ زندہ ہیں اور یہ حیات اہل دنیا کی حیات کی طرح محسوس تکلیفی اور خورد و نوش کی محتاج حیات نہیں بلکہ حیات اخروی ہے (جو غیر محسوس غیر تکلیفی ہے اور خورد و نوش کی محتاج نہیں اور ان کا رزق وعبادت برائے تلذذ ہے) اس حیات کا مشاہدہ رجال آخرت کرتے ہیں یا جن کو اللہ تعالیٰ خود مشاہدہ کرا دیں۔ تحقیقی بات یہی ہے اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ فقط روح زندہ ہے یہ تحقیقی نہیں بلکہ خلاف تحقیق ہے۔ (حاشیۃ الصاوی علی تفسیر الجلالین ص ۱۱۶)

۱۱۷۲...... قوله: (لما یسألهم الملکان) ای حین یحیی الله المیت حتی یسمع قرع من کان ماشیاً فی جنازته فیقعد انه (ایضاً ص ۹۵۳) اللہ تعالیٰ قبر میں میت کو زندہ کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ جنازہ میں شریک ہونے والے لوگ جب واپس لوٹتے ہیں تو میت ان کے چلنے کی آواز سنتی ہے۔ اتنے میں اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، وہ میت کو بٹھاتے ہیں اور اس سے سوال کرتے ہیں۔

۱۱۷۳...... قوله (کفایة فی دخول الجنة) ای من حیث انه یوصل لمراضی الله تعالیٰ فی الدنیا ویؤنس صاحبه فی القبر (ایضاً ص ۱۲۲۲) بے شک قرآن جنت میں داخل ہونے والوں کے لئے کافی ہے۔ کیونکہ قرآن دنیا میں اللہ تعالیٰ کی مرضیات کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور قبر میں میت کی وحشت اور دہشت کو دور کرتا ہے۔

فائدہ: وحشت اور دہشت زندہ کو ہوتی ہے۔

۱۱۷۴...... قوله (مات) ای ما کان حیاً فی الدنیا ویغشی علی من کان میتاً من قبل لکنه حی فی قبره کالانبیاء والشهداء (ایضاً ص ۱۶۵۳) جب قیامت کے دن صور پھونکا جائے گا تو اس وقت جو دنیا میں زندہ ہوں گے وہ مر جائیں گے اور جن پر پہلے موت آ چکی تھی لیکن ان کو قبروں میں دوبارہ کامل حیات کے ساتھ زندہ کیا گیا ان پر بیہوشی طاری ہوگی (اور جو قبروں میں زندہ کئے گئے مگر ناقص حیات کے ساتھ وہ بھی مر جائیں گے جیسے انبیاء اور شہداء کے علاوہ عام مردے)

۱۱۷۵...... وَمَعْنٰی قَوْلِہٖ فِی الْحَدِیْثِ اِلَّا رَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ رُوْحِیْ اَیْ مِنْ حَضْرَۃِ الشُّھُوْدِ اِلٰی رَدِّ جَوَابِ الْمُسْلِمِ الخ جب نبی کریم ﷺ پر کوئی مسلمان سلام کرتا ہے اور رسول اللہ ﷺ دربار الٰہی کے حضور استغراقی حالت میں ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کی روح مبارک کو سلام کرنے والے کے جواب کی طرف متوجہ کرتے ہیں اور آپ جواب عنایت فرماتے ہیں۔ (حاشیۃ الصاوی علی الشرح الصغیر ج ۲ ص ۱۷)

۱۱۷۶......والافضل فی الزیارۃ القرب من القبر الشریف بحیث یکون النبی یسمع قوله علی حسب العادۃ اور قبر شریف کی زیارت میں افضل یہ ہے کہ حسب عادت قبر شریف کے اتنا قریب ہو کر سلام کرے کہ نبی کریم ﷺ اس کا سلام سن لیں۔ (ایضاً)

۱۱۷۷...... مما یجب اعتقادہ سؤال منکر ونکیر لنا... ومحله بعد تمام الدفن وانصراف الناس فیعید الله الروح الی المیت والحواس... ویسأل کل انسان بلغته ویجمع من تفرقت اجزائه او اکلته السباع (شرح الصاوی علی جوہرۃ التوحید ص ۳۶۹، ۳۷۰) اس بات کا عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ منکر نکیر ہم سے سوال کریں گے......اور اس سوال کا موقع دفن کے مکمل ہونے اور لوگوں کے واپس جانے کے بعد ہے، پس اللہ تعالیٰ میت کی طرف روح اور حواس کو لوٹا دیتا ہے......اور (ایک قول یہ ہے کہ) ہر انسان سے اسی کی زبان میں سوال کیا جاتا ہے اور جس کے اجزاء بکھر جائیں یا اس کو درندے کھا جائیں تو اس کے اجزاء کو جمع کیا جاتا ہے۔

فائدہ: تین قول ہیں کہ اجزاء کو جمع کیا جاتا ہے یا منتشر اجزاء میں سے ہر جزء میں یا کسی ایک جزء میں تعلق روح حیات پیدا کر دی جاتی ہے۔

۱۱۷۸...... مما یجب الایمان به التصدیق بعذاب القبر والمراد بالقبر البرزخ وانما اضیف الی القبر لانه الغالب والا کل میت اراد الله تعذیبه عذب قبر اولم یقبر ولو اکلته الدواب اوحرق وذری فی الهواء ومحله الروح والبدن علی المعتمد (ایضاً ص ۳۷۱) جن چیزوں پر ایمان لانا واجب ہے ان میں سے عذاب قبر کی تصدیق ہے، قبر سے مراد برزخ ہے، قبر کی طرف نسبت اس لئے کی گئی کہ غالب عادت یہی ہے، ورنہ ہر وہ میت جس کو عذاب دینے کا اللہ ارادہ کرے اس کو عذاب دیا جاتا ہے خواہ اس کو دفن کیا جائے یا نہیں۔ اگرچہ اس کو جانور کھا جائیں یا اس کو جلا دیا جائے اور ہوا میں اڑا دیا جائے اور عذاب کا محل روح اور بدن دونوں ہیں، یہی قول لائق اعتماد ہے۔

عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب (م ۱۲۴۲ھ)

۱۱۷۹...... والذی نعتقده...انه حی فی قبره حیاۃ برزخیۃ ابلغ من حیاۃ الشهداء المنصوص علیها فی

التنزیل، اذھو افضل منھم بلا ریب وانہ یسمع سلام المسلم علیہ ہمارا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں حیات برزخی (مخفی حیات) کے ساتھ جو شہداء کی حیات سے کامل ترین ہے اور شہداء کی حیات کی قرآن کریم میں صراحت ہے اور نبی کریم ﷺ شہداء سے افضل ہیں تو وہ بلاشبہ بطریق اولیٰ زندہ ہوں گے اور آپ سلام کرنے والے کا سلام سنتے ہیں۔ (مشاہیر علماء نجد وغیرہم ص ۴۰، تحت ترجمۃ الشیخ عبد اللہ۔ نیز دیکھئے الدرر السنیۃ۔ مقدمہ الکبائر لمحمد بن عبد الوہاب اور مقدمہ اصول الایمان لمحمد بن عبد الوہاب)

مصطفی بن سعد حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۳ھ)

۱۱۸۰...... (وَيَسْمَعُ الْمَيِّتُ الْكَلَامَ مُطْلَقًا) سَلَامًا كَانَ أَوْ غَيْرَهُ لِأَنَّهُ ﷺ أَمَرَ بِالسَّلَامِ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يَكُنْ يَأْمُرُ بِالسَّلَامِ عَلَىٰ مَنْ لَمْ يَسْمَعْ (مطالب اولی النہی فی شرح غایۃ المنتہی ج ۱ ص ۹۳۴) سلام ہو یا سلام کے علاوہ کوئی اور کلام ہو میت سنتی ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حکم دیا ہے کہ مُردوں کو سلام کرو اور آپ ﷺ ان پر سلام کرنے کا حکم نہیں دے سکتے جو نہ سن سکتے ہوں۔

۱۱۸۱...... (وَيَعْرِفُ) الْمَيِّتُ (زَائِرَهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ) قَالَهُ أَحْمَدُ وَفِي الْغُنْيَةِ يَعْرِفُهُ كُلَّ وَقْتٍ وَهٰذَا الْوَقْتُ آكَدُ انْتَهَى وَهٰذَا هُوَ الصَّوَابُ بِلَا رَيْبٍ (ایضا) اور میت اپنے زائر کو جمعہ کے دن طلوع شمس سے پہلے (زیادہ) پہچانتی ہے، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے یہی کہا ہے اور غنیۃ الطالبین میں ہے کہ میت زائر کو ہر وقت پہچانتی ہے اور جمعہ کے دن طلوع شمس سے پہلے زیادہ پہچانتی ہے، بلاشبہ یہی درست ہے۔

۱۱۸۲...... اَلْاَحَادِيْثُ وَالْآثَارُ تَدُلُّ عَلَىٰ اَنَّ الزَّائِرَ مَتٰى جَاءَ عَلِمَ بِهِ الْمَزُوْرُ وَسَمِعَ سَلَامَهُ وَاَنِسَ بِهِ وَرَدَّ عَلَيْهِ وَهٰذَا عَامٌّ فِيْ حَقِّ الشُّهَدَاءِ وَغَيْرِهِمْ وَاَنَّهُ لَا تَوْقِيْتَ فِيْ ذٰلِكَ (ایضا) امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں: احادیث رسول اور آثار صحابہ و تابعین اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ جب زائر قبر کے پاس آتا ہے تو میت اس کو پہچان لیتی ہے اور اس کا سلام سنتی ہے، اس کے ساتھ اُنس پکڑتی ہے اور سلام کا جواب دیتی ہے۔ یہ حکم شہداء اور غیر شہداء کے حق میں برابر ہے اور اس کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں۔

۱۱۸۳...... ثُمَّ يَأْتِي الْقَبْرَ الشَّرِيْفَ الخ پھر قبر شریف کے پاس آئے اور یوں کہے: السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ الخ شہادتین کے بعد آپ سے یوں مخاطب ہو: انک قد بلغت الخ کہ آپ نے اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیئے اور آپ نے اپنی امت کی خیر خواہی کی...... اور یہ آیت پڑھے: ولو انھم اذ ظلموا الخ اور یہ کلمات کہے: وقد اتیتک مستغفرا من ذنوبی مستشفعا بک الی ربی کہ میں آپ کے پاس آیا ہوں اپنے گناہوں کی اللہ سے بخشش طلب کرتا ہوں اور آپ سے اپنے رب کی طرف سفارش کرنے کی درخواست کرتا ہوں۔ (ایضاج ۲ ص ۴۴۰)

۱۱۸۴...... وکرہ رفع الصوت الخ اور آپ کے حجرہ شریف کے پاس آواز بلند کرنا مکروہ ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے: لا ترفعوا اصواتکم الخ اپنی آواز نبی کی آواز پر بلند مت کرو، نہ ان سے بات کرتے ہوئے اس طرح زور سے بولو کہ جیسے تم زور سے بولتے ہو آپس میں، وفات کے بعد بھی ان کا وہی احترام لازم ہے جو ان کی زندگی میں احترام لازم تھا۔ (ایضا)

فائدہ: یہ اس لئے ہے کہ آپ ﷺ قبر میں زندہ ہیں۔

شَرقاوی رحمۃ اللہ علیہ (عبداللہ بن حجازی۔م ۱۲۲۷ھ)

۱۱۸۵...... یجوز ان یخلق اللہ تعالیٰ فی جمیع الاجزاء او فی بعضھا نوعا من الحیاۃ قدر ما یدرک الم العذاب وھذا لا یلزم منه اعادۃ الروح الی الجسد ولا ان یتحرک ویضطرب او یری اثر العذاب علیہ الخ (فتح المبدی بشرح مختصر الزبیدی ص ۱۹۵) اور یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ میت کے تمام اجزاء میں یا بعض اجزاء میں ایک قسم کی اتنی حیات پیدا کر دے جس کے ساتھ میت قبر میں عذاب کی تکلیف کا ادراک کر سکے اور اس کے لئے جسم میں (بصورت دخول وحلول) روح لوٹانا لازم نہیں اور نہ یہ لازم ہے کہ وہ حرکت کرے اور تڑپے یا اس پر عذاب کے ظاہری آثار واثرات نظر آئیں۔ کیونکہ جو آدمی پانی میں غرق ہو گیا یا حیوانات کی خوراک بن کر ان کے پیٹ میں چلا گیا یا اس کو فضا کے اندر سولی پر لٹکا دیا گیا ان کو بھی عذاب دیا جاتا ہے اگرچہ ہم اس پر مطلع نہ ہو سکیں۔

عطار شافعی رحمۃ اللہ علیہ (حسن بن محمد بن محمود۔م ۱۲۵۰ھ)

۱۱۸۶...... قَوْلُہٗ (وَنَعْتَقِدُ اَنَّ عَذَابَ الْقَبْرِ) اَیْ وَکَذَا نَعِیْمُہٗ وَاقْتَصَرَ عَلَیْہِ لِاَنَّ النُّصُوْصَ الْوَارِدَۃَ فِیْہِ اَکْثَرُ وَلِاَنَّ اَکْثَرَ عَامَّۃِ اَھْلِ الْقُبُوْرِ کُفَّارٌ وَعُصَاۃٌ فَکَانَ التَّعْذِیْبُ بِالذِّکْرِ اَجْدَرُ وَاقْتَصَرَ عَلٰی ذِکْرِ الْقَبْرِ جَرْیًا عَلَی الْغَالِبِ فَاِنَّ غَیْرَ الْمَقْبُوْرِ کَالْغَرِیْقِ وَالْمَاْکُوْلِ فِیْ بُطُوْنِ الْحَیَوَانَاتِ وَالْمَصْلُوْبِ فِی الْھَوَاءِ کَذٰلِکَ وَمَنْ تَاَمَّلَ فِیْ عَجَائِبِ مُلْکِہٖ وَمَلَکُوْتِہٖ لَمْ یَسْتَبْعِدْ ذٰلِکَ (حاشیۃ العطار علی شرح الجلال المحلی علی جمع الجوامع ج ۲ ص ۴۸۳) ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ میت قبر میں مدفون ہو یا غیر مدفون ہو جیسے کوئی پانی میں غرق ہو گیا یا حیوانات کی خوراک بن کر ان کے پیٹ میں چلا گیا یا اس کو فضا کے اندر سولی پر لٹکا دیا گیا ان سب کو قبر کا عذاب وثواب ہوتا ہے اور جو شخص کائنات سفلی اور کائنات علوی میں اللہ تعالیٰ کے عجائبات قدرت میں غور وفکر کرے گا وہ ہر حالت میں قبر کے عذاب وثواب کو بعید از عقل نہیں سمجھے گا۔

۱۱۸۷...... وَھٰذَا لَا یَسْتَلْزِمُ اِعَادَۃَ الرُّوْحِ اِلٰی بَدَنِہٖ وَلَا اَنْ یَتَحَرَّکَ وَیَضْطَرِبَ اَوْ یُرٰی اَثَرُ الْعَذَابِ عَلَیْہِ (ایضا) قبر کے عذاب وثواب کے لئے یہ ضروری نہیں کہ روح کو بدن کی طرف (بصورت دخول وحلول) لوٹایا جائے اور نہ یہ ضروری ہے کہ بدن حرکت کرے اور تڑپے یا اس پر عذاب کا اثر نظر آئے۔ (کیونکہ جیسے اللہ تعالیٰ دکھا سکتا ہے اسی طرح چھپا بھی سکتا ہے)

۱۱۸۸...... (قَوْلُہٗ بِاَنْ تُرَدَّ الرُّوْحُ الخ) فِیْہِ نَصٌّ عَلٰی اَنَّ الْعَذَابَ لِلرُّوْحِ مَعَ الْبَدَنِ وَکَذَا النَّعِیْمُ ... وَظَاھِرُ کَلَامِہٖ اَنَّ الرُّوْحَ تُرَدُّ لِلْبَدَنِ کُلِّہٖ وَقَالَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ الرُّوْحُ تَعُوْدُ لِلنِّصْفِ الْاَعْلٰی فَقَطْ عَلٰی ظَاھِرِ الْخَبَرِ وَعَلٰی کُلِّ حَالٍ ھِیَ حَیَاۃٌ لَا تَنْفِیْ اِطْلَاقَ اسْمِ الْمَیِّتِ عَلَیْہِ فَھِیَ اَمْرٌ مُتَوَسِّطٌ بَیْنَ الْمَوْتِ وَالْحَیَاۃِ (ایضا) قبر کا عذاب وثواب روح اور بدن دونوں کو ہوتا ہے اس طرح کہ روح کو کل بدن کی طرف یا بعض کی طرف لوٹا کر اس میں حیات پیدا کر دی جاتی ہے۔ پھر اس پر ثواب یا عذاب ہوتا ہے، لیکن اس حیات کی وجہ سے لفظ میت کا اطلاق اس سے زائل نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس کے بدن کے ظاہر پر حیات کا کوئی اثر نظر نہیں آتا، حیات اس میں پوشیدہ ہے یعنی حیات برزخی (زیر پردہ حیات) ہے تو ظاہر کے اعتبار سے تا قیامت میت ہے، میت کی

طرف روح لوٹنے کے بعد کامل موت اور کامل حیات کے درمیان والی حالت بن جاتی ہے جیسے نیند کی حالت کہ وہ نہ پوری موت ہے نہ جاگنے جیسی پوری حیات ہے بلکہ ان دونوں کے درمیان والی حالت ہے، اسی طرح میت میں روح لوٹنے کے بعد جس قسم کی حیات پیدا ہوتی ہے اس کی وجہ سے قبر میں میت کی حالت (بعد از سوال وجواب) کامل موت اور کامل حیات کے درمیان ہوتی ہے۔

۱۱۸۹...... (وَنَعْتَقِدُ اَنَّ عَذَابَ الْقَبْرِ) وَهُوَ لِلْكَافِرِ وَالْفَاسِقِ الْمُرَادُ تَعْذِيبُهُ بِاَنْ تُرَدَّ الرُّوحُ اِلَى الْجَسَدِ اَوْ مَا بَقِيَ مِنْهُ (ایضاح ۲ ص ۴۸۳) ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ قبر کا عذاب کافر اور فاسق فاجر کے لئے ثابت ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ روح کو اس کے کل بدن کی طرف یا اس کے بدن کے اس حصے کی طرف جو باقی رہ گیا ہے لوٹا دیا جاتا ہے (جس سے اتنی حیات پیدا ہو جاتی ہے جس کے ساتھ وہ تکلیف اور درد کا ادراک واحساس کر سکے)

غیر مقلد عالم قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۰ھ)

۱۱۹۰...... وَالْحَدِيثُ اَيْضًا يَدُلُّ عَلٰى اِثْبَاتِ عَذَابِ الْقَبْرِ وَقَدْ جَاءَتِ الْاَحَادِيثُ الْمُتَوَاتِرَةُ بِاِثْبَاتِهٖ وَخِلَافُ بَعْضِ الْمُعْتَزِلَةِ فِي ذٰلِكَ مِنَ الْاَبَاطِيلِ الَّتِي لَا مُسْتَنَدَ لَهَا اِلَّا مُجَرَّدُ الْهَوٰى (نیل الاوطار ۱ ص ۱۲۱) حدیث جریدہ عذاب قبر کے اثبات کی دلیل ہے اور اس کے علاوہ عذاب قبر کے اثبات پر احادیث متواترہ موجود ہیں اور بعض معتزلہ کا انکار کرنا اور مخالفت کرنا عقائد باطلہ میں سے ہے اس پر سوائے خواہش پرستی اور عقل پرستی کے ان کے پاس کوئی مستند دلیل نہیں۔

۱۱۹۱...... اِنَّهَا (ای الصلاۃ) تُعْرَضُ عَلَيْهِ ﷺ - وَاِنَّهٗ حَيٌّ فِي قَبْرِهٖ (نیل الاوطار ۳ ص ۲۹۵) بے شک درود نبی کریم ﷺ پر پیش کیا جاتا ہے کیونکہ آپ ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔

۱۱۹۲...... وَقَدْ ذَهَبَ جَمَاعَةٌ مِنَ الْمُحَقِّقِينَ اِلٰى اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ - حَيٌّ بَعْدَ وَفَاتِهٖ وَاَنَّهٗ يُسَرُّ بِطَاعَاتِ اُمَّتِهٖ وَاَنَّ الْاَنْبِيَاءَ لَا يُبْلَوْنَ (ایضا) محققین کی جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ وفات کے بعد (قبر میں) زندہ ہیں اور اپنی امت کی اطاعت کی وجہ سے خوش ہوتے ہیں۔ نیز یہ بھی عقیدہ ہے کہ قبر میں انبیاء علیہم السلام کا امتحان نہیں کیا جاتا۔

۱۱۹۳...... اِنَّ مُطْلَقَ الْاِدْرَاكِ كَالْعِلْمِ وَالسَّمَاعِ ثَابِتٌ لِسَائِرِ الْمَوْتٰى وَقَدْ صَحَّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوعًا مَا مِنْ اَحَدٍ يَمُرُّ عَلٰى قَبْرِ الخ (ایضا) یقیناً مطلق ادراک جیسے علم وسماع تمام مُردوں کے لئے ثابت ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے صحیح مرفوع حدیث ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو کوئی اپنے مؤمن بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا پھر گزرنے والا اس کو سلام کرتا ہے تو قبر والا اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

۱۱۹۴...... وَوَرَدَ النَّصُّ فِي كِتَابِ اللّٰهِ فِي حَقِّ الشُّهَدَاءِ اَنَّهُمْ اَحْيَاءٌ يُرْزَقُونَ وَاَنَّ الْحَيَاةَ فِيهِمْ مُتَعَلِّقَةٌ بِالْجَسَدِ فَكَيْفَ بِالْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ وَقَدْ ثَبَتَ فِي الْحَدِيثِ اَنَّ الْاَنْبِيَاءَ اَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ الخ شہداء کی حیات کے بارے میں کتاب اللہ میں نص موجود ہے کہ وہ زندہ ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے اور یہ کہ شہداء کی حیات کا تعلق جسد (عنصری) کے ساتھ ہے، جب شہداء قبر میں زندہ ہیں تو انبیاء علیہم السلام اور رسول کیسے زندہ نہ

ہوں گے؟ وہ تو بطریق اولیٰ زندہ ہوں گے، خصوصاً جب کہ یہ حدیث بھی موجود ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں۔ نیز صحیح مسلم میں ہے آپ ﷺ نے اسراء کی رات موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے دیکھا۔ (ایضاً)

۱۱۹۵...... قَوْلُهٗ (اِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ) الخ فِيهِ مَشْرُوعِيَّةُ الْاِسْتِغْفَارِ لِلْمَيِّتِ عِنْدَ الْفَرَاغِ مِنْ دَفْنِهٖ وَسُؤَالِ التَّثْبِيتِ لَهٗ لِاَنَّهٗ يُسْأَلُ فِيْ تِلْكَ الْحَالِ وَفِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى ثُبُوتِ حَيَاةِ الْقَبْرِ الخ حدیث میں ہے جب نبی کریم ﷺ میت کے دفن سے فارغ ہو جاتے۔ الخ! مؤلف فرماتے ہیں اس حدیث سے درج ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔ (۱) میت کے دفن سے فارغ ہونے کے بعد میت کے لئے استغفار کی مشروعیت اور اس کے لئے قبر میں ثابت قدمی کی دعا کرنا، کیونکہ اس وقت میت سے قبر میں سوال کیا جاتا ہے۔ (۲) اس حدیث میں دلیل ہے کہ میت قبر میں زندہ ہے اور اس عقیدہ پر اتنی زیادہ حدیثیں ہیں جو حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ (۳) اس حدیث میں اس عقیدہ پر بھی دلیل ہے کہ قبر میں میت سے سوال کیا جاتا ہے اور اس عقیدے پر صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے علاوہ دوسری کتب حدیث میں احادیث صحیحہ موجود ہیں۔ (نیل الاوطار ج ۴ ص ۱۱۰)

۱۱۹۶...... وَقِيلَ وَالْمُرَادُ بِرَدِّ الرُّوحِ النُّطْقُ لِاَنَّهٗ ﷺ حَيٌّ فِي قَبْرِهٖ وروحه لَا تُفَارِقُه لما صَحَّ اَنَّ الْاَنْبِيَاءَ اَحْيَاءٌ فِيْ قُبُورِهِمْ كَذَا قَالَ ابْنُ الْمُلَقِّنِ وَغَيْرُهٗ (تحفۃ الذاکرین بعدۃ الحصن الحصین ص ۴۶) نبی کریم ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور آپ کی روح مبارک آپ سے جدا نہیں ہوتی، کیونکہ صحیح حدیث میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

علامہ شامی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (ابن عابدین، محمد امین بن عمر، دمشقی۔ م ۱۲۵۲ھ)

۱۱۹۷...... قَالَ اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ وَسُؤَالُ مُنْكَرٍ وَنَكِيرٍ وَضَغْطَةُ الْقَبْرِ حَقٌّ لَكِنْ اِنْ كَانَ كَافِرًا فَعَذَابُهٗ يَدُومُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَيُرْفَعُ عَنْهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَشَهْرَ رَمَضَانَ فَيُعَذَّبُ اللَّحْمُ مُتَّصِلًا بِالرُّوحِ وَالرُّوحُ مُتَّصِلًا بِالْجِسْمِ الخ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ قبر کا عذاب، منکر نکیر کا سوال اور قبر کا دبانا برحق ہے۔ کیونکہ روح اگرچہ جسم سے خارج ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود روح اور جسم کے گوشت کے درمیان اتصال و تعلق ہوتا ہے جس کی وجہ سے روح اور جسم دونوں درد کی تکلیف محسوس کرتے ہیں لیکن روح اصالۃً اور جسم تبعاً۔ (ردالمحتار ج ۲ ص ۱۶۵)

۱۱۹۸...... قَالَ فِيْ شَرْحِ الْمُنْيَةِ... وَاِنَّمَا لَا يُنْهٰى عَنِ التَّلْقِينِ بَعْدَ الدَّفْنِ لِاَنَّهٗ لَا ضَرَرَ فِيهِ بَلْ نَفْعٌ فَاِنَّ الْمَيِّتَ يَسْتَأْنِسُ بِالذِّكْرِ عَلٰى مَا وَرَدَ فِي الْاٰثَارِ الخ دفن کے بعد میت کو تلقین کرنے سے منع نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ اس میں کوئی نقصان نہیں بلکہ نفع ہے، وہ یہ کہ میت ذکر کے ساتھ اُنس پکڑے گی اور اس کی وحشت اور دہشت دور ہوگی جیسا کہ آثار میں وارد ہوا ہے۔ (ردالمحتار ج ۲ ص ۱۹۲)

۱۱۹۹...... وَالزِّيَارَةُ وَاِنْ كَانَتْ لِلرُّوحِ لَكِنْ لِلرُّوحِ نَوْعُ تَعَلُّقٍ بِالْجَسَدِ (ردالمحتار ج ۲ ص ۲۰۳) (مُردوں کی آپس میں ایک دوسرے کی) زیارت اگرچہ روح سے ہوتی ہے لیکن روح کا جسد کے ساتھ ایک قسم کا تعلق ہوتا ہے (جس کی وجہ سے بدن بھی اس زیارت سے لطف اندوز ہوتا ہے)

۱۲۰۰...... يُكْرَهُ أَيْضًا قَطْعُ النَّبَاتِ الرَّطْبِ وَالْحَشِيْشِ مِنَ الْمَقْبَرَةِ دُوْنَ الْيَابِسِ كَمَا فِي الْبَحْرِ وَالدُّرَرِ وَشَرْحِ الْمُنْيَةِ وَعَلَّلَهُ فِي الْإِمْدَادِ بِأَنَّهُ مَادَامَ رَطْبًا يُسَبِّحُ اللهَ تَعَالٰى فَيُؤْنِسُ الْمَيِّتَ وَتَنْزِلُ بِذِكْرِهِ الرَّحْمَةُ (ردالمحتار ج ۲ ص ۲۴۵) قبرستان کے تر گھاس اور نباتات کو کاٹنا مکروہ ہے لیکن خشک کو کاٹنا مکروہ نہیں کیونکہ جب تک گھاس تر ہو، اللہ کی تسبیح کرتی ہے اور میت اس سے اُنس پکڑتی ہے اور اس کے ذکر کی برکت سے اللہ کی رحمت اترتی ہے۔

۱۲۰۱...... مَطْلَبٌ: تُرَدُّ الْحَيَاةُ إِلَى الْمَيِّتِ بِقَدْرِ مَا يُحِسُّ بِالْأَلَمِ (ردالمحتار ج ۳ ص ۸۳۵) مؤلف نے عنوان قائم کیا ہے کہ میت میں حیات کی اتنی مقدار لوٹا دی جاتی ہے جس کے ساتھ وہ درد کی تکلیف محسوس کر سکے۔

۱۲۰۲...... اگر کوئی شخص قسم اٹھائے إن ضربتك فعبدی حرٌّ (اگر میں نے تجھے مارا تو میرا غلام آزاد) اگر وہ مخاطب کو اس کی زندگی میں مارے گا تو غلام آزاد ہو جائے گا۔ اگر موت کے بعد اس کی میت کو مارے گا تو غلام آزاد نہ ہوگا۔ موت کے بعد مارنے سے حانث نہ ہونے کی مؤلف وجہ بیان کرتے ہیں: اما الضربُ فلانه الخ ضرب کا معنی ہے درد پہنچانے والا فعل بدن پر واقع ہو یا تادیب (ادب سکھانا) کا آلہ ایسے محل میں استعمال کرنا جو تادیب کو قبول کرتا ہو، لیکن تکلیف پہنچانا اور ادب دونوں میت میں متحقق نہیں ہو سکتے۔ اگر اس پہ کوئی اعتراض کرے کہ اگر میت کو درد نہیں پہنچتا تو قبر میں عذاب کیسے ہوتا ہے؟ مؤلف اس کا جواب دیتے ہیں: لِأَنَّهُ تُوضَعُ فِيهِ الْحَيَاةُ عِنْدَ الْعَامَّةِ بِقَدْرِ مَا يُحِسُّ بِالْأَلَمِ الخ یعنی تمام علمائے اہل السنت کا عقیدہ یہ ہے کہ میت میں حیات کی اتنی مقدار رکھ دی جاتی ہے جس کے ساتھ وہ درد کو محسوس کر سکے اور اہل السنت کے نزدیک حیات کے لئے ڈھانچے کا سالم ہونا شرط نہیں بلکہ اگر بدن کے اجزاء بکھر جائیں اور اجزاء بھی اتنے چھوٹے ہوں جو نظر نہ آئیں تو عذاب قبر کے لئے اللہ تعالیٰ ان باریک اجزا میں حیات پیدا کر کے عذاب دیتے ہیں۔ (ایضا)

فائدہ: رہی یہ بات کہ جب میت میں حیات ہے اور عذاب سے درد بھی پہنچتا ہے تو پھر یہ کہنا کیسے درست ہے کہ میت کو درد نہیں پہنچتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ موت کے بعد عالم برزخ میں راحت و تکلیف کے دنیاوی اسباب غیر مؤثر ہو جاتے ہیں، قبر میں جو درد پہنچتا ہے وہ اسباب دنیا کے تحت نہیں بلکہ اللہ کی قدرت اور اسباب برزخ کے ساتھ ہوتا ہے۔

۱۲۰۳...... وَأَمَّا مَا نُسِبَ إِلَى الْإِمَامِ الْأَشْعَرِيِّ إِمَامِ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ الخ (ایضا ج ۴ ص ۱۵۱) امام اہل سنت ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ یہ ہے: ان الانبیاء احیاء فی قبورھم انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ ان کی اپنی کتب میں اور ان کے شاگردوں اور متبعین کی کتابوں میں اس کی صراحت ہے۔ لہٰذا ان کی طرف یہ بات جو منسوب کی جاتی ہے کہ وہ موت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصف رسالت کو آپ کی ذات میں ثابت نہیں مانتے یہ ان پر افتراء اور بہتان ہے۔

۱۲۰۴...... (قَوْلُهُ ثُمَّ قَالَ إِنَّ الرُّوحَ إِذَا قُبِضَ تَبِعَهُ الْبَصَرُ) روح قبض ہو جانے کے بعد آنکھ روح کو دیکھتی ہے کہ روح کہاں جاتی ہے؟...... بہت سے علماء نے اس کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ قبض ہو جانے کے بعد روح کا بدن کے ساتھ اتصال رہتا ہے اس لئے روح دیکھتی ہے سنتی ہے سلام کا جواب دیتی ہے اور مذکورہ حدیث اس پر قوی ترین دلیل ہے۔ (منحۃ الخالق مطبوع مع البحر الرائق ج ۲ ص ۱۸۴)

۱۲۰۵...... وَالْمُرَادُ بِالْمُبْتَدِعِ مَنْ يَعْتَقِدُ شَيْئًا عَلٰى خِلَافِ مَا يَعْتَقِدُهُ أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَإِنَّمَا يَجُوزُ

الاقْتِدَاءُ بِهٖ مَعَ الْكَرَاهَةِ اِذَا لَمْ يَكُنْ مَا يَعْتَقِدُهٗ يُؤَدِّي اِلَى الْكُفْرِ عِنْدَ اَهْلِ السُّنَّةِ اَمَّا لَوْ كَانَ مُؤَدِّيًا اِلَى الْكُفْرِ فَلَا يَجُوْزُ اَصْلًا ... اَوْ يُنْكِرُ صُحْبَةَ الصِّدِّيْقِ ... اَوْ عَذَابَ الْقَبْرِ (ایضاً ج ۲ ص ۲۱۰)

مبتدع (بدعتی) سے مراد وہ شخص ہے جو اہل السنت والجماعت کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے۔ اگر اس کا بدعت والا عقیدہ کفر نہ ہو بلکہ محض گمراہی کے درجہ میں ہو تو ایسے بدعتی کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور اگر بدعت کفریہ ہو تو اس کے پیچھے نماز بالکل جائز نہیں جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار یا عذاب قبر کا انکار۔

شیخ محمد عابد سندھی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۷ھ)

۱۲۰۶...... اما هم فحياتهم لا شك فيها ولا خلاف لاحد من العلماء في ذالك ... فهو صلی اللہ علیہ وسلم حي على الدوام (الرسالة الدمية ص ۴۱) انبیاء علیہم السلام کی حیات میں کوئی شک نہیں اور علماء میں سے کسی نے نہ اس کی مخالفت کی ہے اور نہ اختلاف کیا ہے ...... پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دائمی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں۔

۱۲۰۷...... شیخ عابد سندھی کا ایک رسالہ "التوسل واحکامہ وانواعہ" کے نام سے ہے، اس کے شروع میں لکھتے ہیں: قد ثبت في الاحاديث الصحيحة القوية ما يقتضي ان للميت شعورا بعد موته وسماعا لما يسمع (ص ۷۲) احادیث صحیحہ قویہ سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ موت کے بعد میت کو شعور بھی حاصل ہوتا ہے اور جو باتیں سنی جاسکتی ہیں ان کا سماع بھی حاصل ہوتا ہے۔ (اس کے بعد مؤلف نے اس پر سات احادیث نقل کی ہیں)

۱۲۰۸...... (حدیث قد مونی لکھ کر فرماتے ہیں) فهذا مما يفيد ثبوت الشعور للميت بحملهم له اولاً وذهابهم به ثانياً ومعرفة تامة بما آل اليه من خير او شر (ایضاً ص ۷۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کو جب لوگ اٹھاتے ہیں اور پھر لے کر جاتے ہیں میت کو اس کا شعور ہوتا ہے جو خیر اور شر کا معاملہ اس کے ساتھ ہونے والا ہوتا ہے میت کو اس کی پوری پوری معرفت حاصل ہوتی ہے۔

۱۲۰۹...... حدیث انس رضی اللہ عنہ جس میں ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ خواب میں ایک مسلمان آدمی کے پاس آئے اور اس کو وصیت کی اور کہا اس کو جھوٹے خیالات سمجھ کر ضائع نہ کر دینا، پھر بتایا کہ جب میں قتل ہو گیا تو فلاں شخص نے میری زرہ کو لے لیا اس کا گھر لوگوں کے دور ترین کنارہ میں ہے، اس کے خیمہ کے پاس گھوڑا ہے جو خوب دوڑتا ہے، زرہ پر ہانڈی الٹی رکھی ہوئی ہے اور اس کے اوپر کجاوہ رکھا ہوا ہے، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو کہو کہ وہ پکڑ لے، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے یہ خواب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بتایا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کی وصیت پر عمل کیا۔ یہ حدیث لکھ کر فرماتے ہیں: وهذه القصة افادت بان للميت شعورا تاما بما يفعل به الحي بل له كمال اطلاع على ما يخفيه الحي من ماله ومحل اخفائه (ایضاً ص ۷۵) اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ زندہ آدمی میت کے ساتھ جو کچھ کرتا ہے میت کو اس کا پورا شعور ہوتا ہے، بلکہ اگر کوئی آدمی میت کا مال چھپائے تو جہاں بھی چھپائے (جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں) میت کو اس کا بھی علم ہو جاتا ہے۔

۱۲۱۰...... (حدیث قرع نعال لکھ کر فرماتے ہیں) ففيه ثبوت سماع الميت لقرع النعال فالاولى سماعه لما يتلفظ به من الاقوال (ایضاً ص ۷۶) اس حدیث میں اس بات کا ثبوت ہے کہ میت جوتوں کی آواز سنتی ہے، جب جوتوں کی آواز سن لیتی ہے تو اقوال جن کا تلفظ ہوتا ہے ان کو میت بطریق اولیٰ سنتی ہے۔

۱۲۱۱...... (قبر پر جا کر السلام علیکم کہنے والی حدیث لکھ کر فرماتے ہیں) فالخطاب مع من لا یسمع ولا یفھم مما لا یعقل وکان یعد من العبث ولیس ھذا مخصوصا بہ ﷺ بل الامر بخطاب اھل القبور بقول السلام علیکم الخ سنۃ مستمر لمن یزور القبور (ایضاً ص ۷۷) جو نہ سنے اور نہ سمجھے اس کو خطاب کرنا غیر معقول ہے اور یہ فضول کام ہے اور یہ (خطاب کے صیغے کے ساتھ سلام) نبی ﷺ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ اہل قبور کو السلام علیکم کے الفاظ کے ساتھ خطاب کا حکم تمام زائرین قبور کے لئے سنت مستمرہ ہے۔

۱۲۱۲...... (حدیث قلیب بدر لکھ کر فرماتے ہیں) فدفع النبی ﷺ ما توھمہ عمر من استبعاد سماع الموتی لکلام الاحیاء وقرر بان سماعھم اکثر من سماع الاحیاء (ایضاً ص ۷۸) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جو وہم ہوا زندوں کے کلام کو مُردوں کے سننے کے متعلق، حضور ﷺ نے یہ فرما کر دور کر دیا کہ زندوں سے ان مُردوں کی سماعت زیادہ ہے۔

۱۲۱۳...... ثم سماعھم اما باذن رؤسھم اذا قلنا ان الروح تعاد الی الجسد کلہ او الی بعضہ عند المسألۃ وھذا قول اکثر اھل السنۃ الخ (التوسل ص ۴۱) اکثر اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ قبر میں بوقت سوال روح سارے جسم یا جسم کے بعض حصے کی طرف لوٹائی جاتی ہے، اس قول کے مطابق مُردے اپنے سر کے کانوں کے ساتھ سنتے ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ قلب وروح کے کانوں کے ساتھ سنتے ہیں، یہ ان لوگوں کا قول ہے جو روح کے جسد کی طرف اعادہ کے قائل نہیں۔

۱۲۱۴...... قلیب بدر والی حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ میں ہے: انہ لیسمعون اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں ہے: انہ لیعلمون ان دونوں میں تطبیق دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ علم اور سماع میں کوئی تضاد نہیں، بلکہ سماع ذریعہ علم ہے، فرماتے ہیں: اذ العلم لا یمنع السماع بل یؤیدھا لان علم المخاطب فی العادۃ انما یکون بما یسمعہ علم سماع کے لئے رکاوٹ نہیں بلکہ علم سماع کا مؤید ہے کیونکہ عادۃً مخاطب کو سننے سے علم حاصل ہوتا ہے۔ (ایضاً ص ۸۳)

۱۲۱۵...... (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دفن ہونے کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے آپ کو چھپا کر جاتی تھیں، یہ اثر لکھ کر فرماتے ہیں) ففی ھذا اثباتھا لادراک المیت کھیئۃ الحی فضلاً عن سماع مقالتہ (ص ۴۵) اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ثابت کرنا چاہتی ہیں کہ میت کا ادراک زندہ کی طرح ہوتا ہے تو پھر بات کا سننا بطریق اولیٰ ان کے نزدیک ثابت ہوگا۔

۱۲۱۶...... (فتح القدیر کی ایک عبارت نقل کر کے فرماتے ہیں) فقد اثبت رحمہ اللہ للمیت اطلاعا بحاسۃ بصرہ الخ (ص ۴۸) ابن ہمام رحمہ اللہ کے نزدیک میت کے لئے حاسہ بصر کے ذریعے مطلع ہونا ثابت ہے اور حاسہ بصر حاسہ سمع کے مقابلے میں کمزور ہوتا ہے کیونکہ حاسہ بصر روشنی کا محتاج ہوتا ہے جب کہ حاسہ سمع روشنی کا محتاج نہیں ہوتا اور ابن ہمام رحمہ اللہ نے یہ بھی بتا دیا کہ مٹی کا ڈھیر آنکھ اور زائر کے درمیان حائل نہیں ہوسکتا تو حاسہ سمع میں بطریق اولیٰ حائل نہیں ہوسکے گا۔

۱۲۱۷...... وقد وردت الآثار والاخبار بعلم الموتی باحوال الزائرین لھم الخ (ص ۵۰) آثار اور احادیث اس بات پر وارد ہوئی ہیں کہ مُردے زائرین کے احوال کو جانتے ہیں۔ نیز اس میں کوئی شک نہیں کہ مُردوں کو احوال آخرت اور دین اسلام کی حقیقت اور حقانیت کا علم حاصل ہوجاتا ہے تو اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ مُردوں کے لئے دنیا اور اہل دنیا کے احوال کا علم بھی ثابت ہو۔

۱۲۱۸...... وجاء فی الحدیث ان المیت الخ اور حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جب میت منکر نکیر کے صحیح جواب دینے سے فارغ ہوتی ہے تو اس کے لئے قبر روشن کر دی جاتی ہے اور اس کو کہا جاتا ہے کہ دلہا کی طرح (بے فکر ہو کر) سو جا۔ (ایضا ص ۸۹)

۱۲۱۹...... وقد ثبت فی حق الموتی ما هو فوق سماعهم وهو الکلام وقراءة القرآن الخ (ص ۸۹) مردوں کے حق میں سماع سے بھی بڑھ کر چیزیں ثابت ہیں اور وہ ہیں مردوں کا کلام کرنا اور ان کا قرآن پڑھنا۔

۱۲۲۰...... وهذا القدر کاف فی اثبات سماع الموتی وشعورهم وکلامهم للاحیاء وقراءتهم القرآن فلا وجه لانکار من انکر ذلك (ص ۵۴) جو دلائل ہم نے لکھ دیئے ہیں جن سے مُردوں کا سننا اور ان کا شعور اور ان کا زندوں کو جواب دینا (خواہ زندہ لوگ یہ جواب سنیں یا نہ سنیں) اور ان کا قرآن پڑھنا ثابت ہوتا ہے یہ کافی ہیں۔ پس انکار کرنے والوں کا انکار بلا وجہ ہے۔

۱۲۲۱...... قد ثبت بادلة قویة واسانید صحیحة حیاة الانبیاء الکرام علیهم افضل الصلوة والسلام خصوصا نبینا ﷺ (ص ۵۸) قوی دلائل اور صحیح اسناد کے ساتھ ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام (اپنی قبروں میں) زندہ ہیں بالخصوص ہمارے نبی ﷺ۔

۱۲۲۲...... والحاصل ان الادلة علی حیاة الانبیاء الکرام متکاثرة لا تسع هذه الاوراق حصرها وقد الف السیوطی وغیره فی ذلك رسائل متعددة (ص ۱۱۹) خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء کرام کی حیات پر ادلہ بہت ہیں جن کا احاطہ کرنے کی یہ کتاب گنجائش نہیں رکھتی اور امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے اس کے بارے میں متعدد رسائل تالیف کئے ہیں۔

۱۲۲۳...... والاستمداد منهم لایزال فی کل عصر وکان هناك زمان الخلفاء الراشدین فمع اطلاعهم علی قصة العتبی وسکوتهم عن الانکار علیه لا یسع لکل ذی فضیلة وفهم ان یتردد فی جواز ذلك (ایضا) انبیاء علیہم السلام سے مدد کی درخواست کرنے کا طریقہ ہر زمانہ میں جاری رہا ہے۔ حتیٰ کہ خلفائے راشدین کے زمانے میں بھی۔ عتبی کے قصہ پر علماء کے مطلع ہونے اور اس پر نکیر کرنے سے ان کے خاموش رہنے کے بعد سب اہل فضیلت اور اہل فہم لوگوں کے لئے استمداد کے جواز میں تردد کی گنجائش نہیں رہتی۔

۱۲۲۴...... شیخ ابراہیم بن شیبان رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں: حججت فی بعض السنین فجئت المدینة فتقدمت الی قبر النبی ﷺ فسلمت علیه فسمعت من داخل الحجرة وعلیك السلام (طوالع الانوار ص ۱۴، بحث زیارۃ القبر الشریف) میں نے ایک سال حج کیا، پھر مدینہ منورہ آیا اور رسول اللہ ﷺ کی قبر کے پاس حاضر ہوا، میں نے آپ پر سلام کیا تو میں نے حجرہ مبارک کے اندر سے سنا: وعلیك السلام. محدث عابد سندھی رحمۃ اللہ علیہ اس واقعہ کے بعد لکھتے ہیں: وقد نقل مثل ذلك عن جماعة من الاولیاء والصالحین حجرہ مبارک کے اندر سے جواب کا ملنا اولیاء اور صالحین کی ایک جماعت سے منقول ہے۔

۱۲۲۵...... ولا شك فی حیاته ﷺ بعد الموت وکذا سائر الانبیاء علیہم السلام حیاة اکمل من حیاة الشهداء الخ موت کے بعد نبی کریم ﷺ کی حیات میں کوئی شک نہیں اور اسی طرح تمام انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں، ایسی حیات کے ساتھ جو شہداء کی حیات سے زیادہ کامل ہے اور شہداء کی حیات کی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں خبر دی ہے اور نبی

کریم ﷺ شہداء کے سردار ہیں اور تمام شہداء کے اعمال آپ ﷺ کے ترازو میں ہیں۔ (طوالع الانوار ص ۱۴)

۱۲۲۶...... واما ادلة الحياة للانبياء فمقتضاها انها مع البنية (ایضاً ص ۱۶) بہرکیف انبیاء کی حیات کے بارے میں جو دلائل ہیں ان کا مقتضا یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنے اجساد عنصریہ کے ساتھ زندہ ہیں۔

۱۲۲۷...... وليستحضر حياته ﷺ في قبره وانه يعلم زائره (ایضاً ص ۶۱) قبر شریف کی زیارت کرنے والا اس بات کا استحضار کرے کہ آپ ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور زائر کو جانتے ہیں۔

۱۲۲۸...... وقد اتفق العلماء على انه ﷺ حي في قبره الشريف يعلم بزائره فليستقبل الزائر وليستدبر الكعبة (ایضاً ص ۶۵) اور تحقیق سب علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور اپنے زائر کو جانتے ہیں۔ پس چاہئے کہ زائر قبلہ کی طرف پیٹھ کرے اور آپ ﷺ کی طرف چہرہ کرے۔

۱۲۲۹...... ثم يطلب الشفاعة في الدنيا بتوفيق الطاعة وفي الآخرة بغفران المعصية فيقول يا رسول الله اسألك الشفاعة ثلاثا (ایضاً ص ۶۹) قبر شریف پر حاضر ہونے والا اسلام سے فارغ ہونے کے بعد دنیا میں طاعت کی توفیق اور آخرت میں گناہوں کی مغفرت کی شفاعت کی درخواست کرے اور یوں کہے اے اللہ کے رسول! میں آپ سے شفاعت کا درخواست کرتا ہوں اور یہ تین مرتبہ کہے۔

فائدہ: اور آپ ﷺ سے شفاعت کی درخواست حیات کی دلیل ہے۔

۱۲۳۰...... اشهد ان لا اله الا الله وانك رسول الله امنت بجميع ما جئت به من عند الله الخ (ایضاً ۷۳) زائر قبر شریف کے پاس یہ کلمات کہے میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں، میں ان تمام احکامات پر ایمان لایا جو آپ اللہ تعالیٰ کی جانب سے لائے ہیں اور میں اللہ کے ساتھ، اس کے فرشتوں کے ساتھ، اس کے رسولوں کے ساتھ، یوم آخرت کے ساتھ اور اچھی بری تقدیر کے ساتھ ایمان لایا۔ اے اللہ کے محبوب! میں آپ کے پاس اس شہادت کو امانت رکھتا ہوں تا کہ آپ میرے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی شہادت دیں۔ اے قرشی! اے ہاشمی! اے رحمۃ للعالمین! اے اللہ! آپ نے فرمایا اور آپ کا فرمان حق ہے آپ کی اس کتاب میں جو آپ نے اپنے بھیجے ہوئے نبی پر اتاری ہے: ولو انهم اذ ظلموا الخ اور تحقیق میں گناہوں سے بھاگ کر آپ ﷺ کے پاس آیا ہوں اور آپ سے اپنے رب کی طرف شفاعت کی درخواست کرتا ہوں۔ پس اے امت کے شفیع! میرے لئے شفاعت کیجئے اور مجھے آگ سے پناہ دلوایئے اے نبی رحمت! آپ پر اور تمام انبیاء اور مرسلین پر صلوۃ وسلام ہو۔

۱۲۳۱...... ثم يزور الصديق... ثم يزور قبر امير المؤمنين عمر بن الخطاب الخ (ایضاً) پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زیارت کرے۔ اس کے بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کرے اور ہر دو حضرات کی خدمت میں یہ درخواست کرے۔ استودعك شهادة ان لا اله الا الله الخ میں توحید و رسالت اور تمام احکامات پر ایمان کی اپنی گواہی کو آپ کے پاس امانت رکھتا ہوں۔ تا کہ جس دن نہ مال نفع دے گا نہ بیٹے اُس دن آپ اللہ کے ہاں میرے لئے اس گواہی کی شہادت دیں۔

۱۲۳۲...... حاضری کا یہ تفصیلی طریقہ لکھنے کے بعد محدث عابد سندھی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شیخ احمد قشاشی رحمہ اللہ اور ان کے شیخ شناوی بھی اسی طرح سلام کرتے تھے۔ (ایضاً)

۱۲۳۳...... مؤلف فرماتے ہیں: ادب یہ ہے کہ جب بھی قبر شریف کے پاس سے گزرے تو وہاں ٹھہر کر سلام عرض کرے۔ یہ ادب لکھ کر فرماتے ہیں: ولقد وقع لبعض السلف انہ تھاون فی ذلك الخ (ایضا ص ۸۳) بعض سلف سے اس عمل کے بارے میں سستی ہوئی تو اس نے نبی ﷺ کو خواب میں دیکھا آپ فرمارہے تھے کہ تو میرے پاس سے اعراض کرتے ہوئے گزر جاتا ہے۔ ٹھہر کر مجھے سلام کیوں نہیں کرتا؟ اس کے بعد اس نے یہ عمل کبھی نہ چھوڑا۔ پھر مؤلف فرماتے ہیں کہ اسی وجہ سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ کا کیا خیال ہے، قبر کے پاس سے گزرنے والا جب بھی گزرے سلام کرے؟ امام مالک فرمانے لگے ہاں وہ ایسا ہی کرے۔

شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۶۲ھ) تلمیذ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۳۴...... حضرت ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: ''میت میں مطلق ادراک تو احادیث سوال نکیرین سے باجماع اہل حق ثابت ہے اور ادراک مسموعات بھی باختلاف بین اہل الحق بعض احادیث کا منطوق ہے۔ چنانچہ سماع موتیٰ کی روایات اور ان کی توجیہ میں اختلاف مشہور ہے اور غیر مسموعات کا ادراک اور ان کی طرف توجہ کرنا اور ان کے متعلق کوئی قصد اِثباتاً یا نفیاً نصوص میں مسکوت عنہ ہے۔

(فتاویٰ شاہ محمد اسحاق دہلوی مترجم اردو، المعروف مائۃ مسائل ص ۱۱۱، ناشر: المعمل کراچی)

۱۲۳۵...... زیارت قبور کے لئے کوئی دن مقرر کرنا احادیث اور فقہ کی معتبر کتب سے ثابت نہیں۔ البتہ فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے کہ اگر چار دنوں ہفتہ، پیر، جمعرات، جمعہ میں زیارت کرے تو بہتر ہے...... اور بیہقی کی روایت (من زار قبر ابویہ اواحدھما فی کل جمعۃ غفر لہ و کتب برا) میں کل جمعۃ سے پورا ہفتہ مراد ہے۔ جیسا کہ شیخ عبدالحق نے ترجمہ مشکوۃ میں یہی معنی کئے ہیں۔ (ایضا ص ۱۴۰)

فائدہ: والدین کی قبر کی زیارت کی ترغیب اور اس پر بخشش اور اس کے فرمانبردار لکھے جانے کی خوشخبری اسی صورت میں ہو سکتی ہے جب قبر میں ماں باپ حیات ہوں اور اگر بے جان دھڑ ہو تو محض عبرت کے لئے ماں باپ کی قبر ہو یا غیر کی قبر ہو اس میں کوئی فرق نہیں۔

۱۲۳۶...... اصل بات یہ ہے کہ حدیث کا مدلول صرف یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ شہدائے اُحد کی قبور مبارکہ کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ لہٰذا حدیث کی دلالت صرف زیارت قبور پر ہے اور اس کا منکر کوئی بھی نہیں۔ (ایضا ص ۱۵۳)

فائدہ: اگر شہدائے اُحد کے قبروں میں مدفون اجساد بے جان ہیں تو قبریں محض ایک مٹی کا ڈھیر ہیں، اُن کے زیارت کرنے کا کیا مطلب؟ اور یقیناً آپ ان پر سلام بھی کرتے ہوں گے اور سلام میں خطاب کا صیغہ بولا جاتا ہے اور خطاب بالسلام زندہ کے ساتھ ہوتا ہے مردہ کے ساتھ نہیں۔

۱۲۳۷...... سوال: کیا مردے زیارت کرنے والے کا سلام سنتے ہیں یا نہیں؟ اور شرعاً اس کا ثبوت ہے یا نہیں؟

جواب: شرح مشکوۃ میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ مردے زیارت کرنے والے کا سلام سنتے ہیں، ھکذا عبارتہ (آگے حضرت نے مرقاۃ سے وہ عبارت نقل کی ہے) (ایضا ص ۱۷۳)

۱۲۳۸...... سوال ۲۲: زیارت کرنے والے کا اس طرح دعا کرنا کہ یارسول اللہ! اس بندے کے متعلق

اللہ تعالیٰ سے عرض کریں کہ میری حاجت پوری کرے یا اس طرح کہنا کہ اے اللہ کے ولی! آپ اس بندے کے متعلق جناب الٰہی سے عرض کریں کہ میری حاجت پوری کرے، جائز ہے یا گناہ؟ اگر گناہ ہے تو کون سا گناہ ہے؟

جواب: سوال میں مذکورہ صورتیں استمداد کی صورتیں ہیں، یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے، تفصیل یہ ہے کہ غیر انبیاء کی قبروں کے استمداد سے فقہاء نے منع کیا ہے، فرماتے ہیں کہ قبر کی زیارت کا مقصد مردوں کے لئے دعا و استغفار کے علاوہ کچھ نہیں۔ لہٰذا غیر انبیاء جیسے ولی یا شہید کی قبر سے استمداد ممنوع ہے۔ (ایضاً ص ۱۸۹)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی قبور کے پاس انبیاء علیہم السلام سے استمداد و استشفاع جائز ہے، کیونکہ حضرت خود فرما رہے ہیں کہ غیر انبیاء سے استمداد ممنوع ہے اور اختلاف بھی غیر انبیاء کے استمداد و استشفاع میں ہے۔

۱۲۳۹...... اکثر فقہاء غیر انبیاء کی قبور سے استمداد کے منکر ہیں...... جب کہ بعض فقہاء استمداد کے جواز کے بھی قائل ہیں، حقیقت یہ ہے کہ وہ فقہاء جو سماع اور ادراک میت کے قائل ہیں وہ استمداد کے بھی قائل ہیں اور جو فقہاء سماع موتی اور ادراک کے منکر ہیں تو وہ استمداد کا بھی انکار کرتے ہیں۔ استمداد کی صورت یہی ہے کہ محتاج شخص بارگاہ خداوندی میں مقرب حضرات کی ارواح کے وسیلہ سے اپنی حاجت کی طلب اللہ تعالیٰ سے کرے اور کہے کہ یا اللہ! اس بندے کی برکت سے جس پر آپ نے رحمت و اکرام کیا ہے میری یہ حاجت پوری کر یا کسی مقرب و مکرم بندے کو آواز دے کہ اے اللہ کے بندے اور ولی! میری شفاعت کر اور میری مطلوبہ حاجت اللہ تعالیٰ سے مانگ، تاکہ میری حاجت پوری ہو، ان صورتوں میں بندہ صرف وسیلہ ہے، حقیقتاً قادر معطی اور مسئول پروردگار تعالیٰ شانہ ہے۔

(آگے لمعات شرح مشکوٰۃ کی عبارت نقل کی ہے) (ایضاً ص ۱۹۳، ۱۹۵)

فائدہ: استمداد کی دوسری صورت موقوف ہے حیات پر۔

۱۲۴۰...... حضرت محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کتاب الایمان میں مسئلہ لکھتے ہیں کہ اگر کسی نے قسم اٹھائی ان ضربتك فعبدی حر (اگر میں نے تجھے مارا تو میرا غلام آزاد ہے) یہ قسم مقید ہوگی حیات کے ساتھ۔ حتیٰ کہ اگر وہ شخص مرگیا اور اس کے بعد اس کو مارا تو حانث نہ ہوگا، کیونکہ ضرب ایسے فعل کا نام ہے جو درد پہنچانے والا ہو اور میت کو بنی آدم کے مارنے کی وجہ سے تکلیف نہیں ہوتی۔ وانما ذالك مما یتفرد به الله تعالیٰ کما فی عذاب القبر فانه ثابت عند اهل السنة... وعند العامة یوضع فیه الحیاة لان الالم لایکون بلا علم والحیاة شرط للعلم... فیوضع فیه الحیاة بقدر ما یتالم لا الحیاة المطلقة وقیل یوضع فیه من کل وجه (ایضاً ص ۲۱۴) میت کی تکلیف اُن چیزوں میں سے ہے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ متفرد ہے جیسا کہ عذاب قبر کی تکلیف پہنچانے میں اللہ تعالیٰ متفرد ہے۔ پس تحقیق عذاب قبر اہل سنت کے نزدیک ثابت ہے...... اور جمہور کے نزدیک میت میں حیات رکھ دی جاتی ہے، کیونکہ تکلیف بغیر علم کے نہیں ہوسکتی اور علم کے لئے حیات شرط ہے...... پس اس میں اتنی حیات رکھ دی جاتی ہے جس کے ساتھ وہ تکلیف کا ادراک کر سکے لیکن کامل حیات نہیں ہوتی اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اس میں پوری پوری حیات رکھ دی جاتی ہے۔

۱۲۴۱...... ومن یعذب فی القبر توضع فیه الحیاة علی الصحیح وان اختلفوا فی کیفیتها (ایضاً ص ۲۱۵) اور جس میت کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے صحیح قول یہ ہے کہ اس میں حیات رکھ دی جاتی ہے اگرچہ حیات کی کیفیت میں اختلاف ہے۔

۱۲۴۲...... سوال: قبر پر شامیانہ یا خیمہ نصب کرنا کیسا ہے؟ جائز ہے یا گناہ؟ اگر گناہ ہے تو کون سا گناہ ہے؟

جواب: قبر پر شامیانہ یا خیمہ نصب کرنا مکروہ اور ممنوع ہے جیسا کہ بخاری کی روایات سے ظاہر ہوتا ہے، ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن کی قبر پر خیمہ لگا ہوا دیکھا تو فرمایا: انزعه یا غلام فانما یظله عمله اے غلام! خیمہ اتار دے، سوائے اس کے نہیں کہ اس پر سایہ کرے گا اس کا عمل، وفی شرعة الاسلام ویکرہ ان یضرب علیه فسطاطا و قبة یقام فیه و یستظل القبور فانما یظل المیت عمله اور شرعۃ الاسلام میں ہے کہ: ''مکروہ ہے کہ قبر پر خیمہ لگایا جائے اور اس پر قبہ بنا کر اس میں ٹھہرا جائے۔ اسی طرح مکروہ ہے قبروں پر سایہ کرنا، کیونکہ میت پر سایہ کرتا ہے اس کا عمل۔'' (ایضاً ص ۲۴۸)

فائدہ: معلوم ہوتا ہے کہ قبر میں مدفون میت کے جسد عنصری پر اعمال کے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور یہ تبھی ہو سکتا ہے جب جسد عنصری میں حیات ہو۔

۱۲۴۳...... قبر پر قراءت قرآن کے لئے حافظوں کو بٹھانے میں علماء کا اختلاف ہے، مختار یہ ہے کہ جائز ہے۔ بشرطیکہ بلند آواز سے یکجا (یعنی بیک آواز) قرأت نہ کریں۔ (ایضاً ص ۳۵۳)

فائدہ: قبر پر قرأت کرنے کا فائدہ تبھی ہے کہ صاحب قبر قرآن کی آواز سنے، ورنہ اگر صرف ثواب پہنچانا مطلوب ہو تو قبر پر پڑھنا یا قبر سے دور پڑھنا برابر ہے۔

مفسر آلوسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (شہاب الدین، محمود بن عبداللہ، حسینی۔م ۱۲۷۰ھ)

۱۲۴۴...... اختلف فی هذه الحیاة فذهب کثیر من السلف الی انها حقیقیة بالروح والجسد ولکنا لا ندرکها فی هذه النشأة الخ شہداء کی حیات کے بارے میں اختلاف ہے۔ (۱) زیادہ سلف کا مذہب یہ ہے کہ بے شک شہداء کی حیات حقیقی ہے جو روح اور جسد دونوں کو حاصل ہے لیکن ہم عالم برزخ کی اس حیات کا ادراک نہیں کر سکتے، اس پر ان کا استدلال عند ربهم یرزقون سے ہے (ان شہداء کو ان کے رب کی طرف سے رزق دیا جاتا ہے) اکیلی روح ہو یا اکیلا جسم ہو تو اس کے لئے رزق نہیں ہوتا، رزق دونوں کے مجموعے کے لئے ہوتا ہے۔ نیز روحانی حیات جو جسد میں نہیں ہوتی یہ شہداء کے ساتھ مختص نہیں یہ تو سب مردوں کو حاصل ہے شہداء کا حیات کے لحاظ سے کوئی امتیاز نہیں رہتا۔ (۲) بعض علماء نے کہا ہے شہداء کی حیات روحانی ہے اور یرزقون اس کے منافی نہیں۔ چنانچہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ شہداء زندہ ہیں اللہ کے مقرب ہیں ان کی ارواح پر رزق پیش کئے جاتے ہیں تو شہداء کے ابدان کی طرف بھی راحت و فرحت پہنچتی ہے جیسا کہ آل فرعون کی روحوں پر صبح و شام آگ پیش کی جاتی ہے تو یہ درد ان کے اجسام کی طرف بھی پہنچتا ہے۔ پس اس راحت کا روح کی طرف پہنچنا ہی رزق ہے اور شہداء کا امتیاز محض حیات کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے خاص قرب کے اختصاص کی وجہ سے اور باقی اموات سے زیادہ باغ و بہار اور اکرام کی وجہ سے ہے۔ (روح المعانی ج ۱ ص ۴۱۸)

۱۲۴۵...... والصواب ان یقال موت الروح هو مفارقتها الجسد فان ارید بموتها هذا القدر فهی ذائقة الموت وان ارید انها تعدم وتضمحل فهی لا تموت بل تبقی مفارقة ما شاء الله تعالیٰ ثم تعود الی الجسد و تبقی معه فی نعیم او عذاب ابد الآبدین ودهر الداهرین (روح المعانی ج ۸ ص ۱۵۱)

درست بات یہ ہے کہ اگر روح کی موت سے مراد ہے اس کا جسم سے جدا ہونا تو وہ جدا ہوتی ہے اور روح کے لئے یہی ذائقۃ الموت ہے اور اگر روح کی موت سے مراد ہے روح کا معدوم یا کمزور ہونا تو اس معنی میں روح پر موت نہیں آتی بلکہ جسم سے جدا ہونے کے بعد روح باقی رہتی ہے پھر وہ جسم کی طرف لوٹتی ہے اور ہمیشہ ہمیشہ بدن کے ساتھ ثواب وعذاب میں شریک رہتی ہے۔

۱۲۴۶...... وعول بعض المحققین علی ان الارواح حیث کانت لها اتصال لا یعلم حقیقته الا اللہ تعالیٰ وبذلك ترد السلام وتعرف المسلم ویعرض علیها مقعدها من الجنة او النار. وقال بعضهم لا مانع من انتقالها من مستقرها وعودها الیه فی اسرع وقت حیث یشاء اللہ تعالیٰ ذلك (روح المعانی ج ۸ ص ۱۵۳) اور بعض محققین نے اس بات پر اعتماد کیا ہے کہ ارواح کا اپنے بدن کے ساتھ اتصال وتعلق رہتا ہے لیکن اس کی حقیقت کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا اور اسی اتصال وتعلق کی وجہ سے روح سلام کا جواب دیتی ہے۔ سلام کرنے والے کو پہچانتی ہے اور اس پر جنت ودوزخ کا ٹھکانہ پیش کیا جاتا ہے اور بعض نے کہا کہ اس میں کوئی مانع نہیں کہ اللہ تعالیٰ جہاں چاہیں روح اپنی جائے قرار سے تیز ترین رفتار کے ساتھ وہاں سے منتقل ہو جائے اور پھر تیز ترین رفتار کے ساتھ اپنی جائے قرار میں لوٹ آئے۔

۱۲۴۷...... ابن رجب کے حوالے سے مؤلف نے لکھا: واما ارواح الکفار ففی سجین فی جوف طیر سود تحت الارض السابعة وھی متصلة باجسادها فتعذب الارواح وتتالم من ذلك الاجساد (روح المعانی ج ۸ ص ۱۵۴) کفار کی روحیں سیاہ پرندوں کے پیٹ میں سجین کے اندر ساتویں زمین کے نیچے رہتی ہیں اور اپنے جسموں کے ساتھ بھی ان کا تعلق ہوتا ہے۔ پس ارواح کو ان اجساد کے ساتھ تعلق کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے اور وہ درد محسوس کرتی ہیں۔

۱۲۴۸...... ویعلم ان حدیث ما من احد یمر بقبر اخیه المؤمن الخ حدیث میں ہے جب کوئی آدمی اپنے ایسے مسلمان بھائی کی قبر کے پاس گزرتا ہے جو اس آدمی کو دنیا میں پہچانتا تھا اور گزرنے والا اس پر سلام کرتا ہے تو قبر والا اس کو پہچان لیتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے۔ اس حدیث میں یہ صراحت نہیں کہ روح قبر کے پاس ہوتی ہے۔ البتہ حدیث سے یہ بات سمجھی جاتی ہے کہ میت کی حقیقت نفسانیہ قبر میں ہوتی ہے اور اس کا روح کے ساتھ اتصال ہوتا ہے اور اس اتصال کی حقیقت کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا اور اللہ تعالیٰ جزائے عمل کے طور پر ارواح کو اپنے فضل سے محل عطاء فرماتے ہیں اور وہ محل مختلف ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود روح اس محل میں مقید نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ قرب کے درجہ ومرتبہ کے اعتبار سے باذن الٰہی اللہ تعالیٰ کی بادشاہی میں جہاں اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں وہاں جاتی ہیں۔ البتہ بعض ارواح کو مقید ومحبوس بھی کر دیا جاتا ہے جیسے مدیون جو دین حرام کی وجہ سے مدیون ہوا۔ (روح المعانی ج ۸ ص ۱۵۵)

۱۲۴۹...... ثم اعلم ان اتصال الروح بالبدن لا یختص بجزء دون جزء بل ھی متصلة مشرقة علی سائر اجزائه وان تفرقت وکان جزء بالمشرق وجزء بالمغرب. ولعل ھذا الاشراق علی الاجزاء الاصلیة لانها التی یقوم بها الانسان من قبرہ یوم القیامة علی ما اختارہ جمع (ایضا) روح کا بدن کے ساتھ اس طرح اتصال نہیں کہ کسی جزء کے ساتھ اتصال ہو اور کسی کے ساتھ نہ ہو بلکہ بدن کے اجزاء اگرا تنے منتشر ہو جائیں کہ ایک جزء مشرق میں ہو اور ایک مغرب میں ہو تو بھی روح کا پرتو اور عکس تمام اجزاء پر ہوتا ہے اور شاید یہ

پرتو اور عکس جسد کے اجزائے اصلیہ پر ہوتا ہے کیونکہ قیامت کے دن انسان اپنی قبر سے انہی اجزاء کی وجہ سے کھڑا ہوگا۔

۱۲۵۰...... والحق ان الموتی یسمعون فی الجملة وھذا علی احد وجھین الخ حق بات یہ ہے کہ مردے بعض باتیں سنتے ہیں جس کی دو صورتیں ہیں۔(۱) ان یخلق الله عز وجل فی بعض اجزاء المیت الخ اللہ تعالیٰ میت کے بعض اجزاء میں ایسی قوت پیدا کردے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ جب چاہے اور جو چاہے جیسے سلام وغیرہ میت کو سنادے اور وہ سن لے اور میت کا تہہ بتہہ مٹی کے نیچے ہونا اور ڈھانچے کا منتشر ہوجانا اور جوڑوں کا کھل جانا اس سماع میں مانع نہیں ہوتا، جو شخص اللہ تعالیٰ کی قدرت پر یقین رکھتا ہے وہ اس کے قبول کرنے میں توقف نہیں کرے گا۔(۲) بدنی قوت کے واسطہ کے بغیر روح سنے اور احساس وادراک کرے کیونکہ بدن سے جدا ہونے کے بعد بھی روح میں احساس وادراک باقی رہتا ہے اور قوئ بدنیہ کے واسطہ کے بغیر ہوتا ہے۔ وحیث کان لھا علی الصحیح تعلق الخ اور جب صحیح قول کے مطابق بدن سے جدا ہونے کے بعد روح کا بدن کے ساتھ غیر معلوم الحقیقۃ اور غیر معلوم الکیفیۃ تعلق باقی رہتا ہے خواہ وہ تعلق کل بدن کے ساتھ ہو یا بدن کے بعض حصہ کے ساتھ ہو تو اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ ہے کہ اس تعلق پیدا ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ قبر کی زیارت کے وقت اور بدن کو قبر کی طرف اٹھا کر لے جاتے وقت اور غسل دیتے وقت روح میں سننے کی قوت پیدا کردیتا ہے لیکن سماع کے لئے صرف قوت سماع کا پیدا ہوجانا اور اس تعلق کا پایا جانا کافی نہیں جب تک اللہ تعالیٰ کی مشیت نہ ہو۔ پس سماع کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں۔(۱) روح وبدن کا تعلق اور قوت سمع۔ (۲) اور مشیت الٰہی، کیونکہ وہی ہوتا ہے جو اللہ چاہتے ہیں اور جو نہیں چاہتے وہ نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ کی مشیت سنانے کی ہے یا نہیں اس کا پتا نہیں چل سکتا۔ اس لئے سماع کے قول کو ان امور تک محدود رکھا جائے جن کے سماع کی احادیث میں صراحت ہے جیسے سلام وغیرہ، روح جہاں بھی ہو، کیونکہ میت نے سننا ہے روح وجسم کے تعلق اور اللہ کی مشیت کے ساتھ، اس لئے روح جہاں بھی ہو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ (روح المعانی ج۱۱ ص۵۷)

فائدہ: میت کے لئے سماع فی الجملہ تب ثابت ہوسکتا ہے جب اس میں حیات ہو، جب مؤلف کے نزدیک سماع فی الجملہ حق ہے تو ماننا پڑے گا کہ قبر میں میت کے اندر حیات بھی برحق ہے۔

۱۲۵۱...... وبین الحقیقتین اتصال وبوساطۃ ذلك ومشیئتہ عزّ وجلّ یسمع من سلم علیہ فی قبرہ السلام الخ حقیقت روح اور حقیقت بدن کے درمیان اتصال ہے، اس اتصال اور اللہ تعالیٰ کی مشیت کی وجہ سے قبر کے پاس جو آدمی میت کو سلام کرتا ہے میت اس کے سلام کو سنتی ہے اور یہ سلام کا سننا شب جمعہ یا جمعہ کے دن یا کسی اور دن یا وقت کے ساتھ مختص نہیں۔ بل یکون ذلك فی السلام عند الزیارۃ مطلقا بلکہ زیارت کے وقت سلام جس دن ہو اور جس وقت ہو میت سنتی ہے۔ (ایضاً)

۱۲۵۲...... فالمیت یسمع اللہ تعالیٰ روحہ السلام علیہ من زائرہ فی ای وقت کان ویقدرہ سبحانہ علی رد السلام الخ اللہ تعالیٰ میت کی روح کو زائر کا سلام سناتے ہیں وہ جس وقت بھی سلام کرے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ میت کو جواب دینے کی قدرت عطاء فرمادیتے ہیں جیسا کہ بعض آثار میں اس کی صراحت ہے اور عقیلی نے جو حدیث ذکر کی ہے کہ مردے سلام سنتے ہیں اور جواب دینے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ محمول علی نفی استطاعۃ الرد علی الوجہ المعھود الذی یسمعہ الاحیاء الخ اس کا مطلب یہ ہے کہ جواب کا معروف طریقہ جس کو زندہ لوگ سن لیتے ہیں اس کی استطاعت نہیں رکھتے یا یہ نفی بعض مردوں کے اعتبار سے ہے یعنی اللہ تعالیٰ

بعض مُردوں کو جواب کی قدرت دیتے ہیں اور بعض کو قدرت نہیں دیتے۔ مفسر آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میرے نزدیک اصل بات یہ ہے کہ روح کے بدن کے ساتھ تعلق کے اعتبار سے فرق ہوتا ہے بعض اموات میں تعلق قوی ہوتا ہے وہ جواب دینے کی استطاعت رکھتے ہیں اور بعض میں تعلق زیادہ کمزور ہوتا ہے وہ جواب دینے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ اسی طرح زمانے کے اعتبار سے بھی فرق ہوتا ہے، کسی وقت میں تعلق قوی ہوتا ہے اور کسی وقت کمزور ہوتا ہے، اس کے مطابق متضاد احادیث اور آثار کا تضاد دور ہو جاتا ہے۔ (ایضاً)

۱۲۵۳...... عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونے کے بعد ہمارے نبی کریم ﷺ سے احکام اسلام حاصل کریں گے اس طور پر کہ وہ آپ کی قبر شریف پر حاضر ہوں گے اور آپ قبر شریف سے ان کی راہنمائی فرمائیں گے۔ اس کی تائید ابو یعلی کی حدیث سے ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: والذی نفسی بیدہ لینزلن عیسی ابن مریم الخ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ البتہ ضرور اتریں گے عیسیٰ بن مریم، پھر اگر وہ میری قبر پر کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا اے محمد! تو البتہ میں ان کو ضرور جواب دوں گا۔ (روح المعانی ج ۱۱ ص ۲۱۴)

۱۲۵۴...... وقال بعد نقل احادیث وآثار ما نصه فحصل من مجموع هذا الكلام النقول والاحاديث ان النبی ﷺ حی بجسده وروحه الخ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں کہ انہوں نے چند احادیث و آثار نقل کرنے کے بعد یہ لکھا ہے کہ: ''مذکورہ بالا ان عبارات اور احادیث کے مجموعہ سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یقیناً نبی کریم ﷺ اپنے جسد و روح کے ساتھ زندہ ہیں...... اور آپ ہماری آنکھوں سے اس طرح غائب ہیں جیسے ملائکہ اپنے اجساد کے ساتھ زندہ ہیں لیکن وہ ہم سے غائب ہیں اور جب اللہ تعالیٰ آپ کی رؤیت اور زیارت کے ساتھ کسی کو شرف بخشنا چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ حجاب اٹھا دیتے ہیں اور وہ آپ کو اسی ہیئت اور حالت پر دیکھتا ہے جس حالت پر آپ ہیں اور اس میں کوئی مانع نہیں...... دوسرے انبیاء علیہم السلام کے بارے میں بھی مؤلف کا یہی عقیدہ ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: انهم احياء ردت اليهم ارواحهم الخ یقیناً انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں ان کی ارواح قبض کرنے کے بعد ان کی طرف لوٹا دی گئی ہیں اور ان کو قبور سے نکلنے کی اور عالم علوی اور عالم سفلی میں (باذنِ الٰہی) تصرف کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ (روح المعانی ج ۱۱ ص ۲۱۵)

۱۲۵۵...... وربما يقال انها رؤية قلبية ولقوتها تشتبه بالبصرية والمرئی اما روحه عليه الصلاة والسلام الخ وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ کی رؤیت رؤیتِ قلبیہ ہوتی ہے لیکن قوی ہونے کی وجہ سے رؤیت بصری کے ساتھ اس کا اشتباہ ہو جاتا ہے اور رؤیتِ قلبیہ کے ساتھ جو چیز دیکھی جاتی ہے وہ مرئی چیز کیا ہے؟ یا تو نبی کریم ﷺ کی روح مبارک ہوتی ہے جو مادہ سے خالی ہونے اور پاکیزہ ہونے کے اعتبار سے سب روحوں سے زیادہ کامل ہے وہ روح متشکل ہو جاتی ہے اور جو صورت دیکھی گئی اس میں ظاہر ہوتی ہے، لیکن اس حالت میں بھی روحِ مقدس کا آپ کے جسد شریف کے ساتھ جو آپ کی قبر عالی میں زندہ ہے تعلق باقی رہتا ہے، جیسا کہ جبریل علیہ السلام دحیہ کلبی کی شکل میں یا کسی دوسری شکل میں نبی کریم ﷺ کے سامنے ظاہر ہوتے لیکن اس کے باوجود سدرۃ المنتہی سے بھی جدا نہ ہوتے یا وہ مرئی جسد مثالی ہوتا ہے اور روح مقدس کا اس کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اور اس میں کوئی امر مانع نہیں کہ بیک وقت روح مقدس کا بے شمار اجساد مثالیہ کے ساتھ تعلق ہو اور یہ تعلق ایسا ہی ہوگا جیسے ایک روح کا ایک بدن کے تمام اجزاء کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ (روح المعانی ج ۱۱ ص ۲۱۵)

فائدہ: اور جسد عنصری کے ساتھ بھی تعلق باقی رہتا ہے اور جیسے بے شمار جسموں میں ایک تعلق دوسرے تعلق میں مانع نہیں بنتا۔ اسی طرح جسد عنصری کے ساتھ تعلق میں مانع نہیں بنتا۔

۱۲۵۶...... والاخبار المذکورۃ بعد فیما سبق المراد منہا کلہا اثبات الحیاۃ فی القبر بضرب من التاویل الخ اب تک ماقبل میں جو حدیثیں ذکر کی گئی ہیں ان سے مقصود ہے قبر میں (انبیاء کی) حیات ثابت کرنا اور اس حیات سے مراد ہے ایک خاص قسم کی حیات جو ہماری عقل میں نہیں آسکتی اور وہ حیات شہداء کی حیات سے بہت اعلیٰ ہے اور ہمارے نبی کریم ﷺ کی حیات باقی تمام انبیاء علیہم السلام سے اکمل واتم ہے...... پھر اس قبر والی حیات پر بعض ایسی چیزیں مرتب ہوتی ہیں جو دنیا کی معروف حیات پر مرتب ہوتی ہیں جیسے قبر میں نماز، اذان، اقامت، سلام کا سننا اور سلام کا جواب دینا، لیکن دنیا کی معروف حیات پر جو کچھ مرتب ہوتا ہے قبر والی حیات پر وہ سب کچھ مرتب نہیں ہو سکتا اور قبر والی حیات کو حواس کے ذریعہ نہ محسوس کیا جا سکتا ہے نہ اس کا ادراک ہوسکتا ہے، وہ غیر محسوس مخفی زندگی ہے۔ بالفرض اگر نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کھل جائے تو جیسے باقی اموات پر حیات کے ظاہری آثار نظر نہیں آتے۔ آپ ﷺ پر بھی اسی طرح نظر نہیں آئیں گے۔ البتہ اللہ تعالیٰ بعض مرتبہ اپنے بعض بندوں پر انکشاف کر دیتے ہیں تو وہ دیکھ لیتے ہیں۔ (روح المعانی ج ۱۱ ص ۲۱۶)

۱۲۵۷...... واستدل العلماء بالآیۃ علی المنع الخ علماء نے لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی سے دلیل پکڑی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی قبر شریف کے پاس آواز بلند کرنا ممنوع ہے۔ (روح المعانی ج ۱۳ ص ۲۹۰)

فائدہ: کیونکہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں۔

سعید حضرمی رباطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۷۰ھ)

۱۲۵۸...... جن عقائد پر ایمان لانا فرض ہے، ان میں سے یوم آخرت ہے اور یہاں پر یوم آخرت سے مراد ہے موت سے لے کر آگے ساری مدت، جس کی کوئی حد نہیں۔ اس لئے یوم آخرت اور اس کے جن احوال وامور کی رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے ان پر ایمان لانا ضروری ہے، جیسے موت کے بعد منکر نکیر کا سوال، خواہ میت مدفون ہو یا غیر مدفون ہو یا اس کو جلا دیا گیا اور راکھ بن گیا۔ لیکن مدفون سے سوال ہوتا ہے دفن کی تکمیل اور روح کے پورے بدن کی طرف اعادے کے بعد (اس میت میں کامل حیات اور شعور وادراک پیدا ہو جاتا ہے اس کے بعد سوال ہوتا ہے) اور میت سے صرف عقائد کے متعلق سوال ہوتا ہے اور سوال ہر مکلف سے ہوتا ہے مگر جو شخصیات مستثنیٰ ہیں ان سے قبر میں سوال نہیں ہوتا جیسے انبیاء، شہداء، صدیقین، مجاہد، جو پیٹ کی بیماری کی وجہ سے فوت ہو اور جو ہر رات سورہ ملک اور حم سجدہ پڑھتا رہا یا طاعون سے فوت ہوا یا جمعہ کے دن فوت ہوا، اسی طرح ہر شہید اور جن سے قبر میں سوال نہیں کیا جاتا ان کو قبر میں عذاب بھی نہیں دیا جاتا۔ (شرح المقدمۃ الحضرمیۃ ص ۶۴)

۱۲۵۹...... تسن زیارۃ قبر النبی ﷺ حتی للنساء اتفاقاً الخ نبی کریم ﷺ کی قبر کی زیارت بالاتفاق مردوں اور عورتوں کے لئے مسنون ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ولو انہم اذ ظلموا انفسہم الخ جن لوگوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا اگر وہ آپ کے پاس آتے اور اللہ سے بخشش طلب کرتے اور رسول اللہ ﷺ بھی ان کے لئے بخشش طلب کرتے تو پاتے اللہ کو توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا۔ وھذا لا ینقطع بموتہ اور یہ حکم آپ کی وفات کے ساتھ منقطع نہیں ہوا۔ (ایضاً ص ۲۸۲)

فائدہ: اس لئے آپ کی قبر شریف کی زیارت کے لئے آنا اور آپ کے پاس آ کر استغفار کرنا اور نبی کریم ﷺ سے اپنے لئے شفاعت اور استغفار کرنے کی درخواست کرنا اس آیت کے مطابق نہ صرف یہ کہ درست ہے بلکہ اس کی ترغیب ہے۔

شیخ ابو بطین حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (عبداللہ بن عبدالرحمن۔ مفتی البلاد النجدیہ۔ م ۱۲۸۲ھ)

۱۲۶۰...... نقطع ان الانبیاء اعلی رتبۃ من الشھداء الخ ہم اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام شہداء سے بلند مرتبہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے شہداء کے متعلق خبر دی ہے کہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے مقرب ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے، تو انبیاء جو شہداء سے افضل ہیں بطریق اولیٰ زندہ ہیں...... ومع ذلك فالشھداء الخ شہداء اور انبیاء قبور میں زندہ ہونے کے باوجود کل نفس ذائقة الموت میں داخل ہیں، نبی کریم ﷺ انك میت وانھم میتون میں داخل ہیں، لیکن ان میں کوئی تضاد نہیں، کیونکہ جس موت کا اثبات ہے وہ ہے روح کا بدن سے جدا ہونا (اور انبیاء اور شہداء کی روح بدن سے جدا ہو کر جنت میں ہے اگرچہ روح کا بدن سے تعلق باقی ہے) اور جس موت کی نفی ہے وہ ہے حیات کا روح و بدن کے مجموعہ سے بالکل زائل ہو جانا (کہ نہ حسی حیات ہو نہ برزخی یعنی مخفی حیات ہو، موت بایں معنی انبیاء و شہداء کے لئے ثابت نہیں کیونکہ ان کے ابدان مخفی غیر محسوس حیات کے ساتھ زندہ ہیں) (الرد علی البردۃ ص ۴۸)

۱۲۶۱...... فارواح الشھداء بل عامة المؤمنین فی الجنة ولھا اتصال باجسادھم الخ شہداء بلکہ عام مؤمنین کی ارواح جنت میں ہوتی ہیں اور ان کا اپنے اجساد کے ساتھ بعض اوقات میں اتصال (قوی) ہو جاتا ہے جس کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں اور برزخ کے امور و احکام عالم دنیا کے امور و احکام سے مختلف ہیں۔ (الرد علی البردۃ ص ۵۱)

۱۲۶۲...... قال شیخ الاسلام تقی الدین الخ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں حدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ میت سنتی ہے لیکن اس پر کوئی دلیل نہیں کہ ہر بات سنتی ہے۔ (تاسیس التقدیس فی کشف تلبیس داود بن جرجیس ص ۹۰)

فائدہ: سننا زندہ ہونے کی دلیل ہے کیونکہ مردہ نہیں سنتا، کسی بات کے نہ سننے سے حیات کی نفی نہیں ہوتی جیسا کہ اس دنیاوی زندگی میں بھی بعض دفعہ زندہ آدمی بات نہیں سنتا۔

۱۲۶۳...... قال ابن عبد البر صح عن النبی ﷺ الخ محدث ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی صحیح حدیث ہے آپ ﷺ نے فرمایا جب کوئی مسلمان اپنے مؤمن بھائی کی قبر کے پاس گزرتا ہے جو اس کو دنیا میں پہچانتا تھا پھر یہ گزرنے والا اس کو سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی روح کو لوٹا دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ سلام کا جواب دیتا ہے، یہ حدیث اور اس کے علاوہ دوسری احادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ میت کی روح ہمیشہ قبر میں نہیں ہوتی لیکن روح کا اس کے (مدفون یا غیر مدفون) بدن (عنصری) کے ساتھ تعلق ہوتا ہے جس کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ کے سواء کوئی نہیں جانتا اور روح کی تیز رفتاری کو قیاس کر لو فرشتے کے اترنے اور نائم کی روح کے لوٹنے اور سورج کی شعاع کی تیزی پر۔ (ایضا)

فائدہ: سلام کا سننا اور سلام کا جواب دینا زندہ کا کام ہے بے جان مردے کا کام نہیں، نیز جب روح کا بدن کے ساتھ تعلق ہوتا ہے تو یہ تعلق دلیل حیات ہے۔

۱۲۶۴...... جس آدمی کا یہ دعویٰ ہے کہ نبی کریم ﷺ جیسے دنیا میں سطح ارض پر (بدخول روح فی البدن جس محسوس تکلیفی وخورد ونوش کی محتاج) زندگی کے ساتھ دنیا میں زندہ تھے وفات کے بعد بھی اسی طرح کی حیات کے ساتھ زندہ ہیں تو یہ دعوی باطل ہے، کیونکہ حدیث میں ہے: مامن مسلم یسلم علی الخ جو مسلمان مجھ پر سلام کرے گا اللہ میری روح کو میری طرف متوجہ کر دے گا۔ حتیٰ کہ میں سلام کا جواب دوں گا۔ فهذا يدل على ان روحه الشريفة الخ پس یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ آپ ﷺ کی روح شریف بدن میں نہیں بلکہ اعلیٰ علیین میں ہے اور اس کا جسد مبارک کے ساتھ اتصال ہے جس کی حقیقت کو اللہ ہی جانتے ہیں، حواس اور عقل اس اتصال کا ادراک نہیں کر سکتے اور روح وبدن کا اتصال نبی کریم ﷺ کے ساتھ مختص نہیں بلکہ ہر مسلمان کی روح کا بدن کے ساتھ اتصال ہوتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے جب کوئی مسلمان اپنے مؤمن بھائی کی قبر کے پاس گزرتا ہے جو اس کو دنیا میں پہچانتا تھا پھر گزرنے والا اس پر سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ صاحب قبر پر اس کی روح کو لوٹا دیتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ سلام کا جواب دیتا ہے۔ (الرد علی البردۃ ص۱۱۹، الدرر السنیۃ فی الاجوبۃ النجدیۃ ج۱ ص۵۴۵، نیز ج۱۲ ص۱۷۹)

<u>فائدہ</u>: انبیاء علیہم السلام خصوصاً نبی کریم ﷺ کی روح کا بدن کے ساتھ اتصال اتنا قوی ہوتا ہے کہ بدن مبارک میں کامل حیات پیدا ہو جاتی ہے جب کہ غیر انبیاء میں اتنا قوی اتصال نہیں ہوتا۔

مولانا عبدالحلیم لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ فرنگی محلی حنفی (م ۱۲۸۵ھ)

۱۲۶۵...... نقل عن الامام مالك انه كان يكره ان يقول رجل زرت قبر النبي ﷺ قال ابن رشد من اتباعه ان الكراهة لغلبة الزيارة في الموتى وهو ﷺ احياه الله تعالى بعد موته حياة تامة واستمرت تلك الحياة وهي مستمرة في المستقبل وليس هذا خاصة به بل يشاركه الانبياء علیہم السلام فهو حي بالحياة الكاملة مع الاستغناء عن الغذاء الحسي الدنيوي (نور الایمان بزیارۃ آثار حبیب الرحمن ص ۱۴) مؤلف لکھتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ وہ اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے کہ کوئی آدمی یوں کہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی قبر کی زیارت کی، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے متبعین میں سے ابن رُشد نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ یوں کہنا کہ میں نے فلاں کی قبر کی زیارت کی زیادہ تر مردوں کے بارے میں بولا جاتا ہے جب کہ موت کے بعد اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حیات تامہ کے ساتھ زندہ کر دیا اور وہی کامل حیات مستقبل میں بھی جاری ہے اور یہ حیات نبی کریم ﷺ کے ساتھ مختص نہیں بلکہ اس میں دوسرے انبیاء بھی شریک ہیں اس لئے وہ حیات تامہ کاملہ کے ساتھ زندہ ہیں لیکن حسی دنیوی غذا سے مستغنی ہیں۔

عبدالرحمن بن حسن بن محمد بن عبدالوہاب (م ۱۲۸۵ھ)

۱۲۶۶...... ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے مؤلف لکھتے ہیں: قبور سے ارواح کا جدا ہونا مقبور پر سلام کے منافی نہیں۔ لانه يسلم على قبور الانبياء والشهداء وارواحهم في اعلى عليين ولكن لها مع ذلك اتصال سريع بالبدن لا يعلم كنهه الا الله کیونکہ انبیاء علیہم السلام اور شہداء کی قبور پر سلام کیا جاتا ہے۔ حالانکہ ان کی ارواح اعلیٰ علیین میں ہوتی ہیں لیکن اس کے باوجود بدن کے ساتھ ان کا سریع الانتقال اتصال ہوتا ہے جس کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ کے سواء کوئی نہیں جانتا۔ (الایمان والرد علی اہل البدع ص ۲۶)

مولانا قطب الدین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۸۹ھ) تلمیذ شاہ محمد اسحاق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۶۷...... عذاب قبر کتاب وسنت سے ثابت ہے، اس میں کچھ شبہ نہیں اور قبر سے مراد ہے عالم برزخ جو دنیا اور آخرت کے درمیان واسطہ ہے اور عالم برزخ ہر جگہ ہو سکتا ہے صرف قبر کا گڑھا مراد نہیں کیونکہ بہت سارے لوگ ڈوب جاتے ہیں جل جاتے ہیں جانور کھا جاتے ہیں اُن کو بھی اگر اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو عذاب کرتا ہے اور عذابِ قبر کی تصدیق کے مختلف درجات ہیں، صحیح تر اور سالم تر یہ ہے کہ حدیثوں میں جو قبر میں ملائکہ کے آنے کا ذکر ہے اور سانپ بچھو کا ذکر ہے یہ سب کچھ بحکم الٰہی واقع اور موجود ہے، محض خیال اور وہم نہیں اور ہم جو سنتے دیکھتے نہیں ہیں اس سے اُن کے موجود ہونے میں کوئی نقصان نہیں کیونکہ عالم برزخ کو سر کی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے اس کے لئے اور آنکھیں چاہئیں جن کے ساتھ دیکھ سکیں اور اگر اللہ چاہے تو ان آنکھوں کے ساتھ بھی دکھا دیتے ہیں، دنیا میں بہت سی چیزیں ہوتی ہیں اور ہم نہیں دیکھتے مثلاً ایک شخص سوتے میں لذت اور دکھ پاتا ہے اور ہم نہیں دیکھتے۔ اسی طرح جاگتا ہوا بعض دفعہ لذت اور تکلیف پاتا ہے اور پاس بیٹھنے والے کو معلوم نہیں ہوتا۔ حضرت جبریل علیہ السلام آنحضرت ﷺ کے پاس وحی لاتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دیکھتے نہیں تھے لیکن ایمان لاتے تھے۔ ایسے ہی عذاب قبر کو نہ دیکھیں مگر ایمان لائیں۔ (مظاہر حق ج ۱ ص ۶۲، باب اثبات عذاب القبر)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مؤلف کے نزدیک ثواب وعذاب اِسی ارضی قبر میں جسد عنصری کو ہوتا ہے اور فرشتے بھی اسی قبر میں آتے ہیں۔

۱۲۶۸...... قولہ ان اللہ ملائکۃ سیاحین الخ (بے شک اللہ کے فرشتے زمین میں پھرتے ہیں اور مجھے میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں) اس پر محدث قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یہ اُس آدمی کے لئے خاص حکم ہے جو قبر شریف سے دور ہے اور جو وہاں جا کر بھیجتا ہے تو آپ ﷺ بلا واسطہ سنتے ہیں، فرشتوں کے پہنچانے کی احتیاج نہیں۔ (جس حدیث میں قبر کے پاس پڑھے ہوئے درود کو فرشتہ کے ذریعے پہنچانے کا ذکر ہے وہ اعزاز واکرام کے طور پر ہے) اور اس میں اشارہ ہے رسول اللہ ﷺ کی حیات دائمی کی طرف (کیونکہ آپ ﷺ پر کہیں نہ کہیں ہر وقت درود پڑھا جاتا ہے) اور امت کے سلام پہنچنے کے وقت آپ ﷺ کے خوش ہونے کی طرف، نیز اشارہ ہے سلام کے قبول ہونے کی طرف، کہ فرشتے اُس سلام کو قبول کرتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے جاتے ہیں اور آگے ایک حدیث میں آئے گا کہ حضور ﷺ سلام بھیجنے والے کو سلام کا جواب بھی دیتے ہیں اور ایک روایت میں آیا ہے کہ فرشتے سلام بھیجنے والے کا نام لیتے ہیں مثلاً کہتے ہیں یا رسول اللہ! بیچارہ مسکین محمد قطب الدین بن محمد محی الدین یقرئك السلام یعنی وہ آپ کی خدمت بابرکت میں سلام عرض کرتا ہے۔ (مظاہر حق ج ۱ ص ۲۹۸)

فائدہ: بالواسطہ یا بلاواسطہ سلام کا سننا اور سن کر جواب دینا موقوف ہے حیات پر۔

۱۲۶۹...... قولہ ما من احد یسلم علی الخ (جو کوئی مجھ پر سلام کرے گا اللہ تعالیٰ میری روح کو متوجہ کر دے گا تا کہ میں سلام کا جواب دوں) اس پر محدث قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ فائدہ میں لکھتے ہیں اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ عالم برزخ میں زندہ ہیں۔ اسی لئے حیات النبی ﷺ کہتے ہیں اور اس حدیث سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت پاک زندہ نہیں ہیں، بلکہ سلام کے وقت روح بدن مبارک میں لے آتے ہیں، اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ

روح کے بھیجنے سے یہ مراد نہیں کہ پہلے روح بدن مبارک میں نہیں تھی اب بھیجتے ہیں، بلکہ مراد یہ ہے کہ روح مبارک جو رب العزۃ کی تجلیات وانوارات کے مشاہدہ میں مستغرق تھی اس کو اس حالت سے افاقہ دے کر اِس عالم کی طرف متوجہ کرتے ہیں تا کہ آپ ﷺ صلاۃ وسلام سنیں، پس اس توجہ اور آگاہ کرنے کو روح کے بھیجنے کے ساتھ تعبیر کیا ہے، ورنہ انبیاء علیہم السلام قبروں میں زندہ ہیں۔ (مظاہر حق ج ا ص ۲۹۹، باب الصلوۃ علی النبی وفضلہا)

۱۲۷۰...... اب آگے اس میں کلام ہے کہ یہ فضیلت (یعنی سلام کا جواب ملنے کا شرف) خاص زیارت کرنے والوں ہی کے لئے ہے یا عام ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ عام ہے یعنی خواہ دور سے سلام بھیجے یا مزار مبارک پر جا کر، مگر یہ کہ زیارت کرنے والوں کا سلام ملائکہ کے واسطہ کے بغیر خود سنتے ہیں، دوسروں کا بواسطہ ملائکہ کے سنتے ہیں جیسا کہ تیسری فصل میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے۔ (مظاہر حق ج ا ص ۲۹۹، باب الصلوۃ علی النبی وفضلہا)

۱۲۷۱...... قولہ لا تجعلوا قبری عیدا (میری قبر کو عید نہ بنانا) اس پر فائدہ میں محدث رحمہ اللہ لکھتے ہیں بعضوں نے کہا ہے اس کی مراد یہ ہے کہ میری زیارت کو عید کے مثل نہ بناؤ کہ سال بھر میں ایک دو بار ہی حاضری ہو بلکہ اکثر حاضر ہوا کرو، پس اس صورت میں اس میں رغبت ہے آپ ﷺ کی کثرت زیارت اور کثرت حاضری کی طرف۔ (مظاہر حق ج ا ص ۲۹۹، باب الصلوۃ علی النبی وفضلہا) آپ ﷺ کی خدمت میں کثرت حاضری اور کثرت زیارت کی ترغیب دلالت کرتی ہے کہ آپ ﷺ حیات ہیں اور اگر آپ میں حیات نہیں محض بے جان دھڑ پڑا ہے تو حاضر ہونے والے کا نہ آپ سلام سنیں گے نہ جواب ملے گا نہ آپ کو خوشی ہوگی، تو آپ کی قبر شریف پر دور دراز سے حاضری بے فائدہ ہوگی۔

۱۲۷۲...... قولہ ان اللہ حرم علی الارض اجساد الانبیاء (بے شک اللہ نے حرام کر دیا ہے زمین پر انبیاء کے اجساد کو) اس پر محدث رحمہ اللہ فائدہ میں لکھتے ہیں حدیث کے آخری حصہ کا حاصل یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام قبروں میں زندہ ہیں، یہ مسئلہ متفق علیہ ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں اور اُن کی یہ حیات حقیقی جسمانی دنیا کی سی ہے، نہ حیات معنوی روحانی، جیسے کہ شہداء کو حاصل ہے اور ان کے سوا دوسرے اموات بھی سلام اور کلام سنتے ہیں اور ان پر اقرباء کے اعمال بعض ایام میں پیش ہوتے ہیں۔ (مظاہر حق ج ا ص ۴۴۵)

۱۲۷۳...... قولہ اقرء وا سورۃ یس علی موتاکم (تم اپنے مردوں پر سورہ یس پڑھا کرو) اس پر محدث رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ موتی میں دو احتمال ہیں۔ قریب المرگ مراد ہو۔ دوسرا یہ بھی احتمال ہے کہ مردوں سے حقیقی مردے مراد ہوں۔ پھر عام ہے کہ دفن ہونے سے پہلے اُن کے گھر میں پڑھے یا دفن ہونے کے بعد قبر کے سرہانے کی طرف پڑھے اور ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس میت یعنی قریب المرگ یا حقیقی میت جس کے سر کے نزدیک سورہ یس پڑھی جائے تو اللہ تعالیٰ اس پر آسانی کرتے ہیں اور ابن عدی وغیرہ کی حدیث میں ہے کہ جو شخص والدین یا اُن میں سے ایک کی قبر کی زیارت کرے یعنی ماں کی یا باپ کی ہر جمعہ اور پھر اُن کے پاس سورہ یس پڑھے تو اللہ تعالیٰ سورہ یس کے حرفوں کی تعداد کے برابر مغفرت فرماتے ہیں۔ (مظاہر حق ج ۲ ص ۱۳) قبر کی زیارت اور قبر کے پاس جا کر پڑھنا تبھی سودمند ہے کہ صاحب قبر میں حیات اور ادراک وشعور ہو اور اگر بے جان بغیر شعور وادراک کے محض دھڑ پڑا ہو تو دور سے پڑھنا یا قبر کے قریب پڑھنا برابر ہے۔

۱۲۷۴...... قولہ واعیدوہا الی الارض الخ اور پھر لے جاؤ (اس کی روح کو) زمین کی طرف یعنی اس کے بدن

کی طرف جو زمین میں مدفون ہے تا کہ روح کا بدن کے ساتھ خوب اچھی طرح تعلق ہو جائے اور وہ سوال و جواب کے لئے مستعد ہو جائے، اس لئے کہ میں نے ان کے بدنوں کو زمین سے پیدا کیا اور پھر میں ان بدنوں کو اور ان کی ارواح کو زمین کی طرف بھیجتا ہوں اور اسی سے اُن کو دوسری بار نکالوں گا اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ پس پھر ان کی روح ان کے بدنوں میں ڈال دی جاتی ہے پھر اس کے پاس دو فرشتے یعنی منکر نکیر آتے ہیں۔ پس اُس کو بٹھلاتے ہیں (اور سوال جواب کرتے ہیں) (مظاہر حق ج ۲ ص ۳۶)

فائدہ: محدث رحمہ اللہ کی اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک روح کو جسد عنصری کی طرف لوٹایا جاتا ہے جس کو زمین میں دفن کیا گیا ہے اور پھر زمین سے ہی اس کو نکالا جائے گا، لیکن سوال و جواب کے بعد روح کو علیین یا سجین کی طرف منتقل کر دیا جاتا ہے اور بدن کے ساتھ صرف اتصال و تعلق باقی رہتا ہے۔

۱۲۷۵...... قوله اعلم بها قبر اخي وادفن اليه من مات من اهلي الخ (حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے رضاعی بھائی کو دفن کیا گیا تو آپ ﷺ نے خود پتھر اٹھا کر اس کے سر کی جانب رکھا) اور فرمایا کہ میں اس پتھر کے ساتھ اپنے بھائی کی قبر پہچانوں گا اور میں اپنے اہل میں سے فوت ہونے والے کو اس کے قریب دفن کروں گا۔ اس پر محدث رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ قبر پر نشانی رکھنا مستحب ہے تا کہ پہچان ہو۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اقارب کو ایک جگہ دفن کیا جائے۔ (مظاہر حق ج ۲ ص ۶۱)

فائدہ: اس کا فائدہ تبھی ہو سکتا ہے کہ صاحبِ قبر میں حیات ہو اور اگر بے جان دھڑ ہو تو اس کے قریب دفن کریں یا دور، کوئی فرق نہیں۔

۱۲۷۶...... قوله نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها الخ۔ میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا۔ اب زیارت کر لیا کرو۔ اس پر محدث رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ جمعہ کے دن زیارت کرنا افضل ہے بمقابلہ دوسرے دنوں کے، خصوصاً جمعہ کے دن کے شروع میں۔ چنانچہ حرمین شریفین میں یہی معمول ہے کہ جمعہ کے دن کے اول حصہ میں جنت المعلیٰ اور جنت البقیع میں زیارت کے لئے جاتے ہیں اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ جمعہ کے دن دوسرے دنوں کی بنسبت میت میں علم و شعور اور ادراک زیادہ ہوتا ہے اور وہ زیارت کرنے والوں کو دوسرے دنوں کی بنسبت زیادہ پہچانتا ہے۔ (مظاہر حق ج ۲ ص ۷۹)

فائدہ: ادراک، علم و شعور اور زیارت کرنے والوں کو پہچاننا موقوف ہے حیات پر، اس علم و شعور اور پہچاننے کا تعلق جسد عنصری کے ساتھ ہے، یہ نہیں کہ زیارت کرنے والا زمینی قبر کے پاس ہو اور علیین سے روح اور بدن مثالی اس کو پہچان لیں، ورنہ اس سے لازم آتا ہے یا علم غیب یا حاضر ناظر ہونا اور جب عام اموات میں حیات ہے تو انبیاء علیہم السلام کے اجساد میں بطریق اولیٰ حیات ہوگی۔

۱۲۷۷...... قوله كان رسول الله ﷺ يعلمهم اذا خرجوا الى المقابر السلام عليكم اهل الديار الخ۔ یعنی نبی کریم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سکھاتے تھے کہ جب تم قبروں کی طرف نکلو تو یوں کہو تم پر سلام اے گھر والو! اس پر محدث رحمہ اللہ فائدہ میں لکھتے ہیں قبروں کی جگہ کو حضرت ﷺ نے گھر فرمایا اس لئے کہ مؤمن اور مسلمان مردے اُن قبروں میں اس طرح رہتے ہیں جیسے زندہ لوگ اپنے گھروں میں رہتے ہیں۔ (مظاہر حق ج ۲ ص ۸۰)

فائدہ: یہ تشبیہ تبھی درست بن سکتی ہے کہ اموات میں حیات ہو اور زندوں کی طرح اُن مؤمنین اور مسلمانوں کو کچھ لذات بھی حاصل ہوں تبھی اس پر قبروں میں رہنا صادق آتا ہے اور اگر بے جان ہوں تو اس کو یہ نہیں کہہ سکتے یہ زندہ کی طرح رہ رہا ہے۔

۱۲۷۸...... قوله كيف اقول يارسول الله اعني في زيارة القبور الخ یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میں قبروں کی زیارت کے وقت کیا کہوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو یہ کہہ: السلام علی اهل الديار الخ۔ اس پر محدث رحمۃ اللہ علیہ فائدہ میں لکھتے ہیں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی آدمی اپنے مؤمن بھائی کی قبر کے پاس گزرتا ہے اور وہ صاحبِ قبر اگر دنیا میں اس کو پہچانتا تھا اور یہ اُس پر سلام کرے تو وہ صاحبِ قبر اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کو سلام کا جواب بھی دیتا ہے۔ (مظاہر حق ج ۲ ص ۸۱)

نوٹ: چونکہ مظاہر حق میں قدیم ثقیل اردو ہے اس لئے مفہوم کو باقی رکھتے ہوئے عبارت میں تسہیل کی گئی ہے۔

عبد اللطیف رحمۃ اللہ علیہ آل شیخ (عبد اللطیف بن عبد الرحمن بن حسن بن محمد بن عبد الوہاب۔ م ۱۲۹۳ھ)

۱۲۷۹...... ان الانبياء احياء وانهم اعلى من الشهداء حالا بعد الموت، وهذا حق لا ريب فيه ولاينازع فيه مسلم (مصباح الظلام فی الرد علی من کذب الشیخ الامام ونسبہ الی تکفیر اہل الایمان والاسلام ج ۳ ص ۳۸۵) یقیناً انبیاء علیہم السلام وفات کے بعد بعد زندہ ہیں اور ان کی حالت شہداء کی حالت سے اعلیٰ ہے اور یہ حق ہے اس میں کوئی شک نہیں اور اس میں کوئی مسلمان اختلاف ونزاع نہیں کرتا۔

۱۲۸۰...... هو حي في قبره تعرض عليه صلاة امته الخ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر امت کا درود پیش کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے اجساد کو کھائے۔ (مصباح الظلام ج ۳ ص ۳۹۸)

۱۲۸۱...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد مبارک قبر میں ہے اس کے باوجود آپ اعلیٰ علیین میں رفیق اعلیٰ کے پاس ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم رسولوں میں سے رب تعالیٰ کے زیادہ مقرب ہیں اور رب تعالیٰ کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب رسولوں سے زیادہ بلند مرتبہ ہیں۔ (آپ کے اعلیٰ علیین میں رفیق اعلیٰ کے پاس ہونے کی صورت یہ ہے کہ) ولروحه اتصال بجسده الشريف الخ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کا آپ کے جسد انور کے ساتھ اتصال وتعلق ہے اور اس اتصال کی حقیقت ومقدار وہی جانتا ہے جو خالق، وہاب، محسن، معطی اور لطیف وخبیر ہے۔ (ایضا)

۱۲۸۲...... عذاب قبر کا انکار اس بنیاد پر کہ قبر کے اندر میت میں حیات نہیں یہ بڑی جہالت ہے، قبر کے ثواب وعذاب پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ اگر میت کی حیات سے مراد ہے ارواح اور اجساد کا ثواب سے لطف اندوز ہونا یا عذاب سے تکلیف و درد محسوس کرنا جیسا کہ احادیث میں وارد ہوا ہے تو یہ ثابت ہے اس میں کوئی شک نہیں لیکن (عرف میں) اس کو حیات نہیں کہا جاتا، بغیر کسی قید کے حیات کا لفظ غیر اموات پر بولا جاتا ہے اور شہداء وغیرہ اموات پر جو حیات کا لفظ بولا جاتا ہے تو وہ مقید ہے حیات برزخیہ کے ساتھ۔ (البراہین الاسلامیۃ فی رد الشبہۃ الفارسیۃ ص ۱۰۷)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ آل شیخ یعنی محمد بن عبد الوہاب کا نجدی خاندان قبر کے اندر میت کے جسد عنصری میں حیات کا اور ثواب وعذاب کا قائل ہے، ان کا اختلاف صرف یہ ہے کہ قبر میں میت کی حیات پر خواہ انبیاء ہوں یا غیر انبیاء بغیر قید کے حیات کا لفظ نہ بولا جائے بلکہ اس کو حیات برزخیہ کہا جائے، اس کو کہا جاتا ہے نزاع لفظی،

یعنی مجدی حضرات بھی قبر کے اندر حیات اور ثواب وعذاب مانتے ہیں، اختلاف صرف یہ ہے کہ اس حیات کے لئے لفظ کون سا بولا جائے، مجدی حضرات کہتے ہیں کہ اس کے لئے بغیر قید کے صرف حیات کا لفظ نہ بولا جائے بلکہ حیات برزخیہ کہا جائے جب کہ جمہور اہل السنۃ اس قید کے بغیر بھی حیات کا لفظ بول دیتے ہیں اور یہ کوئی بڑا اختلاف نہیں۔

۱۲۸۳...... وقول هذا الجاهل: إن ذلك بناء على أنه لا حياة لهم فهذا جهل عظيم وخلط ذميم. فالمسلمون متفقون على إثبات عذاب القبر ونعيمه وإن أريد بالحياة تنعم الأرواح والأجساد وعذابها وإحساسها ونحو ذلك كما ورد فهذا ثابت لا شك فيه لكنه لا يسمى حياة وإنما يطلق اسم الحياة على غير الأموات والحياة البرزخية الثابتة للشهداء ونحوهم مقيدة لا مطلقة الخ (البراہین الاسلامیہ فی ردشبہۃ الفارسیہ) اس جاہل کا یہ کہنا کہ اہل قبور اس لئے تصرف نہیں کر سکتے کہ ان میں حیات نہیں، یہ بہت بڑی جہالت اور برے طریقے سے حق و باطل کو خلط کرنا ہے، کیونکہ سب مسلمان اس پر متفق ہیں کہ قبر کا عذاب وثواب ثابت ہے (جو موقوف ہے حیات پر) اور اگر حیات سے مراد ہے ارواح اور اجساد کا لطف اندوز ہونا اور ان کا عذاب پانا اور ان کا احساس وغیرہ جیسا کہ احادیث میں وارد ہوا ہے تو یہ حیات ثابت ہے، اس میں کوئی شک نہیں، لیکن اس کا نام حیات نہیں رکھا جاتا، مطلق حیات (یعنی بغیر قید کے حیات) کا نام غیر اموات پر بولا جاتا ہے اور شہداء وغیرہ کے لئے جو حیات ثابت ہے وہ مقید ہے مطلق نہیں، یعنی حیات برزخیہ اور اگر اس کی مراد یہ ہے کہ شہداء وغیرہ کی جو حیات ہے وہ حیات دنیویہ حسیہ کے برابر ہے اور ان کا برزخ میں حال دنیا جیسا ہے، یہ خالص جھوٹ ہے اور عقل وحس بلکہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں سینہ زوری ہے۔

۱۲۸۴...... وعلى كل فهذا الفارسي لم يفرق بين الحياة وبين الإحساس بالألم والعذاب ولذلك استشكل وأثبت حياة البرزخ للكفار والفساق كما ثبت للشهداء وأمثالهم وزعم أن نفي التصرف في والتدبير عن الميت نفي للحياة يلزم منه نفي الإحساس (ایضاً) (چونکہ اس فارسی جاہل نے یہ سمجھا کہ اہل سنت کے نزدیک کفار اور فساق کے لئے ویسے ہی حقیقی حیات ہے جیسے شہداء وغیرہ کے لئے ہے، جب کہ کفار اور فساق کے لئے صرف اتنی حیات ہے جس کے ساتھ وہ تکلیف و درد کا ادراک و احساس کر سکیں اور اہل سنت نے شہداء جیسی حیات کی کفار فساق سے نفی کی ہے۔ اس کو بنیاد بنا کر اس جاہل فارسی نے یہ کہا کہ جب کفار فساق میں حیات نہیں تو ان میں احساس نہیں اور جب احساس نہیں تو ان کے لئے عذاب بھی نہیں۔ مؤلف اس کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس فارسی نے حیات اور درد و عذاب کے احساس کے درمیان فرق نہیں کیا۔ (یعنی حیات شہداء اور حیات بقدر احساس میں فرق نہیں کیا) اور پھر یہ گمان کیا کہ تصرف اور تدبیر کی میت سے نفی کرنا یہ حیات کی نفی ہے اور حیات کی نفی کو لازم ہے احساس کی نفی۔

مولانا احمد علی سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ (محشی مشکوۃ و بخاری۔ م ۱۲۹۷ھ۔ تلمیذ شاہ محمد اسحاق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ)

۱۲۸۵...... قوله فان كانت صالحة قالت قدموني (اگر میت نیک ہوتی ہے تو وہ کہتی ہے مجھے آگے لے چلو) اس پر محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: قالت قولا حقيقيا قدموني لثواب العمل الذي عملته یعنی میت قدمونی کہتی ہے اور یہ قول حقیقتا ہوتا ہے۔ (یعنی اس کا کوئی مجازی معنی مراد نہیں) مجھے آگے لے چلو میرے اس عمل کے ثواب کے لئے جو میں نے کیا۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۷۶، حاشیہ ۴)

۱۲۸۶...... باب المیت یسمع خفق النعال (باب: میت کا جوتیوں کی کھسکھساہٹ سننا) اس پر محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ای صوتھم عند دوسھا علی الارض الخ یعنی میت سنتی ہے جوتیوں کی آواز زمین پر چلنے کے وقت۔ چونکہ حدیث میں لفظ ہیں: قرع نعالھم جب کہ عنوان میں ہے خفق النعال، لیکن خفق اور قرع ہم معنی ہیں، اس لئے مطابقت ہو جاتی ہے۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۷۸، حاشیہ ۲)

فائدہ: محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے مطابق اس حدیث کو ظاہر پر محمول کیا ہے کہ میت لوٹنے والوں کی جوتیوں کی آواز کو سنتی ہے اور یہ تب ہو سکتا ہے کہ اُس میت میں حیات ہو۔

۱۲۸۷...... باب من احب الدفن فی الارض المقدسة او نحوہ (یعنی جس نے ارض مقدسہ میں یا اس جیسی زمین میں دفن ہونا پسند کیا) حدیث میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے بوقت موت ارضِ مقدسہ کے قریب ہونے کی اللہ تعالیٰ سے درخواست کی۔ اس پر محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ای فی بیت المقدس طلبا للقرب من الانبیاء الذین دفنوا به تیمنا بجوارھم یعنی بیت المقدس میں دفن ہونا پسند کیا۔ اس میں مدفون انبیاء کے قرب اور ان کے پڑوس کی برکت کو حاصل کرنے کے لئے۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۷۸، حاشیہ ۱۰)

فائدہ: یہ قرب اور جوار کی طلب دلالت کرتی ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اور اگر بے جان دھڑ ہوں تو پھر یہ طلب بے فائدہ ہے۔

۱۲۸۸...... قوله ان اشدنا وثبة الذی یثب قبر عثمان بن مظعون (بے شک ہم میں سے زیادہ چھلانگ لگانے والا وہ آدمی ہوتا تھا جو عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر سے چھلانگ لگا کر گزر جاتا) اس پر محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ حاشیہ میں لکھتے ہیں: غرض المؤلف من وضع ھذہ الترجمة الاشارة الی ان وضع الجرید علی القبر لا ینفع المیت کما لا ینفعه ظل الفسطاط وینفعه عمله الصالح وکذا لا یضرہ الجلوس ونحوہ من علو البناء والوثبة علیه الخ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب کا عنوان قائم کیا ہے: الجرید علی القبر یعنی کھجور کی تر چھڑی قبر پر رکھنا، اس میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ کیا کہ قبر پر کھجور کی چھڑی کا رکھنا میت کو نفع نہیں دیتا جیسا کہ اُس کو خیمے کا سایہ نہیں دیتا بلکہ اس کو نفع دیتا ہے اس کا عمل صالح، اسی طرح قبر پر بیٹھنا، قبر کو اونچا بنانا، قبر پر چھلانگ لگانا اُس کو نقصان نہیں دیتا کیونکہ نفع اور ضرر اس کے عمل کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ باقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کھجور کی چھڑی کا رکھنا وہ آپ کی خصوصیت ہے اور آپ کے ہاتھ کی برکت ہے کہ اس کی وجہ سے عذاب میں تخفیف ہو گئی۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۸۲، حاشیہ ۱)

فائدہ: اس سے ثابت ہوا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا احمد علی سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ثواب وعذاب اِسی ارضی قبر میں ہوتا ہے اور ارضی قبر میں جسد عنصری مدفون ہوتا ہے بدن مثالی نہیں ہوتا۔

۱۲۸۹...... (حدیث پاک میں دو آدمیوں کے معذب فی القبر ہونے کا ذکر ہے، اُن میں سے ایک پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغل خوری کرتا تھا، حدیث میں لفظ ہیں: لا یستتر من البول) اس پر محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یا تو یہ لفظ حقیقی معنی پر محمول ہے یعنی وہ پیشاب کے وقت لوگوں سے چھپتا نہیں تھا تو اس صورت میں عذاب لوگوں کے سامنے برہنہ ہونے پر ہے یا مجازی معنی مراد ہے کہ پیشاب سے نہیں چھپتا تھا یعنی پیشاب کے چھینٹوں سے بچتا نہیں تھا اور یہی معنی راجح ہے، کیونکہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ عذاب قبر میں پیشاب کا خاص دخل ہے اس لئے اسی معنی پر محمول کرنا اولیٰ ہے۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۸۲، حاشیہ ۳)

فائدہ: چونکہ عذاب قبر اسی ارضی قبر میں ہو رہا تھا اور اسی پر آپ ﷺ نے کھجور کی چھڑیاں رکھیں اور محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ بھی حدیث کو اسی معنی پر محمول کر رہے ہیں اور ارضی قبر میں جسد عنصری ہوتا ہے۔ لہٰذا اس سے جسد عنصری اور روح کے لئے عذاب ثابت ہوا اور عذاب موقوف ہے حیات پر اور جب عام اموات کے اجساد عنصریہ زندہ ہیں تو انبیاء علیہم السلام کے بطریق اولیٰ زندہ ہوں گے۔

۱۲۹۰...... باب ما جاء فی عذاب القبر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ عنوان قائم کر کے اس کے ثبوت پر چار آیات اور متعدد احادیث ذکر فرمائی ہیں۔ قولہ اخرجوا انفسکم یعنی فرشتے کفار پر بوقت موت شدت اختیار کرتے ہیں۔ اس پر محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

سوال: عنوان عذاب قبر کا ہے لیکن یہ شدت دفن ہونے سے پہلے ہو رہی ہے۔

جواب: قیامت کے دن سے پہلے بوقتِ موت جو عذاب ہے یہ عذاب قبر کا حصہ ہے اور عذاب کی اضافت قبر کی طرف اس لئے ہے کہ قبروں میں مردوں کی تدفین اور ان پر عذاب کا وقوع کثیر ہے، ورنہ کافر اور جن نافرمانوں کو اللہ تعالیٰ عذاب دینا چاہے تو موت کے بعد ان کو عذاب دیتا ہے۔ اگرچہ ان کو دفن نہ کیا گیا ہو، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس عذاب کو جن وانس سے مستور کر دیا ہے۔ اِلا یہ کہ اس کو ظاہر کرنے میں اللہ کی حکمت ہو۔ (بخاری ص ۱۸۳، حاشیہ ۴)

فائدہ: اس سے ثابت ہوا کہ محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک میت مدفون ہو یا غیر مدفون اس کو عذاب ہوتا ہے، نیز عذاب قبر شروع ہو جاتا ہے موت کے وقت سے، اس صورت میں عذاب قبر سے مراد ہے قیامت کے دن سے پہلے کا مخفی عذاب اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ من مات فقد قامت قیامته جو مر گیا اس پر قیامت قائم ہو گئی۔

۱۲۹۱...... ولکن لا یجیبون (یعنی رسول اللہ ﷺ نے بدر کے کفار مقتولین کے بارے میں فرمایا کہ تم اُن سے زیادہ سننے والے نہیں لیکن وہ جواب نہیں دے سکتے) اس پر محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ای لا یقدرون علی الجواب وهذا یدل علی وجود حیاة فی القبر صلح معها التعذیب الخ یعنی وہ جواب دینے پر قدرت نہیں رکھتے، یہ حدیث حیات فی القبر کے وجود پر دلالت کرتی ہے اور حیات بھی ایسی جس کے ساتھ عذاب کا ادراک ہو سکے۔ کیونکہ جب مقتولین بدر کا نبی علیہ السلام کے کلام کو سننا اور آپ کی ڈانٹ کو سننا ثابت ہے تو اس سے اُن کے لئے حاسۂ سمع کے ساتھ ادراک ثابت ہوا۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۸۳، حاشیہ ۸)

فائدہ: اور یہ تبھی ہو سکتا ہے جب اموات میں حیات ہو۔

۱۲۹۲...... قوله قالت انما قال النبی ﷺ انهم لیعلمون الآن الخ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا نبی علیہ السلام نے تو یوں کہا تھا کہ بے شک وہ البتہ اب اِس بات کو جانتے ہیں کہ جو میں اُن کو کہتا تھا وہ حق ہے۔ اس پر محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ومذهبها ان اهل القبور یعلمون ما سمعوا قبل الموت ولا یسمعون بعد الموت یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مذہب یہ ہے کہ اہل قبور نے موت سے پہلے جو سنا تھا اس کو وہ جانتے ہیں اور بعد الموت سنتے نہیں۔ (بخاری ص ۱۸۳، حاشیہ ۹)

فائدہ: اور علم موقوف ہے حیات پر، جب اُن کے لئے علم ثابت ہے تو حیات بھی ثابت ہوئی۔

۱۲۹۳...... قوله قالت قد مونی قد مونی اس پر ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: انه لا مانع ان یرد الله الروح الی الجسد فی تلك الحالة الخ اس بات میں کوئی مانع نہیں کہ اللہ تعالیٰ

اس حالت میں روح کو جسد (عنصری) کی طرف لوٹا دے تا کہ اس سے مومن کی خوشی میں اور کافر کے غم میں زیادتی ہو۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۸۴، حاشیہ ۱۰)

۱۲۹۴...... قوله لا يذيقك الله الموتتين ابدا یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ آپ کو دو موتیں کبھی بھی نہیں چکھائے گا۔ اس پر حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: تمسك بهذا من انكر الحياة في القبر واجيب من اهل السنة المثبتين لذلك ان المراد نفي الموت اللازم من الذي اثبته عمر بقوله وليبعثنه الله الخ... والاحسن ان يقال ان حياته صلی اللہ علیہ وسلم لا يتعقبها موت بل يستمر حيا والانبياء احياء في قبورهم اس کے ساتھ اُن لوگوں نے دلیل پکڑی ہے جو قبر میں حیات کے منکر ہیں اور اہل سنت جو حیات فی القبر کو ثابت کرنے والے ہیں اُن کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں اُس موت کی نفی ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے لازم آتی ہے، وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ آپ کو (اسی عالم دنیا میں) دوبارہ اٹھائے گا (اور ظاہر بات ہے کہ جب دوبارہ اٹھیں گے عالم دنیا میں، تو قیامت سے پہلے دوبارہ موت بھی آئے گی تو عالم دنیا میں دو موتیں ہو جائیں گی) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دوسری موت کی نفی کی ہے جو دوبارہ بھیجنے سے لازم آتی ہے اور اس سے عمدہ ترین جواب یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کی (قبر میں) حیات ایسی ہے جس کے بعد موت نہیں آئے گی، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ زندہ رہیں گے اور تمام انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (بخاری ج ۱ ص ۵۱۷، حاشیہ)

فائدہ: غیر انبیاء کو قبر میں دوسری موت بھی آتی ہے یعنی قبر میں سوال و جواب کے بعد روح کا جدا ہو کر علیین یا سجین میں ٹھہرنا اور جسد کے ساتھ تعلق کا باقی رہنا، قبر کی موت یہی ہے یا نفخہ اولیٰ کے وقت غیر انبیاء پر موت آئے گی اور انبیاء علیہم السلام پر بیہوشی اور نفخہ ثانیہ کے ساتھ غیر انبیاء زندہ ہوں گے اور انبیاء علیہم السلام بیہوشی سے افاقہ پائیں گے۔

۱۲۹۵...... قوله فيصيح صيحة يسمعها من يليه غير الثقلين یعنی جب لوہے کے گرزوں کے ساتھ میت کو مارا جاتا ہے تو وہ اس طرح چیختا ہے کہ اُس کی چیخوں کو وہ سب سنتے ہیں جو اس کے قریب ہیں سوائے جن وانس کے۔ اس پر محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اي يقرب منه الدواب والملائكة وعبر بمن تغليبا للملائكة لشرفهم ولا يذهب فيه الى المفهوم من ان من بعد لا يسمع لما ورد في الفصل الثاني في حديث البراء بن عازب من انه يسمعها ما بين المشرق والمغرب لا يعارض المنطوق یعنی جو اُس کے قریب ہیں جانور اور ملائکہ وہ سنتے ہیں اور مَن جو ذوی العقول کے لئے آتا ہے اس کے ساتھ تعبیر کرنا تغلیباً ہے اور مَن یلیہ سے بظاہر یہ سمجھا جاتا ہے کہ دور والے نہیں سنتے لیکن فصل ثانی میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ جن وانس کے علاوہ وہ تمام مخلوق سنتی ہے جو مشرق و مغرب کے درمیان ہے، یہ منطوق ہے اور دور والوں کا نہ سننا یہ ہے مفہوم اور مفہوم کے مقابلے میں منطوق کو ترجیح ہوگی۔ (مشکوۃ ص ۲۵، حاشیہ ۲)

فائدہ: عذاب اور عذاب کی وجہ سے چیخنا حیات کا تقاضا کرتا ہے۔

۱۲۹۶......قوله فلولا ان لا تدافنوا (یعنی اگر یہ خوف نہ ہوتا کہ تم مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ وہ تمہیں قبر کا عذاب سنوائے جس عذاب کو میں قبر سے سنتا ہوں) اس پر محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: لولا مخافة عدم التدافن اذا كشف لكم یعنی مجھے خوف ہے کہ اگر عذاب قبر تمہیں سنا دیا جائے تو تم مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے۔ اگر یہ خوف نہ ہوتا تو میں دعا کرتا کہ اللہ تمہیں قبر کا عذاب سنوائے جس کو میں سنتا ہوں۔ (مشکوۃ ص ۲۵، حاشیہ ۷)

فائدہ: عذاب قبر کے سننے نہ سننے کا تعلق اِسی ارضی قبر کے ساتھ ہے، سجین کا عذاب مراد نہیں، اسی طرح دفن ارضی قبر میں کیا جاتا ہے، نہ سجین میں مردوں کو دفن کیا جاتا ہے اور نہ ہی ان لا تدافنوا مرتب ہوسکتا ہے۔

۱۲۹۷...... قولہ اذا اقبر المیت (یعنی جب میت کو دفن کیا جاتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں۔ الخ!)

اس پر محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ای دفن وھو قید غالبی والا فالسوال یشمل الاموات جمیعا حتی ان من مات واکل فی السباع فان اللہ تبارك وتعالیٰ یعلق روحہ الذی فارقہ بجزئہ الاصلی الباقی من اول عمرہ الیٰ آخرہ المستمر علی حالتی النمو والذبول الذی تتعلق بہ الروح اولا فیحیی ویحیی بحیاتہ سائر اجزاء البدن لیسال فیثاب او یعذب الخ یعنی اقبر کا معنی ہے دفن کیا گیا اور دفن کرنے کی قید اکثری ہے ورنہ قبر کا سوال جواب تمام مردوں کو شامل ہے۔ حتیٰ کہ جو آدمی مرجائے اور اس کو درندے کھا جائیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ اُس کی روح کا تعلق پیدا کردیتے ہیں اُس کے اصلی جزء کے ساتھ جو ابتدائے عمر سے اخیر عمر تک ایک حالت پر باقی رہتا ہے خواہ وہ حالت موٹاپے کی ہو یا لاغری کی ہو۔ اس کے ساتھ روح کا تعلق اولاً ہوتا ہے، اس کو زندہ کیا جاتا ہے پھر اس کے زندہ کرنے کی وجہ سے بدن کے باقی اجزاء بھی زندہ کئے جاتے ہیں تا کہ بدن سے سوال کیا جائے پھر اُس کو ثواب یا عذاب دیا جائے اور اس میں کوئی بُعد نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام جزئیات وکلیات کو جانتا ہے۔ پس وہ اس کے تمام اجزاء کو تفصیلی طور پر بھی جانتا ہے اور ان اجزاء کی جگہوں کو بھی جانتا ہے اور روح کے جزء اصلی کے ساتھ تعلق پیدا کرنے پر بھی قادر ہے، منفرد طور پر بھی اور دوسرے اجزاء کے ساتھ جمع ہونے کی حالت میں بھی، کیونکہ ڈھانچہ حیات کے لئے شرط نہیں، بلکہ یہ بھی بعید نہیں کہ ایک شخص کی روح کا تعلق قائم ہو مشرق ومغرب میں بکھرے ہوئے اجزاء میں سے ہر ہر جزء کے ساتھ، کیونکہ روح کا تعلق اُن اجزاء کے ساتھ حلول ودخول والا نہیں تا کہ ایک جزء میں حلول دوسرے جزء میں حلول سے مانع ہو۔ (مشکوۃ ص ۲۵ حاشیہ ۹)

۱۲۹۸...... قولہ ما من احد یسلم علی الا رد اللہ علی روحی. اس پر محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: لیس المراد بعود الروح عودھا بعد المفارقۃ عن البدن الخ یعنی قبر شریف کے پاس سلام کے وقت روح کے لوٹنے سے یہ مراد نہیں کہ بدن سے جدا ہونے کے بعد روح لوٹتی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ برزخ میں عالم بالا کے اردگرد مشغول ہوتے ہیں اور رب العزۃ عزوجل کے (انوارات اور تجلیات کے) مشاہدہ میں مستغرق ہوتے ہیں جیسا کہ دنیا میں وحی کی حالت میں اور دوسرے احوال میں مستغرق ہوتے تھے۔ پس اس مشاہدہ اور اس استغراق سے افاقہ پانے کی حالت کو رد روح کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔ (مشکوۃ ص ۸۶، حاشیہ ۶)

۱۲۹۹...... قولہ کیف تعرض (کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جائے گا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کہ کیسے ہمارا درود آپ پر پیش ہوگا؟ حالانکہ آپ بوسیدہ ہو چکے ہوں گے) اس پر محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: سألوا بیان کیفیۃ العرض الخ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ اعتقاد یقینی طور پر تھا کہ آپ پر درود تو لازماً پیش ہوگا لیکن اُنہوں نے درود پیش کرنے کی کیفیت کے بارے میں سوال کیا۔ کیونکہ جب نبی ﷺ نے فرمادیا کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جائے گا تو اُن کو درود کے پیش ہونے کا یقین ہوگیا، لیکن اُن کو یہ شبہ پیش آیا کہ درود محض روح پر پیش ہوگا یا روح وجسم کے مجموعہ پر؟ اور اُن کا یہ بھی خیال تھا کہ نبی ﷺ کا جسم مبارک دوسرے لوگوں کے جسد کی طرح ہے تو آپ نے جواب میں فرمایا: ان اللہ حرم علی الارض اجساد الانبیاء یعنی وہ اجساد محفوظ ہوں گے، بوسیدہ نہیں ہوں گے۔ (مشکوۃ ص ۱۲۰، حاشیہ ۳)

فائدہ: اس سے تین چیزیں ثابت ہوئیں۔ (۱) انبیاء علیہم السلام کے اجساد مبارکہ محفوظ ہیں۔ (۲) اجساد عنصریہ زندہ ہیں۔ (۳) درود روح وجسد عنصری دونوں پر پیش ہوتا ہے۔

۱۳۰۰...... قولہ ان اللہ حرم علی الارض اجساد الانبیاء (بے شک اللہ نے حرام کر دیا ہے زمین پر انبیاء کے اجساد کو) محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ اس پر لکھتے ہیں: ای من ان تاکلہ فان الانبیاء فی قبورھم احیاء یعنی اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا زمین پر انبیاء کے اجساد کو کھانا، کیونکہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (مشکوۃ ص ۱۲۰، حاشیہ ۵)

۱۳۰۱...... قولہ ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء ای جمیع اجزائھم فلا فرق لھم فی الحالین ولذا قیل اولیاء اللہ لا یموتون ولکن ینتقلون من دار الفناء الی دار البقاء وفیہ اشارۃ الی ان العرض علی مجموع الروح والجسد منھم الخ یعنی اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے اجساد کے تمام اجزاء کو کھائے۔ پس قبل الوفات اور بعد الوفات کی دونوں حالتوں میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ اولیاء اللہ مرتے نہیں لیکن وہ منتقل ہوتے ہیں دار فناء سے دار بقاء کی طرف اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ درود کا پیش ہونا اُن کے روح وجسم کے مجموعہ پر ہوتا ہے، بخلاف ان کے غیر کے اور ان لوگوں کے جو انبیاء کے ساتھ (اجساد کے محفوظ ہونے میں) لاحق ہیں یعنی شہداء اور اولیاء۔ کیونکہ امور کا پیش ہونا اور اشیاء کی معرفت ان کی ارواح کے ساتھ ہوتی ہے اور ارواح کا اجساد کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ (مشکوۃ ص ۱۲۱، حاشیہ ۲)

۱۳۰۲...... فنبی اللہ حی یرزق محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: یحتمل الجنس والاختصاص بالفرد الاکمل والظاھر ھو الاول الخ لفظ نبی اللہ کی مراد میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ اس سے جنس انبیاء مراد ہے۔ (یعنی تمام انبیاء زندہ ہیں) دوسرا احتمال یہ ہے کہ نبی اللہ سے اکمل فرد مراد ہو۔ (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اور پہلا احتمال زیادہ قوی ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں اور اسی طرح ابراہیم علیہ السلام کو بھی دیکھا جیسا کہ مسلم کی حدیث میں ہے اور یہ حدیث بھی صحیح ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں۔ (مشکوۃ ص ۱۲۱، حاشیہ ۳)

۱۳۰۳...... قولہ یرزق (یعنی اللہ کے نبی زندہ ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے) محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ای رزقا معنویا الخ یعنی (عالم برزخ کے مناسب) ان کو رزق معنوی دیا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کے شہداء کے بارے میں فرمایا: بل احیاء عند ربھم یرزقون جب امت کے شہداء کا یہ حال ہے تو شہداء کے سردار بلکہ ان کے رئیس کیسے زندہ نہیں ہوں گے اور ان کو کیسے رزق نہیں ملتا ہوگا؟ (بلکہ ان کے لئے بطریق اولیٰ حیات اور رزق معنوی ثابت ہوگا) کیونکہ آپ کو بھی مرتبہ شہادت حاصل ہوا ہے زہریلے گوشت کے کھانے کی وجہ سے اور اس کے پوشیدہ زہر کے لوٹنے کی وجہ سے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو شہادت حقیقیہ سے محفوظ رکھا ظاہری بدمزگی سے بچانے کے لئے۔ نیز اپنی قدرت کاملہ کو ظاہر کرنے کے لئے مخلوق میں سے بدترین اعداء کے درمیان ایک فرد کی حفاظت کرنے کے ساتھ۔ (مشکوۃ ص ۱۲۱، حاشیہ ۴)

۱۳۰۴...... قولہ تحفۃ المؤمن الموت۔ قال الطیبی اعلم ان الموت ذریعۃ الخ شارح طیبی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں: جان لیجئے کہ موت بڑی سعادت تک پہنچنے کا ذریعہ ہے اور اعلیٰ درجات حاصل کرنے کا وسیلہ ہے اور جو اسباب انسان کو ابدی نعمتوں تک پہنچانے والے ہیں اُن میں سے ایک سبب موت ہے اور موت کی

حقیقت ہے ایک دار سے دوسرے دار کی طرف منتقل ہونا۔ پس یہ موت اگرچہ ظاہر میں فنا اور مٹ جانا ہے لیکن حقیقت میں ولادت ثانیہ ہے اور جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جس سے آدمی جنت کی طرف پہنچتا ہے اور اگر موت نہ ہوتی تو جنت ہی نہ ہوتی۔ (مشکوۃ ص ۱۴۰، حاشیہ ۲)

فائدہ: ظاہری طور پر فنائیت جسم عنصری پر آتی ہے روح پر نہیں آتی اور ولادت ثانیہ بصورت موت کا تعلق بھی جسم عنصری کے ساتھ ہوتا ہے روح کے ساتھ نہیں اور ولادت سے حیات کا وجود ہوتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ایک حیات۔ (یعنی دنیا والی زندگی) ختم ہوتی ہے اور دوسری حیات (عالم برزخ کی جسمانی حیات) وجود میں آتی ہے۔

۱۳۰۵...... قولہ کتبوا کتاب عبدی فی علیین (یعنی میرے بندے کا اعمال نامہ علیین میں رکھ دو اور اس کی روح کو زمین کی طرف لوٹا دو، سو اُس کی روح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے) اس پر محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں قال العسقلانی فی فتاواہ ارواح المؤمنین فی علیین الخ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنے فتاویٰ میں کہا ہے کہ مؤمنین کی ارواح علیین میں ہوتی ہیں اور کفار کی ارواح سجین میں اور ہر روح کا اپنے جسم کے ساتھ معنوی اتصال ہوتا ہے جو دنیاوی زندگی کے اتصال کے مشابہ نہیں ہوتا، بلکہ اس کی زیادہ مشابہت نائم کی حالت کے ساتھ ہے۔ اگرچہ روح کا اتصال معنوی سونے والے کے اتصال سے زیادہ قوی ہوتا ہے...... اور اس کے باوجود روح کو (باذن الٰہی) تصرف کرنے کی اجازت ہوتی ہے اور وہ اپنے محل علیین یا سجین کی طرف ٹھکانہ پکڑتی ہے اور جب میت کو ایک قبر سے دوسری قبر کی طرف منتقل کیا جائے تو وہ اتصال معنوی قائم رہتا ہے اور اسی طرح اگر میت کے اجزاء منتشر ہوں تب بھی یہ اتصال باقی رہتا ہے۔ (مشکوۃ ص ۱۴۲، حاشیہ ۵)

۱۳۰۶...... قولہ فتعاد روحہ فی جسدہ (پس اُس میت کی روح اُس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے) محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ظاھر الحدیث ان عود الروح الی جمیع اجزاء بدنہ الخ بظاہر حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ روح کا لوٹنا میت کے تمام اجزائے بدن کی طرف ہوتا ہے۔ لہٰذا بعض کے اس قول کی طرف التفات نہ کیا جائے کہ روح کا لوٹنا بعض اجزاء کی طرف ہوتا ہے اور نہ ابن حجر کے اس قول کی طرف التفات کیا جائے کہ روح کا لوٹنا نصف بدن کی طرف ہوتا ہے، کیونکہ یہ ایسی بات ہے جس کو عقل سے نہیں کہا جا سکتا بلکہ یہ محتاج ہے صحیح نقل کی طرف (جب کہ اس پر کوئی صحیح نقل نہیں) (مشکوۃ ص ۱۴۲، حاشیہ ۶)

۱۳۰۷...... قولہ اعلم بھا قبر اخی و ادفن الیہ من مات من اھلی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو آپ نے اُن کے سر کی جانب علامت کے طور پر پتھر رکھ دیا اور فرمایا کہ میں اس کے ساتھ اپنے بھائی کی قبر پہچانوں گا اور جو میرے اہل میں سے فوت ہوگا اُس کو اس کے قریب دفن کروں گا) اس پر محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ویستحب ان یجمع الاقارب فی موضع لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام وادفن الیہ من مات من اھلی مستحب ہے کہ اقارب کو بعد الوفات ایک جگہ میں جمع کیا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی وجہ سے کہ جو میرے اہل میں سے فوت ہو جائے میں اُس کو اس کے قریب دفن کروں گا۔ (مشکوۃ ص ۱۴۹، حاشیہ ۴)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ قبر میں مدفون میت میں شعور و ادراک ہوتا ہے ورنہ اگر جماد محض ہے تو ایک جگہ میں اقارب کو دفن کرنا یا دور دفن کرنا یکساں ہے۔

۱۳۰۸...... قولہ کسر عظم المیت ککسرہ حیا (میت کی ہڈی کو توڑنا ایسے ہی ہے جیسے زندہ کی ہڈی کو توڑنا) اس پر محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ لکھتے ہیں...... ابن ملک نے کہا کہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس سے میت تکلیف محسوس کرتی ہے اور ابن حجر نے کہا کہ اس کو یہ لازم ہے کہ جن چیزوں کے ساتھ زندہ لذت حاصل کرتا ہے میت بھی اُن چیزوں کے ساتھ لذت حاصل کرتی ہے اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مؤمن کو بعد از وفات تکلیف دینا ایسے ہی ہے جیسے زندہ کو تکلیف دینا۔ (مشکوۃ ص ۱۴۹، حاشیہ ۲)

فائدہ: اہانت سے یا قبر پر بول براز کرنے کی صورت میں میت کو جو تکلیف ہوتی ہے یہ موقوف ہے اس بات پر کہ میت میں حیات اور شعور وادراک ہے اور یہ واضح رہے کہ بدنی تکلیف کے اعتبار سے دنیاوی اسباب غیر مؤثر ہیں، تاہم میت کو ان اسباب سے روحانی اذیت اور روحانی تکلیف ہوتی ہے، جیسے کسی کو گالی دی جائے یا اس پر غلاظت پھینکی جائے تو اس سے اس کو بدنی تکلیف نہیں ہوتی لیکن روحانی تکلیف ہوتی ہے، میت کے لئے تکلیف کے دنیاوی اسباب کی یہی حیثیت ہے۔

۱۳۰۹...... قولہ ان المیت لیعذب ببکاء الحی علیہ (زندہ کے رونے کی وجہ سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے) اس پر مرقاۃ کے حوالے سے محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ لکھتے ہیں: وعندی واللہ اعلم ان یکون المراد بالعذاب ھو الالم الذی یحصل للمیت الخ ملا علی قاری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک عذاب سے مراد یہ ہے کہ جب میت رونے کی آوازیں اور چیخیں سنتی ہے تو جو اس کو روحانی تکلیف حاصل ہوتی ہے یا جب اس کو یہ بات پہنچتی ہے تو اس کی وجہ سے اس کو تکلیف پہنچتی ہے۔ (مشکوۃ ص ۱۵۱، حاشیہ ۷)

فائدہ: میت کا مصداق جسم عنصری ہے روح نہیں اور تکلیف تبھی پہنچ سکتی ہے جب جسد عنصری میں حیات ہو۔

۱۳۱۰...... اما الاستمداد باھل القبور فی غیر النبی ﷺ والانبیاء علیہم السلام الخ نبی کریم ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے علاوہ دوسرے اہل قبور سے بخشش مانگنے اور سفارش کرنے کے لئے مدد طلب کرنے کا بہت سے فقہاء نے انکار کیا ہے، جب کہ مشائخ صوفیاء اور بعض فقہاء نے اس کو ثابت کیا ہے۔ (مشکوۃ ص ۱۵۴، حاشیہ ۲)

فائدہ: غیر انبیاء سے استمداد میں اختلاف نقل کرنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نبی ﷺ یا دوسرے انبیاء سے مذکورہ استمداد میں کوئی اختلاف نہیں۔

۱۳۱۱...... والزیارۃ یوم الجمعۃ افضل خصوصا فی اولہ الخ اور جمعہ کے دن قبور کی زیارت کرنا افضل ہے۔ خصوصا دن کے شروع میں، کیونکہ ایک روایت میں آیا ہے کہ دوسرے دنوں کے مقابلہ میں جمعہ کے دن میت کا ادراک زیادہ کر دیا جاتا ہے۔ (مشکوۃ ص ۱۵۴، حاشیہ ۲)

۱۳۱۲...... قولہ حیاء من عمر (یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے روضہ پاک میں دفن ہونے سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بغیر چادر کے داخل ہوتیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تدفین کے بعد چادر اوڑھ کر داخل ہوتیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیاء کرنے کی وجہ سے) اس پر محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ لکھتے ہیں: اوضح دلیل علی حیاۃ المیت الخ یہ واضح ترین دلیل ہے میت کی حیات پر اور اس بات پر کہ بوقتِ زیارت جس قدر ممکن ہو میت کا احترام مناسب ہے۔ خاص طور پر صالحین کی قبر کی زیارت کے وقت۔ (مشکوۃ ص ۱۵۴، حاشیہ ۷)

مَیدانِی غُنَیمِی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (عبدالغنی بن طالب بن حمادۃ، دمشقی۔م ۱۲۹۸ھ)

۱۳۱۳...... وقوله(فی قبره)جری علی الغالب والافمن اكلته السباع واحرقته النار ومن لم يدفن يأتيانه من حيث شاء الله تعالى ويسالانه كما يعلم الله تعالى(شرح العقيدة الطحاوية للميدانی ص ۱۱۶) منکر نکیر کا قبر میں سوال حق ہے، قبر کے لفظ سے شبہ ہوسکتا تھا کہ شاید جو قبر میں دفن نہیں ہوتے ان سے سوال نہیں ہوتا، اس کا مؤلف نے جواب دیا کہ قبر کا لفظ غالب عادت کی وجہ سے بولا گیا ہے۔ کیونکہ اکثر مردوں کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے۔ پس اس اکثری عادت کی وجہ سے قبر کا لفظ بولا گیا ہے۔ ورنہ جس کو درندے کھالیں یا آگ جلا دے یا جس کو دفن نہ کیا گیا اللہ اپنی قدرت سے جیسے چاہتے ہیں منکر نکیران کے پاس بھی آتے ہیں اوران سے سوال کرتے ہیں۔

۱۳۱۴...... واعلم ان اهل الحق اتفقوا على ان الله تعالى يخلق فى الميت نوعَ حياة فى القبر قدْرَ ما يتألم ويلتذ لكن اختلفوا فى انه هل تعاد الروح اليه ام لا؟ والمنقول عن الامام ابى حنيفة التوقف(ایضاً ص ۱۱۷) اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اہل حق کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ میت میں ایک خاص قسم کی حیات اتنی مقدار میں پیدا کردیتے ہیں جس کے ساتھ میت درد کی تکلیف اور نعمتوں کی لذت محسوس کرسکے (اور اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ میت میں حیات پیدا ہوتی ہے اعادہ روح کے ساتھ) لیکن اہل حق کے درمیان اختلاف ہوا کہ (۱) اعادہ روح کی کیفیت کیا ہے؟ کیا روح کا بدن میں دخول وحلول ہوتا ہے یا بدن سے جدا رہ کر محض معنوی اتصال وتعلق ہوتا ہے؟ (۲) پھر اعادہ روح کی جوصورت بھی ہو یہ اعادہ کل بدن میں ہوتا ہے یا بدن کے بعض حصہ میں؟ اس میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے توقف کیا ہے۔

ابن عِلِیش مالکی رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن احمد بن محمد علیش۔م ۱۲۹۹ھ)

۱۳۱۵...... امام غزالی کے حوالے سے ابن علیش نقل کرتے ہیں کہ اے بھائیو! قبر کا عذاب وثواب برحق ہے۔ چنانچہ احادیث صحیحہ سے یہ عقیدہ ثابت ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اِنس وجن سے اس کو پوشیدہ کردیا ہے حکمت الٰہیہ کی وجہ سے۔ وَمَنْ شَكَّ فِي ذٰلِكَ فَهُوَ مُلْحِدٌ اور جو اس میں شک کرتا ہے وہ ملحد (بے دین) ہے۔

(فتح العلی المالک فی الفتوی علی مذہب الامام مالک ج ۱ ص ۱۲)

۱۳۱۶...... وَكَانَ بَعْضُ الْعَارِفِينَ يَقُولُ لَا يَسْمَعُ عَذَابَ الْمَوْتٰى اِلَّا مَنِ اتَّصَفَ الخ بعض عارفین کے حوالے سے مؤلف نقل کرتے ہیں کہ مردوں کا عذاب وہی سن سکتا ہے جو راز پوشیدہ رکھ سکتا ہے جیسے جانور، کیونکہ جو کچھ وہ دیکھتے ہیں اس کو بیان کرنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ لیکن جو اپنے مشاہدات کی خبر دے سکتا ہے وہ نہیں سن سکتا اور جن وانس جو خبر دے سکتے ہیں ان سے چھپانے کی حکمت ایک حدیث میں بتائی گئی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے یہ امت اپنی قبروں میں آزمائی جاتی ہے۔ پس اگر مجھے اندیشہ نہ ہوتا کہ تم قبروں میں مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ جو عذاب قبر میں سنتا ہوں وہ تمہیں بھی سنائے۔ (ایضاً)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جہاں میت کو دفن کیا جاتا ہے وہیں عذاب ہوتا ہے اور وہاں دفن کیا جاتا ہے بدن عنصری کو۔ پس اس سے روح اور بدن عنصری کا عذاب ثابت ہوا اور عذاب موقوف ہے حیات پر۔

۱۳۱۷...... هُمْ اَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ الخ انبیاء وشہداء اپنی قبروں میں زندہ ہیں کھاتے ہیں پیتے ہیں نمازیں پڑھتے ہیں روزے رکھتے ہیں حج کرتے ہیں، لیکن دنیا والے طریقہ اور کیفیت پر نہیں بلکہ اس کیفیت پر جس کو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور ہمیں اپنی عقل کے ساتھ اس میں غور وخوض کرنے سے بچنا چاہئے کیونکہ سوائے حدیث کے اس کی کیفیت کا علم نہیں ہوسکتا اور کسی حدیث میں بھی اس کی کیفیت کی وضاحت نہیں بتائی گئی۔ (ایضاً ص ۱۱۹)

۱۳۱۸...... قَالَ الْعَلَّامَةُ عَبْدُ السَّلَامِ اللَّقَانِي الخ علامہ عبد السلام لقانی [مالکی م ۱۰۷۸ھ] کے حوالہ سے مؤلف لکھتے ہیں کہ یہ عقیدہ رکھنا واجب ہے کہ مقتول فی سبیل اللہ کا ہیکل (روح وجسم کا مجموعہ) زندہ ہے حیات کامل کے ساتھ اور حیات کامل سے مراد یہ ہے کہ روح اور جسم دونوں زندہ ہوں۔ (ایضاً)

۱۳۱۹...... وَيُحْتَمَلُ اَنَّ حَيَاتَهُمْ بِالْجَسَدِ وَاِنْ لَمْ نُشَاهِدِ الْجَسَدَ حَيًّا الخ شہداء کی حیات جسد میں بھی کامل ہوتی ہے اگرچہ ہم جسد کے زندہ ہونے کا مشاہدہ نہیں کرتے، کیونکہ عام اموات غیر شہداء کی ارواح بالاتفاق زندہ ہیں، اگر شہداء کی بھی صرف ارواح زندہ ہوں تو شہداء اور غیر شہداء برابر ہوگئے۔ (ایضاً ص ۱۲۰)

فائدہ: اس لئے اہل السنۃ کا عقیدہ یہ ہے کہ روحیں سب کی زندہ ہیں حیات کامل کے ساتھ اور شہداء وانبیاء کے اجساد میں بھی حیات کامل ہوتی ہے لیکن انبیاء کی حیات شہداء کی حیات سے زیادہ قوی ہوتی ہے اور شہداء کی حیات غیر شہداء کی حیات سے قوی ہوتی ہے۔ بہرکیف حیات کے درجات کا تفاوت ضرور ہے لیکن نفس حیات سب اموات کے اجساد میں ہوتی ہے۔

۱۳۲۰...... قَالَ اَبُوْ مَنْصُوْرٍ الْبَغْدَادِي الخ ابو منصور بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں کہ متکلمین محققین کی تحقیق یہ ہے کہ ہمارے نبی پاک ﷺ اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں، اپنی امت کی طاعات کی وجہ سے خوش ہوتے ہیں۔ (ایضاً)

۱۳۲۱...... اِنَّا نَعْتَقِدُ ثُبُوْتَ الْاِدْرَاكَاتِ كَالْعِلْمِ الخ ہم عقیدہ رکھتے ہیں کہ ادراکات جیسے علم وسمع تمام اموات کے لئے ثابت ہیں اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ قبر میں ہر میت کے اندر حیات لوٹ آتی ہے اسی طرح ہم یقین رکھتے ہیں قبر کے عذاب وثواب پر۔ (ایضاً)

۱۳۲۲...... وَاَمَّا اَدِلَّةُ الْحَيَاةِ فِي الْاَنْبِيَاءِ الخ انبیاء کے دلائل حیات کا مقتضا یہ ہے کہ حیات روح وجسد دونوں کیساتھ ہے۔ (ایضاً)

۱۳۲۳...... جو حضرات اس کے قائل ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد ان کی ازواج پر عدت واجب نہیں۔ مؤلف اس کی دلیل لکھتے ہیں: وَوَجْهُ النَّفْيِ اَنَّهُنَّ لَا يَنْتَظِرْنَ اِبَاحَةً الخ... وجوب عدت کی نفی کی وجہ یہ ہے کہ وہ غیر سے اباحت نکاح کا انتظار نہیں کریں گی۔ گویا نبی کریم ﷺ پر (کامل) موت نہیں آئی (کیونکہ آپ کی موت کی کیفیت یہ ہے کہ حیات کے ظاہری آثار مکمل طور پر ختم کر کے حیات کو باطن میں پوشیدہ کر دیا گیا۔ یعنی آپ کی موت انقطاع حیات کے ساتھ نہیں بلکہ استتار حیات کے ساتھ ہے) اور حدیث میں ہے انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں اور حج کرتے ہیں۔ (منح الجلیل شرح مختصر خلیل ج ۳ ص ۲۴۸)

داود بن سلیمان بغدادی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۹۹ھ)

۱۳۲۴...... والحاصل ان حیاۃ الانبیاء ثابتۃ بالاجماع (المنحۃ الوھبیۃ ص ۶) حاصل یہ ہے کہ انبیاء کی حیات ثابت ہے اور اس پر اجماع ہے۔

چودھویں صدی

عبدالحمید شروانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۰۱ھ)

۱۳۲۵...... وَاَقَلُّ السَّلَامِ عَلَیْهِ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللهِ، صَلَّى اللهُ عَلَیْكَ وَسَلَّمَ. وَلَا یَرْفَعُ صَوْتَهٗ تَاَدُّبًا مَعَهٗ ﷺ - كَمَا كَانَ فِیْ حَیَاتِهٖ الخ نبی کریم ﷺ کی قبر شریف پر سلام کا اقل درجہ یہ ہے: السلام علیك یا رسول اللہ، صلی اللہ علیك وسلم اور آپ ﷺ کے ادب کی وجہ سے اپنی آواز بلند نہ کرے جیسا کہ آپ ﷺ کی حیات میں یہی ادب تھا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر سلام پیش کرنے کے بعد دوبارہ نبی کریم ﷺ کے چہرۂ انور کے سامنے آجائے اور آپ کے وسیلہ سے اپنے حق میں دعا کرے اور آپ ﷺ سے اپنے رب کے حضور سفارش کرنے کی درخواست کرے۔ (حواشی الشروانی، مطبوع مع تحفۃ المحتاج فی شرح المنہاج ج ۴ ص ۱۴۵)

فائدہ: قبر اطہر کے پاس آواز بلند نہ کرنا اور صیغہ خطاب اور آپ ﷺ سے سفارش کی درخواست قبر میں مدفون ومحفوظ جسد عنصری کی حیات پر دلیل ہے۔

۱۳۲۶...... قَوْلُهٗ اِلَّا رَدَّ اللهُ عَلَیَّ رُوْحِیْ اَیْ نُطْقِیْ فَلَا یَرِدُ اَنَّ الْاَنْبِیَاءَ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِهِمْ (ایضاً) حدیث میں ہے کہ جب کوئی مسلمان نبی کریم ﷺ پر سلام پیش کرے گا تو اللہ آپ کی روح مبارک کو لوٹا دیں گے۔ حتیٰ کہ آپ سلام کا جواب دیں گے۔ بظاہر روح کے لوٹانے سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے روح بدن سے جدا تھی اور اس سے حیات انبیاء فی القبور کی نفی کا شبہ ہوتا ہے۔ عقیدہ حیات انبیاء کا دفاع وتحفظ کرتے ہوئے مؤلف جواب دیتے ہیں کہ روح سے مراد نطق ہے۔ (یعنی آپ ﷺ انوارات اور تجلیات الٰہیہ کے مشاہدہ میں استغراق کی وجہ سے بولنے کی قوت نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ سلام کرنے والے کے سلام اور جواب کی طرف متوجہ کر کے قوت نطق بحال کر دیتے ہیں اور سلام کرنے والے کا سلام سنتے ہیں اور جواب عنایت فرماتے ہیں)

۱۳۲۷...... وَصَحَّ مَا مِنْ اَحَدٍ یَمُرُّ بِقَبْرِ اَخِیْهِ الخ صحیح حدیث میں ہے کہ جو آدمی اپنے مؤمن بھائی کی قبر کے پاس گزرتا ہے اور اس پر سلام کرتا ہے تو قبر والا اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ (ایضاً ج ۳ ص ۲۰۰)

۱۳۲۸...... وَدَعْوٰی اَنَّهُمْ لَیْسُوْا اَهْلًا لِلْخِطَابِ مَمْنُوْعَةٌ لِلْخَبَرِ السَّابِقِ مَا مِنْ اَحَدٍ یَمُرُّ بِقَبْرِ اَخِیْهِ الخ۔ الایعاب کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں کہ یہ دعویٰ ناقابل قبول ہے کہ مردے خطاب کے اہل نہیں۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ جو آدمی اپنے بھائی کی قبر کے پاس گزرتا ہے اور سلام کرتا ہے تو قبر والا اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ (ایضاً ج ۳ ص ۲۰۲)

علامہ عبدالحئی لکھنوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۰۴ھ)

۱۳۲۹...... یعذب بعد وضع الحیاۃ فیہ لکن یوضع فیہ الحیاۃ بقدر ما یتألم لا الحیاۃ المطلقۃ وھذا

اقرب الی الحقیقۃ ومنھم من قال بوضع الحیاۃ من کل وجھۃ (النافع الکبیر شرح الجامع الصغیر ص ۲۷۲) میت میں حیات رکھنے کے بعد اس کو عذاب دیا جاتا ہے، لیکن میت میں حیات کامل نہیں رکھی جاتی بلکہ اتنی حیات رکھی جاتی ہے جس کے ساتھ وہ درد کی تکلیف محسوس کر سکے اور یہی حقیقت کے زیادہ قریب ہے۔ جب کہ بعض نے کہا کہ میت میں کامل حیات رکھی جاتی ہے۔ (سوال جواب کے وقت کامل حیات ہوتی ہے، سوال جواب کے بعد بقدر احساس حیات ہوتی ہے)

فائدہ: یہ ساری بحث جسد عنصری کی حیات کے بارے میں ہے ورنہ روح میں بالاتفاق کامل حیات ہوتی ہے۔

۱۳۳۰...... الاحادیث الصحیحۃ الدالۃ علی ان المیت یسمع سلام من یسلم علیہ ویجیب السلام ویفھم کلام الاحیاء... وبالجملۃ لم یدل دلیل قوی علی نفی سماع المیت وادرکہ وفھمہ وتالمہ لا من الکتاب ولا من السنۃ بل السنن الصحیحۃ الصریحۃ دالۃ علی ثبوتھا لہ (عمدۃ الرعایۃ، تحت مسئلۃ الایمان) صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ میت سلام کرنے والے کا سلام سنتی ہے، سلام کا جواب دیتی ہے اور زندوں کے کلام کو سمجھتی ہے...... خلاصہ یہ ہے کہ میت کے سماع، ادراک، فہم اور تکلیف محسوس کرنے کی نفی پر کوئی قوی دلیل موجود نہیں، نہ قرآن سے نہ سنت سے، بلکہ صحیح اور صریح احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ ساری چیزیں میت کے لئے ثابت ہیں۔

۱۳۳۱...... اِنَّ الرسالۃَ لا تنقطعُ بالموت بل و کذا الولایۃ وجمیع المکارمِ الدینیّۃ. کیف والانبیاءُ احیاءٌ فی قبورھم (عمدۃ الرعایۃ، باب المغنم، مسئلہ: سقط سہم النبی بموتہ) بے شک رسالت موت کی وجہ سے منقطع نہیں ہوتی، بلکہ ولایت اور تمام دینی فضائل بھی موت کی وجہ سے منقطع نہیں ہوتے اور یہ کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

۱۳۳۲...... قد وردت کثیر من الاخبار المرفوعۃ الصحیحۃ باثبات العقل والادراك والسماع لکل میت... ولیس ذالك خاصا بوقت عود الروح الی الجسد فی القبر عند سوال نکیر ومنکر بل ھو حاصل لہ فیما تقدم وما تاخر... فانظر الی ھذہ الاموات (ای منکری الحیاۃ) کیف انکروا سماع الاموات وحسھم ونطقھم وشعورھم وادراکھم وشبھوھم بالجمادات الخالیۃ عن مطلق الادراکات مع ثبوت ذلك بما یبلغ بمجموعہ الی حد التواتر المعنوی وان لم یکن شیء منہ متواترا بعینہ بالتواتر اللفظی... ومن لم یفتح بصرہ ولم یرفع کدرہ فلیبك علی نفسہ الی ان یدخل فی رمثہ... ویحصل لہ علم الیقین بسماع المیت الدفین فیتحسر علی ما فات منہ من الاعتقاد الیقین (تذکرۃ الراشد ص ۲۶۲) بہت سی صحیح مرفوع احادیث اس پر وارد ہوئی ہیں کہ ہر میت کے لئے عقل، ادراک اور سماع ثابت ہے...... اور یہ چیزیں صرف اس وقت کے ساتھ خاص نہیں ہیں جب قبر میں منکر نکیر کے سوال کے وقت روح جسم کی طرف لوٹائی جاتی ہے، بلکہ یہ چیزیں ہر میت کے لئے اس وقت سے پہلے بھی حاصل ہوتی ہے اور اس وقت کے بعد بھی...... پس ان مُردوں (یعنی منکرین حیات) کو دیکھو کیسے انکار کرتے ہیں۔ اموات کے سماع، حس، نطق، شعور اور ادراک کا؟ اور ان کو کیسے تشبیہ دیتے ہیں جمادات کے ساتھ جو مطلق ادراکات سے خالی ہیں؟ حالانکہ یہ چیزیں ایسے دلائل کے ساتھ ثابت ہیں جن کا مجموعہ تواتر معنوی کی حد کو پہنچ جاتا ہے۔ اگر چہ ان میں سے کسی متعین دلیل میں تواتر لفظی (یعنی تواتر اسنادی) موجود نہیں...... جو آدمی اب بھی آنکھیں نہیں کھولتا اور اپنی کجی دور نہیں کرتا تو اسے اپنے آپ

پر رونا چاہئے یہاں تک کہ وہ اپنی قبر میں داخل ہو جائے اور وہاں جا کر اسے اس بات کا علم الیقین حاصل ہو جائے کہ یہی مردہ جو مدفون ہے وہ سنتا ہے، پھر وہ اس صحیح عقیدہ اور یقین سے محرومی پر حسرت وافسوس ہی کرتا رہے گا۔

غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۰۷ھ)

۱۳۳۳...... عذاب القبر: ویجب الایمان بکل ما اخبر به النبی ﷺ بعد الموت فیؤمن بفتنة القبر وعذاب الآخر ةو نعیمها وقد استعاذ النبی ﷺ من عذاب القبر وامر به فی کل صلاة (قطف الثمر فی بیان عقیدۃ اہل الاثر ص ۱۲۴) موت کے بعد کے جن احوال کی نبی کریم ﷺ نے خبر دی ہے ان پر ایمان لانا واجب ہے۔ جیسے عذاب قبر، قبر میں منکر نکیر کا سوال اور آخرت کا ثواب وعذاب، نبی کریم ﷺ نے عذاب قبر سے خود بھی پناہ مانگی اور امت کو بھی ہر نماز میں پناہ مانگنے کا حکم دیا۔

۱۳۳۴...... وسؤال منکر ونکیر حق والناس یفتنون فی قبورهم الخ...... قبر میں منکر نکیر کا سوال برحق ہے اور لوگوں کا قبروں میں امتحان کیا جاتا ہے، ان سے پوچھا جاتا ہے: من ربك. ما دینك. من نبیك...... مؤمن کہتا ہے: ربی الله. دینی الاسلام. نبیی محمد رسول الله ﷺ لیکن شک کرنے والا کہتا ہے: ھاھاہ میں نہیں جانتا، میں نے لوگوں کو سنا وہ ایک بات کہتے تھے، میں نے بھی وہی کہہ دی، اس کو لوہے کے گرز کے ساتھ مارا جاتا ہے، وہ ایسا چیختا ہے کہ اس کی چیخ سوائے انسان کے ہر چیز سنتی ہے۔ (ایضاً ص ۱۲۵)

۱۳۳۵...... احادیث متواترہ اند برانکہ عود مے کند روح بسوئے بدن وقت سوال الخ (التکلیف ص ۲۳) اس عقیدہ پر احادیث متواترہ موجود ہیں کہ قبر میں سوال کے وقت روح بدن کی طرف لوٹ آتی ہے، اس کے بعد روح کے جدا ہونے کے باوجود روح کا بدن کے ساتھ ہمیشہ تعلق رہتا ہے۔ اگرچہ جسم کو چیر پھاڑ کر بکھیر دیا جائے اور ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ بغیر روح کے صرف بدن سے سوال ہوتا ہے لیکن جمہور علماء نے اس کا انکار کیا ہے اور اس جماعت کے مقابلے میں کچھ دوسرے لوگوں نے کہا کہ سوال بغیر بدن کے صرف روح سے ہوتا ہے: وایں غلط فاحش است یہ فحش غلطی ہے کیونکہ اگر فقط روح سے سوال ہوتا ہے تو پھر قبر کی تخصیص کیوں کی گئی؟ (کہ سوال قبر میں ہوتا ہے)

۱۳۳۶...... وجملہ اموات از مؤمنین وکفار از حصول علم وشعور وادراک وسماع وعرض اعمال ورد جواب بر زائر برابر اند، تخصیص بانبیاء وصلحاء نیست (دلیل الطالب ص ۸۸۶) علم، شعور، ادراک، سماع، عرضِ اعمال اور زائر کو جواب دینے میں تمام اموات خواہ مؤمن ہوں یا کافر سب برابر ہیں، یہ انبیاء اور صلحاء کی خصوصیت نہیں۔

۱۳۳۷...... انه ﷺ حی قبره بعد موته کما فی الحدیث الانبیاء احیاء فی قبورهم وقد صححه البیهقی والف فی ذالك جزءً (السراج الوہاج شرح مسلم ج ۱ ص ۵۰۴) نبی کریم ﷺ وفات کے بعد اپنی قبر میں زندہ ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں، امام بیہقی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور امام بیہقی نے اس عقیدے کے متعلق ایک رسالہ بھی تالیف کیا ہے۔

دِمیاطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (ابوبکر، السید بکری۔ م ۱۳۱۰ھ)

۱۳۳۸...... ضمة القبر التقاء جانبیه علی جسد المیت الخ ضغطۃ القبر کا معنی ہے میت کے جسد پر قبر کے دونوں کناروں کا مل جانا، یہ قبر کی ہولناکیوں میں سے سب سے پہلی ہولناکی ہے جو منکر نکیر کے سوال سے پہلے میت کو

پیش آتی ہے، قبر اللہ کے فرمانبردار آدمی کو نرمی اور شفقت سے دباتی ہے، نافرمان کو بطور سزا کے سختی کے ساتھ دباتی ہے۔ (اعانۃ الطالبین علی حل الفاظ فتح المعین ج ۲ ص ۱۶۳)

فائدہ: قبر میں جسد عنصری ہوتا ہے اور یہ نرمی سختی جسد عنصری کو پیش آتی ہے جو دلیل حیات ہے۔

۱۳۳۹...... وینبغی ان یکون ممتلئ القلب بتعظیمه ﷺ وهیبته کانه یراه الخ قبر شریف پر اس حالت میں حاضر ہو کہ دل میں آپ ﷺ کی عظمت کا اور اس عقیدہ کا استحضار ہو کہ: انه حی فی قبره یقیناً نبی کریم ﷺ قبر میں زندہ ہیں اور زائرین کے ظاہر اور باطن کو بتوفیق اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور آپ ﷺ سے مخاطب ہو کر یوں کہے: السلام علیك ایها النبی الخ...... اشهد انك بلغت الرسالة الخ میں گواہی دیتا ہوں کہ اے محبوب! آپ نے رب تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا، امانت ادا کر دی، امت کی خیر خواہی کی، غم دور کر دیا اور آپ نے راہ خدا میں جہاد کیا اور جہاد کا حق ادا کر دیا اور موت تک اپنے رب کی عبادت کرتے رہے۔ پھر شیخین پر سلام کر کے دوبارہ قبر نبوی کے پاس آئے اور یوں کہے: السلام علیك ایها النبی یا سیدی یا رسول الله ان الله الخ آپ پر سلام اے میرے سردار، اے اللہ کے رسول، اللہ تعالیٰ نے آپ پر سچی کتاب نازل کی، اس میں ہے: ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاءوك الخ جس وقت انہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا اگر وہ آپ کے پاس آتے، اللہ سے بخشش طلب کرتے اور رسول بھی ان کے لئے بخشش طلب کرتا تو اللہ کو پاتے توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا۔ وقد جئتك الخ اور میں آپ کے پاس آیا ہوں اور گناہوں کی بخشش طلب کرتا ہوں اور میں آپ سے اپنے رب کی طرف سفارش کرنے کی درخواست کرتا ہوں۔ (ایضاً ج ۲ ص ۳۵۵)

محمد بن عمر شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۱۶ھ)

۱۳۴۰...... والسمعیات هِیَ الْمَسَائِل الَّتِی لَا تتلقی اِلَّا عَن السّمع وَلَا تعلم اِلَّا من الْوَحی وَذٰلِكَ کسؤال مُنکر وَنَکِیر لنا فِی الْقَبْر وَعَذَاب الْقَبْر ونعیمه (نہایۃ الزین ص ۶) سمعیات ان عقائد و مسائل کو کہا جاتا ہے جو بغیر نقل اور بغیر وحی کے معلوم نہ ہو سکیں جیسے قبر میں منکر نکیر کا سوال اور قبر میں عذاب وثواب۔

نعمان بن محمود آلوسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۱۷ھ)

۱۳۴۱...... اما حَیَاة الْاَنْبِیَاء الخ انبیاء علیہم السلام کی حیات برزخیہ جو شہداء کی حیات سے اعلیٰ ہے...... یہ عقیدہ احادیث صحیحہ کے ساتھ ثابت ہے۔ (الآیات البینات فی عدم سماع الاموات ص ۳۹)

۱۳۴۲...... وَفِیه دلَالَة علی حَیَاة الْمَیّت فِی الْقَبْر لِاَن الاحساس بِدُونِ الْحَیَاة مُمْتَنع عَادَة (الآیات البینات فی عدم سماع الاموات ص ۱۹) حدیث قرع نعال میں قبر میں میت کی حیات پر دلالت ہے کیونکہ عادۃً بغیر حیات کے احساس محال ہے۔

۱۳۴۳...... الْفَصْل الثَّالِث فِی حَیَاة الْاَنْبِیَاء عَلَیْهِم السَّلَام البرزخیة وَفِی اَن النَّعِیم وَالْعَذَاب علی الرّوح وَالْبدن کَمَا هُوَ مَذْهَب الْجُمْهُور من اهل السّنة السّنیّة (ایضاً ص ۳۹) تیسری فصل میں انبیاء علیہم السلام کی حیات برزخیہ (عالم برزخ میں مخفی حیات) کا بیان ہے اور اس عقیدے کا بیان ہے کہ قبر میں عذاب وثواب روح اور بدن دونوں پر واقع ہوتا ہے جیسا کہ جمہور اہل سنت کا مذہب ہے۔

۱۳۴۴...... فَاعْلَمْ اَنَّ الْمَشَايِخَ الْحَنَفِيَّةَ وَاِنْ قَالُوا بِعَدَمِ سَمَاعِ الْاَمْوَاتِ كَلَامَ الْاَحْيَاءِ اِلَّا اَنَّهُمْ قَالُوا بِاَنَّ النَّعِيمَ وَالْعَذَابَ لِلرُّوحِ وَالْبَدَنِ (ایضاً) جان لیجئے کہ (بعض) مشائخ حنفیہ اگرچہ مردوں کے عدم سماع کے قائل ہیں لیکن اس کے باوجود وہ اس بات کے قائل ہیں کہ قبر میں ثواب وعذاب مردوں کے روح اور بدن دونوں کو ہوتا ہے۔

۱۳۴۵...... اِنَّ اَرْوَاحَ الْاَنْبِيَاءِ بعد مُفَارَقَةِ الْبَدَنِ فِي الرَّفِيقِ الْاَعْلٰى وَلَهَا اشراف الخ انبیاء علیہم السلام کی ارواح بدن سے جدا ہونے کے بعد اعلیٰ علیین میں ہیں اوران کا پرتو اور عکس بدن پر ہے اور بدن کے ساتھ تعلق ہے۔ نبی کریم ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اسی تعلق کی وجہ سے قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ پھران کو آسمان میں بھی دیکھا، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ موسیٰ کے بدن کو قبر سے آسمان پر چڑھایا گیا بلکہ آسمان روح کا مقام اور اس کے استقرار کی جگہ ہے اور قبر بدن کا مقام ہے اور قیامت تک بدن کے استقرار کی جگہ ہے۔ جیسا کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کی روح اعلیٰ علیین میں ہے اور آپ کا بدن شریف آپ کی قبر مکرم میں ہے۔ (لیکن روح کا بدن کے ساتھ تعلق ہے، اسی تعلق کی وجہ سے) آپ علیہ السلام سلام کرنے والوں کے سلام کا جواب عنایت فرماتے ہیں۔ اگر کوئی غلیظ الطبع اور موٹی عقل والا اس کے سمجھنے سے قاصر ہو تو وہ سورج کو دیکھے کہ سورج آسمان میں ہے لیکن اس کا تعلق اور اس کی تاثیر زمین میں ہے جس کا اثر نباتات اور حیوانات میں ظاہر ہوتا ہے۔ اذا تاملت فی هذه الكلمات الخ جب مخاطب ان کلمات میں غور کرے گا تو اس کو پتہ چل جائے گا کہ اب ان تکلفات کی کوئی ضرورت نہیں جو علم وعقل سے دور ہیں مثلاً یہ کہ رسول اللہ ﷺ کا موسیٰ علیہ السلام کو نماز پڑھتے دیکھنا خواب تھا یا محض تمثیل تھی یا وحی کے ذریعے آپ ﷺ کو خبر دی گئی اور آنکھ سے نہیں دیکھا تھا۔ (ایضاً)

۱۳۴۶...... وَمِنْ خَصَائِصِ نَبِيِّنَا عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَنَّ اللهَ تَعَالٰى وَكَّلَ ملكا الخ نبی کریم ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ مقرر کر دیا ہے جو آپ پر صلوۃ وسلام پڑھنے والوں کا صلوۃ وسلام آپ تک پہنچاتا ہے۔ نیز یہ بھی حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا جو بھی مجھ پر سلام کہے گا۔ اللہ تعالیٰ میری روح کو متوجہ کرے گا اور میں اس کو سلام کا جواب دوں گا۔ (ایضاً)

۱۳۴۷...... وَاَمَّا كَوْنُ الْعَذَابِ وَالنَّعِيمِ لِلرُّوحِ وَالْبَدَنِ فَاَمْرٌ مُسَلَّمٌ عِنْدَ الْجُمْهُورِ وَلَا يُنَافِي عدم السماع علٰى قول الْاَئِمَّةِ الْحَنَفِيَّةِ الخ قبر میں روح وبدن دونوں پر ثواب وعذاب کا واقع ہونا ایسا عقیدہ ہے جو جمہور کے نزدیک مسلم ہے اور اس عقیدہ پر احادیث بھی موجود ہیں اور یہ عقیدہ (بعض) ائمہ حنفیہ کے عدم سماع والے عقیدہ کے منافی نہیں۔ جیسے سوئے ہوئے آدمی کی روح اور اس کا بدن خواب میں لذت حاصل کرتے ہیں یا روح وبدن درد محسوس کر رہے ہوتے ہیں اور اس حالت میں اگر کوئی شخص اس کے پاس سلام کرتا ہے تو نہیں سنتا۔ وَقَدْ وَرَدَتْ بِهِ الْاَخْبَارُ فاعتقدته ذُوُو الْاَبْصَارِ اس عقیدہ پر احادیث موجود ہیں۔ لہٰذا سمجھ دار لوگوں کو یہی عقیدہ رکھنا چاہئے۔ (ایضاً)

غیر مقلد عالم، شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۲۰ھ)

۱۳۴۸...... انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبر میں زندہ ہیں خصوصاً آنحضرت ﷺ کہ فرماتے ہیں کہ جو عند القبر درود بھیجتا ہے

میں سنتا ہوں اور دور سے پہنچایا جاتا ہوں۔ چنانچہ مشکوۃ وغیرہ کتب حدیث سے واضح ہوتا ہے۔ (فتاوی نذیریہ ج ۱ ص ۵۲)

۱۳۴۹...... میاں نذیر حسین سے پوچھا گیا کہ ہمارے گاؤں کا امام کہتا ہے کہ جو شخص نماز کی پابندی نہ کرتا ہو اور وہ فوت ہو جائے تو اس میت کی ٹانگ میں رسی باندھ کر ستر قدم کھینچو، تب نماز جنازہ پڑھوں گا۔ اس کے جواب میں میاں صاحب لکھتے ہیں: اس میں اذیت وتکلیف میت کو پہنچے گی اور میت مسلم کو اذیت وتکلیف دینی حرام اور ممنوع وموجب اِثم ہے...... نیز لکھتے ہیں: حضرات فقہاء ارشاد فرماتے ہیں کہ میت کو ایسے نیم گرم پانی سے غسل دینا چاہئے کہ جس سے میت کو اذیت وتکلیف نہ پہنچے...... اور امام مذکور پر افسوس ظاہر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: حیف ہے جناب امام صاحب مذکور فی السوال کو جو توہین اور اذیت میت مسلم پر آمادہ ومستعد ہوتے ہیں۔ (فتاوی نذیریہ ج ۱ ص ۶۵۱)

۱۳۵۰...... میاں نذیر حسین سے سماع موتیٰ کا مسئلہ پوچھا گیا۔ اس کے جواب میں موصوف لکھتے ہیں: باید دانست کہ ارواح مفارقہ را ادراکے بخلق نوعے حیات بقدر مایتالم ویتلذ ذبہ حاصل است قال الامام الاعظم رحمہ اللہ فی الفقہ الاکبر واعادۃ الروح الی العبد فی قبرہ حق وقال علی القاری فی شرحہ...اعلم ان اہل الحق اتفقوا علی ان اللہ تعالیٰ یخلق فی المیت نوع حیاۃ فی القبر قدر مایتالم ویتلذذ الخ (فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۶۷۳) جان لینا چاہئے کہ ارواح کے جدا ہونے کے بعد میت میں ایک قسم کی اتنی حیات پیدا کر دی جاتی ہے جس کے ساتھ وہ تکلیف اور لذت کا ادراک کر سکے۔ (اس پر بطور تائید میاں صاحب نے دو عبارتیں پیش کی ہیں) (۱) امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں کہ قبر میں میت کی طرف روح کا لوٹانا برحق ہے۔ (۲) ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی شرح میں لکھتے ہیں: جان لیجئے کہ اہل حق اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ میت میں قبر کے اندر ایک قسم کی اتنی حیات پیدا کر دیتے ہیں جس کے ساتھ وہ درد اور لذت کو محسوس کر سکے۔ پھر میاں صاحب لکھتے ہیں: لیکن ائمہ حنفیہ عدم سماع پر متفق ہیں۔

۱۳۵۱...... رد المحتار کے حوالے سے لکھتے ہیں: ولا یرد تعذیب المیت فی قبرہ لانہ توضع فیہ الحیاۃ عند العامۃ بقدر ما یحس بالالم والبنیۃ لیست بشرط عند اہل السنۃ بل تجعل الحیاۃ فی تلک الاجزاء المتفرقۃ التی لا یدرکہا البصر (فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۶۷۹) اس مسئلہ کی وجہ سے یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ میت کو قبر میں عذاب نہیں ہوگا، کیونکہ اہل سنت کے نزدیک میت میں اتنی حیات رکھ دی جاتی ہے جس کے ساتھ وہ تکلیف کو محسوس کر سکے اور اس کے لئے بدن کا سالم ہونا اہل سنت کے نزدیک شرط نہیں ہے بلکہ ان بکھرے ہوئے اجزاء میں جن کو آنکھ نہیں دیکھ سکتی حیات رکھی جاتی ہے اور ان کو عذاب دیا جاتا ہے۔

۱۳۵۲...... ہدایہ کے حوالے سے لکھتے ہیں: ومن یعذب فی القبر یوضع فیہ الحیاۃ فی قول العامۃ قبر میں جس میت کو عذاب دیا جاتا ہے سب علماء کے نزدیک اس میں حیات رکھ دی جاتی ہے۔

۱۳۵۳...... قبر میں رکھے جانے کے بعد ایک طرح کی زندگی اس میں پیدا کی جاتی ہے جس سے وہ برزخ کے عذاب کو محسوس کرتا ہے۔ (حاشیہ فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۶۷۶)

غیر مقلد عالم مولانا بشیر سہسوانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۲۶ھ)

۱۳۵۴...... انا متفقون علی انہ ﷺ حی فی قبرہ یعلم بزائرہ الخ ہم اس عقیدہ پر متفق ہیں کہ نبی کریم ﷺ

اپنی قبر میں زندہ ہیں اور اپنے زائر کا ان کو علم ہوتا ہے...... اور قبر میں آپ کی حیات برزخی (یعنی زیر پردہ مخفی حیات) ہے اور حیات برزخیہ اور عالم دنیا والی حیات کو تمام احکام میں برابر قرار دینا تسلیم نہیں ہے اور جس کا یہ دعویٰ ہے وہ ذرا ثابت کر کے دکھائے۔ (صیانۃ الانسان ص ۲۶۳)

فائدہ: جس دعوے پر موصوف چیلنج کر رہے ہیں اس کا اہل سنت والجماعت میں سے کوئی بھی قائل نہیں۔

شیخ احمد بن ابراہیم نجدی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۲۷ھ)

۱۳۵۵...... امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسراء کی رات موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں اور ان کو چھٹے یا ساتویں آسمان میں بھی دیکھا۔ پس روح وہاں تھی۔ وَلها اتِّصَال بِالْبدنِ فِي الْقَبْرِ الخ اور اس کا قبر میں بدن کے ساتھ اتصال وتعلق تھا اور روح کا بدن پر عکس اور پرتو تھا جس کی وجہ سے آپ قبر میں نماز پڑھتے ہیں اور سلام کرنے والوں کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ حالانکہ روح رفیق اعلیٰ میں ہے اور ان دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ ارواح کے احوال ابدان کے احوال سے مختلف ہیں۔ (توضیح القاصد شرح الکافیۃ الشافیۃ نونیۃ ابن القیم ج ۲ ص ۱۶۸)

۱۳۵۶...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان مجھ پر سلام کرے گا۔ اللہ تعالیٰ میری روح میری طرف متوجہ کر دیں گے اور میں سلام کا جواب دوں گا، لیکن یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت نہیں کیونکہ دوسری حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب کوئی آدمی اپنے بھائی کی قبر کے پاس گزرتا ہے اور دنیا میں قبر والا اس کو پہچانتا تھا اور یہ گزرنے والا اس کو سلام کرتا ہے تو صاحب قبر اس کو پہچان لیتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے۔ (ایضاً ج ۲ ص ۱۶۹)

۱۳۵۷...... إن قَوْله الا رد الله عَليّ روحي... يَقْتَضِي رد الرّوح بعد السَّلَام وَلَا يَقْتَضِي استمرارهَا فِي الْجَسَد الخ موت کے بعد سلام کا جواب دینا تقاضا کرتا ہے روح کے بدن کی طرف لوٹنے کا، لیکن روح کا جسد کی طرف لوٹنا اس کا تقاضا نہیں کرتا کہ روح جسد میں ہمیشہ رہے اور نہ ہی اس سے عالم دنیا جیسی محسوس مشاہداتی خورد ونوش کی محتاج تکلیفی زندگی ثابت ہوتی ہے اور نہ ہی روح کا بدن کی طرف اعادہ عالم دنیا جیسا اعادہ ہوتا ہے بلکہ موت کے بعد برزخ (قبر) میں اعادہ بھی برزخی ہوتا ہے اور حیات بھی برزخی (یعنی دونوں چیزیں زیر پردہ ہیں جن کی حقیقت کو سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا) اس اعادہ برزخی اور حیات برزخی کی وجہ سے میت سے موت کا نام زائل نہیں ہوتا۔ (ایضاً ج ۲ ص ۱۶۹)

فائدہ: کیونکہ باطنی اور مخفی اعادۂ روح وحیات کے اعتبار سے زندہ ہے لیکن عالم دنیا میں موت کی وجہ سے جو حیات کے ظاہری آثار زائل ہو گئے تھے وہ مخفی حیات حاصل ہونے کے باوجود معدوم ہیں۔ اسی طرح عالم دنیا کی موت کے جو لوازم موت کی وجہ سے زائل ہو گئے تھے وہ حیات برزخی کے بعد بھی زائل ہی ہیں۔ پس قبر میں میت مخفی حیات کے اعتبار سے زندہ ہے اور عالم دنیا والی موت کی وجہ سے حیات کے ظاہری آثار اور اثرات اور لوازم مفقود ہیں اس اعتبار سے میت ہے۔ اسی طرح روح بدن سے جدا ہے اس اعتبار سے بھی موت ہے لیکن روح کا بدن کے ساتھ غیر معلوم الکیفیۃ تعلق واتصال ہے اس اعتبار سے زندہ ہے۔

۱۳۵۷...... وَقد ثبت فِي حَدِيث الْبَرَاء بن عَازِب الطَّوِيل الْمَشْهُور فِي عَذَاب الْقَبْر ونعيمه وَفِي بَيَان الْمَيِّت وحاله ان روحه تُعَاد الى جسده مَعَ الْعلم بِأَنَّهَا غير مستمرة فِيه وان هَذِهِ الاعادة لَيست مستلزمة لِإِثْبَات حَيَاة مزيلة لاسم الْمَيِّت بل هِيَ نوع حَيَاة برزخية (ایضاً ج۲ ص۱۶۹) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں قبر کے عذاب وثواب اور میت کے احوال کا بیان ہے اُس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ میت کی روح اس کے جسد (عنصری) کی طرف لوٹائی جاتی ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ روح جسد میں ہمیشہ نہیں رہتی (بلکہ جدا ہونے کے بعد جسد کے ساتھ تعلق ہوتا ہے) اور اس اعادہ کی وجہ سے صاحب قبر سے میت کا نام زائل نہیں ہوتا، کیونکہ یہ حیات برزخی یعنی مخفی حیات ہے۔

غیر مقلد عالم مولانا محمد اشرف عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۲۹ھ)

۱۳۵۹...... حدیث میں ہے: اللہ عزوجل نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اجساد کو کھائے، مؤلف اس کی وجہ لکھتے ہیں: فان الانبیاء فی قبورهم احیاء (عون المعبود ج۳ ص۲۶۱) کیونکہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

۱۳۶۰...... قال ابن حَجَرٍ الْمَكِّيُّ وَمَا أَفَادَهُ مِنْ ثُبُوتِ حَيَاةِ الْأَنْبِيَاءِ حَيَاةً بِهَا الخ ابن حجر مکی کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں کہ یہ حدیث انبیاء علیہم السلام کی جس حیات کے ثبوت کا فائدہ دے رہی ہے وہ ایسی حیات ہے جس کے ساتھ وہ عبادت کرتے ہیں اور اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں لیکن وہ اس حیات میں خورد ونوش سے مستغنی ہیں جیسا کہ ملائکہ بھی زندہ ہیں لیکن وہ کھانے پینے کے محتاج نہیں لیکن وہ عبادت کرتے ہیں۔ (ایضاً)

۱۳۶۱...... نیل الاوطار کے حوالہ سے مؤلف لکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر امتیوں کا درود پیش کیا جاتا ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ (ایضاً)

۱۳۶۲...... وَقَدْ ذَهَبَ جَمَاعَةٌ مِنَ الْمُحَقِّقِينَ الخ محققین کی جماعت کا مذہب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں اور اپنی امت کی عبادات وطاعات کی وجہ سے خوش ہوتے ہیں۔ (ایضاً)

۱۳۶۳...... إِنَّ مطلق الادراك كالعلم والسماع ثابت لسائر الموتى مطلق ادراک جیسے علم وسمع تمام مردوں کے لئے ثابت ہے۔ (ایضاً)

فائدہ: اور علم وسمع موقوف ہے حیات پر، اس سے معلوم ہوا کہ اگرچہ حیات کے درجات مختلف ہیں لیکن اتنی حیات جس سے میت میں ادراک وشعور اور علم وسمع حاصل ہو جائے خواہ وہ ادنیٰ درجہ کا ہو۔

۱۳۶۴...... وَوَرَدَ النَّصُّ فِي كِتَابِ اللهِ فِي حَقِّ الشُّهَدَاءِ أَنَّهُمْ أَحْيَاءٌ الخ کتاب اللہ میں شہداء کے بارے میں ہے کہ وہ زندہ ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے اور شہداء کی حیات کا تعلق ان کے اجساد کے ساتھ ہے، جب شہداء کے اجساد زندہ ہیں تو انبیاء اور رسول جو ان سے افضل اور اعلیٰ ہیں ان کے اجساد بطریق اولیٰ زندہ ہوں گے اور حدیث میں بھی ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ اس حدیث کو امام منذری نے روایت کیا ہے اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ (ایضاً)

۱۳۶۵...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا خلاصہ یہ ہے کہ جو بھی مجھ پر سلام کرے گا میں اس کے سلام کا جواب دوں گا۔ لانی حيّ اقدر على رد السلام (عون المعبود ج۶ ص۱۹) کیونکہ میں زندہ ہوں گا اور سلام کے جواب کی میرے اندر قدرت ہوگی۔

۱۳۶۶...... اہل السنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں دائمی حیات کے ساتھ زندہ ہیں اور ابوداؤد کی حدیث میں ہے جب کوئی شخص نبی کریم ﷺ کو سلام کرے گا تو اللہ تعالیٰ آپ کی روح مبارک کو لوٹا دے گا تاکہ آپ ﷺ سلام کا جواب دیں۔ اس حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ روح بدن مبارک سے جدا ہوتی ہے تبھی لوٹائی جاتی ہے اور روح کا جدا ہونا موت ہے جو حیات دائمی کے عقیدے کے خلاف ہے۔ مؤلف نے سلف اور کتب سلف کے حوالے سے تین جواب نقل کئے ہیں۔ (۱) الا رد اللہ علی روحی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سلام سے پہلے آپ کی طرف روح کو لوٹا چکے ہوں گے اس لئے آپ سلام سنیں گے اور جواب دیں گے اور چونکہ ہر آن آپ پر سلام ہوتا رہے گا۔ اس لئے نہ روح جدا ہوگی اور نہ حیات منقطع ہوگی۔ (۲) روح سے مراد نطق ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ آپ کا نطق بحال کر دیں گے اور آپ جواب دیں گے۔ (۳) تجلیات الٰہیہ کی استغراقی حالت سے روح کو سلام کے جواب کی طرف متوجہ کر دیں گے۔ فھم کالنائمین والنائم لا یسمع ولا ینطق حتی ینتبہ انبیاء کی اس استغراقی حالت کی مثال نیند کی استغراقی حالت ہے۔ پس جیسے سویا ہوا آدمی زندہ ہوتا ہے مگر نیند کے استغراق کی وجہ سے نہ سنتا ہے نہ بولتا ہے اور جب بیدار ہوتا ہے پھر سنتا ہے اور بولتا ہے۔ اسی طرح انبیاء تجلیات الٰہیہ میں استغراق کی وجہ سے نہ سنتے ہیں نہ بولتے ہیں اور جب بوقت سلام استغراقی حالت سے جواب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو جواب عنایت فرماتے ہیں۔ (ایضاً)

فائدہ: بہر کیف ان تینوں جوابوں کے مطابق الا رد علی روحی سے روح کا جدا ہونا اور حیات کا منقطع ہونا نہیں سمجھا جاتا۔

۱۳۶۷...... ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں: فان المسلم الخ مسلمان جب اپنے بھائی کی میت کو سلام کرتا ہے تو اس سے جواب کی توقع ہوتی ہے۔ دلیل یہ ہے کہ محدث ابن عبد البر فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے جب کوئی آدمی اپنے ایسے مؤمن بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جو اس کو دنیا میں پہچانتا تھا اور گزرنے والا اس کو سلام کرتا ہے تو صاحب قبر جواب دیتا ہے۔ (ایضاً ج ۱۱ ص ۹۳)

۱۳۶۸...... امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں: مذھب اھل السنۃ اثبات عذاب القبر الخ اہل سنت کا مذہب ہے عذاب قبر کو ثابت کرنا اور اس پر کتاب وسنت کے قوی اور مضبوط دلائل موجود ہیں۔ (ایضاً ج ۱۳ ص ۶۳)

مولانا عبدالحق الٰہ آبادی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۳۳ھ)

۱۳۶۹...... حیاۃ الشھداء ثابتۃ فی الآیات والاحادیث وقد اختلفوا فیھا وذھب کثیر من السلف الی انھا حیاۃ حقیقیۃ بالروح والجسد ولکن لا ندرکھا ولا نعلم حقیقتھا ولا نھا من احوال البرزخ التی لا یطلع علیھا (اکلیل شرح مدارک التنزیل ج ۲ ص ۲۹) شہداء کی حیات کتاب وسنت سے ثابت ہے۔ شہداء کی حیات کی حقیقت کے بارے میں اختلاف ہے، سلف میں بہت سے حضرات کا مذہب یہ ہے کہ یہ حیات حقیقی ہے یعنی روح و جسد دونوں زندہ ہیں لیکن ہم اس کی کیفیت کا ادراک نہیں کر سکتے اور نہ اس کی حقیقت کو پورے طور پر جان سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ حیات احوال برزخ میں سے ہے اور احوال برزخ پر کوئی مطلع نہیں ہوسکتا۔

عبدالحمید بن محمد علی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۳۵ھ)

۱۳۷۰...... نبی کریم ﷺ جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں وہ حق ہے اس پر ایمان لانا واجب ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ قبر میں مؤمنین کے لئے ثواب برحق ہے۔ اس پر نصوص حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں اور ارضی قبر کی طرف نسبت اس لئے کی گئی ہے کہ اکثر مردوں کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے ورنہ قبر کا ثواب مدفون مردوں کے ساتھ مختص نہیں۔ غیر مدفون مؤمن مردوں کو بھی ثواب نصیب ہوتا ہے اور ان واجب الایمان امور میں سے قبر کا عذاب ہے۔ یہاں پر عذاب کی قبر کی طرف نسبت غالب عادت کے اعتبار سے ہے نو الافکل میت ارادالله تعذیبه عذب قبرا ولم یقبر الخ ورنہ ہر میت جس کو ارادہ الٰہی میں عذاب دینے کا فیصلہ ہو چکا ہوتا ہے اس کو ہر حالت میں عذاب ہوتا ہے مدفون ہو یا غیر مدفون۔ مثلاً اس کو سولی پر لٹکا دیا گیا یا دریا میں غرق ہو گیا یا اس کو جانوروں نے کھالیا یا اس کو جلا کر راکھ بنادیا اور اس کو ہوا میں اڑا دیا اور میت کے اجزاء کا بکھر جانا عذاب میں مانع نہیں بنتا اور تمام اہل حق کا اس پر اتفاق ہے کہ قبر کا عذاب روح اور جسد دونوں کو ہوتا ہے۔ (ارشاد المهتدی الی شرح کفایۃ المبتدی ص ۱۱۲)

شیخ صالح ازہری مالکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۳۵ھ)

۱۳۷۱...... میت کو قبر میں رکھ کر جب لوگ واپس ہوتے ہیں تو میت کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اس کو بٹھاتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ مؤمن جواب دیتا ہے: ربی الله و دینی الاسلام و نبیی محمد رسول الله پھر اس کے لئے قبر کو وسیع کر دیا جاتا ہے اور کافر کو جب قبر میں داخل کیا جاتا ہے تو اس کو بٹھایا جاتا ہے اور اس سے پوچھا جاتا ہے: من ربك، ما دينك، من نبيك، کافر کہتا ہے لا ادری: میں نہیں جانتا، پھر اس کو لوہے کے گرز کے ساتھ مارا جاتا ہے اس کی وجہ سے میت اتنی چیختی ہے جس کی چیخ کو سوائے جن وانس کے قریب والی ساری مخلوق سنتی ہے اور یہ بھی حدیث میں وارد ہوا ہے کہ قبر میں میت پر ضغطہ ہوتا ہے۔ ضغطہ کا مطلب یہ ہے کہ میت کے جسد پر قبر کے دونوں کناروں کا ملنا، اس سے کوئی بھی نجات نہیں پاتا مگر جن کا نبی کریم ﷺ نے استثناء کیا ہے۔ ان میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدۂ محترمہ فاطمہ بنت اسد ہیں نبی کریم ﷺ ان کی قبر میں اترے تھے یہ اس کی برکت ہے۔ نیز جس نے اپنی مرض وفات میں قل هو الله پڑھی وہ بھی مستثنیٰ ہے۔

(الثمر الدانی شرح رسالۃ ابن ابی زید القیروانی ص ۲۱)

فائدہ: جن وانس کے علاوہ قبر کے قریب والی تمام مخلوق سنتی ہے، اگر عذاب ساتویں زمین کے نیچے سجین میں ہوتا ہے تو ارضی قبر کے قریب والی مخلوق چیخ و پکار کیسے سن لیتی ہے؟ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ میت منوں مٹی کے نیچے کیسے سن سکتی ہے؟ تو ان سے ہمارا سوال ہے کہ ساتویں زمین کے نیچے کی چیخ و پکار کو قبر کے پاس والی مخلوق کیسے سن سکتی ہے؟ اس لئے عذاب اسی ارضی قبر میں ہوتا ہے اور اسی میں چیخ و پکار ہوتی ہے اور اسی قبر کے پاس والی مخلوق سنتی ہے۔

ابوالمعالی محمود شکری بغدادی آلوسی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۴۲ھ)

۱۳۷۲...... ذهبت المنصورية الخ منصوریہ وغیرہ چند باطل فرقے اس طرف گئے ہیں کہ قبر میں عذاب واقع نہیں ہوتا اور یہ عقیدہ باطل ہے، حق مذہب وہ ہے جس کو اہل السنۃ نے اختیار کیا ہے کیونکہ قبر کا عذاب قرآن کے

دلائل سے ثابت ہے۔ (اس کے بعد مؤلف نے چند آیات واحادیث نقل کی ہیں) (السیوف المشرقہ ص ۵۹۵)

۱۳۷۶...... وامانعیم القبر فثابت احب تثبیته (غایۃ الامانی فی الرد علی النبہانی ج ۱ ص ۵۸۵) بلاشبہ عذاب قبر بر حق ہے اور مؤمنین کو ان کی قبروں میں آزمایا جاتا ہے اور ان کو قبر میں بھیجا جاتا ہے، ان سے سوال کیا جاتا ہے اور جواب میں اللہ تعالیٰ جس کو ثابت قدم رکھنا پسند فرماتے ہیں، اس کو ثابت قدم رکھتے ہیں۔

ابن الکتانی اندلسی رحمۃ اللہ علیہ۔ (ابوالفیض محمد بن جعفر۔ م ۱۳۴۵ھ)

۱۳۷۷...... امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے مؤلف لکھتے ہیں کہ قبر میں منکر نکیر کے سوال کے وقت روح کو بدن کی طرف لوٹایا جاتا ہے اور اس پر احادیث متواترہ موجود ہیں اور بغیر روح کے بدن سے سوال کرنے کا ایک طائفہ نے قول نقل کیا ہے لیکن جمہور علماء نے اس کا انکار کیا ہے۔ (نظم المتناثر ص ۱۲۴)

۱۳۷۸...... وقال الأبّي فی شرح مسلم. تواتر واجمع علیه اهل السنة (نظم المتناثر ص ۱۲۵) اُبّی شارح مسلم کے حوالہ سے مؤلف لکھتے ہیں کہ عذاب قبر احادیث متواترہ سے ثابت ہے اور اس پر اہل السنۃ کا اجماع ہے۔

۱۳۷۹...... وقال اللقانی فی شرحه لجوهرته الخ امام [ابراہیم] لقانی [مالکی م ۱۰۴۱ھ] کے حوالہ سے مؤلف لکھتے ہیں قبر کے عذاب کے وقوع پر یہ آیت دلیل ہے: النار یعرضون علیها غدوا و عشیا فرعونی صبح شام آگ پر پیش کئے جاتے ہیں اور اس کے ثبوت پر احادیث متواترہ موجود ہیں۔ (ایضاً)

۱۳۸۰...... وقال فی ارشاد الساری نقلاً عن صاحب المصابیح قال وقد کثرت الاحادیث فی عذاب القبر حتی قال غیر واحد انها متواترة لا یصح علیها التواطؤ وان لم یصح مثلها لم یصح شیء من امر الدین (ایضاً) ارشاد الساری کے حوالہ سے مؤلف لکھتے ہیں: قبر کے عذاب کے بارہ میں کثرت سے احادیث موجود ہیں۔ حتیٰ کہ بہت ساروں نے کہا ہے کہ وہ متواتر ہیں اور کسی جھوٹی بات پر اتنے لوگوں کا متفق ہو جانا عقلاً و عادۃً محال ہے اور اگر تواتر سے ثابت شدہ عقیدہ بھی صحیح نہ ہو تو دین کی کوئی بھی چیز صحیح ثابت نہیں ہو سکتی۔

۱۳۸۱...... الاستعاذة من عذاب القبر ذکر غیر واحد انها متواترة و نص الفاسی الخ بہت سارے علماء نے ذکر کیا ہے کہ قبر سے پناہ مانگنے کی احادیث متواتر ہیں اور شرح التثبیت میں ابوسعید یوسف بن محمد، فاسی مالکی م ۱۱۱۵ھ نے واضح طور پر لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے رب کے ساتھ عذاب قبر سے پناہ پکڑنا متواتر احادیث سے ثابت ہے۔ اس کے متعلق ادعیہ ماثورہ بھی درجہ شہرت کو پہنچی ہوئی ہیں اور متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عذاب قبر کی احادیث نقل کی ہیں۔ (ایضاً)

۱۳۸۲...... حیاة الانبیاء فی قبورهم قال السیوطی فی مرقاة الصعود تواترت بها الاخبار الخ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے مؤلف لکھتے ہیں: قبور میں انبیاء علیہم السلام کی حیات احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔ نیز امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ انباء الاذکیاء بحیاۃ الانبیاء میں لکھتے ہیں: حیاة النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قبره الخ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی تمام انبیاء علیہم السلام کی قبروں میں حیات معلوم ہے علم قطعی کے ساتھ ان دلائل کی وجہ سے جو اس پر قائم ہو۔۔۔ ہیں اور ان متواتر احادیث کی وجہ سے جو اس دعویٰ پر دلالت کرتی ہیں اور امام بیہقی کے حوالہ سے مؤلف لکھتے ہیں حیات انبیاء پر دلالت کرنے والی احادیث کے مجموعہ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انبیاء کی موت کی حقیقت یہ ہے

کہ وہ ہم سے غائب ہو گئے۔ (یعنی ان کی ذوات بھی اور ظاہری آثار حیات بھی پوشیدہ ہو گئے) اگرچہ زندہ موجود ہیں، جیسا کہ فرشتے زندہ ہیں لیکن ہم ان کو دیکھ نہیں سکتے یہی حال انبیاء کا ہے۔ (ایضاً)

عبدالقادر بن احمد ابن بدران حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۴۶ھ)

۱۳۸۳...... والمعتزلۃ ویکذبون بعذاب القبر اہل سنت قبر میں عذاب کے قائل ہیں جب کہ معتزلہ عذاب قبر کی تکذیب کرتے ہیں۔ (المدخل الی مذہب الامام احمد لابن بدران ص ۹۶)

شرنولی ازہری رحمۃ اللہ علیہ (عبدالمجید بن ابراہیم۔م ۱۳۴۸ھ)

۱۳۸۴...... والصحیح ان النعیم والعذاب للروح والبدن معا بان یخلق اللہ الخ صحیح عقیدہ یہ ہے کہ یقیناً ثواب وعذاب روح اور بدن دونوں کو اکٹھا ہوتا ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ میت کے تمام اجزاء میں یا بعض اجزاء میں اتنی حیات پیدا کر دیتے ہیں جس کے ساتھ وہ عذاب کا درد اور نعمتوں اور ثواب کی لذت حاصل کر سکے۔ اگرچہ ہم اس کا مشاہدہ نہیں کر سکتے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ روح بدن کے اندر ہو کیونکہ مومن کی روح علیین میں ہوتی ہے۔ بلکہ حیات کے لئے یہ کافی ہے کہ روح کا بدن کے ساتھ اتصال معنوی ہو۔

(تقریب المعانی علی رسالۃ القیروانی ص ۲۱)

۱۳۸۵...... ان المیت یسال وان لم یقبر بل وان تفرقت اجزاءہ (ایضاً) قبر میں میت سے سوال کیا جاتا ہے۔ اگرچہ اس کو قبر میں دفن نہ کیا گیا ہو، بلکہ اگر اس کے اجزاء بکھر بھی گئے ہوں تب بھی اس سے سوال کیا جاتا ہے۔

سلیمان بن سحمان نجدی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۴۹ھ)

۱۳۸۶...... ومن المعلوم انہ لم یکن ﷺ حیا فی قبرہ کالحیاۃ الدنیویۃ المعھودۃ الخ یہ بات یقینی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی قبر میں حیات عالم دنیا کی معروف حیات کی طرح نہیں جس میں روح کا بدن میں حلول و دخول ہوتا ہے اور روح بدن میں تدبیر وتصرف کرتی ہے اور بدن خورد ونوش اور لباس وغیرہ کی طرف محتاج ہوتا ہے۔ بلکہ نبی کریم ﷺ کی قبر میں حیات برزخیہ ہے۔ (یعنی مخفی زیر پردہ حیات ہے جو لوازم دنیا سے مستغنی ہے) اور آپ کی روح مبارک رفیق اعلیٰ میں ہے۔ اسی طرح باقی انبیاء کی ارواح اعلیٰ علیین میں ہیں لیکن ان کی منازل جدا جدا ہیں۔ جیسا کہ اسراء کی رات ان کو مختلف آسمانوں میں دیکھا اور ہمارے نبی کریم ﷺ سب سے بلند مرتبہ میں ہیں جس کا نام وسیلہ ہے۔ (الصواعق المرسلۃ الشہابیۃ ص ۸۲)

۱۳۸۷...... روح کا قبر یا قبر کے اردگرد کے ساتھ اتصال ہوتا ہے اور اس کا بدن پر عکس اور پرتو ہوتا ہے اور ٹھکانہ کے پیش کرنے کے لئے اتنا تعلق اور اتنی حیات کافی ہے۔ کیونکہ روح کی شان اور اس کی حالت یہ ہے کہ وہ اعلیٰ علیین میں ہے اور اس کا بدن کے ساتھ ایسا تعلق ہوتا ہے کہ اگر کوئی مسلمان میت پر سلام کرے تو اللہ تعالیٰ اس پر اس کی روح کو لوٹا دیتا ہے۔ پس وہ سلام کا جواب دیتا ہے حالانکہ روح ملاء اعلیٰ میں ہوتی ہے۔ (ایضاً)

۱۳۸۸...... ان سماع اھل القلیب قلیب بدر لکلام رسول اللہ ﷺ سماع حقیقی. و کذلک سماع اھل القبور الخ مقتولین بدر کا رسول اللہ ﷺ کے کلام کو سننا یہ سماع حقیقی تھا۔ اسی طرح اہل قبور کا سلام کرنے

والے کے سلام کو سننا اور سلام کا جواب دینا یہ بھی حقیقت پر محمول ہے اور ابدان سے ارواح کے جدا ہونے کے بعد سلام کے سننے، سلام کے جواب دینے اور قبر میں سوال کے وقت روح کا بدن کی طرف اعادہ (لوٹانا) مستقل اور دائمی نہیں ہوتا بلکہ عارضی ہوتا ہے۔ (الضیاء الشارق ص ۶۲۹)

فائدہ: مستقل طور پر روح اپنے محل میں ہوتی ہے اور محل میں رہتے ہوئے روح کا بدن کے ساتھ اتصال وتعلق معنوی ہے۔ باقی محل سے بدن کی طرف خاص اوقات میں لوٹنا یہ اعادہ عارضی ہوتا ہے۔

۱۳۸۹...... ان المسلم اذا سلم علی اهل القبور الخ جب مسلمان اہل قبور پر سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ میت کی روح کو اس کی طرف لوٹا دیتا ہے تا کہ وہ سلام کا جواب دے۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس کو ابن عبدالبر نے ذکر کیا ہے فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ سے یہ حدیث ہے کہ جب کوئی مسلمان اپنے مؤمن بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جو دنیا میں اس کو پہچانتا تھا پھر گزرنے والا اس کو سلام کرتا ہے تو قبر والا اس کو پہچان لیتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے۔ (ایضاً)

۱۳۹۰...... وهذه الاحاديث تدل على انهم ليسوا احياء في قبورهم الخ سلام کے وقت میت کے بدن کی طرف رد روح والی احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ قبر کے اندر میت دخول اور حلول روح والی حیات کے ساتھ زندہ نہیں ہوتی، ورنہ سلام کے وقت رد روح کی ضرورت نہ ہوتی، بلکہ روح بدن سے جدا ہو کر اپنے محل علیین یا سجین میں چلی جاتی ہے اور بدن کے ساتھ اتصال وتعلق ہوتا ہے۔ چنانچہ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: والروح لم تزل متعلقة ببدنها وان بلي وتمزق اور روح کا ہمیشہ اپنے بدن کے ساتھ تعلق رہتا ہے وہ اگرچہ بوسیدہ ہو جائے اور پھٹ جائے۔ (ایضاً)

۱۳۹۱...... وقد تقرر ان الاموات لا يساوون الاحياء في وجه من الوجوه اذ الموت غير الحياة المعهودة وما ثبت لهم من الحياة فهي برزخية غير الحياة المعهودة في الدنيا فمن اراد بها الحياة المعهودة في الدنيا التي تقوم فيها الروح بالبدن وتدبيره وتصرفه ويحتاج معها الى الطعام والشراب واللباس فهذا خطأ ظاهر والحس والعقل يكذبه كما يكذبه النص واما من اراد حياة اخرى غير هذه الحياة بل تعاد الروح اليه اعادة غير الاعادة المالوفة في الدنيا ليسأل ويمتحن في قبره ويرد السلام على المسلمين فهذا حق ونفيه خطأ وقد دل عليه النص الصحيح الصريح وهذه الحياة متفاوتة فحياة الانبياء اكمل من حياة الشهداء وحياة الشهداء اكمل من حياة غيرهم وهذه الحياة حياة برزخية لا يعلم كنهها الا الله (البیان المبدی ص ۱۰۲) بلاشبہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ مردے کسی اعتبار سے بھی زندوں کے برابر نہیں ہیں کیونکہ موت معروف حیات (دنیاوی کھلی زندگی) کا غیر ہے اور جو زندگی اموات کے لئے ثابت ہے وہ برزخی حیات ہے جو معروف دنیاوی زندگی کا غیر ہے۔ پس جس شخص نے مردوں کی زندگی سے دنیا کی معروف (کھلی) زندگی مراد لی بایں طور کہ روح بدن کا قوام اور اس کی تدبیر اور اس میں تصرف کرے اور اس کی وجہ سے بدن خوراک پانی اور لباس کا محتاج ہو تو یہ نظریہ بالکل غلط ہے۔ نص کی طرح حس وعقل بھی اس کی تکذیب کرتے ہیں اور اگر اس (کھلی زندگی) کے علاوہ اور زندگی مراد ہے کہ بدن کی طرف روح تو لوٹائی جائے لیکن دنیا کی معروف زندگی کی طرح اعادہ نہ ہو بلکہ محض اس لئے ہوتا کہ اس سے قبر میں سوال وامتحان ہو سکے اور وہ

سلام کرنے والوں کے سلام کا جواب دے سکے تو یہ حق ہے اور اس کی نفی کرنا غلط ہے۔ اس پر نص صحیح اور صریح دلالت کرتی ہے اور اس زندگی کے مختلف درجات ہیں سب سے اکمل انبیاء علیہم السلام کی حیات ہے پھر شہداء کی پھر دوسروں کی ہے اور یہ زندگی برزخی ہے جس کی حقیقت صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

محمود خطاب سبکی مالکی رحمۃ اللہ علیہ (محمود بن محمد بن احمد، مصری از ہری۔م ۱۳۵۲ھ)

۱۳۹۲...... ومن تأمل الآثار فی هذا الباب عرف ان الارواح علی اختلاف محالها وتباين مقرها لها اتصال باجسادها فی قبورها الخ جو بھی اس باب کی احادیث میں غور وفکر کرے گا وہ جان لے گا کہ ارواح اپنے محل اور جائے قرار کے مختلف اور جدا جدا ہونے کے باوجود روح کا ان کے اجساد کے ساتھ اپنی قبور میں اتصال وتعلق ہوتا ہے تا کہ جسم کے لئے جو ثواب وعذاب لکھ دیا گیا ہے اس کو حاصل ہو سکے۔

(الدین الخالص وارشاد الخلق الی دین الحق ج ۷ ص ۲۴۸)

۱۳۹۳...... انها مع كونها فی الجنة فهی فی السماء وتتصل بالبدن فی القبر الخ مؤمنین کی ارواح جنت میں ہیں اور جنت آسمان میں ہے اور میت کا بدن قبر میں ہے لیکن اس کے باوجود روح کا بدن کے ساتھ قبر میں اتصال وتعلق ہوتا ہے اور روح انتہائی تیز رفتار ہے حرکت، انتقال اور چڑھنے اترنے کے لحاظ سے۔ (ایضاً)

۱۳۹۴ دلت الادلة علی ان الخ دلائل سے یہ بات ثابت ہے کہ...... ارواح زندوں کا سلام ان کے مردوں کو پہنچاتی ہیں، یہ بھی ثابت ہے کہ میت کفن دفن کرنے والے کو پہچانتی ہے کیونکہ اس وقت روح کا بدن کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ (ایضاً ج ۷ ص ۲۴۹)

۱۳۹۵...... وليس بعزيز علی من اوجد هذا الانسان من العدم الخ انسان پہلے کچھ بھی نہ تھا پھر اللہ تعالیٰ انسان کو عدم سے وجود میں لے آئے اور اس کو حیات بخشی اس کو سمیع وبصیر بنا دیا، اس ذات کے لئے کوئی مشکل نہیں کہ میت کے اجزاء جو راکھ بن کر بحر و بر میں بکھر گئے یا پرندوں کے پوٹوں میں اور درندوں کے پیٹوں میں چلے گئے ان کو جمع کرے اور روح کا ان اجزاء کے ساتھ اتصال وتعلق پیدا کر دے تا کہ وہ ثواب وعذاب کو محسوس کر سکے۔ (ایضاً ج ۸ ص ۲۹)

۱۳۹۶...... اتساع القبر وضيقها الخ قبر کا فراخ اور تنگ ہونا اور قبر میں نور وظلمت، ایسے امور دین ہیں جو سب بالبداہت معلوم ہیں، جس کا شریعت پر ایمان ہے وہ کبھی بھی اس میں شک نہیں کر سکتا۔ (ایضاً)

۱۳۹۷ واتساع القبر للروح بالذات الخ قبر کی وسعت اور فراخی بالذات واصالۃً روح کے لئے ہے اور بدن روح کے تابع ہے۔ پس بدن لحد میں ہوتا ہے جو ایک ہاتھ سے بھی تنگ ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ بدن کے لئے تا حد نگاہ فراخی کر دیتا ہے روح کے تابع ہونے کی وجہ سے۔ (ایضاً)

غیر مقلد عالم مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۵۳ھ)

۱۳۹۸...... امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے مؤلف لکھتے ہیں کہ میت پر جنت ودوزخ کے ٹھکانے کا پیش ہونا ممکن ہے کہ فقط روح پر ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ روح اور بدن کے جزء پر ہو اور منافق اور کافر کے حق میں تو واضح بات ہے کہ ان کے غم، ندامت اور حسرت کو بڑھانے کے لئے ہوگا اور مؤمن مخلص غیر شہید بھی اس میں داخل ہو۔ (اس سے اس کی بشارت

اور خوشی میں اضافہ مقصود ہے) رہے شہداء وہ زندہ ہیں اور ان کی روحیں جنت کی سیر کرتی ہیں اور یہ احتمال ہے کہ شہداء پر بھی ٹھکانے پیش ہوتے ہوں یہ خوشخبری سنانے کے لئے کہ ان کی ارواح ان کے اجساد میں داخل ہو کر دونوں کا مجموعہ جنت میں قرار پذیر ہوگا۔ (تحفۃ الاحوذی ج ۴ ص ۱۵۷)

فائدہ: اور اب صرف روح حقیقتاً جنت میں ہے اور جنت کی نعمتوں سے روح اصالۃً اور جسم تبعاً لطف اندوز ہوتا ہے جب کہ روح کے دخول فی الجسد اور استقرار فی الجنۃ کی صورت میں دونوں اصالۃً لطف اندوز ہوں گے۔

۱۳۹۹...... اعْلَمْ اَنَّ فِی الْقُرْاٰنِ الْمَجِیدِ آیَاتٍ تَدُلُّ عَلٰی ثُبُوتِ عَذَابِ الْقَبْرِ الخ جان لیجئے قرآن مجید میں متعدد آیات ہیں جو عذاب قبر کے ثبوت پر دلالت کرتی ہیں۔ ان میں سے ایک آیت: الھٰکم التکاثر حتّٰی زرتم المقابر ہے اور ان آیات میں سے زیادہ صریح اور زیادہ واضح وہ آیت ہے جو سورہ مؤمن میں ہے۔ وہ ہے: النار یعرضون علیھا غدوا وعشیاً ویوما تقوم الساعۃ ادخلوا اٰل فرعون اشد العذاب (ان پر آگ پیش کی جاتی ہے صبح شام اور قیامت کے روز ان کو کہا جائے گا اے آل فرعون! شدید ترین عذاب میں داخل ہو جاؤ) دوسرا اشد عذاب قیامت کے دن کا عذاب ہے اور اس سے پہلے قبر کا عذاب ہے۔ (مزید تفصیل قرآن کے دلائل میں ملاحظہ کیجئے) (تحفۃ الاحوذی ج ۹ ص ۲۰۲)

محمد خضر بن سید عبداللہ بن احمد شنقیطی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۵۴ھ)

۱۴۰۰...... وفی الحدیث اثبات عذاب القبر .. وفیہ انّ المیت یُحیا فی قبرہ للمسألۃ خلافاً لمن ردّہ الخ اور حدیث (تفتنون فی قبورکم) میں قبر کے عذاب کا اثبات ہے..... نیز اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ میت کو قبر میں زندہ کیا جاتا ہے منکر نکیر کے سوال کے لئے۔ (کوثر المعانی الدراری فی کشف خبایا صحیح البخاری ج ۳ ص ۳۰۶)

۱۴۰۱...... المراد بالحیاۃ فی القبر للمسائلۃ لیست الحیاۃ المستقرۃ المعھودۃ فی الدنیا الخ سوال کرنے کے لئے قبر میں جو حیات عطاء کی جاتی ہے اس سے دنیا والی معروف حیات مراد نہیں جس میں روح بدن میں داخل ہو کر اس میں تدبیر اور تصرف کرتی ہے اور جن چیزوں کی طرف دنیا میں زندہ لوگ محتاج ہوتے ہیں۔ (جیسے کھانا، پینا، لباس، نکاح وغیرہ) اس حیات میں بھی ان چیزوں کی طرف محتاج ہوں۔ (ایسا نہیں) بلکہ اس حیات قبر میں روح کا اعادہ صرف امتحان کے فائدہ کے لئے ہے جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ لہٰذا یہ اعادہ (روح کے دخول فی الجسد کی صورت میں) عارضی ہے۔ (اس کے بعد روح جسم سے جدا ہو کر اپنے محل میں چلی جاتی ہے اور صرف دور سے بدن کے ساتھ روح کا اتصال و تعلق رہتا ہے) جیسا کہ بہت سے انبیاء کے لئے کچھ لوگوں کو زندہ کیا گیا ان سے کچھ پوچھنے کے لئے، پھر وہ مردہ ہو گئے، ان کی یہ حیات عارضی تھی۔ (ایضاً)

فائدہ: اسی طرح قبر میں سوال و جواب کے وقت روح کو جسم میں داخل کر کے جو کامل زندگی کے ساتھ ان کو زندہ کیا جاتا ہے یہ زندگی عارضی ہوتی ہے، اس کے بعد روح بدن سے جدا ہو جاتی ہے اور روح و بدن کے تعلق کی وجہ سے ایک قسم کی کمزور حیات ثواب و عذاب کے ادراک کے لئے باقی رہتی ہے۔

۱۴۰۲...... وفی الحدیث من الفوائد غیر ما تقدم اثبات عذاب القبر . وھو حق یجب الإیمان بہ والتسلیم لہ . وعلی ذلک اھل السنۃ والجماعۃ الخ اور حدیث جریدہ میں قبر کے عذاب کا اثبات ہے اور یہ

حق ہے، اس کو دل سے تسلیم کرنا اور اس پر ایمان لانا واجب ہے، اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ یہی ہے اور صحابہ کی جماعت سے عذاب قبر کے اثبات پر بہت سی احادیث مروی ہیں۔ (اس کے بعد مؤلف نے آٹھ صحابہ کرام کی احادیث ذکر کی ہیں) (ایضاً ص ۱۴۲)

۱۴۰۳...... امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں: ان اللہ یُحیی العبد الخ قبر میں سوال کے وقت بلا شبہ اللہ تعالیٰ بندے کو زندہ کرتا ہے اور اس کی طرف حیات اور عقل کو لوٹاتا ہے، اہل السنۃ والجماعۃ کا یہی مذہب ہے اور اس کی احادیث مبارکہ میں صراحت ہے۔ (ایضاً ج ۵ ص ۱۴۳)

۱۴۰۴...... مؤلف نے پہلے عذاب قبر کے بارہ میں چند باطل اقوال نقل کئے پھر لکھا: وھذہ الاقوال کلھا فاسدۃ تردھا الاحادیث الثابتۃ الخ یہ سب اقوال فاسد ہیں ان کو احادیث صحیحہ رد کرتی ہیں، اس کے بعد لکھا: ملقالہ اھل السُنّۃ من ان المعذّب الجسد بعینہ او بعضہ اہل السنۃ اس کے قائل ہیں کہ عذاب بعینہٖ پورے جسد کو یا اس کے بعض حصے کو ہوتا ہے۔ (ایضاً ج ۵ ص ۱۴۴)

۱۴۰۵...... وفیہ ایضاً دلالۃ علی استحباب تلاوۃ الکتاب العزیز علی القبور الخ حدیث جریدہ سے ثابت ہوتا ہے کہ قبور پر قرآنِ کریم کی تلاوت مستحب ہے کیونکہ جب درخت کی تسبیح کی وجہ سے میت سے عذاب میں تخفیف کی امید ہے۔ فتلاوۃ القرآن العظیم اعظم رجاء وبرکۃ تو قرآن عظیم کی تلاوت کی برکت سے تخفیفِ عذاب کی اس سے زیادہ امید ہے۔ (ایضاً)

فائدہ: تلاوت انہی ارضی قبور پر ہوتی ہے اور ان سے فائدہ ان اجساد کو پہنچتا ہے جو ان قبروں میں مدفون ہیں، وہ اجساد عنصریہ ہیں۔ اگر یہ فائدہ صرف ارواح کو پہنچتا ہے تو پھر قبور پر تلاوت اور دعا کی تخصیص بے معنی ہے۔

۱۴۰۶...... قولہ اما موسیٰ فکانی انظر الیہ الخ موسیٰ علیہ السلام کو نبی کریم ﷺ نے تلبیہ کہتے ہوئے دیکھا۔ اس پر مؤلف رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یہ حقیقت پر محمول ہے۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام شہداء سے افضل ہیں اور شہداء زندہ ہیں۔ رب کے ہاں مقرب ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے تو انبیاء بطریق اولیٰ زندہ ہوں گے۔ جب انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں تو اس میں کوئی مانع نہیں کہ اسی حالت میں حج کریں، نمازیں پڑھیں اور جب تک دنیا یعنی دار التکلیف باقی ہے وہ جس قدر طاقت رکھتے ہیں عبادات کے ذریعے اللہ کے قرب میں ترقی کریں اور صحیح مسلم کی حدیث انس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے دیکھا۔ (ایضاً ج ۱۲ ص ۹۱)

۱۴۰۷...... اذا کانت صلاتھم فی اوقات مختلفۃ وفی اماکن مختلفۃ لا یردھا العقل. وقد ثبت بھا النقل دل ذلک علی حیاتھم (ایضاً) جب انبیاء علیہم السلام کی مختلف اوقات میں اور مختلف جگہوں میں نماز کو عقل رد نہیں کرتی اور نقل سے بھی یہ ثابت ہے تو اس سے قبر میں ان کی حیات ثابت ہوتی ہے۔

۱۴۰۸...... واذا ثبت انھم احیاء من حیث النقل الخ اور جب نقلی دلیل سے صراحتاً یہ ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اور نظر وفکر سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے کیونکہ قرآنِ کریم کی نص سے ثابت ہے کہ شہداء قبور میں زندہ ہیں اور انبیاء شہداء سے افضل ہیں تو وہ بطریق اولیٰ زندہ ہوں گے اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے قبور میں انبیاء کی حیات پر ایک عمدہ کتاب تالیف کی ہے اس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں۔ (ایضاً)

۱۴۰۹...... ووجه الاشكال فيه ان ظاهره ان عود الروح الى الجسد يقتضي انفصالها عنه الخ سلام کے وقت رد روح کی حدیث کے ظاہر سے شبہ پیدا ہوتا ہے کہ روح بدن سے جدا تھی اور یہ موت ہے۔ حالانکہ انبیاء علیہم السلام بالاتفاق زندہ ہیں۔ علماء نے اس کے کئی جواب دیئے ہیں: (۱) ان رد روحه كان سابقًا عقب دفنه لا انها تعاد ثم تنزع ثم تعاد (رد الله علی روحی کی مراد یہ ہے کہ سلام سے پہلے دفن کے بعد اللہ تعالیٰ نے روح کو جسد کی طرف لوٹا دیا، یہ نہیں کہ روح کو لوٹایا گیا پھر روح کو کھینچا گیا، پھر لوٹایا گیا)......(۵) نبی کریم ﷺ ملاء اعلیٰ کے امور میں مستغرق ہوجاتے ہیں پھر جب کوئی سلام کرتا ہے تو آپ کا عقل وفہم آپ کی طرف لوٹ آتا ہے پھر آپ سلام کنندہ کے سلام کا جواب عنایت فرماتے ہیں۔ اس پر ایک اشکال یہ ہے کہ روئے زمین پر ہر آن آپ پر بے شمار لوگوں کی طرف سے صلوٰۃ وسلام کا تحفہ پیش ہوتا رہتا ہے اور کسی وقت بھی یہ سلسلہ منقطع نہیں ہوتا تو اس سے لازم آتا ہے سارے وقت کا سلام کے جواب میں مصروف ومستغرق ہو جانا، اس کا جواب یہ ہے کہ امور آخرت کو عقل سے نہیں سمجھا جا سکتا اور احوال برزخ احوال آخرت کے زیادہ مشابہ ہیں اس لئے ان کو بھی عقل سے نہیں سمجھا جا سکتا۔ (ایضاح ج ۱۳ ص ۹۳)

فائدہ: اور ایک جواب یہ بھی دیا جا سکتا ہے کہ جیسے پاور ہاؤس کی مختلف تاریں ہوتی ہیں، ہر تار سے جدا لائن نکلتی ہے اور جیسے سورج ایک ہے اور اس سے اربوں کھربوں شعاعیں نکلتی ہیں، اسی طرح آفتاب محمدی سے ہر صلوٰۃ وسلام پڑھنے والے کے لئے علیحدہ تار نکلتا ہے جو اس سے پہلے متوجہ نہیں اور صلوٰۃ وسلام کے وقت متوجہ ہوجاتا ہے اور آپ اس کے سلام کا جواب عنایت فرماتے ہیں، اس لئے صلوٰۃ وسلام کے لگاتار پڑھنے سے سلام کے جواب میں مستغرق ہونا لازم نہیں آتا۔

شیخ محمد حسنین مخلوف عدوی ازہری مالکی رحمۃ اللہ علیہ (مفتی الدیار المصریہ۔ م ۱۳۵۵ھ)

۱۴۱۰...... والحاصل ان اعادة الروح للبدن الخ خلاصہ یہ کہ (موت کے بعد) بے شک روح کا بدن کی طرف ایسا اعادہ ہوتا ہے جو بدن میں حیات ثابت کر دیتا ہے۔ (المطالب القدسیہ فی احکام الروح وآثارہا الکونیہ ص ۱۳۵)

۱۴۱۱...... فالميت اذا اعيدت روحه الى جسده كانت له حالة متوسطة الخ جب میت کی روح کو اس کے جسد کی طرف لوٹایا جاتا ہے تو میت کی حالت کامل زندہ اور کامل میت، یعنی جس کی طرف روح کو نہ لوٹایا گیا ہو، ان دونوں کے درمیان ہوتی ہے کہ نہ وہ کامل زندہ ہے نہ کامل مردہ ہے۔ اس اعتبار سے میت ہے کہ اس سے روح جدا ہو گئی ہے اور حیات کے ظاہری محسوس آثار معدوم ہو گئے ہیں، لیکن روح کا اس کے ساتھ معنوی تعلق ہے جس کی وجہ سے میت کے بدن میں حیات برزخی یعنی زیر پردہ مخفی باطنی حیات پیدا ہوگئی ہے اس اعتبار سے زندہ ہے۔ ولا نعنی بالتعلق الروحی الخ اور روح وجسد کے معنوی تعلق سے مراد یہ ہے کہ روح کی شعاعوں کا میت کے بدن پر ایسے طور پر واقع ہونا اور بدن کے ساتھ متصل ہونا کہ روح کے آثار واثرات بدن کی طرف پہنچ جائیں۔ (ایضاً)

۱۴۱۲...... واعلم ان ما يصل الى الارواح في هذه النشاة من اللذة والالم يصل الى الابدان الخ جان لیجئے کہ اس نئی حیات میں جو لذت اور درد ارواح کی طرف پہنچتا ہے تو اس تعلق اور روح کی شعاعوں کے ابدان پر واقع ہونے کی وجہ سے ابدان کی طرف بھی وہ لذت اور درد پہنچتا ہے اگرچہ روح وبدن کا تعلق دخول وحلول والا نہیں ہوتا۔ (ایضاً)

۱۴۱۳...... فالعذاب والنعیم فی البرزخ واقع علی النفس والبدن جمیعا کما هو الحق الذی علیه اهل السنة والجماعة پس عذاب وثواب برزخ (قبر) میں روح وبدن دونوں پر واقع ہوتا ہے جیسا کہ یہی حق ہے اور اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ یہی ہے۔ (ایضاً)

۱۴۱۴...... فکل من مات وهو مستحق للعذاب والنعیم نالہ نصیبہ منہ قبر اولم یقبر الخ پس جو آدمی فوت ہو جائے اور وہ عذاب یا ثواب کا مستحق ہو تو اس کو اس کے حصے کا عذاب یا ثواب حاصل ہوتا ہے خواہ اس کو دفن کیا گیا ہو یا دفن نہ کیا گیا ہو۔ حتیٰ کہ اگر اس کو درندوں نے کھا لیا یا اس کو جلا دیا گیا اور وہ راکھ ہو گیا یا اس کو فضا میں اڑا دیا گیا یا اس کو سولی پر لٹکا دیا یا اس کو دریا میں غرق کر دیا تو اس کے روح اور بدن دونوں کی طرف وہ ثواب یا عذاب پہنچتا ہے جو اہل قبور کی طرف پہنچتا ہے اور جس نے اس کے علاوہ کوئی خیال بنایا اس نے غلطی کی اور اللہ تعالیٰ کی وسیع قدرت کو کوتاہ اور ناقص سمجھا۔ (ایضاً)

۱۴۱۵...... ولو دفن الرجل الصالح فی تابوت الخ اگر نیک آدمی آگ سے بھرے ہوئے صندوق میں دفن کیا گیا تو اس کی روح وجسد کو برزخ (قبر) کی نعمتوں کا حصہ اس کو ضرور پہنچے گا اور اگر نافرمان میت کو درختوں کی چوٹیوں پر لٹکا دیا گیا تو اس کو اس کے عذاب کا حصہ پہنچے گا۔ اس طور پر کہ اللہ تعالیٰ اس کے اردگرد کی فضا کو اس کے لئے آگ اور زہر بنا دے گا اور نیک آدمی پر آگ برداوسلاما بنا دے گا۔ کیونکہ کائنات کے عناصر اور عالم کے تمام مادے اپنے رب، اپنے پیدا کرنے اور بنانے والے کے حکم کے تابع ہیں۔ (ایضاً)

۱۴۱۶...... اما حیاة الانبیاء علیہم السلام فثابتة مستقرة باتفاق الخ (المطالب القدسیہ ص ۱۷۶) قبور میں انبیاء علیہم السلام کی کامل اور دائمی حیات بالاتفاق ثابت ہے۔

۱۴۱۷...... ارواحهم مع کونها فی علیین متصلة بابدانهم دائما الخ انبیاء علیہم السلام کی ارواح باوجودیکہ علیین میں ہیں۔ پھر بھی ان کا ابدان کے ساتھ ہمیشہ دائمی اتصال ہوتا ہے جس کی وجہ سے روح کی شعاع ان کے ابدان سے منقطع نہیں ہوتی اور نہ ان کے ابدان سے حیات جدا ہوتی ہے جو ان کی ارواح کے اثرات کی مدد سے حاصل ہوئی ہے۔ (ایضاً)

۱۴۱۸...... واما حیاة الشهداء فقد علمت ما فیها الخ شہداء کی حیات کے بارے میں تفصیل آپ معلوم کر چکے اور یہ حیات ان کے اپنے بدنوں میں ہوتی ہے یا دوسرے بدنوں میں؟ والحق الاول پہلی بات حق ہے یعنی ان کے اپنے بدن زندہ ہوتے ہیں۔ (ایضاً)

۱۴۱۹...... وقد علمت مذهب الجمهور وانه لا مانع من تعلق الارواح بابدانها الاصلیة مهما تفرقت اجزائها آپ نے جمہور کا مذہب جان لیا اور یہ بھی کہ اگرچہ ابدانِ اصلیہ کے اجزاء بکھر جائیں پھر بھی ارواح کے ابدان اصلیہ کے ساتھ تعلق میں کوئی چیز مانع نہیں۔ (ایضاً)

۱۴۲۰...... اعلم وفقك الله تعالیٰ ان النبی ﷺ حی فی قبره بجسمه وروحه (المطالب القدسیہ ص ۲۴۰) جان لیجئے، اللہ تعالیٰ آپ کو جاننے اور سمجھنے کی توفیق دے کہ یقیناً نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں روح وجسم کے ساتھ زندہ ہیں۔

شیخ عبدالرحمٰن جزیری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۰ھ)

۱۴۲۱...... ثم ینهض فیتوجه الی قبره الخ نبی کریم ﷺ کی قبر شریف کی طرف آئے ... اور آپ کے عمدہ

خوبصورت، شکل وصورت کا اپنے دل میں خیال جمائے۔ گویا کہ آپ اپنی لحد میں سوئے ہوئے ہیں اور زائر کو جان رہے ہیں اور اس کے کلام کو سن رہے ہیں۔ پھر کہے: السلام علیك یانبی الله ...... اور جس نے اس کو نبی کریم ﷺ کی طرف سلام پہنچانے میں ذریعہ بنایا اس کا سلام یوں پہنچائے یا رسول اللہ! فلاں بن فلاں کی طرف سے آپ پر سلام اور وہ آپ سے آپ کے رب کی طرف سفارش کرنے کی درخواست کرتا ہے۔ آپ اس کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے سفارش کیجئے۔ (الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ج ۱ ص ۶۴۰)

عبد القادر کیلانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۲ھ)

۱۴۲۲...... والعقیدۃ الحقۃ التی نلقی اللہ علیہا ان المیت یتالم ویتلذذ کالحی (مجلۃ الحقائق ۱۷/۱۷) اور حق عقیدہ جس پر ہم اللہ تعالیٰ سے ملنے کی خواہش رکھتے ہیں یہ ہے کہ زندہ آدمی کی طرح میت بھی درد اور لذت محسوس کرتی ہے۔

مبارک بن محمد جزائری سلفی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۴ھ)

۱۴۲۳...... شرح العقیدۃ الطحاویہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں: ان اللہ رکب ھذا الانسان الخ اللہ تعالیٰ نے اس انسان کو بدن اور روح سے مرکب کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے دنیا کے احکام اصالۃً بدن پر رکھے ہیں اور ارواح کو ان کے تابع کیا ہے اور برزخ کے احکام اصالۃً ارواح پر رکھے ہیں اور ابدان کو ان کے تابع کیا ہے اور قیامت کے دن ثواب وعذاب ارواح واجساد دونوں کو اصالۃً ہوگا۔ (رسالۃ الشرک ومظاہرہ ص ۳۴۹)

۱۴۲۴...... وصلوۃ الانبیاء الخ اپنی قبور میں انبیاء علیہم السلام کی نماز لذت اور روحانیت کے طور پر ہوتی ہے، مکلف ہونے کے طور پر نہیں ہوتی۔ (ایضاً)

۱۴۲۵...... وان للروح بالبدن خمس حالات الخ روح کے بدن کے ساتھ پانچ قسم کے تعلقات ہیں۔ (۱) روح کا بدن کے ساتھ تعلق ماں کے پیٹ میں۔ (۲) روح کا بدن کے ساتھ تعلق ولادت کے بعد بحالت بیداری۔ (۳) روح کا بدن کے ساتھ تعلق نیند کی حالت میں۔ (۴) روح کا بدن کے ساتھ تعلق موت کے بعد برزخ (قبر) میں۔ (۵) جب قبروں سے اٹھائے جائیں گے اس وقت روح کا بدن کے ساتھ تعلق۔ (ایضاً)

فائدہ: معلوم ہوا کہ پیٹ میں پیدا ہونے کے بعد، بیداری میں، نیند میں اور قیامت کے روز روح کا جس بدن کے ساتھ تعلق ہوتا ہے برزخ میں بھی اسی بدن کے ساتھ تعلق کا ذکر ہے اور وہ بدن عنصری ہے۔

محمد بن عبد اللطیف، آل شیخ (محمد بن عبد اللطیف بن عبد الرحمن بن حسن بن محمد بن عبد الوہاب۔ م ۱۳۶۷ھ)

۱۴۲۶...... ونعتقد انہ حی فی قبرہ حیاۃ برزخیۃ ابلغ من حیاۃ الشھداء المنصوص علیھا فی التنزیل اذھو افضل منھم بلا ریب وانہ یسمع سلام المسلم علیہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ...... نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں حیات برزخی (مخفی زیر پردہ حیات) کے ساتھ اور یہ حیات شہداء کی حیات سے زیادہ قوی وزیادہ کامل ہے، کیونکہ انبیاء علیہم السلام شہداء سے افضل ہیں تو ان کی حیات بھی افضل ہوگی...... اور اس حیات کی وجہ سے سلام کرنے والے کا سلام سنتے ہیں۔ (الدرر السنیۃ فی الاجوبۃ النجدیۃ ج ۱ ص ۵۷۶، تحت عنوان: رسالۃ الشیخ محمد بن عبد اللطیف الی اہل الیمن وغیرھم فی بیان عقیدۃ اھل نجد)

فائدہ: سنتا وہی ہے جو زندہ ہو، معلوم ہوا کہ قبر میں آپ ﷺ کا جسد عنصری جس کو سلام کیا جاتا ہے وہی سنتا ہے اور وہی قبر میں زندہ ہے۔

۱۴۲۷...... ونؤمن بما أخبر به النبي ﷺ بما يكون بعد الموت ونؤمن بفتنة القبر وعذابه ونعيمه (ایضاً ص ۵۷۳) موت کے بعد پیش آنے والے ان تمام احوال پر ہم ایمان رکھتے ہیں جن کی نبی کریم ﷺ نے خبر دی۔ چنانچہ ہم ایمان رکھتے ہیں قبر میں منکر نکیر کے سوال پر اور قبر کے عذاب وثواب پر۔

فیصل بن عبدالعزیز مجدی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۷۶ھ)

۱۴۲۸...... وَمِنَ الإِيمَانِ بِالْيَوْمِ الآخِرِ الايمَانُ بِكُلِّ مَا أَخْبَرَ بِهِ النَّبِيُّ الخ آخرت پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ موت کے بعد کے جن احوال کی نبی کریم ﷺ نے خبر دی ہے ان سب پر ایمان لانا۔ پس علماء نجد فتنہ قبر (یعنی منکر نکیر کے سوال) اور قبر میں ثواب وعذاب پر ایمان رکھتے ہیں۔ فتنہ قبر کے ذریعے قبر میں لوگوں کا امتحان کیا جاتا ہے، آدمی سے پوچھا جاتا ہے۔ من ربك، ما دينك، من نبيك مؤمن کہتا ہے میرا رب اللہ ہے، اسلام میرا دین ہے، محمد ﷺ میرے نبی ہیں اور جس کو شک ہوتا ہے وہ جواب دیتا ہے میں نہیں جانتا، میں نے لوگوں سے سنا وہ ایک بات کہتے تھے میں نے بھی وہی کہہ دیا، پھر اس کو لوہے کے گرز کے ساتھ مارا جاتا ہے اور وہ ایسا چیختا ہے کہ اس چیخ کو انسان کے علاوہ ہر چیز سنتی ہے اور اگر اس کو انسان سن لے تو وہ مرجائے۔ پھر منکر نکیر کے سوال کے بعد قیامت تک قبر میں میت کے لئے ثواب ہے یا عذاب۔ (التعلیقات السنیۃ علی العقیدۃ الواسطیۃ ص ۱۱۱)

فائدہ: ظاہر ہے کہ قبر میں بدن عنصری ہے اور اسی کی چیخیں ہر چیز سنتی ہے، اگر ساتویں زمین کے نیچے سجین میں چیخیں اور وہاں کا عذاب مراد ہو تو انسان کے علاوہ زمین پر موجود ہر چیز کیسے چیخیں سن لیتی ہے؟

۱۴۲۹...... حدیث میں ہے پیشاب سے بچو کیونکہ اکثر عذاب قبر اسی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ مؤلف فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے عذاب قبر ثابت ہوتا ہے۔ نیز یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ نجاست کو زائل کرنا اور اس سے بچنا واجب ہے۔ (خلاصۃ الکلام شرح عمدۃ الاحکام ص ۲۳)

فائدہ: عذاب اِسی ارضی قبر میں ہورہا تھا جس پر آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا اور ارضی قبر میں بدن عنصری ہوتا ہے۔ لہٰذا اس حدیث سے قبر میں بدن عنصری کے لئے عذاب ثابت ہوا۔

حافظ بن احمد الحکمی رحمۃ اللہ علیہ (من أعلام الجزیرۃ العربیۃ۔ م ۱۳۷۷ھ)

۱۴۳۰...... شارح نے پہلے متن کے چند اشعار نقل کئے، پھر لکھا فِي هٰذِهِ الْأَبْيَاتِ إِثْبَاتُ الْمَسْأَلَةِ الْعَظِيمَةِ وَهِيَ إِثْبَاتُ سُؤَالِ الْقَبْرِ وَفِتْنَتِهِ وَعَذَابِهِ وَنَعِيمِهِ الخ ان اشعار میں عظیم مسئلہ کا اثبات ہے اور وہ ہے قبر میں منکر نکیر کا سوال، قبر میں امتحان اور قبر میں عذاب وثواب، اس پر کتاب وسنت کے صریح قوی دلائل موجود ہیں اور اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین رحمہم اللہ اور بعد والے تمام اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماع ہے۔ (معارج القبول بشرح سلم الوصول ج ۲ ص ۷۱۳)

۱۴۳۱...... وَمَا الْمَانِعُ مِنْ كَوْنِ الرُّوحِ تَتَّصِلُ بِالْجَسَدِ فِي الْبَرْزَخِ اِتِّصَالًا خَاصًّا الخ اس میں کوئی چیز مانع نہیں کہ برزخ (قبر) میں روح کا بدن کے ساتھ خاص اتصال ہو جس کی وجہ سے جسد درد محسوس کرے اور اتصال کی وجہ سے جو حیات برزخ میں پیدا ہوتی ہے وہ حیات دنیا کی طرح محسوس حیات نہیں ہوتی بلکہ مخفی حیات ہوتی ہے۔ (ایضاً ج ۲ ص ۷۱۴)

۱۴۳۲...... مَا الْمَانِعُ مِنْ كَوْنِهَا حَيَاةً مُسْتَقِرَّةً لَا تُشْبِهُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا الخ اس میں کوئی مانع نہیں کہ اللہ تعالیٰ موت کے بعد برزخ میں ایسی دائمی حیات پیدا کردے جو دنیا کی حیات سے عظیم تر ہو لیکن اللہ تعالیٰ نے بندوں پر رحمت وشفقت کی وجہ سے اس حیات کو چھپا دیا ہے۔ چنانچہ احادیث میں جو قبر کے احوال بیان کئے گئے ہیں ان سے اس حیات کا اثبات ہوتا ہے مثلاً میت کو قبر میں بٹھانا، میت کے ساتھ ہم کلام ہو کر منکر نکیر کا سوال وجواب، مؤمن کے لئے جنت کا دروازہ کھولنا، اس کے لئے جنت کا بستر بچھانا اور منافق مرتاب کے لئے دوزخ کا دروازہ کھولنا، میت کو ہتھوڑوں اور گرزوں کے ساتھ مارنا۔ وغیرہ! (ایضاً)

فائدہ: یہ سب کارروائیاں قبر میں تب ہوسکتی ہیں جب میت کے بدن میں حیات ہو۔

۱۴۳۳...... نَفْيٌ لِاسْتِطَاعَةِ الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُسْمِعَهُمْ الخ وما انت بمسمع من فی القبور میں استطاعت کی نفی ہے۔ یعنی اے نبی! آپ ان قبر والوں کو سنانے کی قدرت نہیں رکھتے لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت میں محال نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو سنائے یا سماع نافع اور سماع استجابۃ کی نفی ہے، مطلقاً سماع کی نفی نہیں۔ کیونکہ اس آیت میں کفار کو موتی کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ اگر وجہ تشبیہ مطلق عدم سماع ہو تو صحیح نہیں۔ کیونکہ کفار سنتے تھے جیسے قرآن میں ہے: یسمع آیات اللہ ثم یصر مستکبرا کان لم یسمعها کان فی اذنیه وقرا (ایضاً ج ۲ ص ۷۱۶)

فائدہ: وجہ تشبیہ سماع نافع اور سماع استجابۃ کی نفی ہے یعنی جیسے سننا مردوں کے لئے نافع نہیں اور نہ اب ان کے قبول کرنے کا کوئی فائدہ ہے۔ پس اسی طرح یہ کفار معاندین سنتے ہیں لیکن بوجہ ضد وعناد ان کو سنانے اور ان کے سننے کا کوئی فائدہ ونفع نہیں اور سننا وہی ہے جو زندہ ہو، اس سے قبر والوں کا زندہ ہونا ثابت ہوا۔

۱۴۳۴...... فَإِنَّ الرُّوحَ الَّتِي عَلَيْهَا الْعَذَابُ أَوِ النَّعِيمُ الْمُتَّصِلُ بِالْجِسْمِ الخ پس اصالۃً عذاب یا ثواب روح پر واقع ہوتا ہے اور روح وجسم کے اتصال کی وجہ سے ثواب کی لذت اور عذاب کا درد تبعاً جسم کو بھی پہنچتا ہے اور دنیا میں روح کا سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو ادراک نہیں ہوسکتا تو اس کے ثواب وعذاب کا بھی کسی کو ادراک نہیں ہوسکتا۔ (ایضاً)

۱۴۳۵...... إِنَّ الْآيَاتِ أَيْضًا صَرِيحَةٌ فِي اتِّصَالِ عَذَابِ الْقَبْرِ بِالرُّوحِ وَالْجَسَدِ (ایضاً ج ۲ ص ۷۲۱) آیات صراحتاً اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ قبر میں عذاب روح اور جسم دونوں پر واقع ہوتا ہے۔

فائدہ: قبر میں جسد عنصری ہوتا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ قبر کا عذاب روح اور بدن عنصری یا اس کے اجزاء پر واقع ہوتا ہے۔

۱۴۳۶...... قبر میں منکر نکیر کے سوال اور قبر کے ثواب وعذاب پر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں کون سی دلیل ہے؟ مؤلف نے جواب دیا۔ (۱) قال اللہ تعالیٰ کلا انها کلمة الخ...... (۲) وقال اللہ تعالیٰ وحاق بآل فرعون الخ...... (۳) وقال اللہ تعالیٰ یثبت اللہ الذین آمنوا الخ...... (۴) ولو تری اذ الظلمون الخ...... (۵) سنعذبهم مرتین الخ۔ وغیر ذلك اور اس عقیدہ پر احادیث صحیحہ اتنی زیادہ ہیں جو حد تواتر کو پہنچتی ہیں۔ (اعلام السنة المنشورة لاعتقاد الطائفة الناجية المنصورة المعروف: ۲۰۰ سؤال وجواب فی العقيدة الاسلامية ص ۵۷)

احمد بن عبدالرحمٰن بن محمد البنّاء مصری ساعاتی (م ۱۳۷۸ھ)

۱۴۳۷...... ان المیت یعرف من یغسله ومن یحمله ومن یدلیه فی قبره لاتصال الروح بالجسد

حینئذ بے شک میت اس شخص کو پہچانتی ہے جو اس کو غسل دیتا ہے، جو اس کو اٹھاتا ہے اور جو اس کو قبر میں اتارتا ہے، کیونکہ اس وقت روح کا بدن کے ساتھ اتصال و تعلق ہوتا ہے۔ (الفتح الربانی لترتیب مسند الامام احمد بن حنبل الشیبانی ج ۷ ص ۹۰)

۱۴۳۸...... ومراده باحاديث السلام ان فيها خطاب المسلم على اهل القبور خطاب العاقل الحاضر اہل قبور پر سلام والی احادیث میں اہل قبور کو اس طرح خطاب ہے جس طرح صاحب عقل مخاطب سے خطاب کے صیغے کے ساتھ کلام کی جاتی ہے۔ (ایضاً ج ۷ ص ۹۴)

فائدہ: معلوم ہوا اہل قبور میں اتنا شعور و ادراک ہوتا ہے کہ صیغہ خطاب کے ساتھ اس کو سلام کیا جائے اور وہ جواب دے۔

۱۴۳۹...... وعرض المقعد لا يدل على ان الروح فى القبر ولا على فنائه بل على ان لها اتصالا به يصح ان يعرض عليها مقعدها (ایضاً) میت پر جنت و دوزخ کا ٹھکانہ پیش کرنا اس پر دلالت نہیں کرتا کہ روح قبر میں یا قبر کے اردگرد ہوتی ہے بلکہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ روح کا بدن کے ساتھ اتصال و تعلق ہے اور اس اتصال کی وجہ سے روح پر ٹھکانے کا پیش کرنا صحیح ہو جاتا ہے۔

۱۴۴۰...... فليس للارواح سعيدها وشقيها مستقر واحد الخ ارواح نیک بخت ہوں یا بدبخت ان کے لئے جائے قرار ایک نہیں، بلکہ ہر روح کی جائے قرار اور ٹھکانہ جدا جدا ہے اس کے باوجود ہر روح کا قبر میں اپنے جسد کے ساتھ اتصال و تعلق ہوتا ہے جس کی وجہ سے میت کے لئے جو ثواب و عذاب لکھا ہوا ہے وہ جسد کو بھی حاصل ہوتا ہے۔ (ایضاً ج ۷ ص ۹۷)

۱۴۴۱...... انها مع كونها فى الجنة هى فى السماء وتتصل بفناء القبر وبالبدن فيه (ایضاً) بے شک ارواح کے جنت میں ہونے کے باوجود حالانکہ جنت آسمان میں ہے قبر کے اردگرد اور قبر میں مدفون بدن کے ساتھ بھی اتصال ہوتا ہے۔

۱۴۴۲...... ولا يمتنع فى العقل ان يعيد الله تعالىٰ الحياة فى جزء من الجسد الخ عقلاً یہ محال نہیں کہ اللہ تعالیٰ میت کے جسد کے جزء میں حیات لوٹا کر اس کو عذاب دے اور جب یہ عقلاً ممتنع و محال نہیں اور شرعی دلیل بھی اس پر موجود ہے تو اس کو قبول کرنا اور اس کے مطابق عقیدہ رکھنا واجب ہے اور عذاب قبر کے ثبوت میں خوارج، جمہور معتزلہ اور بعض مرجیہ کے علاوہ کسی نے مخالفت نہیں کی۔ (ایضاً ج ۸ ص ۱۳۷)

۱۴۴۳...... وليس بعزيز على من اوجد هذا الانسان من العدم الخ جو اللہ انسان کو عدم سے وجود میں لایا اور اس کو حی، عالم، سمیع بصیر بنا دیا۔ حالانکہ وہ کچھ نہ تھا، اس کے لئے کوئی مشکل نہیں کہ جب انسان کے اجزاء راکھ بن کر بحر و بر کی فضا میں بکھر جائیں یا پرندوں کے پوٹوں میں اور درندوں کے پیٹوں میں چلے جائیں ان کے ان اجزاء کو جمع کرے اور روح کا ان کے ساتھ اتصال و تعلق پیدا کر دے تاکہ وہ عذاب و ثواب کو محسوس کرے۔

(ایضاً ج ۸ ص ۱۴۱)

۱۴۴۴...... اتساع القبر وضيقه ونوره وظلمته امر معلوم من الدين بالضرورة الخ قبر کا وسیع اور تنگ ہونا، قبر کا روشن اور تاریک ہونا ایسا دینی عقیدہ ہے جو واضح طور پر معلوم ہے، دین و شریعت پر جس کا ایمان ہے وہ اس میں شک نہیں کرے گا۔ (ایضاً)

۱۴۴۵ واتساع القبر للروح بالذات والبدن تبع لها فیکون البدن فی لحد اضیق من ذراع وقد فسح له مد بصره تبعا لروحه (ایضاً) قبر کا فراخ اور وسیع ہونا روح کے لئے بالذات (بلا واسطہ) واصالۃً ہوتا ہے اور بدن کے لئے روح کے تابع ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے، پس بدن ایک ہاتھ سے تنگ لحد میں ہوتا ہے لیکن روح کے تابع ہونے کی وجہ سے جو لحد تنگ تھی بدن کے لئے تا حد نگاہ فراخ ہو جاتی ہے۔

غیر مقلد عالم مولانا اسماعیل سلفی (م ۱۳۸۷ھ)

۱۴۴۶...... اہل سنت کے دونوں مکاتب فکر اصحاب رائے و اہل حدیث کا اس امر پر اتفاق ہے کہ شہداء اور انبیاء زندہ ہیں، برزخ میں وہ عبادات تسبیح وتہلیل فرماتے ہیں، ان کو رزق بھی ان کے حسب حال اور حسب ضرورت دیا جاتا ہے، شہداء کے متعلق حیات کی وضاحت (صراحت) قرآنِ عزیز میں موجود ہے، انبیاء کی زندگی کے متعلق سنت میں شواہد ملتے ہیں، صحیح احادیث میں انبیاء علیہم السلام کے متعلق عبادات وغیرہ کا ذکر آتا ہے۔ (حیات النبی ص ۲۰)

۱۴۴۷...... پاکستان میں جو لوگ توحید کا وعظ کہتے ہیں ...... وہ انبیاء اور شہداء کی برزخی زندگی اور اُس زندگی میں مراتب کے تفاوت کے قائل ہیں، ان لوگوں کا عقیدہ بالکل درست ہے۔ (ص ۲۱)

۱۴۴۸...... جو شخص قبر میں عذاب یا ثواب کو احادیث نبویہ کی روشنی میں مانتا ہو وہ ان صلحاء کے متعلق عدم محض اور فقدانِ محض کا قائل کیوں ہوگا؟ ہاں مراتب کا فرق یقینی ہے، انبیاء کا مقام یقیناً شہداء سے اعلیٰ و ارفع ہونا چاہئے۔ بحث اس میں ہے کہ آیا یہ زندگی دنیاوی زندگی ہے؟ دنیاوی زندگی کے لوازم اور تکالیف ان پر عائد ہوتی ہیں؟ قبور میں نماز یا تسبیح برزخی طبیعت کا تقاضا ہے یا شرعی تکلیف کا نتیجہ؟ جو لوگ دنیاوی زندگی کے اس معنی سے قائل ہیں اُن سے واقعی اختلاف ہے ...... اور جو کچھ کتاب وسنت میں صراحتاً آیا اور صحیح احادیث اس پر ناطق ہیں اس میں کوئی نزاع نہیں۔ (ص ۲۱)

فائدہ: معلوم ہوا کہ مولانا اسمٰعیل سلفی کو صرف اس سے انکار ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی وفات کے بعد ایسی دنیاوی زندگی کو ماننا کہ جس میں دنیاوی زندگی کے لوازم اور احکام تکلیفیہ کے ساتھ مکلف ہونا۔ نیز عبادات مکلف ہونے کے طور پر کرنا یہ عقیدہ غلط ہے اور اس عقیدہ کو تمام علماء اہل سنت بھی غلط سمجھتے ہیں، وہ وفات کے بعد والی زندگی کو جو دنیاوی زندگی کہتے ہیں وہ اس معنی میں نہیں، بلکہ ان کی مراد یہ ہے کہ دنیا والے جسد عنصری میں برزخی یعنی مخفی حیات ہے، لیکن جسد عنصری کے لئے وہ لوازم دنیا کے قائل نہیں۔ نیز اس وجہ سے بھی دنیاوی زندگی کہا جاتا ہے کہ عالم برزخ من وجہ عالم دنیا کا حصہ ہے، تو یہ دنیاوی زندگی ہے اور من وجہ عالم آخرت کا حصہ ہے تو یہ اخروی زندگی ہے، لیکن مولانا اسمٰعیل سلفی نیز منکرین حیات نے دنیاوی زندگی سے یہ سمجھا کہ شاید بعد الوفات دنیاوی زندگی ماننے والے دوبارہ عالم دنیا والی زندگی اور اس کے لوازم کے قائل ہیں، اپنی اس غلط فہمی کی بنیاد پر مولانا اسماعیل سلفی اور منکرین حیات نے انبیاء علیہم السلام کی بعد الوفات حیات کو دنیاوی حیات کی تعبیر اختیار کرنے والوں سے متعدد سوالات کئے۔ مثلاً۔ (۱) زندہ نبی کو دیوار کی اوٹ میں چھپانے میں کیا حکمت ہے؟ اور اس سے کیا حاصل؟ (۲) رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت پر کیسے تشریف رکھی؟ (۳) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ترکہ کیوں طلب کیا؟ کیا ان کو معلوم نہ تھا کہ والد کی زندگی میں یہ مطالبہ درست نہیں؟ (۴) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے

حدیث نحن معاشر الانبیاء سے ان کو مطمئن فرمایا، یہ کیوں نہ فرمایا کہ یہ مطالبہ قبل از وقت ہے؟ (یعنی وراثت کا مطالبہ زندگی میں نہیں ہوتا) (۵) فتنہ ارتداد اور دوسرے مسائل میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کیوں نہ کیا؟ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی مفید مشورہ کیوں نہ دیا؟ حالانکہ زندگی میں بوقت ضرورت دونوں ایک دوسرے کی طرف رجوع فرماتے تھے۔ (۶) اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی دنیاوی ہے تو زمین کے نیچے کی بجائے زمین کے اوپر رہنا چاہئے۔ (۷) عجیب بات ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زمین کے نیچے زندہ ہوں اور فتویٰ نہ دیں، صحابہ رضی اللہ عنہم کو اختلاف سے نہ بچائیں۔ (۸) اگر زندہ ہوتے تو سوال کا جواب دیتے۔ (۹) اگر حرکت کرنے سے عاجز ہیں تو پھر زندگی نہ رہی، جس زندگی کو آپ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ (۱۰) حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت، حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی صلح، مختار ثقفی کی عیاریاں، حرہ کا فتنہ، مسیلمہ اور اسود کی نبوت، حجاج بن یوسف کے مظالم، عباسی انقلاب، سقوط بغداد، قادیانی نبوت اور ان جیسے دیگر حوادث امت کو پیش آئے لیکن کہیں بھی ضرورت محسوس نہ ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مداخلت فرمائیں۔ (۱۱) مسجد کے ایک خادم کی موت پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بے قرار ہوں اور قبر پر نماز جنازہ ادا فرمائیں لیکن حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہم کی شہادت پر تعزیت کے لئے بھی تشریف نہ لائیں یہ سب سوالات اس بنیاد پر ہیں کہ ان معترضین نے بعد الوفات دنیاوی زندگی کا مطلب صحیح نہیں سمجھا اور جب اس کی وضاحت سامنے آگئی تو اب ایسے اعتراضات کرنے سے ان کو توبہ کر لینی چاہئے، یہ سوالات مسئلہ حیات النبی ص ۲۴ مؤلفہ مولانا اسمٰعیل سلفی اور ندائے حق مؤلفہ سید محمد حسین نیلوی، وغیرہ میں ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔

۱۴۴۹...... اہل سنت موت کے بعد جسم اور روح کے غیر شعوری تعلق کو مانتے ہیں، عدم محض اور کلی فقدان کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ (ایضاً ص ۲۳)

۱۴۵۰...... کفار موت کو عدم محض یا کلی فقدان سمجھتے تھے، قرآن نے موت کے اس مفہوم کا شہداء کے حق میں انکار کیا، لیکن قتل کے عنوان سے جسم اور روح کے انفصال کا اعتراف فرمایا...... قرآن نے اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد رزق اور نئی زندگی کا اعلان فرمایا جو دنیاوی زندگی سے مختلف ہوگی اتنی مختلف کہ دنیا والے اس کا شعور بھی نہیں رکھ سکے۔ (ایضاً ص ۲۸)

۱۴۵۱...... روح کے جسم کے ساتھ پانچ تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے چوتھا تعلق لکھتے ہیں: برزخ کا تعلق اس میں گو (روح وجسد کے درمیان) علیحدگی ہو جاتی ہے، لیکن تجرد کلی نہیں ہوتا بلکہ سلام کے جواب کے لئے اُسے لوٹایا جاتا ہے لیکن یہ دنیاوی زندگی نہیں ہوتی جو اسے موت سے پہلے حاصل تھی۔ (ص ۴۷)

۱۴۵۲...... میں نے اپنی گزارشات میں عرض کیا تھا کہ حیات انبیاء علیہم السلام پر اجماع امت ہے گو احادیث کی صحت محل نظر ہے، تاہم ان کا مفاد (قدر مشترک) یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اجساد مبارکہ کو مٹی نہیں کھاتی۔ (ص ۵۲)

فائدہ: محدثین کرام کا اصول ہے جس کو مولانا اسماعیل سلفی نے ''رسول اکرم کا طریقہ نماز'' میں اور نواب صدیق حسن خان نے الروضۃ الندیہ میں، تحریر کیا ہے کہ جب ضعیف حدیث پر امت کا اجماع ہو جائے تو وہ حدیث متواتر بن جاتی ہے اور متواتر حدیث کی سند اور اس کے راویوں کی تحقیق کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ اس لئے جب حیات انبیاء پر اجماع ہے تو جن احادیث سے عقیدہ حیات ثابت ہوتا ہے محدثین کے مذکورہ بالا اصول کے مطابق ان کی صحت محل نظر نہیں ہوتی۔ جب کہ موصوف کے حوالہ نمبر ایک میں گزر چکا ہے کہ وہ خود کہتے ہیں: ''صحیح احادیث

میں انبیاء علیہم السلام کے متعلق عبادات وغیرہ کا ذکر آتا ہے۔'' اور عبادات کرنا زندہ کا کام ہے مردہ عبادات نہیں کرتا، اس لئے ان صحیح احادیث سے انبیاء علیہم السلام کی حیات کے عنوان سے خود مؤلف تسلیم کر رہے ہیں کہ جن احادیث سے انبیاء علیہم السلام کی حیات ثابت ہے وہ صحیح ہیں۔

محمد بن ابراہیم بن عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ، آل شیخ (مفتی اول سعودی عرب۔م ۱۳۸۹ھ)

۱۴۵۳...... ومعنى الحديث: ان كسر عظم الميت ككسر عظم الحي في الاثم ويحتمل ان الميت يتالم كما يتالم الحي. يؤيد ذلك ما رواه ابن ابي شيبة في المصنف عن ابن مسعود قال: اذى المؤمن في موته كاذاه في حياته قال ابن عبد البر: يستفاد منه ان الميت يتالم بجميع ما يتالم به الحي. ومن لازمه ان يستلذ بما يستلذ به الحي ومما يدل على المنع ايضاً ما رواه الامام احمد في مسنده بسنده الى عمرو بن حزم قال: رآني النبي ﷺ متكئاً على قبر فقال: لا تؤذ صاحب القبر (فتاوی ورسائل سماحۃ الشیخ محمد بن ابراہیم بن عبداللطیف آل الشیخ ج ۳ ص ۲۰۴) حدیث کا معنی یہ ہے کہ میت کی ہڈی کو توڑنا زندہ کی ہڈی کو توڑنے کی طرح گناہ ہے...... اور یہ بھی احتمال ہے کہ میت تکلیف محسوس کرتی ہے جیسا کہ زندہ تکلیف محسوس کرتا ہے، اس کی تائید اُس روایت سے ہوتی ہے جو ابن ابی شیبہ نے مصنف میں نقل کی ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مؤمن کو موت کے بعد تکلیف دینا ایسے ہے جیسے اس کی زندگی میں تکلیف دینا ہے۔ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ میت ان تمام چیزوں سے (روحانی) تکلیف محسوس کرتی ہے جن سے زندہ تکلیف محسوس کرتا ہے اور اس کا لازمی نتیجہ ہے کہ جن چیزوں سے زندہ لذت حاصل کرتا ہے ان سے میت بھی لذت محسوس کرتی ہے اور قبر پر بیٹھنے کی ممانعت پر وہ حدیث بھی دلیل ہے جو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے کہ نبی ﷺ نے مجھے دیکھا کہ میں ایک قبر پر سہارا لگا کر بیٹھا تھا آپ ﷺ نے فرمایا قبر والے کو تکلیف نہ دو۔

عبدالرحمٰن بن محمد بن قاسم نجدی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (مرتب فتاویٰ ابن تیمیہ۔م ۱۳۹۲ھ)

۱۴۵۴...... قبر کا فتنہ (یعنی قبر میں سوال) اور قبر کا عذاب، اس سے پناہ پکڑنے کی احادیث متواتر ہیں اور حدیث کسوف میں ہے: انكم تفتنون في قبوركم بے شک تم اپنی قبروں کے اندر فتنے میں ڈالے جاؤ گے، جیسے دو فرشتوں کا سوال کرنا۔ (حاشیۃ الروض المربع ج ۲ ص ۷۴)

۱۴۵۵...... (ويسمع الميت الكلام) في الجملة الخ میت بعض باتیں سنتی ہے کیونکہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم وغیرہ میں ہے کہ میت دفن کے بعد لوٹنے والوں کی جوتیوں کی آواز سنتی ہے اور نبی پاک ﷺ نے مقتولین بدر کے متعلق فرمایا کہ جو میں کہہ رہا ہوں تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں، نیز فرمایا: انهم ليسمعون الآن اور آپ نے اہل قبور پر سلام کرنے کا حکم دیا اور نبی کریم ﷺ ان پر سلام کا حکم نہیں دے سکتے جو بالکل نہ سن سکتے ہوں۔ اس کے علاوہ بھی متعدد دلائل وبراہین ہیں جو اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ میت بعض باتیں سنتی ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے کہا ہے کہ اہل علم کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ سماع موتی کا عقیدہ ہی صحیح ہے اور قرآنِ کریم میں جس سماع کی نفی ہے وہ مطلق سماع نہیں بلکہ سماع نافع ہے یعنی جس کے سننے سے کفار کو نفع وفائدہ ہو ان کے حق میں ایسا سماع نہیں ہو سکتا اور اب اگر امر اور نہی سن بھی لیں تو اس سے ان کو کوئی فائدہ اور نفع نہ ہوگا، پس

نفی اس سماع نافع کی ہے۔ نیز مردوں کے لئے دائمی سماع بھی ثابت نہیں۔ بل قد یسمع بحال دون حال بلکہ کسی حالت میں میت سنتی ہے اور کسی حالت میں نہیں سنتی۔ (حاشیۃ الروض المربع ج ۳ ص ۱۴۹)

فائدہ: اور سماع موقوف ہے حیات پر اور میت کا مصداق روح اور بدن مثالی نہیں، بلکہ بدن عنصری ہے۔

۱۴۵۶..... امام ابن قیم رحمہ اللہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں: والاحادیث والآثار تدل علی ان الزائر متی جاء علم به المزور وسمع کلامه وانس به ورد علیه وذلك عام فی حق الشهداء وغیرهم ولا توقیت فی ذلك احادیث اور آثار اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ زائر جب قبر کے پاس آتا ہے تو صاحب قبر اس کو جان لیتا ہے، اس کا کلام بھی سن لیتا ہے اور اس کے ساتھ اُنس پکڑتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور یہ حکم شہداء و غیر شہداء کے حق میں یکساں ہے اور اس کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں۔ (ایضاً)

۱۴۵۷..... شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے حوالہ سے مؤلف لکھتے ہیں: استفاضت الآثار بمعرفة المیت باحوال اهله واصحابه فی الدنیا وان ذلك یعرض علیه وجاءت الآثار بانه یری ویدری بما فعل عنده ویُسَرّ بما کان حسنًا ویتألم بما کان قبیحًا (ایضاً) اس مضمون کی حدیثیں درجہ شہرت کو پہنچی ہوئی ہیں کہ میت اپنے اہل اور اپنے دنیا والے دوستوں کے احوال جانتی ہے، کیونکہ میت پر ان کے احوال پیش کئے جاتے ہیں اور ایسی احادیث بھی ہیں جن میں ہے کہ میت دیکھتی ہے اور جو کچھ اس کی قبر کے پاس ہوتا ہے اس کو وہ جانتی ہے، اگر نیکی کا کام ہو تو اس سے خوش ہوتی ہے اور اگر معصیت والا قبیح کام ہو تو اس سے وہ درد اور تکلیف محسوس کرتی ہے۔

۱۴۵۸..... وللروح اتصال بالبدن متی شاء الله. وذلك فی اللحظة بمنزلة نزول الملك وظهور الشعاع علی الارض (ایضاً۔ نیز الاحکام شرح اصول الاحکام لابن قاسم ج ۲ ص ۱۰۶) جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں روح کا بدن کے ساتھ اتصال ہوتا ہے اور یہ ایک لحظہ میں ہو جاتا ہے جیسا کہ فرشتہ کا نزول، سورج کی شعاع کا زمین سے ایک لحظہ میں اتصال ہو جاتا ہے۔

۱۴۵۹..... ومن ذلك عذاب القبر. وقد ورد التعوذ بالله منه. وهو علی الروح والبدن جمیعا. وقد ینفرد احدهما وهکذا نعیمه باتفاق اهل السنة (حاشیۃ الدرۃ المضیۃ فی عقد الفرقۃ المرضیۃ ص ۴۷) (جو امور حق ہیں اور ان پر ایمان لانا اور ان کے مطابق عقیدہ رکھنا ضروری ہے) ان میں سے عذاب قبر ہے اور تحقیق عذاب قبر سے اللہ کی پناہ پکڑنا احادیث میں وارد ہوا ہے اور وہ عذاب روح اور بدن دونوں پر واقع ہوتا ہے اور کبھی ہر ایک کو جدا جدا بھی عذاب ہوتا ہے، یہی حکم ثواب کا ہے، اس پر سب اہل السنۃ والجماعۃ کا اتفاق ہے۔

۱۴۶۰..... وتواترت ایضا بالاستعاذة من عذاب القبر. وعذابه ونعیمه متواتر والایمان به من اصول اهل السنة والجماعة. قال الشیخ: ویقع علی الابدان والارواح اجماعا (حاشیۃ الروض المربع ج ۲ ص ۳۷۔ الاحکام شرح اصول الاحکام لابن قاسم ج ۱ ص ۲۴۷) عذاب قبر سے پناہ پکڑنے کی احادیث متواتر ہیں۔ اسی طرح قبر کا عذاب وثواب تواتر سے ثابت ہے اور عذاب قبر پر ایمان اہل السنۃ والجماعۃ کے اصول وعقائد میں سے ہے اور شیخ (ابن تیمیہ رحمہ اللہ) نے کہا اس پر اجماع ہے کہ یہ عذاب وثواب ابدان اور ارواح دونوں پر واقع ہوتا ہے۔

۱۴۶۱..... ویستقبل الزائر وجه والده وغیره قریبا منه کزیارته فی حیاته الخ زیارت کرنے والا اپنے والد وغیرہ کے چہرہ کے سامنے ہو جیسا کہ دنیا میں زیارت کے وقت چہرہ کے سامنے ہوتا تھا اور یوں کہے السلام

علیك ورحمة الله وبركاته والمزور يسمع كلام الزائر الخ اور صاحب قبر زائر کے کلام کو سنتا ہے اور صحیحین وغیرہ میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: انه ليسمع قرع نعالهم اور مقتولین بدر کے متعلق فرمایا: ما انتم باسمع لما اقول منهم نیز فرمایا: انهم ليسمعون الآن اور اس کے علاوہ دوسرے دلائل بھی اس پر دلالت کرتے ہیں کہ میت فی الجملہ سنتی ہے۔ (ایضاً ج ۲ ص ۱۰۵)

فائدہ: فی الجملہ کا مطلب یہ ہے کہ بعض باتیں سنتی ہے اور بعض باتیں نہیں سنتی اور سننا زندہ کا فعل ہے مردہ کا نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ قبر کے اندر میت میں حیات ہوتی ہے۔

شیخ محمد امین شنقیطی رحمۃ اللہ علیہ (مدرس مدینہ یونیورسٹی۔م ۱۳۹۳ھ)

۱۴۶۲..... وَاَمَّا مَا ثَبَتَ عَنْهُ ﷺ مِنْ اَنَّهُ لَا يُسَلِّمُ عَلَيْهِ اَحَدٌ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ رُوْحَهُ الخ دو حدیثیں ہیں جن سے نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ ثابت ہوتی ہے۔ ایک حدیث یہ ہے: لا يسلم عليه احد الخ نبی کریم ﷺ پر جو بھی سلام کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی روح کو اس کی طرف متوجہ کر دیتے ہیں اور آپ سلام کا جواب دیتے ہیں۔ دوسری حدیث یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتے مقرر کر دیئے ہیں جو آپ کی امت کا سلام آپ کی طرف پہنچاتے ہیں۔ (سلام سن کر جواب وہی دے سکتا ہے جو زندہ ہو) لیکن اس حیات کی حقیقت کو اہل دنیا نہیں جان سکتے، کیونکہ یہ حیات نبی کریم ﷺ کے لئے ثابت ہے۔ حالانکہ آپ کی روح مبارک اعلیٰ علیین میں رفیق اعلیٰ کے ساتھ شہداء کی ارواح کے اوپر ہے۔ پس یہ روح مبارک جو اعلیٰ علیین میں ہے اس کا تعلق اس بدن شریف کے ساتھ ہے جس کو زمین نہیں کھاتی (یعنی بدن عنصری) اور اس تعلق اور حیات کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں مخلوق نہیں جانتی۔ جیسا کہ اس جیسی حیات کے بارے میں فرمایا ہے: ولكن لا تشعرون اور اگر وفات کے بعد والی حیات اس حیات کی طرح ہوتی جس کو اہل دنیا پہچانتے ہیں یعنی محسوس اور لوازم دنیا والی حیات ہوتی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نہ فرماتے: مات اور آپ کا دفن کرنا اور آپ کی جگہ خلیفہ بنانا جائز نہ ہوتا۔ (دفع ایہام الاضطراب عن آیات الکتاب ص ۲۵)

۱۴۶۳..... ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے مؤلف لکھتے ہیں: فَالرُّوْحُ كَانَتْ هُنَاكَ وَلَهَا اِتِّصَالٌ بِالْبَدَنِ فِي الْقَبْرِ وَاِشْرَافٌ عَلَيْهِ وَتَعَلُّقٌ بِهٖ بِحَيْثُ يُصَلِّيْ فِيْ قَبْرِهٖ وَيَرُدُّ سَلَامَ مَنْ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ (ایضاً ص ۲۵) روح اعلیٰ علیین میں ہے اور اس کا قبر میں بدن کے ساتھ اتصال و تعلق ہے اور بدن پر اس کی شعاعیں پڑتی ہیں جس کی وجہ سے آپ اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہیں اور سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔

۱۴۶۴..... وَسَيَاْتِيْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ ذِكْرُ حَدِيْثِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ الدَّالِّ عَلٰى اَنَّ الْمَيِّتَ فِيْ قَبْرِهٖ يَسْتَاْنِسُ بِوُجُوْدِ الْحَيِّ عِنْدَهٗ (اضواء البیان فی ایضاح القرآن بالقرآن ج ۶ ص ۱۳۲) ان شاء اللہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی حدیث کا ذکر آئے گا جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ میت اپنی قبر میں اُس زندہ آدمی کی وجہ سے اُنس پکڑتی ہے جو قبر کے پاس ہوتا ہے۔

۱۴۶۵..... وَهٰذَا الْبَابُ فِيْهِ مِنَ الْاَحَادِيْثِ وَالْآثَارِ مَا يَضِيْقُ هٰذَا الْوَقْتُ عَنِ اسْتِقْصَائِهٖ مِمَّا يُبَيِّنُ اَنَّ الْاَبْدَانَ الَّتِيْ فِي الْقُبُوْرِ تُنَعَّمُ وَتُعَذَّبُ اِذَا شَاءَ اللّٰهُ ذٰلِكَ كَمَا يَشَاءُ الخ قبر کے ثواب و عذاب کے بارے میں اتنی احادیث اور اتنے آثار ہیں کہ ان کے احاطہ کرنے سے وقت تنگ ہے، ان احادیث میں اس بات کا

وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ جب اللہ چاہتے ہیں اور جیسے چاہتے ہیں ابدان کو قبور میں ثواب و عذاب دیا جاتا ہے اور ارواح کو بھی ابدان میں جدا ہونے کے بعد ثواب و عذاب ہوتا ہے، اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے حکم دیا ہے کہ مردوں کو سلام کیا کرو جیسا کہ صحیح احادیث سے بھی ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے اصحاب کو سکھاتے تھے کہ جب قبور کی زیارت کریں تو یوں کہیں: السلام علیکم اهل الديار من المومنين (ایضاح ج ۶ ص ۱۳۲)

۱۴۶۶ وَقَدِ انْكَشَفَ لِكَثِيرٍ مِنَ النَّاسِ ذٰلِكَ حَتّٰى سَمِعُوا صَوْتَ الْمُعَذَّبِينَ فِي قُبُورِهِمْ وَرَأَوْهُمْ بِعُيُونِهِمْ يُعَذَّبُونَ فِي قُبُورِهِمْ فِي آثَارٍ كَثِيرَةٍ مَعْرُوفَةٍ وَلٰكِنْ لَا يَجِبُ أَنْ يَكُونَ دَائِمًا عَلَى الْبَدَنِ فِي كُلِّ وَقْتٍ بَلْ يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ فِي حَالٍ (ایضاح ج ۶ ص ۱۳۳) بہت سے لوگوں کے لئے عذاب قبر منکشف ہوا۔ حتیٰ کہ انہوں نے قبور کے اندر عذاب میں مبتلا لوگوں کی آواز سنی اور ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ان کو قبروں میں عذاب دیا جا رہا ہے اور ایسے آثار و واقعات بہت معروف ہیں، لیکن یہ ضروری نہیں کہ قبر میں یہ عذاب بدن پر ہمیشہ ہر وقت واقع ہو بلکہ جائز ہے کہ ایک حالت میں ہو دوسری حالت میں نہ ہو۔

۱۴۶۷ ..... امام ابن قیم رحمہ اللہ کے حوالہ سے مؤلف ایک سوال و جواب نقل کرتے ہیں: هَلْ تَعْرِفُ الْأَمْوَاتُ زِيَارَةَ الْأَحْيَاءِ وَسَلَامَهُمْ أَمْ لَا. قَالَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ ثَبَتَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُرُّ عَلَى قَبْرِ أَخِيهِ كَانَ يَعْرِفُهُ فِي الدُّنْيَا فَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ إِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ رُوحَهُ حَتّٰى يَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ فَهٰذَا نَصٌّ فِي أَنَّهُ يَعْرِفُهُ بِعَيْنِهِ وَيَرُدُّ عَلَيْهِ السَّلَامَ (ایضاح ج ۶ ص ۱۳۵) کیا مردوں کو زندوں کی زیارت اور ان کے سلام کا پتہ چلتا ہے یا نہیں؟ ابن قیم رحمہ اللہ جواب میں فرماتے ہیں کہ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ نبی کریم ﷺ سے یہ حدیث ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی مسلمان اپنے مؤمن بھائی کی قبر کے پاس گزرتا ہے اور صاحب قبر دنیا میں اس کو پہچانتا تھا پھر گزرنے والا اس پر سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ میت کی روح کو اس کی طرف لوٹا دیتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ سلام کا جواب دیتی ہے، پس اس حدیث میں صراحت ہے کہ میت زائر کو اپنی آنکھوں کے ساتھ پہچانتی ہے اور اس کو سلام کا جواب دیتی ہے۔

۱۴۶۸ ..... امام ابن قیم رحمہ اللہ کے حوالہ سے مؤلف لکھتے ہیں: وَيَكْفِي فِي هٰذَا تَسْمِيَةُ الْمُسَلِّمِ عَلَيْهِمْ زَائِرًا وَلَوْلَا أَنَّهُمْ يَشْعُرُونَ بِهِ لَمَا صَحَّ تَسْمِيَتُهُ زَائِرًا فَإِنَّ الْمَزُورَ إِنْ لَمْ يَعْلَمْ بِزِيَارَةِ مَنْ زَارَهُ لَمْ يَصِحَّ أَنْ يُقَالَ زَارَهُ الخ میت کو زائر اور سلام کرنے والے کا علم ہو جاتا ہے اس کے لئے یہ دلیل کافی ہے کہ قبور کی زیارت اور سلام کرنے والے کا نام رکھا جاتا ہے زائر اور اگر اہل قبور کو اس کا علم و شعور نہ ہو تو اس کا نام زائر رکھنا صحیح نہ ہوگا، کیونکہ جس شخصیت کی زیارت کے لئے کوئی آدمی آئے اور اس شخصیت کو زیارت کنندہ کی زیارت کا علم نہ ہو تو عرف میں یہ نہیں کہا جاتا زارَ. تمام اقوام کے نزدیک زیارت کا یہی مفہوم سمجھا جاتا ہے، جب زیارت کنندہ کا نام زائر ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ میت کو زیارت کنندہ کی زیارت کا اور زائر کا میت مزور کو علم ہوتا ہے، اسی طرح اس آدمی پر سلام جس کو سلام کنندہ کے سلام کا علم و شعور نہ ہو محال ہے۔ حالانکہ نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو تعلیم دی ہے کہ جب قبور کی زیارت کریں تو یوں سلام کریں: السلام علیکم اهل الديار من المؤمنين والمسلمین اور ایسا سلام اور خطاب اس موجود آدمی کو ہوتا ہے جو سنتا ہو اور خطاب کو سمجھتا ہو اور سلام کا جواب بھی دے سکتا ہو اور یہ ضروری نہیں کہ سلام کرنے والا جواب کو سنے۔ (ایضاح ج ۶ ص ۱۳۶)

۱۴۶۹..... امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں کہ حافظ ابو محمد عبد الحق اشبیلی نے عنوان قائم کیا ہے:
ذکر ما جاء ان الموتی یسالون عن الاحیاء الخ ان حدیثوں کا بیان جن میں یہ مضمون ہے کہ فوت ہونے والے سے مردے زندوں کے متعلق پوچھتے ہیں اور وہ زندوں کے اقوال واعمال کو جانتے ہیں۔ اس کے بعد کہا کہ ابو عمر بن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس کی مرفوع حدیث ذکر کی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ما من رجل الخ جب کوئی آدمی اپنے مؤمن بھائی کی قبر کے پاس گزرتا ہے جو دنیا میں اس کو پہچانتا تھا پھر گزرنے والا اس پر سلام کرتا ہے تو قبر والا اس کو پہچان لیتا ہے اور سلام کا جواب بھی دیتا ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ اگر قبر والا گزرنے والے کو نہیں پہچانتا تھا لیکن گزرنے والا اس پر سلام کرتا ہے تو وہ سلام کا جواب دیتا ہے۔ (ایضاً ج ۶ ص ۱۳۶)

۱۴۷۰..... وَيَدُلُّ عَلٰى هٰذَا اَيْضًا مَا جَرٰى عَلَيْهِ عَمَلُ النَّاسِ قَدِيْمًا وَاِلَى الْاٰنِ مِنْ تَلْقِيْنِ الْمَيِّتِ فِيْ قَبْرِهٖ وَلَوْلَا اَنَّهٗ يَسْمَعُ ذٰلِكَ وَيَنْتَفِعُ بِهٖ لَمْ يَكُنْ فِيْهِ فَائِدَةٌ. وَكَانَ عَبَثًا وَقَدْ سُئِلَ عَنْهُ الْاِمَامُ اَحْمَدُ رَحِمَهُ اللّٰهُ فَاسْتَحْسَنَهٗ وَاحْتَجَّ عَلَيْهِ بِالْعَمَلِ (ایضاً ج ۶ ص ۱۳۷) امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں: (میت کے علم وشعور پر) یہ بھی دلالت کرتا ہے جس پر قدیم زمانہ سے اب تک لوگوں کا عمل جاری ہے یعنی قبر میں میت کو تلقین کرنا اور اگر میت نہ سنتی ہو اور اس سے اس کو نفع نہ ہوتا ہو تو تلقین بے فائدہ ہوگی اور ایک عبث کام ہوگا، تلقین کے متعلق امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے اس کو مستحسن عمل قرار دیا اور اس پر (اہل شام کے) عمل کو دلیل بنایا۔

۱۴۷۱..... اِنَّ الْمَيِّتَ اِذَا عَرَفَ مِثْلَ هٰذِهِ الْجُزْئِيَّاتِ وَتَفَاصِيْلَهَا فَمَعْرِفَتُهٗ بِزِيَارَةِ الْحَيِّ لَهٗ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ وَدُعَاؤُهٗ لَهٗ اَوْلٰى وَاَحْرٰى (ایضاً ج ۶ ص ۱۳۸) امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں: جب میت (بعض دفعہ) اس قسم کی جزئیات اور ان کی تفصیلات کو جانتی پہچانتی ہے۔ (جیسے ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے شہید ہونے کے بعد خواب میں بتا دیا کہ ان کی زرہ کہاں ہے؟ وغیرہ وغیرہ) تو زندہ آدمی کی زیارت، سلام اور اس کی دعا کو بطریق اولیٰ جانے اور پہچانے گی۔

۱۴۷۲..... اِنَّ الَّذِيْ يُرَجِّحُهُ الدَّلِيْلُ اَنَّ الْمَوْتٰى يَسْمَعُوْنَ سَلَامَ الْاَحْيَاءِ وَخِطَابَهُمْ سَوَاءٌ الخ بے شک دلیل کے لحاظ سے یہ بات راجح ہے کہ مردے زندوں کا سلام اور ان کا کلام سنتے ہیں۔

(ایضاً ج ۶ ص ۱۲۵ تا ۱۴۱۔ سماع موتی پر بہترین بحث)

قاضی عبد القادر بن ملا حویش رحمۃ اللہ علیہ (شام۔ م ۱۳۹۸ھ)

۱۴۷۳..... اجمعوا علی ان روح المیت تعود الیہ وقت السؤال علی وجہ لا یحس بہ اھل الدنیا الا من شاء اللہ منھم فلا مانع اذا من القول بسماعھم فی الجملۃ وھو القول الحق الخ اہل حق کا اس پر اجماع ہے کہ قبر میں سوال کے وقت میت کی روح اس کے بدن کی طرف ایسے طور پر لوٹتی ہے کہ اہل دنیا کو اس کا احساس وشعور نہیں ہو سکتا۔ اِلا یہ کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں مشاہدہ کرا دیں۔ اس کے بعد میت کے لئے سماع فی الجملہ (یعنی بعض باتیں سننا) کا قول کرنے میں کوئی مانع نہیں اور یہی قول حق ہے۔ پھر اس سماع کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ میت کے بعض اجزاء میں سننے کی قوت پیدا کر دے۔ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ جو چاہیں اس کو سنا دیں جیسے سلام وغیرہ اور میت کا مٹی کے نیچے ہونا اس سماع میں مانع نہیں بنتا، دوسری صورت یہ ہے کہ روح کے بدن سے

جدا ہونے کے بعد اس کا بدن کے ساتھ تعلق رہتا ہے جس کی حقیقت کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا اور اس تعلق کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ ہے کہ مثلاً قبر کی زیارت کے وقت اور بدن کو اٹھانے کے وقت اور غسل دینے کے وقت اللہ تعالیٰ روح کو سننے کی قوت عطاء فرمادیتے ہیں۔ (بیان المعانی ج ۴ ص ۴۵۹)

پندرہویں صدی

عبداللہ بن عبدالرحمن سجدی (مساعد لرئیس القضاء فی مکۃ۔ م ۱۴۰۱ھ)

۱۴۷۴...... ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو مسلمان مجھ پر سلام کرے گا تو اللہ مجھ پر میری روح کو متوجہ کردے گا اور میں سلام کا جواب دوں گا۔ اس حدیث کے بارے میں مؤلف لکھتے ہیں: فیہ مدح المسلم علیہ والاخبار بسماعہ السلام کہ اس میں آپ ﷺ پر سلام کرنے والے کی مدح ہے اور اس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ نبی ﷺ سلام کرنے والے کا سلام سنتے ہیں۔ (مفید الانام ونور الظلام فی تحریر الاحکام لحج بیت اللہ الحرام ج ۲ ص ۱۵۷)

۱۴۷۵...... عودھا الی الجسد بعد الموت لا یقتضی استمرارھا فیہ ولا یستلزم حیاۃ اخری قبل یوم النشر نظیر الحیاۃ المعھودۃ بل اعادۃ الروح الی الجسد فی البرزخ اعادۃ برزخیۃ الخ موت کے بعد روح کا جسد کی طرف لوٹنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس کے بعد روح بدن میں موجود رہتی ہے اور نہ ہی اس سے قیامت سے پہلے دنیا والی معروف (حسی) زندگی کی طرح ایک اور زندگی ثابت ہوتی ہے، بلکہ برزخ میں روح کا جسم کی طرف اعادہ برزخی اعادہ ہے جو میت سے موت کا نام زائل نہیں کرتا اور حدیث براء بن عازب رضی اللہ عنہ ثابت ہے جو طویل اور مشہور ہے جس میں قبر کے عذاب وثواب کا بیان ہے اور اس بات کا بیان ہے کہ میت کی روح اس کے جسم کی طرف لوٹادی جاتی ہے لیکن یہ بات بھی معلوم ہے کہ لوٹنے کے بعد روح میت میں باقی نہیں رہتی اور اس اعادے سے ایسی حیات لازم نہیں آتی جو موت کے نام کو زائل کردے بلکہ یہ برزخی حیات ہے اور حیات کا لفظ جنس ہے اس کے تحت مختلف انواع ہیں، اسی طرح موت کا لفظ جنس ہے اس کے تحت مختلف انواع ہیں، پس موت کی بعض انواع کا اثبات حیات کے منافی نہیں، جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ جب نبی ﷺ نیند سے بیدار ہوتے تو یہ فرماتے کہ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں موت دینے کے بعد زندگی دی اور اسی کی طرف لوٹنا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ برزخ میں روح کا میت کی طرف لوٹنا اور میت کا سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دینا ایسی حیات کو مستلزم نہیں جس کا بعض لوگوں نے گمان کرلیا اور یہ کہا کہ یہ حیات معروف (حسی) حیات کی مثل ہے، ان کا قول منقول اور معقول دونوں کے خلاف ہے۔

۱۴۷۶...... روح کی شان بدن کی شان سے مختلف ہے کیونکہ روح آسمانوں کے اوپر اعلیٰ علیین میں ہوتی ہے وقد تعلقت بالبدن تعلقا یقتضی رد السلام علی من سلم علیہ عند قبرہ وھی فی مستقرھا الخ اور اس کا بدن کے ساتھ ایسا تعلق ہوتا ہے جس کی بنیاد پر میت قبر کے پاس سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دیتی ہے۔ حالانکہ روح اپنے مستقر اعلیٰ علیین میں ہوتی ہے۔ (ایضاً ج ۲ ص ۱۵۹)

۱۴۷۷...... موسیٰ علیہ السلام کا قبر میں نماز میں پڑھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کی روح چھٹے آسمان سے جدا ہو کر قبر میں آ گئی تھی بلکہ روح اپنے مستقر میں تھی اور اس کا بدن کے ساتھ اتنا قوی تعلق تھا جس کی بناء پر موسیٰ علیہ السلام نے نماز پڑھی۔ (ایضاً)

۱۴۷۸ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ شہداء کی ارواح سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہوتی ہیں، جنت کے پھل کھاتی ہیں، جنت کی نہروں سے پانی پیتی ہیں، جنت میں جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں۔ پھر ان قندیلوں کی طرف لوٹ آتی ہیں جو عرش کے نیچے ہیں اور قیامت تک وہ اسی حالت میں رہیں گی۔ ومع هذا فاذا زارهم المسلم وسلم عليهم عند قبورهم عرفوه وردوا عليه السلام بل ونسمة المؤمن كذلك مع كونها طائراً تعلق في شجر الجنة ترد على صاحبها وتشعر بالمسلم اذا سلم عليه عند قبره لیکن اس کے باوجود جب کوئی مسلمان ان (شہداء) کی زیارت کرتا ہے اور ان کی قبروں کے پاس ان پر سلام کرتا ہے تو شہداء اس کو پہچان لیتے ہیں اور اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں، بلکہ ہر عام مؤمن کی روح باوجود اس کے کہ وہ ایک پرندے کی شکل میں جنت کے درختوں میں معلق ہوتی ہے۔ (لیکن اس کا اپنے جسم کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اور) جب کوئی اس کی قبر کے پاس سلام کرتا ہے تو اس کو پہچان لیتی ہے۔ (ایضاً ج ۲ ص ۱۵۹)

عمر حملاوی جزائری رحمۃ اللہ علیہ (عضو جمعیۃ المسلمین الجزائرین ۔م ۱۴۰۵ھ)

۱۴۷۹...... ولا يقبل ايمان عبد حتى يؤمن بما اخبرت عنه السنة بعد الموت من سوال منكر ونكير في القبر ... وان يؤمن بعذاب القبر وانه حق وحكمه عدل على الجسم والروح على ما يشاء (كتاب التوحيد المسمى التخلي عن التقليد والتحلي بالاصل المفيد ص ۱۱۱) آدمی کا ایمان تب قبول ہوتا ہے جب وہ ایمان لائے موت کے بعد پیش آنے والے ان امور پر جن کی سنت نے خبر دی ہے، ان میں سے ایک قبر میں منکر نکیر کا سوال ہے...... اور ایک یہ ہے کہ قبر کے عذاب پر ایمان لائے کہ وہ حق ہے اور اس کا فیصلہ عدل ہے اور یہ عذاب روح اور جسم دونوں پر ہوتا ہے جس طرح اللہ چاہتا ہے۔

غیر مقلد عالم مولانا عطاء اللہ حنیف رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۰۸ھ)

۱۴۸۰...... انهم احياء في قبورهم يصلون وقد قال النبي ﷺ من صلى على عند قبري سمعته ومن صلى على نائيا بلغته (التعليقات السلفية على سنن النسائي ج ۱ ص ۲۴۷) بے شک انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں اور تحقیق نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی میری قبر کے پاس درود پڑھے گا میں اس کو خود سنوں گا اور جو دور سے درود پڑھے گا وہ مجھ تک پہنچا دیا جائے گا۔

سعید الحوی شامی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۰۹ھ)

۱۴۸۱...... وهنالك نوع تعلق للروح في جسدها بعد الوفاة ومن هنا ياتي نعيم القبر وعذابه وهي قضايا غيبية ثم ان لروح المؤمن والشهيد اوضاعًا خاصة في عالم البرزخ ولروح الكافر اوضاع اخرى فهناك حياة برزخية فيما بعد وفاة الانسان حتى النفخة الاولى (الاساس في السنة وفقهه المعروف

العقائد الاسلامیۃ ج ۳ ص ۱۱۵۳) وفات کے بعد روح کا جسم کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اور اسی تعلق کی وجہ سے قبر کا ثواب اور عذاب حاصل ہوتا ہے اور یہ غیبی امور ہیں۔ پھر عالم برزخ میں مؤمن اور شہید کی روح کی حالت اور ہوتی ہے اور کافر کی روح کی حالت اور ہوتی ہے۔ بہر حال انسان کی وفات کے بعد مجہ اولی تک برزخی حیات ہوتی ہے۔

۱۴۸۲...... ومن المتفق علیہ بین اهل السنۃ والجماعۃ: ان المیت منعم او معذب علی حسب وضعہ وحالہ ولکن هل هذا النعیم او العذاب للروح فقط او للجسد صلۃ بشکل ما مع الروح فی النعیم والعذاب الذی علیہ جماہیر اهل السنۃ والجماعۃ: ان هذا النعیم او العذاب للروح وللجسد بکیفیۃ علمها عند اللہ (ایضاً ج ۳ ص ۱۱۵۷) اہل سنت والجماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ میت کو اس کے حال کے مطابق ثواب یا عذاب ہوتا ہے، لیکن کیا یہ ثواب وعذاب فقط روح کو ہوتا ہے یا روح کے ساتھ جسم کا بھی کسی درجے میں تعلق ہوتا ہے؟ تو جمہور اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ یہ ثواب وعذاب روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے لیکن اس کی کیفیت اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

عبد اللہ بن سعید اللحجی المکی (م ۱۴۱۰ھ)

۱۴۸۳...... وفیہ اثبات عذاب القبر والایمان بہ واجب واضیف العذاب الی القبر لانہ الغالب والا فکل میت اراد اللہ تعذیبہ انالہ ما ارادبہ قبر او لم یقبر ولو صلب او غرق فی البحر او اکلتہ السباع او حرق حتی صار رمادا او ذری فی الریح وهو ای عذاب القبر علی الروح والبدن جمیعا باتفاق اهل السنۃ وکذا القول فی النعیم (منتہی السؤل علی وسائل الوصول الی شمائل الرسول ج ۴ ص ۲۹۹) حدیث استعاذہ میں عذاب قبر کا اثبات ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے اور قبر کی طرف عذاب کی اضافت اس لئے ہے کہ غالب عادت یہی ہے۔ ورنہ ہر وہ میت جس کو اللہ عذاب دینے کا ارادہ کرے اس کو عذاب پہنچتا ہے خواہ اس کو قبر میں دفن کیا جائے یا دفن نہ کیا جائے۔ اگر چہ اس کو سولی پر لٹکا دیا جائے یا دریا میں غرق ہو جائے یا اس کو درندے کھا لیں یا وہ جلا دیا جائے۔ حتیٰ کہ وہ راکھ ہو جائے یا اس کو ہوا میں اڑا دیا جائے اور اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ قبر کا عذاب وثواب روح اور بدن دونوں پر ہوتا ہے۔

غیر مقلد عالم مولانا عبید اللہ مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۱۴ھ)

۱۴۸۴...... شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے مؤلف لکھتے ہیں: المراد بالقبر هنا عالم البرزخ یہاں قبر سے عالم برزخ مراد ہے۔ وهو عالم بین الدنیا والآخرۃ لہ تعلق بکل منهما الخ اور وہ دنیا اور آخرت کے درمیان جہان ہے، اس کا دنیا اور آخرت میں سے ہر ایک کے ساتھ تعلق ہے اور اس سے محض گڑھا مراد نہیں جس میں میت کو دفن کیا جاتا ہے کیونکہ بہت سی ایسی میتیں ہوتی ہیں جن کو دفن نہیں کیا جاتا جیسے جو آدمی غرق ہو جائے یا جل جائے یا حیوانات کی خوراک بن کر ان کے پیٹ میں چلا جائے اس کو بھی عذاب یا ثواب دیا جاتا ہے اور اس سے سوال بھی کیا جاتا ہے۔ (مرعاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح ج ۱ ص ۲۱۷)

فائدہ: جب قبر سے عالم برزخ مراد لیا ہے تو قبر کی یہ تعبیر ان سب کو شامل ہوگی، اس لئے عالم برزخ میں

ان کے لئے بھی ثواب وعذاب ہوگا اور عذاب موقوف ہے حیات پر، اس سے ثابت ہوا کہ قبر میں میت کے بدن عنصری میں یا اس کے اجزاء میں حیات ہوتی ہے تبھی ان کو عذاب ہوتا ہے۔

۱۴۸۵...... حاصل ما قيل في بيان المراد من البرزخ انه اسم لانقطاع الحياة في هذا العالم المشهود الخ برزخ سے مراد یہ ہے کہ عالم دنیا کی حیات کا منقطع ہونا اور دوسری حیات کا شروع ہونا اور چونکہ عالم دنیا کی حیات کے انقطاع کے بعد پہلا دار الجزاء شروع ہو جاتا ہے۔ اس لئے حیات دنیا کے انقطاع اور دوسری حیات کے آغاز کے ساتھ ہی قبر میں عذاب یا ثواب بھی شروع ہو جاتا ہے۔ (ایضاً)

فائدہ: ظاہر ہے کہ بدن عنصری سے حیات منقطع ہوتی ہے تو دوسری حیات بھی اسی کی شروع ہوتی ہے، روح کی حیات منقطع نہیں ہوتی۔ پس انقطاع حیات اور عود حیات کا جو محل ہے یعنی بدن عنصری وہ ثواب یا عذاب کا محل ہے، لیکن اصالۃ عذاب روح کے لئے اور تبعاً بدن عنصری کے لئے ہوتا ہے۔

۱۴۸۶...... وانما اضيف عذاب البرزخ ونعيمه الى القبر لكون معظمه يقع فيه ولكون الغالب على الموتى ان يقبروا والا فالكافر ومن شاء الله عذابه من العصاة يعذب بعد موته ولو لم يدفن ولكن ذلك محجوب عن الخلق الا من شاء الله برزخ کے عذاب وثواب کی قبر کی طرف اضافت کیوں کی گئی ہے؟ جب کہ غیر مدفون کافر اور بعض نافرمانوں کو بھی عذاب ہوتا ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ثواب یا عذاب تو موت کے وقت سے ہی شروع ہو جاتا ہے لیکن وہ تھوڑا عرصہ ہے، میت کے عذاب کی زیادہ مدت قبر میں گزرتی ہے اس لئے اس کی نسبت قبر کی طرف کی گئی ہے۔ دوسری وجہ یہ کہ غالب عادت ہے مردوں کو قبر میں دفن کرنے کی، تو غالب عادت کا اعتبار کر کے اضافت قبر کی طرف کردی اور بعض علماء نے کہا کہ اس تاویل کی ضرورت نہیں۔ فان القبر اسم للمكان الذي يكون فيه الميت من الارض الخ کیونکہ قبر زمین کی اس جگہ کا نام ہے جہاں میت ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جیسے موت سے پہلے زندگی میں انسان کا محل اور مسکن زمین ہوتی ہے موت کے بعد بھی اس کا محل ومسکن زمین ہوتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: الم نجعل الارض كفاتاً احياءً وامواتاً (کیا ہم نے زمین کو اس طرح نہیں بنایا کہ وہ زندوں اور مردوں کو ملانے والی ہے [او پر زندہ، اندر مردے]) چنانچہ پانی میں غرق ہونے والا نیچے زمین یا پہاڑ پر گرتا ہے۔ اسی طرح جو جل کر راکھ ہو گیا پھر اس کو دریا میں یا زمین میں یا فضا میں بکھیر دیا گیا وہ بھی زمین پر قرار پکڑے گی اور جس کو حیوانات نے کھا لیا وہ بھی حیوانات کی موت کے بعد زمین پر آ کر مٹی ہو جائے گا۔ خلاصہ یہ کہ موت کے بعد میت جس حالت میں ہو اس کا محل ومسکن زمین میں ہوتا ہے اور وہی زمینی محل ومسکن میت کے لئے قبر ہوتی ہے، وہیں اس کو عذاب وثواب ہوتا ہے۔ (ایضاً)

فائدہ: جب ہر حالت میں میت کی زمین میں قبر ہوتی ہے اس میں اس کو ثواب یا عذاب ہوتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ میت جس حالت میں بھی ہو اس میں حیات ہوتی ہے ورنہ حیات کے بغیر ثواب وعذاب کیسے؟

۱۴۸۷...... واعلم انه قد تظاهرت الدلائل من الكتاب والسنة على ثبوت عذاب القبر. واجمع عليه اهل السنة. ولا مانع في العقل ان يعيد الله الحياة في جزء من الجسد او في جميعه على الخلاف المعروف فيثيبه ويعذبه الخ ورجان لیجئے کہ عذاب قبر کے ثبوت پر کتاب وسنت کے قوی دلائل موجود ہیں اور اس پر اہل السنۃ کا اجماع ہے اور اس میں عقلاً کوئی چیز مانع نہیں کہ اللہ تعالیٰ میت کے جسد کے کسی جزء میں یا پورے جسد میں

حیات لوٹا کر اس کو ثواب یا عذاب دے اور جب عقلاً کوئی رکاوٹ نہیں اور قرآن وسنت سے بھی ثابت ہے تو اس کو قبول کرنا اور اس کے مطابق عقیدہ رکھنا فرض ہے۔ باقی میت کے اجزاء کا بکھر جانا یا درندوں پرندوں اور مچھلیوں کا کھا جانا یہ بھی مانع نہیں۔ کیونکہ جو اللہ قیامت کے دن میت کے بکھرے ذرات کو جمع کرنے پر قادر ہے وہ برزخ میں بھی ان کے جمع کرنے اور ان میں حیات پیدا کر کے ان کو ثواب یا عذاب دینے پر بھی قادر ہے اور اللہ تعالیٰ کی وسیع قدرت سے یہ بھی بعید نہیں کہ وہ ایک متعین روح کا ایک ہی آن میں میت کے مشرق ومغرب میں بکھرے اجزاء میں سے ہر ہر جزء کے ساتھ تعلق پیدا کر کے ان کو زندہ کر دے۔ کیونکہ روح کا اجزاء کے ساتھ یہ تعلق دخول وحلول والا نہیں ہوتا کہ ایک جزء میں دخول وحلول دوسرے جزء میں دخول وحلول کے لئے رکاوٹ بن جائے بلکہ یہ تعلق معنوی ہوتا ہے جس کی حقیقت کو سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا اور اس طرح اجزاء اپنے اپنے محل میں رہیں اور اللہ تعالیٰ اس معنوی تعلق سے حیات پیدا کر کے ان کو عذاب دے اللہ تعالیٰ کی قدرت پر ایمان رکھنے والا اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ (مرعاۃ ج۱ ص ۲۱۷)

۱۴۸۸...... قوله (عرض عليه) بان تعاد الروح الى بدنه ليدرك ذلك وتصح مخاطبته الخ میت پر ٹھکانہ پیش کرنے کی صورت یہ ہے کہ روح کو میت کے بدن کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے تاکہ وہ اس ٹھکانے کا ادراک کرے اور میت کے ساتھ فرشتوں کا ہم کلام ہونا صحیح ہو جائے۔ (مرعاۃ ج۱ ص ۲۲۲)

۱۴۸۹...... والمراد بضغط القبر التقاء جانبيه على جسد الميت (مرعاۃ ج۱ ص ۲۳۲) قبر میں میت پر ضغطہ ہوتا ہے، اس سے مراد ہے قبر کے دو کناروں کا میت کے جسد پر مل جانا اور قبر کا تنگ ہو جانا۔

۱۴۹۰...... قوله (ما من احد يسلم علی) ظاهره الاطلاق الشامل لكل مكان وزمان الخ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کوئی مسلمان مجھ پر سلام کرے گا تو اللہ تعالیٰ میری روح کو متوجہ کر دے گا اور میں سلام کا جواب دوں گا۔ اس حدیث کے متعلق مؤلف لکھتے ہیں کہ یہ حدیث اپنے ظاہری امور کے لحاظ سے ہر مکان اور ہر زمان کو شامل ہے۔ پس اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ کے سلام کے جواب کی فضیلت ہر قریب اور دور والا مسلمان حاصل کر سکتا ہے۔ نیز اس پر بھی دلیل ہے کہ پوری امت میں سے کائنات کے جس گوشہ سے بھی کوئی رسول اللہ ﷺ کو تحفہ بھیجے گا تو اس کو سلام کا جواب ملے گا هذا هو ظاهر الحديث حدیث کا ظاہر اسی عموم کا تقاضا کرتا ہے لیکن بہت سارے علماء نے اس کو قبر کے ساتھ مختص کیا ہے یعنی جو مسلمان قبر شریف پر جا کر سلام کرے گا اس کو سلام کا جواب نصیب ہوگا۔ (مرعاۃ ج۳ ص ۲۶۲)

۱۴۹۱...... ويكثر من الصلاة والسلام على رسول الله ﷺ بحضرته الشريفة حيث يسمعه ويرد عليه بان يقف بمكان قريب منه ويرفع صوته الى حد لو كان حياً مخاطباً لسمعه عادة (مرعاۃ ج۳ ص ۲۶۹) امام زرقانی کے حوالہ سے مؤلف لکھتے ہیں قبر شریف پر حاضر ہو کر کثرت سے درود وسلام پیش کرے اور ایسے طور پر کہ آپ اس کو سنیں اور جواب عنایت فرمائیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ زندگی میں عادۃً جتنے فاصلہ اور جتنی اونچی آواز سے آپ سنتے تھے وفات کے بعد بھی اتنے فاصلہ اور اتنی اونچی آواز سے درود وسلام پیش کرے تاکہ آپ سنیں اور سلام کا جواب عنایت فرمائیں۔

۱۴۹۲...... ووجه الاشكال فيه ان عود الروح الى الجسد يقتضي انفصالها عنه وهو الموت وهو لا يلتئم مع كونه حياً دائماً الخ یہ حدیث کہ بوقت سلام آپ ﷺ کی روح کو آپ کی طرف لوٹایا جاتا ہے بظاہر اس

پر اشکال ہوتا ہے کہ روح کے لوٹانے سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے روح جدا تھی اور روح کا جدا ہونا موت ہے تو یہ نبی کریم ﷺ کے دائمی حیات والے اجماعی عقیدہ کے بھی خلاف ہے اور جو احادیث متواترہ انبیاء علیہم السلام کی حیات پر دلالت کرتی ہیں ان کے بھی خلاف ہے۔ جواب یہ ہے کہ: رد اللہ علی روحی کا مطلب یہ ہے کہ: ان رد روحه کانت سابقة عقب دفنه اللہ تعالیٰ نے دفن کے بعد سلام کنندہ کے سلام سے پہلے روح لوٹا دی تھی تا کہ آپ ﷺ سلام کا جواب دیں۔ لیکن یہ حیات دنیا کی معروف حیات کی طرح محسوس نہیں کہ کھانے پینے، خوراک لباس نکاح وغیرہ کی محتاج حیات نہیں، بلکہ زیر پردہ مخفی "حیات برزخی" ہے، حیات دنیا کے لوازم سے مستغنی ہے اور حیات دنیا کی طرح روح کے بدن میں دخول وحلول سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ روح آسمانوں پر اپنے محل میں ہوتی ہے اور اس کا زمینی قبر میں مدفون یا غیر مدفون بدن کے ساتھ غیر معلوم الکیفیۃ تعلق کی وجہ سے بدن کے باطن میں مخفی حیات حاصل ہو جاتی ہے۔ چونکہ روح بدن سے جدا ہے اور اس میں پہلے کی طرح بدن میں تدبیر وتصرف نہیں کرتی اور بدن سے حیات کے ظاہری آثار بھی معدوم ہیں۔ اس اعتبار سے میت ہے اور چونکہ میت میں روح وجسم عنصری کے تعلق کی وجہ سے مخفی حیات پیدا ہو جاتی ہے اس اعتبار سے زندہ ہے۔ پس قبر کے اندر میت میں دونوں صفتیں جمع ہیں۔ ظاہر بدن اور روح کے بدن سے جدا ہونے کی وجہ سے میت ہے اور مخفی حیات کے اعتبار سے حیٌّ ہے اور انبیاء علیہم السلام میں روح وجسم کا تعلق اتنا قوی ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے وہ نماز وغیرہ عبادات کرتے ہیں۔ (مرعاۃ ج ۳ ص ۲۶۹)

۱۴۹۳ وقد ثبت فی الصحیح ان ارواح الشهداء فی حواصل طیر خضر ومع هذا فاذا زارهم مسلم وسلم علیهم عرفوا به وردوا علیه السلام بل ونسمة المؤمن كذلك مع كونها طائر تعلق فی شجر الجنة ترد علی صاحبها وتشعر به اذا سلم علیه المسلم قال (ابن منده) فهذه روح النائم متعلقة ببدنه وهی فی السماء تحت العرش وترد الی البدن فی اكثر وقت. فروح النائم مستقرها البدن تصعد حتی تبلغ السماء وتری ما هنالك ولم تفارق البدن فراقاً كلياً وعكسه ارواح الانبياء والصديقين والشهداء مستقرها فی عليين وترد الی البدن احياناً ولم تفارق مستقرها ومن لم ينشرح صدره لفهم هذا والتصديق به فلا يبادر الی دعوى انكاره بغير علم فان للارواح شاناً آخر غير شان الابدان (مرعاۃ ج ۳ ص ۲۷۱) صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ شہداء کی ارواح سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہوتی ہیں۔ اس کے باوجود کوئی مسلمان شہداء کی زیارت کرتا ہے اور ان پر سلام کرتا ہے تو وہ اس کو پہچان لیتے ہیں اور اس کے سلام کا جواب لوٹاتے ہیں۔ ابن مندہ رحمہ اللہ نے اس کو مثال سے واضح کیا ہے فرماتے ہیں سوئے ہوئے آدمی کی روح آسمان میں عرش کے نیچے ہوتی ہے لیکن روح کا اس کے بدن کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اور بوقت بیداری مختصر ترین وقت میں روح کو بدن کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے۔ پس سوئے ہوئے آدمی کی روح کی مستقل جائے قرار بدن ہے اور اوپر چڑھ جاتی ہے۔ حتیٰ کہ آسمان تک پہنچ جاتی ہے اور وہاں کے احوال کا مشاہدہ کرتی ہے لیکن بدن سے کلی طور پر جدا نہیں ہوتی بلکہ بدن کے ساتھ تعلق برقرار رہتا ہے اس کے برعکس انبیاء، صدیقین، شہداء کی ارواح کی جائے قرار اور ٹھکانہ علیین میں ہے اور بعض اوقات بدن کی طرف بھی ان کو لوٹایا جاتا ہے، لیکن اپنے مستقر سے کلی طور پر جدا نہیں ہوتیں ومن لم ینشرح صدرہ الخ اور جس کو اس کے متعلق شرح صدر نہیں وہ بغیر علم کے اس کے رد کرنے اور انکار کرنے میں جلدی نہ کرے کیونکہ ارواح کی حالت ابدان کی حالت سے مختلف ہے۔

۱۴۹۴...... ان الانبیاء والشهداء احیاء وحیاۃ الانبیاء اقوی واذالم یسلط علیهم الارض فهم کالنائمین والنائم لا یسمع ولا ینطق حتی ینتبه (مرقاۃ ج ۳ ص ۲۷۲) یقیناً انبیاء اور شہداء زندہ ہیں اور انبیاء علیہم السلام کی حیات اقوی ہے اور جب زندہ ہونے کی وجہ سے زمین کو ان کے کھانے پر مسلط نہیں کیا گیا تو ان کی حالت سوئے ہوئے لوگوں کی طرح ہے اور سویا آدمی بحالت نیند نہ سنتا ہے نہ بولتا ہے۔ (حالانکہ وہ زندہ ہوتا ہے) وہ اس وقت سنتا بولتا ہے جب بیدار ہو جائے۔ (اسی طرح انبیاء، صدیقین، شہداء حضوری رب اور انوارات وتجلیات الٰہیہ کے مشاہدہ اور نعم الٰہیہ کے مطالعہ میں مستغرق ہوتے ہیں لیکن جب ان پر کوئی سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کو بیدار کر کے یعنی استغراقی حالت سے نکال کر سلام کی طرف متوجہ کرتے ہیں تو آپ ﷺ سلام کنندہ کا سلام سنتے ہیں اور جواب عنایت فرماتے ہیں)

۱۴۹۵...... وقد استشکل هذا الحدیث من جهة اخری وهو انه یستلزم استغراق الزمان کله فی ذلک لاتصال الصلاۃ والسلام علیه فی اقطار الارض ممن لایحصی کثرۃ الخ ردروح والی حدیث پر ایک اور اشکال ہے کہ اگر ہر سلام کے وقت آپ کی روح مبارک کو لوٹایا جاتا ہے تو روئے زمین پر ہر آن اور ہر لحظہ بے شمار لوگ آپ ﷺ کو صلوۃ وسلام کا تحفہ بھیجتے ہیں تو اس سے لازم آتا ہے کہ آپ ہر وقت سلام کے سننے اور جواب دینے میں مشغول ومستغرق رہیں اور روح کا بھی ایک لحظہ میں بار بار لوٹنا لازم آتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ احوال آخرت کو عقل کے ساتھ نہیں جانا اور سمجھا جا سکتا اور احوال برزخ، احوال آخرت کے مشابہ ہیں بلکہ احوال آخرت کا آغاز ہے، ان کو عقل سے نہیں جانا اور سمجھا جا سکتا، قلت هذا الجواب الخ مؤلف فرماتے ہیں کہ اس حدیث پر وارد ہونے والے ہر اشکال کا حق اور صحیح جواب یہی ہے: فنؤمن بظاهر الحدیث ونصدق به ونکل علمه الی الله ورسوله الخ پس ہم اس حدیث کے ظاہر پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کی تصدیق کرتے ہیں اور اس کا علم اللہ ورسول کی طرف سپرد کرتے ہیں اور ہم امور برزخ کا امور دنیا کے مشاہدات پر قیاس نہیں کرتے کیونکہ یہ غائبات کا قیاس ہے مشاہدات پر اور یہ انتہائی جہالت غباوت اور ظلم وضلال ہے۔ (مرقاۃ ج ۳ ص ۲۷۳)

۱۴۹۶...... وفی الحدیث مشروعیة الاکثار من الصلاۃ علی النبی ﷺ یوم الجمعة وانها تعرض علیه ﷺ وانه حی فی قبره الخ جمعہ کے دن کثرت درود والی حدیث سے جمعہ کے روز نبی کریم ﷺ پر درود شریف کثرت سے پڑھنے کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ آپ ﷺ کی خدمت میں وہ درود پیش کیا جاتا ہے اور علماء کی ایک جماعت، جن میں امام بیہقی رحمہ اللہ اور امام سیوطی رحمہ اللہ ہیں، کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ وفات کے بعد اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ ﷺ اپنی امت کی طاعات وعبادات کی وجہ سے خوش ہوتے ہیں۔ (مرقاۃ ج ۴ ص ۴۴۰)

۱۴۹۷ وعندنا حیاته هذه هی نوع حیاۃ برزخیة ولیست نظیر الحیاۃ الدنیویة المعهودۃ فان روحه صلی الله علیه وسلم فی مستقرها فی علیین مع الرفیق الاعلی ولها تعلق ببدنه الطیب قوی فوق تعلق روح الشهید بجسده فلا یثبت لها احکام الحیاۃ الدنیویة الا ما وقع ذکره فی الاحادیث الصحیحة (مرقاۃ ج ۴ ص ۴۴۰) مؤلف لکھتے ہیں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی قبر والی حیات ایک قسم کی برزخی یعنی زیر پردہ مخفی حیات ہے، عالم دنیا کی حیات کی طرح محسوس تکلیفی، خوراک لباس نکاح وغیرہ کی طرف محتاج

ہونے والی حیات نہیں اور نہ بدن میں روح کا دخول وحلول ہے، بلکہ نبی کریم ﷺ کی روح انور علیین کے اندر اپنی قرارگاہ میں رفیق اعلیٰ کے ساتھ ہے لیکن روح کا آپ کے طیب وطاہر بدن کے ساتھ اتنا مضبوط تعلق ہے کہ شہداء کے روح وجسد کے تعلق سے قوی ترین ہے، اس قوی تعلق کے باوجود چونکہ آپ ﷺ پر عالم دنیا والی موت کا وقوع ہو چکا ہے اور آپ ﷺ عالم دنیا والی موت کے اعتبار سے میت ہیں اس لئے آپ ﷺ پر دنیا کے احکام جاری نہیں ہوتے، البتہ آپ کے لئے احادیث صحیحہ میں جو دنیا کے احکام بیان ہوئے ہیں وہ ثابت ہوں گے۔

۱۴۹۸...... (واعیدوہ) الآن (الی الارض) ای الی جسدہ الذی دفن فی الارض الخ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ جب مؤمن کی روح کو ساتویں آسمان پر لے جاتے ہیں تو اللہ عزوجل حکم دیتے ہیں کہ اس بندے کا اعمال نامہ علیین میں رکھ دو اور اس کو زمین کی طرف لوٹا دو۔ مؤلف اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابھی اس کی روح کو اس جسد کی طرف لوٹا دو جو زمین میں دفن کیا گیا ہے۔ کیونکہ میں نے اسی زمین سے بنی آدم کے جسموں کو پیدا کیا اور اسی میں ان کے اجساد اور ارواح کو لوٹا دو پس اس کی روح کو زمین میں مدفون جسد کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے، حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ روح میت کے بدن کے تمام اجزاء کی طرف لوٹتی ہے لہٰذا دوسرے اقوال کی طرف توجہ نہ کی جائے۔ (مرعاۃ ج ۵ ص ۳۲۶)

فائدہ: حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ روح کو زمین میں مدفون جسد عنصری کی طرف لوٹایا جاتا ہے اور اس کو زندہ کر کے قبر کی کارروائی روح اور جسد عنصری دونوں کے ساتھ ہوتی ہے۔

الشیخ عبدالرزاق عفیفی (م ۱۴۱۵ھ)

(نائب رئیس للجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیہ وعضو مجلس ھیئۃ کبار العلماء بالسعودیہ)

[نوٹ: ان کے مزید فتاوی فتاوی اللجنۃ الدائمۃ کے عنوان کے تحت دیکھیں]

۱۴۹۹...... المؤمنون ینعمون فی قبورھم. وارواحھم نسمات تعلق فی شجر الجنۃ والکفار یعذبون فی قبورھم بالعرض علی النار ورؤیۃ کل منھم لمقعدہ فیھما مؤمنین کو ان کی قبور میں نعمتیں عطا کی جاتی ہیں حالانکہ ان کی ارواح جنت کے درختوں سے پھل کھاتی ہیں اور کفار کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جاتا ہے کہ ان کو آگ پر پیش کیا جاتا ہے۔ نیز مؤمن کو جنت ودوزخ کا اور کافر کو بھی جنت ودوزخ کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے۔ (فتاوی ورسائل سماحۃ الشیخ عبدالرزاق عفیفی - قسم العقیدۃ ص ۲۴۲)

فائدہ: مؤمن کو تین گنا خوشی ہوتی ہے جنت کا ٹھکانہ دیکھ کر، دوزخ کے ٹھکانے سے بچاؤ پر۔ کافر کو اس کا دوزخ والا ٹھکانہ دینے اور جنت والا ٹھکانہ نہ دینے پر اور کافر پر تین گنا غم مسلط ہو جاتا ہے اور قبر میں جسد عنصری ہوتا ہے۔ لہٰذا عذاب روح اور جسد عنصری دونوں کو ہوتا ہے، روح کو اصالۃً اور بدن عنصری کو تبعاً۔

۱۵۰۰...... الرد علی اھل المسلک الثانی القائلین برد السنۃ بتاویلھا علی غیر ظاھرھا وأحادیث عذاب القبر ونعیم القبر. وسؤال القبر. وعذاب الأبدان: یحملون العذاب علی عذاب الأرواح ان لوگوں پر رد جو نصوص کے ظاہر میں تاویل کر کے غیر ظاہر معنوں پر محمول کرتے ہیں جیسے قبر کے ثواب وعذاب کی احادیث کو ارواح کے عذاب پر محمول کرتے ہیں۔ (ایضاً ص ۲۸۴)

۱۵۰۱ ..... فان الانسان اذا زار القبور فانه یتیقن انه مسئول فی قبره. وان الاقامة فی القبر اما حیاة عذاب وجحیم اذا کان عاصیا مفرطا فی جنب الله. او حیاة اکرام وتنعیم اذا کان من الموحدین المطیعین الله (ایضاً ص ۳۶۳) انسان جب قبور کی زیارت کرے تو دل میں یقین کرے کہ اس سے قبر میں سوال کیا جائے گا اور قبر میں زندہ کر کے اس کو بٹھایا جائے گا۔ اگر نافرمان تھا تو یہ حیات عذاب اور دوزخ ہے اور اگر مطیع، فرمانبردار تھا تو قبر میں حیات انعام و اکرام کے لئے ہوگی۔

فائدہ: قبر میں جسد عنصری ہوتا ہے اور عذاب کی تکلیف اور نعمتوں سے لطف اندوز زندہ ہوتا ہے۔

سید سابق مصری رحمۃ اللہ (استاذ جامعہ ام القریٰ مکہ۔ م ۱۴۲۰ھ)

۱۵۰۲ ..... اتفق اهل السنة والجماعة علی ان کل انسان یسال بعد موته. قبر ام لم یقبر. فلو اکلته السباع او احرق حتی صار رمادا ونسف فی الهواء او غرق فی البحر لسئل عن اعماله. وجوزی بالخیر خیرا وبالشر شرا وان النعیم او العذاب علی النفس والبدن معا (فقہ السنۃ ج ۱ ص ۱۷۵، نیز العقائد الاسلامیۃ ص ۲۴۷) اہل السنت والجماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ موت کے بعد ہر انسان سے سوال کیا جاتا ہے خواہ مدفون ہو یا غیر مدفون۔ پس اگر اس کو درندوں نے کھا لیا یا اس کو جلا دیا گیا۔ حتی کہ وہ راکھ بن گیا اور اس کو فضا میں اڑا دیا گیا یا دریا میں غرق ہو گیا تب بھی اس سے اس کے عقائد اور اعمال کے بارے میں سوال ہوگا، خیر کے بدلے میں اس کو جزائے خیر دی جائے گی اور شر کے بدلے میں اس کو بری جزاء ملے گی۔ یہ پختہ بات ہے کہ ثواب یا عذاب روح اور بدن دونوں پر واقع ہوتا ہے۔

۱۵۰۳ ..... قال ابن القیم: مذهب سلف الامة وائمتها ان المیت اذا مات یکون فی نعیم او عذاب. وان ذلك یحصل لروحه وبدنه. وان الروح تبقی بعد مفارقة البدن منعمة او معذبة. وانها تتصل بالبدن احیانا ویحصل له معها النعیم او العذاب (ایضاً) امام ابن قیم رحمۃ اللہ کے حوالہ سے مؤلف لکھتے ہیں امت کے سلف صالحین اور امت کے ائمہ کا مذہب یہ ہے کہ میت موت کے بعد ثواب یا عذاب میں ہوتی ہے اور یہ ثواب و عذاب روح اور بدن دونوں کو حاصل ہوتا ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ بدن سے جدا ہونے کے بعد روح باقی رہتی ہے اور اس کو ثواب یا عذاب پہنچتا ہے اور اس کا اتصال و تعلق ہوتا ہے بدن کے ساتھ۔ پس اصالۃً ثواب یا عذاب روح کو ہوتا ہے اور روح و بدن کے تعلق کی وجہ سے وہی ثواب و عذاب تبعاً بدن کو بھی پہنچتا ہے۔

۱۵۰۴ ..... وقال المروزی الخ محدث مروزی رحمۃ اللہ کے حوالہ سے مؤلف لکھتے ہیں: ابوعبداللہ یعنی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ نے کہا کہ قبر کا عذاب حق ہے اس کا انکار ضال و مضل کے علاوہ کوئی نہیں کرتا اور حنبل کہتے ہیں میں نے ابو عبداللہ امام احمد رحمۃ اللہ سے عذاب قبر کے متعلق پوچھا تو امام احمد رحمۃ اللہ نے فرمایا عذاب قبر کی احادیث صحیح ہیں ہم ان پر ایمان رکھتے ہیں اور ان میں جو کچھ ہے ان کا اقرار کرتے ہیں۔ حنبل کہتے ہیں میں نے امام احمد رحمۃ اللہ سے عذاب قبر کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: یعذبون فی القبور مستحقین عذاب کو قبور میں عذاب دیا جاتا ہے۔ حنبل کہتے ہیں میں نے ابوعبداللہ امام احمد رحمۃ اللہ سے سنا وہ فرما رہے تھے ہم عذاب قبر اور منکر نکیر پر ایمان رکھتے ہیں اور اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ بندہ سے قبر میں سوال کیا جاتا ہے۔ (فقہ السنۃ ج ۱ ص ۵۷۲)

۱۵۰۵..... حافظ ابن حجر عسقلانی کے حوالہ سے مؤلف لکھتے ہیں کہ ابن حزم اور ابن ہبیرہ کا مذہب یہ ہے کہ قبر میں سوال فقط روح سے ہوتا ہے اور روح کو بدن کی طرف نہیں لوٹایا جاتا، ان کے برعکس جمہور علما کا مذہب یہ ہے کہ روح کو پورے جسد یا جسد کے بعض حصے میں لوٹایا جاتا ہے جیسا کہ حدیث سے یہ ثابت ہے اور اگر سوال فقط روح سے ہوتا ہے تو پھر اس میں بدن کے ذکر کرنے کا کیا فائدہ؟ اور میت کے اجزاء کا بکھر جانا اس میں کوئی رکاوٹ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کو قدرت ہے کہ وہ جسد کے ایک جزء میں حیات پیدا کرے اور اس پر سوال واقع کرے جیسا کہ وہ تمام اجزاء کے جمع کرنے پر قادر ہے اور قبر میں میت پر آثار حیات اور آثار عذاب کا نظر نہ آنا عدم کی دلیل نہیں، دنیا میں کتنی چیزیں موجود ہیں لیکن ہمیں نظر نہیں آتیں، اس لئے عدم نظر عدم کی دلیل نہیں۔ (فقہ السنۃ ج۱ ص ۵۷۳)

۱۵۰۶..... والروح بعد الخ روح کے جسم سے جدا ہونے کے بعد موت واقع ہوتی ہے اور روح میں قوت ادراک باقی رہتی ہے جس کی وجہ سے وہ زائر کا سلام وکلام سنتی ہے اس کو پہچانتی ہے اور سلام کا جواب دیتی ہے اور ثواب کی لذت اور عذاب کا درد محسوس کرتی ہے۔ (العقائد الاسلامیہ ص ۲۳۶)

فائدہ: ثواب وعذاب کا احساس اصالۃً روح کو ہوتا ہے اور بوجہ اتصال وتعلق وہی لذت اور درد تبعاً جسم کو بھی پہنچتا ہے۔

الشیخ عطیہ بن محمد سالم رحمۃ اللہ علیہ (سابق مدرس مدینہ یونیورسٹی ومسجد نبوی۔م ۱۴۲۰ھ)

۱۵۰۷..... من عند الموت تبدأ احوال الآخرة واولها عمنيا البرزخ وكلمة البرزخ بدلا من القبر لان البرزخ اعم من القبر فمن احرق فهو في برزخ. من اغرق واكلته الحيتان فهو في برزخ. من اكلته السباع في الخلاء فهو في برزخ (شرح الاربعین النوویۃ) موت کے وقت سے احوال آخرت شروع ہوجاتے ہیں اور عملی طور پر ان احوال کی ابتداء برزخ سے ہوتی ہے اور برزخ کا لفظ قبر سے عام ہے۔ پس جو شخص جلادیا گیا وہ برزخ میں ہے، جو غرق ہوگیا اور اس کو مچھلیوں نے کھالیا وہ بھی برزخ میں ہے، جس کو درندوں نے کھالیا وہ بھی برزخ میں ہے۔

فائدہ: قبر خاص اور برزخ عام ہے اور قاعدہ ہے کہ خاص عام کا فرد ہوتا ہے اور عام اس کو شامل ہوتا ہے جیسے زید خاص ہے اور انسان عام ہے۔ پس زید انسان کا فرد ہے اور انسان کا لفظ زید کو بھی شامل ہے، جب قبر خاص ہے اور برزخ عام ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ قبر بھی برزخ کا فرد اور برزخ کا حصہ ہے، اس لئے قبر کی حیات حیات برزخیہ ہے اور قبر کا عذاب عذاب برزخ ہے۔

۱۵۰۸..... والرسول ﷺ حي في قبره حياة برزخية كما ان الشهداء احياء عند ربهم يرزقون (شرح الاربعین النوویۃ) رسول اللہ ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں حیات برزخیہ (مخفی حیات) کے ساتھ۔ جیسا کہ شہداء زندہ ہیں اپنے رب کے نزدیک مقرب ہیں، ان کو رزق دیا جاتا ہے۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ قبر برزخ ہے اس لئے قبر میں بدن عنصری کو جو حیات حاصل ہے وہی حیات برزخیہ ہے۔

۱۵۰۹..... (چغل خوری اور پیشاب کی وجہ سے عذاب قبر والی حدیث کے تحت مؤلف لکھتے ہیں) فهذا الحديث نص صريح في وجود عذاب القبر الخ پس یہ حدیث صریح نص ہے عذاب قبر کے ثبوت میں اور کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے عذاب قبر کا انکار کیا ہے جیسے معتزلہ اور ان کے ہمنوا، لیکن جمہور متعدد نصوص کی وجہ سے عذاب قبر کو ثابت کرتے ہیں۔ (شرح بلوغ المرام لعطیہ سالم)

۱۵۱۰...... عذاب القبر یثبته کل طوائف المسلمین و لم ینفه الا المعتزلة الخ قبر کے عذاب کو مسلمانوں کی سب جماعتیں ثابت مانتی ہیں صرف معتزلہ اس کا انکار کرتے ہیں۔ (ایضاً)

۱۵۱۱...... قوله للموتی (السلام علیکم اهل الدیار) لو مررت علی الجدار فلا تقول السلام علیك یا جدار الخ. اہل قبور کا سلام ہے: السلام علیکم اهل الدیار اگر آپ دیوار کے پاس گزریں تو آپ یہ نہیں کہتے: السلام علیك یا جدار کیونکہ دیوار نہیں سنتی۔ پس جب آپ اپنے سامنے والے کو کہتے ہیں: السلام علیك تو آپ جانتے ہیں کہ یہ سلام کا اہل ہے کہ وہ آپ کا سلام سنتا ہے۔ اس سے علماء نے استدلال کیا ہے۔ اگر سلام کرنے والا میت کا نام جانتا ہے تو نام لے کر سلام کرے اور حدیث میں ہے جو آدمی اپنے مسلمان بھائی کی قبر کے پاس گزرتا ہے اور یہ میت کا نام جانتا ہے اور اس پر سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ میت پر اس کی روح کو لوٹاتا ہے۔ پس وہ سلام کا جواب دیتی ہے...... اور علماء نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ مردوں پر گزرنے والے کی حالت مخفی نہیں ہوتی اور مردے ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں اور جب ان پر کوئی گزرتا ہے اور ان پر سلام کرتا ہے ان کے لئے دعا کرتا ہے تو ان پر انعامات تقسیم ہوتے ہیں اور ان کو عطیات ملتے ہیں ان سے پوچھا جاتا ہے تمہیں یہ تحائف اور انعامات کہاں سے ملے ہیں؟ وہ جواب دیتے ہیں فلاں گزرا اس نے سلام کیا، فلاں گزرا اس نے دعا کی۔ فقالوا هذا من اقوی الادلة علی ان الموتی یسمعون السلام والدعاء ممن یسلم علیهم ویدعو لهم والا کان السلام سیذهب ضیاعا فهذا یقتضی بدلالة الالتزام ان المیت یسمع السلام یہ ادلہ میں سے قوی ترین دلیل ہے اس بات پر کہ جب کوئی آدمی مردوں پر سلام کرتا ہے اور ان کے لئے دعا کرتا ہے تو مردے اس کے سلام اور دعا کو سنتے ہیں ورنہ سلام کرنا بے کار ہوگا۔ پس میت پر سلام کرنا دلالت التزامی کے طور پر اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ میت سلام کو سنتی ہے۔ (ایضاً)

الشیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ (عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز، مفتی عام سعودی عرب۔ م ۱۴۲۰ھ)

۱۵۱۲...... لا شك ان النبی ﷺ بعد وفاته حی حیاة برزخیة اکمل من حیاة الشهداء الخ اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی کریم ﷺ وفات کے بعد برزخی حیات کے ساتھ زندہ ہیں جو شہداء کی حیات سے زیادہ کامل ہے لیکن یہ عالم دنیا اور عالم آخرت کی جنس میں سے نہیں۔ (کیونکہ وہ محسوس حیات ہے اور قبر میں برزخی حیات مخفی باطنی حیات ہے) بلکہ یہ ایسی حیات ہے جس کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ کے ماسواء کوئی نہیں جانتا۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ما من احد یسلم علی الخ جو کوئی مسلمان مجھ پر سلام کرے گا اللہ تعالیٰ میری روح کو میری طرف متوجہ کر دیں گے اور میں سلام کا جواب دوں گا۔ اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ آپ کی روح آپ کے بدن سے جدا ہے اس وجہ سے آپ میت ہیں لیکن سلام کے وقت آپ کی روح کو متوجہ کر دیا جاتا ہے اور عالم دنیا میں موت کا ورود جو نصوص سے ثابت ہے یہ حیات برزخیہ کے لئے مانع نہیں جیسا کہ شہداء کی موت ان کی حیات برزخیہ کے لئے مانع نہیں۔

(التحقیق والایضاح لکثیر من مسائل الحج والعمرۃ والزیارۃ علی ضوء الکتاب ص ۹۶)

۱۵۱۳...... بن باز سے تین سوال ہوئے: رسول اللہ ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں یا نہیں؟ کیا آپ اپنی قبر میں امور دنیا کو جانتے ہیں؟ یہ عقیدہ شرک ہے یا نہیں؟ بن باز جواب لکھتے ہیں: قد صرح الکثیرون من اهل السنة

بان النبی ﷺ - حی فی قبرہ حیاۃ برزخیۃ الخ بہت سے اہل سنت علماء نے وضاحت سے لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں حیات برزخیہ کے ساتھ جس کی حقیقت کو اللہ کے سواء کوئی نہیں جانتا اور یہ اہل دنیا کی محسوس حیات کی جنس سے نہیں بلکہ یہ ایک الگ قسم ہے اور اسی حیات برزخیہ کی وجہ سے نعمتوں کی لذت سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور اسی کی وجہ سے آپ ﷺ سلام کرنے والوں کا سلام سنتے ہیں اور سلام کا جواب بھی دیتے ہیں اور سلام و جواب کے وقت اللہ تعالیٰ آپ کی روح کو آپ کی طرف متوجہ کر دیتے ہیں جیسا کہ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ سے عمدہ سند کے ساتھ حدیث نقل کی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو کوئی مجھ پر سلام کرے گا اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح کو متوجہ کر دیں گے اور میں سلام کا جواب دوں گا اور اس مضمون کی احادیث بہت ہیں اور یہ حیات برزخیہ شہداء کی حیات سے کامل ترین ہے۔ (مجموع فتاوی ابن باز ج ۲ ص ۳۸۶)

فائدہ: اس سے چند امور معلوم ہوئے۔ (۱) نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ (۲) قبر میں بدن عنصری ہے تو بدن عنصری کا زندہ ہونا معلوم ہوا۔ (۳) قبر میں آپ کے بدن میں جو حیات ہے یہی حیات برزخیہ ہے کیونکہ قبر برزخ کا حصہ ہے اس وجہ سے قبر میں جو حیات ہے حیات برزخیہ ہے۔ (۴) آپ سلام سنتے ہیں اور سلام کا جواب عنایت فرماتے ہیں۔

۱۵۱۴..... فان السؤال حق والمیت ترد الیہ روحہ وقد صحت بذلک الاخبار عن رسول اللہ ﷺ وحیاۃ المیت فی قبرہ غیر حیاتہ الدنیویۃ الخ قبر میں منکر نکیر کا سوال برحق ہے اور اس وقت میت کی روح اس کی طرف لوٹا دی جاتی ہے (بصورت دخول وحلول) اور اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کی صحیح احادیث موجود ہیں۔ البتہ قبر کی حیات عالم دنیا کی حیات سے مختلف ہے بلکہ یہ ایک خاص قسم کی برزخی حیات ہے جو دنیا والی حیات کی جنس میں سے نہیں۔ کیونکہ دنیا کی حیات محسوس حیات ہوتی ہے اور اس میں انسان خورد ونوش، لباس اور نکاح وغیرہ کی طرف محتاج ہوتا ہے جب کہ حیات برزخیہ میں ایسا نہیں ہوتا بلکہ یہ ایسی حیات ہوتی ہے جس کی وجہ سے میت سوال کو سمجھتی اور جواب دیتی ہے، قبر کے سوال و جواب کے بعد مؤمنین کی روح علیین کی طرف اور اہل نار کی نار کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ (لیکن بدن کے ساتھ تعلق واتصال قائم رہتا ہے) (مجموع فتاوی ابن باز ج ۸ ص ۳۳۹)

۱۵۱۵..... فالواجب علینا أن نصدق بما جاء بہ ... و کون العبد فی القبر یعذب أو ینعم و ترد إلیہ روحہ. کل ھذا حق جاءت بہ النصوص ہم پر واجب ہے کہ ہم اس بات کی تصدیق کریں..... کہ قبر میں میت کو عذاب یا ثواب دیا جاتا ہے اور اس کی روح اس کے بدن کی طرف لوٹا دی جاتی ہے، یہ سب کچھ حق ہے اس پر نصوص موجود ہیں۔ (مجموع فتاوی ابن باز ج ۸ ص ۳۳۹)

۱۵۱۶..... والعذاب والنعیم للروح والجسد جمیعا فی القبر. وھکذا فی الآخرۃ فی الجنۃ او فی النار اما من مات بالغرق او بالحرق او باکل السباع فان روحہ یاتیہا نصیبہا من العذاب والنعیم. ویاتی جسدہ من ذلک فی البر او البحر. او فی بطون السباع ما شاء اللہ من ذلک الخ قبر میں عذاب وثواب روح اور جسد دونوں کو ہوتا ہے، اسی طرح قیامت کے دن جنت اور دوزخ میں بھی عذاب وثواب روح اور بدن دونوں کو ہوگا۔ (معلوم ہوا کہ جیسے آخرت میں ثواب وعذاب روح اور بدن عنصری کو ہوگا قبر میں بھی ثواب وعذاب روح اور بدن عنصری کو ہوتا ہے اور قبر میں بدن عنصری ہوتا ہے اس لئے قبر میں جو بدن ہے عذاب وثواب اسی کو ہوگا)

اور جو آدمی غرق ہونے یا جلانے یا درندوں کے کھانے کی وجہ سے فوت ہوا۔ (اصالۃ) اس کی روح کو عذاب ہوتا ہے اور جسد عنصری خواہ خشکی میں ہو یا دریا میں ہو یا درندوں کے پیٹ میں ہو اللہ تعالیٰ جتنا عذاب دینا چاہتے ہیں وہ (تبعاً) جسد عنصری کو بھی پہنچتا ہے، البتہ ثواب وعذاب کا زیادہ حصہ روح کو پہنچتا ہے۔ چنانچہ مؤمن کی روح جنت میں چلی جاتی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے مؤمن کی روح پرندے کی طرح جنت میں آزادی سے اڑتی پھرتی ہے اور جنت کے پھل کھاتی ہے اور کافر کی روح دوزخ میں چلی جاتی ہے۔ (مجموع فتاوی بن باز ج ۸ ص ۳۴۰)

فائدہ: روح کا بدن کے ساتھ معنوی تعلق باقی رہتا ہے اس تعلق کی وجہ سے روح کے ساتھ جسد کو بھی ثواب وعذاب ملتا رہتا ہے۔

۱۵۱۷..... س۱۸ ما ھی عقیدۃ اھل السنۃ والجماعۃ فی عذاب القبر وھل ھو علی الروح فقط او علی الروح والجسد ج: من عقیدۃ اھل السنۃ والجماعۃ الایمان بعذاب القبر ونعیمہ الخ بن باز سے سوال ہوا کہ عذاب قبر فقط روح کو ہوتا ہے یا روح اور جسد دونوں کو؟ اس بارے میں اہل السنت والجماعت کا عقیدہ کیا ہے؟ بن باز نے جواب دیا کہ اہل السنت والجماعت کا اس بات پر ایمان ہے کہ قبر میں میت کو ثواب یا عذاب ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اس پر ایمان رکھے اور اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مطلع کیا دو شخصوں پر جن کو قبر میں عذاب ہو رہا تھا ایک کو چغل خوری کی وجہ سے دوسرے کو پیشاب سے نہ بچنے کی وجہ سے، اھل السنۃ والجماعۃ یؤمنون بعذاب القبر ونعیمہ انہ حق علی الروح والجسد جمیعاً ولکن نصیب الروح اکثر کما قال اللہ عز وجل فی آل فرعون النار یعرضون الخ فھکذا المیت الصالح ینعم فی قبرہ وغیر الصالح یعذب فی قبرہ اہل السنت والجماعت اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ روح اور جسد دونوں کو قبر میں ثواب وعذاب حق ہے لیکن روح کو ثواب یا عذاب جسد سے زیادہ ہوتا ہے جیسا کہ آل فرعون کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ان پر صبح وشام آگ پیش کی جاتی ہے، اسی طرح نیک میت کو قبر میں نعمتیں عطا کی جاتی ہیں اور غیر صالح میت کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے۔ (مجموع فتاوی ابن باز ج ۲۸ ص ۲۶)

۱۵۱۸..... وثبت عنہ ﷺ ان المیت یسمع قرع نعال المشیعین لہ اذا انصرفوا عنہ (مجموع فتاوی ابن باز ج ۳ ص ۳۱۱) نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ دفن کے بعد واپس لوٹنے والوں کی جوتیوں کی آواز میت سنتی ہے۔

۱۵۱۹..... امام ابن قیم کے حوالہ سے بن باز رحمہ اللہ لکھتے ہیں: سلف کا اس بات پر اجماع ہے اور اس پر سلف سے احادیث متواترہ منقول ہیں کہ میت اپنے زائر کو پہچانتی ہے اور اس کی وجہ سے خوش ہوتی ہے...... اور اس کا سلام وکلام سنتی ہے۔ (ایضاً)

۱۵۲۰..... ان النبی لا یخرج من قبرہ الی یوم القیامۃ لکن روحہ فی الجنۃ فی اعلی علیین علیہ الصلاۃ والسلام ترد الی جسدہ الخ نبی کریم ﷺ (اللہ کے حکم کے بغیر) قیامت تک اپنی قبر سے باہر نہیں آئیں گے لیکن آپ کی روح جنت کے اندر اعلیٰ علیین میں ہے اور جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں سلام کے وقت آپ کی روح کو آپ کے جسد کی طرف متوجہ کر دیا جاتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا جب کوئی مجھ پر سلام کرے گا اللہ تعالیٰ میری روح کو میری طرف متوجہ کر دے گا اور میں سلام کا جواب دوں گا۔ (فتاوی نور علی الدرب لابن باز بعنایۃ الشویعر ج ۳ ص ۶۹)

۱۵۲۱...... احوال قبر اور احوال میت کے متعلق بن باز رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: موت کے بعد میت کی طرف سوال کے وقت اس کی روح کو لوٹا یا جاتا ہے پھر سوال کیا جاتا ہے اور سوال برحق ہے اور اس سے قبر میں جو حیات حاصل ہوتی ہے وہ دنیاوی حیات جس میں انسان کھانے پینے، لباس، نکاح وغیرہ کی طرف محتاج ہوتا ہے اس کی جنس سے نہیں، بلکہ حیات برزخیہ ہے۔یعقل معھا السوال والجواب جس کے ساتھ میت سوال و جواب کو سمجھ سکتی ہے۔مؤمن جب جواب دیتا ہے: ربی الله الاسلام دینی محمد نبیی تو اس کے لئے قبر سے جنت کی طرف دروازہ کھول دیا جاتا ہے وہاں سے اس کے پاس جنت کی خوشبو اور نعمتیں آتی ہیں اور اس کو خوشخبری دی جاتی ہے۔ ھذا مکانك من الجنة حتی یبعثك الله الیه کہ جنت میں یہ تیری جگہ ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تجھے قبر سے اٹھائے اور اس کو دوزخ کا ٹھکانہ دکھا کر کہا جاتا ہے کہ اگر تو کفر کرتا تو یہ تیرا ٹھکانہ ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ نے تجھے اس سے عافیت عطا کی اور کافر سے جب رب، دین اور نبی کے متعلق سوال ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا، میں نے لوگوں سے سنا تو میں نے بھی کہا۔اس کو لوہے کے گرز سے مارا جاتا ہے وہ چیختا ہے۔حتیٰ کہ اس کی چیخیں جن و انس کے علاوہ ہر چیز سنتی ہے، جانور بھی سنتے ہیں اس کے لئے دوزخ کی طرف دروازہ کھول دیا ہے تو دوزخ سے اس کی طرف زہریلی ہوا اور عذاب آتا ہے اور اسے کہا جاتا ہے یہی ہے تیری جگہ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تجھے قبر سے اٹھائے۔اس پر قبر اتنی تنگ ہوجاتی ہے کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں اور اس کے لئے جنت کا دروازہ کھول کر اس کا جنت والا ٹھکانہ دکھا کر کہا جاتا ہے کہ اگر تو ایمان لاتا تو یہ تیرا ٹھکانہ ہوتا لیکن تو نے کفر کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قبر جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے یا آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے اور قبر میں عذاب و ثواب روح اور جسد دونوں کو حاصل ہوتا ہے اسی طرح آخرت کے اندر جنت میں ثواب اور دوزخ میں عذاب روح اور جسد دونوں کو ہوگا۔ (ایضاً ج ۴ ص ۳۰۰)

<u>فائدہ</u>: اس سے معلوم ہوا کہ قبر میں اور آخرت میں عذاب وثواب کا محل ایک ہی ہے یعنی روح اور جسد عنصری۔

۱۵۲۲...... واللتی جسدھا فی البحر او بالحرق او فی بطون السباع یاتیه نصیبه من ذالك اور وہ روح جس کا جسد دریا میں غرق ہوگیا یا اس کو جلا دیا یا درندوں کی خوراک بن کر ان کے پیٹ چلا گیا ان کے حصہ کا عذاب ان کو بھی پہنچتا ہے اور جسد کا جل جانا یا درندوں کا کھا جانا یا دریا میں غرق ہوجانا عذاب میں رکاوٹ نہیں بنتا ان سے ہر ایک کو عذاب پہنچتا ہے ومعظمه فی القبر علی الروح نعیما اوشرا وینال الجسد نصیبه من ذالك ثواب یا عذاب کا زیادہ حصہ روح کو پہنچتا ہے اور عذاب کا جو حصہ جسد کا ہے وہ اس کو بھی حاصل ہوتا ہے۔ (ایضاً ج ۴ ص ۳۰۰)

۱۵۲۳...... الروح ھی النفس والنفس ھی الروح والعذاب علی النفس والجسد جمیعاً یکون لھما الجمیع العذاب ویکون لھما النعیم (ایضاً ج ۴ ص ۳۱۹) نفس اور روح ایک چیز ہے اور عذاب نفس اور جسد دونوں پر واقع ہوتا ہے۔عذاب بھی روح وجسد دونوں کے لئے ہوتا ہے اور ثواب بھی روح اور جسد دونوں کے لئے ہوتا ہے۔

۱۵۲۴...... کل میت یمتحن فی ای مکان الخ ہر میت کا امتحان لیا جاتا ہے خواہ وہ خشکی میں ہو یا دریا میں، یا دیوار کے نیچے دبا ہوا ہو یا جہاں بھی جس حالت میں ہو اس کے پاس فرشتہ آتا ہے اور اس سے سوال کر کے اس کا امتحان کرتا ہے اگر نیک بخت ہو تو اس کو نعمتیں نصیب ہوتی ہیں اور اگر بد بخت ہو تو اس کو عذاب حاصل ہوتا ہے اور اس کی

روح آگ کی طرف لوٹائی جاتی ہے پس مؤمن خواہ دیوار کے نیچے دبا ہوا ہو یا دریا میں یا جس مکان میں بھی ہو اس کی اسی جگہ میں اس کے پاس نعمتیں پہنچتی ہیں اور اس کی روح جنت کی طرف منتقل ہو جاتی ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ مؤمنین اور شہداء کی ارواح جنت میں سیر کرتی ہیں اور شہداء کی روحیں جنت کی سیر کر کے عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی قندیلوں میں قرار پذیر ہو جاتی ہیں ...... فالمقصود ان المیت فی ای مکان فی ھذہ او فی غیرہ ینالہ ما وعدہ اللہ من خیر و شر مقصود یہ ہے کہ میت جس جگہ ہو، دیوار کے نیچے ہو یا کسی اور جگہ میں ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے جس خیر یا شر کا (یعنی ثواب یا عذاب کا) وعدہ کیا ہے وہ اس کو پہنچتا ہے۔ (ایضاح ج ۴ ص ۳۲۰)

۱۵۲۵...... سوال: نسمع من بعض الناس الخ ہم بعض لوگوں سے سنتے ہیں کہ دفن کے بعد قبر سے آگ نکلی یا اژدھا وغیرہ، کیا ایسا پہلے بھی ہوا ہے؟ اور کیا کتابوں میں ایسے واقعات درج ہیں؟

جواب: صحیحین میں نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ دو قبروں پر گزرے اور فرمایا ان دونوں قبروں میں عذاب ہو رہا ہے، ان میں سے ایک پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغل خوری کرتا تھا۔ پس عذاب قبر حق ہے، ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب اہوال القبور میں قبور میں عذاب کے متعدد واقعات ذکر کئے ہیں۔ کسی مجبوری کی بناء پر بعض قبروں کو اکھیڑا گیا تو کسی میں آگ کے شعلے پائے گئے، کسی کی گردن میں آگ کو لپٹا پایا گیا۔ مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بنی آدم کو قبور کے عذاب کا مشاہدہ کراتے ہیں تاکہ نصیحت پکڑ لیں اور ان میں خوف پیدا ہو۔ تیس یا چالیس پہلے کی بات ہے ایک آدمی نے مجھے اپنا مشاہدہ بتایا کہ اس کی پھوپھی کو قبر میں عذاب ہو رہا ہے، وہ کہتا ہے کہ میں ایک دن خود قبر کی طرف گیا تاکہ اصل حقیقت سامنے آئے، میں قبر کے پاس آیا تو میں نے قبر سے چیخیں سنیں جس سے پتہ چلا کہ قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔ اسی طرح بعض کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو قبر سے کستوری کی خوشبو آتی ہے، ایک ثقہ آدمی نے مجھے خبر دی کہ وہ سفر میں تھے ان میں سے ایک شخص فوت ہو گیا، اس کو دفن کرنے کے لئے ایک جگہ قبر کھودی گئی تو وہ ایک قبر تھی جس میں ایک انسان پڑا ہے، قبر عمدہ کستوری جیسی خوشبو سے مہک رہی ہے اور وہ آدمی صحیح سالم ہے اس میں کوئی تغیر نہیں آیا۔ انہوں نے اس قبر کو درست کر دیا اور اپنی میت کے لئے دوسری جگہ قبر کھودی۔ (ایضاح ج ۱۴ ص ۱۶۱)

۱۵۲۶...... فالحاصل ان النعیم والعذاب للروح والجسد جمیعا لکن فی البرزخ معظمہ علی الروح والجسد ینالہ نصیبہ وان کان فی البحار وان کان فی بطن السباع وان کان فی ای مکان (ایضاح ج ۱۴ ص ۱۶۶) خلاصہ یہ کہ ثواب و عذاب روح اور جسد دونوں کو ہوتا ہے لیکن برزخ میں زیادہ عذاب روح کو ہوتا ہے اور جسد کو بھی اس کا حصہ حاصل ہوتا ہے اگرچہ جسد دریاؤں میں ہو یا درندوں کے پیٹ میں ہو یا جس جگہ بھی ہو۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ روح اور جسد عنصری کو ثواب و عذاب ہوتا ہے کیونکہ بدن مثالی نہ دریاؤں میں غرق ہوتا ہے نہ درندے بدن مثالی کو کھاتے ہیں۔

علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ (محمد ناصر الدین، دمشق۔ م ۱۴۲۰ھ)

۱۵۲۷...... حدیث میں دعا ہے: اللھم انی اعوذبک من عذاب القبر اس کے تحت علامہ البانی لکھتے ہیں نخیہ

اثبات عذاب القبر وفتنۃ الخ اس میں عذاب قبر کا اور قبر کے فتنہ (یعنی منکر نکیر کے سوال) کا اثبات ہے، اہل السنۃ کا مذہب یہی ہے۔ (اصل صفۃ صلاۃ النبی ج ۳ ص ۱۰۰۳)

۱۵۲۸..... بخاری کے شارح ابن التین نے کہا: الموتی لا یصلون مردے نماز نہیں پڑھتے۔ علامہ البانی اس کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ھذا لیس بصحیح: ابن التین کا یہ قول صحیح نہیں، کیونکہ قبور میں مردوں کی نماز کی نفی پر کتاب وسنت میں کوئی نص نہیں اور چونکہ قبر میں نماز کا معاملہ امور غیبیہ میں سے ہے۔ بغیر نص کے نفی کے بارے میں یقین کے ساتھ کوئی بات کہنا مناسب نہیں اور نص مفقود ہے، بلکہ نماز پڑھنے کی نص موجود ہے جس سے علی الاطلاق نفی والا قول باطل ہو جاتا ہے اور وہ ہے نبی کریم ﷺ کا اسراء کی رات موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھنا۔ جیسا کہ امام مسلم نے اس کو روایت کیا ہے۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کا مقتدی بن کر آپ کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح حدیث سے ثابت ہے، بلکہ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں۔ محدث ابویعلی نے عمدہ سند کے ساتھ اس حدیث کو اپنی کتاب میں درج کیا ہے اور میں نے بھی سلسلہ احادیث صحیحہ: ۶۲۲ میں اس کو درج کیا ہے۔ بلکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے جو ابویعلی کی حدیث سے عام ہے وہ یہ ہے کہ قبر میں مؤمن کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اس کو کہتے ہیں بیٹھ جایئے وہ بیٹھ جاتا ہے اور اس کو قبر میں سورج غروب ہونے کے قریب دکھایا جاتا ہے فرشتے اس سے سوال کرتے ہیں کہ اس آدمی (محمد ﷺ) کے بارے میں جو تم میں تھا آپ کیا کہتے ہو؟ اس پر کیا گواہی دیتے ہو؟ وہ کہتا ہے دعونی اصلی مجھے چھوڑیئے میں نماز پڑھتا ہوں۔ فرشتے کہتے ہیں: انک ستفعل بے شک عنقریب تو ایسا کرے گا۔ یہ حدیث صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم میں ہے اور امام حاکم نے کہا کہ یہ امام مسلم کے شرط کے مطابق صحیح ہے اور امام ذہبی نے بھی امام حاکم کی موافقت کی ہے۔ فھذا الحدیث صریح فی أن المؤمن أیضا یصلی فی قبرہ فبطل بذالک القول بأن الموتی لا یصلی یہ حدیث اس بات پر بالکل واضح دلیل ہے کہ انبیاء کی طرح عام مؤمن صالح بھی قبر میں نماز پڑھتا ہے۔ لہٰذا اس کے ساتھ یہ قول کہ قبر میں مردے نماز نہیں پڑھتے باطل ہو گیا۔ (احکام الجنائز ص ۲۱۳)

<u>فائدہ</u>: زندہ آدمی نماز پڑھتا ہے مردہ نہیں اور قبر میں بدن عنصری ہوتا ہے بدن مثالی نہیں۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ البانی کے نزدیک بدن عنصری قبر میں زندہ ہے اور صرف انبیاء کے اجساد نہیں عام مؤمنین کے اجساد بھی زندہ ہیں۔

۱۵۲۹..... جس شخص کا یہ خیال ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں ہماری دنیا والی محسوس تکلیفی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں تو یہ اس کا خیال غلط ہے۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو پھر کیا وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کی بجائے غیر کے پیچھے نماز پڑھی جو مرتبہ اور فضیلت میں کبھی بھی آپ کے قریب نہیں ہو سکتا؟ اور میں نے جو یہ تقریر کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: انا فی قبری حی طری من سلم علی سلمت علیہ (میں قبر میں زندہ ہوں تر و تازہ ہوں جو مجھ پر سلام کرے گا میں بھی اس پر سلام کروں گا) اس کی وجہ سے مجھ پر اعتراض نہ کیا جائے کیونکہ اس کے الفاظ کا کوئی ثبوت نہیں۔ یہ الفاظ خود میرے ہیں، لیکن اس کا مفہوم ومعنی متعدد احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ چند احادیث یہ ہے:

(۱) نبی کریم ﷺ نے فرمایا جمعہ کے دن میرے اوپر کثرت سے درود پڑھنا کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جائے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا آپ تو بوسیدہ ہو چکے ہوں گے تو ہمارا درود آپ پر کیسے پیش ہوگا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ نے

زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔ (کیونکہ وہ زندہ ہیں اور زمین زندہ جسم کو نہیں کھاتی۔ اس لئے درود روح اور جسم کے مجموعہ پر پیش ہوگا) (۲) انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں نماز یں پڑھتے ہیں۔ (۳) میں اسراء کی رات موسیٰ علیہ السلام پر گزرا تو وہ قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ (۴) بے شک اللہ تعالیٰ نے فرشتے مقرر کر دیئے ہیں جو چلتے پھرتے ہیں اور میری امت کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔ (التوسل انواعہ واحکامہ ص ۵۸)

۱۵۳۰...... ان حیاته ﷺ بعد وفاته مخالفة لحیاته قبل الوفاة. ذلك ان الحیاة البرزخیة غیب من الغیوب ولا یدری کنهها الا الله سبحانه وتعالیٰ الخ (التوسل انواعہ واحکامہ ص ۵۹) بے شک نبی کریم ﷺ کی حیات بعد الوفات (یعنی آپ کی حیات قبر) اس حیات سے مختلف ہے جو وفات سے پہلے عالم دنیا میں تھی، اس کی تفصیل یہ ہے کہ وفات کے بعد والی حیات برزخیہ (یعنی حیات قبر) غیوبات میں سے ایک غیبی اور مخفی چیز ہے۔ حیات دنیا کی طرح محسوس نہیں۔ اس حیات کی حقیقت کو اللہ کے سواء کوئی نہیں جانتا۔ لیکن یہ بات ثابت اور قطعی ہے کہ یہ حیات عالم دنیا کی حیات سے مختلف ہے اور حیات دنیا کے قوانین کے تابع نہیں، سو انسان دنیا میں کھاتا پیتا ہے، سانس لیتا ہے، نکاح کرتا ہے، حرکت کرتا ہے، بول و براز کرتا ہے، بیمار ہوتا ہے، گفتگو کرتا ہے اور کوئی طاقت نہیں رکھتا جو یہ ثابت کر سکے کہ موت کے بعد کسی کو یہ امور پیش آتے ہیں۔ حتیٰ کہ انبیاء علیہم السلام اور ان کے سردار ہمارے نبی کریم ﷺ کے لئے بھی موت کے بعد ان امور کا پیش آنا ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

۱۵۳۱...... ثم اعلم ان الحیاة التی اثبتها هذا الحدیث للانبیاء علیہم السلام انما هی حیاة برزخیة لیست من حیاة الدنیا فی شیء ولذلك وجب الایمان الخ خلاصہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ موت کے بعد برزخ (قبر) میں زندہ ہیں کامل ترین حیات کے ساتھ، لیکن یہ برزخی حیات، حیات دنیا کے مشابہ نہیں ...... اس لئے حیات برزخیہ کا حیات دنیا پر قیاس کرنا جائز نہیں۔ حیات دنیا، حیات قبر، حیات آخرت ہر ایک کے خواص واحوال جدا جدا ہیں۔ ولا متشابه به الا فی الاسم ان کے درمیان صرف لفظ حیات میں لفظی اشتراک اور اسمی تشابہ ہے، لیکن حقیقت ہر ایک کی جدا جدا ہے اور اہل بدعت کی طرح یہ دعویٰ نہ کرنا چاہئے کہ نبی کریم ﷺ کی قبر میں حیات حقیقیہ ہے کہ آپ قبر میں کھاتے پیتے ہیں اور عورتوں سے جماع کرتے ہیں۔ وغیرہ! (سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ ج ۲ ص ۱۸۷)

۱۵۳۲...... والاحادیث فی ذلك متواترة فلا مجال للشك فیه بزعم انها آحاد ولو سلمنا انها آحاد فیجب الاخذ بها لان القرآن یشهد لها قال تعالیٰ وحاق بآل فرعون الخ عذاب قبر کے اثبات میں احادیث متواترہ ہیں۔ لہٰذا اس میں اس شک کی کوئی گنجائش نہیں کہ یہ حدیثیں خبر آحاد ہیں، کیونکہ اولاً تو یہ احادیث خبر آحاد نہیں بلکہ احادیث متواترہ ہیں اور اگر تسلیم کر لیں کہ یہ خبر آحاد ہیں تب بھی ان کے مطابق عقیدہ رکھنا واجب ہے۔ کیونکہ ان کی صحت پر قرآن شہادت دے رہا ہے۔ قرآن کریم کی اس آیت میں تین عذابوں کا ذکر ہے۔ (۱) وحاق بآل فرعون سوء العذاب قوم فرعون پر سخت عذاب (دریا میں غرق ہونا) اتر پڑا۔ (۲) النار یعرضون علیها الخ ان پر صبح وشام آگ پیش کی جاتی ہے۔ (۳) ویوم تقوم الساعة الخ اور جس دن قیامت قائم ہوگی ان کو کہا جائے گا اے آل فرعون! پہلے سے زیادہ سخت عذاب میں داخل ہو جاؤ۔ پہلا دنیا کا عذاب، دوسرا قبر کا، تیسرا آخرت کا عذاب ہے۔ (سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ ج ۱ ص ۲۹۵)

۱۵۳۳...... ان سؤال الملكین فی القبر حق ثابت فیجب اعتقاده ایضا والاحادیث فیه ایضا

متواترۃ (ایضاً ج۱ ص۲۹۷) قبر میں منکر نکیر کا سوال حق ہے ثابت ہے۔ پس اس کا اعتقاد رکھنا واجب ہے اور اس بارے میں احادیث متواترہ ہیں۔

۱۵۳۴۔۔۔۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان: الانبیاء احیاء فی قبورھم (انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں) یہ حدیث صحیح ہے، مجھ پر اس کی صحت تب واضح ہوئی جب مجھے اس کا مؤید و متابع مل گیا۔ (ایضاً ج۱ ص۳۶۶)

۱۵۳۵۔۔۔۔ فیقول: دعونی حتی اصلی فھذا الحدیث صریح فی ان المؤمن ایضا یصلی فی قبرہ فبطل بذلک القول بان الموتی لا یصلون (موسوعۃ الالبانی فی العقیدۃ ج۲ ص۴۰۱) میت کہتی ہے مجھے چھوڑو میں نماز پڑھتی ہوں۔ یہ حدیث اس کی صریح اور واضح دلیل ہے کہ مومن بھی قبر میں نماز پڑھتا ہے، اس کے ساتھ یہ قول باطل ہو گیا کہ قبر میں مردے نماز نہیں پڑھتے۔

۱۵۳۶۔۔۔۔ صلاۃ الانبیاء فی قبورھم عقیدۃ صحیحۃ یجب علی المسلم ان یؤمن بھا قبور میں انبیاء علیہم السلام کے نماز پڑھنے کا عقیدہ صحیح ہے، مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اس پر ایمان لائے لیکن اس کی کیفیت کے بارے میں بحث نہ کرے مثلاً یوں کہے کہ قبر تنگ ہوتی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کھڑے ہو کر کیسے نماز پڑھی؟ لاننا نقول عالم الغیب لایقاس علی عالم الشھادۃ کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ عالم غیب کا عالم شہادت پر قیاس نہ کیا جائے۔ (ایضاً ج۸ ص۱۵۴)

شیخ محمد بن صالح بن محمد عثیمین رحمۃ اللہ علیہ (عضو ہیئۃ کبار العلماء، سعودیہ۔ م ۱۴۲۱ھ)

۱۵۳۷۔۔۔۔ عذاب القبر ثابت بصریح السنۃ وظاھر القرآن واجماع المسلمین ھذہ ثلاثۃ ادلۃ الخ عذاب قبر صریح سنت، ظاہر قرآن اور مسلمانوں کے اجماع سے ثابت ہے، عذاب قبر پر یہ تین قسم کے دلائل ہیں، اس کے بعد مؤلف نے تین قسم کے دلائل تفصیلاً ذکر کئے ہیں۔ (فتاوی ارکان الاسلام ص۱۰۸)

۱۵۳۸۔۔۔۔ اگر عذاب قبر کا منکر یہ اعتراض کرے کہ اگر قبر کو کھولا جائے تو قبر نہ تنگ نظر آتی ہے نہ فراخ۔ اس کا کیا جواب ہے؟ مؤلف لکھتے ہیں کہ قبر میں عذاب و ثواب اور قبر کا تنگ اور وسیع ہونا میت کو محسوس ہوتا ہے دوسرے کو محسوس نہیں ہوتا، جیسا کہ انسان خواب میں دیکھتا ہے کہ وہ کھڑا ہے، جا رہا ہے، واپس آ رہا ہے، مار رہا ہے، مار کھا رہا ہے، کبھی اپنے آپ کو تنگ خوفناک جگہ میں دیکھتا ہے یا کبھی اپنے آپ کو کھلی پُر بہار جگہ میں دیکھتا ہے، لیکن اس کے ارد گرد والے نہ اس منظر کو دیکھتے ہیں اور نہ ان احوال کا ان کو شعور ہوتا ہے۔ اس لئے ایسے مخفی اور غیبی امور میں انسان پر واجب ہے کہ: سمعنا و اطعنا و آمنا و صدقنا کہے یعنی ہم نے مان لیا اور ہم نے اطاعت کی، ہم ایمان لائے اور ہم نے تصدیق کی۔ (فتاوی ارکان الاسلام ص۱۰۹)

۱۵۳۹۔۔۔۔ اصالۃً عذاب روح پر ہوتا ہے کیونکہ موت کے بعد اصل حکم روح کے لئے ہوتا ہے اور بدن بوسیدہ اور خشک ہو جاتا ہے، اسی وجہ سے وہ اسباب بقاء کا محتاج نہیں ہوتا، سو نہ وہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے بلکہ اس کو کیڑے مکوڑے کھاتے ہیں۔ (تاہم ان کے ساتھ روح کا معنوی تعلق ہوتا ہے جس کی وجہ سے ان بوسیدہ اجسام یا ان کے ذرات کو روح کے تابع ہونے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے اور وہ روح کے عذاب سے متاثر ہوتے ہیں، اسی لئے آگے مؤلف نے ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھا ہے) لیکن شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ بے شک روح کا بدن کے ساتھ اتصال ہوتا ہے تو روح کے ساتھ بدن کو بھی عذاب یا ثواب ہوتا ہے اور بعض لوگوں نے اس بارے میں اعتماد کیا

ہے اس مشاہدہ پر جس کا انہوں نے قبور میں بذات خود مشاہدہ کیا، بعض قبور کو کھولا گیا تو انہوں نے میت کے جسم پر عذاب کا اثر دیکھا اور بعض قبروں کو کھولا گیا تو جسم پر نعمتوں کا اثر نظر آیا۔ وقد حدثني مؤلف لکھتے ہیں کہ مجھے بعض لوگوں نے بتایا کہ وہ اس شہر عنیزہ میں شہر کی بیرونی دیوار کھود رہے تھے کہ ایک قبر کی لحد کھل گئی تو اس میں میت کو دیکھا گیا کہ اس کا جسم خشک ہے اور صحیح سالم ہے۔ حتیٰ کہ انہوں نے دیکھا کہ اس کی داڑھی پر مہندی کا رنگ ہے اور قبر سے کستوری کی عمدہ ترین خوشبو مہک رہی ہے۔ شیخ سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ اس قبر کے دائیں بائیں کسی اور جگہ کھدائی کرلو اور اس قبر کو بند کر کے اس کی حالت پر چھوڑ دو۔ اسی بناء پر علماء نے کہا ہے کہ یقیناً روح کا بدن کے ساتھ اتصال و تعلق ہوتا ہے جس کی وجہ سے روح اور جسد دونوں پر عذاب ہوتا ہے اور حدیث میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إن القبر ليضيق على الكافر حتى تختلف فيه اضلاعه بے شک قبر کافر پر اتنی تنگ ہو جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں۔ فهو يدل على ان العذاب يكون على الجسم لان الاضلاع في الجسم پس یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ عذاب جسم پر ہوتا ہے کیونکہ پسلیاں جسم میں ہوتی ہیں۔ (شرح الممتع علی زاد المستنقع ج ۳ ص ۱۷۶، مجموع فتاویٰ ورسائل عثیمین ج ۲ ص ۲۵، سوال: ۱۵۱)

۱۵۴۰...... سؤال الميت في قبره حقيقي بلا شك. والانسان في قبره يجلس الخ قبر میں میت سے حقیقۃً سوال ہوتا ہے اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں، انسان کو قبر میں بٹھایا جاتا ہے اور اس سے سوال و جواب ہوتا ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ قبر تنگ ہوتی ہے اس میں میت کو کیسے بٹھایا جاتا ہے؟ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ امور غیبیہ میں سے ہے ایسے امور میں مؤمن پر واجب ہے کہ دل سے قبول کرے اور تصدیق کرے اور یہ سوال نہ کرے، کیسے؟ کیوں؟ کیونکہ ایسے امور غیبیہ کے متعلق کیسے؟ کیوں؟ والے سوال وہی کرتا ہے جس کے دل میں ایمان و یقین کے بجائے شک ہوتا ہے اور ایمان پختہ نہیں ہوتا لیکن جس کے دل میں اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی باتوں پر ایمان پختہ اور یقین کامل ہوتا ہے وہ ان کو تسلیم کرتا ہے اور کیفیت کے متعلق کیسے؟ اور کیوں؟ کے بجائے وہ اس کی کیفیت کے متعلق کہتا ہے، اللہ اعلم! (اللہ بہتر جانتا ہے) دوسرا جواب یہ ہے کہ موت کے بعد روح کا بدن کے ساتھ وہ تعلق نہیں ہوتا جو حیات دنیا میں تھا، روح کے بدن کے ساتھ تعلقات کی مختلف انواع ہیں جن کو انسان نہیں جان سکتا اور موت کے بعد والے تعلق کا حالت حیات والے تعلق پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ انسان نیند کی حالت میں اپنے آپ کو دیکھتا ہے کہ وہ جا رہا ہے، سفر کر رہا ہے، لوگوں سے باتیں کر رہا ہے، زندہ اور مردہ لوگوں سے ملاقات کر رہا ہے اور کبھی یہ دیکھتا ہے کہ اس کا خوبصورت باغ ہے یا وحشت ناک تاریک گھر ہے اور دیکھتا ہے کہ وہ بڑی آرام دہ گاڑی میں سوار ہے اور کبھی دیکھتا ہے کہ پریشان کن گاڑی میں سوار ہے۔ حالانکہ خواب دیکھنے والا اپنے بستر پر پڑا ہے اور اس میں بظاہر کوئی تغیر و تبدیلی محسوس نہیں ہوتی۔ حتیٰ کہ وہ چادر جو اس نے اپنے اوپر اوڑھی ہوئی ہے اس میں بھی کوئی تغیر نہیں آیا۔ ہم بعض مرتبہ ان امور کے اثرات اس کے ظاہر پر محسوس کرتے ہیں بیداری والے تعلق سے مختلف ہے اور روح کی عجیب حالت ہے جس کا ہم ادراک نہیں کر سکتے۔ خلاصہ یہ کہ قبر کے محدود اور تنگ ہونے کے باوجود ممکن ہے کہ قبر میں انسان کو بٹھایا جائے اور اس سے سوال کیا جائے اور ہمیں نظر نہ آئے۔ (مجموع فتاویٰ ورسائل العثیمین ج ۲ ص ۳۴، رقم: ۱۶۰)

۱۵۴۱...... العذاب في القبر الخ قبر میں عذاب اصالۃً روح کو ہوتا ہے بسا اوقات بدن کے ساتھ بھی۔ (بصورت دخول فی البدن) متصل ہو جاتا ہے۔ فان كونه على الروح لا يعني ان البدن لا يناله منه شيء بل

لا بد ان يناله من هذا العذاب او النعيم شيء وان كان غير مباشر اور عذاب کے روح پر ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ بدن کو کچھ بھی عذاب نہیں ہوتا، بلکہ ضروری ہے کہ عذاب یا ثواب کا کچھ حصہ بدن کو بھی حاصل ہو۔ اگر چہ وہ عذاب بدن کے لئے اصالۃً نہیں ہوتا بلکہ روح کے تابع ہونے کی وجہ سے تبعاً ہوتا ہے۔

(مجموع فتاوی ورسائل عثیمین ج ۲ ص ۱۷۳، نیز فتاوی نور علی الدرب ج ۴ ص ۲)

۱۵۴۲ واعلم ان العذاب والنعيم في القبر على عكس العذاب او النعيم في الدنيا فان العذاب او النعيم في الدنيا على البدن وتتاثر به الروح وفي البرزخ يكون النعيم او العذاب على الروح ويتاثر به البدن الخ جان لیجئے کہ قبر میں عذاب وثواب دنیا کے برعکس ہے۔ کیونکہ دنیا میں عذاب یا ثواب اصالۃً بدن کو ہوتا ہے لیکن روح پر بھی اس کا اثر ہوتا ہے اور برزخ میں ثواب یا عذاب اصالۃً روح پر واقع ہوتا ہے لیکن بدن بھی اس کے ساتھ متاثر ہوتا ہے۔ رہی یہ بات کہ اگر ہم قبر کشائی کریں تو نہ قبر میں کوئی تغیر ہوتا ہے نہ جسم میں، تو قبر کے وسیع اور تنگ ہونے کا اور جسم کو عذاب ہونے کا کیا مطلب؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اصالۃً عذاب روح کو ہوتا ہے اور روح نظر نہیں آتی، اس لئے اس کا عذاب بھی نظر نہیں آتا اور تبعاً بدن پر بھی اس کا اثر ہوتا ہے لیکن وہ اثر نظر نہیں آتا۔ (جیسا کہ اگر زندہ آدمی کو سر پر یا بدن کے کسی حصے پر چوٹ لگ جائے تو چوٹ کا اثر درد ہے، درد ہو رہا ہوتا ہے لیکن نظر نہیں آتا، اسی طرح روح کے عذاب کا بدن پر بھی اثر پڑتا ہے لیکن وہ اثر نظر نہیں آتا) اور اگر بدن پر محسوس ہو جائے تو ایمان بالغیب نہیں رہے گا، انسان بحالت نیند بستر پر دراز ہوتا ہے لیکن خواب میں کبھی کھڑا ہوتا ہے کبھی جاتا ہے کبھی آتا ہے کبھی مارتا ہے کبھی مار کھاتا ہے کبھی عمرہ کا سفر کرتا ہے کبھی طواف کرتا ہے کبھی سعی کرتا ہے اور حلق یا قصر کراتا ہے اور اپنے شہر کی طرف لوٹ آتا ہے۔ حالانکہ جسم بستر پر ہوتا ہے نہ ان حرکات سے بستر میں تغیر ہوا، نہ اس کا جسم متغیر ہوا، اسی طرح روح کے تمام عذابات کے نادیدہ غیر محسوس اثرات بدن پر پڑتے ہیں اور بدن کو ان اثرات کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے لیکن نظر نہیں آتا۔ (مجموع فتاوی ورسائل عثیمین ج ۲ ص ۱۷۳)

۱۵۴۳ حدیث میں ہے: فتنة القبر. فتنہ کا معنی ہے امتحان اور آزمانا۔ فتنۃ القبر کی صورت یہ ہے کہ میت سے اس کے رب، دین اور نبی کے بارے میں سوال ہوتا ہے اور یہ کتاب وسنت سے ثابت ہے اور سوال کرنے والے منکر نکیر دو فرشتے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے: ان العبد اذا وضع في قبره و تولى عنه اصحابه انه يسمع قرع نعالهم اتاه ملكان فيقعدانه جب بندے کو قبر میں رکھ کر اس کے ساتھی واپس لوٹتے ہیں تو وہ ان کی جوتیوں کی آواز سن رہا ہوتا ہے کہ دو فرشتے آکر اس کو بٹھاتے ہیں۔ (ایضاً ج ۵ ص ۵۷)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے میت کو جہاں رکھا وہیں آتے ہیں اور اسی بندے کے پاس آتے ہیں جس کو رکھا گیا ہے، اسی کو بٹھاتے ہیں اور اسی سے سوال کرتے ہیں، اس میں نہ بدن مثالی کا ذکر ہے نہ علیین وسجین والی قبر کا اور سوال وجواب زندہ سے ہوتا ہے مردہ سے نہیں۔

۱۵۴۴ عذاب القبر او نعيمه حق ثابت بظاهر القرآن وصريح السنة واجماع اهل السنة وقد اتفق السلف واهل السنة على اثبات عذاب القبر ونعيمه (ایضاً ج ۵ ص ۵۸) قبر کا عذاب وثواب حق ہے اور ظاہر قرآن، صریح احادیث اور اہل السنۃ کے اجماع سے ثابت ہے اور یہ پختہ بات ہے کہ سلف صالحین اور اہل السنت کا قبر کے عذاب وثواب کے اثبات پر اتفاق ہے۔

۱۵۴۵...... قال شیخ الاسلام ابن تیمیۃ مذھب سلف الامۃ وائمتھا ان العذاب والنعیم یحصل لروح المیت وبدنہ. وان الروح تبقی بعد مفارقۃ البدن منعمۃ او معذبۃ وانھا تتصل بالبدن احیانا فیحصل لہ معھا النعیم او العذاب (ایضاح ۵ ص ۵۹، نیز فتح ذی الجلال والاکرام شرح بلوغ المرام ۱/۳۱۲) شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے مؤلف لکھتے ہیں: امت کے سلف صالحین اور آئمہ امت کا مذہب یہ ہے کہ عذاب یا ثواب میت کی روح اور بدن دونوں کو حاصل ہوتا ہے اور روح بدن سے جدا ہونے کے بعد باقی رہتی ہے اور اس کو (اصالۃ) عذاب ہوتا ہے یا ثواب اور کبھی روح بدن کے ساتھ (بصورت دخول وحلول) متصل ہو جاتی ہے، اس وقت روح کے ساتھ بدن کو بھی (اصالۃ) عذاب ہوتا ہے۔

۱۵۴۶...... واما السنۃ فی عذاب القبر ونعیمہ فمتواترۃ ومنھا ما ثبت فی الصحیحین من حدیث ابن عباس الخ (ایضاح ۸ ص ۴۸۶) قبر کے عذاب وثواب کے بارے میں احادیث متواترہ ہیں، ان میں سے ایک حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس گزرے فرمایا ان دونوں قبروں میں عذاب ہو رہا ہے۔

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہی زمینی قبروں کے پاس گزرے، سجین والی قبر کے پاس نہیں گزرے اور قبر میں بدن عنصری تھا جس کو عذاب ہو رہا تھا، بدن مثالی نہیں تھا۔

۱۵۴۷...... وعذاب القبر فی الاصل علی الروح وربما یتصل بالبدن احیانا ولا سیما حین سؤال الانسان عن ربہ ودینہ ونبیہ حین دفنہ. فان روحہ تعاد الی جسدہ الخ (فتاوی نور علی الدرب للعثیمین ۲/۲، نیز فتح ذی الجلال والاکرام بشرح بلوغ المرام ج ۲ ص ۱۸۰، شرح العقیدہ السفارینیہ ج ۱ ص ۴۴۸) قبر کا عذاب اصالۃ روح کو ہوتا ہے اور کبھی بدن کو بھی (اصالۃ) عذاب پہنچتا ہے (جب روح بدن میں داخل ہو جائے) خاص طور پر دفن کے بعد جب میت سے اس کے رب، دین اور نبی کے متعلق سوال ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کی روح کو اس کے جسد کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے، لیکن یہ اعادہ برزخی ہوتا ہے عالم دنیا والا اعادہ نہیں ہوتا۔ (یعنی روح کے اس اعادہ سے مخفی زندگی اور سوال و جواب کے سمجھنے کے لئے عقل بحال ہوتی ہے، حیات کے ظاہری آثار اور حیات دنیا کے لوازم لوٹ کر نہیں آتے)

۱۵۴۸...... ما ھی حیاۃ البرزخ. وھل الانسان یکون بجسدہ وروحہ فیھا. الخ! مؤلف سے سوال ہوا (۱) حیات برزخ کیا ہے؟ (۲) کیا حیات برزخ انسان کے روح اور اس کے جسد کے ساتھ ہوتی ہے؟ مؤلف نے پہلے سوال کا جواب یوں دیا ہے: حیاۃ البرزخ حیاۃ بین حیاتین. وھذہ الانواع الثلاثۃ للحیاۃ تکون من ادنی الی اعلی: فحیاۃ البرزخ اکمل من الحیاۃ الدنیا بالنسبۃ للمتقین لان الانسان ینعم فی قبرہ ویفتح لہ باب الی الجنۃ ویوسع لہ مد البصر. وحیاۃ الآخرۃ- وھی الجنۃ التی ھی ماوی المتقین- اکمل واکمل بکثیر من حیاۃ البرزخ الخ برزخی حیات دو حیاتوں کے درمیان ہے اور حیات کی تین قسمیں ہیں ان میں ادنیٰ سے اعلیٰ کی ترتیب یوں ہے، حیات برزخ متقی لوگوں کے لئے حیات دنیا سے زیادہ کامل ہے کیونکہ میت کو اس کی قبر میں نعمتیں عطاء کی جاتی ہیں اور اس کے لئے جنت کی طرف دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور تاحدِ نگاہ اس کے لئے قبر کو فراخ کیا جاتا ہے اور حیات آخرت جو متقی لوگوں کو جنت میں نصیب ہوگی وہ

حیات برزخ سے بدر جہا زیادہ کامل ہے۔اسی طرح کافر کی حیات برزخ جو اس کو قبر میں حاصل ہوتی ہے اس میں جو عذاب ہوتا ہے وہ دنیا والے عذاب سے زیادہ سخت ہوتا ہے اور کافر کو جو عذاب آخرت میں ہوگا وہ حیات برزخ والے عذاب سے بہت ہی زیادہ سخت ہوگا۔سو فی الواقع برزخی حیات زمانے اور حالات کے اعتبار سے حیات دنیا اور حیات آخرت کے درمیان ہے۔حیات دنیا میں انسان کی حالت (اچھی یا بری) آخرت کی حالت کے مقابلہ میں بہت ہی ادنیٰ ترین ہے اور آخرت کی حالت دنیا والی حالت کے مقابلہ میں بہت ہی بلند و بالا اور بہت ہی اعلیٰ ہوگی، اہل جنت کے لئے خیر اور بھلائی میں اور اہل نار کے لئے عذاب اور سزا میں اور برزخ والی حالت درمیان میں ہے، دنیا والی حالت سے اعلیٰ، آخرت والی سے ادنیٰ، اسی طرح زمانہ کے اعتبار سے حیات دنیا سے زیادہ اور حیات آخرت سے کم ہے ...... دوسرے سوال کا جواب یہ ہے فهي قطعاً بالروح بلا شك. ثم قد تتصل بالبدن احياناً ان بقي ولم تأكله الارض ولم يحترق ويتطاير في الهواء. وقد لا تتصل هذا هو القول الراجح في نعيم القبر او عذابه: انه في الاصل على الروح. وقد تتصل بالبدن. لكن ما يكون عند الدفن فالظاهر انه يكون على الروح والبدن جميعاً لانه جاء في الاحاديث ما يدل على ذلك. من ان الميت يجلس في قبره ويسأل، ويوسع له في قبره. ويضيق عليه حتى تختلف اضلاعه. وكل هذا يدل على ان النعيم او العذاب عند الدفن يكون على البدن والروح برزخی حیات روح کو یقیناً بلا شک وشبہ حاصل ہوتی ہے۔پھر اگر بدن باقی ہو اور زمین نے اس کو نہ کھایا ہو، نہ جلا ہو، نہ فضا میں اُڑا ہو تو کبھی روح کا بدن کے ساتھ اتصال (بصورت دخول وحلول) ہوتا ہے (تو بدن کو بھی وہ عذاب اصالۃً پورا پورا پہنچتا ہے) اور کسی وقت روح کا بدن کے ساتھ (دخول وحلول والا) اتصال نہیں ہوتا (تو بدن کو پورا عذاب نہیں ہوتا، بلکہ اصالۃً عذاب روح کو ہوتا ہے لیکن بدن بھی تبعاً اس سے متاثر ہوتا ہے) لیکن دفن کے بعد سوال وجواب کے وقت جو عذاب ہوتا ہے وہ روح اور بدن دونوں کو (اصالۃً) ہوتا ہے (کہ اس وقت روح بدن کے اندر ہوتی ہے) چنانچہ متعدد احادیث میں ہے کہ میت کو اس کی قبر میں بٹھایا جاتا ہے اور اس سے سوال کیا جاتا ہے اس کے لئے قبر کو فراخ کر دیا جاتا ہے یا تنگ کر دیا جاتا ہے۔حتیٰ کہ اس کی پسلیاں ادھر اُدھر ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں۔یہ سارے قبر کے احوال جو متعدد احادیث میں بتائے گئے ہیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ دفن کے وقت جو ثواب یا عذاب ہوتا ہے وہ روح اور بدن دونوں پر (اصالۃً) ہوتا ہے۔ (فتاویٰ نور علی الدرب للعثیمین ۴/۲)

۱۵۴۹ ما هو اعتقاد اهل السنة والجماعة في الحياة البرزخية. فاجاب رحمه الله تعالى مذهب اهل السنة والجماعة في الحياة البرزخية ان الانسان اذا دفن وتولى عنه اصحابه اتاه ملكان فاجلساه وسألاه عن ثلاثة اشياء الخ، اہل السنت والجماعت کا حیات برزخیہ کے بارے میں عقیدہ کیا ہے؟

شیخ عثیمین نے جواب دیا: اہل السنت والجماعت کا حیات برزخیہ کے بارے میں عقیدہ یہ ہے کہ انسان کو جب دفن کر دیا جاتا ہے اور اس کے احباب واقارب دفن کر کے واپس لوٹتے ہیں تو اس مدفون کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اس کو بٹھاتے ہیں اور تین چیزوں کے متعلق سوال کرتے ہیں، تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ تو مومن کو اللہ تعالیٰ ثابت قدم رکھتا ہے وہ صحیح جواب دیتا ہے کہ میرا رب اللہ، میرا دین اسلام، میرا نبی محمد ﷺ ۔لیکن منافق کہتا ہے ہاہ، ہاہ، میں نہیں جانتا۔بس میں نے لوگوں سے سنا وہ کہتے تھے میں نے بھی کہہ دیا۔پھر

اس مدفون مومن کو اس کی قبر میں نعمتیں عطاء کی جاتی ہیں اور منافق کو اس کی قبر میں عذاب دیا جاتا ہے اور برزخ میں عذاب اصل میں اصالۃً روح کو ہوتا ہے (اور بدن بھی تبعاً متاثر ہوتا ہے) اسی لئے میت کا بدن اگرچہ پھٹ جائے اور اس کو درندے کھالیں تب بھی منافق عذاب محسوس کرتا ہے اور کبھی روح کا بدن کے ساتھ (دخول وحلول والا) اتصال ہوتا ہے تو اس صورت میں روح اور بدن دونوں کو (اصالۃً) عذاب ہوتا ہے اور آخرت کے مسائل امور غیبیہ ہیں ہم ان پر بغیر وحی کے مطلع نہیں ہو سکتے (اور قبر آخرت کی پہلی منزل ہے) اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ دو قبروں کے پاس گزرے اور فرمایا ان دونوں قبر والوں کو عذاب دیا جارہا ہے اور ایسے دو گناہوں کی وجہ سے جن سے بچنا کوئی مشکل نہیں۔ایک پیشاب سے نہیں بچتا تھا۔دوسرا چغل خوری کرتا تھا۔آپ ﷺ نے کھجور کی تر چھڑی کو چیر کر ایک ایک ٹکڑا دونوں قبروں پر رکھ دیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا یارسول اللہ! آپ نے یہ کیوں کیا؟ فرمایا امید ہے کہ جب تک یہ خشک نہیں ہوں گی عذاب میں تخفیف رہے گی۔ (یہ حدیث لکھ کر شیخ عثیمین فرماتے ہیں) ففی ھذا دلیل واضح علی ثبوت عذاب القبر وانہ قد ینقطع وقد یخفف یہ حدیث دو مسئلوں پر واضح دلیل ہے ایک عذاب قبر کے ثبوت پر، دوسرا یہ کہ عذاب قبر کبھی ختم ہو جاتا ہے اور کبھی اس میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ (فتاوی نور علی الدرب للعثیمین ۴/۲)

۱۵۵۰..... ماھی عقیدۃ اھل السنۃ والجماعۃ فی الحیاۃ البرزخیۃ فاجاب رحمہ اللہ تعالیٰ عقیدتہم فی الحیاۃ البرزخیۃ ما جاء فی الکتاب والسنۃ من الادلۃ علی ان الانسان یعذب فی قبرہ وینعم بحسب حالہ الخ اہل السنت والجماعت کا حیات برزخیہ کے بارے میں عقیدہ وہی ہے جو کتاب وسنت کے دلائل سے ثابت ہے، وہ یہ کہ انسان کو اپنے دین وایمان کی حالت کے مطابق اس کی قبر میں عذاب یا ثواب دیا جاتا ہے (آگے عذاب قبر کے اثبات پر قرآن کریم کی تین آیات النار یعرضون-ولو تری اذالظالمون فلولا اذا بلغت الحلقوم تا جحیم لکھ کر فرماتے ہیں) وھذہ الحیاۃ التی یکون فیھا النعیم او العذاب الخ وہ حیات برزخیہ جس میں ثواب یا عذاب ہوتا ہے دنیا کی حیات کی طرح نہیں۔حیات برزخیہ میں آدمی خورد ونوش، کھلی فضا، آب وہوا اور گرمی وسردی سے بچاؤ کا محتاج نہیں ہوتا، یہ حیات امور غیب میں سے ہے اس کی حقیقت ہم نہیں جان سکتے یا اللہ جانتے ہیں یا وہ جانتا ہے جو اس تک پہنچ گیا اور اس کو یہ حیات حاصل ہوگئی اور ہم سب نمازوں میں پڑھتے ہیں: اعوذ باللہ من عذاب جھنم ومن عذاب القبر الخ (فتاوی نور علی الدرب للعثیمین ۴/۲)

فائدہ: شیخ عثیمین کی اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ بعد الوفات قبر میں مدفون بدن عنصری کو جو مخفی حیات حاصل ہوتی ہے یہی حیات برزخی ہے اور اس حیات برزخی میں جو روح اور بدن عنصری کو قبر میں عذاب ہوتا ہے یہی عذاب برزخ ہے۔

۱۵۵۱..... شیخ عثیمین سے سوال ہوا کہ نبی کریم ﷺ قبر کے پاس سے سلام سنتے ہیں یا نہیں؟ فاجاب رحمہ اللہ تعالیٰ الذی یظھر لی من الادلۃ الشرعیۃ ان النبی ﷺ یسمع سلامہ علیہ وانہ یبلغ ایاہ وکذلک ایضا اھل القبور اذا سلم علیھم فانھم یسمعون الخ ادلہ شرعیہ سے جو چیز میرے سامنے ظاہر ہوئی وہ یہ ہے کہ قبر کے پاس آپ ﷺ کو سلام کیا جائے تو سنتے ہیں، دور سے کیا جائے تو آپ کو پہنچایا جاتا ہے۔اسی طرح دوسرے اہل قبور پر جب قبر کے پاس سلام کہا جائے تو وہ بھی سنتے ہیں، کیونکہ مسلمان صیغۂ خطاب کے ساتھ

کہتا ہے: السلام علیکم تم پر سلام اور صیغہ خطاب کے ساتھ سلام اس کو کہا جاتا ہے جو سنتا ہو اور ایک حدیث ہے جس کی ابن عبدالبر نے تصحیح کی ہے اور امام ابن قیم نے اپنی کتاب الروح میں اس کو ذکر کیا ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا کہ جب ایک مسلمان دوسرے ایسے مسلمان کی قبر کے پاس گزرتا ہے جس کو دنیا میں وہ پہچانتا تھا پھر وہ اس کو سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی روح کو لوٹا دیتا ہے اور وہ سلام کا جواب دیتا ہے۔ پھر مقتولین بدر کی سماع والی حدیث نقل کر کے لکھتے ہیں: انک لا تسمع الموتی میں نفی اسماع وسماع نافع کی ہے، مطلق سماع کی نفی نہیں۔ دلیل یہ ہے کہ دوسری آیت میں کفار کے متعلق ہے: ولا تکونوا کالذین قالوا سمعنا وھم لا یسمعون (ان کفار کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے کہا ہم نے سنا حالانکہ وہ نہیں سنتے) اس آیت میں مطلق سماع کا اثبات ہے اور سماع نافع اور سماع قبول کی نفی ہے۔ پس اسی طرح مردوں سے انک لا تسمع الموتی میں سماع نافع اور سماع قبول کی نفی ہے، مطلق سماع کی نفی نہیں ہے۔ ھذا ھو ما ظھر لی فی ھذہ المسالۃ ان من سلم علی النبی ﷺ فانہ یسمعہ اس مسئلہ میں میری تحقیق یہی ہے کہ نبی کریم ﷺ قبر شریف کے پاس سے درود و سلام خود سنتے ہیں۔

۱۵۵۲ فکل میت فھو فی برزخ وکل مقبور فھو فی برزخ وفتنۃ البرزخ ھی الاختبار الذی یحصل للمیت اذا دفن الخ (شرح العقیدہ السفارینیہ ۱/۴۳۱) ہر میت برزخ میں ہے اور جو قبر میں مدفون ہے وہ بھی برزخ میں ہے اور فتنۃ البرزخ سے مراد ہے وہ امتحان اور آزمائش جو دفن کے بعد میت کو پیش آتی ہے۔ دفن کے بعد مدفون کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اس کو بٹھاتے ہیں، اس سے اس کے رب، دین، نبی کے متعلق سوال کرتے ہیں۔

۱۵۵۳ الاصل ان العذاب علی الروح ولکن الروح قد تتصل بالبدن احیانا فیتنعم او یعذب وھذا ما ذھب الیہ المحققون من اھل العلم کشیخ الاسلام ابن تیمیۃ وغیرھما (شرح العقیدۃ السفارینیۃ ج ۱ ص ۴۳۸) اصالۃً عذاب روح کو ہوتا ہے (اور بدن کو تبعاً) لیکن روح (بصورت دخول وحلول) کبھی بدن کے ساتھ متصل ہوتی ہے تو روح کے ساتھ بدن کو بھی ثواب یا عذاب (اصالۃً) ہوتا ہے۔ یہ وہ عقیدہ ہے جسے اہل علم محققین نے اختیار کیا ہے جیسے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ وغیرہ۔

۱۵۵۴ السَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِیْنَ... اتی بکاف الخطاب فھل الکاف ھذہ تدل علی انھم یسمعون لانہ لا یخاطب الا من یسمع ما لم یکن دلیل ظاھر علی ان المخاطب لا یسمع لکن اھل القبور ھل ھم یخاطبون مخاطبۃ الحجر او مخاطبۃ السامع الجواب الظاھر الثانی ای مخاطبۃ السامع فلا یبعد ان یکون اھل المقبرۃ عموما اذا سلم علیھم یسمعون ولا نقیسھم بالحجر الاسود فلا یبعد انک اذا قلت لاھل المقبرۃ السلام علیکم دار قوم مؤمنین انھم یسمعون واما قول اللہ تعالیٰ اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی ای موتی القلوب فان النبی ﷺ لم یکن یخرج لاھل القبور یدعوھم (الشرح الممتع علی زاد المستقنع ج ۵ ص ۳۸۴) اہل قبور کو یوں سلام کیا جاتا ہے: السلام علیکم دار قوم مؤمنین، "کاف" خطاب کا کلمہ ہے۔ یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اہل قبور سلام سنتے ہیں۔ کیونکہ مخاطب اسی کو بنایا جاتا ہے جو سنتا ہو۔ الا یہ کہ کوئی قوی دلیل قائم ہو جائے کہ مخاطب نہیں سنتا۔ (اب تحقیق طلب بات یہ ہے) کہ کیا اہل قبور کو مخاطب بنا کر صیغہ خطاب کے ساتھ سلام کرنا پتھروں کو مخاطب بنانے کی طرح ہے؟ یا سننے والے کو مخاطب بنانے کی مثل ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اہل قبور کو سلام کرنا سننے

والے کو مخاطب بنانے کی مثل ہے اور یہ کوئی بعید نہیں کہ عام اہل قبور کو جب سلام کیا جائے تو وہ سنتے ہوں اور ہم ان کو حجر اسود پر قیاس نہیں کرتے اور انك لا تسمع الموتی سے موتی القبور مراد نہیں بلکہ موتی القلوب (یعنی ضدی اور عنادی کفار) مراد ہیں۔ اس کا قرینہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اہل قبور کو دعوت نہیں دیا کرتے تھے، جب اہل قبور کو دعوت ہی نہیں دیتے تھے تو آپ کو انك لا تسمع الموتی کہنے کیا مطلب؟ اور کیا فائدہ؟ ہاں! آپ ﷺ سب کفار کو دعوت دیتے تھے۔ حتیٰ کہ کفار معاندین (جو موتی القلوب ہیں ان) کو بھی دعوت دیتے لیکن جب ضد وعناد کی وجہ سے قبول نہ کرتے اور ان کو قرآن سنانے اور دعوت دینے سے فائدہ نہ ہوتا تو آپ ﷺ کو اتنا غم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دینے کے لئے یہ آیت اتاری کہ یہ موتی القلوب ہیں اگر ان کو سنانے سے نفع نہیں ہو رہا اور یہ قبول نہیں کر رہے تو آپ کی طرف سے دعوت میں کمی نہیں بلکہ یہ موتی القلوب ہیں۔ جیسے دوسری آیت میں ہے: انك لا تهدی من احببت جن کو آپ ہدایت دینا چاہیں (اور وہ ضدی وعنادی ہوں) تو آپ ان کو ہدایت نہیں دے سکتے۔

۱۵۵۵...... دعوة الميت ان يغيثك او يعينك شرك. لانه غير قادر. فهو جسد وان كانت الروح قد تتصل بالجسد فی القبر لكن هو جسد. وهذا لاينافی ان يكون حياً فی قبره حياة برزخية لاتشبه حياة الدنيا (شرح الاربعين النووية للعثيمين ص ۲۹) میت کو پکارنا کہ وہ بذات خود آپ کی مدد کرے شرک ہے، کیونکہ وہ اس کی قدرت نہیں رکھتا، وہ اپنے ظاہر کے اعتبار سے جسد محض ہے۔ اگرچہ روح قبر میں بھی جسد کے ساتھ (بصورت دخول وحلول) متصل ہوتی ہے، لیکن ظاہر کے اعتبار سے وہ جسد ہی ہے اور یہ قبر میں حیات برزخیہ (یعنی مخفی زیر پردہ حیات) کے منافی نہیں۔ کیونکہ یہ حیات برزخیہ دنیا والی محسوس کھلی حیات کے مشابہ نہیں۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ بدن عنصری کو قبر میں جو مخفی حیات حاصل ہے اسی کا نام حیات برزخیہ ہے۔ نیز اس میں خود میت مدد کرے اس کی نفی ہے لیکن اللہ تعالیٰ سے دعا اور سفارش کی صورت میں جو مدد ہے اس کی نفی نہیں۔

۱۵۵۶...... المعروف عند اهل السنة والجماعة انه فی الاصل علی الروح. والبدن تابع لها! الخ (شرح العقيدة الواسطية للعثيمين ج ۲ ص ۱۲۰) اہل السنت والجماعت کا معروف عقیدہ یہ ہے کہ برزخ میں عذاب وثواب روح پر اصالۃً ہوتا ہے بدن اس کے تابع ہے جیسا کہ دنیا میں عذاب وثواب بدن پر اصالۃً اور روح پر تبعاً ہوتا ہے اور احکام شریعت بھی دنیا میں ظاہر پر ہی جاری ہوتے ہیں۔ پس قبر میں عذاب یا ثواب اصالۃً روح پر واقع ہوتا ہے لیکن تبعاً اس عذاب سے جسم بھی متاثر ہوتا ہے۔

۱۵۵۷...... وهذا العذاب او النعيم يكون فی الاصل علی الروح. ولكن قد يتالم البدن به كما ان العذاب فی الدنيا يكون علی البدن وقد تتالم النفس فيه ففی الدنيا مثلا الضرب يقع علی البدن والالم يقع علی البدن والنفس قد تتاثر بذلك فتحزن وتغتم اما فی القبر فالامر بالعكس العذاب او النعيم يكون علی الروح لكن البدن لا شك انه يحصل له شیء من هذا العذاب او النعيم اما بالفرح بالنعيم واما بالالم بالحزن بسبب العذاب (فقه العبادات للعثيمين ص ۴۰) قبر کا عذاب یا ثواب اصالۃً روح پر واقع ہوتا ہے لیکن اس کی وجہ سے بدن بھی درد محسوس کرتا ہے جیسا کہ دنیا میں عذاب اصالۃً بدن پر واقع ہوتا ہے اور اس عذاب کی وجہ سے روح بھی درد محسوس کرتی ہے۔ پس دنیا میں ضرب بدن پر واقع ہوتی ہے اور درد بھی بدن کو ہوتا ہے لیکن اس کی وجہ سے روح بھی متاثر ہوتی ہے اور وہ حزن و

غم میں مبتلاء ہو جاتی ہے لیکن قبر میں معاملہ اس کے برعکس ہے کہ عذاب یا ثواب اصالۃً روح پر واقع ہوتا ہے لیکن اس میں کوئی شک کی بات نہیں کہ بدن کو بھی اس عذاب یا ثواب کا کچھ حصہ پہنچتا ہے۔ اگر ثواب ہو تو بدن کو اس ثواب کی وجہ سے سرور وفرحت کا حصہ ملتا ہے، اگر عذاب ہو تو اس عذاب کی وجہ سے بدن کو حزن وغم کا حصہ ملتا ہے۔

شیخ عبدالعزیز بن محمد السلمان (ریاض، سعودی عرب۔ م ۱۴۲۲ھ)

۱۵۵۸...... العذاب او النعیم یحصل للروح والبدن جمیعاً والروح تبقی بعد مفارقة البدن منعمة او معذبة وانها تتصل بالبدن احیاناً ویحصل له معها النعیم او العذاب (مختصر الاسئلة والاجوبة الاصولیة علی العقیدة الواسطیة ص ۱۱۰) قبر میں ثواب یا عذاب روح اور بدن دونوں کو حاصل ہوتا ہے (لیکن روح کو اصالۃً اور بدن کو تبعاً) اور روح کو جسم سے جدا ہونے کے بعد ثواب ہوتا ہے یا عذاب اور کبھی روح کا بدن کے ساتھ اتصال (بصورت دخول وحلول ہوتا ہے) تو اس وقت روح کے ساتھ بدن کو بھی ثواب یا عذاب (اصالۃً) ہوتا ہے۔

۱۵۵۹...... اِنَّ عَذَابَ الْقَبْرِ حَقٌّ وَانَّهٗ عَلَی الروح والْجِسْمِ الَّذِیْ فِیهِ اُلْحِدَا وَمُنْكَرٌ ثُمَّ النَّكِیْرُ بِصُحْبَةٍ هُمَا یَسْأَلَانِ الْعَبْدَ فِی الْقَبْرِ مُقْعَدَا (مجموعة القصائد الزہدیات ج ۲ ص ۴۵۲) بے شک عذاب قبر حق ہے اور بلاشبہ یہ عذاب روح اور اس جسم پر ہوتا ہے جو قبر کے اندر لحد میں رکھا گیا۔ پھر منکر اور نکیر دونوں بندے کو بٹھا کر سوال کرتے ہیں۔

عبداللہ بن عبدالرحمن البسام التمیمی (مدرس حرم مکی۔ م ۱۴۲۳ھ)

۱۵۶۰...... انّه حقٌّ ففی البخاری ومسلم عن عائشة قالت سالتُ النَّبیَّ عن عذاب القبر قال نعم عذاب القبر حق ومذهبُ اهل السنّة انّ عذاب القبر علی الرُّوح والبدن قال شیخ الاسلام العذابُ والتّعیمُ علی النَّفسِ والبدن جمیعًا باتفاق اهل السُّنَّةِ والجماعة (توضیح الاحکام من بلوغ المرام ج ۱ ص ۳۵۸) عذاب قبر حق ہے۔ بخاری اور مسلم میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عذاب قبر کے متعلق پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جی ہاں عذاب قبر حق ہے اور اہل السنت کا مذہب یہ ہے کہ عذاب قبر روح اور بدن دونوں پر ہوتا ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ عذاب وثواب روح اور بدن دونوں پر واقع ہوتا ہے اس پر اہل السنت والجماعت کا اتفاق ہے۔

۱۵۶۱...... تواترت الاخبار بثبوت عذاب القبر ونعیمه فهو من عقیدة اهل السنة والجماعة وقال الشیخ تقی الدین انه یقع علی الابدان والارواح جمیعًا وقد ینفرد احدهما وقد اخفی الله تعالیٰ عذاب القبر عن الانس والجن لحِكَمٍ بالغة. فلو ظهر عذابه لحصل ما یلی: اولاً الخ قبر کے عذاب و ثواب پر احادیث متواتر ہیں۔ پس یہ اہل السنت والجماعت کے عقائد میں سے ہے اور شیخ تقی الدین نے کہا ہے کہ عذاب وثواب روح اور بدن دونوں پر اکٹھا واقع ہوتا ہے (جب روح بدن میں داخل ہو) اور جب روح وبدن جدا ہوں تو ہر ایک کو جدا جدا عذاب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جن وانس سے عذاب قبر کو چھپا دیا ہے درج ذیل کامل حکمتوں کی وجہ سے (۱) اگر قبر کا عذاب ظاہر ہوتا تو ایمان بالغیب نہ ہوتا اور ایمان بالغیب کی فضیلت اور ایمان بالغیب کے ذریعے امتحان کا مقصد باطل ہو جاتا۔ (۲) میت کے لئے عیب وقباحت اور اہل میت کے لئے رسوائی

ہوتی۔ (۳) اگر لوگ میت کی بدبختی پر مطلع ہو جاتے تو زندہ لوگ اس سے نفرت کرتے اور اس کو دفن نہ کرتے۔ بہر کیف عذاب قبر کتاب وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ (توضیح الاحکام من بلوغ المرام ج ۲ ص ۲۸۵)

فائدہ: معلوم ہوا کہ عذاب اسی ارضی قبر میں جسد عنصری کو ہوتا ہے۔

شیخ عطیہ صقر رحمۃ اللہ علیہ (جامعۃ الازہر، مصر۔ م ۱۴۲۷ھ)

۱۵۶۲...... امام ابن قیم کے حوالہ سے مؤلف لکھتے ہیں: مذھب سلف الامۃ وائمتھا ان المیت اذا مات یکون فی نعیم او عذاب وان ذلک یحصل لروحہ وبدنہ امت کے سلف صالحین اور آئمہ امت کا مذہب یہ ہے کہ موت کے بعد میت یا نعمتوں میں ہوتی ہے یا عذاب میں اور یہ ثواب وعذاب روح اور بدن دونوں کو ہوتا ہے۔ (فتاویٰ دار الافتاء المصریہ ج ۸ ص ۲۸۶)

۱۵۶۳...... وقد ثبتت الاحادیث بما ذھب الیہ الجمھور یہ پختہ بات ہے کہ جمہور کے درج ذیل عقائد احادیث سے ثابت ہیں: (۱) کقولہ انہ یسمع خفق نعالھم دفن کے بعد میت لوٹنے والوں کی جوتیوں کی آواز سنتی ہے۔ (۲) تختلف اضلاعہ اس کی پسلیاں ادھر اُدھر گھس جاتی ہیں۔ (۳) ضمۃ القبر قبر کا دبانا۔ (۴) صوتہ اذا ضربہ بالمطراق جب میت کو گرز کے ساتھ مارا جاتا ہے تو اس کی آواز سنائی دیتی ہے۔ (۵) اس کو کانوں کے درمیان مارا جاتا ہے۔ (۶) دونوں فرشتے اس کو بٹھاتے ہیں۔ وکل ذالک من صفات الاجساد یہ سب اجساد کی صفات ہیں۔ (ایضاً)

فائدہ: معلوم ہوا کہ قبر میں عذاب جسد عنصری کو ہوتا ہے کیونکہ یہ سب اجساد عنصریہ کی صفات ہیں۔

۱۵۶۴...... محقق دردیر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے مؤلف لکھتے ہیں: وقال الدردیر فی کتابہ الخریدۃ: والتعذیب للروح مع البدن ولو لم یقبر فالتعبیر بالقبر جری علی الغالب اذ لا مانع من ان یخلق اللہ تعالیٰ فی جمیع الاجزاء او بعضھا نوعا من الحیاۃ اگرچہ میت کو اگرچہ دفن نہ کیا گیا ہو، تب بھی عذاب روح اور بدن دونوں کو ہوتا ہے۔ پس قبر کے ساتھ تعبیر غالب عادت کی بناء پر ہے (کہ اکثر مردوں کو قبر میں دفن کرنے کی عادت ہے ورنہ عذاب قبر غیر مدفون کو بھی ہوتا ہے) کیونکہ اس میں کوئی مانع نہیں کہ اللہ تعالیٰ میت کے تمام اجزاء میں یا بعض اجزاء میں ایک خاص قسم کی اتنی حیات پیدا کر دے جس کی وجہ سے میت عذاب کا درد اور نعمتوں کی لذت کا ادراک کر سکے اور اس کو یہ لازم نہیں کہ میت حرکت کرے اور تڑپے یا اس پر عذاب کا اثر دیکھا جائے۔ حتیٰ کہ جس کو درندوں نے کھا لیا یا اس کو سولی پر لٹکا دیا گیا اس کو بھی عذاب دیا جائے گا۔ اگرچہ ہم اس پر مطلع نہ ہو سکیں۔ (ایضاً)

۱۵۶۵...... قبر کے عذاب میں سے ایک عذاب ضغطۃ القبر ہے اور ضغطہ کا معنی ہے قبر کے دونوں کناروں کو میت کے جسد پر ملا دینا اور اتنا دبا دینا کہ میت کی پسلیاں ایک دوسرے میں ادھر اُدھر گھس جائیں۔ (ایضاً)

شیخ حسن ایوب رحمۃ اللہ علیہ (من علماء الازہر، مصر۔ م ۱۴۲۹ھ)

۱۵۶۶...... یجب الایمان بان اول ما ینزل بالمیت بعد موتہ سؤال الملکین فی القبر بان یرد اللہ علیہ روحہ وسمعہ وبصرہ ثم یسالہ الملکان عن ربہ ودینہ ونبیہ فاما ان ینعم او یعذب حسب حسن اجابتہ او سوءھا وقد ورد فی ذلک احادیث کثیرۃ صحیحۃ بلغت حد الشھرۃ

والتواتر المعنوی... والمنعم والمعذب عند اھل السنۃ الجسد والروح جمیعاً (مجمل العقائد الاسلامیۃ ص۲۰۹) اس پر ایمان لانا واجب ہے کہ موت کے بعد قبر میں پہلا امتحان دو فرشتوں کا سوال ہے، بایں طور کہ اللہ تعالیٰ میت کی طرف اس کی روح کو اور (روح کے ذریعے) اس کی سماعت اور بصارت کو لوٹا دیتا ہے۔ اس سے دو فرشتے اس کے رب، دین اور نبی کے متعلق سوال کرتے ہیں اور عمدہ یا قبیح جواب کے مطابق اس کو ثواب یا عذاب دیا جاتا ہے اور اس کے متعلق اتنی زیادہ صحیح احادیث ہیں جو شہرت اور تواتر معنوی کی حد تک پہنچتی ہیں اور جس کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے اہل السنت والجماعت کے نزدیک جسد اور روح دونوں ہیں۔

شیخ ابن جبرین رحمۃ اللہ علیہ (سعودی عرب۔م ۱۴۳۰ھ)

۱۵۶۷..... واللہ تعالیٰ قادر علی ان یوصل الالم الی الاجساد ولو کانت رماداً فی التراب، ولکن العذاب الحقیقی والنعیم الحقیقی علی ھذہ الروح (اعتقاد اہل السنۃ ۱۱/۵) اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ وہ اجساد عنصریہ کی طرف درد پہنچائے۔ اگرچہ وہ راکھ بن کر مٹی میں مل چکے ہوں۔ لیکن اصالۃً حقیقی عذاب اور حقیقی نعمتیں روح پر واقع ہوتی ہیں (اور بدن پر تبعاً)

۱۵۶۸ لا شک انہ بعد موتہ وان لم یدفن ولو بقی فی ثلاجۃ او نحوھا انہ یجری علیہ حساب اللہ الخ اس میں کوئی شک نہیں کہ موت کے بعد اگرچہ میت کے جسد کو دفن نہ کیا گیا ہو اور اس کو سرد خانہ وغیرہ میں رکھ دیا جائے، تب بھی اللہ تعالیٰ اس پر حساب جاری فرماتے ہیں۔ کیونکہ برزخ میں اصالۃً حساب ارواح پر جاری ہوتا ہے۔ اگرچہ بدن فنا ہو چکا ہو یا سرد خانہ میں برف بن چکا ہو یا کسی اور جگہ محفوظ کر دیا گیا ہو، تب بھی حکم نافذ ہوتا ہے، اس بناء پر کہ درد اور عذاب روح پر واقع ہوتا ہے اور وہ باقی ہے اور جسد کو کسی جگہ ٹھہرا دیا یا اس کو سرد خانہ میں رکھ دیا گیا تو اس کا ظاہر اگرچہ متاثر نہیں ہوتا لیکن مخفی طور پر اس کا باطن متاثر ہوتا ہے۔ (اعتقاد اہل السنۃ ۱۶/۲۱)

فائدہ: سرد خانہ میں جسم عنصری رکھا جاتا ہے، نہ کہ جسم مثالی اور یہ تبھی ہو سکتا ہے کہ جسد عنصری یا اس کے ذرات میں حیات ہو۔

۱۵۶۹..... ولا یستبعد ان الجسد یتالم او یلتذ فی البرزخ ولو اضمحل، فاللہ لا یعجزہ شیء. فلا یصیخ الموحد الی ما یھذی بہ من قل حظھم من الایمان بطعنھم فی ھذا الامر وقیاسھم لامر الآخرۃ علی امر الدنیا (التعلیقات علی متن لمعۃ الاعتقاد لابن جبرین ص ۱۴۲) یہ بعید نہیں کہ برزخ میں جسد درد یا لذت حاصل کرے وہ اگرچہ نیست و نابود ہو جائے۔ کیونکہ اللہ کو کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی اور اگر کوئی کمزور ایمان والا آدمی اس معاملہ میں قائلین پر طعن کرے اور امور آخرت کا امور دنیا پر قیاس کرے تو اس کی بکواس پر موحد آدمی پریشان نہ ہو۔

۱۵۷۰..... ویعم ذلک کل میت سواء قبر او لم یُقبر حتی ولو اکلتہ السباع او احرق واذریت جثتہ فی الریاح او فی البر والبحر فان اللہ قادر علی ان یوصل الیہ ما یستحقہ من عذاب او نعیم. والاحکام بعد الموت وفی البرزخ علی الارواح لان الارواح باقیۃ بعد مفارقتھا للاجساد، ولکن لابد ان یصل شیء من الالم او النعیم الی الاجساد ولو کانت فانیۃ (شرح اصول السنۃ للامام احمد ج۱ ص۱۱) قبر کا عذاب ہر میت کو پہنچتا ہے خواہ مدفون ہو یا غیر مدفون۔ حتیٰ کہ اگر اس کو درندوں نے کھا لیا یا اس کو جلا کر

ہوا میں اڑا دیا گیا یا خشکی اور دریا میں بکھیر دیا گیا، تب بھی اس کو عذاب ہوتا ہے۔ کیونکہ میت جس عذاب یا ثواب کی مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ کو قدرت ہے کہ اس حالت میں بھی اس کو وہ ثواب یا عذاب پہنچائے اور موت کے بعد برزخ میں احکام ارواح پر جاری ہوتے ہیں۔ کیونکہ ارواح اجساد سے جدا ہونے کے بعد باقی رہتی ہیں، لیکن یہ بھی ضروری ہے کہ اجساد اگرچہ فنا ہو چکے ہوں ان کو بھی ثواب یا عذاب کا حصہ اس حالت میں بھی حاصل ہو۔

۱۵۷۱ ان المقبورين قد يكون احدهما سعيداً والآخر شقياً. ويدفنان فی قبر واحد. ويكون هذا قبره روضة من رياض الجنة. وهذا حفرة من حفر النار وهما ملتصقان. ولا يتالم هذا بعذاب هذا ولا يتنعم هذا بنعيم هذا. والله قادر على كل شیء لانه يقدر على ايصال كلٍ ما يستحقه. ولا يستبعد فی قدرة الله امثال هذه الامور (شرح الطحاویۃ لابن جبرین ج ۵ ص ۶۰) بعض مرتبہ ایک ہی قبر میں دو مدفون آدمیوں میں سے ایک نیک بخت ہوتا ہے، دوسرا بد بخت۔ نیک بخت کے لئے وہی قبر جنت کا باغ ہوتی ہے اور بد بخت کے لئے آگ کا گڑھا ہوتی ہے۔ حالانکہ وہ دونوں ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں، نہ یہ اس کے عذاب کی وجہ سے تکلیف محسوس کرتا ہے اور نہ وہ اس کی نعمتوں کی لذت محسوس کرتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے، کیونکہ جو آدمی ثواب وعذاب میں سے جس چیز کا مستحق ہوتا ہے وہ اس تک پہنچانے کی قدرت رکھتا ہے اور ایسے امورِ عجیبہ اللہ کی قدرت سے بعید نہیں۔

۱۵۷۲...... ومعلوم ان الانسان يتكون من جسد وروح فبعد الموت تخرج هذه الروح من جسده ويبقى الجسد ليس به حركة فيفنى الجسد ويكون تراباً ولكن قدرة الله اعلى من كل شیء فهو قادر سبحانه على ان يوصل اليه الالم او النعيم ولو كان تراباً او رماداً. الله قادر على كل شیء (شرح الطحاویۃ لابن جبرین ۱۰/۵۹) یہ بات یقینی ہے کہ انسان جسد اور روح سے مرکب ہے اور موت کے بعد روح بدن سے جدا ہو جاتی ہے اور جسد کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ اس میں کوئی حرکت نہیں ہوتی۔ پھر (بعض دفعہ) جسد فنا ہو جاتا ہے اور مٹی ہو جاتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت ہر چیز سے اعلیٰ ہے۔ پس اللہ سبحانہ اس بات پر قادر ہے کہ میت کے مٹی اور راکھ ہو جانے کے باوجود اس کو درد یا لذت پہنچائے۔

۱۵۷۳...... فاذا قال قائل اين العذاب ونحن قد نحفر القبر بعد يومين او بعد ايام ونجده كما هو لم يتغير ۱۰ الخ عذاب قبر کے منکر نے کہا ہم نے دفن کے دو دن بعد یا کئی دنوں کے بعد قبر کو کھولا تو اس میں کوئی تغیر نظر نہ آیا، نہ وسعت ہے نہ تنگی ہے اور بعض نے کہا کہ پارہ جو خفیف الحرکۃ ہے وہ ہم نے میت کے سینہ پر رکھا بعد میں دیکھا کہ اپنی جگہ سے نہیں تبدیل ہوا، اس کے باوجود میت کو عذاب کیسے ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تم ایک الگ جہان میں ہو اور اہل قبور الگ جہان میں ہیں، تم جہانِ دنیا میں ہو جہاں ثواب وعذاب اور راحت وتکلیف بدن کو اصالۃً پیش آتی ہے اور روح کو تبعاً پیش آتی ہے اور دنیا میں بدن نظر آتا ہے تو اس پر راحت وتکلیف کے آثار بھی نظر آتے ہیں اور اہل قبور عالم برزخ میں ہیں جہاں راحت وتکلیف اصالۃً روح کو پیش آتی ہے اور تبعاً بدن کو باطن میں پیش آتی ہے۔ یعنی روح کے عذاب سے بدن کا باطن متاثر ہوتا ہے۔ چونکہ روح بھی نظر نہیں آتی اور اہل قبور کا باطن بھی نظر نہیں آتا۔ اس لئے ان پر جو راحت وتکلیف کے اثرات ہیں وہ بھی نظر نہیں آتے۔ (شرح الطحاویہ لابن جبرین ۵/۶۰)

۱۵۷۴...... مسلمان شہداء کو پانچ دن کے بعد دفن کیا جاتا ہے تو ان سے بدبو کی بجائے کستوری جیسی خوشبو آتی ہے۔ فهذا

دلیل علی هذه الحیاة وان الحیاة یصل اثرها الی البدن پس یہ شہید کی حیات پر دلیل ہے اور اس بات پر بھی دلیل ہے کہ اس حیات کا اثر بدن کی طرف بھی پہنچتا ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ (البقرہ آیت: ۱۵۴) فحیاتهم ولو کانت حیاة برزخیة ولو کانت حیاة علی الارواح لکن یصل اثرها الی الاجساد. ولو انها فنیت بعد مدة ولو تمزقت وصارت اشلاء. لکن لابد ان اثر هذه الحیاة ونعیمها ینال البدن کما ینال الروح پس شہداء کی حیات اگرچہ حیات برزخی ہے اور اگرچہ (اصالۃً) ارواح پر ہے لیکن اس کا اثر اجساد کی طرف پہنچتا ہے اور اگر اجساد مدت کے بعد فنا ہو جائیں یا پھٹ جائیں اور شل ہو جائیں تب بھی اس حیات کا اور اس کی نعمتوں کا اثر جیسا کہ روح کی طرف پہنچتا ہے بدن کی طرف بھی پہنچنا ضروری ہے۔ (ایضاً ۶/۵۹)

۱۵۷۵...... واهل السنة یصدقون بان الله تعالیٰ یعذب هذا فی قبره او ینعم هذا فی قبره کما وردت فی ذلک ادلة مجملة ومفصلة ولکن الکیفیة محجوبة عنا حتی ولو لم ندرک ذلک فقد ادرکه الانبیاء کما ادرکه النبی علیہ السلام فی هذا الحدیث ولو کشفنا عن المیت ورأیناه کما وضع فانا لا ننفی انه یعذب او ینعم او یضیق علیه قبره او یوسع علیه وذلک لان هذا من علم الآخرة واهل الدنیا لیسوا مطلعین علی امور الآخرة (شرح عمدة الاحکام لابن جبرین ج ۲ ص ۲۴) اور اہل سنت اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کو قبر میں عذاب دیتا ہے اور کسی کو نعمتوں سے نوازتا ہے جیسا کہ اس بارے میں مجمل اور مفصل ادلہ موجود ہیں لیکن قبر کے عذاب وثواب کی کیفیت ہم سے زیر پردہ پوشیدہ کر دی گئی ہے۔ اگر ہم اس کو نہیں دیکھتے تو انبیاء تو دیکھتے ہیں۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے دو قبروں میں عذاب دیکھا اور ان پر کھجور کی شاخ رکھی اور اگر میت سے قبر کشائی کریں اور اس کو اسی حالت پر دیکھیں جس حالت پر ہم نے اس کو رکھا تھا، تب بھی ہم اس کے عذاب یا ثواب اور اس پر قبر کے تنگ یا وسیع ہونے کی نفی نہیں کریں گے۔ کیونکہ یہ چیز آخرت کے امور غیبیہ میں سے ہے اور اہل دنیا آخرت کے امورِ غیبیہ پر نہ مطلع ہو سکتے ہیں، نہ جان سکتے ہیں۔

۱۵۷۶...... جہنم کا عذاب قبروں سے اٹھنے کے بعد ہوگا اور اس کا کچھ حصہ برزخ (قبر) میں واقع ہوتا ہے کیونکہ مردے برزخ میں ہوتے ہیں تو جہنم کی گرمی اور اس کی زہریلی ہوا ان کو پہنچتی ہے اور قبر کا عذاب موت کے بعد برزخ میں ہوتا ہے۔ اہل سنت قبر کے عذاب وثواب پر ایمان رکھتے ہیں۔ اگرچہ ہم نے اس کا مشاہدہ نہ کیا ہو، یعنی ہم قبر کھولتے ہیں اور ہمیں اس میں ثواب وعذاب نظر نہیں آتا اور نہ اس میں ہم نے کوئی آواز اور چیخ سنی لیکن اموات ایسے جہان میں ہیں جو ہمارے جہان سے مختلف ہے کیونکہ میت عالم دنیا سے عالم برزخ کی طرف منتقل ہو جاتی ہے اور عالم برزخ میں عذاب وثواب اصالۃً روح پر واقع ہوتا ہے روح اس وقت جسد سے جدا ہوتی ہے اور روح اور اس کی کیفیت کا ادراک نہیں کر سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے روح کو بشر سے پردے میں رکھا ہے: فالعذاب فی القبر والنعیم علی الارواح. والاجساد تبع لها. فما دام اننا نؤمن بان عذاب القبر حق الخ پس قبر میں عذاب وثواب ارواح پر واقع ہوتا ہے اور اجساد ارواح کے تابع ہوتے ہیں، جب ہمارا ایمان ہے کہ عذاب قبر حق ہے تو ہم عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ اگرچہ ہم نے آنکھ کے ساتھ اس کا مشاہدہ نہ کیا اور بعض علماء نے قبر کے عذاب کی علامات وغیرہ کو دیکھا ہے۔ (شرح عمدة الاحکام لابن جبرین ۱۹/ ۱۳)

۱۵۷۷...... الاصل انه يقع على الروح لان الجسد يفنى ويصير ترابا. ولكن لا يستبعد ان الله تعالىٰ يوصل اليه تالما ولو كان ترابا (فتاوی الشیخ ابن جبرین ۱۸/۸۱) اصل یہ ہے کہ عذاب قبر اصالۃً روح پر واقع ہوتا ہے۔ کیونکہ جسد فنا اور مٹی ہو جاتا ہے لیکن یہ اللہ کی قدرت سے بعید نہیں کہ جسد کے مٹی ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ اس کی طرف درد پہنچائے۔

۱۵۷۸...... من الايمان بالغيب: الايمان بعذاب القبر. مع ان القبر مشاهد نشاهده ونراه ولكننا لا نشاهد عذابه ولا نعيمه. ولكن لما وردت به الادلة الصحيحة في السنن وفي الصحاح آمنا به وايقنا وصدقنا بما جاء في الاحاديث واعتقدنا ان ذلك من الامور الغيبية (فتاوی الشیخ ابن جبرین ۱۸۱/۶۳) ایمان بالغیب میں سے ہے عذاب قبر پر ایمان لانا، باوجود یکہ ہم قبر کا مشاہدہ کرتے ہیں لیکن اس کے عذاب کا اور اس کی نعمتوں کا مشاہدہ نہیں کرتے۔ تاہم جب کتب احادیث میں ادلہ صحیحہ آچکے ہیں تو ہم عذاب قبر پر ایمان لائے اور ہم نے اس کا یقین کر لیا اور جو کچھ احادیث میں آ گیا ہم نے اس کی تصدیق کی اور ہم نے یہ عقیدہ اختیار کیا کہ عذاب قبر غیبی امور میں سے ہے۔ (لہٰذا نبی کریم ﷺ کی صداقت پر یقین کر کے اس پر ایمان رکھا جائے اگرچہ ہمیں نظر نہ آئے)

۱۵۷۹...... والاحكام في الدنيا على الاجساد وتتبعها الارواح. والاحكام في البرزخ على الارواح وتتبعها الاجساد. والاحكام يوم القيامة على الارواح وعلى الاجساد (فتاوی الشیخ ابن جبرین ۶۳/ ۱۸۳) دنیا میں احکام اصالۃً اجساد پر جاری ہوتے ہیں ارواح ان کے تابع ہوتی ہیں اور برزخ میں احکام اصالۃً ارواح پر جاری ہوتے ہیں اور اجساد ان کے تابع ہوتے ہیں اور قیامت کے روز احکام ارواح و اجساد دونوں پر اصالۃً جاری ہوں گے۔

۱۵۸۰...... ما من مسلم يسلم علی الا رد الله علی روحی حتی ارد عليه السلام فيعم ذلك المسلم من قريب او بعيد (فتاوی فی التوحید ص ۲۴) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو مسلمان بھی مجھ پر سلام کرے گا۔ اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح کو متوجہ کر دے گا اور میں سلام کا جواب دوں گا۔ یہ حدیث عام ہے کہ خواہ کوئی قبر کے پاس سلام کرے یا دور سے دونوں صورتوں میں رسول اللہ ﷺ سلام کا جواب دیں گے۔

فائدہ: سلام کا سننا اور جواب دینا موقوف ہے حیات پر۔

الاستاذ الدکتور موسیٰ شاہین لاشین رحمۃ اللہ (نائب رئیس جامعۃ الازہر، مصر۔ م ۱۴۳۰ھ)

۱۵۸۱...... اختلف العلماء في عذاب القبر هل يقع على الروح فقط او عليها وعلى الجسد؛ عذاب قبر کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے کہ کیا عذاب فقط روح پر واقع ہوتا ہے یا فقط جسد پر یا دونوں پر؟ جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ قبر کا عذاب روح اور جسد دونوں پر واقع ہوتا ہے، انہوں نے اس پر حدیث سے استدلال کیا ہے۔ حدیث میں ہے۔ (۱) انهم يعذبون عذابا تسمعه البهائم بے شک اہل قبور کو عذاب دیا جاتا ہے جس کو جانور سنتے ہیں۔ (۲) انه ليسمع خفق نعالهم میت دفن کے بعد واپس جانے والوں کی جوتیوں کی آواز سنتی ہے۔ (۳) تختلف اضلاعه لضمة القبر قبر میت کے جسد کو اتنا دباتی ہے کہ پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں۔ (۴) يضرب بين اذنيه لوہے کے ہتھوڑے کے ساتھ میت کے دونوں کانوں کے درمیان مارا

جاتا ہے۔ (۵) فیقعد انہوں فرشتے میت کو بٹھاتے ہیں۔ یہ سب امور اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ عذاب روح اور جسد عنصری دونوں کو ہوتا ہے۔ کیونکہ اکیلی روح کے عذاب کو نہیں سنا جا سکتا اور جو عذابات ذکر کئے گئے ہیں یہ اجساد کی صفات ہیں۔ (المنھل الحدیث فی شرح الحدیث ج ۱ ص ۱۸۱، نیز فتح المنعم شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۲۶۶)

۱۵۸۲...... ویؤخذ من قوله حتی استانس بکم وانظر ماذا اراجع به رسل ربی ان المیت یحیا فی القبر ویسمع ویستانس بمن حول القبر حدیث میں ہے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے وصیت کی اپنی قبر کے اردگرد کچھ دیر ٹھہرنے کی تاکہ میں تمہارے ساتھ اُنس پکڑوں اور میں دیکھوں کہ اپنے رب کے قاصدوں (منکر نکیر) کو کیا جواب دوں۔ مؤلف فرماتے ہیں اس حدیث سے ایک تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ میت کو قبر میں زندہ کیا جاتا ہے۔ دوسری یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ میت سنتی ہے۔ تیسری یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ قبر کے اردگرد والوں کے ساتھ میت اُنس پکڑتی ہے۔ (فتح المنعم شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۰۰)

شیخ عمر بن سلیمان اشقر فلسطینی رحمۃ اللہ علیہ (استاذ بالجامعۃ الاردنیہ، اردن۔ م ۱۴۳۳ھ)

۱۵۸۳...... یقول شارح الطحاویة وقد تواترت الاخبار عن رسول الله ﷺ فی ثبوت عذاب القبر ونعیمه لمن کان لذلك اهلاً. وسؤال الملکین. فیجب اعتقاد ثبوت ذلك والایمان به الخ شارح عقیدہ طحاویہ کے حوالہ سے مؤلف فرماتے ہیں: جان لیجئے بے شک عذاب قبر اور عذاب برزخ حق ہے۔ پس ہر وہ شخص جو فوت ہو گیا اور وہ عذاب کا مستحق ہو تو اس کے حصہ کا عذاب اس کو حاصل ہوتا ہے خواہ وہ مدفون ہو یا غیر مدفون مثلاً درندوں نے اس کو کھا لیا یا وہ جل کر راکھ ہو گیا اور اس کو فضا میں اڑا دیا گیا یا میت کو سولی پر لٹکا دیا یا دریا میں غرق ہو گیا تو جو عذاب مدفون کو پہنچتا ہے وہی عذاب ان سب صورتوں میں روح اور بدن کو بھی پہنچتا ہے۔ (القیامۃ الصغری ص ۴۸)

۱۵۸۴...... فالروح- کما یدل علیه الحدیث تعاد الی الجسد بعد الرحلة الی السماء ثم تسال ثم تکون طیراً یعلق بشجر الجنة الی ان یبعث العباد ومع کونها فی الجنة فانه یبقی لها تعلق بالجسد کحال الانسان فی النوم فانها تجول فی ملکوت السماوات والارض مع ان لها تعلق بالجسد (القیامۃ الصغری ص ۱۰۵) پس روح کو جیسا کہ حدیث دلالت کرتی ہے آسمانوں کی طرف لے جانے کے بعد جسد کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے، پھر اس سے سوال کیا جاتا ہے، پھر روح پرندوں کی طرح جنت میں پرواز کرتی ہے اور جنت کے پھل کھاتی ہے اور اس کے جنت میں ہونے کے باوجود اس کا اپنے جسد (عنصری) کے ساتھ تعلق باقی رہتا ہے۔ جیسا کہ نیند کی حالت میں روح آسمانوں و زمین کی خدائی سلطنت میں گھومتی رہتی ہے لیکن اس کے باوجود اپنے جسد عنصری کے ساتھ اس کا تعلق قائم رہتا ہے۔

۱۵۸۵...... مذهب اهل السنة والجماعة ان الروح منفصلة عن الجسد ومتصلة به. یقول شیخ الاسلام ابن تیمیة العذاب والنعیم علی النفس والبدن جمیعاً باتفاق اهل السنة والجماعة تنعم النفس وتعذب منفردة عن البدن وتعذب متصلة بالبدن والبدن متصل بها. فیکون النعیم والعذاب علیهما فی هذه الحال مجتمعین کما یکون للروح مفردة عن البدن (القیامۃ الصغری ص ۱۰۷) اہل السنت والجماعت کا مذہب یہ ہے کہ روح جسد سے جدا ہوتی ہے اور جدا ہونے کے

باوجود ایک غیر معلوم الکیفیہ تعلق معنوی کے اعتبار سے جسد کے ساتھ متصل ہوتی ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: عذاب وثواب روح اور بدن دونوں پر ہوتا ہے اس پر اہل السنت والجماعت کا اتفاق ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی دو صورتیں ذکر کی ہیں۔(۱) روح جسد سے جدا ہو لیکن بدن کے ساتھ تعلق معنوی ہو، اس صورت میں روح کو عذاب اصالۃً ہوتا ہے اور بوجہ تعلق معنوی جسد بھی تبعاً متاثر ہوتا ہے۔(۲) روح کا جسد میں دخول حلول ہو اور روح بدن کے ساتھ اور بدن روح کے ساتھ متصل ہو اور دونوں جمع ہوں اس صورت میں روح اور بدن دونوں کو عذاب اصالۃً ہوتا ہے۔

۱۵۸۶...... ان الانسان جسد وروح والروح سر الحیاۃ والعذاب والنعیم یقع علی الروح والروح تبع للجسد فی الدنیا. فالعذاب والنعیم للجسد والارواح تابعة للاجساد. اما فی القبر فتنعکس القضیة فالنعیم والعذاب للارواح والاجساد تابعة لها الخ (دروس الشیخ عمر الاشقر ۹/۱۳) انسان روح اور جسد کے مجموعہ کا نام ہے اور انسان کا بہترین اور عمدہ ترین حصہ روح ہے اور یہی حیات کا راز ہے۔ دنیا میں راحت وتکلیف اصالۃً اجساد پر واقع ہوتی ہے اور ارواح اجساد کے تابع ہوتی ہیں۔ قبر میں معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے پس قبر میں سوال وعذاب اصالۃً ارواح پر واقع ہوتا ہے اور اجساد ارواح کے تابع ہوتی ہیں اور آخرت میں دونوں برابر ہوں گے یعنی ثواب اور عذاب دونوں پر اصالۃً ہوگا۔

ڈاکٹر وہبہ زُحَیلی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (استاذ بجامعة دمشق، مصنف کتب کثیرہ۔م ۱۴۳۶ھ)

۱۵۸۷...... ولا تقولوا عن شهداء الكفاح والجهاد الخالص انهم اموات بل هم احياء في قبورهم حياة ذات طراز خاص ومعالم خاصة. ويرزقون رزقا على كيفية. الله اعلم بها. ولكننا لا نستطيع ادراك حقيقة تلك الحياة بميزان الحس المشاهد. فهي حياة غيبية في عالم آخر وطراز آخر. وكل ما في الامر ان الله تعالىٰ اخبرنا عنها. فلا نبحث عنها. ويجب الايمان بها (التفسیر المنیر للزحیلی ج ۲ ص ۴۰) دشمن کا مقابلہ کرنے اور خالص جہاد کرنے والے شہداء کے بارے میں اللہ کا حکم ہے کہ ان کو مردہ مت کہو، بلکہ وہ اپنی قبور میں ایسی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں جو خاص طریقہ سے ہے اور خاص علامات کے ساتھ ہے (وہ یہ کہ ان پر ظاہری آثار اور دنیا والی زندگی کے لوازم معدوم ہیں) اور ان کو ایک خاص کیفیت کے ساتھ رزق دیا جاتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں لیکن ہم اپنے میزانِ مشاہدہ کے ساتھ اس حیات کی حقیقت کا ادراک نہیں کر سکتے۔ پس یہ حیات غیبیہ (یعنی حیات برزخیہ مخفیہ) ہے جو عالم دنیا سے مختلف دوسرے عالم (عالم برزخ) میں ہے اور دوسرے طریقہ سے ہے اور جس جس امر غیبی کی اللہ نے ہمیں خبر دی ہے ہمارے لئے اس پر ایمان لانا واجب ہے اور ہم ان کے متعلق بحث نہیں کرتے۔

۱۵۸۸ .... بے شک برزخ میں زندوں کے اعمال ان اموات پر پیش کئے جاتے ہیں جو ان کے اقرباء اور ان کے قبیلوں سے ہیں جیسے کہ مسند ابوداؤد طیالسی رحمۃ اللہ علیہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان اعمالكم تعرض على اقربائكم وعشائركم في قبورهم بے شک تمہارے اعمال تمہارے اقرباء اور تمہارے قبیلوں پر پیش کئے جاتے ہیں ان کی قبروں میں۔ (التفسیر المنیر للزحیلی ج ۱۱ ص ۳۱)

فائدہ: ظاہر ہے کہ قبروں میں ابدانِ عنصریہ میں حیات ہے تبھی ان پر اعمال پیش ہوتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ قبر بھی برزخ کا حصہ ہے کیونکہ پہلے ڈاکٹر زحیلی نے کہا کہ اعمال برزخ میں پیش کئے جاتے اور حدیث میں ہے کہ قبور میں پیش کئے جاتے ہیں۔ ان میں تضاد نہیں بلکہ قبر بھی برزخ کا حصہ ہے، اس لئے دونوں باتیں درست ہیں۔

۱۵۸۹...... یستمر الکافرون والعصاۃ فی عذاب القبور او البرزخ الی یوم القیامۃ قالت عائشۃ رضی اللہ عنہا: ویل لاھل المعاصی من اھل القبور تدخل علیھم فی قبورھم حیات سود او دھم حیۃ عند راسہ وحیۃ عند رجلیہ یقرصانہ حتی یلتقیا فی وسطہ فذلک العذاب فی البرزخ الذی قال اللہ تعالی: وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (التفسیر المنیر للزحیلی ج۱۸ ص۱۰۲) کافر اور نافرمان قیامت تک قبور یا برزخ کے عذاب میں رہیں گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نافرمان اہل قبور کے لئے ہلاکت ہے، ان پر ان کی قبور میں سیاہ سانپ داخل ہوتے ہیں، ایک سانپ اس کے سر کے پاس ہوتا ہے دوسرا اس کے پاؤں کی جانب، دونوں اس کو کاٹتے رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ اس کے وسط میں دونوں سانپ اکٹھے ہوتے ہیں۔ پس یہ ہے برزخ کا عذاب جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ومن ورائھم برزخ الی یوم یبعثون ان کے آگے برزخ ہے اس دن تک جب وہ قبروں سے اٹھائے جائیں گے۔

فائدہ: قبور یا برزخ کی تعمیم اس لئے کی ہے کہ اگر قبر میں مدفون ہے تو قبر میں اور اگر غیر مدفون ہو تو برزخ میں جس جگہ بدن یا ذرات بدن ہوں وہاں عذاب ہوتا ہے۔

۱۵۹۰...... السلام علیکم دار قوم مؤمنین وھذا خطاب لمن یسمع ویعقل ولولا ھذا الخطاب لکانوا بمنزلۃ خطاب المعدوم والجماد .. وشرع السلام علی الموتی مما یدل علی شعورھم وعلمھم بالمسلم ... وکل ذلک دال علی ان السلام والخطاب والنداء لموجود یسمع ویخاطب ویعقل ویرد وان لم یسمع المسلم الرد (التفسیر المنیر ج۲۱ ص۱۱۲) اہل قبور کو یوں سلام کیا جاتا ہے: السلام علیکم دار قوم مؤمنین ان کلمات کے ساتھ ان کو مخاطب بنایا جاتا ہے جو سنتے اور سمجھتے ہوں اور اگر مخاطب میں سمع اور فہم نہ ہو تو یہ ایسے ہوگا جیسے معدوم اور بے جان کو مخاطب بنانا...... مردوں پر سلام کی مشروعیت دلالت کرتی ہے ان کے شعور پر اور اس بات پر کہ ان کو سلام کرنے والے کا علم ہوتا ہے...... اور یہ سب کچھ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ سلام اور خطاب کا کلمہ اس موجود کے لئے ہے جو سنتا سمجھتا ہے اور کلام بھی کر سکتا ہے اور جواب بھی دیتا ہے اگرچہ سلام کنندہ جواب نہ سن سکے۔

۱۵۹۱...... احتج اکثر العلماء بآیۃ رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فی اثبات عذاب القبر بناء علی تفسیر السدی انھم امیتوا فی الدنیا ثم احیاھم فی القبور للسؤال ثم امیتوا ثم احیوا فی الآخرۃ وانما جنح الی ھذا التفسیر لان لفظ المیت لا ینطلق فی العرف علی النطفۃ ولو کان الثواب والعقاب للروح دون الجسد فما معنی الاحیاء والاماتۃ، کذلک تدل ھذہ الآیۃ علی حصول الحیاۃ فی القبر (التفسیر المنیر للزحیلی ج۲۴ ص۹۳) مفسر سدی کی تفسیر کے مطابق اکثر علماء نے ربنا امتنا اثنتین و احییتنا اثنتین سے عذاب قبر کے اثبات پر استدلال کیا ہے اور وہ تفسیر یہ ہے کہ ان کو دنیا میں موت دی جاتی ہے۔ پھر بعد از دفن سوال کے لئے ان کو قبور میں زندہ کیا جاتا ہے۔ پھر نفخہ اولیٰ کے وقت موت دی جائے گی۔ پھر نفخہ ثانیہ

کے وقت زندہ کئے جائیں گے۔ اکثر علماء نے اس تفسیر کو ترجیح اس لئے دی کہ عرف میں میت کا لفظ نطفہ پر نہیں بولا جاتا جب کہ جن علماء نے دوسری تفسیر کی ہے وہ پہلی موت سے مراد لیتے ہیں نطفہ علقہ وغیرہ کی حالت میں ہونا۔ جب قبر میں احیاء اور اماتت ہے تو مفسر اس سے استدلال کر کے فرماتے ہیں کہ ثواب وعذاب روح اور جسد دونوں کے لئے ہے۔ ورنہ اگر ثواب وعذاب فقط روح کے لئے ہو تو احیاء واماتت کا کیا معنیٰ؟ کیونکہ روح تو زندہ ہے، اسی طرح یہ آیت اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ قبر میں حیات ہے۔

۱۵۹۲...... ولکن لیس فی الآیۃ دلالۃ علی ان الاجساد فی القبور تتألم مع الروح وتتعذب معھا وانما دلّت السنّۃ علی ذلک (التفسیر المنیر للزحیلی ج ۲۴ ص ۱۳۲) آیت: النار یعرضون علیھا الخ! کی اس بات پر (صریح اور واضح) دلالت نہیں کہ قبور میں روح کے ساتھ اجساد بھی درد محسوس کرتے ہیں اور روح کے ساتھ اجساد کو بھی عذاب ہوتا ہے۔ البتہ روح وجسد دونوں کے عذاب وثواب پر سنت کی دلالت (صریح اور واضح) ہے۔

۱۵۹۳...... انزل اللہ فی قرآنہ بیانا قاطعا بان الشھداء احیاء فی قلوب الناس والتاریخ واحیاء فی قبورھم. وارواحھم الطاھرۃ فی حواصل طیر خضر تعلق من ثمر الجنۃ (التفسیر الوسیط للزحیلی ج ۱ ص ۷۰) اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں قطعی بیان نازل فرمایا ہے کہ شہداء لوگوں کے قلوب میں، تاریخ میں اور اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ حالانکہ ان کی پاکیزہ ارواح سبز پرندوں کے پوٹوں میں سوار ہو کر جنت کے درختوں کے پھل کھاتی ہیں۔

فائدہ: چونکہ ارواح کا اجساد کے ساتھ معنوی تعلق ہوتا ہے اس لئے اجساد میں حیات ہوتی ہے۔

۱۵۹۴...... وما انت یا محمد بمسمع اسماعا ینفع ویجدی الا من آمن... وھذا لا یعارض الثابت فی السنۃ النبویۃ من سماع الموتی کلام الاحیاء والاستئناس بزوار القبور (التفسیر الوسیط ج ۳ ص ۲۰۱۰) مردوں کا زندوں کے کلام کو سننا اور زائرین قبور کے ساتھ مردوں کا اُنس پکڑنا سنت نبویہ سے ثابت ہے اور یہ اس آیت کے خلاف نہیں۔ وما انت بمسمع من فی القبور (یعنی اے محمد کریم ﷺ) آپ ان معاندین مردہ دلوں کو ایسا نہیں سنا سکتے جو ان کو نفع دے۔ ہاں! ان کو سنانا نفع دے گا جو ایمان لانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

فائدہ: سنت نبویہ سے جس سماع موتیٰ کا اثبات ہے یعنی مطلق سماع، اِس آیت میں اُس کی نفی نہیں اور اس آیت میں جس اِسماع وسماع کی نفی ہے یعنی اِسماع اور سماع نافع، سنت نبویہ میں اُس کا اثبات نہیں۔

۱۵۹۵...... والثانی ما بین الموت والبعث وھو حیاۃ البرزخ، حیاۃ القبر (التفسیر الوسیط ج ۱ ص ۵۰۵) حیات کی دوسری قسم وہ ہے جو موت اور بعث کے درمیان ہے اور یہ حیات برزخ ہے اور یہی حیات قبر ہے۔

۱۵۹۶...... والمراد من البرزخ ھنا باجماع المفسرین: المدۃ التی بین موت الانسان وبین البعث (التفسیر الوسیط ج ۲ ص ۱۷۲۰) یہاں پر برزخ سے وہ مدت مراد ہے جو انسان کی موت اور بعث من القبور کے درمیان ہے۔

فائدہ: قرآنِ کریم میں یہی معنی مراد ہے، لیکن عرف میں اس کے دو معنی اور بھی ہیں۔ (۱) میت کے حق میں قبر سے لے کر علیین اور سجین تک ہر جگہ برزخ ہے۔ (۲) اسی طرح قبر میں میت کی جو اچھی یا بری حالت ہے وہ حالت و کیفیت بھی برزخ ہے۔

۱۵۹۷...... فزیارۃ قبرہ ﷺ من افضل القربات الخ نبی کریم ﷺ کی قبر کی زیارت پسندیدہ اعمال میں سے افضل ترین عمل ہے اور کامیابی کے مساعی میں یہ زیادہ کامیابی کا ذریعہ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ولو

انھم الخ ۔جس وقت انہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا اگر وہ آپ کے پاس آ جاتے اور اللہ سے بخشش طلب کرتے اور اللہ کے رسول بھی ان کے لئے بخشش طلب کرتے تو وہ اللہ کو پاتے توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے ولا...... پھر قبر شریف کے پاس آئے...... سلام کرے: السلام علیك یارسول الله. السلام علیك یانبی الله...... (شہادتین کے بعد نبی کریم ﷺ سے یوں مخاطب ہو) واشهد انك قد بلغت الرسالة وادیت الامانة ونصحت الامة وجاهدت فی الله حق جهاده اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے پیغام پہنچا دیا۔امانت ادا کر دی۔امت کی خیرخواہی کی۔اللہ کے راستہ میں جہاد کیا اور جہاد کرنے کا حق ادا کیا۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ۳ ص ۲۴۰۱)

فائدہ: سلام اور خطاب کے کلمات سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ زندوں کی بات قبر کے پاس سے سنتے اور سمجھتے ہیں، ورنہ یہ ایسے ہوگا جیسے کوئی بے جان چیز کے ساتھ باتیں کرے۔

محقق شعیب الارنؤوط حنفی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۳۸ھ)

۱۵۹۸۔ وقوله رد علی روحی قال المناوی یعنی رد علیّ نطقی لانه ﷺ حی علی الدوام. وروحه لا تفارقه ابداً لما صح ان الانبیاء احیاء فی قبورهم هذا ظاهر فی استمرار حیاته الخ حدیث میں ہے: نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں جب مجھے کوئی سلام کرے گا، رد الله علی روحی. اس کا ظاہری معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ میری روح کو لوٹا دے گا۔اس سے شبہ ہوتا ہے کہ آپ کی روح بدن سے اس طرح جدا تھی کہ آپ میں سلام کا جواب دینے کی قوت نہ تھی۔اللہ تعالیٰ نے روح کو لوٹایا تا کہ آپ سلام کا جواب دیں۔یہ انبیاء علیہم السلام کی حیات فی القبر والے متفقہ صحیح عقیدہ کے خلاف ہے۔مؤلف نے اس اعتراض کا جواب علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ حدیث میں روحی سے نطقی مراد ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ میرا نطق (بولنے کی قوت) لوٹا دیں گے جب کہ اس سے قبل عالم بالا کے احوال میں مشغول تھے اور تجلیات وانوارات الٰہیہ کے مشاہدہ میں مستغرق تھے۔اس استغراقی حالت کی وجہ سے بولنے کی ہمت نہ تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے سلام کے وقت آپ کا نطق بحال کر دے گا تا کہ آپ سلام کا جواب دیں۔ (حاشیہ سنن ابی داود ج ۳ ص ۳۸۴)

محمد بن علی اثیوبی ولوی (مدرس مسجد حرام مکہ۔م ۱۴۴۲ھ)

۱۵۹۹...... علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے مؤلف لکھتے ہیں: فیه ان عذاب القبر حق یجب الایمان به والتسلیم له. وعلی ذلك اهل السنة والجماعة حدیث جریدہ میں یہ عقیدہ ہے کہ عذاب قبر برحق ہے اس پر ایمان لانا اور اس کو تسلیم کرنا واجب ہے اہل السنت والجماعت کا عقیدہ یہی ہے۔(ذخیرۃ العقبی فی شرح المجتبی ج ۱ ص ۵۱۸)

۱۶۰۰...... وقال القرطبی ان الله یحیی العبد ویرد الیه الحیاة والعقل. وهذا نطقت به الاخبار. وهو مذهب اهل السنة والجماعة (ایضاج ۱ ص ۵۱۸) امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں کہ یقیناً اللہ تعالیٰ بندے کو زندہ کرتا ہے اور اس کی طرف حیات اور عقل لوٹا دیتا ہے۔اس کی احادیث میں صراحت ہے اور یہی اہل السنت والجماعت کا مذہب ہے۔

۱۶۰۱...... ثم المعذب عند اهل السنة والجماعة الجسد بعینه او بعضه بعد اعادة الروح الی جسده او الی جزئه... قال الجامع عفا الله عنه: فی قولهم ان المعذب الجسد بعینه او بعضه لیس دلیل قاطع فیه بل الادلة مطلقة (ایضاج ۱ ص ۵۱۹) علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں: اہل السنت والجماعت کے

نزدیک روح کو پورے جسم یا اس کے جزء کی طرف لوٹانے کے بعد جسم کو عذاب دیا جاتا ہے۔ وہ بعینہٖ پورا جسم ہو یا جسم کا بعض حصہ ہو۔ مؤلف کہتے ہیں کہ اس بات پر کوئی قطعی دلیل نہیں کہ عذاب پورے جسم کو ہوتا ہے یا بعض کو۔ بلکہ اس تفصیل کے بغیر جسم کے عذاب پر ادلہ موجود ہیں۔

۱۶۰۲...... وفیہ اثبات عذاب القبر والرّدّ علی المنکر لذلک من المعتزلۃ (ایضاً ج۱۵ ص۲۵۱) اور حدیث استعاذہ میں عذاب قبر کا اثبات اور اس کے منکر معتزلہ پر رد ہے۔

۱۶۰۳...... حافظ عراقی کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں: اثبات عذاب القبر مذھب اھل السنۃ وقد تظاھرت علیہ ادلّۃ الکتاب والسنّۃ ولا یمتنع فی العقل ان یعید اللہ تعالیٰ الحیاۃ فی جزء من الجسد ویعذّبہ الخ اہل السنت کا مذہب ہے عذاب قبر کا اثبات اور اس پر کتاب وسنت کے واضح اور قوی دلائل موجود ہیں اور عقلاً یہ محال نہیں کہ اللہ تعالیٰ جسد کے کسی جزء میں حیات لوٹا دے اور اس کو عذاب دے اور جب عقلاً بھی محال نہیں اور شرعی دلائل بھی اس پر موجود ہیں تو اس کا قبول کرنا واجب ہے اور اس میں خوارج، اکثر معتزلہ اور بعض مرجیہ نے اس کا انکار کیا ہے۔ پھر جس کو عذاب دیا جاتا ہے اہل السنت کے نزدیک پورا جسد ہے یا جسد کا بعض حصہ ہے، لیکن پورے جسد یا اس کے جزء کی طرف روح کو لوٹانے کے بعد۔ ہمارے علماء نے کہا ہے کہ میت کے اجزاء کا بکھر جانا جیسا کہ مشاہدہ یہی ہے کہ عادۃً میت کے اجزاء بکھر جایا کرتے ہیں یا اس کو درندے کھالیں یا مچھلیاں کھالیں یا اس جیسی کوئی اور صورت پیش آجائے تو یہ عذاب میں مانع نہیں۔ پس جیسے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ان میں حیات لوٹائے گا اور وہ اس پر قادر ہے اسی طرح برزخ میں میت کے ایک جزء یا تمام اجزاء کی طرف بھی حیات لوٹانے پر قادر ہے۔ اگرچہ اس کو درندے اور مچھلیاں کھالیں۔ اگر کوئی آدمی یہ اعتراض کرے کہ ہم میت کو قبر میں اسی حالت پر دیکھتے ہیں تو اس سے کیسے سوال کیا جاتا ہے؟ اس کو کیسے بٹھایا جاتا ہے؟ کیسے ہتھوڑوں کے ساتھ مارا جاتا ہے اور عذاب دیا جاتا ہے؟ ہمیں میت پر اور قبر میں کوئی اثر نظر نہیں آتا۔ جواب یہ ہے کہ قبر میں یہ سب کچھ ہو اور ہمارے مشاہدے میں نہ آئے تو یہ ممکن ہے بلکہ اس کی نظیر عادۃً موجود ہے اور وہ نائم ہے کیونکہ سویا ہوا آدمی لذات اور تکلیفیں پاتا ہے لیکن ہم اس کا مشاہدہ نہیں کرتے بلکہ بیدار آدمی جب کوئی بات سنتا ہے یا اس کے بارے میں سوچتا ہے تو اس سے لذت یا تکلیف محسوس کرتا ہے لیکن اس کے ہم نشین کو اس کا مشاہدہ نہیں ہوتا، جبریل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس وحی لاتے آپ کو جبریل نظر آتے لیکن حاضرین کو نظر نہ آتے یہ سب کچھ واضح ہے۔ (پس کسی چیز کا نظر نہ آنا اس کے عدم کی دلیل نہیں ہوتا) (ایضاً ج۲۰ ص۱۰۲)

عبد العزیز بن محمد بن علی، آل عبد اللطیف (استاذ مشارک بجامعۃ الامام محمد بن سعود، الریاض)

۱۶۰۴...... ولقد تواترت الاخبار عن رسول اللہ ﷺ فی ثبوت عذاب القبر ونعیمہ لمن کان لذلک اھلاً وسؤال الملکین، فیجب اعتقاد ثبوت ذلک والایمان بہ ولا نتکلم فی کیفیتہ (التوحید للناشئۃ والمبتدئین ص۸۵) قبر کے عذاب وثواب کے ثبوت پر رسول اللہ ﷺ سے احادیث متواترہ موجود ہیں۔ اسی طرح دو فرشتے یعنی منکر ونکیر کا قبر میں سوال بھی احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔ پس ان کے ثبوت کا عقیدہ رکھنا اور ان پر ایمان لانا واجب ہے لیکن اس کی کیفیت کے متعلق ہم کوئی کلام نہیں کرتے۔

صالح بن عبدالعزیز، آل شیخ (وزیر مذہبی امور سعودیہ)

۱۲۰۵...... العذاب فی البرزخ یقع علی الروح والبدن تبع. کما انّ النعیم فی البرزخ للروح والبدن تبع واما بعد قیام الساعة فانّ النعیم والعذاب للانسان بروحه وبدنه جمیعا فی اکمل تعلقٍ بینهما ویوضّح ذلک انّ الاحادیث جاء فیها ذِکرُ نَسَمَةَ المؤمن وروح المؤمن انها فی الجنة وانَّ روح الکافر یؤخذ بها فی النار فالعذاب والنعیم فی البرزخ یقعان علی الروح لیس الروح فقط ولکن علی الروح والبدن تبع بعکس الحیاة الدنیا وفی الحیاة الدنیا التنعم او التعذب یکون علی البدن والروح ایضاً تتنعم وتتعذب لکن بالتّبع وبعد الموت عکس حالة الحیاة الدنیا هی علی الروح والبدن تبعٌ لها وهذا هو ما قرَّرَهُ ائمة اهل الاسلام وهذا خلاف قول من یقول انَّ النعیم یکون للروح والعذاب علی الروح فقط وانَّ البدن فی البرزخ لایُعَذَّب برزخ میں ثواب وعذاب اصالۃً واقع ہوتا ہے روح پر اور بدن تابع ہوتا ہے۔ قیامت قائم ہونے کے بعد روح اور بدن کے درمیان کامل ترین تعلق کی وجہ سے روح و بدن دونوں پر اصالۃً ہوگا۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ احادیث میں ہے مؤمن کی روح جنت میں ہوتی ہے اور کافر کی روح دوزخ میں ہوتی ہے۔ پس عذاب وثواب برزخ میں روح پر واقع ہوتا ہے لیکن فقط روح پر نہیں بلکہ برزخ میں عذاب وثواب اصالۃً روح پر ہوتا ہے اور بدن روح کے تابع ہوتا ہے اور برزخ کا حال حیات دنیا کے برعکس ہے، کیونکہ حیات دنیا میں راحت وتکلیف اصالۃً بدن پر واقع ہوتی ہے اور روح بدن کے تابع ہوتی ہے۔ آئمہ اسلام نے اسی کو ثابت کیا ہے۔ جب کہ بعض لوگوں نے اس کی مخالفت کی انہوں نے کہا کہ ثواب وعذاب فقط روح کو ہوتا ہے، بدن کو برزخ میں عذاب وثواب نہیں ہوتا۔ هذا غلط کبیر ولا ینبغی ان یُنْسَبَ هذا الی احد من ائمة الاسلام بل هو علی الروح والبدن جمیعاً وذلک انَّ الادلة جاء فیها انَّ المیت یُعَذّب وانَّ الانسان یُعَذّب والمیت والانسان اسم لبدنه وروحه معاً فمن ادعی الانفصال فلا بد له من اقامة دلیل علی ذلک یہ بڑی غلطی ہے، آئمہ اسلام میں سے کسی کی طرف اس کو منسوب کرنا درست نہیں، بلکہ عذاب روح اور بدن دونوں کو ہوتا ہے اور یہ اس لئے کہ عذاب قبر کے ادلہ میں میت اور انسان کا لفظ آیا ہے یعنی بے شک میت کو عذاب دیا جاتا ہے، بے شک انسان کو عذاب دیا جاتا ہے اور میت اور انسان روح و بدن کے مجموعے کا نام ہے اور جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ ثواب وعذاب فقط روح کو ہوتا ہے جسم کو نہیں ہوتا وہ اس پر دلیل قائم کرے۔ (شرح الطحاویۃ لصالح آل الشیخ ص ۴۵۵)

۱۲۰۶...... عذاب القبر اسم لما بعد الموت وقیل عنه عذاب القبر تَغْلِیباً وقد یکون عذاباً فی القبر وقد یکون عَذَاباً فی غیر القبر یعنی انَّ من فارَقَتْ روحه جسده فانَّهُ امَّا ان یُنَعَّم واما ان یُعَذَّب وغالب الناس من جمیع الملل والنِحَل والدیانات یُقْبَرون فلذلک صارت سِمَةً للمسألة اسم نعیم القبر او عذاب القبر والا فحقیقتها عذاب البرزخ ونعیم البرزخ لانَّ الحیاة المقصود بالتَّنَعُّم والعذاب فیها هی الحیاة الثانیة وهی الحیاة البرزخیة فالحیاة ثلاث بالحیاة الدنیا والحیاة البرزخیة والآخرة والمقصود هنا الحیاة البرزخیة ولذلک من دُفِنَ او من لم یُدْفَنْ واُحْرِقَ

وذُری او من اُکِل فتَفَرَّقَتْ اَجزَاؤُہٗ او مَنْ رُمِیَ فی البحر ولم یُقْبَرْ او الی آخرہ او من رُفِعَ فی مکان ولم یُجْعَلْ تحت الارض فی قبر۔ فالجمیع صاروا الی حیاۃ برزخیۃ فاذاً قول العلماء عذاب القبر او ما جاء فی الدلیل فی بعض النصوص من تسمیتہ عذاب القبر ھذا من باب التغلیب لانّ غالب الناس یُدْفَنُون (شرح الطحاویۃ صالح آل الشیخ ص ۵۲۳) خلاصہ یہ ہے کہ عذاب قبران تکلیف دہ احوال کا نام ہے جو موت کے بعد میت کو پیش آتے ہیں اور اس کا نام عذاب قبر تغلیباً ہے ورنہ جیسے عذاب قبر میں ہوتا ہے غیر قبر میں بھی ہوتا ہے، لیکن اکثر لوگوں کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے کوئی اقل قلیل ہوتا ہے جس کو دفن نہیں کیا جاتا اور ثواب وعذاب اس غیر مدفون کے روح وجسد کو بھی ہوتا ہے۔ لیکن اکثر افراد کا اعتبار کر کے اس کا نام رکھا گیا عذاب قبر اور حقیقتاً اس کا نام عذاب برزخ اور ثواب برزخ ہے، کیونکہ یہ ثواب وعذاب موت کے بعد حیاۃ برزخ میں ہوتا ہے۔ پس حیاۃ کی تین قسمیں ہیں حیات دنیا، حیات برزخ اور حیاتِ آخرت۔ جو عذاب حیات دنیا میں پیش آئے وہ عذاب دنیا ہے اور جو حیات برزخ میں پیش آئے وہ عذاب برزخ ہے اور جو آخرت میں پیش آئے گا وہ عذاب آخرت ہے اور موت کے بعد ہر میت کو حیات برزخ حاصل ہوتی ہے، یہی وجہ ہے جو دفن کیا گیا ہے یا دفن نہ کیا گیا، مثلاً جلا کر بکھیر دیا گیا یا اس کو کھالیا گیا اور اس کے اجزاء منتشر ہو گئے یا اس کو دریا میں پھینک دیا گیا یا اس کو اونچی جگہ میں رکھ دیا گیا اس کو زمین کے نیچے دفن نہ کیا گیا ان سب صورتوں میں اس میت کو حیات برزخیہ حاصل ہوتی ہے اور اس کو عذاب برزخ بھی ہوتا ہے اور اگر وہ ثواب کا مستحق ہوتا ہے تو حیات برزخ میں اس کو ثواب بھی حاصل ہوتا ہے اسی کا دوسرا تغلیبی نام عذاب قبر ہے۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ مؤلف کے نزدیک عذاب برزخ اور عذاب قبر کا مصداق ایک ہی ہے اور وہ عذاب روح اور جسد عنصری دونوں کو ہوتا ہے، کیونکہ دفن کرنے یا اجزاء کے منتشر ہونے کا تعلق جسد عنصری کے ساتھ ہے۔

۱۲۰۷...... عذاب القبر مُسَلَّطٌ علی الانسان المُکَلَّفِ، والانسان المُکَلَّفُ اسْمٌ لِرُوحِہٖ وجَسَدِہٖ۔ ولذلک الادلۃ التی دَلَّتْ علی حصول عذاب القبر تتناول الروح والجسد معاً۔ فالعذاب والنعیم یقع علی الروح ویقع علی الجسد (شرح الطحاویۃ صالح آل الشیخ ص ۵۲۴) عذاب قبر مسلط کیا جاتا ہے مکلف انسان پر اور مکلف انسان روح اور جسد عنصری کے مجموعے کا نام ہے، اسی وجہ سے وہ دلائل جو عذاب قبر کے حصول پر دلالت کرتے ہیں وہ روح اور جسد دونوں کو شامل ہے پس عذاب وثواب روح اور جسد دونوں پر واقع ہوتا ہے۔

۱۲۰۸...... قال رحمہ اللہ بعد ذلک (وَالْقَبْرُ رَوْضَۃٌ مِنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ. اَوْ حُفْرَۃٌ مِنْ حُفَرِ النِّیْرَانِ) یرید بذلک التصدیق والایمان بما دلت علیہ الاحادیث والآیات من انّ المقبور یکون فی نعیمٍ او فی عذاب وانّ قبرہ اما ان یکون روضۃ من ریاض الجنۃ او حفرۃ من حفر النار کما جاء فی الحدیث وسبب ایرادہ الخ امام طحاوی رحمہ اللہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں: قبر جنت کا باغ ہے یا جہنم کا گڑھا ہے۔ پھر مؤلف اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یہ کہہ کر امام طحاوی رحمہ اللہ اس عقیدے کی تصدیق کرنا چاہتے ہیں جس پر احادیث اور آیات دلالت کرتی ہیں کہ مدفون یا ثواب میں ہوتا ہے یا عذاب میں اور اس کی قبر یا جنت کا باغ ہوتی ہے یا جہنم کا گڑھا۔ جیسا کہ حدیث میں موجود ہے اور اس بات کو ذکر کرنے کا سبب یہ ہے کہ عذاب برزخ کے مسائل میں اپنی عقل پر اعتماد کرنے والے فلاسفہ اور کچھ متکلمین قبر کے جنت یا جہنم ہونے کی نفی کرتے ہیں اور اپنی عقل پر اعتماد کر کے کہتے ہیں کہ ہم قبر کھولتے ہیں تو ہمیں اس میں عذاب وثواب کا کوئی اثر نظر

نہیں آتا اور ہم مٹی کو چھوتے ہیں تو آگ وغیرہ کے کوئی آثار محسوس نہیں کرتے۔ یہ شبہ ان کو اس لئے ہوتا ہے کہ انہوں نے قاعدہ بنا رکھا ہے کہ عالم غیب کو عالم شہادت پر قیاس کیا جا سکتا ہے اور یہ بھی انہوں نے اصول بنالیا ہے کہ ساری چیزوں کا ادراک عقل کر سکتی ہے، جب کہ یہ اصول اور قاعدہ دلائل کے خلاف ہے، دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم غیب اور عالم شہادت میں فرق ہے، اس لئے ان کو ایک دوسرے پر قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے۔ انسان تک یا زمین تک عذاب کے پہنچنے کی کیفیت سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔ اس لئے ضروری ہے کہ غیبی امور میں عقل کی بنیاد پر فیصلہ نہ کیا جائے۔ کیونکہ اللہ نے ان کی خبر دے دی۔ لہٰذا ان کو ان کے ظاہر کے مطابق قبول کیا جائے۔

(شرح الطحاویۃ صالح آل الشیخ ص ۵۳۲)

۱۶۰۹...... اِنَّ المَیّت یسمع بعض الاشیاء التی ورد الدلیل بانه یسمعها، والاصل انَّ المیت لا یسمع (شرح الطحاویۃ صالح آل الشیخ ص ۱۴۱۷) میت ان بعض اشیاء کو سنتی ہے جن کا سننا حدیث کی دلیل سے ثابت ہے اور اصل یہ ہے کہ میت نہیں سنتی۔

فائدہ: بعض اشیاء کا سننا دلیل حیات ہے۔

۱۶۱۰...... مؤلف فرماتے ہیں کہ شیخ عبداللہ ابوبطین م ۱۲۸۲ھ سے سوال کیا گیا کہ کیا نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے شہداء کی حیات کی خبر دی ہے اور کوئی شک نہیں کہ انبیاء شہداء سے مرتبہ کے اعتبار سے اعلیٰ اور افضل ہیں اس لئے وہ اس اعزاز کے زیادہ حقدار ہیں۔ یقیناً انبیاء اپنی قبور میں زندہ ہیں اور ہم بعض شہداء کو دیکھتے ہیں کہ وہ بوسیدہ ہوتے ہیں اور بعض دفعہ ان کو درندے کھا لیتے ہیں اس کے باوجود وہ زندہ ہیں۔ قرآن کریم میں ہے: هم اَحۡيَآءٌ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ يُرۡزَقُوۡنَ الخ پس ان کی حیات، حیات برزخیہ ہے۔ (یعنی زیر پردہ حیات ہے) اور نبی کریم ﷺ کی عالم دنیا کی موت قرآن وسنت سے ثابت ہے اور جو شخص آپ ﷺ کی عالم دنیا کی موت میں شک کرتا ہے وہ کافر ہے۔ بحمد اللہ یہ ہے ہمارا عقیدہ۔ (ہذہ مفاہیمنا ص ۱۶۹)

شیخ صالح الفوزان حنبلی (عضو اللجنۃ الدائمہ، عضو ہیئۃ کبار العلماء السعودیہ)

۱۶۱۱...... (احوال قبر کے بارے میں احادیث لکھ کر فرماتے ہیں) فهذه الاحادیث وما جاء بمعناها تدل علی مسائل. انها ترد روح المیت الیه فی قبره حین السؤال و یجلس و یستنطق و فی هذا رد علی ابی محمد بن حزم حیث نفی ذلك الخ (الارشاد الی صحیح الاعتقاد ص ۲۷۳) یہ احادیث اور ان کے ہم معنی دوسری احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قبر میں بوقت سوال میت کی روح کو اس کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے پھر اس کو بٹھایا جاتا ہے اور اس سے سوال کیا جاتا ہے۔ اس میں ابو محمد بن حزم پر رد ہے کیونکہ اس نے قبر کے اندر جسد عنصری میں حیات اور اس سے سوال وجوب کا انکار کیا ہے۔ (البتہ روح کے لئے قائل ہے) اگر وہ دنیا کی معروف محسوس کھلی حیات کی نفی کرتا ہے تو یہ صحیح ہے، روح کا میت کے بدن کی طرف قبر میں لوٹنا اس طرح نہیں جس طرح دنیا والی حیات میں روح بدن کی طرف لوٹتی ہے۔ اگرچہ قبر میں روح کا بدن کی طرف لوٹنا بعض دوسرے وجوہ کے اعتبار سے اکمل ہوتا ہے۔

فائدہ: قبر میں روح کے لوٹنے سے بدن میں ایک چھپی مخفی حیات پیدا ہوتی ہے جس کے بدن کے ظاہر پر کوئی اثرات نظر نہیں آتے اور نہ ہی بدن آب ودانہ، لباس، نکاح اور آب وہوا کا محتاج ہوتا ہے جب کہ حیات دنیا

میں روح کے بدن کی طرف لوٹنے سے یہ سارے امور موجود ہو جاتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر ابن حزم میت سے دنیا والی محسوس اور لوازم دنیا کی محتاج حیات کی نفی کرتا ہے تو یہ صحیح ہے اور اگر قبر کے اندر میت کی مخفی حیات برزخی کا انکار کرتا ہے تو صحیح نہیں۔

۱۶۱۲...... مذهب سلف الامة وائمتها ان الميت اذا مات يكون في نعيم او عذاب وان ذلك يحصل لروحه وبدنه (الارشاد ص ۲۷۴) امت کے سلف اور ائمہ کا مذہب یہ ہے کہ موت کے بعد میت یا ثواب میں ہوتی ہے یا عذاب میں اور یہ ثواب وعذاب روح اور بدن دونوں کو حاصل ہوتا ہے۔

۱۶۱۳...... عذاب القبر وسؤال الملكين ينالان كل من مات ولو لم يدفن فهو اسم لعذاب البرزخ ونعيمه الخ جو آدمی بھی فوت ہوتا ہے اس کو قبر کا ثواب وعذاب اور دو فرشتوں کا سوال پیش آتا ہے، اگرچہ اس کو دفن نہ کیا گیا ہو۔ کیونکہ عذاب قبر، عذاب برزخ کا نام ہے (جو غیر مدفون کو پہنچتا ہے) اور عذاب قبر والا نام غالب افراد کے اعتبار سے ہے...... اس لئے جس کو سولی پر لٹکا دیا جائے، جلا دیا جائے، غرق کر دیا جائے یا درندے پرندے کھا جائیں ان کو بھی ان کے اعمال کے مطابق برزخ میں ثواب وعذاب کا حصہ پہنچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے یہ محال نہیں بلکہ اس کی قدرت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ سولی پر لٹکے ہوئے کی طرف اور سوختہ غرق شدہ جسد کی طرف روح کو لوٹا دے اور اس میں بقدر ادراک وشعور حیات پیدا کر کے عذاب دے اور ہم سے اس کو پوشیدہ کر دے اور ہمیں اس کا شعور نہ ہو۔ حتی لو علق الميت على رؤوس الاشجار في مهاب الرياح لاصاب جسده من عذاب البرزخ حظه ونصيبه ولو دفن الرجل الصالح في اتون من النار لاصاب جسده من نعيم البرزخ وروحه نصيبه وحظه فيجعل الله النار عليه هذا بردا وسلاما الخ حتیٰ کہ اگر کسی میت کو درختوں کی چوٹیوں پر ہوا دار جگہ میں لٹکا دیا جائے اور وہ عذاب کی مستحق ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو وہیں عذاب پہنچائیں گے۔ بایں طور کہ اس فضاء کو اور ہوا کو اس کے لئے آگ اور زہر بنا دیں گے اور اگر کسی کو آگ کی بھٹی میں دفن کر دیا جائے اور وہ اللہ کی رحمتوں اور نعمتوں کا مستحق ہو تو اس کی روح اور جسد کو اس رحمت، نعمت اور ثواب کا حصہ وہیں پہنچے گا۔ بایں طور کہ اللہ تعالیٰ اس آگ کو اس کے لئے بردا وسلاما بنا دیں گے۔ کیونکہ عناصر اللہ کے حکم اور مشیت کے تابع ہیں اور اگر میت کے اجزاء بکھر جائیں تو اللہ تعالیٰ جو علی کل شئی قدیر ہے۔ اس کے لئے یہ کوئی محال نہیں کہ وہ روح کا ان اجزاء کے ساتھ اتصال وتعلق پیدا کر دے اور ان اجزاء میں اتنا شعور وادراک پیدا کر دے جس کے ساتھ وہ درد اور لذت کا ادراک واحساس کر سکے۔ اللہ تعالیٰ نے جب جمادات میں اتنا شعور وادراک پیدا کر دیا ہے کہ وہ اپنے رب کی تسبیح کرتے ہیں۔ پتھر اللہ کے خوف سے گر جاتے ہیں۔ پہاڑ اور درخت اس کو سجدہ کرتے ہیں۔ کنکریاں، پانی اور نباتات اس کی تسبیح کرتی ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر چیز اللہ کی تسبیح وحمد کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے۔ جب ان اجسام میں احساس وشعور ہے تو وہ اجسام جن میں پہلے ارواح تھیں ان میں حیات اور ادراک وشعور بطریق اولیٰ ہوگا۔ قرآن کریم میں ہے ہزاروں اسرائیلی جو موت کے ڈر سے بھاگے اللہ تعالیٰ نے ان کو موت دی پھر ان کو زندہ کیا۔ (پ ۲) موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہیوں نے جب اللہ کو آنکھوں سے دیکھنے کا مطالبہ کیا تو ان کو موت دی پھر ان کو زندہ کیا۔ (پ ۱) عزیر علیہ السلام کو موت دی پھر ان کو زندہ کیا۔ ان سب کی روحوں کو بدنوں سے جدا کیا پھر کامل اعادہ کے ساتھ روح کو بدن کی طرف لوٹا کر حیات تامہ کے ساتھ ان کو زندہ کیا۔ حتیٰ کہ انہوں

نے کلام کی، چلتے پھرتے رہے، کھاتے پیتے رہے، انہوں نے نکاح کئے، اولاد ہوئی۔ جب دنیا میں اللہ تعالیٰ نے یہ دکھا دیا اور گواہ بنا دیا کہ وہ موت کے بعد دوبارہ حیات کاملہ کے ساتھ زندہ کر سکتا ہے تو موت کے بعد برزخ میں روح کا اسی جسد کے ساتھ اتصال و تعلق پیدا کر کے حیات تامہ نہیں بلکہ اتنی حیات اور اتنا ادرک وشعور پیدا کر دے جس کے ساتھ وہ ثواب کی لذت، عذاب کی تکلیف اور درد محسوس کر سکے تو یہ بھی ممکن ہے اس کے لئے محال نہیں اور حدیث میں ہے کہ گزشتہ زمانے میں ایک آدمی نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ جب وہ فوت ہو جائے تو اس کو جلا کر اس کی راکھ کو تیز ہوا والے دن کچھ دریا میں بہا دیں کچھ ہوا میں اڑا دیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے بحر و بر کو حکم دیا انہوں نے اس کے اجزاء کو جدا کر دیا۔ اللہ نے ان کو جمع کر کے زندہ کیا اور پوچھا ایسا کیوں کیا؟ اس نے کہا آپ کے ڈر سے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر رحم کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ موت کے بعد بھی متفرق اجزاء کو جمع کر کے ثواب وعذاب ہوتا ہے۔ (الارشاد الی صحیح الاعتقاد ص ۲۷۸)

۱۶۱۴...... انکرت الملاحدة والزنادقة عذاب القبر ونعيمه. وقالوا: انا نكشف القبر الخ (الارشاد الی صحیح الاعتقاد ص ۲۷۸) ملحد (بے دین) اور زندیق لوگوں نے قبر کے عذاب وثواب کا انکار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم قبر کھولتے ہیں، ہمیں نہ فرشتے مارتے ہوئے نظر آتے ہیں نہ سانپ نہ آگ۔ اسی طرح قبر کیسے تاحد نگاہ کشادہ اور تنگ ہو جاتی ہے۔ حالانکہ ہمیں ایک ہی طرح نظر آتی ہے؟

جواب یہ ہے کہ برزخ کا حال غیوب میں سے ہے۔ جن کی انبیاء نے خبر دی اور ان کی دی ہوئی خبر عقلاً بالکل محال نہیں۔ لہٰذا ان کی خبر کی تصدیق ضروری ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ قبر کی آگ اور قبر کا سبزہ دنیا والے نہیں ہیں کہ ان کا مشاہدہ کیا جا سکے۔ یہ آخرت کی آگ اور آخرت کا سبزہ ہیں۔ لہٰذا اہل دنیا اس کو محسوس نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسا کر سکتے ہیں کہ قبر والی مٹی کو اس کے لئے اتنا گرم کر دیں کہ وہ انگارے سے بھی زیادہ گرم ہو جائے اور اہل دنیا کو محسوس بھی نہ ہو، اللہ کی قدرت اس سے بھی بڑی ہے۔

۱۶۱۵...... فالروح لها اتصالات بالبدن: اتصال بالبدن وهو في بطن امه. واتصال بالبدن بعدما يولد في الحياة الدنيا وهو مستيقظ. واتصال بالبدن وهو نائم. واتصال بالبدن وهو في القبر (مجموع فتاوی صالح الفوزان ج ۱ ص ۱۵۸) قیامت سے پہلے روح کے بدن (عنصری) کے ساتھ مختلف قسم کے تعلقات اور اتصالات ہیں۔ (۱) روح کا بدن کے ساتھ اتصال ماں کے پیٹ میں۔ (۲) ولادت کے بعد بحالت بیداری روح کا بدن کے ساتھ اتصال۔ (۳) بحالت نیند روح کا بدن کے ساتھ اتصال۔ (۴) روح کا بدن (عنصری) کے ساتھ تعلق واتصال قبر میں۔

شیخ عبدالمحسن العباد (نائب صدر مدینہ یونیورسٹی)

۱۶۱۶...... فالجزاء يكون لمجموع الروح والجسد. والروح تنعم متصلة بالبدن ومنفصلة عنه. وقد جاء في الحديث ان نسمة المؤمن طائر يعلق في الجنة ياكل من اشجارها وثمارها فتكون على صورة طير ولها اتصال بالبدن والجسد (شرح الاربعین النوویۃ) (اعمال کی) جزاء روح اور جسد کے مجموعہ کے لئے ہوتی ہے، روح کو اس حالت میں بھی نعمتیں عطاء کی جاتی ہیں جب وہ بدن کے ساتھ متصل ہوتی ہے۔

(بصورت دخول وحلول) اوراس حالت میں بھی جب وہ بدن سے جدا ہوتی ہے (اوراس کا بدن کے ساتھ معنوی تعلق واتصال ہوتا ہے) اورحدیث میں ہے کہ مؤمن کی روح پرندے کی طرح جنت کے درختوں سے پھل کھاتی ہے۔ پس وہ پرندے کی طرح تیز اڑتی ہے اوراس وقت بھی اس کا بدن وجسد کے ساتھ اتصال وتعلق ہوتا ہے۔

۱۶۱۷...... فالرسول ﷺ حی فی قبرہ حیاۃ برزخیۃ اکمل من حیاۃ الشھداء التی اخبر اللہ عنھا فی القرآن الخ پس رسول اللہ ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں زیر پردہ مخفی حیات کے ساتھ جو شہداء کی حیات سے کامل ترین ہے اورشہداء کی حیات کی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں خبر دی ہے: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ جو اللہ کے راستہ میں قتل کردیئے گئے ان کو مردہ مت خیال کرو، وہ زندہ ہیں۔ اپنے رب تعالیٰ کے مقرب ہیں۔ ان کو رزق دیا جاتا ہے بلکہ تمام اہل قبور اپنی قبور میں زندہ ہیں مخفی زیر پردہ حیات کے ساتھ، ان کو نعمتیں عطاء کی جاتی ہیں یا عذاب دیا جاتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایمان وعمل صالح کی توفیق دی جاتی ہے۔ ان کو نعمتوں سے نوازا جاتا ہے اور جو محروم القسمۃ ہیں ان کو عذاب دیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں قبر کے ثواب وعذاب کی خبر دی ہے۔ فرمایا: اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا الخ صبح وشام آل فرعون پر آگ پیش کی جاتی ہے اور جس دن قیامت قائم ہوگی ان کو حکم ہوگا۔ اے آل فرعون پہلے سے سخت ترین عذاب میں داخل ہوجاؤ۔ اس آیت میں پہلا عذاب قبر ہے۔ خلاصہ یہ کہ قیامت سے پہلے بھی آل فرعون کے لئے عذاب ہے اور براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے اس آدمی کے لئے جس کو اللہ نے ایمان وعمل صالح کی توفیق دی جنت کی طرف دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور جس کو یہ توفیق نہ ملی اس کے لئے جہنم کی طرف دروازہ کھول دیا جاتا ہے تو اس کے پاس نارجہنم کی تپش اور زہر پہنچتا ہے۔ (شرح سنن ابی داود للعباد، درس نمبر ۲۳۴)

۱۶۱۸...... اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فھذہ الآیۃ الکریمۃ فیھا بیان حال المقتولین فی سبیل اللہ وان ارواحھم فی جوف طیر خضر وارواح الشھداء تنعم منفردۃ وتنعم ایضاً متصلۃ بالاجساد الخ (شرح سنن ابی داود، درس نمبر ۳۹۸) احیاء عند ربھم یرزقون میں مقتولین فی سبیل کی حالت بیان کی گئی ہے۔ بے شک ان کی روحیں سبز پرندوں کے پیٹوں میں ہوتی ہیں اور شہداء کی ارواح کو نعمتیں عطاء کرنے کی ایک صورت یہ ہے کہ روح جسد سے جدا ہوتی ہے (لیکن اس کا بدن کے ساتھ تعلق واتصال ہوتا ہے اس صورت میں روح کو ثواب اصالۃً پہنچتا ہے اور جسد کو تبعاً) دوسری صورت یہ ہے کہ روح جسد کے ساتھ متصل ہو۔ (بصورت دخول وحلول، اس صورت میں دونوں کو ثواب اصالۃً پہنچتا ہے) اسی طرح قبر میں جس کو بھی ثواب وعذاب ہوتا ہے تو عذاب بھی روح اور جسد دونوں کے لئے ہوتا ہے اور ثواب بھی روح اور جسد دونوں کے لئے ہوتا ہے، اکیلی روح کے لئے عذاب یا ثواب نہیں ہوتا بلکہ روح وجسد کے مجموعہ کے لئے ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ پس روحیں جنت میں ہوتی ہیں اور ان کا جسموں کے ساتھ اتصال وتعلق ہوتا ہے، اس اتصال کی وجہ سے روح کو اصالۃً اور جسم کو تبعاً ثواب وعذاب پہنچتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ نیکی اور بدی روح اور جسم کے مجموعہ سے صادر ہوتی ہے تو اس کی جزاوسزا اور ثواب وعذاب بھی دونوں کے مجموعہ کے لئے ہوگا۔

۱۶۱۹...... ویدخل فی الایمان بالیوم الآخر الایمان بعذاب القبر ونعیمہ وما یجری فیہ من الفتن وسؤال الملکین وان الموفق اذا سئل عن ربہ ودینہ ونبیہ فانہ یجیب (شرح سنن ابی داود، درس

نمبر ۵۲۸) یوم آخرت پر ایمان لانے میں قبر کے عذاب وثواب اور منکر نکیر کے سوال اور قبر میں پیش آنے والے دیگر احوال پر ایمان لانا بھی داخل ہے اور جس کے ساتھ اللہ کی توفیق شامل حال ہوتی ہے جب اس سے اُس کے رب، دین اور نبی کے متعلق سوال ہوتا ہے تو وہ جواب دیتا ہے۔

۱۶۲۰...... والنعیم او العذاب یکون للروح والجسد جمیعاً ولیس للروح وحدھا وذلک ان الاحسان حصل منھما جمیعاً والاسائة حصلت منھما جمیعاً فتکون العقوبة او النعیم علی مجموع الامرین الخ (ایضا) ثواب یا عذاب روح اور جسد دونوں کو حاصل ہوتا ہے، اکیلی روح کو نہیں ہوتا اور یہ اس لئے کہ نیکی بھی دونوں سے صادر ہوئی اور برائی بھی دونوں سے صادر ہوئی، اس لئے ثواب یا عذاب بھی دونوں کے مجموعہ کو ہوگا، کیونکہ نیکی اور بدی اکیلی روح سے صادر نہیں ہوئی اور نہ اکیلے جسد سے نیکی اور بدی روح اور جسد کے مجموعہ سے صادر ہوئی ہے تو جزاء سزا بھی دونوں کے لئے ہوگی۔

۱۶۲۱...... ومن مات فانه یبقی فی قبره ھو من الناس من تاکله الارض ومنھم من لاتاکله وھم الرسل والانبیاء کما جاءت بذلک السنة عن رسول اللہ ﷺ والعذاب یصل الی من یستحقه قبر اولم یقبر الخ (ایضا) جو آدمی فوت ہوگیا وہ بہرصورت قبر میں باقی رہتا ہے۔ البتہ بعض لوگوں کو زمین کھا جاتی ہے اور بعض کو نہیں کھاتی یہ رسول اور انبیاء ہیں جیسا کہ اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے حدیث وارد ہوئی ہے اور عذاب مستحق عذاب کی طرف پہنچتا ہے خواہ اس کو دفن کیا گیا ہو یا دفن نہ کیا گیا ہو، جیسے اس کو درندے کھالیں یا دریا کی مچھلیاں کھالیں یا وہ جل جائے اور اس کو آگ کھالے اور وہ راکھ ہوجائے تو ان میں جو عذاب قبر کا مستحق ہے اس کی طرف عذاب پہنچتا ہے اور جو ثواب کا مستحق ہے اس کی طرف ثواب پہنچتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

۱۶۲۲...... وھذا فیه دلیل علی ان عذاب النار یحصل لاصحاب القبور وان من کان مستحقاً لعذاب القبر وصله عذاب القبر فی حیاته البرزخیة والعذاب یکون للروح وللجسد الخ اور اس حدیث (حدیث براء رضی اللہ عنہ) میں اس بات پر دلیل ہے کہ آگ کا عذاب، قبر والوں کو حاصل ہوتا ہے اور جو عذاب قبر کا مستحق ہوتا ہے اس کو حیات برزخیہ (یعنی جسد عنصری کی زیر پردہ مخفی حیات) میں عذاب قبر پہنچتا ہے اور عذاب قبر روح اور جسد دونوں کو ہوتا ہے، نعمتیں بھی روح اور جسد دونوں کو عطاء ہوتی ہیں، کیونکہ روح کے بغیر اکیلے جسد سے کوئی عمل صادر نہیں ہوسکتا اور بغیر جسد کے اکیلی روح سے بھی کوئی عمل صادر نہیں ہوسکتا۔ اعمال صالحہ جن پر ثواب ملتا ہے وہ روح اور جسد دونوں سے صادر ہوتے ہیں اور اعمال سیئہ جن پر عقاب وعذاب ہوتا ہے وہ بھی روح وجسد کے مجموعہ سے وجود میں آتے ہیں، تو ثواب وعذاب بھی روح وجسد دونوں کو ہوگا۔ (شرح سنن ابی داود، درس نمبر ۵۲۹)

۱۶۲۳...... حدیث میں ہے نبی پاک ﷺ دو قبروں کے پاس گزرے تو فرمایا ان دونوں قبروں میں عذاب ہورہا ہے ایک کو چغل خوری کی وجہ سے، دوسرے کو پیشاب سے نہ بچنے کی وجہ سے، یہ حدیث لکھ کر مؤلف فرماتے ہیں: فیه اثبات عذاب القبر الخ اس حدیث سے عذاب قبر کا اثبات ہوتا ہے اور عذاب قبر کے بارے میں احادیث متواتر ہیں بلکہ عذاب قبر قرآن کریم سے ثابت ہے۔ (شرح سنن ابی داود للعباد ۷/۱۵)

۱۶۲۴...... الروح تعاد الی الجسد عند السؤال ولھا اتصال بالجسد وانفصال منه وتکون علی صورة طیر الخ (شرح سنن ابی داود للعباد ۵۳۹/۱۳) قبر میں سوال کے وقت روح کو لوٹایا جاتا ہے اور روح کا جسد کے

ساتھ (کسی وقت) اتصال ہوتا ہے (بصورت دخول فی البدن) اور (کسی وقت) روح بدن سے جدا ہوتی ہے اور روح پرندوں کی صفت پر ہوتی ہے۔ (یعنی تیز پرواز کرتی ہے) جیسا کہ حدیث میں ہے کہ مومن کی روح پرندوں کی صفت میں ہوکر جنت کے درختوں کے پھل کھاتی ہے اور شہداء کی ارواح سبز پرندوں کی سواریوں میں سوار ہوتی ہیں۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ روح کو نعمتیں عطاء کرنے کی دو صورتیں ہیں: (۱) روح بدن سے جدا ہو لیکن بدن کے ساتھ تعلق معنوی قائم رہے اور نعمتوں کی لذت روح کو اصالۃً اور بدن کو تبعاً پہنچے۔ (۲) روح و بدن کے درمیان جانبین سے اتصال ہو یعنی روح کا بدن میں دخول وحلول ہو، اس صورت میں دونوں کو ثواب وعذاب اصالۃً حاصل ہوتا ہے۔

۱۶۲۵...... حدیث میں ہے: ویضیق علیہ قبرہ حتی تختلف فیہ اضلاعہ کافر پر اس کی قبر کو تنگ کردیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں۔ اس کے تحت مؤلف لکھتے ہیں: کافر، مؤمن کا مقابل ہے۔ پس مومن کے لئے تاحد نگاہ قبر فراخ کردی جاتی ہے، جنت کا بستر بچھا دیا جاتا ہے۔ مؤمن کو جنت کا لباس پہنایا جاتا ہے اور کافر کو آگ کا لباس پہنایا جاتا ہے، مؤمن کے لئے جنت کی طرف دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور کافر کے لئے آگ کی طرف دروازہ کھولا جاتا ہے، مؤمن کے لئے تاحد نگاہ قبر فراخ کردی جاتی ہے اور کافر پر اس کی قبر کو اتنا تنگ کردیا جاتا ہے کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں داخل ہوجاتی ہیں۔ (ایضاً)

الدکتور محمد بن عبد الرحمن الخمیس (الاستاذ المشارک بجامعۃ الامام محمد بن سعود، ریاض)

۱۶۲۶...... فسؤال الملکین منکر ونکیر والعذاب فی القبر ونعیمہ حق واجب شرعا لثبوتہ عن النبی ﷺ فی عدۃ اخبار یبلغ مجموعہا مبلغ التواتر وھو مقتضی الادلۃ من الکتاب والسنۃ ومتفق علیہ بین اھل السنۃ (اصول الدین عند الامام ابی حنیفہ ص ۵۰۳) قبر میں منکر نکیر کا سوال اور ثواب وعذاب حق ہے اور واجب شرعی ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کی متعدد احادیث سے ثابت ہے جو مجموعی طور پر حد تواتر کو پہنچتی ہیں، کتاب و سنت کا مقتضی بھی یہی ہے اور اہل السنۃ کے درمیان متفق علیہ ہے۔

۱۶۲۷...... قال الناصری الحنفی شارحا کلام الطحاوی (فی کتابہ النور اللامع) وقد تواترت الاخبار عن النبی ﷺ فی ثبوت عذاب القبر ونعیمہ لمن کان لذلک اھلا. وھو مذھب اھل السنۃ والجماعۃ الخ مؤلف لکھتے ہیں: ناصری حنفی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب النور اللامع میں امام طحاوی رحمہ اللہ کے کلام کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے: جو شخص ثواب یا عذاب کا مستحق ہے اس کے لئے قبر کے عذاب وثواب کے ثبوت پر نبی کریم ﷺ کی احادیث متواترہ موجود ہیں اور یہی اہل السنت والجماعت کا مذہب ہے۔ پس اس کے ثبوت پر یقین رکھنا واجب ہے اور ان کا یہ قول کہ قبر میں منکر نکیر کا میت سے اس کے رب، دین اور نبی کے متعلق سوال ہوتا ہے اور ان کا یہ قول کہ قبر جنت کا باغ ہے یا جہنم کا گڑھا ہے۔ یہ اقوال نبی کریم ﷺ کی احادیث متواترہ سے ثابت ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس کے ثبوت پر اتفاق ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب بھی یہی ہے۔ کیونکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے: نقر بان اللہ یحی ھذہ النفوس بعد الموت ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان اجساد کو موت کے بعد زندہ کرتا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذکورہ بالا قول کی تشریح میں حسین حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اجمع المسلمون علی ان اللہ یحیی الابدان بعد موتہا مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ

اللہ تعالیٰ ابدان کی موت کے بعد ان ابدان کو زندہ کرتا ہے۔ (اصول الدین عند الامام ابی حنیفہ ص ۵۰۴)

۱۶۲۸ ومن اصول اهل السنة الایمان بسؤال القبر ویباشره ملکان هما منکر ونکیر وقد ثبت فی حقهما عدة احادیث صحیحة الخ اہل السنۃ کے اصول اور عقائد میں سے ہے قبر میں منکر نکیر کے سوال پر ایمان لانا اور اس کے حق ہونے پر متعدد احادیث صحیحہ ثابت ہیں۔ ان میں سے نبی کریم ﷺ کا ایک فرمان یہ ہے: اذا قبر المیت اتاه ملکان اسودان الخ جب میت کو دفن کر دیا جاتا ہے تو اس کے پاس دو سیاہ رنگ نیلگوں آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں ان میں سے ایک کا نام منکر اور دوسرے کا نام نکیر ہے، وہ دونوں میت سے سوال کرتے ہیں کہ تو اس آدمی (یعنی محمد کریم ﷺ) کے متعلق کیا کہتا تھا؟ کیونکہ اہل السنت اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قبر میں سوال کے لئے میت کی روح کو اس کے جسد کی طرف لوٹایا جاتا ہے اور یہ حق ہے کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ اسی طرح قبر کا میت کے جسد کو دبانا اور قبر کا عذاب حق ہے، یہ بھی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ سب کچھ حق ہے اور کفار کے لئے ہوگا اور اس کے بارے میں قرآن وسنت کی نصوص کثیرہ موجود ہیں۔ اس لئے اس کے انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔ اسی طرح نصوص سے یہ بھی ثابت ہے کہ نافرمانوں میں سے جن کو اللہ چاہے گا قبر میں عذاب دے گا۔ (اعتقاد ائمۃ السلف اہل الحدیث ص ۱۸۷)

شیخ عبد العزیز الراجحی (استاذ مشارک بجامعۃ الامام محمد بن سعود، ریاض)

۱۶۲۹...... وفیه اثبات عذاب القبر والرد علی من انکره وان عذاب القبر یکون علی الروح والبدن کما علیه اهل السنة والجماعة الخ حدیث جریدہ میں عذاب قبر کا اثبات ہے اور اس کے منکرین پر رد ہے اور پختہ بات ہے کہ قبر کا عذاب روح اور بدن دونوں پر واقع ہوتا ہے جیسا کہ اہل السنت والجماعت کا مذہب یہی ہے۔ البتہ معتزلہ فرقہ نے اس کی مخالفت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ثواب وعذاب فقط روح کے لئے ہوتا ہے لیکن اہل سنت والجماعت کا درست اور صحیح عقیدہ جو نصوص سے ثابت ہے یہ ہے کہ قبر میں ثواب وعذاب روح اور بدن دونوں پر واقع ہوتا ہے۔ اگرچہ برزخ میں زیادہ احکام روح پر ہیں لیکن بدن کو بھی اس کا مقدر حصہ اس کو پہنچتا ہے۔ (شرح سنن النسائی للراجحی ۲/۲۹)

۱۶۳۰...... والمیت سواء قبر أو لم یقبر فإنه ینال ما قدر له من السؤال ومن النعیم ومن العذاب حتی لو أکلته السباع الخ میت کو دفن کیا جائے یا دفن نہ کیا جائے دونوں صورتوں میں اس کے لئے جو سوال اور ثواب وعذاب مقدر ہے وہ اس کو حاصل ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ اگر میت کو درندوں نے یا مچھلیوں نے کھا لیا اور قبرستان میں کاشتکاری کی گئی اور میت پر کھیتی اُگ کھڑی ہوئی تو ان احوال میں بھی جو میت کے لئے ثواب وعذاب مقدر ہے وہ پہنچتا ہے، کیونکہ یہ احوال برزخ اور احوال آخرت سے ہے اور احوال برزخ واحوال آخرت امور غیبیہ ہیں، یہ احوال دنیا کی طرح نہیں۔ اللہ اس کی کیفیت کو خوب جانتا ہے۔ لیکن ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ ہر میت کے لئے جو ثواب وعذاب مقدر میں لکھا ہے وہ ہر حال اس کو پہنچتا ہے خواہ اس کو دفن کیا جائے یا دفن نہ کیا جائے یا اس کو سولی پر لٹکایا دیا جائے اس کے لئے قبر کی تنگی یا فراخی اور ثواب وعذاب اور منکر نکیر کا سوال جو لکھ دیا گیا وہ اس کو حاصل ہوگا۔ (ایضاً)

۱۶۳۱...... وفیه اثبات عذاب القبر والرد علی انکره من اهل البدع (شرح صحیح ابن خزیمۃ۔ الراجحی ۴/۱۰) اور

اس میں (حدیث جریدہ میں) عذاب قبر کا اثبات ہے اور عذاب قبر کے منکرین اہل بدعت پر رد ہے۔
فائدہ: معلوم ہوا کہ عذاب قبر شرعی دلائل سے ثابت ہے اس لئے اس کا انکار بدعت ہے اور منکرین اہل بدعت ہیں۔

شیخ محمد امین ہرری شافعی (مدرس مسجد حرام)

۱۶۳۲..... انما طلب الاستئناس بهم لانه اثبت له في المراجعة واخذ بعضهم منه القراءة على القبر لانه اذا استانس بهم فبالقرآن اولى وفي هذا الحديث حجة على ثبوت سؤال القبر وفتنته لانه لا يقوله الا بتوقيف وعلى ان الميت يحيا في القبر للسؤال فيسمع ويعلم ولا يعارضه قوله تعالى إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ للاختلاف في معنى الآية واحتمال تاويلها فقد قيل انك لا تسمعهم شيئًا ينفعهم (الکوکب الوہاج شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۲۲۴) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ مجھے دفن کرنے کے بعد میری قبر کے پاس ٹھہر جانا تاکہ میں منکر نکیر کے سوال و جواب کے وقت تمہارے ساتھ اُنس پکڑوں، کیونکہ ان کے ساتھ اُنس وحوصلہ پکڑنا سوال وجواب میں ثابت قدمی کا ذریعہ ہے، بعض علماء نے اس حدیث سے یہ مسئلہ ثابت کیا ہے کہ قبر پر قرأت جائز ہے۔ کیونکہ جب احباب واقارب کا قبر کے پاس ٹھہرنا اُنس کا سبب ہوگا تو قرآنِ کریم کی قراءت سے بطریق اولیٰ اُنس حاصل ہوگا۔ اس حدیث سے قبر میں سوال اور قبر میں عذاب ثابت ہوتا ہے، کیونکہ قبر میں سوال اور عذاب امور غیبیہ میں سے ہے۔ اس لئے اس کا علم وحی کے سواء نہیں ہوسکتا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتادیا اور یہ حدیث اس عقیدہ پر بھی دلیل ہے کہ میت کو قبر میں سوال کے لئے زندہ کیا جاتا ہے۔ نیز اس پر بھی دلیل ہے کہ قبر میں میت سنتی ہے اور قبر کے اردگرد کے احوال کو جانتی ہے اور یہ عقیدہ انك لا تسمع الموتی کے خلاف نہیں کیونکہ آیت کے معنی میں اختلاف ہے اور اس میں اس تاویل کا احتمال ہے کہ آپ ان موتی کو اس طرح نہیں سنا سکتے جو قبر میں ان کو نفع دے۔ (یعنی آیت میں نفی اسماع وسماع نافع کی ہے، مطلق سماع کی نفی نہیں)

۱۶۳۳..... وهذا الحديث يدل بظاهره على انه صلى الله عليه وسلم راى موسى رؤية حقيقية في اليقظة وان موسى عليه السلام - كان في قبره حيًّا يُصلي فيه الصلاة التي كان يصلي بها في الحياة الخ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسراء کی رات موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔ اس حدیث کے تحت مؤلف لکھتے ہیں: اس حدیث کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام کو بیداری کی حالت میں حقیقتاً دیکھا تھا۔ نیز یہ حدیث اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں زندہ تھے اور آپ اپنی قبر میں وہی نماز پڑھ رہے تھے جو آپ اپنی زندگی میں پڑھتے تھے اور یہ سب کچھ ممکن ہے ان میں سے کوئی چیز محال نہیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ شہداء زندہ ہیں اور ان کو ان کے رب کے پاس رزق دیا جاتا ہے جب شہداء کو یہ اعزاز حاصل ہے تو انبیاء علیہم السلام کے لئے بطریق اولیٰ یہ حیات والا اعزاز ومرتبہ ثابت ہوگا اور انبیاء علیہم السلام کا قبر میں نماز پڑھنا مکلف ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ ان کے اکرام اور تکریم وتشریف کے طور پر ہے۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام کو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی عبادت خصوصاً نماز بہت محبوب تھی اور وہ اس کا بہت اہتمام والتزام کرتے تھے اور وفات تک ان کی یہی کیفیت رہتی تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے اکرام کے طور پر ان کو شرف وعظمت بخشنے کے لئے موت کے بعد اسی حالت پر باقی رکھا جو ان کو دنیا میں پسند تھی۔ پس انبیاء علیہم السلام کی نماز الہامی ہے۔ جیسا کہ ملائکہ کی عبادت بھی الہامی ہے تکلیفی نہیں۔ یہ ایسے ہے جیسے ہمارے سانس کا

سلسلہ الہامی ہے کہ خود بخود چلتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ ہمیں سانس روکنے کے لئے تکلف کرنا پڑتا ہے سانس لینے کے لئے نہیں۔ چنانچہ جنت میں اہل جنت اللہ کی تسبیح کریں گے تو وہ تسبیح سانس کی طرح الہامی ہوگی قبور میں انبیاء علیہم السلام کی نماز بھی الہامی ہے۔ (ایضاً ۲۳، ۳۰۹)

۱۶۳۴ ...... فیقعدانہ منکر نکیر میت کو قبر میں بٹھاتے ہیں۔ مؤلف اس کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ واقعی منکر نکیر میت کو حقیقتاً بٹھاتے ہیں اس طور پر کہ اس کی لحد کو وسیع کردیا جاتا ہے یا مجازی معنی مراد ہے۔ یعنی میت کی طرف روح کو لوٹا کر اس کو متوجہ کرنا اور متنبہ کرنا۔ (ایضاً ۲۶، ۳۴)

فائدہ: دونوں معنوں کے مطابق میت کے جسد کا زندہ ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔

۱۶۳۵ ...... حدیث میں ہے کہ جب میت کو دفن کرنے والے واپس جاتے ہیں تو میت ان کی جوتیوں کی آواز سنتی ہے۔ اس حدیث کی شرح میں مؤلف لکھتے ہیں: اس حدیث میں اس پر واضح طور پر دلالت ہے کہ میت واپس جانے والوں کی جوتیوں کی آواز سنتی ہے۔ اسی طرح ایک صحیح حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مقتولین بدر کو مخاطب کر کے کلام کی اور آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو کہا کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں تم اس کو مقتولین سے زیادہ سننے والے نہیں اور حافظ ابن کثیر نے سورۃ روم کی تفسیر میں کہا ہے: والصحیح عند العلماء الخ علماء کے نزدیک حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی سماع موتی والی حدیث زیادہ صحیح ہے اس کی صحت پر بہت سے قرائن اور دلائل ہیں۔ ان میں سے زیادہ مشہور وہ حدیث ہے جس کو ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے وہ یہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مامن احد یمر الخ جب کوئی آدمی اپنے مسلمان بھائی کی قبر پر گزرتا ہے جو گزرنے والے کو پہچانتا تھا پھر گزرنے والا اس پر سلام پیش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی روح کو اس کی طرف لوٹا دیتے ہیں اور وہ سلام کا جوب دیتا ہے اور یہ بھی نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے اپنی امت کو حکم دیا کہ اہل قبور کو سلام کریں ان کلمات کے ساتھ جو سننے والے مخاطب کے سامنے بولے جاتے ہیں۔ پس مسلمان اہل قبور کو یوں سلام کرے: السلام علیکم دار قوم مؤمنین اور ان کلمات کے ساتھ سلام اسی کو کیا جاتا ہے جو سنتا ہو اور سمجھتا ہو اور اگر مخاطب سننے سمجھنے والا نہ ہو تو وہ ایسے خطاب ہوگا جیسے معدوم اور بے جان چیز کو مخاطب بنا کر بات کرے یا سلام کرے۔ والسلف علی ھذا وقد تواترت الآثار عنھم بان المیت یعرف بزیارۃ الحی لہ اور سلف صالحین کا یہی عقیدہ ہے اور ان سے تواتر کے ساتھ اس مضمون کی احادیث مروی ہیں کہ میت اپنے زائر کو پہچانتی ہے۔ (ایضاً ۲۶، ۳۶)

۱۶۳۶ ...... حدیث میں ہے کہ منکر نکیر میت کو بٹھاتے ہیں، مؤلف اس کی تشریح میں لکھتے ہیں: بہ استدل الجمھور علی ان سؤال المیت وعذابہ فی القبر یکون علی روحہ مع الجسد لا علی الروح فقط الخ جمہور علماء نے اس حدیث سے اپنے اس عقیدے پر استدلال کیا ہے کہ قبر میں میت سے سوال اور اس پر عذاب روح اور جسد دونوں پر واقع ہوتا ہے، اکیلی روح پر واقع نہیں ہوتا اور اس باب احادیث عذاب قبر کے ثبوت پر دلالت کرتی ہیں اور عذاب قبر کے بارے میں کئی مذاہب ہیں...... ایک مذہب یہ ہے کہ سوال فقط روح پر ہوتا ہے اور روح جسد کی طرف نہیں لوٹتی...... اور یہ حدیث ان کے خلاف حجت ہے کیونکہ روح کو بٹھانے کا کوئی معنی نہیں۔ اس لئے کہ اقعاد (یعنی بٹھانا) والا فعل جسد پر واقع ہوتا ہے اور جمہور اہل السنت کا مذہب یہ ہے کہ روح کو پورے جسد کی طرف یا اس کے بعض حصہ کی طرف لوٹایا جاتا ہے منکر نکیر کے سوال اور عذاب کے وقت، جیسا کہ حدیث میں ہے:

(تعاد روحہ فی جسدہ) اگر سوال اور عذاب فقط روح پر ہے تو بدن کی تخصیص کا کیا مطلب؟ اور بدن کے ذکر کرنے کا کیا فائدہ؟ اور میت کے اجزاء کا بکھر جانا اس میں مانع نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو قدرت ہے کہ جسد کے کسی ایک جزء میں حیات لوٹا دے اور اس پر سوال واقع کرے۔ (ایضاً ۲۶ ر ۷ ر ۳)

۱۶۳۷..... قال العلماء عذاب القبر هو عذاب البرزخ اضيف الى القبر لانه الغالب والا فكل ميت اراد الله تعذيبه ناله ما اراده قبر او لم يقبر الخ علماء نے کہا ہے کہ عذاب قبر وہی عذاب برزخ ہے اور قبر کی طرف اضافت اس لئے ہے کہ غالب عادت یہی ہے کہ مُردوں کو دفن کیا جاتا ہے اور ان کو قبر نصیب ہو جاتی ہے، ورنہ جس میت کو عذاب دینے کا اللہ تعالیٰ ارادہ فرمائیں اس کو عذاب پہنچتا ہے خواہ اس کو دفن کیا گیا ہو یا دفن نہ کیا گیا ہو جیسے سولی پر لٹکا دیا گیا ہو یا دریا میں غرق کر دیا گیا ہو یا جلا دیا گیا ہو۔ حتیٰ کہ وہ راکھ ہو گیا اور فضا میں اڑا دیا گیا۔ امام الحرمین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے جس کے اجزاء بکھر جائیں اللہ تعالیٰ بعض اجزاء میں یا تمام اجزاء میں حیات پیدا کر دیتے ہیں اور ان سے سوال کیا جاتا ہے اور عذاب وثواب کا محل روح اور بدن دونوں ہیں اس پر اہل السنت والجماعت کا اتفاق ہے اور یافعی نے کہا ہے کہ ارواح جب تک علیین یا سجین میں ہوتی ہیں (اور ارواح کا ابدان کے ساتھ صرف تعلق معنوی ہوتا ہے) تو (اصالۃً) عذاب وثواب صرف ارواح کو ہوتا ہے، اجساد کو تبعاً ہوتا ہے اور جب کبھی روح بدن میں داخل ہو جاتی ہے اور قبر میں اکٹھے ہو جاتے ہیں تو روح اور بدن دونوں عذاب وثواب میں شریک ہوتے ہیں۔ (یعنی دونوں کو عذاب وثواب اصالۃً ہوتا ہے) (تفسیر حدائق الروح والریحان فی روابی علوم القرآن ج ۲۵ ص ۲۱۳)

شیخ عمر بن سعود (عضو فی رابطۃ العالم الاسلامی)

۱۶۳۸..... من لم يدفن اصلاً او كان مصلوباً او القى فى البحر او حدث له ان تمزق او احترق الخ جس میت کو بالکل دفن نہ کیا گیا یا اس کو سولی پر لٹکا دیا گیا یا دریا میں ڈال دیا گیا یا وہ پھٹ گیا یا جل گیا اور اس کا کوئی حصہ نہ مل سکا یا کنویں میں گرا اور ہمیں پتہ نہ چل سکا کہ وہ کہاں گیا تو ان سب صورتوں میں مردوں سے منکر نکیر کا سوال بھی ہوگا اور ان کو ثواب وعذاب بھی حاصل ہوگا۔ ان کے لئے جنت یا جہنم کی طرف دروازہ بھی کھولا جائے گا اور جن احادیث میں قبر میں منکر نکیر کے سوال اور ثواب وعذاب کا ذکر ہے ان میں یہ مراد نہیں کہ جس کو دفن نہ کیا جائے۔ اس کو یہ احوال پیش نہیں آتے، ورنہ لوگ اپنے فاسق، کافر یا ملحد والد کو سردخانہ میں اپنے پاس رکھ لیں گے اور کئی سال تک اس کو وہیں محفوظ رکھیں گے تاکہ وہ اللہ کے عذاب کی وجہ سے مصیبت زدہ نہ ہو۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ اس کی طرف اللہ کا عذاب پہنچے گا لیکن عذاب وغیرہ کے پہنچنے کی کیفیت کیا ہے اس کو اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں اور تعجب ہے معتزلہ پر کہ انہوں نے اس (جسد عنصری کے لئے ان سب امور) کا کلی طور پر انکار کر دیا اور کوئی شک [illegible] کہ ان کا یہ عقیدہ باطل ہے اور انہوں نے اس میں اپنی عقل کو بنیاد بنایا۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ قبر کے احوال اور غیر [illegible] فون کو پیش آنے والے احوال امور غیبیہ میں سے ہیں، ان میں عقل کو بنیاد بنانا ممکن نہیں۔ کیونکہ ان تک عقل کے ذریعہ [illegible] مائی ناممکن ہے۔ اسی لئے معتزلہ نے عذاب قبر کا انکار کر دیا۔ ایک لطیفہ یہ ہے کہ اہل السنت کے آدمی نے عذاب قبر کے منکر معتزلی کا نماز جنازہ پڑھا تو اس نے دعا کی: اللهم اذقه عذاب القبر فانه لا يؤمن به اے اللہ! اس کو قبر کا عذاب چکھا۔ کیونکہ یہ اس پر ایمان نہیں رکھتا تھا، یہ اس کے لئے دعا نہیں بلکہ بددعا ہے۔ (شرح لامیۃ ابن تیمیۃ ۱۷ ر ۲۵)

محمد بن خلیفہ تمیمی (مدینہ یونیورسٹی)

۱۶۳۹..... ان الذی یعتقدہ علماء السلف هو ان الانبیاء احیاء فی قبورهم حیاۃ برزخیۃ الخ
علماء سلف صالحین کا عقیدہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں حیات برزخی کے ساتھ زندہ ہیں، مگر اس حیات کی کیفیت کو اللہ ہی بہتر جانتے ہیں اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے زمین پر کہ وہ انبیاء کے اجساد کو کھائے اور یہ اجساد قیامت سے پہلے قبروں سے نہیں نکلیں گے اور رسول اللہ ﷺ بھی قیامت سے پہلے اپنی قبر سے نہیں نکلیں گے اور نہ کسی سے ملیں گے بلکہ آپ کو اپنی قبر میں نعمتیں عطاء کی جاتی ہیں اور آپ کی روح اعلیٰ علیین میں اپنے رب کے پاس ہے۔
(حقوق النبی ﷺ علی امتہ فی ضوء الکتاب والسنۃ ج ۲ ص ۷۸۱)

فائدہ: لیکن روح کا قبر میں محفوظ جسد عنصری کے ساتھ ایسا قوی تعلق ہے جس کی وجہ سے آپ کو قبر میں حیات دنیا سے بھی اعلیٰ حیات برزخیہ نصیب ہوگئی ہے اور آپ جنت کی نعمتوں سے اور نماز سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

عبدالکریم الخضیر (مشہور عرب عالم، مصنف کتب کثیرہ)

۱۶۴۰..... فالنبی ﷺ میت، وهو فی قبرہ ﷺ منعم فی قبرہ فی حیاۃ برزخیۃ الخ نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں (عالم دنیا کی موت کے اعتبار سے) میت ہیں۔ البتہ اپنی قبر میں حیات برزخیہ کے ساتھ زندہ ہیں اور آپ کو نعمتوں سے نوازا جاتا ہے اور یہ حیات برزخیہ، زندہ لوگوں کی حیات کے مشابہ نہیں۔ کیونکہ زندوں کی ارواح ان کے اجساد میں ہوتی ہیں جب کہ آپ کی روح اعلیٰ علیین میں ہے لیکن اس کا جسد مبارک کے ساتھ قوی معنوی تعلق ہے اور یہ حیات برزخیہ شہداء کی حیات سے زیادہ کامل ہے اور اس کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں۔ ورنہ موت بایں معنیٰ کہ روح جسد سے جدا ہو جائے۔ (حقیقتاً یا حکماً) یہ قطعی ہے جو اس کا انکار کرتا ہے وہ نصوص قطعیہ کا انکار کرتا ہے اور جب آپ پر کوئی سلام کرتا ہے قریب سے یا دور سے اللہ تعالیٰ آپ کی روح کو اس طرف متوجہ کر دیتا ہے اور آپ سلام کا جواب عنایت فرماتے ہیں، لیکن نبی کریم ﷺ کی یہ حیات حیات برزخیہ ہے۔ یعنی زیر پردہ مخفی حیات ہے۔ دنیا والی حیات کی طرح محسوس حیات نہیں۔ (شرح بلوغ المرام-عبدالکریم الخضیر ۹ ۳، ۲۳)

۱۶۴۱..... اذا دفن تعاد الیہ الروح واذا اکلتہ السباع او حرق وذری فی الهواء او غیرہ فاللہ جل وعلا قادر علی اعادتہ علی الکیفیۃ التی یشاؤها (شرح بلوغ المرام) جب میت کو دفن کر دیا جاتا ہے تو اس کی طرف روح کو لوٹایا جاتا ہے اور جب اس کو درندے کھالیں یا جلا کر فضاء میں اڑا دیا جائے یا کوئی اور ایسی صورت پیش آ جائے تو اللہ تعالیٰ جس کیفیت سے چاہے اس کو لوٹانے پر قادر ہے۔

۱۶۴۲..... حیاۃ الانبیاء اکمل من حیاۃ الشهداء بلاشك لکنها حیاۃ برزخیۃ الخ (شرح الموطا ۵/ ۳۶) انبیاء کی حیات شہداء کی حیات سے زیادہ کامل ہے لیکن یہ حیات برزخیہ ہے، روح بدن سے جدا ہے اور یہ ایسی حیات ہے جس کی کیفیت اللہ ہی جانتا ہے۔ اس کی تفصیل وارد نہیں ہوئی، لیکن دنیا کی حیات سے مختلف ہے اور یہ یقینی بات ہے کہ نبی کریم ﷺ پر موت کا ورود ہوا ہے اور جب کوئی آپ پر سلام کرتا ہے تو آپ کی روح کو اس طرف متوجہ کیا جاتا ہے اور آپ سلام کا جواب دیتے ہیں۔

۱۶۴۳ هو حي حياة برزخية أكمل من حياة الشهداء لكنها ليست كحياة الأحياء بل روحه فارقت جسده ﷺ بالنصوص القطعية (شرح کتاب الح من صحیح مسلم) آپ ﷺ حیات برزخیہ کے ساتھ زندہ ہیں جو شہداء کی حیات سے زیادہ کامل ہے اور یہ حیات زندہ لوگوں کی حیات کی طرح نہیں بلکہ آپ کی روح آپ کے جسد سے جدا ہے اور یہ حیات برزخیہ نصوص قطعیہ سے ثابت ہے۔

۱۶۴۴ ...... عذاب القبر ثابت بالنص القطعي وهو مجمع عليه عند من يعتد بقوله من أهل العلم الخ عذاب نص قطعی کے ساتھ ثابت ہے اور معتبر اہل علم کا اس پر اجماع ہے اور اکثر عذاب قبر چغل خوری اور پیشاب سے نہ بچنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ (شرح عمدۃ الاحکام ۱۴/۳۱)

۱۶۴۵ ...... ولم يعرف انكار عذاب القبر الا عند المعتزلة الذين لا يثبتون عذاب القبر. واما أهل السنة فانهم مجمعون عليه والنصوص فيه قطعية (شرح المحرر في الحدیث ۲۱/۶) سوائے معتزلہ کے کسی نے عذاب قبر کا انکار نہیں کیا اور اہل السنت کا عذاب قبر کے ثبوت پر اجماع ہے اور یہ نصوص قطعیہ سے ثابت ہے۔

۱۶۴۶ ...... وهو حي في قبره عليه الصلاة والسلام حياة برزخية فوق حياة الشهداء لكنها تخالف حياة الاحياء الذين ارواحهم في ابدانهم لانه ميت بالنص القطعي الخ (شرح المحرر في الحدیث - عبد الکریم الخضیر ۱۹/۴۴) نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں حیات برزخیہ کے ساتھ جو شہداء کی حیات سے اعلیٰ ہے لیکن یہ حیات برزخیہ زندہ لوگوں کی حیات سے مختلف ہے، کیونکہ زندہ لوگوں کی ارواح ان کے ابدان میں ہوتی ہیں، کیونکہ دنیا میں آپ ﷺ پر موت کا ورود قطعی ہے۔

فائدہ: جب کہ حیات برزخیہ جو قبر میں نبی کریم ﷺ کو حاصل ہے اس میں روح بدن سے جدا ہو کر اعلیٰ علیین میں قرار پذیر ہے لیکن روح کا قبر میں بدن عنصری کے ساتھ قوی معنوی تعلق ہے۔

علی بن نایف الشحود شامی (فاضل جامعہ دمشق۔ مصنف کتب کثیرہ)

۱۶۴۷ ...... نعيم القبر وعذابه يكون للروح والبدن جميعا. فتنعم الروح او تعذب متصلة بالبدن فيكون النعيم والعذاب عليهما جميعا كما انه قد تنعم الروح او تعذب احيانا منفصلة عن البدن. فيكون النعيم او العذاب للروح منفردا عن البدن وقد دلت على هذا النصوص وعليها تفق اهل السنة والجماعة الخ (الاستعداد للموت ص ۳۲۶) حاصل یہ ہے کہ قبر کا ثواب و عذاب روح اور بدن دونوں کے لئے ہوتا ہے (اس کی دو صورتیں ہیں) (۱) روح بدن کے ساتھ اس طرح متصل ہو کہ روح بدن میں داخل ہو، اس صورت میں روح اور بدن دونوں کو ثواب و عذاب اصالۃً ہوتا ہے۔ (۲) روح بدن سے جدا ہو لیکن روح کا بدن کے ساتھ تعلق معنوی ہو، اس صورت میں روح کو ثواب و عذاب اصالۃً ہوتا ہے اور تعلق معنوی کی وجہ سے تبعاً بدن بھی اس سے متاثر ہوتا ہے۔ اس پر نصوص دلالت کرتی ہیں اور اس پر اہل السنت والجماعت کا اتفاق ہے۔ اس کے برخلاف بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قبر کا عذاب و ثواب ہر حالت میں فقط روح کو ہوتا ہے اور بدن کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا جب کہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ قبر میں ثواب یا عذاب کا وقوع روح اور جسد دونوں پر ہوتا ہے نبی کریم ﷺ کا فرمان: ان العبد اذا وضع في قبره اس پر واضح

طور پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ لفظ ''عبد'' روح وجسد کے مجموعہ پر بولا جاتا ہے۔اسی طرح نبی کریم ﷺ نے قبر میں منکر نکیر کے سوال کے وقت روح کے جسد کی طرف لوٹانے کی صراحت فرمائی ہے جیسا کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: وتعاد روحه في جسده (اور میت کی روح کو اس کے جسد کی طرف لوٹایا جاتا ہے) اور مذکورہ دونوں حدیثوں میں ایسے الفاظ ذکر کئے گئے ہیں جو جسد کی صفات پر دلالت کرتے ہیں۔ جیسے: يسمع قرع نعالهم (میت واپس جانے والوں کی جوتیوں کی آواز سنتی ہے) فيقعدانه (منکر نکیر میت کو بٹھاتے ہیں) ويضرب بمطارق من حديد فيصيح صيحة (اور جواب صحیح نہ دینے والے کو لوہے کے ہتھوڑوں کے ساتھ مارا جاتا ہے۔ پس میت چیختی ہے۔ فان هذا كله يفيد ان ما يحصل في القبر من النعيم او العذاب متعلق بالروح والجسد جميعهما پس بے شک یہ سب الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں کہ قبر میں ثواب یا عذاب روح اور جسد دونوں کو حاصل ہوتا ہے۔اس کے باوجود بعض نصوص سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بعض احوال میں روح کو اس طرح بھی ثواب یا عذاب دیا جاتا ہے جب وہ جسد سے جدا ہوتی ہے۔ (اس صورت میں روح کو عذاب اصالۃً ہوتا ہے لیکن بوجہ تعلق معنوی بدن بھی اس ثواب وعذاب سے متاثر ہوتا ہے)

۱۲۴۸..... وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ اَلْاَنْبِيَاءُ اَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ اخرجه ابو يعلى وهذه الحياة البرزخية تختلف عن الحياة في الدنيا ولا يعلم حقيقتها الا الله تعالى. وليس من اشكال في القول بحياة الانبياء والشهداء. وان النبي ﷺ- تبلغه صلاتنا وسلامنا وان الارض لا تاكل اجساد الانبياء فكل ذلك قد ثبت بالسنة الصحيحة يجب التسليم به دون السؤال عن الكيفية (الاستعداد للموت ص ۳۵۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں۔اس حدیث کو محدث ابویعلی نے ذکر کیا ہے اور یہ حیات برزخیہ ہے جو حیات دنیا سے مختلف ہے اور اس کی حقیقت کو سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا اور حیات انبیاء وشہداء کے قول کرنے میں کوئی اشکال نہیں اور اس میں بھی کوئی اشکال نہیں کہ ہمارا درود وسلام نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچتا ہے اور یہ کہ انبیاء علیہم السلام کے اجساد کو زمین نہیں کھاتی۔ یہ سب عقائد سنت صحیحہ سے ثابت ہیں، ان کو تسلیم کرنا واجب ہے کیفیت کے متعلق سوال کئے بغیر۔

الشیخ عبدالرحمٰن السدیس (رئیس ائمہ حرمین)

۱۲۴۹..... وخامس اركان الايمان: الايمان باليوم الآخر: ويدخل في ذلك الايمان بكل ما اخبر الله به ورسوله ﷺ مما يكون بعد الموت كفتنة القبر وعذابه ونعيمه (دروس للشيخ عبدالرحمٰن السدیس ۹۴/۷) ایمان کے ارکان میں سے پانچواں رکن یوم آخرت پر ایمان ہے۔ موت کے بعد کے جن احوال کی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے۔ وہ سب ایمان بالیوم الآخر میں داخل ہے جیسے قبر میں منکر نکیر کا سوال اور قبر میں ثواب وعذاب۔ (لہٰذا ایمان بالآخرت اسی کا معتبر ہے جو قبر کے ان احوال کو مانتا ہے اور جو قبر کے ان احوال کا منکر ہو، اس کے ایمان بالآخرۃ کا کوئی اعتبار نہیں)

۱۲۵۰..... فالعمل يا عباد الله- هو صاحب الانسان في قبره يُنَعَّم به ان كان صالحاً اے اللہ کے بندو! قبر میں عمل انسان کا ساتھی ہے۔اگر عمل نیک ہوگا تو نعمتوں سے نوازا جائے گا اور اگر عمل برا ہوگا تو

عذاب دیا جائے گا۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے حدیث ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نیک عمل، صاحب عمل کے پاس قبر میں ایسے آدمی کی صورت میں آتا ہے جس کا چہرہ خوبصورت، کپڑے خوبصورت، اس سے عمدہ خوشبو مہک رہی ہوتی ہے اور میت کو کہتا ہے کہ آپ کو اس چیز کی خوشخبری جو آپ کو سرور بخشے گی۔ میت کہتی ہے تو کون ہے؟ آپ کا چہرہ تو وہ چہرہ ہے جو خیر کی خبر لایا ہے۔ وہ آدمی کہتا ہے میں تیرا نیک عمل ہوں اور برا عمل صاحب عمل کے پاس ایسے آدمی کی صورت میں آتا ہے جس کا چہرہ قبیح، کپڑے گندے بدبودار اور میت کو کہتا ہے، تیرے لئے اس عذاب کی خبر ہے جو تیری حالت بری کر دے گا۔ یہ وہی دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔ میت کہتی ہے تو کون ہے؟ تیرا چہرہ بڑی بری خبر لایا ہے تو وہ آدمی کہتا ہے میں تیرا برا عمل ہوں۔　　(دروس للشیخ عبدالرحمن السدیس ۲/۹۵)

فائدہ: معلوم ہوا قبر کے اندر میت میں حیات ہوتی ہے وہ تبھی کلام کر رہا ہے اور سن رہا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ثواب وعذاب قبر میں بدن عنصری کو بھی ہوتا ہے۔

عبداللہ بن محمد الغنیمان (سابق مدرس مسجد نبوی)

۱۶۵۱...... السؤال: هل عذاب القبر على الروح والبدن ام على الروح فقط؟ الجواب: على الروح والبدن معاً وان كان قد فارقته الروح بالموت ولكن ليست المفارقة مفارقة كلية

(شرح العقیدۃ الواسطیہ ۱۸/۱۹)

سوال: کیا قبر کا عذاب روح اور بدن دونوں پر ہوتا ہے یا فقط روح پر ہوتا ہے؟

جواب: روح اور بدن دونوں پر اکٹھا ہوتا ہے۔ اگرچہ روح موت کی وجہ سے جدا ہو جاتی ہے لیکن یہ جدائی کلی طور پر نہیں ہوتی۔ (بلکہ روح کا بدن کے ساتھ تعلق معنوی قائم رہتا ہے)

۱۶۵۲...... فالعذاب او النعيم في القبر كلاهما يكون على البدن والروح والبدن وان تفتت وصار تراباً لكنه ينعم او يعذب. وهذا من الامور الغيبية والتي يجب الايمان بها كما اخبربها رسول الله ﷺ اما الذي يقول: العذاب او النعيم على الروح فقط فقوله غير صحيح (ایضاً)

قبر میں عذاب وثواب روح اور بدن دونوں پر واقع ہوتا ہے۔ اگر بدن پھٹ جائے اور مٹی ہو جائے۔ تب بھی ثواب یا عذاب دیا جاتا ہے اور یہ امور غیبیہ میں سے ہے اور ان امور میں سے ہے جن پر رسول اللہ ﷺ کی خبر کے مطابق ایمان لانا واجب ہے اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ عذاب یا ثواب فقط روح کو ہوتا ہے اس کا قول صحیح نہیں ہے۔

شیخ احمد بن عمر حازمی مکی (فاضل جامعہ ام القریٰ مکہ)

۱۶۵۳...... موت کے بعد ہر وہ چیز جس کی نبی کریم ﷺ نے خبر دی ہے اس پر ایمان لانا واجب ہے: ای من فتنة القبر وعذابه ونعيمه و كونه حفرة من حفر النار الخ جیسے قبر میں سوال اور قبر میں عذاب وثواب، قبر کا آگ کا گڑھا یا باغ ہونا، قبر کا وسیع یا تنگ ہونا، قبر کا دبانا وغیرہ۔ نیز روح کا میت کی طرف لوٹانا۔　　(شرح العقیدۃ الواسطیہ للحازمی ۲۲/۳۴)

۱۶۵۴...... العذاب والنعيم على النفس يعني الروح والبدن جميعًا باتفاق اهل السنة والجماعة (ایضاً ۲۴/۳۴) اہل السنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ عذاب وثواب روح اور بدن دونوں پر واقع ہوتا ہے۔

۱۶۵۵...... تعلقها به في البرزخ. فانها وان فارقته وتجردت عنه فانها لم تفارقه فراقًا كليًّا فان الحياة هنا للروح، والبدن تبعٌ لها. وذلك عكس الحياة الدنيا. فالنعيم والعذاب في الدنيا للابدان. والارواح تبع لها (ایضاً ۴/۳ ۲۵) برزخ میں روح بدن سے اگر چہ جدا ہو جاتی ہے لیکن کلی طور پر جدا نہیں ہوتی بلکہ روح کا بدن کے ساتھ تعلق رہتا ہے جس کی وجہ سے روح کے لئے حیات اصالۃ اور بدن کے لئے تبعاً ثابت ہوتی ہے اور دنیا میں اس کے برعکس ہوتا ہے کہ دنیا میں راحت و تکلیف اصالۃ بدن پر اور تبعاً روح پر واقع ہوتی ہے۔

۱۶۵۶...... ان السؤال في القبر للروح والبدن وهو كذلك. وكذلك عذاب القبر ونعيمه والادلة صريحةٌ بذلك بل حكى شيخ الاسلام رحمه الله تعالى الاجماع على ان العذاب والنعيم انما يكون على الروح والبدن باتفاق اهل السنة والجماعة (ایضاً ۵/۳ ۵) بے شک قبر میں سوال اور ثواب وعذاب روح اور بدن دونوں کے مجموعہ کے لئے ہوتا ہے۔ اس پر صریح اور واضح دلائل موجود ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس عقیدہ پر اہل السنت والجماعت کا اجماع اور اتفاق ہے کہ قبر میں عذاب وثواب روح اور بدن دونوں پر ہوتا ہے۔

۱۶۵۷...... کیا ثواب وعذاب فقط روح کو ہوتا ہے یا فقط بدن کو یا دونوں کو؟ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا ہے: مذهب سلف الامة وائمتها ان العذاب او النعيم يحصل لروح الميت وبدنه الخ امت کے سلف اور آئمہ اسلام کا مذہب یہ ہے کہ عذاب یا ثواب روح اور بدن دونوں کو اکٹھا ہوتا ہے، روح کو اصالۃ اور بدن کو تبعاً، (لیکن یہ اس صورت میں ہے جب روح بدن سے جدا ہو مگر معنوی تعلق ہو) اور کبھی روح بدن کے ساتھ (بصورت دخول فی البدن) متصل ہوتی ہے، اس صورت میں روح اور بدن دونوں کو عذاب یا ثواب (اصالۃ) ہوتا ہے۔ (شرح لمعۃ الاعتقاد ۱۵/ ۱۹)

ڈاکٹر احمد فرید (تلمیذ البانی و بن باز وغیرہ)

۱۶۵۸...... لا يمنع التراب من ان الروح تتصل بالجسد اتصالاً يعلمه الله عز وجل حتى يُسأل العبد في قبره (دروس الشیخ احمد فرید ۱۸/ ۶) قبر کی مٹی اس بات میں مانع نہیں کہ روح جسد کے ساتھ (بصورت دخول فی البدن) متصل ہو ایسے اتصال کے ساتھ جس کو اللہ عز وجل جانتے ہیں تا کہ بندے سے قبر میں سوال کیا جائے۔

فائدہ: العبد روح و جسد کے مجموعہ کو کہا جاتا ہے۔ معلوم ہوا قبر میں سوال روح اور جسد کے مجموعہ سے ہوتا ہے اور سوال وجواب دلیل ہے جسد کے زندہ ہونے پر، یہی حیات قبر ہے۔

۱۶۵۹...... ان عذاب القبر يلحق كل من استحق هذا العذاب سواء قُبر او لم يُقبر. والله عز وجل قادر على ان يوصل روح الكافر بذرات الجسد وان تباعدت اجزاؤه. وان ينال الجسد ما ينال الروح من العذاب. فالله عز وجل يجعل لروح المؤمن او لروح الكافر اتصالاً بالذرات وان تفرقت (ایضاً ۱۸/ ۷) جو آدمی عذاب قبر کا مستحق ہو اس کو یہ عذاب لاحق ہوتا ہے خواہ اس کو دفن کیا گیا ہو یا دفن نہ کیا گیا ہو۔ اللہ عز وجل اس پر قادر ہے کہ وہ کافر کے جسد کے ذرات کے ساتھ روح کا تعلق پیدا کرے۔ اگر چہ ذرات دور دور تک بکھرے ہوئے ہوں اور یہ تعلق پیدا کر کے جو عذاب روح کو پہنچتا ہے وہی جسد کو بھی پہنچائے۔ پس اللہ عز وجل مؤمن یا کافر کی روح کا جسد کے ذرات کے ساتھ اتصال و تعلق پیدا کر دیتا ہے۔ اگر چہ وہ ذرات بکھرے ہوئے ہوں۔

محمد بن ابراہیم تویجری (فاضل جامعہ امام محمد بن سعود، ریاض)

۱۶۶۰..... کل انسان یُسأل بعد موته سواء قُبر او لم یقبر ثم یجازی بالخیر خیراً وبالشر شراً ویقع النعیم والعذاب علی النفس والبدن. والروح تبقی بعد مفارقة البدن منعمة او معذبة وتتصل بالبدن احیاناً (موسوعۃ الفقہ الاسلامی ج ۲ ص ۶۹۰) موت کے بعد ہر انسان سے سوال کیا جاتا ہے۔ خواہ اس کو قبر میں دفن کیا گیا ہو یا دفن نہ کیا گیا ہو۔ پھر خیر کے عوض جزائے خیر دی جائے گی اور برائی کے بدلے بری جزاء دی جائے گی اور ثواب وعذاب روح اور بدن دونوں پر واقع ہوتا ہے اور بدن سے جدا ہونے کے بعد (اصالۃً) روح کو ثواب دیا جاتا ہے یا عذاب (اور تبعاً بدن کو بھی ثواب یا عذاب ہوتا ہے) اور بعض اوقات روح کا بدن کے ساتھ اتصال ہوتا ہے۔ (بصورت دخول فی البدن) اس وقت روح اور بدن دونوں کو ثواب یا عذاب (اصالۃً) ہوتا ہے۔

۱۶۶۱..... والنعیم والعذاب فی القبر علی البدن والروح معاً تنعم الروح وتعذب منفردة عن البدن وتنعم وتعذب متصلة بالبدن وعذاب القبر هو عذاب البرزخ (موسوعۃ فقہ القلوب ج ۱ ص ۲۰۵) قبر میں ثواب وعذاب روح اور بدن دونوں کو ہوتا ہے اور اس ثواب وعذاب کی دو صورتیں ہیں: (۱) جب روح بدن سے جدا ہوتی ہے تو اس وقت روح کو اصالۃً ثواب وعذاب ہوتا ہے اور بدن کو تبعاً۔ (۲) روح بدن کے ساتھ اس طرح متصل ہو کہ بدن میں داخل ہو اس صورت میں روح اور بدن دونوں کو ثواب وعذاب اصالۃً ہوتا ہے اور عذاب قبر وہی عذاب برزخ ہے۔

۱۶۶۲..... فکل من مات وهو مستحق للعذاب نالہ نصیبہ منہ قبر او لم یقبر. فلو اکلتہ السباع او احرق حتی صار رماداً. وصل الی روحہ وبدنہ من العذاب او النعیم ما یصل الی المقبور (موسوعۃ فقہ القلوب ج ۱ ص ۲۰۵) جو بھی فوت ہوا اور وہ عذاب کا مستحق ہے تو اس کو اس کے عذاب کا حصہ پہنچتا ہے خواہ اس کو دفن کیا گیا ہو یا دفن نہ کیا گیا ہو۔ پس اگر اس کو درندے کھالیں یا اس کو آگ میں جلایا جائے اور وہ راکھ ہو جائے تو اس کے روح اور بدن کی طرف وہ عذاب پہنچتا ہے جو عذاب مدفون کی طرف پہنچتا ہے۔

۱۶۶۳..... مؤلف فرماتے ہیں کہ دین وشریعت سے جہالت کی وجہ سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ قبر کا عذاب وثواب اور کشادگی وتنگی ہمیں نظر نہیں آتی۔ پھر مؤلف نے اس کا تفصیل سے جواب دیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ نظر نہ آنا محال ہونے کی دلیل نہیں اور جو چیز شریعت میں ثابت ہو جائے وہ محال نہیں ہو سکتی اور یہ بھی لکھتے ہیں کہ: تجری أحکام البرزخ علی الأرواح. فتسری إلی أبدانہا نعیماً أو عذاباً برزخ کے احکام (اصالۃً) ارواح پر جاری ہوتے ہیں۔ پھر (ارواح کے واسطے سے) ابدان کی طرف سرایت کر جاتے ہیں چاہے ثواب ہو یا عذاب۔ نیز مؤلف فرماتے ہیں: ولو أطلعنا اللہ علی ذلک لزالت حکمة التکلیف اگر اللہ ہمیں قبر کے عذاب وثواب پر مطلع کر دے تو تکلیف کی حکمت فوت ہو جائے گی۔ (موسوعۃ فقہ القلوب ج ۱ ص ۲۰۵)

۱۶۶۴..... ولا یمتنع علی من هو علی کل شیء قدیر أن یرد الروح إلی المصلوب والغریق والحریق. ونحن لا نشعر بہا. وکذلک من تفرقت أجزاؤہ لا یمتنع علی الذی لا یعجزہ شیء أن

یجعل للروح اتصالاً بتلک الأجزاء علی تباعد ما بینها وقربه (ج ۱ ص ۶۰۸) اللہ جو ہر شئی پر قادر ہے اس کے سامنے یہ بالکل محال نہیں کہ وہ سولی دیئے ہوئے۔ غرق شدہ اور جلائے ہوئے شخص کی طرف روح لوٹا دے اور ہمیں اس کا شعور نہ ہو۔ اسی طرح جس میت کے اجزاء بکھر جائیں تو وہ ذات جس کو کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی۔ اس کے لئے یہ بات محال نہیں کہ وہ روح کا اُن بکھرے ہوئے اجزاء کے ساتھ اتصال وتعلق پیدا کر دے چاہے وہ اجزاء قریب ہوں یا بعید ہوں۔

۱۶۶۵...... وعذاب القبر ونعیمه اسم لعذاب البرزخ ونعیمه. وهو ما بین الدنیا والآخرة. وسمی عذاب القبر ونعیمه وأنه روضة أو حفرة باعتبار غالب الخلق. وإلا فإن للغریق والحریق والمصلوب ومن أکلته السباع والطیور من عذاب القبر ونعیمه ما للمقبور. ولو عُلق المیت علی رؤوس الأشجار فی مهاب الریاح لأصاب جسده نصیبه من عذاب القبر ونعیمه بقدرة العزیز العلیم (ج ۱ ص ۶۰۸) قبر کا عذاب وثواب یہی برزخ کا عذاب وثواب ہے اور برزخ دنیا وآخرت کے درمیان والی مدت کا نام ہے اور عذاب قبر اور ثواب قبر نام رکھنا اور اسی طرح قبر کو جنت کا باغ یا جہنم کا گڑھا کہنا مخلوق کی اکثریت کے اعتبار سے ہے۔ ورنہ جو غرق ہو جائے یا جل جائے یا سولی دے دیا جائے یا درند پرند اس کو کھا جائیں تو اس کو بھی قبر کے عذاب وثواب کا وہی حصہ پہنچتا ہے جو مدفون کو پہنچتا ہے۔ اسی طرح اگر میت کو کھلی ہوا کی جگہ میں درختوں کے اوپر لٹکا دیا جائے تو اللہ عزیز وعلیم کی قدرت سے اس کے جسم کو عذاب وثواب کا حصہ (جو اس کے لئے مقدر ہے) پہنچتا ہے۔

۱۶۶۶...... والارواح مع کونها فی السماء تتصل بفناء القبر وبالبدن منه (موسوعة القلوب ج ۱ ص ۶۱۲) باوجودیکہ ارواح آسمان میں ہوتی ہیں لیکن قبر کے اردگرد اور قبر میں موجود بدن کے ساتھ ان کا اتصال ہوتا ہے۔

۱۶۶۷ ..... فاذا مات خرجت خروجاً کلیاً. فاذا دفن عادت الیه الخ جب انسان فوت ہوتا ہے تو روح مکمل طور پر نکل جاتی ہے۔ پھر جب دفن کیا جاتا ہے تو روح اس کی طرف لوٹ آتی ہے۔ پھر جب اس سے سوال جواب ہو جاتا ہے تو روح نکل جاتی ہے اور اس کا قبر میں موجود بدن کے ساتھ تعلق واتصال رہتا ہے۔ (موسوعة القلوب ج ۱ ص ۶۱۴)

دکتور سعید بن علی قحطانی (بن باز کے خاص شاگرد، مصنف کتب کثیرہ)

۱۶۶۸ ..... الایمان بنعیم القبر وعذابه: فقد ثبت بالکتاب والسنة وهو حق یجب الایمان به والعذاب یجری علی الروح والجسد تبع له قبر کا ثواب وعذاب کتاب وسنت سے ثابت ہے اور وہ حق ہے۔ اس پر ایمان لانا واجب ہے۔ عذاب اصالۃً روح پر جاری ہوتا ہے اور جسد کو عذاب تبعاً ہوتا ہے۔

(عقیدۃ المسلم ص ۱۳۵، نیز بیان عقیدۃ اہل السنۃ والجماعۃ ص ۲۳)

۱۶۶۹...... نعیم القبر وعذابه: ورد به الکتاب والسنة وانه حق یجب الایمان به الخ قبر کے ثواب وعذاب پر کتاب وسنت میں دلائل موجود ہیں اور بے شک یہ حق ہے، اس پر ایمان لانا واجب ہے اور یہ قبر کے سوال وجواب کے بعد ہوتا ہے۔ پس جو قبر میں امتحان کے سوالات کے جواب دے دے گا وہ نجات پائے گا اور وہ قبر میں اور قیامت کے دن نیک بخت ہوگا اور جس نے ان سوالوں کا جواب نہ دیا وہ صریح نقصان اٹھائے گا۔ والنعیم و

العذاب فی القبر یجری علی الروح والجسد تبع له اور قبر میں ثواب یا عذاب اصالۃً روح پر جاری ہوتا ہے اور جسد ثواب و عذاب میں روح کے تابع ہوتا ہے۔　　(عقیدۃ المسلم ص ۱۸۲، نیز شرح العقیدۃ الواسطیۃ ص ۴۰)

۱۶۷۰...... ذکر الامام الشنقیطی -رحمه الله- انه لا یصح فی تفسیر ذلك من اقوال العلماء الا تفسیران: الاوّل فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی ای لا تسمع الکفار الخ سماع موتی کے مسئلہ میں امام شنقیطی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ سماع موتی کی نفی والی آیات میں صرف دو تفسیریں صحیح ہیں: (۱) موتی سے موتی القلوب کفار مراد ہیں، مطلب یہ کہ آپ ان مردہ دل کفار کو اس طرح نہیں سنا سکتے جس سے ان کو ہدایت نصیب ہو اور ان کو نفع ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے۔ اس لئے وہ سماع ہدایت اور سماع نافع کے ساتھ حق کو نہیں سنتے۔ (۲) موتی سے اہل قبور مراد ہیں اور کفار موتی القلوب کو تشبیہ دی گئی ہے موتی القبور کے ساتھ، یعنی جیسے اہل قبور جنہوں نے زندگی میں حق کو قبول نہ کیا اب اگر ان کو قبور میں جانے کے بعد حق سنائیں جس سے ان کو نفع ہو آپ وہ نہیں سنا سکتے نہ وہ سماع نافع سن سکتے ہیں۔ ایسے ہی کفار موتی القلوب کی بھی یہی حالت ہے کہ ان کو بھی آپ کے سنانے سے نہ ہدایت نصیب ہوگی نہ نفع ہوگا۔ رہا محض آواز کا سننا تو وہ کفار سنتے تھے۔ (پس مردوں سے مطلق سماع کی نفی ہو تو تشبیہ ٹھیک نہیں کہ کفار کانوں سے سنتے تھے) ہاں! سماع ہدایت اور سماع نافع کی نفی موتی القلوب اور موتی القبور دونوں میں مشترک ہے۔

فائدہ: موتی سے کفار موتی القلوب مراد لیں یا موتی القبور مراد لیں اور ان کے ساتھ کفار موتی القلوب کو تشبیہ دینا مقصود ہو دونوں صورتوں میں اصل مقصود ہے کفار موتی القلوب کے حق میں! سماع نافع اور سماع نافع کی نفی اور اگر موتی القبور سے مطلق سماع کی نفی کرنا مقصود ہو۔ جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے تو کیا نبی پاک ﷺ مردوں کو دعوت دیا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔ اگر ایسا ہے تو ذرا ثبوت پیش کریں کہ نبی پاک ﷺ نے کبھی قبرستان میں جا کر مردوں کو تبلیغ کی ہو اور دعوت اسلام دی ہو۔ کیا آپ مردوں کو بھی دعوت دینے کے مکلف تھے؟

ثم تکلم عن مسئلة سماع الموتی فی قبورهم الخ پھر امام شنقیطی نے قبور میں مردوں کے سماع پر تحقیق کی ہے اور طویل کلام کیا ہے اور ترجیح اس کو دی کہ جو ان کے ساتھ کلام کرے، مردے اس کی بات کو سنتے ہیں۔ وبین ان سماع الموتی ثبت عنه ﷺ فی احادیث صحیحة لا مطعن فیها ولم یذکر ﷺ ان ذالك خاص بانسان ولا بوقت ولم یثبت فی الکتاب ولا فی السنة یخالف ذالك اور امام شنقیطی نے بیان کیا ہے کہ سماع احادیث صحیحہ میں نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے جن حدیثوں میں کوئی اعتراض وطعن نہیں ہے اور نبی کریم ﷺ نے یہ ذکر نہیں فرمایا کہ سماع موتی خاص انسانوں کے ساتھ یا خاص وقت کے ساتھ مختص ہے اور کتاب وسنت میں کوئی ایسی آیت یا حدیث ثابت نہیں جو اس کے خلاف ہو اور جن لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے استدلال کیا ہے انہوں نے غلطی کی۔ پھر امام شنقیطی نے مقتولین بدر کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے کلام کرنے کا اور زندوں کی طرح خطاب کے صیغہ کے ساتھ مردوں کو سلام کرنے کا ذکر کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مردے سلام سنتے ہیں اور امام ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں بہت سے آثار ذکر کئے ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ مردے زائرین کو پہچانتے ہیں اور جب ان کے اقرباء ان کو سلام کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ مردوں کی ارواح ان پر لوٹا دیتے ہیں تا کہ وہ سلام کا جواب دیں۔ اس کے بعد امام شنقیطی نے سماع موتی کو مزید قوی و مضبوط

کرنے کے لئے ابن تیمیہ کے شاگرد ابن قیم کی کتاب الروح سے اور امام ابن کثیر کی تفسیر سے احادیث مرفوعہ اور بہت سے آثار صحابہ و آثار تابعین ذکر کئے ہیں اور لکھتے ہیں: والصحیح عند العلماء الخ علماء کے نزدیک مقتولین بدر کے سماع کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس کو امام ابن عبدالبر نے ذکر کیا ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے، وہ یہ ہے: ما من احد یمر الخ جب کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی قبر کے پاس گزرتا ہے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا پھر اس پر سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی روح کو اس کی طرف لوٹا دیتا ہے تا کہ وہ سلام کا جواب دے۔ اس کے بعد مؤلف لکھتے ہیں: وسمعت شیخنا ابن باز یقول الاقوال فی سماع الموتی ثلثة الخ میں نے اپنے استاذ ابن باز سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ سماع موتی کے بارے میں تین اقوال ہیں: (۱) مردے مطلقاً سنتے ہیں۔ (۲) مردے مطلقاً نہیں سنتے۔ (۳) تیسرے قول میں تفصیل ہے جن باتوں کا سننا احادیث سے ثابت ہے وہ سنتے ہیں، اس کے علاوہ نہیں سنتے۔ وھذا القول ھو الصواب یہی تیسرا قول درست ہے کہ احادیث سے جن باتوں کا سننا ثابت ہے فقط وہی سنتے ہیں جیسے دفن کے بعد واپس آنے والوں کی جوتیوں کی آواز مردہ سنتا ہے، مقتولین بدر کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو سننا اور زیارت کے وقت مردوں کا سلام کو سننا۔ (احکام الجنائز ص ۵۱)

فائدہ: بندہ ناچیز عرض کرتا ہے کہ ہمارا مقصود سماع موتی کے مسئلہ پر بحث کرنا نہیں۔ یہ صرف اس لئے نقل کی گئی ہے کہ سماع موتی تب ہوسکتا ہے جب ان میں حیات ہوگی۔ لہٰذا جو لوگ سماع موتی کے جس انداز سے بھی قائل ہیں وہ قبر میں حیات کے بھی قائل ہیں اور جو سماع کے قائلین نہیں وہ بھی حیات کے قائل ہیں۔ جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جنہوں نے کہا کہ اصل حدیث یوں تھی: لیعلمون الآن یعنی مقتولین اب جانتے ہیں کہ رب کا وعدہ سچا تھا اور جاننا بھی وہی ہے جو زندہ ہو، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو سماع موتی کا انکار کرتی تھیں وہ انکار بھی کر رہی ہیں لیکن اس کے ساتھ مقتولین بدر کے لئے جاننے کا قول کر کے حیات کو مان بھی رہی ہیں اور علامہ محمود آلوسی نے روح المعانی میں، حضرت انور شاہ نے فیض الباری میں اور مولانا شبیر احمد عثمانی نے فتح الملہم میں لکھا ہے کہ جو حضرات عدم سماع کا قول کرتے ہیں وہ منصوص جزئیات کا استثناء کرتے ہیں تو بعض جزئیات میں وہ بھی سماع کے قائل ہو گئے۔ لہٰذا سماع فی الجملہ (یعنی بعض باتوں کے سننے) پر دونوں فریقوں کا اتفاق ہوگیا اور سماع چونکہ موقوف ہے حیات پر۔ جب سماع فی الجملہ پر اتفاق ہے تو دونوں فریقوں کا حیات پر بھی اتفاق ہوگیا اور بعض باتوں کے نہ سننے سے حیات کی نفی ہوتی ہے جیسا کہ بعض دفعہ دنیا میں زندہ آدمی بعض باتیں نہیں سنتا۔

۱۶۷۱..... ولاشك ان القبور لها ظلمة الا من نوّر الله قبره بالایمان والعمل الصالح. فعن ابی هریرة رضی اللہ عنہ - ان امراة سوداء كانت تقمّ المسجد الخ اس میں کوئی شک نہیں کہ قبور میں ظلمت ہوتی ہے۔ الا یہ کہ اللہ تعالیٰ میت کے ایمان و عمل صالح کی برکت سے روشن کردے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث ہے کہ کالے رنگ والی عورت جو مسجد کی صفائی کیا کرتی تھی وہ فوت ہوگئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کو کفنا دفنا دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ میں نہ تھے، اس لئے فرمایا مجھے بتاؤ اس کی قبر کہاں ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بتایا، آپ نے اس کی قبر پر نماز پڑھی اور فرمایا یہ قبریں ظلمت سے بھری ہوئی ہوتی ہیں اور ان پر میرے نماز پڑھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کو روشن کر دیتا ہے اور عذاب قبر کے بارے میں جتنی احادیث ہیں ان میں سے عظیم ترین حدیث، براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ اس میں ہے کہ: ان العبد المؤمن یفسح له فی قبره مد بصره الخ بے شک

مؤمن بندے کے لئے اس کی قبر کو تا حد نگاہ فراخ کر دیا جاتا ہے اور فاسق فاجر بندے پر اس کی قبر کو اتنا تنگ کر دیا جاتا ہے کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں۔　(احکام الجنائز ص ۵۹)

فائدہ: العبد المؤمن اور العبد الفاجر کا اطلاق روح و جسد عنصری کے مجموعہ پر ہوتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ قبر میں ثواب و عذاب روح اور جسد عنصری دونوں کو ہوتا ہے کیونکہ قبر میں جسد عنصری ہوتا ہے۔

۱۶۷۲...... ولاشك ان احكام الدنيا على الابدان والارواح تبع لها واحكام البرزخ على الارواح والابدان تبع لها فاذا كان يوم القيامة كان الحكم والنعيم او العذاب على الارواح والاجساد جميعاً (ایضاً) اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا میں احکام اصالۃً ابدان پر جاری ہوتے ہیں اور ارواح ان احکام میں ابدان کے تابع ہوتی ہیں اور برزخ میں اصالۃً احکام ارواح پر جاری ہوتے ہیں اور ابدان ان احکام برزخیہ میں ارواح کے تابع ہوتے ہیں اور جب قیامت کا دن ہوگا تو احکام اور ثواب و عذاب دونوں پر اصالۃً ہوگا۔

۱۶۷۳...... وعذاب القبر هو عذاب البرزخ فكل من مات وهو مستحق للعذاب نالہ نصيبه منه قُبِرَ اولم يقبر اواكلته السباع او اُحرق حتى صار رماداً او نسف فى الهواء فانه يصل الى روحه وبدنه من النعيم او العذاب ما يصل الى المقبور واحاديث عذاب القبر ونعيمه وسؤال الملكين تبلغ حد التواتر فقد بلغت الاحاديث فى ذلك سبعين حديثاً (ایضاً) اور عذاب قبر وہی عذاب برزخ ہے۔ پس جو بھی فوت ہو جائے اور وہ عذاب کا مستحق ہو تو اس کو وہ عذاب پہنچتا ہے خواہ اس کو دفن کیا گیا ہو یا دفن نہ کیا گیا ہو یا اس کو درندوں نے کھا لیا یا اس کو جلا دیا گیا۔ حتیٰ کہ وہ راکھ ہو گیا اور فضا میں اڑا دیا گیا تو اس کے روح اور بدن کو بھی وہی عذاب پہنچتا ہے جو قبر میں مدفون میت کو پہنچتا ہے اور قبر کے عذاب وثواب اور قبر میں منکر نکیر کے سوال کے بارے میں احادیث حد تواتر کو پہنچتی ہیں۔ چنانچہ اس کے بارے میں احادیث کی تعداد ستر (۷۰) ہے۔

دکتور محمد مصطفیٰ حلمی (استاذ العقیدہ والفلسفہ، جامعۃ القاہرۃ، مصر)

۱۶۷۴...... ان رد الروح الى الميت وتعذيبه بغير ان يراه البشر او يسمعونه امر ثابت والعقل يسلم بما نراه فالميت يعالج سكرات الموت ويخبر بآلام لا مزيد عليها ولا نرى عليه من ذلك اثرا، وكذلك اهل الامراض المؤلمة، ويلحق بها مسالة سؤال الملكين للميت واقعاده فى قبره فانه انما يشكل اذا حكمنا المعتاد فى حياتنا الدنيا ولكنه من قبيل خرق العوائد التى لا تحيط بمعرفتها العقول (منہج علماء الحدیث والسنۃ فی اصول الدین ص ۴۳) قبر میں میت کی طرف روح کو لوٹانا اور اس کو عذاب دینا بغیر اس کے کہ اس کو بشر دیکھے یا سنے ایسا امر ہے جو ثابت ہے۔ لیکن عقل اس چیز کو تسلیم کرتی ہے جس کو ہم دیکھیں۔ (لیکن یہ درست نہیں) کیونکہ میت سکرات کی مشقت برداشت کرتی ہے اور اپنی شدید تکلیف اور دردوں کا اظہار کرتی ہے لیکن ہم اس پر اس کا کوئی اثر نہیں دیکھتے۔ اسی طرح انتہائی تکلیف دہ بیماریوں کا معاملہ ہے کہ مریض بہت تکلیف میں مبتلاء ہوتا ہے لیکن ہمیں اس کے ظاہری بدن پر کوئی اثر نظر نہیں آتا۔ اسی پر قیاس کر لیں ان عقائد کا (۱) فرشتوں کا قبر میں میت سے سوال کرنا۔ (۲) قبر میں میت کو بٹھانا۔ مشکل اس وقت پیش آتی ہے۔ جب احوال برزخ کو اپنی حیات دنیا کے معتاد قواعد کے تحت لانے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن احوال برزخ خرق عادت

کے قبیل سے ہیں جس کا عقلیں احاطہ نہیں کرسکتیں۔

ناصر بن عبد الکریم العقل (استاذ جامعہ امام محمد بن سعود، ریاض)

۱۶۷۵...... والانسان تثبت له فی قبرہ سبعة احوال: الحالة الاولی: انه تعاد روحه الی جسده فی الحیاة البرزخیة الخ انسان کے لئے قبر میں سات احوال ثابت ہوتے ہیں: (۱) حیات برزخیہ میں انسان کی روح کو اس کے جسد کی طرف لوٹایا جاتا ہے اور حیات برزخیہ دو حیاتوں کے درمیان واسطہ ہے۔ کیونکہ برزخ کا لغت میں معنی ہے دو چیز کے درمیان فاصلہ پیدا کرنے والی شئے، جیسے وہ راستہ جو دو زمینوں کے درمیان فاصلہ پیدا کر دیتا ہے اس کا نام برزخ رکھا جاتا ہے اور جو راستہ دو دریاؤں کے درمیان فاصل بن جاتا ہے اس کا نام بھی برزخ ہے اور احوال قبر میں برزخ کا معنی ہے۔ ایسی حیات (زندگی) جو دو حیاتوں (زندگیوں) کے درمیان ہے۔ ایک حیات دنیا اور دوسری حیات آخرت۔ پس قبر میں انسان کی پہلی حالت جو اس کو پیش آتی ہے وہ یہ ہے کہ اس کی روح کو اس کے جسد میں لوٹایا جاتا ہے۔ (۲) اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں وہ دونوں اس سے حساب لیتے ہیں، یہ دو فرشتے منکر، نکیر ہیں۔ (۳) میت سے تین سوال کئے جاتے ہیں، اس کے رب، دین اور نبی کے متعلق۔ (۴) جنتی مؤمن کے لئے جنت کا بستر بچھا دیا جاتا ہے۔ (۵) جنتی مؤمن کے لئے قبر سے جنت کی طرف دروازہ کھول دیا جاتا ہے، اس دروازہ سے اس کے پاس سامانِ راحت اور خوش کن، خوش گوار ہوا آتی ہے۔ (۶) جنتی مؤمن کے لئے قبر کو تا حد نگاہ فراخ کر دیا جاتا ہے، یہ مسئلہ بھی ان امور غیبیہ میں سے ہے جس کا سمجھنا عقل پرستوں کے لئے مشکل ہے، کیونکہ وہ فقط محسوسات پر ایمان لاتے ہیں، انہوں نے خیال کیا کہ قبریں قریب قریب ہوتی ہیں تو ہر مومن کے لئے تا حد نگاہ قبر فراخ نہیں ہوسکتی۔ دراصل انہوں نے قیاس کیا احوال برزخ کا احوال دنیا پر اور یہ قیاس فاسد ہے۔ کیونکہ احوال برزخ کا تعلق اللہ عزوجل کی قدرت اور حیات برزخیہ غیبیہ کے ساتھ ہے۔ یعنی اس حیات کا ہر جز اور ہر پہلو غیبی امر ہے۔ آپ احوال برزخ کی مسافت، زمان و مکاں کا فیصلہ دنیا کے پیمانوں سے نہ کریں۔ کیونکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وجود میں آتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی کوئی حد نہیں اور کوئی چیز اللہ کی قدرت سے باہر نہیں۔ اس لیئے جب صادق مصدوق رسول نے خبر دی ہے تو اس کی تصدیق کرنا اور اس پر ایمان لانا واجب ہے۔ (۷) یاتیه رجل حسن الوجه اذا کان مؤمناً. وتنعکس الاحوال الاربعة الاخیرة بالنسبة للکافر الخ جنتی مؤمن کے پاس خوبصورت چہرے اور خوبصورت کپڑوں والا خوشبو سے مہکتا ہوا آدمی آتا ہے اور کہتا ہے میں تیرا نیک عمل ہوں۔ آخری چار احوال کافر کے لئے اس کے برعکس ہوتے ہیں۔ پس یہ سات احوال ہیں جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں: اعادۂ روح، دو فرشتوں کا آنا، دو فرشتوں کا سوال، جنتی بستر، جنت کی طرف دروازہ، حد نگاہ تک قبر میں فراخی، خوبصورت آدمی کا آنا۔ ان احوال کے بارے میں نصوص ثابت ہیں اور ان میں اہل السنت کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ لکن الغالب ان من ناقشوهم من اهل الکلام لیسوا من اهل السنة جن بعض اہل علم نے ان میں سے بعض مسائل میں اختلاف کیا وہ اہل السنۃ میں سے نہیں۔ (شرح الطحاویہ لناصر العقل ص ۸۵)

صلاح عبد الفتاح الخالدی (مدرس جامعۃ البلقاء، اردن)

۱۶۷۶...... فالبرزخ ليسَ مَكاناً لحفظِ أرواحِ الأشرارِ فقط وإنّما هو مكان لكلِّ النّاس مُؤمنين وكافرين ومُحسِنين ومُسيئين. لأنه مرحلَةٌ حتميةٌ لما بَعْدَ الموت كما أنَّ البرزخَ ليسَ مَكاناً للأرواحِ فقط. وإنما هو مكانٌ لكُلِّ إنسان بجسْمِه وروحِه وكيانِه كُلِّه وقد أخبَرنا رسولُ اللهِ ﷺ أنَّ كُلَّ إنسانٍ عندما يوضَعُ في قَبْرِه تُرَدّ له روحُه في جَسَدِه. ويأتيهِ الملَكانِ فَيُجلِسانه ويَسألانِه فإنْ أجابَ كانَ مُنَعَّماً في قَبْرِه. وإنْ لم يُجِبْ كان مُعَذَّباً فنعيمُ القبرِ أو عَذابُه ليسَ للروحِ فقط. لكنّه للروحِ مع الجَسَد. لكنَّ البرزخ من عالَمِ الغيب ولا يُقاسُ بمقاييسنا الماديةِ الدنيوية. فلو فتَحْنا قَبْرَ أماتَ صاحِبُه قبلَ عشراتِ السنين فلنْ نَجِدَ فيه جِسْماً ولا روحاً ولا نَعيماً ولا عَذاباً. ولن نَجِدَ فيه إلا تُراباً. ولا يَعْني هذا أنَّ صاحبَه صارَ تُراباً حقيقة. إنّما هو بروحِه وجَسَدِه في عالَمِ الغيب. وهو مُنَعَّمٌ أو مُعَذَّبٌ في قبره. ويَعيشُ حياتَه البرزخيةَ بانتظارِ قِيامِ الساعة (القرآن ونقض مطاعن الرہبان ج ۱ ص ۳۱۷) برزخ فقط اشرار کی اروح کی جائے قرار کا نام نہیں، بلکہ وہ ایسی جگہ ہے جو مؤمنین، کفار، نیک و بد سب لوگوں کے لئے ہے اور وہ ہر انسان کے روح وجسم اور اسکے تمام احوال کی جگہ کا نام ہے۔ (جسم قبر میں ہوتا ہے، روح علیین یا سجین میں ہوتی ہے تو مؤلف کا مقصد یہ ہے کہ قبر سے لے کر علیین و سجین تک یہ سارا برزخ ہے) اور رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خبر دی ہے کہ ہر انسان کو جب اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کی روح کو اس کے جسد میں لوٹا دیا جاتا ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اس کو بٹھاتے ہیں۔ اس سے سوال کرتے ہیں۔ اگر وہ صحیح جواب دے دے تو اس کو قبر میں نعمتیں عطاء کی جاتی ہیں اور اگر صحیح جواب نہ دے تو اس کو عذاب دیا جاتا ہے اور قبر کی نعمتیں یا عذاب فقط روح کے لئے نہیں ہوتا بلکہ روح اور جسد دونوں کے لئے ہوتا ہے، لیکن برزخ عالم غیب ہے اس کے احوال و امور کو مادی دنیاوی پیمانوں سے نہ ناپا جائے۔ پس اگر دس سال پہلے فوت ہونے والے آدمی کی قبر کو ہم کھولیں تو سوائے مٹی کے ہمیں کچھ نظر نہ آئے گا، جسم، روح، نعمتیں یا عذاب کچھ بھی نظر نہ آئے گا، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ صاحب قبر حقیقۃً مٹی بن گیا ہے بلکہ اب بھی عالم غیب یعنی عالم برزخ میں روح وجسد موجود ہیں (صرف ماڈل تبدیل ہوا ہے یعنی اس نے مٹی کی شکل اختیار کر لی ہے) اور اس کو اپنی قبر میں ثواب یا عذاب حاصل ہے اور وہ حیات برزخیہ (مخفی چھپی غیبی زندگی) کے ساتھ زندہ ہے اور قیامت کا انتظار کر رہا ہے۔

محمود محمد غریب (خطیب بارع من علماء الازہر)

۱۶۷۷...... ومن حبس نفسه في تصور النعيم المادي يصعب عليه ان يتصور اتساع القبر مادياً وامتلاء القبر الخ جس شخص نے اپنے نفس کو مادی نعمتوں کے تصور میں قید کر دیا اس کے لئے مشکل ہے کہ وہ مادی طور پر قبر کا فراخ ہونا اور قبر کا نعمتوں سے پُر ہونا، میت کو جنت کا لباس پہنانا سمجھ آئے جیسا کہ وارد ہوا ہے کہ روح کی لذت سب لذات مادیہ کے برابر ہے بلکہ ان سے بڑھ کر ہے اور جسد کو بھی برزخ کے قانون کے مطابق ان نعمتوں کا ادراک و شعور ہوتا ہے۔ (برزخ کا قانون یہ ہے کہ روح کو نعمتیں عطا ہوتی ہیں اصالۃً اور بدن کو تبعاً، جب روح کو لذات اصالۃً حاصل ہوتی ہیں اور روح جنت میں ہے تو قبروں پر سلام کی مشروعیت کا کیا مطلب؟) مؤلف فرماتے ہیں کہ ان دو باتوں

میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ روح اگرچہ علیین میں ہے لیکن جو آدمی اس کی قبر کی زیارت کرتا ہے اور سلام کرتا ہے روح کو (جسد کے ساتھ اتصال کی وجہ سے) اس کا شعور ہوتا ہے اور نبی کریم ﷺ شہداء اُحد کی قبور کی زیارت کرتے۔ باوجود اس کے کہ آپ نے خبر دی ہے کہ ان کی روحیں پرندوں کے پوٹوں میں سوار ہو کر جنت کی سیر کرتی ہیں۔ (معلوم ہوا کہ ان کی روحوں کا قبر اور بدن عنصری کے ساتھ تعلق ہوتا ہے) (سورۃ الواقعہ و معیانی العقائد ص ۲۵۱)

احمد محمود الشوابکہ فلسطینی (فاضل جامعہ یرموک، اردن)

۱۶۷۸...... فالحدیث فیہ الفاظ وعبارات تدلّ علی وقوع التَّعیم والعذاب علی الرّوح والجسد جمیعًا مثل فَتُعَادُ رُوحُهُ فِي جَسَدِهٖ فَيُجْلِسَانِهٖ فَأَفْرِشُوهُ وَأَلْبِسُوهُ وَيُضَيَّقُ عَلَيْهِ قَبْرُهٗ حَتّٰى تَخْتَلِفَ فِيهِ اَضْلَاعُهٗ وهناك احادیث اخری فیها الفاظ تؤیّد ذلك (الصحیح الماثور فی عالم البرزخ والقبور ص ۲۵۹) حدیث میں ایسے الفاظ اور عبارات ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ثواب وعذاب روح اور بدن دونوں پر ہوتا ہے۔ مثلاً یہ الفاظ کہ: ''میت کی روح اس کے جسد میں لوٹائی جاتی ہے، دو فرشتے اس کو بٹھاتے ہیں، اس کے لئے بستر بچھاتے ہیں، اس کو لباس پہناتے ہیں، اس پر اس کی قبر کو اتنا تنگ کیا جاتا ہے کہ اس کی پسلیاں ادھر ادھر ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں۔'' یہاں دوسری احادیث بھی ہیں، ان کے الفاظ بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔

ابو محمد عبد الکریم بن صالح (امام مسجد حی الخبیبہ، بریدہ، سعودی عرب)

۱۶۷۹...... ذکر ابن القیم رحمہ اللہ ان احکام البرزخ علی الارواح وان الابدان تبع لها حیث تجری الاحکام علی الارواح فتسری الی الابدان نعیماً او عذاباً الخ ابن قیم رحمہ اللہ کے حوالے سے مؤلف لکھتے ہیں کہ برزخ کے احکام اصالۃً ارواح پر جاری ہوتے ہیں اور ابدان ان کے تابع ہوتے ہیں۔ پس جب احکام ارواح پر جاری ہوتے ہیں تو ثواب یا عذاب ابدان کی طرف بھی سرایت کرتا ہے۔ پھر ابن قیم نے اس کی مثال بیان کی ہے کہ اللہ سبحانہ نے اپنی مہربانی اور رحمت سے اس کا نمونہ دنیا میں دکھایا ہے، وہ نمونہ نائم (سونے والا) ہے۔ پس تحقیق سونے والا اپنی نیند میں جو نعمتوں کی لذت یا عذاب کی تکالیف محسوس کرتا ہے وہ اصالۃً جاری ہوتی ہیں روح پر اور بدن اس کے تابع ہے۔ اس لئے بدن پر تبعاً جاری ہوتی ہیں، کبھی یہ خوابی حالت اتنی قوی ہوتی ہے کہ بدن میں اس کے اثرات کا مشاہدہ ہوتا ہے، بعض مرتبہ سویا ہوا شخص نیند میں دیکھتا ہے کہ اس کو زدوکوب کیا گیا ہے صبح کو جاگتا ہے تو اس کے جسم میں ضرب کے اثرات ہوتے ہیں، اس نے خواب میں دیکھا کہ اسنے کچھ کھایا پیا ہے صبح کو بیدار ہوتا ہے تو اس کھانے پینے کا اس کے منہ میں ذائقہ اور اثر ہوتا ہے اور اس سے بھوک پیاس ختم ہو چکی ہوتی ہے۔ اس سے بھی عجیب ترین مثال یہ ہے کہ بعض مرتبہ دیکھا جاتا ہے کہ سویا ہوا شخص نیند کی حالت میں کھڑا ہو جاتا ہے اور مارتا ہے پکڑتا ہے دوسرے سے مقابلہ کرتا ہے، ایسے لگتا ہے جیسے بیدار ہو حالانکہ وہ نیند میں ہوتا ہے، اس کو شعور تک نہیں ہوتا کہ وہ کیا کر رہا ہے اور یہ اس طرح ہوتا ہے کہ اصل حکم جب روح پر جاری ہوا تو اس نے بدن سے مدد لی جب روح بدن میں داخل ہو جاتی ہے تو وہ فوراً بیدار ہو جاتا ہے اور اس میں احساس وشعور آ جاتا ہے پس جیسا کہ نیند میں اصالۃً لذت اور درد والم اور تکلیف روح کو پہنچتی ہے لیکن تبعاً اس کا اثر بدن کی طرف بھی پہنچتا ہے تو اسی

طرح برزخ میں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر بدن کی طرف ثواب یا عذاب کا اثر بدن کی طرف پہنچتا ہے، کیونکہ موت کے بعد برزخ میں روح کا مادی بدن سے تجرد اور مفارقت بمقابلہ نیند کے زیادہ کامل اور زیادہ قوی ہوتی ہے اس لئے روح کی قوت اور تاثیر قوی ہو جاتی ہے اور اس کا بدن کے ساتھ تعلق قائم ہوتا ہے، بدن سے تعلق کلی طور پر منقطع نہیں ہوتا، اس لئے بدن میں ثواب و عذاب کا اثر بھی بمقابلہ نیند کے زیادہ قوی ہوتا ہے اور جب قیامت قائم ہوگی تو ثواب وعذاب روح اور بدن دونوں پر اصالۃً ہوگا۔ (ثمار یانعۃ وتعلیقات نافعۃ ص ۱۰)

ابو ہاشم المغامسی (صالح بن عواد۔ سابق خطیب مسجد قباء (۲۰۰۶ء تا ۲۰۲۰ء))

۱۶۸۰...... وهنا يكون نوع اتصال بين الروح والجسد الخ موت کے بعد روح اور جسد کے درمیان ایک خاص قسم کا اتصال ہوتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے میت کے متعلق خبر دی ہے کہ وہ جوتیوں کی آواز سنتی ہے لیکن یہ ایسا سماع ہے جس کے ساتھ اس کو نفع نہیں ہوتا اور نبی کریم ﷺ بدر کے کنویں پر کھڑے ہوئے جس میں مقتولین بدر کی لاشیں پڑی تھیں آپ ﷺ نے ان کے نام لے کر آواز دی یا ابا جهل بن هشام! يا عتبة بن ربيعة! ... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تعجب کیا...... آپ ﷺ نے فرمایا جو کچھ میں ان سے کہہ رہا ہوں تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں، لیکن وہ جواب کی طاقت نہیں رکھتے...... اس سے بعض علماء نے استدلال کیا ہے کہ مردے سنتے ہیں لیکن وہ ایسا نہیں سنتے جو ان کو نفع دے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ان کی جو مثال بیان کی ہے اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ مردے سنتے ہیں لیکن اس سے ان کو نفع نہیں ہوتا۔ لہٰذا وہ سماع نافع نہیں سنتے۔ مثال یہ ہے ومثل الذين (تا) نداء ان کافروں کے (داعی) کی مثال اس چرواہے کی طرح ہے جو جانوروں کو آواز دیتا ہے وہ نہیں سنتے مگر محض بلانا اور پکار۔ پس چرواہے کی آواز بکریاں سنتی ہیں لیکن وہ ایسا نہیں سنتیں جس سے ان کو نفع ہو۔ ان کو کوئی پتہ نہیں کہ چرواہا کیا کہتا ہے۔ پس جب روح کا جسد کے ساتھ اتصال (بصورت دخول فی البدن) ہوتا ہے تو ثواب وعذاب ان دونوں پر (اصالۃً) واقع ہوتا ہے۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ان عذاب القبر ونعيمه يقع على الروح والجسد- وهذا متفق عليه عند اهل السنة- ويقع كذلك على الروح منفردة عن البدن بے شک قبر کا عذاب وثواب روح اور جسد دونوں پر (اصالۃً) واقع ہوتا ہے۔ اہل السنت کے نزدیک یہ عقیدہ متفق علیہ ہے اور کبھی بدن سے جدا ہو کر روح کو (اصالۃً اور بدن کو تبعاً) ہوتا ہے۔ (اشراط الساعۃ الکبریٰ ص ۱۲، عنوان: اتصال الروح بالجسد بعد الموت)

۱۶۸۱...... فثمه اناس ينعمون وثمه اناس يعذبون، والعذاب والنعيم يقع على الروح والجسد ولا نعرف نحن كنهه ولا كيفيته على الوجه الا كمل لان الله غيبه عنا (القطوف الدانیۃ ج ۵ ص ۲۳) قبور میں بعض لوگوں کو ثواب ہوتا ہے جب کہ بعض کو عذاب ہوتا ہے اور عذاب وثواب روح اور جسد دونوں پر واقع ہوتا ہے لیکن ہم اس کی حقیقت اور کیفیت پورے طور پر نہیں جان سکتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ہم سے غائب کر دیا ہے۔

۱۶۸۲...... فمن عقيدتنا اهل السنة والجماعة، ان اهل القبور اما في نعيم واما في عذاب وهذا العذاب والنعيم يشمل الروح والجسد (دروس للشیخ صالح المغامسی) اہل السنۃ والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ یقیناً اہل قبور یا ثواب میں ہوتے ہیں یا عذاب میں اور یہ عذاب یا ثواب روح وجسد دونوں کو ہوتا ہے۔

یوسف بن محمد علی الغفیص (رکن مجلس کبار علماء۔ سابق رکن اللجنۃ الدائمۃ۔ مدرس جامعۃ الامام محمد بن سعود، ریاض)

۱۶۸۳...... عذاب القبر ونعیمه حق باجماع اهل السنة وبصریح الکتاب والسنة. وهو یقع علی الجسد والروح خلافا لبعض المبتدعة الذین قصروا عذاب القبر ونعیمه علی الروح دون الجسد (شرح لمعة الاعتقاد۔ یوسف الغفیص ۱۳/۱) قبر کا عذاب وثواب برحق ہے اس پر اہل السنۃ کا اجماع ہے اور اس پر کتاب و سنت میں واضح اور صریح دلائل ہیں اور یہ ثواب وعذاب روح اور جسد دونوں پر واقع ہوتا ہے۔ البتہ بعض اہل بدعت نے قبر کے عذاب وثواب کو فقط روح پر منحصر کیا ہے اور وہ میت کے جسد کے لئے عذاب وثواب کے قائل نہیں ہیں۔

۱۶۸۴...... عذاب القبر ونعیمه حق باجماع اهل السنة وبصریح الکتاب والسنة. وهو علی الجسد والروح، ومن قال: ان العذاب یکون علی الروح فقط وان الجسد بعد الموت لا یمسه شیء من العذاب فهذا من اقوال اهل البدع واصله من اقوال المعتزلة وان زعمه بعض اصحاب الائمة قولاً لطائفة من اهل السنة فهذا غلط علیهم. بل الصواب المجمع علیه بین الصحابة والتابعین والائمة: ان عذاب القبر ونعیمه علی الروح والجسد الخ قبر کا عذاب وثواب حق ہے اس پر اہل السنۃ کا اجماع ہے اور کتاب وسنت میں اس کے صریح دلائل ہیں اور یہ ثواب وعذاب روح اور جسد دونوں پر ہوتا ہے اور جن لوگوں نے کہا ہے کہ موت کے بعد عذاب فقط روح کو ہوتا ہے اور جسد کو یہ عذاب نہیں ہوتا تو یہ اہل بدعت کے اقوال میں سے ہے اور اصل یہ معتزلہ کا قول ہے۔ اگرچہ بعض لوگوں نے بزعم خویش بعض ائمہ اہل السنۃ کی طرف اس قول کی نسبت کی ہے لیکن یہ ان پر غلط الزام ہے بلکہ درست بات یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین عظام رحمہم اللہ اور آئمہ حضرات کا اس پر اجماع ہے کہ قبر کا عذاب وثواب روح اور جسد دونوں پر واقع ہوتا ہے۔ اگرچہ موت کے بعد روح وجسد کے درمیان وہ اتصال نہیں جو موت سے پہلے روح وجسد کے درمیان اتصال تھا۔ اگر کوئی یہ سوال کرے کہ موت کے بعد روح کا جسد کے ساتھ اتصال کیسے تھا؟ لوگ صرف اتنا جانتے ہیں کہ روح جسم کے اندر موجود ہے اور وہ جسم کو حرکت دیتی ہے، یہ علم بدیہی، واضح اور حسی ہے۔ لیکن روح کی حقیقت کیا ہے اور اس کا جسم کے ساتھ کیسے اتصال ہوتا ہے؟ اور کیسے جسم سے جدائی ہوتی ہے؟ اس کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا فرما دیجئے روح امر ربی ہے اور تمہیں نہیں علم دیا گیا مگر قلیل۔ انسان کے بیداری اور نیند کے مشاہدات واضح دلیل ہیں قبر کے ان غیبی احوال پر جن کا اللہ کی طرف سے فیصلہ ہے یعنی قبر میں روح وجسد دونوں پر ثواب وعذاب کا واقع ہونا۔ مؤلف نے کہا ہے کہ قبر کا فتنہ یہ ہے کہ قبر میں انسان سے اس کے رب، دین اور نبی کے متعلق سوال ہوتا ہے، مؤمن صحیح جواب دیتا ہے اور کافر ومنافق کے لئے جواب ناممکن ہوجاتا ہے۔ (ایضاً ۱۳/ ۲)

۱۶۸۵...... لو قال قائل کیف یعذب الانسان او ینعم فی قبره مع انه مطمور فی هذا التراب الخ اگر کوئی آدمی یہ اعتراض کرے کہ انسان کو کیسے عذاب یا نعمتیں دی جاسکتی ہیں؟ حالانکہ وہ اس مٹی میں مدفون ہے، یہ عقل کے خلاف ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ عقل کے خلاف نہیں لیکن یہ ادراک حسی کے خلاف ہے اور غیبی امور کے ادراک میں ادراک حسی کا اعتبار نہیں اور نہ نصوص کو قیاساً ادراک حسی کے تابع کیا جاسکتا ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ کے اسماء

وصفات وغیرہ کے حقائق پر ایمان لانا ممکن نہ ہو، کیونکہ ان صفات کی کیفیات مجہول ہیں۔ اسی طرح سویا ہوا آدمی اپنی نیند کی حالت میں نعمتیں دیکھتا ہے اور ان نعمتوں سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ حالانکہ جو آدمی اس کے پاس ہوتا ہے اس کو اس پر کچھ بھی اثر نظر نہیں آتا۔ پھر کسی دوسری رات نیند میں دیکھتا ہے کہ اس کو عذاب دیا جاتا ہے اور وہ اس عذاب کی وجہ سے درد محسوس کرتا ہے اور بسا اوقات وہ اس حالت میں نیند سے کھڑا ہوتا ہے کہ وہ گھبرایا ہوا ہے اور نیند میں جو اس کو مشقت یا عذاب پہنچا۔ اس سے متاثر ہوتا ہے اور یہ سب امور بنی آدم کے مشاہدے میں ہیں۔ یہ عقلی دلیل ہے قبر کے ثواب وعذاب کے وقوع کے امکان پر۔ (ایضاً ۵/۱۱)

۱۶۸۶...... اہل السنت والجماعت کے نزدیک قبر کا عذاب وثواب روح اور بدن دونوں پر ہوتا ہے اور یہ قول کہ وہ فقط روح پر ہوتا ہے قبیح اور غلط قول ہے جو سلف کے اجماع کے خلاف ہے بلکہ روح بدن کے ساتھ متصل ہوتی ہے اور بوجہ اتصال عذاب روح اور جسد دونوں پر ہوتا ہے اور روح کے احوال مختلف ہیں۔ اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے ذکر کیا ہے کہ شہداء کی ارواح سبز پرندوں کے پوٹوں میں سوار ہو کر جنت میں اڑتی ہیں اور انبیاء کی ارواح علیین میں ہوتی ہیں لیکن یہ ارواح اتنے اعلیٰ بلند درجات میں ہونے کے باوجود جسد کے ساتھ متصل ہوتی ہیں۔ ایک خاص قسم کے اتصال کے ساتھ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ عذاب روح اور جسد دونوں پر واقع ہوتا ہے اس سے مقصود یہی ہے کہ روح پر عذاب واقع ہوتا ہے۔ اصالۃً اور جسد پر واقع ہوتا ہے، تبعاً بوجہ اتصال۔ وقد یکون العذاب او النعیم علی الروح والجسد مع انهما فی القبر. ای ان الروح تکون فی القبر الخ کبھی روح اور جسد دونوں قبر میں ہوتے ہیں، اس صورت میں روح اور جسد دونوں کو عذاب یا ثواب اصالۃً ہوتا ہے پس بندوں کے احوال کے مختلف ہونے کے اعتبار سے بعد الموت روح اور جسد کے احوال بھی مختلف ہوتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے اہل ایمان کے متعلق ذکر فرمایا ہے کہ ان کی قبور میں فراخی کر دی جاتی ہے۔ اسی وجہ سے آپ ﷺ مردوں کے لئے اپنی دعا میں فرماتے تھے: اللّٰهم افسح لهم فی قبورهم ونور لهم فیها اے اللہ! ان کے لئے ان کی قبور میں فراخی پیدا کر اور ان کی قبر کو ان کے لئے روشن کر۔ مقصد یہ ہے کہ اہل السنت کا اس بات پر اجماع ہے کہ عذاب روح اور جسد دونوں پر واقع ہوتا ہے: وقول من یقول بان الجسد لا علاقة له البتة. وانما النعیم او العذاب علی الروح فقط. قول مبتدع وان ذکره بعض المتاخرین من اهل السنة اور یہ کہنا کہ روح کا جسد کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا اور عذاب یا ثواب فقط روح پر ہوتا ہے۔ اگرچہ اہل السنت میں سے بعض متاخرین نے ذکر کیا ہے لیکن یہ قول بدعی ہے۔ (شرح الطحاویۃ - یوسف الغفیص ص ۲۵۶)

عبدالرحیم بن صمایل السلمی (عضو ہیئۃ التدریس بجامعۃ ام القری، مکہ)

۱۶۸۷...... فالعذاب یکون علی الروح والجسد فی القبر وهذا هو قول جمهور اهل العلم وهو الصحیح الذی علیه العمدة (شرح العقیدۃ الواسطیۃ - عبدالرحیم السلمی ۱۶/۱۷) عذاب روح اور قبر میں موجود جسم (عنصری) دونوں پر ہوتا ہے۔ جمہور اہل علم کا یہی قول ہے اور یہی صحیح قول ہے جس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

۱۶۸۸...... فکل الناس یسالون فی قبورهم وتکون لهم حیاة خاصة تسمی الحیاة البرزخیة الخ سب لوگوں سے ان کی قبور میں سوال کیا جاتا ہے اور ان کو قبور میں ایک خاص قسم کی حیات عطاء ہوتی ہے جس کا نام

حیات برزخیہ ہے اور برزخ کا معنی ہے: الامر المتوسط بین الامرین دو چیزوں کی درمیان والی شئی اور اس حیات کو اس لئے حیات برزخیہ کہا جاتا ہے کہ یہ حیات دنیا اور آخرت کے درمیان حیات ہے۔ کیونکہ یہ حیات خاص نوعیت کی ہے، نہ یہ حیات دنیا کی مثل ہے اور نہ حیات آخرت کے مثل ہے۔ (شرح القصیدۃ اللامیۃ لابن تیمیۃ ۵/۵)

فائدہ: دنیا اور آخرت والی حیات ظاہرہ محسوسہ ہے جب کہ حیات برزخ مخفی ہے۔

۱۲۸۹...... حافظ ابن ابی العز حنفی نے شرح عقیدہ طحاویہ میں ایک لطیف، عمدہ فائدہ ذکر کیا ہے: وھی ان علاقة الروح بالجسد تتمیز فی البرزخ عنها فی الدنیا. ففی الدنیا الاصل هو الجسد، والروح تابعة له. واما فی البرزخ فالعکس فالروح هی الاصل، والجسد تابع لها. ونعیم القبر وعذاب القبر واقعان علی الروح والجسد. برزخ میں روح کا جسد کے ساتھ جو تعلق ہے وہ اس تعلق سے مختلف ہے جو دنیا میں ہے۔ فرق یہ ہے کہ دنیا میں اصل جسد ہے اور روح اس کے تابع ہے، لیکن برزخ میں اس کے برعکس ہے کہ روح اصل ہے اور جسد اس کے تابع ہے اور قبر کا عذاب روح اور جسد دونوں پر واقع ہوتا ہے۔ (لیکن دنیا میں عذاب بدن پر اصالۃً اور روح پر تبعاً ہوتا ہے اور برزخ میں روح پر اصالۃً اور بدن پر تبعاً ہوتا ہے) (شرح القصیدۃ اللامیۃ لابن تیمیۃ ۵/۵)

محمد حسن عبد الغفار (فاضل جامعہ اسکندریہ، شام)

۱۲۹۰...... عذاب القبر ونعیمه هل هو علی الروح ام علی الجسد؟ اختلف العلماء فی هذه المسالة علی ثلاثة اقوال الخ قبر کا عذاب وثواب کیا روح پر ہوتا ہے یا جسد پر؟ اس مسئلہ میں علماء کے تین اقوال ہیں۔ (۱) فقط روح پر ہے۔ (۲) فقط جسد پر ہے۔ (۳) روح اور جسد دونوں پر ہے۔ جو لوگ اس کے قائل ہیں کہ عذاب وثواب فقط روح پر ہے ان میں سے ابن حزم ہے اور ابن حزم اگرچہ بڑے علماء میں سے ہیں لیکن عقیدے کے اعتبار سے اہل السنت والجماعت میں سے نہیں ہیں۔ اللہ اس کا یہ گناہ بخش دے کہ وہ عقیدہ رکھتا ہے کہ عذاب و ثواب فقط روح پر ہے۔ ان میں سے بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو شروع میں عذاب جسد پر ہوتا ہے، اس کے بعد جسد کا عذاب ختم ہو جاتا ہے۔ والصحیح فی ذلك ما قرره شیخ الاسلام وهو منهج اهل السنة والجماعة: ان العذاب والنعیم یکون علی الروح وعلی البدن الخ اور صحیح مذہب وہ ہے جس کو شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے اور وہی اہل السنت والجماعت کا منہج ہے۔ (۱) کہ عذاب روح اور بدن دونوں پر (اصالۃً) ہوتا ہے (جب دونوں اکٹھے ہوں) (۲) کبھی روح پر (اصالۃً اور بدن پر تبعاً) ہوتا ہے۔ (۳) کبھی بدن پر (اصالۃً اور روح پر تبعاً) ہوتا ہے۔ (آخری دو صورتیں اس وقت ہوتی ہیں جب روح بدن سے جدا ہو اور اس کا بدن کے ساتھ اتصال ہو) روح اور بدن دونوں پر عذاب کے واقع ہونے کی دلیل یہ ہے کہ قبر میں جب میت کے جسد کی طرف روح کو لوٹایا جاتا ہے اور اس کو بٹھایا جاتا ہے اور اس سے سوال کیا جاتا ہے اور اس کو لوہے کے ہتھوڑے کے ساتھ مارا جاتا ہے تو یہ عذاب روح اور بدن دونوں پر (اصالۃً) ہوتا ہے اور اکیلی روح پر (اصالۃً) عذاب کی دلیل حدیث شہداء ہے۔ یعنی شہداء کی ارواح سبز پرندوں کے پوٹوں میں سوار ہو کر جنت کی سیر کرتی ہیں جنت کے درختوں کے پھل کھاتی ہیں اور عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی قندیلوں میں قرار پکڑتی ہیں۔ اسی طرح مؤمنین کی ارواح بھی جنت میں سیر کرتی ہیں۔ جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتی ہیں۔

اکیلے بدن پر (اصالۃً) عذاب کی دلیل یہ ہے کہ قبر سے دوزخ کی طرف دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ اس دروازے سے عذاب کی تپش اور زہریلی ہوا گیس بدن کی طرف پہنچتی ہے۔ یہ عذاب بدن کو (اصالۃً) حاصل ہوتا ہے (اور روح کو تبعاً) (شرح لمعۃ الاعتقاد۔ محمد حسن عبدالغفار ۵/۱۷)

فائدہ: چونکہ روح کا بدن کے ساتھ تعلق ہوتا ہے جب روح و بدن میں سے ایک کو اصالۃً عذاب ہوتا ہے تو لازماً اس عذاب سے دوسرا بھی تبعاً متاثر ہوتا ہے۔

مجلۃ الجامعۃ الاسلامیۃ بالمدینۃ المنورۃ

۱۶۹۱...... واما ماثبت عنہ ﷺ من انہ لا یسلم علیہ احد الا رد اللہ علیہ روحہ حتی یرد علیہ السلام وان اللہ وکل ملائکتہ یبلغونہ سلام امتہ فان تلک الحیاۃ ایضا لا یعقل حقیقتھا اھل الدنیا لانھا ثابتۃ لہ ﷺ مع ان روحہ الکریمۃ فی اعلی علیین مع الرفیق الاعلی فوق ارواح الشھداء فتعلق ھذہ الروح الطاھرۃ التی ھی فی اعلی علیین بھذا البدن الشریف الذی لا تاکلہ الارض یعلم اللہ حقیقتہ ولا یعلمھا الخلق (شمارہ نمبر ۳، تحت عنوان: دفع ایہام الاضطراب) نبی کریم ﷺ سے یہ حدیث ثابت ہے کہ جب کوئی مسلمان آپ پر سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کی روح کو اس طرف متوجہ کر دیتے ہیں اور آپ سلام کا جواب دیتے ہیں۔ یہ حدیث بھی ثابت ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتے مقرر کئے ہیں جو آپ کی امت کا سلام آپ کے پاس پہنچاتے ہیں۔ (اس سے ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں۔ کیونکہ آپ سلام سنتے ہیں جواب دیتے ہیں اور فرشتے آپ کے پاس امتیوں کا سلام پہنچاتے ہیں، زندہ ہیں تو سلام پہنچاتے ہیں) لیکن اس حیات کی حقیقت کو اہل دنیا نہیں سمجھ سکتے کیونکہ قبر شریف میں آپ کا جسد (عنصری) حیات کے ساتھ ہے جب کہ آپ کی روح مبارک اعلیٰ علیین میں رفیق اعلیٰ کے پاس ہے اور شہداء کی ارواح کے اوپر ہے۔ پھر روح پاک جو اعلیٰ علیین میں ہے اس کا اس بدن شریف کے ساتھ تعلق ہے جس بدن کو زمین نہیں کھاتی (یعنی بدن عنصری) اور اس تعلق کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں، مخلوق نہیں جانتی۔

۱۶۹۲...... ونؤمن بعذاب القبر ونکیر ومنکر ومسائلتھما المدفونین بقبورھم (شمارہ ۲۳، تحت عنوان: ابوالحسن الاشعری) اور ہم ایمان رکھتے ہیں عذاب قبر پر اور قبور میں مدفون لوگوں سے منکر نکیر کے سوال و جواب پر۔

۱۶۹۳...... قد صرح الکثیرون من اھل السنۃ بان النبی ﷺ حی فی قبرہ حیاۃ برزخیۃ لا یعلم کنھھا و کیفیتھا الا اللہ سبحانہ ولیست من جنس حیاۃ اھل الدنیا بل ھی نوع آخر یحصل بھا لہ ﷺ الاحساس بالنعیم ویسمع بھا سلام المُسلم علیہ عندما یرد اللہ علیہ روحہ ذلک الوقت کما فی الحدیث (مجلہ شمارہ ۵۷) اہل السنۃ کے بہت سے لوگوں نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں حیات برزخی کے ساتھ جس کی حقیقت اور کیفیت کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ البتہ یہ بات مسلم ہے کہ یہ حیات اہل دنیا کی حیات کی جنس سے نہیں بلکہ ایک الگ نوع ہے اور اسی حیات کی وجہ سے آپ ﷺ کو قبر میں نعمتوں کا احساس ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے آپ ﷺ سلام کرنے والوں کا سلام سنتے ہیں، اس وقت اللہ تعالیٰ آپ کی روح کو آپ کے سلام کی طرف متوجہ کر دیتے ہیں۔

مجلۃ جامعۃ ام القریٰ (مکہ)

۱۶۹۴...... ثم قال القاضی ابن ابراھیم الزداغی للامیر سعود بن العزیز وبلغنا عنکم انکم تقولون بعدم حیاۃ النبی واخوانہ من الانبیاء علیہم السلام فی قبورھم فلما سمع (الامیر سعود) ذکر النبی ارتعد ورفع صوتہ بالصلاۃ والتسلیم علیہ. وقال معاذ اللہ تعالیٰ (بل) نقول انہ حی فی قبرہ وکذلک غیرہ من الانبیاء حیاۃ فوق حیاۃ الشھداء (شمارہ نمبر ۱۹، تحت عنوان: دعوۃ الشیخ محمد بن عبد الوہاب) قاضی ابن ابراہیم الزداغی نے امیر سعود بن عبدالعزیز کو کہا کہ ہمارے تک یہ بات پہنچی ہے کہ آپ لوگ نبی کریم ﷺ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو ان کی قبور میں حیات نہیں مانتے؟ جب امیر سعود نے یہ بات سنی تو وہ کانپ گئے اور بلند آواز سے رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے شروع کر دیئے اور فرمانے لگے اس برے عقیدہ سے اللہ کی پناہ بلکہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ ہم اس بات کے قائل ہیں کہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے علاوہ دوسرے تمام انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور شہداء کی حیات سے اعلیٰ حیات کے ساتھ۔

مجلۃ البحوث الاسلامیہ (ریاض، سعودیہ)

۱۶۹۵...... واما الایمان بالیوم الآخر فیدخل فیہ الایمان بکل ما اخبر اللہ بہ ورسولہ ﷺ مما یکون بعد الموت کفتنۃ القبر وعذابہ ونعیمہ (شمارہ ۷ ص ۱۴۷) آخرت پر ایمان لانے میں موت کے بعد کے تمام وہ امور اور احوال داخل ہیں جن کی نبی کریم ﷺ نے خبر دی ہے جیسے قبر میں دو فرشتوں کا سوال اور قبر میں عذاب وثواب۔

۱۶۹۶...... وقال ابنہ الشیخ عبد اللہ بن محمد... والذی نعتقدہ ان رتبۃ نبینا محمد ﷺ اعلیٰ مراتب المخلوقین علی الاطلاق وانہ حی فی قبرہ حیاۃ برزخیۃ ابلغ من حیاۃ الشھداء المنصوص علیھا فی التنزیل. اذھو افضل منھم بلاریب وانہ یسمع سلام المسلم علیہ وتسن زیارتہ (شمارہ ۱۶، ص ۱۹۰، عنوان: الشبہ التی اثیرت حول دعوۃ الشیخ والرد علیھا) شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کے بیٹے عبداللہ نے کہا کہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کا رتبہ علی الاطلاق تمام مخلوق سے اعلیٰ ہے اور یہ یقینی بات ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں حیات برزخیہ (مخفی زیر پردہ حیات) کے ساتھ زندہ ہیں اور شہداء کی حیات جو قرآن میں منصوص ہے اس سے اعلیٰ ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ شہداء سے بلاشبہ افضل ہیں اور آپ سلام کرنے والے کا سلام سنتے ہیں اور آپ کی قبر شریف کی زیارت مسنون ہے۔

۱۶۹۷...... ان الاموات صالحین کانوا او غیر صالحین لا یسمعون کلام البشر الخ اموات صالحین ہوں یا غیر صالحین بشر کا کلام نہیں (معتاد طریقہ سے نہیں) سنتے۔ ولکن قد یسمع اللہ الموتی الخ: لیکن کبھی اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کی آواز ان کو اپنی خاص قدرت وحکمت کے تحت سنا دیتے ہیں جیسا کہ مقتولین بدر کفار کو رسول اللہ ﷺ کی آواز سنوائی جس میں حکمت یہ تھی ان کو ذلیل کرنا ان کو زجر وتوبیخ کرنا اور رسول اللہ ﷺ کی تکریم وتعظیم کرنا۔ حتیٰ کہ جب بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کے سماع کا انکار کیا تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو کچھ میں ان کو کہہ رہا ہوں تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں لیکن وہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔ مزید تحقیق کے

لئے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی کتاب النبوات، کتاب التوسل والوسیلہ اور کتاب الفرقان کی طرف رجوع کیجئے۔ باقی میت کا دفن کے بعد واپس جانے والوں کی جوتیوں کی آواز کا سننا تو یہ سماع خاص ہے۔ نص سے ثابت ہے اور عدم سماع کے عام ادلہ سے یہ مستثنیٰ ہے۔ (شمارہ ۲۸ ص ۶۹)

فائدہ: یہ بعینہٖ وہی بات ہے جو علامہ الوسی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے لکھی ہے کہ جو لوگ عدم سماع کے قائل ہیں وہ منصوص سماع کے مقامات کا استثناء کرتے ہیں۔ پس اگر سماع فی الجملہ کا عقیدہ اختیار کر لیا جائے تو اختلاف رفع ہو جاتا ہے اور جب یہ عرب علماء عام اموات کے لئے بعض باتوں کے سماع کے قائل ہیں تو سماع موقوف ہے حیات پر۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ حضرات عام اموات کے لئے بھی حیات برزخیہ یعنی ایک مخفی حیات کے قائل ہیں تو انبیاء علیہم السلام کی حیات بطریق اولیٰ ثابت ہوگی۔

۱۶۹۸...... الرسول ﷺ- توفی وهو حی فی قبره حیاة برزخیة لا یعلم کیفیتها الا الله (شمارہ ۳۴ ص ۱۱۵)
رسول اللہ ﷺ بعد الوفات اپنی قبر میں حیات برزخیہ (مخفی حیات) کے ساتھ زندہ ہیں جس کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔

۱۶۹۹...... والنبی ﷺ- حی فی قبره حیاة برزخیة یتمتع فیها بنعیم الجنة (شمارہ ۴۷ ص ۱۴۳) اور نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں حیات برزخیہ کے ساتھ زندہ ہیں جس کی وجہ سے آپ جنت کی نعمتوں سے نفع مند ہوتے ہیں۔

۱۷۰۰...... ان نبینا محمدا ﷺ- حی فی قبره حیاة برزخیة یحصل بها التنعم فی قبره (ش ۴۹ ص ۱۱۵)
یقیناً ہمارے نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں حیات برزخیہ کے ساتھ زندہ ہیں جس کی وجہ سے آپ جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

۱۷۰۱...... ثمرات الشهادة......منها حیاة اجساد الشهداء: حفر السیل عن قبر عمرو بن الجموح وعبد الله بن عمرو، وهما ممن استشهد یوم احد، فحفر عنهما لیغیرا من مکانهما فوجدا لم یتغیرا کانهما ماتا بالامس و کان بین احد وبین یوم حفر عنهما ۴۶ سنة (شمارہ ۱۴ ص ۳۲۴) شہادت کے فضائل اور اس کے ثمرات میں سے ایک فضیلت اور ثمرہ شہداء کے اجساد میں حیات (قوی ہے) حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ کی قبریں سیلاب کی وجہ سے کچھ کھل گئیں اور یہ دونوں حضرات شہداء احد میں سے ہیں پھر ان کی قبروں کو اکھیڑا گیا تا کہ ان کو دوسری جگہ منتقل کیا جائے تو ان کے اجساد میں کوئی تغیر نہیں آیا تھا۔ ایسا لگتا تھا گویا وہ کل فوت ہوئے ہیں۔ حالانکہ غزوہ اُحد اور قبروں کے اکھیڑنے کے درمیان ۴۶ سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔

۱۷۰۲...... عذاب الکافرین فی قبورهم ممکن عقلا وقد دل القرآن علی وقوعه الخ قبور میں کافروں کو عذاب دینا عقلاً ممکن ہے اور اس کا وقوع قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ نبی کریم ﷺ نماز میں عذاب قبر سے پناہ مانگتے اور اپنے اصحاب کو بھی اس کا حکم فرماتے اور قبر کے اندر میت سے سوال اور میت کے عقیدہ وعمل کے مطابق قبر میں ثواب وعذاب پر اتنی احادیث متواترہ موجود ہیں کہ ان کے بعد اس کے ثبوت میں کوئی شک کی گنجائش نہیں رہتی اور اس کے ثبوت میں کسی ایک صحابی نے بھی اختلاف نہیں کیا۔ اسی لئے اہل السنت والجماعت اس کے ثبوت کے قائل ہیں اور اس بارے میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے حدیث ہے جسے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں ابوداود نے اپنی سنن میں اور امام حاکم نے اپنی صحیح میں اور امام ابوعوانہ اسفرائینی نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ (شمارہ ۵۴ ص ۶۸)

۱۷۰۳...... لیس بمحال فی العقول ان تسال الملائکة الاموات فی قبورھم وان یجیبھم الاموات اویخذلوا جزاء وفاقا بما قدموا ولیس ببعید فی عظیم قدرة اللہ تعالیٰ وعجائب سننہ الکونیة ان ینعم المؤمنون فی قبورھم ویعذب الکافرون فیھا الخ عقلاً یہ محال نہیں کہ فرشتے اموات سے ان کی قبور میں سوال کریں اور اموات اپنے اپنے عقائد واعمال کے مطابق جواب دیں یا جواب میں ناکام رہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت اور کائنات میں ہر سو پھیلے ہوئے عجائبات قدرت کی طرف دیکھتے ہوئے یہ بھی بعید نہیں کہ مؤمنین کو ان کی قبور میں نعمتیں عطاء کی جائیں اور کافروں کو عذاب دیا جائے۔ کیونکہ جو آدمی بھی اس کارخانہ قدرت میں گہرا غور وفکر کرے گا۔ اس کے لئے ان نصوص صحیحہ کے مطابق عقیدہ رکھنا آسان ہوجائے گا جن میں اہل قبور سے سوال اور ان کے لئے ثواب وعذاب کی صراحت ہے۔ (ایضاً)

۱۷۰۴...... وقد ثبت فیھا ان اللہ تعالیٰ یعید الروح الی من مات بعد دفنہ اعادة تجعلہ حیاً حیاة برزخیة الخ اور تحقیق نصوص صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ میت کے دفن کے بعد اس کی طرف روح کو لوٹا دیتا ہے جس سے میت قبر میں حیات برزخی کے ساتھ زندہ ہوجاتی ہے اور یہ حیات برزخیہ، حیات دنیا اور حیات آخرت کے درمیان ہے، ایک تو اس وجہ سے کہ وہ دونوں حیاتیں محسوس ہیں ان کے آثار جسم کے ظاہر پر نظر آتے ہیں جب کہ حیات برزخیہ مخفی غیر محسوس حیات ہے۔ دوسری یہ کہ قبر والی حیات برزخیہ، حیات دنیا سے طویل ہے اور حیات آخرت کے مقابلہ میں قلیل ہے اور میت کو اس کا اہل بنادیتی ہے کہ وہ فرشتوں کا سوال سنے اور جواب دے اور ثواب کی لذت اور عذاب کی تکلیف کا ادراک واحساس کرسکے۔ اس پر احادیث موجود ہیں اور کوئی شخص اس کے سمجھنے سے عاجز ہو تو وہ اپنے کو کوتاہ فہمی کے ساتھ متہم کرے، اللہ تعالیٰ کے علم وقدرت کو عجز کے ساتھ متہم نہ کرے۔ (ایضاً)

۱۷۰۵...... لیس موتھم وھم فی القبور بمانع من سؤالھم وجوابھم ولا من نعیمھم اوعذابھم لان اللہ یعید الیھم ارواحھم نوع اعادة یتمکنون بھا من سماع الاسئلة والاجابة عنھا والاحساس بالنعیم اوالعذاب الخ اہل قبور کی موت ان کے سوال وجواب میں اور ان کے ثواب یا عذاب میں رکاوٹ نہیں بنتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کی طرف ان کی ارواح کو لوٹا دیتا ہے اور روح کا یہ اعادہ ایسا ہوتا ہے جس کی وجہ سے ان میں سوال وجواب کی اور ثواب یا عذاب کے احساس کی قدرت پیدا ہوجاتی ہے اور اس کی دلیل براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، لیکن یہ حیات دنیا والی حیات کی طرح محسوس کھلی حیات نہیں ہوتی بلکہ خاص قسم کی حیات برزخیہ (یعنی زیر پردہ مخفی حیات ہوتی ہے) جس کی حقیقت کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ (ایضاً)

فائدہ: پس اس مخفی حیات کی وجہ سے میت سے سوال وجواب بھی ہوتا ہے اور اس کو ثواب یا عذاب کا احساس بھی ہوتا ہے۔ لیکن دنیا والی محسوس اور خورد ونوش وغیرہ کی محتاج حیات نہیں لوٹتی، اس اعتبار سے اس پر موت ہے اور صاحب قبر میت بھی ہے۔

۱۷۰۶...... فما ثبت عنہ فی الاحادیث الصحیحة وجب التصدیق بہ وان لم نعرف حقیقتہ الخ جو کچھ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ اگرچہ ہم اس کی حقیقت نہ جانتے ہوں اس کی تصدیق کرنا اور اس پر ایمان لانا واجب ہے جیسے بندے پر قبر میں عذاب یا ثواب واقع ہونا اور (سوال وجواب کے وقت) اس کی طرف روح کا لوٹایا جانا، یہ سب کچھ حق ہے اس پر نصوص موجود ہیں۔ (شمارہ ۵۰ ص۹۱)

۱۷۰۷...... فعلى العبد ان يسلم بذلك. ويصدق بكل ما علمه من القرآن او صحت به السنة اواجمع عليه علماء الاسلام الخ مسلمان بندہ پر لازم ہے کہ جو کچھ قرآن میں یا سنت صحیحہ میں آیا ہے یا اس پر علماء اسلام کا اجماع ہے اس کو تسلیم کرے اور اس کی تصدیق کرے۔ پھر جب اللہ مومن مرد یا مومنہ عورت پر احسان کرے کہ اس کی حکمت اور اس کے اسرار کی معرفت وعلم نصیب ہو جائے تو یہ نور علی نور ہے۔ اس علم وبصیرت پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرے اور اللہ کا شکر ادا کرے تا کہ اس کا علم اور قلبی اطمینان اور زیادہ ہو جائے۔ اب سمجھئے قبر میں میت کی حالت: قبر میں میت سے سوال حق ہے، میت کی طرف اس کی روح کو لوٹایا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی احادیث صحیحہ سے یہ عقیدہ ثابت ہے اور قبر میں میت کی حیات دنیا والی حیات سے مختلف ہے بلکہ یہ ایک خاص قسم کی حیات برزخیہ (زیر پردہ مخفی حیات) ہے، حیات دنیا کی جنس سے نہیں کیونکہ حیات دنیا میں آدمی کھانے پینے، لباس، سانس، ہوا وغیرہ کا محتاج ہوتا ہے۔ (جب کہ اس حیات برزخیہ میں آدمی ان چیزوں کا محتاج نہیں ہوتا) بلکہ یہ حیات صرف اتنی ہوتی ہے جس کے ساتھ وہ سوال وجواب کو سمجھ سکے۔ اس کے بعد روح کو علیین یا سجین کی طرف لوٹادیا جاتا ہے۔ (ایضاً)

فائدہ: اور بدن یا ذرات بدن کے ساتھ تعلق معنوی رہتا ہے جس کی وجہ سے روح کے ثواب یا عذاب کا اثر بدن یا ذرات بدن پر بھی پہنچتا ہے۔

۱۷۰۸...... وبذلك يعلم ان القبر اما روضة من رياض الجنة واما حفرة من حفر النار والعذاب والنعيم للروح والجسد جميعا في القبر الخ حدیث سے معلوم ہوا کہ قبر یا جنت کا باغ ہے یا آگ کا گڑھا ہے لیکن جو آدمی غرق ہو گیا یا اس کو جلا دیا گیا یا اس کو درندوں نے کھا لیا تو اس کے عذاب کا حصہ اس کی روح کو بھی پہنچتا ہے اور اس کے جسد کو بھی پہنچتا ہے خواہ وہ زمین میں ہو یا دریا میں ہو یا درندوں کے پیٹ میں ہو۔ لیکن عذاب یا ثواب کا زیادہ حصہ اصالۃً روح کو پہنچتا ہے۔ کیونکہ مومن جنتی کی روح جنت کی طرف چلی جاتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بے شک مومن کی روح پرندے کی طرح جنت کے درختوں کے ساتھ لٹکتی ہے اور ان کے پھل کھاتی ہے (اور روح وجسد کے درمیان معنوی تعلق کی وجہ سے تبعاً اس کا اثر جسد کی طرف بھی پہنچتا ہے) اور کافر کی روح دوزخ کی طرف سجین میں چلی جاتی ہے۔ (ایضاً)

فائدہ: اس لئے عذاب کا زیادہ اور بڑا حصہ روح کو پہنچتا ہے لیکن روح و بدن کے درمیان تعلق معنوی کی وجہ سے تبعاً اس کا اثر بدن کو بھی پہنچتا ہے۔

۱۷۰۹...... قال ابن ابي العز: الدور ثلاث: دار الدنيا، ودار البرزخ، ودار القرار. وقد جعل الله لكل دار احكاما تخصها وركب هذا الانسان من بدن ونفس. وجعل احكام الدنيا على الابدان. والارواح تبع لها. وجعل احكام البرزخ على الارواح. والابدان تبع له (شمارہ ۶۵ ص ۱۴۹) امام ابن ابی العز کے حوالہ سے لکھا ہے تین دار (عالم) ہیں: عالم دنیا، عالم برزخ، عالم آخرت اور اللہ تعالیٰ نے ہر عالم کے لئے خاص احکام بنائے ہیں اور انسان کو بدن اور روح سے مرکب کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عالم دنیا میں اصالۃً احکام جاری کئے ہیں ابدان پر اور ارواح کو ان احکام میں ابدان کے تابع کیا ہے اور برزخ میں اصالۃً برزخی احکام جاری کئے ہیں ارواح پر اور ابدان کو ان کے تابع کیا ہے (اور عالم آخرت میں روح و بدن دونوں پر اصالۃً احکام

آخرت جاری ہوں گے۔ خلاصہ یہ کہ تینوں جہانوں میں جو بھی احکام ہیں وہ روح اور بدن دونوں پر جاری ہوتے ہیں، برزخ میں بدن کے بغیر فقط روح پر احکام کا جاری ہونا یہ اہل السنت والجماعت میں سے کسی کا مذہب نہیں)

۱۷۱۰...... روح کے بدن سے جدا ہونے کے بعد برزخ میں روح کا بدن کے ساتھ تعلق باقی رہتا ہے۔ اگرچہ روح بدن سے جدا ہوتی ہے لیکن کلی طور پر جدائی نہیں ہوتی کہ روح کا بدن کے ساتھ تعلق اور التفات باقی نہ رہے، بلکہ ایسی احادیث وآثار موجود ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ بعض احوال واوقات میں روح بدن کی طرف (بصورت دخول فی البدن) لوٹائی جاتی ہے جیسے قبر میں سوال کے وقت، لیکن روح کا یہ لوٹانا ایک خاص طریقہ سے ہوتا ہے جس سے بدن میں دنیا والی حیات کی طرح محسوس کھلی حیات ثابت نہیں ہوتی، کیونکہ ایسی حیات قیامت سے پہلے نہیں ہوسکتی۔　(شمارہ ۶۵ ص ۲۱۲۔ نیز شمارہ ۶۵ ص ۱۶۱)

۱۷۱۱...... ان زیارۃ المقابر فیھا نفع للحی والمیت. وذلك ان الحی یتعظ ویتذکر الموت. وما بعدہ وھذا یؤدی بہ الی عمل الطاعات واجتناب المعاصی والسیئات اما المیت فینتفع بالسلام علیہ والدعاء لہ بالمغفرۃ والرحمۃ. وھذا کلہ امر مطلوب شرعا ومندوب الیہ (ش ۸۵ ص ۲۴۲) قبور کی زیارت میں زندہ اور مردہ دونوں کا نفع ہے، زندہ آدمی کا فائدہ ونفع یہ ہے کہ وہ نصیحت پکڑے گا، موت کو یاد کرے گا اور یہ ذریعہ بنے گا۔ عبادات وطاعات کرنے کا اور معاصی وسیات سے بچنے کا۔ میت کا نفع یہ ہے کہ اس پر سلام ہوگا اور اس کے لئے مغفرت ورحمت کی دعا ہوگی اور یہ سب کچھ شرعاً مطلوب ومندوب ہے۔

فتاوی اللجنۃ الدائمہ (سعودیہ)

(مجلۃ البحوث الاسلامیہ شمارہ ۵۴ ص ۶۸ کے چاروں حوالہ جات بعینہ فتاویٰ اللجنہ ج ۳ ص ۴۴۰، فتوی ۱۹۷۹ میں درج ہیں اور ان پر چار مفتیان کرام کے دستخط ہیں: عبداللہ بن قعود، عبداللہ بن نمدیان۔ عبدالرزاق عفیفی۔ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز)

۱۷۱۲...... عذاب الکافرین فی قبورھم ممکن عقلا وقد دل القرآن علی وقوعہ. من ذلك قولہ تعالیٰ الخ قبروں میں کافروں کا عذاب عقلاً ممکن ہے اور قرآن کریم میں اس کے وقوع کے دلائل ہیں۔ (۱) وحاق بآل فرعون تا اشد العذاب اور اترا آل فرعون پر برا عذاب ان کو صبح شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے اور قیامت کے دن حکم ہوگا سخت ترین عذاب میں داخل ہو جاؤ۔ قبر میں آگ کے عذاب کے اثبات پر یہ واضح بیان ہے کیونکہ قیامت کے دن صبح وشام نہیں ہوگی تو قیامت سے پہلے جب تک دنیا قائم ہے صبح شام ان پر آگ پیش ہوتی رہے گی۔ پھر قیامت کے دن پہلے عذاب سے زیادہ سخت عذاب ہوگا اور اس اشد العذاب سے پہلے جو ادنیٰ عذاب ہے وہ عذاب قبر ہے۔ یعنی ان پر آگ پیش کرنا، اس حکم میں قوم فرعون اور دوسرے کافر برابر ہیں۔ (۲) وان للذین ظلموا عذاباً دون ذلك اور بے شک ظالموں کے لئے عذاب آخرت سے پہلے عذاب ہے۔ وہ دو عذاب ہیں عذاب دنیا اور عذاب قبر۔ دنیا کا عذاب موت سے پہلے ہے۔ موت کے بعد اور آخرت سے پہلے قبر کا عذاب ہے۔ (۳) یثبت اللہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ ویضل اللہ

الظلمین حدیث میں ہے کہ یہ آیت عذاب قبر کے بارہ میں نازل ہوئی ہے۔اسی طرح عذاب قبر احادیث صحیحہ سے بھی ثابت ہے۔ نبی کریم ﷺ نماز میں عذاب قبر سے پناہ مانگتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اس کا حکم فرماتے۔ نبی کریم ﷺ نے نماز کسوف پڑھائی پھر لوگوں کے سامنے خطبہ دیا اور ان کو حکم دیا کہ عذاب قبر سے اللہ کی پناہ پکڑیں۔ ایک صحابی کی جنت البقیع میں قبر کھودی جارہی تھی آپ ﷺ نے تین مرتبہ عذاب قبر سے پناہ مانگی۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ دو قبروں کے پاس گزرے تو فرمایا ان دونوں قبروں میں عذاب ہورہا ہے، ایک کو پیشاب سے نہ بچنے کی وجہ سے۔ دوسرے کو چغل خوری کی وجہ سے۔

وقد تواترت الأخبار عن رسول الله ﷺ في ثبوت سؤال الميت في قبره وثبوت نعيمه فيه أو عذابه حسب عقيدته وعمله بما لا يدع مجالا للشك في ذلك اور تحقیق رسول اللہ ﷺ سے قبر میں میت کے سوال اور قبر میں میت کے لئے اس کے عقیدہ وعمل کے مطابق ثواب وعذاب کے ثبوت پر متواتر احادیث موجود ہیں جس کے بعد اس میں شک کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔ (فتاوی اللجنۃ الدائمہ ۱، ج ۳ ص ۴۴۰)

فائدہ: ان دلائل سے ثابت ہوا کہ عذاب وثواب اسی زمین والی قبر میں ہوتا ہے اور قبر میں جسد عنصری ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ قبر کے عذاب وثواب میں روح اور جسد عنصری دونوں شریک ہوتے ہیں۔

۱۷۱۳..... ما عذاب القبر وهل هو حسي ام معنوي والعذاب للروح والجسد ام لاحدهما الخ

سوال: عذاب قبر کیا ہے؟ کیا وہ حسی ہے یا معنوی؟ عذاب روح اور جسد دونوں کو ہوتا ہے یا ان میں سے ایک کو؟

جواب: عذاب قبر اس میت کے لئے جس کو عذاب دیا جاتا ہے حسی ہے۔ اگرچہ زندہ لوگ جو دنیا میں ہیں وہ اس کا مشاہدہ نہیں کرسکتے اور قبر کا عذاب روح اور جسد دونوں کو ہوتا ہے۔ جیسا کہ کتاب وسنت کا ظاہر اسی پر دلالت کرتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: النار يعرضون عليها غدوا و عشيا الخ...... دستخط: عبداللہ بن غدیان: رکن۔ عبدالرزاق عفیفی: نائب رئیس، عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز: رئیس۔ (فتاوی اللجنۃ الدائمہ ۲، ج ۲ ص ۷۷ ۴)

۱۷۱۴..... عند مفارقة الروح للجسد فان روح المؤمن تصعد الى السماء حتى تصل الى السماء السابعة الخ روح جسد سے جب جدا ہوتی ہے تو مومن کی روح آسمانوں کی طرف چڑھتی ہے۔ حتیٰ کہ جب ساتویں آسمان کی طرف پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس کو زمین کی طرف لوٹا دو۔ چنانچہ اس کی روح کو اس کے جسد کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے۔ پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں وہ اس کو بٹھاتے ہیں اور اس سے تین سوال کرتے ہیں، جب وہ صحیح جواب دے دیتا ہے تو آسمان سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے منادی۔ آواز دیتا ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا ہے۔ اس کے لئے جنت کا بستر بچھا دو۔ جنت کی طرف دروازہ کھول دو۔ اس دروازہ سے اس کے پاس جنت کی راحت وخوشی اور خوشبو آتی ہے اور اس کی قبر کو تاحد نگاہ فراخ کردیا جاتا ہے۔ پھر اس کے پاس ایک خوبصورت چہرے اور خوبصورت کپڑوں والا خوشبو سے مہکتا ہوا آدمی آتا ہے۔ وہ کہتا ہے: خوشخبری سن۔ آپ کے لئے یہاں خوشی ہی خوشی ہے، مومن پوچھتا ہے تو کون ہے؟ آپ کا چہرہ تو وہ چہرہ ہے جس سے خیر برس رہی ہے، وہ کہتا ہے میں تیرا نیک عمل ہوں، میت شوق سے کہتی ہے کہ اے میرے رب! قیامت قائم کردے تاکہ میں اپنے اہل وعیال کے پاس لوٹ جاؤں۔ اس کے برعکس کافر کی روح آسمان کی طرف جاتی ہے تو اس کے لئے آسمان کے

دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور اس کو زمین کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔ پھر اس کی روح کو اس کے جسد کی طرف لوٹادیا جاتا ہے۔ اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، اس کو بٹھاتے ہیں اور اس سے سوال کرتے ہیں، وہ جواب نہیں دے سکتا تو حکم ہوتا ہے کہ اس کے لئے آگ کا بستر بچھادو۔ اس کے لئے دوزخ کی طرف دروازہ کھول دو۔ اس دروازے سے دوزخ کی تیز تپش اور زہریلی ہوا آتی ہے اور اس پر قبر اتنی تنگ کردی جاتی ہے کہ پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں۔ پھر اس کے پاس مکروہ چہرے اور گندے کپڑوں والا بدبودار آدمی آتا ہے اور کہتا ہے کہ تیرے لئے یہاں غم ہی غم پریشانی ہی پریشانی اور صرف عذاب ہے۔ کافر پوچھتا ہے تو کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے میں تیرا خبیث عمل ہوں۔ کافر کہتا ہے: اے رب! قیامت قائم نہ کر اور اس کو لوہے کے ہتھوڑوں سے مارا جاتا ہے وہ چیختا ہے۔ حتیٰ کہ اس کی چیخوں کو جانور سنتے ہیں مگر جن وانس نہیں سنتے۔ اس حدیث کو امام احمد، امام ابوداؤد، امام نسائی وغیرہ نے ذکر کیا ہے اور نبی کریم ﷺ سے یہ بھی ثابت ہے کہ مومنین کی روحیں پرندوں کی سواریوں پر سوار ہوکر جہاں چاہتی ہیں، جنت کی سیر کرتی ہیں اور جنت کے درختوں سے پھل کھاتی ہیں۔ حتیٰ کہ وہ (مستقل طور پر) قیامت کے دن اپنے اجساد کی طرف لوٹیں گی اور شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے اندر سوار ہوکر جنت میں جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں۔ پھر قندیلیں جو عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی ہیں وہ ان کی قرارگاہ ہے۔ وہاں قرار پکڑتی ہیں۔ مذکورہ حدیث اور اس کے علاوہ دوسری صحیح حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ قبر کا عذاب وثواب برحق ہے اور قرآن کریم کی آیت: النار یعرضون الخ سے بھی عذاب قبر ثابت ہوتا ہے اور نبی کریم ﷺ نے نماز میں تشہد کے بعد عذاب قبر سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے۔ فرمایا جب تم تشہد پڑھ لو تو چار چیزوں سے پناہ مانگو: اللھم انی اعوذبك من عذاب جھنم ومن عذاب القبر ومن فتنة المحیا والممات ومن فتنة المسیح الدجال. وعذاب القبر یکون للروح والجسد وھکذا نعیم القبر للروح والجسد اور قبر کا عذاب اور قبر کی نعمتیں روح اور جسد دونوں کے لئے ہیں۔ اس فتوے پر پانچ مفتیان کرام کے دستخط ہیں۔ (۱) بکر ابوزید: رکن۔ (۲) عبدالعزیز آل شیخ: رکن۔ (۳) صالح الفوزان: رکن۔ (۴) عبداللہ بن غدیان: رکن۔ (۵) عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز۔ (رئیس الادارہ)

الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیہ (مطبوعہ وزارۃ الاوقاف۔ کویت)

۱۷۱۵...... مِنْ اَدِلَّةِ مَشْرُوعِیَّةِ زِیَارَتِهٖ ﷺ قَوْلُهٗ تَعَالٰی الخ نبی کریم ﷺ کی زیارت کی مشروعیت کے دلائل میں سے ایک دلیل یہ ہے: ولوانھم اذظلموا (تا) رحیما جس وقت انہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا، اگر وہ آپ کے پاس آجاتے۔ پس اللہ سے بخشش طلب کرتے اور رسول بھی ان کے لئے بخشش طلب کرتا تو وہ ضرور اللہ کو پاتے توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ اپنی موت کے بعد اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ جیسا کہ شہداء کی حیات قرآن کی نص سے ثابت ہے اور تحقیق نبی کریم ﷺ کا فرمان صحیح ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام شہداء سے افضل ہیں اور جب شہداء زندہ ہیں تو انبیاء جو ان سے افضل ہیں بطریق اولیٰ زندہ ہوں گے اور حیات شہداء کے ساتھ جو عند ربھم کی قید لگائی ہے تو عندیت میں اشارہ ہے کہ شہداء کی حیات محسوس اور ظاہری حیات نہیں بلکہ وہ حیات برزخیہ یعنی مخفی، غیبی، چھپی، زیر پردہ حیات ہے اور انبیاء کرام کی یہ حیات ملائکہ کی حیات کی طرح ہے (کہ

جیسے ملائکہ زندہ ہیں مگر ان کی حیات ہم سے پوشیدہ و مخفی ہے۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو موت کے بعد جو حیات عطاء کی ہے وہ بھی زیر پردہ مخفی حیات ہے) اور صحیح مسلم میں حدیث ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اسراء کی رات سرخ ٹیلے کے پاس موسیٰ علیہ السلام پر گزرا تو وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ (ج ۲۴ ص ۸۳)

۱۷۱۶...... عنوان ہے: حضور ﷺ کی زیارت کا طریقہ۔ اس کے تحت لکھا ہے: حج سے فراغت کے بعد اس حجرہ شریفہ کی زیارت کا قصد کرے جس میں نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک ہے...... اور صلوٰۃ وسلام پیش کرنے کے بعد اگر کسی صاحب نے اس کو نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں سلام پیش کرنے کے لئے واسطہ بنایا ہو تو اس کی طرف سے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں یوں سلام پیش کرے: اے اللہ کے رسول! فلاں بن فلاں کی طرف سے آپ پر سلام ہے یا یوں کہے کہ یارسول اللہ ﷺ فلاں بن فلاں آپ کو سلام کہتا ہے یا اس کے مشابہ اور کلمات کہے۔

(ج ۲۴ ص ۸۷، ج ۲۵ ص ۲۹۶)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ کویتی علماء کے نزدیک نبی کریم ﷺ اسی مدینہ منورہ والی قبر مبارک میں حیات ہیں۔ ورنہ اس طرح آپ کو مخاطب بنا کر سلام کا پیغام پہنچانے کا کیا مطلب؟

۱۷۱۷...... عنوان ہے: مردوں پر سلام اور ان کا جواب۔ اس کے تحت لکھا ہے: (۱) نبی کریم ﷺ سے حدیث ثابت ہے آپ ﷺ نے فرمایا جب کوئی آدمی اپنے ایسے مومن بھائی کی قبر کے پاس گزرتا ہے جو اس کو دنیا میں جانتا تھا اور یہ گزرنے والا اس پر سلام کرتا ہے تو صاحب قبر اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ (۲) نبی علیہ السلام سے یہ حدیث بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے مقتولین بدر کے بارے میں فرمایا: ما انتم باسمع لما اقول منهم میں جو کچھ انہیں کہہ رہا ہوں تم اس بات کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو۔ (۳) نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بندہ کو جب اپنی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو صاحب قبر واپس آنے والوں کی جوتیوں کی آواز کو سنتا ہے۔ (۴) نبی کریم ﷺ اپنے اصحاب کو سکھاتے تھے کہ جب قبور کی زیارت کریں تو یوں کہیں: السلام علیکم اهل الدیار من المؤمنین والمسلمین وانا ان شاء الله بکم للاحقون اور امام ابن قیم نے فرمایا: وَهٰذَا خِطَابٌ لِمَنْ يَسْمَعُ وَيَعْقِلُ وَلَوْلَا ذٰلِكَ لَكَانَ هٰذَا الْخِطَابُ بِمَنْزِلَةِ خِطَابِ الْمَعْدُومِ وَالْجَمَادِ. وَالسَّلَفُ مُجْمِعُونَ عَلَى هٰذَا. وَقَدْ تَوَاتَرَتِ الْآثَارُ بِأَنَّ الْمَيِّتَ يَعْرِفُ زِيَارَةَ الْحَيِّ لَهُ وَيَسْتَبْشِرُ بِهٖ یہ خطاب کا کلمہ اس کو کہا جاتا ہے جو سنتا، سمجھتا ہو۔ اگر ایسا نہ ہو تو یہ مخاطب بنانا ایسے ہوگا جیسے معدوم اور بے جان چیز کو مخاطب بنایا جائے اور سلف کا اس پر اجماع ہے اور اس بات پر احادیث وآثار متواترہ موجود ہیں کہ میت کو زائر کی زیارت کا علم ہوتا ہے اور وہ اس کی وجہ سے خوشی محسوس کرتا ہے اور عز بن عبدالسلام کے فتاوی میں ہے: ظاہر یہ ہے کہ میت زائر کو پہچانتی ہے کیونکہ ہمیں اہل قبور پر سلام کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور شریعت اس کو سلام کے ساتھ مخاطب بنانے کا حکم نہیں دے سکتی جو نہ سنتا ہو۔ (ج ۳۹ ص ۲۵۶)

۱۷۱۸...... عنوان: مردوں کی روحوں کا حیات برزخیہ میں لوٹنا۔ یہاں پر برزخ سے مراد ہے دنیا اور آخرت کے درمیان رکاوٹ اور فاصل۔ علماء نے کہا ہے کہ برزخ کی تین قسمیں ہیں۔ زمان، مکان، حال۔ برزخی زمان موت کے وقت سے روز قیامت تک ہے۔ (قرآن کریم میں اسی کا ذکر ہے: من ورائهم برزخ الی یوم یبعثون لیکن اس کو لازم ہے مکان اور حال، عرف میں اس کا اطلاق مکان اور حال پر بھی ہوتا ہے) اور برزخی مکان اہل

سعادت کی ارواح کے لئے قبر سے علیین تک ہے اور اہل شقاوت کے لئے سجین ہے۔ کیونکہ ان کے لئے آسمانوں کے دروازے نہیں کھولے جاتے اس لئے ان کی روحیں سجین کے اندر مقید ہیں اور لعنت کے ساتھ جکڑی ہوئی ہیں (لیکن اس کے مقابلہ میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تعبیر واضح اور آسان ہے اور مبنی بر حقیقت ہے۔ وہ فرماتے ہیں: من القبر الی سجین تعمرہ ارواح الاشقیاء (الحاوی للفتاوی ۱۵۸/۲) بدبختوں کے لئے برزخی مکان قبر سے لے کر ساتویں زمین کے نیچے سجین تک ہے جس کو بدبختوں کی ارواح آباد کرتی ہیں) اور برزخی حال ارواح کی حالت و کیفیت ہے۔ (یعنی جو ارواح پر اصالۃً اور ابدان پر تبعاً جاری ہوتی ہے۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی بھی وضاحت کی ہے کہ ارواح کو یا نعمتوں سے نوازا جائے گا یا ان کو عذاب ہوگا یا وہ منکر نکیر کے سوال و جواب کے لئے محبوس ہوں گی پھر سوال و جواب کے بعد ان کو ثواب و عذاب ہوگا) (ایضاً)

۱۷۱۹...... قبر میں سوال کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ سوال فقط بدن سے ہوتا ہے یا فقط روح سے یا دونوں سے؟ اس میں چار اقوال ہیں، جمہور اہل السنۃ کا قول یہ ہے کہ قبر میں روح کو جسد کی طرف یا جسد کے بعض حصہ کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے اور میت کے اجزاء کا بکھر جانا اس میں مانع نہیں ہوتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو قدرت ہے کہ جسد کے جزء کی طرف حیات پیدا کر کے اس سے سوال کرے۔ جیسا کہ وہ اس پر قادر ہے کہ سب اجزاء کو جمع کرے اور ابن حجر ہیتمی نے کہا ہے کہ یہ جائز ہے کہ دوسری حالت (یعنی برزخ، قبر) میں روح کو میت کے جسد کی طرف لوٹا یا جائے اور اس کی وجہ سے میت کی طرف حیات لوٹ آئے اور اسی حیات کو حیات قبر کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ حیات دو فرشتوں کے سوال کے وقت حاصل ہوتی ہے۔ پھر جب روح اور جسم کی طرف حیات لوٹا دی گئی اور اس حیات کی وجہ سے وہ ادراکات حاصل ہو گئے تو اس وقت میت سے قبر میں سوال ہوتا ہے اور اب اس کے لئے جواب دینا بھی ممکن ہے اور امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ قبر میں میت کے بدن کی طرف روح کا لوٹنا حیات دنیا میں روح کے لوٹنے کی طرح نہیں اور ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے قبر میں سوال کے لئے جو میت کو حیات حاصل ہوتی ہے وہ دنیا کی معروف حیات کی طرح نہیں۔ کیونکہ حیات دنیا میں روح بدن کے اندر مستقل طور پر داخل ہوتی ہے اور قبر میں عارضی طور پر محدود وقت کے لئے داخل ہوتی ہے پھر علیین یا سجین کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ نیز حیات دنیا میں روح بدن کے اندر تدبیر و تصرف کرتی ہے اور ان اسباب حیات کی طرف محتاج ہوتی ہے جن کی طرف زندہ لوگ محتاج ہوتے ہیں (جب کہ حیات قبر میں روح بدن میں نہ تصرف کرتی ہے نہ اسباب حیات کی طرف محتاج ہوتی ہے) بلکہ قبر میں روح کا یہ اعادہ محض اس امتحان کا فائدہ دینے کے لئے ہوتا ہے جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ پس یہ اعادہ عارضی ہے اور امتحان سے مراد منکر نکیر کا سوال ہے۔ (ایضاً)

۱۷۲۰...... متکلمین اور فقہاء میں سے جمہور اہل السنۃ والجماعت کے نزدیک قبر کا عذاب و ثواب روح اور جسد دونوں پر واقع ہوتا ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قبر میں روح کو بعینہٖ پورے جسم کی طرف یا جسم کے جز کی طرف لوٹانے کے بعد ثواب و عذاب پورے جسم کو یا جسم کے بعض حصہ کو ہوتا ہے اور ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس پر اتفاق ہے کہ عذاب و ثواب روح اور بدن دونوں پر ہوتا ہے جس کی دو صورتیں ہیں۔ (۱) روح بدن سے جدا ہو (اور روح کا بدن کے ساتھ تعلق معنوی ہو اس صورت میں روح کو اصالۃً اور بدن کو تبعاً ثواب و عذاب ہوتا ہے) (۲) روح و بدن کا ایک دوسرے کے ساتھ (بصورت دخول فی البدن) اتصال ہو، اس صورت میں روح اور بدن

دونوں کو (اصالۃً) عذاب ہوتا ہے اور امام ابن قیم کہتے ہیں کہ تین عالم ہیں اور ہر عالم کے لئے خاص احکام ہیں۔
(۱) عالم دنیا، اس میں احکام اصالۃً بدن پر واقع ہوتے ہیں اور روح ان احکام میں بدن کے تابع ہوتی ہے۔
(۲) عالم برزخ، اس میں اصالۃً احکام واقع ہوتے ہیں روح پر اور بدن ان احکام میں روح کے تابع ہوتا ہے۔
(۳) عالم آخرت، اس میں روح اور بدن دونوں پر احکام اصالۃً واقع ہوتے ہیں...... پس جیسا کہ دنیا میں بدن کی تکلیف کی وجہ سے تبعاً روح بھی تکلیف زدہ ہوتی ہے اور بدن کی لذت کے ساتھ روح بھی تبعاً لذت حاصل کرتی ہے اسی طرح عالم برزخ میں جب روح کو عذاب اور درد پہنچتا ہے تو تبعاً بدن کو بھی پہنچتا ہے اور جب روح کو نعمتوں سے لذت حاصل ہوتی ہے تو تبعاً بدن بھی ان نعمتوں سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ (ایضاً)

۱۷۲۱...... حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھا ہے: بے شک مؤمنین کی ارواح علیین میں ہوتی ہیں اور کفار کی ارواح سجین میں ہوتی ہیں لیکن ہر روح کا اپنے بدن کے ساتھ اتصال معنوی ہوتا ہے اور یہ اتصال حیات دنیا والے اتصال کے مشابہ نہیں ہوتا بلکہ اس سے مختلف ہوتا ہے، اس کی زیادہ مشابہت سوئے ہوئے آدمی کی حالت کے ساتھ ہے کہ سوئے ہوئے آدمی کی روح بدن سے جدا ہوتی ہے لیکن اس کی روح کا اس کے بدن کے ساتھ اتصال ہوتا ہے اسی طرح میت کی روح بدن سے جدا ہوتی ہے علیین یا سجین میں، لیکن اس کا بدن کے ساتھ اتصال ہوتا ہے اور بعض نے اس کی مثال بیان کی ہے سورج کی شعاع کے ساتھ کہ سورج آسمان پر ہے لیکن اس کی شعاعیں زمین پر پڑتی ہیں، اسی طرح روح علیین یا سجین میں ہوتی ہے لیکن اس کا عکس اور پرتو بدن پر بھی پڑتا ہے، یہی ہے تعلق معنوی۔ (ایضاً)

۱۷۲۲...... ذَهَبَ الْحَنَفِيَّةُ وَالشَّافِعِيَّةُ وَالْحَنَابِلَةُ إِلَى أَنَّهُ لاَ تُكْرَهُ قِرَاءَةُ الْقُرْآنِ عَلَى الْقَبْرِ بَلْ تُسْتَحَبُّ لِمَا رَوَى أَنَسٌ مَرْفُوعًا قَالَ: مَنْ دَخَلَ الْمَقَابِرَ فَقَرَأَ فِيهَا يس خَفَّفَ عَنْهُمْ يَوْمَئِذٍ وَكَانَ لَهُ بِعَدَدِهِمْ حَسَنَاتٌ. وَصَحَّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ أَوْصَى إِذَا دُفِنَ أَنْ يُقْرَأَ عِنْدَهُ بِفَاتِحَةِ الْبَقَرَةِ وَخَاتِمَتِهَا (ج ۳۲ ص ۲۵۵) حنفیہ، شافعیہ اور حنبلیہ کا مذہب یہ ہے کہ قبر پر قرآن کریم پڑھنا مکروہ نہیں بلکہ مستحب ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث مروی ہے کہ جو آدمی قبرستان میں داخل ہوا اور اس نے سورہ یس پڑھی تو اللہ تعالیٰ اس دن مردوں سے عذاب میں تخفیف کر دیتے ہیں اور ان مُردوں کی تعداد کے برابر پڑھنے والے کے لئے نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ جب ان کو دفن کر دیا جائے تو ان کی قبر کے پاس سورہ بقرہ کے شروع اور آخر کی آیات پڑھی جائیں۔

<u>فائدہ</u>: قبر کے پاس قرآن پڑھنے کا فائدہ تب ہے جب میت میں حیات ہو۔ ورنہ قبر کے پاس پڑھنا یا دور سے پڑھنا برابر ہے۔

۱۷۲۳...... اخْتَلَفُوا فِي تَلْقِينِ الْمَيِّتِ بَعْدَ الْمَوْتِ فَذَهَبَ الْمَالِكِيَّةُ وَبَعْضُ أَصْحَابِ الشَّافِعِيِّ وَالزَّيْلَعِيُّ مِنَ الْحَنَفِيَّةِ إِلَى أَنَّ هَذَا التَّلْقِينَ لاَ بَأْسَ بِهِ الخ (ج ۱۳ ص ۲۹۶) موت کے بعد میت کو تلقین کے بارے میں اختلاف ہے، مالکیہ اور بعض شافعیہ اور حنفیہ میں سے امام زیلعی کا مذہب یہ ہے کہ اس تلقین میں کوئی حرج نہیں...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے ظاہر سے جواز ثابت ہوتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے مُردوں کو لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کرو اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ انہوں نے حکم دیا کہ ان کی وفات کے بعد ان

کو تلقین کی جائے۔ جیسے حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ وغیرہ۔ تلقین کا طریقہ یہ ہے: اے فلاں بن فلاں! اپنے اُس دین کو یاد کر جس پر تو زندہ رہا اور تو اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی رہا۔

فتاوی اسلامیہ (ابن باز، ابن عثیمین، ابن جبرین)

۱۷۲۴...... عنوان ہے: ''عذاب قبر''

سوال: کیا عذاب قبر روح کے ساتھ ہے یا بدن کے ساتھ؟

جواب: عذاب قبر کتاب اللہ سے ثابت ہے......اور عذاب قبر کے بارے میں احادیث بہت ہیں۔

وعذاب القبر فی الاصل علی الروح وربما تتصل بالبدن احیاناً ولا سیما حین السؤال الخ اور عذاب قبر اصالۃً روح پر ہوتا ہے (اور تبعاً بدن پر) اور بعض اوقات روح بدن کے ساتھ متصل ہوتی ہے۔ (بصورت دخول فی البدن، تو اس وقت عذاب بدن پر بھی اصالۃً ہوتا ہے) خاص طور پر منکر نکیر کے سوال کے وقت، کیونکہ اس وقت اس کی روح کو اس کے جسد کی طرف لوٹایا جاتا ہے، لیکن یہ اعادہ حیات دنیا والے اعادہ کی طرح نہیں ہوتا ہے اور میت سے اس کے رب، دین، نبی کے متعلق سوال ہوتا ہے، جب کافر یا منافق ہو تو جواب میں کہتا ہے: ھاہ ھاہ میں نہیں جانتا میں نے لوگوں سے سنا کہ وہ ایک بات کہتے ہیں تو میں نے کہہ دیا۔ اس کے بعد اس کو لوہے کے گرز کے ساتھ مارا جاتا ہے وہ ایسا چیختا ہے کہ اس کو چیخ کو سوائے انسان اور جن کے ہر چیز سنتی ہے اور اگر انسان سن لے تو مر جائے یا بیہوش ہو جائے۔ (ج ۱ ص ۱۰۴)

فتاوی دار الافتاء المصریۃ (مصر)

۱۷۲۵...... واما تلقین المیت بعد دفنہ فقیل فی حکمہ انہ مشروع وقیل لا یلقن وقیل لا یؤمر بہ ولا ینھی عنہ والذی اجنح الیہ عدم المنع الخ دفن کے بعد میت کو تلقین کرنے کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ جائز ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ تلقین نہ کی جائے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ نہ تلقین کا حکم دیا جائے اور نہ اس سے روکا جائے۔ (مفتی صاحب فرماتے ہیں) میرا رجحان عدم منع کی طرف ہے۔ جیسا کہ قاضی کرمانی سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا جو عمل مسلمانوں کے نزدیک حسن ہو وہ عند اللہ بھی حسن ہوتا ہے اور نہ روکنے میں یہ حکمت بھی ہے کہ دفن کے بعد تلقین کرنے میں کوئی ضرر نہیں بلکہ اس میں میت کا نفع ہے کیونکہ میت ذکر کے ساتھ اُنس پکڑے گی جیسا کہ آثار میں موجود ہے۔ (ج ۵ ص ۴۶۷، تشییع النساء للجنازۃ وتلقین المیت، مفتی: عبدالرحمن قراعہ۔ تاریخ: ۱۳۴۱ھ)

۱۷۲۶...... (۱) حیات قبر اتنی احادیث کثیرہ سے ثابت ہے جو حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں، وہ احادیث حیات قبر، قبر میں میت سے سوال اور اس کے ثواب وعذاب پر دلالت کرتی ہیں۔ (۲) اس میں کوئی بعد نہیں کہ میت کی طرف عارضی طور پر (بصورت دخول فی البدن) روح کو لوٹا کر عذاب (روح وبدن دونوں کو اصالۃً) دیا جائے اور انسان کو نظر نہ آئے۔ (۳) مردے سنتے ہیں، جواب دیتے ہیں اور سلام کا بھی جواب دیتے ہیں، اس پر دلیل حدیث قلیب بدر ہے اور یہ حدیث بھی ہے ایک عورت مسجد کی صفائی کرتی تھی وہ فوت ہوگئی اس کو دفن کر دیا گیا۔ اس کی قبر پر جا کر نبی کریم ﷺ نے سوال کیا: ای الاعمال وجدت افضل؟ اس نے رسول اللہ ﷺ کو جواب دیا مسجد کی صفائی کرنا

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو مسلمان اپنے اس مومن بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جو اس گزرنے والے کو دنیا میں پہچانتا تھا پھر یہ اس پر سلام کرتا ہے تو وہ صاحب قبر اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ (۴) میت سے دو فرشتے سوال کرتے ہیں، یہ ان کو جواب دیتا ہے۔ ولا عبرۃ بمن ینکر ذالك جو آدمی اس عقیدے کا منکر ہے وہ غیر معتبر ہے۔

(ج ۵ ص ۱۷۴۔ عنوان: احوال الروح فی البرزخ۔ مفتی: حسنین محمد مخلوف حنفی، مفتی الدیار المصریہ۔ تاریخ: ۱۳۶۶ھ)

۱۷۲۷...... وقد یاذن اللہ لھا وھی فی عالم البرزخ ان تتصل بالبدن کله او باجزائه الاصلیة اتصالا برزخیا خاصا لاکالاتصال الدنیوی یشبه اتصال اشعة الشمس الخ اللہ تعالیٰ کبھی روح کو اجازت دیتا ہے۔ حالانکہ وہ عالم برزخ میں ہوتی ہے کہ وہ کل بدن کے ساتھ یا اس کے اجزاء اصلیہ کے ساتھ متصل ہو جائے۔ (قوی اتصال کے ساتھ، کیونکہ اتصال کلی مشکک ہے) اور اتصال بھی برزخی ہو جیسے سورج کی شعاعوں کا اور چاند کی روشنیوں کا عوالم ارضیہ کے ساتھ اتصال ہے، یعنی روح رہے عالم برزخ میں لیکن اس کا عکس اور پرتو ہو بدن پر اور عالم دنیا والے اتصال کی طرح نہ ہو۔ (اس اتصال قوی کی وجہ سے بواسطہ روح، کل بدن یا اس کے اجزائے اصلیہ کو ثواب و عذاب کا ادراک و شعور ہوتا ہے اور وہ سنتا ہے اور جواب دیتا ہے اور کبھی روح کو اس بدن کے ساتھ اتصال برزخی قوی کی اجازت نہیں ملتی تو اس وقت بدن کا شعور ضعیف اور روح کا شعور قوی ہوتا ہے، قیامت قائم ہونے تک روح کی یہ دونوں حالتیں جاری رہیں گی) یہ جمہور اہل السنت والجماعت کا مذہب ہے اور یہی احادیث و آثار میں ہے۔ اس فتویٰ پر ایک مفتی صاحب نے کچھ حواشی لکھے تھے وہ بھی ملاحظہ فرمائیں: قبر میں حیات، قبر میں سوال، قبر میں عذاب وثواب اور یہ کہ عذاب وثواب روح اور بدن دونوں کو ہوتا ہے اس کے بارے میں حدیث ہے اور موتی کے سماع اور جواب دینے کی حدیث اور جوان مردوں پر سلام کرے ان کو جواب دینے کی حدیث بھی ہے، امت کے سلف صالحین کی پختہ رائے یہی ہے اور منکرین کے انکار کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ جن کے عقل و شعور پر مادی پردے پڑے ہوئے ہیں وہ ارواح کی باریک و بلند شان کے ادراک سے محروم ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے امت کے سلف اور امت کے آئمہ کا مذہب یہ ہے کہ عذاب یا ثواب میت کے روح و بدن دونوں کے لئے ہوتا ہے اور بدن سے جدا ہونے کے بعد روح باقی رہتی ہے اور اس کو ثواب یا عذاب ہوتا ہے۔ (اصالۃً اور بدن کو تبعاً) اور کبھی روح کا بدن کے ساتھ ایسا اتصال ہوتا ہے جس کی وجہ سے روح کے ساتھ بدن کو بھی (اصالۃً) عذاب یا ثواب ہوتا ہے۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں: یہ آثار درجہ شہرت کو پہنچے ہوئے ہیں کہ میت اپنے اہل کو اور ان کے احوال کو جانتی پہچانتی ہے۔ اسی طرح اپنے دنیا والے احباب کے احوال کو بھی جانتی ہے۔ کیونکہ ان کے احوال اس پر پیش کئے جاتے ہیں اور آثار میں یہ بھی آیا ہے کہ بوقت زیارت میت ان کو دیکھتی ہے اور اگر اس کے پاس نیک کام کیا جاتا ہے تو اس سے خوش ہوتی ہے اور گناہ والا قبیح کام کیا جائے تو اس سے تکلیف محسوس کرتی ہے۔ شیخ الاسلام کے شاگرد ابن قیم نے اپنی کتاب، کتاب الروح میں اس کی وضاحت کی ہے اور ابن قیم نے زاد المعاد میں ذکر کیا ہے کہ جمعہ کے دن مردوں کی ارواح ان کی قبروں کے قریب ہو جاتی ہیں اور اپنے زائرین اور جو ان کے پاس گزرتے اور سلام کرتے ہیں ان کو پہچانتی ہیں اور محمد بن واسع نے روایت کی ہے کہ اہل قبور جمعہ کے دن اور جمعہ سے ایک دن پہلے اور ایک دن بعد اپنے زائرین کو پہچانتے ہیں۔ (ایضاً)

اجساد و اجسام کی صفتیں ہیں۔ (اس سے معلوم ہوا کہ قبر میں یہ سب احوال روح اور بدن عنصری دونوں کو پیش آتے ہیں) اور دردیر نے اپنی کتاب الخریدہ میں کہا ہے کہ اگرچہ میت کو دفن نہ کیا گیا ہو تب بھی روح اور بدن دونوں کو عذاب ہوتا ہے کیونکہ اس میں کوئی مانع نہیں کہ اللہ تعالیٰ میت کے تمام اجزاء میں یا اس کے بعض اجزاء میں ایک خاص قسم کی اتنی حیات پیدا کر دے جس کے ساتھ وہ عذاب کی تکلیف اور نعمتوں کی لذات کا ادراک کر سکے اور یہ اس بات کو مستلزم نہیں کہ وہ حرکت کرے اور تڑپے یا اس عذاب کا اثر نظر آئے۔ حتیٰ کہ جس کو درندے کھا جائیں یا اس کو فضا کے اندر سولی پر لٹکا دیا جائے اس کو بھی عذاب دیا جاتا ہے۔ اگرچہ ہم اس پر مطلع نہ ہوں۔ پھر دردیر نے کہا کہ قبر کے عذابات میں سے ہے قبر کا ضغطہ، یعنی قبر کے دونوں کناروں کا میت کے جسد پر اس طرح ملنا کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جائیں اور یہ قبر کا دبانا اختلاف عمل کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ نیک آدمی کو اس طرح دباتی ہے جیسے بہت ہی مہربان ماں اپنے بیٹے کو محبت و شفقت سے دباتی ہے۔

(ج ۸ ص ۲۸۶، مفتی: عطیہ صقر، مئی ۱۹۹۷ء)

۱۷۳۳..... عنوان ہے: مردوں کا زندہ کے کلام کو سننا۔ اس کے تحت لکھا ہے: بے شک انبیاء و شہداء کا اپنی قبور میں سلام کرنے والوں کے سلام کو سننا یہ ایسا معاملہ ہے کہ جب تک ان میں حیات ہے اس کی تصدیق کرنا آسان ہے، اس کے بعد مؤلف نے پانچ احادیث دلیل کے طور پر تفصیلاً ذکر کی ہیں۔ (۱) حدیث قرع نعال۔ (۲) حدیث قلیب بدر۔ (۳) ان المیت لیعذب ببکاء اہلہ علیہ۔ (۴) اہل قبور پر سلام کی حدیث۔ (۵) میت کا قبر کے پاس گزرنے والوں کو پہچاننا، سلام سننا اور سلام کا جواب دینا اور قرآن کریم میں جن آیات سے سماع موتیٰ کی نفی معلوم ہوتی ہے۔ ان کی تفسیر میں مؤلف فرماتے ہیں کہ ان میں نفی سماع قبول اور سماع ایمان کی ہے۔ کیونکہ ان آیات میں کفار کو موتیٰ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور وجہ تشبیہ عدم قبول اور عدم ہدایت و ایمان ہے۔ (یعنی جیسے مردوں کے حق میں سننا ہدایت اور ایمان کا ذریعہ نہیں بن سکتا اور نہ ہی قبول کرنے کا کوئی فائدہ ہے اسی طرح ان کفار کی بھی یہی حالت ہے) کفار اور موتیٰ کے درمیان وجہ تشبیہ عدم ادراک اور عدم احساس نہیں۔ کیونکہ کفار میں ادراک و احساس ہے۔

(ج ۸ ص ۲۹۰، مفتی: عطیہ صقر۔ مئی ۱۹۹۷ء)

۱۷۳۴..... ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھا ہے: اموات کا آپس میں ملاقات کرنا، ایک دوسرے کے احوال پوچھنا اور زندوں کے اعمال کا اموات پر پیش کرنا احادیث و آثار سے ثابت ہے اور میت کا زائر کو جان لینا حدیث ابن عباس سے ثابت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مامن احد یمر بقبر اخیہ الخ جو کوئی اپنے مومن بھائی کی قبر کے پاس گزرتا ہے اور صاحب قبر اس گزرنے والے کو دنیا میں پہچانتا تھا۔ پھر یہ گزرنے والا اس پر سلام کرتا ہے تو صاحب قبر اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کو سلام کا جواب دیتا ہے۔ ابن عبدالبر نے کہا یہ حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور اس کو محدث عبدالحق اشبیلی نے بھی صحیح قرار دیا ہے۔ نیز ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ کے دوسرے مقام میں کہا کہ میت دفن کے بعد واپس آنے والوں کی جوتیوں کی کھسکھساہٹ سنتی ہے۔ یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے۔ پھر چند اور حدیثیں لکھنے کے بعد مفتی صاحب فرماتے ہیں: ان نصوص سے ثابت ہوتا ہے کہ میت زائر آدمی کی بعض باتوں کو سنتی ہے اور یہ لازم نہیں کہ وہ ہمیشہ سنے اور ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اس وقت میں واضح طور پر میت کی روح کو اس کے بدن کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے اور اس کے علاوہ

دوسرے اوقات واحوال میں بھی متوجہ کیا جاتا ہے اور یہ بھی متعدد آثار میں آیا ہے کہ ارواح قبروں کے اردگرد آتی ہیں۔ یہ بھی احادیث سے ثابت ہے کہ میت کی روح فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی ہے اور وہ اپنے جسد کی طرف دیکھتی ہے کہ اس کو کیسے غسل دیا جارہا ہے؟ کیسے کفن دیا جارہا ہے؟ کیسے رخصت کیا جارہا ہے؟ اور جب اس کو جنازہ کی چار پائی پر رکھا جاتا ہے تو اس کو کہا جاتا ہے کہ لوگوں سے اپنی تعریف سن۔ امام احمد اور امام حاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ذکر کی ہے کہ میں پہلے حجرہ میں داخل ہوتی اپنی چادر اتار کر رکھ دیتی اور میں کہتی کہ یہاں پر صرف میرا باپ اور میرا خاوند ہے پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا تو میں حجرہ میں داخل ہوتی تو اپنے اوپر مضبوطی سے کپڑا لے کر داخل ہوتی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیاء کرنے کی وجہ سے اور صحیح مسلم میں ہے کہ جب حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو انہوں نے وصیت کی کہ جب تم مجھے دفن کرلو تو قبر پر پانی چھڑکنا اور میری قبر کے اردگرد اتنی دیر ٹھہرنا جتنی دیر میں اونٹ کو نحر کرکے اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ میں تمہارے ساتھ اُنس پکڑوں اور میں دیکھوں کہ میں اپنے رب کے بھیجے ہوئے فرشتوں کے سوالوں کا کیا جواب دوں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی آدمی اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کرتا ہے اور اس کو سلام کرتا ہے تو صاحب قبر اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور جب تک وہ بیٹھا رہتا ہے اس کے ساتھ اُنس پکڑتا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنے فتاویٰ میں کہا ہے مومنین کی ارواح علیین میں اور کفار کی ارواح سجین میں ہوتی ہیں اور ہر ایک کی روح کا اس کے اپنے جسد کے ساتھ اتصال معنوی ہوتا ہے جو حیات دنیا والے اتصال کے مشابہ نہیں ہوتا بلکہ اس کی زیادہ مشابہت نائم کے ساتھ ہے، مگر سونے والے کی روح سے میت کی روح کا اس کے جسد کے ساتھ تعلق زیادہ قوی ہوتا ہے...... اور میت کے اردگرد جو آوازیں اور باتیں ہوتی ہیں کیا میت ان کو سنتی ہے؟ اور کیا میت کو ان کا شعور ہوتا ہے؟ مشارق الانوار کے ص ۲۱ میں ہے کہ بے شک میت اس کو پہچانتی ہے جو اس کو غسل دیتا ہے، جو اس کو اٹھاتا ہے، جو اس کو کفن دیتا ہے اور جو اس کو قبر میں اتارتا ہے اور بے شک میت کی روح فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی ہے وہ اس کے جسد کی طرف دیکھتی ہے کہ اس کو غسل کیسے دیا جاتا ہے؟ کفن کیسے دیا جاتا ہے اور میت چار پائی کے اوپر ہوتی ہے اور اس کو کہا جاتا ہے لوگوں سے اپنی تعریف سن اور مشارق الانوار میں یہ بھی ہے کہ جو کچھ میت کے وارث کرتے ہیں میت اس کو بھی دیکھتی ہے اور اگر اس کو اپنی بات سنانے پر قدرت ہو جائے تو وہ ان کو چیخنے چلانے سے روک دے اور ان سب احوال و امور پر احادیث موجود ہیں جن کو امام احمد، ابن ابی الدنیا، امام طبرانی، امام ابن مندہ، امام ابونعیم، امام ابوداؤد نے ذکر کیا ہے اور ان میں سے بعض پر ضعف کا حکم بھی لگایا ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ عقائد فقط کتاب وسنت کی دلیل قطعی کے ساتھ ثابت ہوتے ہیں اور مردوں کے احوال اس غیب کے قبیل سے ہیں جس کو اللہ وحدہ جانتے ہیں، اللہ کے علاوہ ان پر کوئی مطلع نہیں ہو سکتا مگر وہی جس کو اللہ تعالیٰ مطلع کرنا پسند کریں اور صرف اسی چیز پر ایمان لانا واجب ہے جو صحیح سند کے ساتھ ثابت ہو۔ (ج ۸ ص ۲۹۰، مفتی: عطیہ صقر۔ مئی ۱۹۹۷ء)

مطبوعات وزارت مذہبی امور سعودیہ

۱۷۳۵...... نعيم القبر وعذابه يكون للروح والبدن جميعا فتنعم الروح او تعذب متصلة بالبدن الخ قبر کا ثواب وعذاب روح اور بدن دونوں کو ہوتا ہے۔ (اس کی دو صورتیں ہیں) (۱) روح بدن کے

ساتھ بالکل متصل ہو (بصورت دخول فی الجسد)، اس صورت میں ثواب وعذاب روح اور بدن کو (اصالۃً) ہوتا ہے۔
(۲) روح بدن سے جدا ہو کر (علیین یا سجین میں ہو)، اس وقت روح کو ثواب وعذاب (اصالۃً) ہوتا ہے (اور بدن کو تبعاً) اسی پر نصوص کی دلالت ہے اور اسی پر اہل السنت والجماعت کا اتفاق ہے جب کہ بعض لوگوں کا یہ گمان ہے کہ قبر کا عذاب وثواب ہر حالت میں فقط روح کو ہوتا ہے اور روح کا بدن کے ساتھ تعلق نہیں ہوتا۔ اہل السنت والجماعت کے دلائل میں ایک دلیل حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو بخاری میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان العبد اذا وضع فی قبرہ الخ بے شک بندے کو جب اس کی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے اقارب واحباب اس کو دفن کر کے واپس ہوتے ہیں اور میت ان کی جوتیوں کی آواز سن رہی ہوتی ہے کہ اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، اس کو بٹھاتے ہیں الخ اور ابوداود، حاکم وغیرہ میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ میت کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے۔ اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اس کو بٹھاتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں: من ربك الخ، اس حدیث کو امام حاکم وغیرہ نے صحیح قرار دیا ہے، یہ دونوں حدیثیں اس بات پر دلیل ہیں کہ قبر میں ثواب وعذاب روح اور جسد دونوں پر ہوتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: ان العبد اذ وضع فی القبر میں اس پر واضح دلالت ہے کیونکہ لفظ العبد روح اور جسد کے مجموعہ کا نام ہے۔ اسی طرح قبر میں سوال کے وقت روح کے جسد کی طرف لوٹانے پر صراحت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے۔ پھر ان دونوں حدیثوں میں ایسے الفاظ ہیں جو جسد کی صفات میں سے ہیں جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: یسمع قرع نعالھم۔ اسی طرح فیقعدانه. ویضرب بمطارق من حدید. فیصیح صیحة۔ یہ سب الفاظ اور ان کے معانی اس بات کا فائدہ دیتے ہیں کہ قبر میں جو کچھ ثواب یا عذاب حاصل ہوتا ہے اس کا تعلق روح اور جسد دونوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس کے باوجود بعض نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ جب روح بدن سے جدا ہو کر علیین یا سجین میں ہوتی ہے تو بعض اوقات بعض احوال میں ثواب یا عذاب (اصالۃً) اکیلی روح پر ہوتا ہے (اور بدن کو ثواب وعذاب تبعاً ہوتا ہے) جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ سبز پرندوں کی سواریوں میں سوار کرتا ہے اور وہ ارواح جنت کی نہروں پر وارد ہوتی ہیں اور جنت کے درختوں کے پھل کھاتی ہیں پھر عرش کے سایہ پر لٹکی ہوئی سونے کی قندیلوں میں قرار پکڑتی ہیں۔ خلاصہ یہ کہ قبر میں ثواب وعذاب روح اور جسد دونوں کو (اصالۃً) ہوتا ہے اور کبھی (اصالۃً) اکیلی روح کو ثواب وعذاب ہوتا ہے (جب کہ بدن کو تبعاً ہوتا ہے) اہل السنۃ کے بعض ائمہ محققین نے کہا ہے کہ اہل السنۃ والجماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ ثواب وعذاب روح اور جسد دونوں پر ہوتا ہے۔ پھر اس کی ایک صورت یہ ہے کہ روح بدن سے جدا ہو جاتی ہے، اس صورت میں روح کو عذاب (اصالۃً) ہوتا ہے (اور بدن کو تبعاً) دوسری صورت یہ ہے کہ روح بدن سے جدا نہ ہو بلکہ بدن کے ساتھ متصل ہو (بصورت دخول فی البدن) اس صورت میں روح اور بدن دونوں کو ثواب وعذاب (اصالۃً) ہوتا ہے جیسا کہ جدا ہونے کی صورت میں اکیلی روح کو (اصالۃً) ہوتا ہے۔

(اصول الایمان فی ضوء الکتاب والسنۃ ص ۲۲۳، المطلب الثانی: وقوع نعیم القبر وعذابہ علی الروح والجسد معا)

الفقہ المنہجی علی مذہب الامام الشافعی (مؤلفہ: دکتور مصطفیٰ الخن۔ دکتور مصطفیٰ البغا۔ علی الشربجی)

۱۷۳۶...... جب ریاض الجنہ میں دو رکعت پڑھ لے تو قبر شریف کی طرف آئے ...... پست آواز سے یوں سلام

کرے: السلام علیك یا رسول اللہ الخ...... واشھد انك قد بلغت الرسالة وادیت الامانة
(الفقہ المکی علی مذہب الامام الشافعی ج ۲ ص ۱۷۳)

فائدہ: کیا صیغہ خطاب کے ذریعے بے جان بے شعور جسد کے ساتھ کلام ہو رہی ہے؟ ان کلمات کے ساتھ اسی کو مخاطب بنایا جاتا ہے جس میں حیات ہو اور وہ سنتا سمجھتا ہو۔

فتاوی واستشارات الاسلام الیوم (عرب ویب سائٹ)

۱۷۳۷...... اور حیات برزخیہ وہ حیات ہے جو وفات کے بعد سے قیامت تک انسان کو لاحق ہوتی ہے اور حیات دنیا اس میں کوئی اشکال نہیں اس کا انکار سوائے پاگل کے اور کوئی نہیں کرتا اور حیات آخرت کا انکار وہ کرے گا جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کا منکر ہے۔ باقی رہا ایمان حیات برزخیہ پر جو مذکورہ دونوں حیاتوں کے درمیان ہے تمام اہل السنۃ کا عقیدہ یہ ہے کہ حیات برزخیہ کتاب وسنت کے دلائل کے ساتھ ثابت ہے اگرچہ کتاب اللہ میں حیات کے اس نام کی اور حیات برزخیہ کے عذاب وثواب کی صریح دلیل نہیں اور عذاب قبر کا انکار فقط ملحدین، زندیقین، خوارج اور بعض معتزلہ نے کیا ہے۔ نیز ان لوگوں نے بھی انکار کیا ہے جنہوں نے فلاسفہ کا مذہب اختیار کیا ہے اور تمام اہلسنت نے اس میں ان کی مخالفت کی ہے اس بات کا متعدد آئمہ نے ذکر کیا ہے، ان میں سے امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور اکثر علماء سورۃ غافر کی آیت سے استدلال کرتے ہیں جو آل فرعون کے عذاب کے بارے میں ہے اور احادیث تو اتنی زیادہ ہیں جو تواتر معنوی کی حد تک پہنچتی ہیں اور ان سے حیات برزخی کا اثبات ہوتا ہے اور بے شک انسان قبر کے اندر ثواب پاتا ہے یا عذاب اور اے بھائی! اعتقادی مسائل کے اثبات کے لئے تواتر لفظی شرط نہیں، بلکہ خبر واحد جب صحیح ہو تو اس پر عمل کرنا اور اس کے مقتضیٰ کے مطابق ایمان لانا واجب ہے، جب ایسا ہے تو مختلف قضایا میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے نصوصِ صحیحہ کثیر تعداد میں ثابت ہیں، ان میں سے ہر ایک سے قبر میں عذاب وثواب کا وقوع ثابت ہوتا ہے، تو ان پر ایمان لانا بطریق اولیٰ واجب ہوگا۔ (فتاوی واستشارات: ۱۹۱۳/ ۴، تحت عنوان الایمان بعذاب القبر۔ المجیب: عبدالحکیم محمد ارزقی بلمہدی، کلیۃ الشریعہ، جامعہ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ، ریاض)

۱۷۳۸...... المقصود بفتنة القبر سؤال الملكين العبد في القبر عن ربه ودينه ونبيه اما عذاب القبر فهو المشاق التي تقع على العبد فيه... وعذاب القبر نوعان عذاب يقع على الروح مفردة وعذاب يقع على الروح والجسد جميعاً ولا يقع عذابٌ على الجسد مفرداً فتنہ قبر سے مراد ہے قبر میں دو فرشتوں کا سوال رب، دین اور نبی کے متعلق اور عذاب قبر ان تکلیفوں کا نام ہے جو قبر میں بندے پر واقع ہوتی ہیں اور عذاب قبر کی دو صورتیں ہیں۔ (۱) روح جب بدن سے جدا ہو تو اس وقت روح پر (اصالۃً) عذاب واقع ہوتا ہے (اور بدن پر تبعاً) (۲) روح وبدن دونوں پر (اصالۃً) عذاب واقع ہوتا ہے۔ (یہ اس وقت ہے جب روح بدن میں داخل ہو) اور اکیلے جسم پر عذاب واقع نہیں ہوتا۔ (فتاوی واستشارات الاسلام الیوم ۴/ ۳۷۳، عنوان: الفرق بین عذاب القبر وفتنۃ القبر/ المجیب: د محمد بن عبدالرحمن ابو سیف الجہنی/ عضو ہیئۃ التدریس بالجامعۃ الاسلامیۃ فی المدینۃ النبویۃ)

موقع الاسلام، سوال وجواب (عرب ویب سائٹ)

۱۷۳۹...... من عقيدة اهل السنة والجماعة ان هناك فتنة وعذاباً في القبر وحياة في البرزخ الخ

اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد میں سے ہے کہ قبر میں سوال کے ذریعے امتحان ہے اور میت کے حال کے مطابق ثواب یا عذاب ہے۔اس عقیدے پر جو دلائل ہیں ان میں سے ایک دلیل یہ ہے: النار یعرضون علیها غدوا وعشیا: آل فرعون پر صبح وشام آگ پیش کی جاتی ہے، اس آیت سے علماء نے عذاب قبر کو ثابت کیا ہے۔ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ یہ آیت قبور میں عذاب برزخ کے ثبوت پر بڑی مضبوط اور بنیادی دلیل ہے اور علماء کے اقوال میں سے صحیح قول یہ ہے کہ عذاب قبر روح اور جسد دونوں پر واقع ہوتا ہے، علماء نے اس کی مثال یہ بیان کی ہے کہ آدمی خواب میں دیکھتا ہے کہ وہ کہیں گیا ہے، سفر کیا ہے، کبھی آدمی خواب میں خوشی دیکھتا ہے اور کبھی غم دیکھتا ہے حالانکہ وہ اپنی جگہ موجود ہوتا ہے اور یہ حالت دنیا میں پیش آتی ہے تو برزخ میں بھی اسی طرح قبر میں سب کچھ وہ ہوتا ہے جس کی کتاب وسنت میں خبر دی گئی ہے۔لیکن سویا آدمی خواب میں جو کچھ خوشی وغمی اور راحت وتکلیف دیکھتا ہے اس کے مقابلے میں قبر کا ثواب وعذاب اکمل ابلغ اور اتم ہوتا ہے اور وہ ثواب بھی حقیقی اور عذاب بھی حقیقی ہوتا ہے، لیکن خواب کی مثال اس کے امکان کو سمجھانے کے لئے ہے، کیونکہ سائل کہتا ہے کہ میت قبر میں حرکت نہیں کرتی اور مٹی میں کوئی تغیر نہیں آتا وغیرہ، اس مثال سے قبر کے عذاب وثواب کے امکان کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

(موقع الاسلام سوال وجواب ۱/ ۳۳۴، عنوان: عذاب القبر ونعیمہ حق یقع علی الروح والجسد معا، المجیب: الشیخ محمد صالح المنجد)

ابو اسحاق (محدث ابن ابی الدنیا کے دادا استاذ)

۱۷۴۰...... ابو اسحق کہتے ہیں دعیت إلی میت لاغسله فلما کشفت الثوب عن وجهه فإذا أنا بحیة قد تطوقت علی حلقه فذكروا أنه كان یسب الصحابة رضی اللہ عنہم ایک میت کو غسل دینے کے لئے مجھے بلایا گیا جب میں نے اس کے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو میں نے دیکھا کہ سانپ اس کے گلے میں لپٹا ہوا ہے، لوگوں نے بتایا کہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی برائی کرتا تھا۔ (شرح الصدور ص ۱۱۶۔نیز القبور لابن ابی الدنیا ص ۱۲۰)

محمد تیمی (یہ ابن ابی الدنیا سے پہلے کے ہیں)

۱۷۴۱...... محمد تیمی کہتے ہیں کہ قبر کا میت کے جسد کو دبانا اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ زمین میت کی ماں ہے، وہ اسی سے پیدا ہوئی ہے، پھر وہ طویل مدت اس سے غائب رہی اور طویل جدائی کے بعد جب اولاد ماں کے پاس آتی ہے تو ماں اس کو دباتی ہے۔پس قبر کا میت کو دبانا ایسے ہے جیسے ماں کا اپنے بیٹے کو دبانا، لیکن فرق یہ ہے کہ جو اللہ کا مطیع و فرمانبردار ہوتا ہے اس کو بہت نرمی کے ساتھ دباتی ہے اور جو رب کا نافرمان ہوتا ہے بوجہ ناراضگی اس کو سخت دباتی ہے۔ (شرح الصدور ص ۷۲)

علامہ ایوبی رحمۃ اللہ علیہ (محشی علی الخیالی)

۱۷۴۲...... عذاب قبر کے مسئلہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: واعلم ان المذاهب فی هذا المقام ثلاثة: الاول المیت حی فی قبره فیعذب وهذا هو مذهب اهل السنة والحق (حاشیہ علی الخیالی ص ۱۱۸) جان لیجئے اس مقام میں تین مذاہب ہیں۔(۱) قبر میں میت زندہ ہوتی ہے اور اس کو عذاب دیا جاتا ہے، یہ اہل سنت اور اہل حق کا مذہب ہے۔

شیخ نظام الدین

۱۷۴۳...... شیخ نظام الدین می فرماید... که چون وی از دنیا رحلت کرد من شبی بعد از موت او را در خواب دیدم همچنان بر حکم معهود از من مسائل احکام می پرسد، من او را گفتم این که تو می پرسی در حالت حیات کار آید آخر نه تو مرده چون این سخن بگفتم مرا گفت تو اولیاء خدا را مرده گوئی؟ (اخبار الاخیار ص ۸۰، للشیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ) شیخ نظام الدین فرماتے ہیں کہ جب شیخ احمد بدایونی کا انتقال ہو گیا تو میں نے ان کو ایک رات خواب میں دیکھا وہ مجھ سے مسائل پوچھتے ہیں، میں نے ان کو کہا حضرت! آپ جو مسائل پوچھ رہے ہیں یہ حالت حیات میں کام آتے ہیں اور آپ تو وفات پا چکے ہیں اور مردہ ہیں، جب میں نے یہ بات کہی تو انہوں نے مجھے کہا آپ اولیاء اللہ کو مردہ کہتے ہو؟

شیخ میر سید ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ

۱۷۴۴...... شیخ رکن الدین بن شیخ عبد القدوس می گفت روزی بخدمت وی عرض کردم که امروز عرس حضرت خواجه قطب الدین ست قدس سره اگر تشریف برند و در مجلس حاضر شوند حاکمند فرمود شما بروید و بزیارت قبر ایشان مشرف شوید و بروحانیت ایشان متوجه باشید تاچه فرمایند الخ (اخبار الاخیار ص ۲۵۱) شیخ رکن الدین بن شیخ عبد القدوس کہتے ہیں کہ ایک دن میر سید ابراہیم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا کہ آج حضرت خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کا عرس (مجلس نعت خوانی) ہے۔ اگر حضرت تشریف لے جائیں اور مجلس میں حاضر ہو جائیں۔ حضرت نے فرمایا کہ تم جاؤ ان کی قبر کی زیارت کا شرف حاصل کرو اور ان کی روحانیت کی طرف متوجہ رہنا کہ وہ کیا فرماتے ہیں۔ میں گیا اور خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے سامنے ان کی روحانیت کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ گیا اور نعت گوئی کی مجلس گرم تھی، نعت خواں اور صوفیہ کرام جوش و خروش میں تھے۔ اسی اثناء میں قبر سے خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان بدبختوں نے ہمارا دماغ چٹ کر دیا ہے اور ہمارا وقت ضائع کر دیا ہے۔ پس میں میر سید ابراہیم کی خدمت میں آیا وہ ہنسے اور فرمایا کہ اب معلوم نہیں آپ ہمیں معذور سمجھیں گے یا نہیں؟ میں نے عرض کیا حضرت! حق وہی ہے جو آپ فرماتے ہیں۔

غیر مقلد عالم مولانا فضل الرحمن ہری پوری

۱۷۴۵...... کل پیغمبروں کے جسم صحیح سالم ہیں اور قبر شریف میں زندہ ہیں اور جو کوئی قبر کے پاس درود بھیجے یا سلام کرے تو آپ خود سن لیتے ہیں اور اگر دور سے درود بھیجے تو فرشتے آپ تک پہنچا دیتے ہیں، اہل حدیث کا یہی اعتقاد ہے۔ (رسالہ درود شریف ص ۱۶)

غیر مقلد عالم مولوی رحیم بخش

۱۷۴۶...... محققین کی جماعت کا یہی مسلک ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنی مرقد میں زندہ ہیں اور ایسی حیات کے قائل ہیں کہ امت کی اطاعت کی خبر پا کر خوش ہوتے ہیں۔ (اسلام کی چودھویں کتاب ص ۴۵)

غیر مقلد عالم مولانا عبدالغفور امرتسری

۷۴۷۱...... کل پیغمبروں کے جسم زمین کے اندر صحیح وسالم ہیں اور روح تو سب کی سلامت رہتی ہے۔ پس آنحضرت ﷺ مع جسم صحیح وسالم ہیں اور قبر شریف میں زندہ ہیں اور جو کوئی قبر کے پاس درود یا سلام بھیجے تو آپ خود سن لیتے ہیں۔ اگر دور سے درود بھیجے تو فرشتے آپ تک پہنچا دیتے ہیں۔ اہل حدیث کا یہی اعتقاد ہے۔ اگرچہ یہ زندگی دنیا کی سی نہیں جس میں کھانے پینے کا احتیاج ہو اور شوکانی نے اس مسئلہ کو نیل الاوطار میں بہت عمدہ لکھا ہے۔

(ترجمہ مشکوٰۃ ج ۱ ص ۴۰۱ باب الجمعہ)

(فہرست باب دوم باعتبار طبقات)

باب دوم میں جن علمائے امت کی عبارات تفصیل سے مذکور ہیں درج ذیل میں طبقات کے اعتبار سے ان کے اسماء کی بمع سن وفات اجمالی فہرست پیش کی جارہی ہے، کسی بھی امام کا تفصیلی موقف جاننے کے لئے سن وفات کو دیکھیں اور اس کے ذریعے باب دوم میں اس کی عبارات تلاش کرلیں کیونکہ باب دوم میں سن وفات کی ترتیب سے عبارات پیش کی گئی ہیں۔ جن کا سن وفات معلوم نہیں ہوسکا یا جو ابھی حیات ہیں ان کی عبارات باب کے آخر میں درج کی گئی ہیں۔ نوٹ: صفحات کی نمبرنگ میں ایک دو نمبر کا فرق آسکتا ہے۔

عقیدہ محدثین

عقیدہ فقہائے احناف

تکمیری حنفیؒ (م ۷۲۷ھ)، ص ۱۰۶	علاء الدینؒ (م ۷۳۰ھ)، ص ۱۳۹	سنائی حنفیؒ (م ۷۳۴ھ)، ص ۱۳۹	ابن ترکمانیؒ (م ۷۳۹ھ)، ص ۱۴۰
امام زیلعیؒ (م ۷۴۳ھ)، ص ۱۴۱	حافظ مغلطائیؒ (م ۷۶۲ھ)، ص ۱۶۴	بابرتی حنفیؒ (م ۷۸۶ھ)، ص ۱۷۱	ابن ابی العزؒ (م ۷۹۲ھ)، ص ۱۷۶
زبیدی حنفیؒ (م ۸۰۰ھ)، ص ۱۸۵	سید شریفؒ (م ۸۱۶ھ)، ص ۱۹۴	امام بزازیؒ (م ۸۲۷ھ)، ص ۱۹۶	شمس الدینؒ (م ۸۴۷ھ)، ص ۲۰۳
ابن ضیاءؒ (م ۸۵۴ھ)، ص ۲۱۲	ابن الملکؒ (م ۸۵۴ھ)، ص ۲۱۳	علامہ عینیؒ (م ۸۵۵ھ)، ص ۲۱۴	ابن ہمامؒ (م ۸۶۱ھ)، ص ۲۲۵
علامہ خیالیؒ (م ۸۷۰ھ)، ص ۲۲۸	ابن قطلوبغاؒ (م ۸۷۹ھ)، ص ۲۲۹	علامہ کافیجیؒ (م ۸۷۹ھ)، ص ۲۲۹	ابن الشحنہؒ (م ۸۸۰ھ)، ص ۲۳۱
کورانیؒ (م ۸۹۳ھ)، ص ۲۳۷	شیخ زادہؒ (م ۹۵۱ھ)، ص ۲۷۸	قہستانی (م ۹۵۳ھ)، ص ۲۸۰	ابن نجیمؒ (م ۹۷۰ھ)، ص ۲۸۳
علی متقی (م ۹۷۵ھ)، ص ۲۹۲	برکویؒ (م ۹۸۱ھ)، ص ۲۹۴	ابن نجیمؒ (م ۱۰۰۵ھ)، ص ۲۹۵	ملا علی قاریؒ (م ۱۰۱۴ھ)، ص ۲۹۵
علامہ چلپیؒ (م ۱۰۲۱ھ)، ص ۳۰۷	مجدد الف ثانیؒ (م ۱۰۳۴ھ)، ص ۳۱۵	شیخ عبد الحق (م ۱۰۵۲ھ)، ص ۳۱۹	خفاجی (م ۱۰۶۹ھ)، ص ۳۳۷
فخر ملکاپوری (م ۱۰۶۹ھ)، ص ۳۳۸	ملا سیالکوٹیؒ (م ۱۰۷۰ھ)، ص ۳۴۱	نور الحقؒ (م ۱۰۷۳ھ)، ص ۳۴۲	شیخی زادہؒ (م ۱۰۷۸ھ)، ص ۳۴۲
فتاوی عالمگیری، ص ۳۴۴	حمویؒ (م ۱۰۹۸ھ)، ص ۳۴۵	مفسر حقیؒ (م ۱۱۲۷ھ)، ص ۳۵۶	سندھیؒ (م ۱۱۳۸ھ)، ص ۳۵۹
شاہ ولی اللہؒ (م ۱۱۷۶ھ)، ص ۳۶۲	ابو سعیدؒ (م ۱۱۷۶ھ)، ص ۳۶۳	قونویؒ (م ۱۱۹۵ھ)، ص ۳۷۳	کھکوئیؒ (م ۱۲۰۵ھ)، ص ۳۷۷
قاضی ثناء اللہؒ (م ۱۲۲۵ھ)، ص ۳۸۱	عبد العلیؒ (م ۱۲۲۵ھ)، ص ۳۸۲	طحطاویؒ (م ۱۲۳۱ھ)، ص ۳۸۲	شاہ عبد العزیزؒ (م ۱۲۳۹ھ)، ص ۳۸۴
پرہارویؒ (م ۱۲۳۹ھ)، ص ۳۸۸	علامہ شامیؒ (م ۱۲۵۲)، ص ۳۹۴	عابد سندھیؒ (م ۱۲۵۷ھ)، ص ۳۹۵	شاہ اسحاق (م ۱۲۶۲ھ)، ص ۴۰۰
مفسر آلوسیؒ (م ۱۲۷۰ھ)، ص ۴۰۲	عبد الحلیمؒ (م ۱۲۸۵ھ)، ص ۴۰۸	قطب الدینؒ (م ۱۲۸۹ھ)، ص ۴۰۸	احمد علیؒ (۱۲۹۷ھ)، ص ۴۱۳
میدانی (م ۱۲۹۸ھ)، ص ۴۲۰	بن سلیمانؒ (م ۱۲۹۹ھ)، ص ۴۲۲	عبد الحیؒ (م ۱۳۰۴ھ)، ص ۴۲۴	نعمان آلوسیؒ (م ۱۳۱۷ھ)، ص ۴۲۶
الٰہ آبادیؒ (م ۱۳۳۳ھ)، ص ۴۳۲	افندیؒ (م ۹۷۹ھ)، ص ۲۹۳	سویدیؒ (م ۱۲۳۷ھ)، ص ۳۸۴	خضر بکؒ (م ۸۶۳ھ)، ص ۲۲۷
عریانی (م ۱۱۸۶ھ)، ص ۲۶۷	کل تعداد: ۸۴		

(نوٹ) مذکورہ بالا تعداد کے ساتھ باب اول میں مذکور علمائے دیوبند کی تعداد کو بھی شامل کرلیا جائے۔ کیونکہ وہ بھی علمائے احناف ہیں۔

عقیدہ فقہائے مالکیہ

ابن حبیبؒ (م ۲۳۹ھ)، ص ۲۳	قیروانیؒ (م ۳۸۶ھ)، ص ۴۴	ابن ابی زمنینؒ (م ۳۹۹ھ)، ص ۴۵	قاضی باقلانیؒ (م ۴۰۳ھ)، ص ۴۷
ابو عمرو دانیؒ (م ۴۴۴ھ)، ص ۵۰	ابن بطال (م ۴۴۹ھ)، ص ۵۱	صقلی مالکیؒ (م ۴۵۱ھ)، ص ۵۱	ابن عبد البرؒ (م ۴۶۳ھ)، ص ۵۳
امام باجیؒ (م ۴۷۴ھ)، ص ۵۷	ابن رشد الجدؒ (م ۵۲۰ھ)، ص ۶۴	امام مازری مالکیؒ (م ۵۳۶ھ)، ص ۶۶	مفسر ابن عطیہؒ (م ۵۴۲ھ)، ص ۶۷
قاضی ابن العربیؒ (م ۵۴۳ھ)، ص ۶۸	قاضی عیاضؒ (م ۵۴۴ھ)، ص ۶۹	ابن قطانؒ (م ۶۲۸ھ)، ص ۸۰	ابو العباس قرطبیؒ (م ۶۵۶ھ)، ص ۸۶
مفسر قرطبی مالکیؒ (م ۶۷۱ھ)، ص ۹۱	قرافی مالکیؒ (م ۶۸۴ھ)، ص ۹۹	ابن جزی مالکیؒ (م ۷۴۱ھ)، ص ۱۴۱	امام شاطبیؒ (م ۷۹۰ھ)، ص ۱۷۵
قاضی دمامینیؒ (م ۸۲۷ھ)، ص ۱۹۶	مفسر بسیلیؒ (م ۸۳۰ھ)، ص ۱۹۸	امام مجوقیؒ (م ۸۳۷ھ)، ص ۲۰۰	مفسر ثعالبیؒ (م ۸۷۵ھ)، ص ۲۲۸
شیخ زروق (م ۸۹۹ھ)، ص ۲۳۹	امام شاذلیؒ (م ۹۳۹ھ)، ص ۲۷۳	دیار بکریؒ (م ۹۶۶ھ)، ص ۲۸۲	علامہ زرقانیؒ (م ۱۱۲۲ھ)، ص ۳۴۸
ابن قاسمؒ (م ۱۱۲۶ھ)، ص ۳۵۳	عدوی مالکیؒ (م ۱۱۸۹ھ)، ص ۳۷۱	دردیر مالکیؒ (م ۱۲۰۱ھ)، ص ۳۷۵	حسین بن غنامؒ (م ۱۲۲۵ھ)، ص ۳۸۰

صاوی مالکیؒ (م ۱۲۴۱ھ)، ص ۳۸۹	ابن علیشؒ (م ۱۲۹۹ھ)، ص ۴۲۱	شیخ صالح (م ۱۳۳۵ھ) ص ۴۳۲	محمود خطابؒ (م ۱۳۵۲ھ)، ص ۴۳۷
حسنین مخلوفؒ (م ۱۳۵۵ھ)، ص ۴۴۰	اُبی مالکی (م ۸۲۷ھ)، ص ۱۹۷	ابراہیم لقانی (م ۱۰۴۱ھ)، ص ۳۱۵	عبدالسلام لقانی (م ۱۰۷۸ھ)، ص ۳۴۲

عقیدہ فقہائے شافعیہ

امام مزنیؒ (م ۲۶۴ھ)، ص ۲۶	امام اشعریؒ (م ۳۲۴ھ)، ص ۳۲	ابن القاصؒ (م ۳۳۵ھ)، ص ۳۵	نحاسؒ (م ۳۳۸ھ)، ص ۳۶
امام آجریؒ (م ۳۶۰ھ)، ص ۴۵	امام خطابیؒ (م ۳۷۷ھ)، ص ۴۱	ابن شاہینؒ (م ۳۸۵ھ)، ص ۴۳	امام حاکمؒ (م ۴۰۵ھ)، ص ۴۸
ابن فورکؒ (م ۴۰۶ھ)، ص ۴۸	خرکوشیؒ (م ۴۰۷ھ)، ص ۴۸	امام لالکائیؒ (م ۴۱۸ھ)، ص ۳۹	استاذ ابو منصورؒ (م ۴۲۹ھ)، ص ۴۹
امام بیہقیؒ (م ۴۵۸ھ)، ص ۵۲	مفسر قشیریؒ (م ۴۶۵ھ)، ص ۵۴	طاہر اسفرائنیؒ (م ۴۷۱ھ)، ص ۵۵	امام الحرمینؒ (م ۴۷۸ھ)، ص ۵۷
امام متولیؒ (م ۴۷۸ھ)، ص ۵۸	ابو المظفرؒ (م ۴۸۹ھ)، ص ۵۹	امام غزالیؒ (م ۵۰۵ھ)، ص ۶۱	امام بغویؒ (م ۵۱۶ھ)، ص ۶۳
شہرستانیؒ (م ۵۴۸ھ)، ص ۷۰	امام سمعانیؒ (م ۵۵۰ھ)، ص ۷۰	عمرانیؒ (م ۵۵۸ھ)، ص ۷۱	ابن عساکرؒ (م ۵۷۱ھ)، ص ۷۳
امام رازیؒ (م ۶۰۶ھ)، ص ۷۷	ابن اثیر جزریؒ (م ۶۰۶ھ)، ص ۷۸	ابن الموفقؒ (م ۶۱۵ھ)، ص ۷۸	امام آمدیؒ (م ۶۳۱ھ)، ص ۸۰
ابن نجارؒ (م ۶۴۳ھ)، ص ۸۴	حافظ منذریؒ (م ۶۵۶ھ)، ص ۸۶	سلطان العلماءؒ (م ۶۶۰ھ)، ص ۸۹	امام نوویؒ (م ۶۷۶ھ)، ص ۹۵
بیضاویؒ (م ۶۸۵ھ)، ص ۱۰۰	طبریؒ (م ۶۹۴ھ)، ص ۱۰۲	ابن دقیقؒ (م ۷۰۲ھ) ص ۱۰۴	ابن رفعہؒ (م ۷۱۰ھ) ص ۱۰۴
قونویؒ (م ۷۲۹ھ)، ص ۱۳۸	صاحب مشکوۃؒ (م ۷۴۱ھ)، ص ۱۴۰	مفسر خازنؒ (م ۷۴۱ھ)، ص ۱۴۰	علامہ طیبیؒ (م ۷۴۳ھ)، ص ۱۴۱
ابو حیانؒ (م ۷۴۵ھ)، ص ۱۴۵	امام ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ)، ص ۱۴۶	اصفہانی (م ۷۴۹ھ)، ص ۱۴۷	سبکیؒ (م ۷۵۶ھ)، ص ۱۶۲
قاضی ایجیؒ (م ۷۵۶ھ)، ص ۱۶۳	حافظ علائیؒ (م ۷۶۱ھ)، ص ۱۶۳	ابن محلہؒ (م ۷۶۴ھ) ص ۱۶۵	یافعیؒ (م ۷۶۸ھ)، ص ۱۶۵
ابن نقیبؒ (م ۷۶۹ھ)، ص ۱۶۶	امام سبکیؒ (م ۷۷۱ھ)، ص ۱۶۶	ابن کثیرؒ (م ۷۷۴ھ)، ص ۱۶۷	کرمانیؒ (م ۷۸۶ھ)، ص ۱۷۳
ابن الصاحبؒ (م ۷۸۸ھ)، ص ۱۷۵	تفتازانیؒ (م ۷۹۳ھ)، ص ۱۷۹	زرکشیؒ (م ۷۹۴ھ) ص ۱۸۰	عاقولیؒ (م ۷۹۷ھ) ص ۱۸۴
اَرْدَبیلیؒ (م ۷۹۹ھ)، ص ۱۸۴	ابو المعالیؒ (م ۸۰۳ھ)، ص ۱۸۶	ابن ملقنؒ (م ۸۰۴ھ)، ص ۱۸۶	عراقیؒ (م ۸۰۶ھ)، ص ۱۹۰
ہیثمی (م ۸۰۷ھ)، ص ۱۹۱	دمیریؒ (م ۸۰۸ھ)، ص ۱۹۲	مراغیؒ (م ۸۱۶ھ)، ص ۱۹۳	ابو زرعہؒ (م ۸۲۶ھ) ص ۱۹۵
برماویؒ (م ۸۳۱ھ)، ص ۱۹۸	بوصیریؒ (م ۸۴۰ھ)، ص ۲۰۲	ابن ارسلانؒ (م ۸۴۴ھ)، ص ۲۰۲	مقریزیؒ (م ۸۴۵ھ)، ص ۲۰۳
ابن حجرؒ (م ۸۵۲ھ)، ص ۲۰۵	علامہ محلیؒ (م ۸۶۴ھ) ص ۲۲۷	ابشیطیؒ (م ۸۸۰ھ)، ص ۲۳۲	ابن قاوانؒ (م ۸۸۹ھ) ص ۲۳۵
یحییٰ عامریؒ (م ۸۹۳ھ) ص ۲۳۷	شکوریؒ (م ۸۹۴ھ) ص ۲۳۹	علامہ سخاویؒ (م ۹۰۲ھ)، ص ۲۴۱	ابن ابی شریفؒ (م ۹۰۵ھ)، ص ۲۴۲
سمہودیؒ (م ۹۱۱ھ) ص ۲۴۳	علامہ سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) ص ۲۴۸	علامہ قسطلانیؒ (م ۹۲۳ھ) ص ۲۶۰	زکریا انصاریؒ (م ۹۲۶ھ) ص ۲۷۰
محقق دوانیؒ (م ۹۲۸ھ) ص ۲۷۱	صالحیؒ (م ۹۴۲ھ) ص ۲۷۳	سنجریؒ م ۹۵۶ھ) ص ۲۸۰	امام رملیؒ (م ۹۵۷ھ)، ص ۲۸۲
عمیرہؒ (م ۹۵۷ھ) ص ۲۸۲	امام شعرانیؒ (م ۹۷۳ھ) ص ۲۸۴	ہیتمیؒ (م ۹۷۴ھ) ص ۲۸۵	شربینیؒ (م ۹۷۷ھ) ص ۲۹۳
رملیؒ (م ۱۰۰۴ھ) ص ۲۹۵	مناویؒ (م ۱۰۳۱ھ) ص ۳۰۸	علامہ حلبیؒ (م ۱۰۴۴ھ) ص ۳۱۶	ابن علانؒ (م ۱۰۵۷ھ) ص ۳۳۶
خفاجیؒ (م ۱۰۶۱ھ) ص ۳۳۷	عزیزیؒ (م ۱۰۷۰ھ) ص ۳۳۹	شبراملسیؒ (م ۱۰۸۷ھ) ص ۳۴۳	کورانیؒ (م ۱۱۳۸ھ) ص ۳۵۹

خلیلیؒ (م ۱۱۴۷ھ) ص ۳۶۰	علامہ جملؒ (م ۱۲۰۴ھ) ص ۳۷۵	بیجرمیؒ (م ۱۲۲۱ھ) ص ۳۷۹	عطارؒ (م ۱۲۵۰ھ) ص ۳۹۱
سعید حضرمیؒ (م ۱۲۷۰ھ) ص ۴۰۶	شروانیؒ (م ۱۳۰۱ھ) ص ۴۲۳	دمیاطیؒ (م ۱۳۱۰ھ) ص ۴۲۶	محمد بن عمرؒ (م ۱۳۱۶ھ) ص ۴۲۶
عبدالحمیدؒ (م ۱۳۳۵ھ) ص ۴۳۲	ہرری (مدرس مسجد حرام) ص ۵۰۲	ابوشجاع (م ۴۸۸ھ) ص ۵۹	ابن سیدالناس (م ۷۳۴ھ) ص ۱۳۹
کل تعداد: ۱۰۸			

عقیدہ فقہائے حنبلیہ

امام احمدؒ (م ۲۴۱ھ)، ص ۲۳	کرمانیؒ (م ۲۸۰ھ)، ص ۲۷	امام بربہاریؒ (م ۳۲۹ھ)، ص ۳۳	ابن مندہؒ (م ۳۹۵ھ)، ص ۴۵
ابن البناؒ (م ۴۷۱ھ)، ص ۵۵	ابن ابی یعلیٰؒ (م ۵۲۶ھ)، ص ۶۵	ابن ہبیرہؒ (م ۵۶۰ھ)، ص ۷۱	شیخ جیلانیؒ (م ۵۶۱ھ)، ص ۷۲
عبدالرزاقؒ (م ۵۹۵ھ) ص ۷۵	ابن جوزیؒ (م ۵۹۷ھ)، ص ۷۵	عبدالغنی مقدسیؒ (م ۶۰۰ھ) ص ۷۶	ابن قدامہؒ (م ۶۲۰ھ) ص ۷۸
عبدالرحمن مقدسیؒ (م ۶۲۴ھ)، ص ۸۰	ضیاء الدینؒ (م ۶۴۳ھ)، ص ۸۴	عبدالرحمن مقدسیؒ (م ۶۸۲ھ)، ص ۹۸	ابن قدامہؒ (م ۶۸۹ھ)، ص ۱۰۱
امام طوفیؒ (م ۷۱۶ھ) ص ۱۰۵	ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ)، ص ۱۰۷	ابن عبدالہادیؒ (م ۷۴۴ھ)، ص ۱۴۳	ابن قیمؒ (م ۷۵۱ھ)، ص ۱۴۷
ابن مفلحؒ (م ۷۶۳ھ)، ص ۱۶۴	ابن عادلؒ (م ۷۷۵ھ)، ص ۱۶۹	[illegible] (م ۷۸۵ھ)، ص ۱۷۰	ابن رجبؒ (م ۷۹۵ھ) ص ۱۸۰
ابن مفلحؒ (م ۸۸۴ھ)، ص ۲۳۴	مرداویؒ (م ۸۸۵ھ)، ص ۲۳۵	ابوالنجاؒ (م ۹۶۸ھ)، ص ۲۸۳	ابن نجارؒ (م ۹۷۲ھ) ص ۲۸۴
مرعیؒ (م ۱۰۳۳ھ) ص ۳۱۴	بہوتیؒ (م ۱۰۵۱ھ) ص ۳۱۸	عبدالقادرؒ (م ۱۱۳۵ھ) ص ۳۵۸	سفارینیؒ (م ۱۱۸۸ھ) ص ۳۶۸
خلوتیؒ (م ۱۱۹۲ھ) ص ۳۷۳	مصطفیٰؒ (م ۱۲۴۳ھ) ص ۳۹۰	ابوبطینؒ (م ۱۲۸۲ھ) ص ۴۰۶	عبدالقادرؒ (م ۱۳۴۶ھ) ص ۴۳۵

عقیدہ صوفیہ ومشائخ

ابن الجلاءؒ (م ۳۰۶ھ)، ص ۳۰	ابوعثمانؒ (م ۳۷۳ھ) ص ۴۱	ابوطالب مکیؒ (م ۳۸۶ھ) ص ۴۴	علی الحریریؒ (م ۶۲۲ھ) ص ۸۰
شیخ ہانسویؒ (م ۶۵۹ھ) ص ۸۸	شیخ دسوقیؒ (م ۶۷۶ھ) ص ۹۷	جہاں گشتؒ (م ۸۸۲ھ) ص ۲۳۳	شیخ شاذلیؒ (م ۸۸۲ھ) ص ۲۳۴
علی بن شہابؒ (م ۸۹۱ھ) ص ۲۳۶	علی الخواصؒ (م ۹۳۲ھ) ص ۲۷۲	سلطان باہوؒ (م ۱۱۰۲ھ) ص ۳۴۶	شیخ دباغؒ (م ۱۱۳۲ھ) ص ۳۵۸
نظام الدین (م؟) ص ۵۴۳	میر سید ابراہیمؒ (م؟) ص ۵۴۳	شیخ ابوالخیرؒ (م ۳۴۳ھ) ص ۳۶	شیخ احمد (م ۳۸۷ھ)، ص ۴۵

عقیدہ علمائے عرب (دور حاضر ودور قریب)

ابن عبدالوہابؒ (م ۱۲۰۶ھ)، ص ۳۷۸	عبدالعزیز بن محمد (م ۱۲۱۸ھ) ص ۳۷۹	سلیمان، آل شیخ (م ۱۲۳۳ھ) ص ۳۸۴	عبداللہ، آل شیخ (م ۱۲۴۲ھ) ص ۳۹۰
عبدالرحمن، آل شیخ (م ۱۲۸۵ھ) ص ۴۰۸	عبداللطیف آل شیخ (م ۱۲۹۳ھ) ص ۴۱۲	شیخ احمد نجدیؒ (م ۱۳۲۷ھ) ص ۴۲۹	ابن الکتانی اندلسیؒ (م ۱۳۴۵ھ) ص ۴۳۴
شرنوبلی ازہری (م ۱۳۴۸ھ) ص ۴۳۵	ابن سحمان نجدیؒ (م ۱۳۴۹ھ) ص ۴۳۳	محمد خضر شنقیطیؒ (م ۱۳۵۴ھ) ص ۴۳۸	عبدالرحمن جزیری (م ۱۳۶۰ھ) ص ۴۴۱
عبدالقادر کیلانیؒ (م ۱۳۶۲ھ) ص ۴۴۲	مبارک جزائری (م ۱۳۶۴ھ) ص ۴۴۲	محمد بن عبداللطیف (م ۱۳۶۷ھ) ص ۴۴۲	فیصل نجدی (م ۱۳۷۶ھ) ص ۴۴۳
ابن احمد الحکمیؒ (م ۱۳۷۷ھ) ص ۴۴۳	احمد بن البنا (م ۱۳۷۸ھ) ص ۴۴۵	محمد بن ابراہیمؒ (م ۱۳۸۹ھ) ص ۴۴۸	عبدالرحمن نجدیؒ (م ۱۳۹۲ھ) ص ۴۴۸
شیخ امین شنقیطیؒ (م ۱۳۹۳ھ) ص ۴۵۰	عبدالقادر (م ۱۳۹۸ھ) ص ۴۵۳	عبداللہ نجدی (م ۱۴۰۱ھ) ص ۴۵۴	عمر حملاوی جزائری (م ۱۴۰۵ھ) ص ۴۵۵

سعید حوی شامی (م ۱۴۰۹ھ) ص ۴۵۵	ابن سعید اللحجی (م ۱۴۱۰ھ) ص ۴۵۶	عبدالرزاق عفیفی (م ۱۴۱۵ھ) ص ۴۶۱	سید سابق مصریؒ (م ۱۴۲۰ھ) ص ۴۶۲
شیخ عطیہ سالمؒ (م ۱۴۲۰ھ) ص ۴۶۳	شیخ بن بازؒ (م ۱۴۲۰ھ)، ص ۴۶۴	علامہ البانیؒ (م ۱۴۲۰ھ) ص ۴۶۹	شیخ ابن عثیمینؒ (م ۱۴۲۱ھ) ص ۴۷۱
شیخ عبدالعزیز بن محمد (م ۱۴۲۲ھ) ص ۴۷۹	عبداللہ الهمام (م ۱۴۲۳ھ) ص ۴۸۰	عطیہ صقر (م ۱۴۲۷ھ) ص ۴۸۱	شیخ حسن ایوب (م ۱۴۲۹ھ) ص ۴۸۱
شیخ ابن جبرین (م ۱۴۳۰ھ) ص ۴۸۲	موسیٰ شاہین (م ۱۴۳۰ھ) ص ۴۸۵	ابن سلیمان اشقر (م ۱۴۳۳ھ) ص ۴۸۶	ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ (م ۱۴۳۶ھ) ص ۴۸۷
صالح بن عبدالعزیز آل شیخ، ص ۴۹۲	شیخ صالح الفوزان حنبلی، ص ۴۹۵	شیخ عبدالمحسن العباد، ص ۴۹۷	الدکتور محمد الخمیس، ص ۵۰۰
شیخ عبدالعزیز الراجحی، ص ۵۰۱	شیخ عمر بن سعود، ص ۵۰۴	محمد بن خلیفہ تمیمی، ص ۵۰۵	عبدالکریم الخضیر، ص ۵۰۵
علی بن نایف الشحود، ص ۵۰۶	عبدالعزیز، آل عبداللطیف، ص ۴۹۲	الشیخ السدیس، ص ۵۰۷	عبداللہ الغنیمان، ص ۵۰۸
ارنؤوط حنفیؒ (م ۱۴۳۸ھ)، ص ۴۹۰	احمد بن عمر حازمی، ص ۵۰۹	احمد فرید، ص ۵۰۹	ابن ابراہیم تویجری، ص ۵۱۰
دکتور سعید بن علی قحطانی، ص ۵۱۲	دکتور محمد مصطفیٰ حلمی، ص ۵۱۵	ناصر بن عبدالکریم العقل، ص ۵۱۵	صلاح عبدالفتاح الخالدی، ص ۵۱۶
محمود محمد غریب، ص ۵۱۷	محمد حسن عبدالغفار، ص ۵۲۲	احمد محمود الشوابکہ، ص ۵۱۷	ابو محمد عبدالکریم بن صالح، ص ۵۱۷
محمد بن علی العجوبی دلوی، ص ۴۹۰	ابو ہاشم المغاسی، ص ۵۱۸	یوسف بن محمد علی الغفیص، ص ۵۱۹	عبدالرحیم بن صمایل السلمی، ص ۵۲۱

مشہور عرب مجلات، فتاویٰ، ویب سائٹس

مجلۃ الجامعۃ الاسلامیۃ بالمدینۃ المنورۃ، ص ۵۲۲	مجلۃ جامعۃ ام القریٰ (مکہ)، ص ۵۲۳	مجلۃ البحوث الاسلامیہ (ریاض، سعودیہ)، ص ۵۲۴
فتاوی اللجنۃ الدائمۃ (سعودیہ)، ص ۵۲۸	الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیہ (کویت)، ص ۵۳۰	فتاوی دار الافتاء المصریۃ، ص ۵۳۴
فتاوی واستشارات الاسلام الیوم (ویب سائٹ)، ص ۵۴۱	موقع الاسلام سوال وجواب (ویب سائٹ)، ص ۵۴۲	

عقیدہ علمائے غیر مقلدین

امیر صنعانیؒ (م ۱۱۸۲ھ)، ص ۳۶۵	قاضی شوکانیؒ (م ۱۲۵۰ھ)، ص ۳۹۲	صدیق حسن (م ۱۳۰۷ھ)، ص ۴۲۵	نذیر حسین (م ۱۳۲۰ھ)، ص ۴۲۸
سہسوانی (م ۱۳۲۶ھ)، ص ۴۲۹	اشرف عظیم آبادیؒ (م ۱۳۲۹ھ)، ص ۴۳۰	مبارکپوریؒ (م ۱۳۵۳ھ)، ص ۴۳۵	اسماعیل سلفی (م ۱۳۸۷ھ)، ص ۴۴۶
عطاء اللہ حنیف (م ۱۴۰۸ھ) ص ۴۵۵	عبیداللہ مبارکپوریؒ (م ۱۴۱۴ھ) ص ۴۵۶	فضل الرحمن ہری پوری (م؟)، ص ۵۴۳	مولوی رحیم بخش (م؟)، ص ۵۴۴
عبدالغفور امرتسری (م؟)، ص ۵۴۲			

متفرق

مفسر زاہدؒ (م ۵۴۰ھ)، ص ۶۶	ابن دحیہؒ (م ۶۳۳ھ)، ص ۸۲	نظام الدینؒ (م ۸۵۰ھ)، ص ۲۰۳	علامہ ایوبیؒ (م؟)، ص ۵۴۳
السعدیؒ (م ۵۱۵ھ)، ص ۶۴	محمد امین محبیؒ (م ۱۱۱۱ھ)، ص ۳۴۶	سفرینیؒ (م ۱۱۱۹ھ) ص ۳۴۶	عجلونیؒ (م ۱۱۷۱ھ)، ص ۳۶۰
ابو طاہر (م بعد ۱۱۷۲ھ)، ص ۳۶۱	شرقاوی (م ۱۲۴۷ھ)، ص ۳۹۱	محمود شکریؒ (م ۱۳۴۲ھ)، ص ۴۳۳	ابن نجار (چوتھی صدی)، ص ۲۹
محمد التمیمی۔ ص ۵۴۲	قاضی عبداللہ (م ۶۴۶ھ)، ص ۸۴		

باب ششم ...... (عقیدہ اہل السنۃ والجماعۃ علمائے دیوبند رحمۃ اللہ علیہم)

اس باب کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ حصہ دوم میں مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے پیر خانہ و تلامذہ کا عقیدہ بیان کیا گیا ہے اور حصہ اول میں ان کے ماسواء دیگر اکابرین دیوبند رحمۃ اللہ علیہم کا عقیدہ بیان کیا گیا ہے۔ (۵۰ سے زائد علماء کی ۵۴۴ رعبارات)

حصہ اول

عقیدہ بانی دارالعلوم دیوبند حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۹۷ھ)

۱ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب بھی قبر میں زندہ ہیں اور گوشہ نشینوں اور چلہ کشوں کی مانند گوشہ تنہائی میں ہیں۔ (آب حیات ص ۲)

۲ (۱) انبیاء علیہم السلام کے جسموں کا سالم و محفوظ ہونا، (۲) ازواج مطہرات سے ہمیشہ کے لئے نکاح کا حرام ہونا اور (۳) انبیاء علیہم السلام کے مال کا بطور وراثت تقسیم نہ ہونا، ان تین امور سے ارباب فکر و نظر کا ذہن اول تو اس جانب منتقل ہوتا ہے کہ مذکورہ تینوں امور زندگی کے احکام و ثمرات ہیں جیسے دھوپ اور چاندنا اور مختلف قسم کے معاملات، حرکات اور شور و شغف کو دیکھ کر بے دیکھے آفتاب کے طلوع ہونے کا یقین ہو جاتا ہے ایسے ہی مذکورہ تینوں امور سے انبیاء علیہم السلام کا زندہ ہونا معلوم ہو جاتا ہے۔ بلکہ جیسے مذکورہ صورت میں فقط چاندنا اور دھوپ کا نمایاں ہونا دن کے ہونے اور آفتاب کے طلوع ہونے کے لئے بہ نسبت اور باتوں کے دلیل کامل ہے اور تن تنہاء کافی ہے۔ اسی طرح یہاں پر مذکورہ تینوں باتیں ایسی ہی ہیں کہ ان میں سے ہر ایک اثبات حیات کے لئے کافی ہے۔ (آب حیات ص ۵)

۳ ... غرضیکہ آفتاب اور نور آفتاب کے درمیان جس قدر باہمی لزوم ہے زندگی اور مذکورہ تین امور (یعنی انبیاء علیہم السلام کے اجساد کا محفوظ ہونا، ازواجِ مطہرات کے ساتھ نکاح کا حرام ہونا، اموال انبیاء میں وراثت کا جاری نہ ہونا) کے درمیان لزوم اس سے بھی قوی تر ہے۔ سو مذکورہ تین امور سے ثبوت حیات پر استدلال کرنا زیادہ قوی اور مضبوط ہوگا نور آفتاب سے طلوع آفتاب پر استدلال کرنے سے۔ (آب حیات ص ۲۵، ۲۶)

۴..... تحریر سے اصلی غرض باغ فدک کی میراث کے سلسلہ میں اعتراض کا جواب ہے۔ سو وہ جبھی ہو سکتا ہے کہ حیات نبوی حیات دنیوی ہو اور پھر وہ بھی لگاتار برابر بدستور چلی آتی ہو۔ (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ساتر حیات ہو مزیل حیات نہ ہو کہ حیات کے ظاہری اثرات ختم ہو جائیں لیکن باطن میں مخفی حیات اور علم و شعور باقی رہے) (آب حیات ص ۲۷)

۵... علاوہ ازیں ایسی روایتیں اور آیتیں ہیں کہ نہ میراث کی آیتوں کے مخالف نہ کسی اور آیت کے معارض، اس کے باوجود اثبات حیات کے لئے مؤید ہیں۔ ان میں سے ایک تو وہ روایت ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس نے میرے مرنے کے بعد میری زیارت کی تو گویا اس نے جیتے جی میری زیارت کی۔ اس کلام سے غرض سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے مشتاقانِ دیدار کے غمگین دل کی تسکین ہے جو کم نصیبی سے آپ کی زیارت سے محروم رہے، سو یہ تسکین خاطر جبھی ہو سکتی ہے کہ آپ زندہ ہوں۔ دوسرے وہ روایت جس کا مضمون یہ ہے کہ جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر جفا کی۔ تیسرے وہ روایتیں جن سے انبیاء کا قبور میں نماز پڑھنا ثابت ہوتا ہے۔ چوتھی وہ روایت جس سے بالخصوص

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبر میں نماز پڑھنا ثابت ہوتا ہے۔ پانچویں معراج کی روایت جس سے گزشتہ انبیاء کا رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھنا اور بہ ترتیب معروف آسمانوں میں ان سے ملاقات کا ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ان روایات میں سے بعض روایات کا باعتبار سند کے چنداں قوی نہ ہونا مضر نہیں۔ کیوں کہ چند ضعیف احادیث مل کر اسی طرح قوی ہو جاتی ہیں جیسے بہت سی احادیث مل کر متواتر بن جاتی ہیں۔ یہاں تو فقط ضعیف احادیث ہی نہیں بلکہ دو ضعیف ہیں تو دو صحیح بھی ہیں۔ رہی آیتیں سو ایک تو ان میں سے یہ آیت ہے: ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاءوك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما (النساء: ۶۴) (جن لوگوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا اگر تحقیق وہ اس وقت آپ کے پاس آتے اللہ سے بخشش طلب کرتے اور رسول بھی ان کے لئے بخشش طلب کرتا تو وہ اللہ کو پاتے توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا) کیوں کہ اس میں سے کسی کی تخصیص نہیں آپ کے ہم عصر ہوں یا (تا قیامت) بعد کے امتی ہوں اور تخصیص ہو تو کیوں کر ہو آپ کا وجود تمام امت کی تربیت کے لئے یکساں رحمت ہے اور پچھلے امتیوں کا آپ کی خدمت میں آنا اور استغفار کرنا اور کرانا جب ہی ممکن ہے کہ آپ قبر میں زندہ ہوں اور اگر (بالفرض) آپ کے ہمعصر لوگوں کے ساتھ یہ فضیلت مخصوص تھی، تو آیت: النبی اولیٰ بالمومنین من انفسهم وازواجه امهتهم (نبی زیادہ نزدیک ہے مومنوں سے بہ نسبت ان کی جانوں کے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں) کے دونوں جملے جدا جدا آپ کی حیات پر ایسی طرح دلالت کرتے ہیں کہ ان شاء اللہ العزیز! قرآن کے ماننے والوں کو تو انکار کی گنجائش نہیں اور جو شخص قرآن کے انکار سے گمراہ لوگوں کے زمرہ میں داخل ہو چکا ہو اس کو راہ پر لانے کی کوئی تدبیر نہیں۔ (آب حیات ص ۴۰، ۴۱)

۶...... ازواجِ مطہرات کے ساتھ نکاح کی حرمت اگر حیات سرور کائنات علیہ السلام کا نتیجہ و ثمرہ نہیں بلکہ ازواج مطہرات کے امہات ہونے پر متفرع ہے تو ازواج مطہرات کا امہات ہونا آپ کی حیات پر متفرع ہے اور حیات کا نتیجہ و ثمرہ ہے بلکہ سب خصائص نبوی خواہ باب نکاح سے متعلق ہوں یا نہ ہوں۔ اگر غور کیجئے تو اسی بات پر متفرع معلوم ہوتے ہیں جو سرور کائنات علیہ السلام کی حیات کے دوام و بقا اور استمرار کا موجب ہے۔ (آب حیات ص ۴۱)

۷...... آپ کے تمام خصائص نکاح، حرمت ازواج ہو یا اور کچھ، ازواج کا امہات ہونا ہو یا اور کچھ، سب اسی بات پر متفرع ہیں کہ آپ کی (مخفی باطنی) حیات قابل زوال اور ممکن الانفکاک نہیں۔ سو اگر متقدمین نے ازواجِ مطہرات کے نکاح کی حرمت کو ان کے امہات ہونے پر متفرع کیا ہے تو یہ خاکپائے متقدمین و متاخرین ان کے امہات ہونے کو آپ کی حیات پر متفرع دیکھتا ہے۔ غرض ہماری بات پھر بھی ہاتھ سے نہیں جاتی بلکہ حیات نبوی اور بھی مدلل ہو جاتی ہے۔ (آب حیات ص ۴۱)

۸...... رسول اللہ ﷺ اور مؤمنین کی موت میں مثل حیات کے فرق ہے کہ حیات نبوی قابل زوال نہیں اور حیات مؤمنین قابل زوال ہے۔ اس لئے وقتِ موت حیات نبوی ﷺ زائل نہ ہوگی۔ ہاں! مستور ہو جائے گی اور حیات مؤمنین ساری یا آدھی زائل ہو جائے گی۔ اس حیات کے مستور ہونے میں رسول اللہ ﷺ کو مثل آفتاب سمجھئے کہ سورج گرہن کے وقت اس کا نور مستور ہو جاتا ہے زائل نہیں ہوتا یا مثل شمع چراغ خیال فرمایئے کہ جب اس کو کسی ہنڈیا یا مٹکے میں رکھ کر اوپر سے سرپوش رکھ دیجئے تو اس کا نور مستور ہو جاتا ہے زائل نہیں ہوتا۔ (آب حیات ص ۱۶۰)

۹...... ازواج واموال سے انبیاء علیہم السلام کا تعلق حیات منقطع نہیں ہوتا۔ اس لئے ازواجِ نبی ﷺ نیز اموال نبی بدستور آپ کے نکاح اور آپ کی ہی ملک میں باقی ہیں اور اغیار کو ازواجِ مطہرات کے ساتھ نکاح کا اور ورثہ کو تقسیم اموال کا اختیار نہیں۔ خلاصہ یہ کہ موتِ انبیاء اور موت عوام میں زمین وآسمان کا فرق ہے وہاں (موت انبیاء میں) استتار حیات (حیات کا چھپنا) زیر پردہ موت ہے اور یہاں انقطاع حیات بوجہ عروض موت ہے۔ (آب حیات ص ۱۶۸)

۱۰...... انبیاء علیہم السلام کی ارواحِ طیبہ کو موت کے بعد بھی وہی تعلق اپنے اجسام سے رہتا ہے جو موت سے قبل تھا، یہی وجہ ہے کہ ان کے اجساد مثل اجساد احیاء پھولتے پھٹتے نہیں جیسا کہ احادیث میں موجود ہے اور یہی وجہ ہے کہ ان کے ازواج مثل ازواجِ احیاء اوروں سے نکاح کرنے کا اختیار نہیں رکھتے، اور یہی وجہ ہے کہ ان کے اموال کو مثل اموال احیاء ان کے وارث تقسیم نہیں کر سکتے اور اس وجہ سے حدیث: لا نورث کو معارض آیت: یوصیکم اللہ، اور آیت ولا تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدا کو معارض آیت: والذین یتوفون منکم و یذرون ازواجا نہیں کہہ سکتے۔ کیوں کہ آیت: یوصیکم اللہ اور آیت: والذین یتوفون کے مصداق وہ ہیں جن کی ارواح کو ان کے ابدان کے ساتھ وہ تعلق نہ رہا جو حالت حیات میں تھا۔ (جمال قاسمی ص ۱۸)

۱۱...... سکتہ والے کی روح مقید ہو جاتی ہے مگر اس کا قید خانہ یہی جسم خاکی ہوتا ہے اس لئے وہ پھیلاؤ جو افعال اختیاریہ کے ظہور کے ذریعے ہوا کرتا ہے۔ ایسی طرح بند ہو جاتا ہے جیسے چراغ پر کسی ظرف کے رکھ دینے کے وقت اس کے نور کا پھیلاؤ بند ہو جاتا ہے۔ سو یہی صورت بعینہٖ انبیاء علیہم السلام کی موت کی سمجھئے، اتنا فرق ہے کہ سکتہ میں سوائے بعض مواقع تمام اعضاء میں سے روح کھینچ لیتے ہیں اور اس وجہ سے اگر تدبیر مناسب بن نہ پڑے تو رفتہ رفتہ بالکل کھینچ کر باہر کر دیتے ہیں اور ارواحِ انبیاء کو بدن کے ساتھ علاقہ بدستور رہتا ہے، پر اطراف وجوانب سے سمٹ آتی ہے اور اس لئے حیات جسمانی کو بہ نسبت پہلے کے ایسی طرح قوت ہو جاتی ہے جیسے ظرف مذکور کے رکھ دینے کے بعد چراغ کے شعلہ میں نورانیت بڑھ جاتی ہے اور سکتہ میں ایسا ہو جاتا ہے جیسے چراغ ٹمٹمانے لگے اور گل ہونے کے قریب ہو۔ بہر حال ارواحِ انبیاء کرام علیہم السلام کو بدستور اپنے ابدان کے ساتھ تعلق رہتا ہے بلکہ کیفیتِ حیات میں اور بھی قوت آجاتی ہے۔ (جمال قاسمی ص ۱۹)

۱۲...... بقائے اجساد کا انبیاء علیہم السلام کے لئے ضروری ہونا اور سواء اُن کے اوروں کے لئے ضروری نہ ہونا اور ازواجِ انبیاء کرام علیہم السلام کو نکاحِ ثانی کی اجازت نہ ہونا اور اوروں کی ازواج کے لئے اس اجازت کا ہونا اور اموال انبیاء علیہم السلام میں میراث کا جاری نہ ہونا اور اوروں کے اموال میں جاری ہونا اس پر شاہد ہے کہ ارواحِ انبیاء کرام علیہم السلام کا اخراج نہیں ہوتا۔ فقط مثل نور چراغ اطراف وجوانب سے قبض کر لیتے ہیں۔ یعنی سمیٹ لیتے ہیں اور سواء اُن کے اوروں کی ارواح کو خارج کر دیتے ہیں۔ (جمال قاسمی ص ۲۵)

۱۳...... سماع انبیاء بعد از وفات زیادہ قرین قیاس ہے اور اسی لئے ان کی زیارت بعد وفات بھی ایسے ہی ہے جیسے ایام حیات میں اَحیاء کی زیارت ہوا کرتی ہے اور اس وجہ سے یوں نہیں کہہ سکتے کہ زیارت نبوی ﷺ مثل زیارت مسجد، زیارت مکان ہے۔ (جمال قاسمی ص ۱٦)

۱۴...... انبیاء کرام کو ابھی اجسام دنیوی کے تعلق کے اعتبار سے زندہ سمجھتا ہوں پر حسب ہدایت: کل نفس

ذائقۃ الموت اور انک میت وانہم میتون تمام انبیاء کرام علیہم السلام خاص کر حضرت سرور انام ﷺ کی نسبت موت کا اعتقاد بھی ضروری ہے اور اس ظاہری موت کی وجہ سے حضرات انبیاء علیہم السلام کا قبروں میں مستور ہو جانا بمنزلہ چلہ کشی یا پردہ نشینی یا گوشہ نشینی سمجھا جائے گا۔ لیکن انبیاء کرام کی زندگی زیر پردۂ موت ظاہر بینوں کی نظر سے مستور ہے بمثل امت کے۔ اُن (انبیاء) کی موت میں زوال نہیں۔ (لطائف قاسمیہ ص ۴،۳)

۱۵ ... رسول اللہ ﷺ بلکہ تمام انبیاء بالیقین قبر میں زندہ ہیں تو اس صورت میں آپ کی ملک زائل ہونے ہی نہیں پائی جو وارثوں کی ملک اس کے قائم مقام ہو، بلکہ جیسے ہم تم کہیں چلے جائیں یا کسی گوشہ میں بیٹھ رہیں اور ہمارے لواحق وغیرہ ہماری اشیاء کو برتیں تو اس سے ہماری ملک زائل نہیں ہوتی اور برتنے والے وارث، مالک نہیں ہو جاتے اور حدیث: لانورث ماترکناہ صدقۃ (ہمارے مال میں وراثت جاری نہیں ہوتی بلکہ ہم جو کچھ چھوڑیں وہ صدقہ ہوتا ہے) جو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اس حدیث کی حکمت بھی یہی معلوم ہوتی ہے کہ آپ اب تک بقید حیات ہیں، پر شیعہ نہ سمجھیں تو کیا کیجئے۔ (ہدیۃ الشیعہ ص ۳۶۰)

۱۶ ... حضرت انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں، اُن کی موت اُن کی حیات کے لئے ساتر ہے، رافع حیات اور دافع حیات نہیں ہے۔ (آب حیات ص ۴۲)

۱۷ قوت حیات جس کو قوت سامعہ کی قوت بھی لازم ہے انبیاء میں، اس بات کو مقتضی ہے کہ اس قوت کا تعلق قوت سامعہ سے اُس ضعف واسطہ کا تدارک ہو جائے اور ان کا سماع بعد وفات بھی بدستور باقی رہے۔ (جمال قاسمی)

عقیدہ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۲۳ھ)

۱۸ آپ ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں۔ ونبی اللہ حی یرزق (اور اللہ کے نبی زندہ ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے) اس مضمونِ حیات کو مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسالہ آب حیات میں ایسا ثابت کیا ہے کہ مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ (ہدایۃ الشیعہ ص ۴۴)

فائدہ: معلوم ہوا کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ بھی آب حیات کے مضامین پر حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ متفق ہیں۔

۱۹ ... ولان النبیین صلوات اللہ علیہم اجمعین لما کانوا احیاء فلا معنی لتوریث الاحیاء منہم اور چونکہ انبیاء علیہم السلام سب کے سب (مخفی باطنی حیات کے بقاء کے ساتھ) زندہ ہیں۔ اس لئے ان کے مال سے زندہ لوگوں کو وراثت ملنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ (الکوکب الدری ج۱ ص ۴۲۳)

۲۰ ...... استعانت کی تیسری قسم یہ ہے کہ قبر کے پاس جا کر کہے کہ اے فلاں! تم میرے واسطے دعا کرو کہ حق تعالیٰ میرا کام کر دیوے۔ اس میں اختلاف علماء کا ہے، مجوز سماع موتی اس کے جواز کے مقر ہیں اور مانعین سماع منع کرتے ہیں۔ سو اس کا فیصلہ اب کرنا محال ہے، مگر انبیاء علیہم السلام کے سماع میں کسی کو خلاف نہیں۔ اسی وجہ سے ان کو مستثنیٰ کیا ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۱۲)

فائدہ: معلوم ہوا کہ روضہ اطہر میں رسول اللہ ﷺ خود سنتے ہیں اس پر پوری امت کا اجماع ہے اور چونکہ سماع بغیر حیات کے ناممکن ہے۔ لہٰذا جب سماع پر اجماع ہے تو حیات پر بھی اجماع ہوا۔

۲۱...... فقہاء نے بعد سلام کے وقت زیارت قبر مبارک کے شفاعت مغفرت کا عرض کرنا لکھا ہے۔ پس یہ (فقہاء کا لکھنا) جواز کے واسطے کافی ہے۔ (فتاوی رشیدیہ ج ۲ ص ۱۱۲) اور سلام کرنا اور شفاعت کی درخواست کرنا حیات کی دلیل ہے۔

۲۲... پھر آنحضرت ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرے اور یوں کہے: یارسول اللہ اسئلك الشفاعة واتوسل بك الی الله فی ان اموت مسلما علی ملتك و سنتك اے رسول خدا! میں آپ سے شفاعت کی درخواست کرتا ہوں اور اللہ کی جناب میں آپ کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے موت آئے مسلمان ہونے کی حالت میں اور اطاعت گزاری میں اور آپ کے دین اور سنت پر، وہاں بہت تیز آواز سے نہ بولے بلکہ آہستہ خضوع اور ادب کے ساتھ عرض کرے۔ (زبدۃ المناسک ص ۲۷۹)

۲۳... اور جس دوست کا سلام عرض کرتا ہو، اس طرح عرض کرے: السلام علیك یا رسول الله من فلان بن فلان یستشفع بك الی ربك اے رسول خدا! آپ پر فلاں بن فلاں کی طرف سے سلام ہو، وہ آپ سے اپنے رب کی طرف شفاعت کی درخواست کرتا ہے۔ (زبدۃ المناسک ص ۲۷۹)

۲۴...... مفتی عزیز الرحمن رحمہ اللہ کے سوال کے جواب میں حضرت گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ موت سب کو شامل ہے مگر انبیاء کرام کی ارواح مشاہدۂ جمال وجلال حق تعالیٰ شانہ اور تقابل آفتاب وجود باری تعالیٰ سے اس طرح پہنچ جاتی ہیں کہ اجزائے بدن پر اُن کا یہ اثر ہوتا ہے کہ تمام بدن حکم روح پیدا کر لیتا ہے اور تمام جسم اُن کا عین ادراک اور عین حیات ہو جاتا ہے اور یہ حیات دوسری قسم کی ہوتی ہے اور اس تحقیق سے نکتہ ان الله حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء (بے شک اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے اجساد کو کھائے) اور بھی ظاہر ہو جاتا ہے۔ (معارف شیخ از شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ جلد اول ص ۴۰)

۲۵... حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے سلام کے یہ صیغے لکھے ہیں جو قبر شریف پر آ کر کہے جاتے ہیں: السلام علیك یارسول الله السلام علیك یاخیر خلق الله السلام علیك یاحبیب الله (زبدۃ المناسک ص ۲۷۸) یہ خطاب وندا اور سلام دلیل حیات اور دلیل سماع ہے۔

۲۶...... نبی کریم ﷺ کے غلام حضرت شقران رضی اللہ عنہ نے قبر میں آپ ﷺ کے نیچے آپ کی چادر بچھا دی۔ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: والباعث لشقران علی فعله ما راٰه من خلاف علی وعباس فی اخذ هذه القطیفة باثبات استحقاقه فاحب شقران قطع نزاع البین بفرشها تحته ﷺ لیکون فی استعماله بعد مماته کما کانت فی حیاته ولقد نظر شقران فی ذالك الی کون الانبیاء احیاء اور شقران رضی اللہ عنہ کے اس فعل کا باعث یہ تھا کہ انہوں نے اس چادر کے لینے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے درمیان اختلاف محسوس کیا تو انہوں نے مناسب سمجھا کہ وہ آپ کی چادر مبارک جیسے آپ کی زندگی میں آپ کے استعمال میں تھی وفات کے بعد بھی آپ کے استعمال میں رہے تاکہ اُن کے درمیان نزاع کی نوبت نہ آئے اور یہ پختہ بات ہے کہ شقران رضی اللہ عنہ کا عقیدہ یہ تھا کہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں۔ (الکوکب الدری ج ۱ ص ۳۱۸)

۲۷...... اہل قبور کو بوقت زیارت کہا جاتا ہے: السلام علیکم یا اهل القبور اس کے بارے میں حضرت گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: استدل بظاهره من قال بسماعهم ومنهم عمر وابنه وایضا فلهم من

الروایات ما ورد ان المیت لیسمع خفق نعالهم اذ یحضر ان عنده ملکان نکیر ومنکر اس سلام والی حدیث کے ظاہر سے اُن حضرات نے استدلال کیا ہے جو اموات کے سماع کے قائل ہیں، اُن میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ نیز جن روایات سے قائلین سماع کا استدلال ہے۔ ان میں سے ایک روایت یہ ہے کہ میت واپس لوٹنے والوں کی جوتیوں کی کھسکھساہٹ سنتی ہے کہ اتنے میں اس کے پاس دو فرشتے منکر نکیر حاضر ہو جاتے ہیں۔ (الکوکب الدری ج۱ ص۳۱۹)

فائدہ: سماع تب ہو سکتا ہے جب حیات ہو۔ اگرچہ حضرت نے قائلین عدم سماع کے جواب بھی نقل کئے ہیں اور اُن کی دلیل انك لا تسمع الموتی بھی نقل کی ہے لیکن ان کا انکار سماع اموات کا ہے حیات فی القبور کے یہ منکر نہیں۔ کیوں کہ سماع کا انکار کرنے والوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ہیں۔ انہوں نے ہی انك لا تسمع الموتی سے دلیل پکڑی۔ لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی حیات فی القبر ثابت ہے اس کا ذکر اگلے حوالہ میں آ رہا ہے۔

۲۸...... ومعنی قوله لعمر ما انت باسمع منهم ای باعلم منهم فسرته بذالك عائشة فلا یکون دلیلا علی السماع جب نبی علیہ السلام نے بدر کے کفار مقتولین کو مخاطب کر کے فرمایا: وجدتم ما وعد ربکم حقا؛ (کیا تم نے اپنے رب کے وعدۂ عذاب کو سچا پا لیا؟) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا آپ ان مردوں سے کلام فرماتے ہیں؟ تو نبی علیہ السلام نے فرمایا: ما انتم باسمع منهم حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تشریح یوں فرماتے ہیں: ای باعلم منهم تم اُن سے زیادہ جاننے والے نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی یہی تفسیر کی ہے۔ لہٰذا اس معنی کے لحاظ سے یہ سماع کی دلیل نہیں بن سکتی۔ (الکوکب الدری ج۱ ص۳۱۹)

فائدہ (۱): دونوں قولوں کے مطابق، خواہ اس کو ظاہر پر رکھا جائے یا اس سے علم مراد لیا جائے۔ حیات فی القبر کی دلیل ہے۔ کیوں کہ میت کا سننا اور میت کا جاننا دونوں موقوف ہیں حیات پر اور میت کا اطلاق روح پر نہیں ہوتا۔ لہٰذا یہاں پر روح مع الجسد کا سماع اور علم مراد ہے۔

فائدہ (۲): عام مردوں کا سلام کو سننا ان کے زندہ ہونے کی دلیل ہے کیوں کہ سننے کے لئے حیات شرط ہے اور جب عام مردے زندہ ہیں تو انبیاء علیہم السلام بطریق اولیٰ اس سے اعلیٰ زندگی کے ساتھ زندہ ہیں۔

۲۹...... قوله انکم تفتنون فی القبور اس کی تشریح کرتے ہوئے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ای توقع علیکم الفتنة وکذا المراد بالامتحان ایقاع المحنة وکذا الابتلاء ارسال البلاء ولیس المراد بها الاختبار لانها لیست بدار ابتلاء (تم پر قبر میں فتنہ واقع کیا جائے گا اور اسی طرح امتحان کے لفظ سے مراد ہے مشقت میں ڈالنا اور ایسے ہی ابتلاء سے مراد ہے مصیبت بھیجنا اور اس سے قبر میں (مکلف بنا کر) آزمانا مراد نہیں۔ کیوں کہ قبور (تکلیفی احکام کے ذریعے) ابتلاء کا گھر نہیں۔ (لامع الدراری ج ۲ ص ۲۳) حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ لامع الدراری کے حاشیے میں اس کی یوں تشریح فرماتے ہیں: الله در الشیخ ما ادق نظره (اللہ کے لئے ہے شیخ گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی بھلائی، کس قدر اُن کی نظر گہری ہے) فانه لا ریب فی ان عالم الآخرة وبعداله بأنه لیس عالم الابتلاء والتکلیف (کیوں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ عالم آخرت

اور وفات کے بعد ابتلاء اور مکلف بنانے کا جہان نہیں) (اس لئے حدیث میں تفتنون یا تمتحنون یا تبتلون میں اختبار اور مکلف بنانے کا معنی مراد نہیں۔ جیسا کہ بعض حضرات نے مراد لیا ہے، بلکہ اس سے مراد ہے فتنہ، مشقت اور مصیبت میں ڈالنا۔ ناقل) پھر حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ اس کی تائید میں دو حدیثیں نقل کرتے ہیں۔

ایک حدیث حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے ہے بخاری شریف میں، جو کتاب الجنائز میں آتی ہے، حضرت اسماء فرماتی ہیں: قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطیبا فذکر فتنۃ القبر التی یفتتن فیہا المرء (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ پھر آپ نے قبر کے ایسے فتنے کا ذکر کیا کہ جس فتنے میں آدمی مبتلاء ہوگا۔ [یعنی سوال و جواب اور عذاب قبر]) دوسری حدیث حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مسلم کے حوالہ سے نقل کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خچر پر سوار تھے۔ خچر اتنا بدکا کہ قریب تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گرا دے۔ اچانک پانچ یا چھ قبریں قریب تھیں، آپ نے پوچھا ان قبر والوں کو کون جانتا ہے؟ ایک آدمی نے کہا میں جانتا ہوں، آپ نے پوچھا یہ کب فوت ہوئے؟ اس نے کہا شرک کے زمانہ میں فوت ہوئے۔ آپ نے فرمایا: ان ھذہ الامۃ تبتلی فی قبورھا ولولا ان لا تدافنوا لدعوت اللہ ان یسمعکم من عذاب القبر (بے شک یہ جماعت اپنی قبروں میں عذاب میں مبتلاء ہے۔ اگر یہ خوف نہ ہوتا کہ تم قبروں میں مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ وہ تمہیں عذاب قبر کی چیخیں سنا دے)

فائدہ: عذاب قبر موقوف ہے حیات قبر پر، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ عام مردوں کے لئے حیات قبر کے قائل ہیں تو ان کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کی حیات بطریق اولیٰ ثابت ہوگی۔

۳۰...... قولہ ما انتم باسمع منھم حضرت گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: والجواب ان المراد بہ العلم لکون السمع احد اسبابہ قائلین عدم سماع کی طرف سے جواب یہ ہے کہ سمع سے (مجازاً) علم مراد ہے۔ یعنی تم اُن سے زیادہ جاننے والے نہیں۔ کیوں کہ سننا علم کے اسباب میں سے ایک سبب ہے۔ (اس لئے ذکر سبب کا ہے اور ارادہ مسبب کا ہے یعنی علم کا) (لامع الدراری ج ۲ ص ۱۳۴) علم موقوف ہے حیات پر۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ حیات فی القبر کے قائل ہیں اور جب کافر زندہ ہیں اور علم و شعور رکھتے ہیں، عذاب میں مبتلا ہیں تو مؤمنین اور انبیاء بطریق اولیٰ زندہ ہیں اور جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

۳۱...... قولہ ولکن لا یجیبون حضرت گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ومعنی قولہ ولکن لا یجیبون علی ھذا التقدیر انھم لا یقدرون علی الجواب اذا بلغتھم الملائکۃ مقالتی ھذہ وذالک لشدۃ ما ھم فیہ جب سمع سے مراد علم ہو تو لا یجیبون کا معنی یہ ہے کہ جب اُن کفار مقتولین کو فرشتوں نے میری یہ بات پہنچائی تو وہ جواب پر قدرت نہیں رکھتے اُس سخت عذاب کی وجہ سے جس میں وہ مبتلاء ہیں۔ (لامع الدراری ج ۲ ص ۱۳۵) جواب پر عدم قدرت کی وجہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے یہ نہیں بیان فرمائی کہ وہ بے جان دھڑ پڑے ہیں، بلکہ فرماتے ہیں کہ سخت عذاب کی وجہ سے وہ جواب دینے کی قدرت نہیں رکھتے۔ نیز فرمایا کہ جب اُن کے پاس فرشتے میری یہ بات پہنچائیں گے تو وہ جواب پر قدرت نہیں رکھتے اور فرشتوں کی یہ بات اُن تک تب پہنچ سکتی ہے جب وہ زندہ ہوں۔

۳۲...... قولہ زاد غندر عذاب القبر حق اس پر حضرت گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جیسے عبدان راوی کی حدیث میں اس کا ذکر ہے ایسے ہی غندر کی حدیث میں بھی یہ زیادتی ہے۔ عذاب القبر حق اور بعض شارحین نے کہا

کہ اکثر روایات میں حق کا لفظ مقدر ہے۔اب مطلب یہ ہوگا کہ غندر نے عذاب القبر کے بعد حق کا لفظ بھی ذکر کردیا ہے جب کہ عبدان کی روایت میں یہ خبر (حق) مقدر ہے۔ (لامع الدراری ج ۲ ص ۱۳۵) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کسی کتاب میں کہیں بھی یہ نہیں کہا کہ قبر کا مصداق روح کی جگہ ہے، ان کے نزدیک قبر سے قبر کا معروف معنی مراد ہے یعنی جسم کی جائے قرار۔اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ روح اور جسم عنصری کے مجموعہ کے لئے عذاب کے قائل ہیں اور عذاب موقوف ہے حیات پر اور جب عام لوگوں کا جسم قبر میں زندہ ہے تو انبیاء علیہم السلام کا بطریق اولیٰ زندہ ہے۔

عقیدہ شیخ الاتقیاء شیخ الشیوخ حضرت مولانا الشاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۳۷ھ)

۳۳..... المہند علی المفند میں پانچویں سوال کے جواب میں لکھا ہے: عندنا وعند مشائخنا حضرۃ الرسالۃ صلی اللہ علیہ وسلم حی فی قبرہ الشریف وحیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیویۃ من غیر تکلیف وھی مختصۃ بہ صلی اللہ علیہ وسلم وبجمیع الانبیاء علیہم السلام والشھداء لا برزخیۃ کما ھی حاصلۃ لسائر المؤمنین بل لجمیع الناس کما نص علیہ العلامۃ السیوطی فی رسالتہ انباء الاذکیاء بحیاۃ الانبیاء الخ فثبت بھذا ان حیاتہ دنیویۃ برزخیۃ لکونھا فی عالم البرزخ الخ۔ ہمارے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیوی ہے بغیر مکلف ہونے کے۔ (یعنی دنیا والا جسم زندہ ہے لیکن یہ دنیاوی زندگی عالم دنیا والی تکلیفی اور لوازم دنیا والی زندگی نہیں) اور یہ زندگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ مختص ہے۔ عام مؤمنین بلکہ تمام لوگوں کی طرح (محض کمزور درجے کی) برزخی زندگی نہیں۔ جیسا کہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ انباء الاذکیاء بحیاۃ الانبیاء میں اس کی صراحت کی ہے..... پس اس سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیاوی ہے۔ (یعنی دنیا والا جسم حقیقتاً زندہ ہے) اور وہی حیات برزخی ہے کیوں کہ عالم برزخ میں حاصل ہے (کہ قبر عالم برزخ کا حصہ ہے زمان و مکان کے اعتبار سے)..... حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہ العزیز المہند علی المفند کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ: الذی کتب فی ھذہ الرسالۃ حق صحیح و ثابت فی الکتب بنص صریح وھو معتقدی و معتقد مشائخی رضوان اللہ علیھم اجمعین احیانا اللہ بھا و اماتنا علیھا وانا العبد الضعیف عبدالرحیم عفی عنہ الرائفوری الخادم لحضرۃ مولانا الشیخ رشید احمد گنگوھی قدس سرہ العزیز۔ جو کچھ اس رسالہ میں لکھا گیا ہے حق ہے اور صحیح ہے، کتابوں میں نص صریح کے ساتھ ثابت ہے۔ میرا اور میرے سب مشائخ کا عقیدہ یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس عقیدے کے ساتھ زندہ رکھے اور اسی عقیدے پر ہمیں موت دے۔ میں ہوں بندۂ ضعیف عبدالرحیم رائپوری عفی عنہ جناب مولانا شیخ رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا خادم۔

(المہند علی المفند ص ۹۲ طبع لاہور)

عقیدہ رئیس المحققین شیخ المحدثین شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۳۹ھ)

۳۴..... المہند علی المفند کی تصدیق کرتے ہوئے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: قد اتی بالحق الصریح و ازال عن اھل الحق الظن القبیح وھو معتقدنا ومعتقد مشائخنا جمیعا لاریب فیہ واقعی انہوں نے حق صریح بیان کیا اور اہل حق کے بارے میں بدگمانی دور کی۔ یہی ہمارا اور ہمارے سب مشائخ کا عقیدہ ہے اس میں کچھ شک نہیں۔ (المہند علی المفند ص ۸۸ طبع لاہور)

۳۵ قوله فان صلاتكم معروضة على اى بلا واسطة والا فهى تعرض عليه بواسطة الملائكة انما الاعند روضته فيسمعها بحضرته (انوار المحمود حاشیہ ابی داؤد ج ۱ ص ۳۵۱ تخریج ابواب الجمعۃ) بیشک تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جائے گا، یعنی بلا واسطہ، ورنہ پس درود بواسطہ فرشتوں کے آپ پر ہمیشہ پیش کیا جاتا ہے، مگر روضہ پاک کے پاس پڑھا ہوا درود آپ ﷺ بذات خود سنتے ہیں۔

۳۶ ان الله حرم على الارض اجساد الانبياء اى من ان تاكلها فان الانبياء فى قبورهم احياء. قال الغزالى فى الاحياء حياة الانبياء حياة جسمانية ونقل الداودى رواية ان العلماء والمؤذنون داخل فى هذا الحكم (انوار المحمود ج ۱ ص ۳۵۱) بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے اجساد کو کھائے کیوں کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء میں فرمایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات حیات جسمانی ہے اور داودی نے ایک روایت نقل کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ علماء اور موذن بھی اس حکم میں داخل ہیں۔

۳۷...... ما من احد يسلم على الخ۔ ظاهره يدل على ان روحه فيه ليس فى الجسد الاطهر بل اذا سلم عليه احد عند القبر وقت حضوره للزيارة رد الله روحه فيه وهو ينافى حياته ﷺ مع انهم اتفقوا على حياته ﷺ بل حياة الانبياء علیہم السلام متفق عليه لا خلاف لاحد فيه الخ حدیث میں ہے کہ جب کوئی آدمی مجھ پر سلام کرے گا تو اللہ تعالیٰ مجھ پر روح لوٹا دے گا تاکہ میں سلام کا جواب دوں۔ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے ظاہر پر ایک سوال و جواب ارشاد فرماتے ہیں: سوال یہ ہے کہ اس حدیث کا ظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ کی روح مبارک جسم اطہر میں نہیں ہے بلکہ جب کوئی آدمی قبر کی زیارت کے لئے حاضری کے وقت قبر کے پاس سلام کرتا ہے تو آپ کی روح جسم میں لوٹائی جاتی ہے، لیکن یہ نبی کریم ﷺ کی حیات کے منافی ہے۔ حالانکہ سب کا اتفاق ہے آپ کی حیات پر بلکہ تمام انبیاء کی حیات (جسمانی) متفق علیہ ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ (اس کے جواب میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر میرا نطق (تکلم) لوٹا دیتے ہیں۔ پس میں کہتا ہوں وعلیک السلام اور قاضی عیاض فرماتے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ آپ کی روح مقدسہ اللہ تعالیٰ کی صفات تجلیات اور انوارات میں مستغرق ہوتی ہے اور جب آپ کے کسی امتی کا سلام آپ کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کی روح پاک کو اس حالت سے سلام کے جواب دینے والی حالت کی طرف لوٹا دیتے ہیں اور دنیا میں بھی آپ کی ایسی ہی عادت تھی کہ اللہ تعالیٰ وحی الٰہی کا جو آپ پر فیضان کرتے اور آپ اس وقت حالت استغراق میں ہوتے تو اس سے افاقہ پانے کے بعد اُس وحی الٰہی کے انوارات کا اپنی امت کے اوپر فیض جاری فرماتے۔ پس اللہ کے نبی ﷺ دنیا برزخ اور آخرت میں اپنی امت کے حال کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور ابن الملک نے کہا کہ روح کا لوٹانا کنایہ ہے اللہ تعالیٰ کے آپ کو اس بات کے بتانے سے کہ آپ کے فلاں امتی نے آپ پر درود بھیجا ہے۔ (انوار المحمود ج ۱ ص ۶۰۹، ۶۱۰)

۳۸...... والتلقين على ثلاثة اوجه فللمحتضر لا خلاف فى حسنه ومابعد انقضاء مدة الدفن لا خلاف فى عدم حسنه والثالث اختلفوا فيه وهو ما اذا تم دفنه وكيفيته ان يقول يافلان بن فلان اذكر ما كنت عليه فقل رضيت بالله ربا وبالاسلام دينا وبمحمد ﷺ نبيا وهذا التلقين

أي تلقين الميت في القبر لا يؤمر به ولا ينهى عنه وقيل تلقين الميت بعد الدفن مشروع عند اهل السنة لان الله تعالى يحييه في القبر وقال الشافعي يلقن بعد الموت لظاهر قوله علیہ السلام حديث الباب لقنوا موتاكم قول لا اله الا الله. وعندنا في ظاهر الرواية لا يلقن والمراد بموتاكم في الحديث من قرب من الموت۔ تلقین تین قسموں پر ہے: (۱) قریب المرگ شخص کو کلمہ طیبہ کی تلقین کرنا، اس کے مستحسن ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔ (۲) بعد از دفن کچھ مدت گزرنے کے بعد تلقین کرنا، اس کے غیر مستحسن ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔ (۳) اس تیسری قسم میں اختلاف ہے اور وہ یہ ہے کہ جب میت کا دفن مکمل ہو جائے تو اس کے فوراً بعد میت کو تلقین کرنا، جس کا طریقہ یہ ہے کہ تلقین کرنے والا کہے: اے فلاں بن فلاں! اپنے اُس دین و ایمان کو یاد کر جس پر تو تھا۔ پس کہہ میں اللہ کے ساتھ راضی ہوا۔ از روئے رب ہونے کے اور اسلام کے ساتھ از روئے دین کے اور محمد ﷺ کے ساتھ از روئے نبی ہونے کے اور قبر میں میت کے لئے یہ تلقین ایسی ہے کہ نہ اس کا حکم دیا جائے گا اور نہ اس سے روکا جائے گا...... اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دفن کے بعد میت کو تلقین کرنا اہل سنت کے نزدیک مشروع ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ قبر میں اس کو زندہ کر دیتا ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ موت کے بعد تلقین کی جائے گی۔ نبی علیہ السلام کے اس قول کے ظاہر کی وجہ سے کہ آپ نے فرمایا اپنے مردوں کو لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کرو اور ہمارے (حنفیہ کے) نزدیک ظاہر الروایۃ میں تلقین نہیں کی جائے گی اور حدیث پاک میں موتی سے مراد ہے قریب المرگ۔ (انوار المحمود ج ۲ ص ۲۴۰)

فائدہ: بعد از دفن تلقین کا فائدہ موقوف ہے صاحبِ قبر کی حیات پر۔ باقی حنفیہ نے جو ظاہر الروایۃ میں تلقین سے منع کیا ہے یہ احتیاط پر مبنی ہے۔

۳۹...... بل يقرء عليه بعد موته وهو مسجى واليه مال ابن الهمام في الفتح وذهب بعض الى انه يقرء عليه عند القبر ويؤيده خبر ابن عدي وغيره من زار قبر والديه او احدهما في كل جمعة فقرء عندهما يس غفر له بعدد كل حرف منها بعض محققین متاخرین نے میت پر سورہ یس پڑھنے والی حدیث کے ظاہر کو لیا اور یہ کہا کہ موت کے بعد میت پر سورۂ یس پڑھی جائے گی۔ درانحالیکہ وہ چادر سے ڈھانپا ہوا ہو اور فتح القدیر میں اسی قول کی طرف ابن ہمام کا میلان ہے اور بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ قبر کے پاس سورۂ یس پڑھی جائے گی، اور اس کی تائید ہوتی ہے ابن عدی وغیرہ کی حدیث سے۔ حدیث یہ ہے کہ جس نے اپنے والدین یا اُن میں سے ایک کی قبر کی ہر جمعہ زیارت کی اور اُن کے پاس سورۂ یس پڑھی تو اللہ تعالیٰ سورۂ یس کے ہر حرف کے بدلے اُس کے لئے بخشش فرمائیں گے۔ (انوار المحمود ج ۲ ص ۲۴۱)

فائدہ: میت پر دفن سے پہلے یا دفن کے بعد قبر کے پاس سورۂ یس پڑھنا دلالت کرتا ہے کہ صاحبِ قبر زندہ ہے۔ ورنہ میت کے پاس یا قبر کے پاس پڑھنے میں اور دور پڑھنے میں کوئی فرق نہیں اور ایصال ثواب سے قبر میں اس کے جسد عنصری کو راحت و سکون پہنچتا ہے اور اگر صرف روح کو راحت و سکون ملتا ہے۔ جسد عنصری اُس میں شریک نہیں ہوتا تو قبر کی تخصیص کا کیا فائدہ؟

۴۰...... وقال الشافعي واحمد وآخرون انه لا يصلى على الشهيد كما لا يغسل واستدلوا بحديث انس ولم يصل عليهم ولان الله تعالى وصف الشهداء بانهم احياء والصلاة على الميت لا على الحي

وقال ابو حنیفة واصحابه والاوزاعی والثوری والمزنی والحسن البصری وابن المسیب واهل الحجاز یصلی علی الشهید قلت لا استدلال لهم فی حدیث الباب فی شهداء احد فی لفظ لم یصل علیهم فی روایة انس. فان انسا قد بین مراده کما فی الباب عن انس الخ... واستدلوا بما رواه ابن ماجه عن ابن عباس الخ. وانما وصفهم بالحیاة فی حق احکام الآخرة فاما فی حق احکام الدنیا فالشهید میت یقسم ماله و تنکح امرأته بعد انقضاء العدة وجوب الصلاة من احکام الدنیا فکان میتا فیه وصلی علیه امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ کے نزدیک شہید پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جاتی۔ جیسا کہ اس کو غسل نہیں دیا جاتا اور ان حضرات نے استدلال کیا حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے اُحد پر نماز نہیں پڑھی۔ نیز اس لئے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے شہداء کی صفت بیان کی کہ وہ زندہ ہیں اور نماز جنازہ میت پر پڑھی جاتی ہے زندہ پر نہیں پڑھی جاتی اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے تمام شاگرد اور امام اوزاعی وغیرہ کے نزدیک شہید پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث جس سے شافعیہ اور حنبلیہ نے دلیل پکڑی ہے اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک اور حدیث ہے جو اسی باب میں مذکور ہے۔ نیز ابن ماجہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے حدیث ہے جس کے ساتھ لم یصل علیهم کی مراد واضح ہو جاتی ہے، اُن حدیثوں میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے ستر شہدائے اُحد میں سے ہر ایک پر علیحدہ علیحدہ نماز نہیں پڑھی بلکہ ایک روایت کے مطابق آپ نے دس دس صحابہ کرام پر اور دوسری روایت کے مطابق سات سات شہیدوں پر نماز پڑھی اور ہر نماز میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی میت موجود رہی......اور اُن شہداء کی جو حیات والی وصف بیان کی گئی ہے تو یہ احکام آخرت کے اعتبار سے ہے (اور برزخ من وجہ آخرت کا حصہ ہے) لیکن احکام دنیا کے اعتبار سے شہید میت ہے، اس کا مال وراثت میں تقسیم ہوگا اور عدت گزرنے کے بعد اس کی بیوی کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہوگا اور نماز جنازہ کی فرضیت احکام دنیا میں سے ہے اور چونکہ احکام دنیا کے اعتبار سے وہ میت ہے اس لئے اس پر نماز پڑھی جائے گی۔ (انوار المحمود ج ۲ ص ۲۴۴، ۲۴۵)

فائدہ: اس سے ثابت ہوا کہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے نزدیک شہداء اور انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں کیوں کہ شافعیہ کی دلیل کہ شہداء زندہ ہیں اس کا بڑی آسانی کے ساتھ جواب دیا جا سکتا تھا کہ شہداء کی فقط روحیں زندہ اور اجسام مردہ ہیں اور جنازہ بھی اجسام پر پڑھا جاتا ہے۔ لہٰذا ان پر جنازہ پڑھا جائے گا۔ لیکن حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے انکار حیات کی بجائے حیات تسلیم کرتے ہوئے جواب یہ دیا کہ شہداء میں دو حیثیتیں ہیں کہ وہ عالم دنیا کے اعتبار سے میت ہیں کہ اُن کی عالم دنیا والی زندگی ختم ہو چکی ہے، لیکن عالم برزخ کے اعتبار سے اُن کے اجسام عنصریہ زندہ ہیں، چونکہ نماز جنازہ کا پڑھنا دنیاوی حکم ہے اور شہداء دنیاوی احکام کے اعتبار سے مردہ ہیں اس لئے اُن پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

۱۴...... حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ اس مسئلے پر تحقیق فرماتے ہیں کہ میت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عذر کی وجہ سے منتقل کیا جا سکتا ہے۔ بلا عذر منتقل نہیں کیا جا سکتا ہے۔ دلیل کے طور پر حضرت نے دو انصاریوں کا واقعہ ذکر فرمایا: عن مالك عن عبد الرحمن بن عبد الله بن صعصعة انه بلغه ان عمرو بن الجموح وعبد الله بن عمرو الانصاریین کانا قد حفر سیل قبرهما وکانا فی

قبر واحد فحفر عنہما فوجدا لم یتغیرا الخ۔ مالک، عبد الرحمن بن عبد اللہ بن صعصعہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ یہ بات اُن تک پہنچی ہے کہ عمرو بن جموح انصاری رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ دونوں کی قبر میں سیلاب کا پانی سرایت کر گیا اور وہ دونوں ایک قبر میں مدفون تھے، اُن کی قبر کھودی گئی تو دونوں کے جسم صحیح سلامت تھے اُن میں کوئی تغیر نہیں ہوا تھا۔ ایسا لگتا تھا کانہما ماتا بالامس گویا کل گزشتہ فوت ہوئے ہیں۔ حتیٰ کہ اُن میں سے ایک زخمی تھا اور اُس نے اپنا ہاتھ اپنے زخم پر رکھا ہوا تھا۔ پس اسی حالت میں اُن کو دوسری جگہ دفن کیا گیا اور زخمی کا ہاتھ اُس کے زخم سے ہٹایا گیا تو وہ ہاتھ دوبارہ پھر زخم کی طرف لوٹ آیا۔ حالانکہ غزوۂ اُحد اور ان کی قبر کے کھودنے کے درمیان ۴۶ سال کی مدت گزر چکی تھی۔ (انوار المحمود ج ۲ ص ۲۴۹)

فائدہ: دونوں صحابیوں کے جسم کا محفوظ رہنا (اور ایک روایت کے مطابق زخم سے خون کا جاری ہونا) اور ہاتھ ہٹانے کے بعد پھر دوبارہ ہاتھ کا زخم پر لوٹ آنا دلالت کرتا ہے کہ دونوں کے جسم میں حیات تھی اور جب شہداء کے اجساد عنصریہ زندہ ہیں تو انبیاء علیہم السلام کے اجساد عنصریہ بطریق اولیٰ زندہ ہوں گے۔

۴۲ ان ھذہ القبور مملوۃ ظلما علی اھلھا وان اللہ ینورھا علیھم بصلاتی وفیہ دلالۃ علی ان ذلک من خصائصہ ﷺ نبی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بعض مرتبہ یہ زمینی قبریں اہل قبور پر تاریک ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ اُن پر میری نماز اور دعا کی وجہ سے ان کے لئے قبر کو روشن کر دیتا ہے۔ اس حدیث میں اس بات پر دلالت ہے کہ قبر پر نماز جنازہ پڑھنا نبی علیہ السلام کی خصوصیات میں سے ہے۔ (انوار المحمود ج ۲ ص ۲۵۷)

فائدہ: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عذاب قبر اسی زمینی قبر میں ہوتا ہے اور زمینی قبروں میں بدن عنصری ہے بدن مثالی نہیں۔ لہٰذا اس سے بدن عنصری کے لئے ارضی قبر میں عذاب ثابت ہوا، اور عذاب موقوف ہے حیات پر، اگر قبر میں حیات نہیں تو مُردہ بے جان کے لئے قبر کا تاریک و روشن ہونا برابر ہے، قبر کے روشن ہونے کے لئے قبر پر آپ ﷺ کے نماز پڑھنے اور دعا کرنے کا کیا فائدہ؟، نیز اگر صرف روح زندہ ہے اور بدن عنصری مردہ بے جان ہے تو پھر قبر پر آ کر نماز پڑھنے اور دعا کرنے کا کیا مطلب؟ اس صورت میں قبر پر یا قبر سے دور نماز پڑھنا اور دعا کرنا برابر ہے، اور جب عام اموات کے اجسام قبور میں زندہ ہیں تو انبیاء علیہم السلام کے بطریق اولیٰ زندہ ہوں گے۔

۴۳ وان الاستمداد باھل القبور فی غیر النبی ﷺ والانبیاء فقد انکرہ کثیر من الفقھاء واثبتہ بعضھم قال الشافعی قبر موسیٰ الکاظم تریاق مجرب لاجابۃ الدعاء۔ نبی کریم ﷺ اور باقی انبیاء کے علاوہ دوسرے اہل قبور سے درگاہ ایزدی میں مدد کے لئے دعا کی درخواست کرنا، اس کا بہت سارے فقہاء نے انکار کیا ہے اور بعض نے اس کو ثابت کیا ہے، امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام موسیٰ کاظم رحمہ اللہ کی قبر اجابت دعا کے لئے تریاق مجرب ہے۔ (انوار المحمود ج ۲ ص ۲۶۴)

فائدہ: اہل قبور سے مدد کی درخواست موقوف ہے حیات پر، اور جن حضرات نے انکار کیا ہے وہ احتیاط پر مبنی ہے، انکار حیات پر نہیں۔

عقیدہ رأس المحققین محدث جلیل حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ (م ۱۳۴۶ھ)

۴۴ ان نبی اللہ ﷺ حی فی قبرہ کما ان الانبیاء علیہم السلام احیاء فی قبورھم ولا فرق

بین ان یکون فوق الارض اوتحت حجابها کمالا فرق فی حضورہ و غیبته فی زمان حیاته ولهذا لم یذهب الیه احد من الائمة (حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ اس مسئلہ پر بحث کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی زندگی میں اور آپ کی وفات کے بعد تشہد میں خطاب کا صیغہ ہوگا یا بعد الوفات غائب کا صیغہ ہوگا۔ فرماتے ہیں کہ) اللہ کے نبی ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں جیسا کہ اور انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ اس میں کوئی فرق نہیں کہ وہ زمین کے اوپر ہوں یا زمینی پردہ کے نیچے ہوں۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی حیات مبارکہ میں حاضر ہوتے یا غائب ہوتے دونوں حالتوں میں تشہد کے اندر خطاب کا صیغہ بولا جاتا تھا، اسی لئے خطاب اور غائب کے صیغے کے فرق کرنے کی طرف کوئی امام بھی نہیں گیا۔ (بذل المجہود ج ۲ ص ۱۱۷، باب التشہد)

۴۵...... قوله فان صلاتکم معروضة علی ای علی وجه القبول فیه والا فهی دائما تعرض علیه بواسطة الملك الا عند روضته فیسمع بحضرته پس بے شک تمہارا درود جمعہ کے دن مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ یعنی جمعہ کے دن کا درود قبول ہوجاتا ہے۔ ورنہ فرشتہ کے واسطے سے آپ پر ہمیشہ درود پیش کیا جاتا ہے، لیکن روضہ منورہ کے پاس پڑھا ہوا درود پاک آپ ﷺ خود بلا واسطہ سنتے ہیں۔ (بذل المجہود ج ۲ ص ۱۶۰، تفریع ابواب الجمعہ)

۴۶...... قوله ان الله عز وجل حرم علی الارض ای منعها اجساد الانبیاء ای من ان تاکلها فان الانبیاء فی قبورهم احیاء قال الطیبی الخ بے شک اللہ عز وجل نے زمین پر ممنوع قرار دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔ کیوں کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ مشکوۃ کے شارح علامہ طیبی نے کہا کہ اگر یہ سوال کیا جائے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان: ان الله حرم علی الارض اجساد الانبیاء، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے استفسار کا جواب کیسے بنتا ہے۔ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سوال یہ تھا: و کیف تعرض صلوتنا علیك وقد ارمت آپ بوسیدہ ہو چکے ہوں گے تو ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا؟) کیوں کہ سلام پیش کرنے میں اور سلام کے سننے میں مانع موت ہے اور وہ موت قائم ہے۔ شارح طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء کے اجساد کا بوسیدہ ہونے سے محفوظ رہنا خرق عادت کے طور پر ہے اور جیسے اللہ تعالیٰ اُن اجسام کی حفاظت فرماتے ہیں تو اسی طرح امت کے درود کا اُن پر پیش ہونا اور انبیاء کا سننا ممکن ہے۔ اس کی تائید اُس حدیث سے ہوتی ہے جو تیسری فصل کی تیسری حدیث میں ہے: فنبی الله حی یرزق (بذل المجہود ج ۲ ص ۱۶۰، تفریع ابواب الجمعہ) خلاصہ یہ کہ نبی پاک ﷺ کے جواب میں ذکر تو ہے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے اجساد کے حرام ہونے کا، لیکن کنایہ ہے انبیاء کے اجساد کے زندہ ہونے سے، پس وہ دنیا کے اعتبار سے میت ہیں لیکن قبر میں زندہ ہیں۔

۴۷...... حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ مامن احد یسلم علی کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: فظاهر عقد الباب یدل علی ان المراد بالسلام علیه السلام عند القبر وقت حضورہ للزیارة الا رد الله علی روحی قال ابن حجر ای نطقی حتی ارد علیه السلام ای اقول وعلیك السلام قال القاضی لعل معناه ان روحه المقدسة فی شان ما فی الحضرة الالهیة فاذا بلغه سلام احد من الامة رد الله تعالیٰ روحه المطهرة من تلك الحالة الی رد من سلم علیه الخ بظاہر باب کو یوں قائم کرنا (یعنی باب زیارۃ القبور) اس بات پر دلیل ہے کہ مذکورہ حدیث میں سلام سے مراد قبر مبارک کی زیارت کے وقت قبر کے پاس سلام کہنا ہے۔ (اس کی تائید اُس حدیث سے ہوتی جو بذل المجہود کے حاشیہ میں درج ہے جو مسند احمد میں بروایت عبد اللہ ان لفظوں کے

ساتھ ہے: ما من احد یسلم علی عند قبری جو کوئی میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھے گا) الا رد اللہ علی روحی کا معنی ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ یہ کرتے ہیں کہ مجھے قوت گویائی دی جاتی ہے اور حتی ارد علیہ السلام کا معنی یہ ہے کہ میں کہوں گا: وعلیک السلام۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شاید اس کا معنی یہ ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدس اللہ تعالیٰ کے انوار، تجلیات کے مشاہدہ میں مشغول ہوتی ہے۔ پس جب آپ کو امت میں سے کسی کا سلام پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کی روح مبارک کو اُس طرف سے سلام کہنے والے کے جواب دینے کی طرف لوٹا دیتا ہے۔ (بذل المجہود ج ۳ ص ۲۰۷) سلام سننا اور جواب دینا زندہ کا کام ہے مردہ بے جان کا نہیں۔

۴۸...... فقال بل یقرأ علیہ بعد موتہ وھو مسجی وذھب بعض الی انہ یقرأ علیہ عند القبر ویؤیدہ خبر ابن عدی وغیرہ من زار قبر والدیہ او احدھما فی کل جمعۃ فقرأ عندھما یس غفر لہ بعدد کل حرف منھا بعض محققین نے کہا ہے کہ سورہ یس موت کے بعد میت پر پڑھی جائے۔ جب کہ وہ چادر سے ڈھانپا ہوا ہو اور بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ اس کی قبر کے پاس پڑھا جائے۔ اس کی تائید ابن عدی وغیرہ کی حدیث سے ہوتی ہے کہ جس آدمی نے اپنے والدین کی یا اُن میں سے ایک کی قبر کی زیارت کی ہر جمعہ، پھر اُن کے پاس سورہ یٰسین کو پڑھا۔ اُس کے ہر حرف کے بدلے اُس کی بخشش ہوگی۔ (بذل المجہود ج ۴ ص ۱۸۵) میت کے پاس یا میت کی قبر کے پاس سورہ یٰسین پڑھنا اس بات کی دلیل ہے کہ فوت شدہ میں مخفی حیات ہوتی ہے اور اگر میت میں مخفی حیات بالکل نہ ہو تو میت یا قبر کے پاس پڑھنے میں اور دور سے پڑھنے کوئی فرق نہیں۔

۴۹...... حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وعندی واللہ اعلم ان یکون المراد بالعذاب ھو الالم الذی یحصل للمیت اذا سمعھم یبکون او بلغہ ذالک فانہ یحصل لہ تألم بذالک یعنی زندہ کے رونے کی وجہ سے جو میت کو عذاب ہوتا ہے، میرے نزدیک اس عذاب سے مراد وہ تکلیف ہے جو زندوں کے رونے کی آواز سن کر یا ان کے رونے کی خبر پا کر پہنچتی ہے۔ کیوں کہ اس کی وجہ سے بھی اُس کو تکلیف پہنچتی ہے۔ (بذل المجہود ج ۴ ص ۱۸۸) میت کا جسد عنصری جو زمین پر پڑا ہوا ہے یہی رونے کی آواز سنتا ہے۔ یہ نہیں کہ رونے والے زمین پر روئیں اور رونے کی آواز علیین یا سجین میں روح سنے۔

۵۰...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد الوفات جب حضرت علی رضی اللہ عنہ، فضل بن عباس رضی اللہ عنہ اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے غسل دیا جب کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ پاس موجود تھے تو اس موقع پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: لو استقبلت من امری ما استدبرت. حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس فرمان کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ای لو علمت اوّلا ما علمت آخرًا ولعلھا علمت آخرًا ان تعلق النکاح من ازواجہ صلی اللہ علیہ وسلم لم ینقطع لان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حی ولھذا لم یجز لھن النکاح من احد بعدہ صلی اللہ علیہ وسلم... ما غسلہ الا نسائہ اگر میں پہلے جان لیتی وہ بات جو مجھے اخیر میں معلوم ہوئی اور شاید حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اخیر میں یہ جان لیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق نکاح اپنی ازواج سے منقطع نہیں ہوا کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں۔ اسی وجہ سے ازواج کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کسی کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں...... تو آپ کو غسل نہ دیتیں مگر آپ کی بیویاں۔

(بذل المجہود ج ۴ ص ۱۹۲)

۵۱..... عن مالك عن عبد الرحمن بن عبد الله بن صعصعة انه بلغه ان عمرو بن الجموح وعبدالله بن عمرو الانصاريين كانا قد حفر سيل قبرهما وكانا في قبر واحد فحفر عنهما فوجدا لم يتغير اا الخ مالک، عبدالرحمن بن عبداللہ بن صعصعہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ یہ بات اُن تک پہنچی ہے کہ عمرو بن جموح انصاری رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ دونوں کی قبر میں سیلاب کا پانی سرایت کر گیا اور وہ دونوں ایک قبر میں مدفون تھے۔ اُن کی قبر کھودی گئی تو دونوں کے جسم صحیح سلامت تھے اُن میں کوئی تغیر نہیں ہوا تھا۔ ایسا لگتا تھا: كانهما ماتا بالامس گویا کل گزشتہ فوت ہوئے ہیں۔ حتیٰ کہ اُن میں سے ایک زخمی تھا اور اُس نے اپنا ہاتھ اپنے زخم پر رکھا ہوا تھا۔ پس اسی حالت میں اُن کو دوسری جگہ دفن کیا گیا اور زخمی کا ہاتھ اُس کے زخم سے ہٹایا گیا تو وہ ہاتھ دوبارہ پھر زخم کی طرف لوٹ آیا۔ حالانکہ غزوۂ اُحد اور ان کی قبر کے کھودنے کے درمیان ۴۶ سال کی مدت گزر چکی تھی۔ (بذل المجہود ج ۴ ص ۱۹۷، ۲۱۲) دونوں صحابیوں کے جسم کا محفوظ رہنا (اور ایک روایت کے مطابق زخم سے خون کا جاری ہونا) اور ہاتھ ہٹانے کے بعد پھر دوبارہ ہاتھ کا زخم پر لوٹ آنا دلالت کرتا ہے کہ دونوں کے جسم میں حیات تھی، اور جب شہداء کے اجساد عنصریہ زندہ ہیں تو انبیاء علیہم السلام کے اجساد عنصریہ بطریق اولیٰ زندہ ہیں۔

۵۲..... ان هذه القبور مملوة ظلما على اهلها وان الله ينورها عليهم بصلاتي وفيه دلالة على ان ذالك من خصائصه صلی اللہ علیہ وسلم نبی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بعض مرتبہ یہ زمینی قبریں اہل قبور پر تاریک ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ اُن پر میری نماز اور دعا کی وجہ سے ان کے لئے قبر کو روشن کر دیتا ہے۔ اس حدیث میں اس بات پر دلالت ہے کہ قبر پر نماز جنازہ پڑھنا نبی علیہ السلام کی خصوصیات میں سے ہے۔ (بذل ج ۴ ص ۲۰۷) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عذاب قبر اسی زمینی قبر میں ہوتا ہے اور زمینی قبروں میں بدن عنصری ہے بدن مثالی نہیں۔ لہٰذا اس سے بدن عنصری کے لئے ارضی قبر میں عذاب ثابت ہوا اور عذاب موقوف ہے حیات پر اور جب عام اموات کے اجسام قبور میں زندہ ہیں تو انبیاء علیہم السلام کے بطریق اولیٰ زندہ ہوں گے۔

۵۳..... حضرت عمار بن معاذ بن زُرارہ انصاری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک یہودی آدمی بھی بیٹھا تھا اچانک ایک جنازہ گزرا تو یہودی نے کہا: يا محمد هل تتكلم هذه الجنازة کیا یہ جنازہ (یعنی میت کا جسد عنصری) کلام کرتا ہے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا: الله اعلم. آپ نے اس لئے توقف فرمایا کہ اس بارے میں ابھی آپ کی طرف وحی نہیں آئی تھی۔ یہودی نے کہا: انها تتكلم بے شک یہ جنازہ بات کرتا ہے۔ حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ولعله قال ذالك لما رأى في كتابه ان الميت يتكلم یہودی نے یہ بات اس وجہ سے کہی کہ اس نے اپنی کتاب میں یہ بات پڑھ رکھی تھی کہ بے شک میت کلام کرتی ہے۔ (بذل المجہود ج ۴ ص ۲۲۳) اور بات زندہ کرتا ہے، مردہ بات نہیں کرتا۔

۵۴..... حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ قبر میں سوال جواب کے متعلق حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وتعاد روحه في جسده بعد دفنه في القبر اور اُس میت کی روح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے یعنی قبر میں اُس کے دفن کرنے کے بعد۔ (بذل ج ۵ ص ۲۲۸) اس سے معلوم ہوا کہ ارضی قبر میں جس جسد کو دفن کیا گیا ہے، روح اُسی جسد میں لوٹائی جاتی ہے اور وہ جسد عنصری ہے، اعادۂ روح سے حیات ثابت ہوئی۔

۵۵..... آنحضرت ﷺ حیات ہیں۔ لہٰذا پست آواز سے سلام کرنا چاہئے۔ مسجد کی حد میں کتنی ہی پست آواز سے سلام عرض کیا جائے۔ اس کو آنحضرت ﷺ خود سنتے ہیں۔ ایک صاحب نے اشکال کیا کہ جسد مبارک تو چند دیواروں میں محفوظ ہے۔ پست آواز کس طرح سنی جائے گی؟ فرمایا یہ اشکال تو چیخنے چلانے کی صورت میں بھی ہوسکتا ہے اس وجہ سے کہ قبر کے اندر تو کتنا ہی کوئی باہر سے چلائے اور پکارے مگر آواز نہیں پہنچے گی۔ بھئی یہ تو خصوصیات میں سے ہے جس پر یہاں کا قاعدہ جاری نہیں ہوسکتا۔ (تذکرۃ الخلیل ص ۳۰۶)

۵۶..... اس بات کو خوب یاد کر لینا ضروری ہے کہ عقیدہ سب کا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور عالم غیب (عالم برزخ) میں اور جنت میں جہاں چاہیں باذنہ تعالیٰ چلتے پھرتے ہیں۔ (کیوں کہ اجسام میں روحی صفات پیدا ہو جاتی ہیں) اور اس عالم میں بھی حکم ہو تو آسکتے ہیں اور صلوٰۃ وسلام ملائکہ پہنچاتے ہیں اور اعمال امت ان پر پیش ہوتے ہیں اور جس وقت چاہے حق تعالیٰ دنیا کے احوال اُن پر کشف ہو جاتے ہیں اس میں کوئی مخالف نہیں مگر یہ کہ ہر جگہ محفل مولود میں اور دیگر مجالس ذکر میں ہر روز آتے ہوں یا ہر صوت ونداء اور عرض وحالات دنیا کے ہر روز معلوم ہوتے ہوں بدوں اعلام حق تعالیٰ کے اس کو تسلیم نہیں کرتے۔ (براہین قاطعہ ص ۱۹۹۔ ۲۰۰)

۵۷..... عندنا وعند مشائخنا حضرة الرسالة ﷺ حي في قبره الشريف وحياته ﷺ دنيوية من غير تكليف لا برزخية كما هي حاصلة لسائر المؤمنين بل لجميع الناس كما نص عليه العلامة السيوطي في رسالة انباء الاذكياء بحيوة الانبياء حيث قال قال الشيخ تقي الدين السبكي حيوة الانبياء والشهداء في القبر كحياتهم في الدنيا ويشهد له صلاة موسى علیہ السلام في قبره فان الصلوة تستدعي جسدا حيا الى آخر ما قال فثبت بهذا ان حياته دنيوية برزخية لكونها في عالم البرزخ ولشيخنا محمد قاسم في هذا المبحث رسالة مستقلة دقيقة المأخذ بديعة المسلك لم ير مثلها اسمها آب حيات۔ ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیاوی ہے بلا مکلف ہونے کے۔ (عام لوگوں کی طرح کمزور درجے کی محض) برزخی نہیں۔ جیسا کہ تمام مؤمنین بلکہ سب لوگوں کو حاصل ہے۔ چنانچہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ ''انباء الاذکیا بحیوۃ الانبیاء'' میں صراحتاً لکھا ہے کہ شیخ تقی الدین سبکی نے فرمایا ہے کہ انبیاء وشہداء کی قبر میں حیات ایسی ہے جیسی دنیا میں (حقیقی قوی زندگی) تھی اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے کیوں کہ نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کی حیات دنیوی بھی ہے (یعنی دنیا والا جسم زندہ ہے) اور برزخی بھی ہے (کیوں کہ عالم برزخ میں ہے) اور ہمارے شیخ محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا اس بحث میں مستقل رسالہ ہے جو نہایت دقیق اور انوکھے طرز کا ہے اور بے مثال ہے جس کا نام آب حیات ہے۔ (المہند علی المفند ص ۳۴، جواب سوال نمبر ۵، طبع لاہور)

عقیدہ مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن رحمۃ اللہ علیہ، مفتی اوّل دار العلوم دیوبند (م ۱۳۴۷ھ)

۵۸ ..... سوال: زید کہتا ہے کہ مرنے کے بعد قیامت تک انسان کی روح قبر ہی میں رہتی ہے یہ درست ہے یا نہیں؟ اور مرنے کے بعد عذاب روح کو ہوتا ہے یا جسم کو یا دونوں کو؟

الجواب: (۱) قبر میں روح کا تعلق رہتا ہے اور مستقر اصلی اس کا علیین یا سجین ہے۔ (۲) عذاب روح پر مع جسم کے ہوتا ہے جیسا کہ ظاہر احادیث سے ثابت ہے۔ فقط (فتاوی دار العلوم دیوبند ج ۵ ص ۴۲۶)

۵۹ ...... سوال: مرنے کے بعد جو سوال وغیرہ ہوتے ہیں تو روح مرنے کے بعد آسمان پر چلی جاتی ہے پھر قبر میں لائی جاتی ہے یا جسم میں بند کر دی جاتی ہے؟ اس کے جواب میں فرماتے ہیں جسم سے روح کا تعلق رہتا ہے۔ (فتاوی دار العلوم دیوبند ج ۵ ص ۴۶۲) جب عام مُردے زندہ ہیں تو انبیاء علیہم السلام بطریق اولیٰ زندہ ہیں۔

۶۰ انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات خصوصاً آنحضرت ﷺ کی حیات شہداء کی حیات سے افضل و اعلیٰ ہے۔

(فتاوی دار العلوم دیوبند ج ۵ ص ۴۷۱)

۶۱ ...... المہند علی المفند کی تصدیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ھو الحق عندی و معتقدی و مشائخی یہی میرے نزدیک حق ہے اور میرا اور میرے مشائخ کا یہی عقیدہ ہے۔ (المہند علی المفند ص ۹۲)

عقیدہ خاتم المحدثین مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۵۲ھ)

۶۲ ...... قوله فسمع صوت انسانين إلخ وهذا دليل على أن العذاب محسوس ومسموع لمن كان له أذنان لا أنه مُتخيَّلٌ فقط الخ حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دو انسانوں کی آواز سنی جن کو عذاب ہو رہا تھا۔ اس پر حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ عذاب محسوس چیز ہے اور جس آدمی کے کان ہوں، اس کو قابل سماعت ہے، صرف خیالی چیز نہیں۔ البتہ یہ اس کا محسوس و مسموع ہونا دوسرے عالم میں ہے اور لوگ چاہتے ہیں کہ اس کو اِس عالم (دنیا) میں سن لیں۔ اس لئے وہ حیرانی میں پڑ جاتے ہیں۔ یہ سن لو کہ حواس خمسہ اِس عالم (دنیا) میں ہیں، پھر ایک حاسہ اس چیز کا ادراک نہیں کر سکتا جو دوسرے حاسہ کے عالم میں ہے۔ پس قوت شامہ کو نہیں معلوم کہ سمع اور ذوق کیا ہے؟ اور قوت سامعہ نہیں جانتی کہ سونگھنا اور چکھنا کیا ہے؟ اسی طرح یہ ناممکن ہے کہ جو شخص عالم اجساد میں ہو وہ عالم برزخ کے حالات کی کنہ اور حقیقت کو پا لے، مگر یہ کہ اللہ اس کو سنا دے، جیسے قرآن میں ہے کہ جو قبروں میں ہیں ان کو آپ نہیں سنا سکتے۔ شریعت نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ برزخ کے احوال عالم اجساد کے احوال میں سے ہیں اس لئے یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ ہم آواز نہیں سنتے اور قبر میں کسی کو معذب نہیں دیکھتے۔ وغیرہ وغیرہ! اس کو اچھی طرح سمجھ لے۔ (فیض الباری علی صحیح البخاری ج ۱ ص ۴۱۰)

۶۳ ...... ثم السُّؤالُ عندي يكونُ بالجَسَدِ مع الرُّوْحِ... ولا بُعْد في تعذيب الجسد بعد تمزُّقِه (فیض الباری علی صحیح البخاری ج ۱ ص ۴۷۰) پھر (قبر میں) سوال میرے نزدیک روح مع الجسد سے ہوتا ہے ...... ریزہ ریزہ ہونے کے بعد بھی جسم کو عذاب دینے میں کوئی بُعد نہیں۔

۶۴ ...... ابو داود کی حدیث: ما من أحدٍ يُسلِّم عليَّ إلا ردَّ اللهُ عليَّ رُوحي فأُسَلِّمُ عليه۔ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ۔ای کان النبیّ ﷺ مُعَطّلا عن ذلك الجانب مشغولا بجناب القُدُس. فإذا سُلِّمَ عليه يَرُدُّ الله عليه وهو يُشْغِلُه بذلك الجانب حتى يَرُدَّ عليه السلام وليس معناه الإحياء والإماتة (فیض الباری علی صحیح البخاری ج ۲ ص ۱۸۸) اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نبی ﷺ اس (سماع سلام کی) جانب متوجہ نہیں ہوتے بلکہ جانب قدس میں متوجہ رہتے ہیں، جب آپ ﷺ پر سلام کیا جاتا ہے تو اللہ آپ پر آپ کی روح کو متوجہ کر

دیتا ہے اور اسی جانب میں مشغول کر دیتا ہے۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ سلام کرنے والے کو سلام کا جواب دیتے ہیں۔ باقی اس کا یہ مطلب نہیں کہ سلام کے وقت اللہ زندہ کرتے ہیں پھر موت دے دیتے ہیں۔

۶۵...... ان کثیراً من الاعمال قد ثبتت فی القبور کالاذان والاقامة عند الدارمی وقراءة القرآن عند الترمذی والحج عند البخاری قبروں میں بہت سے اعمال ثابت ہیں جیسے اذان واقامت کا ثبوت دارمی کی روایت میں اور قرأت قرآن کا ترمذی کی روایت میں اور حج کا بخاری کی روایت میں۔ (فیض الباری ج ۱ ص ۱۸۳) اور قبور میں یہ افعال تب وجود پذیر ہو سکتے ہیں جب انبیاء علیہم السلام کے اجساد عنصریہ زندہ ہوں۔

۶۶...... ولعل المراد بحدیث الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون انهم ابقوا علی هذه الحالة ولم تسلب عنهم فلا یرد ان الروح بنفسه یستطیع الصلوٰة ورد السلام فکیف وجه فی الحدیث بقاء الحیوة بفعل الصلوٰة کذا رد السلام برد الروح خلاصہ یہ ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ ایک اعتراض کا جواب دے رہے ہیں۔ اعتراض یہ ہے کہ اکیلی روح نماز پڑھ سکتی ہے اور سلام کا جواب بھی دے سکتی ہے۔ لہٰذا فعل صلوٰۃ اور رد سلام جسد عنصری کی حیات کی دلیل نہیں بن سکتے۔ حضرت اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ الانبیاء احیاء اور رد روح کی حدیث میں جسم عنصری کی حیات کو ثابت کرنا مقصود نہیں بلکہ یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ جسم عنصری کو انہی پہلے والی عبادات پر باقی رکھا گیا ہے اور اُن عبادات سے جسم کو محروم نہیں کیا گیا۔ (تحیۃ الاسلام ص ۳۶) اگرچہ جسم عنصری کی ان عبادات والے احوال کو حیات لازم ہے کہ بغیر حیات کے جسم یہ عبادات نہیں کر سکتا۔

۶۷...... یرید بقوله الانبیاء (احیاء فی قبورهم یصلون) مجموع الاشخاص لا الارواح فقط (مذکورہ حدیث میں) الانبیاء سے حضرات انبیاء علیہم السلام کے مجموع اشخاص (یعنی ارواح واجسام کا مجموعہ) مراد ہیں نہ فقط ارواح (تحیۃ الاسلام ص ۳۶) یعنی انبیاء علیہم السلام اپنے اجسام عنصریہ کے ساتھ قبور میں زندہ ہیں، ان سے فقط ارواح مراد نہیں۔

۶۸...... والاحادیث ارادت افعال الحیاة واعمالها لا بقاء الروح وهو قوله فنبی الله حی یرزق والانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون تسرد فی ذکر الحیوة افعالها لا اصلها او ارادمع الاجساد فان اجسادهم حرمت علی الارض اور یہ احادیث (الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون) بتاتی ہیں کہ حیات سے ایسی حیات مراد ہے جس سے زندگی کے افعال واعمال صادر ہوں صرف بقاء روح مراد نہیں ہے اور اسی سلسلہ میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: فنبی الله حی یرزق (پس اللہ کا نبی زندہ ہے رزق دیا جاتا ہے) اور یہ ارشاد بھی ہے: الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون (انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں) یہ احادیث مبارکہ زندگی کے افعال کو ثابت کرنے کے لئے بیان کی گئی ہیں، نفس حیات کے بیان کے لئے نہیں ذکر کی گئیں یا یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ حیات اجسام کے ساتھ ہے۔ کیوں کہ ان کے اجسام زمین پر حرام کر دیئے گئے ہیں۔ (تحیۃ الاسلام ص ۳۶) یعنی حیات سے صرف روحانی حیات مراد نہیں بلکہ افعال واعمال والی جسمانی حیات مراد ہے، اسی لئے ان احادیث میں اور آیات میں افعال حسیہ کا ذکر ہے۔

۶۹...... وقد یتخایل ان رد الروح ینافی الحیوة و هو یقررها فان الرد انما یکون الی الحی لا الی الجماد کما وقع فی حدیث لیلة التعریس کبھی یہ خیال کیا جاتا ہے کہ روح کا لوٹانا حیات کے منافی ہے۔ حالانکہ رد روح حیات کو ثابت کرتا ہے کیوں کہ روح زندہ کی طرف لوٹائی جاتی ہے نہ کہ جماد کی طرف۔ جیسا کہ لیلۃ التعریس

کی حدیث میں ہے۔ (تحیۃ الاسلام ص ۳۶،۳۵) جب سب حضرات سو گئے تھے اور سورج چڑھنے کے بعد بیدار ہوئے۔ اس حدیث میں ردروح کا ذکر ہے۔ (بخاری ج ۱ ص ۸۳) اور یہ رد روح زندوں کی طرف ہوا کیوں کہ نائم زندہ ہوتا ہے۔

۷۰..... عذاب القبر ثبت متواتراً تواتر القدر المشترك وقال به أهل السنة والجماعة قاطبة ومنكر التواتر هذا لا ريب في تبديعه ومنكر التواتر بالقدر المشترك كافر إن كان التواتر بديهياً وفاسق مبتدع إن كان نظرياً..... ثم لاهل السنة قولان قيل ان العذاب للروح فقط وقيل للروح والجسم والمشهور الثاني اختاره اكثر شارحي الهداية وهو المختار و ان صار البدن ذرة ذرة فان الشعور لكل شئ عند جمهور الامة و تفرد ابن حزم الاندلسي وقال لاشعور الا للثقلين وقال الصوفية العذاب للبدن المثالي عذاب قبر تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔ اس کا قدر مشترک متواتر ہے اور تمام اہل سنت والجماعت نے اسی کا قول کیا ہے اور اس تواتر کا منکر بدعتی ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ قدر مشترک کا تواتر اگر بدیہی ہو تو اس کا منکر کافر ہوتا ہے اور اگر نظری ہو تو اس کا منکر فاسق اور بدعتی ہوتا ہے..... پھر اہل سنت کے دو قول ہیں ایک یہ کہ عذاب صرف روح کو ہوتا ہے۔ دوسرا یہ کہ روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے۔ مشہور عندالجمہور دوسرا قول ہے۔ ہدایہ کے اکثر شارحین نے اسی کو اختیار کیا ہے اور (میرے نزدیک بھی) یہی مختار ہے۔ اگرچہ بدن ذرہ ذرہ کیوں نہ ہو جائے۔ کیوں کہ جمہور امت کے نزدیک شعور ہر چیز کو ہے ابن حزم اندلسی اس میں متفرد ہیں وہ کہتے ہیں کہ انسانوں اور جنوں کے علاوہ کسی چیز میں شعور نہیں ہے اور صوفیاء اس کے قائل ہیں کہ عذاب بدن مثالی کو ہوتا ہے۔ (العرف الشذی ص ۳۵۵)

۷۱..... اما اهل السنة والجماعة فلهم فيه قولان قيل العذاب على الروح فقط و قيل على الروح والجسد معاً ومال إلى الأوّل الحافظ ابنُ القيم رحمه الله تعالى والاقرب عندي هو الثاني وذهب الصوفية الى انه على الجسد المثالي اہل السنۃ والجماعت کے عذاب قبر کے بارے میں دو قول ہیں ایک یہ کہ عذاب فقط روح کو ہوتا ہے۔ دوسرا یہ کہ روح اور بدن دونوں کو ہوتا ہے اور حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کا میلان پہلے قول کی طرف ہے۔ میرے نزدیک اقرب الی الحق دوسرا قول ہی ہے اور صوفیہ کے نزدیک عذاب جسد مثالی کو ہوتا ہے۔ (فیض الباری ج ۲ ص ۴۹۲)

مذکورہ دونوں عبارتوں کی وضاحت

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی فیض الباری کی عبارت میں دو باتیں قابل غور اور قابل تحقیق ہیں۔ (۱) فیض الباری میں فقط روح کے عذاب کا قول ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ جب کہ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ قبر میں روح مع الجسد کو عذاب ہوتا ہے۔ جیسا کہ باب پنجم میں امام موصوف کا مذہب تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اس لئے فیض الباری میں ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اس قول کی نسبت یا تقریر کے مرتب یا کاتب سے سہو ہوا ہے کہ ممکن ہے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تقریر میں ابن حزم کا نام لیا ہو لیکن مرتب یا کاتب نے غلطی سے ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کا نام درج کر دیا اور اگر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ہے تو یہ حضرت کا تسامح ہے۔ (۲) جو لوگ فقط روح کے لئے عذاب قبر کے قائل ہیں وہ اہل سنت نہیں بلکہ اہل سنت کے مقابل ایک

گروہ ہے۔ باقی حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فیض الباری اور عرف الشذی میں جو اس قول کے قائلین کو اہل سنت میں شامل کر رہے ہیں تو اس کی وضاحت درج ذیل ہے۔

حضرت انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اگرچہ ترجیح اس قول کو دی ہے کہ عذاب قبر روح اور جسد عنصری دونوں کو ہوتا ہے لیکن فقط روح کے لئے عذاب قبر کے قائلین (جیسے بعض معتزلہ وغیرہ) کو اہل سنت میں شمار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اہل سنت کا لفظ اہل بدعت اور اہل باطل کے مقابلے میں بولا جاتا ہے اور بدعت کی دو قسمیں ہیں: **مکفرہ** اور غیر **مکفرہ**۔ اسی طرح باطل کی بھی دو قسمیں ہیں، ایک باطل وہ ہے جو کفر ہے، دوسرا باطل وہ ہے جو فسق وضلالت اور گمراہی ہے لیکن کفر نہیں۔ جب بدعت اور باطل کی دو قسمیں ہیں تو اہل بدعت اور اہل باطل کی بھی دو قسمیں ہیں، ایک اہل کفر، دوسرے اہل فسق جو گمراہ ہیں لیکن ہیں اہل اسلام اور مسلمان۔ موقع محل کے مطابق اہل سنت کا لفظ دو طرح استعمال ہوتا ہے۔ (۱) بمقابلہ اہل کفر، اس وقت اہل السنۃ کا معنی ہوگا اہل اسلام، اس میں تمام اہل اسلام فرقے اہل سنت میں شامل ہوں گے، یعنی فاسق بھی اہل سنت میں شامل ہیں، پس اہل فسق اہل بدعت، اہل ضلالت جو ہنوز کفر کی حد میں داخل نہیں ہوئے بمقابلہ اہل کفر وہ بھی اہل السنۃ میں داخل ہوں گے۔ (۲) اہل السنت بمقابلہ اہل فسق، یعنی ان لوگوں کے مقابلہ میں جو ہیں تو اہل باطل، اہل بدعت اور گمراہ، مگر کافر نہیں، اس صورت میں اہل السنۃ سے مراد ہوں گے وہ اہل حق جو ہر قسم کی گمراہی بدعت اور باطل سے منزہ اور پاک ہیں، خواہ وہ کفر ہو یا فسق ہو اور منکرین عذاب قبر کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو مطلقاً عذاب قبر کے منکر ہیں، ان کے نزدیک نہ روح وجسم دونوں کو عذاب ہوتا ہے، نہ فقط روح کو، یہ عقیدہ کفر ہے، اس عقیدہ کے حاملین کتاب وسنت کی **قطعیات** کے منکر ہونے کی وجہ سے کافر ہیں جیسے ملحدین۔ دوسرے وہ جو روح وجسد دونوں کے لئے عذاب کے منکر ہیں لیکن اکیلی روح کے لئے عذاب قبر کے قائل ہیں جیسے معتزلہ اور ابن حزم، یہ عقیدہ فسق ہے، بدعت ہے، گمراہی وضلالت ہے، مگر کفر نہیں۔ جب کہ صحیح اور حق عقیدہ یہ ہے کہ عذاب قبر روح اور جسد عنصری دونوں کو ہوتا ہے۔ پس عذاب قبر کے قائلین دونوں فرقے اہل اسلام ہیں۔ حضرت انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان ملحدین کفار کے مقابلہ میں قائلین عذاب قبر کے دونوں فرقوں کو اہل السنت کہا ہے، اس لئے اہل کفر کے مقابلہ میں اہل السنت کا معنی ہوگا اہل اسلام اور معتزلہ فرقہ جو صرف روح کے عذاب کا قائل ہے، وہ اگرچہ فاسق ہے گمراہ ہے اہل بدعت ہیں لیکن ہیں مسلمان، اس وجہ سے ان کو بھی حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اہل السنت میں شامل کیا ہے اور جن اکابرین نے معتزلہ کو اہل السنت سے خارج قرار دیا ہے وہاں مقابلہ ان اہل حق کے ساتھ ہے جو روح وجسد عنصری دونوں کے لئے عذاب قبر کے قائل ہیں۔ یعنی یہ اہل سنت بایں معنی ہیں کہ ان کا عقیدہ اتنا صحیح اور حق ہے کہ اس میں نہ فسق ہے نہ کسی قسم کی بدعت، گمراہی، ضلالت اور باطل کی ذرہ برابر آمیزش ہے، اس میں نہ بدعت **مکفرہ** ہے نہ غیر **مکفرہ**، بلکہ خالص حق ہے۔ جب کہ معتزلہ کا عقیدہ فسقیہ اور بدعت غیر **مکفرہ** کا حامل ہے۔ اس لئے ان اہل حق کے مقابلہ میں وہ اہل السنت سے خارج ہیں۔

تائید: مسئلہ یہ ہے کہ روح حادث ہے یا قدیم، بعض بے دین زندیق لوگ قدیم ہونے کے قائل ہیں یعنی وہ روح کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق نہیں مانتے، یہ کفر ہے۔ جب کہ صحیح اور حق عقیدہ یہ ہے کہ روح قدیم نہیں بلکہ حادث ہے، اللہ کے پیدا کرنے سے وجود میں آیا۔ حتیٰ کہ معتزلہ بھی دوسرے اہل حق کی طرح روح کو حادث مانتے ہیں۔ لہٰذا اس پر اہل السنت کا اجماع ہے، اس عقیدہ کو بیان کرتے ہوئے حاشیۃ العدوی علی کفایۃ الطالب الربانی ج ا

ص۱۰۶ میں لکھا ہے: قوله باجماع السنة لايخفى انه ليس المراد باهل السنة ما قابل المعتزلة لانهم يوافقوننا على ان الارواح حادثة فمراده هنا باهل السنة الاسلاميون لان المخالف فى ذالك كافر الذين هم الزنادقة ارواح کے حادث ہونے پر اہل السنت کا اجماع ہے، یہ بات مخفی نہ رہے کہ اس عبارت میں اہل السنت کا وہ معنی مراد نہیں جس معنی میں معتزلہ کے مقابلے میں بولا جاتا ہے کیوں کہ معتزلہ بھی اس مسئلہ میں ہماری موافقت کرتے ہیں کہ ارواح حادث ہیں، پس اس جگہ اہل سنت سے مراد اہل اسلام ہیں، کیوں کہ اس میں جو مخالفت کرنے والے ہیں وہ کافر زندیق ہیں۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اہل السنۃ جب اہل کفر کے مقابلہ میں استعمال ہو تو اس وقت اہل السنۃ کا معنی ہوتا ہے اہل اسلام اور اہل اسلام کے تمام فرقوں کو شامل ہوتا ہے، چونکہ اس مسئلہ میں معتزلہ اہل حق کے ساتھ موافقت کرتے ہیں اور وہ مسلمان ہیں اس لئے اس جگہ بمقابلہ اہل کفر، اہل السنۃ کا معنی ہوگا اہل اسلام اور یہ معتزلہ کو بھی شامل ہے اور کبھی معتزلہ کے وہ عقیدے جو کفر نہیں لیکن اہل حق کے عقیدوں سے مختلف ہیں ان خلاف حق عقیدوں کی وجہ سے معتزلہ گمراہ ہیں اور اہل بدعت ہیں۔ پس جب معتزلہ یا ان جیسے مسلمان مگر گمراہ فرقوں کے مقابلہ میں اہل سنت کا لفظ بولا جائے گا تو وہاں اہل السنت کا معنی ہوگا وہ اہل حق جن کے عقائد حقہ میں فسق کے درجہ میں بھی بدعت وضلالت اور گمراہی کی آمیزش نہ ہو، اس وقت معتزلہ اہل السنت سے خارج ہوں گے۔ اس اصول کی روشنی میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی عبارت کو سمجھنے کی کوشش کیجئے۔

دوسری توجیہ: یہ بھی ممکن ہے کہ اہل سنت سے مراد وہ لوگ ہوں جو اہل سنت کی طرف اپنی نسبت کرتے ہیں خواہ وہ درحقیقت اہل سنت میں شامل ہوں یا نہ ہوں۔ جیسے امام آمدی رحمہ اللہ م۱۳۶ھ لکھتے ہیں: وَمذهب اهل الحق من الاسلاميين القول بالحشر والنشر وَعَذَابِ الْقَبْرِ ومسائلة منكر ونَكِير (غاية المرام فی علم الکلام ص۲۹۳) اسلامیین میں سے اہل حق کا مذہب ہے کہ حشر نشر، عذاب قبر اور منکر نکیر کے سوال کا عقیدہ رکھا جائے۔ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اسلامیین میں سے اہل حق حشر نشر کے قائل ہیں اور انہی اسلامیین میں سے بعض لوگ قائل نہیں، جب کہ مذکورہ بالا تینوں عقائد کا انکار کرنے والا مسلمان نہیں بلکہ کافر ہے۔ لہٰذا یہاں اسلامیین سے مراد ہے اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والے، خواہ حقیقت میں وہ مسلمان ہوں یا نہ ہوں تو ان میں سے جو مذکورہ عقائد کے حامل ہیں وہ اہل حق ہیں اور حقیقتاً مسلمان ہیں اور جو ان عقائد کے حامل نہیں وہ اپنے آپ کو مسلمان تو کہلاتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ مسلمان نہیں بلکہ کافر ہیں۔ اسی طرح شرح عقائد کے شروع میں ہے: ومعظم خلافيات مع الفرق الاسلامية (شرح عقائد ص۵) قدیم علم الکلام کے اختلافی مسائل کا بڑا حصہ اسلامی فرقوں کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اس پر صاحب نبراس علامہ عبد العزیز پرہاروی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: کالروافض والخوارج والمعتزلة (اسلامی فرقے جیسے روافض، خوارج اور معتزلہ) پھر لکھتے ہیں: وتسميتهم بالاسلامية على قول من لايكفرهم ظاهر واما على غيره فلانهم ينتسبون الى الاسلام (نبراس ص۲۶) روافض وغیرہ کو اسلامی فرقہ کہنا ان لوگوں کے قول پر جو ان کی تکفیر نہیں کرتے ظاہر ہے کہ یہ اسلامی فرقے ہیں اور جو لوگ ان کی تکفیر کرتے ہیں ان کے قول کے مطابق ان کو اس وجہ سے اسلامی فرقوں میں شمار کیا گیا ہے کہ یہاں اسلامی فرقوں سے مراد ہیں جو اپنے آپ کو اسلام کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اگرچہ وہ فی الحقیقت مسلمان نہ ہوں۔ مفسر قرطبی لکھتے ہیں:

انکرت الملحدۃ من تمذھب من الاسلامیین بمذھب الفلاسفۃ عذاب القبر وانہ لیس لہ حقیقۃ الخ اسلامیین (یعنی اسلام کے مدعی لوگوں) میں سے بعض ملحدین نے فلاسفہ کا مذہب اختیار کر کے روح وجسم کے عذاب وسوال کا انکار کیا ہے۔ (التذکرۃ للقرطبی ص ۳۶۹) اسی اصطلاح کے مطابق حضرت لاہوری ایک جگہ فرماتے ہیں: مسلمانوں میں مشرک، کافر اور نفاق اعتقادی کے منافق موجود ہیں۔ (مجلس ذکر حصہ نہم ص ۷، منعقدہ ۱۰ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۷ھ) عجیب بات ہے کہ مشرک کافر اور نفاق اعتقادی کے منافقین کو مسلمانوں میں کیسے شمار کیا جا رہا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت لاہوری کی مراد یہ ہے کہ جو فرقے اپنے آپ کو اسلام کی طرف منسوب کرتے ہیں ان میں بعض فرقے ایسے بھی ہیں جو مشرک کافر اور نفاق اعتقادی کے لحاظ سے منافق ہیں اس کے باوجود وہ اپنے آپ کو اسلام کی طرف منسوب کر کے اہل اسلام کہلاتے ہیں۔

۷۲..... ثم السوال عندی یکون بالجسد مع الروح کما اشار الیہ صاحب الھدایۃ فی الایمان وقال الصوفیۃ انہ بالجسد المثالی دون الترابی پھر سوال میرے نزدیک جسد وروح کے مجموعہ سے ہوتا ہے، جیسا کہ صاحب ہدایہ نے کتاب الایمان میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے اور صوفیہ نے کہا ہے کہ سوال جسد مثالی کے ساتھ ہوتا ہے جسم خاکی سے نہیں ہوتا۔ (فیض الباری ج ص ۱۸۵) جب کہ صوفیہ سے روح کے جسد ترابی سے تعلق کی نفی ثابت نہیں۔

۷۳..... سمعت ببلدتی کشمیر وانا اذ ذاک ابن اربع سنین ان رجلین تکلما فی ان العذاب ھل یکون للجسد اوالروح؛ فاستقر رأیھما علی ان العذاب لھما ثم ضربا لہ مثلا فقالا ان مثل الجسد مع الروح کمثل اعمی واعرج ذھبا الی حدیقۃ لیجنیا من ثمارھا فعجز الاعمی ان یراھا و عجز الاعرج ان یجنیھا فتشاورا فی امرھما فرکب الاعرج علی الاعمی یذھب بہ الی الاشجار والاعرج یری الثمار و یجنیھا فھذا ھو حال البدن مع الروح فان البدن بدون الروح جماد لاحرکۃ لہ والروح بدون البدن معطلۃ عن الافعال فاحتاج احدھما الی الاخر فلما اشترکا فی الکسب اشترکا فی الاجر اوالوزر ایضا وبعد مرور خمس وثلاثین سنۃ رأیت فی القرطبی عن ابن عباس عین ما قالاہ من فطرتھما فانظر ھل یمکن مثلہ من نحو ارسطو کلا ثم کلا! میں چار سال کا تھا کہ میں نے اپنے علاقہ کشمیر میں دو آدمیوں کو عذاب قبر کے بارے بحث کرتے سنا کہ کیا عذاب جسم کو ہوتا ہے یا روح کو؟ ان دونوں کی رائے اس پر ٹھہری کہ عذاب دونوں کو ہوتا ہے پھر دونوں نے اس کی مثال بیان کی وہ اس طرح کہ جسم اور روح کی مثال ایسے ہے جیسے اندھا اور لنگڑا جو دونوں ایک باغ میں گئے تا کہ وہاں سے پھل چنیں لیکن اندھا دیکھنے سے عاجز تھا اور لنگڑا پھل چننے سے قاصر۔ دونوں نے مشورہ کیا اور لنگڑا اندھے کے کندھے پر سوار ہو گیا اندھا اس کو درختوں کی طرف لے جاتا اور لنگڑا پھل دیکھ کر چن لیتا۔ یہی حال ہے روح وبدن کا کیوں کہ بدن بغیر روح کے جماد ہے اس میں کوئی حرکت نہیں اور روح بغیر بدن کے افعال سے معطل ہے اس لئے ایک کو دوسرے کی حاجت ہے۔ پس جب روح اور بدن کسب اعمال میں دونوں شریک ہیں تو اجر یا گناہ میں بھی دونوں شریک ہوں گے۔ پینتیس (۳۵) برس گذرنے کے بعد میں نے یہی بات حضرت ابن عباس کے حوالہ سے تفسیر قرطبی میں دیکھی جو ان دو آدمیوں نے فطری ذوق سے کہی تھی۔ غور کیجئے کیا ایسی چیز ارسطو وغیرہ سے بھی ممکن ہے؟ ہرگز نہیں پھر ہرگز نہیں۔ (فیض الباری ج ۴ ص ۱۱۵)

۷۴..... ثم لا حاجة فی اثبات عذاب القبر الی ما قاله الصوفیه ان العذاب علی البدن المثالی دون المادی وحینئذ لا بعد ان لم نشاهد احدا یعذب فی قبره فان الاسهل ان یقال انه من عالم الغیب واقامة الدلائل العقلیة علیه جهل ومن یطیق ذالك، پھر عذاب قبر کے اثبات کے لئے اس بات کی کوئی ضرورت نہیں جو صوفیاء بیان کرتے ہیں کہ عذاب (اصالۃً) بدن مثالی کو ہوتا ہے نہ کہ بدن مادی کو۔ لہٰذا اگر ہم قبر میں عذاب کا مشاہدہ نہیں کر سکتے تو کیا حرج ہے؟ قبر میں مادی بدن کے عذاب کے بارے میں آسان تر بات یہ ہے کہ عذاب قبر عالم غیب کی چیز ہے اور عالم غیب کے امور پر عقلی دلائل قائم کرنا جہالت ہے اور اس کی طاقت بھی کون رکھتا ہے؟ (فیض الباری ج ۲ ص ۴۶۷)

۷۵..... ومن ههنا انحل حدیث آخر رواه ابو داؤد فی رد روحه ﷺ حین یسلم علیه ﷺ لیس معناه انه یرد روحه ای انه یحیی فی قبره بل تُوَجَّهُ من ذالك الجانب الی هذا الجانب فهو حی فی كلتا الحالتین بمعنی انه لم یطرأ علیه التعطل لكنه مستهلك فی التوجه الی حضرة الربوبیة فاذا سلم علیه رد علیه روحه بمعنی شغله بذالك الجانب الذی كان معطلا عنه قبله یہاں سے ایک اور حدیث حل ہوگئی جس کو امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے کہ جب آپ پر کوئی سلام کرتا ہے تو آپ کی روح مبارک آپ پر لوٹائی جاتی ہے، اس کا یہ معنی نہیں کہ آپ کو (بوقت سلام) قبر میں زندہ کیا جاتا ہے (اور پہلے زندہ نہیں تھے) بلکہ معنی یہ ہے کہ روح کو متوجہ کیا جاتا ہے اُس جانب سے اِس جانب کی طرف۔ پس آپ دونوں حالتوں میں زندہ ہیں (یعنی رد روح سے پہلے بھی اور بعد میں بھی) یعنی آپ پر کبھی تعطل طاری نہیں ہوتا بلکہ آپ درگاہ ربوبیت کی طرف توجہ میں مستغرق رہتے ہیں۔ پس جب آپ پر سلام کیا جاتا ہے تو آپ پر آپ کی روح لوٹائی جاتی ہے، مطلب یہ کہ سلام کے بعد آپ کو اس جانب اللہ تعالیٰ مشغول کر دیتے ہیں جس کی طرف اس سے پہلے آپ متوجہ نہ تھے۔

(فیض الباری ج ۲ ص ۶۵)

۷۶..... حیاتی خیر لكم ومماتی خیر لكم تعرض علی اعمالكم فما كان من حسن حمدت الله علیه وما كان من سئی استغفرت الله لكم میری یہ زندگی بھی تمہارے لئے بہتر ہے اور میری موت بھی تمہارے لئے بہتر ہے، تمہارے اعمال مجھ پر پیش ہوتے رہیں گے۔ سو میں اچھے عملوں پر اللہ کی حمد کروں گا اور برے اعمال پر اللہ سے بخشش طلب کروں گا۔ اس حدیث کے متعلق جو حیات النبی ﷺ میں نص ہے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: وكذا عند البزار بسند جید عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور یہی حدیث بزار کے ہاں عمدہ سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔ (عقیدۃ الاسلام ص ۱۱)

۷۷..... واذ قد ثبت الشعور البسیط فی الجمادات عندی فلا بدع فی تعذیب ذرات الجسم فی محالها وتعیین الوضع لیس بلازم فتعذب كل ذرة فی مكانها اور میرے نزدیک جب شعور بسیط جمادات میں ثابت ہے تو کوئی عجوبہ نہیں ذرات جسم کو عذاب دینے میں ان کی جگہوں میں اور عذاب کی کیفیت کی تعیین لازم نہیں۔ پس ہر ذرہ کو اس کی جگہ میں عذاب دیا جاتا ہے۔ (فیض الباری ج ۱ کتاب العلم، باب تحریض النبی ص ۱۸۶) اور عذاب موقوف ہے حیات پر۔

۷۸۔ فی سورۃ یٰس (من بعثنا من مرقدنا) وهذا يدل على انه لا احساس في القبر و كلهم نائمون و في آية اخرى (النار يعرضون عليها غدوا وعشيا) فهذه تدل بخلافه والوجه فيه عندي أن حال البرزخ تختلف على حسب اختلاف عمل العاملين في حياتهم فمنهم نائمون في قبورهم ومنهم متلذذون فيه سورۃ یٰسین میں ہے۔ (کس نے ہمیں نیند کی جگہ سے اٹھا دیا) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر میں کوئی احساس نہیں بلکہ سب نیند میں ہیں، جب کہ دوسری آیت میں ہے کہ وہ صبح وشام آگ پر پیش کئے جاتے ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں احساس ہے، میرے نزدیک ان کے درمیان وجہ تطبیق یہ ہے کہ برزخ کے احوال مختلف ہیں عمل کرنے والوں کے اختلاف عمل کے مطابق۔ پس ان میں سے بعض اپنی قبروں میں سوئے ہوئے ہیں اور بعض لذات میں ہیں۔ (فیض الباری ج ۱ ص ۱۸۳) اور نیند اور تلذذ زندہ کی صفت ہے نہ کہ مردہ کی۔

۷۹۔۔۔ قولہ: (السلام عليكم الخ) ظاهر حديث الباب وغيره من كثير من الأحاديث يدل على سماع الموتى واشتهر على ألسنة الناس أن الموتى ليس لهم سماع عند أبي حنيفة. وصنف ملا علي القاري رسالة وذكر فيها أن المشهور ليس له أصل من الأئمة أصلاً بل أخذ هذا من مسألة في باب الأيمان أنه إذا حلف أنه لا يتكلم مع فلان فمات الرجل فتكلم معه على قبره ميتاً لا يحنث. أقول: إن وجه عدم الحنث أن مبنى الأيمان على العرف وأهل العرف لا يعلمون أن الموتى تسمع والمحقق أن أبا حنيفة لا ينكر سمع الأموات الخ (العرف الشذی ص ۴۵۳) اور بے شک ذخیرہ حدیث سماع موتی پر دلالت کرتا ہے اور لوگوں کی زبانوں پر یہ بات مشہور ہوگئی ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مردوں کے لئے سماع ثابت نہیں۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالہ تصنیف کیا ہے اور اس میں یہ بات ذکر کی ہے کہ اس مشہور بات کی ائمہ سے صراحت بالکل ثابت نہیں، بلکہ یہ بات باب ایمان کے اس مسئلہ سے اخذ کی گئی ہے کہ ایک آدمی قسم کھاتا ہے کہ وہ فلاں کے ساتھ کلام نہیں کرے گا، پھر وہ آدمی مر جاتا ہے پھر قسم کھانے والا اس کی قبر پر جا کر کلام کرتا ہے تو وہ حانث نہیں ہوگا۔ میں (حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں کہ اس مسئلے میں حانث نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قسموں کا دار ومدار عرف پر ہے، اور اہل عرف یہ نہیں جانتے کہ مردے سنتے ہیں اور تحقیقی بات یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مردوں کے سننے کا انکار نہیں کرتے۔ اگرچہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ مردے نہیں سنتے حالانکہ ذخیرہ حدیث مردوں کے سننے پر دلالت کرتا ہے۔ شیخ نے کہا کہ مردے نہیں سنتے لیکن قرع نعال اور سلام کا سننا اس سے مستثنیٰ ہے، میں (حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں اگر ہم مردوں کے سننے کا قول کر دیں تو کوئی اشکال نہیں۔ کیوں کہ حدیث میں سماع موتی اس طرح ثابت ہے کہ اس کی قدر مشترک متواتر ہے اور ہمیں تخصیصات کر کے تکلف نہیں کرنا چاہئے۔ بالخصوص جب ہمارے تینوں ائمہ (امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ) سے اس کے متعلق انکار بھی منقول نہیں۔ باقی رہیں وہ آیات جن سے بظاہر عدم سماع کا اشارہ ملتا ہے تو ان کے اچھے محامل موجود ہیں۔

۸۰۔۔۔ في فتح القدير عن أبي حنيفة أن الزائر يستقبل القبر ويستدبر القبلة ويتيامن شيئاً ليرا كالميت سهلاً (العرف الشذی) فتح القدیر میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ قبر کی زیارت کرنے والا قبر کی طرف رخ اور قبلہ کی طرف پشت کرے اور تھوڑا سا دائیں طرف ہو جائے تاکہ میت اس کو آسانی سے دیکھ سکے۔

فائدہ: دیکھنا زندہ کی صفت ہے، مردہ کی نہیں۔

۸۱..... بخاری کے باب قول المیت وھو علی الجنازۃ قدمونی کے تحت فرماتے ہیں:

(۱) واعلم ان مسئالۃ کلام المیت وسماعہ واحدۃ وانکرھا حنفیۃ العصر وفی رسالۃ غیر مطبوعۃ لعلی القاری ان احدا من ائمتنا لم یذھب الی انکارھا جان لیجئے میت کے بولنے اور سننے کا مسئلہ ایک ہے، زمانہ حال کے حنفیوں نے اس کا انکار کیا ہے اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک غیر مطبوعہ رسالہ میں ہے کہ ہمارے حنفی ائمہ میں سے کسی ایک امام نے بھی سماع کا انکار نہیں کیا۔

(۲) وانکرھا الشیخ ابن الھمام فی الفتح ثم اورد علی نفسہ ان السماع اذا لم یثبت فما معنی السلام علی القبر واجاب عنہ انھم یسمعون فی ھذا الوقت فقط ولادلیل فیہ علی العموم ثم عاد قائلا انہ ثبت منھم سماع قرع النعال ایضا فاجاب عنہ بمثلہ شیخ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے فتح القدیر میں سماع کا انکار کیا ہے، پھر جب سوال ہوا کہ اگر میت کا سننا ثابت نہیں تو اہل قبور کو سلام کہنے کا کیا مطلب؟ تو اس کا جواب دیا کہ وہ اس خاص وقت میں سنتے ہیں، لیکن ہمہ وقت ہر بات سننے کا کوئی ثبوت نہیں، پھر سوال ہوا کہ قرع نعال یعنی جوتیوں کی کھٹکھٹاہٹ کا سننا بھی حدیث سے ثابت ہے اس کا بھی ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے وہی جواب دیا کہ وہ اس خاص وقت میں سنتے ہیں۔

(۳) اقول والاحادیث فی سمع الاموات قد بلغت مبلغ التواتر فالانکار فی غیر محلہ ولا سیما اذا لم ینقل عن احد من ائمتنا فلابد بالتزام السماع فی الجملۃ (حضرت انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں مردوں کے سننے کی احادیث بلاشبہ حد تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں، سو سماع اموات کا انکار کرنا بے جا ہے بالخصوص جب کہ ہمارے آئمہ احناف میں سے کسی سے بھی بالکلیہ سماع کا انکار منقول نہیں۔ پس سماع فی الجملہ کا التزام ضروری ہے۔ (یعنی بعض باتوں کے سننے کا عقیدہ لازم ہے)

(۴) واما الشیخ ابن الھمام فجعل الاصل ھو النفی وکل موضع ثبت فیہ السماع جعلہ مستثنی ومقتصرا علی المورد قلت اذن الخ شیخ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے نفی سماع کو اصل قرار دیا اور جس جس جگہ سماع (احادیث سے) ثابت ہے اس کو مستثنی کیا اور سماع اموات کو انہی جگہوں تک محدود کر دیا۔ (شیخ انور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) میرے نزدیک اندریں صورت عدم سماع کے عنوان اختیار کرنے میں کوئی فائدہ نہیں۔ نیز سماع کا انکار کر کے پھر بہت سی جگہوں میں سماع کا استثناء کرنا یا سماع فی الجملہ (یعنی بعض باتوں کے سماع) کا قول کرنا ان میں کوئی فرق نہیں۔ خصوصاً جب کہ سماع فی الجملہ کا قائل یہ اقرار بھی کرے کہ مردوں کا زندوں کی تمام باتوں کو سننا ہمیں معلوم نہیں۔ کیوں کہ جب زندہ لوگ تمام باتوں کو بعض صورتوں میں نہیں سنتے تو مردوں کے لئے ہر بات سننے کا کون دعوی کر سکتا ہے۔ اسی لئے میں نے سماع فی الجملہ کا قول اختیار کیا ہے۔

(۵) بقی القرآن فامرہ صعب قال تعالی (انک لاتسمع الموتی) وقال (وما انت بمسمع من فی القبور) وھو بظاھرہ یدل علی النفی مطلقا فقیل بالفرق بین السماع والاسماع والمنفی ھو الثانی دون الاول والمطلوب ھو الاول دون الثانی الخ (مذکورہ بالا تحقیق تھی احادیث اور اقوال آئمہ کی روشنی میں) باقی رہا قرآن تو اس کا معاملہ ذرا پیچیدہ ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا (آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے) اور

فرمایا (آپ ان کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں) بظاہر یہ آیات بالکلیہ سماع کی نفی پر دلالت کرتی ہیں۔ پس اس کے متعدد جواب ہیں: (۱) سماع (سننا) اور اسماع (سنانا) کے درمیان فرق ہے، قرآنِ کریم میں نفی اسماع کی ہے سماع کی نہیں اور ہمارا مقصود بھی سماع کا اثبات ہے نہ کہ اسماع کا۔ (پس ہم نے جو چیز ثابت کی یعنی سماع قرآن میں اس کی نفی نہیں اور جس چیز کی قرآن نے نفی کی ہے یعنی اسماع کی، اس کو ہم نے ثابت نہیں کیا اور اگر کوئی یہ کہے کہ جب سنا نہیں سکتے تو بغیر سنانے کے وہ کیسے سن سکتے ہیں۔ جواب یہ ہے کہ ہم وسائل عادیہ کے تحت نہیں سنا سکتے لیکن خرق عادت کے طور پر اللہ پاک اپنی قدرت سے سناتے ہیں اور وہ سنتے ہیں۔ ناقل) (۲) علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ لیس الغرض منہ نفی السماع بل نفی الانتفاع یعنی ان آیات سے غرض سماع کی نفی نہیں بلکہ انتفاع کی نفی ہے یعنی مطلق سماع کی نفی نہیں بلکہ سماع نافع کی نفی ہے (کہ مردوں کو سننے سے کوئی نفع نہیں ہوتا) اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس کا خاتمہ خیر پر ہو اس کو زندوں کی بات سننے سے نفع وفائدہ ہوتا ہے۔ ہاں! جس کی موت شر پر ہو اس کو سننے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ (۳) عدم سماع بمعنی عدم عمل ہے کیوں کہ جب کوئی عمل نہ کرے تو کہا جاتا ہے کہ وہ میری بات نہیں سنتا، جیسے آپ کہا کرتے ہیں کہ میں نے اس کو بار بار کہا ہے کہ نماز نہ چھوڑا کر لیکن وہ میری بات نہیں سنتا یعنی وہ عمل نہیں کرتا۔ (پس نفی عمل کی ہے نہ کہ سماع کی کیوں کہ قبر دار التکلیف اور دار العمل نہیں) (۴) عالم برزخ میں سماع ثابت ہے اور قرآن میں نفی ہے عالم دنیا کے اعتبار سے کیوں کہ وہ عالم دنیا میں معدوم ہیں اور یہ کہنا کہ جب اموات کا سماع ثابت ہے تو مردوں کے ساتھ تشبیہ کیوں کر درست ہے؟ یہ اعتراض جہالت اور بیوقوفی ہے، کیوں کہ سماع ثابت ہے عالم برزخ میں اور مردوں کے ساتھ تشبیہ ہے عالم دنیا کے اعتبار سے۔ (فیض الباری ج ۱ ص ۴۶۷)

__فائدہ:__ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کتنی وضاحت کے ساتھ سماع فی الجملہ کو نہ صرف یہ کہ ثابت کیا ہے بلکہ اس پر وارد ہونے والے شبہات کا جواب بھی دیا ہے اور سماع کا تعلق صرف روح کے ساتھ نہیں بلکہ روح اور جسم عنصری دونوں کے ساتھ ہے، کیوں کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میت کے کلام اور سماع کا مسئلہ ایک ہے اور ظاہر ہے کہ روح کو میت نہیں کہا جاتا بلکہ جسد عنصری کو کہا جاتا ہے۔ لہٰذا اس ساری بحث کا تعلق روح اور جسد عنصری کے سماع سے ہے اور باب بھی ''قول المیت علی الجنازۃ قدمونی'' ہے کہ میت جو تختے یا چارپائی پر ہے اس کا کہنا قدمونی مجھے آگے لے چلو اور تختے پر روح لیٹے ہوئے نہیں ہوتی بلکہ جسد عنصری ہوتا ہے، اور سماع الاموات کا عنوان ہی بتاتا ہے کہ اجساد عنصریہ کا سماع مراد ہے کہ انہی کو اموات کہا جاتا ہے، ارواح کو اموات نہیں کہا جاتا۔ پس جب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عام اموات کے اجساد عنصریہ کے لئے سماع فی الجملہ ثابت ہے تو اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ وہ قبروں میں زندہ ہیں، یعنی عالم دنیا کے اعتبار سے مردہ ہیں اور عالم برزخ میں قبروں کے اندر جسمانی حیات کے ساتھ زندہ ہیں، کیوں کہ سننا مردوں کی صفت نہیں بلکہ زندوں کی صفت ہے اور جب عام مردے قبروں میں زندہ ہیں تو انبیاء علیہم السلام بطریق اولیٰ زندہ ہوں گے اور جب عام مردے بعض باتوں کو سنتے ہیں تو امام الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے پاس پڑھا ہوا درود وسلام کیوں نہیں سن سکتے؟ آپ قبر کے پاس پڑھا ہوا درود وسلام نہ صرف یہ کہ سنتے ہیں بلکہ جواب بھی دیتے ہیں۔

۸۲..... ونقل عن مالك ان احترام النبی ﷺ بعد وفاته ایضا کما کان فی حیاته و فی البیهقی عن انس و صححه و وافقه الحافظ فی المجلد السادس ان الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ نبی ﷺ کا احترام وفات کے بعد بھی ویسے ہی (ضروری) ہے جیسے آپ کی زندگی میں (ضروری) تھا اور بیہقی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس کو انہوں نے صحیح قرار دیا ہے اور حافظ (ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ) نے (فتح الباری کی) چھٹی جلد میں اس کے ساتھ (تصحیح حدیث میں) موافقت کی ہے کہ تحقیق انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں۔ (فیض الباری ج ۲ ص ۶۴)

۸۳..... فاعلم ان تلك الاحادیث لم ترد فی حیاة نفس الروح و مدتها لان حیاتها مفروغة عنها بل فی تعطلها عن الافعال و عدمه و حینئذ معناه ان ارواح الانبیاء علیہم السلام لیست بمعطلة عن العبادات الطیبة و الافعال المبارکة بل هم مشغولون فی قبورهم ایضا کما کانوا مشغولین حین حیاتهم فی صلاة و حج. فعلم ان اصل الحیاة عبارة عن افعالها و حقیقة الموت عن التعطل عنها ثم الحیاة فیها مراتب فحیاة الانبیاء اعلی و اتم و حیاة الصحابة دونها ثم و ثم بخلاف الکافر فانه میت فی قبره بمعنی انه معطل عن جمیع الخیرات فلیس له غیر الویل و الثبور لا بمعنی فناء روحه لان الارواح لا فناء لها ولا موت. والحاصل ان الحیاة فی حدیث البیهقی انما هی باعتبار الافعال و لذا کلما ذکر فی الاحادیث حیاة احد ذکر معه فعل من افعاله ایضا لیکون دلیلا علی وجه الحیاة اما نفس الروح فهی بمعزل عن النظر. پس جان لیجئے بے شک یہ احادیث (جو قبور میں زندگی اور افعال زندگی کو بیان کرتی ہیں) روح کی زندگی اور اس کی مدت بیان کرنے میں وارد نہیں ہوئیں کیوں کہ اس کے بیان کرنے کی تو ضرورت ہی نہیں بلکہ اس کے افعال سے تعطل اور عدم تعطل کو بیان کرنا مقصود ہے۔ اب مطلب یہ ہوگا کہ بے شک انبیاء علیہم السلام کی ارواح عبادات طیبہ اور افعال مبارکہ سے معطل نہیں بلکہ وہ اپنی قبروں میں نماز و حج میں اسی طرح مشغول رہتے ہیں جس طرح وہ دنیا کی زندگی میں مشغول رہتے تھے..... پس معلوم ہو گیا کہ اصل زندگی افعال کرنے کا نام ہے اور موت کی حقیقت ہے افعال سے معطل ہو جانا..... پھر قبر کی زندگی میں کئی درجے ہیں انبیاء علیہم السلام کی زندگی سب سے اعلیٰ اور سب سے کامل ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی اس سے کم۔ پھر اسی طرح درجات کم ہوتے جاتے ہیں۔ بخلاف کافر کے وہ اپنی قبر میں مردہ ہے اس معنی میں کہ وہ تمام افعال خیر سے معطل ہے، اس کے لئے ہائے افسوس، ہائے ہلاکت، چیخنے کے علاوہ کچھ نہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ اس کی روح فناء ہوگئی کیوں کہ ارواح کے لئے نہ فنا ہے نہ موت (کیوں کہ اگر روح فنا ہو جائے تو جسم عنصری بھی چیخ و پکار نہیں کر سکتا) خلاصہ یہ کہ بیہقی کی حدیث (الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون) میں زندگی باعتبار افعال کے مراد ہے، اسی لئے احادیث میں جب بھی کسی (مردے) کی زندگی کا ذکر ہوا ہے تو اس کے ساتھ اس کے افعال (حیہ) میں سے کسی فعل کا بھی ذکر ہے تا کہ حیات کی حقیقت معلوم ہو جائے (کہ وہ جسمانی حیات ہے فقط روح کی حیات نہیں) باقی رہی نفس روح اس کی حیات کے لئے غور و فکر کی ضرورت ہی نہیں۔ (فیض الباری ج ۲ ص ۶۴، ۶۵)

۸۴..... لان الروح لا یسند الیها الاکل و الشرب ما لم تتصل بجسم مادی او مثالی (فیض الباری ج ۳ ص ۴۲۵) روح کی طرف اکل و شرب وغیرہ افعال کی نسبت نہیں ہو سکتی جب تک وہ جسم مادی یا جسم مثالی کے ساتھ

متصل نہ ہو اور ماقبل میں گذر چکا ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک روح کا تعلق جسم مادی کے ساتھ ہوتا ہے۔ شاہ صاحب کی ان وضاحتوں کے بعد بات صاف ہوگئی کہ قرآن و حدیث میں جہاں اموات کے لئے زندگی اور افعال زندگی کا ذکر ہے وہاں پر اصل مقصود قبر میں افعال زندگی کو ارواحِ اموات کے لئے ثابت کرنا ہے اور چونکہ ارواح بغیر بدن کے کوئی فعل انجام نہیں دے سکتیں۔ اس لئے جب ان کے لئے افعال کا ثبوت ہوا تو ساتھ ہی ابدان کے ساتھ تعلق بھی ثابت ہوگیا اور اسی روح و بدن کے تعلق کا نام حیات جسمانی ہے خود شاہ صاحب نے بھی فرمایا: لیکون دلیلا علی وجه الحیاة کہ افعال کا ذکر اس لئے ہے تاکہ اس سے حیات کی جہت و کیفیت کا پتہ چل جائے کہ وہ حیات محض روحانی نہیں بلکہ جسمانی ہے، جو روح اور بدن مادی کے تعلق کا نام ہے۔

۸۵..... مسلم شریف میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے موسیٰ علیہ السلام اور یونس علیہ السلام کو دیکھا وہ لبیک اللھم لبیک کہہ رہے ہیں۔ حضرت انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث دلیل ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (عقیدۃ الاسلام ص ۲۱)

۸۶... ان حال البرزخ تختلف علی حسب اختلاف عمل العاملین فی حیاتھم فمنھم نائمون فی قبورھم ومنھم متلذذون فیھا وانما عبرت الحیاۃ البرزخیۃ بالنوم لانہ لم یکن لہ لفظ فی لغۃ العرب یؤدی مؤداہ ویصرح عن معناہ وضعا فاختیر اللفظ الموضوع لنظیرہ تفھیما فلا شئی اشبہ بالحیاۃ البرزخیۃ من النوم ولذا جاء فی الحدیث النوم اخو الموت فالنوم اشبہ الاشیاء بالموت ولذا ادخل القرآن النوم والموت تحت لفظ واحد وھو التوفی ثم فرق بینھما فدل علی ان فیھما بعض اشتراک وبعض امتیاز قال اللہ تعالیٰ اللہ یتوفی الانفس الی قولہ الی اجل مسمی والحاصل ان البرزخ اسم لانقطاع حیاۃ ھذا العالم وابتداء حیاۃ اخری وکذا النوم فیہ ایضا نوع انقطاع عن ھذا العالم زندگی کے اعمال مختلف ہونے کے اعتبار سے برزخی احوال مختلف ہوتے ہیں۔ پس بعض لوگ اپنی قبروں میں سوئے رہتے ہیں اور بعض لذات حاصل کرتے ہیں اور حیات برزخیہ کو نوم کے ساتھ اس لئے تعبیر کیا گیا ہے کہ لغتِ عرب میں کوئی ایسا لفظ نہیں تھا جو اس کے مفہوم کو ادا کر سکے اور اس کے معنی کی وضاحت کر سکے۔ لہٰذا معنی کے سمجھانے کے لئے وہ لفظ اختیار کیا گیا جو موت کی نظیر کے لئے وضع کیا گیا یعنی النوم۔ پس نوم موت کے مشابہ ہے اسی لئے حدیث میں ہے کہ نیند موت کی بہن ہے۔ پس تمام اشیاء میں سے سب سے زیادہ موت کے ساتھ مشابہت رکھنے والی چیز نوم ہے، اسی لئے قرآن کریم میں نوم اور موت کو ایک لفظ کے تحت داخل کیا گیا ہے اور وہ لفظ التوفی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ ان ابدان کی روحیں قبض کرتا ہے جن کی موت کا فیصلہ ہو چکا ہے اور جن کی موت کا فیصلہ نہیں ہوا ان کی روحیں بھی نیند کے وقت قبض کرتا ہے، پھر موت والے کی روح کو روک لیتا ہے اور دوسری روح کو ایک مقرر مدت تک چھوڑ دیتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ برزخ عالم دنیا کی زندگی کے انقطاع اور دوسری زندگی (عالم برزخ) کی ابتداء کا نام ہے۔ اسی طرح نوم میں بھی ایک طرح اس عالم سے انقطاع ہو جاتا ہے۔ (فیض الباری ج ۱ ص ۱۸۳) اور روح عالم برزخ کے احوال و امور میں مشغول ہو جاتی ہے لیکن روح کا بدن کے ساتھ تعلق قائم رہتا ہے۔ حتیٰ کہ خواب سے بیدار ہونے کے بعد بدن پر اس کے اثرات نظر آتے ہیں اور محسوس ہوتے ہیں۔ اسی طرح موت کی وجہ سے عالم دنیا سے انقطاع ہو جاتا ہے اور روح عالم برزخ میں داخل ہو جاتی ہے، لیکن وقوع موت کے

بعد روح کا جسد عنصری سے غیر معلوم الکیفیۃ معنوی تعلق قائم رہتا ہے۔

۸۷..... قولہ (إلا الثقلين) و العذاب فيه من أشياء عالم آخر كسعة القبر و تضييقه فإنها كلها من عالم الغيب على أن أوزان الأشياء و مقاديرها ليست بأمر متعين فإن الشيء الواحد يرى صغيرا او كبيرا باعتبار آلات النظر و كذا يختلف وزن الشيء الواحد عند وزنه بخط الاستواء ثم وزنه عند القطبين و قد ذكر نيوتن أن الشيء الواحد يختلف ثقلا و خفة بحسب تجاذب الأرض فإذا وزنت شيئا على الأرض ثم وزنته في الهواء تجده أثقل فإذا علمت أن الشيء الواحد يمكن أن يكون صغيرا و كبيرا بحسب المرأى و كذلك اختلف وزنه بحسب اختلاف المواضع لم تبق للبصر حقيقة فرب شيء تراه صغيرا يمكن أن يكون كبيرا في الواقع و بالعكس فطاحت المقادير رأسا. بقي حال الأصوات فقد تسمع من بعد بعيد و قد لا تسمع ممن هو في البيت فأي بعد في رؤية الميت قبره القصير مبسوطا في ستين أو سبعين ذراعا مثلا فقد شاهدنا اختلاف المقادير لشيء واحد في هذا العالم فما البعد فيه عند اختلاف العالمين على أنه يمكن أن يكون في الأرض شيء يقبض و يبسط. كالجسم التعليمي عند الفلاسفة فيصير ممدودا عند الثواب و مقبوضا عند العذاب. و أيضا يمكن أن تترفع عنه الحجب إلى مسافة متعينة مع بقاء في نفسه كما ترى في بعض الآلات الجديدة يرى منها باطن الإنسان من فوق جلده ثم لا حاجة في إثبات عذاب القبر إلى ما قاله الصوفية أن العذاب على البدن المثالي دون المادي۔

(عذاب قبر نظر نہ آنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں) ارضی قبر میں عذاب دوسرے عالم (عالم برزخ) کی اشیاء میں سے ہے، جیسے قبر کا فراخ اور تنگ ہونا، کیوں کہ یہ سب عالم غیب کے امور میں سے ہے۔ علاوہ ازیں اشیاء کے اوزان اوران کی مقداریں کوئی متعین چیز نہیں۔ کیوں کہ ایک چیز آلات رؤیت کے اعتبار سے کبھی چھوٹی اور کبھی بڑی نظر آتی ہے۔ اسی طرح ایک ہی چیز کا وزن خط استواء اور قطبین کے پاس وزن کرنے کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے اور نیوٹن نے ذکر کیا کہ ایک ہی چیز زمین کی کشش کے اعتبار سے ثقیل اور خفیف ہونے کے اعتبار سے مختلف ہو جاتی ہے، جب ایک چیز کا زمین پر وزن کیا جائے پھر اسی کا فضا میں وزن کیا جائے تو وہ فضاء میں زیادہ ثقیل ہوگی۔ پس جب آپ نے جان لیا کہ ایک چیز ممکن ہے کہ آلہ رؤیت کے اعتبار سے چھوٹی اور بڑی نظر آئے اسی طرح اختلاف مواضع کے اعتبار سے اس کا وزن مختلف ہو تو نگاہ کے لئے کوئی حقیقت متعین نہیں رہتی، بہت سی چیزیں جن کو آپ چھوٹا دیکھتے ہیں ممکن ہے کہ فی الواقع بڑی ہوں اور اسی طرح جس کو آپ بڑا دیکھ رہے ہیں ممکن ہے کہ فی الواقع چھوٹی ہوں، پس مقادیر کا بالکلیہ اعتبار نہ رہا۔ باقی رہا آوازوں کا حال تو کبھی دور دراز جگہ سے آوازیں سنی جاتی ہیں اور کبھی اس کی آوازیں نہیں سنی جاتیں جو کمرے کے اندر ہو، پس اس میں کون سا بعد ہے کہ میت اپنی قبر کو ساٹھ یا ستر ہاتھ تک پھیلا ہوا دیکھے، پس تحقیق ہم نے ایک ہی چیز کی مقادیر کے مختلف ہونے کا اس عالم میں مشاہدہ کیا ہے تو مختلف جہانوں میں ایک ہی چیز کی مقدار کا مختلف ہونا کیا بعید ہے؟ علاوہ ازیں ممکن ہے کہ زمین میں ایک ہی چیز سکڑ بھی جائے اور پھیل بھی جائے جیسے جسم تعلیمی فلاسفہ کے نزدیک۔ پس قبر ثواب کے وقت پھیل جاتی ہے اور عذاب کے وقت سکڑ جاتی ہے۔ نیز ممکن ہے کہ ایک متعین مسافت تک پردے اٹھ جائیں لیکن فی نفسہ باقی رہیں جیسا کہ آپ بعض آلات جدیدہ میں دیکھتے ہیں کہ ان کے ذریعے انسان

کے چمڑے کے اوپر سے انسان کے باطن کو دیکھا جاتا ہے۔ ان حقائق کے بعد عذاب قبر کے ثابت کرنے میں صوفیہ کے اس قول کی طرف حاجت نہیں رہتی کہ عذاب (اصالۃً) بدن مثالی پر ہوتا ہے بدن مادی عنصری پر نہیں ہوتا۔ (فیض الباری ج ۳ ص ۵۴، باب المیت یسمع خفق النعال) اس ساری تحقیق سے ثابت ہوا کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ثواب وعذاب اور قبر کی تمام کارروائی ارضی قبر میں روح اور جسد عنصری دونوں کے لئے ہوتی ہے۔

۸۸..... بقیۃ السلف بحر العلوم علامہ سید انور شاہ صاحب اطال اللہ بقاءہ نے فرمایا کہ بالفاظ عارف جامی یہاں تین چیزیں ہیں: (۱) وہ جواہر جن میں مادہ اور کمیت دونوں ہوں جیسے ہمارے ابدانِ مادیہ۔ (۲) وہ جواہر جن میں مادہ نہیں صرف کمیت ہے جنہیں صوفیہ اجسام مثالیہ کہتے ہیں۔ (۳) وہ جواہر جو مادہ اور کمیت دونوں سے خالی ہوں جن کو صوفیہ ارواح یا حکماء جواہر مجردہ کے نام سے پکارتے ہیں۔ جمہور اہل شرع جس کو روح کہتے ہیں وہ صوفیہ کے نزدیک بدن مثالی سے موسوم ہے جو بدن مادی میں حلول کرتا ہے اور بدن مادی کی طرح آنکھ، ناک، کان، ہاتھ، پاؤں وغیرہ اعضاء رکھتا ہے، یہ روح بدن مادی سے کبھی جدا ہوجاتی ہے اور اس جدائی کی حالت میں بھی ایک طرح کا مجہول الکیفیت علاقہ بدن کے ساتھ قائم رکھ سکتی ہے جس سے بدن پر حالت موت طاری ہونے نہیں پاتی۔ گویا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قول کے موافق جو بغوی نے (اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا) کی تفسیر میں نقل کیا۔ اس وقت روح خود علیحدہ رہتی ہے مگر اس کی شعاع جسد (عنصری) میں پہنچ کر بقائے حیات کا سبب بنتی ہے۔ جیسے آفتاب لاکھوں میل سے بذریعہ شعاعوں کے زمین کو گرم رکھتا ہے۔ (تفسیر عثمانی، سورہ اسراء، آیت: ۸۵) جیسے نیند کی حالت میں روح جسم سے جدا ہونے کے باوجود جسم کے ساتھ تعلق رکھتی ہے اور اسی تعلق کی وجہ سے جسم زندہ رہتا ہے ایسے ہی موت کے بعد روح اگرچہ علیین یا سجین میں ہو اور اس کا تعلق ہو جسد عنصری کے ساتھ ہو تو یہ بھی بعید نہیں۔

۸۹..... قولہ تعالیٰ واسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا یستدل بہ علی حیاۃ الانبیاء (ہمارے اُن رسولوں سے سوال کیجئے جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا) حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کے ساتھ حیات انبیاء پر استدلال کیا جاتا ہے۔ (مشکلات القرآن)

عقیدہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۲ھ)

۹۰..... مشکوٰۃ میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسد کو کھا سکے۔ پس خدا کے پیغمبر زندہ ہوتے ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

فائدہ: پس آپ کا زندہ رہنا بھی قبر شریف میں ثابت ہوا اور یہ رزق اُس عالم کے مناسب ہوتا ہے اور گو شہداء کے لئے بھی حیات اور مرزوقیت وارد ہے مگر انبیاء علیہم السلام میں اُن سے اکمل واقوی ہے۔ (نشر الطیب ص ۲۳۳)

۹۱..... بیہقی وغیرہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ کذا فی المواہب!

فائدہ: یہ نماز تکلیفی نہیں بلکہ تلذذ کے لئے ہے اور اس حیات سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ آپ کو ہر جگہ سے پکارنا جائز ہے۔ (نشر الطیب ص ۲۳۳)

۹۲..... مشکوٰۃ میں بیہقی سے بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ خود حضور ﷺ کا ارشاد مروی ہے کہ جو شخص میری قبر کے پاس درود پڑھے گا اس کو میں خود سنوں گا اور جو شخص دور سے درود بھیجے گا وہ مجھ کو پہنچایا جائے گا یعنی بذریعہ فرشتوں کے۔ (نشر الطیب ص ۲۳۴) قبر والے جسد عنصری میں حیات ہوگی تو سنیں گے اور اگر جسم میں حیات ہی نہیں تو سنیں گے کیسے؟

۹۳..... مشکوٰۃ میں نسائی اور دارمی سے بروایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کا ارشاد مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ ملائکہ زمین میں سیاحت کرنے والے مقرر ہیں کہ میری امت کی طرف سے مجھ کو سلام پہنچاتے رہتے ہیں۔ (نشر الطیب ص ۲۳۴) سلام زندوں کو پہنچایا جاتا ہے مُردوں کو نہیں۔

۹۴..... مشکوٰۃ میں ابوداؤد اور بیہقی سے بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد نبوی نقل کیا ہے کہ جو شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح کو واپس کر دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس سلام کا جواب دیتا ہوں۔

فائدہ: اس سے حیات میں شبہ نہ کیا جاوے کیوں کہ مراد یہ ہے کہ میری روح کو جو ملکوت و جبروت میں مستغرق تھی جس طرح کہ دنیا میں نزول وحی کے وقت کیفیت ہوتی تھی اس سے افاقہ ہو کر سلام کی طرف متوجہ ہو جاتا ہوں، اس کو رد روح سے تعبیر فرمایا، کذا فی اللمعات۔ (نشر الطیب ص ۲۳۴)

۹۵..... ابن المبارک نے حضرت سعید بن المسیب سے روایت کیا ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں کہ نبی ﷺ پر آپ کی امت کے اعمال صبح و شام پیش نہ کئے جاتے ہوں۔ کذا فی المواہب۔ (نشر الطیب ص ۲۳۳) اعمال زندوں کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں مردوں کے سامنے پیش نہیں کئے جاتے۔

۹۶..... مجموعہ روایات سے علاوہ فضیلتِ حیات و اکرام ملائکہ کے برزخ میں آپ کے یہ مشاغل ثابت ہوتے ہیں: (۱) اعمال امت کا ملاحظہ فرمانا۔ (۲) نماز پڑھنا۔ (۳) غذا مناسب اُس عالم کے نوش فرمانا۔ (۴) سلام کا سننا نزدیک سے خود اور دور سے بذریعہ ملائکہ۔ (۵) سلام کا جواب دینا، یہ تو دائماً ثابت ہیں اور احیاناً بعض خواص امت سے بیداری میں کلام اور ہدایات فرمانا بھی آثار و اخبار میں مذکور ہے۔ (مختلف مشاغل میں زندہ آدمی مشغول ہوتا ہے مردہ مشغول نہیں ہوتا۔ ناقل) اور ان مشاغل کے ایک وقت میں اجتماع سے تزاحم کا وسوسہ نہ کیا جاوے کیوں کہ برزخ میں روح کو۔ خصوصاً روح مبارک کو بہت وسعت ہوتی ہے۔ (نشر الطیب ص ۲۳۳)

۹۷..... مواہب میں بسند امام ابوالمنصور صباغ اور ابن النجار اور ابن عساکر اور ابن الجوزی رحمہم اللہ محمد بن حرب ہلالی سے روایت کیا ہے کہ میں قبر مبارک کی زیارت کر کے سامنے بیٹھا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور زیارت کر کے عرض کیا کہ یا خیر الرسل اللہ تعالیٰ نے آپ پر ایک سچی کتاب نازل فرمائی۔ جس میں ارشاد ہے: ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاءوك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما (النساء: ٦٤) اور میں آپ کے پاس اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہوں اور اپنے رب کے حضور میں آپ کے وسیلہ سے شفاعت چاہتا ہوا آیا ہوں، پھر دو شعر پڑھے الخ اور محمد بن حرب کی وفات ۲۲۸ھ میں ہوئی ہے۔ غرض زمانہ خیر القرون کا تھا اور کسی سے اس وقت نکیر منقول نہیں، پس حجت ہوگیا۔ (نشر الطیب ص ۲۰۸) شفاعت کی درخواست زندہ کے سامنے کی جاتی ہے، مردہ سے شفاعت کی درخواست نہیں کی جاتی۔ ناقل!

۹۸..... بعد مرنے کے گو برزخی حیات ہر شخص کی روح کو حاصل ہے اور اسی سے جزا و سزا کا ادراک ہوتا ہے، لیکن

شہید کو اس حیات میں اور مردوں سے ایک گونہ امتیاز ہے اور وہ امتیاز یہ ہے کہ اس کی یہ حیات (برزخی) آثار میں اوروں سے قوی ہے جس طرح سر انگشت میں حس جو آثار حیات سے ہے بنسبت ایڑی کے طباً وحساً قوی ہے۔ حتیٰ کہ شہید کی اس حیات کی قوت کا ایک اثر برخلاف معمولی مردوں کے اُن کے جسد ظاہری تک بھی پہنچا ہے کہ اُس کا جسد باوجود مجموعہ گوشت و پوست ہونے کے خاک سے متاثر نہیں ہوتا اور مثل جسد زندہ کے صحیح سالم رہتا ہے۔ جیسا کہ احادیث اور مشاہدات شاہد ہیں۔ پس امتیاز کی وجہ سے شہداء کو اَحیاء کہا گیا ہے...... اور یہی حیات ہے جس میں حضرت انبیاء علیہم السلام شہداء سے بھی زیادہ امتیاز اور قوت رکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ بعد موت ظاہری کے سلامت جسد کے ساتھ ایک اثر اس حیات کا اِس عالم کے احکام میں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مثل ازواجِ احیاء کے ان کی ازواج سے کسی کو نکاح جائز نہیں ہوتا اور ان کا مال میراث میں تقسیم نہیں ہوتا۔ پس اس حیات میں سب سے قوی تر انبیاء علیہم السلام ہیں پھر شہداء اور پھر معمولی مردے۔ (بیان القرآن ج ا ص ۸۶، پ ۲) اس سے معلوم ہوا کہ شہداء اور انبیاء کے اجساد عنصر یہ جو گوشت و پوست کا مجموعہ ہیں اور زمین میں مدفون ہیں اور مٹی اُن کو نہیں کھاتی ان کو زندہ کہا جارہا ہے اور انہی اجساد عنصر یہ کی حیات کو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ برزخی حیات فرمارہے ہیں۔

۹۹...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعض حدیث قبر میں زندہ ہیں۔ (التکشف ص ۴۴۶)

۱۰۰...... انبیاء علیہم السلام کی ارواحِ طیبہ کو بعد از مرگ بھی قریب قریب وہی تعلق (یعنی تعلق حیات) اپنے اجسام سے رہتا ہے جو قبل از مرگ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے اجساد مثل اجساد احیاء کے پھولتے پھٹتے نہیں۔ (المصالح العقلیہ ج ۳ ص ۲۱۱) حضرت نے قریب قریب کہا ہے۔ بعینہٖ دنیاوی تعلق نہیں کہا۔ کیوں کہ دنیاوی تعلق کی وجہ سے سانس چلتا ہے، دل دھڑکتا ہے، نبض چلتی ہے، آنکھ پھڑکتی ہے، بھوک پیاس لگتی ہے، خواہشات ابھرتی ہیں، لیکن بعد از مرگ یہ لوازم دنیا نہیں پائے جاتے۔ اُس تعلق کی وجہ سے پہلے کی طرح حیات حاصل ہوجاتی ہے مگر وہ دنیاوی تعلق جس کے ساتھ لوازم دنیا بھی متحقق ہوجائیں وہ تعلق نہیں ہوتا۔

۱۰۱...... چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبر شریف میں زندہ ہیں اس لئے زیارت کرنے والے کو یہ نہ کہنا چاہئے کہ میں نے قبر کی زیارت کی کیوں کہ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زندہ نہ ہونے کا شبہ ہوتا ہے بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں۔ (اشرف الجواب حصہ دوم مضمون نمبر ۳۸، ص ۱۷۰، خطبات ج ۱۳ ص ۱۶۲، وعظ: شکر النعمۃ بذکر رحمۃ الرحمۃ ص ۱۹۷) اور زیارت اِسی ارضی قبر کی کی جاتی ہے اور اس قبر میں دنیاوی جسم مبارک ہے، معلوم ہوا کہ دنیاوالا جسم عنصری قبر میں زندہ ہے۔

۱۰۲...... بس اب بیان کو ایک واقعہ پر ختم کرتا ہوں جس سے زیارت قبر شریف کی برکات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر شریف میں زندہ ہونا معلوم ہوگا۔ سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ جب وہ مزار شریف پر حاضر ہوئے عرض کیا: السلام علیك یاجدی (داداجان السلام علیک) جواب ہوا: وعلیك السلام یاولدی (بیٹا وعلیک السلام) بے اختیار زبان پر یہ شعر جاری ہوئے: فِيْ حَالَةِ الْبُعْدِ رُوْحِيْ كُنْتُ أُرْسِلُهَا ۔ تُقَبِّلُ الْاَرْضَ عَنِّيْ وَهِيَ نَائِبَتِيْ ۔ فَهٰذِهٖ دَوْلَةُ الْاَشْبَاحِ قَدْ حَضَرَتْ ۔ فَامْدُدْ يَمِيْنَكَ كَيْ تَحْظٰى بِهَا شَفَتِيْ (یعنی دوری میں تو روح کو قدم بوسی کے لئے اپنا نائب بنا کر بھیجا کرتا تھا، اب جسم کی باری آئی ہے، اب تو ذرا ہاتھ بڑھا دیجئے تا کہ میں اس کو بوسہ دوں) بس فوراً قبر شریف سے ایک منور ہاتھ جس کے روبرو آفتاب بھی ماند تھا باہر نکلا انہوں نے بے ساختہ دوڑ

کر بوسہ لیا اور وہاں ہی گر گئے۔ (حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے الفلاورنی حقوق بدر البدور ص ۱۸۶ میں اس واقعہ کو پوری سند کے ساتھ باحوالہ ذکر فرمایا ہے) فرماتے ہیں کہ اس حکایت کو امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ شرف ختم میں سلسلہ وار سند سے لکھا ہے کہ وہ روایت کرتے ہیں شیخ کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ سے، وہ شیخ شمس الدین جزری رحمۃ اللہ علیہ سے، وہ شیخ زین الدین مراغی رحمۃ اللہ علیہ سے، وہ شیخ عزالدین احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ سے، وہ اپنے والد شیخ ابواسحٰق ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ سے، وہ اپنے باپ شیخ عزالدین عمر رحمۃ اللہ علیہ سے، وہ فرماتے ہیں کہ میں ۵۵۵ھ میں السید احمد رفاعی کے ساتھ سفر حج میں تھا۔ الخ! علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے جس وقت یہ واقعہ ہوا نوے ہزار آدمی مشاہدہ کر رہے تھے۔

(الافاضات الیومیہ ج ۵ ص ۲۴۴، اشرف الجواب حصہ دوم مضمون ۸۳ ص ۱۷۰، خطبات ج ۱۳ ص ۱۶۲، وعظ: شکر النعمۃ بذکر رحمۃ الرحمۃ۔ خطبات ج ۱۷ ص ۳۴۴، وعظ: روح ارلعج والحج۔ ملفوظات حکیم الامت ج ۵ ص ۲۸۶، ملفوظ نمبر ۲۹۷)

۱۰۳...... حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ روضہ مبارکہ کی طرف دو آدمیوں کے سرنگ نکالنے اور نورالدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کے خواب دیکھنے اور ان کو پکڑنے کا واقعہ ذکر کر کے فرماتے ہیں: جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر موافقین ومخالفین سب کے نزدیک بالاتفاق محفوظ ہے اور مع (تعلق) روح ہے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے تو ظاہر ہے اور علماء نے تصریح کی ہے کہ وہ بقعہ جس سے جسم مبارک خصوص مع الروح مس کئے ہوئے ہے وہ عرش سے بھی افضل ہے۔

(خطبات ج ۱۳ ص ۱۸۴، وعظ: الحبور لنور الصدور)

۱۰۴...... حیات کہتے ہیں ذی حیات کی اس حالت کو جو تولد سے لے کر وفات تک ہے اور اگر نظر کو وسیع کیا جاوے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بعد وفات کے بھی حیات برزخی ثابت ہے اور وہ حیات شہداء کی حیات برزخی سے بھی بڑھ کر ہے اور اتنی قوی ہے کہ حیات ناسوتی (دنیاوی) کے قریب قریب ہے۔ چنانچہ بہت سے احکام ناسوت کے اس پر متفرع بھی ہیں۔ دیکھئے زندہ مرد کی بیوی سے نکاح جائز نہیں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے بھی نکاح جائز نہیں اور زندہ کی میراث تقسیم نہیں ہوتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی میراث تقسیم نہیں ہوتی اور احادیث میں صلوۃ وسلام کا سماع (عند القبر) وارد ہوا ہے۔ (خطبات ج ۵ ص ۲۹، وعظ: الطہور)

۱۰۵...... ان تمام شبہات کا منشاء یہ ہے کہ قبر نام اس گڑھے کا رکھ لیا ہے۔ حالانکہ قبر سے مراد احادیث میں یہ گڑھا نہیں بلکہ مراد قبر سے عالم برزخ ہے اور عالم برزخ اس گڑھے کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ برزخ اس حالت کا نام ہے جو آخرت اور دنیا کے درمیان کی حالت ہے۔ اگر قبر میں دفن کر دیا وہی اس کا برزخ ہے اس سے وہاں ہی سوال جواب اور ثواب وعذاب ہوگا۔ اس سے وہاں ہی یہ سب واقعات پیش آئیں گے، لیکن چونکہ شریعت میں دفن کرنے کا حکم ہے اس لئے عالم برزخ کو قبر سے تعبیر فرمایا ہے، اور دفن کرنے میں بہت سی حکمتیں ہیں اوّل تو یہ کہ روح کو بعد مرنے کے اس جسد خاکی سے ایک تعلق رہتا ہے۔ (خطبات ج ۱۴ ص ۸۱، وعظ: حیوۃ طیبہ) جب عام مردے ہر صورت میں زندہ ہیں حتی کہ ان سے سوال وجواب اور ثواب وعذاب ہوتا ہے تو انبیاء علیہم السلام بطریق اولیٰ زندہ ہوں گے۔

۱۰۶...... حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے وفات نبوی کو قبر کی برزخی وملکوتی جسمانی زندگی کے لئے ولادت قرار دیا ہے اور زندگی کی دو قسمیں بتائی ہیں، حیات ناسوتیہ یعنی دنیاوی زندگی اور حیات ملکوتیہ یعنی قبر والی برزخی جسمانی زندگی اور ولادت کی بھی دو قسمیں بتائیں، ولادت ناسوتیہ (عالم دنیا میں ولادت متعارفہ) ولادت ملکوتیہ (یعنی وفات جو حیات ملکوتیہ کی ابتداء ہے یا سفر آخرت کا آغاز ہے، پھر دونوں کے درمیان تقابل بیان کر کے حیات ملکوتیہ کو حیات ناسوتیہ

سے اور ولادت ملکوتیہ کو ولادت ناسوتیہ سے افضل قرار دیا ہے فرماتے ہیں: کہ غرض حیات ملکوتیہ حیات ناسوتیہ سے ادوم بھی ہے اور اتم بھی اور اقوم بھی اور افضل بھی ہے اور اکمل بھی اور اجل بھی، اور اتقی بھی ہے اور اقوی اور اعلیٰ بھی، اصفی بھی ہے اور ازکی بھی اور اسنی بھی، انفع بھی ہے اور ارفع بھی اور اوقع بھی۔ اعلیٰ بھی اور اشہی بھی اور احظی بھی، جی چاہتا ہے اور بیس تیس قافیے کہہ ڈالوں، جب حیات ملکوتیہ، حیات ناسوتیہ سے اعظم ہے تو ولادت ملکوتیہ (یعنی حیات ملکوتیہ کی ابتداء کہ سفر آخرت یا وفات ہے) ولادت ناسوتیہ (یعنی حیات ناسوتیہ کی ابتداء کہ ولادت متعارفہ ہے) سے بھی اہم و اعظم ہے...... میں نے ثابت کر دیا ہے کہ موت کے بعد جو حیات حاصل ہوتی ہے وہ اس حیات سے افضل و اکمل و اتقی و ادوم ہے، جب ہر طرح حیات ملکوتیہ کا حیات ناسوتیہ سے اکمل ہونا ثابت ہو گیا تو میرا دعویٰ لازماً ثابت ہو گیا کہ ولادت ملکوتیہ ولادت ناسوتیہ سے اہم و اعظم ہے۔ (خطبات ج ۵ ص ۲۴۲، وعظ: المورد الفرخی فی المورد البرزخی)

۱۰۷...... حضرت شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید حج کو گئے، انہوں نے فرمایا کہ جب مدینہ جاؤ تو روضہ اقدس پر میرا بھی سلام عرض کرنا۔ چنانچہ انہوں نے عرض کیا، وہاں سے اشارہ ہوا کہ اپنے بدعتی پیر سے ہمارا بھی سلام عرض کرنا، بدعتی اس لئے فرمایا کہ اُن سے بعض باتیں بصورت بدعت صادر ہوتی تھیں اگر چہ واقعہ میں وہ بدعت نہ تھیں۔ (خطبات ج ۵ ص ۱۰۸، وعظ: السرور) سلام اور سلام کا جواب موقوف ہے حیات پر۔

۱۰۸...... روضہ پاک پر جو درود شریف پڑھا جاتا ہے وہ بالاتفاق بلا واسطہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش ہوتا ہے اور آپ اس کو سنتے اور جواب دیتے ہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۱۱۰، ۱۱۱)

۱۰۹...... جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر موافقین و مخالفین سب کے نزدیک بالاتفاق محفوظ ہے اور مع روح ہے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے تو ظاہر ہے اور علماء نے تصریح بھی کی ہے کہ وہ بقعہ زمین جس سے جسم مبارک خصوص مع الروح مس کئے ہوئے ہے عرش سے بھی افضل ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۱۹) مع الروح سے مع تعلق روح مراد ہے، اور روح و جسم کے تعلق کا نام حیات ہے۔

۱۱۰...... خوب سمجھ لو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو میں نے اُموات کے ذیل میں بیان کیا ہے اس سے کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ یہ حیات انبیاء علیہم السلام کے خلاف ہے، کیوں کہ بوجہ ظاہر موت کے آپ کو میت کہہ سکتے ہیں ورنہ واقع میں آپ زندہ ہیں اور آپ کی حیات ایسی قوی ہے کہ دوسروں کو حاصل نہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی حیات ایسی قوی ہے کہ ان کی بیویوں سے نکاح کرنا بعد ان کی وفات کے بھی جائز نہیں جیسے کسی زندہ خاوند کی بیوی سے نکاح جائز نہیں اور سب بیویوں سے بعد خاوند کی وفات کے شادی کرنا جائز ہے۔ حتیٰ کہ شہداء جن کی حیات بعد شہید ہونے کے اموات مؤمنین سے قوی ہوتی ہے کہ ان کے بدن کو زمین نہیں کھاتی مگر ان کی بیبیوں سے بعد مر جانے کے نکاح جائز ہے، معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات شہداء کی حیات سے قوی تر ہے۔ (خطبات ج ۱۷، ص ۱۸۷، وعظ: تعظیم الشعائر)

۱۱۱...... ایک شخص نے حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں مجھ سے گفتگو کی۔ میں نے کہا جو لوگ مقتول فی سبیل اللہ ہیں ان کے حق میں ارشاد ہے: بل احیاء عند ربھم اور جو لوگ فی سبیل اللہ سے بڑھ کر مقتول فی اللہ ہیں وہ کیوں کر زندہ نہ ہوں گے اور اس نکتہ پر مدار مسئلہ کا نہیں۔ اس میں تو حدیث صریح موجود ہے اور نکتہ تائید کے درجہ میں ہے۔ (الافاضات الیومیہ ج ۳ ص ۳۱۷)

۱۱۲...... مدینہ طیبہ جانے والا یوں کہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں۔ (التبلیغ ص ۳ جمادی الاولیٰ ۷ ۳ھ)

۱۱۳...... جب تم مدینہ منورہ روضہ اقدس پر حاضر ہو تو میرا اسلام اس طرح عرض کرنا: یاسیدی یارسول اللہ اشرف علی خویدمك یسلم علیك ویسئلك ان تدعو اللہ تعالیٰ ان یدخله فی عشاقك و خدام دینك و یحشر معك (اے میرے آقا! اے رسول خدا! اشرف علی آپ کا ادنیٰ خادم آپ کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہے اور آپ سے التجاء کرتا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ اس کو آپ کے عشاق میں اور آپ کے دین کے خدام میں داخل کرے اور روز قیامت اس کو آپ کے ساتھ محشور فرمائے) (القول الجمیل حصہ اول ص ۴) یہ سلام وکلام اور التجا زندہ سے ہوتی ہے مردہ سے نہیں، دعا بھی زندہ کیا کرتا ہے مردہ دعا نہیں کرتا، التجاء اور سلام زندہ سنتا ہے مردہ نہیں سنتا۔ ناقل۔

۱۱۴...... اللہ تعالیٰ نے تین مقام انسان کے لئے ٹھہرائے ہیں دنیا، برزخ اور دار قرار اور ہر مقام کے لئے علیحدہ علیحدہ کچھ احکام ٹھہرائے ہیں جو اسی سے مخصوص ہیں اور انسان کو بدن اور نفس سے مرکب کیا اور دنیا کے احکام بدنوں پر ٹھہرائے اور روحوں کو بدنوں کے تابع کیا۔ اس لئے شرعی احکام ان حرکات سے مرکب کئے ہیں جو زبان اور اندامون (اعضاء) سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اگرچہ دل میں کچھ اور باتیں چھپی ہوتی ہیں اور خدا تعالیٰ نے برزخ کے احکام روحوں پر ٹھہرائے اور جسموں کو روحوں کے تابع کیا۔ (المصالح العقلیہ ج ۳ ص ۲۱۷) معلوم ہوا کہ روح کو جو ثواب وعذاب اصالۃً پہنچتا ہے بدن کے تابع ہونے کی وجہ سے وہ تبعاً جسد عنصری کو بھی پہنچتا ہے جیسا کہ عالم دنیا میں اصالۃً راحت وتکلیف جسد عنصری کو پہنچتی ہے اور روح کے تابع ہونے کی وجہ سے تبعاً روح کو بھی پہنچتی ہے۔

۱۱۵...... اس جگہ (عالم دنیا میں) بدن ظاہر ہے اور روح پوشیدہ اور عالم قبر میں یعنی برزخ میں روح غالب وظاہر ہوگی اور بدن پوشیدہ اور برزخ کے احکام ارواح پر جاری ہوں گے۔ یعنی دکھ اور سکھ روح کو پہنچے گا تو وہ صاحب روح کے جسم پر بھی سرایت کرے گا۔ روح کا تعلق بدن سے گو عام حالات میں ظاہر نہیں ہوتا لیکن ایک غیر معلوم وجہ پر یہ بھی رہتا ہے بدن سے اس کا بالکل انقطاع اور جدائی نہیں ہوتی۔ (المصالح العقلیہ ج ۳ ص ۲۱۷) روح وبدن کے تعلق کا نام حیات ہے اور جب عام مردوں میں عالم برزخ کے اندر یہ تعلق رہتا ہے اور وہ زندہ ہیں تو انبیاء علیہم السلام میں یہ تعلق وزندگی بطریق اولیٰ، اعلیٰ درجہ میں ہوگی۔

۱۱۶...... پس یہ امر کہ ارواح کا قبور کے ساتھ تعلق ہونا چاہئے اس چشم سے لینا چاہئے جس کو کسی قدر کشفی آنکھ نے بھی بتلایا ہے کہ اس تودۂ خاک (جسد عنصری) سے ارواح کا ایک تعلق ہوتا ہے اور السلام علیکم یا اھل القبور کہنے سے جواب ملتا ہے، جو آدمی ان قویٰ سے کام لے جن سے کشف قبور ہوتا ہے تو وہ ان تعلقات کو دیکھ سکتا ہے۔
(المصالح العقلیہ ج ۳ ص ۲۲۶)

۱۱۷...... غرض روح کا تعلق قبر کے ساتھ ضرور ہوتا ہے، انسان میت سے کلام کرسکتا ہے اور ارواح کا تعلق آسمان سے بھی ہوتا ہے جہاں اس کو ایک مقام ملتا ہے وہاں استقرار ہو یا سیر اور یہ ایک ایسی مسلم بات ہے کہ ہندوؤں کی کتابوں میں بھی اس کی گواہی موجود ہے۔ پس یہ مسئلہ عام طور پر مسلمہ مسئلہ ہے۔ بجز اس گمراہ فرقے کے جو نفی بقائے روح کرتا ہے۔ (المصالح العقلیہ ج ۳ ص ۲۲۷)

۱۱۸...... بلاشبہ مرنے کے بعد اجزائے بدن سے بھی روح کا تعلق رہتا ہے، گو نیکوں کی روحیں علیین میں ہوتی ہیں اور بدوں کی سجین میں، لیکن روحوں کا روحانی تعلق ابدان کے ذرات کے ساتھ رہنا ضروری ہے، خواہ کسی کو قبر میں

دفن کریں، خواہ جلا دیں، خواہ ڈوب جائے، ذرے ذرے کے ساتھ روح کا تعلق رہتا ہے، اس کی نظیر تار برقی ہے، تار برقی کا تعلق دیکھئے کہاں سے کہاں تک رہتا ہے، ایسا ہی روح کا تعلق باوجود علیین وسجین کے تعلق بدن کے ساتھ بھی ہے اور ضرور ہے، مگر اس دنیا کی آنکھیں محسوس نہیں کر سکتیں۔ کیوں کہ عالم غیب کے اسرار دنیا کی آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں اور نہ دکھایا جانا ہی مناسب ہے کیوں کہ پھر ایمان بالغیب نہیں رہے گا۔ (المصالح العقلیہ ج ۳ ص ۲۲۶)

۱۱۹...... ناممکن اور ممتنع نہیں کہ مصلوب اور غریق کی روح پھیر دی جائے اور ہم معلوم نہ کر سکیں کیوں کہ وہ روح اور قسم کی ہے، بیہوش اور سکتہ اور مبہوت زندہ ہوتے ہیں اور ان کی روحیں ان کے ساتھ ہی ہوتی ہیں اور بظاہر وہ مردہ دکھائی دیتے ہیں، اُن کی زندگی ہم کو معلوم و محسوس نہیں ہوسکتی، جس کے ٹکڑے ٹکڑے اور اجزاء الگ الگ ہوکر پراگندہ ہو جاویں خدا قادر مطلق پر نہ مشکل اور نہ ممتنع ہے کہ ان اجزاء میں روح کو پیوست کر دے اور درد ولذت اور دکھ وسکھ کا شعور ان اجزاء میں پیدا کر دے۔ (المصالح العقلیہ ج ۳ ص ۲۲۸)

فائدہ: معلوم ہوا حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر صورت میں روح کا دنیوی جسم یا دنیوی جسم کے اجزاء کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اور روح وجسم کے تعلق کا نام حیات ہے خواہ روح جس مقام میں ہو۔ منکرین حیات کے قائد علامہ احمد سعید خان چتروڑ گڑھی لکھتے ہیں: جب تک انقطاع تعلق روح کا جسم سے نہیں ہوجاتا حیات منقطع نہیں ہوسکتی۔ (رسالہ الحیوۃ نمبر ۲ ص ۲۰) گویا چتروڑگڑھی صاحب کے نزدیک روح وجسم کے تعلق کا نام حیات ہے اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مندرجہ بالا حوالہ جات سے روح کا جسد عنصری یا جسد عنصری کے اجزاء کے ساتھ تعلق ثابت ہوا تو اس سے حیات بھی ثابت ہوجاتی ہے۔

۱۲۰...... ارواحِ انبیاء کو بدن کے ساتھ علاقہ بدستور رہتا ہے مگر اطراف وجوانب سے سمٹ آتی ہے، اس لئے حیات جسمانی کو بہ نسبت پہلے کے اسی طرح قوت ہو جاتی ہے جیسے ظرف کے رکھ دینے کے بعد چراغ کے شعلہ میں نورانیت بڑھ جاتی ہے اور سکتہ میں ایسا ہو جاتا ہے جیسے فرض کرو کہ چراغ ٹمٹمانے لگے اور گل ہوجانے کے قریب ہو۔ بہر حال ارواحِ انبیاء کرام کو بدستور اپنے ابدان کے ساتھ تعلق رہتا ہے بلکہ کیفیتِ حیات میں بوجہ اجتماع اور بھی قوت آجاتی ہے اور مثل چراغ وظلمتِ ظرف محیط (کہ برتن کے نیچے روشنی مگر باہر تاریکی ہے) حیات وموت دونوں مجتمع ہوجاتے ہیں (کہ قبر و برزخ کے اعتبار سے حیات ہے مگر دنیا کے اعتبار سے موت ہے) (المصالح العقلیہ ج ۲ ص ۲۱۲)

۱۲۱...... حدیث میں وقوع سماع مصرح ہے اور اس آیت سے نفی نہیں ہوتی اس لئے کہ یہاں پر حق تعالیٰ نے کفار کو موتی سے تشبیہ دی ہے اور تشبیہ میں ایک مشبہ ہوتا ہے اور ایک مشبہ بہ اور ایک وجہ تشبیہ جو دونوں میں مشترک ہوتی ہے، تو یہاں وہ عدم سماع مراد ہے جو موتی اور کفار میں مشترک ہے، اور اموات کا سماع اور عدم سماع تو معلوم نہیں مگر کفار کا تو معلوم ہے کہ قرآن وحدیث کو سنتے ہیں مگر وہ سماع نافع نہیں اور یہ معلوم ہے کہ مشبہ اور مشبہ بہ کے درمیان وجہ تشبیہ میں تماثل (اشتراک) ہوتا ہے۔ پس کفار سے جو سماع منفی ہے یعنی سماع نافع ویسا ہی سماع اموات سے منفی ہوگا نہ کہ مطلق سماع۔ (الافاضات الیومیہ ج ۵ ص ۴۵) جب عام مردے سنتے ہیں اور زندہ ہیں تو انبیاء بطریق اولی زندہ ہیں اور صلوۃ وسلام بھی سنتے ہیں۔

۱۲۲...... حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ انك لاتسمع الموتی کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس آیت سے بعض علماء نے

استدلال کیا ہے کہ مردے نہیں سنا کرتے۔ ہر چند کہ مردوں سے مراد یہاں کفار ہیں مگر تشبیہ جب ہی درست ہو سکے گی جب مردے نہ سنتے ہوں، لیکن چونکہ بعض احادیث میں مردوں کا سننا قریب جگہ سے نہ کہ بعید سے وارد ہے اس لئے بعض علماء نے آیت میں کہا ہے کہ مراد سماع منفی سے سماع نافع ہے اور قرینہ اس کا علاوہ رفع تعارض حدیث کے یہ بھی ہے کہ کفار سے مطلق سماع کا منفی ہونا مشاہدہ کے خلاف ہے۔ البتہ سماع نافع ضرور منفی تھا، پس مردوں سے بھی یہی منفی ہے۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ اگر کوئی مردوں کو نصیحت کرے بیکار ہے کیوں کہ وہ دار العمل نہیں اور ثواب سے نفع ہونا یا تلاوت قرآن سے اُنس ہونا یہ دوسری بات ہے، مقصود مواعظ کا نافع نہ ہونا ہے اور بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ مردے میں مردہ حقیقی جسد (یعنی جسد بلا تعلق روح) وہ (دھڑ بغیر تعلق روح کے) نہیں سن سکتا۔ مگر اس سے (سماع متعلق) روح کی نفی لازم نہیں آتی۔ (تفسیر بیان القرآن ج ۳ ص ۵۸ ۴، پ ۲۱)

۱۲۳...... انك لاتسمع الموتی پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں: لاتسمع میں اطلاق المطلق علی المقید ہے اور سماع سے مراد سماع نافع ہے پس معنی یہ ہیں کہ موتی بالمعنی الحقیقی سے سماع نافع منفی ہے ضرورت اس حمل علی المجاز کی جمع بین النصوص ہے اور قرینہ اس کا خود مشاہدہ ہے (کفار میں) نفس سماع کے منفی نہ ہونے کا بلکہ سماع نافع کے منفی ہونے کا۔ (التکشف ص ۴۲۷) جب عام مردے زندہ ہیں اور سنتے ہیں تو انبیاء بطریق اولیٰ زندہ ہیں اور صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔

۱۲۴...... ان جانوں کو تو تصرف فی الابدان کی طرف عود کرنے سے روک لیتا ہے جن پر موت کا حکم فرما چکا ہے اور باقی جانوں کو جو کہ نوم میں معطل ہو گئی تھیں اور ابھی ان کی موت کا وقت نہیں آیا ایک میعاد معین تک کے لئے رہا کر دیتا ہے کہ جاگ کر پھر بدستور ابدان میں تصرف کرنے لگتی ہیں۔ (بیان القرآن ج ۳ ص ۱٦۴، پ ۲۴) اس سے معلوم ہوا کہ روح کا روکنا تصرف فی الابدان میں مانع ہے نفس حیات میں مانع نہیں یعنی روح کے روک رکھنے کی وجہ سے بدن میں تغیر، بھوک پیاس، گرمی سردی اور احکام کے ساتھ مکلف ہو کر ادائے احکام وغیرہ تصرفات معطل ہو جاتے ہیں اور نفس حیات کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے انقطاع لازم نہیں آتا۔

۱۲۵...... غرض مردہ میں موت کے بعد بھی برزخی حیات ہوتی ہے۔ (خطبات حکیم الامت ج ۲۲ ص ۳۹۸، وعظ: التمیمہ براقبۃ الموت) اور مردہ جسم عنصری ہوتا ہے روح مردہ نہیں ہوتی، معلوم ہوا جسم عنصری میں برزخی حیات ہے۔

۱۲٦...... باہر سے کافر کی قبر ہر طرح مزین اور اندر سے خدائے ذوالجلال کا عذاب ہوتا ہے۔ (خطبات ج ۱ ص ۴۱۱، وعظ: ترجیح الآخرۃ) یہ ظاہر ہے کہ کافر کی ارضی قبر مزین کی جاتی ہے، سجین والی قبر مزین نہیں کی جاتی۔ پس جو قبر مزین کی گئی ہے یعنی ارضی قبر، کافر کو عذاب اُسی میں ہوتا ہے اور اُس میں جسد عنصری ہوتا ہے، اس سے کافر کے جسد عنصری کے لئے عذاب ثابت ہوا۔

۱۲۷...... حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ روح و جسم عنصری کے تعلق کے اثرات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''نیز اس تعلق کا یہ اثر بھی ہے کہ قبر کے پاس جا کر سلام و دعا جو کچھ کی جاتی ہے مردہ اُس کو سنتا ہے اور شہداء میں یہ تعلق عام مؤمنین سے زیادہ ہوتا ہے جس کا اثر یہ ہے کہ اُن کا جسم بعد موت کے سالم رہتا ہے، زمین اُس کو کھا نہیں سکتی۔ نیز اس تعلق سے بعض اولیاء کو مرنے کے بعد قوت تصرف بھی عطاء ہوتی ہے لیکن اُس کے یہ معنی نہیں کہ ہم اُن کے مزاروں پر جا کر اُن سے مرادیں مانگا کریں کہ شرعاً یہ بالکل ناجائز ہے۔ ہاں! اس کا مضائقہ نہیں کہ اُن کے وسیلہ سے حق تعالیٰ سے دعا مانگی جائے...... اور شہداء و اولیاء سے زیادہ انبیاء علیہم السلام کی ارواح کو اپنے اجسام (عنصریہ)

سے تعلق رہتا ہے جس کے بعض آثار یہ ہیں کہ اُن کی میراث تقسیم نہیں ہوتی۔ ایک اثر یہ ہے کہ اُن کی بیویوں سے نکاح کرنا اُن کے بعد بھی حرام ہے۔ (خطبات ج ۳ ص ۱۸۳، ۱۸۴، وعظ: الکمال فی الدین)

۱۲۸..... اس میں تو کچھ شک ہی نہیں کہ قبروں پر ٹٹی پیشاب کرنے سے مردوں کو ایذاء ہوتی ہے۔ (خطبات ج ۳ ص ۱۸۵، وعظ: الکمال فی الدین) مردہ دنیاوی بدن ہے، روح مردہ نہیں، اور بدن کو ایذاء تب ہوگی جب اُس میں حیات ہو، اگر حیات نہیں تو مردہ کو ایذاء کیسے ہو سکتی ہے۔

۱۲۹..... غفلت کا علاج، حاصل اس علاج کا موت و مابعد الموت کا یاد دلانا ہے کہ آدمی تھوڑی دیر بیٹھ کر سوچ لیا کرے کہ مجھے مرنا ہے اور مر کر قبر میں جانا ہے اور وہاں سانپ بچھو ہیں یا جنت کے باغ ہیں، اگر اچھے عمل ہیں تو قبر باغ ہے اور اگر برے ہیں تو سانپ بچھو ہیں اور پھر قبر سے اٹھنا ہے اور حساب و کتاب کے لئے پیش ہونا ہے اور پل صراط پر چلنا ہے۔ (خطبات ج ۲۴ ص ۲۰، وعظ: ذکر الموت) معلوم ہوا کہ مرنے کے بعد جس جگہ دفن ہونا ہے اور قیامت کے دن جہاں سے اٹھنا ہے وہی قبر ہے اور وہی قبر جنت کا باغ ہے یا عذاب کا گھر ہے۔ اُسی میں سانپ بچھو ہیں۔

۱۳۰..... غرض مردہ میں موت کے بعد بھی برزخی حیات ہوتی ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ میت کو قرع نعال (جوتیوں کی کھسکھساہٹ) کی آواز آتی ہے اور جو کوئی عزیز و قریب اس کی قبر پر آتا ہے اسے پہچانتا بھی ہے۔ گو معتزلہ نے اس کا انکار کیا ہے مگر احادیث میں اس کا ثبوت موجود ہے۔ (خطبات ج ۲۲ ص ۳۹۸، وعظ: التکمیل بمراقبۃ الموت)

۱۳۱..... عثمان بن حنیف سے روایت ہے کہ ایک نابینا شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس کو حکم دیا کہ اچھی طرح وضو کرے، دو رکعت پڑھے اور یہ دعا کرے اے اللہ! میں آپ سے درخواست کرتا ہوں اور آپ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں بوسیلہ محمد ﷺ، جو نبی رحمت ہیں، اے محمد! میں آپ کے وسیلہ سے اپنی اس حاجت میں اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا ہوں تا کہ وہ پوری ہو۔ اے اللہ! آپ ﷺ کی شفاعت میرے حق میں قبول فرمایئے۔ چنانچہ وہ بینا ہو گیا۔ پھر ایک شخص کسی کام کے لئے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس جایا کرتا تھا لیکن وہ توجہ نہ فرماتے۔ اُس نے عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے سامنے اس کا تذکرہ کیا۔ انہوں نے فرمایا تو وضو کر کے مسجد نبوی میں جا، اور مذکورہ دعا سکھلا کر کہا کہ یہ پڑھ، اُس نے یہی کیا اور حضرت عثمان کے پاس گیا تو انہوں نے بڑی تعظیم کی اور کام پورا کر دیا۔ (چونکہ اس دعا میں یا محمد کا لفظ آیا اس پر حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں) ندا کا شبہ یہاں بھی نہ کیا جاوے دو وجہ سے۔ ایک تو متبادر یہ ہے کہ مسجد نبوی میں جانے کو فرمایا ہے سو وہاں حضور ﷺ قریب ہی تشریف رکھتے ہیں، ندائے غیب لازم نہیں آئی۔ (نشر الطیب ص ۲۹۵، ۲۹۶) اس عبارت کے آخری جملے سے معلوم ہوتا ہے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے نزدیک روضہ پاک والی قبر میں جو مسجد نبوی کے متصل ہے، حضور ﷺ زندہ تشریف فرما ہیں اور آپ کو ندا کرنا ایسے ہی ہے جیسے حاضر کو ندا کرنا۔

۱۳۲..... اُن کا (یعنی امام مالک رحمہ اللہ کا) مطلب یہ ہے کہ چونکہ حضور ﷺ قبر شریف میں زندہ ہیں اس لئے زیارت کنندہ کو یہ نہ کہنا چاہئے کہ میں نے قبر کی زیارت کی ہے کیوں کہ حضور ﷺ زندہ ہیں۔ (امداد الفتاوی ج ۲ ص ۱۱۹)

۱۳۳..... حضور ﷺ کی قبر مبارک کے لئے بہت کچھ شرف حاصل ہے کیوں کہ جسد اطہر اس کے اندر موجود ہے بلکہ حضور ﷺ خود یعنی جسد مع تلبس الروح اس کے اندر تشریف رکھتے ہیں۔ کیوں کہ آپ قبر میں زندہ ہیں قریب قریب تمام اہل حق اس پر متفق ہیں صحابہ کا یہی اعتقاد ہے۔ حدیث میں بھی نص ہے: ان نبی اللہ حی فی قبرہ یرزق

(بے شک آپ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ کو رزق بھی پہنچتا ہے) مگر یہ یاد رہے کہ اس حیات سے مراد ناسوتی نہیں ہے وہ دوسری قسم کی حیات ہے جس کو حیات برزخیہ کہتے ہیں۔ باقی یہ کہ حیات برزخیہ تو سب کو حاصل ہے پھر اس میں نبی کی کیا تخصیص ہے تو اس کی تحقیق یہ ہے کہ اس کے مختلف مراتب ہیں۔ ایک مرتبہ تو تمام جماعت مؤمنین کو حاصل ہے جس کے ذریعہ نعیم قبر (قبر کی نعمتوں) کی ہر مسلمان کو حس ہوگی۔ دوسری حیات شہداء کی ہے یہ عام مؤمنین کی حیات برزخیہ سے اقویٰ ہوگی۔ عام مؤمنین کی حیات برزخیہ بہ نسبت شہید کے کمزور ہوتی ہے۔ اگرچہ اس حیات ناسوتیہ سے وہ بدرجہا اعلیٰ ہو۔ پس یہ کوئی نہ سمجھے کہ عام مؤمنین کی حیات برزخیہ اس حیات دنیوی سے بھی کمزور ہوگی اور حیات شہید کے اقویٰ ہونے کا ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ زمین اس کی لاش کو نہیں کھا سکتی اور یہ نہ کھانا ایک اثر ہے حیاۃ کا۔ پس شہید میں اس اثر کا ظاہر ہونا اور عام مؤمنین میں نہ ہونا یہ دلیل ہے شہید کی حیات کے اقویٰ ہونے کی بہ نسبت عام مؤمنین کی حیات کے۔ بعض لوگوں نے اس کا انکار بھی کیا ہے کہتے ہیں کہ مشاہدہ اس کے خلاف ہوا ہے مگر یہ کوئی انکار کی وجہ نہیں بن سکتی۔ کیوں کہ جس طرح اس کے خلاف مشاہدہ ہوا ہے اس کے موافق بھی مشاہدہ ہوا ہے جب دونوں مشاہدے موجود ہیں تو سرے سے اس کا انکار کیوں کر کیا جا سکتا ہے، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں اکثری ہے اور نصوص کا محمل یہی ہے۔ باقی مطلقاً انکار صحیح نہیں ہو سکتا۔ نیز ممکن ہے کہ باطنی شرط یعنی اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے وہ حقیقی شہید نہ ہو، اور اگر مان لیا جائے کہ وہ حقیقی شہید تھا تو ممکن ہے کہ کسی عارض کی وجہ سے ایسا ہو گیا ہو کہ اس کی لاش گل گئی مثلاً اس جگہ کی مٹی تیز ہو اور ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ اگر شہید کو موافق عادت کے دفن کر دیا جائے جیسا کہ عموماً مردے دفن ہوتے ہیں کہ اس کی قبر میں کوئی خاص عارض دوسروں سے زیادہ مثل شوریت زمین وغیرہ کی نہ ہو تو اس کی لاش مثل دوسرے مردوں کے نہیں گلے گی۔ بعینہٖ محفوظ رہے گی۔ تیسرا درجہ جو سب سے قوی ہے وہ انبیاء علیہم السلام کی حیات برزخیہ کا ہے کہ وہ شہید کی حیات سے بھی زیادہ قوی ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کا ایک اثر تو محسوس ہے اور وہ وہی ہے جو شہید کے لئے ہے کہ ان کے جسم مبارک کو زمین نہیں کھا سکتی۔ حدیث میں ہے: حرم اللہ اجساد الانبیاء علی الارض (اللہ نے انبیاء کے اجساد کو زمین پر حرام کر دیا ہے) اور دوسرا اثر محسوس تو نہیں مگر منصوص ہے اور وہ حرمت نکاحِ ازواجِ انبیاء علیہم السلام ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی ازواج مطہرات سے بعد ان کے وصال کے کسی امتی کو نکاح جائز نہیں۔ نیز انبیاء علیہم السلام کی میراث ورثہ میں تقسیم نہیں ہوتی۔ نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکنا صدقۃ انبیاء علیہم السلام کا تمام ترکہ صدقہ ہوتا ہے۔ یہ باتیں شہید کے لئے شریعت نے مشروع نہیں کیں تو اگرچہ شریعت نے اس کا خاص کوئی راز نہیں بیان کیا مگر علماء محققین یہی کہتے ہیں کہ اس کا راز قوت حیات انبیاء علیہم السلام ہے کہ حیات مانع ہے ان دونوں امروں سے اور گو ازواجِ نبی سے بعد وفات نبی کے نکاح حرام ہونا تمام انبیاء علیہم السلام کے بارہ میں منقول نہیں ہوا صرف حضور ﷺ کے لئے یہ خصوصیت قرآن میں ذکر کی گئی ہے مگر علماء حکم میراث پر قیاس کر کے اس حکم کو بھی عام جملہ انبیاء علیہم السلام کی ازواج کے لئے سمجھتے ہیں اور میراث کا تقسیم نہ ہونا حدیث سے جملہ انبیاء علیہم السلام کے لئے عام طور پر معلوم ہو چکا ہے تو ان امتیازات سے حیات برزخیہ (جسمانی) انبیاء کا شہداء اور عام مؤمنین سے اقویٰ ہونا ثابت ہوا۔ بہرحال غرض یہ بات باتفاق امت ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام قبر میں زندہ رہتے ہیں اور خاص کر ہمارے حضور ﷺ کے بارہ میں تو مخالفین بھی حیات کے معتقد ہیں، ان کو بھی حضور ﷺ کی حیات کا اقرار ہے۔

(اشرف الجواب حصہ دوم مضمون ۷۵، ص ۲۳۸، وعظ: الظہور لنور الصدور، طبع ادارہ تالیفات اشرفیہ)

فائدہ: اس طویل اقتباس سے مندرجہ ذیل امور واضح ہوگئے۔ (۱) حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قبر کا حقیقی مصداق ارضی قبر ہے۔ (۲) روح کا جسم عنصری کے ساتھ تعلق ہے۔ (۳) عام مومنین، شہداء اور انبیاء سب کا مادی عنصری دنیاوی جسم قبر میں زندہ ہے۔ اگرچہ ان کے مراتب مختلف ہیں۔ (۴) ارضی قبر والی جسمانی حیات کو حیات برزخی بھی کہا جاتا ہے کیوں کہ یہ حیات عالم برزخ میں ہے۔ (۵) ارضی قبر بھی برزخ کا ایک حصہ و فرد ہے کیوں کہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے اسی قبر والی زندگی کو حیات برزخی فرمایا ہے۔ مشاہدہ کرنے یا نہ کرنے کا تعلق اسی ارضی قبر کے ساتھ ہے۔

مولوی عطاء اللہ بندیالوی کا عظیم کارنامہ: حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ پوری عبارت سامنے ہو تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ کتنا کھل کر سامنے آجاتا ہے کہ عام مؤمنین ہوں یا شہداء وانبیاء ہوں سب کی ارواح کا زمینی قبروں میں اُن کے اجسام عنصریہ کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اور اُن اجسام عنصریہ میں حیات ہے۔ اگرچہ ہر ایک کے لئے حیات کے درجات ومراتب مختلف ہیں اور اسی حیات کو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے حیات برزخیہ کہا ہے۔ لیکن منکرین حیات نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ زمینی قبر برزخ نہیں اور اس میں جسم عنصری کی حیات برزخی حیات نہیں بلکہ علیین وسجین میں جو بدن مثالی ہے وہ قبر ہے اور اس میں جو روح کی حیات ہے وہ برزخی حیات ہے۔ اس لئے جہاں بھی حیات برزخیہ کا لفظ آجائے وہ یہی مفہوم مراد لے کر خوش ہوجاتے ہیں کہ یہ ہمارا مذہب بیان ہو رہا ہے۔ چنانچہ بندیالوی صاحب اپنی اس غلط فہمی یا کج فہمی کے مطابق حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی پوری عبارت نقل کرنے کے بجائے قطع وبرید کر کے درمیان سے برزخیہ والا حصہ نقل کر دیا اور اس پر عنوان قائم کیا: ''حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ''

اصل عبارت	بندیالوی صاحب کی قطع وبرید والی عبارت
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے لئے بہت کچھ شرف حاصل ہے کیوں کہ جسد اطہر اس کے اندر موجود ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود یعنی جسد مع متلبس الروح اس کے اندر تشریف رکھتے ہیں کیوں کہ آپ قبر میں زندہ ہیں قریب قریب تمام اہل حق اس پر متفق ہیں صحابہ کا یہی اعتقاد ہے، حدیث میں بھی نص ہے ان نبی اللہ حی فی قبرہ یرزق (کہ آپ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ کو رزق بھی پہنچتا ہے) مگر یہ یاد رہے کہ اس حیات سے مراد ناسوتی (یعنی دنیاوی محسوس کھلی زندگی مع لوازم دنیا) نہیں ہے وہ دوسری قسم کی حیات ہے جس کو حیات برزخیہ کہتے ہیں (یعنی وہ حیات جو عالم برزخ میں حاصل ہے) باقی یہ کہ حیات برزخیہ تو سب کو حاصل ہے۔ الخ!	حدیث میں بھی نص ہے ان نبی اللہ حی فی قبرہ یرزق (کہ آپ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ کو رزق بھی پہنچتا ہے۔ مگر یہ یاد رہے کہ اس حیات سے مراد ناسوتی نہیں ہے وہ دوسری قسم کی حیات ہے جس کو حیات برزخیہ کہتے ہیں۔ تیسرا درجہ سب سے قوی ہے وہ انبیاء کی حیات برزخیہ ہے۔ (رسالہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۴)

فائدہ: قبر میں جسد عنصری کو جو حیات حاصل ہے اسی کو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ حیات برزخیہ فرمارہے ہیں، جب کہ منکرین حیات قبر والی حیات کو حیات برزخی نہیں مانتے بلکہ وہ روح کی حیات کو حیات برزخی کہتے ہیں اور اکابر کی عبارات میں قطع و برید کر کے عوام الناس کو برزخی کے لفظ سے دھوکہ دیتے ہیں جیسا کہ بندیالوی صاحب نے دھوکہ دیا ہے۔

دیانت عطاء اللہ بندیالوی؟...... زندہ باد یا مردہ باد؟...... جواب قارئین کے فہم پر موقوف ہے۔

۱۳۴...... المہند علی المفند کی تصدیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں: نقربہ ونعتقدہ ونکل امر المفترین الی اللہ ہم اس کا اقرار کرتے ہیں اور یہی عقیدہ رکھتے ہیں اور افتراء کرنے والوں کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔ (المہند ص ۹۲)

حضرت مولانا عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ، مفتی خانقاہ تھانہ بھون (م ۱۳۶۸ھ۔ خلیفہ ارشد حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

۱۳۵...... تلقین محتضر مفید ہے اور تلقین میت مفید نہیں اور محض استیناس تلقین پر موقوف نہیں بلکہ تلاوت قرآن اور ذکر سے بدوں تلقین بھی استیناس ہوتا ہے بلکہ مع شئی زائد ای وصول الثواب۔ (کفایت المفتی ج ۴ ص ۹۷) محض استیناس کے لفظ سے معلوم ہوا کہ تلقین سے میت قبر میں اُنس پکڑتا ہے لیکن یہ اُنس پکڑنا تلقین کے ساتھ خاص نہیں بلکہ تلاوت اور ذکر سے بھی یہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے بلکہ میت کو ثواب بھی پہنچتا ہے۔ میت کا مصداق جسد عنصری ہے اور اس کو تلقین قبر کے پاس ہوتی ہے۔ اسی طرح تلاوت اور ذکر بھی قبر کے پاس ہو تو اس سے وہ اُنس پکڑے گا اور ظاہر بات ہے کہ اُنس پکڑنا مردہ کی صفت نہیں زندہ کی صفت ہے، اس سے ثابت ہوا کہ حضرت کے نزدیک قبر میں جسد عنصری کے اندر حیات ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ اُنس پکڑتا ہے۔

عقیدہ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۹ھ)

۱۳۶...... ودلت النصوص الصحیحة علی حیاة الانبیاء علیہم السلام نصوص صحیحہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں۔ (فتح الملہم ج ۱ ص ۳۲۵، باب الاسراء)

۱۳۷...... حضرت شیخ الاسلام فتح الباری کے حوالہ سے لکھتے ہیں: وجه الاشكال فيه ان ظاهره ان عود الروح الى الجسد يقتضي انفصالها عنه وهو الموت وقد اجاب العلماء عن ذالك باجوبة احدها الخ اس میں اشکال یہ ہے کہ روح کا جسم کی طرف عود تقاضا کرتا ہے کہ پہلے روح جسم سے جدا ہو اور یہی موت ہے۔ (حالانکہ آپ قبر میں ہمیشہ زندہ ہیں) علماء نے اس کے کئی جوابات دیئے ہیں۔ (۱) دفن سے پہلے ہی آپ کی روح مقدس کو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف لوٹا دیا ہے۔ یہ نہیں کہ بار بار لوٹائی جاتی ہے پھر نکالی جاتی ہے۔ (۲) ہم نے تسلیم کر لیا کہ ایسا ہی ہے یعنی بار بار لوٹائی اور نکالی جاتی ہے، لیکن یہ نزع موت کا سا نہیں بلکہ اس میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ (۳) روح سے مراد وہ فرشتہ ہے کہ درود پاک پہنچانے کا کام جس کے سپرد ہے۔ (۴) روح سے مجازی طور پر نطق مراد ہے اور روح کے ساتھ اس لئے تعبیر کیا تاکہ ہم اس بات کو سمجھ سکیں۔ (۵) آپ ملاء اعلیٰ کے معاملات میں مستغرق رہتے ہیں، سو جب بھی کوئی شخص سلام کہتا ہے آپ کی توجہ اور فہم آپ کی طرف لوٹ آتا ہے تاکہ آپ سلام کہنے والے کے سلام کا جواب دے سکیں۔ اس حدیث میں ایک اور اشکال بھی ہے وہ یہ کہ اس سے لازم آتا ہے کہ آپ کا سارا وقت ہی سلام کے جواب دینے میں صرف ہو جائے کیوں کہ زمین کے بیشتر اطراف سے صلاۃ وسلام

اس کثرت سے آپ کو پہنچتا ہے جو شمار سے باہر ہے اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ آخرت کے معاملات عقل سے نہیں پہچانے جاسکتے اور برزخ کے معاملات بھی احوال آخرت کے مشابہ ہیں۔ (فتح الملہم ج ۱ ص ۳۳۰، باب الاسراء)

۱۳۸...... واخرج ابو الشیخ بسند جید من صلی علی عند قبری سمعتہ اور اس حدیث کو ابو الشیخ نے عمدہ سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ حدیث یہ ہے: ''جو شخص میری قبر کے پاس درود پڑھے گا میں خود اس کو سنوں گا۔''
(فتح الملہم ج ۱ ص ۳۳۰، باب الاسراء)

۱۳۹...... رسول اللہ ﷺ نے حضرت یونس علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ تلبیہ کہہ رہے ہیں۔ اس پر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''اگر یہ سوال کیا جائے کہ انبیاء علیہم السلام کیسے حج کرتے ہیں اور کیسے تلبیہ کہتے ہیں حالانکہ وہ فوت ہو چکے ہیں؟ اس کے متعدد جوابات دیئے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ: ان الانبیاء افضل من الشھداء والشھداء احیاء عند ربھم فکذالک الانبیاء بے شک انبیاء شہداء سے افضل ہیں اور شہداء زندہ ہیں اپنے رب کے مقرب ہیں تو اسی طرح انبیاء (بھی زندہ ہیں اپنے رب کے مقرب ہیں) (فتح الملہم ج ۱ ص ۳۲۹، باب الاسراء)

۱۴۰... وقد جمع البیھقی کتابا لطیفا فی حیاۃ الانبیاء فی قبورھم اورد فیہ حدیث انس الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون... وشاھد ھذا الحدیث الخ امام بیہقی نے انبیاء کی حیات فی القبور کے بارے میں ایک عمدہ کتاب جمع کی ہے جس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کی ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں۔ (پھر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے رواۃ کی توثیق بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے شواہد پیش کئے ہیں) (فتح الملہم ج ۱ ص ۳۲۹، باب الاسراء)

۱۴۱...... الانبیاء احیاء عند ربھم یرزقون فلا مانع ان یحجوا فی ھذہ الحال کما ثبت فی صحیح مسلم من حدیث انس انہ ﷺ رأی موسیٰ قائما فی قبرہ یصلی انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں انہیں رزق بھی (اُس عالم کے مناسب) دیا جاتا ہے۔ پس کوئی مانع نہیں کہ وہ اس حالت میں حج کریں جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں۔ (فتح الملہم ج ۱ ص ۳۳۰، باب الاسراء)

۱۴۲...... وحیث کان لھا علی الصحیح تعلق لا یعلم حقیقتہ و کیفیتہ الا اللہ عز وجل بالبدن کلہ او بعضہ بعد الموت وھو غیر التعلق بالبدن الذی کان لھا قبلہ فلتکن الروح حیث شاءت اور جب کہ اس روح کا کل بدن یا بعض بدن کے ساتھ موت کے بعد تعلق ہوتا ہے جس کی حقیقت کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا روح جہاں بھی ہو اور یہ تعلق اس تعلق سے مختلف ہے جو موت سے قبل تھا۔ (فتح الملہم ج ۲ ص ۴۷۹، کتاب الجنائز) کیوں کہ موت سے پہلے والے تعلق کی وجہ سے جسم میں نشوونما، تغیرات، تصرفات، دنیاوی عوارض یہ سب چیزیں تھیں، موت کے بعد والے تعلق سے یہ چیزیں پیدا نہیں ہوتیں۔ البتہ ادراک وشعور بحال ہوجاتا ہے اور روح وبدن کے تعلق کا نام حیات ہے اور یہ حیات جسمانی برزخی ہے۔

۱۴۳... قال العبد الضعیف عفا اللہ عنہ یحصل لنا من مجموع النصوص واللہ اعلم ان سماع الموتی ثابت فی الجملۃ بالاحادیث الکثیرۃ الصحیحۃ .. نفی القرآن العزیز الاسماع من العباد وما افصح فی موضع بنفی السماع عن الاموات قال العلامۃ الآلوسی البغدادی والحق ان الموتی

یسمعون فی الجملة وهذا علی احد وجهین اولهما ان یخلق الله عزوجل فی بعض اجزاء المیت قوة یسمع بها متی شاء الله تعالی السلام ونحوه ولا یمنع من ذالك کونه تحت اطباق الثری وقد انحلت منه هاتیك البنیة وانفصمت العری ولا یکاد یتوقف فی قبور ذالك من یجوز ان یری اعمی الصین بعوضة اندلس وثانیهما ان یکون ذالك السماع للروح بلا وساطة قوة فی البدن ولا یمتنع ان تسمع بل ان تحس وتدرك مطلقا بعد مفارقتها البدن وحیث کان لها علی الصحیح تعلق بالبدن کله او بعضه بعد الموت اجری الله سبحانه عادته بتمکینها من السمع وخلقه لها عند زیارة القبر وکذا عند حمل البدن الیه عند الغسل مثلا ولا یلزم علیه التزام القول بان ارواح الموتی مطلقا فی افنیة القبور لما ان مدار السماع علی مشیة الله تعالی والتعلق فلتکن الروح حیث شاءت بندہ ضعیف اللہ تعالیٰ اس سے درگذر کا معاملہ فرمائے عرض کرتا ہے کہ جو چیز ہمیں مجموعۂ احادیث سے حاصل ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ سماع موتی فی الجملہ (بعض باتوں کو سننا) احادیث کثیرہ صحیحہ سے ثابت ہے۔ ہاں! قرآن عزیز نے بندوں سے سنانے کی نفی کی ہے لیکن مُردوں سے کسی ایک جگہ بھی سننے کی صراحتاً نفی نہیں کی۔ علامہ آلوسی بغدادی (روح المعانی میں) فرماتے ہیں اور حق یہ ہے کہ مُردے بعض باتوں کو سنتے ہیں۔ اور یہ دو طریقوں میں سے ایک طریقہ پر ہے: (۱) اللہ تعالیٰ میت کے بعض اجزاء میں (بعلق روح) قوت پیدا کر دیتے ہیں جس کے ساتھ میت سلام وغیرہ سنتی ہے جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں اور اس کا طبقات ارض کے نیچے ہونا یا اس کے جوڑوں کا ٹوٹ جانا، بدن کا تحلیل ہو جانا اس سماع میں رکاوٹ نہیں بنتا اور اس بات کے قبول کرنے میں وہ آدمی ذرہ برابر توقف نہ کرے گا جو اس بات کو جائز قرار دیتا ہے کہ چین کا اندھا شخص (اللہ تعالیٰ کی قدرت سے) اندلس میں مچھر کو دیکھ سکتا ہے۔ (۲) بدنی قوت کے واسطہ کے بغیر روح سنے اور اس میں کوئی رکاوٹ نہیں کہ روح بدن سے جدا ہونے کے بعد احساس وادراک کرے اور جب اس روح کا صحیح قول کے مطابق کل بدن یا بدن کے بعض حصے کے ساتھ موت کے بعد تعلق ہوتا ہے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی عادت جاری کی ہے کہ روح کو سننے کی قدرت دے دیتے ہیں اور قبر کی زیارت کے وقت، قبر کی طرف لے جاتے وقت اور غسل کے وقت اس میں قوت سماعت پیدا کر دیتے ہیں۔ اس کے مطابق یہ بات لازم نہیں آتی کہ سب مُردوں کی روحیں قبروں کے اندر ان کے جسموں میں ہوں کیوں کہ جس چیز پر سماع موتی کا دارومدار ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور روح وبدن کا تعلق ہے روح جہاں بھی ہو۔ (فتح الملہم ج ۲ ص ۴۷۹، کتاب الجنائز) جب عام مُردوں کی ارواح کا ابدان کے ساتھ تعلق ہے اور عام مُردے بعض باتوں کو سنتے ہیں تو ثابت ہوا کہ وہ زندہ ہیں کیوں کہ روح وبدن کے تعلق کا نام زندگی ہے، اور جب عام مُردے زندہ ہیں تو انبیاء علیہم السلام بطریق اولیٰ اعلیٰ زندگی کے ساتھ زندہ ہوں گے۔

۱۴۴...... وهو حی فی قبره الشریف ولحوم الانبیاء حرام علی الارض کما ورد به الاثر اور آنحضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں کیوں کہ انبیاء علیہم السلام کے جسم زمین پر حرام ہیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ (فتح الملہم ج ۲ ص ۴۹۸، باب ما جاء فی الصلوة علی القبر) یعنی انبیاء کے اجساد کا محفوظ ہونا دلیل ہے انبیاء کے زندہ ہونے پر کہ زندوں کے جسموں کو مٹی نہیں کھاتی۔

۱۴۵...... ان الصواب ان المیت اهل للخطاب مطلقا لما سبق من الحدیث ما من احد یمر

بقبر اخیه المؤمن یعرفه فی الدنیا فیسلم علیه الا عرفه ورد علیه السلام بے شک درست بات یہ ہے کہ میت خطاب کا اہل ہے مطلقاً (خواہ عام مؤمن ہو یا شہید یا نبی) کیوں کہ حدیث گزر چکی ہے کہ جب کوئی آدمی اپنے ایسے مؤمن بھائی کی قبر کے ساتھ گزرتا ہے جو اس کو دنیا میں پہچانتا تھا پھر وہ اس پر سلام کرتا ہے تو صاحب قبر اس کو پہچان لیتا ہے اور اس پر سلام کا جواب لوٹاتا ہے۔ (فتح الملہم ج ۲ ص ۵۰۸، کتاب الجنائز)

۱۴۶..... واما بعد وفاته فروحه المقدسة ﷺ قد استقرت فی الرفیق الاعلیٰ مع ارواح الانبیاء علیہم السلام ولا یتوهم من هذا انکار حیاته فی قبره الشریف فان لروحه ﷺ اشرافا علی البدن المبارك المطیب واشراقا وتعلقا به وبدنه فی ضریحه غیر مفقود واذا سلم علیه المسلم رد الله علیه روحه حتی یرد علیه السلام کما ورد فی الحدیث ولم یفارق الملاء الاعلیٰ ومن کثف ادراکه وغلظت طباعه عن هذا الادراك فینظر الی الشمس فی علو محلها وتعلقها وتاثیرها فی الارض وحیاة النبات والحیوان بها وشان الروح فوق هذا لاسیما روح الارواح اعلی من ذالك والطف.
وفات کے بعد آپ کی روح مبارک دوسرے انبیاء علیہم السلام کے ارواح کے ساتھ رفیق اعلیٰ میں قرار پذیر ہے۔ اس سے یہ وہم نہ کیا جائے کہ قبر شریف میں آپ کی حیات کا اس سے انکار لازم آتا ہے۔ کیوں کہ آپ کی روح مبارک کا بدن پر عکس، پرتو اور روشنی پڑتی ہے اور اس کے ساتھ تعلق ہے اور آپ کا بدن مبارک قبر شریف میں موجود رہتا ہے اور جب بھی کوئی سلام کہنے والا آپ سے سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کی روح مبارک کو آپ پر متوجہ کر دیتا ہے۔ حتیٰ کہ آپ سلام کا جواب دیتے ہیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اور روح مبارک ملاء اعلیٰ سے جدا نہیں ہوتی اور جس شخص کا ادراک کثیف ہو اور اس کی طبیعت اس کے سمجھنے سے منقبض ہو تو اسے سورج کی طرف دیکھنا چاہئے وہ کتنی بلندی پر ہے لیکن اس کے باوجود اس کا تعلق اور تاثیر زمین پر ظاہر ہے اور نباتات وحیوانات کی حیات اور نشوونما سورج کے تعلق کی وجہ سے ہے اور روح کی تاثیر بدن میں تو اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ خصوصاً روح الارواح (یعنی روح پاک) کی تو سب سے زیادہ تاثیر ہے۔ (فتح الملہم ج ۳ ص ۴۲۱، باب فضل الصلوۃ بمسجدی مکۃ والمدینۃ)

۱۴۷..... ان النبی ﷺ حی کما تقرر وانه یصلی فی قبره باذان واقامة وان اعماله مضاعفة فیه اکثر من مضاعفة کل احد. آنحضرت ﷺ زندہ ہیں جیسا کہ یہ اپنی جگہ ثابت ہے اور اپنی قبر میں اذان واقامت سے نماز پڑھتے ہیں اور بے شک آپ کے قبر والے اعمال پر اتنا بڑھا کر اجر دیا جاتا ہے کہ اتنا کسی کو بھی بڑھا کر اجر نہیں دیا جاتا۔ (فتح الملہم ج ۳ ص ۴۱۹، باب فضل الصلوۃ بمسجدی مکۃ والمدینۃ)

فائدہ: حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے فتح الملہم کے ص ۴۱۸ سے ص ۴۲۲ تک قبر شریف کی افضلیت پر بحث کی ہے اور مندرجہ ذیل نکات زیر بحث لائے ہیں۔ (۱) درمختار وغیرہ میں ہے کہ قبر کا جو حصہ آپ ﷺ کے اعضاء کے ساتھ متصل ہے وہ کعبہ، عرش، کرسی سے افضل ہے۔ مواہب لدنیہ میں ہے کعبۃ اللہ سے افضل ہونے پر اجماع ہے۔ قاضی عیاض نے موضع قبر کہہ کر اشارہ کیا کہ صرف قبر کے متصل حصہ کو نہیں بلکہ پوری قبر کو یہ فضیلت حاصل ہے۔ (۲) بعض علماء کے نزدیک زمین آسمان سے افضل ہے کہ زمین میں حضور نبی کریم ﷺ تشریف فرما ہیں، لیکن جمہور کے نزدیک صرف زمین کا وہ حصہ جو آنحضرت ﷺ کے بدن مبارک کے ساتھ متصل ہے آسمان سے افضل ہے۔ باقی زمین سے آسمان افضل ہے۔ (۳) شیخ شہاب الدین خفاجی فرماتے ہیں کہ قبر کو یہ فضیلت و

شرف آپ کے دفن کے بعد حاصل ہوا ہے۔ البتہ اگر یہ دیکھا جائے کہ زمین کا قبر مبارک والا حصہ آپ کے دفن کے لئے بنایا گیا تو پھر دفن سے پہلے بھی افضل ہوگا۔ (۴) قبر مبارک افضل ہے یا آپ کا جنت والا محل؟ فرمایا جب تک آپ قبر مبارک میں ہیں قبر افضل ہے اور جب آپ جنت والے محل میں تشریف لے جائیں گے اس وقت وہ افضل ہوگا۔ (۵) شیخ عز الدین نے کہا ازمنہ وامکنہ میں اعمال صالحہ کا محل ہونے کے علاوہ کوئی وجہ فضیلت نہیں۔ اس لئے زمان ومکان کی فضیلت بقدر ''اجر عمل وعامل'' ہوتی ہے چونکہ قبر شریف محل عمل نہیں۔ لہٰذا اس کے لئے کوئی فضیلت نہیں۔ شیخ شہاب الدین اور شیخ تقی الدین سبکی نے تردید کرتے ہوئے فرمایا: پہلی بات یہ ہے اگر بالفرض قبر شریف میں عمل نہ ہو تو بھی فضیلت کی نفی نہیں ہوتی کیوں کہ وجوہ افضلیت اور بھی ہیں مثلاً قبر پر نزول رحمت ورضوان، نزول ملائکہ، پھر قبر شریف کے مکین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو اتنی محبت ہے کہ عقل اس کا تصور نہیں کرسکتی۔ یہ فضائل کسی دوسری جگہ کو حاصل نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ کی قبر شریف ہمارے لئے محل عمل نہیں کیوں کہ نہ وہ مسجد ہے نہ وہ مسجد کے حکم میں ہے، لیکن رسول اللہ ﷺ کے لئے محل عمل ہے کیوں کہ نبی کریم ﷺ زندہ ہیں جیسا کہ یہ بات اپنی جگہ ثابت ہے۔ آپ قبر میں اذان واقامت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں بلکہ آپ کے قبر والے اعمال پر اتنا بڑھا کر اجر دیا جاتا ہے کہ اتنا کسی شخص کو بھی کسی عمل پر اجر نہیں دیا جاتا۔ (اس سے معلوم ہوا کہ یہ ساری بحث اسی مدینہ والی قبر اور مادی جسم کے بارے میں ہے یعنی آپ کا مادی دنیوی جسم قبر میں زندہ ہے اور عمل بھی کرتا ہے۔ ناقل)

۱۴۸...... والحاصل ان اللہ سبحانہ وتعالیٰ اقبالا خاصا عظیما علی روحہ الکریمۃ المشرفۃ علی بدنہ المبارک الحال بقبرہ الشریف بے شک اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی خاص توجہ ہے، رسول اللہ ﷺ کی روح مقدس پر اور روح مقدس متوجہ ہے بدن مبارک پر اور بدن مبارک قبر شریف میں مکین ہے۔ (فتح الملہم ج ۳ ص ۴۲۱، باب فضل الصلوۃ بمسجدی مکۃ والمدینۃ) پس اس سے روح کا بدن کے ساتھ اشراقی اور انعکاسی تعلق ثابت ہوا اور روح وبدن کے تعلق کا نام حیات ہے۔

۱۴۹...... لتؤمنن بہ ولتنصرنہ (البتہ تم ضرور اس پر ایمان لاؤ گے اور اس کی مدد کرو گے) کے بموجب تمام پیغمبروں سے وعدہ لیا گیا رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کا اور آپ کی مدد کرنے کا۔ اس سلسلہ میں حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اور شب معراج میں بیت المقدس کے اندر تمام انبیاء کی امامت کرانا حضور ﷺ کی اسی سیادت عامہ اور امامت عظمیٰ کے آثار میں سے ہے۔ (تفسیر عثمانی، آل عمران حاشیہ ۱۲۴)

__فائدہ:__ معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اور اپنے اصلی عنصری ابدان کے ساتھ بیت المقدس میں تشریف لائے اور آپ کی امامت میں نماز ادا کی۔ تشریف لانا، نماز پڑھنا، اقتداء کرنا زندوں کا کام ہے مُردوں کا نہیں۔ اسی سے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے (آب حیات ص ۴۰) پر استدلال کیا ہے۔ جسم مثالی کا قول محض کشف ہے جس سے نصوص کو رد نہیں کیا جاسکتا۔

۱۵۰...... واسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا (اور پوچھئے ہمارے ان رسولوں سے جو ہم نے آپ سے پہلے بھیجے) حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اور یہ ارشاد کہ پوچھ دیکھو یعنی جس وقت اُن سے ملاقات ہو جیسے شب معراج میں ہوئی۔ (تفسیر عثمانی الزخرف حاشیہ ۴۰)

__فائدہ:__ ملاقات، سلام وکلام زندوں سے ہوتی ہے مُردوں سے نہیں اور پوچھا بھی زندوں سے جاتا ہے

مُردوں سے نہیں اور جواب بھی زندہ ہی دیتے ہیں مُردے جواب نہیں دیا کرتے۔

۱۵۱...... فلا تکن فی مریۃ من لقائہ (سو تو مت رہ دھوکے میں اُس (موسیٰ علیہ السلام) کے ملنے سے) حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (اللہ تعالیٰ نے) موسیٰ کے ذکر پر فرمایا کہ تم جو موسیٰ سے شب معراج میں ملے تھے وہ سچی حقیقت ہے۔ کوئی دھوکا یا نظر بندی نہیں۔ (تفسیر عثمانی السجدۃ حاشیہ ۲۷)

۱۵۲...... فانک لا تسمع الموتٰی کے حاشیہ میں فرماتے ہیں کہ مفسرین نے اس موقع پر سماع موتٰی کی بحث چھیڑ دی ہے۔ اس مسئلہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے عہد سے اختلاف چلا آتا ہے اور دونوں جانب سے نصوص قرآن وحدیث پیش کی گئی ہیں۔ یہاں ایک بات سمجھ لو کہ یوں تو دنیا میں کوئی کام اللہ کی مشیت وارادہ کے بدون نہیں ہوسکتا مگر آدمی جو کام اسباب عادیہ کے دائرہ میں رہ کر باختیار خود کرے وہ اس کی طرف منسوب ہوتا ہے اور جو عام عادت کے خلاف غیر معمولی طریقہ سے ہوجائے اسے براہ راست حق تعالیٰ کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ مثلاً کسی نے گولی مار کر کسی کو ہلاک کردیا یہ اس قاتل کا فعل کہلائے گا اور فرض کیجئے ایک مٹھی کنکریاں پھینکیں جس سے لشکر تباہ ہوگیا۔ اسے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے تباہ کردیا۔ باوجود یہ کہ گولی سے ہلاک کرنا بھی اسی کی قدرت کا کام ہے ورنہ اس کی مشیت کے بدون گولی یا گولا کچھ بھی اثر نہیں کرسکتا۔ قرآن کریم میں دوسری جگہ فرمایا: فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی (پس تم نے ان کو قتل نہیں کیا۔ اللہ نے ان کو قتل کیا اور آپ نے (مشت خاک) نہیں پھینکی جب آپ نے پھینکی لیکن اللہ نے پھینکی) یہاں خرق عادت ہونے کی وجہ سے پیغمبر اور مسلمانوں سے قتل ورمی کی نفی کرکے براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کی گئی۔ ٹھیک اسی طرح انک لا تسمع الموتٰی کا مطلب سمجھو یعنی تم یہ نہیں کرسکتے کہ کچھ بولو اور اپنی آواز مُردے کو سنادو۔ کیوں کہ یہ چیز ظاہری اور مادی اسباب کے خلاف ہے۔ البتہ حق تعالیٰ کی قدرت سے ظاہری اسباب کے خلاف تمہاری کوئی بات مُردہ سُن لے اس کا انکار کوئی مومن نہیں کرسکتا۔ اب نصوص سے جن باتوں کا اس غیر معمولی طریقہ سے سننا ثابت ہوجائے گا۔ اسی حد تک ہم کو سماع موتٰی کا قائل ہونا چاہئے، محض قیاس کرکے دوسری باتوں کو سماع کے تحت نہیں لاسکتے۔ بہرحال آیت میں اِسماع (سنانا) کی نفی سے مطلقاً سماع (سننا) کی نفی نہیں ہوتی۔ (تفسیر عثمانی الروم حاشیہ ۶۵) جب مُردے قبروں میں بعض باتیں سنتے ہیں تو معلوم ہوا کہ وہ عالم دنیا کے اعتبار سے مُردے ہیں لیکن عالم برزخ کے اعتبار سے قبروں میں جسمانی برزخی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں کہ سننا زندوں کا کام ہے اور جب عام مُردے قبروں میں زندہ ہیں تو انبیاء علیہم السلام بطریق اولیٰ اعلیٰ درجہ کی زندگی کے ساتھ زندہ ہوں گے۔

۱۵۳...... موت ہی سے اس قدر گھبرا گیا۔ آگے اس کے بعد ایک اور عالم برزخ آتا ہے جہاں پہنچ کر دنیا والوں سے پردہ میں ہوجاتا ہے اور آخرت بھی سامنے نہیں آتی۔ ہاں! عذاب آخرت کا تھوڑا سا نمونہ سامنے آتا ہے، جس کا مزہ قیامت تک پڑا چکھتا رہے گا۔ (تفسیر عثمانی سورۃ المومنون حاشیہ ۱۰۳)

فائدہ: ''پڑا چکھتا رہے گا۔'' یہ روح کی صفت نہیں، ہاں بدن پڑا رہتا ہے۔ پس جب پڑا ہوا عام بدن زندہ ہے تو انبیاء علیہم السلام کے ابدان بطریق اولیٰ زندہ ہیں۔

۱۵۴...... حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بغوی نے نقل کیا ہے کہ نیند میں روح نکل جاتی ہے مگر اس کا مخصوص تعلق بدن سے بذریعہ شعاع کے رہتا ہے جس سے حیات باطل ہونے نہیں پاتی۔ (جیسے آفتاب لاکھوں میل سے بذریعہ

شعاعوں کے زمین کو گرم رکھتا ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نیند میں بھی وہی چیز نکلتی ہے جو موت کے وقت نکلتی ہے لیکن تعلق کا انقطاع ویسا نہیں ہوتا جو موت میں ہوتا ہے) (تفسیر عثمانی سورۃ الزمر حاشیہ ۵۶) اس عبارت سے یہ امور ثابت ہوئے: (۱) روح کا جسم سے دور ہو جانا جسم کے مُردہ ہونے کی دلیل نہیں۔ (۲) نیند اور موت کی دونوں حالتوں میں تعلق اتصال (دخولی) منقطع ہو جاتا ہے لیکن تعلق انعکاسی اور تعلق تاثیر قائم رہتا ہے جس سے بدن میں حیات باقی رہتی ہے۔ (۳) البتہ دونوں حالتوں کے تعلق میں فرق ہے کہ نیند میں ایسا تعلق ہوتا ہے کہ سانس چلتی ہے نقل وحرکت بھی ہوتی ہے، جس کا اہل دنیا مشاہدہ کرتے ہیں، لیکن موت کی حالت میں حس وادراک بحال ہوتا ہے، تنفس اور نقل و حرکت نہیں ہوتی۔ یہ عام مُردوں کی بات ہے جب وہ موت کے بعد زندہ ہیں تو انبیاء علیہم السلام بدرجہ اولیٰ زندہ ہوں گے اور اس عام زندگی سے اعلیٰ زندگی کے ساتھ۔

۱۵۵...... قبر کی منزل جو دنیا اور آخرت کے درمیان برزخ ہے اس کو اِدھر (حیات دنیا میں) یا اُدھر (حیات آخرت میں) جس کی طرف شمار کر سکتے ہیں۔ چنانچہ سلف سے دونوں قسم کے اقوال منقول ہیں۔ غرض یہ کہ مؤمنین دنیا کی زندگی سے لے کر محشر تک اسی کلمہ طیبہ کی بدولت مضبوط اور ثابت قدم رہیں گے۔ دنیا میں کیسی ہی آفات وحوادث پیش آئیں، کتنا ہی سخت امتحان ہو، قبر میں نکیرین سے سوال وجواب ہو، محشر کا ہولناک منظر ہوش اڑا دینے والا ہو، ہر موقع پر یہی کلمہ توحید اُن کی پامردی اور استقامت کا ذریعہ بنے گا۔ (تفسیر عثمانی ص ۳۲۵، سورہ ابراہیم)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے دنیا کی زندگی میں روح وجسم دونوں کو ثابت قدم رکھا قبر اور آخرت میں بھی انہی کو اللہ تعالیٰ ثابت قدم رکھتا ہے۔

۱۵۶...... کتابٌ مرقوم کے تحت لکھتے ہیں: یعنی جنتیوں کے نام درج ہیں اور ان کے اعمال کی مسلیں مرتب کر کے رکھی جاتی ہیں اور ان کی ارواح کو اوّل وہاں لے جا کر پھر اپنے اپنے ٹھکانے پر پہنچایا جاتا ہے اور قبر سے بھی ان ارواح کا ایک گونہ تعلق قائم رکھا جاتا ہے۔ (تفسیر عثمانی، سورۂ مطففین: آیت ۲۰)

عقیدہ مفتی اعظم فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۷۲ھ)

۱۵۷...... یارسول اللہ السلام علیک یاحبیب اللہ سلام علیک کے متعلق فرماتے ہیں صلوٰۃ وسلام کے ساتھ یارسول و یاحبیب ندا کے الفاظ سے پکارنا اس خیال سے کہ صلوٰۃ وسلام آنحضرت ﷺ کو فرشتوں کے ذریعے پہنچایا جاتا ہے اور آپ ﷺ تک ہماری ندا اور خطاب پہنچ جاتا ہے جائز اور درست ہے۔ کیوں کہ بعض روایات معتبرہ سے ثابت ہے کہ باری تعالیٰ وتقدس نے آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک پر ایک فرشتہ مقرر فرما دیا ہے کہ اس کو ایسی قوت سامعہ عطاء فرمائی ہے کہ وہ تمام مخلوق کے صلوٰۃ وسلام سن کر خدمت نبوی میں عرض کر دیتا ہے اور آنحضرت ﷺ جواب دیتے ہیں۔ البتہ اس خیال اور اعتقاد سے نداء کرنا کہ آنحضرت ﷺ کی روح مبارک مجلس مولود میں آتی ہے اس کا شریعتِ مقدسہ میں کوئی ثبوت نہیں اور کئی وجہ سے یہ خیال باطل ہے اوّل یہ کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ قبر مبارک میں زندہ ہیں جیسا کہ اہل السنت والجماعت کا مذہب ہے تو پھر آپ کی روح مبارک کا مجالس میلاد میں آنا بدن سے مفارقت کر کے ہوتا ہے (کہ بدن سے تعلق ہی نہ رہے یا تعلق کمزور ہو جائے) یا کسی اور طریقے سے؟ اگر مفارقت کر کے مانا جائے تو آپ کا قبر مطہر میں زندہ ہونا باطل ہو جاتا ہے یا کم از کم زندگی میں

فرق آنا ثابت ہوتا ہے تو یہ صورت علاوہ اس کے کہ بے ثبوت ہے باعث توہین ہے نہ کہ موجب تعظیم اور اگر مفارقت نہیں ہوتی تو پھر ہر مجلس مولود میں آپ کی موجودگی بدن اور روح کے ساتھ ہوتی ہے یا محض بطور کشف وعلم؟ پہلی صورت بداہۃً باطل ہے اور دوسری صورت بے ثبوت اور بعض اعتبار سے موجب شرک ہے کہ آنِ واحد میں مجالس کثیرہ کا علم ہونا اس طرح کہ گویا آپ حاضر و ناظر ہیں یہ خاصۂ ذات احدیت ہے۔ آنحضرت ﷺ کو حاضر ناظر سمجھنا شرک ہے......الخ! (کفایت المفتی ج ۱ ص ۱۵۹ تا ۱۶۱)

نتائج عبارت: (۱) حضور ﷺ دور سے پڑھا ہوا درود وسلام بذریعہ فرشتہ سنتے اور جواب دیتے ہیں یہ عقیدہ جائز اور درست ہے۔ (۲) آپ ﷺ قبر کے پاس پڑھا ہوا درود وسلام سنتے اور جواب دیتے ہیں۔ (۳) آپ قبر میں زندہ ہیں اور یہ اہل السنۃ والجماعت کا مذہب ہے۔ (۴) روح مبارک کا اسی جسم اطہر کے ساتھ تعلق ہے جو قبر شریف میں ہے۔ (۵) روح کا جسم عنصری کے ساتھ تعلق ہمیشہ ہے۔ (۶) اگر روح کا قبر والے جسم سے اس طرح جدا ہونا مانا جائے کہ تعلق ہی نہ رہے تو آپ کا زندہ ہونا باطل ہو جاتا ہے یا کم از کم فرق آنا لازم آتا ہے۔ (۶) آپ ﷺ کی روح کا جسم سے جدا و بے تعلق ماننا باعث توہین ہے۔

۱۵۸...... المہند علی المفند میں پانچویں سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ حضور ﷺ قبر میں دنیوی اور برزخی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں۔ اس پر حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: رایت الاجوبۃ کلھا فوجدتھا حقۃ صریحۃ لایحوم حول سرادقاتھا شك ولا ریب وھو معتقدی ومعتقد مشائخی میں نے سب جواب دیکھے ہیں سو میں نے ان کو حق صریح پایا۔ شک وریب ان کے اردگرد گھوم بھی نہیں سکتا۔ یہی میرا اور میرے تمام مشائخ کا عقیدہ ہے۔ (المہند علی المفند ص ۱۶۰)

۱۵۹...... انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں مگر ان کی زندگی دنیاوی زندگی نہیں۔ (یعنی عالم دنیا والی محسوس تکلیفی زندگی نہیں۔ ناقل) بلکہ برزخی ہے (یعنی جسد عنصری عالم برزخ میں زندہ ہے) اور تمام دوسرے لوگوں کی زندگی سے ممتاز ہے۔ اسی طرح شہداء کی زندگی بھی برزخی ہے اور انبیاء کی زندگی سے نیچے درجے کی ہے، دنیا کے اعتبار سے وہ سب اموات میں داخل ہیں انك میت و انھم میتون اس کی صریح دلیل ہے۔ الخ! (کفایت المفتی ج ۱ ص ۶۸) حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں ''دنیا کے اعتبار سے وہ سب اموات میں داخل ہیں۔'' اس سے وضاحت ہو جاتی ہے کہ انہوں نے جو یہ کہا ہے کہ دنیاوی زندگی نہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ عالم دنیا کے اعتبار سے زندہ نہیں بلکہ قبر میں زندہ ہیں جس کو حیات برزخی کہا جاتا ہے۔

۱۶۰...... سوال: کیا آپ ﷺ قبر اطہر میں زندہ ہیں؟

جواب: جماہیر امت محمدیہ کا یہ قول ہے کہ آنحضرت ﷺ قبر اطہر میں حیات مخصوص کے ساتھ حیات ہیں۔ باقی یہ بات اس حیات کی حقیقت کیا ہے؟ یہ حضرت حق کو ہی معلوم ہے اور وہ حیات حضور انور پر میت کے اطلاق کے منافی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خود قرآن پاک میں حضور ﷺ کو خطاب کر کے فرمایا: انك میت وانھم میتون اور دوسری جگہ فرمایا: افأن مات او قتل اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور کی وفات کے بعد مجمع صحابہ رضی اللہ عنہم کو خطاب کر کے فرمایا تھا: من کان منکم یعبد محمدا فان محمدا قد مات۔

(کفایت المفتی ج ۱ ص ۱۴۲)

۱۶۱...... سوال: سماع موتی محققین علماء کے نزدیک ثابت ہے یا نہیں؟

جواب: مسئلہ سماع موتی قرون اولی سے مختلف فیہ چلا آتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی اس میں اختلاف تھا۔ قرن صحابہ کے بعد بھی ہمیشہ علماء اس میں مختلف رہے۔ اکثر صوفیہ سماع موتی کے قائل ہیں، لیکن علمائے حنفیہ کے نزدیک ثابت نہیں۔ ہاں! میت کو قبر میں رکھنے کے بعد اس قدر حیات اس میں ڈالی جاتی ہے کہ وہ آرام یا تکلیف کو محسوس کرے۔ (کفایت المفتی ج ۱ ص ۲۴۱) اس سے معلوم ہوا کہ مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جو جسد قبر میں رکھا جاتا ہے اسی میں حیات ہوتی ہے اور اسی کو آرام یا تکلیف پہنچتی ہے۔

۱۶۲...... سوال: مردے کو دفن کے بعد تلقین جائز ہے کہ نہیں اور اہل سنت والجماعت کا کیا مسلک ہے اور معتزلہ کا کیا؟

جواب: حنفیہ تو تلقین کے قائل نہیں۔ کیوں کہ ان کے نزدیک سماع موتی ثابت نہیں جو لوگ سماع کے قائل ہیں ان کے نزدیک تلقین مفید ہے اور اگر کوئی کرے تو اسے روکنا بھی نہیں چاہئے۔ معتزلہ کے نزدیک چونکہ مردوں کا قبر میں زندہ ہونا ہی صحیح نہیں ہے۔ اس لئے وہ بھی تلقین کے قائل نہیں۔ حنفیہ باوجود عدم سماع اموات کے قائل ہونے کے تلقین کے فائدے کے قائل ہیں خواہ مردہ سنے یا نہ سنے یعنی اسے ذکر کا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ (کفایت المفتی ج ۴ ص ۷۵) معتزلہ کی تخصیص سے معلوم ہوا کہ اہل سنت والجماعت ارضی قبر کے اندر میت میں حیات کے قائل ہیں خواہ وہ حیات ادنی درجے کی ہو لیکن معتزلہ قبر میں حیات کے بالکل منکر ہیں۔

۱۶۳...... تلقین بعد الدفن حنفیہ کے نزدیک معمول ومتوارث نہیں ہے اور حنفیہ کے اصول کے ساتھ یہی اوفق ہے، لیکن چونکہ کوئی دلیل حرمت یا کراہت کی بھی نہیں ہے اس لئے اسے متاخرین حنفیہ نے منع نہیں کیا اور یہی مسلک کہ عمل نہ کیا جائے اور کرنے والے کو ملامت نہ کی جائے راجح ہے۔ (کفایت المفتی ج ۴ ص ۸۰)

عقیدہ شیخ العرب والعجم، شیخ الاسلام، شیخ الہند ثانی حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۷۷ھ)

۱۶۴...... وہ (وہابی) وفات ظاہری کے بعد انبیاء علیہم السلام کی حیات جسمانی اور بقاء علاقہ بین الروح والجسم کے منکر ہیں اور یہ حضرات (علماء دیوبند) صرف اس کے قائل ہی نہیں بلکہ مثبت بھی ہیں اور بڑے زور شور سے اس پر دلائل قائم کرتے ہوئے متعدد رسائل اس بارہ میں تصنیف فرما کر شائع کر چکے ہیں۔ رسالہ ''آب حیات'' نہایت مبسوط رسالہ خاص اسی مسئلہ کے لئے لکھا گیا ہے۔ نیز ہدیۃ الشیعہ، اجوبہ اربعین حصہ دوم اور دیگر رسائل مطبوعہ مصنفہ حضرت نانوتوی قدس اللہ سرہ العزیز اس مضمون سے بھرے ہوئے ہیں۔ (نقش حیات ج ۱ ص ۱۲۲)

۱۶۵...... ابوداؤد کی روایت میں رد اللہ علی روحی (اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح کو لوٹائے گا) فرمایا گیا ہے۔ اگر لفظ الیّ روحی فرمایا گیا ہوتا تو آپ کا شبہ وارد ہو سکتا ہے (کہ رد روح سے لازم آتا ہے کہ سلام سے پہلے حیات نہ تھی) الیٰ اور علیٰ کے فرق سے آپ نے ذہول فرمایا۔ علیٰ استعلاء کے لئے ہے۔ (یعنی غلبہ اور بلندی کے لئے ہے) اور الیٰ انتہاوطرف کے لئے ہے۔ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ صلوٰۃ وسلام سے پہلے روح کا استعلاء نہ تھا، نہ یہ کہ وہ جسم اطہر سے بالکل خارج (منقطع) ہو گئی تھی اور اب جسم اطہر کی طرف لوٹایا گیا ہے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ج ۱ ص ۲۲۷)

فائدہ: حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صلوۃ وسلام سے پہلے اور بعد دونوں حالتوں میں روح کا جسم اطہر

کے ساتھ تعلق رہتا ہے اور اسی روح و جسم کے تعلق کا نام حیات ہے اور صلوٰۃ وسلام کے جواب کے وقت وہ تعلق اور قوی ہوجاتا ہے۔

۱۶۶...... چونکہ آنحضرت ﷺ مدراج (درجات) قرب و معرفت میں ہر وقت ترقی پذیر ہیں، اس لئے توجہ الی اللہ کا انہماک اور استغراق دوسری جانب کی توجہ کو کمزور کردیتا ہے۔ چنانچہ اہل استغراق کی حالتیں روزانہ مشاہد ہوتی ہیں۔ مگر جب آپ پر کوئی درود بھیجتا ہے تو بطور انعام و رحمت خود سرور کائنات ﷺ کو اس استغراق سے منقطع کرکے درود بھیجنے والے کی طرف متوجہ کردیا جاتا ہے اور آپ اس کے لئے متوجہ ہوکر دعا فرماتے ہیں۔

(مکتوبات شیخ الاسلام ج ۱ ص ۲۲۸)

فائدہ: متوجہ ہونا اور دعا کرنا زندہ آدمی کا کام ہے، مُردہ نہ متوجہ ہوتا ہے اور نہ دعا کرتا ہے۔

۱۶۷...... یہ روایت (حدیث ردّ سلام) دوام حیات پر دلالت کرتی ہے اس لئے کہ دن رات میں کوئی گھڑی اور کوئی گھنٹہ بلکہ کوئی منٹ اس سے خالی نہیں رہتا کہ آپ پر اندرون نماز اور بیرون نماز درود نہ بھیجا جاتا ہو۔ اس لئے دوام حیات لازم آئے گا۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ج ۱ ص ۲۲۸)

۱۶۸...... ردروح سے نفی حیات کے شبہ کا جواب دیتے ہوئے شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں کہ سیدی عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ (قطب العصر) کے ملفوظات کے مجموعہ ''ابریز'' میں درج ہے کہ میں نے مشاہدہ کیا کہ (رسول اللہ ﷺ کے) سینہ مبارک میں سے نہایت باریک دھاگے نورانی بے شمار نکلے ہیں اور ہر مسلمان کے قلب کے ساتھ ایک ایک دھاگے کا تعلق ہے اور اسی تعلق کی بناء پر وہ اسلام اور ایمان پر ثابت ہے۔ اگر وہ منقطع ہوجائے تو ایمان باقی نہیں رہ سکتا۔ متعدد اہل عصر نے انکار کیا تو...... وہ لوگ اسلام پر قائم نہ رہ سکے کوئی یہودی، کوئی نصرانی، کوئی دہریہ ہوگیا۔ معاذ اللہ! بناء اًعلی ذالک! حدیث مذکور کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ شعبہ جو کہ اس درود بھیجنے والے سے تعلق رکھتا تھا اس کی طرف روح پُرفتوح کی توجہ شدید ہوجاتی ہے اور آنجناب ﷺ (دل سے) اس کی طرف مزید اور خصوصی توجہ فرما کر دعا فرماتے ہیں...... (اس سے یہ شبہ دور ہوگیا کہ آپ پر ہر آن درود وسلام پڑھا جاتا ہے اور بوقت سلام روح سلام کے جواب کی طرف متوجہ ہوتی ہے تو تجلیات الٰہیہ کی طرف استغراق کیسے پیدا ہوسکتا ہے؟ وجہ یہ ہے کہ شعب غیر متناہیہ ہیں اور ایک شعبہ کا جواب کی طرف متوجہ ہونا بالکلیہ زوال استغراق کا سبب نہ ہوگا۔ زندہ شخص کے سینہ وقلب سے نورانی دھاگے اور شعبے نکل سکتے ہیں، مُردہ جس کا اپنا دل خاموش ہوتا ہے اس سے نہیں نکل سکتے۔ اس کی تائید میں شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان فیوض الحرمین سے نقل کرتے ہیں) شاہ صاحب نے فرمایا کہ میں جب بھی مواجہہ شریف میں مزار اقدس پر حاضر ہوا روح پرفتوح علیہ السلام کو عظیم الشان تموج میں پایا اور میں نے مشاہدہ کیا کہ زائرین صلوٰۃ وسلام پڑھنے والوں کی طرف خصوصی طور پر توجہ فرماتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں اور اسی طرح ان لوگوں کی طرف خصوصی طور پر توجہ ہوتی ہے جو کہ آپ کی مدح کرتے ہیں اور ان سے خوش ہوتے ہیں۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ج ۱ ص ۲۲۸ تا ۲۳۰)

۱۶۹...... حدیث ردّ سلام کے معنی یہ ہوں گے کہ جب آپ پر کوئی صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے تو خداوند تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو اپنی ذات وصفات اور تجلیات میں محویت اور استغراق سے ہوش عطاء فرماتے ہیں۔ پس آپ اپنی ذات وصفات سے متعلقہ امور پر مطلع ہوکر صلوٰۃ وسلام پڑھنے والوں کو جواب سے مشرف فرماتے ہیں۔ اس صورت میں

اثبات حیات اور دفع مظنہ ممات بمعنی انقطاع تعلق حیات کے لئے جواب میں اور تکلفات کی حاجت نہ رہے گی۔
(مکتوبات شیخ الاسلام ج ۱ ص ۲۲۹)

۱۷۰...... خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اگر مزار مقدس کے پاس صلوٰۃ وسلام عرض کیا جاتا ہے تو روحانی سماع ہوتا ہے اور باعث جواب ودعا بنتا ہے اور اگر دور سے صلوٰۃ وسلام عرض کیا جاتا ہے تو ملائکہ جو اس خدمت کے لئے متعین ہیں پہنچاتے ہیں اور جناب رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں اور جواب سے درود پڑھنے والے کو شرف حاصل ہوتا ہے۔
(مکتوبات شیخ الاسلام ج ۱ ص ۲۳۱)

فائدہ: عالم دنیا میں افعال ظاہرہ حسیہ کا جسم عنصری کے ساتھ تعلق اصالۃً ہوتا ہے اور روح کے ساتھ تبعاً، اسی لئے جسم کی طرف نسبت کر کے اس سماع کو سماع جسمانی کہا جاتا ہے، جب کہ عالم برزخ میں سماع اور شعور وادراک کا تعلق اصالۃً روح کے ساتھ ہوتا ہے اور جسم کے ساتھ تبعاً، اس وجہ سے عالم برزخ میں سماع کی نسبت روح کی طرف کر کے سماع روحانی کہا جاتا ہے۔ پس جسمانی اور روحانی کہنے میں سماع اصالۃً کا اعتبار کیا گیا ہے۔ ورنہ جیسے عالم دنیا میں سماع جسمانی سے سماع روحانی کی نفی نہیں ہوتی۔ ایسے ہی بعد الوفات عالم برزخ میں سماع روحانی کے لفظ سماع جسمانی کی نفی نہیں ہوتی۔

۱۷۱...... آپ کی حیات نہ صرف روحانی ہے جو عام مؤمنین وشہداء کو حاصل ہے بلکہ جسمانی بھی ہے اور از قبیل حیات دنیوی بلکہ بہت سی وجوہ سے اس سے قوی تر ہے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام مکتوب ۴۴، ص ۱۲۰، جلد اول)

۱۷۲...... نجدی اور اس کے ہم مذہب لوگوں کا اب تک یہی عقیدہ ہے انبیاء علیہم السلام کی حیات فقط اُسی زمانہ تک ہے جب تک وہ دنیا میں تھے۔ بعد ازاں وہ اور دیگر مؤمنین موت میں برابر ہیں۔ اگر بعد وفات ان کو حیات ہے تو وہی حیات ان کو برزخ میں ہے جو دوسرے افراد کے لئے ثابت ہے۔ ان کے بعض لوگ حفظ جسم نبی کے قائل ہیں مگر بلا علاقہ روح اور متعدد لوگوں کی زبان سے برے الفاظ کے ساتھ جن کا زبان پر لانا جائز نہیں۔ دربارۂ حیات نبوی علیہ السلام سنا جاتا ہے اور انہوں نے اپنے رسائل وتصانیف میں لکھا ہے۔ اب غور فرمایئے کہ ان اکابر (دیوبند) کے رسائل اور اعتقادات بالکل اس کے مخالف ہیں حضرت مولانا (محمد قاسم) نانوتوی قدس اللہ سرہ العزیز نے ایک بہت بڑی ضخیم کتاب (آب حیات) تحریر فرمائی جو کہ مشہور بین العالم ہے۔ اس میں کس زور وشور سے حیات نبوی کا اثبات کیا ہے اور مذہب اہل السنۃ والجماعۃ اور فضائل نبوت میں کس درجہ اور قوت کے دلائل درج فرمائے ہیں۔ مولانا گنگوہی قدس اللہ سرہ ہدایۃ الشیعہ اور رسالہ حج (زبدۃ المناسک) وغیرہ میں بھی اس کی تصریح وتائید فرما رہے ہیں۔ چونکہ اس مسئلہ میں خصوصاً ان حضرات کی عبارتیں بہت طول طویل واقع ہو رہی ہیں اور متعدد رسالے اس مضمون میں تفصیلاً واجمالاً چھپے ہوئے ہیں مشہور ہیں۔ اس لئے بخوف طول میں نقل نہیں کرتا ہوں جس کا جی چاہے آب حیات، وہدایۃ الشیعہ، واجوبہ اربعین، ولطائف قاسمیہ، وزبدۃ المناسک وغیرہ رسائل میں دیکھ لیوے۔ یہ ایک خاص مسئلہ ہے جس میں وہابیہ نے علماء حرمین کی مخالفت کی اور بارہا جدال ونزاع کی نوبت آئی، اس مسئلہ میں اور مسئلہ آئندہ (روضہ رسول مقبول ﷺ کی نیت سے سفر وہابیوں کے نزدیک ناجائز ہے، علماء حرمین کے ہاں مستحب اور بعض کے نزدیک واجب ہے) کی وجہ سے وہابی سنی سے متمیز (جدا) ہوتا ہے۔ (الشہاب الثاقب ص ۴۵)

۱۷۳...... اس وجہ سے کہ اس نے (یعنی احمد رضا خان نے۔ناقل) مدینہ منورہ جا کر بحضور سرور کائنات علیہ السلام یہ عیاری اور افتراء بندی کی ہے اور حضرت علیہ السلام قبر مبارک میں زندہ ہیں ان کے روضہ اقدس پر اس رسالہ کو لے جا کر اپنی خواہش شیطانی کو پورا کیا ہے۔ پس اس تکفیر میں اور حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی برأت میں خود حضرت رسول اللہ ﷺ شاہد (گواہ) ہوئے۔ (الشہاب الثاقب ص ۷۶)

۱۷۴...... یہ اکابر (یعنی اکابر دیوبند) لفظ یا رسول اللہ کے ساتھ نداء اور خطاب حاضری مسجد نبوی و بارگاہ مصطفوی کے واسطے جائز و مستحب فرماتے ہیں اور وہابیہ وہاں پر بھی منع کرتے ہیں۔ دو وجہ سے اوّلاً یہ کہ استعانت بغیر اللہ تعالیٰ ہے اور دوم یہ کہ ان کا اعتقاد یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے واسطے حیات فی القبور ثابت نہیں بلکہ وہ بھی مثل دیگر مسلمین کے متصف بالحیوۃ البرزخیہ اسی مرتبہ سے ہیں۔ پس جو حال دیگر مؤمنین کا ہے وہ ان کا ہوگا۔ (الشہاب الثاقب ص ۶۵)

۱۷۵...... پھر روضہ کے پاس حاضر ہو اور باادب تمام اور خشوع کھڑا ہو اور زیادہ قریب نہ ہو اور دیوار کو ہاتھ نہ لگاوے کہ محل ادب اور ہیبت ہے اور حضرت ﷺ کو لحد شریف میں قبلہ کی طرف چہرہ مبارک کئے ہوئے تصور کرے اور کہے: السلام علیکم یا رسول اللہ! الخ اور بہت پکار کر نہ بولے، آہستہ خضوع اور ادب سے بہ نرمی عرض کرے۔ (الشہاب الثاقب ص ۴۹) السلام علیکم یا رسول اللہ خطاب وندا ہے جو زندہ کو کیا جاتا ہے مُردہ کو نہ کوئی خطاب کرتا ہے نہ ندا۔

۱۷۶...... حیات النبی ﷺ کے منکرین نجدیوں وہابیوں کا عقیدہ و عمل یہ ہے زیارت رسول مقبول ﷺ وحضوری آستانہ شریفہ وملاحظۂ روضہ مطہرہ کو یہ طائفہ بدعت، حرام وغیرہ لکھتا ہے، اس طرف اس نیت سے سفر کرنا ممنوع جانتا ہے، ان میں سے بعض تو سفر زیارت کو معاذ اللہ تعالیٰ زنا کے درجہ کو پہنچاتے ہیں۔ اگر مسجد نبوی میں جاتے ہیں تو صلوٰۃ وسلام ذات اقدس نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہیں پڑھتے اور نہ اس طرف متوجہ ہو کر دعاوغیرہ مانگتے ہیں۔ (الشہاب الثاقب ص ۴۶)

۱۷۷...... یہ لوگ جب مسجد شریف نبوی میں آتے ہیں تو نماز پڑھ کر نکل جاتے ہیں اور روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام اور دعاوغیرہ پڑھنا مکروہ و بدعت شمار کرتے ہیں، انہی افعال خبیثہ واقوال واہیہ کی وجہ سے اہل عرب کو ان سے نفرت بے شمار ہے۔ (الشہاب الثاقب ص ۶۶)

۱۷۸...... روضہ پاک سے سلام کا جواب: حضرت مولانا قاضی سجاد حسین مدرسہ عالیہ فتح پور ہندوستان دہلی میں مدرس تھے، وہ بیان فرماتے ہیں کہ مجھے مولانا مشتاق احمد صاحب نے بیان کیا ہے کہ جب میں مدینہ منورہ میں حاضری کے لئے روضہ رسول ﷺ پر پہنچا تو وہاں کے بڑے بڑے مشائخ سے میں نے یہ تذکرہ سنا کہ اس سال روضہ مبارک سے بڑا حیرت انگیز واقعہ سامنے آیا ہے کہ ایک نوجوان جس کا نام مولانا سید حسین احمد مدنی ہے اس نے روضہ اطہر پر حاضر ہو کر جب صلوۃ وسلام پڑھا تو اندر سے آواز آئی وعلیک السلام، وہاں مسجد نبوی میں موجود سب لوگوں نے سنا۔ (الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر)

عقیدہ شیخ الکل حضرت اقدس حضرت مولانا الشاہ عبدالقادر رائپوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۸۲ھ)

۱۷۹...... رسالہ تعلیم القرآن راولپنڈی میں حضرت اقدس کو منکرین حیات کے ساتھ ظاہر کیا گیا تو اس سلسلہ میں ادارہ دارالعلوم کی طرف سے حضرت کے نام ایک خط لکھا گیا۔ حضرت اقدس نے اس کا جواب یوں دیا: ''از احقر عبدالقادر۔ عنایت فرمایم سلمہٗ: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: تمہارا خط ملا، کیفیت معلوم ہوئی۔ یہ بات جو تم نے لکھی ہے

غلط ہے، احقر تو دیوبندی حضرات کے ساتھ ہے اور انہی کا ہم عقیدہ ہے اور حضرت مولانا محمد صاحب لائل پوری (فیصل آبادی۔ ناقل) کے ساتھ ہے جو وہ ہیں وہی احقر ہے۔ والسلام از لاہور۔ ۵/ اکتوبر ۱۹۵۸ء۔ ۴۸/۱۴۱ ایمپریس روڈ

(ماہنامہ دارالعلوم دسمبر ۱۹۵۸ء جمادی الاولی ۱۳۷۸ھ ص ۴۰)

۱۸۰...... میرا مسلک وہی ہے جو اکابر دیوبند کا ہے یہ لوگ بے کار وقت ضائع کر رہے ہیں۔ (ارشاد حضرت رائے پوری بہ تحریر حضرت شیخ الحدیث کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ، بحوالہ مقام حیات از علامہ خالد محمود مدظلہ ص ۶۹۸ ایڈیشن دوم ۱۹۹۳ء)

عقیدہ رأس الاتقیاء ولی کامل مجاہد کبیر شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۸۳ھ)

۱۸۱...... حضرت اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سب انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں اکابر دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے ابدان مقدسہ بعینہا محفوظ ہیں اور جسد عنصری کے ساتھ عالم برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے اور حیات دنیوی کے مماثل ہے صرف یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے وہ مکلف نہیں ہیں لیکن وہ نماز پڑھتے ہیں اور روضۂ اقدس پر جو درود پڑھا جائے، بلاواسطہ سنتے ہیں۔ یہی جمہور محدثین اور متکلمین اہل السنت والجماعت کا مسلک ہے۔ اکابر دیوبند کے مختلف رسائل میں یہ تصریحات موجود ہیں۔

(ماہنامہ پیام مشرق لاہور ج ۳ شمارہ ۴، ماہ ربیع الاول ۱۳۸۰ھ ستمبر ۱۹۶۰ء، بحوالہ تسکین الصدور ص ۷۳)

۱۸۲...... مخدومی و مکرمی قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب دامت برکاتہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ: آپ نے رحمتِ کائنات میں رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار مقدس کے اندر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد عنصری میں بعینہٖ دنیاوی زندگی کی طرح روح کا موجود ہونا ثابت کیا ہے اور اس پاکیزہ مقصد کے ثبوت میں آپ نے احادیث، آثار، اقوال، سلف اور خلف اور برزخی واقعات کا ایک عجیب مجموعہ جمع کر کے بے نظیر گلدستہ بنا کر رکھ دیا ہے۔ میرا یقین ہے کہ اس مسئلہ میں حق تلاش کرنے والے کو اس گلدستہ سے یقین کامل حاصل ہو جائے گا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ جیسی سطح زمین پر تھی ویسی ہی مزار اقدس میں ہے۔ احقر الانام احمد علی عفی عنہ۔ ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۸۷ھ۔ (رحمت کائنات ص ۲۴ مؤلفہ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب)

۱۸۳...... انبیاء علیہم السلام کی حیات فی البرزخ کے بارے میں میرا عقیدہ وہی ہے جو اکابر دیوبند کا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں اسی جسد عنصری سے زندہ ہیں جو اس دنیا میں تھا وہ حیات باعتبار ابدان دنیوی بھی ہے اور باعتبار عالم برزخ برزخی بھی ہے۔ انبیاء کرام کا ابدان دنیوی کے ساتھ اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہونا اہل السنۃ والجماعت کا متفقہ اور اجماعی عقیدہ ہے ہمارے اکابر دیوبند نے اس پر مفصل اور مدلل ارشادات ثبت فرمائے ہیں۔ جہاں تک مجھے علم ہے یہ مسئلہ اکابر دیوبند میں کبھی مختلف فیہ نہیں رہا۔ میرے خیال میں کوئی صاحب بصیرت اس عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر نہیں ہو سکتا، جن کی باطن کی آنکھیں کھلی ہیں ان کے نزدیک تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روضہ اطہر کی حیات بدیہیات میں سے ہے۔ احقر الانام احمد علی عفی عنہ!

(ہفت روزہ خدام الدین لاہور، ۱۹/ جمادی الثانی ۱۳۸۰ھ مطابق ۹/ دسمبر ۱۹۶۰ء، ج ۶، شمارہ ۱۳)

عقیدہ حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۸۵ھ)

(جنہوں نے حضرت انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سات مرتبہ بخاری شریف پڑھی)

۱۸۴...... عام مردے دوسرے عالم میں (یعنی قبر میں) زندہ ہوتے ہیں مگر اس جہان (دنیا) میں اُن کو مردہ کہا جاتا ہے۔

(ترجمان السنہ ج ۱ ص ۳۴۷) مردہ جسم عنصری ہوتا ہے روح اور بدن مثالی کو دنیا میں مردہ نہیں کہا جاتا۔ لہٰذا یہاں پر حکم جسم عنصری کا بیان ہوا ہے۔

۱۸۵...... مولانا بدر عالم ترجمان السنہ کے متن میں مسجد نبوی میں طائف کے دو آدمیوں کے بلند آواز سے بات کرنے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تنبیہ کرنے کا واقعہ نقل کر کے اس کی تشریح میں لکھتے ہیں: ''اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک آنحضرت ﷺ کا ادب وفات کے بعد بھی اُسی طرح تھا جیسا کہ زمانہ حیات میں۔'' (ترجمان السنہ ج ۱ ص ۳۷۳) معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ناگواری کی وجہ یہ تھی کہ آنحضرت ﷺ قریب ہی قبر شریف میں تشریف فرما ہیں اور وہ آواز بلند کر رہے تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قبر شریف میں نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر میں حیات مانتے ہیں اس لئے بات کرتے وقت ادب کو ملحوظ رکھتے۔ ورنہ اگر العیاذ باللہ آپ ﷺ قبر شریف میں بغیر حیات کے بے حس اور بے شعور ہوں تو پھر پست آواز یا بلند آواز سے بات کرنا برابر ہے۔

۱۸۶...... انبیاء علیہم السلام اس عالم میں بھی اہل جنت کے خواص رکھتے ہیں۔ ایک بار آنحضرت ﷺ سے اہل جنت کی غذا کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ معطر پسینہ بن کر ختم ہو جائے گی۔ اس سے فضلہ نہیں بنے گا۔ اگر کہیں غذا کی مادیت حائل نہ ہو جاتی تو شاید انبیاء علیہم السلام کا فضلہ اس عالم میں پسینہ بن کر رہ جاتا۔ گویا فرق اگر کچھ رہا تو وہ صرف غذا کی نوعیت کے فرق سے رہا ورنہ بلحاظ خواص جسم کا جو خاصہ اہل جنت کے جسم میں تھا وہی یہاں ہے...... اگر اُن (انبیاء) کا قالب عنصری بھی اہل جنت کی طرح کون وفساد (تغیرات) کے اثرات سے آزاد ہو تو بعید کیا ہے؟ پھر اس پر بھی غور کرنا چاہئے کہ انسانی زندگی میں عام انسانوں کے اجسام کے بگڑنے سے کیا چیز مانع ہے؟ تو ظاہر ہوگا کہ وہ علاقہ (تعلق) روح یعنی حیات ہے، اِدھر روح نے جسم سے پرواز کی، اُدھر جسم کے اندر تغیر شروع ہوا، اگر انبیاء علیہم السلام کی ارواح کا ان کے جسموں کے ساتھ علاقہ (تعلق) شہداء سے کچھ زیادہ تسلیم کر لیا جائے تو کیا پھر بھی اُن کے جسموں کے محفوظ رہنے میں کوئی وجہ اشکال ہو سکتی ہے؟ (ترجمان السنہ ج ۳ ص ۲۹۵)

۱۸۷...... مولانا بدر عالم رحمۃ اللہ علیہ نے انبیاء اور شہداء کی جسمانی حیات کے بارے میں دس احادیث مرفوع وموقوف تحریر فرمائی ہیں۔ اُن میں حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ کی قبروں کو ۴۶ سال کے بعد اکھیڑا جانا اور اُن کے جسم کا محفوظ ہونا اور ان میں سے ایک کا اپنے زخم پر ہاتھ کا رکھا ہوا ہونا نقل کیا اور یہ کہ جب ہاتھ ہٹایا گیا تو دوبارہ پھر ہاتھ زخم پر آ گیا۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حضرت عبداللہ بن تامر کی قبر کھودی گئی تو ان کا ہاتھ اپنے سر کے زخم پر تھا جب ہاتھ ہٹایا گیا تو زخم سے خون بہنے لگا۔ اس پر مولانا بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''جب اس پر غور کیا جاتا ہے کہ اتنی طویل مدت کے بعد بھی مردہ جسم سے خون کیوں کر برآمد ہوا تو شہداء کی حیات کا بھی قائل ہونا پڑتا ہے۔ گو وہ ایسی حیات نہ ہو جس کی جملہ کیفیات کا ہم ادراک کر سکیں مگر یہ تو ماننا پڑے گا کہ عام مردوں سے اُن کو امتیاز ضرور ہوتا ہے کہ اُن کی مردہ نعشوں میں سالوں کے بعد بھی خون کا اثر موجود ہو سکتا ہے، اب ایسا کیوں ہوتا ہے؟ تو اس کا جواب ہم صرف یہی دے سکتے ہیں کہ یہ اس لئے کہ وہ کسی درجہ میں حیات رکھتے ہیں...... جب شہداء کی حیات کی کیفیات یہ ہیں تو انبیاء علیہم السلام جن کے رتبے اُن سے کہیں بالاتر ہیں اُن کی حیات کی نوعیت کیا ہوگی اس سے اس کا کچھ اندازہ کر لینا چاہئے۔ یہاں ان مشاہدات کے بعد محض اپنے خیالات

سے نہ تو اس کا انکار کر ڈالنا مناسب ہے اور نہ اس پر ہزار خرافات کا اور اضافہ کر کے (مثلاً قبر کا طواف، سجدہ وغیرہ) اصل حقیقت کا بھی گم کر دینا عقل کی بات ہے۔ ظاہر ہے کہ جو بشر دنیا میں ایک مشاہد (محسوس) حیات کے مالک رہ چکے ہیں۔ اگر وفات کے بعد اسی غیر مشاہد حیات کے مالک بن گئے ہیں تو اس سے ان کی بشریت میں کیا فرق پڑ سکتا ہے اور کیوں؟ لہٰذا انبیاء علیہم السلام اور شہداء کرام کی حیات تسلیم کر لینے کے بعد بھی اُن کے بارے میں کسی ایک بات کا اضافہ کر دینا جو انہوں نے اپنی حسی حیات میں نہیں فرمائی بلکہ اس سے روکا ہے جہاں دین پر افتراء ہے اسی طرح خود ان کی ذاتوں پر بھی افتراء ہوگا۔ (ترجمان السنۃ ج ۳ ص ۲۹۸) خون روح یا بدن مثالی سے جاری نہیں ہوتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس جسم کی حیات کا یہاں ذکر ہے وہ جسم عنصری ہے۔

۱۸۸ ...... مولانا بدر عالم رحمہ اللہ عنوان قائم کرتے ہیں حیاتھم و شغلھم بالعبادات اس کے حواشی میں لکھتے ہیں: ''اہل جنت کی حیات اور دائمی عبادت و ذکر حدیث سے ثابت ہے۔ حدیث مذکور (الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون) سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی وفات کے بعد بھی عبادات اور نیک اعمال سے معطل نہیں رہتے بلکہ دوسروں کے درود بھی اُن کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں، اُن کے جسموں کو زمین نقصان نہیں پہنچاتی اور ان کو رزق بھی ملتا ہے، یہ جملہ صفات (جسمانی) حیات کی صفات ہیں...... اور ان کی موت کو بالکل عام انسانوں جیسی موت سمجھنا محدثین علماء کے خلاف ہے، جب کہ حدیث میں اُن کے غسل، اُن کے دفن، اُن کی نماز، اُن کے ترکہ اور اُن کی بیویوں سے حرمت نکاح کے مسائل صاف صاف موجود ہیں تو ان کے حق میں بالکل عام موت کا عقیدہ رکھنا کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟ (ترجمان السنۃ ج ۳ ص ۳۰۱)

۱۸۹ ...... مولانا بدر عالم رحمہ اللہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: رد اللہ علی روحی یہ جملہ حالیہ ہے اور عربی کا قاعدہ ہے کہ جملہ حالیہ جب فعل ماضی ہو تو وہاں لفظ قد مقدر ہوتا ہے (جب لفظاً نہ ہو)۔ اس کے کچھ زمانہ کے بعد میں (سیوطی) نے بیہقی کی کتاب حیات الانبیاء میں دیکھا۔ انہوں نے ایک روایت ہی صراحتاً لفظ قد کے ساتھ پیش کی ہے۔ اس لئے میرے نزدیک سب جوابوں سے یہی جواب زیادہ قوی ہے۔ اس بناء پر حدیث کا مقصود یہ بتانا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وفات دینے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر حیات دائمی عطاء فرما دی ہے۔ اس لئے جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آکر سلام کرتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود اس کا جواب دیتے ہیں۔ غرض آپ کی اور جملہ انبیاء علیہم السلام کی قبر میں حیات کا دلائل کے ساتھ ہم کو قطعی علم ہے اور اس بارے میں حدیثیں تواتر کے درجے کو پہنچ چکی ہیں۔ (ترجمان السنۃ ج ۳ ص ۳۰۲)

۱۹۰ ...... جو لوگ خود حاضر ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پیش کرتے ہیں وہ تو آپ بنفس نفیس خود سنتے ہیں اور جو درود و سلام پڑھتے ہیں اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرشتے معین فرما دیئے ہیں وہ اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیتے ہیں۔ یہی طریقہ دنیا میں ہے کہ اپنی موجودگی میں سلام کی سنت آپ خود ادا کرتے ہیں اور دور ہونے کی صورت میں کسی دوسرے شخص کی معرفت اپنا سلام بھیجتے ہیں۔ چونکہ وفات کے بعد یہ طریقہ (بسہولت) قائم نہیں رہ سکتا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ سے اس خدمت کے لئے یہاں ملائکہ مقرر فرما دیئے ہیں جو اس خدمت کو انجام دیتے ہیں۔ اگر انبیاء علیہم السلام میں آثار حیات نہیں تو پھر یہ کس لئے ہوتا ہے؟ اور اگر یہاں حضور و غیبت کا کچھ فرق نہیں۔ (جیسا کہ بعض اہل بدعت کا عقیدہ ہے۔ ناقل) تو پھر فرشتوں کا یہ تقرر کس لئے ہے، اس لئے نہ یہ صحیح ہے کہ

اُن کی حیات کو عام لوگوں کی حیات کے برابر سمجھا جائے۔ (اس سے معلوم ہوا کہ عالم لوگوں کو بھی ایک کمزور درجے کی حیات حاصل ہوتی ہے۔ ناقل) اور نہ اس کو بڑھاتے بڑھاتے اتنے مبالغے کی ضرورت ہے کہ العیاذ باللہ حاضر و ناظر کی صفت ان کے لئے ثابت کر دی جائے۔ دین میں افراط وتفریط کی گنجائش کہیں نہیں، اعتدال کا راستہ یہی صراط مستقیم ہے۔ (ترجمان السنۃ ج ۳ ص ۳۰۲)

۱۹۱...... مولانا بدر عالم رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث نقل کی کہ نبی علیہ السلام نے وادی ازرق میں موسیٰ علیہ السلام کو تلبیہ کہتے ہوئے دیکھا۔ اسی طرح وادی لِفت میں یونس علیہ السلام کو تلبیہ کہتے ہوئے دیکھا اور وادی عسفان سے حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت ابراہیم علیہم السلام کو بیت اللہ کا حج کرتے ہوئے دیکھا۔ یہ حدیثیں لکھ کر فرماتے ہیں: ''ان احادیث صحیحہ سے یہ اندازہ کر لینا چاہئے کہ انبیاء علیہم السلام کی شانِ رفیع کیا ہوتی ہے، اُن کی موت کیا عام بشر ہی کی موت کی طرح ہے؟ یا جس طرح وہ بحالت حیات حج ونماز میں مشغول رہا کرتے تھے اسی طرح وہ اپنی وفات کے بعد بھی اُن میں مشغول رہتے ہیں پھر یہ ظاہر ہے کہ یہ بالکل بیداری کا ایک مشاہدہ تھا اور اسی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مبارک ہستیوں کو دیکھا تھا۔ لہٰذا یہ بھی ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کا بحالت بیداری بھی مشاہدہ ہوسکتا ہے۔ اس بناء پر اگر اولیائے کرام اپنی بیداری کی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مشاہدہ نقل کرتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم اس کا انکار کر دیں۔ جن علماء نے بحالت بیداری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشاہدے کا انکار کر دیا ہے ہماری رائے ان کے ساتھ متفق نہیں ہے۔ (ترجمان السنۃ ج ۳ ص ۳۰۳)

۱۹۲...... ایام حرہ میں قبر شریف سے اذان سننے کا واقعہ لکھ کر حضرت فرماتے ہیں: ''وہاں مسجد شریف میں حاضری کی ہمت کسے تھی، مگر سعید بن المسیب خود بھی اور سعید بن عبد العزیز بھی اُن کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ یہ مرد خدا اس حالت میں مسجد شریف سے جدا نہ رہے اور برابر نمازیں اپنے وقت پر وہیں ادا کرتے رہے۔ یہاں یہ سوال تبعاً پیدا ہوتا ہے کہ ان حالات میں نماز کے اوقات معلوم ہونے کا ذریعہ کیا تھا؟ یہ صاحبِ واقعہ کا خود اپنا بیان ہے کہ وہ قبر مبارک سے اذان سنا کرتے تھے اور اسی پر اپنی نماز ادا کر لیتے تھے، کئی دن تک مسلسل ٹھیک اوقات پر اذان کی آواز سننا اور امن ہو جانے کے بعد پھر فوراً اس آواز کا منقطع ہو جانا یہ کسی وہم وخیال پر مبنی نہیں ہوسکتا۔ (ترجمان السنۃ ج ۳ ص ۳۰۴)

عقیدہ حضرت مولانا محمد انوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ فیصل آبادی (م ۱۳۸۹ھ)

خلیفہ اجل حضرت رائے پوری وتلمیذ رشید علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

۱۹۳...... حضرت مولانا محمد انوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ دار العلوم کے مدیر حضرت مولانا سید محمد ازہر شاہ قیصر کے خط کے جواب میں لکھتے ہیں کہ یہ منکرین حیات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی حیات بجسد عنصری کا انکار کرتے ہیں اور جب ان کو کوئی دلیل اس دعویٰ پر نہیں ملتی تو حضرت مولانا نانوتوی قدس سرہ پر اعتراضات کرنے لگتے ہیں کہ روح بدن مبارک سے نکل گئی ہے، حالانکہ بحث اس سے مطلقاً نہیں، بحث تو ''قبر شریف میں حیات جسمانی ہونا اور سلام وصلوٰۃ سننا اور قریب سے سن کر جواب عنایت فرمانا'' میں ہے۔ جن بزرگوں نے روح مبارک کا خروج مانا ہے وہ بھی قائل ہیں کہ بدن مبارک میں روح مبارک فوراً عود کر آئی اور قبر شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بحیات جسمانی مثل حیات دنیوی زندہ ہیں اور بہت سے دینی احکام پر اثر انداز ہیں مثلاً میراث کا تقسیم نہ ہونا، ازواج مطہرات کا آپ کی حیات جیسا

نکاح قائم رہنا، بیوی کا ان پر طاری نہ ہونا، آنحضرت ﷺ کی دائمی رسالت کا جاری رہنا۔

(ماہنامہ دارالعلوم دیو بند ص ۳۶۔ مارچ ۱۹۶۰ء)

۱۹۴...... حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فقط حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر تعریض فرمائی ہے جو فرمارہے تھے کہ آنحضور ﷺ پر مطلقاً موت طاری نہیں ہوئی کہ جو موت طاری ہونا تھی ہو چکی۔ اب دوبارہ دنیاوی ظاہری حیات نہ ہوگی، نہ ظاہراً ملاقات اور صحبت مبارکہ ہوگی جس کے بعد دوبارہ موت آئے۔ رہی قبر شریف والی حقیقی جسمانی حیات اس کو اسی جملہ سے ثابت فرمارہے ہیں کہ قبر کی حیات دائمی ہے۔ لا یجمع اللہ علیک موتتین یعنی قبر میں زندہ ہونے کے بعد پھر دائماً حیات ہے پھر تا قیامت موت نہ ہوگی۔ (ماہنامہ دارالعلوم دیو بند ص ۳۶ مارچ ۱۹۶۰ء)

۱۹۵...... حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ نے خیر کثیر میں تصریح فرمائی ہے کہ بعد موت ابدانِ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ان کی ارواح مبارکہ کا تعلق قوی ہو جاتا ہے۔ (ماہنامہ دارالعلوم دیو بند ص ۳۷، مارچ ۱۹۶۰ء)

۱۹۶...... علامہ قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب زید مجدہ نے حیات النبی ﷺ بجسدہ العنصری کے موضوع پر کتاب رحمت کائنات لکھی۔ حضرت مولانا محمد انوری رحمۃ اللہ علیہ اس کے متعلق لکھتے ہیں: عجب اتفاق ہے رحمت کائنات دیکھ رہا تھا غالباً ۳ ررمضان المبارک تھا دوپہر کا وقت تھا قیلولہ کیا آنحضرت سرور کائنات ﷺ کی زیارت مبارکہ سے مشرف ہوا کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ساتھ تھے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا نام یاد رہ گیا۔ حیات النبی ﷺ کے مسئلہ کی تحقیق پر خوشی کا اظہار فرمایا اور بشارات بتائیں۔ (محمد عفی عنہ ۱۶ رمضان المبارک ۱۳۸۷ھ یوم الخمیس) (رحمت کائنات ص ۲۶)

۱۹۷...... سن ۱۳۳۰ھ جب حضرت علامہ رشید رضا مصری دارالعلوم دیو بند میں تشریف لائے تو علماء وطلبہ کے مجمع میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عربی زبان میں مبسوط تقریر فرمائی تھی۔ اس میں فرمایا تھا کہ ہم نے عقائد میں تو امام تسلیم کیا ہے حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو اور فروع میں امام تسلیم کیا ہے۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو اور دونوں سے ہم کو صاف اور محض علم ملا تو اب معلوم ہوا کہ دیوبندیت منحصر ہے اِن دو بزرگوں کی اتباع میں، چنانچہ آب حیات کی توثیق حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ہدایۃ الشیعہ میں فرمائی ہے۔ اب یہ رسالہ جو کہ حضرت مولانا قاری عبدالشکور صاحب ترمذی نے تصنیف فرمایا ہے میں نے اس کو حرف بحرف سنا اور اپنے اساتذہ اور مشائخ کے اصول کے حرف بہ حرف مطابق پایا، میرا بھی یہی اعتقاد پہلے سے ہی ہے۔ (عقائد علمائے دیو بند مؤلفہ مولانا عبدالشکور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ)

عقیدہ استاذ العلماء، رئیس المناظرین، ماہر علوم عقلیہ ونقلیہ شیخ الحدیث حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۹۰ھ۔ خلیفہ مجاز حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، بانی جامعہ خیر المدارس ملتان)

۱۹۸...... کتاب تسکین الصدور کو میں نے اوّل سے آخر تک حرفاً حرفاً سنا، اتباع سلف صالحین میں ہر مسئلہ میں مذہب جمہور کو قرآن مجید و حدیث شریف صحیح وحسن اور فقہ حنفی کے ذخیرہ کی روشنی میں مسائل کو ادلہ کثیرہ سے ایسا مبرہن کیا ہے کہ اس سے زائد کی گنجائش نہیں۔ ہر مسئلہ میں دلائل صحیحہ کا اس قدر انبار لگا دیا ہے کہ ہر منصف اس پر اعتبار واعتماد کرتے ہوئے اس کہنے پر مجبور ہے۔ ''ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔'' (تسکین الصدور ص ۲۱)

۱۹۹..... عالم برزخ میں جملہ انبیاء علیہم السلام کی حیات حقیقیہ نیویہ بجسدھم العنصری کا مسئلہ اہل السنت والجماعت میں متفق علیہ مسئلہ ہے۔ (القول النقی ص ۳۰)

۲۰۰..... حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسئلہ حیات النبی وغیرہ میں اتنے پختہ عقیدہ کے مالک تھے کہ سن ۱۹۵۷ء میں خیر المدارس کے سالانہ پروگرام میں مولانا عنایت اللہ شاہ بخاری نے اپنی تقریر میں حیات النبی ﷺ کا انکار کیا تو مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اُسی اسٹیج پر اُسی وقت اس کی تردید کی اور لوگوں کو علمائے دیوبند کا صحیح عقیدہ بتایا۔ اس اختلاف نے اتنا طول پکڑا کہ علمائے دیوبند کے دو گروہ بن گئے، اس سلسلہ میں ماہنامہ تعلیم القرآن میں لکھا ہے کہ (قائلین حیات کے) سرگروہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب اور مولانا محمد علی صاحب جالندھری تھے۔

(ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی، ص ۱۷، اگست ۱۹۶۲ء، ربیع الاول ۱۳۸۲ھ، جلد ۵، شمارہ ۸)

عقیدہ حضرت مولانا فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۹۲ھ۔ صدر المدرسین وشیخ الحدیث دار العلوم دیوبند)

۲۰۱..... محترم مولانا (سرفراز خان صفدر) دامت برکاتہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کتاب تسکین الصدور کا دو مرتبہ مطالعہ کیا پہلی مرتبہ سرسری طور پر اور دوسری مرتبہ کافی غور کے ساتھ۔ مطالعہ میں کتاب اپنے موضوع کے لحاظ سے بے مثل ہے اور واقعی اسم بامسمیٰ تسکین الصدور ہی ہے۔ ہر مسئلہ نہایت واضح طریق پر دلائل سے آراستہ پیراستہ اور مخالفین کے دلائل کا صحیح رد جس سے دیکھنے والے کو حق معلوم کرنے میں زبردست امداد حاصل ہو سکے اور بشرط انصاف انکار کی گنجائش باقی نہ رہے، پھر اس کے ساتھ مسلک کی پوری پوری رعایت، یہ جملہ امور ایسے ہیں کہ بے اختیار داد دینے کو جی چاہتا ہے کہ دل سے دعا نکلتی ہے کہ خدایا اس کتاب کو اہل حق کے لئے مقبول بنادے۔ فخر الدین احمد غفر لہ۔ ۲/ ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ۔ (تسکین الصدور ص ۱۸)

عقیدہ ترجمانِ احناف محدث العصر حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۹۴ھ)

۲۰۲..... فان قلت ان النبی ﷺ حی فی قبرہ فیکون التضحیۃ عن الحی دون المیت قلنا فتلک حیاۃ اخری لا من جنس الحیاۃ الدنیویۃ فھو میت باعتبار ھذہ الحیاۃ الدنیویۃ حی بتلک الحیاۃ کالبرزخیۃ المغایر لھذہ الحیاۃ۔ اگر تم کہو کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں تو یہ قربانی زندہ کی طرف سے ہوگی نہ کہ میت کی طرف سے، تو ہم کہیں گے کہ وہ زندگی دوسری ہے اس دنیوی زندگی کی جنس سے نہیں ہے۔ لہٰذا وہ اس دنیوی زندگی کے اعتبار سے میت ہیں اور برزخی زندگی کے اعتبار سے زندہ ہیں جو اس دنیوی زندگی کے مغایر ہے (کہ عوارض ولوازم دنیا سے پاک ہے۔ ناقل) (اعلاء السنن ج ۱۷ ص ۲۷۲)

۲۰۳..... قال الاستاذ ابومنصور البغدادی قال المتکلمون المحققون من اصحابنا ان نبیناﷺ حی بعد وفاتہ استاذ ابو منصور بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہمارے اصحاب میں سے محققین متکلمین فرماتے ہیں کہ بلاشبہ ہمارے نبی ﷺ اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں۔ (اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۳۳۰)

۲۰۴..... من ینکر حیاتہ ﷺ فی قبرہ۔ کان فؤادہ فارغا من حبہ وعقلہ خالیا من لبہ جو شخص حضور ﷺ کے قبر شریف میں زندہ ہونے کا انکار کرتا ہے اس کا دل حضور ﷺ کی محبت سے اور اس کی عقل مغز سے خالی ہے۔ (اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۳۳۹)

۲۰۵...... ولو انهم اذظلموا انفسهم جاؤك الآية کے متعلق لکھتے ہیں: فثبت ان حكم الآية باق بعدوفاته ﷺ پس ثابت ہوا کہ آیت مذکورہ کا حکم حضور ﷺ کی وفات کے بعد بھی باقی ہے (اور بقول حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ آپ ﷺ قبر شریف میں زندہ ہوں) (اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۳۳۰)

۲۰۶...... قرآن گھر پر بھی پڑھ کر بخش دیں تو ثواب پہنچ جائے گا۔ اگر صرف ثواب پہنچانے کا ارادہ ہو تو اس کے لئے قبر پر جانے کی ضرورت نہیں۔ ہاں! اگر ثواب پہنچانے کے ساتھ میت کی تانیس اور دلداری بھی مقصود ہو تو قبر پر جانے اور وہاں جا کر قرآن پڑھنے سے میت کو اُنس و مسرت زیادہ ہوتی ہے۔ (امداد الاحکام ج ۱ ص ۱۹۳)

۲۰۷...... مقر ارواح کے متعلق علماء میں بہت اختلاف ہے۔ انبیاء اور شہداء کے متعلق تو اتفاق ہے کہ وہ بعد وفات کے جنت میں رہتے ہیں اور جسد عنصری سے بھی اُن کو تعلق قوی رہتا ہے...... بعض کا قول ہے کہ ارواحِ مؤمنین علیین میں رہتی ہیں اور ارواحِ کفار سجین میں رہتی ہیں اور قبر و جسد عنصری سے بھی ان کو تعلق رہتا ہے...... اور نصوص صحیحہ قرآنیہ و حدیثیہ سے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا قول زیادہ قوی ہے کہ مقر ارواحِ مؤمنین علیین ہے جو ایک مقام سماء سابع میں ہے اور مقر ارواحِ کفار سجین ہے جو ارض سابعہ کے نیچے ہے لیکن ان مقامات میں ارواح مقید نہیں ہیں بلکہ ان کے اپنے جسد اوّل سے اور قبر سے بھی تعلق رہتا ہے۔ (امداد الاحکام ج ۱ ص ۸۱۷، ۸۱۸)

۲۰۸...... عذاب قبر جسم عنصری و جسم مثالی دونوں پر ہوتا ہے۔ (امداد الاحکام ج ۱ ص ۸۳۹)

۲۰۹...... ہدیہ سنیہ تسکین الصدور موجب سرور و سکون ہوا۔ جستہ جستہ مقامات سے دیکھا دل خوش ہوا۔ ماشاء اللہ! آپ نے حیات النبی ﷺ اور سماع موتی پر خوب کلام کیا ہے۔ جزاکم اللہ خیرا لجزاء! (تسکین الصدور ص ۲۸)

<u>نوٹ</u>: مولانا ظفر احمد عثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اہم فتویٰ ازالہ وہم کے عنوان سے حصہ اوّل کے آخر میں ملاحظہ کیجئے۔

عقیدہ مفسر قرآن محقق زمان حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۹۴ھ)

۲۱۰...... تمام اہلسنت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی یہ برزخی حیات اگر چہ ہم کو محسوس نہیں ہوتی لیکن بلا شبہ حیات حسی اور جسمانی ہے۔ اس لئے کہ روحانی اور معنوی حیات تو عام مؤمنین بلکہ ارواحِ کفار کو بھی حاصل ہے۔ (سیرۃ المصطفیٰ ج ۳ ص ۲۷۸)

۲۱۱...... غرض یہ کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات جسمانی ہے محض روحانی نہیں۔ (سیرۃ المصطفیٰ ج ۳ ص ۲۸۰)

۲۱۲...... یہ تمام امور اس امر کی قطعی دلیل ہیں کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات جسمانی اور ارواحِ طیبہ کا اجسام مبارکہ سے تعلق قائم ہے۔ (سیرۃ المصطفیٰ ج ۳ ص ۲۸۴)

۲۱۳...... جب مردہ قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جو سیاہ رنگ اور نیلی آنکھوں والے ہوتے ہیں ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہتے ہیں اور اس سے سوال کرتے ہیں۔ (معارف القرآن، سورہ ابراہیم: ۲۷)

۲۱۴...... اہل سنت والجماعت کے اجتماعی عقیدوں میں ایک عقیدہ یہ ہے کہ قبر (یعنی عالم برزخ) میں مومن و کافر سب سے سوال ہوگا اور کافر اور فاسق کو عذاب ہوگا، قبر سے مراد برزخ ہے جو دنیا اور آخرت کے درمیان واسطہ ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے کیوں کہ یہ امر فی نفسہ ممکن ہے اور نصوص شریعت سے باجماع امت ثابت ہے اور سوال و جواب کے معنی سمجھنے اور سمجھانے کے ہیں، خواہ وہ آواز سے ہوں یا غیر آواز سے ہوں اور سمجھنے کے لئے مطلق

زندگی کا ہونا ضروری ہے جو انسان کے کسی جز سے متعلق ہو سکتی ہے۔ لہٰذا منکرین کا یہ کہنا کہ ہم میت کو دیکھتے ہیں مگر منکر نکیر کو نہیں دیکھتے اور نہ ہی میت کی اور ان کی گفتگو کو سنتے ہیں اور نہ میت کے بدن پر کوئی علامت عذاب کی دیکھتے ہیں اور نہ میت کے بدن میں کسی قسم کی جنبش یا کوئی اور علامت ہی دیکھنے میں آتی ہے منکرین کا یہ قول صحیح نہیں۔ منکرین کے اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ وہ عالم ہی دوسرا ہے اُس عالم کے احوال کے مشاہدے کے لئے اُس عالم کی آنکھیں چاہئیں۔ آنحضرت (ﷺ) پر وحی نازل ہوتی تھی اور آنحضرت (ﷺ) جبریل امین (علیہ السلام) کا کلام سنتے تھے اور جبرئیل (علیہ السلام) کو دیکھتے تھے مگر حاضرین میں یہ استعداد نہ تھی کہ وہ جبرئیل (علیہ السلام) کو دیکھ سکیں اور ان کا کلام سن سکیں۔ بسا اوقات انسان کو خواب میں شدید الم لاحق ہوتا ہے اور کبھی اس کو مسرت لاحق ہوتی ہے مگر پاس والے آدمیوں کو یہ بات محسوس نہیں ہوتی اور خواب دیکھنے والا یہی سمجھتا ہے کہ میں بیداری کی حالت میں یہ چیزیں دیکھ رہا ہوں۔ حالانکہ وہ واقع میں سویا ہوا ہے اور اگر کوئی شخص اپنا خواب بیان کرے تو اس سے دلیل عقلی کا مطالبہ نہیں ہو سکتا۔ بعینہٖ یہی کیفیت منکر نکیر کے سوال کی ہے مردہ ان کا کلام سنتا ہے اور اس کا جواب دیتا ہے مگر پاس کے لوگوں کو اس کی مطلق خبر نہیں ہوتی۔ ابھی سمجھ میں نہیں آتا جب مرو گے معلوم ہو جائے گا۔ حیرت کا مقام ہے کہ لوگ منکر نکیر اور میت کے سوال و جواب کا انکار کرتے ہیں اور یہ خیال نہیں کرتے کہ ایک سمیع و بصیر انسان کا ایک قطرۂ آب سے پیدا ہو جانا اور اس سے ہزاروں درجہ عجیب و غریب ہے مگر چونکہ روزمرہ اس کا مشاہدہ کرتے ہیں اس لئے اس کے انکار پر قدرت نہیں اور جس امر ممکن کی قرآن اور حدیث نے خبر دی ہو مگر ان سائنس دانوں کی آنکھوں نے اس کا مشاہدہ نہ کیا ہو تو بے دھڑک اس کا انکار کر بیٹھتے ہیں گویا کہ ان کی آنکھوں نے جس چیز کو دیکھا نہ ہو وہ ناممکن اور محال ہے۔ نابینا کو یہ حق نہیں کہ وہ بینا کے مشاہدہ کا انکار کر دے۔ (معارف القرآن، سورہ ابراہیم: ۲۷)

۲۱۵...... مرنے کے بعد اگرچہ روح بدن سے علیحدہ ہو گئی مگر روح کا اس مادی جسم کے ساتھ ایک قسم کا تعلق باقی رہتا ہے جس کی حقیقت اور کیفیت سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو معلوم نہیں۔ جس طرح نیند کی حالت میں روح کو اس جسم کے ساتھ ایک تعلق ضرور رہتا ہے مگر اس کی حقیقت کے ادراک سے عقل قاصر ہے۔ اسی طرح سمجھو کہ مرنے کے بعد بھی روح کو میت کے جسم کے ساتھ ایک قسم کا تعلق باقی رہتا ہے مگر اس کی حقیقت اور کیفیت کے ادراک سے عقل قاصر ہے اور اسی تعلق کا نام حیات ہے جس کی بناء پر مردہ منکر نکیر کے سوال کا جواب دیتا ہے، جس قسم کا اور جس درجہ کا تعلق ہے اسی قسم کی اور اسی درجہ کی حیات ہے۔ اسی تعلق کی بناء پر مردہ قبر پر گزرنے والے اور سلام کرنے والے کے سلام کو سنتا ہے اور جسے وہ دنیا میں پہچانتا تھا وہ اس وقت بھی اس کو پہچانتا ہے۔ (معارف القرآن، سورۂ اسراء: ۸۵)

۲۱۶...... احادیث صحیحہ سے مردوں کا سننا اور قبر پر حاضر ہونے والے کے سلام کو سننا ثابت ہے۔

(معارف القرآن، سورۂ نمل: ۸۰)

۲۱۷...... عالم برزخ اور وہاں کا ثواب و عذاب اور راحت و تکلیف امر قطعی ہے اور جس طرح آخرت پر اور آخرت کے ثواب و عقاب پر ایمان ضروری ہے۔ اسی طرح برزخ کے ثواب و عقاب پر بھی ایمان و یقین ضروری ہے اور ایمان بالآخرۃ جو دین کی اصل بنیاد ہے وہ احوال برزخ پر ایمان لائے بغیر ممکن نہیں۔ ''برزخ'' دنیا اور آخرت کے درمیانی عالم کا نام ہے جس جگہ بھی اور جس حال میں بھی مردہ مرنے کے بعد سے لے کر یوم البعث تک رہے گا وہی برزخ ہے خواہ مردہ قبر میں دفنا دیا جائے یا سمندر میں ڈبو دیا جائے یا آگ میں جلا دیا جائے یا کوئی جانور

یا درندہ اس کو کھالے۔ غرض اس جملہ احوال کا عنوان برزخ ہے اور اسی کو اصطلاحی طور پر قبر کہا جاتا ہے۔ اگرچہ قبر لفظی طور سے زمین کے گڑھے کو کہتے ہیں مگر شریعت کی نظر میں یہ جملہ احوال عالم قبر ہی شمار کئے جاتے ہیں...... انسان کے مرجانے کے بعد دنیوی حیات کا خاتمہ ہوجاتا ہے اور روح عالم برزخ میں پہنچ جاتی ہے، مگر اپنے بدن کے ساتھ پھر بھی ایک گونہ تعلق باقی رہتا ہے اور محل دفن سے بھی علاقہ رہتا ہے، قبر میں میت کو جو حیات حاصل ہوتی ہے وہ دنیا کی حیات معہودہ کی طرح نہیں بلکہ وہ دوسری نوع کی ہوتی ہے جس کا ان حواس سے ادراک نہیں ہوتا کیوں کہ یہ بدنی حواس تو بدن کی موت سے ختم ہوچکے ہیں ان ادراکات کو اس طرح سمجھ لیا جائے۔ جیسے حالت نوم میں انسان جو کچھ دیکھتا سنتا ہے وہ ان آنکھوں اور ان کانوں سے نہیں دیکھتا سنتا وہ تو حالت نوم میں معطل ہیں بلکہ ان کے علاوہ دوسرے باطنی مدرکات ہیں جن کے ذریعہ یہ ادراک حاصل ہوتا ہے۔ (معارف القرآن، سورۂ مؤمن: ۴۶)

۲۱۸...... ''قبر'' لغت کے اعتبار سے زمین میں کھود کر بنائے ہوئے گڑھے کو کہا جاتا ہے مگر اصطلاح شریعت میں ''قبر'' عالم برزخ کا نام ہے۔ یعنی وہ محل اور حالت جو انسان کے مرنے کے بعد سے دوبارہ زندہ ہوکر اٹھنے تک کی ہے، نزع روح کے بعد وہ جسم انسانی کسی بھی جگہ ہو خواہ زمین میں دفن کردیا جائے یا دریا میں غرق ہوجائے یا آگ میں جل جائے یا کوئی جانور اس کو کھاجائے یا جسم کے ذرات ہواؤں میں اڑ جائیں غرض ہر حالت اور مکان برزخ ہے اور اسی برزخی حالت یا محل کو شریعت قبر کے لفظ سے تعبیر کرتی ہے۔ اسی بناء پر ہر میت سے مرنے کے بعد نکیرین کے سوال کا ذکر احادیث میں آتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ سوال ہر ایک میت سے ہوتا ہے اور مرنے کے بعد انسان کی لاش بسا اوقات ان حالتوں میں واقع ہوتی ہے۔ (معارف القرآن، سورہ عبس: ۲۱)

۲۱۹...... حضور اکرم ﷺ اپنی قبر مبارک میں حی (زندہ) ہیں۔ (معارف القرآن، سورۂ حجرات)

۲۲۰...... الست بربکم ربوبیت کے متعلق سوال تھا، اسی طرح مرنے کے بعد قبر میں پہلا سوال اللہ تعالیٰ کی ربوبیت ہی کے متعلق ہوتا ہے۔ قبر میں منکر نکیر سب سے پہلے یہی سوال کرتے ہیں۔ من ربك تیرا رب کون ہے۔

(معارف القرآن، سورۂ اعراف: ۱۷۲)

۲۲۱...... (قرآن کریم میں منافقین کی قبر پر کھڑے ہونے منع کیا گیا ہے اس پر حضرت فرماتے ہیں) تحقیق یہ لوگ اللہ اور اس کے رسول کے منکر ہوئے اور نافرمانی اور سرکشی کی حالت میں مرے ان کی قبر اللہ کے غضب اور قہر کا محل ہے۔ اس لئے مومن کے لئے جائز نہیں کہ ایسی جگہ ایک منٹ کو بھی کھڑا ہو جہاں اللہ کا غضب اور قہر نازل ہورہا ہو۔ (معارف القرآن، سورۂ توبہ: ۸۴) قبر اللہ کے غضب کا محل تبھی ہوسکتی ہے جب اس میں عذاب ہورہا ہو اور آدمی اسی زمینی قبر کے پاس ہوتا ہے جس سے منع کیا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ اسی زمینی قبر میں عذاب ہوتا ہے۔

۲۲۲...... (قرآن کریم میں ہے: یثبت اللہ الذین آمنوا فی الحیوۃ الدنیا وفی الآخرۃ اس کی تفسیر میں حضرت فرماتے ہیں) فی الآخرۃ سے قبر اور عالم برزخ مراد ہے جیسا کہ احادیث مرفوعہ اور اقوال صحابہ سے ثابت ہے کہ فی الآخرۃ سے قبر مراد ہے جو آخرت کی پہلی منزل ہے جہاں حق تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو جواب کی تلقین اور حق اور صواب پر تمکین عطاء فرماتا ہے اور امتحانِ قبر میں اس کو ثابت قدم رکھتا ہے...... اور آخرت میں پھسلنا یہ ہے کہ قبر میں جو آخرت کی پہلی منزل ہے ان سے نکیرین کے سوال کا جواب نہ بن پڑے گا بلکہ حیرت زدہ ہوکر یہ کہیں گے۔ ھاہ ھاہ لا ادری افسوس افسوس میں کچھ نہیں جانتا۔ جو اور لوگ کہتے تھے وہی میں بھی کہہ دیتا تھا۔ جو سنا وہی

کہہ دیا۔ اس پر فرشتے اس کے گرز ماریں گے اور کہیں گے: لا دریت ولا تلیت کہ نہ تو نے خود سمجھا اور نہ کسی سمجھنے والے کا اتباع کیا۔

ایک شبہ: یہاں ایک اشکال یہ ہے کہ سورت مکی ہے اور احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو عذاب قبر کا علم مدینہ منورہ میں ہوا۔ لہٰذا یہ ہوتا تو مکہ ہی میں حضور ﷺ کو اس کا علم ہو جاتا۔

جواب: اس اشکال کا ایک جواب تو یہ ہے کہ اس سورت کی اس خاص آیت کو مدنی مانا جائے مگر یہ کہیں ثابت اور منقول نہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ آیت میں لفظ فی الاخرۃ وارد ہوا ہے اور آخرت دو ہیں ایک حقیقی اور ایک مجازی اور آیت میں لفظ آخرت دونوں کو شامل ہے اور اپنے عموم کی وجہ سے دونوں کو متناول ہے اور حضور پر نور (ﷺ) کو تثبیت اور اضلال کا دوسرا جز یعنی تثبیت اور اضلال فی القبر یہ مدینہ منورہ میں منکشف ہوا۔ خلاصہ یہ کہ تثبیت اور اضلال فی الآخرۃ کا وہ حصہ جو قیامت سے متعلق تھا ظاہر اور متبادر ہونے کی وجہ سے مکہ ہی میں منکشف ہو گیا اور دوسرا جز یعنی عذاب قبر اور نعیم قبر یہ مدینہ میں منکشف ہوا۔ پس آیت کے مکی ہونے میں اور آیت کے عذاب قبر کے بارے میں نازل ہونے میں کوئی تنافی نہیں رہی۔ (معارف القرآن، سورہ ابراہیم: ۲۷) جیسے آخرت حقیقی کے احوال کا تعلق جسد عنصری کے ساتھ ہوگا۔ اسی طرح آخرت مجازی (زمینی قبر، برزخ) میں بھی احوال قبر کا تعلق جسد عنصری کے ساتھ ہوتا ہے۔

عقیدہ فقیہ زمان مفتی اعظم پاکستان مفسر قرآن حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ، کراچی (م۱۳۹۶ھ)

۲۲۳...... ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ج ا شمارہ ۱۱، ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ/ مطابق ستمبر ۱۹۵۸ء ص ۳۸ میں مسئلہ حیات النبی ﷺ کے بارے میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مبہم و مجمل فتوی شائع ہوا جس سے بہت سے ناظرین کو مغالطہ ہوا تو ایک عالم صاحب نے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں سوال نامہ بھیجا۔ حضرت والا نے فتوی کی شکل میں اس کا جواب دیا جو درج ذیل ہے: (۱) میرے نزدیک عوام کا یہ اجمالی عقیدہ کہ حضرت رسول کریم ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، اُن کے ایمان اور نجات کے لئے کافی ہے۔ اُن کے ذہنوں کو اس کی تفصیلات میں الجھانا مناسب نہیں۔ (۲) جمہور امت کا عقیدہ اس مسئلے میں یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام برزخ میں جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہیں (اور جسد عنصری زمینی قبر میں مدفون ہوتا ہے) ان کی حیات برزخی صرف روحانی نہیں بلکہ جسمانی حیات ہے جو حیات دنیوی کے بالکل مماثل ہے۔ بجز اس کے وہ احکام کے مکلف نہیں ہیں بلکہ ان کی حیات برزخی کے کچھ آثار بعض دنیوی احکام میں بھی باقی ہیں۔ مثلاً میراث کا تقسیم نہ ہونا، ان کی ازواج مطہرات سے بعد وفات کے کسی کا نکاح جائز نہ ہونا۔ متقدمین میں امام بیہقی کا اور متاخرین میں شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا مستقل رسالہ اس مسئلے کی توضیح کے لئے کافی ہے، جن میں روایات حدیث پوری تنقیح کے ساتھ درج ہیں۔ بیہقی نے فرمایا: ولحیاۃ الانبیاء بعد الموت شواھد من الاحادیث الصحیحۃ (وفات کے بعد انبیاء علیہم السلام کی حیات پر احادیث صحیحہ کے دلائل موجود ہیں) اس میں تصریح ہے کہ موت کے بعد ان کی حیات احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور یہ ظاہر ہے کہ موت صرف جسم پر آئی ہے روح پر نہیں۔ اس لئے حیات بعد الموت وہی ہو سکتی ہے جس میں جسم بھی شریک ہو۔ اس حیات کو صرف روحانی کہنے کے کوئی معنی نہیں اور شفاء الاسقام میں امام حدیث وفقہ تقی الدین سبکی نے اپنی کتاب کا نواں باب اسی مسئلہ کی تحقیق کے لئے لکھا ہے اس میں

انبیاء علیہم السلام کے لئے بعد وفات کے حیات جسمانی حقیقی ثابت کرنے کے لئے فرمایا ہے: ''وقد ذکرنا ہ من جماعۃ من العلماء الخ ہم نے علماء کی ایک جماعت سے یہ مسئلہ ذکر کیا ہے اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا بھی اس پر شہادت ہے کیوں کہ نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے۔ اسی طرح اسراء کی رات میں جو انبیاء علیہم السلام کی صفات مذکور ہیں وہ بھی سب اجسام کی صفات ہیں اور حیات کے حقیقی ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ابدان انہی صفات کے ساتھ ہوں جن کے ساتھ وہ دنیا میں تھے یعنی کھانے پینے کی طرف محتاج ہونا اور کثیف حجاب میں نفوذ کا ممتنع ہونا اور ان کے علاوہ اجسام کی وہ صفات جن کا ہم مشاہدہ کرتے ہیں بلکہ کبھی ان اجسام پر دوسرا حکم جاری ہوتا ہے۔ پس عقلاً ان اجسام کے لئے حیات حقیقیہ کے ثابت ہونے میں کوئی چیز مانع نہیں۔'' (شفاء السقام ص ۱۹۱) اس کے بعد شہداء کی حیات برزخی پر بحث کرتے ہوئے فرمایا: فلم یبق الا انہا حیاۃ حقیقۃ الآن الخ پس نہیں باقی مگر یہ کہ بے شک وہ حقیقی زندگی ہے اور بلاشبہ حقیقتاً زندہ ہیں یہی جمہور علماء کا قول ہے، لیکن کیا یہ حیات فقط روح کے لئے ہے یا جسم اور روح دونوں کے لئے ہے اس میں دونوں قول ہیں۔ اس کے بعد (امام موصوف نے) اس قول ثانی کو ترجیح دی ہے کہ یہ حیات حقیقی صرف روح کے لئے نہیں بلکہ جسد کے لئے بھی ثابت ہے تو انبیاء کی حیات کچھ ان سے اعلیٰ و اقویٰ ہی ہوگی۔ خلاصہ یہ کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات بعد الموت حقیقی جسمانی مثل حیات دنیوی کے ہے، جمہور امت کا یہی عقیدہ ہے اور یہی عقیدہ میرا اور سب بزرگان دیوبند کا ہے۔ (۳، ۴) صرف حیات روحانی کا قول جمہور علماء امت کے خلاف ہے اور یہ ظاہر ہے کہ دیوبندیت کوئی مستقل مذہب نہیں، سلف اور جمہور اہل السنت والجماعت کے مکمل اتباع ہی کا نام دیوبندیت ہے، جو عقیدہ جمہور اہل السنت والجماعت کے خلاف ہے وہ دیوبندیت کے بھی خلاف ہوگا۔ میرے سابقہ فتویٰ سے حیات جسمانی کے انکار پر سند پکڑنا صریح ظلم اور کلام کی تحریف ہے۔ والسلام!

بندہ محمد شفیع غفرلہ دار العلوم کراچی ۱۴؍ ۴؍ ۸۷ھ۔ (الصدیق ملتان جمادی الاولیٰ ۸۷ ۱۳ھ)

۲۲۴...... ''رسالہ رحمت کائنات'' مصنفہ مولانا محمد زاہد الحسینی کا تقریباً پورا مطالعہ کیا۔ حیات انبیاء علیہم السلام کے مسئلہ پر نہایت نافع اور مفید تحقیقات جمہور اہل السنت والجماعت کے عقیدہ کے مطابق جمع کر دی ہیں۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطاء فرماویں۔ مسئلہ کے متعلق تحقیقات کے ضمن میں آنحضرت ﷺ کے تاقیامت باقی رہنے والے فیوض و برکات اور آثار حیات کا ذکر آیا ہے وہ خود ایک نہایت مفید مضمون ہے جس سے رسول کریم ﷺ کی عظمت و محبت مؤمن کے قلب میں بڑھتی ہے جو سرمایہ سعادت دنیا و آخرت ہے۔ مجھے بھی اس سے بڑا نفع پہنچا، دل سے دعا نکلی۔ بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ دار العلوم کراچی۔ ۱۴؍ ربیع الثانی ۸۷ ۱۳ھ۔ (رحمت کائنات ص ۶)

۲۲۵...... سوال: انبیاء علیہم السلام احیاء اند؟ حیات چہ معنی دارد؟ اقسام حیات نیز تحریر فرمایند۔ چنانچہ حیات شہداء، حیات اولیاء و حیات انبیاء وغیرہ۔ (کیا انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں؟ حیات کا کیا مطلب ہے؟ نیز حیات کے اقسام بھی تحریر فرمادیں جیسے حیات شہداء، حیات اولیاء اور حیات انبیاء وغیرہ)

الجواب: انبیاء علیہم السلام در قبور خود زندہ اند، و ایں قدر از حدیث معتبر ثابت است کہ فرمود آنحضرت ﷺ کہ حرام کردہ است بدن ہائے انبیاء بر زمین و امثال آں ایں قسم احادیث در شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور سیوطی باستیعاب آوردہ است (انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور اتنی بات معتبر حدیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے بدنوں کو زمین پر حرام کر دیا ہے اور ایسی احادیث کو علامہ

سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور میں پورے استیعاب کے ساتھ جمع کر دیا ہے)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم! محمد شفیع غفرلہ

(فتاوی دار العلوم دیوبند جلد ثانی ص ۵۸، بحوالہ القول الجلی فی حیاۃ النبی ﷺ مؤلفہ حضرت شیخ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ)

۲۲۶...... حیات دنیاوی ظاہری کا تو دنیا میں کوئی بھی قائل نہیں۔ قرآنِ پاک کی اتنی صریح مخالفت کون مسلمان کر سکتا ہے، جو بھی قائل ہیں حیات برزخی (جسم عنصری کی حیات عالم برزخ میں) ہی کے قائل ہیں۔

(رسالہ تعلیم القرآن راولپنڈی ص ۳۲، جنوری ۱۹۶۰ء، بحوالہ مقام حیات ص ۲۳۷)

۲۲۷...... یہ آیت (ولو انھم اذ ظلموا الخ) اگرچہ خاص واقعہ منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن اس کے الفاظ سے ایک عام ضابطہ نکل آیا کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور آپ اس کے لئے دعائے مغفرت کر دیں اس کی مغفرت ضرور ہو جائے گی اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضری جیسے آپ کی دنیوی حیات کے زمانے میں ہو سکتی تھی اسی طرح آج بھی روضۂ اقدس پر حاضری اسی حکم میں ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کو دفن کر کے فارغ ہوئے تو اس کے تین روز بعد ایک گاؤں والا آیا اور قبر شریف کے پاس آ کر گر گیا اور زار زار روتے ہوئے آیت مذکورہ کا حوالہ دے کر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں وعدہ فرمایا ہے کہ اگر گنہگار رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور رسول ﷺ اس کے لئے دعائے مغفرت کر دیں تو اس کی مغفرت ہو جائے گی۔ اس لئے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ میرے لئے مغفرت کی دعا کریں اس وقت جو لوگ حاضر تھے ان کا بیان ہے کہ اس کے جواب میں روضۂ اقدس کے اندر سے آواز آئی قد غفر لك (بحر محیط) یعنی مغفرت کر دی گئی۔ (تفسیر معارف القرآن ج ۲ ص ۴۵۸)

۲۲۸...... تقریباً چالیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے معتبر اسانید کے ساتھ اسی مضمون کی حدیثیں منقول ہیں جن کو امام ابن کثیر نے اس جگہ اپنی تفسیر میں جمع کیا ہے اور شیخ جلال الدین سیوطی نے اپنے منظوم رسالہ التثبیت عند التبییت میں اور شرح الصدور میں ستر احادیث کا حوالہ نقل کر کے ان روایات کو متواتر فرمایا ہے۔ ان سب حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آیت مذکورہ (یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الآخرۃ) میں آخرت سے مراد قبر لی ہے اور اس آیت کو قبر کے عذاب و ثواب سے متعلق قرار دیا ہے۔ مرنے اور دفن ہونے کے بعد قبر میں انسان کا دوبارہ زندہ ہو کر فرشتوں کے سوالات کا جواب دینا پھر اس امتحان میں کامیابی اور ناکامی پر ثواب یا عذاب کا ہونا قرآن مجید کی تقریباً دس آیات میں اشارۃً اور رسول کریم (ﷺ) کی ستر احادیث متواترہ میں بڑی صراحت و وضاحت کے ساتھ مذکور ہے جس میں مسلمان کو شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ رہے وہ عامیانہ شبہات کہ دنیا میں دیکھنے والوں کو یہ ثواب وعذاب نظر نہیں آتے سو اس کے تفصیلی جوابات کی تو یہاں گنجائش نہیں۔ اجمالاً اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ کسی چیز کا نظر نہ آنا اس کے موجود نہ ہونے کی دلیل نہیں ہوتی۔ جنات اور فرشتے بھی کسی کو نظر نہیں آتے مگر موجود ہیں۔ ہوا نظر نہیں آتی مگر موجود ہے۔ جس کائناتی فضا کا اس زمانہ میں راکٹوں کے ذریعہ مشاہدہ ہو رہا ہے وہ اب سے پہلے کسی کو نظر نہ آتی تھی مگر موجود تھی، خواب دیکھنے والا خواب میں کسی مصیبت میں گرفتار ہو کر سخت عذاب میں بے چین ہوتا ہے مگر پاس بیٹھنے والوں کو اس کی کچھ خبر نہیں ہوتی۔ اصل بات یہ ہے کہ ایک عالم کو دوسرے عالم کے حالات پر قیاس

کرنا خود غلط ہے، جب خالق کائنات نے اپنے رسول کے ذریعہ دوسرے عالم میں پہنچنے کے بعد اس عذاب وثواب کی خبر دے دی تو اس پر ایمان واعتقاد رکھنا لازم ہے۔ (معارف القرآن ج ۵ ص ۲۴۸)

۲۲۹...... حضرت مولانا خلیل احمد صاحب جو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد خلفاء میں سے ہیں ان کا رسالہ المہند علی المفند بھی اہل انصاف اور اہل بصیرت کے لئے کافی ہے۔ اب جو اس مسلک کے خلاف دعویٰ کرے اتنی بات یقینی ہے کہ ان کا اکابر دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں۔ (اس فتویٰ پر دس اکابرین دیوبند کے دستخط ہیں، نویں نمبر پر حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دستخط ہیں)

(ماہنامہ پیام مشرق لاہور ج ۳، شمارہ ۴، ربیع الاوّل ۱۳۸۰ھ ستمبر ۱۹۶۰ء بحوالہ تسکین الصدور ص ۷۳)

نوٹ: مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اہم فتویٰ ازالہ وہم کے عنوان سے حصہ اوّل کے آخر میں ملاحظہ کیجئے۔

عقیدہ مولانا ابوالعتیق عبدالہادی محمد صدیق نجیب آبادی رحمۃ اللہ علیہ (م؟)

(جامع انوار محمود شرح ابی داود، تلمیذ حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ)

۲۳۰...... انهم اتفقوا على حياته صلی اللہ علیہ وسلم بل حيوة الانبياء علیہم السلام متفق عليها لا خلاف لاحد فيه فقال الحافظ معناه رد الله على نطقي۔ بے شک محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات پر متفق ہیں بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام کی حیات پر اتفاق ہے۔ اس میں (اہل السنۃ والجماعۃ) میں سے کسی ایک کا بھی اختلاف نہیں ہے۔ سو حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ: رد الله على روحي کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر میرے نطق کو لوٹا دے گا۔

(انوار المحمود ج ۱ ص ۲۱۰)

عقیدہ حضرت علامہ مفتی مہدی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ مفتی دارالعلوم دیوبند (م ۱۳۹۶ھ)

۲۳۱...... سوال: یہ عقیدہ رکھنا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک علیین میں ہے آپ کا اپنی قبر اور جسد کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ لہٰذا آپ کی قبر پر درود وسلام پڑھا جائے تو پڑھنے والے کو ثواب ملتا ہے لیکن آپ سنتے نہیں۔ کیا ایسا عقیدہ صحیح ہے کہ نہیں؟ اور غلط ہونے کی صورت میں بدعت سیئہ ہے یا نہیں؟ اور ایسے عقیدہ والے کی امامت کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا!

جواب: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مزار مبارک میں بجسدہ موجود ہیں اور حیات ہیں۔ آپ کے مزار مبارک کے پاس کھڑے ہو کر جو سلام کرتا اور درود پڑھتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود سنتے اور سلام کا جواب دیتے ہیں۔ ہمارے (برزخی) کان نہیں کہ ہم سنیں، آپ اپنے مزار میں حیات ہیں مزار مبارک کے ساتھ آپ کا خصوصی تعلق بجسدہ وروحہ ہے۔ جو اس کے خلاف کہتا ہے غلط کہتا ہے۔ وہ بدعتی ہے خراب عقیدے والا ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور یہ عقیدہ صحیح نہیں ہے۔ حدیث میں ہے: ان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء (بے شک اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے زمین پر کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے) وعن ابی هريرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم من صلى على من بعيد اعلمته رواه ابو الشيخ وسنده جيد (القول البدیع) (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مجھ پر دور سے درود پڑھے گا مجھے اس سے مطلع کیا جائے گا۔ اس کو ابو الشیخ نے روایت کیا اور اس کی سند قوی ہے) وعن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم الانبياء احياء في

قبورهم یصلون رواه ابن عدی والبیهقی وغیرهما (شفاء الاسقام ص ۱۳۴) (حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں۔ اس کو ابن عدی اور بیہقی وغیرہ نے روایت کیا ہے) دو تین حدیثیں نقل کر دی ہیں۔ اس باب میں بکثرت احادیث وارد ہیں جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور جو انکار کرتا ہے وہ بدعتی اور خارج اہلسنت والجماعت ہے۔ غرض پڑھنے والے کو ثواب بھی پہنچتا ہے اور مزار مبارک کے قریب پڑھنے سے آپ سنتے بھی ہیں اور اپنے مزار مبارک میں بجسدہ موجود ہیں اور حیات ہیں۔ کتبہ السید مہدی حسن مفتی دار العلوم دیوبند ۱۳/ ۵/ ۶۷ھ۔

(فتاوی دار العلوم دیوبند بحوالہ تسکین الصدور ص ۴۹، مقام حیات ص ۶۹۳، استفتاء نمبر ۱ ص ۹۹۱)

۲۳۲...... اہل السنت والجماعت متفق ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں حیات ہیں ان کی ارواح کو ان کے اجسام مطہرہ سے خصوصی تعلق ہے۔ اس خصوصیت میں مخلوق میں سے کوئی ان کا شریک و سہیم نہیں ہے، ان کی قبور پر سلام پڑھا جائے تو وہ خود سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔ (آگے چند فقہی کتب کے حوالہ جات لکھ کر فرماتے ہیں) ان عبارتوں سے ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ فداہ امی وابی اپنے مزار مبارک میں اپنے جسد اطہر کے ساتھ حیات ہیں جو اہلسنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔ زائر کے صلوٰۃ وسلام کو سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔ اس لئے زید کا خیال صحیح نہیں ہے، بکر کا قول اور اس کا عقیدہ صحیح اور اہل السنت والجماعت کے مطابق ہے اور کتابوں میں یہ تصریح موجود ہے۔ مواہب لدنیہ، شرح زرقانی، انباء الاذکیاء، الخصائص الکبریٰ، شرح اللباب، شفاء السقام وغیرہ۔ بے شک اس عقیدے کے سلسلے میں زید اہلسنت کے عقیدے سے خارج ہے کہ یہ اس کا عقیدہ اہلسنت والجماعت کے خلاف ہے۔ السید مہدی حسن مفتی دار العلوم دیوبند ۲۵/ ۵/ ۸۷ھ۔

(فتاوی دار العلوم دیوبند غیر مطبوعہ بحوالہ مقام حیات ص ۶۹۴ طبع دوم، نمبر ۵۰۳، الف)

۲۳۳...... تسکین الصدور کے متعلق لکھتے ہیں: کتاب تسکین الصدور وصول ہوتے ہی پڑھنا شروع کر دیا۔ اہل السنت والجماعت کے عقیدے کو بطریق صحیح ثابت کرنے میں کسی قسم کا فتور واقع نہیں ہوا۔ اثبات عذاب قبر اور اثبات حیات انبیاء فی القبور کو جن دلائل حقہ سے ثابت کیا ہے وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ طالب حق وہدایت کو کسی قسم کے چون وچرا کی گنجائش نہیں ہے۔ متعنت اور معاند سے امید نہیں کہ وہ ہدایت قبول کرے۔ کتاب مذکور میں جن مسائل پر آپ نے قلم فرمائی کی اور داد تحقیق دی ہے۔ میں اس کے ساتھ متفق ہوں کہ مسلک اہل السنت والجماعت کا ہے۔ واللہ اعلم! (تسکین الصدور ص ۱۹)

عقیدہ المحدث، حضرت العلامہ مولانا السید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ، کراچی (م ۱۳۹۷ھ)

۲۳۴...... حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات بعد الممات کا مسئلہ صاف ومتفقہ مسئلہ تھا، شہداء کی حیات بنص قرآن ثابت تھی اور دلالۃ النص سے انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات قرآن سے ثابت تھی اور احادیث نبویہ سے عبارت النص کے ذریعہ ثابت تھی، لیکن برا ہو اختلافات اور فتنوں کا کہ ایک مسلمہ حقیقت زیر بحث آ کر مشتبہ ہوگئی۔ کتنے تاریخی بدیہیات کو کج بحثیوں نے نظری بنا دیا اور کتنے حقائق شرعیہ کو کج فہمی نے مسخ کر کے رکھ دیا۔ ہر دور میں کج فہم کج رو اور کج بحث موجود ہوتے ہیں، زبان بند کرنا تو اللہ ہی کی قدرت میں ہے۔ ملاحدہ وزنادقہ کی زبان کب بند ہو سکی۔

کسی صحیح حدیث کو ضعیف بنانے کے لئے کسی راوی کے بارے کتب رجال میں جرح کا کوئی کلمہ دیکھا بس کافی تھا کہ اس پر بنیاد قائم کی جائے۔ اگر عقل سلیم سے کام نہ لیا جائے اور صرف کتاب میں جرح کو دیکھا جائے تو امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد، امام شافعی تمام کے تمام آئمہ مجروح ہو کر دین کا سرمایہ ہی ختم ہو جائے گا۔ الغرض! حیات انبیاء کرام علیہم السلام کا مسئلہ بھی تقریباً اسی قسم کی کج بحثوں میں الجھ کر اچھا خاصا فتنہ بن گیا۔ کچھ حضرات نے دانستہ یا نادانستہ حدیثی وکلامی بحثیں پیدا کر دیں اور سمجھا یہ گیا یا سمجھایا گیا کہ اس طرح توسل بالاموات اور استعانت بغیر اللہ وغیرہ وغیرہ بہت سی بدعات کا خاتمہ ہو جائے گا۔ گویا علاج یہ تجویز کیا گیا کہ حیات انبیاء کرام سے انکار کرنے ہی سے یہ مفاسد ختم ہو سکتے ہیں۔ اس کی مثال تو ایسی ہوئی کہ بارش سے بچنے کے لئے پرنالے کے نیچے بیٹھ جائے۔ اس خلفشار کو ختم کرنے کے لئے ارباب فکر واخلاص نے چند حضرات کے نام تجویز کئے کہ اس اختلاف کو جس نے فتنہ کی شکل اختیار کر لی ہے ختم کرنے کی کوشش کریں۔ راقم الحروف کا نام بھی ان میں شامل تھا، تجویز یہ ہوئی کہ اس موضوع پر ایک محققانہ کتاب مؤثر انداز میں لکھی جائے اور تشکیک پیدا کرنے والے حضرات کے شبہات کے جوابات بھی دیئے جائیں اور مسئلہ کے تمام گوشوں پر سیر حاصل تبصرہ کیا جائے۔ باتفاق رائے اس کے لئے برادر گرامی مآثر مولانا محمد سرفراز خاں صفدر صاحب منتخب ہو گئے۔ الحمد للہ! برادر موصوف نے توقع سے زیادہ مواد جمع کر کے تمام گوشوں کو خوب واضح کر دیا ہے اور تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔ (تسکین الصدور ص ۲۲)

۵۲۳..... مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک مکتوب سے جو مولانا سید احمد رضا بجنوری رحمۃ اللہ علیہ شارح بخاری کے نام ہے۔ چند اقتباسات خود نقل کرتے ہیں: (۱) شہداء کے لئے بنص قرآن حیات حاصل ہے اور مزید دفع تجوز (مجاز کے احتمال کو ختم کرنے) کے لئے یرزقون کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ جیسے آج کل کا محاورہ بھی ہے: فلان حی یرزق (فلاں زندہ ہے رزق کھاتا ہے) عام اہل برزخ سے ان کی حیات ممتاز ہے۔ (۲) جب انبیاء کا درجہ عام شہداء سے اعلیٰ وارفع ہے تو بدلالۃ النص یا بالاولیٰ خود قرآن کریم سے ان کی حیات ثابت ہوئی اور جب مرتبہ اعلیٰ وارفع ہے تو حیات بھی اقوی واکمل ہوگی۔ (۳) اسی حیات کی اکملیت کے بارے میں دو حدیثیں آئی ہیں۔ ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء اور حدیث: الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون اور ان ہی احادیث کے شواہد کے طور پر دیگر احادیث صحیحہ موجود ہیں۔ مثلاً موسیٰ علیہ السلام کا تلبیہ حج اور اس کے علاوہ روایات۔ (۴) روح کے تعلق اجساد سے پانچ قسم کے ہیں: (۱) فی حالۃ الجنین (یعنی پیٹ میں) بعد الولادۃ فی الدنیا، جس کی دو صورتیں ہیں۔ (۲) حالت نوم میں۔ (۳) اور حالت یقظہ میں۔ (۴) بعد الموت فی البرزخ۔ (۵) بعد البعث فی الحشر۔ ضعیف ترین اوّل ورابع (نمبر ۱، اور نمبر ۴) ہے۔ قوی ترین خامس (نمبر ۵) اور متوسط دنیوی ہے: کما حققہ المتکلمون وابن القیم فی کتاب الروح والقاری فی شرح الفقہ الاکبر (۵) انبیاء کرام علیہم السلام کی نوم جیسے ممتاز ہے عام نوم سے ان عینی تنامان ولا ینام قلبی (بے شک میری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا) اسی طرح ان کی موت کی حالت بھی عام اموات جیسی نہیں۔ النوم اخو الموت (نوم موت کے مشابہ ہے) اور عام موتی میں تحقق موت کے لئے انقطاع الروح عن الجسد بالکلیہ ہوتا ہے اور یہاں بالکلیہ نہیں ہوتا اور پھر علو مرتبہ جتنا ہوتا ہے اتنا ہی تعلق قوی ہوگا۔ (۶) مفارقت روح عن الجسد سے مفارقت تعلق الروح عن الجسد لازم نہیں آتا۔ (یعنی جسد عنصری سے روح کے جدا ہونے سے جسد سے روح کے تعلق کا ختم ہونا لازم نہیں آتا۔ ناقل) (۷) اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کے جسد مبارک کو تروح (روحی صفات) کی کیفیت حاصل ہو جیسے معراج میں جسد پر روح کی کیفیت طاری ہوئی۔ تجسد ارواح (ارواح کا جسم ہونا) اور تروح اجساد (جسموں کا ارواح لطیفہ کی طرح ہو جانا) دونوں کی نظیریں عالم شہادت میں ہیں تو عالم ارواح (عالم برزخ) میں کیوں استبعاد کیا جائے جب کہ اس کا تعلق عالم غیب سے ہے۔(۸) دنیا میں صوفیاء کرام کے یہاں ابدانِ مثالیہ سے تعدد، وقتِ واحد میں متعدد امکنہ میں ظہور و آثار کے ثبوت پر مشہور واقعات ہیں۔ انبیاء کرام کی نقل و حرکت بالا جساد العنصرۃ اس کی نظیر ہوگی۔(۹) الغرض انبیاء کرام کے لئے حیات، بقاء اجساد، نقل و حرکت، ادراک وعلم سب چیزیں حاصل ہیں۔(۱۰) یہ حیات دنیوی حیات کے مماثل بلکہ اس سے اقوی ہے۔ دنیا میں ہمیشہ جسد کو روح کی خاصیت حاصل نہیں ہوتی اور برزخ میں ہوتی ہے۔ اب اگر اس کو حیات دنیوی سے بعض حضرات نے تعبیر کیا ہے تو اس حقیقت کو واضح کرنے کے لئے کیا ہے۔ بہر حال وہ حیات دنیوی ہے۔ (یعنی دنیاوی جسم زندہ ہے) اور حیات برزخی (یعنی عالم برزخ میں) بھی، صرف حیات برزخی نہیں۔ (یعنی صرف روحانی نہیں جیسا کہ منکرین حیات کا عقیدہ ہے اور وہ برزخی کا یہی معنی مراد لیتے ہیں۔ ناقل) جس میں عام شہداء یا اموات بھی شریک ہوں بلکہ اقوی و اکمل ہے اس لئے حیات دنیوی کے مماثل بلکہ اس سے بھی اقوی ہے۔ (۱۱) اگر احادیث ونصوص میں حیات کا ثبوت ہے تو پھر عدم نکاح بالازواج المطہرات اور عدم توریث وغیرہ کی علت اصل حیات کو کہا جائے تو درست ہے۔ (از تسکین الصدور ص ۲۳ تا ص ۲۵)

مجاہد کبیر، عظیم مفسر ومحدث، قائد ملت اسلامیہ مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۰۰ھ)

۲۳۶...... حضرات انبیاء علیہم السلام پر موت طاری ہونا قطعی ہے، کسی کا اس میں اختلاف نہیں۔ انک میت و انھم میتون الآیۃ اور قول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ قدمات اس کے شاہد صدق ہیں، لیکن اس میں اختلاف ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی موت سے حیات زائل ہو جاتی ہے یا صرف مستور ہو جاتی ہے۔ یعنی موت بمعنی رافع الحیاۃ ہے یا بمعنی ساتر الحیاۃ۔ بانی دار العلوم دیوبند حضرت نانوتوی قدس سرہ العزیز نے اپنے رسالہ آب حیات میں دلائل سے ثابت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت سے صرف حیات مستور ہوئی ہے زائل نہیں ہوئی۔ آپ کی موت کو عامۃ المؤمنین کی موت سے ممتاز قرار دے کر وضاحت سے لکھا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیوی علی الاتصال اب تک برابر مستمر ہے اس میں انقطاع یا تبدل یا تغیر جیسے حیات دنیوی کا حیات برزخی ہو جانا واقع نہیں ہوا، لیکن اکثر محققین کے اقوال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ پر موت بمعنی رفع الحیات طاری ہوئی۔ بہر حال حقیقت موت جو بھی ہو علی اختلاف القولین یہ امر مسلم ہے کہ آپ پر موت طاری ہوئی، لیکن ساتھ ساتھ یہ امر بھی علماء اہل السنت والجماعت کے نزدیک مسلم اور مجمع علیہ ہے کہ بحالت موجودہ یعنی عالم برزخ میں آپ جسمانی حیات سے زندہ ہیں آپ کی روح مبارک کا تعلق آپ کے جسد عنصری کے ساتھ ایسا قائم کر دیا گیا ہے کہ اس دنیاوی جسد اطہر کے ساتھ (جسے اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے) تمام افعال وحرکات مثل سمع وبصر وبطش ومشی وکلام وغیرہ پر قادر ہیں۔ یہ عقیدہ کہ آپ کا جسد اطہر ساکن وصامت قبر مبارک میں صحیح وسلامت موجود ہے اور اس سے افعال وحرکات کا صدور نہیں ہوتا عقیدہ فاسدہ ہے اور تمام علماء اہل السنت والجماعت کے عقیدہ اور علماء دیوبند کے مسلک کے خلاف ہے۔ حضرت العلامہ العارف باللہ مولانا محمد عبداللہ صاحب مدظلہ العالی نے یہ رسالہ لکھ کر اہل حق کے اقوال کو اس ترتیب کے ساتھ

جمع کر دیا ہے کہ منصفین طالبین حق کے لئے کافی ووافی ہے، میں نے رسالہ کا مطالعہ کیا ہے مجھے اس کے مندرجات سے اتفاق ہے۔احقر الانام ابوالفضل محمود عفا اللہ عنہ خادم الافتاء والتدریس بقاسم العلوم ملتان، ۲۱/۶/۷۷ھ۔

(القول النقی فی حیات النبی ﷺ مؤلفہ حضرت بہلوی رحمۃ اللہ علیہ ص ۳۱)

۲۳۷...... زیر نظر کتاب تسکین الصدور مصنفہ مخدوم محترم حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب مدظلہ العالی کا بغور مطالعہ کیا۔حضرت مولانا نے بالکل مثبت علمی انداز میں اہل السنت والجماعت کے متفقہ عقائد کو بڑی متانت اور سنجیدگی کے ساتھ کتاب وسنت اور اقوال فقہاء متکلمین امت کے جامع استدلالات سے مسلمانوں کے سامنے پیش فرمایا۔میں اس دینی عظیم خدمت پر مولانا موصوف کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کر کے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت کی اس تالیف کو قبول فرما کر عامۃ المسلمین کے لئے مفید بنائے اور اسے زائغین کی ہدایت کا ذریعہ بنا کر حضرت مولانا موصوف کی فلاح دنیوی ونجات اخروی کا سبب بنادے۔محمود عفا اللہ عنہ خادم قاسم العلوم ملتان و ناظم عمومی کل پاکستان جمعیۃ علماء اسلام۔۲۶ ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ۔(تسکین الصدور ص ۳۶) اس سے معلوم ہوا کہ منکرین حیات اہل زیغ اور اہل باطل ہیں۔اس لئے ان کا اپنے آپ کو دیوبندی کہلانا ''برعکس نام نہند زنگی کافور'' کا مصداق ہے۔

۲۳۸...... حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ رسالہ عقائد علمائے دیوبند کے متعلق لکھتے ہیں: العقائد المسطورۃ کلھا حقۃ اتفق علیھا مشائخنا واللہ اعلم اس رسالہ میں جتنے عقائد لکھے گئے ہیں سب حق ہیں اور ان پر ہمارے مشائخ کا اتفاق ہے۔محمود عفا اللہ عنہ مفتی قاسم العلوم ملتان۔۲۵/۶/۸۸ھ۔

(عقائد علماء دیوبند ص ۷۳، مؤلفہ مولانا سید عبدالشکور ترمذی صاحب مدظلہ)

<u>نوٹ</u>: مذکورہ رسالہ میں متعدد عقائد درج ہیں۔خصوصاً حیات انبیاء، سماع صلوۃ وسلام عند القبر، توسل، عرضِ اعمال وغیرہ۔

۲۳۹...... حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب شجاع آبادی کی تصنیف ''دعوت الانصاف فی حیاۃ جامع الاوصاف'' کو مختلف مقامات سے دیکھا۔ماشاء اللہ! مسئلہ حیات النبی ﷺ اور سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر الشریف پر اسلاف وجمہور اہلسنت کے متفقہ فیصلہ کے مطابق تحریر فرمایا۔الاحقر الافقر محمود عفا اللہ عنہ خادم قاسم العلوم ملتان۔۱۷ ربیع الاوّل ۱۴۰۰ھ۔ (دعوت الانصاف فی حیات جامع الاوصاف مؤلفہ مولانا عبدالعزیز شجاع آبادی ص ۹)

۲۴۰...... نبی کریم ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام اپنی قبور مطہرہ میں حیات ہیں۔حدیث معتبر سے ثابت ہے علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور میں اس قسم کی احادیث بہت نقل کی ہیں، لیکن یہ حیات، عنصری حیات سے کچھ مختلف ہے، جس کی تفصیل کی گنجائش نہیں، تفصیل بہت طویل ہے۔ (فتاوی مفتی محمود ج ۱ ص ۳۵۰، نیز ص ۳۵۴)

<u>فائدہ</u>: عالم دنیا کی حیات عنصری محسوس تکلیفی مع لوازم دنیا ہے، جب کہ برزخ کی حیات عنصری مخفی غیر تکلیفی اور لوازم دنیا کے بغیر ہے۔

۲۴۱...... احادیث میں ثابت ہے کہ ہر مسلمان کی قبر پر سلام کرتے وقت بصیغہ خطاب سلام کیا جاوے السلام علیکم دار قوم مؤمنین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون نسأل اللہ لنا ولکم العافیۃ پھر قبر شریف پر صیغہ خطاب سے سلام کرنے سے کیا مانع ہے۔جب کہ متعدد احادیث سے بھی یہ ثابت ہے کہ قبر شریف کے پاس

صلوۃ وسلام کو حضور اکرم ﷺ خود سنتے ہیں۔ اخرج البیھقی فی شعب الایمان من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی نائیا بلغتہ (فتاوی مفتی محمود ج ۱ ص ۳۵۴)

۲۴۲...... ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون کی تفسیر میں حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہاں موت کے بعد بھی حیات ہے لیکن فاصلہ ہے، پھر کافی دن کے بعد تم لوٹائے جاؤ گے اور جو لوگ اس حیات کو حیات اخروی پر محمول کرتے ہیں وہ اس حیات (برزخی) کا انکار کرتے ہیں لیکن ہم کہتے ہیں کہ یہاں برزخی مراد ہے۔ کیوں کہ احادیث دلالت کرتی ہیں حیات برزخ پر کہ وہاں قبر میں منکر نکیر کا سوال ہوگا۔ پھر پوچھا جائے گا، من ربک، فیقول ربی اللہ اور بعض روایات میں ہے ما تقول فی ہذا الرجل کہ حضور ﷺ کی صورت پیش کر دی جائے گی۔ الغرض! قبر میں جاتے ہی فوراً آپ کی زیارت ہو جائے گی۔ یہ بڑی بشارت ہے۔ اس سے حاضر و ناظر ہونا لازم نہ آئے گا۔ (تفسیر محمود ج ۱ ص ۱۹۲)

۲۴۳...... قبر میں انسان کو ایک گونہ حیات حاصل ہو جاتی ہے، بلکہ ہمارے نزدیک عذاب قبر کی تمام احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں۔ وعذاب القبر للعصاۃ من المؤمنین حق اور مؤمنین (متقین) کو نعمتوں کا استلذاذ ہوتا ہے۔ اس لئے اگر حیات نہ مانیں گے تو ادراک الم کیوں کر ہوگا۔ کافرین میں بھی یک گونہ حیات ضروری ہے۔ اگرچہ وہ حیات کمزور ہو، عذاب قبر تواتر سے ثابت ہے۔ (حوالہ مذکورہ)

فائدہ: اگر اس سے روح کی حیات مراد ہو تو وہ حیات جیسے دنیا میں کامل تھی موت کے بعد بھی وہ حیات اُسی طرح کامل رہتی ہے۔ البتہ کمزور درجے کی حیات جس کے ساتھ صرف راحت و تکلیف کا احساس ہو اور دنیا کی طرح کامل حیات نہ ہو یہ حیات جسد عنصری کے لئے ہوتی ہے۔

۲۴۴...... اسی موت اور بعد کی حیات کے درمیانی عرصہ کو قبر کہا جاتا ہے، قبر صرف گڑھا نہیں، اب روح کا جسد سے کچھ نہ کچھ تعلق ضرور ہوگا۔ کافر کے لئے اس لئے ہے کہ وہ صرف زخم برداشت کر لے، یہ حیات اضعف ہے۔ اگرچہ بدن کے ایک جزء میں ہو، مؤمن کے لئے اس لئے ہے تا کہ ادراک الم واستلذاذ ہو، یہ حیات ضعیف ہے برزخ میں۔ (۲) اس سے فوق حیات شہداء کی ہے جو کہ حیات متوسطہ ہے، جس سے بدن بھی محفوظ رہتا ہے۔ (۳) اس سے فوق حیات الانبیاء ہے جو حیات اقویٰ ہے۔ ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء، انبیاء کا صرف بدن ہی محفوظ نہیں ہے بلکہ حیات بھی ہے، کیوں کہ بدن کا محفوظ ہونا تابع حیات ہے۔ (۴) اس سے فوق حیات دنیویہ ہے یہ محافظ ہے جب تک انسان زندہ ہو تو گلے گا سڑے گا نہیں۔ (حوالہ مذکورہ)

۲۴۵...... ان صلوتکم معروضۃ علی قالوا کیف وقد بلیت یعنی آپ کا جسد اطہر مٹی میں بوسیدہ ہو چکا ہوگا تو اعمال کیسے پیش ہوں گے؟ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ان اللہ حرم الخ رواہ ابوداود اس لئے بات عرضِ صلوۃ کی ہے تو تحفظِ جسد ضروری ہے۔ جسد میں شعور و ادراک نہ ہو تو پھر صحابہ رضی اللہ عنہم کے سوال کا جواب کیسے بنے گا؟ حدیث کے سیاق و سباق کو دیکھو حیات کے یہ مختلف درجات ہیں۔ (حوالہ مذکورہ)

۲۴۶...... جو لوگ سرے سے موت کو نہیں مانتے یہ بھی گمراہی ہے اور موت کو ماننے کے بعد جو لوگ پتھر کی مثل کہتے ہیں۔ (یعنی جسد کو محفوظ مانتے ہیں اس میں حیات نہیں مانتے) یہ پتھری لوگ ہیں۔ (حوالہ مذکورہ)

عقیدہ زبدۃ المحدثین، عمدۃ المحققین، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ (۱۴۰۲ھ)

۲۴۷...... لانهم احياء فى قبورهم فالاموال باق على ملكهم چونکہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ پس ان کے اموال ان کی ملک میں باقی ہیں۔ (اوجز المسالک ج ۱۵ ص ۳۲۳، طبع ملتان)

۲۴۸...... لان الانبياء احياء فى قبورهم وقضيته انهم يعطون بعض احكام الدنيا چونکہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان پر دنیا کے بعض احکام جاری کئے گئے۔ (مثلاً بقاء ملک، عدم توریث، حرمتِ ازواج، سلامتی اجساد، وغیرہ۔ ناقل) (اوجز المسالک ج ۱۵ ص ۳۲۴)

۲۴۹...... ان الانبياء احياء فى قبورهم كما ورد فى الحديث (حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے رسائل ابن عابدین کے حوالہ سے نقل کیا ہے) کہ تحقیق انبیاء زندہ ہیں اپنی قبروں میں جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔
(اوجز المسالک ج ۱۵ ص ۳۲۴)

۲۵۰...... ولان النبيين صلوات الله عليهم اجمعين لما كانوا احياء فلا معنى لتوريث الاحياء عنهم (حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں) اور چونکہ سب انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں تو زندہ لوگوں کو ان کے وارث بنانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ (اوجز المسالک ج ۱۵ ص ۳۲۴)

۲۵۱...... میت پر صبح و شام ٹھکانہ پیش کرنے والی حدیث کے تحت فرماتے ہیں: العرض لايكون الا على حى ولا يصح على ميت لانه يحتاج ان يعلم ما يعرض عليه ويفهم ما يخاطب به وذالك لا يصح من الميت وقد تقدم من حديث انس رضی اللہ عنہ عن النبى صلی اللہ علیہ وسلم ان الميت اذا وضع فى قبره وتولى عنه اصحابه وانه ليسمع قرع نعالهم فاتاه ملكان يقعدانه الحديث وهذا يدل على احياء الميت ومخاطبته (قبر میں جنت اور دوزخ کے) ٹھکانے کا پیش کرنا نہیں ہوسکتا مگر زندہ پر اور میت پر صحیح نہیں ہوتا۔ کیوں کہ فعل عرض (یعنی پیش کرنا) اس بات کی طرف محتاج ہے کہ معروض علیہ (جس پر پیش کیا جائے) جانتا ہو کہ اس پر کیا پیش کیا جا رہا ہے اور بات کو بھی سمجھتا ہو اور یہ دونوں امر میت سے ناممکن ہیں اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث گزر چکی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میت کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے اصحاب اس کو رکھ کر واپس لوٹتے ہیں اور وہ ان کی جوتیوں کی کھسکھساہٹ سن رہی ہوتی ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جو اس کو بٹھا دیتے ہیں۔ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ میت قبر میں زندہ ہے اور اس میں صلاحیت ہے کہ اس کو مخاطب بنایا جائے۔ (کیوں کہ وہ بات کو سنتا اور سمجھتا ہے، جب عام مُردے زندہ ہیں اور فی الجملہ سنتے ہیں تو انبیاء میں یہ شان بطریق اولیٰ اعلیٰ درجہ میں ہوگی۔ ناقل) (اوجز المسالک ج ۴ ص ۲۹۱)

۲۵۲...... قال الشيخ ابن القيم عرض المقعد لا يدل على ان الارواح فى القبر ولا على فنائه بل على ان لها اتصالا به يصح ان يعرض عليها مقعدها فان للروح شانا آخر فيكون فى الرفيق الاعلى وهى متصلة بالبدن الخ شیخ ابن القیم نے فرمایا قبر میں میت پر جنت یا دوزخ والا ٹھکانہ پیش کرنا اس پر دلالت نہیں کرتا کہ ارواح قبروں میں ہیں اور نہ ہی ان کے فنا ہونے پر دلالت کرتا ہے بلکہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ ارواح کا بدن اور قبر کے ساتھ اتصال و تعلق ہے جس کی وجہ سے (قبر میں) ان پر ٹھکانہ پیش کرنا صحیح ہے۔ کیوں کہ

روح کی شان یہ ہے کہ وہ رفیق اعلیٰ میں ہوتی ہے لیکن وہ بدن کے ساتھ بھی متصل ہوتی ہے۔ (جیسے) جبریل علیہ السلام کو نبی کریم ﷺ نے دیکھا کہ اس کے چھ سو پر ہیں۔ ان میں سے صرف دو پروں نے پورے آسمان کے کنارے کو چھپایا ہوا ہے اور وہ نبی کریم ﷺ کے قریب ہوتا۔ حتیٰ کہ اپنے گھٹنے آپ ﷺ کے گھٹنوں کے ساتھ ملا دیتا اور اپنے ہاتھ آپ ﷺ کی رانوں کے اوپر رکھتا اور مؤمن مخلصین کے قلوب میں اس پر ایمان لانے کی وسعت ہے کہ یہ سب کچھ بایں طور بھی ممکن ہے کہ اس قرب کے وقت جبرائیل علیہ السلام اپنی آسمانوں والی قرارگاہ میں ہو۔ ایک اور حدیث میں ہے جو جبرائیل علیہ السلام کے دیکھنے متعلق ہے۔ فرمایا: پس میں نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ جبرائیل علیہ السلام نے آسمان وزمین کے درمیان اپنے دونوں قدموں کو صف بندی کی طرح رکھا ہوا ہے اور فرما رہے ہیں اے محمد! آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں جبرائیل ہوں۔ پس میں اپنی نگاہ کسی گوشۂ کائنات کی طرف نہیں پھیرتا مگر اس کو اسی طرح دیکھتا ہوں (جس طرح آپ کو دیکھ رہا ہوں) یہاں پر غلطی صرف اور صرف اس وجہ سے پیدا ہوتی ہے کہ غائب کو مشاہد پر قیاس کیا جاتا ہے۔ (یعنی عالم غیب کے امور کو قیاس کیا جاتا ہے اس عالم دنیا پر) پس یہ عقیدہ بنالیا جاتا ہے کہ روح بھی ان اجسام کی جنس سے ہے کہ جب وہ ایک مکان میں ہوتے ہیں تو اسی وقت ان کا دوسرے مکان میں ہونا ناممکن ہے اور یہ غلط محض ہے کیوں کہ نبی کریم ﷺ نے اسراء کی رات موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہیں اور سلام کرنے والوں کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ حالانکہ اس وقت (ان کی روح) رفیق اعلیٰ میں تھی اور ان دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں (کہ عالم غیب میں یہ ہوسکتا ہے) پس ثابت ہوا کہ ان دو باتوں میں بھی کوئی منافات نہیں کہ روح اعلیٰ علیین میں یا جنت میں یا آسمان میں ہو اور اس کا تعلق واتصال بدن کے ساتھ ہو اور ایسا اتصال کہ اس کی وجہ سے وہ ادراک بھی کرے، سنے بھی، نماز بھی پڑھے اور قرأۃ بھی کرے، اس کو انوکھا وہی سمجھتا ہے کہ جس کے سامنے دنیا کا مشاہدہ ہے۔ کیوں کہ دنیا میں ایسا عجیب امر مشاہدہ میں نہیں آتا لیکن امور برزخ اور امور آخرت دنیا کے مانوس ومشاہد امور سے مختلف ہیں۔ پھر روح کی شان اور ہے بدن کی اور ہے۔ روح کی حرکت اور انتقال آنکھ جھپکنے کی مثل تیز ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ روح قبر سے آسمان کی طرف ایک ادنیٰ سے لحہ میں چڑھ جاتی ہے۔ اس کا ثبوت نیند کرنے والے کی روح ہے۔ کیوں کہ یہ بات ثابت ہے کہ سونے والے شخص کی روح سات آسمانوں کو چیر کر اوپر چڑھ جاتی ہے اور عرش الٰہی کے پاس اللہ تعالیٰ کے آگے سجدہ کرتی ہے پھر جسم کی طرف لوٹ آتی ہے اور یہ سب کچھ تھوڑے سے وقت میں ہوتا ہے۔ (اوجز المسالک ج ۴ ص ۲۹۱)

۲۵۳ ...... اسی عرض المقعد (ٹھکانہ پیش کرنے) والی حدیث پر لکھتے ہیں: وذالك لا يكون الا بان يكون الاحياء لجزء منه فانا نشاهد الميت ميتا بالغداة والعشي وذالك يمنع احياء جميعه واعادة جسمه ولا يمنع ان تعاد الحياة في جزء او اجزاء منه وتصح مخاطبته والعرض عليه اور ٹھکانے کا پیش کرنا نہیں ہوسکتا۔ مگر بایں طور کہ اس بدن کا کوئی جزء زندہ ہو کیوں کہ ہم صبح شام مشاہدہ کرتے ہیں کہ میت میت ہی ہے۔ (ظاہری مشاہدہ کے اعتبار سے) اور یہ چیز پورے بدن کے زندہ کرنے اور اعادہ جسم کو منع کرتی ہے۔ ہاں! البتہ اس میں کوئی مانع نہیں کہ اس بدن کے ایک جز میں یا چند اجزاء میں حیات ہوتا کہ اس سے مخاطب ہونا اور اس پر ٹھکانہ پیش کرنا صحیح ہو جائے۔ (اوجز المسالک ج ۴ ص ۲۹۲)

۲۵۴ ...... فائدة العرض في حقهم تبشير ارواحهم باستقرارها في الجنة مقترنة باجسادها فان فيه

قدرا زائدا علی ما هی فیه الآن مؤمنین کے حق میں (قبر میں) اس ٹھکانے پیش کرنے کا فائدہ ان کی ارواح کو خوشخبری دینا ہے کہ (آخرت میں) وہ (ارواح) جنت میں قرار پذیر ہوں گی اور اجساد کے ساتھ بھی اقتران ہو گا۔ کیوں کہ اس میں ان کے موجودہ قبر والی حالت پر زائد مرتبت ہے۔ (اوجز المسالک ج ۴ ص ۲۹۲)

۲۵۵..... قوله انی بعثت الی اهل البقیع لاصلی علیهم (مجھے اہل بقیع کی طرف بھیجا گیا تاکہ میں ان پر نماز پڑھوں) حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں: ممکن ہے کہ یہاں صلوٰۃ دعا اور استغفار کے معنی میں ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نماز جنازہ مراد ہو۔ دوسری صورت میں یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اموات کی قبور پر نماز پڑھنا ان کے لئے ذریعہ رحمت ہے۔ (اوجز المسالک ج ۴ ص ۳۱۴) اگر قبر میں پڑی ہوئی میت میں حیات نہیں۔ بے جان دھڑ پڑا ہے تو پھر قبر پر آکر دعا و استغفار کرنا اور نماز جنازہ پڑھنا یا قبر سے دور یہی عمل کرنا برابر ہے۔ قبر پر آکر یہ عمل کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

۲۵۶..... حدیث اوس بن اوس فی فضل الجمعة مرفوعا وفیه قالوا یا رسول الله کیف تعرض صلاتنا علیك وقد ارمت قال یقولون بلیت قال ان الله حرم علی الارض اجساد الانبیاء رواه ابوداود و النسائی وابن ماجه والدارمی والبیهقی وابن حبان والحاکم وصححه علی شرط البخاری وابن خزیمة۔ حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے جمعہ کی فضیلت کے بارے میں مرفوع حدیث ہے اس میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمارا درود کیسے پیش ہوگا۔ کیوں کہ آپ بوسیدہ ہو چکے ہوں گے۔ فرمایا بے شک اللہ نے زمین پر انبیاء کے اجساد کو حرام کر دیا ہے۔ اس حدیث کو ابوداود، نسائی، ابن ماجہ، دارمی، بیہقی، ابن حبان، حاکم نے روایت کیا ہے اور امام حاکم نے اس کو علی شرط البخاری صحیح قرار دیا ہے اور ابن خزیمہ نے بھی روایت کیا ہے۔ (اوجز المسالک ج ۴ ص ۲۹۴) پس عرضِ صلاۃ تقاضا کرتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور سنتے ہیں۔ ورنہ صلاۃ پیش کرنا بے فائدہ اور لغو ہوگا۔ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ بذل المجہود کے حاشیہ میں لکھتے ہیں: استدل بالحدیث علی حیاة الانبیاء کما بسط فی الحاشیة ویؤیده حدیث نبی الله حی یرزق کذا فی المشکوة ص ۱۲۱ عن ابن ماجه وسیاتی حدیث رد الله علی روحی (بذل المجہود ج ۲ ص ۱۶۰، حاشیہ ۴) اس حدیث سے انبیاء علیہم السلام کی (جسمانی) حیات پر استدلال کیا گیا ہے جیسا کہ حاشیہ میں اس کی تفصیل کی گئی ہے اور اس کی تائید ابن ماجہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ اللہ کا نبی زندہ ہے رزق دیا جاتا ہے۔

۲۵۷..... وعن ابی الدرداء مرفوعا قال ان الله حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی الله حی یرزق رواه ابن ماجه باسناد جید وله طرق کثیرة حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے اجساد کو کھائے۔ پس اللہ کے نبی زندہ ہیں ان کو رزق بھی دیا جاتا ہے۔ (یعنی زندگی حقیقی مراد ہے نہ کہ مجازی) (اوجز المسالک ج ۴ ص ۲۹۴)

۲۵۸..... قوله وان لم ینج منه فما بعده اشد منه فان نجا منه فما بعده ایسر منه (اگر قبر سے نجات نہ پائی تو اس کے بعد کے مراحل اس سے زیادہ سخت ہیں اور اگر اس سے نجات پالی تو اس کے بعد کے منازل اس سے زیادہ آسان ہیں) حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کی تشریح یوں فرماتے ہیں: ای خلص المقبور من عذاب القبر فما بعد من المنازل ایسر منه واسهل لانه لو کان علیه ذنب لکفر

بعذاب القبر وان لم ینج منه ای لم یتخلص من عذاب القبر ولم یکفر ذنوبه به وبقی علیه شئی مما یستحق العذاب به فما بعده اشد منه لان النار اشد العذاب والقبر حفرة من حفر النیران (اگر مدفون نے عذاب قبر سے خلاصی پالی تو اس کے بعد کی منزلیں سہل ترین ہوں گی۔ کیوں کہ اگر اس کے ذمہ گناہ ہوں گے تو عذاب قبر کی وجہ سے وہ مٹ جائیں گے اور اگر عذاب قبر سے خلاصی نہ پائی اور اس کی وجہ سے اس کے گناہ نہ مٹ سکے اور جن گناہوں کی وجہ سے وہ عذاب کا مستحق ہوا وہ اس کے ذمے باقی رہ گئے تو اس کے بعد کی منزلیں اس (عذاب قبر) سے زیادہ سخت ہیں کیوں کہ نار جہنم سخت ترین عذاب ہے اور قبر آگ کے گڑھوں میں ایک گڑھا ہے۔ (الکوکب الدری ج ۲ ص ۸۳) اس سے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قبر کا مصداق مدفون میت کے لئے گڑھا ہے اور اس میں مدفون جسم عنصری کو عذاب قبر ہوتا ہے اور یہی گڑھا اس کے لئے آگ کا گڑھا بن جاتا ہے۔

۲۵۹ ..... قوله ان المیت یعذب ببکاء اهله (میت کو اہل میت کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے) حاشیہ میں حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ اس کے دو مطلب نقل کرتے ہیں اور وہ دونوں میت کی حیات پر دلالت کرتے ہیں اور میت کا اطلاق نہ روح پر ہوتا ہے نہ بدن مثالی پر۔ (۱) نص کلام الکرمانی قال القرافی الاولی ان یقال سماع صوت البکاء هو نفس العذاب کما انا معذبون ببکاء الاطفال فیبقی الحدیث علی ظاهره بلا تخصیص و تکلف (شارح بخاری علامہ کرمانی کے کلام میں صراحت ہے کہ قرافی نے کہا زیادہ بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ رونے کی آواز کا سننا ہی عذاب ہے جیسا کہ بچوں کے رونے کی وجہ سے ہم ایک قسم کے عذاب اور تکلیف میں ڈال دیئے جاتے ہیں۔ اس کے مطابق یہ حدیث بغیر کسی تخصیص اور تکلف کے اپنے ظاہر پر باقی رہتی ہے) (۲) اقول وله وجه آخر بان یقال جاز التعذیب لفعل الغیر فی الدنیا کقوله تعالیٰ واتقوا فتنة لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصة و کذا فی البرزخ واما آیة الوزارة فانما هی فی یوم القیامة فقط وهذان الوجهان احسن الوجوه الثمانیة فی توجیه الحدیث (حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں کہتا ہوں کہ اس کی ایک دوسری توجیہ بھی ہے وہ یہ کہ غیر کے فعل کی وجہ سے دنیا میں عذاب دینا جائز ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور بچو تم اس عذاب سے جو تم میں سے صرف ظالموں کو نہیں پہنچے گا (بلکہ سب کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا جب غیر ظالم تماش بین بنے رہیں)'' اور اسی طرح برزخ میں بھی یہ صورت جائز ہے لیکن ولا تزر والی آیت کہ ایک کا گناہ دوسرا کوئی نہیں اٹھائے گا۔ یہ صرف قیامت کے دن ہوگا۔ یہ دونوں وجہیں لکھ کر حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی آٹھ توجیہات ہیں، اُن میں سے یہ دو وجہیں زیادہ بہتر ہیں۔ (لامع الدراری ج ۲ ص ۱۱۸)

۲۶۰ ..... قوله کل شئی الا الانسان وفی حکمهم الجن وقد صرح به فی بعض الروایات۔ (میت کا قدمونی اور این تذهبون بی کہنا) ہر چیز سنتی ہے مگر انسان، (حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ) جن بھی اس بات میں انسانوں کے حکم میں ہیں اور اس کی بعض روایات میں صراحت ہے۔ (جیسے جامع الاصول میں الا الثقلین[جن وانس] کا لفظ ہے۔ از ناقل) اس پر حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: واستدل به علی ان کلام المیت یسمعه کل حیوان ناطق وغیر ناطق۔ اس حدیث سے اس بات پر استدلال کیا گیا ہے کہ

میت کا کلام ہر حیوان ناطق اور غیر ناطق سن سکتا ہے۔ (انسان کے مستثنیٰ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ حدیث میں ہے اگر انسان سن لیں تو بیہوش ہو جائیں۔ بیہوش تب ہوں گے جب سنیں گے۔ اس بیہوشی سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو نہیں سنوایا اور کلام کرنا زندہ کی صفت ہے بے جان مردہ کی نہیں) پھر اس کی تائید میں حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے دو باب نقل کئے جو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی قدمونی والی حدیث پر قائم کئے گئے ہیں، ایک باب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے قائم کیا باب قول المیت وھو علی الجنازۃ قدمونی اور دوسرا باب قائم کیا: باب کلام المیت علی الجنازۃ اور ایک حدیث اور بھی نقل کی کہ نبی علیہ السلام کے پاس ایک یہودی بیٹھا ہوا تھا، جنازہ گزرا تو یہودی نے پوچھا: اے محمد! کیا یہ جنازہ کلام کرتا ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا: اللہ اعلم! یہودی نے کہا: انھا تتکلم یہ کلام کرتا ہے، نبی علیہ السلام نے اس کی تردید نہیں فرمائی۔ (لامع الدراری ج ۲ ص ۱۲۰)

۲۶۱...... قولہ انما کرہ ذالک لمن احدث علیہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے دو مطلب نقل کئے ہیں۔ (۱) فرماتے ہیں: اراد البخاری ان الذی ینفع اصحاب القبور ھی الاعمال الصالحۃ وان علو البناء والجلوس علیہ لا یضر بصورتہ وانما یضر بمعناہ اذ تکلم القاعدون علیہ بما یضر مثلا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اصحاب قبور کو اعمال صالحہ سے نفع ہوتا ہے اور قبر پر عمارت بلند بنانا اور اس پر بیٹھنا اپنی ظاہری صورت کے لحاظ سے اس سے میت کو ضرر نہیں ہوتا۔ البتہ میت کو ضرر ہوگا جب قبر پر بیٹھنے والے ایسی بات کریں جو مضر ہو۔ (۲) ویحتمل ان یرید ما ھو اعم من ذالک من احداث ما لا یلیق من الفحش قولا وفعلا لتاذی المیت بذالک اور یہ بھی احتمال ہے کہ من احدث سے عام معنی مراد ہو یعنی ایسے فحش قول وفعل کا ارتکاب کرنا جو مسلمان کے لائق نہ ہو۔ کیوں کہ اس کی وجہ سے میت کو تکلیف ہوتی ہے۔ (لامع الدراری ج ۲ ص ۱۳۱) فحش قول وفعل کی وجہ سے میت کو تکلیف تب ہوگی جب اُس میں حیات ہو۔

۲۶۲...... حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے قائلین عدم سماع کی طرف سے جواب میں فرمایا کہ سمع سے مراد علم ہے۔ اس پر حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ لامع الدراری کے حاشیہ میں فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ قدس سرہ نے اس میں اشارہ کیا ہے سماع موتی کے اختلاف کی طرف جو صحابہ اور بعد کے لوگوں کے درمیان مشہور ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت ابن عمر وغیرہ اور اُن کے متبعین سماع موتی کے مثبت ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہ اور ان کے متبعین نفی کرتے ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث: ما انتم باسمع منھم نقل کی ہے۔ اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث: انھم لیعلمون الآن ذکر کی ہے اور اس حدیث میں وہ آیت بھی نقل کی جس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دلیل پکڑی تھی۔ انک لا تسمع الموتی۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ابن عمر کی مذکورہ حدیث کو رد کیا ہے لیکن جمہور صحابہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مخالفت کی اور ابن عمر کی حدیث کو قبول کیا۔ کیوں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ اس حدیث کے دوسرے رواۃ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کی موافقت کی ہے۔ رہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا استدلال انک لا تسمع الموتی کے ساتھ تو اس کے حافظ ابن حجر عسقلانی نے سات جواب ذکر کئے ہیں۔ پھر عدم سماع کے قائلین کی طرف سے ابن عمر کی حدیث کے جواب نقل کر کے اُن کی تردید کی ہے۔ (لامع الدراری ج ۲ ص ۱۳۴، ۱۳۵) ما انتم باسمع منھم میں خواہ سماع مراد ہو یا سمع سے علم مراد ہو، دونوں صورتوں میں حیات فی القبر ثابت ہو جاتی ہے۔ کیوں کہ سمع اور علم دونوں موقوف ہیں حیات پر۔

۲۶۳..... حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ حافظ ابن حجر عسقلانی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ اس میں اختلاف ہے کہ قبر میں سوال فقط بدن سے ہوتا ہے یا فقط روح سے ہوتا ہے یا دونوں سے، جمہور کا مذہب یہ ہے: تعاد الروح الی الجسد (یعنی روح جسد کی طرف لوٹائی جاتی ہے اور سوال دونوں کے مجموعہ سے ہوتا ہے) (لامع الدراری ج ۲ ص ۱۳۵)

۲۶۴..... حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات نقل کی کہ: انه یسمع قرع نعالهم کا معنی بعض حضرات نے یہ کیا ہے کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو وہ جوتیوں کی آواز سنتا۔ کیوں کہ اس کا جسم فرشتے کے آنے اور اس کے بٹھانے سے پہلے مردہ ہے، اُس میں کوئی حس نہیں۔ ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ یہ نقل کر کے فرماتے ہیں: وهو ضعیف اس لئے ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو قیل کے ساتھ نقل کیا ہے اور ضعیف ہونے کی وجہ یہ بیان کی۔ اذ ثبت بالاحادیث ان المیت یعلم من یکفنه ومن یصلی علیه ومن یحمله ومن یدفنه کیوں کہ احادیث سے یہ ثابت ہے کہ میت کفن دینے والے کو، نماز جنازہ پڑھنے والے کو، جنازہ اٹھانے والے کو اور دفن کرنے والے کو جانتی ہے۔ (لامع الدراری ج ۲ ص ۱۳۵) اور علم موقوف ہے حیات پر۔

۲۶۵..... وقال ابن الملك ای صوت دقها وفیه دلالة علی حیاة المیت فی القبر لان الاحساس بدون الحیاة ممتنع عادة ابن الملک نے فرمایا کہ: یسمع قرع نعالهم کا مطلب یہ ہے کہ اُن کی جوتیوں کی کھسکھساہٹ کی آواز میت سنتی ہے اور اس میں دلالت ہے میت کی حیات فی القبر پر۔ کیوں کہ احساس بغیر حیات کے عادۃً ممتنع ہے۔ (لامع الدراری ج ۲ ص ۱۳۵)

۲۶۶..... ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ یہ بات بھی نقل کرتے ہیں: واختلفوا فی ذالك فقال بعضهم یکون باعادة الروح وتوقف ابو حنیفة فی ذالك ولعل توقف الامام فی ان الاعادة یتعلق بجزء البدن او بکله اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ میت کی حیات فی القبر اور احساس روح کے جسم کی طرف لوٹانے کے ساتھ ہوتا ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں توقف کیا ہے۔ ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس کی وضاحت فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا توقف اس بارے میں ہے کہ روح کا (قبر میں جسم عنصری کی طرف) اعادہ کا تعلق بدن کے کسی ایک جزء کے ساتھ ہوتا ہے یا پورے بدن کے ساتھ ہوتا ہے۔ (لامع الدراری ج ۲ ص ۱۳۵) یعنی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا توقف روح وجسم کے تعلق کے بارے میں نہیں بلکہ اس بارے میں ہے کہ روح کا تعلق بدن کے کسی ایک جزء کے ساتھ ہوتا ہے یا بدن کے تمام اجزاء کے ساتھ ہوتا ہے۔

۲۶۷..... ومال شیخ مشائخنا الشاه عبد العزیز فی فتاواه الی ثبوت سماع المیت وشعوره وادراکه اور ہمارے مشائخ کے شیخ شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا میلان اپنے فتاویٰ میں اس بات کی طرف ہے کہ میت کے لئے سماع، شعور وادراک ثابت ہے۔ (لامع الدراری ج ۲ ص ۱۳۵) اور یہ امور موقوف ہیں حیات پر اور میت کا اطلاق روح پر نہیں ہوتا جسم پر ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ میت کے جسد عنصری کے لئے سماع شعور اور ادراک ثابت ہے۔

۲۶۸..... قوله لا یذیقك الله موتتین ابدا حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس دعوے کا رد ہے کہ آپ اٹھیں گے اور پھر آپ پر دوبارہ موت آئے گی۔ اس پر حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ لامع الدراری کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ شیخ گنگوہی قدس سرہ کی بات واضح ہے۔ اس کے بعد حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس قول کی بخاری کے شارحین علامہ قسطلانی، علامہ عینی، علامہ

کرمانی سے نقل کی ہے، علامہ قسطلانی نے اس کے دو مطلب نقل کئے ہیں۔ دوسرا مطلب یہ ہے: انہ یحیی فی قبرہ ثم لا یموت (کہ آپ کو قبر میں زندہ کیا جائے گا پھر آپ پر موت نہیں آئے گی) اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ موتتین سے مراد ہے ایک دنیا والی اور دوسری موت قبر میں اور یہ دونوں موتیں۔ (یعنی موت فی الدنیا اور موت فی القبر) معروف اور مشہور ہیں۔ اسی وجہ سے ان دونوں کو معرفہ کر کے ذکر کیا ہے اور یہ دونوں موتیں غیر انبیاء علیہم السلام میں سے ہر ایک کے لئے پیش آتی ہیں۔ فانہم لا یموتون فی قبورھم بل ھم احیاء واما سائر الخلق فانہم یموتون فی القبور ثم یحیون یوم القیامۃ ومذھب اھل السنۃ والجماعۃ ان فی القبر حیاۃ وموتا فلا بد من ذوق الموتتین لکل احد غیر الانبیاء کیوں کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں مردہ نہیں ہوتے بلکہ وہ زندہ رہتے ہیں لیکن باقی لوگ، اُن پر قبروں میں موت آتی ہے۔ پھر قیامت کے دن زندہ کئے جائیں گے اور اہل سنت والجماعت کا مذہب یہ ہے کہ قبر میں حیات بھی ہے اور موت بھی ہے۔ پس انبیاء کے علاوہ سب کے لئے دو موتوں کے چکھنے سے کوئی چارہ کار نہیں۔ اس کے بعد حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ کرمانی کے حوالے سے بھی یہی بات نقل کی ہے۔ (لامع الدراری ج ۳ ص ۸۰)

نوٹ: موت فی القبر میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ سوال و جواب کے وقت حیات اور شعور وادراک قوی ہوتا ہے کیوں کہ میت کے جواب پر قبر کا ثواب وعذاب موقوف ہے اس لئے ضروری ہے کہ سوال جواب کے وقت اس میں حیات اور شعور وادراک پورا ہو۔ لیکن سوال و جواب کے بعد غیر انبیاء میں وہ حیات قوی نہیں رہتی بلکہ کمزور ہو کر اتنی حیات رہ جاتی ہے کہ جس سے ثواب وعذاب اور راحت وتکلیف کا احساس وادراک ہو سکے اسی کو نوع من الحیاۃ کہا گیا ہے، اسی ضعف حیات کو موت کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے جیسا کہ نیند کی حالت میں بمقابلہ بیداری کے حیات اور شعور وادراک کمزور ہو جاتا ہے تو اس کو بھی موت کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے اور جیسے ہمارے عرف میں بھی جو آدمی بہت کمزور ہو یا جانور کمزور ہو تو کہا جاتا ہے کہ یہ مریل ہے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ جب قیامت قائم ہوگی اور پہلا صور پھونکا جائے گا تو اس وقت غیر انبیاء پر حقیقتاً موت واقع ہو جائے گی اور انبیاء علیہم السلام پر صرف بیہوشی طاری ہوگی۔

۲۶۹...... اس حدیث پاک میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ درود روح مبارک اور بدن مبارک دونوں پر پیش ہوتا ہے۔ (فضائل درود شریف ص ۷ ۳)

۲۷۰...... اور یہ حدیث کہ انبیاء اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں صحیح ہے۔ (فضائل درود شریف ص ۷ ۳)

۲۷۱...... حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ایک صاحب نے خط لکھ کر بشمول حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کچھ امور دریافت کئے۔ حضرت والا نے مفصل جواب دیا جو درج ذیل ہے:

مکرم محترم مد فیوضکم، بعد سلام مسنون نہایت طویل گرامی نامہ پہنچا۔ آپ نے ایسے شخص کو مخاطب بنایا جو نہ مفتی ہے نہ مولوی، اس ناکارہ کی حقیقت ایک نقل نویس کی سی ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں، جو اکابر اور اسلاف کے کلام میں ملتا ہے اس کو اِدھر اُدھر نقل کرتا رہتا ہوں۔ اسی کا نام شرح موطا (اوجز المسالک۔ ناقل) ہے، یہی تبلیغی رسائل کی حقیقت ہے۔ آپ نے تحریر فرمایا کہ دونوں طرف کے کچھ لوگ تیری تحریر قبول کرنے کو آمادہ ہیں یہ موجب تعجب ہے۔ جن حضرات کو اس ناکارہ کے جملہ اکابر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہ سے لے کر حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ کی تحریرات قابل قبول نہیں ہیں وہ اس ناکارہ کی تحریر کو کیا قبول کر سکتے ہیں۔ بہرحال یہ ناکارہ ان

اکابر کا بالکل متبع ہے ان کے اس صاف ارشادات اور تحریرات (اس سے رسالہ المہند علی المفند مراد ہے۔ ناقل) کے بعد جن پر حضرت سہارنپوری، حضرت شیخ الہند، حضرت رائے پوری، حضرت تھانوی قدس اللہ اسرارھم نے بلا کسی اجمال کے ھذا معتقدنا و معتقد مشائخنا (یہ ہمارا اور ہمارے مشائخ کا عقیدہ ہے) لکھا ہے کیا کوئی گنجائش ہے کہ اس کے خلاف کچھ کہا جا سکے؟ جو نصوص آپ نے ممات کے متعلق لکھی ہیں ان سے کوئی پڑھا لکھا انکار کر سکتا ہے؟ بالخصوص جن حضرات کی راتیں ہمیشہ تلاوت قرآن اور دن ساری عمر تدریس بخاری شریف وغیرہ کتب حدیث میں گزرے ان کو کبھی بھی پتہ نہ چلا کہ قرآن پاک کی آیات میں کیا وارد ہوا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں کیا فرمایا؟ ان میں حضرت اقدس رائے پوری قدس سرہ (یعنی اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ م: ۱۳۳۷ھ) کے علاوہ کون سا ایسا ہے جس کی عمر کا معتد بہ حصہ تدریس حدیث میں نہیں گزرا اور حضرت اقدس رائپوری نور اللہ مرقدہ کے معارف وعلوم کے سننے والے ابھی تک دنیا میں بکثرت موجود ہیں۔ مگر ان میں سے کسی کو بھی نہ تو قرآن پاک کی کسی آیت کا پتہ چلا نہ حدیث کی کوئی ممات والی روایت ان کی نظر سے گزری۔ یہ ناکارہ اپنے ان اکابر کے متعلق وہی عقیدہ رکھتا ہے جو حضرت اقدس عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اپنے اکابر یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق ارشاد فرمایا کہ: فانهم على علم وقفوا وببصر نافذ كفوا وهم على كشف الامور كانوا اقوى وبفضل ما كانوا فيه اولى. فما دونهم من مقصر وما فوقهم من محسر وقد قصر قوم دونهم فجفوا وطمح عنهم اقوام فغلوا وانهم بين ذالك لعلى هدى مستقيم (پس تحقیق وہ علم پر مطلع ہوئے اور نظر کامل کی وجہ سے انہوں نے (بدعات وغیرہ سے) روکا۔ البتہ وہ کشف امور پر زیادہ قوت رکھتے تھے اور وہ جس مرتبہ پر فائز تھے اس کی وجہ سے وہ اس کے زیادہ مستحق تھے۔ پس جو ان کے راستے سے پیچھے رہنے والے ہیں وہ کمی کوتاہی کرنے والے ہیں اور جو ان سے آگے بڑھنے والے ہیں وہ ان کی حقارت کرنے والے ہیں، ایک قوم نے ان سے پیچھے راہ تفریط اختیار کی تو انہوں نے جفا کی اور ایک قوم نے ان سے آگے بڑھ کر راہ افراط اختیار کی تو انہوں نے غلو کیا اور بے شک وہ اس افراط وتفریط کے درمیان صراط مستقیم پر تھے) (ابوداؤد ج ۲ ص ۲۷۷، باب لزوم السنۃ) حقیقت یہ ہے کہ اس دور فساد میں آدمی اس وقت تک محقق نہیں سمجھا جاتا جب تک کہ سلف صالحین کے خلاف کوئی نئی ایجاد نہ کرے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی پیش گوئی ہے: ان من ورائكم فتنا يكثر فيها المال ويفتح فيها القرآن حتى يأخذه المؤمن والمنافق والرجل والمرأة والكبير والصغير والعبد والحر فيوشك قائل ان يقول ما للناس لا يتبعونى وقد قرأت القرآن ماهم بمتبعى حتى ابتدع لهم غيره فاياكم وماابتدع الخ (بے شک تمہارے آگے فتنے ہوں گے جن میں مال بہت زیادہ ہوگا اور ان فتنوں کے زمانہ میں قرآن کھولا جائے گا۔ حتیٰ کہ اس کو مؤمن، منافق، مرد، عورت، بڑے، چھوٹے، غلام اور آزاد پکڑیں گے۔ ایک کہنے والا کہے گا کیا وجہ ہے لوگ میری پیروی نہیں کر رہے۔ حالانکہ میں قرآن پڑھتا ہوں، وہ میری اتباع نہیں کریں گے جب تک کہ میں ان کے لئے قرآن کے علاوہ کچھ اختراع نہ کروں۔ پس تم اپنے آپ کو ان بدعات واختراعات سے دور رکھنا (ابوداؤد ج ۲ ص ۲۸۰، باب لزوم السنۃ) لہٰذا یہ ناکارہ تو حذو النعل بالنعل (قدم بقدم) ان حضرات کا جامد متبع ہے اور اس ناکارہ کی تحریر میں کوئی لفظ ان کی تحقیق کے خلاف ہے تو وہ لغو ہے، ناقابل التفات اور مردود ہے۔ ان سب کے بعد گرامی نامہ کے مستفسرات کے متعلق اپنا خیال یہ ہے کہ جیسے حیات کے

درجات متفاوت ہیں جس کا اعتراف یہ حضرات خود بھی کرتے ہیں جیسا کہ آپ نے لکھا۔ اسی طرح ممات کے بھی درجات مختلف ہیں، نوم پر بھی احادیث صحیحہ صریحہ میں موت کا اطلاق کیا گیا ہے، سونے اور جاگنے کی دعاؤں میں کثرت سے الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا (سب تعریفیں اس ذات کے لئے ہیں جس نے ہمیں موت کے بعد زندہ کیا) وارد ہوا ہے۔ قرآن پاک میں: اللہ یتوفی الانفس حین موتھا الآیۃ میں نوم پر وفات کا اطلاق کیا گیا ہے۔ لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات میں موت کی نفی کی گئی ہے۔ وغیرہ وغیرہ! لہٰذا جن نصوص میں حضور اقدس ﷺ پر موت کا اطلاق کیا گیا ہے ان میں سے کوئی سی بھی حضرت نانوتوی قدس سرہ یا اکابر علمائے دیوبند یا المہند کے خلاف نہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خطبہ میں بھی وہی موت مراد ہے جو حضور اقدس ﷺ کی شایانِ شان ہے۔ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تفصیلی اقوال جو اس سلسلہ میں نقل کئے گئے ہیں اس کی واضح تائید کرتے ہیں۔ اس لئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی نوع ممات کے بھی قائل نہ تھے۔ چنانچہ ان کا ارشاد ہے:
ان رجالا من المنافقین یزعمون ان رسول اللہ ﷺ توفی واللہ مامات ولکن ذھب الی ربہ کما ذھب موسی بن عمران. واللہ لیرجعن رسول اللہ ﷺ کما رجع موسی فلیقطعن ایدی رجال وارجلھم زعموا ان رسول اللہ ﷺ مات (بے شک منافق لوگ گمان کرتے ہیں کہ تحقیق رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے ہیں۔ اللہ کی قسم آپ فوت نہیں ہوئے بلکہ آپ اپنے رب کی طرف گئے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ بن عمرانؑ گئے تھے [جب موسیٰ علیہ السلام چالیس دن کے لئے اپنی قوم سے جدا ہوئے تو انہوں نے گمان کیا کہ وہ فوت ہو گئے ہیں، لیکن چالیس دن کے بعد وہ واپس تشریف لے آئے] اللہ کی قسم آپ لوٹ کر آئیں گے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام لوٹ کر آئے تھے۔ پس جن لوگوں کا یہ گمان ہے کہ رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے آپ ﷺ واپس آ کر ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹیں گے) بیہقی کی روایت سے خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ مقولہ نقل کیا گیا ہے کہ وہ وکذالک جعلناکم امۃ وسطا الآیۃ کے متعلق فرماتے ہیں: واللہ ان کنت لاظن انہ ﷺ سیبقی فی امتہ حتی یشھد علیہ باخر اعمالھا وانہ ھو الذی حملنی علی ان قلت ما قلت (اللہ کی قسم بے شک میں گمان کرتا تھا کہ تحقیق آپ ﷺ اپنی امت میں باقی رہیں گے۔ حتیٰ کہ آپ ان کے آخری عمل پر گواہی دیں گے اور میرے اسی خیال نے مجھے ان باتوں کے کہنے پر مجبور کیا جو کچھ کہ میں نے کہا) (دلائل النبوۃ ج ۷ ص ۲۱۹) لہٰذا شیخین کے مکالمہ کو موجودہ مسئلہ متنازعہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اس لئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ موت کا بالکلیہ انکار فرماتے تھے اور سمجھتے تھے کہ حضور اقدس ﷺ ابھی واپس تشریف لے آئیں گے۔ اس لحاظ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ردعمل بالکل واضح ہے کہ نوع من الموت (ایک خاص نوعیت کی موت) سے کسی کو بھی انکار نہیں بلکہ انکار صرف موت بجمیع الوجوہ سے ہے کہ نوع خاص من الحیات فی الجسد باقی ہے۔ تعجب ہے کہ یہ حضرات اجساد انبیاء کے بقاء کے قائل ہیں جیسا کہ آپ نے لکھا، لیکن ان اجساد میں اگر کسی نوع کی حیات بھی نہ مانی جائے تو یہ حدیث پاک ہی بے معنی بن جائے گی۔ اس لئے کہ حضور پاک ﷺ کا ارشاد اس حدیث پاک (یعنی عرضِ صلوۃ) میں یہ ہے: اکثروا علی من الصلوٰۃ فیہ فان صلوتکم معروضۃ علی (مجھ پر جمعہ کے دن میں کثرت سے درود پڑھنا کیوں کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جائے گا) اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اشکال ہوتا ہے کہ: قالوا یا رسول اللہ کیف تعرض وقد بلیت، (انہوں نے کہا یا رسول اللہ آپ پر کیسے درود پیش کیا جائے گا۔ حالانکہ آپ تو بوسیدہ ہو چکے ہوں گے) اس

پر حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ان اللہ حرم الخ (بے شک اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے اجساد کو کھائے) آپ ہی غور کریں کہ اگر ان پاک اجساد میں کوئی نوع حیات کی نہیں ہے تو حضور ﷺ کا یہ پاک ارشاد صحابہ کے اشکال کیف تعرض کا جواب کیسے بن گیا؟ روایت بھی صحیح ابن حبان کی ہے، حاکم نے اس کو علی شرط البخاری بتایا اور ذہبی نے اقرار کیا۔ ایک چیز یہ بھی قابل غور ہے کہ باجماع امت قبر اطہر کا وہ حصہ جو جسد اطہر سے متصل ہے کعبہ شریف بلکہ عرش معلیٰ سے بھی افضل ہے۔ کیا یہ فضیلت صرف اس جسد اطہر کی ہے جس کے ساتھ کبھی روح کا تعلق رہ چکا اور اب نہیں ہے؟ اگر ایسا ہوتا تو پھر موئے مبارک جو بدن اطہر سے جدا ہو چکے ہیں ان کا بھی یہی حال ہوتا بلکہ لباس مبارک جو کبھی جسد اطہر پر پڑ چکا ہے اس کا بھی یہی حکم ہوتا۔ وغیرہ وغیرہ! بہر حال یہ ناکارہ تو اکابر دیوبند قدس اللہ اسرارھم کا ہمہ تن متبع ہے اور ان سب حضرات کا متفقہ فیصلہ المہند میں بلا کسی اجمال کے تحریر ہے۔ اس سے آپ کے جملہ سوالات کا جواب واضح ہو گیا۔ گرامی نامہ کے آخر میں آپ نے جو سوالات لکھے ہیں نمبر وار ان کے جوابات حسب ذیل ہیں۔ (۱) اجساد انبیاء میں ایک خاص نوع کی حیات ہے۔ (۲) ظاہر ہے کہ حیات تو روح ہی کے تعلق سے ہوتی ہے بغیر تعلق روح کے حیات کا کیا مطلب؟ (۳) اگر ایسی حیات ہوتی جو ہر ذرہ کائنات میں ہوتی ہے تو پھر انبیاء کی تخصیص کیا رہی؟ علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نحن نؤمن ونصدق بانہ ﷺ حی یرزق فی قبرہ ہم ایمان لاتے ہیں اور تصدیق کرتے ہیں کہ آپ ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ کو رزق (عالم برزخ کے مناسب) دیا جاتا ہے۔ (۴) ایک دیوبندی سے یہ سوال کہ علمائے دیوبند کا یہ قول قابل اقتداء ہے یا نہیں؟ بے محل ہے۔ علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں: وقال البیہقی وفی حدیث سعید بن المسیب عن ابی ہریرۃ انہ لقیہم ببیت المقدس وفی حدیث ابی ذر ومالک بن صعصعۃ فی قصۃ المعراج انہ لقیہم فی جماعۃ من الانبیاء بالسموات فکلمہم وکلموہ وکل ذالک صحیح لا یخالف بعضھم بعضا فقد یری موسیٰ علیہ السلام قائما یصلی فی قبرہ ثم یسری بموسیٰ وغیرہ الی بیت المقدس کما اسری نبیینا فیراھم فیہا کما اخبر قالوا وحلولہم فی اوقات مختلفۃ لمواضع مختلفات جائز فی العقل کما ورد فی خبر الصادق وفی کل ذالک دلالۃ علی حیاتہم (امام بیہقی نے فرمایا سعید بن المسیب عن ابی ہریرہ کی حدیث میں ہے کہ آپ نے بیت المقدس میں انبیاء سے ملاقات کی اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اور مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ نے معراج کی رات انبیاء کی جماعت کے ساتھ آسمانوں پر ملاقات کی اور باہمی گفتگو بھی ہوئی۔ یہ سب کچھ صحیح ہے ان کے درمیان کوئی تضاد نہیں۔ کیوں کہ آپ نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں، پھر موسیٰ علیہ السلام اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو بیت المقدس میں لایا گیا۔ جیسا کہ ہمارے نبی ﷺ کو لایا گیا۔ پس آپ نے ان کو وہاں دیکھا جیسا کہ آپ نے اس کی خبر دی ہے۔ اہل علم حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ ان حضرات انبیاء کا مختلف اوقات میں مختلف جگہوں میں تشریف لانا عقلاً جائز ہے جیسا کہ الصادق المصدوق ﷺ کی حدیث میں وارد ہے۔ اس ساری تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام (قبور میں) زندہ ہیں۔ یہ مضمون تو بہت ہی صاف ہے لیکن اگر یہ حضرات اپنی قبروں میں مع الجسد ہوں اور دوسرے مواضع میں روح متمثل ہو جیسا کہ بعض نے کہا ہے تو اس میں بھی کوئی مانع نہیں۔ (۵) جو شخص حضور اقدس ﷺ کی قبر اطہر کے پاس کھڑا ہو کر درود پڑھے تو حضور اقدس ﷺ اس کو سنتے ہیں من صلی علی عند قبری سمعتہ (جو شخص مجھ پر میری قبر کے پاس

درود پڑھے گا میں اس کو سنوں گا) نص صریح ہے۔علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ سندہ جید (اس کی سند عمدہ ہے) حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ مستقل قاصد مدینہ پاک بھیجا کرتے تھے تا کہ قبر اطہر پر سلام پہنچائے ،اب اگر (دور ونزدیک کا) کوئی فرق نہیں تو ان کا یہ فعل عبث ہوگا۔(۶) مجھے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ،حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہما کے مسلک میں کوئی فرق معلوم نہیں، المہند میں حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ ،حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اکابر کا یہ ارشاد: ھذا معتقدنا و معتقد مشائخنا واضح ہے۔ان تینوں حضرات کے شیخ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔صرف اتنا نہیں بلکہ جناب مفتی عزیز الرحمن صاحب مفتی اعظم دار العلوم نور اللہ مرقدہ نے حضرت گنگوہی قدس سرہ سے انک میت الآیۃ کے اشکال کا جو جواب نقل کیا ہے وہ تو حضرت نانوتوی قدس سرہ کی تعبیر سے بھی اونچا ہے۔وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ موت سب کو شامل ہے مگر انبیاء کی ارواح مشاہدہ جلال و جمال حق تعالیٰ شانہ و تقابل آفتاب وجود باری تعالیٰ سے اس درجہ پر پہنچ جاتی ہیں کہ اجزاء بدن پر انکا یہ اثر ہوتا ہے کہ تمام بدن روح (کی صفات) پیدا کر لیتا ہے اور تمام جسم ان کا عین ادراک اور عین حیات ہو جاتا ہے اور یہ حیات دوسری قسم کی ہوتی ہے۔اس تحقیق سے نکتہ ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء ظاہر ہوتا ہے۔اب آپ ہی غور کیجئے کہ ہم ناواقف ان واصلین کے علوم تک کہاں پہنچ سکتے ہیں۔(۷) حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ دام مجدہم بار بار زبانی اور تحریری ارشاد فرما چکے ہیں کہ میرا مسلک وہی ہے جو اکابر دیوبند کا ہے اس وقت بھی یہی فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ یہ لوگ بے کار وقت ضائع کر رہے ہیں، میں اسی (۸۰) سال سے متجاوز ہو کر من یرد الی ارذل العمر لکیلا یعلم من بعد علم شیئا میں داخل ہو گیا ہوں اور بھی کسر نفسی کے الفاظ ارشاد فرمائے جن کا نقل کرنا دشوار ہے کہ میں ان حضرات کے مقابلہ میں کیا ہوں۔(۸) اگر یہ روایت (من صلی علی عند قبری) صحیح نہ کہنے والے حافظ ابن حجر سے اونچے ہوں تو ان کے قول پر غور کیا جا سکتا ہے۔

(نوٹ) علامہ ذہبی کا قول جرح و تعدیل میں معتبر ہے لیکن ہر شخص کے قول کو دیگر اہل فن کے اقوال کے لحاظ سے دیکھا جائے گا۔اگر علامہ ذہبی کی جرح و تعدیل دوسرے اکابر کے خلاف ہوگی تو غور کیا جائے گا ورنہ یقیناً معتبر ہے۔

زکریا بقلم خود۔۲۵ ر جمادی الثانیہ ۸۷ ۱۳ھ (معارف شیخ، رسالہ حیات النبی ج ۱ ص ۱۳۱ تا ۱۳۴، مطبوعہ مکتبۃ الشیخ کراچی)

عقیدہ ترجمان، پاسبان مسلک علماء دیوبند، حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۰۳ھ)

۲۷۲..... وہ (علماء دیوبند) برزخ میں آپ کی جسمانی حیات کے قائل ہیں لیکن وہاں معاشرت دنیوی کے قائل نہیں، وہ اس کے اقراری ہیں کہ آج بھی امت کے ایمان کا تحفظ گنبد خضریٰ ہی کے منبع ایمانی سے ہو رہا ہے۔

(مسلک علماء دیوبند ص ۲۰)

<u>کتاب کا پس منظر</u>: تقریباً ۵۰ سال پہلے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے علمائے دیوبند کے عقائد اس انداز سے تحریر کئے کہ ایک کالم میں عقائد اور دوسرا کالم خالی چھوڑ دیا گیا اور دنیا بھر میں جہاں پر بھی محققین معروف علمائے دیوبند تھے ان کے پاس یہ مسودہ بھیجا گیا۔دوسرا کالم اس لئے خالی چھوڑا گیا کہ اگر کوئی عالم تحریر کردہ عقائد میں ترمیم کرنا چاہے تو اس میں تحریر کر دے۔جب ہر طرف سے تائید ہوگئی تو اس کے بعد مسلک علمائے دیوبند کے نام سے یہ رسالہ شائع ہوا۔

۲۷۳...... وہ (علماء دیو بند) برزخ میں آپ کی جسمانی حیات کے قائل ہیں لیکن وہاں معاشرت دنیوی کے قائل نہیں۔ وہ اس کے اقراری ہیں کہ آج بھی امت کے ایمان کا تحفظ گنبد خضریٰ ہی کے منبع ایمانی سے ہو رہا ہے۔

(علمائے دیو بند کا دینی رُخ اور مسلکی مزاج ص ۱۱۷، آخری تصنیف حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

۲۷۴...... مسئلہ زیر بحث میں جہاں تک اپنے بزرگوں کی کتابوں، فتاویٰ، مقالات اور متوارث ذوق کا تعلق ہے۔ دیو بندیت تو یہی ہے کہ برزخ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حیات دنیوی کے ساتھ زندہ مانا جائے۔ کیوں کہ دیو بندیت کی موجودہ جماعتی تشکیل قیام دارالعلوم سے شروع ہوتی ہے جس کی ابتداء حضرت اقدس حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ کی سرپرستی میں ان کے دو جلیل القدر خلفاء حضرت نانوتوی اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی۔ ان تینوں کا مسلک بھی حیات دنیوی (یعنی دنیا والا جسم عنصری عالم برزخ میں زندہ ہے) پھر آخر الذکر دو بزرگوں کے تلامیذ مثل حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا احمد حسن امروہی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دارالعلوم دیو بند، حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب عثمانی دیو بندی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیو بندی مفتی اعظم دارالعلوم دیو بند وغیرہ وغیرہ حضرات کا بھی یہی مسلک تھا جو ان کے مطبوعہ فتاوی و مقالات میں محفوظ ہے۔ پھر ان اکابر کے تلامذہ مثل حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا شبیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ عثمانی اور دوسرے اساتذۂ دارالعلوم دیو بند وغیرہ وغیرہ حضرات کا بھی یہی مسلک ہے۔ یہی حضرات دیو بندیت کے اساطین کہلاتے ہیں۔ اس لئے دیو بندیت تو حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حیات دنیوی (باعتبار ابدانِ دنیا) ہی ہے جو برزخ میں قائم ہے۔

(ماہنامہ الصدیق ملتان، ص ۵، شمارہ نمبر ۳۰، ماہ ربیع الاوّل ۱۳۷۷ھ)

۲۷۵...... آب حیات وہ کتاب ہے کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے یہ کتاب استاد سے درساً درساً پڑھی۔ تب مصنف کے مدارک پر مطلع ہوا...... حاصل یہ ہوا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہر آن مشاہدہ جمال الٰہی میں بھی مستغرق رہتے ہیں اور امت کی طرف بھی آپ کی توجہ ہر لحہ مبذول رہتی ہے نہ یہ استغراق توجہ میں مانع ہوتا ہے نہ توجہ استغراق میں۔ یہی وجہ ہے کہ جب امت کا ایک عارف کامل حالت کشف میں اپنے محبوب کے جمال جہاں آراء کے دیدار سے مشرف ہوا تو اس نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں پایا: ورأیتہ مستقرا اعلی حالۃ واحدۃ الخ میں نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ آپ بندگانِ الٰہی کی طرف متوجہ تھے۔ پوری توجہ کے ساتھ عظمت و بڑائی کا لباس آپ کے زیب تن تھا۔ جب کوئی خدا کا بندہ ذوق و شوق کے ساتھ آپ کی طرف متوجہ ہوا تو میں نے دیکھا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے قریب ہو گئے اور میں نے دیکھا کہ جس شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجا اور آپ کی تعریف کی تو آپ اس سے بہت زیادہ خوش ہوئے۔ یہ کشف ہے ان کا جو عارفوں کے امام اور محدثوں کے سردار تھے یعنی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جسے انہوں نے اپنی مشہور کتاب فیوض الحرمین میں ذکر کیا ہے۔ (ماہنامہ دارالعلوم دیو بند ربیع الاوّل ۱۳۷۳ھ/ ۱۹۵۴ء، مضمون حضرت العلامہ قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ، بحوالہ مقام حیات طبع دوم ص ۶۸۴)

۲۷۶...... احقر اور احقر کے مشائخ کا مسلک وہی ہے جو المہند میں بالتفصیل مرقوم ہے یعنی برزخ میں جناب رسول اللہ ﷺ اور تمام انبیاء بجسد عنصری زندہ ہیں۔ جو حضرات اس کے خلاف ہیں وہ اس مسئلہ میں دیوبند کے مسلک سے ہٹے ہوئے ہیں۔ (یعنی وہ دیوبندی نہیں) (ماہنامہ الصدیق ملتان جمادی الاولیٰ ۱۳۷۸ھ، بحوالہ رحمت کائنات ص۲۶، وحیات انبیاء کرام ص ۱۴۷، ومقام حیات ص ۶۸۲ط دوم) اصل تحریر خیر المدارس ملتان میں بھی موجود ہے۔ ناقل'

۲۷۷...... تسکین الصدور مؤلفہ مولانا محمد سرفراز خاں صفدر دامت برکاتہم جس میں حضور ﷺ کی قبر میں حیات جسمانی اور صلوۃ وسلام عند القبر کا سماع اور استشفاع وغیرہ مسائل کو مدلل طور پر ثابت کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے متعلق حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''تسکین الصدور حقیقت یہ ہے کہ اس موضوع کے مسائل میں تسکین الصدور ہی ہے، جس سے روحی اور قلبی تسکین ہو جاتی ہے، جن جن مسائل پر کلام کیا گیا ہے وہ اپنی جگہ نہ صرف یہ کہ اہل السنت والجماعت کے مسلک اور مذہب منصور کے مطابق ہی نہیں بلکہ فی نفسہ اپنی تحقیقی رنگ کی وجہ سے پوری جامعیت کے ساتھ منضبط ہو گئے ہیں اور ان سے دلوں میں سرور اور آنکھوں میں نور پیدا ہوتا ہے۔ (تسکین الصدور ص ۲۰)

۲۷۸...... وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضۂ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلوۃ وسلام سنتے ہیں۔ محمد طیب حال وارد راولپنڈی ۲۲ رجون ۱۹۶۲ء۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن ماہ اگست ۱۹۶۲ء وماہنامہ دار العلوم دیوبند وہفت روزہ خدام الدین لاہور)

عقیدہ حضرت مولانا محمد شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۰۳ھ)

سابق شیخ التفسیر دار العلوم دیوبند، وشیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل، جامع علوم نقلیہ وعقلیہ

سابق صدر شعبہ تفسیر اسلامی یونیورسٹی بہاول پور، وسابق وزیر معارف شرعیہ ریاستہائے متحدہ بلوچستان

۲۷۹...... کتاب تسکین الصدور پہنچی اس کے مندرجات مطالعہ سے گزرے۔ (۱) الم وراحت قبر۔ (۲) انبیاء علیہم السلام کی حیات فی القبور اور (۳) ان کے سماع عند القبور۔ (۴) عام سماع موتی۔ (۵) توسل بمقبولین کے ابحاث پر آپ کی کتاب کا لب لباب اہل السنت والجماعت کے مسلک کے مطابق ہے اور منہج سلف صالحین کا آئینہ دار ہے۔ احقر ان سے متفق ہے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ جل مجدہ اس کتاب کو اہل زیغ کے لئے موجب ہدایت بنائے۔ مجھے امید ہے کہ اس کتاب کی برکت سے متنازعین کا اختلاف ختم ہو جائے گا۔ بشرطیکہ توفیق الٰہی اور خشیت اللہ دستگیری فرمائے اور اتباع ہوئی کی آلائش سے قلب وضمیر کو پاکی نصیب ہو۔ (تسکین الصدور ص ۲۲) اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ ان عقائد سے منحرف ہیں وہ اہل زیغ اور اہل باطل ہیں۔

عقیدہ استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ملتانی (م ۱۴۰۵ھ)

(تلمیذ شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ، مدیر ماہنامہ الصدیق ملتان)

۲۸۰...... مشکوۃ شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جو شخص میرے اوپر قبر کے نزدیک درود شریف پڑھتا ہے میں خود سنتا ہوں اور جو شخص دور سے درود شریف پڑھتا ہے وہ مجھے پہنچایا جاتا ہے۔ اس کی عربی عبارت یہ ہے: من صلی علی الخ۔ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان۔ یکم رمضان ۱۳۵۹ھ۔

(فتاوی مفتی محمود ج ۱۰ ص ۳۴۲)

۲۸۱..... حضرت مولانا سید عبدالشکور صاحب ترمذی کا رسالہ مشتمل بر عقائد اہل السنت والجماعت بندہ نے دیکھا۔ نہایت عمدہ اور مسلک اسلاف کے عین مطابق ہے۔ اس کے مندرجات سے ہمیں اتفاق ہے۔ نیازمند محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ۔ مفتی خیر المدارس ملتان۔ ۲۴ر جمادی الاخریٰ ۱۳۸۸ھ۔ (رسالہ عقائد علماء دیوبند ص ۷۴)

۲۸۲..... حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب شجاعبادی مدظلہ کا رسالہ دعوت الانصاف فی حیاۃ جامع الاوصاف میری زیر نظر رہا۔ مؤلف موصوف کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے انہوں نے مسلک اہل السنۃ والجماعت خصوصاً اکابر علماء دیوبند کی صحیح ترجمانی فرمائی ہے۔ حضرت مولانا مدظلہ کی محنت اور اکابر امت کے حوالہ جات نیز سلف صالحین کے اقوال و ملفوظات در بارۂ سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر لسید الانام ﷺ کی ترتیب و تبویب قابل داد ہے۔ احقر العباد مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ۔ ۲۱ر صفر ۱۴۰۰ھ۔

عقیدہ محقق العصر، محدث اعظم محشی ابوداود شریف حضرت مولانا محمد حیات سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۰۸ھ)

۲۸۳..... قوله الا رد الله علی روحی آه۔ من قبیل حذف المعلول واقامة العلة مقامه الخ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ما من احد یسلم علی الا رد الله علی روحی حتی ارد علیه السلام نہیں کوئی جو سلام کرے گا مجھ پر مگر اللہ تعالیٰ لوٹا دے گا مجھ پر میری روح، اس وجہ سے میں سلام کا جواب بھی دوں گا۔ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے حضرت سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رد سلام معلول ہے اور رد روح یعنی حیاۃ اس کی علت ہے۔ معلول کو حذف کر کے علت کو اس کی جگہ کھڑا کیا گیا ہے اور یہ (علاقۂ مجاز) فن کلام کے اندر جزاء اور خبر کے مقام میں عام ومشہور ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے: فان کذبوك فقد کذب رسل من قبلك. اصل میں تھا: فان کذبوك فلا تحزن فقد کذب رسل من قبلك پس اگر انہوں نے آپ کی تکذیب کی ہے تو غم نہ کیجئے۔ کیوں کہ آپ سے قبل بھی رسولوں کی تکذیب کی گئی ہے۔ پس جزا کو حذف کر کے علت کو اس کی جگہ کھڑا کیا گیا اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ان الذین امنوا وعملوا الصالحات انا لا نضیع اجر من احسن عملا. اصل عبارت اس طرح ہے: ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات فلا نضیع عملهم انا لا نضیع اجر من احسن عملا بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے۔ پس ہم ان کے عمل ضائع نہیں کریں گے کیوں کہ ہم نیک کام کرنے والوں کے اجر ضائع نہیں کرتے۔ پھر خبر کو حذف کر کے علۃ کو اس کی جگہ کھڑا کیا گیا۔ اسی طرح یہاں پر تقدیر کلام یوں ہے: ما من احد یسلم علی الا ارد علیه السلام لانی حی اقدر علی رده نہیں کوئی جو مجھ پر سلام کرے گا مگر میں اس کا جواب دوں گا۔ کیوں کہ میں زندہ ہوں گا اور سلام کے جواب دینے کی قدرت بھی رکھوں گا اور حتی ارد علیه السلام کا معنی یہ ہے کہ پس اس وجہ سے میں اس پر سلام کا جواب دوں گا۔ سو حتیٰ یہاں پر حرف ابتداء ہے جو سببیت کے معنی کا فائدہ دے رہا ہے، جیسے مرض فلان حتی لا یرجونه فلاں بیمار ہوا اس وجہ سے لوگ اس کے بچنے کی امید نہیں رکھتے، یہاں حتی بمعنی کی نہیں ہے۔ اس سے واضح ہو گیا کہ حدیث مذکور کا معنی ان احادیث کے خلاف نہیں جن سے انبیاء علیہم السلام کی حیاۃ ثابت ہوتی ہے اور اس مقام میں علامہ سیوطی نے بہت لمبی کلام کی ہے جو ہمیں کافی ہے۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے مذکورہ حدیث سلام اور الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون کے درمیان تطبیق کا سوال کیا گیا۔ میں نے اس کے

جواب میں ایک رسالہ تالیف کیا جس کا نام انباء الاذکیاء بحیوۃ الانبیاء ہے جس میں پندرہ جواب ذکر کئے ہیں، ان میں قوی ترین جواب یہ ہے کہ: رد اللہ علی روحی جملہ حالیہ ہے اور عربی کا قاعدہ ہے کہ جب ماضی حال واقع ہو تو اس کے شروع میں قد لفظاً یا تقدیراً ہوتا ہے۔ جیسے: او جاؤ کم حصرت صدورھم ای قد حصرت اسی طرح یہاں پر بھی لفظ قد مقدر ہے اور جملہ ماضیہ امتیوں کے سلام پر مقدم ہے اور حتی تعلیل کے لئے نہیں بلکہ محض عطف کے لئے بمعنی واؤ ہے۔ پس حدیث کی اصل عبارت یہ ہوگی: ما من احد یسلم علی الا قد رد اللہ علی روحی قبل و ارد علیہ السلام نہیں ہے کوئی جو مجھ پر سلام کرے گا مگر اس حالت میں کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے مجھ پر میری روح لوٹا دی ہوگی اور میں اس کو سلام کا جواب دوں گا۔ (ابوداود ج۱، ص۲۷۹، حاشیہ نمبر ۲، باب زیارۃ القبور)

عقیدہ حضرت مولانا محمد عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ، اکوڑہ خٹک (م ۱۴۰۹ھ)

استاذ العلماء العالم النحریر، بانی و شیخ الحدیث جامعہ حقانیہ، سابق مدرس دارالعلوم دیوبند

۲۸۴..... کتاب تسکین الصدور سرور قلب اور تبرید بصر کا موجب بنا۔ کتاب کا مطالعہ کیا بحمد اللہ کتاب میں جتنے مسائل کی تنقیح اور تشریح کی گئی ہے سب کو اہل السنت والجماعت خصوصاً اکابر دیوبند کے مسلک کے موافق پایا۔
(تسکین الصدور ص ۲۸)

عقیدہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد شریف صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۱۰ھ)

شیخ المعقول والمنقول حافظ العلوم والفنون، سابق مدرس دارالعلوم دیوبند،

شیخ الحدیث جامعہ خیر المدارس ملتان، سابق نائب وزیر معارف شرعیہ ریاستہائے متحدہ بلوچستان

۲۸۵..... حضرت العلامہ مدظلہٗ نے کتاب تنبیہ الغافلین پر تقریظ میں لکھا سماع صلوٰۃ عند القبر کے بارے میں میرا وہی عقیدہ ہے جو اکابر دیوبند کا ہے۔ اس کے بعد کسی صاحب کے سامنے حضرت العلامہ مدظلہٗ نے حدیث من صلی علی عند قبری سمعتہ کی سند پر تبصرہ کیا۔ اس کو ان صاحب نے ڈیرہ اسماعیل خان سے ''اعلانِ براءۃ'' کے عنوان سے شائع کر دیا۔ یعنی عقیدہ سماع صلوٰۃ عند القبر سے براءۃ، جب حضرت العلامہ مدظلہٗ کو پتہ چلا تو آپ نے اپنے عقیدہ کی وضاحت کرتے ہوئے درج ذیل تحریر عنایت فرمائی:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسالہ تنبیہ الغافلین علی اقوال الخادعین پر جو تقریظ ہے اور جسے بعنوان فتویٰ من جانب خطباء اہل السنت والجماعۃ ڈیرہ اسماعیل خان شائع کیا گیا وہ عبارت میری ہے، میں اب بھی اس کا قائل ہوں۔ اگر روضۂ اقدس پر صلوٰۃ وسلام پڑھا جائے تو آپ خود سنتے ہیں بلکہ جمیع اہل السنت والجماعت اس کے قائل ہیں اور سب اکابر دیوبند کا یہی عقیدہ ہے جو شخص اس عقیدے کو عقائد شرکیہ یا بدعیہ میں شمار کرتا ہے وہ بالکل جاہل اور پرلے درجے کا احمق اور ملحد ہے۔ (یعنی اہل السنت والجماعت سے خارج ہے۔ ناقل) وہ حقیقتِ شرک سے قطعاً نا آشنا ہے، مسلمانوں کو ایسے شخص سے دور رہنا چاہئے۔ اب میں علی وجہ البصیرت تائید مفتیان خیر المدارس و قاسم العلوم ملتان مذکورہ بالا عقیدے کی اشاعت کی اجازت دیتا ہوں، جو اس کے خلاف میری طرف منسوب کر کے شائع کیا جائے اسے غلط

سمجھیں۔ میری طرف سے منسوب کر کے "اعلانِ براءۃ" کے عنوان سے جو تحریر من جانب اشاعت التوحید والسنۃ شائع کی گئی ہے، وہ ایک حدیث: من صلی علی عند قبری سمعتہ کی ایک سند کے بارے میں فنی بحث تھی لیکن کسی حدیث کی سند کا متکلم فیہ ہونا اس کے مضمون کے بطلان کی دلیل نہیں ہوتا۔ خود ابن عبدالہادی نے اس حدیث کے مضمون و معنی کو صحیح قرار دیا ہے (الصارم المنکی ص ۱۱۳) اور یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ حضور پاک ﷺ قبر کے پاس سے سلام خود سنتے ہیں۔ (الصارم المنکی ص ۲۸۲) علامہ شوکانی اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں: ثم حکم ابن عبد البر مع ذالک بصحتہ لتلقی العلماء لہ بالقبول اھ (نیل الاوطار ص ۲۴ جلد اوّل) پھر ابن عبدالبر نے اس بحث کے باوجود یہ فیصلہ دیا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اس لئے کہ تمام علماء نے اسے قبول کیا ہے۔ فقط واللہ اعلم!

محمد شریف کشمیری۔ شیخ الحدیث و صدر مدرس خیر المدارس ملتان۔ ۲۶؍ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۱ھ۔

التحریر صحیح۔ محمد شریف عفا اللہ عنہ جالندھر۔ مہتمم مدرسہ خیر المدارس ملتان

حضور پاک ﷺ کے روضۂ اقدس پر جو شخص صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے آپ اس کا صلوٰۃ وسلام خود سنتے ہیں سب اکابر دیوبند کا یہی مسلک ہے۔ فقط: احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان، محمد اسحاق عفا اللہ عنہ نائب مفتی قاسم العلوم ملتان (خیر الفتاوی ج ۱ ص ۱۲۸)

۲۸۶...... رسالہ دعوت الانصاف پر تقریظ میں لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ دعوۃ الانصاف جو سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر الشریف کے اثبات میں ہے کو میں نے سنا۔ یہ تالیف وقت کی اہم ضرورت کو پورا کرنے والی ہے۔ بوالہوس لوگ (منکرین حیات) عوام الناس کو گمراہ کرتے ہیں۔ یہ کتاب ایسے لوگوں کے لئے سم قاتل ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے۔ (دعوت الانصاف فی حیاۃ جامع الاوصاف ص ۱۰) جب وہ دوسرے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں تو اس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ یہ خود بھی گمراہ ہیں۔

عقیدہ حضرت مولانا علامہ عبدالقدیر کیمل پوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۱۱ھ)

(تلمیذ رشید حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، سابق استاذ الحدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل، شیخ الحدیث جامعہ تعلیم القرآن راولپنڈی)

تعارف رسالہ: "ارشاد العلماء الی تحقیق مسئلۃ سماع الموتی و حیاۃ الانبیاء" رسالہ مذکور کے پیش لفظ میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز صفدر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "راقم اثیم نے کتاب تسکین الصدور حضرت الشیخ استاذ نا المحترم مولانا عبدالقدیر صاحب دامت برکاتہم سابق مدرس حدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل و حال شیخ الحدیث مدرسہ تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی کی خدمت اقدس میں پیش کی کہ اس کے بارے اپنی زریں رائے مبارک سے آگاہ فرمائیں...... بحمد اللہ تعالیٰ حضرت الاستاذ المحترم دامت برکاتہم نے بوجود تعلیمی مشاغل اور نگاہ کی کمزوری اور پیرانہ سالی کے شفقت کرتے ہوئے نہ صرف یہ کہ تسکین الصدور میں درج شدہ مسائل اور دلائل کی تائید و تصویب ہی فرمائی بلکہ مزید ٹھوس حقائق اور علمی نکات پیش کئے۔" اس رسالہ کے دو باب ہیں، باب اوّل مسئلہ سماع موتی جس میں عام اموات کے سماع اور باب دوم میں مسئلہ حیات انبیاء اور سماع صلوۃ وسلام عند قبر النبی ﷺ پر تحقیق ہے اور خود مولانا عبدالقدیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: کتاب تسکین الصدور کو دیکھنے والا واقعی اس کتاب کو اسم بامسمّی اور صحیح سمجھ کر انشراحِ صدر پائے گا۔ مقصد کے لئے وافی اور کافی ہے، نسخہ شفا ہے۔ نیز فرماتے ہیں: اجمالاً ہمارا

فیصلہ وہی ہے جو حضرت علامہ مہدی حسن مفتی دار العلوم دیو بند کا (تسکین الصدور ص ۵۰) پر مرقوم ہو چکا ہے جس کی تائید اور کئی حضرات محققین راسخین فی العلم فرما چکے ہیں۔ مزید لکھنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ خیال تو یہی تھا لیکن جانب مخالف کے بعض حضرات کی روش نے مجبور کیا کہ کچھ معروضات عرض کروں۔ اسی طرح اپنے رسالہ کے (ص ۴۹، ۵۰) پر حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متفقہ اجماعی فیصلہ کے بارے میں لکھتے ہیں: فریق ثانی کے راہنماؤں نے اس سے بھی اتفاق نہ کیا۔ وہ اپنی باتوں کو وحی خداوندی سمجھ رہے ہیں، اس میں ذرہ برابر ترمیم کو تیار نہیں تو ایسے حالات میں ہماری گزارشات کیا فائدہ دے سکتی ہیں، خاموشی ہی بہتر ہے، لیکن چند دنوں کے بعد دوسرا خیال یہ آیا کہ کوئی مانے یا نہ مانے معروضات تو پیش کر دوں۔ شاید کسی سلیم الطبع اور منصف مزاج کے لئے فائدہ مند بن جائیں۔ یہ رسالہ ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ سے شائع ہوا ہے۔ مولانا موصوف رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد اس رسالے سے ملاحظہ کیجئے:

۲۸۷...... فریق ثانی کے بعض حضرات (سید محمد حسین شاہ نیلوی اور مولانا سید احمد حسین شاہ سجاد بخاری مؤلف تفسیر جواہر القرآن کلاں) نے سماع موتی کے رد میں رسالہ لکھا ہے، مولانا نے باب اوّل میں ان کا جواب لکھا ہے۔ فرماتے ہیں: فریق ثانی کے بعض مدعیانِ فضل و کمال کو میں نے دیکھا کہ اگر کسی نے سماع موتی کا قول کیا تو جھٹ اس کے برخلاف آیت: انك لا تسمع الموتی پڑھ دی کہ تم قرآنِ کریم کی نص صریح کے خلاف کہتے ہو، اس پر فتوی جڑنے لگتے ہیں جیسے کہ ان کی عام عادت ہے، نادان نہیں دیکھتا کہ آیت میں مزید کا صیغہ ہے اور تم مجرد کے صیغے کے دعویدار ہو، جس کا مفہوم یہ ہے: الموتی لا یسمعون اور آیت کریمہ: انك لا تسمع الموتی الآیۃ کا معنی تو یہ ہے کہ تم مردوں کو سنا نہیں سکتے۔ حالانکہ جس کے تم قائل ہو وہ ہے کہ مردے نہیں سنتے۔ (ص ۶)

۲۸۸...... فریق ثانی کے بعض مدعیانِ علم یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ سماع موتی کا قول گمراہی پھیلانے کا راستہ ہے۔ اس سے لوگ بزرگوں کی قبروں پر جا کر ان سے مرادیں مانگیں گے جو شرک ہے اس لئے انکار سماع واجب ہے...

حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں: یہ بہانہ ایک افسانہ ہے جو مطلب سازی کے لئے گھڑا گیا ہے تاکہ جال میں شکار پھنس جائے۔ اگر یہ بات ہوتی تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ بات کیوں نہ سمجھی؟ آپ نے ابھی حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان میں دیکھا اور پڑھا کہ مسئلہ سماع موتی قرنِ اوّل سے مختلف فیہ رہا ہے۔ (ص ۷)

۲۸۹...... منکرین سماع موتی کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں: اگر آپ کہیں کہ یہ (قلیب بدر میں پڑے ہوئے کفار کو سنانا اور ان کا سننا) تو معجزہ ہے اور ان کے ساتھ مخصوص ہے اور حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں أحیاهم الله تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دعوائے تخصیص بلا دلیل ہے۔ اگر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کو بطور معجزہ مخصوص سمجھتے تو ان کا سماع موتی کا قول نہ ہوتا اور یہ مسئلہ اُن میں مختلف فیہا نہ ہوتا اور ممکن ہے کہ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کی مراد یہ ہو کہ مردوں کا سننا۔ چونکہ عالم اسباب سے نہیں محض بمشیت اللہ ہی ہوتا ہے۔ جیسا کہ: ولکن الله یسمع من یشاء کے فرمانِ خداوندی سے معلوم ہوتا ہے۔ اس موقع میں اسی ضابطہ کے موافق اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پکار اُن کو سنا دی تاکہ اُن کو حسرت اور ندامت حاصل ہو جائے۔ اس کے علاوہ اور مواقع میں بھی جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہو تو کسی کا سلام اور کسی کا کلام اُن کو سنا دیتے ہیں، یسمع من یشاء میں اسی عموم کی طرف اشارہ ہے، یہ بدر کا واقعہ اس ضابطے کا ایک فرد ہے، اس کی تخصیص نہیں، نیز اگر معجزہ کے طور سے یہ سننا سنانا ہوتا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انکار ہی کیوں کرتیں اور سماع کو

علم سے کیوں بدلتیں اور انھم لیعلمون ان ما اقول لھم حق، کیوں فرماتیں، وہ انکار تو اسی لئے کرتی تھیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ جمہور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شد و مد سے سماع موتی کے قائل تھے۔ (ص ۸)

۲۹۰..... مردوں سے مرادیں مانگنا جرم ہے غلط کارروائی ہے لیکن اس کہ وجہ یہ نہیں کہ وہ سنتے نہیں۔ وہ سنیں یا نہ سنیں یہ باتیں فی نفسہ شرک ہیں۔ خواہ زندوں سے اس طرح کی مرادیں مانگیں یا مردوں سے، مسئلہ سماع موتی بعض احادیث کی روشنی سے مسلم ہے۔ آپ کو تردید کرنی ہے تو شرکیہ باتوں کی تردید کریں۔ مردوں سے مرادیں مانگنے کے عقیدے سے روکیں، لیکن اتنا تو ملحوظ رہے کہ مردوں کے سننے کے عقیدے نے یہ باتیں ان کو نہیں سکھائیں۔ یہ باتیں عقیدۂ شرک سے ناشی ہیں، خواہ زندوں سے کہی جائیں یا کسی مردے مدفون سے۔ باقی یہ بات کہ اے بزرگ صاحب قبر! میرے لئے تم خدا سے دعا کرو، یہ زندہ شخص سے کہنی جائز ہے تو مردہ مدفون سے بھی جائز ہوگی، لیکن بے سود۔ کیا معلوم کہ اس کو یہ بات پہنچی یا نہیں، ان اللہ یسمع من یشاء آیا ہوا ہے، اسباب وصول کے کارآمد نہیں بنتے۔ کیوں کہ دار الاسباب سے میت نکل چکی ہے۔ براہ راست خداوند کریم سے مانگنا ہی اسلم طریقہ ہے...... الحاصل سماع موتی کا عقیدہ منجر شرک کی طرف نہیں بنتا، اگر ایسا ہوتا تو صحابہ کرام اس کے قائل نہ ہوتے اور احادیث میں اس کا تذکرہ نہ ہوتا۔ (ص ۱۰، ۱۱)

۲۹۱..... حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے منکرین سماع کی دلیل انک لا تسمع الموتی کے متعدد جوابات نقل کئے ہیں، ایک جواب یہ کہ اس آیت میں اسماع کی نفی ہے سماع کی نفی نہیں، تائید میں حضرت انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت بھی نقل کی قیل بالفرق بین السماع والاسماع والمنفی ھو الثانی دون الاول۔ (۲) نفی اسماع اور سماع نافع کی ہے مطلق سماع کی نفی نہیں۔ (۳) موتی سے مراد کفار ہیں یعنی کفار کو آپ کا سنانا اور ان کا سننا نفع نہیں دیتا، حقیقی مردے مراد نہیں، قرینہ یہ ہے کہ اس کے بعد آیت ہے: ان تسمع الا من یؤمن بایاتنا کہ آپ کا سنانا مومنوں کو ہی نافع ہے کہ وہ مان کر رضائے الٰہی حاصل کرتے ہیں۔ (۴) سمع کے معنی جیسے گوش گزار کرنا ہوتے ہیں اسی طرح سمع کے معنی مان لینا اور قبول کرنا بھی آتے ہیں۔ اردو کے محاورہ میں کہتے ہیں کہ: ''میں نے فلاں کو یہ بات کہی لیکن اس نے میری نہ سنی، اے فلاں تم خود کہو تو وہ سنے گا۔'' (مطلب یہ کہ آپ کفار کو منوا نہیں سکتے اور وہ آپ کی بات ضد و عناد کی وجہ سے نہ مانتے ہیں نہ قبول کرتے ہیں) اس معنی کی تین تائیدات حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پیش فرمائی ہیں۔ قرآن کریم میں ہے: لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر یعنی اگر ہم نے دوسروں کی نصیحت کی باتیں مانی ہوتیں یا اپنی عقل سے کام لیا ہوتا تو ہم جہنم میں کیوں عذاب اٹھاتے۔ یہاں نسمع سے ماننا اور قبول کرنا ہی مراد ہے، کیوں کہ صرف سننا تو عذاب سے نہیں بچاتا۔ اگر آیت کریمہ انک لا تسمع الموتی میں یہی معنی لیا جائے تو معنی یہ ہوں گے: ''آپ کفار کو اپنی باتیں منوا نہیں سکتے، یہ کام اللہ تعالیٰ کا ہے۔'' دوسرے مقام پر ارشاد ہے: ونطبع علی قلوبھم فھم لا یسمعون اور ہم نے مہر کر دی ہے ان کے دلوں پر، سو وہ نہیں سنتے، یعنی نہیں مانتے، اور نہیں قبول کرتے۔ مولانا شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں کہ جب حق تعالیٰ کے مقابلے میں کسی قوم کی ضد اس درجے تک پہنچ جاتی تب عادۃً اصلاحِ حال و قبول حق کا امکان باقی نہیں رہتا۔ (فوائد عثمانیہ) اور حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وما انت بمسمع من فی القبور یعنی بسبب مہر جباریت کے مردے ہو گئے قبول کرنے ایمان کے سے، ان کو سننا فائدہ نہیں دیتا

ہے۔ (ملاحظہ الحیران ص ۲۷۹) یہ جوابات بھی لکھے اور پھر منکرین کو کہا کہ: ''آپ کے پاس سماع موتٰی کے انکار پر کوئی صحیح صریح شرعی حجت ہے تو پیش کی جائے یہ آیت تو محتمل کے درجے میں ہے اسی لئے صدر اول میں اختلاف ہوا۔'' یہ تفصیل لکھ کر حضرت شیخ الحدیث اپنے دو استاذ حضرت انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ تفصیل کے ساتھ نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بندہ نے (شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے) بخاری شریف دو سال سن ۱۳۴۸ھ اور ۱۳۴۹ھ میں پڑھی سنی اور آپ کا فرمان ضبط کیا اور دونوں حضرات نے سماع فی الجملہ کے قول کو ثابت کیا ہے۔ نیز حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر عرف الشذی ص ۳۵۲ اور ۳۵۳ سے دو عبارتیں نقل کیں جن میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف عدم سماع والے منسوب قول کی تردید کی گئی ہے۔ تفصیل اصل رسالہ میں ملاحظہ کیجئے۔

فائدہ: جب مولانا عبد القدیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ عام موتٰی کے لئے سماع فی الجملہ کے قائل ہیں تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ عام اموات میں حیات کے بھی قائل ہیں۔ کیوں کہ حیات کے بغیر سماع ممکن نہیں اور جب عام اموات میں حیات ہے تو انبیاء علیہم السلام میں بطریق اولیٰ اعلیٰ درجے کی حیات کے قائل ہیں۔

۲۹۲...... رسالے کے باب دوم میں سماع صلوۃ وسلام عند القبر کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ان (منکرین حیات) کی جماعت کے معتمد علیہ وکیل جناب سجاد صاحب بخاری اور جناب نیلوی صاحب مصنف رسالہ سماع موتٰی ص ۲۵ پر امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے مسلک کی تائید میں قول لکھتے ہیں کہ اس پر کوئی دلیل نہیں کہ جو شخص حجرہ شریف سے آپ ﷺ پر درود وسلام بھیجتا ہے آپ ﷺ اس کے سلام کو سنتے ہیں۔ شاید جماعت والوں نے اس حوالہ پر خوشی بھی منائی ہوگی۔ اس کے جواب میں حضرت شیخ الحدیث فرماتے ہیں کہ: اس قول کے متصلاً بعد رسالہ سماع موتٰی کے مصنف لکھتے ہیں کہ حافظ ابن عبد الہادی نے فرمایا قبر مبارک سے دور باقی مسجد نبوی میں جو سلام پڑھا جاتا ہے وہ آپ خود نہیں سنتے۔ سبحان اللہ قبر مبارک سے دور کی بات نقل کر دی کہ اس میں آپ نہیں سنتے۔ جناب! اس سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ قبر مبارک کے پاس درود وسلام پڑھنے والوں کا درود وسلام آپ خود سنتے ہیں۔ یہ کلام تو ابن تیمیہ کی بات کی نقیض ہے اور اس کی تردید کر رہی ہے اور یہ آپ کے زعم کے خلاف شہادت دے رہی ہے۔ نیز امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کے خلاف اور جمہور کے موافق قول مروی ہے۔ مناسک الحج طبع دہلی ص ۸۴ میں ہے کہ انہوں نے فرمایا: ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل لحوم الانبیاء فاخبر انہ یسمع الصلوۃ والسلام من القریب وانہ یبلغ ذالک من البعید. بحوالہ (تسکین الصدور ص ۳۱۶، بلکہ تسکین ص ۲۹۵ اور ۲۹۶) پر مزید لکھا کہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اتفق الائمۃ علی انہ یسلم عند زیارتہ علی صاحبیہ لما فی السنن عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ انہ قال ما من رجل یسلم علی الا رد اللہ تعالیٰ علی روحی حتی ارد علیہ السلام وھو حدیث جید. (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۴ ص ۳۶۱) ما من رجل یسلم علی سے عند القبر ہی مراد ہے۔ ہاں! بصورت ثانیہ آپ کو جب دور سے فرشتے کسی کا سلام پہنچائیں تو آپ جواب دیتے ہیں اور حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ تو عام سماع الموتی کو بھی حق کہتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: وسماع المیت للاصوات من السلام والقراءۃ حق (اقتضاء الصراط المستقیم طامصر ص ۱۸۰) اس سے معلوم ہوا کہ رسالہ سماع موتٰی کے (ص ۲۵) پر جو امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول مصنف رسالہ نے اپنی تائید میں لکھا ہے وہ انہوں نے غلط نسبت کی ہے۔ رسالہ مذکور کے مصنف کے دوسرے گواہ مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں اُن کا قول صاحب رسالہ نقل کرتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے سواء

اور کسی آدمی کی قبر پر سلام کرنا اور یہ سمجھنا کہ وہ سنتا ہے درست نہیں۔ مصنف رسالہ نے نیم خوابی کی حالت میں صرف اخیر کے لفظ ''وہ سنتے ہیں درست نہیں'' کو دیکھا اور نقل کر دیا اُن کے اوّل کلام کو نہیں دیکھتے۔ وہ فرماتے ہیں ''انبیاء علیہم السلام کے سواء'' اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام سلام سنتے ہیں۔ ہاں! وہ غیر کی نفی کر رہے ہیں اور آپ لوگ تو حضرات انبیاء علیہم السلام کا سننا بھی نہیں مانتے۔ علاوہ ازیں حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو یہ فرماتے ہیں کہ بعض روایات معتبرہ سے ثابت ہے کہ باری تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر ایک فرشتہ مقرر کر دیا ہے اور اس کو ایسی قوت سامعہ عطاء فرمائی ہے کہ وہ تمام مخلوق کے صلوۃ وسلام سن کر حضرت نبوی میں عرض کر دیتا ہے اور آنحضرت جواب دیتے ہیں اور آگے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر مبارک میں زندہ ہیں جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے۔ مصنف رسالہ کے تیسرے گواہ حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں، رسالہ سماع موتی کے ص ۹ پر لکھتے ہیں حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تفسیر میں فرماتے ہیں: ''بدن نہیں سنتے، روح زندہ ہے، وہ سنتا ہے اگر قریب ہو۔'' مولانا عبد القدیر رحمۃ اللہ علیہ نے (ص ۲۷ اور ص ۴۴) پر مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت نقل کر کے دونوں جگہ جوابات دیئے ہیں۔ فرماتے ہیں: آپ کا یہ قول آپ کے (ص ۵) والے قول کے خلاف ہے۔ وہاں آپ نے فرمایا کہ: ''قبر میں مدفون بدن ہے جو سننے کی صلاحیت نہیں رکھتا اور روح سنتی ہے جو وہاں موجود نہیں۔'' جب وہاں موجود ہی نہیں تو قریب ہونے کے کیا معنی؟ نیز روح کا قریب سے سننا جیسے انہوں نے فرمایا یہ سماع پر دلالت کرتا ہے یا عدم سماع پر؟ جو لوگ سماع موتی کے قائل ہیں وہ بھی قریب سے ہی سماع کہتے ہیں۔ رہا بدن کے اجزاء کا سننا تو یہ کوئی بھی نہیں کہتا۔ ہاں! تعلق روح بالبدن کے قائل ہیں، اس حیثیت سے مردوں کا سننا کہتے ہیں، اس کو دیکھتے ہوئے ان کا رسالہ سماع موتی کے ص ۹ پر یہ نقل کرنا اجزاء البدن لاسماع لہا محل نزاع سے خارج ہے، کیوں کہ گھٹنے ٹخنے وغیرہ اعضاء زندوں کے کب سنتے ہیں؟ اور مولانا عبد القدیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ص ۲۷ پر فرماتے ہیں: یہ بھی خیال فرمایئے کہ حدیث میں اس وقت میت کا بولنا، چیخنا، چلانا آتا ہے تو اس سے اس کی حیات معلوم ہوتی ہے، جب بول سکتا ہے تو سن کیوں نہیں سکتا؟ کئی لوگ بولنے کی طاقت نہیں رکھتے لیکن بات سن لیتے ہیں، بیماروں میں ایسا واقعہ دیکھا سنا ہوگا اس سے تو معلوم ہوا کہ اُس وقت روح کا اعادہ بدن کی طرف ہو چکا ہے اور وہ بھی سننے سے اتم درجے کا۔ اگرچہ اعادہ کا وہ درجہ نہیں ہوا جس سے بدن حرکت کر سکتا تھا، کھا پی سکتا تھا۔ یہاں اتنا اعادہ ہوتا ہے کہ منکر ونکیر کے سوالات کا جواب دے سکے اور آرام وتکلیف کا احساس کر سکے۔ یہ جوابات لکھ کر فرماتے ہیں: مصنف رسالہ سماع موتی کے تین گواہوں کی گواہی آپ کے خلاف ہے۔ اس کے بعد مولانا موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اور سید عنایت اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے دو استاذوں کی سماع موتی کے اثبات پر عبارتیں نقل فرمائیں۔ یعنی حضرت انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ۔ اس کے بعد بطور تبصرہ کے فرماتے ہیں: افسوس کی بات تو یہ ہے کہ وہ اپنے شیخ حضرت سید محمد انور شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ جن کے آگے علمی دنیا کے فضلاء اور مشائخ کرام سرنگوں ہوئے کے خلاف چال چل رہے ہیں۔ جو یہ فرماتے ہیں: اقول والاحادیث فی سماع الاموات قد بلغت مبلغ التواتر (میں کہتا ہوں کہ سماع موتی کے بارے میں احادیث بلاشبہ درجہ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں) اور اپنے دوسرے مایہ ناز استاذ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے بھی خلاف چل رہے ہیں جو یہ فرماتے ہیں: ان سماع الموتی ثابت فی الجملة بالاحادیث

الکثیرۃ الصحیحۃ اور جو آنحضرت ﷺ کی قبر شریف میں حیات کے بارے میں صاف لکھتے ہیں: وھو حی فی قبرہ الشریف،۔ مولانا باب دوم میں لکھتے ہیں: دوسرا مسئلہ متنازع فیہا حیات الانبیاء علیہم السلام فی قبورہم کا ہے کہ مثلاً آنحضرت ﷺ عند القبر صلوۃ وسلام پڑھنے والوں کا صلوۃ وسلام سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں یا نہیں؟ حضرت سرور کائنات ﷺ کی حیات قبر شریف میں روحانی ہے یا جسمانی؟، یہ مسئلہ گزشتہ طویل عرصہ سے علمائے دیوبند اور اپنے آپ کو دیوبندی کہلانے والوں میں آپس میں معرکۃ الآراء رہا ہے۔ بالآخر بعض حضرات اکابرین کی مساعی جمیلہ سے یہ طے ہو کر اتفاق کی صورت میں آ گیا۔ ماہ جون ۱۹۶۲ء میں حضرت علامہ قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دارالعلوم دیوبند پاکستان تشریف لائے اور جانبین سے گفتگو کر کے مندرجہ ذیل عبارت پر جانبین سے دستخط کرائے۔ ''وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے۔ اس حیات کی وجہ سے روضہ اطہر پر حاضر ہونے والوں کا آپ ﷺ صلوۃ وسلام سنتے ہیں۔'' دستخط کنندگان کے اسماء گرامی: (۱) مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ۔ (۲) مولانا قاضی نور محمد قلعہ دیدار سنگھ۔ (۳) مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ راولپنڈی۔ اُس وقت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب موجود نہ تھے اُن کی جماعت والوں نے ان کے دستخط کرانے کی ذمہ داری لی، وثیقہ مذکورہ میں یہ تحریر موجود ہے...... لیکن معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرات اس مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے کیوں کہ آج تک مذکورہ فیصلے کے خلاف شاہ صاحب کی جانب سے ندائیں اٹھتی رہتی ہیں۔ ان کی جماعت کا سارا زور ہی اسی پر صرف ہوتا ہے اور مولانا موصوف رحمۃ اللہ علیہ (ص ۴۸) پر لکھتے ہیں: جناب سید عنایت اللہ شاہ صاحب نے مذکورہ فیصلہ کو جو اکابرین ملت اور فضلاء کرام نے مصالحت کے لئے تجویز کیا اور وہ منظور ہوا، اُس کو انہوں نے تسلیم نہیں کیا۔ اعجابُ کل ذی رأی برأیہ والی بات صادق آ رہی ہے۔ انہوں نے اپنے اختلاف کو نہیں چھوڑا جس کو ضد کہتے ہیں اور اس کا دنیا میں کوئی علاج نہیں۔ اس سلسلہ میں کچھ مزید باتیں عرض کرنے کا خیال تھا لیکن حالات مذکورہ کو دیکھتے ہوئے لکھنا بے سود نظر آتا ہے جو بضد ہو اس کا علاج نہیں۔ چند دنوں یہی خیال رہا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات فی القبور کا نازک اور باریک مسئلہ اکابرین ملت وعلمائے راسخین بالخصوص حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی دقیق انظار، عمیق افکار، خداداد فراست اور ذکاء سے ان کی کتاب آب حیات میں محقق ہو کر طے ہو چکا ہے، جن لوگوں کو ان کے الہامی حقائق سے شرح صدر نہیں ہوا تو وہ کسی اور کی باتوں سے کیا مطمئن ہوں گے۔ بالخصوص جب کہ ان کے بعد ان کے پوتے حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دار العلوم دیوبند اور دیگر علمائے کرام کا متفقہ اجماعی فیصلہ بھی اس بارے میں معرضِ وجود میں آ چکا ہے لیکن فریق ثانی کے راہنماؤں نے اس سے بھی اتفاق نہ کیا، وہ اپنی باتوں کو وحی خداوندی سمجھ رہے ہیں۔ اس میں ذرہ برابر ترمیم کو تیار نہیں تو ایسے حالات میں ہماری گزارشات کیا فائدہ دے سکتی ہیں؟ خاموشی ہی بہتر ہے، لیکن چند دنوں کے بعد خیال یہ آیا کہ کوئی مانے یا نہ مانے معروضات تو پیش کر دوں شاید کسی سلیم الطبع اور منصف مزاج کے لئے فائدہ مند بن جائیں۔ اس کے بعد مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے چند امور تحریر فرمائے۔ فرماتے ہیں: حیات انبیاء علیہم السلام بالخصوص حضرت سرور کائنات ﷺ اپنی اپنی قبور میں ایک حقیقت ہے جس کی تحقیق حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل عقلیہ اور براہین قطعیہ کے ساتھ اور حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب مدظلہ العالی نے ادلہ سمعیہ کتاب اللہ وسنت صحیحہ کی روشنی میں کر دی ہے۔ مزید ضرورت تو نہیں لیکن چند باتیں اور بھی نظر آتی ہیں۔ خیال ہوا کہ گوش گزار کر دوں، شاید مزید طمانیت کا

فائدہ دیں۔ اس کے بعد مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے نبی علیہ السلام کی کیفیت موت اور حیات بعد الوفات کی نہایت سہل انداز میں وہی تحقیق نقل کی ہے جو حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے آب حیات میں تحریر فرمائی ہے۔

عقیدہ محدث اعظم رئیس المحققین حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۱۲ھ)

۲۹۳..... کتاب تسکین الصدور کا اکثر حصہ بالاستیعاب پڑھا۔ باقی پر سرسری نظر ڈالی۔ ماشاء اللہ! خوب لکھا ہے، ہر ہر گوشے پر سیر حاصل بحث کی ہے اور ہر دعوی کو مدلل و مبرہن کیا ہے اور اصل مسئلہ (حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم) کو بالکل واضح کر دیا ہے۔ مجھے کتاب پڑھ کر بڑی مسرت ہوئی۔ (از تسکین الصدور ص ۲۱)

عقیدہ فقیہ النفس حضرت العلام مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۱۵ھ)

۲۹۴..... تیس سال سے مجھے ذاتی تجربہ یہ ہو رہا ہے کہ ہمارے بزرگوں نے جس مسئلہ میں جو نظریہ قائم کیا ہے واقع میں وہی راجح و حق ثابت ہوتا ہے پوری تحقیقات کا نچوڑ آخر میں وہی دولفظی مسئلہ نکلتا آنکھوں سے نظر آجاتا ہے۔ اپنے اس ذاتی تجربہ اور ایسے ہی علماء کے اس تجربہ کا یہ نتیجہ دل و دماغ میں جم جانا ضروری ہے کہ جو شخص کسی مسئلہ میں بھی ذرہ برابر ان سے اختلاف رکھتا ہے وہ یقیناً کم نظری یا غلط فہمی یا کسی خارجی اثر میں مبتلاء ہے۔ چنانچہ حق و تحقیق ان کی ایسی خصوصیت بن گیا کہ خود اسی کا نام دیوبندیت بن گیا۔ ۸۔ ۱۰ سال سے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات کا انکار بعض ایسے عالموں کی طرف سے شائع ہونے لگا جو ہمارے اپنے شمار ہوتے تھے، بہت جی چاہتا تھا کہ کوئی اللہ کا بندہ اس مسئلہ کی پوری پوری تحقیق لکھ دے تو یقیناً ہر مسئلہ کی طرح یہاں بھی حق بات وہی ثابت ہوگی جو ان حضرات (علماء دیوبند) کی تحقیق کا دولفظوں میں ثمرہ شائع ہو چکا ہے۔ پھر ممکن ہے اشتباہ والے بزرگوں کو بھی صحیح راہ نظر آسکے۔ حضرت مولانا سرفراز خان صاحب نے یہ تحقیق مکمل کر کے میری دلی تمنا پوری کر دی ہے۔ اس لئے حرف حرف مزے لے لے کر پڑھتا چلا گیا۔ ہر ہر بحث پر دل باغ باغ ہوتا گیا اور دعاؤں میں سرشار ہوتا رہا۔ احادیث کے اسناد کی صحت اور مفہومات کی تحقیقات، شبہات کے جوابات ماشاء اللہ نور علی نور ہیں۔ جمیل احمد تھانوی جامعہ اشرفیہ لاہور۔ ۱۹ر جمادی الاولی ۱۳۸۸ھ۔ (تسکین الصدور ص ۲۶)

۲۹۵..... ایک استفتاء میں: (۱) حیات انبیاء علیہم السلام، (۲) عذاب قبر، (۳) توسل بالذوات اور (۴) سماع موتی کے مسائل دریافت کئے گئے تھے۔ اس کا حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبر شریف میں زندہ ہیں اور عام لوگوں کی طرح حیات برزخی نہیں ہے بلکہ عالم برزخ میں دنیوی (جسمانی) ہے۔ عذاب قبر روح اور جسم عنصری دونوں کو ہوتا ہے۔ توسل بالانبیاء بزرگانِ دیوبند کے نزدیک جائز ہے۔ سماع موتی فی الجملہ ثابت ہے۔ حضرت مفتی جمیل احمد صاحب زید مجدہ اس کی تائید میں لکھتے ہیں: مولانا افغانی زید معالیہم کا املائی جواب حق و صواب ہے۔ چار مسئلوں میں علمائے دیوبند کا یہی مسلک ہے۔ بلکہ (۱) کل اہلسنت والجماعت کا اجماعی مسئلہ ہے۔ عدم حیات کا قول تو صرف بعض معتزلہ اور رافضیہ کا ہے اہل حق میں سے کسی کا نہیں۔ البتہ اہل السنت والجماعت میں تین قول ہیں۔ (۱) حیات من وجہ کا مسلسل رہنا۔ (۲) منقطع ہو کر عود کرنا پھر منقطع ہو کر عود کرنا۔ (۳) منقطع ہو کر عود کرنا اور تا قیامت رہنا۔ مگر یہ اختلاف ترجیحی ہے حق و باطل کا نہیں ہے اور معتزلہ سے حق

وباطل کا اختلاف ہے۔ چونکہ عذاب قبر تواتر سے ثابت ہے اور بغیر حیات کے ثواب وعقاب نہیں ہو سکتا اس لئے حیات قبری ہر انسان کے لئے اس قدر یقینی ومتواتر احادیث سے ثابت ہے کہ جس سے عذاب وثواب کا ادراک ہو جاتا ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں: انکار شعور وادراک اموات اگر کفر نہ باشد در الحاد بودن او شبہ نیست [مردوں کے شعور وادراک کا انکار اگر کفر نہیں تو اس کے الحاد ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔] (فتاوی عزیزیہ ج ۱ ص ۹۳)

(۲) جمہور امت کے نزدیک برقول اصح جسم اور روح دونوں کو عذاب ہوتا ہے اور عذاب قبر اس کے متواتر ثبوت کی دلیل ہے، کیوں کہ عذاب قبر اسی کو ہوتا ہے جو قبر میں ہو۔ اگر قبر میں فقط جسم ہو (بلا تعلق روح اور بلا حیات) تو نہ عذاب عذاب ہے اور نہ ثواب ثواب کہ وہ ادراکات سے خالی ہے اور صرف روح قبر میں ہو جسم نہ ہو یہ ظاہر ہے کہ باطل ہے۔ لہٰذا دونوں پر عذاب ہوگا۔ عذاب قبر سے صرف عذاب برزخ (یعنی فقط عذاب روح) مراد لینا عذاب قبر کا انکار بنے گا، قبر خاص ہے۔ (یعنی میت کے جسد عنصری یا اس کے اجزاء کی جائے قرار) برزخ عام ہے۔ (جو مقر جسم واجزائے جسم اور مقر روح کو شامل ہے) ہر قبر برزخ ہے مگر ہر برزخ قبر نہیں ہے۔ (جیسے مقر روح برزخ ہے لیکن جسم عنصری کے لئے قبر نہیں)...... اگر صرف روح کو عذاب مانا گیا تو وہ قبر میں نہیں ہوگا تو عذاب قبر نہ ہوا، گو عذاب برزخ ہوگا، یہ انکار متواتر کا ہے۔ (۳) وسیلہ اس کی ذات سے ہو تو بے اصل ہوگا لیکن حق تعالیٰ کی ایسی صفت سے ہو جس کا تعلق اس سے ہے مثلاً محبت ونسبت وغیرہ پھر تو وسیلہ صورۃً گو ان سے کیا جا سکے۔ حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی صفت سے ہے اس کو ناجائز کون کہہ سکتا ہے۔ حدیث شریف میں فقط انبیاء سے توسل آیا ہے بعیسیٰ روحك وموسیٰ نجیك او کما قال لمبی حدیث ہے۔ (۴) ہمارے بزرگوں نے احتیاط کی ہے کہ نمبر ۴ (سماع موتی) میں صحابہ میں اختلاف رہا ہے ایسا نہ ہو کہ دوسروں کی بے تعظیمی ہو جائے مگر مدار اس کا حیات پر ہے اگر حیات بقدر ادراک عذاب وثواب ثابت ہو تو سماع بھی ثابت ہے اور تمام اہل السنت والجماعۃ کے نزدیک حیات بقدر ادراک نعم وقم (ثواب وعذاب) ثابت ہے۔ حیات کے لئے سماع لازم ہے، یہی بات علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو سوال جواب کر کے نظم بھی کیا ہے، جس میں یہ شعر بھی ہے: سماع الموتی کلام الخلق معتقد: جاءت به عندنا الآثار فی الکتب (مردوں کا مخلوق کی کلام کو سننا ایسا اعتقاد ہے جس پر کتابوں میں احادیث وارد ہوئی ہیں) یہ جمہور امت کا عقیدہ ہے، اس پر ایسی احادیث دلالت کرتی ہیں جو تواتر کے قریب ہیں، مثلاً احادیث سلام، احادیث معرفت غاسل وغیرہ، احادیث تلقین جو بکثرت وارد ہیں اور مجموعہ متواتر بن جاتا ہے۔ اس لئے حضرت شاہ صاحب سرخیل علماء ہند کا ہی فتوی راجح وقوی صحیح ترین معلوم ہوتا ہے اور علماء دیوبند وہی اعتقاد رکھتے ہیں جو ان اسلاف کا تھا اور چودہ سو سالہ اسلاف کا ہے۔ (مہر ودستخط) جمیل احمد تھانوی مفتی جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ لاہور، ۱۳ رمضان ۱۳۹۶ھ۔ (تسکین الصدور ص ۴۰)

عقیدہ فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ صدر مفتی دار العلوم دیوبند (م ۱۴۱۷ھ)

۲۹۶..... حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر اطہر میں تشریف فرما ہیں حی ہیں، امت کی طرف سے صلوۃ وسلام بذریعہ ملائکہ خدمت اقدس میں پیش کیا جاتا ہے اور جو کچھ روضہ اقدس کے پاس عرض کیا جائے اس کو خود سنتے ہیں۔

(فتاوی محمودیہ ج ۱ ص ۲۷۰)

۲۹۷...... اس میں شک نہیں کہ حضور ﷺ کے لئے حیات برزخی (یعنی حیات عالم برزخ میں) ثابت ہے۔ روایات سے اس قدر ثابت ہے کہ جو شخص مزار مبارک کے پاس کھڑا ہو کر درود وسلام پڑھتا ہے وہ آپ خود سنتے ہیں اور جو دور سے پڑھتا ہے وہ خدمت اقدس میں بواسطۂ ملائکہ پہنچایا جاتا ہے۔ (فتاوی محمودیہ ج ۲ ص ۴۴۲)

عقیدہ مفتی السید عبدالشکور ترمذی گمتھلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۴۲۱ھ)

۲۹۸...... مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک رسالہ ہے: ''عقائد اہل السنۃ والجماعۃ المعروف عقائد علمائے دیوبند'' مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس رسالے کے (ص ۶، ۷) پر لکھتے ہیں: ''المہند علی المفند ۱۳۲۵ھ میں مرتب کیا گیا تھا۔ اس مجموعہ میں درج عقائد کی یہ حیثیت نہیں ہے کہ وہ کسی فردی یا ایک شخص کی انفرادی رائے یا ذاتی عقیدہ ہے اور نہ ان عقائد کی خدانخواستہ یہ حیثیت ہے کہ ان کو غیر واقعی اور غیر تحقیقی سمجھتے ہوئے اہل بدعت کے جواب میں محض رفع الزام اور دفع الوقتی کے طور پر لکھ دیا گیا ہو جیسا کہ بعض لوگ ایسا کہہ دیتے ہیں۔ کیوں کہ اس صورت میں اکابر دیوبند کی دیانت مجروح ہو جاتی ہے کہ انہوں نے غلط اور خلاف حق سمجھتے ہوئے ان عقائد کا اظہار کر دیا۔ اس لئے یہ کہنا اکابر کی کھلم کھلا توہین کرنا اور ان کو برملا کتمانِ حق کا مجرم ٹھہرانا ہے، بلکہ ان عقائد کو علمائے مدینہ منورہ کے سوالات کی روشنی میں اُس وقت کے اکابر دیوبند کے تحقیقی مسلک کے طور پر اور وہ بھی بحیثیت جماعتی مسلک دیوبند کے پیش کیا تھا۔ اس لئے یہ مجموعہ علمائے دیوبند کے عقائد معلوم کرنے کے لئے ایک تحریری دستاویز اور متفقہ مسلکی وثیقہ اور مسلک دیوبند کے دیکھنے اور جانچنے کے لئے بمنزلہ آئینہ اور کسوٹی کے ہے۔ (معلوم ہوا حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وہی عقیدہ ہے جو المہند علی المفند میں درج ہے)

۲۹۹...... آنحضرت ﷺ کی قبر شریف کے پاس حاضر ہو کر شفاعت کی درخواست کرنا اور یہ کہنا بھی جائز ہے کہ حضرت! میری مغفرت کی شفاعت فرمائیں۔ (عقائد علمائے دیوبند ص ۱۲)

۳۰۰...... اگر کوئی شخص آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک کے پاس صلوٰۃ وسلام پڑھے تو اس کو آپ ﷺ خود بنفس نفیس سنتے ہیں اور دور سے پڑھے ہوئے صلوٰۃ وسلام کو فرشتے آپ ﷺ تک پہنچاتے ہیں۔ (عقائد علمائے دیوبند ص ۱۳)

۳۰۱...... ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے، بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے۔ آنحضرت ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ، (محض) برزخی نہیں ہے جو حاصل ہے تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو...... پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ﷺ کی حیات دنیاوی ہے اور اس معنی پر برزخی بھی ہے کہ عالم برزخ میں حاصل ہے۔ (عقائد علمائے دیوبند ص ۱۶)

۳۰۲...... حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ عنوان: ''ہمارا عقیدہ'' قائم کر کے لکھتے ہیں: آنحضرت ﷺ کے اس دنیا سے انتقال فرمانے کے بعد عالم برزخ میں جو حیات حاصل ہے وہ روح مبارک کے تعلق سے اسی دنیاوی جسد اطہر کے ساتھ ہے جو روضہ انور میں محفوظ وموجود ہے اور اسی تعلق روح کی وجہ سے آپ ﷺ روضہ انور پر پڑھے گئے درود وسلام کو بغیر کسی واسطہ کے علی الدوام خود سماعت فرماتے ہیں۔ اسی عقیدہ کو ہمارے اکابر نے المہند میں حیات دنیویہ برزخیہ سے تعبیر کیا ہے۔ (حیات انبیائے کرام ص ۲۵)

۳۰۳..... مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حیات برزخی کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں: حیات برزخی میں علاقہ ظرفیت کا ہے، نوعیت کا نہیں، یعنی اس سے مراد حیات فی البرزخ ہے نہ یہ کہ حیات کی کوئی اپنی قسم برزخی ہے، اس اعتبار سے ہم آنحضرت ﷺ کو عالم برزخ میں ہی فائز الحیاۃ سمجھتے ہیں لیکن آپ ﷺ کی یہ حیات طیبہ اسی دنیاوی بدن کے ساتھ ہے۔ (ہدایۃ الحیران ص ۵۹)

شہید اسلام حضرت مولانا مفتی محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۲۱ھ)

۳۰۴..... الغرض میرا اور میرے اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے روضۂ مطہرہ میں حیات جسمانی کے ساتھ حیات ہیں، یہ حیات برزخی ہے، مگر حیات دنیوی سے قوی تر ہے جو لوگ اس مسئلہ کا انکار کرتے ہیں اُن کا اکابر علماء دیوبند اور اساطین امت کی تصریحات کے مطابق علمائے دیوبند سے تعلق نہیں ہے اور میں ان کو اہل حق میں سے نہیں سمجھتا اور وہ میرے اکابر کے نزدیک گمراہ ہیں۔ ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز نہیں اور ان کے ساتھ کسی قسم کا تعلق روا نہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل، طبع اول ج ۱۰ ص ۵۱۴، طبع جدید ج ۱ ص ۳۰۵)

۳۰۵..... میرا اور میرے اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ روضۂ اطہر میں حیات جسمانی کے ساتھ حیات ہیں اور یہ حیات برزخی ہے۔ آنحضرت ﷺ درود و سلام پیش کرنے والوں کے سلام کا جواب دیتے ہیں اور وہ تمام امور جن کی تفصیل اللہ ہی کو معلوم ہے بجالاتے ہیں۔ آپ ﷺ کی حیات کو حیاتِ برزخیہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ حیات برزخ میں حاصل ہے اور اس حیات کا تعلق روح اور جسد دونوں کے ساتھ ہے جو شخص اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے وہ میرے اکابر کے نزدیک گمراہ ہے۔ اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز نہیں۔ اس کی تقریر سننا جائز نہیں اور اس کے ساتھ کسی قسم کا تعلق روا نہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل، طبع اول ج ۱۰ ص ۵۱۹، طبع جدید ج ۱ ص ۳۰۹)

عقیدہ فقیہ العصر، راس الاتقیاء حضرت مولانا مفتی عبدالستار رحمۃ اللہ علیہ ملتانی (م ۱۴۲۷ھ)

۳۰۶..... دیوبندی حضرات کا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ پر دور سے درود شریف پڑھا جائے تو فرشتوں کے ذریعے پہنچایا جاتا ہے اس پر کسی صاحب نے سوال کیا کہ اس طرح نبی پاک ﷺ اور عام مومن میں کیا فرق؟ اس سے آپ کی قوت سامعت محدود ہو جاتی ہے جب کہ واقعات سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ کے بعض امتیوں کی قوت سامعت محدود نہیں انہوں نے دور سے آواز سنی مثلاً حضرت ساریہ کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز سننا۔

الجواب: واللہ الموفق وھو الھادی! احکام شرع کی مختلف قسمیں ہیں: (۱) بعض وہ ہیں جن میں غور وفکر کی فی الجملہ گنجائش ہے اور مخصوص حالات میں بعض قیود کے ساتھ انسان کو اپنی رائے کے مطابق عمل کی بھی اجازت ثابت ہے۔ (۲) اور بعض احکام وہ ہیں کہ جن کے بارے میں کسی کی رائے وفکر کو قابل اعتناء نہیں سمجھا جاتا بلکہ صاحب شرع سرور دو عالم ﷺ کے فرمان کو ہی واجب العمل تصور کیا جاتا ہے۔ خواہ اس کو ذہن قبول کرے یا نہ۔ یہ آخری جملہ میں نے بطور مبالغہ کہہ دیا ہے۔ ورنہ ایک مسلمان کے لئے یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ فرمان نبوی سامنے آئے اور مسلمان کا فکر و ذہن اس کو قبول نہ کرے اور آنحضرت ﷺ پر ایمان لانے کا مطلب بھی یہ ہے کہ آپ کے ارشادات کو واجب الاذعان (یقینی) سمجھتے ہوئے ان کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا جائے اور اس پر کوئی چون وچرا نہ کی جائے۔ دوسری قسم کے احکام شرع کے بارے میں قرآن وحدیث نے وضاحت کر دی ہے کہ ان کی

حقیقت یہ ہے۔ یہ مسئلہ جس کے بارے میں آپ نے شبہات ظاہر کئے ہیں اس دوسری قسم میں داخل ہے کیوں کہ خود آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص میری قبر کے پاس درود پڑھے گا اس کو میں سنوں گا اور جس نے کسی دور دراز جگہ سے درود بھیجا تو مجھے پہنچایا جائے گا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین میں کچھ فرشتے گشت کرنے والے مقرر فرما رکھے ہیں جو میرے امتی کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں۔ پس اس مسئلہ کا فیصلہ خود حضور ﷺ ارشاد فرما چکے ہیں۔ اس لئے ایک سچے مسلمان کو چاہئے کہ وہ اس پر ایمان لائے اسی کو حق سمجھے اور کسی شک وشبہ کو اپنے سینہ میں جگہ نہ دے خواہ اس کا فہم نارسا اس کو قبول کرتا ہو یا نہ۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اگر نبی کی بات کو ماننا بھی اپنے قبول فہم پر موقوف رکھا جائے تو فرمانِ نبوی اور ایک عامی کی بات میں فرق ہی کیا ہوگا۔ کیوں کہ جب کوئی بات سمجھ میں آجاتی ہے اور فہم اسے قبول کر لیتا ہے تو اسے بہر حال ماننا ہی پڑے گا خواہ اس کا کہنے والا نبی ہو یا غیر نبی۔ اگر پیغمبر علیہ السلام کے فرمان کو بھی ویسے ہی مانا جائے گا تو ایک عام آدمی کی بات اور نبی کی بات میں کیا فرق ہوگا؟ اور پھر پیغمبر پر ایمان لانے کا کیا معنی؟ القصہ جس مسئلہ پر آپ کو شبہات ہیں وہ کسی کا من گھڑت نہیں بلکہ وہ حدیث میں مصرح ہے یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ میں موجود ہیں۔ پس اسے تسلیم کر لینا چاہئے اور اپنے فہم سے آنحضرت ﷺ کے پاک اور عالی فہم مبارک کو برتر سمجھتے ہوئے آپ کے ارشاد پر ایمان لانا چاہئے۔ یہ تو اصل مسئلہ تھا اس کی تفہیم کے سلسلہ میں ہم فرض سے سبکدوش ہوگئے ماننا نہ ماننا آپ کے ذمہ۔ فقط واللہ اعلم بندہ عبدالستار عفی عنہ ۶ رشعبان ۱۳۸۰ھ۔
الجواب صحیح عبداللہ غفرلہٗ مفتی خیر المدارس ملتان۔ (خیر الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۳۶)

فائدہ: منکرین حیات وسماع عند القبر کے شبہات کا جواب بھی یہی ہے اور بہت شافی جواب ہے۔ از ناقل!

۳۰۷..... تمہید لمبی ہوگئی دراصل اس وقت میں مطلوب ایک رسالہ پر کچھ لکھنا تھا جسے حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب شجاعبادی زید علمہم وفضلہم نے فرقہ غالیہ کی تردید میں تالیف فرمایا ہے۔ یہ فرقہ احادیث شریفہ اور سلف صالحین کی نہ مانتے ہوئے رسول پاک ﷺ کے روضہ اقدس پر پڑھے جانے والے صلوٰۃ وسلام کے سماع کا بھی انکار کرتا ہے جو کہ بقول حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ودیگر اسلاف قدس سرہم اجماعی مسئلہ ہے۔ ہم نے رسالہ ہذا کو دیکھا ہے مؤلف سلمہ نے احادیث شریفہ اور امت کے تعامل سے مسلک حق کو ثابت کرتے ہوئے حضرات علماء دیوبند کی صحیح ترجمانی فرمائی ہے۔ بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ وعافاہ۔ ۱۴ رشعبان ۹۹ھ۔ (دعوۃ الانصاف ص ۶)

عقیدہ ولی کامل، مجاہد کبیر، راسخ فی العلم، امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، سرپرست جمعیت علمائے اسلام حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۳۱ھ)

سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کندیاں، فاضل دار العلوم دیوبند

۳۰۸..... حقیقت حال یہ ہے کہ ۴۴۶۔۴۴۵ھ میں فرقہ کرامیہ علیہا ما علیہا نے اہل السنۃ پر الزام تراشا کہ اہل السنت کا عقیدہ یہ ہے کہ موت کے بعد میت علم وادراک سے بے نصیب ہو جاتا ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے اس دور کے مصائب برداشت کرنے کے ساتھ ساتھ ثابت کیا کہ اہل السنت کے نزدیک تو میت کا ادراک واحساس کے وجود کے ساتھ قبر میں زندہ ہونا امر مسلم ہے کیوں کہ عذاب وثواب قبر جو متواترات شرعیہ میں سے ہے اس کا ترتب بدون حیات متعذر ہے اور انبیاء علیہم السلام کی حیات فی القبر مع بقاء اجساد مطہرہ اہل السنۃ

والجماعت کا عقیدہ مجمع علیہا ہے جس پر بہت سے مسائل متفرع ہوئے مثلاً: (۱) سفر بقصد الزیارۃ الی قبر النبی ﷺ، (۲) عرضِ صلوٰۃ وسلام دربارگاہ رسالت متوجہا الی روضۃ الاطہر علی ساکنہا الصلوٰۃ والسلام ابد الدھر، (۳) عرضِ اعمال امت اور (۴) توسل بسید الانبیاء وصلحاء امتہ علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام وغیرہ مسائل جن پر متعدد اور مستقل رسائل اہل حق علماء نے تصنیف فرمائے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ حیاۃ الانبیاء فی القبور کا مسئلہ تو تقریباً ضروریات دین میں سے شمار ہو کر امت کا ایک اجماعی مسئلہ بن چکا ہے۔ حتیٰ کہ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور علامہ ابن القیم رحمہ اللہ جو مداخل شرک کی تحقیق وتفتیش میں کافی توسع سے کام لیتے ہیں مگر اصل مسئلہ کے بارے میں ان کی رائے بھی امت مرحومہ کے مسلمہ عقیدہ کے موافق رہی ہے۔ چنانچہ علامہ ابن القیم رحمہ اللہ خود بعد ذکر دلائل تحریر فرماتے ہیں: یحصل من جملتہ القطع بان موت الانبیاء انما ھو راجع الی ان غیبوا عنا بحیث لاندرکھم وان کانوا موجودین احیاء الخ۔ (کتاب الروح ص ۳۶) (ان سب دلائل سے یہ یقین حاصل ہو جاتا ہے کہ انبیاء کی موت کی حقیقت سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ وہ ہم سے غائب کر دیئے گئے ایسے طور پر کہ ہم ان کو محسوس نہیں کرتے۔ اگر چہ وہ زندہ موجود ہیں) مقام افسوس ہے کہ دور حاضر میں بعض قاصرین فی العلم طبائع نے اپنی متوحدانہ نظریات توحید میں اس قدر غلو اور تجاوز عن الاعتدال اختیار کر رکھا ہے کہ بعض مسنونات ومستحبات کو بھی حدود شرک میں کھینچ لانے کے من مانی تصرفات کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتیں۔ انہی عناصر نے اپنی متوحدانہ رنگ کی توحید کے نشہ میں عقیدہ حیاۃ الانبیاء کو منافی توحید خود ساختہ قرار دے کر ہنگامہ آرائی شروع کردی اور صدیوں کے مردہ کرامیہ کی یاد تازہ کردی۔ اہل حق نے جب اس شرذمہ قلیلہ کی ان ہنگامہ آرائیوں کو دیکھا تو حفظ دین اور عقیدۂ اجماعیہ کے تحفظ کی حتی الامکان سعی فرمائی۔ (تسکین الصدور ص ۳۰)

۳۰۹...... جب حیات انبیاء علیہم السلام کے مسئلہ میں اختلاف نے شدت پکڑی تو حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ نے اپنے لیٹر پیڈ پر اپنا اور خانقاہ سراجیہ کا عقیدہ اپنے قلم سے تحریر فرمایا اور اس کو چھپوا کر تقسیم کیا گیا۔ لفظ بہ لفظ وہ خط ملاحظہ کیجئے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ

مکرمی ملک حاکم خان صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ قرونِ اولیٰ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک جمیع علمائے کرام کا اجماعی طور پر حیات النبی ﷺ کے متعلق جو عقیدہ ہے وہ یہ ہے کہ حضرت اقدس نبی کریم ﷺ اور سب انبیاء علیہم السلام وفات کے بعد اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے ابدانِ مقدسہ بعینہا محفوظ ہیں اور جسد عنصری کے ساتھ عالم برزخ میں اُن کو حیات حاصل ہے اور حیات دنیوی کے مماثل ہے صرف یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے وہ مکلف نہیں ہیں، روضۂ اقدس پر جو درود شریف پڑھے وہ بلا واسطہ سنتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں، حضرات دیوبند کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ اب جو اس مسلک کے خلاف کرے اتنی بات یقینی ہے کہ اس کا اکابر دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں ہے جو شخص اکابر دیوبند کے مسلک کے خلاف رات دن تقریریں بھی کرے اور اپنے آپ کو دیوبندی بھی کہے۔ یہ بات کم از کم ہمیں تو سمجھ نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم اور اکابر دیوبند کے مسلک پر صحیح پابند بنا کر استقامت نصیب فرمائے۔ آمین! فقیر خان محمد عفی عنہ۔ خانقاہ سراجیہ۔

ناشر: مولانا قاری محمد اقبال، مہتمم الجامعۃ الحسینیہ صنم آباد، آدھیاں روڈ، شاہدرہ لاہور۔ فون: 0300466250

عقیدہ مجاہد اسلام حضرت مفتی حمید اللہ جان رحمۃ اللہ علیہ، لاہور (م ۱۴۳۸ھ)

۳۱۰..... مجاہد اسلام حضرت مفتی حمید اللہ جان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات فی القبر اور سماع عند القبر کا عقیدہ اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک اجماعی ہے اور اس کے خلاف عقیدہ رکھنے والا بدعتی اور اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج ہے۔ اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے اور بچوں کو اس کے پاس تعلیم دلوانا بھی جائز نہیں۔ کیوں کہ وہ اُن کو یہی عقیدہ سکھائے گا اور گمراہ کرے گا۔ (ارشاد المفتین ج ۱ ص ۱۳۱)

۳۱۱..... حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: اس عقیدے کا انکاری شخص بدعتی اور فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (ارشاد المفتین ج ۱ ص ۱۰۴)

عقیدہ حضرت مفتی سعید احمد پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ (شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند) (م ۱۴۴۱ھ)

۳۱۲..... جاننا چاہئے کہ موت کے بعد انبیاء کی حیات اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک اجماعی اور قطعی ہے، اس کا جو منکر ہے وہ اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج ہے، جیسے عذاب قبر تواتر معنوی سے ثابت ہے اور قطعی ہے، جو اس کا منکر ہے وہ اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج ہے، مگر یہ دونوں عقیدے اجمالی ہیں، ان کی (کیفیت کی) تفصیل میں اختلاف ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اپنے اکابرین میں سے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مدنی قدس سرہما موت کے بعد انبیاء کی حیات کو دنیا کی حیات کی طرح مانتے تھے اور حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ برزخی حیات مانتے تھے۔ (یہاں حاشیہ میں کفایت المفتی کے حوالہ سے لکھا ہے: ''انبیائے کرام علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں، مگر ان کی زندگی دنیاوی زندگی نہیں ہے، بلکہ برزخی اور تمام دوسرے لوگوں کی زندگی سے ممتاز ہے۔'') اور دونوں نظریوں میں فرق یہ ہے کہ دنیا کی حیات منقطع ہوئی یا نہیں؟ پہلی جماعت کے نزدیک منقطع نہیں ہوئی اور دوسری جماعت کے نزدیک منقطع ہو گئی...... (مولانا پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے استاذ علامہ محمد ابراہیم صاحب بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ سابق صدر المدرسین دار العلوم دیوبند کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ) حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: لالٹین بجھانے کی تین صورتیں ہیں۔ ایک: لالٹین گل کر دی، بالکل بجھا دی۔ دوم: لالٹین مدہم کر دی، کمرے میں روشنی بالکل نہ رہی، مگر فی نفسہ جل رہی ہے۔ سوم: ساتھیوں کی طرف موٹا گتا لگا دیا کہ ادھر سے روشنی منقطع ہو گئی اور پڑھنے والا پڑھتا رہا۔ فرمایا: اوّل عام مؤمنین اور عام انسانوں کی موت ہے اور دوم شہداء کی اور سوم انبیائے کرام کی۔ ان کی حیات کے آثار دنیا سے برزخ کی طرف پھیر دیئے جاتے ہیں، لیکن (دنیاوی) حیات بحالہ باقی رہتا ہے۔ پس دنیا کی طرف اُس کا رخ نہیں رہتا، اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کوئی اُن کی زیارت کرتے تو وہ صحابی نہیں ہوگا...... (حضرت پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں) میں نے پوچھا حضرت! اس کی کیا دلیل ہے کہ انبیاء کی حیات موت کے بعد بھی بحالہ باقی رہتی ہے۔ حضرت نے فرمایا: روح کا بدن سے تدبیری تعلق (یعنی تعلق حیات) ہے، جیسے بادشاہ کا ملک سے تدبیری تعلق ہے، جب تک روح بدن میں رہتی ہے بدن کو تین امتناعات حاصل ہوتے ہیں، امتناع تخریب، امتناع تزویج اور امتناع توریث، جب تک انسان زندہ ہے چاہے بیہوش ہو اُس کا بدن گلتا سڑتا نہیں۔ اُس کی بیوی سے کوئی نکاح نہیں کر سکتا اور اس کے مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ انبیائے کرام کی موت کے بعد بھی یہ تینوں امتناعات حاصل ہیں۔ روایات میں ہے

کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے اجسام کو حرام کر دیا ہے۔ مٹی انبیاء کے اجسام کو کھاتی نہیں اور انبیاء کی ازواج سے اُن کی وفات کے بعد بھی کوئی نکاح نہیں کر سکتا اور انبیاء کے چھوڑے ہوئے مال میں میراث جاری نہیں ہوتی یہ تینوں امتناعات دلیل ہیں کہ روح کا بدن سے تدبیری تعلق باقی ہے۔ (تحفۃ القاری ج ۷ ص ۱۹۸، ۱۹۹)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ علمائے دیو بند کے دونوں فریق اس پر متفق ہیں کہ قبور میں انبیائے علیہم السلام کے جو اجساد عنصریہ ہیں اُن میں حیات ہے، لیکن پہلے فریق کے نزدیک وہی دنیا والی حیات ہے جس کا دنیا سے رُخ ہٹا کر برزخ کی طرف پھیر دیا جاتا ہے، اسی لئے اُن میں زیر پردہ مخفی حیات باقی رہتی ہے، منقطع نہیں ہوتی، حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی موت استتار حیات کے ساتھ ہے، انقطاع حیات کے ساتھ نہیں۔ جب کہ دوسرے فریق کے نزدیک ایک مرتبہ موت سے دنیاوی حیات منقطع ہو جاتی ہے اور برزخ میں نئے سرے سے اجساد عنصریہ میں حیات پیدا کی جاتی ہے۔ اس لئے وہ اس کو حیات برزخی کہتے ہیں۔ علمائے دیو بند میں سے اس کا کوئی بھی قائل نہیں کہ: ”قبور میں انبیاء علیہم السلام کے اجساد مبارکہ بغیر حیات کے اور بغیر عقل و شعور کے ہیں اور صرف اعلیٰ علیین میں ان کی ارواح جو مثالی بدنوں میں ہیں ان کو وہاں زندگی حاصل ہے اور وہی برزخی زندگی ہے۔“ المہند علی المفند میں دنیویۃ لا برزخیۃ میں برزخیہ کے اسی معنی کی نفی ہے اور یہ تیسرا طبقہ ارضی قبور میں انبیاء علیہم السلام کے اجساد عنصریہ کو محفوظ مانتے ہیں اور وہ اسی کو حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں۔ لیکن علمائے دیو بند کے مندرجہ بالا دونوں فریق اجساد عنصریہ میں جس حیات کے قائل ہیں۔ یہ تیسرا طبقہ اس کا انکار کرتا ہے، اسی لئے ان کو منکرین حیات کہا جاتا ہے۔

شیخ الحدیث علامہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ، جامعہ امینیہ دہلی

۳۱۳...... الحاصل حیات انبیاء فی القبور کا عقیدہ ایک اجماعی عقیدہ ہے۔ اس کا انکار اجماع کا انکار ہے اور سخت بدعت اعتقادی کا ارتکاب ہے۔ محمد عبدالغنی غفرلہ، مدرسہ امینیہ دہلی، ۱۹۵۹ء۔ (مقام حیات ص ۶۹۹)

متفقہ اعلانات

اکابرین دیو بند اور اسلامی ممالک کے علماء کا متفقہ اعلان نمبر ا (المہند علی المفند)

۳۱۴...... پس منظر: آزادی ہند کی تحریک زوروں پر تھی۔ علمائے دیو بند پوری قوت ایمانی، غیرت اسلامی کے ساتھ پر جوش اور پر عزم قائدانہ کردار ادا کر رہے تھے کہ احمد رضا خان صاحب نے اکابر دیو بند کی کتابوں سے قطع و برید کر کے ان جبال علم قدسی صفات کی طرف غلط عقائد منسوب کئے اور اس کذب و دجل کی بنیاد پر علمائے حرمین سے فتویٰ حاصل کر کے ہندوستان میں حسام الحرمین کے نام سے چھاپ کر عام کر دیا اور بڑی ہوشیاری سے عشق مصطفی کے نام پر تحریک آزادی کے رخ کو مذہبی اختلافات اور فرقہ واریت کی طرف پھیر دیا اور مجاہدین آزادی کے بارے میں نفرت پھیلانے کی بھر پور کوشش کی۔ اگر چہ فرنگی اپنے مکروہ مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا۔ تحریک آزادی پر وان چڑھی اور ہندوستان آزاد ہو گیا مگر ملتِ اسلامیہ کے اتحاد کی آہنی دیوار، بنیان مرصوص، میں ہمیشہ کے لئے شگاف پڑ گیا۔ امت محمدیہ کا معتد بہ حصہ دیو بندی اور بریلوی کے عنوان سے دو حصوں میں بٹ گیا اور بٹ کر نفاذ شریعت کے مسئلہ میں اچھی طرح پٹ گیا، پٹ رہا ہے اور نہ جانے کب تک پٹتا رہے گا۔ الا یہ کہ احمد رضا خان کی

اس کارستانی سے پہلے والی حالت کی طرح پھر متحد ہو جائیں۔

جب احمد رضا خان کی اس کاروائی سے ملت اسلامیہ کا شیرازہ بکھر گیا اور اتحاد پارہ پارہ ہو گیا تو علمائے حرمین نے اس نقصان کے تدارک کے لئے دو اقدام کئے۔ (۱) خود احمد رضا خان کے عقائد کی تحقیق کر کے اس کی تردید میں غایۃ المامول کے نام سے ایک کتاب لکھی گئی۔ (۲) اہل السنت والجماعت علمائے دیوبند کے عقائد کی توضیح وتشریح کے لئے چھبیس (۲۶) سوالات پر مشتمل ایک سوال نامہ دارالعلوم دیوبند روانہ کیا۔ محدث اعظم حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ نے علمائے دیوبند کے نمائندہ وترجمان کی حیثیت سے ان کے جوابات تحریر کئے جس پر اکابر علمائے دیوبند نے تصدیقی دستخط اور مہریں ثبت کر دیں۔ یہ جوابات جب حرمین شریفین کے علمی حلقوں میں پہنچے تو ان حلقوں کے اکابرین نے ان کی مکمل تائید کی، علمائے دیوبند کے عقائد کو عین اہل السنت والجماعت کے عقائد قرار دیا اور ان کے خلاف عقیدہ رکھنا اہل السنت والجماعت سے خروج کا مترادف قرار دیا اور اس مجموعہ جوابات پر اپنی تصدیقات تحریر فرمائیں۔ اس دستاویز کو المہند علی المفند کے نام سے ہندوستان میں شائع کیا گیا۔ اس کا پانچواں سوال وجواب جو مسئلہ حیات النبی ﷺ سے متعلق ہے مع تصدیقات ملاحظہ فرمائیں۔

السوال الخامس: ماقولكم في حيوة النبي عليه الصلوة والسلام في قبره الشريف هل ذالك امر مخصوص به ام مثل سائر المؤمنين رحمة الله عليهم حيوته برزخية. الجواب: عندنا وعند مشائخنا حضرة الرسالة ﷺ حي في قبره الشريف وحيوته ﷺ دنيوية من غير تكليف وهي مختصة به ﷺ وبجميع الانبياء صلوات الله عليهم والشهداء لابرزخية كما هي حاصلة لسائر المؤمنين بل لجميع الناس كما نص عليه العلامة السيوطي في رسالته انباء الاذكياء بحيوة الانبياء حيث قال قال الشيخ تقي الدين السبكي حيوة الانبياء والشهداء في القبر كحيوتهم في الدنيا ويشهد له صلوة موسى عليه السلام في قبره فان الصلوة تستدعي جسدا حيا الى آخر ما قال فثبت بهذا ان حيوته دنيوية برزخية لكونها في عالم البرزخ ولشيخنا شمس الاسلام والدين محمد قاسم (قاسم العلوم على المستفيدين) قدس سره العزيز في هذا المبحث رسالة مستقلة دقيقة المأخذ بديعة المسلك لم ير مثلها قد طبعت وشاعت في الناس واسمها آب حيات اي ماء الحيوة.

ترجمہ: پانچواں سوال: کیا فرماتے ہو جناب رسول اللہ ﷺ کی قبر میں حیات کے متعلق کہ کوئی خاص حیات آپ کو حاصل ہے یا عام مسلمانوں کی طرح (محض) برزخی حیات ہے؟

جواب: ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک جناب رسالت مآب ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت ﷺ اور انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ، (محض) برزخی نہیں جو حاصل ہے تمام مسلمانوں کو بلکہ سب لوگوں کو۔ چنانچہ علامہ سیوطی نے اپنے رسالہ انباء الاذکیاء بحیوۃ الانبیاء میں صراحتاً لکھا ہے کہ علامہ تقی الدین سبکی نے فرمایا ہے کہ انبیاء وشہداء کی قبر میں حیات ایسی ہے جیسی دنیا میں تھی اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے کیوں کہ نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے۔ الخ۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کی حیات دنیوی ہے اور اس لحاظ سے برزخی ہے کہ عالم برزخ میں ہے، اور ہمارے شیخ مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہ العزیز کا اس مبحث میں ایک مستقل رسالہ ہے جس کے

دلائل دقیق ہیں، اسلوب عجیب ہے اور بے مثال ہے، وہ طبع ہو کر لوگوں میں شائع وذائع ہے، اس کا نام آب حیات ہے یعنی زندگی کا پانی۔ (المہند ص ۱۲۲ مطبوعہ کراچی)

تصدیقات اکابرین دیوبند

(۱) قدوۃ العلماء والمحدثین شیخ محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ (۲) حضرت مولانا میر احمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ امروہوی (۳) حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ مفتی دار العلوم دیوبند (۴) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (۵) حضرت مولانا الحاج شاہ عبد الرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ رائے پوری خلیفہ مجاز حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (۶) حضرت مولانا الحاج حکیم محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ (۷) حضرت مولانا الحاج قدرت اللہ صاحب شیخ الحدیث مراد آباد (۸) حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب دیوبندی قدس سرہ (۹) حضرت مولانا محمد احمد صاحب ابن حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۰) حضرت مولانا الحاج غلام رسول صاحب مدرس اعلیٰ دار العلوم دیوبند (۱۱) حضرت مولانا محمد بن افضل المعروف سہول صاحب مدرس اعلیٰ دار العلوم دیوبند (۱۲) حضرت مولانا عبد الصمد صاحب بجنوری مدرس اعلیٰ دار العلوم دیوبند (۱۳) حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب دہلوی (۱۴) حضرت مولانا الحاج ریاض الدین صاحب مدرسہ عالیہ میرٹھ (۱۵) مفتی اعظم دیار ہند حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ (۱۶) حضرت مولانا ضیاء الحق صاحب مدرس اعلیٰ مدرسہ امینیہ دہلی (۱۷) حضرت مولانا محمد قاسم صاحب مدرس مدرسہ امینیہ دہلی (۱۸) حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی میرٹھی (۱۹) حضرت مولانا سراج احمد صاحب میرٹھی (۲۰) حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب مدرس اعلیٰ مدرسہ اسلامیہ میرٹھ (۲۱) حضرت مولانا الحاج محمد مسعود احمد ابن حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (۲۲) استاذ العلماء حضرت مولانا محمد یحییٰ سہارنپوری مدرس اعلیٰ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور (۲۳) حضرت مولانا الحاج محمد کفایت اللہ سہارنپوری مدرس اعلیٰ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور۔

تصدیقات علماء مکہ مکرمہ

(۱) الشیخ محمد سعید بن محمد باصبیل مفتی الشافعیہ شیخ العلماء مکہ مکرمہ وخطیب المسجد الحرام۔ (۲) الشیخ احمد رشید خان نواب المکی الحنفی۔ (۳) الشیخ محب الدین حنفی۔ (۴) الشیخ محمد صدیق افغانی مہاجر مکی۔ (۵) الشیخ محمد عابد مفتی المالکیہ۔ (۶) الشیخ محمد علی بن حسین مالکی مدرس حرم شریف۔۔۔۔

تصدیقات علماء مدینہ منورہ

(۱) الشیخ سید احمد برزنجی شافعی مفتی آستانہ نبویہ۔ (۲) الشیخ ملا محمد خان مدرس حرم نبوی۔ (۳) الشیخ رسوحی عمر مدرسۃ الشفاء۔ (۴) الشیخ خلیل بن ابراہیم مدرس حرم نبوی۔ (۵) الشیخ محمد العزیز الغدیر مدرس حرم نبوی۔ (۶) الشیخ سید احمد الجزائری شیخ المالکیہ۔ (۷) الشیخ عمر بن حمدان الحرسی مدرس حرم نبوی۔ (۸) الشیخ محمد زکی برزنجی مدرس حرم نبوی۔ (۹) الشیخ محمد السوسی الخیاری مدرس حرم نبوی۔ (۱۰) الشیخ احمد بن المامون البلغیثی من مشاہیر علماء العرب۔ (۱۱) الشیخ محمد توفیق مدرس وخطیب جامع السروجی دمشق۔ (۱۲) الشیخ موسیٰ کاظم بن محمد مدرس باب السلام۔ (۱۳) الشیخ احمد معصوم مدرس حرم نبوی۔ (۱۴) الشیخ احمد بن محمد خیر الحاج العباسی مدرس حرم نبوی۔ (۱۵) الشیخ عبد اللہ القادر بن محمد بن سودہ علماء

العرب۔ (۱۶) الشیخ محمد منصور بن النعمان مدرس حرم نبوی۔ (۱۷) الشیخ ملا عبد الرحمان مدرس حرم نبوی۔ (۱۸) الشیخ یٰسین الشہیر بالفراء الدمشقی مدرس حرم نبوی۔ (۱۹) الشیخ محمود عبد الجواد مدرس حرم نبوی۔ (۲۰) الشیخ احمد البساطی مدرس حرم نبوی۔ (۲۱) الشیخ محمد حسن السندھی مدرس حرم نبوی۔ (۲۲) الشیخ احمد بن محمد خیرا الشنقیطی مالکی۔۔۔۔

تصدیقات علماء الجامع الازہر (مصر)

(۱) الشیخ سلیم البشری شیخ الجامع الزہر مصر۔ (۲) الشیخ محمد ابراہیم القایانی جامع ازہر مصر۔ (۳) الشیخ سلیمان العبد مدرس اعلیٰ جامع ازہر مصر۔

تصدیقات علماء دمشق (شام)

(۱) الشیخ السید محمد ابوالخیر معروف بابن عابدین حسینی نقشبندی دمشقی نواسہ ابن عابدین مؤلف فتاوی شامی (ردالمختار) (۲) الشیخ مصطفی بن احمد شطی حنبلی۔ (۳) الشیخ محمود رشید عطار تلمیذ شیخ بدرالدین محدث شامی۔ (۴) الشیخ محمد بوشی حموی فاضل جامع ازہر مدرس وامام جامع مدفن شام۔ (۵) الشیخ محمد سعید حموی۔ (۶) الشیخ علی محمد دلال حموی۔ (۷) الشیخ محمد ادیب جورانی مدرس جامع مسجد سلطانہ شام۔ (۸) الشیخ عبدالقادر۔ (۹) الشیخ محمد سعید حنفی لطفی۔ (۱۰) الشیخ فارس بن احمد شققہ حموی۔ (۱۱) الشیخ مصطفی حداد۔ (المہند طبع کراچی ص ۲۷۰ تا ۳۲۶)

اکابرین دیوبند کا متفقہ اعلان نمبر ۲ (بیانِ عشرِیّہ)

۳۱۵...... پس منظر: جامعہ خیر المدارس کے سالانہ جلسہ کے موقع پر مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب نے مسلک دیوبند سے جدا اپنے مخصوص نظریات کے مطابق تقریر کی۔ قبر شریف میں رسول اللہ ﷺ کی ممات پر زور دیا۔ اسی جلسہ میں حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم جامعہ خیر المدارس نے مسلک دیوبند کی علمی انداز میں مدلل وضاحت کرتے ہوئے حضور ﷺ کی حیات فی القبر کو ثابت کیا اور عقیدہ ممات فی القبر کی تردید کی۔ عنایت اللہ شاہ صاحب اور ان کے ہمنوا لوگ مسلک دیوبند کے برعکس حیات النبی ﷺ کی تردید اور ممات النبی ﷺ کے اثبات کو توحید کی بنیاد قرار دے کر سارا زور علم اسی پر صرف کرنے لگے۔ حتیٰ کہ اس کو عوامی مسئلہ بنا دیا۔ پھر ستم بالائے ستم یہ کہ وہ اپنی اس منفرد تحقیق وضلالت کو مسلک دیوبند قرار دیتے اور اپنے آپ کو مسلک دیوبند کا نمائندہ وترجمان گردانتے، اس لئے علمائے دیوبند کے مسلک کو واضح کرنے کے لئے دس اکابرین دیوبند کے دستخطوں سے یہ متفقہ بیان جاری کیا گیا جس میں واضح کردیا گیا کہ جو لوگ حضور اکرم ﷺ کی حیات فی القبر کے منکر ہیں ان کا مسلک دیوبند سے کوئی واسطہ نہیں یعنی ان کو دیوبندی نہ سمجھا جائے۔ وہ متفقہ بیان یہ ہے:

حضرت اقدس نبی کریم ﷺ اور سب انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں اکابر دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے ابدان مقدسہ بعینہا محفوظ ہیں اور جسد عنصری کے ساتھ عالم برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے اور حیات دنیوی کے مماثل ہے۔ صرف یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے مکلف نہیں ہیں لیکن وہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور روضۂ اقدس میں جو درود پڑھا جاوے بلاواسطہ سنتے ہیں اور یہی جمہور محدثین اور متکلمین اہل السنت والجماعت کا مسلک ہے۔ اکابر دیوبند کے مختلف رسائل میں یہ تصریحات موجود ہیں۔ حضرت

مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تو مستقل تصنیف حیات انبیاء پر '' آب حیات '' کے نام سے موجود ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب جو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد خلفاء میں سے ہیں، ان کا رسالہ المہند علی المفند بھی اہل انصاف اور اہل بصیرت کے لئے کافی ہے۔ اب جو اس مسلک کے خلاف دعویٰ کرے اتنی بات یقینی ہے کہ ان کا اکابر دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں۔

(۱) مولانا محمد یوسف بنوری عفااللہ عنہ (۲) مولانا عبدالحق عفی عنہ مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک (۳) مولانا محمد صادق عفااللہ عنہ سابق ناظم محکمہ امور مذہبیہ بہاولپور (۴) مولانا ظفر احمد عثمانی عفااللہ عنہ (۵) مولانا شمس الحق عفااللہ عنہ صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان (۶) مولانا رسول خان عفااللہ عنہ جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور (۷) مولانا مفتی محمد حسن مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور (۸) مولانا محمد ادریس کان اللہ لہ شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور (۹) مولانا مفتی محمد شفیع عفااللہ عنہ مہتمم دارالعلوم کراچی (۱۰) مولانا احمد علی عفی عنہ امیر نظام العلماء و امیر خدام الدین لاہور۔ (ماہنامہ پیام مشرق لاہور ج ۳، شمارہ ۴، ربیع الاول ۱۳۸۰ھ ستمبر ۱۹۶۰ء بحوالہ تسکین الصدور ص ۳)

اکابرین دیوبند کا متفقہ اعلان نمبر ۳ (معاہدۂ راولپنڈی)

۳۱۶...... پس منظر: اس اختلاف کی گتھی کو سلجھانے کے لئے حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ثالثی تجویز ہوئی جس کو فریقین نے بصد خوشی قبول کیا۔ باقاعدہ ثالثی نامہ تحریر ہوا جس میں ان ہر دو حضرات کو حکم تسلیم کیا گیا۔ ان کے فیصلہ کو تسلیم کرنے کا عہد کیا گیا۔ نیز یہ کہ ثالثی فیصلہ کے لئے ۱۷، ۱۸ رجنوری ۱۹۶۲ء کو ہر دو فریق سکھر میں جمع ہوں گے یہاں پر فیصلہ ہوگا۔ اس ثالثی نامہ پر مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ، مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عنایت اللہ شاہ گجراتی نے دستخط کئے۔ مولانا محمد علی جالندھری کے وارنٹ گرفتاری کی وجہ سے سکھر میں اجتماع نہ ہوسکا۔ اس اثناء میں دونوں ثالثوں نے فریقین کو ایک خط لکھا کہ آپ حضرات مجلس فیصلہ سے قبل اپنا دعویٰ اور دلائل تحریر کر کے اس کی دو کاپیاں ہمیں بھیج دیں ہم ایک کاپی اپنے پاس رکھیں گے۔ دوسری کاپی فریق ثانی کو دیں گے تاکہ زبانی بحث اور مناظرہ کے وقت ان تحریروں سے فیصلہ کرنے میں مدد لی جاسکے۔ مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ نے وہ تحریر بھیج دی لیکن مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب نے تحریر دینے سے انکار کر کے نئی تجویز پیش کی کہ سکھر کی بجائے گجرات میں عوامی مناظرہ ہو اور علماء حضرات کے بجائے خود عوام فیصلہ کریں۔ انہی ایام میں حکیم الاسلام حضرت العلامہ مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۲۶ راپریل ۱۹۶۲ء کو پاکستان تشریف لائے۔ نئے سرے سے مصالحت کی کوشش کا آغاز ہوا۔ خط و کتابت نیز بالمشافہ گفت و شنید کے بعد ۲۲ رجون ۱۹۶۲ء بروز جمعۃ المبارک راولپنڈی میں مجلس صلح کا انعقاد طے ہوا۔ چنانچہ مقررہ تاریخ پر حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد شفیع صاحب سرگودھوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا غلام اللہ خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ناظم اعلیٰ جمعیۃ اشاعت التوحید والسنۃ، حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ صدر جمعیۃ اشاعت التوحید والسنۃ اور حضرت مولانا مفتی عبدالرشید صاحب مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن۔ راولپنڈی میں حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قیامگاہ مدرسہ حنفیہ عثمانیہ ورکشاپی محلہ میں جمع ہوئے، اس

مبارک مجلس میں متفق قدر مشترک جس پر فریقین نے دستخط کئے یہ طے ہوا۔

"وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں یہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضۂ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔"

محمد طیب حال وارد راولپنڈی ۲۲ / جون ۱۹۶۲ء

محمد علی جالندھری۔ لاشئی غلام اللہ۔ نور محمد خطیب جامع مسجد قلعہ دیدار سنگھ ۸ / ۱ محرم ۱۳۸۲ھ

چونکہ جناب مولانا قاضی شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب اس اجلاس موجود نہ تھے اس لئے اس معاہدہ کو مستحکم و یقینی بنانے کے لئے حضرت قاضی صاحب کے متعلق جو فیصلہ ہوا اور حضرت شاہ صاحب کے متعلق جو الگ تحریر لکھی گئی وہ ذیل میں ملاحظہ فرماویں۔ حضرت قاری محمد طیب صاحب خود لکھتے ہیں۔

اس مختصر عبارت کی کافی تفصیل چونکہ قاضی شمس الدین (برادر خورد مولانا قاضی نور محمد صاحب) اپنے مکتوب میں لکھ کر مولانا محمد علی جالندھری کے پاس بھیج چکے تھے۔ اس لئے یہ عبارت بالا اُن کی مسلمہ ہے۔ بنا بریں اس عبارت پر ان کے دستخط کرانے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی، عبارت بالا کو ان کا مسلمہ سمجھا جائے۔ چونکہ اس موقع پر مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری بوجہ علالت راولپنڈی تشریف نہ لا سکے۔ اس لئے احقر کے عرض کرنے پر اور مسودہ پیش کرنے پر حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب اور مولانا غلام اللہ خاں صاحب نے ان کے بارے میں حسب ذیل تحریر دستخط کر کے بندہ کو عنایت فرمائی جس کا متن بلفظہ حسب ذیل ہے:

ہم (مولانا قاضی نور محمد صاحب اور مولانا غلام اللہ خان صاحب) اس کی پوری کوشش کریں گے کہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب سے بھی اس تحریر (مندرجہ بالا) پر دستخط کرائیں جس پر ہم نے دستخط کئے ہیں۔ اگر ممدوح اس پر دستخط نہ کریں گے تو ہم مسئلہ حیات النبی ﷺ میں اس تحریر کی حد تک ان سے براءت کا اعلان کر دیں گے۔ نیز اپنے جلسوں میں ان سے مسئلہ حیات النبی ﷺ پر تقریر نہ کرائیں گے اور اگر اس مسئلہ میں وہ کوئی مناظرہ وغیرہ کریں گے تو ہم اس بارے میں ان کو مدد نہ دیں گے۔ نور محمد خطیب قلعہ دیدار سنگھ۔ لاشئی غلام اللہ خان (۲۲ / جون ۱۹۶۲ء)

(ماہنامہ دارالعلوم دیوبند ستمبر ۱۹۶۲ء ص ۱۱ تا ۱۶، ماہنامہ تعلیم القرآن اگست ۱۹۶۲ء)

چونکہ اس فیصلہ کے صرف دو دن بعد ۲۵ / جون ۱۹۶۲ء کو جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے صدر دنیا سے رحلت فرما گئے تھے، اس لئے ۲۲ / جولائی ۱۹۶۲ء کو جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کا خصوصی اجلاس حضرت مولانا خدا بخش صاحب سجادہ نشین حضرو کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اس میں قاضی صاحب مرحوم ومغفور کی جگہ مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب کو صدر منتخب کیا گیا۔ جمعیت کے اس نمائندہ اجتماع میں ۸۴ علماء کرام کو مختلف اضلاع سے دعوت دی گئی۔ اس میں معاہدہ راولپنڈی کی توثیق کے لئے جو قرارداد منظور کی گئی اس کا متن حسب ذیل ہے۔

(۳) جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ کا یہ اجتماع اس بات کا فیصلہ کرتا ہے اور اپنی تمام جماعت کو اس کی پابندی کرنے کی درخواست کرتا ہے کہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کی تجویز کردہ عبارت پر فریقین کے درمیان جو صلح ہوئی ہے اسے قائم رکھا جائے اور ہرگز توڑا نہ جائے (مگر یہ کہ فریق ثانی صلح کے خلاف کسی قسم کا اقدام کرے) ہماری جماعت جس طرح پہلے متحد ہو کر اشاعت التوحید والسنہ کا کام کر رہی ہے اسی طرح کرتی رہے گی۔

(ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ص ۵۳، ماہ اگست ۱۹۶۲ء بحوالہ حیات انبیاء کرام علیہم السلام مؤلفہ مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی مدظلہم)

۲۲ر جون ۱۹۶۲ء کو معاہدہ صلح ہوا جس میں دو تحریر لکھی گئیں ایک مسئلہ حیات کے بارے میں۔ دوسری سید عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی کے بارے میں۔ چونکہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب نے مشترک تحریر پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا تھا تو اب دوسری تحریر کے مطابق ان سے براءۃ کا اعلان کرنا چاہئے تھا، مگر ہوا یہ کہ ۷ر جولائی ۱۹۶۲ء کو مولانا غلام اللہ خان صاحب اور مولانا قاضی شمس الدین صاحب وغیرہ اور حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نے روانگی کے دن یعنی ۸ر جولائی کو اس دوسری تحریر (جو سید عنایت اللہ شاہ صاحب کے متعلق تھی) کو کالعدم قرار دے دیا۔ اس سلسلہ میں حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام درج ذیل مکتوب لکھا۔

بملاحظہ گرامی حضرت المخدوم مولانا خیر محمد صاحب مدفیوضہم

سلام مسنون! آنکہ عرض ہے، مسئلہ حیات النبی ﷺ کے سلسلہ میں راولپنڈی میں مصالحت ہوئی تو اس میں دو تحریریں مرتب ہوئی تھیں جس پر فریقین کے ذمہ داروں کے دستخط ہوئے تھے ایک تحریر نفس مسئلہ اور اس کے قدر مشترک کے بارہ میں تھی اور دوسری مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب کے بارہ میں۔ اس دوسری تحریر کے سلسلہ میں کچھ پیچیدگیاں پیدا ہوگئی ہیں اور اندازہ یہ کیا جارہا ہے کہ اس میں توازن باقی نہیں رہتا اور بہت ممکن ہے کہ عملی میدان میں اس کی پابندی دشوار ہوجائے اور اس سے معاہدہ شکنی کا کسی فریق پر الزام آئے۔ اس لئے احقر کے خیال میں مناسب یہ ہے کہ آں محترم ہر دو جانب کے حضرات کو جمع کر کے اس دوسری تحریر کی بجائے ایسا عملی معاہدہ قلمبند کر دیں جس سے یہ مصالحت بھی برقرار رہے اور کوئی ایک فریق پابند اور مقید ہو کر نہ رہ جائے۔ آپ کی سرکردگی میں اگر فریقین اس (دوسری) تحریر کو جو عمل کے دائرہ کی ہے ختم کر کے دوسری تحریر مرتب کریں تو بندہ کو کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ بلکہ جب تک دوسری تحریر مرتب نہ ہو احقر کی رائے میں اس تحریر ثانی کو کالعدم تصور کیا جائے اور اس لئے جدید تحریر مرتب کرانے میں امکانی حد تک عجلت سے کام لیا جائے۔ والسلام!

محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند: ۸ر جولائی ۱۹۶۲ء

ازاں بعد ۱۳ر جولائی ۱۹۶۲ء کو خیر المدارس ملتان میں فریقین کے پانچ پانچ حضرات کو جمع کیا گیا اور مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب سے متعلق دوسری تحریر جس میں پہلی تحریر پر دستخط نہ کرنے کی صورت میں ان سے برأت اور عدم تعاون کی شرط تھی اور اس کو خود قاری صاحب نے ۸ر جولائی کو کالعدم کر دیا تھا، اس کی جگہ اب صرف فریقین پر یہ پابندی لگائی گئی کہ وہ مسئلہ حیات کو طلبہ اور عوام کے سامنے بیان نہیں کریں گے۔ لیکن نفس مسئلہ سے متعلق مشترک پہلی تحریر اسی طرح قائم رہی اور اس کی بنیاد پر معاہدہ بھی قائم رہا۔ اس لئے ۸ر جولائی کو حضرت قاری صاحب کی دوسری تحریر کو کالعدم قرار دینے کے باوجود ۲۲ر جولائی کو جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنہ کے اجلاس میں توثیق کی گئی۔ لیکن مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب جو اس قدر مشترک تحریر پر دستخط کرنے سے انکار کر چکے تھے انہوں نے اپنا اختلاف قائم رکھا، بلکہ ۱۳ر جولائی ۱۹۶۲ء کو ملتان کے اجلاس میں کچھ ایسی تلخی اور ناگفتہ بہ صورت پیش آئی کہ اس سے مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب کے تیز و تند مزاج میں اور شدت پیدا ہوگئی اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی حیات فی القبر اور سماع عند القبر کے ابطال اور ممات و عدم سماع کے اثبات کو توحید کی عظیم خدمت خیال کر کے اس کو اپنی تقاریر کا موضوع بنالیا اور تمام مشرکین والی آیات قائلین حیات و سماع پر چسپاں ہونے لگیں۔

چنانچہ مولانا سرفراز خان صاحب صفدر زیدہ مجدہٗ لکھتے ہیں راقم اثیم بھی پہلے جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنہ کی مجلس عاملہ کا رکن تھا جناب شاہ صاحب بخاری گجراتی کے غلو کی وجہ سے الگ ہوا۔ (تسکین الصدور ص ۴۴)

علماء دیو بند کا متفقہ اعلان نمبر ۴ (تسکین الصدور)

۳۱۷..... پس منظر: حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی کو بدقسمتی سے علامہ احمد سعید چتروڑگڑھی اور جناب علامہ محمد حسین نیلوی جیسے شدت پسند اور فتوی باز کارکن بھی مل گئے جنہوں نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ یہ لوگ زبان سے حنفیت دیوبندیت کے بلند بانگ دعوے کرتے لیکن دل، دماغ اور عقل کے اعتبار سے غیر مقلدین سے بھی چار قدم آگے بڑھ کر انہوں نے قائلین حیات وسماع پر کفر وشرک کے فتوے لگائے۔ ان کے ذبیحہ تک کو حرام کہا اور دعویٰ کیا کہ ہمارے پاس اللہ کا قرآن ہے، ان کے پاس بزرگوں کے اقوال۔ ہمارے پاس روایات ہیں اور ان کے پاس خوابات ہیں۔ اس سے طلبہ اور عوام میں پریشانی کی کیفیت پیدا ہوگئی۔ لوگ شش و پنج میں پڑ گئے۔ غرضیکہ ان لوگوں نے دیوبندی بن کر دیوبندیت کے خلاف ذہن بنانا اور زہر اگلنا شروع کر دیا اور غیر مقلدین کی طرح یہ سب کچھ قرآن وحدیث کے نام پر کر رہے تھے۔ حتیٰ کہ طلبہ اور عوام میں اکابرین دیوبند اور سلف صالحین سے بے اعتادی بلکہ بدظنی کا ذہن پیدا ہونا شروع ہوگیا اور اسلاف پر بداعتادی اور سوء ظنی تمام اعتقادی وعملی بدعات اور گمراہیوں کی جڑ ہے۔ ان حالات میں حضرات علماء کرام کی ذمہ دار جماعت جمعیۃ علماء اسلام کا مرکزی اجلاس ۲ ربیع الاوّل ۱۳۸۲ھ/ مطابق ۴راگست ۱۹۶۲ء لاہور میں منعقد ہوا۔ ملک بھر سے سینکڑوں ذمہ دار علماء کرام تشریف لائے۔ اس اجلاس میں حیات انبیاء علیہم السلام، سماع عند القبر وغیرہ مسائل پر بھی غور کیا گیا۔ بالاتفاق طے ہوا کہ ان مسائل کی ترتیب و تدوین اور ان کے باحوالہ مدلل ومبرھن کرنے کے لئے ایک کمیٹی بنائی جائے وہ ان مسائل پر علمی مواد جمع کرے۔ اس کے بعد ذمہ دار حضرات کی رائے سے ان کو شائع کیا جائے۔ چنانچہ کمیٹی کے لئے پانچ حضرات منتخب ہوئے: (۱) حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری رحمۃ اللہ، (۲) حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ، (۳) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب سرگودھوی رحمۃ اللہ، (۴) حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ، (۵) حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر رحمۃ اللہ۔ اس کمیٹی کے ناظم حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ مقرر ہوئے اور ان مسائل پر مواد جمع کرنے کی ذمہ داری بھی انہی کے سپرد ہوئی۔ جب مسائل جمع ہو گئے اور مجموعہ مرتب ہوگیا تو کمیٹی سے پاس کرانے کے لئے ۲۴، ۲۵، ۲۶ رشعبان ۱۳۸۷ھ/ مطابق ۲۷، ۲۸، ۲۹ رنومبر ۱۹۶۷ء کی تاریخیں مقرر ہوئیں اور خیر المدارس ملتان کے اس اجلاس کی کاروائی کے بارے مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

ملتان کے اس اجلاس میں جن حضرات نے شرکت کی اور اوّل سے آخر تک راقم کتاب سناتا رہا اور یہ بزرگ سنتے رہے اور بعض مقامات میں اصلاح بھی کرتے رہے اور آخر میں بعض مسائل پر بحث بھی ہوئی اور ان کی ہدایت پر عمل کیا گیا وہ یہ ہیں: (۱) حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ، (۲) حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ، (۳) حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ، (۴) حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب جامعہ رشیدیہ ساہیوال، (۵) حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری رحمۃ اللہ، (۶) حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی رحمۃ اللہ، (۷) حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دام مجدہم، (۸) حضرت مولانا محمد نذیر اللہ خان صاحب دام مجدہم

گجرات، (۹) راقم اثیم (حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ) (۱۰) اور گاہے گاہے حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب کوہاٹی نائب مفتی خیر المدارس ملتان بھی حصہ لیتے رہے۔ علماء کرام کے اسی نمائندہ مجلس میں تسکین الصدور نام تجویز ہوا اور متفقہ طور پر منظور ہوا۔ اس کمیٹی کے ایک بزرگ حضرت مولانا محمد شفیع صاحب سرگودھوی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۳۸۵ھ) اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوگئے اور مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ شریک اجلاس نہ ہوسکے لیکن آپ نے لکھا: ''بہرحال اب جو کچھ آپ حضرات نے فیصلہ کرلیا ہوگا وہ بالکل درست ہوگا مجھے اس سے اتفاق ہوگا۔ مجھے اس کا اطمینان ہے کہ وہ درست ہوگا اور صحیح ہوگا۔'' اسی طرح حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ نے بھی اجلاس میں شرکت سے معذرت کی لیکن آپ نے لکھا: ''مسائل مذکورہ کے بارہ میں مجھے آں محترم کے گرانمایہ تحقیقات سے کلی اتفاق ہے۔ پھر دیگر حضرات اکابر وافاضل کے غور وخوض سے جو فیصلہ ہوگا اس سے میرے اختلاف کی کیا مجال ہے۔ آپ حضرات نے جو بھی طے کیا اس کی میں کاملاً تائید کرتا ہوں۔''

فقیہ امت قائد جمعیت علماء اسلام حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ تسکین الصدور پر تقریظ میں لکھتے ہیں: ''مولانا موصوف (مولانا محمد سرفراز صفدر) نے جمعیت علماء اسلام مغربی پاکستان کے فیصلہ کے مطابق اس کتاب کی تالیف کی ابتداء فرمائی اور مسودہ کی تکمیل کے بعد ملتان کے مجلس علماء کے ایک اجتماع میں اس مسودہ کو پڑھ کر سنایا۔ میں خود اس مجلس میں شریک تھا۔ بعض مقامات میں انہیں ترامیم کے لئے مشورہ بھی دیا جو مولانا نے بخوشی قبول فرمایا، آخری منظوری کے بعد حضرت مولانا نے اسے پھر سے مرتب کرکے کتابت وطباعت کی زینت سے آراستہ فرمایا۔''

رأس الاتقیاء حضرت مولانا خان محمد صاحب رحمہ اللہ امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت تقریظ میں لکھتے ہیں: انفرادی مساعی کے علاوہ اجتماعی طور پر ان مسائل پر ایک مکمل دستور العمل مرتب کرنے کے لئے حضرت شیخ الحدیث مولانا العلام محمد سرفراز صاحب کو منتخب کیا جنہوں نے تسکین الصدور تالیف فرما کر اس مسئلہ میں پوری پوری داد تحقیق دی اور پوری جماعت پر عائد شدہ فریضہ کو دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ کے ساتھ انجام دے کر سب کو سبکدوش کردیا۔

(ماخوذ از دیباچہ تسکین الصدور طبع اول وطبع دوم وتقریظات ومقدمہ حیات انبیاء کرام علیہم السلام مؤلفہ مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی مدظلہ)

متفقہ اعلان نمبر ۵، (عالم اسلام کی مرکزی اسلامی درسگاہ ''دارالعلوم دیوبند'' کا مکمل مدلل اور جامع فتویٰ)

۳۱۸...... دیوبندیت کے مرکز اور مادر علمی دارالعلوم دیوبند سے جاری ہونے والا یہ فتویٰ مکمل، مدلل، جامع چھ سوالات وجوابات پر مشتمل طویل فتویٰ ہے۔ ہم ذیل میں اس کا بقدر ضرورت خلاصہ پیش کرتے ہیں:

سوال نمبر ۱: کیا علمائے دیوبند اور جمہور اہل السنت والجماعت کے نزدیک سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم روضہ شریف میں دنیا کی سی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں؟

الجواب: تمام اہل السنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح دیگر انبیاء کرام علیہم السلام قبروں میں اجساد عنصریہ کے ساتھ حیات ہیں اور یہ حیات برزخی حیات دنیوی سے کم نہیں ہے اور تلذذ انماز ودیگر عبادات میں مشغول ہیں، یہ حیات برزخی اگرچہ ہم کو محسوس نہیں ہوتی لیکن بلاشبہ حیات حسی اور جسمانی ہے، اس لئے کہ روحانی اور معنوی حیات تو عام مؤمنین بلکہ ارواح کفار کو بھی حاصل ہے۔ امت کا یہ اجماعی عقیدہ اصول شریعت کتاب وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ (اس کے ثبوت میں حضرت مفتی صاحب نے پانچ آیات بمع اقوال مفسرین،

چھ احادیث مع تصحیح وتوثیق، کتب محدثین عظام سے سترہ کتب، متکلمین سے تین، فقہاء سے تین، علماء دیوبند کی کتب سے سترہ، کتب غیر مقلدین سے چار حوالہ جات پیش کر کے سات حوالے پیش فرمائے ہیں اس مسئلہ کے اجماعی ہونے پر اور اخیر میں نظر وفکر کے اعتبار سے بھی اس مسئلہ کو ثابت کیا ہے)

سوال نمبر ۲: کس فرقے کا یہ عقیدہ ہے کہ (العیاذ باللہ) حضور نبی کریم ﷺ قبر شریف میں مردہ، بے جان ہیں؟

الجواب: فرقہ کرامیہ، بعض معتزلہ اور رافضیہ کا یہی عقیدہ ہے۔

سوال نمبر ۳: حیات النبی ﷺ فی قبرہ الشریف کے منکر کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب: بلا تاویل حیات النبی ﷺ کا منکر بدعتی ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔

سوال نمبر ۴: اس عقیدہ کی بناء پر روضہ شریف کی زیارت کے لئے نہ جانا کہ رسول اللہ ﷺ نہیں سنتے کیا حکم رکھتا ہے؟

الجواب: حضرت مفتی صاحب نے روضہ شریف کی زیارت پر چار ترغیبی وترہیبی حدیثیں، تین اقوال سلف اور اس کے اجماعی ہونے پر چھ حوالہ جات تحریر کر کے لکھتے ہیں: ''لہٰذا اس نظریہ کی بنیاد پر کہ رسول اللہ ﷺ نہیں سنتے روضہ اطہر کی زیارت کے لئے نہ جانا جہاں ان احادیث صحیحہ کا (جن میں سماع النبی ﷺ عند القبر اور زیارت نبوی کی تصریح ہے) کا انکار ہے وہاں اجماع امت سے انحراف بھی ہے جس کی امانت ودیانت کی دنیا میں قطعاً قطعاً گنجائش نہیں ہے۔ (اعاذنا اللہ منہ) وہیں سخت محرومی اور حرمان نصیبی بھی ہے۔''

سوال نمبر ۵: آیا منکرین حیات الانبیاء فی القبور دیوبندی کہلانے کے مستحق ہیں؟

الجواب: منکرین حیات الانبیاء دیوبندی تو کجا بعض اکابر نے تو ان کو اہل السنت والجماعت سے بھی خارج قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو، حضرت مفتی سید مہدی حسن صاحب سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند ایسے شخص کو اہل السنت والجماعت سے خارج قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس باب (حیات الانبیاء) میں بکثرت احادیث وارد ہیں۔ جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا ہے اور جو انکار کرتا ہے وہ بدعتی اور اہل السنت والجماعت سے خارج ہے۔ (فتاوی دارالعلوم دیوبند غیر مطبوعہ) اس فتوی پر حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی رحمہ اللہ مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور، مولانا محمد ضیاء الحق صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور، استاذ الکل حضرت مولانا محمد رسول خان صاحب ہزاروی رحمہ اللہ کے بھی دستخط ہیں۔

محمد ظفر امین غفرلہ مفتی دارالعلوم دیوبند، الجواب صحیح کفیل الرحمان نائب مفتی دارالعلوم دیوبند۔ ہم بھی حرف بہ حرف اس کے ساتھ اتفاق کرتے ہیں، فقیر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان، محمد حنیف جالندھری مہتمم خیر المدارس ملتان۔ ۲۰ رشوال ۱۴۰۵ھ۔ (بحوالہ خیر الفتاوی جلد اول ص ۹۴ تا ۱۲۱)

ازالہ وہم: رسالہ تعلیم القرآن راولپنڈی کے اپریل، مئی ۱۹۸۴ء میں مفتی وجیہ صاحب کا فتویٰ شائع ہوا ہے کہ جو لوگ حیات النبی عنصری کے منکر ہیں ان کے پیچھے نماز کی صحت میں کوئی کلام نہیں۔ اس پر مفتی شیر محمد صاحب علوی نے مفتی وجیہ صاحب سے استفتاء کیا کہ کیا واقعی ان کے پیچھے نماز بغیر کراہت کے صحیح ہے یا مع الکراہت صحیح ہے؟ اور کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی؟ مفتی صاحب نے جواب میں لکھا: چونکہ سوال صرف صحت کا کیا گیا تھا اس لئے جواب میں یہ لکھ دیا گیا تھا کہ نماز صحیح ہو جاتی ہے یعنی فاسد نہیں ہوتی۔ اس سے مقصود فساد کی نفی ہے، کراہت کی نفی مقصود نہیں۔

لہٰذا نماز مکروہ ہوگی۔ نیز کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہے۔ چونکہ دلائل ظنیہ کا انکار اگرچہ کفر نہیں مگر فسق ضرور ہے۔
اس پر حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے دستخط ہیں۔

دارالافتاء دارالعلوم کراچی کے مفتیان سے فتویٰ طلب کیا گیا کہ جس شخص کے مندرجہ ذیل عقائد ہوں۔ اس کے پیچھے نماز کراہت کے ساتھ جائز ہے یا بلا کراہت جائز ہے کہ نصوص یا احادیث وآثار میں جس عذاب وثواب کا ذکر ہے اس کا محل روح اور جسم مثالی ہے اور چونکہ روح اور جسم مثالی نظر نہیں آتے، اس لئے عذاب وثواب بھی نظر نہیں آتا۔ باقی اس جسم عنصری کی ہیئت ترکیبی ختم ہونے کے بعد اگر باری تعالیٰ اس کو حیات بسیطہ کے ساتھ عذاب دیں تو کچھ بعید نہیں۔ ہاں! کبھی کبھی مرنے کے بعد اس جسد عنصری پر بھی عذاب وثواب کے آثار نمایاں ہوتے ہیں اور اس کو عالم مثال میں بغیر تعلق روح کے حیات بسیطہ کے ساتھ عذاب وثواب ہوتا ہے۔ اگر جسد عنصری کو حیات بسیطہ کے ساتھ عذاب وثواب ہوتا ہے تو کچھ بعید نہیں لیکن اس جسد عنصری کے ساتھ روح کا تعلق کچھ نہیں اور یہ عذاب وثواب اس جسد عنصری کو ہوگا تو بغیر تعلق روح ہوگا۔ باقی رہا سلام و درود کا بلوغ سو اس سے مراد ثواب ہے جو ہر وفات شدہ کو ملتا ہے عند اہل السنۃ والجماعۃ اور جو لوگ عند قبری کا وظیفہ پڑھتے رہتے ہیں وہ بھی سن لیں کہ تین بند دیواروں میں قبر شریف محفوظ ہے، جہاں ہوا کا بھی گزر نہیں ہوسکتا، چہ جائے کہ آواز جاسکے۔ نیز یہ شخص آنحضرت ﷺ پر پڑھے گئے درود کے نہ بذریعہ ملائکہ پہنچنے کا قائل ہے اور نہ عند القبر سماع اور سننے کا قائل ہے بلکہ من صلی علی عند قبری کے ساتھ اس کا رویہ گستاخانہ اور استہزاء کا ہے۔

الجواب: مذکورہ بالا بیان اگر صحیح ہے اور پیش امام صاحب کا یہی عقیدہ ہے جو سطور بالا میں تحریر کیا ہے تو ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے جب تک وہ اپنے اس عقیدہ سے توبہ نہ کرے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔ **دستخط:** بندہ رفیع اللہ خادم دارالافتاء دارالعلوم کراچی ۱۴۔ الجواب صحیح: بندہ محمد شفیع ۲۳/۲/۸۹ھ۔

[خلاصہ از حیات انبیاء کرام علیہم السلام، مؤلفہ: حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ]

نوٹ: بعض لوگ مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا منکرین حیات کے پیچھے جواز صلوۃ کا فوٹو سٹیٹ فتویٰ تقسیم کرتے ہیں، اگر یہ فتویٰ اصلی ہو تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ فتویٰ اس وقت دیا گیا جب حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ان کے تفصیلی عقائد نہ تھے۔ نیز عقائد کے ذکر کئے بغیر بعض لوگوں کے نام لے کر فتویٰ طلب کیا گیا، لیکن جب حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ان کے عقائد کی باحوالہ تفصیل ذکر کی گئی تو اس کے بعد حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وہی فتویٰ ہے جو اوپر مذکور ہوا۔

حصہ دوم

حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے پیر خانہ اور تلامذہ کا عقیدہ

چونکہ منکرین حیات، حیات النبی ﷺ اور سماع صلوۃ وسلام عند قبر النبی ﷺ کا انکار حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور حضرت والا کی عظیم شخصیت کے نام سے لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں، ہم ذیل میں اس کا جائزہ لیتے ہیں کہ حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیر خانہ اور خود ان کا اور ان کے تلامذہ کا عقیدہ کیا تھا، ملاحظہ کیجئے:

عقیدہ حضرت حاجی خواجہ دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۸۴ھ)

بانی خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف (میانوالی)

۳۱۹... حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک تفصیلی فارسی مکتوب جو ملا حیدر شاہ صاحب پوندہ کے نام لکھا گیا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ملا حیدر شاہ صاحب نے حضرت سے زیارت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت اور انبیاء علیہم السلام کی قبور شریف میں حیات اور ان سے توسل و استمداد کے متعلق سوال کیا تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی تفصیل کے ساتھ مدلل جواب تحریر فرمایا، زیارت کے جواب میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: بدانکہ زیارت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم باجماع اھل سنت و جماعت از سلف و خلف قولا و فعلا از افضل سنن و اوکد مستحبات است (جان لیجئے کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت افضل السنن اور مؤکد ترین مستحبات میں سے ہے اور اس پر اہل سنت والجماعت کے متقدمین و متاخرین اہل علم کا قولاً و فعلاً اجماع ہے) اس کے بعد حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ، قاضی حسین رحمۃ اللہ علیہ، قاضی ابو طالب رحمۃ اللہ علیہ اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال نقل کئے ہیں اور فرماتے ہیں: و تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ فضیلت و قربت زیارت انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را باصول اربعہ مشرح بیان کردہ الخ (تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی فضیلت و قربت کو اصول اربعہ (قرآن، سنت، اجماع، قیاس) کے ساتھ وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ (سبکی رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں قرآن کریم میں ہے: ولو انھم اذ ظلموا الآیۃ (اگر تحقیق وہ لوگ جنہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا آپ کے پاس آتے اور وہ اللہ سے بخشش طلب کرتے اور ان کے لئے رسول بھی اللہ سے بخشش طلب کرتا تو اللہ کو پاتے تو بہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا) تو قبر پر حاضر ہونے والوں کو چاہئے کہ حاضری کے وقت یہ آیت پڑھیں اور اس سلسلے میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خط میں چند واقعات تحریر ہیں۔ (مثلاً) ایک دیہاتی سفر کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے آیا اور یہ آیت شریفہ پڑھی اور یہ حکایت اتنی مشہور ہے کہ مذاہب اربعہ کی مناسک حج کے بارے میں تصنیف کردہ کتابوں میں نقل کیا گیا ہے۔ محمد بن حرب ہلالی کہتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ آیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت کی اور قبر شریف کے سامنے بیٹھ گیا۔ اچانک ایک دیہاتی آیا، زیارت کی اور اس نے کہا: یا خیر الرسل حق تعالی کتابے بر تو فرستادہ است صادق، در وے فرمودہ است ولو انھم اذ ظلموا الآیۃ (اے خیر الرسل! حق تعالیٰ نے آپ پر ایک سچی کتاب اتاری ہے اور اس میں فرمایا ہے: ولو انھم اذ ظلموا الخ) و من بر تو آمدہ ام مستغفر از ذنوب خود مستشفع بجاہ تو و بگریست و ایں بیت خواند یا خیر من دفنت بالقاع اعظمہ: فطاب من طیبھن القاع والاکم. نفسی الفداء لقبر انت ساکنہ: فیہ العفاف و فیہ الجود والکرم (میں آپ کے پاس آیا گناہوں کی بخشش طلب کرنے کے لئے اور آپ کے مرتبہ سے سفارش کرانے کے لئے اور رو پڑا اور روتے ہوئے یہ شعر پڑھے: اے وہ بہترین شخصیت جن کی ہڈیاں مبارک زمین میں مدفون ہیں۔ پس ان کی خوشبو کی وجہ سے خوشبودار ہو گئے میدان اور ٹیلے، میری جان فدا ہو اس قبر پر جس میں آپ ٹھہرے ہوئے ہیں، اس قبر میں پاک دامنی، سخاوت اور شرافت موجود ہیں) اس کے بعد وہ چلا گیا۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ

فرماتے ہیں اُس دیہاتی کو تلاش کر اور اس کو خوشخبری دے کہ حق تعالیٰ نے میری سفارش کی وجہ سے اُس کو بخش دیا ہے اور اس کے گناہ بھی بخش دیئے ہیں) اور حافظ عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے مصباح الظلام میں امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ واقعہ لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے تین دن بعد ایک دیہاتی آیا اور آپ کی قبر پر گر پڑا اور قبر شریف کی مٹی اپنے سر پر ڈالی اور کہا: اے اللہ کے رسول! انچہ تو از خدا شنیدی ما از تو شنیدیم و انچہ از خدا یاد گرفتی ما از تو یاد گرفتیم، و از ان جملہ انچہ بر تو آمدہ این آیت است ولو انهم اذ ظلموا الخ (جو کچھ آپ نے خدا تعالیٰ سے سنا وہ ہم نے آپ سے سنا اور جو کچھ آپ نے خدا تعالیٰ سے لیا وہ ہم نے آپ سے لیا اور اس میں یہ آیت ہے: ولو انهم اذظلموا الخ اور میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے اور آپ کے پاس آیا ہوں تاکہ آپ میرے لئے بخشش طلب کریں۔ از قبر شریف ندا آمد و گفتہ شد قد غفر لک (قبر شریف سے آواز آئی اور کہا گیا کہ آپ کو بخش دیا گیا) پھر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے زیارت قبر شریف پر بارہ احادیث نقل کی ہیں، اس کے بعد مسئلہ حیات تحریر فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں: از جملہ احادیث کہ مثبت حیات انبیاء است صلوۃ اللہ علیهم بعد از عموم نصوص قرآنی در حیات زمرہ شهداء و مقاتلین فی سبیل اللہ این حدیث است کہ بنقل ثقات از روایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ مے آرند قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون (شہداء اور مقتولین فی سبیل اللہ کی حیات کے بارے میں جو قرآن کی عام نصوص ہیں جن میں امتی شہداء اور انبیاء بھی (عبارت النص یا دلالت النص کے طور پر) داخل ہیں، ان کے بعد بہت سی احادیث ہیں جو انبیاء علیہم السلام کی حیات کو ثابت کرتی ہیں، جیسا کہ ابویعلیٰ ثقہ راویوں کی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کرتے ہیں، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ حدیث تو تمام انبیاء علیہم السلام کی حیات کے بارے میں ہے: و آنچہ بخصوص اثبات حیاتِ سرورِ کائنات کند این حدیث کہ مشهور و معروف است (اور خصوصی طور پر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کے ثابت کرنے کے لئے یہ حدیث مشہور و معروف ہے: ما من احد یسلم علی الا رد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام (جو بھی مجھ پر سلام کرے گا اللہ تعالیٰ میری طرف میری روح کو متوجہ کر دے گا۔ حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا جواب دوں گا) اسی طرح امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے حدیث نقل کی۔ ما من احد یسلم علی عند قبری الا رد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام (جو کوئی میری قبر کے پاس مجھ پر سلام کرے گا اللہ تعالیٰ میری طرف میری روح کو متوجہ کر دے گا۔ حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا جواب دوں گا) اور ایک حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے: من صلی عند قبری رددت علیہ و من صلی علی فی مکان آخر بلغونیہ (جو کوئی میری قبر کے پاس درود پڑھے گا میں اس کا جواب دوں گا اور جو دوسری جگہ سے میرے اوپر پڑھے گا اس کا سلام فرشتے مجھ تک پہنچا دیں گے) اور ایک روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث نقل کی ہے: ما من عبد یسلم علی عند قبری الا وکل اللہ بها ملکا یبلغنی (جو بندہ میری قبر کے پاس مجھ پر سلام پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک فرشتہ مقرر کر دیا ہے جو سلام مجھ تک پہنچائے گا [اور میں بلا واسطہ خود بھی سنوں گا]) اور بدور السافرۃ کے حوالہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث تحریر فرمائی ہے: ما من رجل یزور قبر اخیہ فیجلس عندہ الا استانس بہ حتی یقوم (جو آدمی

اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کرتا ہے اس کے پاس بیٹھتا ہے تو صاحبِ قبر اس کی وجہ سے اُنس پکڑتا ہے یہاں تک کہ وہ کھڑا ہو جائے) اور ابن ابی الدنیا کے حوالہ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ: اگر بر قبر آشنائے بگزرد میشناسد و اگر سلام کند رد میکند (اگر جاننے والے کی قبر کے پاس گزرے تو صاحبِ قبر اس کو پہچان لیتا ہے اور اگر سلام کرے تو وہ سلام کا جواب دیتا ہے) سمہودی میگوید که احادیث دریں باب بسیار است (سمہودی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس باب میں حدیثیں بہت ہیں) مازری نے توثیق عری الایمان میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ سلیمان بن سحیم کہتے ہیں کہ میں نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور میں نے پوچھا: یارسول اللہ! اینها که بزیارت شما مے آیند و بر تو سلام مے کنند میشنوی، فرمود نعم وارد علیهم (یارسول اللہ یہ لوگ جو آپ کی زیارت کے لئے آتے ہیں آپ پر سلام کرتے ہیں کیا آپ سنتے ہیں؟ فرمایا ہاں میں سنتا بھی ہوں اور سلام کا جواب بھی دیتا ہوں) اسی طرح حضرت نے کچھ اور واقعات بھی درج فرمائے ہیں اور توسل و استشفاع کے بارے میں فرماتے ہیں: و اما توسل و استشفاع بحرمت سید الرسل و استعانت و استمداد بجاه و جناب او صلی اللہ علیہ وسلم پس فعلِ انبیاء و مرسلین و سیرتِ سلف و خلف صالحین است الخ (بہرکیف سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے توسل اور استشفاع نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے استعانت اور استمداد (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کرنا کہ آپ اللہ سے دعا کریں) انبیاء اور رسولوں کا فعل ہے اور متقدمین ومتاخرین صلحاء کا طریقہ ہے۔ اس استشفاع واستمداد پر بھی حضرت حاجی دوست محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد واقعات ذکر فرمائے ہیں۔

(مکتوبات حاجی دوست محمد قندھاری قدس سرہ ص ۸۲ تا ۹۴، مطبوعہ مطبع صدیقیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان شہر)

مجموعہ فوائد عثمانی کا تعارف: یہ کتاب حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۸۴ھ) کے جانشین خواجہ محمد عثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۱۴ھ) کے ملفوظات مکتوبات اور معمولات کا مجموعہ ہے جس کے مؤلف خواجہ عثمان رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ سید اکبر علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، انہوں نے کمال اخلاص سے اسے مرتب فرمایا۔ پھر اپنے پیرومرشد حضرت خواجہ محمد عثمان رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مبارک میں برائے ملاحظہ واصلاح پیش کیا۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ اول قاضی قمر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ مجاز حضرت خواجہ محمد عثمان رحمۃ اللہ علیہ) سے اس کی اصلاح کرالیں پھر تمہاری خاطر میں بھی اسے ملاحظہ کرلوں گا۔ لہٰذا مصنف نے حضرت قبلہ کے ارشاد کے مطابق اوّل حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بعد ازاں حضرت قبلہ کو یہ کتاب پیش کی۔ حضرت نے اسے ملاحظہ فرماتے وقت اٹھارہویں ملفوظ پر اپنے مبارک ہاتھ سے دوبارہ اپنے دستخط فرمائے۔ یہ چیز کتاب کی بہت بڑی اہمیت ہے۔ یہ کتاب فارسی زبان میں پہلی بار حضرت خواجہ محمد سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ (جانشین وفرزند خواجہ محمد عثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہ) نے حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۲ھ) واں بھچراں ضلع میانوالی کی تقریظ وحواشی کے ساتھ مطبع نظامی دہلی سے طبع کرائی تھی اور حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ حواشی بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ یہ طباعت ۱۶۸ صفحات پر مشتمل تھی۔ پھر لاہور سے استقلال پریس میں طبع ہوئی اور شاید بارسوم ملتان سے مکتبہ صدیقیہ کی جانب سے طبع ہوئی اور اس اشاعت کی تصحیح حضرت مولانا مفتی عطاء محمد رحمۃ اللہ علیہ ساکن چودھوان ضلع ڈیرہ اسماعیل خان نے فرمائی..... لیکن اس کا مکمل ترجمہ قبل ازیں شائع نہیں ہوا۔ اس فقیر (محمد نذیر رانجھا) نے مجموعہ فوائد عثمانی فارسی کی مذکورہ بالا طباعت مکتبہ صدیقیہ ملتان کا اردو ترجمہ کیا ہے۔ احقر

نے ترجمہ کو مصنف کی تحریر و ترتیب کے مطابق رکھا ہے۔ (مجموعہ فوائد عثمانی ص ۲۰) اور کتاب کے اخیر میں حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے تصحیح و تصدیق بھی درج ہے جس پر عنوان ہے: عبارت مصحح فرماتے ہیں: اما بعد فیقول الفقیر الحقیر المدعو بحسین علی انی طالعت ھذا الکتاب من اولہ الی آخرہ بامر سیدی ومولائی و مرشدی حضرت سیدی محمد سراج الدین لا زال فیوضاتہ علینا فائز و نفعنا اللہ تعالیٰ بھذا الکتاب والناظرین الآخرین آمین یارب العالمین تمت

حمد و صلوٰۃ کے بعد پس فقیر حقیر حسین علی کہتا ہے کہ میں نے اپنے پیر و مرشد حضرت سیدی محمد سراج الدین کے حکم سے اس کتاب کا اوّل سے اخیر تک مطالعہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حضرت کے فیوضات ہم پر ہمیشہ جاری وساری رکھے اور اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے ہمیں اور دوسرے قارئین کو نفع دے۔ آمین یارب العالمین!

۳۲۰...... واقعہ حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ: حضرت والا (ایک سفر میں) جب قبروں پر تشریف لے گئے تو عبیداللہ خاں نے حضرت کے آنے سے پہلے اپنے والد کی قبر کے پہلو میں فرش نرم کر رکھا تھا۔ حضرت وہاں بیٹھ کر مراقبہ کرنے لگے اور تقریباً گھنٹہ بھر مراقبہ میں رہے اور پھر دعا خیر فرما کر واپس تشریف لائے ...... حق داد خاں ترین صاحب جو اس سفر سے مشرف تھے نے عرض کی کہ آج حضرت قبلہ دیر تک قبروں پر مراقب رہے ہیں۔ آپ نے اہل قبور کے حالات کس طرح مشاہدہ فرمائے ہیں۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ جب اوّل میں نے عبیداللہ خان کے والد کی قبر کو دیکھا تو ان کی تمام قبر کو ظلمت سے لبریز پایا۔ حضرت باری تعالیٰ کی جناب میں تضرع و زاری کی۔ الحمد للہ! کہ احسان الٰہی سے ان کی قبر سے وہ ظلمت جاتی رہی اور ان کی قبر نورانی ہوگئی۔ پھر ان کی قبر کے متصل عبیداللہ خاں کے چچا کی قبر تھی اس کی طرف نگاہ کی تو میں نے اس قبر کو بھی ظلمت سے پُر پایا۔ پھر میں اس کی طرف متوجہ ہوا تو ان کی قبر سے بھی ظلمت جاتی رہی اور قبر میں ایک نور ظاہر ہوا لیکن اس نور میں تھوڑی سی ظلمت ملی ہوئی تھی مگر ضعف کی وجہ سے بہت زیادہ بیٹھنے کی طاقت نہ رہی اور میں اٹھ پڑا۔ (مجموعہ فوائد عثمانی ص ۲۶۱)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دادا پیر حضرت حاجی دوست محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ عذاب وثواب روح اور جسد عنصری دونوں کو ہوتا ہے۔

عقیدہ حضرت خواجہ محمد عثمان رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۱۴ھ) وخواجہ محمد سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۳۳ھ)

۳۲۱...... ہمارے حضرت قبلہ (خواجہ محمد عثمان رحمۃ اللہ علیہ) نے صاحبزادگان (محمد بہاء الدین صاحب اور محمد سیف الدین صاحب) سے ارشاد فرمایا کہ یہ صاحبان (میاں غوث علی صاحب اور مولوی محمد عیسیٰ خان ولد حاجی قلندر خان صاحب) آپ کے لئے آم کا پھل لائے ہیں۔ پس آپ ان کے لئے ہمارے پیر و مرشد حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پُر انوار پر بارش ہونے کی دعا کریں تاکہ ان کی زمینیں سیراب ہوں۔ پس دونوں صاحبزادگان نے حضرت قبلہ کے ارشاد کے مطابق مزار شریف پر جا کر دعا مانگی اور واپس آ کر حضرت قبلہ کے سامنے بیٹھ گئے۔ حضرت قبلہ نے صاحبزادگان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ مزار شریف سے کیا آگاہی ہوئی۔ یعنی حضرت کیا فرماتے ہیں، چونکہ دونوں صاحبزادگان بہت چھوٹی عمر کے تھے۔ لہٰذا انہوں نے کہا کہ بابا! حضرت فوت ہو چکے ہیں کوئی جواب نہیں دیتے۔ صاحبزادگان کی زبان مبارک سے یہ بات سنتے ہی حضرت قبلہ بہت جوش میں آ گئے اور ہر

دو صاحبزادگان سے فرمایا کہ آپ پھر جائیں اور مزار شریف پر دعا کریں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ! حضرت جواب دیں گے۔ حضرت قبلہ کے فرمان کے مطابق صاحبزادگان نے مزار شریف پر جا کر دعا مانگی اور واپس تشریف لائے۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ بتائیں حضرت نے کیا فرمایا۔ صاحبزادگان نے عرض کہ بابا! بڑے حضرت فرماتے ہیں کہ بہت زیادہ بارش ہوگی۔ (مجموعہ فوائد عثمانی ص ۲۳۸)

۳۲۲...... جب جناب حضرت صاحبزادہ صاحب (خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ) علوم کی تحصیل سے فارغ ہو گئے تو ہمارے حضرت قبلہ (خواجہ عثمان رحمۃ اللہ علیہ) نے بعض خلفاء علماء وفضلاء اور دوسرے محبین اور مخلصین لوگوں کو جلسہ دستار بندی میں شمولیت اختیار کرنے کی خبر عنایت فرمائی۔ آپ کی منشا مبارک کے مطابق ہر اطراف و جوانب سے مرید جمع ہو گئے۔ ہمارے حضرت قبلہ نے ۱۴/ جمادی الاوّل ۱۳۱۳ھ بروز جمعرات صبح کے وقت نماز اور حضرات خواجگان نقشبندیہ مجددیہ کے معمول کے ختم کے بعد مجمع عام کے ہمراہ حضرت حاجی دوست محمد صاحب نور اللہ مرقدہ کے مزار انور پر بیٹھ کر قرآن مجید کے تین ختم فرمائے، اس کے بعد حفاظ اور قراء نے قرآن مجید کی سورتیں جیسا کہ ہمارے پیروں کا ختم کرنے کا معمول ہے بلند آواز میں پڑھیں، ختم شریف کے اختتام کے بعد ہمارے حضرت قبلہ نے مزار شریف کی طرف متوجہ ہوکر دیر تک تین مرتبہ دعا مانگی۔ بعد ازاں حضرت قبلہ کھڑے ہوئے اور تمام اہل مجلس بھی تعظیماً اٹھ پڑے، حضرت قبلہ نے اوّل اپنے ہاتھ مبارک سے مولانا مولوی محمد سراج الدین صاحب کے سر مبارک پر نصف دستار فضیلت باندھی، باقی دو پیچ مولوی محمود شیرازی صاحب نے اور دو پیچ مولوی حسین علی صاحب نے صاحبزادہ کے سر پر باندھے، باقی دستار حضرت لعل شاہ صاحب نے صاحبزادہ کے سر پر باندھی۔ (مجموعہ فوائد عثمانیہ ص ۳۴۲)

فائدہ: اگر صاحب قبر میں حیات شعور نہ ہو تو قبر کے پاس یا قبر سے دور یہ عمل برابر ہے، لیکن سب کو ہمراہ لے کر قبر پر جا کر تین قرآنِ کریم کے ختم اور بلند آواز سے سورتوں کا پڑھنا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ عثمان رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ سب کا عقیدہ ہے کہ قبر کے اندر میت کے جسد عنصری میں حیات اور شعور و احساس ثابت ہے۔

عقیدہ رئیس الموحدین شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۳ھ)

(تلمیذ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، وخلیفہ مجاز حضرت خواجہ عثمان رحمۃ اللہ علیہ وحضرت خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ)

۳۲۳...... مامن احد یسلم علی قبری الا رد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام روی احمد از دیاد علی قبری (دوسری روایت میں یہ ہے کہ جو شخص میری قبر پر سلام کہے گا تو اللہ تعالیٰ میری روح کو (استغراق کے عالم سے) واپس لوٹا دے گا اور میں اس کے سلام کا جواب دوں گا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے علی قبری کے الفاظ نقل کئے ہیں) (فیوضات حسینی المعروف تحفہ ابراہیمیہ ص ۱۳۴)

فائدہ: اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدوں کو یہ کتاب خاص طور پر مطالعہ کے لئے دیا کرتے تھے۔ حضرت مولانا سرفراز خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ جب میں بیعت کے لئے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تھا تو اس وقت حضرت نے اپنے ہاتھ مبارک سے تحفہ ابراہیمیہ کا نسخہ مجھے عطاء فرمایا تھا اور ساتھ ہی فرمایا تھا کہ اس کا مطالعہ کرلو اور اگر کوئی بات پوچھنی ہو تو پوچھ لو۔ چنانچہ

میں نے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ میں اس کا مطالعہ کیا اور بعض مقامات سے کچھ باتیں حضرت سے دریافت کیں، آپ نے ان کا جواب عنایت فرمایا۔ (مقدمہ فیوضات حسینی ص ۵۲)

۳۲۴...... عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ ان رسول الله ﷺ قال ما منكم من احد يسلم علی الا رد الله علی روحی حتی ارد عليه السلام حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب بھی تم میں سے کوئی مجھ پر سلام کہے گا تو اللہ تعالیٰ میری روح کو میری طرف متوجہ کریں گے۔ حتیٰ کہ میں سلام کا جواب دوں گا۔ (تحریرات حدیث ص ۵۴۶)

۳۲۵...... عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ من صلی عند قبری سمعته ومن صلی علی نائيا ابلغته حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص میری قبر کے پاس درود پڑھے گا میں خود اس کو سنوں گا اور جو دور سے پڑھے گا اس کا درود مجھ تک پہنچایا جائے گا۔ (تحریرات ص ۵۴۷)

فائدہ: حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دونوں حدیثیں نقل کر کے ان سے استدلال کیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک یہ حدیثیں صحیح اور قابل حجت ہیں۔ نیز معلوم ہوا کہ مولانا مرحوم روضہ مبارکہ کے پاس صلوۃ وسلام کے سماع کے قائل ہیں۔

۳۲۶...... وروی البيهقی وابن ابی شيبة ان بلال بن الحارث رضی اللہ عنہ جاء الی قبر النبی ﷺ وقال يارسول الله استسق لامتك فانهم هلكوا فاتاه رسول الله ﷺ فی المنام واخبره انهم مسقون امام بیہقی اور ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت بلال بن الحارث آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک پر آئے اور کہا یارسول اللہ اپنی امت کے لئے بارش طلب فرمائیں کیوں کہ وہ ہلاکت کے قریب پہنچ چکی ہے۔ آنحضرت ﷺ ان کو خواب میں ملے اور ان کو خبر دی کہ بارش ہوگی۔ (تحریرات حدیث ص ۶۵۷)

۳۲۷...... عن علی انه بعد دفنه ﷺ جاء اعرابی فقال يارسول الله جئتك لتستغفر لی الی ربی فنودی من القبر الشريف قد غفر لك واتت صفية عمة النبی ﷺ بعد وفاته (فقالت) الا يارسول الله انت رجائی و كنت بنا برا ولم تك جافيا وسمع الصحابة رضی اللہ عنہم ولم ينكرها احد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ کے دفن ہونے کے بعد ایک دیہاتی نے (قبر کے پاس) آکر کہا اے اللہ کے رسول! میں آپ کے پاس آیا ہوں تا کہ آپ میری بخشش کے لئے میرے رب کے حضور سفارش کریں۔ سو قبر شریف سے آواز آئی آپ کو بخش دیا گیا اور نبی پاک ﷺ کی پھوپھی صفیہ آپ کی وفات کے بعد تشریف لائیں اور کہا توجہ فرمائیے اے رسول اللہ ﷺ آپ میری امید ہیں اور آپ ہم پر مہربان تھے۔ آپ سخت مزاج نہ تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ سنا اور کسی ایک نے بھی اس کا انکار نہ کیا۔ (تحریرات حدیث ص ۶۵۷)

فائدہ: خطاب وندا، شفاعت کی درخواست، درخواست کا سننا اور جواب دینا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ قبر شریف میں زندہ ہیں اور بلانکیر ان احادیث کو نقل کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہی مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ہے۔

۳۲۸...... المنكر والنكير يأتيان الميت فيرسل فی ذالك الميت الروح ثم يقعد فاذا سئل سلت

روحه بلا الم ونؤمن بان الميت يعرف من يزوره اذا اتاه وآكده يوم الجمعة بعد طلوع الفجر وقبل طلوع الشمس منکر نکیر میت کے پاس آتے ہیں تو اس میت میں روح ڈالدی جاتی ہے پھر اس کو بٹھایا جاتا ہے، جب اس سے سوال ہوجاتا ہے تو اس کی روح بلا تکلیف کے نکال لی جاتی ہے اور ہم (اس کے باوجود) ایمان رکھتے ہیں کہ جب میت کے پاس کوئی شخص زیارت کرنے کو آتا ہے تو وہ اس کو پہچان لیتی ہے خصوصاً جمعہ کے دن طلوع فجر کے بعد اور طلوع آفتاب سے پہلے۔ (تحریرات حدیث ص ۶۶۰)

فائدہ: جب عام مُردے شعور رکھتے ہیں اور زندہ ہیں تو انبیاء علیہم السلام بطریق اولیٰ زندہ ہیں۔

۳۲۹..... حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: حتی یرجعه الله الی جسده یوم یبعثه یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن روح کو اس کے جسم کی طرف لوٹائے گا۔ چونکہ اس سے روح کے جسم کے ساتھ تعلق کی بظاہر نفی معلوم ہوتی ہے تو مولانا حسین علی رحمہ اللہ جواب دیتے ہیں۔ یعنی بجمیع جسده یوم یبعثه وهو یوم القیامة یعنی پورے جسم کے ساتھ روح کا تعلق اس دن ہوگا جس دن وہ اس کو کھڑا کرے گا اور وہ قیامت کا دن ہے۔ (تحریرات حدیث ص ۵۴۴)

فائدہ: معلوم ہوا کہ مولانا حسین علی رحمہ اللہ کے نزدیک روح کا جسد عنصری کے ساتھ تعلق قبر میں بھی ہوتا ہے لیکن قیامت کے روز پورے جسم کے ساتھ کامل تعلق ہوگا اور روح جسم کے اندر ہوگی۔ جب کہ برزخ میں روح وجسم کے درمیان فاصلہ ہے اس کے باوجود روح کا جسم کے ساتھ ایسا تعلق ہے جس سے جسم میں شعور وادراک اور راحت و تکلیف کا احساس پیدا ہوجاتا ہے۔

۳۳۰..... فیجوز ان یقع المسئلة والعذاب والنعیم ببعض جسد المؤمن والکافر دون بقیة اجزائه وقیل ان الله یجمع تلك الاجزاء المتفرقة للضغطة والمسئلة کما یفعل ذالك للحشر سو جائز ہے کہ قبر میں سوال اور عذاب وثواب مؤمن اور کافر کے بعض جسم سے ہو نہ کہ سب اجزاء سے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قبر کی تنگی اور سوال کے لئے ان متفرق اجزاء کو جمع کر دیتا ہے جیسا کہ وہ حشر کے دن ایسا کرے گا۔ (تحریرات حدیث ص ۶۶۰)

فائدہ: اجزاء جسد عنصری میں ہوتے ہیں اور وہی متفرق ہوتے ہیں، جسد مثالی میں نہ اجزاء ہوتے ہیں نہ وہ متفرق ہوتے ہیں۔ اس سے پتا چلا کہ مولانا حسین علی رحمہ اللہ کے نزدیک قبر میں سوال وجواب اور عذاب وثواب جسد عنصری یا جسد عنصری کے بعض اجزاء کو یا سب متفرق اجزاء کو ہوتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ اُس وقت جمع کر لیتا ہے۔

۳۳۱..... اس بات پر کہ قبر کے سوال کے وقت روح بدن میں عود کرتی ہے اور تعلق ہمیشہ رہتا ہے گو بدن ریزہ ریزہ اور متفرق ومنقسم ہو چکا ہو احادیث متواترہ وارد ہیں۔ (تحریرات حدیث ص ۶۵۷، بحوالہ مقام حیات طبع دوم ص ۲۱۰)

۳۳۲..... ویشکل علیهم ما فی مسلم ان المیت یسمع قرع نعالهم اذا انصرفوا، اللهم الا ان یخص ذالك باول الوضع فی القبر مقدمة للسوال جمعا بینه وبین الآیتین فانهما یفیدان تحقق عدم سماعهم قائلین عدم سماع موتی پر اشکال ہوتا ہے کہ مسلم شریف میں حدیث ہے کہ جب لوگ میت کو قبر میں رکھ کر لوٹتے ہیں تو میت اُن کی جوتیوں کی آواز سنتی ہے۔ اس کا ایک جواب بتوفیق الٰہی یہ ہے کہ جب قبر میں میت

سے سوال و جواب ہوتا ہے تو سوال و جواب سے پہلے بطور مقدمہ کے اُس کو یہ آواز سنائی جاتی ہے اور یہ اُسی وقت کے ساتھ مختص ہے۔ یہ توجیہ حدیث اور دو آیتوں کے درمیان تطبیق دینے کے لئے ہے۔ کیوں کہ دونوں آیتیں عدم سماع کے تحقق کا فائدہ دیتی ہیں۔ (خلاصہ یہ ہے کہ عدم سماع عام احوال میں ہے اور حدیث سے سماع ثابت ہو رہا ہے خاص وقت اور خاص حالت میں، یعنی قبر میں سوال و جواب سے پہلے جب میت کو قبر میں رکھ کر لوٹتے ہیں۔ ناقل) (تحریرات حدیث ص ۵۳۸)

فائدہ: اس سے حیات فی القبر ثابت ہوتی ہے کیوں کہ سوال و جواب زندہ سے ہوتا ہے۔ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ سوال و جواب ارضی قبر میں ہوتا ہے اور ارضی قبر میں جسد عنصری ہوتا ہے جسد مثالی نہیں ہوتا، تو حیات اور سوال و جواب جسد عنصری کے لئے ثابت ہوا۔

۳۳۳...... ومن یعذب فی القبر یوضع فیه الحیاة فی قول العامة (تحریرات حدیث ص ۵۳۶) جس کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے جمہور علماء کے نزدیک اُس میں حیات پیدا کر دی جاتی ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مولانا حسین علی رحمہ اللہ کے نزدیک عذاب کا محل وہ ہے جس پر موت طاری ہوئی ہے، کیوں کہ عذاب کے لئے حیات اُسی میں پیدا ہوگی جس پر پہلے موت وارد ہوئی اور موت کا محل جسد عنصری ہے، نہ روح ہے نہ جسد مثالی ہے۔

۳۳۴...... فما ورد من وسعة القبر والاجلاس یقولون المراد من القبر البرزخ ومن الاجلاس ومن عود الروح ووسعة القبر وضرب المرزبة وسماع الاصوات هو امر یغایر المحسوسات لحواسنا الظاهریة فکما ان الملك لا ینظر فکذالك مرزبته واصواتهم وکذالك وسعة القبر وغیرها کلها فی هذه المرتبة واما السماع لاصواتهم فالمراد یسمع صوتهم الا الثقلین (تحریرات حدیث ص ۵۴۶) احادیث مبارک میں قبر کی وسعت اور میت کو بٹھانا جو وارد ہوا ہے تو وہاں قبر سے مراد برزخ ہے اور میت کو بٹھانا، روح کا جسد عنصری کی طرف لوٹنا، قبر کی وسعت، ہتھوڑے کی ضرب اور آوازوں کا سننا یہ ایسا معاملہ ہے جو حواس ظاہرہ کے محسوسات سے مختلف ہے۔ جیسے فرشتہ نظر نہیں آتا اسی طرح اس کا گرز اور ان کی آواز بھی محسوس نہیں ہوتی اور قبر کی وسعت وغیرہ بھی اسی درجے میں ہے۔ باقی آوازوں کا سماع تو اس سے مراد یہ ہے کہ ان معذبین کی آوازوں کو باقی جانور سنتے ہیں مگر جن وانس نہیں سن سکتے۔

فائدہ: اس سے بھی حیات فی القبر کا ثبوت ہوا کہ عذاب موقوف ہے حیات پر اور چیخیں بھی زندہ سے نکلتی ہیں اور ثقلین کے علاوہ باقی چیزیں اسی قبر سے آوازیں سنتی ہیں۔ یہ نہیں کہ چیخیں عالم مثال میں ہوں اور وہاں کی چیخیں ارضی چیزیں سن لیں۔ جب کہ منکرین حیات کے نزدیک غائبانہ پکار و سماع شرک ہے۔

۳۳۵...... عن اوس بن اوس قال قال النبی ﷺ ان من افضل ایامکم یوم الجمعة الخ حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے دنوں میں سے افضل جمعہ کا دن ہے۔ پس اس میں مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو۔ کیوں کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا، آپ تو بوسیدہ ہو چکے ہوں گے۔ نبی پاک ﷺ نے فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے اجساد کو حرام کر دیا ہے۔ (تحریرات حدیث ص ۵۴۷)

فائدہ: صحابہ کرام کا مطلب یہ تھا کہ درود کا پیش کرنا تقاضا کرتا ہے حیات کا۔ جب کہ آپ بوسیدہ ہو چکے ہوں گے یعنی بغیر حیات کے ہوں گے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے اجسام کو حرام کر دیا ہے۔ یعنی اجسادِ عنصریہ محفوظ اور زندہ ہوں گے تو ان پر درود پیش ہوگا اور اگر بغیر حیات کے صرف محفوظ ہوں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اشکال دور نہیں ہوتا۔

۳۳۶...... وعن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ اکثروا الصلوۃ علی یوم الجمعۃ فانہ مشھود تشھدہ الملائکۃ ان واحدا لن یصلی علی الا عرضت علی صلاتہ حین یفرغ منھا قال قلت وبعد الموت؟ قال وبعد الموت. ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق وقد صنف السیوطی رسالۃ انباء الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء (تحریرات حدیث ص ۵۴۸) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو۔ کیوں کہ جب تم میں سے کوئی مجھ پر درود پڑھتا ہے تو جونہی وہ درود سے فارغ ہوتا ہے وہ درود مجھ پر پیش کر دیا جاتا ہے۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے کہا کیا موت کے بعد بھی درود پیش ہوگا؟ فرمایا موت کے بعد بھی پیش ہوگا۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے اجساد کو کھائے۔ پس اللہ کے نبی زندہ ہیں اُن کو رزق دیا جاتا ہے اور سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر رسالہ تصنیف کیا ہے جس کا نام انباء الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء ہے۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وہی ہے جو علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے انباء الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء میں لکھا ہے، وہ ہے ارضی قبر میں انبیاء کے جسد عنصری کا زندہ ہونا۔ نیز اس حدیث میں بھی اس جسم کا زندہ ہونا بتایا گیا جس کو زمین کے کھا جانے کا احتمال تھا اور وہ جسد عنصری ہے نہ کہ جسد مثالی۔

۳۳۷...... حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ نے سماع موتی کے مسئلے میں عدم سماع والے قول کو ترجیح دے کر ارضی قبر میں جسم عنصری کے لئے ایک تو عذاب قبر کا مسئلہ ذکر فرمایا۔ دوسرا اسی ارضی قبر میں جسم عنصری میں اعادۂ روح اور منکر ونکیر کے سوال وجواب کے متعلق مختلف احادیث ذکر کی ہیں تا کہ منکرین حیات سماع موتی کے انکار کی آڑ میں عذاب قبر، حیات فی القبر اور ارضی قبر میں سوال وجواب کا انکار نہ کر دیں، وہ احادیث درج ذیل ہیں: (۱) سعید بن یسار عن ابی ہریرۃ رواہ ابن ماجہ۔ (۲) سعید بن ابی سعید المقبری عن ابی ہریرۃ رواہ الترمذی۔ (۳) عن قسامۃ بن زھیر عن ابی ہریرۃ رواہ النسائی۔ (۴) وروی مسلم عن ابی ہریرۃ۔ (۵) عن البراء بن عازب رواہ احمد۔ (۶) عن زاذان عن البراء رواہ ابوداود۔ (۷) عن انس رواہ ابوداود۔ (۸) روی النسائی عن البراء۔ (تحریرات حدیث ص ۵۳۹ تا ۵۴۱) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مؤمن کی موت کے وقت آسمان سے فرشتے اس کی طرف اترتے ہیں، اس کی رُوح کو ساتویں آسمان تک اوپر پہنچاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرے بندے کا اعمال نامہ علیین میں رکھ دو اور اس روح کو زمین کی طرف لوٹا دو...... پس اس کی روح کو اس کے جسم کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے۔ پھر دو فرشتے آتے ہیں وہ اس کو بٹھاتے ہیں اور سوال کرتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے میرا رب اللہ ہے، سوال وجواب کے بعد آسمان سے آواز آتی ہے اس کے لئے جنت کا بستر بچھا دو، اس کو جنت کا لباس پہنا دو اور اس کے لئے جنت کی طرف دروازہ کھول دو، پس اس کے لئے تا حد نگاہ قبر کھول

دی جاتی ہے اور کافر کی روح کو فرشتے آسمانِ دنیا کی طرف لے جاتے ہیں، آسمان کا دروازہ اس کے لئے نہیں کھولا جاتا، اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس کا اعمال نامہ سجین میں رکھ دو نچلی زمین میں، پس اُس کی روح کی نیچے ڈال دیا جاتا ہے اور اس کی روح کو جسم کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے، دو فرشتے آکر سوال کرتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا، آسمان سے آواز آتی ہے اس کے لئے آگ کا بستر بچھا دو اور اس پر قبر تنگ کر دی جاتی ہے حتی کہ اُس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں۔

فائدہ: اس ساری کارروائی کا تعلق زمینی قبر میں جسم عنصری کے ساتھ ہے، بعض روایتوں میں ہے کہ اس پر لوہے کے گرز کے ساتھ ایسی مار پڑتی ہے جس کی آواز سوائے جن وانس کے باقی مخلوق سنتی ہے۔ یہ آواز اسی قبر سے سنتی ہے۔ ساتویں زمین سے نیچے سجین سے نہیں سنتی۔ ناقل!

چند سوالات

سوال (۱): اگر تحریرات حدیث میں مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ نے قبر میں جسد عنصری کی حیات کا صراحتاً انکار کیا ہو تو اس کا حوالہ پیش کریں؟

سوال (۲): اگر تحریرات حدیث میں مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ نے روح کے جسد عنصری یا اجزائے جسد عنصری کے ساتھ تعلق کا انکار کیا ہو تو اس کا ثبوت پیش کریں؟

سوال (۳): اگر تحریرات حدیث میں مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ نے جسد عنصری یا اجزائے عنصری سے سوال وجواب کا انکار کیا ہو تو اس کا حوالہ پیش فرمائیں؟

سوال (۴): اگر تحریرات حدیث میں مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ نے میت کے جسد عنصری یا جسد عنصری کے اجزاء کے لئے عذاب کا انکار کیا ہو تو اس کا حوالہ پیش کریں؟

سوال (۵): اگر تحریرات حدیث میں صلوۃ وسلام عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا ہو تو اس کا حوالہ پیش کریں؟

سوال (۶): اگر تحریرات حدیث میں مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ نے حیات انبیاء، سماع انبیاء، عذاب قبر کے بارے میں نقل کردہ احادیث کا انکار کیا ہو تو اس کا حوالہ پیش کریں؟

سوال (۷): اگر تحریرات حدیث میں مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ نے حیات قبر اور سماع موتی کے عقیدے کو شرک کا دروازہ کہا ہو تو اس کا حوالہ پیش کریں؟

عقیدہ حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ قلعہ دیدار سنگھ گوجرانوالہ (م ۱۳۸۲ھ)

(تلمیذ وخلیفہ مجاز مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ۔ وامیر جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ پاکستان)

۳۳۸...... وفات کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔ نور محمد خطیب جامع قلعہ دیدار سنگھ ۱۸ محرم ۱۳۸۲ھ۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن اگست ۱۹۶۲ء۔ ماہنامہ دارالعلوم دیوبند ستمبر ۱۹۶۲ء ص ۱۴)

۳۳۹...... حضرت مولانا عبدالعزیز شجاعبادی رحمۃ اللہ علیہ سابق امیر اشاعت التوحید والسنۃ ضلع ملتان لکھتے ہیں کہ حضرت

قاضی نور محمد قلعہ دیدار سنگھ والے جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کے سرخیل تھے۔ ان سے جب سماع صلوٰۃ وسلام کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے یہ جواب دیا کہ حضور اکرم ﷺ کو اپنی قبر مبارک میں حیات حاصل ہے۔ ایسی حیات کہ جس سے اپنی قبر کے پاس صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔ باقی کیفیت کا ہمیں علم نہیں، نہ اس کی کیفیت معلوم کرنے کے ہم مکلف ہیں۔ (دعوت الانصاف ص ۲۰۶، بحوالہ فیوضات حسینی المعروف تحفہ ابراہیمیہ ص ۳۶)

عقیدہ سند العلماء صفوۃ الصلحاء حضرت مولانا عبد الخالق رحمۃ اللہ علیہ مظفر گڑھی (م ۱۳۸۲ھ)

(خلیفہ مجاز حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

۳۴۰...... میں کمترین عبد الخالق مظفر گڑھی تلمیذ و خلیفہ مجاز حضرت قبلہ مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا محمد سرفراز خان صاحب کی تصنیف لطیف تسکین الصدور فی تحقیق احوال الموتی فی البرزخ والقبور کو بالاجمال اوّل سے آخر تک دیکھا ہے اور بعض مواقع تفصیلاً بھی دیکھے ہیں۔ اس میں مندرجہ مسائل کو نہایت محققانہ طور پر بیان کیا گیا ہے اور اس سلسلہ میں کئے گئے جملہ اعتراضات کے مسکت جواب دیئے گئے ہیں۔ (۱) قبر کے ثواب وعقاب کے مسئلہ کو چند آیات واحادیث صحیحہ سے ثابت کیا گیا ہے اور اہل السنۃ والجماعۃ کے اقوال سے ثابت کیا گیا ہے۔ (۲) اور اعادۃ الروح الی الجسد کو صریح حدیثوں اور جمہور اہل السنۃ والجماعۃ کے اقوال سے ثابت کیا گیا ہے۔ (۳) جس طرح ہر ذی روح کی موت قطعی ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی وفات کو قطعی مانا گیا ہے اور کتاب وسنت سے اس کا ثبوت پیش کیا گیا ہے اور اس کو اجماعی مسئلہ قرار دیا گیا ہے۔ (۴) حیاۃ الانبیاء فی القبور کو متواتر احادیث صحیحہ سے ثابت کیا گیا ہے اور اس کو بھی اجماعی مسئلہ قرار دیا گیا ہے۔ (۵) سماع الانبیاء عند القبور بلا واسطہ کو بھی احادیث سے اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تقریر (سکوت بر فعل غیر) سے اور جمہور اہل السنۃ کے اقوال سے ثابت مانا گیا ہے۔ (۶) توسل فی الدعاء کے مسئلہ کو بھی نہایت احسن طریق سے بیان کیا گیا ہے اور توسل بصالح الاعمال کے جواز بلکہ استحباب کو متفق علیہ اور توسل بالذات کو متنازع فیہ بنزاع لفظی مانا گیا ہے۔ فللہ در المؤلف بارك الله تعالیٰ فی حیاته وحسناته۔ مجھے ان کی تحقیقات سے کلی اتفاق ہے۔ کتبہ عبد الخالق مظفر گڑھی۔ (تسکین الصدور ص ۲۹)

عقیدہ استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین غور غشتوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۸۸ھ)

(خلیفہ مجاز حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ، سرپرست اوّل جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ)

۳۴۱...... بسم اللہ الرحمن الرحیم! تمام اولاد آدم کو موت کا پیالہ پینا ہے، کل نفس ذائقة الموت اور انك میت وانهم میتون. کل من علیها فان اعلانِ خداوندی سے تمام بنی آدم خواہ عام ہوں یا پیغمبر ہوں ضرور ایک وقت مرتے ہیں، اس کے ساتھ موت کے بعد بھی انسان میں ایک نوع حیات موجود رہتی ہے جس سے وہ ثواب اور عذاب سمجھتا ہے، احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ میت کو چارپائی پر قبرستان لے جاتے وقت اگر مومن ہے تو قدمونی قدمونی (مجھے جلد پہنچا دو) کہتا ہے اور اگر نافرمان اور کافر ہے تو کہتا ہے کہ اے مجھے ہلاکت ہو، مجھے کہاں لے جا رہے ہو۔ قبر میں سوال منکر نکیر، میت سے دفن کے بعد لوگوں کی واپسی کے وقت جوتوں کی آواز سننا، قبر میں

عذاب اور ثواب، یہ دلیل ہے کہ موت کے بعد بھی انسان میں ایک قسم کی حیات موجود رہتی ہے۔ شہداء کے حق میں قرآن کا ''اعلانِ احیاءٗ'' حیات میت کی دلیل ہے۔ اسی حقیقت کے ساتھ سردار انبیاء خاتم النبیین ﷺ قبر شریف میں زندہ ہیں اور جو حیات ان کی شان کے مناسب ہے اللہ نے قبر میں وہ حیات ان کو دی ہے، جسد اطہر قبر شریف میں محفوظ ہے، مٹی کوئی اثر جسد اطہر پر نہیں کر سکتی اگر قبر کے پاس کوئی مسلمان درود وسلام جہراً کرے تو حضور اکرم ﷺ خود سنتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں اور اگر کوئی دور سے درود شریف پڑھے تو فرشتے رسول اکرم ﷺ کے پاس پہنچاتے ہیں۔ میں اس مسئلہ کو حق اور صحیح سمجھتا ہوں، احادیث شریفہ، فقہائے عظام، سلف صالحین سے بھی اس مسئلہ کی حقانیت اور صحت ثابت ہے، میں نے مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اس مسئلے کا کبھی اختلاف نہیں سنا اور نہ ہی میں نے کبھی ان سے یہ پوچھا تھا، یہ تو ایک اہل السنت والجماعت کا متفقہ حق مسئلہ ہے۔ مسکین نصیر الدین غورغشتوی۔

(مقام حیات ص ۶۹۶ طبع دوم)

۳۴۲.......من صلی علی عند قبری سمعته (جو آدمی مجھ پر میری قبر کے پاس درود پڑھے گا میں اس کو سنوں گا) اس حدیث کے تحت مولانا موصوف لکھتے ہیں: سمعًا حقیقیاً بلا واسطة یعنی حقیقةً بلا واسطہ بذات خود سننا مراد ہے۔ (حاشیہ مشکوٰۃ ص ۹۳، از حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ)

فائدہ: دوسرے کی بات کو سننا قبر میں زندہ ہونے کی دلیل ہے۔

۳۴۳...... باب اثبات عذاب القبر پر حاشیہ میں لکھتے ہیں: اختلف فی ان عذاب القبر یکون للروح فقط اوللجسد مع الروح، الثانی قول الجمهور وهو المشهور المختار ویؤیده الاحادیث. کقوله علیه السلام ویقعدانه وقوله علیه السلام یضرب بین اذنیه وقوله علیه السلام مرفأ فرشوه من الجنة والبسوه من الجنة. فان کل ذالك من صفات الاجساد فعلم ان التعذیب یکون للجسد مع الروح (مشکوٰۃ ص ۲۵، حاشیہ ۴) اس میں اختلاف ہے کہ عذاب قبر فقط روح کو ہوتا ہے یا جسد اور روح دونوں کو ہوتا ہے، دوسرا قول مشہور عند الجمہور اور یہی پسندیدہ قول ہے، احادیث مبارکہ کے لحاظ سے یہی قول قوی ہے، جیسے نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ منکر ونکیر میت کو قبر میں بٹھاتے ہیں اور آپ کا فرمان ہے کہ فرشتہ اُس کے دو کانوں کے درمیان گرز سے مارتا ہے نیز آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتے ہیں کہ اس کے لئے جنت کا بستر بچھا دو اور اس کو جنت کا لباس پہنا دو۔ یہ سب اجساد (عنصریہ) کی صفات ہیں اس سے معلوم ہوا کہ عذاب روح اور جسد دونوں کو ہوتا ہے۔

فائدہ: جسد بھی وہی جس سے گناہ سرزد ہوئے نہ کہ جسد مثالی کیوں کہ وہ بے قصور ہے اور عذاب موقوف ہے جسد کی حیات پر اور جب عام اجساد زندہ ہیں تو انبیاء علیہم السلام کے اجساد بطریق اولیٰ زندہ ہیں۔

۳۴۴...... قوله اذا قبر المیت ای دفن وهو قید غالبی والا فالسوال یشمل الاموات جمیعا حتی ان من مات واکلته السباع فان الله تبارك وتعالیٰ یعلق روحه الذی فارقه بجزئه الاصلی الباقی من اول عمره الی آخره المستمر علی حاله حالتی النمو والذهول الذی تتعلق به الروح اولا فیحیی ویحیی بحیاته سائر اجزاء البدن فیسأل فیثاب او یعذب ولا یستبعد ذالك فان

اللہ تعالیٰ عالم بالجزئیات والکلیات کلھا حسب ماھی علیھا ویعلم الاجزاء بتفاصیلھا ویعلم مواقعھا ومحالھا ویمیز بین ماھو وصل وفصل ویقدر علی تعلیق الروح بالجزء الاصلی منھا حالۃ الانفراد وتعلیقہ بہ حال الاجتماع فان البنیۃ عندنا لیست شرطا للحیاۃ بل لا یستبعد تعلیق ذالک الروح الشخصی الواحد بکل واحد من تلک الاجزاء متفرقۃ فی المشارق والمغارب فان تعلقہ بتلک الاجزاء لیس علی سبیل الحلول حتی یمنع الحلول فی جزء آخر (مشکوٰۃ ص ۲۶ حاشیہ ۴) جب میت کو دفن کر دیا جاتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں۔ میت کو دفن کرنے کی قید اکثر افراد کے اعتبار سے ہے ورنہ قبر میں سوال تمام اموات کو شامل ہے۔ حتیٰ کہ وہ آدمی جو فوت ہوا اور اس کو درندوں نے کھالیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ اُس کی روح جو اس سے جدا ہو گئی تھی اس کا تعلق اس کے جزء اصلی کے ساتھ پیدا کر دیتے ہیں اور جزء اصلی وہ ہے جو اوّل عمر سے اخیر عمر تک موٹاپے اور لاغری کی دونوں حالتوں میں اپنی اصلی حالت پر باقی رہتا ہے۔ اس جزء اصلی کے ساتھ روح کا اوّلاً تعلق ہوتا ہے جس سے وہ زندہ ہو جاتا ہے پھر اس کے زندہ ہونے کی وجہ سے بدن کے باقی اجزاء بھی زندہ ہو جاتے ہیں پھر اس بدن سے سوال کیا جاتا ہے۔ سوال وجواب کے بعد اس کو ثواب دیا جاتا ہے یا عذاب اور یہ کوئی بعید نہیں۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ جزئیات اور کلیات کو جانتا ہے، وہ جس حالت میں بھی ہوں۔ نیز اللہ تعالیٰ اُن کی تفاصیل اور اُن کے مواقع اور اُن کی جگہوں کو بھی جانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اُن کے ملانے اور جدا کرنے کو بھی جانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جزء اصلی کے منفرد اور مجتمع ہونے کی دو حالتوں میں روح کے جزء اصلی کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کی قدرت بھی رکھتا ہے۔ کیوں کہ ہمارے نزدیک حیات کے لئے انسانی ڈھانچہ شرط نہیں، بلکہ یہ بھی بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک شخصی روح کا مشرق اور مغرب میں منتشر اجزاء میں سے ہر جزء کے ساتھ تعلق پیدا کر دے۔ کیوں کہ روح کا ان اجزاء کے ساتھ تعلق بطریق حلول ودخول نہیں کہ ایک جزء میں حلول دوسرے جزء کے اندر حلول میں مانع بنے۔

فائدہ: اے میرے عزیز! درندے جسم عنصری کے اجزاء کو کھاتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ مولانا نصیر الدین غور غشتوی رحمۃ اللہ علیہ روح اور جسم عنصری کے تعلق، حیات اور ثواب وعذاب کو بیان کر رہے ہیں۔ کیوں کہ بدن مثالی کے اجزاء کو نہ درندے کھاتے ہیں، نہ اُس تک درندے پہنچ سکتے ہیں۔

۳۴۵...... قولہ رد اللہ علی روحی ولیس المراد بعود الروح عودھا بعد المفارقۃ عن البدن وانما المراد انہ صلی اللہ علیہ وسلم فی البرزخ مشغول حول الملکوت مستغرق فی مشاھدۃ رب العزۃ عز وجل کما کان فی الدنیا فی حالۃ الوحی وفی احوال الآخرۃ فعبر عن افاقتہ من تلک المشاھدۃ وذالک الاستغراق برد الروح (مشکوٰۃ ص ۹۲، حاشیہ ۴) حدیث پاک میں ہے کہ جو کوئی مجھ پر سلام کرتا ہے، اللہ تعالیٰ میری روح کو اس طرف متوجہ کر دیتے ہیں اور میں سلام کا جواب دیتا ہوں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس حدیث میں ردِ روح کا یہ مطلب نہیں کہ روح بدن سے بالکل جدا ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ دوبارہ روح کو بدن کی طرف لوٹاتے ہیں، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برزخ میں ملکوت کے اردگرد اور اللہ رب العزۃ عز وجل کی تجلیات اور انوارات کے مشاہدہ میں مستغرق ہوتے ہیں۔ جیسا کہ دنیا میں بحالت وحی مستغرق ہوتے تھے اور احوال آخرت میں مستغرق ہوتے تھے، اس استغراقی حالت سے افاقہ کو ردِ روح کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ مولانا نصیر الدین رحمہ اللہ کے نزدیک روح کا بدن سے عالم برزخ میں تعلق منقطع نہیں ہوتا بلکہ آپ پر وحی والی حالت کی طرح استغراقی حالت طاری ہو جاتی ہے، اس حالتِ استغراقی سے افاقہ کو رد روح کے عنوان سے ذکر کیا گیا ہے۔

۳۴۶ ...... قولہ قالوا یا رسول اللہ و کیف تعرض الخ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جائے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا؟ حضرت مولانا نصیر الدین رحمہ اللہ اس پر تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں: سألوا بیان کیفیۃ العرض بعد اعتقاد جواز ان العرض کائن لامحالۃ لقولہ الصادق فان صلوتکم معروضۃ علی لکن حصل لھم الاشتباہ ان العرض ھل ھو علی الروح المجرد او علی المتصل بالجسد وحسبوا بان جسد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کجسد کل احد فکفی فی الجواب ما قالہ علی وجہ الصواب ذکر السیوطی فی کتاب شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور بالاخبار الصحیحۃ والآثار الصریحۃ ان سائر الاموات ایضا یسمعون السلام والکلام وتعرض علیھم اعمال اقاربھم فی بعض الایام الا ان الانبیاء علیہم السلام لکون حیاتھم علی الوجہ الاکمل ویحصل لبعض وُرّاثھم من الشھداء والاولیاء والعلماء الحظ الاوفی بحفظ ابدانھم الظاھرۃ بل بالتلذذ بالصلوۃ والقراءۃ ونحوھما فی قبورھم الطاھرۃ الی قیام الساعۃ الآخرۃ (مشکوۃ ص ۱۲۰، حاشیہ ۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا فرمان کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جائے گا اس کی وجہ سے صحابہ کرام کا اعتقاد تھا کہ درود یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش ہوگا۔ البتہ درود پیش کرنے کی کیفیت کیا ہوگی؟ اس میں اُن کو اشتباہ ہوا کہ درود جسم سے جدا فقط روح پر پیش ہوگا یا روح اور جسم دونوں پر اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خیال یہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد مبارک دوسرے لوگوں کے جسد طرح ہے، اس کا جواب بالصواب وہی کافی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (کہ آپ کا جسد مبارک محفوظ ہے، تو درود روح اور جسد دونوں پر پیش ہوگا) علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور میں اخبار صحیحہ اور آثار صریحہ کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ سب اموات سلام اور کلام سنتے ہیں اور ان پر ان کے اقارب کے اعمال بعض ایام میں پیش ہوتے ہیں، مگر یہ کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات کامل ترین ہوتی ہے اور ان کے بعض ورثاء یعنی شہداء، اولیاء اور علماء کو بھی ابدانِ ظاہرہ کی حفاظت کا وسیع حصہ حاصل ہوتا ہے، بلکہ وہ اپنی پاکیزہ قبور میں نماز، قرأت وغیرہ عبادات کے ساتھ قیامت تک لذات حاصل کرتے رہتے ہیں۔

۳۴۷ ...... حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے جب اُن کی قبر تیار ہوگئی تو آپ نے خود ایک وزنی پتھر اٹھا کر ان کے سر کی جانب بطور علامت کے رکھ دیا اور فرمایا: اعلم بھا قبر اخی وادفن الیہ من مات من اھلی میں اس پتھر کے ذریعے اپنے بھائی کی قبر پہچانوں گا اور میرے اہل میں سے جو فوت ہوگا اُس کو عثمان بن مظعون کے قریب دفن کروں گا۔ اس حدیث پر مولانا نصیر الدین رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ویستحب ان یجمع الاقارب فی موضع لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام وادفن الیہ من مات من اھلی اور مستحب یہ ہے کہ اقارب کو ایک جگہ قریب قریب دفن کر کے جمع کیا جائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی وجہ سے کہ میرے اہل میں سے جو فوت ہو میں اس کو عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے قریب دفن کروں گا۔ (مشکوۃ ص ۶۳، حاشیہ ۸)

فائدہ: پس جیسا کہ قبر سے باہر والے لوگوں سے اور اُن کے کلام سے میت اُنس پکڑتا ہے اس لئے سر کی جانب سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیات اور پاؤں کی جانب سورۂ بقرہ کی آخری آیات بعد از تدفین پڑھنا مستحب ہے اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو چند وصیتیں کیں کہ میرے جنازے کے ساتھ نوحہ کرنے والی عورت نہ ہو اور نہ جنازے کے ساتھ آگ ہو اور جب تم مجھے دفن کر لو تو میری قبر کی مٹی پر پانی چھڑکنا، پھر تم میری قبر کے اردگرد اتنی دیر ٹھہر کر دعا و استغفار کرنا جتنی دیر میں اونٹ کا نحر کیا جاتا ہے اور اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ میں تمہارے ساتھ اُنس پکڑوں اور میں جان لوں کہ اپنے رب کے فرستادہ فرشتے منکر ونکیر کو کیا جواب دیتا ہوں۔ پس جیسے قبر میں میت کو باہر والوں کی قرأت اور دعا وغیرہ کی وجہ سے سکون واطمینان ہوتا ہے۔ ممکن ہے زیر زمین اقارب بھی ایک دوسرے کے قرب سے سکون وچین محسوس کرتے ہوں۔ اس لئے ایک جگہ اقارب کی قبریں اکٹھی بنانا مستحب ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مولانا نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زمینی قبر میں جسم عنصری کے اندر حیات اور ادراک وشعور اور احساس ہوتا ہے، ورنہ اگر بے جان پڑا ہے بغیر ادراک وشعور کے تو اقارب کو ایک جگہ دفن کرنے کا کیا فائدہ؟ اور سر اور پائنتی کی جانب تلاوت کا کیا فائدہ؟ اور بے جان اُنس کیسے پکڑ سکتا ہے؟

۳۴۸...... حدیث پاک میں ہے ان المیت لیعذب ببکاء الحی علیه بے شک میت کو عذاب دیا جاتا ہے زندہ کے اُس پر رونے کی وجہ سے۔ اس پر حضرت غور غشتوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: وعندی واللہ اعلم ان یکون المراد بالعذاب هو الالم الذی یحصل للمیت اذا سمعهم یبکون او بلغه ذالك فانه یحصل له التالم بذالك (مشکوۃ ۱۶۲، حاشیہ ۳) میرے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ جب میت ان کے رونے کی آواز سنتی ہے یا اس کو یہ بات پہنچتی ہے تو اس کی وجہ سے اس کو جو تکلیف ہوتی ہے عذاب سے یہی تکلیف مراد ہے۔

فائدہ: ظاہر ہے سنتا وہی ہے جس میں حیات ہوتی ہے، تکلیف بھی وہی محسوس کرتا ہے جو زندہ ہوتا ہے۔

۳۴۹...... صاحب مشکوۃ نے باب قائم کیا ہے: باب زیارۃ القبور اس پر حضرت غور غشتوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: زیارۃ القبور مستحب پھر اس کے تین فائدے بتائے ہیں، رقت قلب، موت اور بوسیدہ ہونے کو یاد کرنا والعمدۃ فی ذالك الدعاء للمیت والاستغفار لهم اور عمدہ فائدہ ہے میت کے لئے دعا اور استغفار کرنا اور سنت میں یہ وارد ہے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب جنت البقیع میں آتے اور اہل قبور پر سلام کرتے اور ان کے لئے بخشش طلب کرتے۔ رہا یہ کہ اللہ سے مدد طلب کرنے کی قبر والوں سے درخواست کرنا تو نبی کریم ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کے بارے میں بہت سے فقہاء نے انکار کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ قبور کی زیارت میں مقصود ہے موتی کے لئے دعا اور استغفار کرنا اور تلاوتِ قرآن کے ذریعے اُن کو نفع پہنچانا۔ البتہ مشائخ وصوفیہ اور بعض فقہاء اس کے قائل ہیں۔ (مشکوۃ ص ۱۶۸ حاشیہ ۳)

فائدہ: نبی کریم ﷺ اور دوسرے انبیاء کے علاوہ کے متعلق اختلاف نقل کیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت غور غشتوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نبی کریم ﷺ اور دوسرے انبیاء کی قبور کے پاس استشفاع واستمداد جائز ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارش یا اللہ سے مدد طلب کرنے کی درخواست کرنا جائز ہے۔

۳۵۰...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اپنے حجرے میں داخل ہوتی تو اپنی چادر اتار کر رکھ دیتی یہ خیال کر

کے کہ حجرے میں میرے شوہر اور میرے باپ ہیں۔ پھر جب حجرے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مدفون ہو گئے تو چادر اوڑھ کر داخل ہوتی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیاء کرنے کی وجہ سے۔ اس پر حضرت غور غشتوی رحمۃ اللہ علیہ حاشیہ میں لکھتے ہیں:
اوضح دلیل علی حیاۃ المیت وعلی انہ ینبغی احترام المیت عند زیارتہ مھما امکن لا سیما الصالحون بان یکون فی غایۃ الحیاء والتادیب بظاھرہ وباطنہ فان للصالحین مددا ظاھرا بالغالزوارھم بحسب ادبھم وقبولھم (مشکوۃ ص ۱۶۹، حاشیہ ۳) یہ حدیث میت کی حیات پر واضح ترین دلیل ہے اور اس پر بھی دلیل ہے کہ بوقتِ زیارت جہاں تک ممکن ہو میت کا احترام لازم ہے۔ بالخصوص صلحاء کا اس طور پر کہ ظاہر و باطن میں انتہائی حیاء اور انتہائی ادب ہو کیوں کہ صالحین کی طرف سے توجہ باطنی کے ذریعے اپنے زائرین کے لئے اُن کے ادب اور عند اللہ قبولیت کی وجہ سے بہت مدد ہوتی ہے۔

__فائدہ:__ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کو واضح ترین دلیل کہہ کر حضرت غور غشتوی رحمۃ اللہ علیہ جس جسد میں حیات مان رہے ہیں وہ جسد عنصری ہے جو قبر میں مدفون ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا علیین میں بدن مثالی والی قبر کے پاس نہیں جاتی تھیں۔

۳۵۱...... حضرت غور غشتوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی اعادہ روح اور قبر میں جسم عنصری سے سوال وجواب والی حدیث پر حاشیہ میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کر کے اپنا مسلک بتا رہے ہیں: قال العسقلانی فی فتاواہ ارواح المؤمنین فی علیین وارواح الکفار فی سجین ولکل روح بجسدھا اتصال معنوی لا یشبہ الاتصال فی الحیاۃ الدنیا بل اشبہ شئی بہ حال النائم وان کان ھو اشد من حال النائم اتصالا وبھذا یجمع بین ما ورد ان مقرھا فی علیین او سجین وبین ما نقلہ ابن عبد البر عن الجمھور انھا عند افنیۃ قبورھا ومع ذالک فھی ماذون لھا فی التصرف وتاوی الی محلھا من علیین او سجین قال واذا نقل المیت من قبر الی قبر فالاتصال المذکور مستمر فکذا لو تفرقت الاجزاء (مشکوۃ ص ۱۵۶ حاشیہ ۳) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاوی میں فرماتے ہیں مؤمنین کی ارواح علیین میں ہیں اور کفار کی سجین میں، اور ہر روح کا اپنے جسد (عنصری) کے ساتھ اتصال معنوی ہے جو حیات دنیا والے اتصال کے مشابہ نہیں، بلکہ اس کے زیادہ مشابہ نائم کی حالت ہے۔ اگرچہ روح کا اتصال اپنے جسم کے ساتھ نائم کے اتصال سے زیادہ قوی ہے اور اس کے مطابق دو متضاد قولوں میں تطبیق ہو جاتی ہے ایک قول یہ ہے کہ روح کی جائے قرار علیین یا سجین ہے اور دوسرا قول ابن عبد البر نے جمہور کا نقل کیا ہے کہ ارواح قبور کے گرد و نواح میں رہتی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود اُن کو تصرف کرنے میں اور علیین یا سجین والے محل کے اندر ٹھکانہ پکڑنے کی اجازت ہے اور جب میت کو ایک قبر سے دوسری قبر کی طرف منتقل کیا جائے تو مذکورہ اتصال معنوی قائم رہتا ہے۔ اسی طرح اگر جسم کے اجزاء بکھر جائیں تب بھی اُن اجزاء کے ساتھ اتصال معنوی قائم رہتا ہے۔

__فائدہ:__ معلوم ہوا کہ حضرت غور غشتوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک روح کا جسد عنصری یا جسد عنصری کے منتشر اجزاء کے ساتھ تعلق قائم رہتا ہے اور اسی تعلق کا نام حیات ہے۔ یہ یاد رہے کہ بدن مثالی کے اجزاء نہ منتشر ہوتے ہیں نہ بدن مثالی کو ایک قبر سے دوسری قبر کی طرف منتقل کیا جاتا ہے بلکہ منکرین حیات کے نزدیک خود جسم مثالی قبر ہے۔

۳۵۲...... حضرت غور غشتوی رحمۃ اللہ علیہ ارضی قبور کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں: ان ھذہ القبور مملوۃ ظلمۃ علی اھلھا وان اللہ ینورھا لھم بصلاتی علیھم (مشکوٰۃ ص ۱۵۹ حاشیہ ۸) یعنی یہ زمینی قبریں ظلمت (عذاب) سے پُر ہوتی ہیں اور ان قبور پر نماز جنازہ پڑھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اہل قبور کے لئے ان قبروں کو روشن کر دیتا ہے۔

فائدہ: نبی کریم ﷺ انہی ارضی قبروں پر نماز جنازہ پڑھتے تھے۔ العیاذ باللہ! سجین والی قبر پر جا کر نماز نہیں پڑھتے تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت غور غشتوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عذاب اور ثواب اسی ارضی قبر میں ہوتا ہے اور ارضی قبر میں جسد عنصری ہوتا ہے جسد مثالی نہیں ہوتا۔ اس سے پتہ چلا کہ محدث غور غشتوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قبر کا ثواب وعذاب روح اور جسد عنصری کو ہوتا ہے اور یہ تب ہوسکتا ہے کہ جسد عنصری میں حیات ہو اور جب عام مؤ منین کے اجسام عنصریہ زندہ ہیں تو انبیاء علیہم السلام کے اجسام عنصریہ بطریق اولیٰ زندہ ہیں۔

۳۵۳...... حضرت غور غشتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں (نصیر الدین غور غشتوی رحمۃ اللہ علیہ) اور مولانا غلام اللہ خان عقائد میں متفق ہیں، میں بھی نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد برزخی حیات کا قائل ہوں اور وہ بھی برزخی حیات کے قائل ہیں۔ میں بھی یہ کہتا ہوں کہ روضہ پاک کے قرب میں جب درود جہراً پڑھا جائے تو نبی ﷺ سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں اور جناب غلام اللہ خان صاحب نے بھی اپنے ماہنامہ تعلیم القرآن میں لکھا ہے کہ نبی ﷺ اور سب اموات میں حیات برزخی ہے اور نبی علیہ السلام میں سب سے اکمل اور احسن ہے، اس واسطے وہ قبر کے پاس درود وسلام سنتے ہیں۔

(ماہنامہ تعلیم القرآن ص ۲۵، ستمبر ۱۹۶۰ء)

۳۵۴...... مولانا غور غشتوی رحمۃ اللہ علیہ حاشیہ مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں: فنبی اللہ حی میں ظاہر یہ ہے کہ جنس انبیاء مراد ہے یعنی تمام انبیاء زندہ ہیں، جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں، وصح خبر الانبیاء احیاء فی قبور ھم یصلون۔ (مشکوٰۃ ص ۱۳۲، حاشیہ ۸) اور یہ حدیث صحیح ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔

۳۵۵...... قولہ ان اللہ حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء۔ اس پر مولانا غور غشتوی رحمۃ اللہ علیہ حاشیہ میں لکھتے ہیں: ای منعھا منعا کلیا ان تأکل جمیع اجزائھم ولا فرق لھم فی الحالین ولذا قیل اولیاء اللہ لایموتون ولکن ینتقلون من دار الی دار وفیہ اشارۃ الی ان العرض علی مجموع الروح والجسد منھم بخلاف غیرھم ومن فی معناھم من الشھداء والاولیاء فان عرض الامور معرفۃ الاشیاء انما ھو بارواحھم مع اجسام (مشکوٰۃ ص ۱۳۲، حاشیہ ۷) یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین پر کلی طور پر ممنوع کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے تمام اجزاء کو کھائے۔ پس ان کی قبل الوفات اور بعد الوفات کی دونوں حالتوں میں کوئی فرق نہیں۔ (دونوں حالتوں میں جسم محفوظ رہتا ہے اور زندہ ہوتا ہے) اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اولیاء اللہ مرتے نہیں لیکن ایک دار سے دوسرے دار کی طرف منتقل ہوتے ہیں اور اس میں اشارہ ہے کہ صلوٰۃ وسلام انبیاء علیہم السلام کے روح وجسم کے مجموعہ پر پیش ہوتا ہے۔ (یعنی روح جسم میں ہوتا ہے اور درود دونوں کے مجموعے پر پیش ہوتا ہے) جب کہ غیر انبیاء یعنی شہداء اور اولیاء کے ارواح پر پیش ہوتا ہے اور ان ارواح کا اجسام عنصریہ کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔

۳۵۶...... ایک مولانا صاحب نے کہا کہ صوابی میں ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ سماع موتی کا عقیدہ قرآنِ کریم کے خلاف ہے اور دلیل میں: انك لاتسمع الموتی پیش کرتے ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا میرے عزیز! ان لوگوں کی باتیں میرے ساتھ مت کرو۔ انہوں نے ہمارے پیرومرشد (حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ) کو بدنام کر دیا ہے۔ ہم نے اپنے پیرومرشد سے کبھی بھی ایسی باتیں نہیں سنی ہیں۔ باقی اُن کا یہ استدلال غلط ہے۔ آیت کریمہ میں نفی مطلق سماع کی نہیں بلکہ سماع نافع ومفید کی نفی ہے۔

(مجالس غور شتوی ص ۱۴۸، جمع کردہ: مولانا محمد امیر بجلی گھر، ترتیب: مفتی محمد قاسم بجلی گھر)

۳۵۷...... ارشاد فرمایا کہ اہل حق کا عقیدہ یہ ہے کہ قبر کا عذاب وثواب برحق ہے کافروں اور بعض گناہگار اہل ایمان کو قبر میں عذاب ہونا اور قبر میں اہل طاعت کو نعمت وثواب کا ملنا اور منکر نکیر کا سوال کرنا، یہ تمام امور برحق ہیں اور دلائل سے ثابت ہیں۔ (ایضاً ص ۱۴۹)

۳۵۸...... ارشاد فرمایا کہ میرے عزیزو! قبر کے عذاب پر قرآنِ کریم کی آیات اور جناب رسول اللہ ﷺ کی احادیث متواترہ وارد ہوئی ہیں اور سلف صالحین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ کا اس پر اجماع ہے۔ (ایضاً ص ۱۴۹)

۳۵۹...... حضرت شیخ الحدیث بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے تفصیلاً اور بعض سے اجمالاً قبر کے عذاب وثواب کی احادیث نقل کر کے فرماتے ہیں: میرے عزیزو! یہ قریباً تیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسمائے گرامی ہیں جن سے عذاب قبر کی احادیث مروی ہیں، اس لئے قبر کے عذاب وثواب کے متواتر ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ (ایضاً ص ۱۵۱)

۳۶۰...... ارشاد فرمایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے ارشادات مبارکہ کے تتبع وتلاش سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر کا عذاب وثواب صرف روح کو نہیں ہوتا بلکہ میت کے جسم (عنصری) وروح دونوں کو ہوتا ہے اور یہ کہ عذاب وثواب کا محل یہی حسی قبر ہے جس میں مردہ کو دفن کیا جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ چونکہ یہ عذاب وثواب دوسرے عالم کی چیز ہے اس لئے میت پر جو حالات قبر میں گزرتے ہیں زندوں کو اُن کا ادراک وشعور عام طور پر نہیں ہوتا۔ (ایضاً ص ۱۵۲)

۳۶۱...... ارشاد فرمایا کہ چونکہ عذاب وثواب اِسی حسی قبر میں ہوتا ہے اور یہ کہ میت کا بدن بھی عذاب وثواب سے متاثر ہوتا ہے اور احادیث نبویہ سے بہت سے شواہد پیش کئے جاسکتے ہیں (اس کے بعد حضرت رحمہ اللہ نے حدیث جریدہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان فرمائی) (ایضاً ص ۱۵۲)

۳۶۲...... ارشاد فرمایا کہ اگر یہ گڑھا جس کو قبر کہا جاتا ہے عذاب قبر کا محل نہ ہوتا تو ان شاخوں کو قبروں پر نصب نہ فرمایا جاتا اور اگر میت کے بدن کو عذاب نہ ہوتا تو آپ ﷺ ان دو شخصوں کی آواز نہ سنتے اور نہ قبر کے پاس سے گزرتے ہوئے عذاب قبر کا احساس ہوتا۔ (ایضاً ص ۱۵۳)

۳۶۳...... ارشاد فرمایا کہ میرے عزیزو! ہمارا اور ہمارے پیرومرشد امام الموحدین حضرت مولانا حسین علی صاحب قدس سرہ اور ہمارے اساتذہ کرام کا اور تمام اکابرین کا یہ عقیدہ ہے کہ متواتر احادیث سے یہ ثابت ہے کہ قبر میں جسم کی طرف روح لوٹائی جاتی ہے اور جسم سے تعلق قائم کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کو ادراک وشعور حاصل ہوتا ہے اور اسی تعلق اور ادراک وشعور کی وجہ سے مُردہ سلام وکلام وغیرہ سنتا ہے اور سماع موتی کی حدیثیں صحیح ہیں اور اپنی حقیقت پر محمول ہیں۔ یہی جمہور شراحِ حدیث کی بھی رائے ہیں۔ (ایضاً ص ۱۵۳، ۱۵۴)

۳۶۴...... ارشاد فرمایا: میرے عزیزو! تمام اہل سنت والجماعت اس بات پر متفق ہیں کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام قبر اور برزخ میں زندہ ہیں اور ان کی زندگی حضرات شہداء کی زندگی سے بھی اعلیٰ اور ارفع ہے۔ (ایضاً ص ۱۵۶)

۳۶۵...... ارشاد فرمایا کہ قرآن کریم میں بیشتر مقامات پر حیات الانبیاء کا ثبوت اشارۃً، دلالۃً اور اقتضاءً ملتا ہے، ہم ان میں سے صرف چند آیتوں کا ذکر کرتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے پانچ آیات پیش فرمائیں۔ (۱) ولقد اٰتینا موسیٰ الکتاب فلا تکن فی مریۃ من لقائہ اور فرمایا اس آیت کی تفصیل میں مفسرین فرماتے ہیں کہ معراج کی رات اُن سے کئی بار ملے تھے اور ملاقات بغیر حیات کے ممکن نہیں۔ لہٰذا اس آیت میں اقتضاء النص سے حیات النبی کا ثبوت ہوتا ہے اور فرمایا کہ اصول فقہ کی بڑی بڑی کتابوں میں موجود ہے کہ جو حکم اقتضاء النص سے ثابت ہوتا ہے وہ بحالتِ انفراد قوت واستدلال میں عبارۃ النص کی مثل ہوتا ہے۔ (۲) ولا تقولوا لمن یقتل الخ۔ (۳) بل احیاء عند ربھم یرزقون فرحین الخ اور ارشاد فرمایا کہ ان دو آیتوں کے متعلق علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ جب نقل کے اعتبار سے یہ بات ثابت ہو چکی کہ شہداء زندہ ہیں تو عقل کے اعتبار سے بھی یہ بات پختہ ہو جاتی ہے کہ انبیاء کرام زندہ ہیں، اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام تو شہداء سے ہر حال میں افضل ہیں اس لئے اس آیت سے اُن کی حیات بطریق اولیٰ ثابت ہوتی ہے۔ ارشاد فرمایا کہ میرے عزیزو! آپ صاحبان غور فرمائیں کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کس قدر قوت کے ساتھ آیتِ کریمہ سے بدلالت النص بلکہ بدرجہ اولویت حیات الانبیاء کو ثابت کرتے ہیں۔ (۴) فلما قضینا علیہ الموت الخ۔ ارشاد فرمایا کہ اس آیت سے بھی بطریق دلالۃ النص حیات الانبیاء کا عقیدہ ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ جب کیڑوں نے مضبوط اور سخت ترین عصائے سلیمانی کو کھالیا تو جسم عنصری کا کھانا تو اس سے کہیں زیادہ آسان اور سہل تھا، مگر اس کے باوجود جسم کا ٹکا رہنا بلکہ محفوظ ہونا حیات کی صریح دلیل ہے۔ ارشاد فرمایا کہ یہاں یہ نکتہ بھی یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے جسد اطہر کے زمین پر آ جانے کو خرّ کے لفظ کے ساتھ تعبیر فرمایا مگر اس کو سقط سے تعبیر نہیں فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خرّ کا لفظ قرآنِ کریم اور احادیث مبارکہ میں جہاں کہیں بھی ذکر ہوا ہے تو وہ زندہ انسان کے جھک جانے یا گر جانے کے لئے ارشاد فرمایا گیا ہے۔ (۵) ولو انھم اذ ظلموا الخ یہ آیت پڑھ کر مجلس میں موجود مولانا زین العابدین فاضل دیوبند کو فرمایا مولوی صاحب! سامنے المار ی سے تفسیر ابن کثیر کی پہلی جلد اٹھا کر لاؤ۔ کھول کر فرمایا حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں، اس کے بعد حضرت نے تفسیر ابن کثیر سے عُتبی کا واقعہ پڑھ کر سنایا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ میرے عزیزو! اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات کے مطابق جناب رسول اللہ کی ذات اقدس عالم دنیا کی حیات ظاہری ختم ہونے کے بعد بھی حاضری دینے والے امتی کو سلام علیکم کے جواب سے نوازتی ہے اور آپ اس کو اللہ تعالیٰ کی رحمت ومغفرت کا پیغام پہنچانے اور ان کے لئے دعائے مغفرت کرنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف مامور ہیں، یہ بھی آپ کی حیات جاودانی اور اسی مدینہ منورہ والی قبر میں حیات پر قرآنی دلیل اور واضح ثبوت ہے۔ (ایضاً ص ۱۵۶)

۳۶۶...... امام الموحدین حضرت انس رضی اللہ عنہ کی دو حدیثیں بیان فرماتے ہیں۔ ایک الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون، دوسری موسیٰ علیہ السلام کا قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا، اس کے بعد ارشاد فرمایا میرے عزیزو! تمام اکابرین اور ہمارے اساتذہ کرام کا عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام اور شہداء کی قبر کی حیات ان کی دنیاوی حیات کی مانند

ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے کیوں کہ نماز پڑھنا زندہ جسم کا تقاضا کرتا ہے۔ (ایضاً ص ۱۶۰)

۳۶۷...... ارشاد فرمایا کہ مشکوۃ شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: من صلی عند قبری سمعته ومن صلی نائیا ابلغته حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ مرقاۃ میں فرماتے ہیں کہ جس شخص نے مجھ پر میری قبر کے پاس درود پڑھا تو میں خود اس کو سنتا ہوں، یعنی حقیقی طور پر، فرشتوں کے توسط کے بغیر میں خود سنتا ہوں اور ہم نے بھی اپنے حاشیہ مشکوۃ میں صاف طور پر لکھ دیا ہے: سمعته کی شرح میں کہ: سمعا حقیقة بلا واسطة۔ (ایضاً ص ۱۶۲)

۳۶۸...... ارشاد فرمایا کہ ہم نے اپنے استاذ شیخ المشائخ حضرت مولانا قاضی قمر الدین صاحب چکڑالوی رحمہ اللہ سے سنا تھا کہ ہم نے استاذ الکل شیخ المشائخ حضرت مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ سے بخاری شریف پڑھتے وقت سنا کہ آپ نے یہ فرمایا کہ بہتر بات یہ ہے کہ کہا جائے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی حیات ایسی ہے کہ اُس کے بعد موت وارد نہیں ہوتی، بلکہ دوامی حیات آپ کو حاصل ہے اور باقی انبیاء کرام علیہم السلام بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (ایضاً ص ۱۶۲)

۳۶۹...... ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بھی مشکوۃ کی شرح لمعات میں لکھا ہے: والمذهب ان الانبياء احياء حياة حقيقية دنيوية ارشاد فرمایا کہ میرے عزیزو! جب یہ روایت اپنے بڑے محدثین عظام اور ائمہ حدیث کے ہاں بالکل صحیح ہے تو اب اس کو صحیح نہ کہنا دانشمندی نہیں ہے۔ (ایضاً ص ۱۶۳)

۳۷۰...... ارشاد فرمایا کہ عزیزو! قرآن وسنت اور اکابر علمائے امت کی تصریحات کی روشنی میں یہ عقیدہ اہل سنت والجماعت کا بنیادی عقیدہ ہے اور یہی اہل حق کا عقیدہ ہے۔ پس جو لوگ اس مسئلہ کا انکار کرتے ہیں میں ان کو اہل حق میں سے نہیں سمجھتا اور وہ تمام اکابرین کے نزدیک گمراہ ہیں، ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز نہیں اور ان کے ساتھ کسی قسم کا تعلق روا نہیں۔ (ایضاً ص ۱۶۳)

عقیدہ امام المناظرین والمتکلمین حضرت مولانا علامہ دوست محمد قریشی رحمہ اللہ (م ۱۳۹۴ھ)

(تلمیذ حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ)

۳۷۱...... حضرت قریشی صاحب رحمہ اللہ کا مکتوب گرامی بنام مولانا سرفراز خاں صفدر صاحب رحمہ اللہ ملاحظہ فرمائیں: حضرت مولانا زید مجدہٗ: سلام مسنون! جناب کی تصنیف شدہ تسکین الصدور بوساطت مولانا عبد العزیز صاحب پہنچی۔ اس عاجز نے اس سے پہلے اس کے اہم مقامات کا مطالعہ کر لیا تھا، جناب نے اس کتاب میں ہمارے اسلاف کی صحیح ترجمانی اور تشریح فرمائی ہے۔ خدا تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطاء فرمائے اور مسلمانوں کے لئے اسے مشعلِ راہ بنائے۔ ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔ فقیر دوست محمد قریشی، صدر تنظیم اہل سنت پاکستان۔ (تسکین الصدور ص ۳۴)

عقیدہ مفسر القرآن شیخ الطریقۃ حضرت مولانا محمد عبد اللہ بہلوی رحمہ اللہ (م ۱۳۹۸ھ)

(تلمیذ وخلیفہ حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ)

(حضرت بہلوی رحمہ اللہ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ سے عقدہ حل کرنے کے لئے عرض کیا تو آپ نے فرمایا جب تک قرآن پاک کا ترجمہ میرے پاس نہ پڑھو وہ عقدہ حل نہیں ہو سکتا۔ فرمایا

ترجمہ پڑھا تو عقل دنگ رہ گئی کہ ہم بھی تفسیر جلالین وغیرہ پڑھاتے رہے، یہ تو کوئی اور چیز تھی۔ پھر عقدہ حل کرانے کے بعد تمام سلاسل نقشبندیہ قادریہ سہروردیہ چشتیہ کی اجازت مرحمت فرمائی) حضرت بہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مسئلہ پر ایک مستقل رسالہ ''القول الجلی فی حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' تالیف فرمایا جس کے چند اقتباسات ملاحظہ کیجئے:

۳۷۲...... انبیاء علیہم السلام بعد وفات دنیوی کے بھی زندہ ہیں جسد عنصری کے ساتھ۔ (ص ۶)

۳۷۳...... اس وقت کا اختلاف یہ ہے کہ بعد وفات دنیوی کے ان کی حیات برزخی روحانی ہے یا جسمانی برزخی ہے۔ ہمارے اکابر دیوبند وغیرہم رحمہم اللہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات برزخی جسمانی کے اس طور پر قائل تھے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی وجود پاک کے ساتھ زندہ تشریف فرما ہیں روضہ مبارکہ میں جس طرح کہ اس دنیا میں تشریف فرما تھے جیسا کہ ماہنامہ (دار العلوم دیوبند) نومبر ۱۹۵۷ء ص ۸ میں اور آب حیات مؤلفہ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ میں ہے اور (المہند علی المفند ص ۱۳) کتب خانہ اعزازیہ دیوبند میں ہے۔ (ص ۷)

۳۷۴...... شہداء کے متعلق تو حق تعالیٰ زوردار الفاظ میں فرماتا ہے کہ ان کو مردہ گمان بھی نہ کرو (پ ۴) وہ کھاتے پیتے ہیں خوش ہوتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام تو ان سے ہزاروں درجے بالاتر ہیں۔ جب شہداء زندہ ہیں کھاتے پیتے ہیں...... تو کیا بعید ہے کہ انبیاء علیہم السلام بھی زندہ ہوں حیات جسدی سے اور نماز بھی پڑھیں، حج بھی کریں اور آیۃ: انك میت وانهم میتون اس کے مخالف نہیں اس لئے کہ کون کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء علیہم السلام پر موت نہیں آئی، بلکہ بات یہ ہے کہ ظاہری موت کے بعد پھر قبر مبارک میں بجسد عنصری زندہ ہیں یا نہ۔ (ص ۱۶، ۱۷)

۳۷۵...... شہید اور انبیاء علیہم السلام کی حیات میں یہ فرق ہے کہ شہید احکام آخرت میں زندہ ہے اور دنیا کے احکام میں مردہ ہے۔ حتیٰ کہ اس کا مال تقسیم ہوتا ہے، اس کی بیوی عدت بیٹھتی ہے اور نکاح کرسکتی ہے اور انبیاء علیہم السلام کی زندگی دنیوی احکام میں بھی ہے۔ ان کے ازواج مطہرات پر عدت نہیں۔ نکاح نہیں کرسکتیں۔ مال ان کا تقسیم نہیں ہوتا اور جنازہ کی نماز ان پر اوروں جیسی نہیں پڑھی جاتی۔ وغیر ذالک! (ص ۲۶)

۳۷۶...... اس جگہ دو چیزیں ہیں ایک حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم و دیگر انبیاء علیہم السلام کی بعد وفات حسرت آیات کی زندگی جسمانی و روحانی بطور اکمل کا اعتقاد رکھنا...... دوم اینکہ زندگی جسمانی و روحانی ماننے کے بعد ہم لوگ ان کو دور سے پکاریں اور نفع و نقصان فوق الاسباب کے مالک مختار سمجھیں اور مدینہ منورہ حاضر ہو کر وہ چیزیں جو حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں ممنوع ہیں یا شریعت سے منقول نہیں اور نہ اصحاب کرام رضی اللہ عنہم سے صحیح طور مروی ہیں نہ کسی تابعی سے ثابت ہیں نہ ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ نے استنباطاً جائز رکھی ہیں ہم ان کو جسمانی روحانی حیات کے اعتقاد پر قیاساً و اجتہاداً ثابت کریں اور چودھویں صدی کے مجتہد و بزرگ بن کر معاملہ کریں اور فتویٰ دیویں یہ ہرگز جائز نہیں، ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کے غضب میں آجاویں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غضب میں آجاویں۔ نعوذ باللہ من غضبہ و غضب رسولہ (ص ۲۷)

۳۷۷...... ہمارے اکابر و اسلاف دیوبند رحمہم اللہ اور ہمارے مرشدین نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ رحمہم اللہ کا بھی یہی اعتقاد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیاوی وفات کے بعد قبر مبارک میں جسمانی روحانی حیات سے زندہ ہیں اُس زندگی سے بھی افضل و اکمل جو دنیا میں تھی۔ اس کے دلائل پیش خدمت کئے گئے ہیں، بعض دلائل تمام طور پر مصرح ہیں اور بعض دلائل روحانی حیات کے زیادہ مؤید ہیں، چونکہ مسلک ہمارے متقدمین و متاخرین کا ہر دور میں روحانی و جسمانی

حیات کا ہے اس لئے وہ دلائل ہمارے خلاف نہیں کیوں کہ روحانی حیات مبارک کے ہم بھی قائل ہیں۔ (ص ۲۹)

عقیدہ شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۰۰ھ)

(تلمیذ حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

۳۷۸...... روح مبارک کا تعلق بدن پاک حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ باقی ہے۔ چنانچہ فتح العزیز کی عبارت مذکورہ میں مصرح ہے: وتعلقے بہ قبر نیز ارواح را میباشد۔ ارواح کا قبر کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ قبر کے ساتھ تعلق باقی ہے تو اجساد کے ساتھ خود باقی ہے اور فقہاء کرام نے بھی تصریح کی ہے کہ تعمم وغیرہ میں اجساد کو بھی شمولیت ہے اور وہ اسی بقائے تعلق پر مبنی ہے۔ البتہ اس تعلق کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں اور نہ یہ ثابت ہے کہ یہ تعلق مثل تعلق دنیا کے ہے۔ کئی اکابر علماء نے اپنی تحریروں میں تصریح کی ہے کہ عند القبر انبیاء علیہم السلام کا سماع بلا شبہ ثابت ہے۔ خصوصاً سید الانبیاء علیہم السلام کا مقام بہت بلند ہے اور آپ کے سماع میں تو کچھ شبہ ہی نہیں۔ عبدالرشید مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی ۲۷ رصفر ۱۳۷۹ھ۔ الجواب صحیح لاشئی غلام اللہ خان۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ستمبر ۱۹۵۹ء ص ۱۰۵)

۳۷۹...... کتب فقہ حنفی اور احادیث سے یہ ثابت ہے کہ عند القبر بذات خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درود و سلام سنتے ہیں۔ سلف اہل السنۃ والجماعۃ میں اس کے اندر کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ایسے عقیدے والے کو کافر و مشرک کہنا بہت بڑی دلیری ہے۔ (العیاذ باللہ) اللہ تعالیٰ ایسی جسارت سے ہر ایک کو محفوظ رکھے اور سلف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطاء فرماوے۔ عبدالرشید مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی ۲۲ رصفر ۱۳۹۶ھ۔ الجواب صحیح لاشئی غلام اللہ خان۔ (دعوت الانصاف ص ۲۰۹)

۳۸۰...... وفات کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلاۃ وسلام سنتے ہیں۔ (لاشئی غلام اللہ)

(ماہنامہ تعلیم القرآن اگست ۱۹۶۲ء، ماہنامہ دارالعلوم دیوبند ستمبر ۱۹۶۲ء ص ۱۴)

۳۸۱...... حضرت مولانا غلام اللہ خاں صاحب کی تحریک پر اشاعت التوحید کے علماء کرام کی ایک میٹنگ بلائی گئی۔ مقصد یہ تھا کہ جمعیۃ (اشاعت التوحید والسنۃ) کی تبلیغی پالیسی کو مضبوط کیا جائے اور بے لگام آدمیوں کو تنبیہ کی جائے کہ وہ اپنے طرز عمل اور کردار سے مسلک میں رخنہ اندازی نہ کریں۔ قائلین سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر کو مشرک و کافر نہ کہا جائے۔ چنانچہ ایک تحریر لکھی گئی جس کے اوپر واعظ محمد سعید (احمد سعید خان چتروڑگڑھی) نے بقول شیخ القرآن منافقانہ دستخط کردیئے اور شاہ صاحب (یعنی سید عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی) نے دستخط کرنے سے انکار کردیا اور بقول حضرت خان صاحب یہ کہا کہ میں (یعنی عنایت اللہ شاہ) قائلین سماع کو کافر کہوں گا، اس پر مجلس برخاست ہوگئی۔ مولانا غلام اللہ خان صاحب کا خط (جو میری طرف لکھا تھا) ملاحظہ فرمادیں کیوں کہ میں (مولانا عبدالعزیز صاحب) اس میٹنگ میں شامل نہیں ہوا تھا:

محترم ومکرم مولانا صاحب (یعنی مولانا عبدالعزیز صاحب شجاع آبادی مدظلہ) السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ!

محمد سعید نے منافقانہ دستخط کردیئے ہیں کہ سماع والے کافر نہیں ہیں اور شاہ صاحب نے بالکل دستخط کرنے سے انکار کردیا اور کہا میرا عقیدہ یہی کفر کا ہے اور محمد سعید کا یہی ہے۔ (واللہ اعلم) کیا غضب الٰہی ہے تمام امت کو

کافر کہہ دینا۔ (دستخط) لاشئ غلام اللہ (ناظم اعلیٰ جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ پاکستان۔ ناقل)

(دعوت الانصاف فی حیات جامع الاوصاف ص ۲۶)

فائدہ: معلوم ہوا کہ پوری امت مولانا غلام اللہ خان مرحوم کے نزدیک روضہ اقدس کے پاس صلوٰۃ وسلام کے سماع کی قائل ہے۔

۳۸۲..... شیخ القرآن لکھتے ہیں: حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب دامت برکاتہم کے فیصلے کو مدار بنانا چاہئے۔ اگر چہ ہم اور اکابرین علمائے دیوبند سماع درود وسلام عند قبر النبی ﷺ کے قائل ہیں، لیکن جو دوام کے قائلین نہیں ہیں وہ بھی علمائے اہل سنت والجماعت اور علمائے دیوبند میں سے ہیں۔ لاشئ غلام اللہ خان۔

(ماہنامہ تعلیم القرآن ۱۷ ر جمادی الاولیٰ ۸۲ ۱۳ھ، ۱۶ ر اکتوبر ۱۹۶۲ء)

مفتیان دار العلوم تعلیم القرآن راولپنڈی کا فتویٰ

۳۸۳..... حافظ محمد طاہر فاروقی خطیب وامام مسجد ابوبکر صدیق داود خیل ضلع میانوالی نے قائلین حیات اور منکرین حیات کے پانچ عقیدے لکھ کر فتویٰ طلب کیا۔ دار العلوم تعلیم القرآن کے تین مفتیان کرام نے جو جواب لکھا اس کا خلاصہ ملاحظہ کیجئے:

(۱) وفات کے بعد میت جہاں قرار پکڑتی ہے وہاں ہی منکر نکیر کے سوالات ہوتے ہیں اور عذاب وراحت بھی روح مع الجسد وہاں ہی محسوس ہوتی ہے، لیکن روح اور جسم کے تعلق کی کیفیت مختلف ہو سکتی ہے۔ چنانچہ روح کا موجودہ قبر میں اعادہ کر کے بھی عذاب وراحت دی جاسکتی ہے اور بلا اعادۂ روح صرف اُن کے باہمی تعلق سے بھی ایسا ممکن ہے۔ لہٰذا جن مُردوں کو درندے کھا لیتے ہیں یا اُن کو جلا کر اُن کی راکھ پانی میں بہادی جاتی ہے یا ہوا میں بکھیر دی جاتی ہے تو جہاں اُس کے اجزاء ہوتے ہیں وہاں ہی اُس سے سوال وحساب ہوتا ہے اور وہاں ہی روح کے تعلق کے ساتھ اُسے راحت وعذاب ملتا ہے۔ (اس کے بعد دو حوالے درج ہیں فتاویٰ بزازیہ ج ۱ ص ۲۷، شرح العقائد النسفیہ ص ۱۲۶)

(۲) نبی کریم ﷺ کے روضۂ مبارک کے قریب اگر درود شریف پڑھا جائے تو حضور علیہ السلام خود سماعت فرماتے ہیں اور اس کا جواب بھی عنایت فرماتے ہیں اور اگر دور سے درود شریف پڑھا جائے تو درود پڑھنے والے کی طرف سے فرشتے حضور علیہ السلام تک درود پہنچاتے ہیں، جمہور علمائے اہل السنۃ والجماعۃ کا یہی مسلک ہے اور یہی مسلک حضور علیہ السلام کی احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔ (اس کے بعد فتویٰ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی شعب الایمان ج ۲ ص ۲۱۸ کے حوالہ سے حدیث درج کی گئی ہے اور اس حدیث پر جو محمد بن مروان سدی کی وجہ سے اعتراض ہوتا ہے اس کے جواب میں لکھتے ہیں) اس حدیث کو علامہ بیہقی نے شعب الایمان میں دو سندوں سے ذکر فرمایا ہے جن میں سے ایک سند میں محمد بن مروان سدی کا واسطہ ہے اور ایک میں اس کا واسطہ نہیں ہے۔ آگے شعب الایمان کے حوالے سے دونوں سندیں نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں مذکورہ دونوں سندوں میں سے ایک سند میں محمد بن مروان کا واسطہ ہے۔ دوسری سند میں نہیں ہے جس کی وجہ سے یہ حدیث درجہ ضعف سے نکل کر حسن لغیرہٖ بن رہی ہے۔ اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی سند کو جید فرماتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۶۰۳) نیز علامہ بیہقی نے اپنی کتاب شعب الایمان میں اس حدیث کے علاوہ بھی حضور علیہ السلام تک درود وسلام پہنچائے جانے اور قریب

سے آپ علیہ السلام کا صلوۃ وسلام خود سماعت فرمانے کے بارے میں احادیث ذکر فرمائی ہیں۔ تفصیل کے لئے شعب الایمان، باب فی تعظیم النبی واجلاله وتوقیرہ کا مطالعہ کیجئے۔ حاصل یہ ہے کہ ایک مضمون پر وارد ہونے والی متعدد احادیث میں سے صرف ایک حدیث کی دو سندوں میں سے ایک سند میں راوی کے ضعیف ہونے کی وجہ سے اُس سے ثابت ہونے والی بات کا بالکل انکار کر دینا اور حدیث کو سرے سے موضوع قرار دے دینا درست نہیں ہے اور صحیح اور حق بات یہی ہے کہ اگر قریب سے نبی کریم ﷺ پر درود پڑھا جائے تو آپ خود سماعت فرماتے ہیں اور اگر دور سے پڑھا جائے تو فرشتے پڑھنے والے کا درود حضور علیہ السلام تک پہنچاتے ہیں۔

(۳) نبی آخر الزمان حضرت محمد عربی ﷺ سمیت تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں روح مع الجسد زندہ تشریف فرما ہیں اور بسا اوقات نماز بھی پڑھتے ہیں۔ (آگے الخصائص الکبریٰ للسیوطی ج ۲ ص ۴۹۰ کے حوالہ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث الانبیاء احیاء تحریر کی گئی ہے اور ابن حجر عسقلانی کے حوالے سے اس کی تصحیح نقل کی ہے)

(۴) المہند علی المفند اکابر علمائے دیوبند کی ترجمانی کرنے والی مستند ترین کتاب ہے، جس میں علمائے دیوبند کے عقائد اہل السنۃ والجماعۃ کے متفقہ عقائد کے مطابق درج ہیں۔ لہٰذا اکابر علمائے دیوبند کی طرف کم فہمی یا کم علمی یا ان کی طرف غلطی کی نسبت کرنا بہت خطرے اور ہدایت سے محرومی کی بات ہے اور گمراہی کی طرف راہ ہموار کرنے والی بات ہے۔ (ماخذ فتاویٰ دار العلوم کراچی ج ا ص ۲۰۴)

فقط: واللہ اعلم بالصواب! قاسم علی عفی عنہ، دار الافتاء تعلیم القرآن راولپنڈی، ۱۴/ ر جمادی الاول ۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: ریاض محمد۔ الجواب صحیح: بندہ ضیاء الرحمٰن عفی عنہ۔ (از سوانح حیات مولانا حسین علی الوانی ص ۲۷۵ تا ۲۷۹)

نوٹ: پانچویں نمبر میں قائلین اور منکرین کا حکم پوچھا گیا، اس کا جواب چوتھے نمبر میں آ جاتا ہے، اس لئے الگ نہیں لکھا گیا۔

عقیدہ شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا قاضی شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ گوجرانوالہ (۱۴۰۵ھ)

(تلمیذ وخلیفہ مجاز مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ۔ ونائب امیر جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ)

(چمنستان اشاعت التوحید والسنۃ ص ۹۴، مؤلفہ مولوی حبیب اللہ اور ناشر القرآن ص ۱۱۴، مؤلفہ سید محمد حسین نیلوی) میں قاضی صاحب کا تعارف یوں کراتے ہیں: پندرہ سال مولانا حسین علی الوانی کی خدمت میں رہ کر حدیث، فقہ، ہدایہ، مثنوی، تصوف اور تفسیر قرآن پاک کا علم حاصل کیا۔ آپ کا شمار مولانا حسین علی الوانی واں بھچراں کے سب سے زیادہ مستفیضین اور اقرب ترین شاگردوں میں ہوتا ہے۔

۳۸۴...... بل احياء ولكن لاتشعرون سے بطور دلالۃ النص سمجھ میں آتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام جن کا درجہ شہداء سے بھی بہت بڑا ہے وہ بعد الوفات زندہ ہیں۔ (مسالک العلماء ص ۲۹)

۳۸۵...... عزیزان من حیات الانبیاء علیہم السلام میں نزاع نہیں وہ تو بالاتفاق ثابت ہے۔ (مسالک العلماء ص ۵۶)

۳۸۶...... اسلام میں انبیاء علیہم السلام کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا واجب ہے کہ وہ (اس) زندگی میں بھی نبی حقیقی ہیں اور بعد الوفات (کی زندگی میں) بھی نبی حقیقی ہیں ابد الآباد کے لئے اور ان پر کوئی ایک لمحہ بھی ایسا نہیں آتا کہ وہ اس میں نبی حقیقی نہ ہوں بلکہ حکمی یا مجازی ہوں۔ (مسالک العلماء ص ۱۰)

فائدہ: نبی حقیقی روح وجسد عنصری کے مجموعہ کا نام ہے۔ نیز نبوت موقوف ہے عقل اور علم وشعور پر اور عقل وعلم وشعور موقوف ہے حیات پر۔ حیات ہوگی تو عقل اور علم وشعور ہوگا اور جب عقل اور علم وشعور ہوگا تو نبوت ثابت ہوگی اور اگر حیات نہ ہو تو عقل اور علم وشعور نہ ہوگا اور جب عقل اور علم وشعور نہیں ہوگا تو نبوت بھی ثابت نہیں ہو سکتی۔ جب قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نبی قبل الوفات بھی اور بعد الوفات بھی نبی حقیقی ہے تو یہ تب ہو سکتا ہے جب قبل الوفات کی طرح بعد الوفات بھی حیات ثابت ہو۔

۳۸۷...... قرآن کریم میں اس مسئلہ کی صراحت کہیں بھی نہیں۔ ہاں! شہداء کے حق میں ارشاد ہے: بل (ھم) احیاء ولکن لاتشعرون اس سے بطور دلالۃ النص سمجھ میں آتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام جن کا درجہ شہداء سے بھی بہت بڑا ہے وہ بعد الوفات زندہ ہیں اور اس طرح علماء کرام زادہم اللہ شرفاً نے یہ مسئلہ قرآن کریم سے نکالا۔ دلالۃ النص اسے کہتے ہیں کہ ایک چیز مذکور ہو اور دوسری اس سے بطور اولیٰ سمجھ میں آئے اُس دور میں (یعنی پہلے دور میں) اس کے ساتھ اتنا ایمان لانا کافی تھا کہ یہ حضرات زندہ ہیں جس زندگی کا ہمیں شعور نہیں اور بس۔ (مسالک العلماء ص ۲۹)

۳۸۸...... حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے نام ایک خط لکھا جس میں قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: آپ جب یہ معلوم کر چکے کہ ہماری عام جماعت (جمعیۃ اشاعت التوحید والسنۃ) مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ تسلیم کرتی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس جہان سے رحلت فرمانے کے بعد قبر مبارک میں زندہ ہیں، جسد اطہر تغیرات سے بالکل صحیح سالم محفوظ ہے، روح کا ایک غیر مدرک بالکنہ تعلق بھی جسد اطہر سے ہے اور آپ قبر کے نزدیک سے صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔ گو روح اطہر کا مقام اعلیٰ علیین ہے جیسا کہ علمائے اہل السنت والجماعت نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ ہم میں سے بعض حضرات (مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی۔ ناقل) جن کے متعلق آپ کو معلوم ہے حیات روحانی کے قائل ہیں ہمارے پاس کوئی ایسی پاور نہیں ہے کہ ان کو ہم اپنا ہم مسلک بنا سکیں۔ (حیاۃ انبیاء کرام ص ۱۳، مؤلفہ مولانا عبدالشکور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ)

۳۸۹...... مولانا قاضی شمس الدین مرحوم نے مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے نام دوسرا خط لکھا۔ آپ لکھتے ہیں: ”روح طیب کے اعلیٰ علیین میں ہوتے ہوئے اس کا جسد اطہر کے ساتھ تعلق (جس کی کنہ اور پوری کیفیت ہم نہیں جانتے) تسلیم کرتے ہیں جیسے حضرت شاہ عبدالعزیز، علامہ ابن قیم وغیرہ نے لکھا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس قبر اطہر کے پاس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سماع کے (جیسا حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے) قائل ہیں۔ (حیات انبیاء کرام مؤلفہ مولانا عبدالشکور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ)

نوٹ: قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ وچند دیگر حضرات روح کے جسد عنصری میں دخول کا انکار کرتے ہیں لیکن روح اعلیٰ علیین میں ہو اور تعلق روح، جسد عنصری میں حیات کے یہ حضرات قائل ہیں۔ پس ان حضرات کا اختلاف جسد عنصری کی حیات میں نہیں بلکہ تعلق روح بالجسد العنصری کی کیفیت میں اختلاف ہے۔ یہ فروعی اختلاف ہے جس سے اصل عقیدہ میں کوئی فرق نہیں آتا۔

۳۹۰...... مولانا عبدالعزیز شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ حضرت قاضی شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ حضرت قاضی صاحب حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین میں سے اونچے درجے کے عالم ہیں اور ایسے اہل علم ہر دور میں بہت تھوڑے ہوتے ہیں:

اللہ سب کا ایک اور اللہ کا کوئی ایک ہزاروں میں تو ہے نہیں، لاکھوں میں کوئی دیکھ

(قاضی صاحب رحمہ اللہ) اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ ہم سماع عند القبر الشریف کے قائل ہیں اور روضہ مطہر کی حاضری کو باعث ہزار سعادت تصور کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ سے یہ توفیق طلب کرتے ہیں کہ وہ منعم حقیقی ہمیں مزار نبوی کی زیارت نصیب فرماوے اور ہماری قسمت میں یہ رزق ہمیں عنایت ہو۔ سلام عند قبر النبی ﷺ کے جواز ہی کے قائل نہیں بلکہ اس کو باعث ہزار سعادت سمجھتے ہیں۔ رزقنا اللہ ایاہ اور سماع سلام عند القبر جیسا کہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے لکھا ہے اس کو تسلیم کرتے ہیں مگر وہ سماع روحانی ہے۔ جیسا کہ حضرت مدنی رحمہ اللہ نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ (دعوت الانصاف ص ۲۰۸، بحوالہ مسالک العلماء ص ۶۸؛)

<u>فائدہ</u>: سماع روحانی کی وضاحت حضرت مدنی رحمہ اللہ کی عبارات میں دیکھ لی جائے۔

۳۹۱...... ہم اپنی پہلی بعض کتابوں میں یہ واضح کر چکے ہیں کہ: الانبیاء أحیاء فی قبورھم یصلون لا شك فیہ اور یہ بھی عرض کر چکے ہیں صوفیاء کرام کے نزدیک یہ عذاب وثواب قبر اور تالم وتلذذ صرف روح سے تعلق رکھتا ہے، اس جسم عنصری سے اس کا تعلق نہیں اور فقہاء کرام اور متکلمین کے نزدیک یہ جسم خواہ ریزہ ریزہ ہو چکا ہو پھر بھی قبر کے عذاب وثواب اور تالم وتلذذ میں وہ روح کا شریک ہے اور فتویٰ بھی فقہائے کرام کے قول پر دینا چاہئے۔

(مقدمہ تحفہ ابراہیمیہ ص ۲۱۶)

<u>فائدہ</u>: محققین صوفیاء کرام سے اس بات کی صراحت نہیں ملتی کہ عذاب وثواب کا جسم عنصری سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، اور جہاں صوفیاء نے عذاب وثواب کی نسبت روح کی طرف کی ہے تو ان کی مراد یہ ہے کہ اصالۃً عذاب وثواب روح کو ہوتا ہے جسم عنصری کو تبعاً۔ لہٰذا صوفیاء اور فقہاء و متکلمین کا اختلاف نزاع لفظی ہے۔

۳۹۲...... (قبر کے اندر میت میں) رد روح اور اعادہ روح سے جو مراد ہے وہ حق ہے۔ امنوا صدقنا! آگے اس کی پوری کیفیت ہم نے بحکم خداوندی عدم شعور میں رکھ دی۔ (مقدمہ تحفہ ابراہیمیہ ص ۲۱۹)

۳۹۳...... ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ عذاب القبر حق اور فتویٰ قول فقہاء و متکلمین پر دیتے ہیں کہ: عذاب وثواب تالم وتلذذ میں بدن بھی فی ای حال کان (یعنی بدن جس حال میں بھی ہو، صحیح سالم رہے یا ریزہ ریزہ ہو جائے) شریک روح ہے اور ان کے تعلق کی کیفیت اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔ (مقدمہ تحفہ ابراہیمیہ ص ۲۴۶)

<u>ضروری نوٹ</u>: اہل باطل کی ایک علامت یہ ہے کہ ان کی باتوں اور عبارتوں میں تضاد ہوتا ہے۔ زیر بحث مسئلہ میں بھی بعض منکرین حیات کی عبارتوں میں تضاد پایا جاتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ان بعض منکرین حیات نے تحقیق ہونے پر انکار حیات کے عقیدہ سے رجوع کر لیا ہو اور اگر رجوع نہیں کیا تو اس تضاد بیانی کے عقدہ کو خود منکرین حیات ہی حل کر سکتے ہیں۔

عقیدہ شیخ القرآن مولانا محمد طاہر پنج پیری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۰۷ھ)

(تلمیذ مولانا حسین علی رحمہ اللہ)

۳۹۴...... ثم اقول ان المراد بقولہ تعالی ما انت بمسمع من فی القبور اما ان یراد منہ الجسد بلا روح والمراد منہ المعنی الموضوع لہ المیت فیکون المعنی عند المثبت اسماع الجسد او

المراد الروح فقط فکیف یصح التشبیہ او کلاھما معا وھذا یکون احیاء بعد الممات فی القبور کما نص اللہ سبحانہ فی القرآن حیث ذکر سبحانہ قالوا ربنا امتنا اثنتین واحییتنا اثنتین فاعترفنا بذنوبنا فھل الی خروج من سبیل المؤمن:۱۱ وبھذا احتج العلماء علی حیاۃ القبر کما فی التفسیر الکبیر. وقیل ان ھذہ الحیاۃ ناقصۃ کما ذکر العلامۃ السیالکوتی فی حاشیتہ علی شرح العقائد واما احیاء القبر فاحیاء ناقص لمجرد السؤال وقد اتفق اھل السنۃ والجماعۃ ان المیت فی القبر یحیی ثم یموت کما ذکر السید الشریف فی شرح المواقف فی المقصد الثانی عشر حیث قال ان الاماتۃ فیہ ایضا بعد مسألۃ منکر ونکیر (البصائر ص ۱۳۳ تا ۱۳۵) پھر میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ما انت بمسمع من فی القبور یا تو اس سے مراد ہے جسد بلا روح اور اس سے میت کا موضوع لہ معنی مراد ہے تو اس کے مطابق مثبت سماع پر لازم آتا ہے جسد بلا روح کو سنانا یا فقط روح مراد ہے تو پھر تشبیہ کیسے درست ہوسکتی ہے؟ یا روح اور جسم دونوں مراد ہیں تو اس صورت میں قبروں میں موت کے بعد زندہ کرنا ثابت ہوتا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اسی کی صراحت کی ہے اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا: قالوا ربنا امتنا الخ کہ کافر لوگ قیامت والے دن کہیں گے: اے ہمارے رب! تو نے ہمیں دو مرتبہ موت دی اور دو مرتبہ زندہ کیا۔ پس ہم نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا۔ کیا دوزخ سے نکلنے کی کوئی سبیل ہے؟ اس آیت سے علماء نے قبر کی حیات پر حجت پکڑی ہے۔ جیسا کہ تفسیر کبیر میں ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ حیات ناقص ہے جیسا کہ علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی نے شرح عقائد کے حاشیہ میں ذکر کیا ہے کہ قبر میں زندہ کرنا محض سوال کے لئے یہ احیاء ناقص ہے اور تحقیق اہل سنت والجماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قبر میں میت کو زندہ کیا جاتا ہے پھر وہ مر جاتا ہے۔ جیسا کہ سید شریف نے شرح مواقف میں ذکر کیا ہے انہوں نے کہا کہ منکر نکیر کے سوال کے بعد قبر میں موت ہوتی ہے۔

فائدہ: قبر میں جو موت ہے اس سے مراد یہ ہے کہ روح کو بدن سے نکال کر علیین یا سجین میں ٹھہرانا، لیکن روح کا بدن کے ساتھ تعلق باقی رہتا ہے اور اسی تعلق کی وجہ سے بدن میں ناقص درجے کی حیات باقی رہتی ہے جس سے مردہ راحت وتکلیف کو محسوس کرتا ہے۔

۳۹۵...... مولانا طاہر پنج پیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات پر کہ قبر میں میت کو عذاب دیا جاتا ہے تو اس میں اتنی حیات رکھ دی جاتی ہے کہ جس سے وہ تکلیف محسوس کر سکے۔ اس پر انہوں نے البصائر میں پانچ حوالے نقل کئے ہیں۔

(۱) ردالمحتار کے حوالے سے لکھتے ہیں: ولا یرد تعذیب المیت فی قبرہ لانہ توضع فیہ الحیاۃ عند العامۃ بقدر ما یحس بہ الالم والبنیۃ لیست بشرط عند اھل السنۃ (یعنی سب اہل سنت کے نزدیک میت میں اتنی حیات رکھ دی جاتی ہے کہ جس کے ساتھ وہ تکلیف محسوس کر سکے اور اہل سنت کے نزدیک حیات کے لئے ڈھانچہ شرط نہیں) (۲) جامع الرموز کے حوالے سے لکھتے ہیں: والمعذب فی القبر حی بقدر ما یتالم بہ وھو اقرب الی الحق (قبر میں جس کو عذاب دیا جاتا ہے وہ زندہ ہے اتنی زندگی کے ساتھ جس کے ساتھ وہ تکلیف محسوس کر سکے اور یہی حق کے زیادہ قریب ہے) (۳) مجمع الانہر کے حوالے سے لکھتے ہیں: والمعذب فی القبر یحیی بقدر ما یتالم وھو اقرب الی الحق (قبر میں جس کو عذاب دیا جاتا ہے اس کو زندہ کیا جاتا ہے اتنی حیات کے ساتھ جس کے ساتھ وہ تکلیف محسوس کر سکے اور یہی حق کے زیادہ قریب ہے) (۴) شرح مقاصد کے حوالے سے لکھتے ہیں:

اتفق اهل الحق علی ان الله تعالیٰ یعید الی المیت فی القبر نوع حیاۃ قدر ما یتالم ویتلذذ ویشهد بذلك الکتاب والاخبار والآثار (تمام اہل حق کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ قبر میں میت کی طرف ایک قسم کی حیات لوٹاتے ہیں اتنی مقدار میں جس کے ساتھ میت تکلیف یا لذت محسوس کر سکے اور اس پر کتاب اللہ، احادیث رسول اللہ اور آثار صحابہ شہادت دیتے ہیں) (۵) سید شریف رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھتے ہیں: فلا یبعد فی ان تعاد الحیاۃ الی الاجزاء المتفرقة او لبعضها وان کان خلاف العادة فان خوارق العادة غیر ممتنعة فی مقدورات الله (اس میں کوئی بعد نہیں کہ میت کے بکھرے ہوئے تمام اجزاء کی طرف یا بعض اجزاء کی طرف حیات لوٹائی جائے۔ اگر چہ یہ خلاف عادت ہے لیکن خلاف عادت امور اللہ تعالیٰ کی قدرت میں محال نہیں) (البصائر ص ۲۱۶، ۲۱۷)

فائدہ: جب قبور میں معذبین یعنی کفار اور بعض عصاۃ مؤمنین کے اجساد عنصریہ میں حیات ہے گو حیات ناقص ہو تو صلحاء، شہداء کے قبروں میں اجساد عنصریہ حصول لذت وراحت کے لئے بطریق اولیٰ زندہ ہوں گے اور انبیاء علیہم السلام کے اجساد عنصریہ طیبہ ان سے بھی بطریق اولیٰ زندہ ہوں گے اور نبی کریم ﷺ جو سید الانبیاء ہیں اُن کا جسم اقدس حیات انبیاء سے بھی اعلیٰ حیات کے ساتھ بطریق اولیٰ زندہ ہوگا۔

عقیدہ حضرت مولانا مفتی عبد الرشید رحمہ اللہ مفتی تعلیم القرآن راولپنڈی (م ۱۴۱۳ھ)

(تلمیذ خاص حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ) مع تائیدات شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ

۳۹۶...... ماہنامہ تعلیم القرآن میں پانچ شقوں پر مشتمل ایک استفتاء و جواب مذکور ہے جن میں دو شقیں یہ ہیں: (۴) نیز آیا روح مبارک کا تعلق بدن پاک حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ ہے یا نہیں؟ (۵) نیز انبیاء علیہم السلام کا سماع عند القبر احناف اور علماء دیوبند کے نزدیک ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب: واللہ الموفق للصواب! (پہلی تین شقوں کا جواب دے کر لکھتے ہیں) (نمبر ۴) تعلق باقی ہے۔ چنانچہ فتح العزیز کی عبارت مذکورہ میں مصرح ہے: وتعلقے بہ قبر نیز ارواح را میباشد۔ قبر کے ساتھ تعلق باقی ہے تو اجساد کے ساتھ خود باقی ہے اور فقہاء کرام نے بھی تصریح کی ہے کہ تنعم وغیرہ میں اجساد کو بھی شمولیت ہے اور وہ اسی بقائے تعلق پر مبنی ہے۔ البتہ اس تعلق کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں ہے اور نہ یہ ثابت ہے کہ یہ تعلق مثل تعلق دنیا کے ہے۔ (نمبر ۵) کئی اکابر علماء نے اپنی تحریروں میں تصریح کی ہے کہ عند القبر انبیاء علیہم السلام کا سماع بلاشبہ ثابت ہے۔ خصوصاً سید الانبیاء علیہ الصلوۃ والسلام کا مقام بہت بلند ہے اور آپ کے سماع میں تو کچھ شبہ ہی نہیں۔ عبد الرشید مفتی دار العلوم تعلیم القرآن راولپنڈی ۲۷ / صفر ۷۹ ۱۳ھ۔ الجواب صحیح لاشئی غلام اللہ خان۔ مہر دار الافتاء۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ستمبر ۱۹۵۹ء ص ۱۰۵)

۳۹۷...... مولانا محمد شفیع معین آباد ضلع بہاولنگر کے سوال کے جواب میں مفتی عبد الرشید صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو درود وسلام بذریعہ فرشتوں کے پہنچایا جاتا ہے اور قبر مبارک پر پڑھنے کے وقت بنفس نفیس سنتے ہیں۔ جیسا کہ کئی روایات میں آیا ہے اور یہی جمہور علمائے دیوبند کا مسلک ہے۔ مفتی عبد الرشید ۱۷ / جمادی الاولیٰ ۱۳۸۲ھ / ۱۶ / اکتوبر ۱۹۶۲ء۔ (بحوالہ عقیدہ شیخ القرآن)

۳۹۸...... الاستفتاء..... حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب مدظلہٗ السلام علیکم!

ہمارے ہاں ایک مولوی صاحب احمد سعید خان ہیں، وہ کہتے ہیں جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر شریف پر پڑھا ہوا صلاۃ وسلام سنتے ہیں وہ شخص کافر ہے۔ وہ مولوی صاحب اپنے آپ کو آپ کی جماعت کا بتاتے ہیں، دیوبندی لوگوں میں بہت اختلاف ہو گیا ہے۔ لہٰذا آپ اپنا عقیدہ اور اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ظاہر فرما کر ہم پر کرم نوازی فرمائیں تاکہ عام مسلمانوں کی رہبری ہو سکے۔ نیاز مند احقر عبدالقادر خان عباس، احمد پور شرقیہ سابق ریاست بہاولپور۔

الجواب: وھو الموفق للصواب! کتب فقہ حنفیہ اور احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ عند القبر بذات خود آنحضرت ﷺ درود وسلام سنتے ہیں، سلف اہل سنت والجماعت میں اس کے اندر کوئی اختلاف نہیں ہے، ایسے عقیدے والے کو کافر اور مشرک کہنا بہت بڑی دلیری ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ! اللہ تعالیٰ ایسی جہالت سے ہر ایک کو محفوظ رکھے اور سلف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ ہذا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب! عبدالرشید مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی۔ ۲۲ رصفر ۱۳۹۶ھ/ فروری ۱۹۷۶ء۔ الجواب صحیح لاشئ غلام اللہ خان (جواب درست ہے، ناکارہ خلائق غلام ربانی)

(بحوالہ عقیدہ شیخ القرآن، خیر الفتاوی ج ۱ ص ۱۲۷، دعوت الانصاف فی حیات جامع الاوصاف ص ۲۰۹)

۳۹۹...... ضلع سرگودھا میں مولانا احمد سعید صاحب کی تقریروں اور کفر کی فتوی بازی سے پریشان ہو کر حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ کی طرف خط لکھا گیا جس میں تین سوال لکھے گئے۔ (سوال ۱) جو شخص کشف قبور سیکھے اور سکھلائے یا خود کرے اور اسے جائز سمجھے کافر ہے جیسے مرزائی کافر ہیں۔ (سوال نمبر ۲) جو شخص نبی کریم ﷺ کو روضہ اطہر میں زندہ باشعور سمجھے یا یہ عقیدہ رکھے کہ نبی کریم ﷺ روضہ اطہر پر حاضری کے وقت خود درود وسلام سنتے ہیں اس عقیدہ والا بھی کافر ہے۔ (سوال نمبر ۳) جو شخص درود وسلام دور سے پڑھے بذریعہ فرشتے نہیں پہنچایا جاتا۔ لہٰذا حضرت والا سے درخواست ہے اور اخلاق کریمانہ سے امید کرتا ہوں کہ جواب دے کر مشکور فرمائیں گے۔ بقلم خود محمد یوسف چک نمبر ۱۱۷، شمالی۔ فی الحال چک نمبر ۱۴، پٹھانوالی بھلوال۔ الجواب: وھو الموفق للصواب! (جواب نمبر ۱) سادات دیوبند کشفِ قبور کے قائل ہیں، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ اور دیگر علمائے دیوبند کی تصریح ان کی کتابوں میں موجود ہے اور ہم بھی اس کے قائل ہیں، اس کا انکار صحیح نہیں ہے اور قائل کو کافر کہنا تو بڑی جہالت ہے۔ (جواب نمبر ۲) روضہ اطہر پر حاضری کے وقت پیغمبر علیہ السلام خود سنتے ہیں، جمہور امت اس پر متفق ہے اور سادات دیوبند کا عقیدہ بھی یہی ہے، اس کا انکار بھی جہالت ہے اور قائل پر کفر کا فتوی جاہلانہ جسارت رکھتا ہے۔ (جواب نمبر ۳) یہ بھی جہالت ہے۔ علمائے دیوبند کا یہ مسلک نہیں ہے، ایسے شخص کی تقریر سننا سخت گناہ ہے اہل ایمان پر لازم ہے کہ اپنا ایمان مضبوط رکھیں اور ایسی صحبت سے پرہیز کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب! عبدالرشید مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی۔ ۳ / جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ۔ ۱۱ /اپریل ۱۹۷۸ء (بحوالہ عقیدہ شیخ القرآن)

عقیدہ حافظ الحدیث والقرآن، شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۱۵ھ)

(تلمیذ حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ)

۴۰۰...... (حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں: ''حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ واں بھچراں والے، میں ان کا بھی شاگرد ہوں، ان کو بھی میرے ساتھ پیار تھا، میں چھ سال پڑھا کر ان کے پاس گیا، مجھے سات پارے ایک گھنٹہ میں پڑھا دیئے اور وہاں سردی بہت تھی۔ ایک دفعہ وہ سورہ مائدہ پڑھا رہے تھے میں نے ایک طالب کو ایک گھنٹہ میں سمجھائی وہ سن رہے تھے تو پھر میرے حجرے میں خود آ کے لکڑیاں رکھتے تھے۔ (مواعظ حافظ الحدیث ص ۳۹) حافظ الحدیث نمبر کے ص ۶۲ پر حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کی سند تفسیر یوں درج ہے: شیخ التفسیر حافظ الحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستی۔۔ شیخ القرآن مولانا حسین علی بن محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ، شیخ سید مقبول الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ سید محمد عثمان رحمۃ اللہ علیہ)

۴۰۱...... آپ تسکین الصدور مؤلفہ مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ کی تصدیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں: تسکین الصدور کے اکثر حصے دیکھے، اپنے موضوع میں مسلک اہل السنت والجماعت کے بیان میں کافی وشافی ہے اور پچھلی تصانیف سے مغنی ہے۔ محمد عبداللہ مدرسہ عربیہ مخزن العلوم عیدگاہ خانپور۔ ۷/نومبر ۱۹۶۷ء۔ (تسکین الصدور ص ۲۷)

۴۰۲...... موت ہر ایک کے اوپر آنے والی ہے مگر موت موت میں فرق ہے۔ دوسروں کی موت انقطاع حیات کے ساتھ ہے۔ انبیاء کی موت استتار حیات کے ساتھ ہے، شان والے نبی نے فرمایا: الانبیاء احیاء فی قبورھم جتنے نبی ہیں وہ قبروں کے اندر زندہ ہیں۔ فرمایا: نبی اللہ حی یرزق نبیوں کی شان ہے کہ قبروں کے اندر بھی ان کو رزق ملتا ہے، مگر رزق کون سا؟ ذکر کا، مولی! تیرا نام لینا کھانے سے بھی، پینے سے بھی بہت ہی عمدہ چیز ہے۔

(مواعظ حافظ الحدیث ص ۲۸۲)

۴۰۳...... دوسروں کی موت انقطاع حیات کے ساتھ ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی استتار حیات کے ساتھ ہے، شان والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا: الانبیاء احیاء فی قبورھم جتنے نبی ہیں قبروں کے اندر وہ زندہ ہیں۔ فرمایا: نبی اللہ حی یرزق نبیوں کا شان ہے کہ قبر کے اندر زندہ ہیں، اُن کو رزق بھی ملتا ہے۔ (مواعظ حافظ الحدیث ص ۵۳)

۴۰۴...... علمائے دیوبند کا مسلک ہے کہ نیند بھی سب کی برابر نہیں۔ موت بھی سب کی برابر نہیں۔ ہماری نیند وضو کو توڑ دے۔ شان والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند وضو میں خلل نہ آنے دے۔ ہماری موت اور ہے۔ شان والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء کی موت اور ہے۔ ہمارا مسلک ہے کہ تمام انبیاء کے اجسام بھی محفوظ ہیں۔ وہاں جا کر درود پڑھو تو بلا واسطہ سنتے ہیں، جواب دیتے ہیں، دعائیں، کرتے ہیں، اِدھر پڑھو لاکھوں کی تعداد میں فرشتے منٹوں میں پہنچاتے ہیں۔ اس میں علمائے دیوبند کا کوئی اختلاف نہیں۔ خدا اُن لوگوں کو بھی ہدایت دے جو اس میں چکر چلا کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں کو دور کر رہے ہیں۔ (مواعظ حافظ الحدیث ص ۲۰۳)

۴۰۵...... شان والے نبی کا شان سب سے بڑا ہے، ان کی حیات شاہ ولی اللہ سے لے کر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ تک تمام علماء کا اتفاق ہے کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر جا کر صلوۃ وسلام پڑھتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بلا واسطہ سنتے ہیں، جواب دیتے ہیں، دعا کرتے ہیں، جو کسی اور مقام سے درود پڑھتا ہے تو لاکھوں کی تعداد میں فرشتے ہیں منٹوں میں پہنچاتے ہیں۔

(مواعظ حافظ الحدیث ص ۲۰۶)

۴۰۶..... حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اندر آئے۔ حضور ﷺ یمنی چادر کے ساتھ ڈھانپے ہوئے تھے، رخ انور سے پردہ اٹھایا، حضور ﷺ کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دے کر فرماتے ہیں: لا یذیقك الله الموتتین ابدا، اللہ نے دو موتوں کو اکٹھا نہیں کرنا، جس موت کا فیصلہ ہوا تھا وہ آچکی ہے، اب آپ کے لئے تو حیات ابدی ہوگئی۔

(مواعظ حافظ الحدیث ص ۲۰۷، نیز ص ۲۶۶)

۴۰۷..... میں ابھی سوچ رہا تھا، اب بھی حضور ﷺ استغفار کر رہے ہیں تم غائب ہو تب بھی استغفار ہو رہی ہے تمہارے لئے، اور جو وہاں جا کر صلوۃ وسلام سامنے پڑھتے ہیں حضور ﷺ ان کو دعائیں بھی دیتے ہیں استغفار بھی کرتے ہیں۔ شرک میں مبتلاء رہے لیکن ثم جاءوك (عربی لغت میں ثم تراخی [تاخیر] کے لئے آتا ہے) یعنی اگر بہت دیر کے بعد بھی آجائیں تیرے پاس فاستغفروا الله! وہ بھی اللہ سے بخشش مانگیں۔ واستغفر لهم الرسول شان والا نبی بھی ان کے لئے استغفار کرے۔ لوجدوا الله توابا رحیما (البتہ پائیں گے اللہ کو توبہ قبول کرنے والا بخشنے والا) وجدوا کیوں کہا گیا ہے۔ فرمایا کہ استغفار کے بعد پھر دیر نہیں۔ پہلے سے ہی اللہ کو موجود پائیں گے توبہ قبول کرنے کے لئے اور بخشنے کے لئے۔

(مواعظ حافظ الحدیث ص ۲۲۹، ۲۳۰)

۴۰۸..... ہمارا اور ہمارے اکابر کا مسلک ہے کہ جو آدمی درود وسلام پڑھے، قریب سے سنتے ہیں جواب دیتے ہیں، دور سے پہنچائے جاتے ہیں، دعا کرتے ہیں۔

(مواعظ حافظ الحدیث ص ۲۹۷)

۴۰۹..... میں جب دربار رسول ﷺ میں گیا۔ حضور ﷺ کے سامنے صلوۃ وسلام پڑھے، علمائے دیوبند کا مسلک ہے جو حضور ﷺ کے سامنے صلوۃ وسلام ادب کے ساتھ پڑھے حضور ﷺ سنتے ہیں جواب دیتے ہیں دعائیں بھی کرتے ہیں اور جو دور سے پڑھے: (سنو) ان الله ملائكة سياحين في الارض اللہ کے فرشتے لاکھوں زمین میں پھر رہے ہیں، جو دور سے ذوق شوق کے ساتھ پڑھے منٹوں میں فرشتے دربار رسالت میں درود پہنچاتے ہیں۔ اللہ ہمیں اس عقیدے پر قائم رکھے۔ ہمارا عقیدہ یہی ثابت ہے شاہ ولی اللہ کے خاندان سے۔ جب میں نے وہاں صلوۃ وسلام پڑھا میں نے کہا یا رسول اللہ! میں اور ہمارے اکابر شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ، حتی کہ میرے استاذ مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ واں بھچراں والے جو شیخ القرآن (مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ) اور سید عنایت اللہ شاہ کے بھی استاذ اور شیخ ہیں، میں نے بھی ان سے ترجمہ پڑھا، سب کے عقیدے ہیں کہ ہمارے اکابر کا، آپ کا، میرا بھی اور جمعیت علمائے اسلام کا، نظام العلماء کا، تنظیم والوں کا، احرار کا، سب کا عقیدہ ہے آپ ﷺ کی حیات ہے، میں ان سب کی طرف سے صلوۃ وسلام پڑھ رہا ہوں، میں نے یہ بھی کہا میں نے خانپور میں اتحاد کی دعوت دی کہ آؤ، کفر کے مقابلے میں اکٹھے ہو جاؤ، سب نے دستخط بھی کئے کہ ہم اکٹھے ہوں گے مگر میں نے کہا اب مجھے صدمہ ہے تنظیم والے بھی کٹ گئے، ختم نبوت والے بھی، اشاعت التوحید والے حیات بعد الممات کے چکر میں آگئے یا رسول اللہ! دعا کرو۔ (یہی استمداد جائز ہے۔ ناقل) خدا ان کو ہدایت دے۔ پھر نظام العلماء کے ساتھ مل جائیں۔

(مواعظ حافظ الحدیث ص ۳۷۵، ۳۷۶)

۴۱۰..... ہمارا مسلک ہے تمام انبیاء کی جہاں بھی قبور ہیں وہاں جا کر درود پڑھو بلاواسطہ درود سنتے ہیں جواب دیتے ہیں دعائیں کرتے ہیں۔ ادھر سے پڑھو تو لاکھوں کی تعداد میں فرشتے منٹوں میں پہنچاتے ہیں۔ اس میں علمائے دیوبند

کا کوئی اختلاف نہیں۔ خدا ان کو بھی ہدایت دے جو اس میں چکر چلا کے لوگوں کو نبی ﷺ سے دور کر رہے ہیں۔

(مواعظ حافظ الحدیث ص ۴۶۲)

۴۱۱..... کبیر والہ کے علاقے میں تہلکہ مچا دیا ہے۔ اعلان کردو کہ ہمارا ان دونوں (مولانا احمد سعید چتروگڑھی اور مولانا اللہ بخش کلر ہٹہ) کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، وہ دونوں اعلان کرتے ہیں ہمارے جیسا کوئی موحد نہیں، ساری دنیا مشرک بن گئی ہے۔ جو شان والے نبی کو شان والا مانتے ہیں۔ ان کی حیات کے قائل ہیں، وہ سب ہاتھ اٹھائیں...... ہم اپنے علمائے دیو بند کو بدنام نہیں کرانا چاہتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ جو اس بات میں ہمارے ساتھ ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کا شان ہے اور خصوصی طور پر حضور ﷺ کا شان سب سے بڑا ہے، ان کی حیات شاہ ولی اللہ سے لے کر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ تک تمام علماء کا اتفاق ہے جو حضور ﷺ کی قبر پر جا کر صلوۃ وسلام پڑھتا ہے حضور ﷺ بلا واسطہ سنتے ہیں جواب دیتے ہیں دعا کرتے ہیں اور جو دور سے پڑھتا ہے لاکھوں کی تعداد میں فرشتے ہیں منٹوں میں پہنچاتے ہیں۔ یہ انبیاء کی شان ہے۔ خصوصی طور پر محمد مصطفیٰ کا شان بھی اعلیٰ ہے۔ میں آج بھی کہتا ہوں جو دو چیزوں میں ہمارے ساتھ ہیں ایک اِسی مسئلہ حیات پر اور ایک ختم نبوت کی بات پر۔ دوسرا اصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عزت و ناموس پر (وہ سب ہاتھ اٹھائیں) (مواعظ حافظ الحدیث ص ۴۶۴)

۴۱۲..... حضرت کے بڑے صاحبزادے مولانا فداء الرحمٰن حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سفر حرمین کے دوران روضہ پاک کی زیارت کے سلسلہ میں لکھتے ہیں: حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ نے مواجہ شریف میں باادب کھڑے ہو کر نہایت ذوق وشوق اور محبت کے ساتھ صلوۃ وسلام پیش کیا اور پھر عرض کیا کہ میں آپ ﷺ کی بارگاہ رسالت مآب میں شفاعت کی امید لے کر آیا ہوں اور آپ دوسروں کو نصیحت فرماتے کہ صلوۃ وسلام اونچی آواز سے نہ پڑھے بلکہ نہایت ہی دھیمی آواز میں پڑھے اور دل میں یہ دھیان رکھے کہ میرے آقا میرا سلام سن رہے ہیں اور مجھے جواب مرحمت فرما رہے ہیں۔ (حافظ الحدیث نمبر ص ۵۰)

۴۱۳..... مولانا فداء الرحمٰن درخواستی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت والد رحمۃ اللہ علیہ ہم سے ایک دن پہلے مدینہ منورہ تشریف لے گئے، غالباً حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ارادہ یہ تھا کہ میں پہلے جا کر فداء الرحمٰن اور ان کے اہل خانہ کے لئے گنبد خضریٰ کے مکین سرکار دو عالم ﷺ سے ان کے وہاں رہنے کی اجازت لے لوں اور اللہ تعالیٰ کے حضور ان کے رہنے سہنے کھانے پینے کے لئے دعا کروں۔ اگلے دن ہمارا قافلہ درود وسلام پڑھتے ہوئے مدینہ منورہ پہنچا۔ میں آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا روضہ اقدس پر مواجہ شریف کے سامنے پہنچ کر پہلے تاجدار دو عالم رحمت للعالمین کے حضور صلوۃ وسلام پڑھا، پھر حسب ارشاد حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر سلام پڑھا۔ پھر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر سلام پڑھا۔ پھر دونوں کے درمیان کھڑے ہو کر سلام پڑھا۔ السلام علیکما یا وزیری رسول اللہ، السلام علیکما یا مشیری رسول اللہ السلام علیکما یا خیلفتی رسول اللہ، جئت الیکما استشفعکما الی رسول اللہ ﷺ میں آپ (حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ) خدمت میں حاضر ہوں، آپ دونوں حضرات میرے لئے رسول اللہ ﷺ سے سفارش فرماویں۔ پھر واپس مواجہ شریف میں آ کر سرور دو عالم ﷺ پر صلوۃ وسلام پڑھتا رہا اور پھر یہ آیت پڑھی: ولو انھم اذ ظلموا الخ۔ (حافظ الحدیث نمبر ص ۵۸)

۴۱۴..... حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کا نبی کریم ﷺ کی مدح میں ایک قصیدہ ہے، چند اشعار یہ ہیں۔

هو حي قبره كحياة الانبياء وحرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء

حیاتھم اعلی واکمل من الشھداء وشانھم ارفع فی الارض والسماء

آپ ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں جیسا کہ دوسرے انبیاء بھی زندہ ہیں۔ کیوں کہ اللہ نے حرام کر دیا ہے زمین پر کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے اجساد کو کھائے۔ انبیاء علیہم السلام کی حیات شہداء کی حیات سے اعلیٰ واکمل ہے اور انبیاء علیہم السلام کی شان ارض وسماء میں نہایت اونچی ہے۔ (حافظ الحدیث نمبر ص ۱۲۲)

۴۱۵...... حضرت ملتان میں خورشید عباس گردیزی کی کوٹھی پر تشریف لائے ہوئے تھے۔ جامعہ قاسم العلوم ملتان سے مدرسین حضرات حضرت مولانا محمد اکبر صاحب زید مجدہ شیخ الحدیث جامعہ قاسم العلوم ملتان کے ہمراہ حضرت والا کی زیارت و درخواست دعا کے لئے حاضر ہوئے۔ حضرت نے سب پر بالخصوص حضرت مولانا محمد اکبر صاحب مدظلہ پر بڑی شفقت فرمائی اور اسی مجلس میں تقریباً ایک گھنٹہ تک رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف میں حیات جسمانی پر زور دیتے رہے اور دلائل بیان فرماتے رہے۔ حضرت نے کہیں جانا تھا جب کار کے پاس پہنچے تو حضرت نے کار کے دروازے پر ہاتھ رکھ لیا اور عاشقانہ اور مجذوبانہ انداز میں دیر تک حضور ﷺ کی حیات پر قصیدے اور اشعار پڑھتے رہے، خود بھی جذبات محبت سے روتے رہے اور میرے (مؤلف کتاب) جیسے سنگدلوں کو بھی رلاتے رہے۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسا کہ محبوب کی شخصیت سامنے ہے اور حضرت اُن کو مخاطب بنا کر قصیدوں میں جذبات محبت کا اظہار کر رہے ہیں۔

۴۱۶...... ایک مرتبہ جامعہ قاسم العلوم ملتان کے زیر اہتمام قلعہ پر جلسہ منعقد ہوا لیکن خلاف توقع حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ تشریف نہ لائے۔ وجہ یہ تھی کہ اُس جلسے میں بعض منکرین حیات کو مدعو کیا گیا تھا۔

عقیدہ عظیم محقق، مناظر اسلام حضرت العلامہ منظور احمد نعمانی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۱۷ھ)

(تلمیذ حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ)

۴۱۷...... انبیاء علیہم السلام کا اپنی قبور میں زندہ ہونا ایک مسلّم حقیقت ہے۔ (معارف الحدیث ج ۵ ص ۳۷۸)

۴۱۸...... اتنی بات سب کے نزدیک مسلّم اور دلائل شرعیہ سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور خاص کر سید الانبیاء ﷺ کو اپنی قبور میں حیات حاصل ہے۔ اس لئے حدیث (مامن احد یسلم الخ) کا یہ مطلب کسی طرح نہیں ہوسکتا کہ آپ کا جسد اطہر روح سے خالی رہتا ہے اور جب کوئی سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ جواب دلوانے کے لئے اس میں روح ڈال دیتا ہے۔ اس بناء پر اکثر شارحین نے ''رد روح'' کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ قبر مبارک میں آپ کی روح پاک کی تمام تر توجہ دوسرے عالم کی طرف اور اللہ تعالیٰ کی جمالی وجلالی تجلیات کے مشاہدہ میں مصروف رہتی ہے اور یہ بات بالکل قرین قیاس ہے۔ پھر جب کوئی امتی سلام عرض کرتا ہے اور وہ فرشتہ کے ذریعہ یا براہ راست آپ تک پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے آپ کی روح اس طرف بھی متوجہ ہوتی ہے اور آپ سلام کا جواب دیتے ہیں۔ بس اس روحانی توجہ والتفات کو رد روح سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ (معارف الحدیث ج ۵ ص ۳۷۸)

۴۱۹...... اس حدیث (سلام علی النبی) کا خاص پیغام یہ ہے کہ جو امتی بھی اخلاص قلب سے آپ پر سلام بھیجتا ہے آپ عادی اور سرسری طور پر صرف زبان سے نہیں بلکہ روح اور قلب سے متوجہ ہو کر اس کے سلام کا جواب عنایت فرماتے ہیں۔ (معارف الحدیث ج ۵ ص ۳۷۹)

فائدہ: اسی کو بعض اکابرین نے سماع روحانی کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے۔

۴۲۰...... اس حدیث (من صلی علیّ الخ) سے یہ تفصیل معلوم ہوگئی کہ فرشتوں کے ذریعہ آپ کو صرف وہی درود وسلام پہنچتا ہے جو کوئی دور سے بھیجے، لیکن اللہ تعالیٰ جن کو قبر مبارک کے پاس پہنچادے اور وہ وہاں حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام عرض کریں تو آپ اس کو بنفس نفیس سنتے ہیں اور ہر ایک کو جواب بھی عنایت فرماتے ہیں۔ کتنے خوش نصیب ہیں وہ بندے جو روزانہ سینکڑوں یا ہزاروں بار صلوٰۃ وسلام عرض کرتے ہیں اور آپ کا جواب پاتے ہیں۔

(معارف الحدیث ج ۵ ص ۳۸۰)

۴۲۱...... اگرچہ عوام الناس کے لئے دو موتیں ہیں۔ پہلی دفعہ اس دنیا میں ان پر موت وارد ہوتی ہے۔ پھر قبر میں نکیرین کے سوال وجواب کے وقت ان کو زندہ کر دیا جاتا ہے اور اس سے فراغت کے بعد دوبارہ ان پر موت طاری کر دی جاتی ہے، لیکن رسول اللہ ﷺ کے لئے صرف اسی دنیا کی ایک موت مقدر تھی جو آپ پر وارد ہوگئی۔ اس کے بعد جب قبر مبارک میں آپ کو پھر حیات بخشی جائے گی تو وہ برابر قائم رہے گی اور عوام الناس کی طرح ان پر دوبارہ موت طاری نہیں ہوگی۔

(ماہنامہ الفرقان جمادی الاولیٰ ۱۳۵۸ھ، ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی مئی ۱۹۵۹ء، ماہنامہ تعلیم القرآن جولائی واگست ۱۹۶۰ء)

۴۲۲...... حضور ﷺ پر ورود موت کے دلائل تحریر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: اور جیسا کہ عرض کیا گیا تھا ان صاحب کو یہ غلط فہمی مصنفین کے کلام میں حیات النبی ﷺ کی مراد نہ سمجھنے کے باعث ہوئی ہے۔ شاید انہوں نے سمجھا ہے کہ علماء کرام جو حیات النبی ﷺ کے قائل ہیں۔ ان کا مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ پر موت وارد ہی نہیں ہوئی۔ حالانکہ ان کا منشا یہ نہیں ہے بلکہ ان حضرات کی مراد یہ ہے کہ اس موت کے بعد حضور اقدس ﷺ کو حیات بخش دی گئی ہے۔

(ماہنامہ الفرقان جمادی الاولیٰ ۱۳۵۸ھ، ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی مئی ۱۹۵۹ء)

۴۲۳...... بہرحال حیات انبیاء کا یہ مطلب کسی کے نزدیک بھی نہیں ہے کہ ان پر موت قطعاً طاری ہی نہیں ہوتی بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ وفات کے بعد ان حضرات کو پھر حیات (مع الجسد) بخش دی جاتی ہے۔

(ماہنامہ الفرقان جمادی الاولیٰ ۱۳۵۸ھ، ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی مئی ۱۹۵۹ء)

عقیدہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب بہبودی رحمۃ اللہ علیہ (م؟)

(سابق صدر مدرس مظاہر علوم سہارنپور۔ سرپرست دوم جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ)

۴۲۴...... فرماتے ہیں: میرے نزدیک مولانا محمد منظور نعمانی صاحب کا مضمون جو مختلف رسائل میں طبع وشائع ہو چکا ہے، اس باب میں بہترین مضمون ہے۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن، جولائی واگست ۱۹۶۰ء)

عقیدہ حضرت مولانا سید احمد رضا صاحب بجنوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۱۸ھ)

(تلمیذ حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

۴۲۵...... انبیاء علیہم السلام کو پیدائشی طور پر بہت سے خواص اہل جنت کے دنیا میں بھی حاصل ہوتے ہیں۔ مثلاً دائمی حیات، دائمی عبادت (کہ قبور میں بھی مشغول عبادت رہتے ہیں)......وفات پر اجسادِ مبارکہ کا عدم تغیر وغیرہ۔

(انوار الباری ج ۳ ص ۱۳۷)

۴۲۶...... قولہ ما تقول فی ھذا الرجل اس کی تشریح میں لکھتے ہیں یہ قبر کے گڑھے میں پڑا ہوا مؤمن مردہ کیا کیا دیکھ رہا ہے، جنت کو دیکھ لیا جو ساتویں آسمان سے بھی اوپر ہے، زمین سے اربوں کھربوں میل بعید سے بعید تر جہاں

روشنی جیسی تیز رفتار چیز بھی زمین تک کروڑوں نوری سال میں پہنچ سکتی ہے (روشنی کی رفتار ۱۸۶۰۰۰ میل فی سیکنڈ ہے۔ اس رفتار سے روشنی ایک سال میں جو فاصلہ طے کرتی ہے اسے نوری سال کہتے ہیں) جہنم کو بھی دیکھ لیا جو اسفل السافلین میں ہے۔ مومن جنتی کے برزخی محل (قبر ارضی) کے لئے فرشتوں کا لباس بھی جنت سے مہیاء کیا جاتا ہے۔ اس کی قبر کو شاہی محلات کی طرح وسعت دے دی جاتی ہے، اس کے برزخی محل کا ایک پھاٹک جنت کی طرف کھول دیا جاتا ہے جس کی ہواؤں سے وہ سارا محل ایئر کنڈیشنڈ اور جنت کی خوشبو سے بسا ہوا رہتا ہے اور یہی صورت وکیفیت روز قیامت تک رہے گی۔ کیا یہ سب کچھ صحیح وقوی احادیث سے ثابت نہیں؟ جب عالم برزخ یا قبر کے لئے ایسے عجیب وغریب حالات کا ثبوت موجود ہے تو قبر سے حضور اکرم ﷺ کے روضہ مطہرہ طیبہ تک حجابات کا اٹھ جانا اور بقول علامہ قسطلانی کہ اس وقت ایک مومن کا آپ کے دیدار مقدس کی نعمت عظیمہ سے مشرف ہو جانا کس طرح نکیر کا مستحق ہو گیا کہ اس کو قبر پرستوں کی بات کہا جائے یا اگر شبیہ مبارک ہی سامنے کی جاتی ہے تو اس میں بھی کون سی بدعت و شرک کی شکل نظر آ گئی جس کے باعث اس کو اہل بدعت یا قبوریین کا قول کہا گیا۔ غرض ایک طرف اگر معہود ذہنی والی صورت کچھ قرائن کے تحت مراد ہو سکتی ہے تو دوسری طرف ھذا الرجل کو اصلی وحقیقی غیر مجازی معنی میں لینا بھی کسی طرح بدعت اور شرک نہیں قرار پا سکتا۔ (انوار الباری ج ۵ ص ۱۴۹)

۴۲۷...... سوال روح سے ہو گا یا جسد مع الروح سے؟ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اسی جسد مع الروح سے ہو گا۔ جیسا کہ اس کی طرف صاحب ہدایہ نے بھی اشارہ کیا ہے۔ صوفیاء کہتے ہیں (اصالۃً) جسد مثالی مع الروح سے ہو گا۔ اس ترابی جسد کے ساتھ (اصالۃً) نہ ہو گا۔ عارف جامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس عالم میں اجساد کے احکام غالب ہیں اور روح کے احکام مستور ہیں کیوں کہ جسم ظاہر اور روح پوشیدہ ہے، عالم برزخ میں برعکس ہو گا کہ روح کے احکام وآثار ظہور کریں گے (اور جسم کے پوشیدہ ہوں گے) اور محشر میں دونوں کے احکام وآثار برابر ہو جائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم! (انوار الباری ج ۵ ص ۱۵۲)

۴۲۸...... ہم کہہ سکتے ہیں کہ کعبہ شریفہ اپنی صفاتی نفسیہ (ذاتیہ) کے سبب علی الاطلاق اشرف وافضل ہے۔ لیکن یہ بات اس امر سے مانع نہیں کہ کوئی دوسرا بقعہ (جگہ) بعض عوارض واحوال خارجیہ کی وجہ سے اس سے بھی زیادہ افضل قرار پائے۔ جیسے افضل مخلوقات واشرف کائنات (محمد رسول اللہ ﷺ) کے ورود ونزول کی وجہ سے بقعہ روضہ مبارکہ جہاں اشرف الخلائق علی الاطلاق ﷺ کی وجہ سے حق تعالیٰ کے ایسے انوار وتجلیات کا نزول ہو رہا ہے جو ان تمام انوار وتجلیات سے اعظم واعلیٰ ہیں جو کسی بھی دوسرے حصہ زمین وآسمان پر وارد ہو رہی ہیں۔ یہ سب سے بڑا شرف اگرچہ ہر اس جگہ کو حاصل ہوا جہاں آپ ﷺ نے قدم رنجہ فرمایا۔ مگر بعد وفات روضہ مقدسہ کو مستقل طور سے یہ شرف حاصل ہو گیا۔ یہ بحث پھر کسی موقع پر آئے گی کہ حضور علیہ السلام کی حیات روضہ مبارکہ مقدسہ میں کس طرح کی ہے؟ اس میں ایک قول وہ ہے جس کو ہمارے اکابر اور حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار فرمایا (کہ روح مبارک جسد اطہر میں ہے۔ ناقل) اور دوسرا قول وہ ہے جس کو ابن قیم نے اختیار کیا اور اس کو حضرت علامہ عثمانی نے اس موقع پر بھی فتح الملہم میں ذکر کیا ہے (کہ روح مبارک اعلیٰ علیین میں ہے اور اس کا قوی تعلق ہے جسد اطہر کے ساتھ۔ ناقل) اور بظاہر حضرت علامہ کا بھی زیادہ رجحان اسی کی طرف معلوم ہوتا ہے مگر ہمیں حضرت نانوتوی قدس سرہ کی تحقیق زیادہ دل لگتی معلوم ہوتی ہے۔ (انوار الباری ج ۸ ص ۱۶)

۴۲۹...... عذاب قبر حق ہے جس پر ایمان ضروری اور تسلیم واجب ہے یہی مسئلہ اہل سنت والجماعت کا ہے۔
(انوار الباری ج ۸ ص ۳۳)

۴۳۰...... دوسرا قول یہ ہے کہ رؤیت و ملاقات اجسام مع ارواح سے ہوئی ہے۔ (اس طرح کہ شب معراج میں حضور ﷺ کی ملاقات کے لئے ان کے اجسام کو قبور میں سے لے جایا گیا) جس سے آپ کی تشریف وتکریم کی گئی۔ اس کی تائید بیہقی کی حدیث انس رضی اللہ عنہ سے بھی ہوتی ہے کہ آپ کے لئے حضرت آدم اور بعد کے سب انبیاء کو مبعوث کیا گیا اور آپ نے ان کی امامت کی۔ بزار وطبرانی کی حدیث میں اس طرح ہے کہ میرے لئے انبیاء کو اٹھایا گیا، ان کو بھی جن کے نام حق تعالیٰ نے ذکر کئے ہیں اور ان کو بھی جن کے نام نہیں ذکر کئے اور میں نے ان سب کو نماز پڑھائی۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا اسی قول کو ہمارے بعض شیوخ نے اختیار کیا ہے اور اس کے لئے انہوں نے مسلم شریف کی مرفوع روایت سے بھی استدلال کیا ہے جس میں ہے کہ میں نے شب معراج میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا اپنی قبر میں کھڑے ہیں اور نماز پڑھ رہے ہیں، اس سے ثابت ہوا کہ جب حضور علیہ السلام ان کے پاس سے گزرے ہیں تو اسی وقت ان کو بھی اِسراء کرائی گئی۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بات ضروری نہیں اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ ان کی روح کو ارضی جسد کے ساتھ کوئی اتصال وتعلق ہو اور اسی کے باعث زمین پر نماز پڑھی ہو باوجودیکہ ان کی روح آسمان پر مستقر ہو (زرقانی) (انوار الباری ج ۱۱ ص ۲۹)

۴۳۱...... وہ (انبیاء) سب تو اپنی قبور میں بحیات حقیقی زندہ ہیں، (اُس عالم کے مناسب) کھاتے ہیں، پیتے ہیں، زندگی کا ہر قسم کا تمتع حاصل کرتے ہیں اور ان کا اپنی قبور سے نکلنا اور ان میں پھر آنا بھی ایسا خروج نہیں ہے جو بعثت کا مقتضی ہو بلکہ وہ ایسا ہے کہ جیسے ایک انسان اپنے گھر سے کسی ضرورت کی وجہ سے نکلتا ہے کہ اس کو پورا کر کے پھر لوٹ آتا ہے، اسی لئے اس کو اس صورت میں اپنے گھر سے بالکلیہ جدا ہونے والا اور مفارق نہیں کہتے اور گھر سے مفارق اور جدا ہونے والا صرف اسی کو کہتے ہیں جو اس کی طرف پھر لوٹ کر نہ آئے اور قیامت تک کے لئے نکل کھڑا ہو۔ (انوار الباری ج ۱۱ ص ۳۰)

۴۳۲...... علامہ محدث ملا علی قاری رحمہ اللہ نے شرح مشکوۃ میں لکھا کہ شب معراج میں جو حضور ﷺ نے انبیاء علیہم السلام کو سلام کیا اور انہوں نے جواب سلام دیا یہ اس امر کی دلیل ہے کہ انبیاء علیہم السلام درحقیقت زندہ ہیں۔ پھر آگے لکھا ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کو اور زندوں کی طرح موت نہیں آتی بلکہ وہ صرف دار الفناء سے دار البقاء کی طرف منتقل ہوتے ہیں، اس بارے میں احادیث وآثار مروی ہیں اور وہ اپنی قبور میں بھی زندہ ہیں، کیوں کہ وہ شہداء سے افضل ہیں۔ (انوار الباری ج ۱۱ ص ۳۰)

۴۳۳...... اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اُس رات میں بطور تشریف وتکریم نبی اکرم ﷺ کی ملاقات کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام (عنصریہ) بھی حاضر کئے گئے تھے اس کی تائید حدیث انس رضی اللہ عنہ سے ہوتی ہے جس میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور بعد کے سب انبیاء آپ کے لئے مبعوث کئے گئے تھے جن کی آپ نے امامت فرمائی۔
(انوار الباری ج ۱۱ ص ۳۰)

۴۳۴...... قاضی عیاض رحمہ اللہ نے متعدد رواۃ ثقات کی سند سے نقل کیا کہ خلیفہ وقت امیر المومنین ابوجعفر کو مسجد نبوی کے اندر حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے ٹوکا اور فرمایا امیر المومنین! آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟ اس مسجد میں اپنی آواز بلند

نہ کیجئے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ لوگوں کو تنبیہ کی اور ادب سکھانے کو فرمایا: لا ترفعوا اصواتکم الآیۃ (اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرو) اور دوسرے کی مدح وتعریف فرمائی: ان الذین یغضون اصواتھم الآیۃ (بے شک وہ لوگ جو اپنی آوازوں کو رسول اللہ ﷺ کے پاس پست کرتے ہیں یہ لوگ ہیں کہ اللہ نے ان کے دلوں کے تقویٰ کا امتحان لیا۔[نتیجہ یہ ہے کہ] اُن کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے) اور کچھ لوگوں کی مذمت فرمائی: ان الذین ینادونك من وراء الحجرات الآیۃ (بے شک وہ لوگ جو آپ کو حجرات کے پیچھے سے پکارتے ہیں وہ اکثر بے عقل ہیں) اور نبی اکرم ﷺ کی عظمت وحرمت وفات کے بعد بھی ایسی ہی ہے جیسی زندگی میں تھی۔

امام مالک رحمہ اللہ کی یہ تنبیہ سن کر خلیفہ وقت نے اس کے سامنے سر جھکا دیا اور پھر امیر نے امام مالک رحمہ اللہ سے سوال کیا۔ اے ابوعبداللہ! روضہ نبویہ کی حاضری کے وقت قبلہ کی طرف رخ کر کے دعا کروں یا رسول اکرم ﷺ کی جانب رخ کر کے دعا کروں۔ امام مالک رحمہ اللہ نے جواب دیا کیوں تم اپنا چہرہ اُس ذات اقدس نبوی سے پھیرتے ہو جو ہمارا وسیلہ ہے اور تمہارے باپ آدم کا بھی وسیلہ ہے، بلکہ اُنہی کی طرف متوجہ رہو اور ان سے شفاعت کا سوال کرو تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی جانب تمہارے لئے شفاعت کریں۔ (انوار الباری ج ۱۳ ص ۴۰۸)

۴۳۵...... شیخ ابن الہمام رحمہ اللہ نے (فتح القدیر ج ۲ ص ۳۳۶) میں لکھا کہ ابواللیث سمرقندی رحمہ اللہ نے جو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف سے نقل کر دیا کہ سلام عرض کرنے والا قبر شریف اور قبلہ کے درمیان کھڑا ہو یہ بات مردود و غلط ہے، کیوں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے تو خود اپنی مسند میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا سنت یہ ہے کہ تم قبر نبوی کے پاس قبلہ کی طرف سے حاضر ہو اور اپنی پشت قبلہ کی طرف کر کے اپنے چہرہ سے قبر شریف کا استقبال کرو، پھر کہو: السلام علیك ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ پھر محقق ابن الہمام نے لکھا کہ ابواللیث کی یہ توجیہ البتہ ہوسکتی ہے کہ استقبال قبر نبوی کے ساتھ کچھ استقبال قبلہ بھی ہو جائے گا اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ قبر شریف مکرم میں اپنی داہنی کروٹ پر مستقبل قبلہ استراحت فرما ہیں اور علمائے امت نے زیارت قبور کے لئے عام ہدایت کی ہے کہ زیارت کرنے والا متوفی شخص کے پاؤں کی طرف حاضر ہو۔ اس کے سر کی جانب نہیں۔ کیوں کہ یہ صورت میت کی نگاہ کو مشقت میں ڈالنے والی ہے۔ بخلاف پہلی صورت کے کہ وہ میت کی نگاہ کے مقابل ہوگا کیوں کہ پہلو پر لیٹ ہوئے میت کی نگاہ اپنے قدموں کی طرف ہوتی ہے۔ لہٰذا جب زیارت کرنے والا حضور ﷺ کے قدم مبارک کی طرف کھڑا ہو کر سلام عرض کرے گا تو وہ صحیح طور سے آپ ﷺ کی نگاہ وتوجہ خاص کے مقابل ہوگا اور اس وقت قبلہ کا بھی کچھ رخ سامنے ہوگا۔ بخلاف اس کے اگر حضور ﷺ کے سر مبارک کے مقابل کھڑا ہوگا تو قبلہ کی طرف پشت پوری طرح ہوگی اور حضور علیہ السلام کی نگاہ فیض اثر وتوجہ خاص کا استقبال کم ہوگا کہ نگاہ مبارک تو قدموں کی طرف متوجہ ہے۔ (حاشیہ انوار الباری ج ۱۳ ص ۴۱۰، ۴۱۱)

فائدہ: نگاہ اور توجہ خاص وہی کرسکتا ہے جو قبر میں زندہ ہو۔

۴۳۶...... ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ طلب شفاعت عند القبر الشریف النبوی کا ثبوت امام مالک رحمہ اللہ کے ارشاد سے ہو گیا ہے اور دوسرے ائمہ مجتہدین سے نقل شدہ طریقہ زیارت نبویہ میں بھی طلب شفاعت کا ثبوت ہو چکا ہے۔

(حاشیہ انوار الباری ج ۱۳ ص ۴۱۳)

۴۳۷...... مسند احمد وابوداود وغیرہ کی احادیث پکی ہیں جن سے ثابت ہوا کہ حاضر قبر شریف ہو کر سلام پڑھنے کے

وقت حضور ﷺ خود جواب دیتے ہیں اور قریب کا سلام خود سنتے ہیں اور علمائے امت کا اگرچہ سماع موتی کے بارے میں اختلاف ہے کہ (عام) مردے (قبر میں) سنتے ہیں یا نہیں۔ لیکن اس بارے میں سب کا اتفاق ہے کہ انبیاء علیہم السلام ضرور سنتے ہیں جیسا کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ وغیرہ میں ہے۔ (انوار الباری ج ۱۳ ص ۲۱۷)

۴۳۸...... مولانا احمد رضا بجنوری رحمۃ اللہ علیہ نے عنوان قائم کیا: ''حیات انبیاء کرام'' اس کے تحت لکھتے ہیں: حضرت (انور) شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بطور تحقیق مزید فرمایا: ''روح تو کسی کی بھی فنا نہیں ہوتی، نہ کافر کی نہ مؤمن کی۔ البتہ مرنے کے بعد افعال معطل ہو جاتے ہیں۔ (کیوں کہ اجسام کی شکست و ریخت ہو جاتی ہے، لیکن انبیائے کرام کے اجسام بھی پوری طرح محفوظ رہتے ہیں) پس انبیائے کرام کے بارے میں جو احادیث میں اُن کی زندگی کا ذکر کیا گیا ہے وہ روح سے متعلق نہیں ہے بلکہ اجسام ہی سے متعلق ہے یعنی وہ وہاں بھی معطل نہیں ہوتے بلکہ مشغول ہوتے ہیں جس طرح دنیا کی زندگی میں مشغول تھے۔ لہٰذا وہ نمازیں پڑھتے ہیں، حج کرتے ہیں، تلاوت کرتے ہیں۔ زائرین کے صلاۃ وسلام سنتے ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں وغیرہ افعال احیاء۔'' اس سے معلوم ہوا کہ اصل حیات افعال ہیں اور موت کی حقیقت تعطل (از افعال) ہے اور اس سے حدیث ابی داود کا بھی حل ہو جاتا ہے جس میں ہے کہ حضور ﷺ پر جب سلام عرض کیا جاتا ہے تو آپ کی روح اس کو سننے اور جواب دینے کے لئے (جسم عنصری کی طرف) لوٹا دی جاتی ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ ﷺ کو اُس وقت روح لوٹا کر زندہ کیا جاتا ہے۔ (کیوں کہ آپ ﷺ پہلے سے قبر میں زندہ ہیں) بلکہ آپ کی روح مبارک چونکہ ہر وقت اور ہر آن حضرت ربوبیت کی طرف متوجہ رہتی ہے اس لئے سلام زائر کے وقت اُس کی توجہ اُدھر سے اِدھر کو ہو جاتی ہے بس یہی ہے رد روح کا مطلب۔ پھر فرمایا کہ حیات کے مراتب بے شمار ہیں اور انبیائے کرام کی حیات (جسمانی) سب سے اعلیٰ ارفع اتم واکمل واقویٰ ہے پھر حیات صحابہ کرام، پھر اولیائے عظام اور اسی طرح درجہ بدرجہ بخلاف کافر ومشرک کے اُس کے لئے مرنے کے بعد اعمال خیر سے تعطل محض ہے اسی لئے اُس کا درجہ لا یموت فیہا ولا یحییٰ قرار دیا گیا کہ نہ مردوں میں نہ زندوں میں۔ باقی جو تصرفات ارواحِ خبیثہ بصورت افعال خبیثہ ظاہر ہوتے ہیں وہ نظر شارع میں افعال حیات نہیں ہیں کیوں کہ وہ تو صرف افعال خیر اعمال بر وصلاح ہیں، اعمال فسق وفجور افعال حیات نہیں ہیں۔ (نہ اُن سے دنیا کا فائدہ نہ آخرت کا) (انوار الباری ج ۱۴ ص ۸۱)

۴۳۹...... امام مالک رحمۃ اللہ علیہ خاص طور سے مسجد نبوی میں رفع صوت کو حضور اکرم ﷺ کے ادب واحترام کی وجہ سے بھی منع فرماتے ہیں اور خلیفہ عباسی ابو جعفر منصور کو بھی تنبیہ فرمائی تھی۔ (انوار الباری ج ۱۴ ص ۸۱)

۴۴۰...... علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ حیات انبیاء علیہم السلام پر بڑی دلیل حضرت موسیٰ کا قبر میں نماز پڑھنا ہے کیوں کہ نماز جسم کی سلامتی و زندگی چاہتی ہے، مظاہر حق میں ہے انبیاء کرام کے قبروں میں زندہ ہونے کا مسئلہ متفق علیہ ہے اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے کہ وہاں اُن کی حیات حقیقی جسمانی دنیا کی سی ہے، نہ (محض) حیات معنوی روحانی جو شہداء کو بھی حاصل ہے۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لمعات شرح مشکوۃ میں لکھا کہ حیات انبیائے کرام متفق علیہ ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اور یہ حیات جسمانی دنیاوی حقیقی ہے نہ کہ۔ (محض) معنوی روحانی۔ شیخ نور الحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شارح بخاری نے لکھا حضور ﷺ کا انبیائے کرام کو دیکھنا، اُن سے کلام فرمانا بتلا رہا ہے کہ آپ نے اُن کو اُن کی ذوات واجسام کے ساتھ دیکھا ہے اور یہ عقیدہ جمہور علمائے امت کا مختار ہے کہ انبیائے کرام بعد از موت زندہ بحیات دنیاوی ہیں۔ (انوار الباری ج ۱۴ ص ۸۱)

۴۴۱...... حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا کہ اشعار میں ندائے نبی کا کیا حکم ہے؟......حضرت نے جواب دیا کہ ایسے اشعار میں شرک تو نہیں ہے مگر عوام کے لئے موجبِ اضلال ہو جاتا ہے۔ لہٰذا کسی کے رُوبرو نہ پڑھے اور یا یں خیال پڑھے کہ حق تعالیٰ اس میری عرض کو فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کر دے۔ نیز حضرت نے لکھا کہ بلا عقیدہ غیب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ضرورت میں فریاد رسی جائز ہے۔ (انوار الباری ج ۱۷ ص ۳۱)

فائدہ: فریاد رسی زندہ سے ہوتی ہے مردہ سے نہیں۔

۴۴۲...... اور علمائے امت نے اس آیت: (ولو انهم اذ ظلموا الآية) کے عموم سے یہی سمجھا ہے کہ آپ کی شفاعت مغفرت ذنوب کے لئے جس طرح آپ کی دنیاوی حیات طیبہ میں تھی اسی طرح آپ کی حیات برزخیہ میں بھی ہے اس لئے علماء نے قبر مبارک پر حاضر ہونے والوں کے لئے اس آیت کی تلاوت کو بھی مستحب قرار دیا ہے۔ کیوں کہ آپ کی عظمت مرتبت، موت کی وجہ سے ختم نہیں ہو گئی اور نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ کا استغفار امت کے لئے جیسے حیات دنیوی میں تھا وہ اب باقی نہیں رہا۔ (انوار الباری ج ۱۸ ص ۲۲۸)

۴۴۳...... اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں، جیسا کہ حدیث بیہقی میں وارد ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں، محدث بیہقی نے حیات انبیاء کے اثبات میں مستقل رسالہ لکھا ہے، شیخ ابو منصور بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ متکلمین محققین کا فیصلہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں۔ لہٰذا بعد وفات کے آپ کے پاس آنا ایسا ہی ہے جیسے وفات سے پہلے تھا۔ (انوار الباری ج ۱۸ ص ۲۳۱)

۴۴۴...... اور فرمایا کہ قبر مبارک کا شرف اس لئے ہے کہ جسد اطہر نبوی اس کے اندر موجود ہے بلکہ حضور علیہ السلام خود یعنی جسد مبارک مع علاقہ الروح اس کے اندر تشریف رکھتے ہیں۔ کیوں کہ آپ قبر میں زندہ ہیں۔ قریب قریب تمام اہل حق اسی پر متفق ہیں۔ صحابہ کا بھی یہی اعتقاد ہے۔ حدیث شریف میں بھی نص ہے: ان نبی الله حی فی قبرہ یرزق بے شک آپ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ کو رزق بھی پہنچتا ہے۔ مگر یاد رہے کہ اس حیات سے مراد ناسوتی (محسوس تکلیفی زندگی) نہیں ہے، وہ دوسری قسم کی حیات ہے جس کو حیات برزخیہ کہتے ہیں جس کے مختلف مراتب ہیں، ایک مرتبہ تو تمام جماعتِ مومنین کو حاصل ہے جس کے ذریعہ نعیم قبر کی ہر مسلمان کو حس ہو گی اور یہ حیات برزخیہ حیات ناسوتیہ سے بدرجہا زیادہ اعلیٰ واقویٰ ہو گی۔ دوسری حیات شہداء کی ہے یہ مومنین والی حیات برزخیہ سے زیادہ اقویٰ ہو گی، اس کا اثر وثمرہ یہ ہے کہ زمین ان کے اجساد کو نہیں کھا سکتی اس لئے ان کے جسم محفوظ رہیں گے۔ تیسرا درجہ جو سب سے زیادہ قوی ہے وہ انبیاء علیہم السلام کی حیات برزخیہ کا ہے کہ وہ شہداء کی حیات سے بھی زیادہ قوی ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کا اثر اس کے علاوہ یہ ہے کہ ان کے اجسام بھی محفوظ رہتے ہیں، ان کی ازواج مطہرات سے ان کے بعد کوئی امتی نکاح بھی نہیں کر سکتا اور ان کی میراث بھی تقسیم نہیں ہوتی۔ (انوار الباری ج ۱۸ ص ۲۳۶)

۴۴۵...... المهند کے حوالے سے لکھتے ہیں: "پانچویں سوال کے جواب میں لکھا کہ ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلف ہونے کے۔ چنانچہ علامہ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قبر میں انبیاء و شہداء کی حیات ایسی ہے جیسی دنیا میں تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر مبارک میں نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے کیوں کہ نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے۔ الخ! پس ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیوی ہے اور اس معنی کو برزخی بھی ہے کہ عالم برزخ میں حاصل ہے اور ہمارے شیخ مولانا

محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اسی بحث میں مستقل رسالہ ''آب حیات'' لائق مطالعہ ہے۔'' (انوار الباری ج۱۸ص ۲۳۸)

۴۴۶...... حضور علیہ السلام قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کے اعمال دوسروں کے اعتبار سے ثواب میں بہت ہی زیادہ ہیں۔لہٰذا فضیلت کے لئے ہمارے اعمال کی وہاں ضرورت نہیں ہے۔ (انوار الباری ج۱۸ص ۲۴۴)

۴۴۷...... آپ کی جناب میں جو شخص حاضر ہو کر اپنا یا دوسرے کا سلام عرض کرتا ہے تو اس کو حضور علیہ السلام خود سنتے ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں۔جو شخص حاضر ہو کر اپنے گناہوں کی مغفرت خدا سے چاہے تو آپ کے قرب کی برکت سے وہ قبول ہوتی ہے اور آپ سے شفاعت چاہے تو آپ اس کے لئے شفاعت بھی کرتے ہیں جس طرح قیامت میں بھی سب کے لئے کریں گے۔اگر قیامت میں آپ سے طلب شفاعت شرک نہ ہوگا تو یہاں شرک کیوں ہو گیا؟

(انوار الباری ج۱۸ص ۲۴۶، ۲۴۷)

۴۴۸...... حضرت شیخ الاسلام مولانا السید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ (بعض) وہابیہ کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کے واسطے حیات فی القبور ثابت نہیں بلکہ وہ بھی مثل عامہ مومنین کے متصف بالحیاۃ البرزخیہ اس مرتبہ میں ہیں جو حال دوسرے مومنین کا ہے، اسی لئے وہ لوگ مسجد نبوی میں آتے ہیں تو نماز پڑھ کر نکل جاتے ہیں، روضہ اقدس پر حاضر ہو کر صلاۃ وسلام اور دعا وغیرہ پڑھنا مکروہ و بدعت خیال کرتے ہیں، آپ نے لکھا کہ ہمارے اکابر کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک میں حیات نہ صرف روحانی بلکہ جسمانی بھی از قبیل حیات دنیوی بلکہ بہت وجوہ سے اس سے قوی تر ہے۔وہ (بعض وہابی) وفات ظاہری کے بعد انبیاء علیہم السلام کی حیات جسمانی اور بقائے علاقہ بین الروح والجسد کے منکر ہیں اور یہ (علمائے دیوبند) صرف اس کے قائل ہی نہیں بلکہ مثبت بھی ہیں اور اس پر دلائل قائم کرتے ہیں۔اس کے بعد حیات جسمانی کے اثبات پر مؤلف نے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات بھی نقل کی ہیں۔ (انوار الباری ج۱۸ص ۲۴۹)

۴۴۹...... حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ جملہ انبیاء علیہم السلام کی حیات علمائے امت کے یہاں متفق علیہ ہے اور اس میں کسی کا خلاف نہیں ہے کہ وہ بنسبت حیات شہداء کامل تر اور قوی تر ہے۔کیوں کہ شہداء کی زندگی معنوی و اخروی ہے اور حیات انبیاء حیات حسی دنیوی ہے۔احادیث و آثار سے یہی بات ثابت ہے۔نیز شیخ نور الحق دہلوی نے لکھا کہ جمہور کے نزدیک طے شدہ حقیقت اور مختار قول یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام بعد وفات کے دنیوی زندگی کے ساتھ متصف ہیں۔ (انوار الباری ج۱۸ص ۲۴۹)

۴۵۰...... حضرت بجنوری رحمۃ اللہ علیہ افادۂ انور کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں: حضرت (انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ مسئلہ کلام میت کا اور اس کے سننے کا ایک ہے جس کا اس دور کے حنفیہ نے انکار کر دیا ہے۔حالانکہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک قلمی رسالہ میں میں نے پڑھا کہ ہمارے ائمہ میں سے کسی سے بھی سماع کا انکار ثابت نہیں ہے اور فقہاء نے اس کو حلف ویمین کے باب میں ذکر کیا ہے کہ کوئی شخص حلف کر لے کہ فلاں سے بات نہ کرے گا اور اس کے دفن ہونے کے بعد بات کر لے تو حانث نہ ہوگا۔کیوں کہ حلف و یمین ٹوٹنے کا مدار عرف پر ہے اور عرف میں مردے سے بات کرنے کو بات کرنے میں شمار نہیں کرتے۔اس سے بعض حضرات (جیسے ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ) کو مغالطہ ہو گیا کہ سماع موتی کے بارے میں ائمہ حنفیہ کا مذہب غلط سمجھ لیا۔لہٰذا اس سے عدم سماع موتی ثابت نہیں ہوتا۔البتہ شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر میں انکار کیا ہے پھر انہوں نے سلام علی القبر اور جواب میت و قرع نعال وغیرہ کی تاویل کی کہ مردے صرف اُسی وقت سنتے

ہیں عام طور سے نہیں سنتے۔ حضرت انور شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مردوں کے سننے کی احادیث درجہ تواتر کو پہنچ گئی ہیں اور ایک حدیث میں جس کی تصحیح امام ابن عبدالبر نے کی ہے کہ مردہ سلام سن کر جواب بھی دیتا ہے اور اگر دنیا میں اس کو پہچانتا تھا تو پہچان بھی لیتا ہے۔ لہٰذا انکارِ سماع بے محل ہے، خاص کر جب کہ ائمہ حنفیہ میں سے کسی سے انکار نقل بھی نہیں ہوا ہے۔ اس صورت میں شیخ ابن الہمام کے عمومی انکار اور خاص اوقات میں استثناء ماننے سے یہ بہتر ہے کہ ہم فی الجملہ سماع کا اقرار کرلیں۔ کیوں کہ مردوں کو سنانے کا کوئی خاص قاعدہ ضابطہ تو ہمارے پاس بھی نہیں ہے بلکہ بعض اوقات تو ہم زندوں کو بھی نہیں سنا سکتے نہ وہ سنتے ہیں تو مردوں کے ہر وقت ہر بات سننے کا دعویٰ کون کرسکتا ہے؟ اس لئے میں اصالۃً فی الجملہ سماع کا قائل ہوں۔ باقی رہی قرآن مجید کی بات کہ اس میں: انك لا تسمع الموتی اور وما انت بمسمع من فی القبور وارد ہے تو ان میں بھی نفی اِسماع کی ہے کہ تم نہیں سنا سکتے۔ سماع کی نفی نہیں ہے کہ وہ سن نہیں سکتے۔ جب کہ احادیث متواترہ سے ان کا سننا ثابت ہوچکا ہے۔ نیز (حضرت نے فرمایا) کہ سورہ فاطر میں جو آیت: وما انت بمسمع من فی القبور ہے اس کی تفسیر یہ بھی ہے کہ من فی القبور سے مراد اجساد ہیں ارواح نہیں اور اس کی تائید حدیث ابن حبان سے بھی ہوتی ہے۔ پھر فرمایا کہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے مقصدِ شارع کو پوری طرح سمجھا ہے کہ یہ کفار مردوں کی طرح ہیں اس لئے آپ کی ہدایت سے ان کو نفع نہیں ہوگا۔ کیوں کہ جب زندگی میں ہی انہوں نے نفع نہ اٹھایا تو اب وہ کیا سنیں گے اور کیا فائدہ حاصل کریں گے؟ لہٰذا غرض آیت قرآنی نفی سماع نہیں ہے بلکہ نفی انتفاع ہے، بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ عدم سماع واستماع وغیرہ سب بمعنی عدم العمل ہیں کیوں کہ سماع بھی عمل ہی کے لئے ہے، وہ نہیں تو سماع بھی بے سود ہے۔ فرمایا کہ جو لوگ خیر پر مرتے ہیں ان کو سماع خیر سے نفع بھی پہنچتا ہے اور جن کی شر پر موت آگئی وہ صرف آوازیں سنیں گے فائدہ کچھ نہ ہوگا۔ (انوار الباری ج۱۹ ص ۳۳۳، ۳۳۴)

۴۵۱...... مؤلف فرماتے ہیں کہ ہمارے نہایت ہی محترم بزرگ علامہ محمد سرفراز خان صاحب صفدر دام فضلہم نے حیات نبوی کے اثبات میں تسکین الصدور اور سماع اموات کے مسئلے میں سماع موتی نامی کتابیں لکھی ہیں، یہ دونوں نہایت قابل قدر نقول اکابر اور افادات علمیہ سے مزین ہیں...... اس لئے فرض کفایہ تو ادا ہوچکا اور اُن سے زیادہ اور لکھا بھی کیا جائے۔ یہاں ایک دوسری بات کی طرف توجہ دلانی ہے مولانا (سرفراز خان صفدر) دام ظلہم نے بھی اس پر کچھ روشنی ڈالی ہے اور حضرت (انور) شاہ صاحب رحمہ اللہ نے بھی حنفیہ عصر کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اپنے ہی کچھ حضرات غلط فہمی کا شکار ہوگئے۔ گو بقول حضرت گنگوہی رحمہ اللہ وحضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ امام اعظم ودیگر ائمہ حنفیہ کی آڑ پکڑنا ہرگز درست نہیں۔ جب کہ اُن سے سماع موتی کے خلاف کوئی تصریح ثابت نہیں ہے اور کچی پکی روایات پر اعتماد نہ کرنا چاہئے، زیادہ تفصیل کتاب سماع موتی میں دیکھ لی جائے۔ (انوار الباری ج۱۹ ص ۳۳۵)

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ (م ۱۴۳۰ھ)

(تلمیذ رشید وخلیفہ مجاز مولانا حسین علی رحمہ اللہ، سابق رکن اشاعت التوحید والسنۃ)

۴۵۲...... عذاب قبر، انبیاء علیہم السلام کی حیات جسمانی، سماع صلوۃ وسلام عند القبر اور استشفاع وغیرہ مسائل پر حضرت مولانا سرفراز خان صاحب صفدر رحمہ اللہ نے عظیم کتاب تسکین الصدور تالیف فرمائی ہے، جس نے منکرین حیات کو پریشان کر رکھا ہے، اس میں حضرت مرحوم رحمہ اللہ نے مذکورہ بالا مسائل کو اقوال سلف اور قرآن وحدیث کے دلائل

سے مدلل بیان فرمایا ہے اور منکرین حیات کے ان مسائل پر اعتراضات کے جوابات بھی تحریر فرمائے ہیں۔ ایک مقام پر فتح الملہم کا حوالہ لکھ کر فرماتے ہیں: حضرت مولانا عثمانی نے اس عبارت میں سورج کی مثال دے کر یہ اشکال ''کہ جب روح مبارک علیین میں ہے تو پھر قبر مبارک میں اس کے ساتھ حیات کے کیا معنی؟'' رفع کیا ہے، کہ سورج باجود بہت بلند ہونے کے زمین اور اس کے اجزاء پر اثر انداز ہے اور عالم اسباب میں حیوانات و نباتات کی نشو ونما کا ذریعہ ہے۔ اگر زمین پر اس کی حرارت اور روشنی اثر انداز ہو سکتی ہے تو روح مبارک بھی قبر شریف میں جسم اطہر پر اثر انداز ہو سکتی ہے اور اس میں کوئی بُعد نہیں ہے۔ ان عبارات سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ اور اسی طرح دیگر حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی روح مبارک تو اعلیٰ علیین میں ہے لیکن باوجود اس استقرار کے اس کا تعلق ربط اور اتصال قبر مبارک میں جسد اطہر سے بھی ہے جس سے ایسی حیات آپ کو حاصل ہے کہ آپ ﷺ عند القبر سلام کہنے والے کا سلام بنفس نفیس خود سنتے اور اس کا جواب دیتے ہیں۔ انصاف کی دنیا میں نہ تو اس اتصال اور تعلق کا انکار ہو سکتا ہے اور نہ اس سے بڑھ کر اس کا کوئی ثبوت پیش کیا جا سکتا ہے۔ اطمینان قلب کے لئے یہ دلائل بالکل کافی ہیں۔ بلا خوف تردید یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ تقریباً ۱۳۷۴ھ تک اہل السنت والجماعت کا کوئی فرد کسی بھی فقہی مسلک سے وابستہ دنیا کے کسی خطہ میں اس کا قائل نہیں رہا کہ آنحضرت ﷺ اور اسی طرح دیگر حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی روح مبارک کا جسم اطہر سے قبر شریف میں کوئی تعلق اور اتصال نہیں اور آپ ﷺ عند القبر صلوٰۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے، کسی اسلامی کتاب میں عام اس سے کہ وہ کتاب حدیث وتفسیر کی ہو یا شرح حدیث اور فقہ کی ہو، علم کلام کی ہو یا علم تصوف وسلوک کی، سیرت کی ہو یا تاریخ کی، کہیں بھی صراحت کے ساتھ اس کا ذکر نہیں کہ آپ ﷺ کی روح مبارک کا جسم اطہر سے کوئی تعلق اور اتصال نہیں اور یہ کہ آپ عند القبر صلاۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے۔

(من ادعی خلافه فعليه البيان ولا يمكنه ان شاء الله تعالىٰ الى يوم الميزان)

(تسکین الصدور طبع چہارم ص ۲۸۹، ۲۹۰)

عقیدہ حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۰۸ھ)

بانی جامعہ حبیب المدارس، یا کی والی (علی پور) تلمیذ حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ

۴۵۳...... آنحضرت ﷺ مدینہ منورہ میں اپنی مرقد اقدس میں متصف بحیاۃ جسمانی وابدی ہیں اور بارگاہ میں حاضر ہونے والوں کے صلوۃ وسلام کو بنفس نفیس سماعت فرما کر جواب مرحمت فرماتے ہیں اور یہی عقیدہ صحیحہ جمیع اسلاف اہل حق کا رہا ہے اور یہی عقیدہ ہم متبعین اہل حق کا ہے۔

(تسکین الاتقیاء فی حیاۃ الانبیاء ص ۹۱، مؤلفہ: پروفیسر مولانا محمد مکی، یا کی والی)

عقیدہ حضرت مولانا غلام مصطفیٰ مرجانی رحمۃ اللہ علیہ

(خلیفہ مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ)

۴۵۴...... اپنی کتاب ''الوصایا فی المزایا'' (وصیت نامہ) میں لکھتے ہیں: صلوۃ وسلام خطاب کے صیغہ سے عند قبر النبی ﷺ ضرور پڑھے، اس میں برکات ہیں اور احقر سماع صلوۃ وسلام عند قبر النبی ﷺ کا قائل ہے۔

(حاشیہ وصیت نامہ ص ۱۱۶، بحوالہ عادلانہ دفاع ص ۴۵، ضرب المہند ص ۴۵، ۴۶)

باب ہفتم

(قبر کی حیات اور عذاب وثواب پر اجماع، ایک نظر میں)

درج ذیل میں اجمالی فہرست پیش کی گئی ہے، ہر عبارت کے ساتھ قول نمبر لکھ دیا گیا ہے، تفصیل وہاں ملاحظہ فرمائیں:

باب سوم..................

۱...... خطبہ صدیق رضی اللہ عنہ اور اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم

باب پنجم..................

۲...... جو قبر میں منکر نکیر کے سوال پر ایمان نہ رکھے وہ اہل سنت میں سے نہیں۔ (محدث علی بن مدینی۔قول:۱)

۳...... عذاب قبر اہل سنت اور اہل ایمان کے نزدیک قطعی ہے اور اس کی تکذیب کرنے والا زندیق ہے۔ (فقیہ عبدالملک۔قول:۴)

۴...... جو عذاب قبر پر ایمان نہ لائے وہ اہل سنت میں سے نہیں۔ (امام احمد۔قول:۸)

۵...... عذاب قبر پر ایمان اہل سنت کی نشانی ہے۔ (عباس بن مشکویہ۔قول:۱۴)

۶...... اہل سنت کے نزدیک قبر کا عذاب حق ہے۔ (امام لالکائی۔قول:۲۷)

۷...... عذاب قبر کا حق ہونا اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ (ابن ابی داود۔قول:۳۴)

۸...... کفار کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جاتا ہے اور اس پر صحابہ اور تابعین کا اجماع ہے۔ (ابوالحسن اشعری۔قول:۴۰)

۹...... عذاب قبر پر اصحاب النبی رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔ (ایضاً۔قول:۴۲)

۱۰...... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس پر اجماع کیا ہے کہ عذاب قبر حق ہے اور لوگوں کا ان کی قبروں میں زندہ کیا جاتا ہے اور ان کا امتحان کیا جاتا ہے اور ان سے سوال ہوتا ہے۔ (ایضاً۔قول:۴۳)

۱۱...... اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ عذاب قبر حق ہے۔ (ابوبکر ابن مجاہد۔قول:۴۹)

۱۲...... عذاب قبر، منکر نکیر کے سوال، قبر میں میت کو بٹھائے جانے پر اور میت میں روح کے اعادہ پر ایمان رکھنا اہل سنت کے اصولوں میں سے ہے۔ (بربہاری۔قول:۴۴)

۱۳...... اہل سنت قبر کے سوال و جواب پر ایمان رکھتے ہیں۔ (امام کرجی۔قول:۶۱)

۱۴...... اہل سنت کے مذہب کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں نبی و رسول ہیں۔ (امام خوارزمی۔قول:۲۷)

۱۵...... اہل سنت اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ اس امت کا ان کی قبروں میں امتحان کیا جاتا ہے۔ (ابن ابی زمنین۔قول:۸۱)

۱۶...... اہل سنت عذاب قبر پر ایمان رکھتے ہیں۔ (ایضاً۔قول:۸۲)

۱۷...... اہل سنت کا اجماع ہے کہ علم قدرت ارادہ رؤیت اور سمع میں حیات شرط ہے۔ (استاذ ابو منصور۔قول:۹۳)

۱۸...... اہل سنت کہتے ہیں کہ قبر میں سوال اور مستحقین عذاب کے لئے عذاب قبر ثابت ہے۔ (ایضاً۔قول:۹۴)

۱۹...... عذاب قبر پر ایمان اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ (حافظ ابن عبدالبر۔قول:۱۰۶)

۲۰...... عذاب قبر کا قول تمام مسلمانوں کا ہے۔ (علامہ طاہر اسفرائینی۔قول:۱۱۴)

۲۱...... امت کے سلف کا عذاب قبر کے اثبات پر اور مردوں کو ان کی قبروں میں زندہ کرنے پر اور ارواح کے ان کے اجساد میں لوٹانے پر اتفاق ہے۔ (امام الحرمین۔قول:۱۲۲)

۲۲...... اہل سنت والجماعت کے نزدیک عذاب قبر حق ہے۔ (علامہ سرخسی۔قول:۱۲۴)

۲۳...... اہل سنت اور اہل بدعت میں ایک فرق عذاب قبر پر ایمان رکھنا بھی ہے۔ (ابوالمظفر۔قول:۱۲۶)

۲۴...... اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ مردوں کو زندہ کرتے ہیں پھر ان کو زندہ ہونے کی حالت میں عذاب دیتے ہیں۔ (علامہ بزدوی رحمہ اللہ۔قول:۱۲۷)

۲۵...... قبر میں منکر نکیر کا سوال اہل سنت والجماعت کے نزدیک حق ہے۔ (ایضاً۔قول:۱۲۸)

۲۶...... اہل سنت کا عذاب قبر کی احادیث کی صحت اور ان کی تاویل پر اجماع ہے۔ (ابن رُشد الجد رحمہ اللہ۔قول:۱۳۲)

۲۷...... اہل سنت کے نزدیک عذاب قبر ثابت ہے۔ (مازری رحمہ اللہ۔قول:۱۴۶)

۲۸....... اہل سنت کہتے ہیں اللہ تعالیٰ میت کے لئے اس کی قبر میں ادراک اور حصول علم کی قوت پیدا کر دیتا ہے۔
(ابن عطیہ رحمہ اللہ۔قول:۱۵۲)

۲۹...... قبر کا سوال و جواب اور عذاب حق ہے اس پر اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے۔
(قاضی ابن العربی رحمہ اللہ۔قول:۱۵۶)

۳۰...... عذاب قبر اہل سنت کا بنیادی عقیدہ ہے اس کا انکار سوائے بے عقل اور بے دین کے کوئی نہیں کر سکتا۔
(ایضاً۔قول:۱۵۴)

۳۱...... اہل سنت کا مذہب ہے عذاب قبر کی احادیث کو صحیح قرار دینا اور ان کو ظاہر پر باقی رکھنا۔
(قاضی عیاض رحمہ اللہ۔قول:۱۵۹)

۳۲...... سلف وخلف یعنی صحابہ، تابعین، فقہاء، محدثین اور اولیاء سب کا اس پر اجماع ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں......اور اس بات پر کہ محمد ﷺ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ ہیں۔ (امام سلماسی رحمہ اللہ۔قول:۱۶۲)

۳۳...... عذاب قبر پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام کا اجماع ہے۔ (ابن عساکر۔قول:۱۷۴)

۳۴...... اہل سنت کا اس بات پر اجماع ہے کہ عذاب قبر حق ہے اور اس بات پر بھی اجماع ہے کہ لوگوں کا قبروں میں زندہ کرنے کے بعد امتحان کیا جاتا ہے۔ (ابن قطان فاسی رحمہ اللہ۔قول:۱۹۷)

۳۵...... عذاب قبر اور قبر کا سوال، اس پر وحی کے قطعی دلائل اور کتاب وسنت کے ادلہ شرعیہ قائم ہیں اور امت کے سلف وخلف کا اس پر اجماع بھی ہے۔ (امام آمدی رحمہ اللہ۔قول:۲۰۰)

۳۶...... اسلام کے ماننے والوں میں سے اہل حق کا مذہب ہے کہ عذاب قبر اور منکر نکیر کے سوال کا عقیدہ رکھا جائے۔ (ایضاً۔قول:۱۹۹)

۳۷...... قبر میں میت سے منکر نکیر کے تین سوال اور قبر کا عذاب وثواب اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے، اہل سنت والجماعت کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ قبر جنت کا باغ یا آگ کا گڑھا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس کے ثبوت پر اتفاق ہے۔
(ناصری حنفی۔قول:۲۱۲)

۳۸...... عذاب قبر کا حق ہونا اہل سنت کا عقیدہ ہے اور اس کے منکر اہل بدعت ہیں۔ (ابوالعباس قرطبی۔قول:۲۱۹)

۳۹...... اللہ مکلف بندے کو اس کی قبر میں زندہ کرتا ہے اس کی طرف حیات کو لوٹاتا ہے اور اس کو عقل عطا کرتا ہے اور یہی اہل سنت اور ملت مسلمہ کا عقیدہ ہے۔ (مفسر قرطبی رحمہ اللہ۔قول:۲۳۰)

۴۰...... اہل سنت کا مذہب ہے عذاب قبر کو ثابت ماننا۔ (امام نووی رحمہ اللہ۔قول:۲۳۸)

۴۱...... عذاب قبر، دو فرشتوں کے سوال کا اثبات اور یہی اہل حق کا مذہب ہے۔ (ایضاً۔قول:۲۳۹۔۲۴۰)

۴۲...... عذاب قبر کا اثبات اہل سنت کا مذہب ہے۔ (امام ابن دقیق العید رحمہ اللہ۔قول:۲۵۸)

۴۳...... عذاب قبر کے اثبات پر امت محمدیہ کا اجماع ہے۔ (امام طوفی۔قول:۲۶۱)

۴۴...... ائمہ اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ قبر شریف کی زیارت کے وقت نبی ﷺ پر اور آپ کے دو ساتھیوں پر سلام کیا جائے۔ (امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ۔قول:۲۸۲)

۴۵...... برزخ یعنی موت سے لیکر قیامت تک کے زمانے میں ثواب وعذاب کا اثبات بھی تمام سلف اور اہل سنت والجماعت کا قول ہے۔ (ایضاً۔قول:۲۸۹)

۴۶...... عذاب وثواب نفس اور بدن پر دونوں پر ہوتا ہے اور اس پر اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے۔
(ایضاً۔قول:۲۹۳)

۴۷...... ابن حزم کا قول جمہور اہل سنت کے نزدیک شاذ ہے۔ (ایضاً۔قول:۲۹۸)

۴۸...... اہل سنت عذاب قبر کو حق مانتے ہیں۔ (علاء الدین بخاری رحمہ اللہ۔قول:۳۲۶)

۴۹...... عذاب قبر کا اثبات اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے۔ (شارح طیبی رحمہ اللہ۔قول:۳۳۷)

۵۰...... اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ کافر میت کو قبر میں زندہ کیا جاتا ہے اور اس کو عذاب دیا جاتا ہے۔
(مفسر ابوحیان رحمہ اللہ۔قول:۳۵۱)

۵۱...... تمام اہل سنت والجماعت کا عقیدہ حدیث براء رضی اللہ عنہ کے مطابق ہے (جس میں اعادۂ روح کا ذکر ہے)
(ابن قیم رحمہ اللہ۔قول:۳۵۷)

۵۲...... عذاب وثواب روح اور بدن دونوں پر ہوتا ہے اس پر تمام اہل السنۃ والجماعت کا اتفاق ہے۔
(ایضاً۔قول:۳۷۳)

۵۳...... امت کے سلف اور ائمہ کا مذہب یہ ہے کہ میت یا ثواب میں ہوتی ہے یا عذاب میں اور ثواب وعذاب روح اور بدن دونوں پر ہوتا ہے۔ (ایضاً۔قول:۳۷۴)

۵۴...... قبور میں حیات کے اثبات پر اہل سنت کا اجماع ہے۔ (امام تقی الدین سبکی رحمہ اللہ۔قول:۳۹۱)

۵۵...... قبر میں حیات، منکر نکیر کے سوال اور قبر کے عذاب پر اختلاف کے ظاہر ہونے سے پہلے امت کے تمام اسلاف کا اور اختلاف کے بعد اکثر کا اتفاق ہے۔ (قاضی ایجی رحمہ اللہ۔قول:۳۹۶)

۵۶...... عذاب قبر کے اثبات کا عقیدہ اہل سنت والجماعت کے ہاں معروف ہے۔ (حافظ مغلطائی رحمہ اللہ۔ قول: ۴۰۰)

۵۷...... سلام کرنے والا یوں کہے: السلام علیکم دار قوم مؤمنین اور یہ خطاب اس کو ہوسکتا ہے جو سنے بھی اور سمجھے بھی اور امت کے سلف اس پر متفق ہیں۔ (مفسر ابن کثیر۔ قول: ۴۱۳)

۵۸...... عذاب وثواب نفس اور بدن دونوں پر ہوتا ہے اور اس پر اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے۔ (شمس الدین منبجی رحمہ اللہ۔ قول: ۴۱۷)

۵۹...... امت محمدیہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ قبر میں سوال کے وقت روح جسم میں لوٹائی جاتی ہے۔ ابن حزم کا عقیدہ اہل سنت والجماعت کے خلاف ہے۔ (ایضاً۔ قول: ۴۱۸)

۶۰...... اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ قبر میں عذاب وثواب حق ہے۔ (بابرتی رحمہ اللہ۔ قول: ۴۲۲)

۶۱...... اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ عذاب قبر ثابت ہے۔ (شارح کرمانی۔ قول: ۴۲۳)

۶۲...... اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ قبر کا عذاب روح اور بدن دونوں کو ہوتا ہے۔ (ابن ابی العز رحمہ اللہ۔ قول: ۴۳۴)

۶۳...... تمام اہل سنت والجماعت کا حدیث براء کے مطابق عقیدہ ہے۔ (ایضاً۔ قول: ۴۳۲)

۶۴...... اہل اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ قبر میں منکر نکیر کا سوال اور کفار اور بعض نافرمانوں کا عذاب حق ہے۔ (علامہ تفتازانی رحمہ اللہ۔ قول: ۴۴۰)

۶۵...... اہل حق کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ قبر میں میت کی ایک قسم کی حیات اتنی مقدار میں لوٹا دیتے ہیں جس کے ساتھ وہ تکلیف یا لذت کا اثر محسوس کرتا ہے۔ (ایضاً۔ قول: ۴۴۱)

۶۶...... امت کے سلف کا اس بات پر اجماع ہے کہ میت کو زندہ کیا جاتا ہے۔ (زرکشی۔ قول: ۴۴۲)

۶۷...... تمام اسلاف نے صراحت کی ہے کہ قبر میں سوال کے وقت روح کو بدن کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔ (ابن رجب رحمہ اللہ۔ قول: ۴۴۶)

۶۸...... عذاب قبر اور فتنہ قبر کا اثبات اہل سنت اور اہل حق کا مذہب ہے۔ (ابن ملقن۔ قول: ۴۵۷)

۶۹...... بے شک اللہ تعالیٰ میت کو زندہ کرتا ہے اور اس کی طرف حیات اور عقل لوٹا دیتا ہے۔ احادیث میں اس کی صراحت ہے اور اہل سنت والجماعت کا مذہب یہی ہے۔ (ایضاً۔ قول: ۴۵۸)

۷۰...... اہل سنت والجماعت کے نزدیک قبر میں جسم یا جسم کے جزء کی طرف روح کو لوٹانے کے بعد عذاب پورے جسم کو ہوتا ہے یا اس کے بعض حصے کو۔ (ایضاً۔ قول: ۴۵۹)

۷۱...... عذاب قبر اور فتنہ قبر کا اثبات ہی اہل سنت اور اہل حق کا مذہب ہے۔ (ایضاً۔ قول: ۴۶۱، ۴۶۳)

۷۲...... جسم کو عذاب دیا جاتا ہے اور یہی اہل سنت کا مذہب ہے۔ (ایضاً۔ قول: ۴۶۲)

۷۳...... اہل سنت کا اس بات پر اجماع ہے کہ عذاب قبر حق ہے۔ (ایضاً۔ قول: ۴۶۵)

۷۴...... عذاب قبر کا اثبات ہی اہل حق کا مذہب ہے۔ (زین الدین عراقی۔ قول: ۴۷۵، ۴۷۶)

۷۵...... اہل سنت کے نزدیک روح کے پورے جسم کی طرف یا اس کے جزء کی طرف لوٹانے کے بعد عذاب پورے جسم کو ہوتا ہے یا بعض جسم کو۔ (ایضاً۔ قول: ۴۷۷)

۷۶...... عذاب قبر اور منکر نکیر کے سوال پر ائمہ سلف کا اجماع ہے اور اسی کے قائل ہیں تمام اہل سنت علماء۔
(ابوزرعہ عراقی۔قول:۴۹۲)

۷۷...... عذاب قبر متواتر ہے اور اس پر اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے، اہل بدعت اس کے منکر ہیں۔
(شارح اُبی۔قول:۴۹۹)

۷۸...... فتنۂ قبر اور عذاب قبر دونوں تواتر معنوی سے ثابت ہیں اور ان دونوں پر اہل حق کا اجماع ہے۔
(ایضاً۔قول:۵۰۰)

۷۹...... روح وجسم دونوں کا عذاب اہل سنت کا مذہب ہے۔ (برماوی۔قول:۵۰۴)

۸۰...... اہل سنت کے مذہب میں قبر میں حیات بھی ہے اور موت بھی ہے۔ (ایضاً۔قول:۵۰۶)

۸۱...... اہل سنت حیات فی القبر کو ثابت کرتے ہیں۔ (حافظ ابن حجر۔قول:۵۳۲)

۸۲...... اہل سنت کے ہاں راجح مذہب یہی ہے کہ برزخ میں ثواب وعذاب روح اور جسم دونوں پر واقع ہوتا ہے۔ (ایضاً۔قول:۵۳۶)

۸۳...... اہل سنت والجماعت کا اس بات پر اجماع ہے کہ عذاب قبر پر ایمان لانا اور اس کی تصدیق کرنا واجب ہے اور سوائے اہل بدعت کے اس کا کوئی انکار نہیں کرتا۔ (علامہ عینی رحمہ اللہ۔قول:۵۵۸)

۸۴...... عذابِ قبر کا عقیدہ اہل سنت کا مذہب ہے۔ (ایضاً۔قول:۵۵۰، ۵۵۲، ۵۶۴)

۸۵...... اللہ تعالیٰ بندے (میت) کو زندہ کرتا ہے اور اس میں حیات اور عقل لوٹا دیتا ہے، احادیث میں اس کی صراحت ہے اور یہی اہل السنۃ والجماعۃ کا مذہب ہے۔ (ایضاً۔قول:۵۵۳، ۵۵۴)

۸۶...... اہل السنۃ والجماعۃ کا مذہب یہ ہے کہ غیر انبیاء کے لئے قبر میں حیات بھی ہے اور موت بھی ہے۔
(ایضاً۔قول:۵۷۷)

۸۷...... اہل سنت حیات قبر کے قائل ہیں اور معتزلہ اس کے منکر ہیں۔ (ایضاً۔قول:۵۷۸)

۸۸...... عذاب قبر اور قبر کے سوال کا اثبات اہل حق کا مذہب ہے۔ (ایضاً۔قول:۵۹۲)

۸۹...... عذابِ قبر اہل سنت کے نزدیک ثابت ہے......قبر میں میت سے سوال اور ثواب وعذاب اس کی تصدیق اور اس پر ایمان واجب ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ میت میں حیات رکھی جاتی ہے۔ (ایضاً۔قول:۵۹۶)

۹۰...... قبر میں منکر نکیر کا سوال اور قبر میں ثواب وعذاب اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ (علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ۔قول:۵۹۷)

۹۱...... اہل حق کا اتفاق ہے کہ میت میں اتنی حیات لوٹا دی جاتی ہے جس کے ساتھ وہ راحت وتکلیف کا ادراک کر سکے۔ (ایضاً۔قول:۵۹۸)

۹۲...... اہل سنت کے نزدیک حیات کے لئے ڈھانچہ شرط نہیں۔ حتیٰ کہ اگر اجزاء اتنے بکھر جائیں کہ اجزاء میں امتیاز نہ ہو سکے بلکہ وہ مٹی کے ساتھ خلط ملط ہو جائیں تو اُن اجزاء میں حیات ڈال کر عذاب دیا جاتا ہے۔ (ایضاً۔قول:۶۰۰)

۹۳...... اہل اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ قبر میں ایک قسم کی حیات اتنی مقدار میں ہوتی ہے جس کے ذریعے میت لذت وتکلیف محسوس کر لے۔ (علامہ خیالی حنفی۔قول:۶۰۲)

۹۴...... اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ قبر میں بندے کے لئے ادراکات اور راحت وتکلیف حاصل کرنے کی قوت پیدا کرتے ہیں۔ (مفسر ثعالبی۔قول:۶۰۸)

۹۵...... بے شک کفار کے لئے اور بعض نافرمان مؤمنوں کے لئے اہل سنت کے نزدیک عذاب قبر ثابت ہے۔ اہل سنت کے غیر یعنی اہل بدعت نے اس میں مخالفت کی ہے۔(اس کے بعد مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے اجماع سلف کو بھی دلیل کے طور پر ذکر کیا ہے) (کافیجی۔قول:۶۱۴)

۹۶...... اختلاف کے ظاہر ہونے سے پہلے قبر میں عذاب وثواب اور منکر نکیر کے سوال پر امت کے تمام سلف اس پر متفق تھے۔ (ابن قاوان رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۶۳۴)

۹۷...... نبی ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں۔آپ ﷺ کے جسم کو زمین نہیں کھاتی اور اس پر امت کا اجماع ہے۔

(علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۶۴۲)

۹۸...... عذاب قبر کا محل روح اور بدن دونوں ہیں،اس پر اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے۔

(علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۷۱۱)

۹۹...... عذاب قبر کے ثبوت پر قرآن وسنت سے دلائل واضح ہیں اور اس پر اہل سنت کا اجماع ہے۔

(شارح قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۷۲۸)

۱۰۰...... مخالفین کے ظاہر ہونے سے پہلے تمام سلف صالحین کا قبر کے عذاب وثواب پر اتفاق تھا۔

(محقق دوانی۔قول:۷۵۷)

۱۰۱...... عذاب قبر کے عقیدہ پر میں نے سلف اہل سنت والجماعت کے مشائخ کو پایا۔ (ابن نجیم۔قول:۷۹۹)

۱۰۲...... قبر میں جس کو عذاب دیا جاتا ہے تمام اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ اس میں حیات رکھی جاتی ہے۔

(ایضاً۔قول:۸۰۳)

۱۰۳...... اہل کشف کا اجماع ہے کہ میت قبر کا دبانا محسوس کرتی ہے اور پسلیوں کا ادھر ادھر گھسنا بھی محسوس کرتی ہے۔ اگرچہ درندوں اور پرندوں کے پیٹوں میں ہو۔ (امام شعرانی۔قول:۸۰۶)

۱۰۴...... اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مکلف اس کی قبر میں زندہ کرتے ہیں اور اس کو عقل عطاء کرتے ہیں تاکہ منکر نکیر کے سوال کا جواب دے سکے۔ (ابن حجر ہیثمی۔قول:۸۱۳)

۱۰۵...... انبیاء کی حیات پر اجماع ہے۔ (ایضاً۔قول:۸۱۸)

۱۰۶...... نبی کریم ﷺ زندہ ہیں اور آپ ﷺ کے جسد شریف کو زمین نہیں کھاتی اور اس پر امت کا اجماع ہے۔

(ایضاً۔قول:۸۲۱)

۱۰۷...... نبی کریم ﷺ زندہ ہیں،آپ کے جسد شریف کو زمین نہیں کھاتی اور اسی طرح باقی انبیاء علیہم السلام اور اس پر اجماع ہے۔ (ایضاً۔قول:۸۲۸)

۱۰۸...... اہل حق کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ قبر کے اندر میت میں حیات لوٹاتے ہیں۔

(رمضان افندی رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۸۳۲)

سب علماء کے نزدیک مستحق عذاب میت میں اتنی حیات رکھ دی جاتی ہے جس کے ساتھ وہ درد کا احساس کر سکے۔ (سراج الدین ابن نجیم۔ قول: ۸۳۶)

۱۰۹...... اہل حق اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ قبر میں میت کے اندر ایک قسم کی حیات اتنی مقدار میں پیدا کر دیتے ہیں جس کے ساتھ وہ راحت یا تکلیف کا ادارک کرتا ہے۔ (ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ۔ قول: ۸۳۹)

۱۱۰...... نبی کریم ﷺ زندہ ہیں، آپ ﷺ کے جسد شریف کو، نیز دوسرے تمام انبیاء کے اجساد کو زمین نہیں کھاتی اور اس پر اجماع ہے۔ (ایضاً۔ قول: ۸۷۴)

۱۱۱...... ہم سب (اہل سنت والجماعت) اس پر متفق ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور اپنے زائر کی آمد کو جان لیتے ہیں۔ (ایضاً۔ قول: ۸۸۳)

۱۱۲...... منکر نکیر کا سوال حق ہے، اس پر ایمان لانا واجب ہے، اس پر اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے۔

(ایضاً۔ قول: ۸۸۶)

۱۱۳...... کفار اور بعض فجار کے لئے عذاب قبر حق اور واقع ہے اور اس پر اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے۔

(ایضاً۔ قول: ۸۸۷)

۱۱۴...... اہل سنت والجماعت کے نزدیک حق یہ ہے کہ جس میت کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے اس میں اتنی حیات رکھی جاتی ہے کہ وہ درد کا احساس کر سکے۔ (علامہ چلپی رحمۃ اللہ علیہ۔ قول: ۸۸۸)

۱۱۵...... اس بات پر اہل سنت کا اتفاق ہے کہ ہر روح کا اس کے بدن کے ساتھ اتصال معنوی ہوتا ہے اور اپنے جسد کے ساتھ قوی تعلق ہوتا ہے۔ (علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ۔ قول: ۸۹۸)

۱۱۶...... منکرین کے ظاہر ہونے سے پہلے سلف صالحین عذاب قبر کے اثبات پر متفق تھے۔

(شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ قول: ۹۲۶)

۱۱۷...... انبیاء علیہم السلام بالاتفاق حقیقتاً حیات دنیاویہ کے ساتھ زندہ ہیں۔ (ایضاً۔ قول: ۹۳۸، ۹۴۵)

۱۱۸...... انبیاء کی حیات متفق علیہ ہے اس میں کسی کا بھی کوئی اختلاف نہیں۔ (ایضاً۔ قول: ۹۵۱، ۹۵۳، ۹۶۹)

۱۱۹...... آنحضرت ﷺ کے حیات بعد الوفات پر علماء کا اتفاق ہے اس میں کوئی شبہ نہیں۔ (ایضاً۔ قول: ۹۶۰)

۱۲۰...... علمائے امت کے اختلافات اور کثرت مذاہب کے باوجود اس میں کسی کو اختلاف نہیں کہ آنحضرت ﷺ حقیقتاً دائمی حیات کے ساتھ زندہ ہیں۔ (ایضاً۔ قول: ۹۶۳)

۱۲۱...... تمام اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ جیسے تمام اموات کے لئے اور خصوصاً انبیاء علیہم السلام کے لئے علم وسمع جیسے ادراکات ثابت ہیں۔ (ایضاً۔ قول: ۹۶۷)

۱۲۲...... اہل حق کا اس پر اتفاق ہے کہ قبر میں روح کا بدن کی طرف اعادہ اس انداز سے ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے ثواب وعذاب کا قبر میں ادراک ہو سکے۔ (ایضاً۔ قول: ۹۶۸)

۱۲۳...... قبر کے عذاب اور منکر نکیر کے سوال کا اثبات اہل حق کا مذہب ہے۔ (ابن علان رحمۃ اللہ علیہ۔ قول: ۹۷۵)

۱۲۴...... اس پر اجماع ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں دائمی طور پر زندہ ہیں۔ (ایضاً۔ قول: ۹۷۹)

۱۲۵...... اہل سنت والجماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ عذاب قبر روح اور بدن دونوں پر ہوتا ہے۔ (عزیزی۔قول:۹۹۱)

۱۲۶...... اہل سنت کا عقیدہ ہے عذاب قبر کا اثبات۔ (ایضاً۔قول:۹۹۳)

۱۲۷...... عذاب کا محل بدن اور روح دونوں ہیں اور اس پر اہل حق کا اتفاق ہے۔ (عبدالسلام لقانی۔قول:۱۰۰۳)

۱۲۸...... اہلسنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ قبر کا عذاب منکر نکیر کا سوال اور قبر کا بھینچنا حق ہے۔ (حموی حنفی۔قول:۱۰۱۲)

۱۲۹...... اس ثواب وعذاب کا محل روح اور بدن دونوں ہیں اور اس پر اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے۔

(ابن غانم۔قول:۱۰۴۳)

۱۳۰...... قبر کے عذاب وثواب کا محل روح اور بدن دونوں ہیں۔اس پر اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے۔

(ابوسعید خادمی۔قول:۱۰۷۴)

۱۳۱...... قبر کے ثواب وعذاب کے ثبوت پر اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماع ہے۔ (ایضاً۔قول:۱۰۷۷)

۱۳۲...... اہل حق کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ میت میں قبر کے اندر ایک قسم کی اتنی مقدار میں حیات پیدا کرتا ہے جس کے ذریعے میت راحت وتکلیف محسوس کر سکے۔ (عریانی حنفی۔قول:۱۰۸۸)

۱۳۳......اس پر اہلسنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ قبر کا عذاب روح اور بدن دونوں کو ہوتا ہے۔

(سفارینی حنبلی۔قول:۱۰۹۵)

۱۳۴...... منکر نکیر کے سوال کے وقت روح کا اعادہ اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے۔ (کلنبوی۔قول:۱۱۲۱)

۱۳۵...... اس بات پر اجماع ہے کہ قبر کا عذاب روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے۔ (قاضی ثناء اللہ پانی پتی۔قول:۱۱۳۶)

۱۳۶...... اہل السنت الجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ قبر کا عذاب اور قبر میں منکر نکیر کا سوال حق ہے۔(طحطاوی۔قول:۱۱۴۱)

۱۳۷...... نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں حیات برزخیہ کے ساتھ زندہ ہیں اس پر امت کا اجماع ہے۔

(سلیمان آل شیخ۔قول:۱۱۴۹)

۱۳۸...... انسان رابعد موت ادراک باقی میماند بریں معنی شرع شریف وقواعد فلسفی اجماع دارند۔

(شاہ عبدالعزیز۔قول:۱۱۶۲)

۱۳۹...... مذہب اہل سنت میں عذاب قبر کا حق ہے۔ (ایضاً۔قول:۱۱۵۲)

۱۴۰...... اہل السنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ قبر کا عذاب منکر نکیر کا سوال اور قبر کا دبانا برحق ہے۔

(شامی۔قول:۱۱۹۷)

۱۴۱...... تمام علمائے اہل السنت کا عقیدہ یہ ہے کہ میت میں حیات کی اتنی مقدار رکھ دی جاتی ہے جس کے ساتھ وہ درد کو محسوس کر سکے۔ (ایضاً۔قول:۱۲۰۲)

۱۴۲...... انبیاء کی حیات میں کوئی شک نہیں اور علماء میں سے کسی نے اس کی مخالفت نہیں کی۔

(مولانا عابد سندھی۔قول:۱۲۰۶)

۱۴۳...... تحقیق سب علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور اپنے زائر کو جانتے ہیں۔ (ایضاً۔قول:۱۲۲۸)

۱۴۴...... میت میں مطلق ادراک تو احادیث سوال نکیرین سے باجماع اہل حق ثابت ہے۔
(شاہ اسحاق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔قول: ۱۲۳۴)

۱۴۵...... تحقیق عذاب قبر اہل السنت کے نزدیک ثابت ہے۔ (ایضاً۔قول: ۱۲۴۰)

۱۴۶...... انبیاء کی حیات فی القبر متفق علیہ ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔(مولانا قطب الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔قول: ۱۲۷۲)

۱۴۷...... قبر کے ثواب وعذاب پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ (عبداللطیف آل شیخ۔قول: ۱۲۷۹)

۱۴۸...... قبر کے ثواب وعذاب پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ (ایضاً۔قول: ۱۲۸۲)

۱۴۹...... اہل حق کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ میت میں ایک خاص قسم کی حیات اتنی مقدار میں پیدا کر دیتے ہیں جس کے ساتھ میت درد کی تکلیف اور نعمتوں کی لذت محسوس کر سکے۔ (میدانی فقیہی۔قول: ۱۳۱۴)

۱۵۰...... انبیاء کی حیات ثابت ہے اور اس پر اجماع ہے۔ (داود بن سلیمان حنفی رحمۃ اللہ علیہ۔قول: ۱۳۲۴)

۱۵۱...... اہل حق اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ میت میں قبر کے اندر ایک قسم کی اتنی حیات پیدا کر دیتے ہیں جس کے ساتھ وہ درد اور لذت کو محسوس کر سکے۔ (میاں نذیر حسین دہلوی۔قول: ۱۳۵۰)

۱۵۲...... اہل السنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں دائمی حیات کے ساتھ زندہ ہیں۔
(مولانا اشرف عظیم آبادی۔قول: ۱۳۶۶)

۱۵۳...... تمام اہل حق کا اس پر اتفاق ہے کہ قبر کا عذاب روح اور جسد دونوں کو ہوتا ہے۔ (عبدالحمید۔قول: ۱۳۷۰)

۱۵۴...... قبر کے عذاب کا عقیدہ اہل سنت کا اختیار کردہ ہے۔ (محمود شکری بغدادی۔قول: ۱۳۷۲)

۱۵۵...... عذاب قبر احادیث متواترہ سے ثابت ہے اور اس پر اہل السنۃ کا اجماع ہے۔ (ابن الکتانی۔قول: ۱۳۷۸)

۱۵۶...... اہل السنۃ قبر میں عذاب کے قائل ہیں۔ (عبدالقادر حنبلی۔قول: ۱۳۸۳)

۱۵۷...... قبر کے عذاب کا اثبات اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ (شیخ شنقیطی۔قول: ۱۴۰۲)

۱۵۸...... اہل سنت کا مذہب ہے کہ قبر میں سوال کے وقت میت کو زندہ کیا جاتا ہے اور اس کی طرف عقل کو لوٹایا جاتا ہے۔ (ایضاً۔قول: ۱۴۰۳)

۱۵۹...... اہل السنۃ اس کے قائل ہیں کہ عذاب بعینہ پورے جسد کو یا اس کے بعض حصے کو ہوتا ہے۔(ایضاً۔ ۱۴۰۴)

۱۶۰...... قبور میں انبیاء علیہم السلام کی کامل اور دائمی حیات بالاتفاق ثابت ہے۔ (مفتی محمد حسنین مخلوف۔قول: ۱۴۱۶)

۱۶۱...... عذاب وثواب برزخ (قبر) میں روح وبدن دونوں پر واقع ہوتا ہے یہی حق ہے اور اہل السنۃ کا عقیدہ یہی ہے۔ (ایضاً۔قول: ۱۴۱۳)

۱۶۲...... قبر میں منکر نکیر کے سوال اور عذاب وثواب پر صحابہ تابعین اور بعد والے تمام اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماع ہے۔ (حافظ بن احمد۔قول: ۱۴۳۰)

۱۶۳...... اہل سنت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ شہداء اور انبیاء زندہ ہیں برزخ میں۔ (مولانا اسماعیل سلفی۔قول: ۱۴۵۲)

۱۶۴...... عذاب روح اور بدن دونوں پر واقع ہوتا ہے اس پر سب اہل السنۃ والجماعۃ کا اتفاق ہے۔
(عبدالرحمن مجدی۔قول: ۱۴۵۹)

۱۶۵...... عذاب قبر پر ایمان اہل السنۃ والجماعۃ کے اصول وعقائد میں سے ہے۔ (ایضاً۔قول:۱۴۵۹)

۱۶۶...... اہل حق کا اس پر اجماع ہے کہ قبر میں سوال کے وقت میت کی روح اس کے بدن کی طرف ایسے طور پر لوٹتی ہے کہ اہل دنیا کو اس کا احساس وشعور نہیں ہو سکتا۔ (ملا حویش۔قول:۱۴۷۳)

۱۶۷...... اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ قبر کا عذاب وثواب روح اور بدن دونوں پر ہوتا ہے۔
(عبداللہ بن سعید لحجی۔قول:۱۴۸۳)

۱۶۸...... عذاب قبر کے ثبوت پر اہل السنۃ کا اجماع ہے۔ (مولانا عبیداللہ مبارکپوری۔قول:۱۴۸۷)

۱۶۹...... نبی کریم ﷺ کے لئے دائمی حیات اجماعی عقیدہ ہے۔ (ایضاً۔قول:۱۴۹۲)

۱۷۰...... اہل سنت کا اتفاق ہے کہ موت کے بعد ہر انسان سے سوال کیا جاتا ہے خواہ مدفون ہو یا غیر مدفون۔
(سید سابق۔قول:۱۵۰۲)

۱۷۱...... عذاب قبر اور فتنہ قبر کا اثبات اہل سنت کا مذہب ہے۔ (علامہ البانی۔قول:۱۵۲۷)

۱۷۲...... اہل السنت والجماعت کا اس بات پر ایمان ہے کہ قبر میں میت کو ثواب یا عذاب ہوتا ہے۔
(شیخ بن باز۔قول:۱۵۱۷)

۱۷۳...... اہل السنت والجماعت اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ روح اور جسد دونوں کو قبر میں ثواب وعذاب حق ہے۔
(ایضاً۔قول:۱۵۱۷)

۱۷۴...... سلف کا اس بات پر اجماع ہے اور اس پر سلف سے احادیث متواترہ منقول ہیں کہ میت اپنے زائر کو پہچانتی ہے اور اس کی وجہ سے خوش ہوتی ہے......اور اس کا سلام وکلام سنتی ہے۔ (ایضاً۔قول:۱۵۱۹)

۱۷۵...... سلف صالحین اور اہل السنت قبر کے عذاب وثواب کے اثبات پر اتفاق ہے۔ (ابن عثیمین۔قول:۱۵۴۴)

۱۷۶...... عذاب قبر صریح سنت، ظاہر قرآن اور مسلمین کے اجماع سے ثابت ہے۔ (ایضاً۔قول:۱۵۴۷)

۱۷۷...... اہل سنت کا یہ مشہور عقیدہ ہے کہ برزخ میں عذاب وثواب روح پر اصالۃً ہوتا ہے بدن اس کے تابع ہے۔
(ایضاً۔قول:۱۵۵۶)

۱۷۸...... عذاب قبر کتاب وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہے اور یہ اہل سنت کے عقائد میں سے ہے۔
(عبداللہ تیمی۔قول:۱۵۶۱)

۱۷۹...... اہل السنت کا مذہب یہ ہے کہ عذاب قبر روح اور بدن دونوں پر ہوتا ہے، اس پر اہل سنت کا اتفاق ہے۔
(ایضاً۔قول:۱۵۶۰)

۱۸۰...... اہل سنت والجماعت کے نزدیک عذاب قبر روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے۔ (حسن ایوب۔قول:۱۵۶۶)

۱۸۱...... اہل سنت قبر کے عذاب وثواب پر ایمان رکھتے ہیں۔ (ابن جبرین۔قول:۱۵۷۵،۱۵۷۶)

۱۸۲...... اہل السنت والجماعت کا مذہب یہ ہے کہ روح کے جسم سے جدا ہونے کے باوجود تعلق رہتا ہے، عذاب وثواب روح اور بدن دونوں پر ہوتا ہے اور اس پر اہل السنت والجماعت کا اتفاق ہے۔ (عمر اشقر۔قول:۱۵۸۵)

۱۸۳...... عذاب قبر برحق ہے اس پر ایمان لانا واجب ہے اہل السنت والجماعت کا عقیدہ یہی ہے۔
(محمد امعوبی۔قول:۱۵۹۹)

۱۸۴...... اہل السنت والجماعت کے نزدیک روح کو پورے جسم یا اس کے جزء کی طرف لوٹانے کے بعد جسم کو عذاب دیا جاتا ہے۔ (ایضاً۔قول:۱۶۰۱)

۱۸۵...... مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ ابدان کی موت کے بعد ان ابدان کو زندہ کرتا ہے۔

(دکتور محمد بن عبدالرحمن خمیس۔قول:۱۶۲۷)

۱۸۶...... قبر میں منکر نکیر کا سوال اور ثواب و عذاب حق ہے......اہل السنۃ کے درمیان متفق علیہ ہے۔(ایضاً۔قول:۱۶۲۶)

۱۸۷...... اہل السنۃ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قبر میں سوال کے لئے میت کی روح کو اس کے جسد کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔ (ایضاً۔۱۶۲۸)

۱۸۸...... قبر کا عذاب روح اور بدن دونوں پر واقع ہوتا ہے۔اہل السنت والجماعت کا مذہب یہی ہے۔

(عبدالعزیز الراجحی۔قول:۱۶۲۹)

۱۸۹...... عذاب نص قطعی کے ساتھ ثابت ہے اور معتبر اہل علم کا اس پر اجماع ہے۔ (عبدالکریم الخضیر۔قول:۱۶۴۴)

۱۹۰...... اہل السنت کا عذاب قبر کے ثبوت پر اجماع ہے اور یہ نصوص قطعیہ سے ثابت ہے۔ (ایضاً۔قول:۱۶۴۵)

۱۹۱...... قبر میں روح کا جسم کی طرف لوٹایا جانا، قبر میں سوال، عذاب وثواب، ان عقائد میں اہل السنت کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ (ناصر العقل۔قول:۱۶۷۵)

۱۹۲...... قبر کا عذاب وثواب روح اور بدن دونوں کو ہوتا ہے، اس پر اہل سنت کا اتفاق ہے۔

(علی بن نائف الشحود۔قول:۱۶۴۷)

۱۹۳...... قبر کا عذاب وثوب برحق ہے اس پر اہل السنۃ کا اجماع ہے۔ (یوسف الغفیص۔قول:۱۶۸۳)

۱۹۴...... صحابہ، تابعین اور ائمہ حضرات کا اس پر اجماع ہے کہ قبر کا عذاب وثواب روح اور جسد دونوں پر واقع ہوتا ہے۔ (ایضاً۔قول:۱۶۸۴)

۱۹۵...... اہل السنت والجماعت کے نزدیک قبر کا عذاب وثواب روح اور بدن دونوں پر ہوتا ہے اور یہ قول کہ وہ فقط روح پر ہوتا ہے قبیح اور غلط قول ہے جو سلف کے اجماع کے خلاف ہے۔ (ایضاً۔قول:۱۶۸۶)

۱۹۶...... اہل السنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ عذاب وثواب روح اور بدن دونوں پر واقع ہوتا ہے۔

(احمد بن عمر حازمی۔قول:۱۶۵۴)

۱۹۷...... قبر میں ثواب وعذاب کا محل روح و ربدن دونوں ہیں اس پر اہل السنۃ والجماعۃ کا اتفاق ہے۔

(شیخ محمد امین ہرری۔قول:۱۶۳۷)

۱۹۸...... اہل السنۃ والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ قبر کا عذاب وثواب روح وجسد دونوں کو ہوتا ہے۔

(ابو ہاشم المغامسی۔قول:۱۶۸۰)

۱۹۹...... اہل السنۃ والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ یقیناً اہل قبور یا ثواب میں ہوتے ہیں یا عذاب میں اور یہ عذاب یا ثواب روح وجسد دونوں کو ہوتا ہے۔ (ایضاً۔قول:۱۶۸۲)

۲۰۰...... سلفِ امت اور ائمہ امت کے نزدیک عذاب وثواب قبر روح اور بدن دونوں کو حاصل ہوتا ہے۔

(صالح الفوزان۔قول:۱۶۱۲)

۲۰۱...... سلف کا اس پر اجماع ہے اور اس بات پر احادیث و آثار متواترہ موجود ہیں کہ میت کو زائر کی زیارت کا علم ہوتا ہے اور وہ اس کی وجہ سے خوشی محسوس کرتا ہے۔ (الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیہ۔قول:۱۷۱)

۲۰۲...... قبر میں میت زندہ ہوتی ہے اور اس کو عذاب دیا جاتا ہے، یہ اہل سنت اور اہل حق کا مذہب ہے۔

(علامہ ایوبی۔قول:۱۷۴۲)

باب ششم........................

۲۰۳...... انبیاء علیہم السلام کے سماع میں کسی کو خلاف نہیں۔ (حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۲۰)

۲۰۴...... انبیاء کی حیات فی القبر متفق علیہ ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ (حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۳۷)

۲۰۵...... عقیدہ سب کا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ (حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۵۶)

۲۰۶...... عذاب قبر تواتر سے ثابت ہے اور تمام اہل سنت نے اسی کا قول کیا ہے اور اس کا منکر بدعتی ہے۔

(حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۷۰)

۲۰۷...... روضہ پاک پر جو درود شریف پڑھا جاتا ہے وہ بالاتفاق بلا واسطہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش ہوتا ہے اور آپ اس کو سنتے اور جواب دیتے ہیں۔ (حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۱۰۸)

۲۰۸...... یہ بات باتفاق امت ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام قبر میں زندہ رہتے ہیں۔ (حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۱۳۳)

۲۰۹...... آپ قبر میں زندہ ہیں قریب قریب تمام اہل حق اس پر متفق ہیں۔ (ایضاً۔قول:۱۳۳)

۲۱۰...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبر مبارک میں زندہ ہیں جیسا کہ اہل السنت والجماعت کا مذہب ہے۔

(مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۱۵۷)

۲۱۱...... انبیاء کا ابدان دنیوی کے ساتھ قبروں میں زندہ ہونا اہل السنۃ والجماعت کا متفقہ اور اجماعی عقیدہ ہے۔

(حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۱۸۳)

۲۱۲...... عالم برزخ میں جملہ انبیاء علیہم السلام کی حیات حقیقیہ دنیویہ بجسدہم العنصری کا مسئلہ اہل السنت والجماعت میں متفق علیہ مسئلہ ہے۔ (مولانا خیر محمد رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۱۹۹)

۲۱۳...... قبر میں سوال اور کافر و فاسق کو عذاب اہل السنۃ والجماعۃ کا اجتماعی عقیدہ ہے۔

(مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۲۱۴)

۲۱۴...... انبیاء کی حیات حسی و جسمانی تمام اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے۔ (ایضاً۔قول:۲۱۰)

۲۱۵...... بے شک محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات پر متفق ہیں بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام کی حیات پر اتفاق ہے۔

(مولانا صدیق نجیب آبادی رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۲۳۰)

۲۱۶...... انبیاء کی حیات فی القبور کا منکر بدعتی اور اہل سنت سے خارج ہے۔ (مفتی مہدی حسن رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۲۳۱)

۲۱۷...... اہل السنت والجماعت متفق ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں حیات ہیں ان کی ارواح کو ان کے اجسام مطہرہ سے خصوصی تعلق ہے۔ ان کی قبور پر سلام پڑھا جائے تو وہ خود سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔ (ایضاً۔قول:۲۳۲)

۲۱۸...... انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات بعد الممات کا مسئلہ صاف و متفقہ مسئلہ تھا۔ (حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۲۳۴)

۲۱۹...... حضرت مولانا نے تسکین الصدور بالکل مثبت علمی انداز میں اہل السنت والجماعت کے متفقہ عقائد کو پیش فرمایا۔ (مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۲۳۷)

۲۲۰...... اہل سنت والجماعت کا مذہب یہ ہے کہ قبر میں حیات بھی ہے اور موت بھی ہے۔ (شیخ محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۲۶۸)

۲۲۱...... جمیع اہل السنت والجماعت سماع انبیاء کے قائل ہیں اور سب اکابر دیوبند کا یہی عقیدہ ہے۔

(مولانا محمد شریف کشمیری رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۲۸۵)

۲۲۲...... قبر میں انبیاء کی حیات کل اہل سنت کا اجماعی مسئلہ ہے، عدم حیات معتزلہ اور روافض کا مذہب ہے۔

(مفتی جمیل احمد۔قول:۲۹۵)

۲۲۳...... تمام اہل السنت والجماعۃ کے نزدیک حیات بقدر ادراک نعم و ألم (ثواب وعذاب) ثابت ہے۔

(ایضاً۔قول:۲۹۵)

۲۲۴...... انبیاء کی حیات فی القبر مع بقاء اجساد مطہرہ اہل السنۃ والجماعت کا عقیدہ مجمع علیہا ہے۔

(خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۳۰۸)

۲۲۵...... انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات فی القبر اور سماع عند القبر کا عقیدہ اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک اجماعی ہے۔

(مفتی حمید اللہ جان رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۳۱۰)

۲۲۶...... موت کے بعد انبیاء کی حیات اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک اجماعی اور قطعی ہے۔

(مفتی سعید احمد پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۳۱۲)

۲۲۷...... حیات انبیاء فی القبور کا عقیدہ ایک اجماعی عقیدہ ہے، اس کا انکار اجماع کا انکار ہے۔

(علامہ عبد الغنی۔قول:۳۱۳)

۲۲۸...... تمام اہل السنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح دیگر انبیاء کرام علیہم السلام قبروں میں اجساد عنصریہ کے ساتھ حیات ہیں۔ (متفقہ اعلان ۵۔قول:۳۱۸)

۲۲۹...... حیاۃ الانبیاء فی القبور کو اجماعی مسئلہ قرار دیا گیا ہے۔ (مولانا عبد الخالق ملتانی رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۳۴۰)

۲۳۰...... قبر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اور سماع صلوۃ وسلام اہل السنت والجماعت کا متفقہ حق مسئلہ ہے۔

(مولانا غور غشتوی رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۳۴۱)

۲۳۱...... یہ عقیدہ اہل سنت والجماعت کا بنیادی عقیدہ ہے۔ (ایضاً۔قول:۳۷۰)

۲۳۲...... سلف اہل سنت والجماعت میں عقیدہ سماع صلوۃ وسلام عند القبر میں کوئی اختلاف نہیں۔

(مولانا غلام اللہ رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۳۷۹)

۲۳۳...... سب اہل سنت کے نزدیک میت میں اتنی حیات رکھ دی جاتی ہے کہ جس کیساتھ وہ تکلیف محسوس کر سکے۔

(مولانا طاہر پنج پیری رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۳۹۵)

۲۳۴...... تمام اہل حق کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ قبر میں میت کی طرف ایک قسم کی حیات لوٹاتے ہیں۔

(ایضاً۔قول:۳۹۵)

۲۳۵...... عند القبر بذات خود آنحضرت ﷺ درود و سلام سنتے ہیں، سلف اہل سنت والجماعت میں اس کے اندر کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (مفتی عبد الرشید رحمہ اللہ، راولپنڈی۔قول:۳۹۸)

۲۳۶...... عقیدہ سماع صلوۃ وسلام پر جمہور امت متفق ہے، اکابر دیوبند کا عقیدہ بھی یہی ہے، اس کا منکر جاہل ہے۔
(ایضاً۔قول:۳۹۹)

۲۳۷...... اتنی بات سب کے نزدیک مسلم ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور خاص کر سید الانبیاء ﷺ کو اپنی قبور میں حیات حاصل ہے۔ (مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ۔قول:۴۱۸)

۲۳۸...... عذاب قبر حق ہے جس پر ایمان ضروری ہے یہی مسئلہ اہل سنت والجماعت کا ہے۔
(حضرت بجنوری رحمہ اللہ۔قول:۴۲۹)

۲۳۹...... سب کا اتفاق ہے کہ انبیاء علیہم السلام ضرور سنتے ہیں۔ (ایضاً۔قول:۴۳۷)

۲۴۰...... انبیاء کرام کے قبروں میں زندہ ہونے کا مسئلہ متفق علیہ ہے اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔
(ایضاً۔قول:۴۴۰)

۲۴۱...... حضور ﷺ کی حیات فی القبر اور سماع صلوۃ وسلام کا عقیدہ جمیع اسلاف اہل حق کا رہا ہے۔
(مولانا حبیب اللہ رحمہ اللہ، یا کی والی۔قول:۴۵۳)

باب ہشتم ...... منکرین کا حکم

باب ہفتم میں عقیدہ حیات قبر کے اجماعی ہونے پر درج شدہ ۲۴۱ رحوالہ جات سے منکرین عذاب قبر اور منکرین حیات قبر بالخصوص حیات الانبیاء فی القبور کے منکرین کا حکم خود بخود معلوم ہو جاتا ہے۔ تاہم باب ہشتم میں درج شدہ مختلف فتاویٰ جات میں درج ذیل الفاظ موجود ہیں: اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج، بدعتی، گمراہ، معتزلی، عقل پرست، خواہش پرست، جاہل، بے وقوف، بے عقل، پاگل، بے بصیرت، ناقص الفہم، غلیظ الطبع، ملحد، بے دین، اللہ کی قدرت کا منکر۔ اُس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں، اس کی تقریر سننا جائز نہیں، اس کے پاس بچوں کو تعلیم دلوانا جائز نہیں کہ وہ ان کو گمراہ کرے گا اور اس کے ساتھ تعلق روا نہیں۔ وغیرہ!

نوٹ: یہ حکم اُن منکرین کا ہے جو انبیاء علیہم السلام خصوصاً نبی کریم ﷺ کے جسد عنصری میں حیات فی القبر کے اور اسی طرح عام اموات کے لئے جسد عنصری کے ثواب وعذاب کے منکر ہیں لیکن روح کے لئے حیات اور ثواب وعذاب مانتے ہیں اور کتاب وسنت کے دلائل میں یہی تاویل کرتے ہیں۔ رہے وہ منکرین جو حیات انبیاء علیہم السلام کے اور غیر انبیاء کے لئے ثواب وعذاب کے بالکلیہ منکر ہیں وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

نوٹ: درج ذیل میں اجمالی حکم لکھنے کے بعد قائل کا نام، باب اور قول نمبر لکھ دیا جائے گا۔ تفصیل وہاں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

باب پنجم ....

۱..... جو قبر میں منکر نکیر کے سوال پر ایمان نہ رکھے وہ اہل سنت میں سے نہیں۔ (محدث علی بن مدینی رحمہ اللہ۔قول:۱)

۲...... عذاب قبر کی تکذیب کرنے والا زندیق ہے۔ (فقیہ عبدالملک۔قول:۴)

۳...... جو عذاب قبر پر ایمان نہ لائے وہ اہل سنت میں سے نہیں۔ (امام احمد رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۸)

۴...... قبر کا عذاب اور قبر میں منکر نکیر کے سوال کے منکر جہمی اور معتزلی ہیں۔ (امام لامشی۔قول:۲۷)

۵...... عذاب قبر کے منکر اہل بدعت اور اہل ضلالت ہیں۔ (ابن ابی داود رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۳۴)

۶...... عذاب قبر کے منکر معتزلہ اور قدریہ ہیں۔ (اشعری رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۴۰۔۴۲)

۷...... عذاب قبر کے منکر خواہشاتی بدعتی اور گمراہ ہیں۔ (آجری رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۶۰)

۸...... قبر کے سوال جواب پر ایمان نہ رکھنے والے معتزلہ اور قدریہ ہیں۔ (کرجی رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۶۱)

۹...... جہم بن صفوان نے عذاب قبر اور منکر نکیر کا انکار کیا ہے۔ (ملطی۔قول:۶۷)

۱۰...... سوائے کفار زندیق اور ملحد لوگوں کے کسی نے بھی عذاب قبر کا اور حیات قبر کا انکار نہیں کیا۔
(قاضی باقلانی۔قول:۸۵)

۱۱...... عذاب قبر کے منکر خواہش پرست اور کافر ہیں۔ (استاذ ابو منصور رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۹۲)

۱۲...... جو عذاب قبر کے منکر ہیں ان کو قبر میں عذاب دیا جائے گا۔ (ایضاً۔قول:۹۴)

۱۳...... کافروں کے لئے عذاب برحق ہے کافر جس جگہ میں ہو جس حالت پر ہو اور اس کا انکار کرنے والا کافر ہے۔
(ابو الشکور رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۹۹)

۱۴...... فتنہ قبر کی احادیث کے منکر بدعات کے شیدائی اور سنتوں کو رد کرنے والے اور خواہش پرست ہیں۔
(ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۱۰۸)

۱۵...... عذاب قبر کے منکر معتزلہ ہیں۔ (ابن البنا۔قول:۱۱۳)

۱۶...... معتزلہ نے عذاب قبر کا بھی انکار کیا ہے۔ (طاہر اسفرائینی۔قول:۱۱۴،۱۱۵)

۱۷...... احیاء فی القبر کا منکر اللہ کی قدرت کی وسعت کا منکر ہے اور قدرت کی وسعت کا منکر اسلام سے خارج ہے۔
(ایضاً۔قول:۱۱۸)

۱۸...... عذاب قبر کے منکر اہل بدعت اور عقل پرست ہیں، وحی کو عقل کے تابع کرنے والے ہیں۔ (ابو المعتمر۔قول:۱۲۶)

۱۹...... قبر میں منکر نکیر کے سوال کا انکار کرنے والے معتزلہ اور اہل بدعت ہیں۔ (بزدوی رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۱۲۸)

۲۰...... شریعت کو ماننے والا قبر میں منکر نکیر کے سوال اور میت میں حیات کا انکار کرنے کی ہمت نہیں کر سکتا۔ اگر اس کا کوئی انکار کرتا ہے تو اس کی بنیاد اس کی بے دینی اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی وسعت کا انکار ہے۔
(امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۱۳۳)

۲۱...... معتزلہ کا عقیدہ یہ ہے کہ عذاب قبر جسد کو نہیں ہوتا۔ (ایضاً۔قول:۱۳۰)

۲۲...... عذاب قبر کا انکار معتزلہ نے کیا ہے اور یہ ان کا پاگل پن ہے۔ (ایضاً۔قول:۱۳۳)

۲۳...... عذاب قبر کا منکر کافر ہے۔ (ابن ابی یعلیٰ۔قول:۱۴۳)

۲۴...... عذاب قبر کے منکر معتزلہ ہیں۔ (مفسر زاہد۔قول:۱۵۰)

۲۵...... معتزلہ نے عذاب قبر کا انکار کیا ہے۔ (مفسر ابن عطیہ۔قول:۱۵۲)
۲۶...... عذاب قبر کا منکر کافر ہے، اس کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ (امام طاہر حنفی رحمہ اللہ۔قول:۱۵۳)
۲۷...... عذاب قبر کا انکار سوائے بے عقل اور بے دین کے کوئی نہیں کر سکتا۔ (قاضی ابن العربی رحمہ اللہ۔قول:۱۵۴)
۲۸...... قبر میں حیات و موت ہے اور اس سے تنگ نہیں ہوتا مگر ملحد (بے دین) کا پوتا۔ (ایضاً۔قول:۱۵۴)
۲۹...... عذاب قبر کا منکر بے عقل، جاہل اور بے دین ہے۔ (ایضاً۔قول:۱۵۶)
۳۰...... عذاب قبر کے منکر اہل بدعت ہیں۔ (ایضاً۔قول:۱۵۷)
۳۱...... عذاب قبر کو عقلاً بعید سمجھنے والا خود ناقص العقل ہے اور اس کے منکر خوارج، معتزلہ ہیں۔
(قاضی عیاض رحمہ اللہ۔قول:۱۵۹)
۳۲...... عذاب قبر اور منکر نکیر کے سوال کے منکر قدریہ معتزلہ اور گمراہ ہیں۔ (امام عمرانی۔قول:۱۶۳، ۱۶۴)
۳۳...... معتزلہ عذاب قبر اور منکر نکیر کے سوال کا انکار کرتے ہیں۔ (شیخ جیلانی رحمہ اللہ۔قول:۱۶۹)
۳۴...... معتزلہ نے عذاب قبر کا انکار کیا ہے۔ (ابن عساکر۔قول:۱۷۴)
۳۵...... معتزلہ نے موت کے بعد قبر میں منکر نکیر کے سوال اور عذاب کا انکار کیا ہے۔ (صابونی۔قول:۱۷۷)
۳۶...... سوائے کفار زندیق اور بے دین لوگوں کے کسی نے بھی عذاب قبر کی نفی نہیں کی۔ (ابن دحیہ رحمہ اللہ۔قول:۲۰۴)
۳۷...... عذاب قبر کے منکر اہل بدعت ہیں۔ (ابو العباس قرطبی رحمہ اللہ۔قول:۲۱۹)
۳۸...... عذاب قبر کے منکر ملحد ہیں۔ (مفسر قرطبی رحمہ اللہ۔قول:۲۳۱)
۳۹...... عذاب قبر کے منکر قدریہ، خوارج اور ان کے پیروکار ہیں۔ (ایضاً۔قول:۲۳۴)
۴۰...... بعض معتزلہ نے عذاب قبر کا انکار کیا ہے۔ (سغناقی۔قول:۲۶۰)
۴۱...... عذاب قبر کا انکار کر کے معتزلہ نے نصاریٰ کی موافقت کی ہے۔ (طوفی۔قول:۲۶۱)
۴۲...... عذاب قبر اور قبر میں اجساد کی طرف ارواح کے لوٹانے کا انکار معتزلہ کا مذہب ہے۔ (ایضاً۔قول:۲۶۲)
۴۳...... قبر کے عذاب و ثواب کے منکر جہمی معتزلی اور اہل بدعت ہیں۔ (ابن تیمیہ رحمہ اللہ۔قول:۲۷۷)
۴۴...... برزخ میں ثواب و عذاب کا انکار تو صرف چند اہل بدعت نے کیا ہے۔ (ایضاً۔قول:۲۸۹)
۴۵...... ابن حزم کا قول جمہور اہل سنت کے نزدیک شاذ اور برا ہے۔ (ایضاً۔قول:۲۹۸)
۴۶...... اکثر معتزلہ نے عذاب قبر کا انکار کیا ہے۔ (قاضی ایجی رحمہ اللہ۔قول:۳۹۶)
۴۷...... عذاب قبر کی مخالفت معتزلہ نے کی ہے۔ (حافظ مغلطائی۔قول:۴۰۰)
۴۸...... ابن حزم کا عقیدہ اہل سنت والجماعت کے خلاف ہے۔ (شمس الدین منبجی رحمہ اللہ۔قول:۴۱۸)
۴۹...... جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے ایک ذرہ میت کے سینہ پر رکھا تو ہم نے اگلے دن دیکھا کہ وہ اسی طرح اپنی حالت پر ہے، یہ لوگ بے وقوف ہیں اور یہ اعتراض ان کی بکواس ہے۔ (بابرتی حنفی رحمہ اللہ۔قول:۴۲۲)
۵۰...... اکثر معتزلہ نے عذاب قبر کا انکار کیا ہے۔ (زرکشی رحمہ اللہ۔قول:۴۴۲)
۵۱ قبر میں منکر نکیر کے سوال اور عذاب کا انکار کرنے والے اہل بدعت ہیں۔ (ابن ملقن رحمہ اللہ۔قول:۴۶۳)

۵۲...... عذاب قبر کا منکر کافر ہے۔ (ایضاً۔قول:۴۵۷)

۵۳...... عذاب قبر کے منکر ملحد ہیں۔ (ایضاً۔قول:۴۵۸)

۵۴...... اکثر معتزلہ نے عذاب قبر کا انکار کیا ہے۔ (ابوزرعہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۴۹۴)

۵۵...... عذاب کے منکر اہل بدعت ہیں۔ (شارح اُبی رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۴۹۹)

۵۶...... فتنہ قبر اور عذاب قبر کے منکر معتزلہ ہیں۔ (ایضاً۔قول:۵۰۰)

۵۷...... عذاب قبر کے منکر ملحد ہیں۔ (تنوخی رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۵۰۸)

۵۸ عذاب قبر کا انکار سوائے اہل بدعت کے کوئی نہیں کرتا۔ (علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۵۵۸)

۵۹...... عذاب قبر کے منکر معتزلہ ہیں۔ (ایضاً۔قول:۵۵۲،۵۹۳)

۶۰...... حیات قبر کے منکر معتزلہ ہیں۔ (ایضاً۔قول:۵۷۸)

۶۱...... غیر اہل سنت (اہل بدعت) نے عذاب قبر کے ثبوت میں مخالفت کی ہے۔ (کافیجی رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۶۱۴)

۶۲...... قبر میں انبیاء کی حیات کا منکر جاہل اور اس کے سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے۔ (اُسیوطی رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۶۲۰)

۶۳...... اکثر معتزلہ اور بعض روافض نے عذاب قبر کا انکار کیا ہے۔ (ابن قاوان رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۶۳۴)

۶۴...... اکثر معتزلہ عذاب قبر کے منکر ہیں۔ (زروق رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۶۴۴)

۶۵...... اکثر معتزلہ اور بعض روافض نے عذاب قبر کا انکار کیا ہے۔ (محقق دوانی رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۷۵۷)

۶۶...... عذاب قبر پر ایمان نہ رکھنے والا بدعتی ہے۔ (ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۷۹۹)

۶۷ عذاب قبر میں شک کرنے والا ملحد ہے۔ (شعرانی رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۸۰۵)

۶۸...... جو کہتے ہیں عذاب قبر روحانی ہے جسمانی نہیں، وہ ناقص الفہم ہیں۔ (ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۸۲۰)

۶۹...... جو یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ہمیں قبر میں فرشتے اور عذاب کے آثار نظر نہیں آتے وہ لوگ فتنہ کی آگ بھڑکا رہے ہیں۔ (ابراہیم لقانی رحمۃ اللہ علیہ۔۹۱۵)

۷۰...... عذاب قبر کے منکر اہل بدعت ہیں۔ (شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۹۲۶)

۷۱...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات فی القبر میں شک کرنے والا بے بصیرت ہے۔ (نجم الدین غزی رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۹۸۰)

۷۲...... عذاب قبر کا انکار کفر ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری۔قول:۱۰۰۷)

۷۳...... جو شخص انبیاء کو مردہ جانے اس پر ایمان سلب ہو جانے کا خوف ہے۔ (حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۱۰۱۳)

۷۴...... جو آدمی قبر میں عذاب کا اور منکر و نکیر کے سوال کا انکار کرتا ہے وہ بدعتی ہے اس کو تادیب کی جائے۔

(ابن غانم رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۱۰۴۹)

۷۵. جو لوگ کہتے ہیں کہ قبر میں عذاب، قبر کا فراخ اور تنگ ہونا، آگ کا گڑھا ہونا یا جنت کا باغ ہونا، میت کا قبر میں بیٹھنا ممکن نہیں اور نہ ہی ان میں سے کوئی چیز قبر میں نظر آتی ہے وہ بے دین ہیں۔ (سفارینی رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۱۰۹۴)

۷۶...... اگر اموات کے ادراک و شعور کا انکار کفر نہ ہو تو اس کے الحاد ہونے میں تو کوئی شبہ ہی نہیں ہے۔

(شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۱۱۶۲)

۷۷...... عذاب قبر کے منکر معتزلہ خواہش پرست اور عقل پرست ہیں۔ (قاضی شوکانی۔قول:۱۱۹۰)

۷۸...... اگر بدعت کفریہ نہ ہو بلکہ گمراہی ہو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہو اور اگر بدعت کفریہ ہو تو اس کے پیچھے نماز بالکل جائز نہیں، جیسے صحابیتِ صدیق اور عذاب قبر کا انکار بدعتِ مکفرہ ہے۔ (علامہ شامی رحمہ اللہ۔۱۲۰۵)

۷۹...... عذاب قبر کا انکار بڑی جہالت ہے۔ (عبداللطیف آل شیخ۔قول:۱۲۸۲)

۸۰...... عذاب قبر میں شک کرنے والا ملحد ہے۔ (ابن علیش رحمہ اللہ۔قول:۱۳۱۵)

۸۱...... اموات کے شعور اور ادراک کے منکر مُردے ہیں، ان میں کجی ہے، انہیں اپنے آپ پر رونا چاہئے۔
(مولانا عبدالحئی لکھنوی رحمہ اللہ۔قول:۱۳۳۲)

۸۲...... بدن عنصری سے روح کے تعلق کا منکر غلیظ الطبع اور موٹی عقل والا ہے۔ (نعمان آلوسی رحمہ اللہ۔قول:۱۳۴۵)

۸۳...... معتزلہ عذاب قبر کی تکذیب کرتے ہیں۔ (عبدالقادر رحمہ اللہ حنبلی۔قول:۱۳۸۳)

۸۴...... جسم کے لئے عذاب قبر کو نہ ماننا قول فاسد ہے۔ (محمد خضر شنقیطی رحمہ اللہ۔قول:۱۴۰۴)

۸۵...... بدن کے عذاب وثواب کا منکر اللہ تعالیٰ کی وسیع قدرت کو کوتاہ اور ناقص سمجھتا ہے۔
(محمد حسنین مخلوف رحمہ اللہ۔قول:۱۴۱۴)

۸۶...... روح کے معنوی تعلق کے ساتھ میت میں حیات اور عذاب کا منکر اللہ کی قدرت کا منکر ہے۔
(عبیداللہ مبارکپوری رحمہ اللہ۔قول:۱۴۸۷)

۸۷...... امام احمد کے نزدیک عذاب قبر کا منکر ضال مضل ہے۔ (سید سابق رحمہ اللہ۔قول:۱۵۰۴)

۸۸...... عذاب قبر کے منکر معتزلہ اور ان کے ہمنواء ہیں۔ (عطیہ سالم رحمہ اللہ۔قول:۱۵۰۹،۱۵۱۰)

۸۹...... جو یہ سوال کرتا ہے کہ قبر تنگ ہوتی ہے، اس میں میت کو کیسے بٹھایا جاتا ہے؟ اس کے دل میں ایمان ویقین کے بجائے شک ہے اور ایمان پختہ نہیں ہے۔ (شیخ عثیمین رحمہ اللہ۔قول:۱۵۴۰)

۹۰...... عذاب قبر کے منکر اہل بدعت ہیں۔ (شیخ عبدالعزیز راجحی رحمہ اللہ۔قول:۱۶۳۱)

۹۱...... عذاب کو روح پر منحصر کرنے والے اور جسد سے عذاب کی نفی کرنے والے اہل بدعت ہیں اور در اصل یہ معتزلہ کا قول ہے۔ (یوسف الغفیص۔قول:۱۶۸۳،۱۶۸۴،۱۶۸۶)

۹۲...... عذاب قبر کے منکر معتزلہ عقل پرست ہیں۔ (عمر بن سعود۔قول:۱۶۳۸)

۹۳...... جسم میں روح کا لوٹنا، قبر میں فرشتوں کا آنا، قبر کا فراخ ہونا، ان امور کے منکر عقل پرست ہیں اور اہل سنت میں سے نہیں ہیں۔ (ناصر بن عبدالکریم۔قول:۱۶۷۵)

۹۴...... قبر کے عذاب وثواب کے منکر ملحد اور زندیق ہیں۔ (صالح الفوزان رحمہ اللہ۔قول:۱۶۱۴)

۹۵...... عذاب وثواب کو فقط روح کے لئے ماننے کا عقیدہ اہل سنت کا نہیں ہے۔ (محمد حسن عبدالغفار۔قول:۱۶۹۰)

۹۶...... قبر میں منکر نکیر کا سوال حق ہے اور قبر پر آنے والے کو صاحبِ قبر پہچان لیتا ہے، جو اس کا منکر ہے اس کا قول غیر معتبر ہے۔ (فتاویٰ دارالافتاء المصریہ۔قول:۱۷۲۶)

۹۷...... عذاب قبر کا انکار فقط ملحدین، زندیقین، خوارج، فلاسفہ اور بعض معتزلہ نے کیا ہے۔
(فتاویٰ واستشارات، عرب ویب سائٹ۔قول:۱۷۳۷)

میت کے جسد کے عذاب وثواب کے منکر اہل بدعت ہیں۔ (۱۶۸۳۔۱۶۸۴۔۱۶۸۶۔۱۶۹۰)

باب ششم ....

۹۸...... آپ ﷺ اب تک بقید حیات ہیں، پر شیعہ نہ سمجھیں تو کیا کیجئے۔ (حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۱۵)

۹۹...... عذاب قبر کا منکر بدعتی ہے۔ (حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۷۰)

۱۰۰...... جو کوئی عزیز وقریب اس کی قبر پر آتا ہے اسے پہچانتا بھی ہے۔گو معتزلہ نے اس کا انکار کیا ہے۔ (حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۱۳۰)

۱۰۱...... حیات النبی ﷺ کا منکر صاحب بصیرت نہیں۔ (حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۱۸۳)

۱۰۲...... جو شخص حضور ﷺ کے قبر شریف میں زندہ ہونے کا انکار کرتا ہے اس کا دل حضور ﷺ کی محبت سے اور اس کی عقل مغز سے خالی ہے۔ (مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۲۰۴)

نیز ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ (دیکھئے، باب ششم، حصہ اوّل کا آخر)

۱۰۳...... جو اس مسلک کے خلاف دعویٰ کرے اتنی بات یقینی ہے کہ ان کا اکابر دیو بند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں۔ (مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۲۲۹)

نیز ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ (دیکھئے باب ششم، حصہ اوّل کا آخر)

۱۰۴...... انبیاء کی حیات فی القبر کا منکر بدعتی اور خارج اہلسنت والجماعت ہے۔ (مفتی مہدی حسن رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۲۳۱)

۱۰۵...... حضور ﷺ کی حیات فی القبر کے منکر پتھری ہیں۔ (مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۲۴۶)

۱۰۶...... حضور ﷺ کے جسد عنصری کی حیات کے منکر اس مسئلہ میں دیو بند کے مسلک سے ہٹے ہوئے ہیں۔ (حکیم الاسلام قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۲۷۶)

۱۰۷...... حضور ﷺ کے سماع صلوۃ وسلام عند القبر کے عقیدے کو جو شخص عقائد شرکیہ یا بدعیہ میں شمار کرتا ہے وہ بالکل جاہل اور پرلے درجے کا احمق اور ملحد ہے۔ (مولانا شریف کشمیری رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۲۸۵)

۱۰۸...... مردوں کے شعور وادراک کا انکار اگر کفر نہیں تو اس کے اِلحاد ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ (مفتی جمیل احمد رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۲۹۵)

۱۰۹... روضہ اطہر میں حیات جسمانی کے منکر میرے اکابر کے نزدیک گمراہ ہیں، ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز نہیں، ان کی تقریر سننا جائز نہیں اور ان کے ساتھ کسی قسم کا تعلق روا نہیں۔ (مولانا یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۳۰۴،۳۰۵)

۱۱۰...... حضور ﷺ کی حیات فی القبر کا منکر فرقہ غالیہ ہے۔ (مفتی عبدالستار رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۳۰۷)

۱۱۱ حضور ﷺ کی حیات جسمانی کے منکر قاصر فی العلم ہیں، ہنگامہ آرائی کرنے والے ہیں، شرذمہ قلیلہ ہیں۔ (حضرت خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ۔قول:۳۰۸)

۱۱۲ جو حضور ﷺ کی حیات فی القبر اور سماع صلوۃ وسلام عند القبر کا قائل نہیں، اس کا اکابر دیو بند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ (ایضاً۔قول:۳۰۹)

۱۱۳...... انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات فی القبر اور سماع عند القبر کا منکر بدعتی اور اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج ہے۔
(مفتی حمید اللہ جان رحمۃ اللہ۔ قول: ۳۱۰)

۱۱۴...... انبیاء کی حیات اور عذاب قبر کا منکر اہل سنت سے خارج ہے۔ (مفتی سعید احمد پالنپوری رحمۃ اللہ۔ قول: ۳۱۲)

۱۱۵...... حیات انبیاء فی القبور کا انکار سخت بدعت کا ارتکاب ہے۔ (علامہ عبدالغنی رحمۃ اللہ۔ قول: ۳۱۳)

۱۱۶...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد عنصری میں حیات اور سماع صلوۃ وسلام عند القبر کا جو انکار کرے اتنی بات یقینی ہے کہ ان کا اکابر دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں۔ (دس اکابرین کا متفقہ فتویٰ۔ قول: ۳۱۵)

۱۱۷...... انبیاء کی حیات فی القبر کا منکر بدعتی اور اہل سنت سے خارج ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔
(دارالعلوم دیوبند۔ قول: ۳۱۸)

۱۱۸...... جو لوگ اس مسئلہ کا انکار کرتے ہیں میں ان کو اہل حق میں سے نہیں سمجھتا اور وہ تمام اکابرین کے نزدیک گمراہ ہیں، ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز نہیں اور ان کے ساتھ کسی قسم کا تعلق روا نہیں۔
(حضرت غور غشتوی رحمۃ اللہ۔ قول: ۳۷۰)

۱۱۹...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات فی القبر اور سماع صلوۃ وسلام عند القبر کے منکر لوگوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دور کر رہے ہیں۔
(حضرت درخواستی رحمۃ اللہ۔ قول: ۴۱۰)

۱۲۰...... یہ لوگ بہت بڑے جھوٹے ہیں ان کے پاس مت بیٹھو۔ (باب چہارم ص ۳۷۸)

۱۲۱...... ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

ومن لم یعتقد هذا بطه یقینا فهو زندیق جهول

(ترجمہ) جو اس عقیدۂ حیات پر باطن میں عقیدہ نہ رکھے وہ زندیق اور بہت بڑا جاہل ہے۔
(دافعۃ الشقاق والخلاف فی حیاۃ الانبیاء فی قبورہم۔ ص ۲۸)

۱۲۲...... قاضی محمد زاہد الحسینی رحمۃ اللہ خلیفہ مجاز حضرت لاہوری رحمۃ اللہ لکھتے ہیں: اس بنیادی عقیدے پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ مزید کچھ لکھنا کوئی خاص وقعت نہیں رکھتا، صرف اتنی عرض ہے کہ جس کی جو مرضی ہے عقیدہ اختیار کرے، مگر اسے یہ اختیار نہیں کہ وہ اپنے عقیدے کو اکابر دیوبند کی طرف منسوب کرے اور ساتھ ہی ان کے دلائل حیات کا تمسخر اڑاتے ہوئے بودی دلیلیں کہہ ڈالے۔ (ماہنامہ دارالعلوم دیوبند ج ۲۲، شمارہ نمبر ۴، بابت ماہ جنوری ۱۹۶۱ء ص ۴۲، ۴۳)

۱۲۳...... نیز لکھتے ہیں: منکرین حیات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہماری گزارش صرف یہ ہے کہ وہ اس بارے میں جو عقیدہ جی چاہے رکھیں، ابلاغ حق کا فریضہ جہاں تک تھا ہم ادا کر چکے..... مگر یہ حضرات اپنے عقائد کو بزرگان دیوبند سے منسوب نہ کریں۔ (ایضاً)

۱۲۴...... مناظر اعظم علامہ محمد عبدالستار تونسوی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں: واضح رہے کہ حیات برزخی میں علاقہ ظرفیت کا ہے نوعیت کا نہیں، یعنی اس سے مراد حیات فی البرزخ ہے نہ کہ حیات کی کوئی اپنی قسم برزخی ہے، اس لحاظ سے ہم اپنے آقا کو عالم برزخ میں فائز الحیات سمجھتے ہیں اور یہی جمہور اہل سنت کا مسلک ہے، عدم حیات کا قول صرف معتزلہ اور روافض کا ہے۔ (قبر کی زندگی ص ۴۸۶)

۱۲۵...... نیز لکھتے ہیں: شرعاً یہ فیصلہ اہل سنت کے عقیدہ کے مطابق ہے، تمام اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے، جو شخص اس عقیدہ کو نہ مانے وہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہے۔ ایسے شخص کو گمراہ کہنا چاہئے اور ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہے، جناب امام الانبیاء حضرت محمد مصطفی ﷺ کے سماع صلوۃ وسلام عندالقبر پر اجماع ہے، حنفی مالکی شافعی حنبلی، عرب وعجم کے علماء اہل سنت اس مسئلے پر متفق ہیں، جو شخص یہ عقیدہ نہیں رکھتا وہ سلف وخلف اہل سنت کے خلاف ہے، سنی نہیں ہے۔ (قبر کی زندگی ص ۴۸۶)

۱۲۶...... جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا منظور احمد نعمانی، طاہر والی، لکھتے ہیں: جو شخص اس نظریے کا قائل نہیں ہے وہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہے۔ اگر چہ وہ اپنے آپ کو اہل سنت کہتا رہے۔ چونکہ یہ لوگ اپنی تقریروں میں انتہائی گستاخ ہیں تو ان کے ساتھ اقتداء فی الصلوۃ جائز نہیں۔ کبھی غلطی سے اقتداء کر لی گئی ہے تو وہ نماز واجب الاعادہ ہے۔ (قبر کی زندگی ص ۴۷۶)

۱۲۷...... فتویٰ جامعہ خیر المدارس ملتان:...... (از حضرت مفتی عبد الستار رحمۃ اللہ علیہ، رئیس دار الافتاء)...... (کراچی کا فتویٰ سوال کے ساتھ بھیجا گیا تھا، کراچی کے فتوے میں اجمال ہے، تفسیر ہونی چاہئے تھی کہ سوال میں مذکورہ تفصیل پر ایمان لانا مؤمن ہونے کے لئے تو ضروری نہیں ہے۔ البتہ سنی ہونے کے لئے ضروری ہے۔ کیونکہ عام اہل سنت والجماعت کو قرآن وحدیث کی روشنی میں یہی اجماعی عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اسی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام قبروں میں اجساد عنصریہ کے ساتھ حیات ہیں، جو شخص انبیاء کرام علیہم السلام کی جسمانی حیات کا قائل نہیں وہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہے۔ اس کی تفصیل (خیر الفتاویٰ ص ۹۴، ۱۲۹، ۱۸۱ تا ۱۸۹) میں موجود ہے۔ (قبر کی زندگی ص ۴۷۶)

۱۲۸...... فتویٰ جامعہ قاسم العلوم ملتان:...... (از حضرت مفتی منظور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ)...... مندرجہ بالا تحقیق سے منحرف ہونے والا شخص اہل سنت والجماعت سے خارج اور معتزلی العقیدہ ہے۔ اس عقیدہ پر اجماع منقول ہے اور اجماع کا منکر گمراہ ہے۔ ایسے شخص کی امامت مکروہ ہے۔ (قبر کی زندگی ص ۴۷۷)

۱۲۹...... فتویٰ جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی:...... (از حضرت مفتی محمد عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ، رئیس دار الافتاء): حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب قدس سرہ کا یہ فیصلہ شرعاً کتاب وسنت کے موافق ہے، مفتی سید مہدی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق صدر مفتی دار العلوم دیوبند ایسے شخص کو اہل سنت والجماعت سے خارج دیتے ہوئے فرماتے ہیں: اس باب میں بکثرت احادیث وارد ہیں جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور جو انکار کرتا ہے وہ بدعتی اور اہل سنت والجماعت سے خارج ہے اور ایسے شخص کی امامت کے بارے میں جو کہ بلا تاویل حیات النبی ﷺ کا منکر ہو وہ بدعتی ہے اور اس کی امامت مکروہ ہے اور علامہ رشید احمد گنگوہی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

۱۳۰...... فتویٰ جامعہ فاروقیہ، فیصل کالونی کراچی:...... (از حضرت مفتی عبد الحمید ربانی): حضرت مفتی سید مہدی حسن صاحب ایسے شخص کو اہل سنت والجماعت سے خارج قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس باب میں بکثرت احادیث وارد ہیں جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور جو انکار کرتا ہے وہ بدعتی اور اہل سنت والجماعت سے خارج ہے۔ اس فتویٰ پر دیگر بہت سے مفتیان کرام کے دستخط موجود ہیں۔ از خیر الفتاویٰ اور منکر حیات النبی اس مسئلہ میں غلطی پر ہیں اور چونکہ یہ ایک اجماعی عقیدہ ہے۔ لہٰذا اس کے منکر کو امام نہ بنایا جائے۔ (قبر کی زندگی ص ۴۷۹)

۱۳۱...... فتویٰ جامعہ نصرت العلوم گوجرانوالہ۔ (از مفتی عرباض محمد اقبال): حضرت محمد ﷺ اپنے روضہ اقدس میں بجسدہٖ وروحہٖ زندہ ہیں۔ یہی آپ کی برزخی زندگی ہے اور آپ کے مزار مبارک کے پاس جو سلام کرتا ہے اور درود پاک پڑھتا ہے آپ خود سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں، ہمارے کان نہیں کہ ہم سن سکیں اور جو دور سے درود وسلام پڑھے اسے فرشتے آپ تک پہنچاتے ہیں، جو اس کے خلاف کہتا ہے غلط کہتا ہے، وہ بدعتی ہے، خراب عقیدہ والا ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور خارج از اہل سنت والجماعت ہے۔ (قبر کی زندگی ص ۴۸۰)

۱۳۲...... فتویٰ جامعہ دالعلوم عیدگاہ کبیر والہ...... (از حضرت مفتی عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ): جو شخص حیات الانبیاء کا قائل نہیں ہے وہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہے۔ لہٰذا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے راولپنڈی میں جو فیصلہ کیا تھا وہ بھی شرعاً درست ہے اور جو شخص حیات الانبیاء کا قائل نہیں ہے وہ گمراہ ہے اور اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ (قبر کی زندگی ص ۴۸۳)

۱۳۳...... فتویٰ جامعہ اشرفیہ لاہور...... (از حضرت مفتی شیر محمد): انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور شریفہ میں بتعلق روح زندہ ہیں اور اس پر اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے۔ (کذا فی فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۳۴) اور اس کے خلاف عقیدہ رکھنا اہل سنت والجماعت سے خروج ہے۔ (قبر کی زندگی ص ۴۸۴)

۱۳۴...... فتویٰ جامعہ باب العلوم کہروڑپکا...... (از حضرت مفتی ظفر اقبال صاحب): حیات الانبیاء علیہم السلام کا عقیدہ ضروریات مذہب اہل سنت میں سے ہے اور جو حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات بعد الموت کا منکر ہے وہ گمراہ ہے، بدعتی ہے، غلط عقیدے والا ہے، ضال اور مضل ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ (قبر کی زندگی ص ۴۸۵)

۱۳۵...... فتویٰ جامعہ قاسم العلوم، فقیر والی، بہاولنگر...... (از حضرت مفتی عبد اللطیف): حیات انبیاء کرام تمام اہل سنت وجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جو شخص اس عقیدے کا منکر ہوگا وہ اہل سنت وجماعت سے خارج ہوگا تو ظاہر ہے ان کے عقیدے کا منکر حق پر نہ ہوگا۔ امامت کا مسئلہ اس سے معلوم ہوگیا۔ (قبر کی زندگی ص ۴۸۷)

۱۳۶...... فتویٰ مدرسہ حنفیہ تعلیم القرآن، جہلم...... (از حضرت مفتی محمد شریف عابد): جب اثبات مسئلہ حیات النبی ﷺ جمہور علمائے دیوبند کا اجماعی مسئلہ ہے، اہل سنت والجماعت کا یہی عقیدہ ہے اور حضرات علماء دیوبند کا یہی مسلک ہے تو اس کا ماننا ضروری ہے، انکار کرنے والے کو گمراہ کہہ سکتے ہیں، وہ لائق امامت نہیں، اس کی اقتداء میں نماز مکروہ تحریمی ہے، جیسا کہ مفتی اعظم دار العلوم دیوبند حضرت مولانا مفتی مہدی حسن صاحب نے ۱۳ر جمادی الاولیٰ ۱۳۷۶ھ کو ایک استفتاء کے جواب میں یہ الفاظ لکھے ہیں: جو اس (مسئلہ حیات النبی ﷺ) کے خلاف کہتا ہے وہ بدعتی ہے، خراب عقیدہ والا ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے، یہ عقیدہ صحیح نہیں ہے۔ (قبر کی زندگی ص ۴۸۸)

۱۳۷...... فتویٰ جامعہ حقانیہ، ساہیوال...... (از مفتی سید عبد الشکور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ): (فتویٰ میں حیات انبیاء علیہم السلام پر چند حوالہ جات اور دلائل لکھنے کے بعد اجمالاً اکابر علماء دیوبند کا متفقہ فیصلہ اور آب حیات اور المہند علی المفند کا حوالہ دینے کے بعد اپنے فتوے میں لکھتے ہیں) جو اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے وہ اہل سنت والجماعت سے خارج اور بدعتی ہے۔ (قبر کی زندگی ص ۴۹۹)

۱۳۸...... فتویٰ از علامہ مولانا محمد شریف کشمیری، شیخ الحدیث خیر المدارس ملتان:...... اگر روضہ اقدس پر صلوۃ وسلام پڑھا جائے تو آپ خود سنتے ہیں بلکہ جمیع اہلسنت والجماعت اس کے قائل ہیں اور سب اکابر دیوبند کا یہی عقیدہ

ہے جو شخص اس عقیدے کو عقائد شرکیہ یا بدعیہ میں شمار کرتا ہے وہ بالکل جاہل اور پرلے درجے کا احمق اور ملحد ہے اور حقیقت شرک سے قطعاً ناآشنا ہے مسلمانوں کو ایسے شخص سے دور رہنا چاہئے۔ (قبر کی زندگی ص ۵۰۳)

۱۳۹...... فتوی از مفتی اعظم محمد رفیع عثمانی رحمۃ اللہ کراچی، تعلیمی سال ۱۴۱۷، ۱۴۱۸ کے آغاز میں افتتاحی خطاب کے موقع پر اعلان اگر کوئی طالب علم مماتی عقیدہ رکھتا ہے یا کوئی اور اس طرح کا عقیدہ جو ہماری ان کتابوں سے علیحدہ مختلف عقیدہ ہے اور ان کتابوں میں المهند علی المفند بھی داخل ہے اور یہ علمائے دیوبند کی مستند دستاویز ہے۔ تمام علمائے دیوبند نے متفقہ طور پر دستاویز تیار کی ہے تو اگر کوئی اس سے مختلف عقیدہ رکھتا ہے، اس سے میری دو درخواستیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ اپنے آپ کو دیوبندی کہنا چھوڑ دے۔ اگر وہ دیوبندی کہہ رہا ہے تو وہ دھوکہ دے رہا ہے جھوٹ بول رہا ہے علمائے دیوبند پر افتراء کر رہا ہے، تو بھئی تم اپنے عقیدہ میں ضرور آزادی اختیار کر لو۔ ہم منع نہیں کرتے لیکن ہماری درخواست ہے کہ تم دھوکہ بازی نہ کرو جس طرح سے قادیانی کو ہم کہتے ہیں کہ اگر قادیانی مذہب اختیار کرتے ہو تم جانو (لکم دینکم ولی دین) لیکن تم اگر اپنے آپ کو مسلمان کہو گے تو ہم تمہارے سے لڑیں گے مسلمان کہنے کی اجازت نہیں ہوگی...... خیر خواہانہ مشورہ یہ ہے کہ تمہارا فائدہ اس میں ہے کہ ایسے طلبہ (مماتی) اس دارلعلوم میں داخل نہ ہوں، یہاں رہ کر ان کو فائدہ نہیں پہنچے گا کیونکہ جب تم اپنے استاد کو غلط عقیدہ والا سمجھتے ہو اس کے فہم پر تمہیں اعتماد نہیں اس کے علم پر اعتماد نہیں اس سے تمہیں کیا فائدہ حاصل ہوگا وہ تمہیں کیسے فائدہ دے گا؟ استاد اور شاگرد کے درمیان باہمی اعتماد افادہ اور استفادہ کے شرط ہے۔

(ماہنامہ البلاغ محرم ۱۴۱۸ھ مئی ۱۹۹۷ جلد نمبر ۳۲ شمارہ نمبر ۱ ص نمبر ۲۵ تا ۳۲ بحوالہ قبر کی زندگی ص ۵۱۸)

۱۴۰...... فتوی مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ: ...... میرا اور میرے اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے روضہ اطہر میں حیات جسمانی کے ساتھ حیات ہیں یہ حیات برزخی ہے مگر یہ حیات دنیاوی سے بھی قوی تر ہے جو حضرات اس مسئلہ کے منکر ہیں میں ان کو اہل حق میں سے نہیں سمجھتا نہ وہ علمائے دیوبند کے مسلک پر ہیں۔ (قبر کی زندگی ص ۵۱۸)

فائدہ: جب پنجاب کے شہر ملتان میں سید عنایت اللہ شاہ گجراتی کی ایک تقریر حیات النبی ﷺ کے متفقہ عقیدہ میں وجہ نزاع بنی تو بعض علمائے دیوبند پہلے یہ سمجھتے رہے کہ موصوف گجراتی کا اختلاف کیفیتِ حیات میں ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے جسد عنصری میں حیات مانتے ہیں لیکن روحِ مقدس کا مستقر اعلیٰ علیین کو مانتے ہیں اور روح کے جسم کے ساتھ تعلق کی وجہ سے جسد مبارک میں حیات کے قائل ہیں۔ جب کہ دوسرا قول یہ ہے کہ روحِ مقدس کا مستقر جسد اطہر ہے۔ اس صورت میں اختلاف جسد عنصری کی حیات میں نہیں بلکہ کیفیتِ حیات میں ہے جس سے اصل عقیدہ ایک رہتا ہے۔ یعنی قبر اطہر میں جسد عنصری حیات کے ساتھ ہے، اُس وقت ان حضرات نے فتویٰ دینے میں نرمی اختیار کی کہ یہ فروعی اختلاف ہے۔ اس سے وہ اہل سنت والجماعت سے خارج نہیں ہوتے اور ان کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے، لیکن بعد میں جب اُن حضرات کے سامنے یہ تحقیق آئی کہ یہ لوگ صرف روح کی حیات مانتے ہیں اور نبی کریم ﷺ کے جسد عنصری میں حیات بالکل نہیں مانتے تو اس وقت فتویٰ یہ دیا گیا کہ یہ عقیدہ اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے خلاف ہے یہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں اور اہل بدعت ہیں اور ان لوگوں کے پیچھے نماز مکروہ ہے، بعض نے کہا ناجائز ہے۔